تفسیرِ مدارک (اُردو)
مدارک التنزیل وحقائق التأویل
جلد سوم
مؤلف
الشیخ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم
اُستاذ التفسیر والحدیث مولانا شمس الدین مدظلہ
ناشر
مکتبۃ العلم
۱۸-اردو بازار لاہور۔ پاکستان
فون: 37211788 , 37231788

تفسیر مدارک النسفی اردو

مدارک التنزیل وحقائق التأویل

جلد سوم

از پارہ 21 تا 30

تالیف:

أبی البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی

(ت ۷۱۰ ھ)

حققہ وخرج احادیثہ
یوسف علی بدیوی

راجعہ وقدم لہ
محی الدین دیب مستو

مترجم
استاذ التفسیر والحدیث مولانا شمس الدین ظلہ

فقہ حنفی کی مشہور تفسیر کا مستند اردو ترجمہ جس میں الفاظِ قرآنی کی لغوی و شرعی تشریح کی گئی ہے۔ ہر آیت کے بارے میں قراء کرام کے اقوال عربی ضرب الامثال کا ذکر، ملحدین کے اعتراضات کے جوابات اور احکامِ قرآنی کا فقہی استنباط اور متقدمین کے اقوال سے استدلال ہے۔

مکتبۃ العلم

۱۸۔ اردو بازار لاہور پاکستان

Ph:37211788 - 37231788

نام کتاب .... تفسیر مدارک للنسفی اُردو

تالیف: .... الشیخ ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمہ اللہ

مترجم .... اُستاذ التفسیر والحدیث مولانا شمس الدین مدظلہ

ناشر .... خالد مقبول

مطبع .... آر آر پرنٹرز

ملنے کے پتے

❖ مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ ☎ 37224228

❖ مکتبہ علوم اسلامیہ اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور ☎ 37221395

❖ مکتبہ جویریہ ۱۸ - اردو بازار ○ لاہور ○ پاکستان ☎ 37211788

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔

(ادارہ)

فہرست

پارہ : ۲۱

سورۃ الروم (۳۰)

سورۃ لقمان (۳۱)

سُورَةُ السَّجْدَة ⑳

سُورَةُ الأَحْزَاب ⑳

پارہ : ۲۲

سُوْرَۃُ سَبَا ۳۴

سورۃ فاطر ۳۵

سورۃ یٰسٓ (۳۶)

پارہ : (۲۳)

سورۃ الصّٰفّٰت ③⑦

سُورۃ صٓ (۳۸)

سُوْرَةُ الزُّمَر (۳۹)

پارہ : ۲۴

سورۃ المؤمن (۴۰)

سورۃ حم السجدۃ (۴۱)

پارہ : ۲۵

سورۃ الشوریٰ ۴۲

سورۃ الزخرف (۴۳)

سورۃ الدخان ④④

سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ ⑮

سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ ⑯

پَارَہ : ⑯

سورۃ محمد ۴۷

سورۃ الفتح (۴۸)

سورۃ الحجرات (۴۹)

سُوْرَۃُ قٓ ⑤⓪

سورۃ الذریٰت ⑤①

پارہ : ۲۷

سورۃ الطور ۵۲

سورۃ النجم ۵۳

سورۃ القمر ۵۴

سورۃ الرحمٰن ۵۵

سورۃ الواقعۃ ۵۶

سُورۃ الحدید ۵۷

پارہ : ۲۸

سُورۃ المجادلۃ ۵۸

سُورۃ الحشر ۵۹

سورۃ الممتحنۃ ٦٠

سورۃ الصف ٦١

سورۃ الجمعۃ ٦٢

سُورَةُ المُنٰفِقُوْن (۶۳)

سُورَةُ التَّغَابُن (۶۴)

سُورَةُ الطَّلَاق (۶۵)

سُورَةُ التَّحْرِيْم (۶۶)

پارہ : ۲۹

سورۃ الملک ۶۷

سورۃ القلم ۶۸

سورۃ الحاقۃ ۶۹

سُورۃ المعارج ⑦٠

سُورۃ نوح ⑦١

سُورۃ الجن ⑦٢

سُورۃ المزمل ⑦٣

سورۃ المدثر ۷۴

سورۃ القیامۃ ۷۵

سورۃ الدھر ۷۶

سورۃ المرسلات ۷۷

پارہ : ۳۰

سورۃ النبا ۷۸

سورۃ النزعٰت ۷۹

سورۃ عبس ۸۰

سورۃ التکویر ۸۱

سورۃ الاعلیٰ ۸۷

سورۃ الغاشیۃ ۸۸

سورۃ الفجر ۸۹

سورۃ البلد ۹۰

سورۃ الشمس ۹۱

سورۃ اللیل ۹۲

سورۃ الضحیٰ ۹۳

سورۃ الانشراح ۹۴

سورۃ التین ۹۵

سورۃ العلق ۹۶

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ

جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے آپ اس کی تلاوت فرمایئے اور نماز قائم کیجئے بلاشبہ نماز بے حیائی سے اور برے کاموں سے

وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾

روکتی ہے اور البتہ اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے اور جو کام تم کرتے ہو اللہ جانتا ہے۔

۴۵: اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ (پڑھیے اس کو جو آپ کی طرف کتاب وحی کے ذریعہ بھیجی گئی ہے)۔ تا کہ اس کے کلام کی تلاوت سے اس کا قرب حاصل ہو۔ اور تا کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی سے تمہیں واقفیت حاصل ہو۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ (اور تم نماز قائم کرو)۔ اقامت صلاۃ پر مداومت اختیار کرو۔

نماز برائی سے روک:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ (بلاشبہ نماز بے حیائی سے روکتی ہے)۔ الفحشاء۔ (زنا جیسے برے کام)۔ وَالْمُنْكَرِ (اور بری باتیں)۔ جن کو عقل وشرع بُرا قرار دے۔

ایک قول:

جو نماز کی نگہبانی کرنے والا ہو ایک نہ ایک دن وہ اسے اپنی طرف کھینچ لے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔ کہ فلاں شخص دن کو نماز پڑھتا ہے اور رات کو چوری کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کی نماز اس سے اس کو روک دے گی۔ (رواہ احمد، ابن حبان)۔ روایت میں ہے کہ ایک انصاری آپ کے ساتھ نمازیں پڑھتا اور ہر بُرا کام بھی کر گزرتا۔ آپ کو اس کی حالت ذکر کی گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ ان صلاته سیمنعها۔ زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ اس نے توبہ کر لی۔

قول ابن عوف:

ان الصلاۃ تنھٰی کا مطلب یہ ہے۔ کہ جب تم نماز میں مشغول ہو تو تم نیکی وطاعت میں ہوتے ہو۔ اس وقت نماز نے تمہیں بے حیائی اور برائی سے روک دیا ہے۔

قول حسن رحمہ اللہ:

جس کی نماز اس کو بے حیائی اور منکرات سے خبردار نہیں کرتی اس کی نماز نماز ہی نہیں۔ وہ اس پر وبال ہے۔

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (اور البتہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑا ہے)۔ یعنی نماز دیگر طاعات سے بہت بڑھ کر ہے۔ یہاں

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا

اور اہل کتاب سے بحث مت کرو مگر ایسے طریقہ پر جو اچھا طریقہ ہو،مگر وہ لوگ جو ان میں سے بے انصاف ہیں۔ اور یوں کہو

اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾

کہ ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف نازل ہوا اور اس پر جو تمہاری طرف نازل ہوا اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے۔اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔

ولذکر اللّٰہ فرمایا۔تاکہ بیان علت سے وہ مستقل ہو جائے۔گویا اس طرح فرمایا۔الصلاۃ اکبر لانھا ذکر اللّٰہ۔(نماز بہت بڑی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کا ذکر ہے)۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ولذکر اللّٰہ ایاکم برحمتہ اکبر (البتہ اللہ تعالیٰ کا تمہیں اپنی رحمت کے ساتھ یاد کرنا بہت بڑا ہے) اس سے کہ تم اپنی اطاعت وعبادت سے اس کو یاد کرو۔

قول ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ:

اللہ تعالیٰ کا تمہیں ذکر کرنا تمہارے اس کا ذکر کرنے سے بہت بڑا ہے۔نمبر۱۔کیونکہ ان کا یاد کرنا بلاسبب ہے اور تمہارا ذکر اسباب وتمناؤں سے ملا ہوا ہے۔نمبر۲۔اور اس سے بھی کہ اس کا ذکر فناء نہ ہونے والا اور تمہارا ذکر باقی نہ رہنے والا ہے۔

قول سلمان رحمۃ اللہ علیہ:

اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر چیز سے بڑا اور افضل ہے۔

قول علیہ السلام:

کیا میں تمہیں تمہارے اعمال میں سے سب سے بہتر اعمال کی خبر نہ دے دوں۔اور وہ نہ بتلا دوں جو تمہارے بادشاہ کے ہاں سب سے زیادہ پاکیزہ اور درجات کے اعتبار سے بلندتر ہے۔اور سونا چاندی صرف کرنے سے بہتر اور دشمن کا مقابلہ کر کے ان کی گردنیں مارنے اور اپنی گردنیں کٹانے سے اعلیٰ ہے۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا وہ کیا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔(رواہ ابن الشاہین۔کنز العمال)

نمبر۲۔اللہ تعالیٰ کا ذکر اس سے بڑھ کر ہے کہ جس کو تمہارے فہم اور عقلیں سما سکیں۔نمبر۳۔ذکر اللہ اس سے بڑھ کر ہے کہ دوسرے کو فحشاء ومنکر سے روکو۔وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو)۔یعنی خیر وطاعت پس وہ اس پر بہترین ثواب عنایت فرمانے والے ہیں۔

۴۶: وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (اور اہل کتاب سے مباحثہ نہ کرو۔ مگر اس طریقہ سے جو بہت خوب ہو)۔ مگر اس انداز سے جو خوب تر ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ درشتی کا مقابلہ نرمی اور غضب کا غصہ پی جانے سے کیا جائے جیسا کہ فرمایا دوسرے مقام پر ادفع بالتی ھی احسن [المؤمنون۔۹۶]

ظلموا کی مراد:

اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ (مگر وہ لوگ جو ان میں سے ظلم کرنے والے ہیں)۔ انہوں نے عناد اور زیادتی میں حد کر دی اور خیر خواہانہ بات کو قبول نہ کیا۔ اور نرمی ان میں اثر کرتی نظر نہیں آتی۔ ان کے ساتھ سختی کرو۔

ایک قول یہ ہے:

مگر وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذائیں دی ہیں۔

نمبر۲۔ مگر وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا اور شریک تجویز کیا اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سخاوت سے بندھے ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے ذمی ہو کر یہ حرکت کی ہے اور شرط ذمہ کو نہیں نبھایا۔ اور جزیہ کو روک لیا۔ ان لوگوں سے جدال بالسیف ہے۔

مَسْئَلَہ: آیت دلالت کر رہی ہے کہ کفار کے ساتھ دین میں مناظرہ جائز ہے اور علم کلام کا حصول بھی جائز ہے جس سے مناظرہ کیا جا سکتا ہے۔

وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (اور کہہ دو ہم اس کتاب پر ایمان لائے جو ہماری طرف اتاری گئی۔ اور تمہاری طرف اتاری گئی اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہے اور ہم اسی ہی کی فرمانبرداری اختیار کرنے والے ہیں)۔ اور اس جنس سے ہیں جو احسن طریقہ سے مجادلہ کرنے والے ہیں۔

قول علیہ السلام:

اہل کتاب جو تمہیں بیان کریں اس کی تصدیق و تکذیب نہ کرو بلکہ اس طرح کہو ہم تو اللہ تعالیٰ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والے ہیں۔ اس طرح اگر ان کی بات باطل ہوگی تو تم نے اس میں ان کی تصدیق نہ کی اور اگر سچی ہوئی تو تم نے ان کی تکذیب نہ کی۔ (رواہ احمد ۴/ ۱۳۶، ابوداؤد ۳۶۴۴)

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ

اسی طرح ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی سو جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور

هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ

ان میں سے بعض وہ ہیں جو اس پر ایمان لے آتے ہیں، اور کافر لوگ ہی ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ اور اس سے پہلے آپ کوئی کتاب

قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ

نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے داہنے ہاتھ سے لکھتے تھے، اگر ایسا ہوتا تو اہل باطل شک میں پڑ جاتے۔ بلکہ یہ قرآن بذات خود بہت سے واضح دلائل کا مجموعہ ہے

فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالُوْا لَوْلَآ

ان لوگوں کے سینوں میں جنہیں علم دیا گیا، اور ہماری آیتوں کا انکار بے انصاف لوگ ہی کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے کہا کہ اس پر

اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾

اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نازل نہیں ہوئیں، آپ فرما دیجئے کہ نشانیاں اللہ کے اختیار میں ہیں، اور میں تو صرف واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ

کیا یہ بات انہیں کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جو ان پر پڑھی جاتی ہے، بلاشبہ اس میں رحمت ہے اور

ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾

نصیحت ہے ایمان لانے والوں کے لیے۔

قرآن تمام کتب کا مصدق ہے:

۴۷: وَكَذٰلِكَ (اور اسی طرح)۔ یعنی اس اتارنے کی طرح۔ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ (ہم نے آپ کی طرف کتاب اتاری)۔ یعنی ہم نے اس کو تمام کتب سماویہ کی مصدق بنا کر بھیجا۔ نمبر۲۔ جیسا ہم نے کتاب ان انبیاء علیہم السلام پر اتاری جو آپ سے پہلے ہوئے اسی طرح تمہاری طرف ہم نے قرآن مجید کو اتارا۔ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ (پس وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی وہ اس پر ایمان لانے والے ہیں)۔

وہ عبداللہ بن سلام اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے۔ وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ (اور ان میں سے)۔ اہل مکہ میں سے۔ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ (ایسے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں)۔ یا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کتاب ملی اور من

ھؤلاء سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو اہل کتاب تھے وہ مراد ہیں۔

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ (اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے) ان آیات کے ظاہر ہونے اور ان سے شبہ کے زائل ہونے کے باوجود اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ (مگر کافر) جو کفر میں اصرار و ضد کرنے والے ہیں جیسا کعب بن اشرف اور اسی طرح کے لوگ۔

آپ نے کوئی کتاب نہیں پڑھی:

۴۸: وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ (اور آپ اس سے پہلے پڑھتے نہ تھے کوئی کتاب)۔ یعنی اس قرآن مجید سے پہلے۔ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ (اور نہ آپ اپنے دائیں ہاتھ سے اس کتاب کو لکھتے تھے)۔ آیت میں یمین کو خاص کر ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے عموماً دائیں ہاتھ سے ہی لکھا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہوا۔ آپ نے کوئی سی کتاب بھی نہیں پڑھی اور نہ آپ لکھتے تھے۔ اِذًا (اس وقت) اگر اس میں سے کوئی چیز ہوئی۔ کتاب کا پڑھنا اور لکھنا۔ لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ (ضرور باطل پرست شک میں پڑ جاتے)۔ یہاں باطل پرستوں سے اہل کتاب مراد ہیں کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ ہم آپ کی تعریف امی یعنی جو نہ لکھے اور نہ پڑھے اور نہ اس میں یہ دونوں پائی جاتی ہوں اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔

نمبر۲۔ اس وقت ضرور مشرکین مکہ شک کرتے۔ اور کہتے۔ شاید کہ اس نے علم سیکھ لیا ہو یا اپنے ہاتھ سے کہیں سے لکھ لیا ہو۔ آیت میں کفار کو مبطلون کہا کیونکہ وہ آپ کی نبوت کا انکار کرتے تھے۔

قول مجاہد و شعبی رحمۃ اللہ علیہما:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات نہیں پائی۔ یہاں تک کہ آپ نے لکھا اور پڑھا ہے۔ (ممکن ہے بطور معجزہ ہو۔ مگر یہ قول ظاہر نصوص کے خلاف ہے۔ مترجم)

۴۹: بَلْ هُوَ (بلکہ وہ) یعنی قرآن۔ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (واضح آیات ہیں جو ان لوگوں کے سینوں میں ہیں جن کو علم دیا گیا)۔ حفاظ و علماء کے سینوں میں ہیں اور یہ دونوں قرآن کی خصوصیات ہیں۔ نمبر۱۔ آیات کا اعجاز واضح ہے۔ نمبر۲۔ سینوں میں محفوظ ہیں۔ بخلاف دیگر کتب کے کہ وہ معجزات نہ تھیں اور مصاحف سے ہی پڑھی جاتی تھیں۔ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ (اور ہماری واضح آیات کا انکار نہیں کرتے)۔ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ (مگر ظالم)۔ جو ظلم میں بہت زیادہ بڑھے ہوئے ہیں۔

۵۰: وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (اور انہوں نے کہا کیوں نہیں اس پر اتاری گئی اس کے رب کی طرف سے آیات)۔

قراءت: مکی اور حفص کے علاوہ کوفی قراء نے ایۃ پڑھا۔ انہوں نے مطلب یہ لیا کہ اس پر کوئی نشانی کیوں نہیں اترتی جیسا کہ اونٹنی، عصا، مائدہ عیسوی وغیرہ۔

قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ (کہہ دیں بیشک آیات تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں)۔ ان میں سے جو چاہتا ہے۔ اتار دیتا

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَالَّذِيْنَ

آپ فرمادیجئے کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ بس ہے۔ وہ ان سب چیزوں کو جانتا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں، اور جو لوگ

اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۗ

باطل پر ایمان لائے اور اللہ کے منکر ہو گئے یہی لوگ نقصان والے ہیں۔ اور وہ لوگ آپ سے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں

وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ۗ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾

اور اگر مقررہ اجل نہ ہوتی تو ضرور ان کے پاس عذاب آجاتا اور البتہ ان پر اچانک عذاب آپہنچے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔

ہے۔ میں ان میں سے کسی کا ذرہ بھر اختیار نہیں رکھتا۔ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (بلاشبہ میں کھلا ڈرانے والا ہوں)۔ آپ کو انذار اور جو آیات دی گئیں ان کا مکلف و ذمہ دار بنایا گیا۔ مجھے کہنے کا اختیار نہیں۔ کہ اے اللہ تو مجھ پر فلاں نشانی کی بجائے فلاں نشانی اتار دے۔ باوجودیکہ میں جانتا ہوں کہ آیات سے اصل مقصد تو راہنمائی ہے۔ اور تمام آیات ایک آیت ہی کا حکم رکھتی ہیں۔

ایک کافی نشانی:

۵۱: اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ (کیا ان کے لئے کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب کو اتار دیا جو ان پر) يُتْلٰى عَلَيْهِمْ (پڑھی جاتی ہے)۔ مطلب یہ ہے کیا ان کے لئے یہ ایک نشانی کافی نہیں جو تمام آیات سے ان کو بے نیاز کرنے والی ہے۔ اگر وہ صحیح طور پر حق کے طالب ہیں اور ضد بازی کرنے والے نہیں ہیں تو یہ قرآن جس کی تلاوت ہر زمانہ اور ہر جگہ میں قائم ہے۔ یہ ان کے ساتھ ہر وقت ثابت رہنے والی نشانی ہے اور اس کو زوال نہیں جیسا کہ تمام نشانیاں اپنے زمانہ کے بعد زائل ہو گئیں۔

نمبر۲۔ اس آیت کا ہر جگہ میں ہونا بجائے کسی خاص جگہ کے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں)۔ اس جیسی نشانی کی موجودگی میں جو کہ ہر مکان و زمان میں ابد الاباد تک موجود ہے۔ لَرَحْمَةً (البتہ رحمت ہے) یعنی عظیم الشان نعمت ہے۔ وَذِكْرٰى (اور تذکرہ ہے)۔ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (ایمان والے لوگوں کے لئے)۔ ضدی لوگوں کے لئے نہیں۔

۵۲: قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا (کہہ دیجئے۔ کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی دینے کے لئے اللہ کافی ہے)۔ میرے دعویٰ رسالت کی سچائی کی گواہی اور مجھ پر قرآن مجید کے اتارنے اور تمہارے جھٹلانے پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (وہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس سب کو جانتا ہے)۔ اس کو میرے اور تمہارے معاملے کی اطلاع ہے۔ وہ میری حقانیت اور تمہاری باطل پرستی کو جاننے والا ہے۔

باطل پر ایمان لانے والے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ (اور وہ لوگ جو باطل پر ایمان لانے والے ہیں)۔ باطل سے مراد یہودیت۔ نمبر۲۔ شرک۔ نمبر۳۔

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝٥٤ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ

یہ لوگ آپ سے جلدی عذاب آنے کا تقاضا کر رہے ہیں، اور بلاشبہ جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے جس دن ان کے اوپر سے

الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٥٥

اور پاؤں کے نیچے سے ان پر عذاب چھا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا کہ چکھ لو جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔

ابلیس لعین۔ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والے ہیں) یعنی اس کی آیات کا انکار کرنے والے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (وہی نقصان اٹھانے والے ہیں)۔ وہ اپنے اس سودے میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے ایمان بیچ کر کفر خریدا ہے۔ مگر یہاں کلام کو انصاف کے انداز سے لائے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ وانا او ایاکم لعلیٰ هدی او فی ضلال مبین۔ [سبا۔۲۴]

روایت میں ہے:

کہ کعب بن اشرف اور اس کے ساتھی کہنے لگے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری نبوت کی گواہی دینے والا کون ہے؟ تو اس پر یہ آیت اتری۔

۵۳: وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ (کہ تم سے جلد عذاب مانگتے ہیں)۔ اس طرح کہتے ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا۔ فامطر علینا حجارة من السماء۔ [الانفال۔۳۲]

اجل مقررہ کیا ہے؟

وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى (اور اگر وقت مقررہ نہ ہوتا)۔ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ نمبر۲۔ یوم بدر۔ نمبر۳۔ موت کے اوقات۔ مطلب یہ ہے کہ اگر وہ وقت مقررہ نہ ہوتا جو اللہ تعالیٰ نے طے فرما دیا ہے۔ اور ان کے عذاب دینے کے لئے لوح محفوظ میں مقرر کر دیا ہے۔ اور حکمت کا تقاضا بھی یہ ہے کہ اس کو ایک مقررہ مدت تک مؤخر کر دیا جائے۔ لَجَآءَهُمُ الْعَذَابُ (تو ان پر جلد آ جاتا)۔ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ (اور ضرور ان پر عذاب اترے گا)۔ اس مقررہ وقت میں بَغْتَةً (اچانک) وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (اور ان کو اس کے آنے کے وقت کا علم بھی نہ ہوگا)۔

۵۴: يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ (وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور بلاشبہ جہنم کافروں کا احاطہ کرنے والی ہے)۔ یعنی عنقریب ان تمام کو گھیرے میں لے لے گی۔

۵۵: يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ (جس دن ان کو عذاب اوپر سے اور ان کے قدموں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا)۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے من فوقهم ظلل من النار ومن تحتهم ظلل۔ [الزمر۔۱۶]

یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ

اے میرے وہ بندو جو ایمان لائے ہو بلا شبہ میری زمین کشادہ ہے سو تم میری ہی عبادت کرو، ہر نفس موت کو چکھنے

الْمَوْتِ قف ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ

والا ہے، پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے، اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ہم انہیں ضرور ضرور جنت کے بالا خانوں میں

مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ط نِعْمَ اَجْرُ

ٹھکانہ دیں گے ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اچھا اجر ہے

الْعٰمِلِیْنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَكَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا

عمل کرنے والوں کا جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور کتنے ہی چوپائے ہیں جو

تَحْمِلُ رِزْقَهَا ق اَللّٰهُ یَرْزُقُهَا وَاِیَّاكُمْ ز وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۶۰﴾

اپنا رزق نہیں اٹھاتے اللہ انہیں اور تمہیں رزق دیتا ہے، اور وہ سننے والا ہے جاننے والا ہے۔

(ان کے اوپر آگ کے سائبان اور ان کے نیچے بھی سائبان ہوں گے)۔

قراءت: الکافرین پر وقف نہیں ہے۔ کیونکہ یوم احاطة النار کا ظرف ہے۔ اور یقول یاء کے ساتھ ہے۔ کوفی اور نافع نے اس طرح پڑھا ہے۔ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (تم چکھو جو کچھ تم عمل کرتے تھے) یعنی اپنے اعمال کی جزاء۔

۵۶: یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ (اے میرے بندو! جو کہ ایمان لاتے ہو۔ بیشک میری زمین وسیع ہے)۔

قراءت: بصری اور عاصم کے علاوہ کوفی علماء نے یعبادی کو سکون یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اَرْضِیَ کو یاء کے فتحہ کے ساتھ شامی نے پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے۔

مَسْئَلَۃ: جب کبھی کسی مسلمان کو کسی شہر میں رہتے ہوئے عبادت ممکن نہ ہو۔ اور وہاں وہ اپنے دین پر نہ چل سکتا ہو۔ اس کو وہاں سے ایسے شہر میں چلے جانا چاہیے جہاں وہ صحت و سلامتی قلب کے ساتھ عبادت کر سکے۔ اور دین پر قائم رہ سکے اور زیادہ عبادت انجام دے سکے۔ اس میں مختلف علاقوں کا مختلف حکم ہے۔

علماء کا قول:

ہم نے نفس کو دبانے میں سب سے زیادہ مددگار، دل جمعی کا باعث، قناعت پر آمادہ کرنے والا، شیطان کو بھگانے والا۔ اور فتنوں سے حفاظت کرنے والا اور دینی معاملے کو جوڑنے والا مقام مکہ سے زیادہ کوئی نہیں پایا اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے۔

قولِ سہل رحمۃ اللہ علیہ:

جب کسی سرزمین میں سرعام گناہوں اور بدعات کی کثرت ہو۔ وہاں سے اطاعت والی زمین میں چلے جاؤ۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

جو اپنے دین کی حفاظت کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ گیا، اگرچہ وہ دوسری زمین سے ایک بالشت کے فاصلہ پر ہو۔ اس نے اپنے لئے جنت کو واجب کر لیا۔ (ثعلبی مرسلاً عن حسن)

فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ (پس تم میری ہی عبادت کرو)۔ قراءت: یعقوب نے یاء سے پڑھا۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ فایای فاعبدوا فاعبدونیْ۔ فاعبدون فاء کے ساتھ آیا ہے۔ کیونکہ یہ شرط محذوف کا جواب ہے۔ کیونکہ معنی یہ ہے۔ ان ارضی واسعة فان لم تخلصوا العبادة لی فی ارض فاخلصوها فی غیرها۔ پھر شرط کو حذف کر دیا۔ اور اس کے حذف کے عوض مفعول کو مقدم کر دیا۔ تقدیم مفعول میں مزید فائدہ یہ حاصل ہوا کہ اختصاص واخلاص کا معنی بھی پیدا ہو گیا۔ پھر اگلی آیت میں مہاجرین کو آمادہ کیا گیا۔

۵۷: كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ (ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے)۔ یعنی موت کی کڑواہٹ اور اس کی تکلیف پائے گا جیسا کہ کوئی چکھنے والا اس چیز کا ذائقہ پاتا ہے۔ کیونکہ جب مہاجر کو موت کا یقین ہے تو وطن سے علیحدگی اس پر آسان ہوگی۔ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ (پھر تم ہماری بارگاہ میں لوٹائے جاؤ گے)۔ موت کے بعد تاکہ ثواب وعقاب پاسکو۔

قراءت: یحییٰ نے یرجعون اور یعقوب نے ترجعون پڑھا ہے۔

۵۸: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے ہم ضرور) مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا (ان کو جنت کے بالا خانوں میں ٹھکانہ دیں گے)۔ ہم ان کو جنت میں لے جا اُتاریں گے۔

قراءت: علالی نے لنثوینهم۔ کوفی قراء نے عاصم کے علاوہ پڑھا ہے یہ الثواء سے ہے۔ اور معنی: اقامت کے لئے کسی جگہ اترنا۔ ثویٰ کا لفظ غیر متعدی ہے جب اس کو ہمزہ سے متعدی بناتے ہیں تو ایک مفعول سے تجاوز نہیں کرتا اور ضمیر مؤمنین اور غرف کی طرف تعدیہ کرنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس کو لننزلنهم کی جگہ اس کو لائیں یا لنثوینّهم یا جار حذف کیا اور ایصال فعل کے لئے غیر ظرف مؤقت کو ظرف مبہم کے مشابہ بنانے کے لئے۔

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ (ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے کام کرنے والوں کا اجر بہت خوب ہے)۔ العاملین پر وقف کیا جائے گا۔ کیونکہ الذین صبروا یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔

۵۹: الَّذِيْنَ صَبَرُوْا: (وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا)۔ یہ مبتدأ محذوف هم کی خبر ہے۔ یعنی وہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے وطن کو چھوڑنے پر صبر کیا اور مشرکین کی طرف سے ملنے والی ایذاؤں اور تکالیف پر جمے رہے اور طاعات پر ثابت قدم اور معاصی سے بے

تعلق رہے۔

قراءت: وصل زیادہ عمدہ ہے۔تا کہ الذین یہ عالمین کی صفت بن جائے۔

وَعَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (اور وہ اپنے رب ہی پر توکل کرنے والے ہیں)۔ان تمام حالات میں انہوں نے صرف اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔

شانِ نزول آیت نمبر: ۶۰:

۶۰: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بعض مسلمانوں کو جو مکہ میں اسلام لائے ہجرت کا حکم دیا تو انہوں نے فقر وضیاع کا عذر پیش کیا۔ پس یہ آیت اتری: (وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ) کتنے ہی جانور ایسے ہیں جو اپنی روزی اپنے ساتھ اٹھائے نہیں پھرتے۔یعنی بہت سے چوپائے ہیں۔قراءت: مکی نے کاین کو مد اور ہمزہ سے پڑھا ہے۔الدابۃ۔ ہر وہ جاندار جو زمین پر چلے خواہ اس میں عقل ہو نہ ہو۔

ہر جاندار اپنا رزق ساتھ لئے پھرتا ہے:

لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا (جو کہ اپنا رزق ساتھ اٹھائے نہیں پھرتے)۔یعنی وہ اٹھانے میں کمزوری کی وجہ سے اپنا رزق ساتھ اٹھائے نہیں پھرتے۔ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ (اللہ تعالیٰ اس کو رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی)۔یعنی ان کمزور جانوروں کو اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتے ہیں اور اے طاقت والو! تمہیں بھی وہی رزق دیتا ہے اور اگرچہ تم اپنے ارزاق کو اٹھانے اور کمانے کی طاقت رکھتے ہو۔اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ تمہارے مقدر میں نہ کرے اور تمہارے لئے اسبابِ رزق مہیا نہ فرمائے تو تم جانوروں سے بھی عاجز تر ہو۔

قولِ حسن رحمۃ اللہ علیہ:

لا تحمل رزقها کا معنی یہ ہے۔وہ اپنے پاس اس کا ذخیرہ نہیں کرسکتا۔وہ صبح اٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو رزق عنایت فرماتے ہیں۔

تین ذخیرہ کرنے والے (ایک قول یہ ہے):

کوئی حیوان سوائے ابن آدم اور چوہے اور چیونٹی کے خوراک کا ذخیرہ نہیں کرتا۔ وَهُوَ السَّمِيْعُ (وہی تمہاری ہر بات کو سننے والے ہیں) کہ ہمیں تو فقر ضیاع کا خدشہ ہے۔الْعَلِيْمُ (وہ جاننے والا ہے) اس چیز کو جو تمہارے دلوں میں ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور چاند اور سورج کو کس نے مسخر کیا تو ضرور ضرور جواب دیں گے

اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ

کہ اللہ نے، سو وہ پھر کہاں الٹے جارہے ہیں۔ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کردیتا ہے اور جس کے لیے چاہے تنگ کردیتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا

بلاشبہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر زمین کی

بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا

موت کے بعد پانی کے ذریعہ اس کو زندہ کیا تو وہ ضرور ضرور جواب دیں گے کہ اللہ نے، آپ فرما دیجئے کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ بلکہ ان میں اکثر لوگ

يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾

نہیں سمجھتے۔

ع ۶

دلائل قدرت:

۶۱: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ (اور اگر تم ان سے سوال کرو کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگا دیا)۔ یعنی اگر آپ ان مشرکین سے آسمانوں اور زمین کے خالق کے بارے میں دریافت کریں۔ کہ باوجود یہ دونوں اپنی وسعت و بڑائی کے کس نے بنائے ہیں۔ اور وہ کون ہے جس نے سورج و چاند کو کام میں لگا دیا؟ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (وہ ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ پھر وہ کہاں پھرے جارہے ہیں)۔ ان تمام باتوں کا اقرار کرنے کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کی توحید سے کس طرح پھر رہے ہیں۔

وہ بندوں کے صلاح وفساد کے اسباب سے واقف ہے:

۶۲: اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ (اللہ تعالیٰ رزق کو کھولتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے۔ جس کے لئے وہ چاہتا ہے)۔ من یشاء کی بجائے ضمیر کو لاتے۔ کیونکہ من یشاء مبہم وغیر معین ہے۔ اور ضمیر بھی اس کی طرح مبہم ہے۔ قدر الرزق وقترہ بمعنی اذا ضیقہ یعنی رزق کا اس نے اندازہ کیا اور اس کو تنگ کر دیا۔ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں)۔ وہ بندوں کے لئے جو اصلاح و فساد کا باعث ہے اس کو جاننے والے ہیں۔ حدیث پاک میں فرمایا: ان من عبادی الحدیث دیلمی فی مسند الفردوس کہ میرے بعض بندے

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۞

اور یہ دنیا والی زندگی نہیں ہے مگر لہو ولعب، اور بلاشبہ آخرت والا گھر ہی زندگی ہے، کاش لوگ جانتے ہوتے۔

ایسے ہیں۔ان کا ایمان مالداری سے درست رہ سکتا ہے۔اگر میں ان کو فقیر کردوں تو ان کا دین بگڑ جائے۔اور میرے بعض بندے ایسے ہیں۔جن کا ایمان فقر سے ہی درست رہ سکتا ہے اگر میں ان کو غنی بنادوں تو ان کا ایمان بگڑ جائے۔

اعتراضِ دلیل:

۶۳: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (اور اگر آپ ان سے سوال کریں کس نے آسمان سے پانی اتارا پس اس سے زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندہ کردیا وہ ضرور کہیں گے۔اللہ تعالیٰ) یعنی وہ اس کا اقرار کرنے والے ہیں۔

اقرارِ توحید نفی شرک میں ہے:

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ (کہہ دیں تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں)۔کہ اس نے زمین کو زندہ کرنے کے لئے پانی اتارا۔یا نمبر۲۔تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔اس طرح کہ میں بھی ان میں سے ہوں جوانہی باتوں کا اقرار اسی طرح کرنے والے ہیں جس طرح وہ ہیں۔پھر اس کا فائدہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرنے میں ہے۔اور اللہ تعالیٰ سے شریکوں کی نفی میں ہے۔میرا یہ اقرار مشرکین کے اقرار کی طرح معطل و بے کار اقرار نہیں۔ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (بلکہ ان کی اکثریت سمجھتی ہی نہیں)۔وہ اپنی عقول سے ان آیات میں غور ہی نہیں کرتے جو ہم ان کو دکھاتے ہیں اور جو دلائل ہم ان کے لئے قائم کرتے ہیں۔نمبر۲۔وہ اس بات کو سمجھتے ہی نہیں کہ تم اپنے الحمدللہ کے قول سے کیا ارادہ کرتے ہو۔

حقارتِ دُنیا:

۶۴: وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ (اور یہ دنیا کی زندگی تو کھیل تماشا ہے)۔یعنی دنیا اہل دنیا کے لئے اپنے سرعتِ زوال اور انسانوں کے دنیا میں مرجانے سے اسی طرح ہے جیسے کہ بچے تھوڑی دیر کھیلتے ہیں اور پھر منتشر ہو جاتے ہیں اس میں دنیا کی تحقیر اور ان کے معاملے کا معمولی ہونا ظاہر کیا گیا ہے اور کس طرح اللہ تعالیٰ اس کی تحقیر بیان نہ فرمائیں جبکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مچھر کے پر کے برابر وزن نہیں رکھتی۔واللھو! جس سے انسان تھوڑی دیر تلذذ حاصل کرے اور وہ چیز اس کو کچھ دیر غافل کردے پھر وہ ختم ہو جائے۔ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ (اور بیشک آخرت والا گھر البتہ وہی حقیقی زندگی ہے)۔یعنی ایسی

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى

سو جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خوب خالص اعتقاد کر کے اللہ کو پکارنے لگتے ہیں پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف نجات دے

الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٥﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۚ فَسَوْفَ

دیتا ہے تو اچانک شرک کرنے لگتے ہیں تا کہ ان چیزوں کی ناشکری کریں جو ہم نے انہیں دی ہیں اور تا کہ مزے اڑائیں، سو وہ عنقریب

يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ

جان لیں گے، کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنائی ہے اور ان کے گردوپیش کے لوگ اچک لئے جاتے ہیں،

اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى

کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا۔ جو اللہ پر جھوٹ

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾

باندھے یا حق کو جھٹلائے جب وہ اس کے پاس آجائے، کیا دوزخ کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے،

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٦٩﴾

اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں تکلیفیں اٹھائیں ضرور ہم انہیں اپنی راہیں بتائیں گے اور بلاشبہ اللہ اچھے کام کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

زندگی جس میں موت نہیں بلکہ دوام ہے۔ گویا کہ وہ ذاتی اعتبار سے زندگی ہے۔ الحیوان۔ یہ حَیّ کا مصدر ہے۔ قیاس کا تقاضا یہ تھا حییان۔ پھر یائے ثانیہ کو واؤ سے بدل دیا۔ اور اس طرح نہیں کہا۔ لھی الحیاۃ۔

نکتہ: کیونکہ فعلان کے وزن میں حرکت واضطراب کا معنی پایا جاتا ہے اور حیات حرکت اور موت سکون کا نام ہے پس اس کو ایسے وزن پر لایا گیا جو حرکت کے معنی پر دلالت کرتا تھا تا کہ حیات کے معنی میں مبالغہ ظاہر کیا جاسکے۔ الحیوان پر وقف کریں گے۔ کیونکہ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ لو کانوا یعلمون حقیقۃ الدارین لما اختاروا اللھو الفانی اختار والفانی علی الحیوان الباقی۔ اگر یہ لوگ جانتے ہوتے کہ دونوں جہاں کی حقیقت کیا ہے تو یہ فانی جہاں کو باقی رہنے والی زندگی پر ترجیح کبھی نہ دیتے۔ اگر وصل کریں تو اس صورت میں یہ الحیوان کا وصف بن جائے گا۔ جوان کے علم کی شرط سے معلق ہوگا حالانکہ اس طرح نہیں۔ فافہم وتدبر۔

۶۵: فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ (اور جب وہ کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں)۔ یہ اس محذوف سے متصل ہے۔ جس پر ان کے بیان کردہ حالات اور معاملات دلالت کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ ان کے متعلق جیسا کہ بتلایا گیا کہ وہ مشرک اور معاند ہیں۔ پھر

جب وہ کشتیوں پر سفر کرتے ہیں۔ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ (وہ اللہ تعالیٰ کو خالص مخلص ہو کر پکارتے ہیں)۔ان کی حالت اس مؤمن شخص جیسی ہو جاتی ہے۔جو خالص اللہ تعالیٰ کو پکارنے والا ہو اس طرح کہ وہ غیر اللہ کا مطلقاً تذکرہ بھی نہیں کرتے اور نہ اس کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارتے ہیں۔ فَلَمَّا نَجّٰھُمْ اِلَی الْبَرِّ (پس جب اللہ تعالیٰ ان کو خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے)۔اور وہ امن میں ہو جاتے ہیں۔ اِذَا ھُمْ یُشْرِكُوْنَ (اسی وقت وہ شرک کرنے لگتے ہیں) یعنی وہ حالت شرک کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔

۶۶: لِیَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَیْنٰھُمْ (ہم نے جو نعمت ان کو دی ہے وہ اس کا انکار کرتے رہیں)۔جو نعمت بھی ہم نے ان کو دی ہے۔

ایک قول یہ ہے:

یہ لام کَیْ ہے اور اسی طرح لیتمتّعُوْا میں بھی لام کَیْ مانا گیا ہے۔جنہوں نے کسرہ سے پڑھا ہے۔ای لکی یکفروا تاکہ وہ ناشکری کریں۔و کَیْ یتمتعوا (تاکہ وہ نفع اٹھائیں)۔مطلب یہ ہوگا۔وہ اپنے شرک کی طرف لوٹنے والے ہیں تاکہ شرک کی طرف لوٹ کر وہ نعمت نجات کی ناشکری کر دیں اور اس سے ان کا مقصد دنیا سے نفع اٹھانا۔اور تلذذ حاصل کرنا ہے اور کوئی غرض نہیں۔اس کے بالمقابل حقیقی مخلص مؤمن اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر یہ ادا کرتے ہیں جب ان کو کنارے پر نجات میسر آتی ہے۔وہ نعمت نجات کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔اس صورت میں یشرکون پر وقف نہ ہوگا۔

دوسرا قول:

جنہوں نے اس کو لام امر قرار دیا ہے۔قراءت ابن کثیر' حمزہ و علی میں یہی ہے۔وَلْیَتَمَتَّعُوْا میں لام ساکن ہے۔اور یہ امر تہدیدی ہے۔جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔فمن شاء فلیؤمن و من شاء فَلْیکفر۔[الکھف ۲۹]

اس کی تحقیقات اصول فقہ میں ملاحظہ ہوں۔

فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ (عنقریب ان کو علم ہو جائے گا)۔جبکہ ان کی بری تدبیر ان کی تباہی کا باعث بنے گی۔

۶۷: اَوَلَمْ یَرَوْا (کیا ان اہل مکہ نے نہیں دیکھا)۔اَنَّا جَعَلْنَا (ہم نے ان کے شہر کو بنایا)۔ حَرَمًا (محفوظ و ممنوع) اٰمِنًا (امن والا) کہ اس میں داخل ہونے والے محفوظ و مامون ہیں۔ وَیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ (اور لوگ ان کے اطراف سے اُچک لیے جاتے ہیں)۔وہ قتل و قید سے مال چھین لیتے ہیں۔اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ (کیا وہ باطل پر یقین رکھتے ہیں) یعنی شیطان و اصنام پر۔ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَكْفُرُوْنَ (اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں)۔نعمت سے مراد اسلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

مفتری کی سزا جہنم:

۶۸: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ (اور وہ سب سے بڑا ظالم ہے۔جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے)۔کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی

شریک ہے۔ اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ (یا اس نے حق کو جھٹلایا)۔ یعنی نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دیا۔ اور قرآن مجید کو جھٹلایا۔ لَمَّا جَآءَهٗ (جبکہ وہ اس کے پاس آ چکا)۔ جب سنا تو بلا سوچے سمجھے تکذیب کر دی۔ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِیْنَ (کیا جہنم کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے)۔

نحو: یہ استفہام تقریری ہے کہ وہ جہنم میں ٹھکانہ پائیں گے۔ کیونکہ ہمزہ انکاری جب نفی پر داخل کر دیا جائے۔ تو ایجاب بن جاتا ہے۔ مطلب یہ ہوگا۔ خبردار وہ جہنم میں ٹھہریں گے۔ وہ اس جیسی تکذیب اللہ تعالیٰ کے سلسلہ میں کر چکے ہیں اور اس جیسی تکذیب انہوں نے حق کے سلسلہ میں بھی کی ہے۔ نمبر۲۔ کیا یہ بات ان کے ہاں درست نہیں ہے۔ کہ بلاشبہ جہنم منکرین کا ٹھکانہ ہے۔ جبکہ انہوں نے اس جیسی جرأت کی ہے۔

قراءت: یہاں المثوی کا ذکر لنبوئنهم کی بجائے قراءت ثاء کی تائید کر رہا ہے۔

علم کی کوشش والوں کو عمل کی راہ بتلائیں گے:

۶۹: وَالَّذِیْنَ جٰهَدُوْا (اور وہ لوگ جنہوں نے کوشش کی)۔ یہاں المجاهدة کو مطلقاً ذکر کیا گیا ہے۔ اس کو مفعول سے مقید نہیں کیا گیا۔ تاکہ ہر قسم کا مجاہدہ اس میں داخل ہو جائے خواہ وہ مجاہدہ نفس سے ہو یا شیطان یا اعدائے دین سے ہو۔ فِیْنَا (ہم میں)۔ ہمارے بارے میں۔ ہماری خاطر اور خالص ہماری رضامندی کے لئے۔ لَنَهْدِیَنَّهُمْ (ہم ضرور ان کی راہنمائی کریں گے)۔

اقوالِ بزرگان

قولِ ابو عمرو:

سبیل خیر کی طرف ان کی راہنمائی میں ہم اضافہ کر دیں گے۔ اور توفیق شامل حال کر دیں گے۔

قولِ دارانی:

والذین جاهدوا۔ (جو انہوں نے جان لیا) ہم اس میں اس کی طرف ان کی راہنمائی کر دیں گے جس کو وہ نہیں جانتے۔

ایک قول یہ ہے:

جس سے علم پر عمل کیا۔ وہ جو نہیں جانتا اس کی بھی راہنمائی کر دی جائے گی۔

ایک اور قول:

جو ہم اپنی جہالت پاتے ہیں۔ ان چیزوں سے متعلق جو ہم نہیں جانتے وہ علم میں ہماری اپنی کوتاہی کی وجہ سے ہے۔

قولِ فضیل رحمۃ اللہ علیہ:

وہ لوگ جو طلب علم میں مجاہدہ کرنے والے ہیں۔

لَنَهْدِيَنَّهُمْ (یعنی ہم ضرور ان کی راہنمائی کریں گے)۔یعنی عمل کی راہ بتلادیں گے۔

قولِ عطاء رحمۃ اللہ علیہ:

انہوں نے ہماری رضامندیوں کی کوشش کی۔تو ہم ضرور ان کی راہنمائی محل رضاء تک پہنچنے میں کریں گے۔

قولِ ابن عباس رضی اللہ عنہما:

تم ہماری اطاعت میں کوشش کرو۔ہم ضرور تمہیں ثواب کے راستوں پر چلادیں گے۔

قولِ جنید رحمۃ اللہ علیہ:

توبہ میں کوشش کرو ہم ضرور اخلاص کے راستوں کی راہنمائی کردیں گے یا تم ہماری خدمت میں مجاہدہ کرو ہم ضرور اپنی مناجات کے راستے ان پر کھول دیتے ہیں اور ہم اپنے سے انس کی راہ کی طرف ان کی راہنمائی کردیتے ہیں۔

تم ہماری طلب میں ہماری رضا تلاش کرنے کی کوشش کرو۔تو ہم اپنے تک پہنچنے کے راستوں کی طرف راہنمائی کردیں گے۔وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ (اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہیں)۔نصرت ومعونت کے ساتھ دنیا میں اور ثواب ومغفرت کے ساتھ آخرت میں۔

آج شب ۲:۳۰ بجے سورۃ العنکبوت کا ترجمہ پایہ تکمیل کو پہنچا والحمد للہ علی ذلک ۵/فروری ۲۰۰۳ء ۲ ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ الیلۃ الاربعاء

سُوْرَۃُ الرُّوْمِ مَکِّیَّۃٌ وَّهِیَ سِتُّوْنَ اٰیَۃً وَّسِتُّ رُکُوْعَاتٍ

سورۂ روم مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ساٹھ آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۲﴾ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ﴿۳﴾

الٓمّٓ۔ روم والے زمین کے قریب والے حصے میں مغلوب ہو گئے، اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب چند سال میں غالب ہو جائیں گے۔

فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ۬ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ

اللہ تعالیٰ ہی کے لیے اختیار ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی اور ایمان والے اس دن

الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۴﴾ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۵﴾

خوش ہوں گے اللہ کی مدد کی وجہ سے وہ مدد فرماتا ہے جس کی چاہے اور وہ زبردست ہے رحمت والا ہے،

وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾ یَعْلَمُوْنَ

اللہ نے وعدہ فرمایا ہے، اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں فرماتا، اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے، یہ لوگ دنیا والی زندگی کے

ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚۖ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۷﴾

ظاہر کو جانتے ہیں اور وہ آخرت سے غافل ہیں۔

غلبۂ روم کی عظیم پیشگوئی:

۱،۲،۳،۴: الٓمّٓ ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۔ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ (قریب ترین زمین میں رومی مغلوب ہو گئے)۔ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۔ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ (اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آ جائیں گے۔ چند سال میں) الٓمّٓ ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ (یعنی فارس نے روم پر غلبہ پالیا)۔ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ (یعنی عرب کے قریب ترین علاقہ میں) الارض میں الف لام عہد کا ہے اور مراد اس سے سرزمین عرب ہے مطلب یہ ہے کہ رومی سرزمین کے قریبی علاقہ شام میں مغلوب ہو گئے ہیں نمبر۲۔ ارض سے رومیوں کی زمین مراد ہو۔ اس صورت میں الف لام مضاف الیہ کے قائم مقام ہوگا یعنی ان کا وہ علاقہ جو دشمن کے قریب تر ہے۔ ھم کی ضمیر الروم کی طرف راجع ہے۔ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ (وہ مغلوب ہونے کے بعد)۔

قراءت: الغَلْبُ ، الغَلَبُ لام کے سکون کے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ دونوں مصدر ہیں جن کی اضافت مفعول کی طرف کی گئی ہے۔ سَیَغْلِبُوْنَ (وہ فارس پر غلبہ پائیں گے) اس پر وقف نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ فی بضع سنین کا تعلق اس کے ساتھ ثابت ہو۔ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ بضع کا لفظ تین سے دس تک بولا جاتا ہے۔

ایک قول:

روم و فارس کی جنگ اذرعات و بصریٰ کے درمیان پیش آئی جس میں فارس کو روم پر برتری حاصل ہوگئی۔ فارس کا حکمران کسریٰ پرویز تھا۔ یہ اطلاعات مکہ پہنچیں۔ رسول اللہ اور مؤمنوں پر یہ بات گراں گزری کیونکہ اہل فارس مجوسی تھے جن کی کوئی کتاب نہ تھی اور رومی اہل کتاب تھے مشرکین نے اس پر خوشیاں منائیں اور مسلمانوں پر آوازیں کستے ہوئے کہنے لگے تم اور نصرانی اہل کتاب ہو اور ہم اور فارسی اَن پڑھ ہیں۔ ہمارے دوست تمہارے دوستوں پر غالب آ گئے۔ ہم بھی تم پر یونہی غالب رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اتاری۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کفار کو کہا اللہ تعالیٰ کی قسم ضرور رومی چند سالوں میں فارسیوں پر غالب آئیں گے۔ ابی بن خلف نے یہ بات سنکر کہا تم جھوٹ بولتے ہو ابوبکر صدیق نے اس سے تین سال کی شرط پر دس اونٹیاں طے کر لیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ کو اس بات کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا بضع کی بعید ترین مدت مقرر کرلو اور انعام میں بھی اضافہ کرو۔ چنانچہ نو سال کی مدت پر ایک سو اونٹنیاں طے پا گئیں۔ ابی بن خلف تو بدر میں آنحضرت ﷺ کے زخم سے مر گیا۔

حدیبیہ یا بدر کے دن رومیوں کو فارسیوں پر غلبہ حاصل ہوا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مقررہ شرط کے مطابق ابی بن خلف کی اولاد سے شرط کا معاوضہ وصول کیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو صدقہ کر دینے کا حکم فرمایا۔ [ترمذی] یہ آیت آنحضرت ﷺ کی نبوت پر واضح دلیل ہے اور قرآن مجید کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ یہ علم غیب کی اطلاعات ہیں۔ یہ موقعہ وہ تھا جب کہ قمار حرام نہ ہوا تھا۔

قولِ قتادہ رحمہ اللہ:

اور مذہب امام ابی حنیفہ اور محمد رحمہما اللہ یہ ہے کہ دارالحرب میں مسلمانوں اور کفار کے درمیان عقود فاسدہ درست ہیں انہوں نے اسی واقعہ سے دلیل اخذ کی ہے۔

لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ (پہلے پیچھے اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے) یعنی ہر چیز سے پہلے اور ہر چیز کے بعد یا جب وہ غالب ہوتے اور جب مغلوب ہوتے ہیں۔ گویا اس طرح کہا گیا ان کے غالب ہونے سے پہلے (وہ ان کے مغلوب ہونے کا وقت) اور ان کے مغلوب ہونے کے بعد (وہ ان کے غالب ہونے کا وقت) یعنی ان کا پہلے مغلوب اور پھر غالب ہونا یہ اللہ تعالیٰ کے حکم و تقدیر سے ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا و تلک الایام نداولھا بین الناس [آل عمران: ۱۴۰] وَیَوْمَئِذٍ (اور اس دن) اور جس دن

روم کو فارس پر غلبہ ہوگا۔اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ غلبے کی صورت میں پورا ہوگا۔یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ (مؤمن خوش ہونگے)

۵: بِنَصرِ اللّٰہِ (اللہ تعالیٰ کی مدد سے) اور اس کے اہل کتاب کو غیر اہل کتاب پر غلبہ دینے اور کفار مکہ جو آج کتاب والوں کی ناکامی پر خوش ہورہے ہیں ان کو ناکامی کا غصہ دلانے سے۔

ایک قول:

یہ ہے: اللہ تعالیٰ کی نصرت یہ ہے کہ ایمان والوں کی زبانی مشرکین مکہ کو پہنچائی گئی غلبہ روم کی خبر کو سچا کر کے دکھادیا۔ب یفرح سے متصل ہے اسی لئے اللہ پر وقف ہوگا نہ کہ المؤمنون بنصر اللہ پر۔یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِیْزُ (وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ زبردست ہے) وہ اپنے دشمنوں پر غالب ہے۔الرَّحِیْمُ (رحمت والا ہے) اور اپنے دوستوں پر مہربان ہے۔

۲: وَعْدَ اللّٰہِ (اللہ تعالیٰ نے پختہ وعدہ کیا ہے) یہ مصدر مؤکد ہے کیونکہ وهم من بعد غلبهم سيغلبون وعد من الله للمؤمنين یعنی یہ آیت اللہ کے مؤمنین سے وعدہ پر دلالت کررہی ہے۔پس وعد الله یہ بمنزلہ وعدالله المؤمنين وعدًا کے ہے۔

لَا یُخْلِفُ اللّٰہُ وَعْدَہٗ (اللہ تعالیٰ اپنے عہد کی خلاف ورزی نہیں فرماتے) عہد سے مراد روم کو فارس پر غلبہ دینا ہے۔وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (لیکن لوگوں کی اکثریت جانتی نہیں) اس بات کو۔

۷: یَعْلَمُوْنَ (وہ جانتے ہیں)

نحو: یہ لا یعلمون کا بدل ہے۔

مَسْئَلَہ: اس میں اس بات کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔کہ ایسا علم جو محض جہل ہو اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے اور جو علم دنیا سے آگے نہ بڑھے اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔

ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (دنیا کی زندگی کے ظاہر کو)

فائدہ: دنیا کا ایک ظاہر ہے اور ایک اس کا باطن ہے دنیا کا ظاہر وہی جو جہلاء کی نگاہوں میں ہے یعنی اس کی زیبائش پر مرے جانا اور اس کا باطن یہ ہے کہ آخرت کی گزرگاہ ہے یہاں سے آخرت کیلئے اعمال صالحہ کا زادِ راہ لیا جاتا ہے۔آیت میں ظاہر کے لفظ کو نکرہ لا کر اشارہ کردیا کہ یہ لوگ دنیا کے من جملہ مظاہر میں سے ایک مظہر کو صرف جانتے ہیں۔وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ (اور وہ آخرت سے بالکل غافل ہیں)

نحو: دوسرا ھم مبتدا اور غافلون اس کی خبر ہے۔اور یہ مکمل جملہ پہلے ھم کی خبر ہے۔

فائدہ: اس میں وضاحت فرمائی کہ وہ غفلت کا اس قدر شکار ہیں گویا غفلت کا مرکز اور اس کی جائے قرار ہیں۔

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِم ۗ مَّا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

کیا انہوں نے اپنے نفسوں میں غور نہیں کیا، اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا نہیں فرمایا

إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ لَكَافِرُونَ ﴿٨﴾

مگر حق کے ساتھ اور ایک معینہ مدت تک، اور بلا شبہ بہت سے لوگ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ

کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے، سو دیکھ لیتے کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے،

كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَ

وہ لوگ قوت کے اعتبار سے ان سے بڑھے ہوئے تھے اور انہوں نے زمین کو بویا جوتا اور اس سے زیادہ آباد کی جتنا ان لوگوں نے آباد کیا ہے،

جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ

اور ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے، سو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا، اور لیکن وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم

يَظْلِمُونَ ﴿٩﴾ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاءُوا السُّوأَىٰ أَن كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ

کرتے تھے پھر جن لوگوں نے برے کام کیے ان لوگوں کا برا انجام ہوا، اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا

وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِئُونَ ﴿١٠﴾ ع

اور وہ ان کا مذاق بناتے تھے۔

دِل کی حکمتوں پر غور:

۸: أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِمْ (کیا وہ اپنے نفسوں کے متعلق نہیں سوچتے) نمبر۱۔ اس کے ظرف ہونے کا احتمال ہے گویا اس طرح کہا گیا: اولم یثبتوا التفکر فی انفسھم یعنی کیا وہ اپنے نفوس میں تفکر کو قائم نہیں کرتے وہ دل جو کہ فکر سے فارغ ہیں حالانکہ تفکر کا تو مقام ہی دل ہے لیکن اس میں سوچنے والوں کی حالت کی مزید تصویر کشی فرمائی گئی جیسا کہتے ہیں اعتقدہ فی قلبک میں تمہارے دل میں اس کا اعتقاد کرتا ہوں حالانکہ اعتقاد کا تو محل ہی دل ہے۔

نمبر۲۔ تفکر کا صلہ ہے جیسا کہتے ہیں تفکر فی الامر واجال فیہ فکرہ ۔ اس نے معاملے کو سوچا اور اپنی فکر اس میں دوڑائی۔ اس کے مطابق آیت کا معنی یہ ہے۔ کیا انہوں نے اپنے ان دلوں میں سوچا نہیں جو دل ان کے اس مخلوق سے قریب تر ہیں اور وہ

ان کے احوال کو دوسروں سے زیادہ جانتا ہے پس ان کو چاہیئے کہ جو ظاہری و باطنی عجیب وغریب حکمتیں اس دل میں ودیعت کر رکھی ہیں ان پر غور کریں۔ اس لئے کہ وہ تدبیر پر دلالت کرنے والی ہیں بے توجہی ان سے مناسب نہیں اور ضروری ہے کہ اس کی انتہاء ایک ایسے وقت پر ہو جس میں احسان کا بدلہ احسان سے دیا جائے۔ اور برائی کا بدلہ اسی جیسا ملے تا کہ اس وقت تمام مخلوق کو معلوم ہو جائے کہ تمام مخلوق کا معاملہ محض حکمت و تدبیر سے چل رہا ہے اور اس کا ایک آخری وقت ہونا چاہیے۔ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ (اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین اور ان کی درمیانی کائنات کو برحق ہی پیدا کیا ہے) یہ قول محذوف کا متعلق ہے اس کا معنی یہ ہے اولم یتفکروا فیقولوا ھذا القول کیا وہ سوچتے نہیں کہ وہ یہ بات کہتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ وہ سوچتے نہیں اگر وہ سوچتے تو جان لیتے کیونکہ کلام میں اس کی دلیل موجود ہے۔

حکمت بالغہ بنایا:

اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى (مگر حق کے ساتھ اور ایک وقت مقررہ کے ساتھ) یعنی ان کو باطل اور عبث نہیں بلکہ حکمت بالغہ کے ساتھ بنایا ہے اور ان کو ہمیشہ باقی رہنے کیلئے بھی نہیں بنایا۔ بلاشبہ ان کو حق کے ساتھ حکمت سے پُر بنایا اور ایک مقررہ اندازہ سے پیدا کیا اس کا اختتام ضروری ہے۔ اور اسی کا نام قیام قیامت اور وقت حساب اور ثواب وعقاب کی گھڑی ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو غور سے دیکھو افحسبتم انما خلقناکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون کیا تم نے گمان کر لیا کہ ہم نے تمہیں بے کار بنایا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے کس طرح ان کے بغیر لوٹانے کے یونہی چھوڑ دینے کو عبث فرمایا؟

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ (اور بلاشبہ بہت سے لوگ اپنے رب کی ملاقات) لقاء سے بعث وجزاء مراد ہے۔ لکافرون (کے انکاری ہیں) ضد سے نہیں مانتے۔

قولِ زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

اپنے رب کی ملاقات سے انکاری ہیں۔

۹: اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ (کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ وہ دیکھتے کس طرح ان لوگوں) عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (کا انجام ہوا جوان سے پہلے ہوئے) یہ استفہام تقریری ہے کہ وہ شہروں میں چلے پھرے ہیں اور انہوں نے عاد و ثمود وغیرہ سرکش اقوام کے تباہ شدہ مقامات دیکھے ہیں۔ پھر ان اقوام کی تھوڑی حالت ذکر فرمائی كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً (وہ ان سے طاقت میں زیادہ تھے)۔ وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ (انہوں نے زمین کو آباد کیا) زمین میں کھیتی باڑی کی۔ وَعَمَرُوْهَآ (اور اس کو آباد کیا) ان تباہ ہونے والوں نے اَكْثَرَ (ان سے زیادہ)

نحو: یہ مصدر محذوف کی صفت ہے مما عمروھا کا ما مصدریہ ہے۔

مِمَّا عَمَرُوْهَا (اہل مکہ کے تعمیر کرنے سے) وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ (اور ان کے رسول ان کے پاس دلائل

لائے) یہاں وقف کیا جائے گا کیونکہ حذف ہے تقدیر کلام یہ ہے فلم یؤمنوا فاھلکوا ان کے رسول ان کے پاس دلائل لاتے پس وہ ایمان نہ لائے تو ہلاک کردیے گئے۔

فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ (اللہ تعالیٰ ایسے تو نہیں کہ ان پر ظلم کریں) ان کی ہلاکت ظلماً نہ تھی۔ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (لیکن وہ اپنے نفوس پر ظلم کرنے والے تھے) اس طرح کہ وہی اعمال کرنے لگے جو ان کی ہلاکت کا باعث بنے۔

۱۰: ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓآى (پھر ان لوگوں کا انجام جنہوں نے بدی کی تھی بہت برا ہوا)۔

قراءت: عاقبۃ کو شامی وکوفی قراء نے منصوب پڑھا ہے۔

السُّوآی یہ اسوأ کی تانیث ہے اور اس کا معنی قبیح ترین جیسا کہ حسنیٰ احسن کی تانیث ہے۔

نحو: کان کا اسم ہونے کی وجہ سے یہ مرفوع ہے۔ یہ ان کے نزدیک ہے جنہوں نے عاقبۃ کو خبر کی وجہ سے نصب دیا ہے۔ نمبر۲۔ جنہوں نے عاقبۃ کا رفع پڑھا انہوں نے اس کو محلاً منصوب قرار دیا ہے۔ معنی یہ ہے دنیا میں ان کا نتیجہ تباہی ہوا پھر ان کا انجام بہت ہی برا ہے۔ یہاں ضمیر کی بجائے اسم ظاہر الذین اساؤا کو لائے۔ مطلب اس طرح ہے وہ سزا جو کہ بدترین سزا آخرت میں دی جانے والی ہے وہ وہی آگ ہے جو کفار کیلئے تیار کی گئی۔ اَنْ كَذَّبُوْا (اس وجہ سے کہ انہوں نے جھٹلایا)

نحو: اس سے پہلے لام تعلیلیہ ہے۔ لان نمبر۲۔ بان سببیہ ہے۔ اس صورت میں اساؤا کا معنی کفروا ہوگا۔

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ (اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ اور وہ ان معجزات کا مذاق اڑانے والے تھے) یعنی پھر کفار کا انجام آگ ہوگا اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑایا۔

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ

اللہ مخلوق کو ابتداءً پیدا فرماتا ہے پھر اسے دوبارہ پیدا فرمائے گا، پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرمین ناامید ہوکر

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ

رہ جائیں گے اور ان کے شرکاء میں سے کوئی بھی سفارش کرنے والا نہ ہوگا اور وہ اپنے شرکاء کے

كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

منکر ہوں گے، اور جس دن قیامت قائم ہوگی، اس دن لوگ متفرق حالتوں میں ہوں گے۔ سو جو لوگ ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا

نیک عمل کیے وہ باغ میں مسرور ہوں گے، اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو اور

بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ

آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، سو یہ لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے، سو تم اللہ کی تسبیح بیان کرو

حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ

شام کے وقت اور صبح کے وقت۔ اور اسی کے لیے سب تعریف ہے آسمانوں میں اور زمین میں

عَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ

اور دن کے پچھلے اوقات میں اور دوپہر کے وقت اس کی تسبیح بیان کرو۔ وہ جاندار کو بے جان سے باہر لاتا ہے اور بے جان کو جاندار سے

الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾

نکالتا ہے اور زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندگی بخشتا ہے اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔

۱۱: اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ (اللہ تعالیٰ ہی نے مخلوق کو اول مرتبہ پیدا کیا) ثُمَّ يُعِيْدُهٗ (پھر وہی ان کو موت کے بعد دوبارہ زندہ کریں گے)۔ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (پھر اسی ہی کی طرف تمہاری واپسی ہوگی)

قراءت: ابوعمرو اور سہل نے یرجعون یاء سے پڑھا ہے۔

۱۲: وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ (اور جب قیامت قائم ہوگی ناامید ہوں گے) مایوس و حیران ہونگے عرب کہتے ہیں ناظرتہ فابلس جبکہ بول نہ سکے اور دلیل پیش کرنے سے مایوس ہو جائے۔ الْمُجْرِمُوْنَ (مجرم) یعنی مشرکین۔

۱۳: وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآءِهِمْ (اوران کے شرکاء میں سے کوئی بھی نہ ہوگا) ان میں سے جن کی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سواء عبادت کی ہوگی اوران کوسفارشی فرض کیا۔ شُفَعٰٓؤُا (سفارشی) کتابت قرآن میں یہ لفظ الف سے قبل واؤ سے ہی لکھا جائے گا۔ جیسا کہ علمٰؤا بنی اسرائیل لکھا جاتا ہے۔ السوآی کا لفظ بھی یاء سے قبل الف کے ساتھ اس ہمزہ کو قائم رکھتے ہوئے اس حرف کی صورت میں جس سے اس کی حرکت ہے۔

وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ (وہ اپنے شرکاء کے انکاری ہوجائیں گے) نمبرا۔ وہ اپنے شرکاء کا شدت وقوت سے انکار کردیں گے۔ نمبر۲۔ دنیا میں وہ ان شرکاء کی وجہ سے کافر بنے۔

۱۴: وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ (اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن وہ سب منتشر ہوجائیں گے)

نحو: یتفرقون کی ضمیر کا مرجع مؤمن وکافرسب ہیں۔ اسلئے کہ مابعد اس پر دلالت کررہا ہے۔

مؤمن کا اکرام ہوگا:

۱۵: فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ (پھر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے وہ باغات) فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ (میں مزے لے رہے ہونگے) روضۃ باغ کو کہتے ہیں اس کو نکرہ لائے کیونکہ اس کا معاملہ مبہم ہے اور تنوین تفخیم شان کیلئے ہے یحبرون اتنا خوش ہونا جس سے چہرہ ٹمٹمانے لگے اور خوشی کا اثر چہرے پر نظر آئے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کیونکہ خوشی کی وجوہ بہت ہیں۔ نمبرا۔ ان کا اکرام کیا جائے گا۔ نمبر۲۔ زیور پہنائے جانا۔ نمبر۳۔ جنت میں سریلی آواز کا سننا۔

۱۶: وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ (اور پھر وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات اور آخرت کے پیش آنے کو جھٹلایا) لقائ الآخرۃ سے بعث بعد الموت مراد ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ (وہ لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے) اقامت پذیر ہونگے اور اس سے غائب نہ ہونگے اور نہ ان سے عذاب کو ہلکا کیا جائے گا جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

وما هم بخارجين منها[المائدہ:۳۷]

پانچوں نمازیں:

۱۷: جب وعدے اور وعید کا ذکر کیا تو اس کے بعد ایسی چیز ذکر کی جو وعدے تک پہنچانے والی اور وعید سے محفوظ کرنے والی تھی۔ پس فرمایا۔ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ (پس تم اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرو) اس سے مراد ظاہری تسبیح ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کو عیب سے پاک قرار دینا ہے اور ان اوقات میں ان کی خیر سے تعریف کرنا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ظاہری نعمتوں کی تجدید ہوتی ہے۔ نمبر۲۔ نماز مراد ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کیا پانچ نمازیں قرآن سے ثابت ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا ہاں اور یہ آیت تلاوت فرمائی یہ مصدر ہونے کی بناء پر منصوب ہے مطلب یہ ہے اس چیز سے پاک قرار دو جو اس کی ذات کے مناسب نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر نماز پڑھو۔ حِيْنَ تُمْسُوْنَ (جب تم شام کرتے ہو) اس میں نماز مغرب وعشاء آگئیں۔ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ

(جب تم صبح کرتے ہو) اس میں نمازِ فجر آئی۔

۱۸: وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اسی ہی کیلئے تعریف آسمانوں اور زمین میں ہے) یہ جملہ معترضہ ہے سمجھدار لوگ جو آسمان وزمین میں ہیں ان سب کو اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا چاہیے۔

نحو: فی السموٰت یہ الحمد سے حال ہے۔

وَعَشِيًّا (اور پچھلے پہر)۔اس میں صلاۃ العصر آ گئی۔

نحو: اس کا عطف حین تمسون پر ہے۔وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ (اور جب تم دوپہر کرتے ہو) اس میں صلاۃ الظهر آ گئی۔عرب کا محاورہ ہے۔ اظهر ای دخل فی وقت الظهر۔ وہ وقت ظہر میں داخل ہوا۔اکثر مفسرین کا قول یہ ہے پانچوں نمازیں مکہ میں فرض ہوئیں۔

۱۹: يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ (وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے) پرندہ انڈے سے یا انسان نطفہ سے یا مؤمن سے کافر۔وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ (اور میت کو زندہ سے نکالتا ہے) انڈہ پرندے سے یا انسان سے نطفہ یا مؤمن سے کافر۔

قراءت: المیّتُ میں الْمَیْت دونوں مقام پر مکی وشامی، ابوعمرو، ابوبکر، حماد نے تخفیف سے پڑھا ہے۔اور دیگر نے تشدید سے۔

وَيُحْيِ الْاَرْضَ (اور وہ زمین کو زندہ کرتا ہے)۔نباتات کے ذریعہ اس کے مرجانے کے بعد بَعْدَ مَوْتِهَا (مردہ ہونے کے بعد) زمین کے مرجانے سے خشک ہونا مراد ہے۔وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ (اور اسی طرح تمہیں نکالا جائے گا)۔

قراءت: حمزہ، علی، خلف نے تَخرُجُوْن پڑھا ہے۔یعنی اس نکالنے کی طرح تم اپنی قبور سے نکلو گے۔

ان آیات کا عظیم ثواب:

کذلك کی کاف محل نصب ہے اور تخرجون اس کا عامل ہے مطلب یہ ہے ابداء اور اعادہ اس کی قدرت میں برابر ہیں۔جو کہ مردہ کو زندہ اور زندہ کو مردہ سے نکالنے پر قدرت رکھتا ہے۔روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے سبحان الله حین تمسون۔ تین مرتبہ اور سورۂ صافات کی آخری آیات ہر فرض نماز کے بعد پڑھیں آسمان کے ستاروں کے عدد کی مناسبت سے اور بارش کے قطرات کی گنتی کے مطابق اور اسی طرح درختوں کے پتے اور ریت کے ذرات کے مطابق نیکیاں ملیں گی۔اور جب وہ مرجائے گا تو ہر حرف کے بدلے میں دس نیکیاں اس کی قبر میں حاصل ہونگی اور انہی سے رسول ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا جس نے صبح کے اوقات میں سبحان اللّٰہ حین تمسون و حین تصبحون سے الی قوله و کذلك تخرجون پڑھا۔اس کو وہ سب کچھ مل جائے گا جو اس سے اس دن میں رہ گیا اور جس نے شام کے وقت پڑھ لیا، اس نے رات میں فوت شدہ وظیفہ کا ثواب پالیا۔[رواہ ابوداؤد:۵۰۷۶]

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا فرمایا پھر اچانک تم آدمی بن کر پھیلے ہوئے پھرتے ہو۔ اور اس کی

اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ

قدرت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان کے پاس آرام کرو اور تمہارے درمیان

مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ

محبت اور ہمدردی پیدا فرمادی۔ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو فکر کرتے ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں کا

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

پیدا فرمانا اور تمہاری بولیوں اور رنگتوں کا مختلف ہونا ہے۔ بلاشبہ اس میں جاننے والوں کے لیے

لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاۗؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ

نشانیاں ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارا سونا ہے رات میں اور دن میں اور تمہارا تلاش کرنا ہے اس کے فضل کو۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا

بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو سنتے ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تمہیں بجلی دکھاتا ہے جس سے ڈر ہوتا ہے

وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اور امید بھی اور وہ آسمان سے پانی اتارتا ہے پھر اس کے ذریعہ زمین کو زندہ فرمادیتا ہے اس کی موت کے بعد، بلاشبہ اس میں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ ثُمَّ

ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر

اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ڰ مِّنَ الْاَرْضِ ڰ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

جب وہ تم کو پکار کر زمین سے بلائے گا تو تم اسی وقت نکل پڑو گے، اور اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین

وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ

میں ہے سب اسی کے حکم کے تابع ہیں۔ اور وہی ہے جو مخلوق کو پیدا فرماتا ہے پھر اسے دوبارہ لوٹائے گا اور وہ اس پر زیادہ آسان

عَلَيْهِ ۭ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ ع

ہے اور اسی کیلئے شان اعلیٰ ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اور وہ عزت والا ہے حکمت والا ہے۔

ركوع ۸

دلائل قدرت، انسانی تخلیق:

۲۰: وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ (اور اس کی ربوبیت اور قدرت کی علامات میں سے ہے)۔ اَنْ خَلَقَكُمْ (تمہارا پیدا کرنا ہے)۔ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ (مٹی سے پھر کچھ مدت کے بعد تم آدمی بن کر) کم سے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد مراد ہے۔ تَنْتَشِرُوْنَ (تم پھیلے پھرتے ہو) تم ان چیزوں میں تصرف کرتے ہو جن میں تمہارا سامانِ معیشت ہے۔

نحو: اذا مفاجات کیلئے ہے تقدیر کلام اس طرح ہے ثم فاجا تم وقت کونکم بشرا منتشرین فی الارض پھر اچانک تمہارے بشر بن جانے پر تم زمین میں پھیلے پھرتے ہو۔

ازواج کا پیدا کرنا:

۲۱: وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا (اور اس کے نشانہائے قدرت میں سے یہ ہے کہ تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تمہیں ان کے پاس آرام ملے) یعنی حواء کو آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا فرمایا اور ان کے بعد عورتوں کو مردوں کی صلب سے پیدا فرمایا۔ یہ من ابتدائیہ ہے یا تمہاری ہم شکل اور ہم جنس کسی اور جنس سے نہیں اس صورت میں من بیانیہ ہے کیونکہ دونوں ایک جنس ہوں تو الفت وسکون ہوتا ہے۔ اور دو مختلف جنسیں ہوں تو نفرت عرب کہتے ہیں سکن الیه ای مال الیه۔ وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (اور تمہارے مابین دوستی اور مہربانی بنا دی) ازواجی تعلق سے باہمی محبت ورحمت پیدا کر دیا۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

المودة یہ جماع سے کنایہ ہے۔ اور رحمت سے مراد اولاد ہے۔ ایک قول یہ ہے مودت کا لفظ جوان کے لئے استعمال ہوا اور رحمت کا لفظ بوڑھی کیلئے۔ اور ایک قول یہ ہے مودت ورحمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور تفرک شیطان کی طرف سے یعنی بغض جو میاں بیوی کے درمیان ہو۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (اس میں البتہ نشانیاں ہیں سوچ وبچار والی قوم کیلئے) پس وہ جانتے ہیں کہ دنیا کا قیام وبقاء تناسل کے سبب سے ہے۔

تخلیق ارض وسماء، اختلافِ رنگ:

۲۲: وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اس کی نشانیوں میں سے آسمان وزمین کی پیدائش) وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ (اور تمہاری بولیوں کا مختلف ہونا ہے) نمبرا: السنہ سے مراد لغات کا مختلف ہونا، نمبر۲۔ بولنے کے طریقوں اور آوازوں کی کیفیتوں کا مختلف ہونا۔ وَاَلْوَانِكُمْ (اور تمہارے رنگوں کا) سیاہ، سفید وغیرہ۔ اور اسی اختلاف سے تعارف و پہچان پیدا ہوئی ورنہ اگر انسان باہمی ہم شکل اور ایک طرح کے ہوتے تو التباس اور تجاہل پیدا ہوتا اور مصلحتیں معطل ہو کر رہ جاتیں۔ اس میں واضح علامت قدرت ہے۔ ایک باپ اور ماں سے پیدا ہوئے اور ان کی کثرت تعداد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا مگر تمام میں باہمی فرق پایا جاتا

ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ (بلاشبہ اس میں بڑی نشانیاں ہیں جاننے والوں کیلئے) عالمین یہ عالِمٌ کی جمع ہے۔

قراءت: حفص نے عالِمِیْن کسرہ سے عالم کی جمع اور کسرہ کیلئے یہ آیت شاہد ہے وَمَا یعقلها الا العالمون [العنکبوت:۴۳]

رات کی نیند:

۲۳: وَمِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ اور اس کے نشانہائے قدرت میں سے تمہارا یہ رات کو سونا) وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ (اور دن کو اللہ تعالیٰ کے فضل کو تلاش کرنا) نمبرا۔ یہ لف ونشر مرتب ہے ومن آیاته منامكم وابتغاؤكم من فضله بالّیل والنهار۔ البتہ اول دونوں ساتھیوں میں اور پچھلے دونوں ساتھیوں میں فاصلہ کیا گیا۔ نمبر۲۔ تمہارا دونوں زمانوں میں نیند کرنا اور دونوں میں رزق طلب کرنا۔

مسلکِ جمہور:

اول زیادہ بہتر ہے کیونکہ قرآن مجید میں بار بار استعمال ہوا ہے اور سب سے درست معنی وہ ہے جس کو قرآن بیان کرے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ (بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں سننے والی قوم کیلئے) یسمعون سے مراد تدبر کے ساتھ یاد رکھنے والے کانوں سے سننا مراد ہے۔

بادل کا پانی اُتارنا:

۲۴: وَمِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ (اور اس کے نشانہائے قدرت میں سے یہ ہے کہ وہ تمہیں بجلی دکھاتا ہے)۔

نحو: یُریکم میں دو صورتیں ہیں۔ نمبرا۔ اَنْ کو مضمر مان لیں جیسا کہ قراءت ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں ہے۔ (تمہارا بجلی دیکھنا) نمبر۲۔ فعل کو مصدر کی جگہ لیا گیا۔ اس مثال کی تشریح اسی طرح کی جاتی ہے تسمع بالمعیدی خیر من ان تراہ۔ ای ان تسمع او سماعك خَوْفًا (ڈر کی بناء پر) کڑک سے یا سیلاب سے ڈر کر وَّ طَمَعًا (اور طمع میں) بارش کی۔ نمبر۲۔ خطرہ مسافر کیلئے اور طمع مقیم کیلئے ہے۔

نحو: یہ مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام قرار دیا ای ارادة خوف وارادة طمع۔ نمبر۲۔ نصب حال ہونے کی بناء پر ہے۔ ای خائفین و طامعین اس حال میں کہ وہ خوف کرنے والے اور طمع کرنے والے ہوتے ہیں۔

وَّ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ (اور وہ آسمان سے اتارتا ہے)۔ قراءت: مکی و بصری علماء نے تخفیف سے یُنْزِلُ پڑھا ہے۔ مَآءً (پانی) یعنی بارش فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (پس وہ اس کے ساتھ زمین کے بنجر ہو جانے کے بعد اس کو زندہ کرتا ہے بیشک اس میں عقلمندوں کیلئے نشانیاں ہیں) یعقلون سے مراد عقلوں سے سوچ بچار کرتے ہیں۔

آسمان وزمین کا قیام:

۲۵: وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ (اوران کی نشانیوں میں سے کھڑا ہونا) بغیر ستونوں کے قائم رہنا۔ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ (آسمان اور زمین کا اسی کے حکم سے ہے) اس کے قائم کرنے نمبر۲۔ اس کی تدبیر وحکمت سے ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ (پھر جب وہ تمہیں بلائے گا) اُٹھنے کیلئے۔

دَعْوَةً مِّنَ الْاَرْضِ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ (بلانا یکدم تو تم زمین سے نکل کھڑے ہوگے) اپنی قبور سے۔

یہ جملہ بھی مفرد کے موقع پر معنوی اعتبار سے یریکم کی طرف واقع ہے۔ گویا اس طرح فرمایا ومن آیاته قیام السمٰوٰت والارض واستمساکها بغیر عمدٍ ثم خروج الموتٰی من القبور اذا دعاهم دعوة واحدة یاهل القبور اخرجوا۔ اور اس کے نشاناتِ قدرت میں آسمان وزمین کا قائم رکھنا اور بغیر ستون کے ان کا ٹھہرانا پھر قبروں سے مردوں کا نکلنا جب کہ ان کو ایک ہی آواز یاهل القبور اخرجوا سے دی جائے گی۔ مقصد یہ ہے کہ بلاتوقف یہ بات پائی جائے گی ثم کے ذریعے اس کو قیام السمٰوٰت والارض پر عطف کیا تا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ معاملہ بہت بڑا ہوگا اور اس چیز پر اللہ تعالیٰ کو مکمل قدرت حاصل ہے کہ وہ اس طرح فرمائیں اے قبروں والو! اٹھو! تو ایک فرد بھی اولین وآخرین میں نہ رہے گا مگر کہ وہ کھڑا جھانک رہا ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا ثم نفخ فیه اخری فاذاهم قیام ینظرون [الزمر:۶۸]

نحو: پہلا اذا شرط کا معنی دے رہا ہے۔ اور دوسرا مفاجات کیلئے ہے اور یہ جواب شرط میں آنے والی فاء کے قائم مقام ہوتا ہے۔ من الارض یہ فعل کے متعلق ہے مصدر سے نہیں اور اس محاورہ دعوته من مکان کذا میں مکانك مراد ہو یا مکان صاحبك ہو۔

تمام اس کے غلام:

۲۶: وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ (اور اسی ہی کے لئے ہے جو آسمان وزمین ہیں اور تمام اس کے سامنے عاجزی کرنے والے ہیں) وہ اس کے مطیع ہیں کیونکہ اس کے افعال کا وجود ان میں پایا جاتا ہے ان سے رک نہیں سکتا یا اس کی غلامی کا اقرار کرنے والے ہیں۔

اعادۂ خلق اس کے لئے بہت آسان ہے:

۲۷: وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ (اور وہ وہی ذات ہے جس نے مخلوق کی ابتداء کی پھر وہی اس کا اعادہ کرے گا) وہ ان کو پیدا کرتا ہے پھر ان کو دوبارہ اٹھانے کیلئے زندہ کرے گا۔ وَهُوَ (اور وہ) بعث اَهْوَنُ (زیادہ آسان ہے)۔ عَلَیْهِ یہ عندکم کے معنی میں ہے کیونکہ اعادہ تمہارے ہاں نئے سرے سے پیدا کرنے کی نسبت آسان ہے، پھر تم اعادہ کا کیوں انکار کرتے ہو۔

نکتہ: هوا هون علیه میں صلہ کو مؤخر کیا اور هو علیّ هیّن [مریم:۹] میں مقدم کیا۔ کیونکہ وہاں مریم میں تخصیص مقصود ہے گویا اختصاص کا کوئی مقصد نہیں اس لئے مؤخر کر دیا۔

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ

اللہ نے تمہارے لیے ایک مثال بیان فرمائی جو تمہارے نفسوں کے اندر سے ہے جن کے تم مالک ہو کیا ان میں سے کوئی اس مال میں شریک ہے

فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ

جو ہم نے تمہیں دیا کہ وہ اور تم اس میں برابر ہو تم ان سے اسی طرح ڈرتے ہو جیسا اپنے نفسوں سے ڈرتے ہو، ہم اسی طرح

نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ

آیات کو بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں۔ بلکہ بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے ظلم کیا وہ بغیر علم کے اپنی خواہشوں کا اتباع کرتے ہیں،

فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾

سو جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کون ہدایت دے گا اور کوئی بھی ان کے لیے مددگار نہ ہوگا۔

قولِ ابوعبیدہ وزجاج وقتادہ رحمہم اللہ:

اھون یہاں ھین کے معنی میں ہے اور اس کا استعمال ذات باری تعالیٰ کیلئے کیا جاتا ہے۔ یہاں اھون بمعنی کان ذلك علی الله یسیرًا کے ہے۔ جیسا کہ اللہ اکبر بمعنی کبیر ہے۔

اعادہ اگرچہ اپنی ذات کے اعتبار سے بہت بڑا ہے مگر انشاء کے مقابلہ میں آسان تر ہے۔ نمبر۲۔ وہ مخلوق کے مقابلہ میں پیدا کرنے سے آسان تر ہے کیونکہ ایک ہی آواز سے انکا کھڑے ہو جانا یہ نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ سے تکمیل تخلیق تک مقابلہ میں آسان تر ہے۔

سب سے بلند ترین وصف وحدانیت:

وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اسی کی شان اعلیٰ ہے آسمانوں اور زمین میں) یعنی ایسی اعلیٰ صفت و تعریف جو اس کے سوا اور دوسرے کیلئے نہیں اور وہ اس کے ساتھ مشہور ہے اور اسی سے اس کی آسمان و زمین میں مخلوقات کی زبان پر تعریف کی جاتی ہے۔ اور دلائل کی زبان سے بھی ثناء بیان کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ ممکنات کی ہر چیز کے انشاء و اعادہ پر پوری قدرت رکھتا ہے اس سے کسی طور پر عاجز نہیں اور وَهُوَ الْعَزِيْزُ کی صفت اس پر دلالت کرتی ہے عزیز کا معنی جو ہر مقدور پر زبردست غالب ہو۔ الْحَكِيْمُ (وہ حکمت والے ہیں) اس کا ہر فعل حکمت و علم کے مطابق چل رہا ہے۔

قولِ ابن عباس رضی اللہ عنہما:

المثل الا علی سے مراد کمثله شیء وهوا لسميع البصير [الشوری:۱۱] ہے۔ قول مجاہد رحمہ اللہ: اس سے مراد لا الٰہ الا اللہ ہے اور اس کا معنی یہ ہے سب سے بلند ترین وصف وحدانیت اسی ہی کیلئے ہے اور اگلی آیت اس کی تائید کرتی ہے۔

۲۸: ضَرَبَ لَکُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِکُمْ (اللہ تعالیٰ ایک مضمون تمہارے ہی حالات میں سے بیان کرتے ہیں) یہ مثال ان لوگوں کے لئے بیان فرمائی جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کا شریک تجویز کرتے ہیں۔

نحو: مِن یہ ابتدائیہ ہے گویا اس طرح فرمایا۔ اس نے ایک مثال لی اور وہ تمہارے سب سے قریب چیز یعنی تمہارے نفوس سے لی ہے۔ هَلْ لَّکُمْ (کیا تمہارے لیے ہے) اے آزاد لوگو! مِّنْ مَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ (ان میں سے جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں) یعنی تمہارے غلاموں میں سے۔

نحو: مِن تبعیضیہ ہے۔

مِّنْ شُرَکَآءَ (کوئی شریک)

نحو: مِن تاکید استفہام کیلئے لایا گیا ہے جو کہ نفی کے قائم مقام ہے اس کا معنی یہ ہے کیا تم اپنے نفوس کیلئے پسند کرتے ہو۔ (حالانکہ تمہارے غلام تمہاری طرح انسان ہیں اور غلاموں کی طرح غلام ہیں) کہ وہ تمہارے ساتھ برابر کے شریک ہوں۔ فِیْ مَارَزَقْنٰکُمْ (اس روزی میں جو ہم نے تمہیں دی) یعنی اموال وغیرہ۔ فَاَنْتُمْ (پس تم) اے آزاد اور مملوک لوگو! فِیْهِ (اس رزق میں) سَوَآءٌ (برابر ہو) آزاد غلام کے فرق کے بغیر تمہارے غلام تمہارے اموال میں تمہاری طرح کار مختار ہوں۔ تَخَافُوْنَهُمْ (تمہیں ان کا خطرہ لگا رہتا ہو)۔

نحو: یہ سواء کی ضمیر فاعلی سے حال ہے یعنی اے سادات! تمہیں اپنے غلاموں کا خطرہ اپنے اموال و جائیداد کے متعلق لگا رہتا ہو کہ تم ان کی اجازت کے بغیر اس میں کوئی حکم نافذ نہ کرتے ہو کہ کہیں وہ تمہیں روک ٹوک کریں۔

کَخِیْفَتِکُمْ (جیسا کہ تم اندیشہ کرتے ہو) اَنْفُسَکُمْ (اپنے لوگوں کا) جیسا تم آزاد لوگ ایک دوسرے سے مشترک چیز میں اندیشہ کرتے ہو۔ پس جب تم اپنے نفوس کے متعلق یہ بات پسند نہیں کرتے تو پھر کیونکر یہ چیز تم رب الارباب اور مالک الاحرار والعبید کے لئے پسند کرتے ہو۔ کہ اس کے بعض غلاموں کو اس کا شریک بناؤ۔

کَذٰلِكَ (اسی طرح) کاف یہاں محل نصب میں واقع ہے یعنی اس تفصیل کی طرح۔ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ (ہم آیات کی تفصیل کرتے ہیں) یعنی وضاحت کرتے ہیں کیونکہ تمثیل معانی کو کھولتی اور واضح کرتی ہے۔ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (عقل مند لوگوں کیلئے) جو امثلہ میں غور کرتے ہیں۔

۲۹: جب انہوں نے اس سے اثر نہ لیا تو ان سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا۔ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا (بلکہ ظالموں نے اتباع کی) ظلموا یعنی شرک کر کے اپنے اوپر ظلم کیا۔ جیسا ان الشرك لظلم عظیم [لقمان:۱۳] میں ہے۔

اَهْوَآءَهُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ (اپنی خواہشات کی بغیر علم کے) ای اتبعوا اهوا ء هم جاهلین جہالت کا ارتکاب کرتے ہوئے انہوں نے اپنی خواہشات کی اتباع کی۔

فَمَنْ یَّهْدِیْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ (جس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا اس کو کون ہدایت دے سکتا ہے) اضل الله ای اضلهٗ

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا

آپ ایک طرف ہو کر اسی دین کی طرف اپنا رخ رکھئے ، اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کیجئے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے ، اللہ کی

تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۰

تخلیق میں تبدیلی نہیں ہے، یہ دین قیم ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ،

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۳۱

اللہ کی طرف رجوع ہو کر اس کی فطرت کا اتباع کرو اور اس سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ ہوجاؤ

مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۳۲

جنہوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور مختلف گروہ ہوگئے ہر گروہ اس چیز پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔

اللہ ضمیر مفعولی حذف ہے۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (اور ان کیلئے کوئی مددگار نہ ہوگا) جو عذاب کے سلسلہ میں ان کی مدد کر سکے۔

دین پر استقامت اختیار کرو:

۳۰: فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ (پس آپ اپنا رخ سیدھا دین کی طرف کر لیں) اپنے چہرے کو بالکل اسی ہی کی طرف کر لیں، دائیں، بائیں متوجہ نہ ہوں۔ یہ درحقیقت دین کی طرف پوری توجہ، اس پر استقامت، اور اس کے اسباب کا اہتمام کرنے کی تمثیل ہے کیونکہ جو شخص کسی چیز کا اہتمام کرتا ہے وہ اپنی نگاہ کو اسپر مرکوز کر لیتا ہے اور اپنی نظر اس کی طرف درست کرتا اور چہرے کو سیدھا کر لیتا ہے۔ حَنِيْفًا (یکسو ہو کر)

نحو: یہ مأمور اور دین سے حال ہے۔

توحید اور دین اسلام کے قابل پیدا کیا' اسے مت بدلو:

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا: (اللہ تعالیٰ کی فطرت کو لازم پکڑلو جس فطرت پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا) یہاں فعل محذوف ہے یہ الزموا ہے اور اصل عبارت ہے: الزموا فطرة اللّٰہ۔ تم اللہ تعالیٰ کی فطرت کو لازم پکڑو۔ الفطرۃ خلقت کو کہتے ہیں اس کی تائید کیلئے آیت کا اگلا حصہ دیکھیں۔ لا تبدیل لخلق اللّٰہ (اللہ تعالیٰ کی اس خلقت کو مت بدلو!) مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو توحید اور دین اسلام کے قابل پیدا فرمایا نہ کہ اس سے دور ہونے والے اور اس کا انکار کرنے والے بنو۔ کیونکہ دین پر چلنا یہ عقل کے عین مطابق اور صحیح نظر وفکر کے ہم قرین ہے اس کو چھوڑ کر اس سے اعلیٰ کا انتخاب کر ہی نہیں سکتے جس نے اس راہ کو گم کیا وہ شیاطین انس وجن کے اغواء کا ہی نتیجہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد اسی بات کی ترجمانی کر رہا ہے: تمام

بندوں کو میں نے حنیف پیدا کیا ان کو دین کے سلسلہ میں شیاطین نے آگھیرا اور ان کو حکم دیا کہ میرے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہرائیں [مسلم:۷۳۸۶۵] اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے والدین اس کو یہودی اور نصرانی بنا دیتے ہیں۔

قول زجاج رحمہ اللہ: اس کا معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ایمان ہی کی حالت میں پیدا کیا جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو ان کی صلب سے چیونٹیوں جیسی صورت میں نکالا اور ان کو اپنے اوپر گواہ بنایا کہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق ہے پس فطرۃ اللہ کا معنی دین اللہ ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا۔ لاتبدیل لخلق اللہ کا مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ کی اس فطرت کو تبدیل و متغیر کرنا مناسب نہیں۔

قولِ زجاج رحمہ اللہ:

اس کا معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ کے دین کو مت بدلو۔ اس کی دلیل آیت کا مابعد والا حصہ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ہے۔ (یہ مضبوط دین ہے) یعنی مستقیم دین ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں اس حقیقت کو)۔

۳۱: مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ (اسی ہی کی طرف تم رجوع کرو)

نحو: یہ نمبر۱۔ یہ الزموا کی ضمیر سے حال ہے۔ اور اتقوا اور اقیموا اور لا تکونوا یہ تمام اس مضمر پر معطوف ہیں۔ نمبر۲۔ اقم وجھك سے حال ہے۔ کیونکہ آپ کو حکم یہ امت ہی کو حکم ہے گویا اس طرح فرمایا فاقیموا وجوھکم منیبین الیہ تم اپنے چہروں کو درست کرو اس کی بارگاہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے نمبر۳۔ یا تقدیر عبادت یہ ہے کہ کُوْنوا منیبین الیہ تم اس کی طرف رجوع کرنے والے بنو اس کی دلیل ولا تکونوا ہے۔

وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (اور اس سے ڈرو اور نماز کی پابندی کرو) یعنی اس کے اوقات میں ادا کرو۔ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (اور تم ان شرک کرنے والوں میں سے مت بنو) جو غیروں کو اس کی عبادت میں حصہ دار بنانے والے ہیں۔

۳۲: مِنَ الَّذِيْنَ (جنہوں نے)

نحو: یہ المشرکین سے بدل ہے حرف جر کو دوبارہ لایا گیا ہے۔

فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ (اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا)۔ اور اختلاف خواہشات کی وجہ سے اس کو کئی دین بنا ڈالا۔

قراءت: حمزہ وعلی نے فارقوا پڑھا یہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے اسی طرح معنی یہ ہے انہوں نے دین اسلام کو چھوڑ دیا۔ وَكَانُوْا شِيَعًا (اور وہ بہت سے گروہ بن گئے) شیعہ کا معنی گروہ ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے مقتداء کے پیچھے چل رہا ہے۔ جس نے اس کو گمراہ کیا۔ كُلُّ حِزْبٍ (ان میں سے ہر گروہ)۔ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ (جو اس کے پاس ہے اس پر مگن ہے) اپنے مذہب پر خوش و خرم ہے اس کے باطل کو حق جانتا ہے۔

وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ

اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی طرف رجوع ہو کر پھر جب اللہ انہیں اپنی رحمت کا

رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا

کچھ مزہ چکھا دیتا ہے تو اچانک ان میں سے بعض لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں تاکہ وہ اس کے منکر ہو جائیں جو ہم نے انہیں دیا ہے، سو مزے اڑالو،

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾

عنقریب جان لو گے، کیا ہم نے ان پر کوئی سند نازل کی ہے، سو وہ ان سے اس کے بارے میں بات کر رہی ہے جو وہ شرک کرتے ہیں

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ

اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا کچھ مزہ چکھاتے ہیں تو اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر ان کے اعمال بد کی وجہ سے انہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے

اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾

تو اچانک وہ ناامید ہو جاتے ہیں۔

کیا شرک کی دلیل ہے:

۳۳: وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ (اور جب لوگوں کو کوئی دکھ چھو لیتا ہے) ضُر سے جسمانی کمزوری نمبر۲۔ مرض نمبر۳۔ قحط نمبر۴۔ اسی طرح کی دیگر چیزیں مراد ہیں۔ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً (وہ پکارتے ہیں اپنے رب کو اس کی طرف رجوع کر کے پھر جب وہ اپنی طرف سے کسی قدر رحمت کا مزہ ان کو چکھاتا ہے)۔ رحمت سے یہاں مراد اس شدت و سختی سے چھٹکارا ہے۔ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ (اسی وقت ہی ایک جماعت ان میں سے اپنے رب کا شریک بنانے لگ جاتی ہے)۔ عبادت میں شریک ٹھہرانے لگتے ہیں۔ یعنی خلاصی دلانے میں دوسروں کو حصہ دار ماننے لگ جاتے ہیں۔

۳۴: لِيَكْفُرُوْا (تاکہ وہ ناشکری کریں)۔

نحو: یہ لام کَیْ ہے۔ نمبر۲۔ یہ لام امر ہے جو وعید کیلئے لائی گئی ہے۔

بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ (جو کچھ نعمتیں ہم نے ان کو دیں)۔ فَتَمَتَّعُوْا (پس تم مزے اڑالو) اپنے کفر کے سبب تھوڑی دیر دنیا میں۔ یہ امر وعید کیلئے لایا گیا ہے۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (تم عنقریب اپنے اس نفع اٹھانے کا وبال جان لو گے)۔

۳۵: اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا (کیا ہم نے ان پر کوئی سند نازل کی ہے) سلطانا کا معنی حجت و دلیل ہے۔ فَهُوَ يَتَكَلَّمُ (وہ ان سے کہہ رہی ہے۔) یہاں تکلّم مجازی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہتے ہیں کتابه ناطق بكذا وهذا مما نطق به

القرآن۔ یعنی شہادت وگواہی گویا تقدیر کلام اس طرح ہے فھو یشھد بشرکھم وبصحتہ وہ گواہی دیتا ہے ان کے شرک اور اس کی درستی کی۔

بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ (جس کے سبب سے وہ شرک کر رہے ہیں) ما مصدریہ ہے ان کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کے سبب نمبر۲۔ ما موصولہ ہے اور ضمیر بہ کی اس کی طرف لوٹتی ہے تقدیر کلام اس طرح ہوا فھو یتکلم بالا مر الذی بسببہ یشرکون ۔وہ اس امر کا کلام کرتا ہے جس وجہ سے وہ شرک کرتے ہیں۔ایک اور تفسیر: یا ہم نے ان پر دلیل والا یعنی فرشتہ اتارا کہ جس کے پاس دلیل ہے۔پس وہ فرشتہ اس دلیل کو بیان کرتا ہے جس کے سبب سے وہ شرک کرتے ہیں۔

تنگ دستی و بدحالی گناہوں سے ہے:

۳۶: وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً (اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں) رحمت سے یہاں بارش والی نعمت مراد ہے۔ نمبر۲۔ خوشحالی مراد ہے۔ نمبر۳۔ صحت جسمانی مراد ہے۔ فَرِحُوْا بِهَا (وہ اس کی وجہ سے اتراتے ہیں) فرح کا یہاں معنی اترانا، تکبر کرنا ہے۔ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ (اور اگر ان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے) سیئۃ سے خشک سالی، نمبر۲۔ تنگدستی، نمبر۳۔ بیماری کی مصیبت مراد ہے۔ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ (ان کے کرتوت کے سبب) یعنی ان کے گناہوں کی نحوست کی وجہ سے۔ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ (اسی وقت ہی وہ آس توڑ بیٹھتے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ اذا یہ مفاجات کیلئے بطور جوابِ شرط لایا گیا ہے یہ فاء کی جگہ لایا گیا کیونکہ تعقیب میں دونوں ہم قرین ہیں۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ رزق پھیلا دیتا ہے جس کے لیے چاہے اور تنگ کر دیتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۚ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ

جو ایمان لاتے ہیں، سو اے مخاطب تو رشتہ دار کو اس کا حق دے دے اور مسکین کو اور مسافر کو یہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْٓ

جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہیں، اور جو بڑھنے والی چیز تم دو گے تاکہ وہ

اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ

لوگوں کے مالوں میں شامل ہو کر بڑھ جائے، سو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھے گی اور جو بھی زکوٰۃ تم دو گے جس کے ذریعہ اللہ کی رضا چاہتے ہو

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ

سو یہ وہ لوگ ہیں جو بڑھانے والے ہیں۔ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا۔ پھر تمہیں رزق دیا۔ پھر تمہیں موت دے گا۔ پھر

يُحْيِيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع ۴

تمہیں زندہ فرمائے گا، کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے؟ اللہ ان کے شرک سے پاک ہے اور برتر ہے۔

۳۷: اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کا رزق فراخ کرنا چاہتے ہیں فراخ کر دیتے ہیں اور جس کی روزی تنگ کرنا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اس میں مؤمنوں کیلئے نشانیاں ہیں) استفہام انکاری ہے اس میں ان پر انکار کیا گیا کہ وہ یقینی طور پر جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی رزق کو کھولنے اور تنگ کرنے والے ہیں پھر یہ کیوں کر اس کی رحمت سے ناامید ہوتے ہیں؟ اور اللہ تعالیٰ کی طرف گناہوں سے توبہ کر کے کیوں نہیں آتے وہ گناہ جن کی نحوست کی وجہ سے یہ سزا ملی ہے تاکہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کی طرف لوٹ آئے۔

افعالِ لازمہ کا تذکرہ:

۳۸: اور جب یہ ذکر کر دیا گیا کہ تنگدستی اور بدحالی ان کے گناہوں کی وجہ سے آئی ہے اس کے بعد اس چیز کا ذکر کیا کہ کن افعال کو کرنا لازم اور کن سے دست کش ہونا ضروری ہے چنانچہ فرمایا۔ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ (تم اپنے قرابت والے کو اس کا حق) صلہ رحمی اور حسن سلوک میں سے دو۔ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ (اور مسکین اور مسافر کو) ان کا حق صدقہ جو ان کے لئے مقرر کیا

گیا ہے وہ دو۔

مسئلہ: محارم پر خرچ کرنا واجب وفرض ہے جیسا کہ مذہب احناف رحمہم اللہ ہے۔

ذٰلِكَ (یہ) یعنی ان کے حقوق کی ادائیگی خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ (بہت بہتر ہے ان لوگوں کے حق میں جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہتے ہیں) وجہ اللہ سے ذات حق تعالیٰ مراد ہے مطلب یہ ہے وہ اپنی اس بھلائی سے خالص اللہ تعالیٰ کی ذات کو راضی کرنے والے ہیں۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اور وہی کامیاب ہیں)۔

سود مال کو گھٹاتا اور زکوٰۃ بڑھاتی ہے:

۳۹: وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَا فِیْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ (اور وہ چیز جو تم اس لئے دو گے تاکہ لوگوں کے مال میں پہنچ کر وہ بڑھ جائے) مراد یہ ہے کہ جو مال تو سود کھانے کیلئے لگاؤ گے تاکہ لوگوں کے مال میں وہ نشوونما پائے اور بڑھ جائے۔ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ (وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں بڑھتا) اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ نشوونما نہیں پاتا۔ اور نہ ہی اس میں برکت ڈالی جاتی ہے۔ ایک قول یہ ہے اس سے مراد وہ اضافہ ونمو ہے جو حلال ہے اب مطلب اس طرح ہوا جو ہدیہ تم اس غرض سے دیتے ہو کہ اضافہ کے ساتھ تمہیں واپس دیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں بڑھتا کیونکہ اس سے رضائے الٰہی مقصود ہی نہیں۔ وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ (اور جو تم زکوٰۃ دو گے) زکوٰۃ سے یہاں مطلق صدقہ مراد ہے۔ تُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ (اس سے تم اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہنے والے ہو) خلاصۃً اس سے رضاء الٰہی مطلوب ہو۔ اور کسی بدلہ کی چاہت نہ ہو اور نہ سود خوری اور ریاکاری کی غرض ہو۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ (پس وہی لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑھانے والے ہیں) نیکیوں میں کئی گنا اضافہ پانے والے ہونگے۔ المضعف کے لفظ کی نظیر المقوی اور الموسر ہے جو کہ ذی القوۃ وذی الیسار کو کہا جاتا ہے۔

قراءت: اتیتم من ربا بغیر مد کے مکی نے پڑھا یعنی سود دے کر جو ملاوٹ اور کھوٹ تم نے کی لتربوا مدنی نے پڑھا ہے یعنی تاکہ اضافہ کیا جائے ان کے مالوں میں۔

نکتہ: اولئک هم المضعفون میں شاندار التفات ہے کیونکہ یہ عموم کا فائدہ دیتا ہے گویا اس طرح فرمایا جس نے یہ کیا تو اس کا راستہ مخاطبین والا راستہ ہے اور المضعفون کا معنی المضعفون به ہے (وہ اس کو بڑھانے والے ہیں) کیونکہ اس میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے۔ جو ما موصولہ کی طرف لوٹے۔

قولِ زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

پس اولئک هم المضعفون کی تقدیر کلام فاهلها هم المضعفون ہے۔ مطلب یہ ہے وہی لوگ ہیں جن کو بڑھا کر ثواب دیا جائے گا اور نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا۔

۴۰: پھر انکے معبودان مجوزہ کی عاجزی کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ (اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا)۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ

ظاہر ہو گیا فساد خشکی میں اور دریا میں لوگوں کے اعمال کی وجہ سے تاکہ اللہ انہیں ان کے بعض اعمال کا

الَّذِي عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ

مزہ چکھادے۔ تاکہ وہ لوگ باز آجائیں، آپ فرما دیجئے زمین میں چلو، دیکھو ان لوگوں کا

عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿۴۲﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ

کیا انجام ہوا جو تم سے پہلے تھے، ان میں سے اکثر مشرک تھے۔ سو اے مخاطب تو اپنا رخ دین قیم کی طرف

الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾ مَنْ

رکھ اس دن کے آنے سے پہلے جس کیلئے اللہ کی طرف سے ہٹنا نہ ہو گا اس دن لوگ جدا جدا ہو جائیں گے۔ جو شخص

كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ لِيَجْزِيَ

کفر اختیار کرے گا تو اس کا کفر اسی پر پڑے گا اور جو شخص نیک کام کرے گا سو ایسے لوگ اپنی ہی جانوں کے لئے راہ ہموار کر رہے ہیں۔ تاکہ اللہ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۵﴾

ان لوگوں کو اپنے فضل سے جزا دے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے، بلاشبہ وہ کفر اختیار کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

نحو: یہ مبتدا و خبر ہے۔

رزق' موت' زندگی اللہ کے پاس ہے:

ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ (پھر تم کو رزق دیا پھر تم کو موت دے گا پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا)۔ یعنی وہ تخلیق کرنے روزی دینے اور موت و زندگی دینے کے ساتھ خاص ہے۔ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ (کیا تمہارے فرضی شریکوں میں سے) یعنی وہ اصنام جن کے متعلق تمہارا گمان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں۔ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ (کون ایسا ہے جو اس میں سے کوئی کام کرنے کی طاقت رکھتا ہو) یعنی پیدا کرنا، رزق دینا، موت و زندگی بخشنا وغیرہ۔ مِّنْ شَيْءٍ (ذرا سی) یعنی ان افعال میں سے ذرہ بھر۔ کفار کی طرف سے کوئی جواب نہ دیا گیا تو بطور استبعاد فرمایا۔ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (وہ پاک ہے اور ان کی شرک آفرینیوں سے بلند و بالا ہے) مِنْ پہلا، دوسرا اور تیسرا ہر ایک ان میں سے مستقل طور پر ان کے معبودان باطلہ کی عاجزی اور ان کی پوجا کرنے والوں کی جہالت کی تاکید در تاکید ظاہر کرنے کیلئے لایا گیا ہے۔

فساد سے مراد:

۴۱: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (خشکی اور سمندر میں فساد پھیل رہا ہے) الفساد سے نمبر۱۔ قحط نمبر۲۔ بارشوں کی قلت نمبر۳۔ کھیتوں پر ہواؤں کا چلنا۔ نمبر۴۔ تجارتوں میں نقصان نمبر۵۔ انسانوں اور چوپایوں میں کثرتِ اموات نمبر۶۔ کثرتِ غرق نمبر۷۔ ہر چیز سے برکت کا مٹ جانا مراد ہے۔ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ (لوگوں کی بداعمالیوں کے سبب) وہ بداعمالیاں شرک اور دیگر کبائر ہیں جیسا کہ فرمایا وما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم [الشوریٰ:۳۰] لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا (تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے بعض اعمال کا بدلہ چکھائے) مطلب یہ ہے تا کہ ان کو دنیا میں ان کے بعض اعمال کا وبال چکھا دیا جائے اس سے قبل کہ آخرت میں ان کو تمام اعمالِ بد کی سزا ملے۔

قراءت: لنذيقهم نون کے ساتھ قنبل نے پڑھا ہے۔

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (شاید کہ وہ توبہ کرلیں) ان معاصی سے جن میں وہ مبتلا ہیں۔ پھر گناہوں کو اللہ تعالیٰ کے غضب اور سزا کا سبب حقیقی ہونے کی تاکید کیلئے اگلی آیت میں فرمایا۔

۴۲: قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ (آپ کہہ دیجئے! زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ تم سے پہلے لوگوں) عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ (کا انجام کیا ہوا ان میں سے اکثر مشرک تھے) اس آیت میں زمین میں گھوم پھر کر ہلاک ہونے والی امم کے حالات دیکھنے کا حکم فرمایا تا کہ گناہوں کے باعث ان کا جو برا انجام ہوا اس کو وہ دیکھیں اور اس پر غور و فکر کریں)۔

۴۳: فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ (پس آپ اپنا چہرہ دین قیم کی طرف کرلیں) القیم ایسی کامل استقامت جس میں کوئی ٹیڑھ نہ ہو۔ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ (اس سے قبل کہ ایسا دن آئے جس کو لوٹانا ممکن نہیں) مَرَدّ یہ مصدر بمعنی الردّ (لوٹانا) کے آیا ہے۔ مِنَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے)۔

نحو: یہ یأتی کے متعلق ہے مطلب یہ ہے اس سے قبل کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا دن آئے جس کو کوئی لوٹا نہ سکے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا فلا يستطيعون ردها [الانبیاء:۴۰] نمبر۲۔ مردّ کے متعلق ہے اس کا معنی یہ ہے وہ اس کو لانے کے بعد واپس نہ فرمائے گا اور خود وہ لوٹنے گا نہیں۔ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ (اس دن سب لوگ جدا جدا ہو جائیں گے)۔

۴۴: ربط: پھر اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کی طرف اشارہ کیا۔

اللہ کی بے نیازی کافر کو کفر کی سزا اور نیک عمل کا بدلہ جنت ہوگا:

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ (جو کفر کر رہا ہے اسی پر اس کا کفر پڑے گا) یعنی کفر کا وبال واقع ہوگا۔ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ (اور جو نیک عمل کر رہے ہیں وہ اپنے ہی لئے سامان کر رہے ہیں) یعنی وہ اپنے نفوس کیلئے اسے درست کر رہے

ہیں اپنے نفس کیلئے وہ آدمی درست کرتا ہے جو بستر بچھاتا ہے تاکہ نیند کو خراب کرنے والی کوئی چیز ابھار وغیرہ اس کی خوابگاہ میں باقی نہ رہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی وجہ سے جنت ان کے لئے تیار فرما رہے ہیں۔

نکتہ: اس میں جنت درست کرنے کی نسبت ایمان والوں کی طرف فرمائی اور دونوں مقام پر جار مجرور فعلیہ کفرہ اور فلانفسھم کو مقدم کیا تاکہ یہ ظاہر کردیا جائے کہ کفر کا نقصان خود اس کافر پر ہی پلٹ کر پڑنے والا ہے۔ اور ایمان و اعمال صالحہ کا فائدہ بھی اسی مؤمن کو ملے گا اس سے ہرگز تجاوز نہ کرے گا۔

دلیل قدرت:

۴۵: لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں کو جزاء عنایت فرمائے گا)۔

نحو: لیجزی یہ یمھدون کے متعلق ہے اور اس کی تعلیل و تکریر ہے یہاں ضمیر کی بجائے امنوا و عملوا صریح لائے تاکہ اس بات کو پختہ طور پر ثابت کردیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیاب فقط اور فقط مؤمن ہے۔ مِنْ فَضْلِهٖ (اپنے فضل سے) یعنی اپنی خاص عطاء سے اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ (اور بیشک وہ کافروں کو پسند نہیں فرماتے)۔ اس میں سابقہ مضمون کو مزید پختہ کیا گیا ہے پہلی تقریر مثبت انداز میں تھی اور یہ منفی اور عکس کے انداز میں ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ ہواؤں کو بھیجتا ہے جو خوشخبری دیتی ہیں تا کہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے اور تا کہ کشتیاں اس کے حکم سے

بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

جاری ہوں اور تا کہ تم اس کے فضل کو تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو، اور بلاشبہ ہم نے آپ سے پہلے رسولوں کو

رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ

ان کی قوم کی طرف بھیجا سو وہ ان کے پاس کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے پھر ہم نے ان لوگوں سے انتقام لے لیا جنہوں نے جرم کیے،

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ

اور اہل ایمان کو غالب کرنا ہمارے ذمہ ہے، اللہ وہی ہے جو بھیجتا ہے ہواؤں کو جو اٹھاتی ہیں

سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ

بادل کو، پھر وہ اس کو آسمان میں پھیلا دیتی ہیں جیسے اللہ چاہے اور وہ بادل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے، پھر اے مخاطب تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے اندر سے

مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ ۚ

نکلتی ہے پھر وہ اس مینہ کو اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے پھر وہ خوشی کرنے لگتے ہیں۔

۴۶: وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ (اور اس کی قدرت کی آیات میں سے) یہ ہے اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ (ہواؤں کا بھیجنا) الریاح سے جنوبی، شمالی اور صبا کی ہوائیں مراد ہیں یہ رحمت کی ہوائیں ہیں۔ باقی دبور (مغربی ہوا) یہ عذاب کی ہوا ہے آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی میں اسی کا تذکرہ ہے اللھم اجعلھا ریاحا ولا تجعلھا ریحًا۔ (ریح سے یہاں دبور مراد ہے) [ابو یعلی ۲۴۵۶، الطبرانی] ہواؤں کے فوائد شمار کرتے ہوئے فرمایا۔ مُبَشِّرٰتٍ (خوشخبریاں دیتی ہوئی) ان کو بھیجا بارش کی خوشخبری سنانے کیلئے وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ (اور اس لئے کہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے) رحمت کا چکھانا یہ ہے: بارش کے اترنے، سبزہ کے حاصل ہونے اور ہواؤں کے چلنے سے راحت میسر آنا، زمین کا پاک وصاف ہونا وغیرہ۔

نحو: ولیذیقکم کا عطف مبشرات پر اسی معنی میں ہے گویا فرمایا لیبشرکم ولیذیقکم تا کہ وہ تمہیں خوشخبری دے اور تمہیں چکھائے۔

وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ (اور تا کہ کشتیاں چلیں) جب کہ وہ سمندر میں چلیں۔ بِاَمْرِهٖ (اس کے حکم سے) یعنی اس کی تدبیر یا تکوین سے جیسا کہ فرمایا: انما امرہ اذا اراد شیئا الایۃ [یٰسین: ۸۲] وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ (اور تا کہ تم اس کا فضل تلاش کرو)

ابتغائے فضل سے مراد سمندر کے راستہ سے کی جانے والی تجارت ہے۔ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (اور تاکہ تم شکر گزار رہو) تاکہ تم اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرو۔

تسلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

۴۷: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰی (اور تحقیق آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر انکی اقوام کی طرف) قَوْمِھِمْ فَجَآءُوْھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ (بھیج چکے اور وہ پیغمبران کے پاس واضح نشانیاں لائے) پس بعض لوگ ان پیغمبروں پر ایمان لائے اور بعض نے انکار کیا اس پر آیت اضمار دلالت کر رہا ہے۔ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا (پس ہم نے مجرموں سے بدلہ لیا) اجرموا کا معنی کفروا ہے انتقام سے مراد دنیا میں ہلاکت کا شکار ہونا ہے۔ وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ (اور مؤمنوں کی مدد ہم پر لازم ہے) یعنی مؤمنوں کی مدد ہم پر لازم تھی ان کو ہم نے رسل کے ساتھ ہی نجات دی۔

قراءت: کبھی حقًا پر وقف کیا جاتا ہے اب معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ انتقام برحق ہے اس طرح علینا نصر المؤمنین یہ جملہ ابتدائیہ بنے گا۔ مگر عدم وقف زیادہ صحیح اور تکلف سے بری ہے۔

دلیل قدرت' بادل سے بارش نکالنا:

۴۸: اَللّٰہُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ (اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے)۔

قراءت: مکی نے الریح پڑھا ہے۔

فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ (پس وہ بادلوں کو اٹھا کر لاتی ہیں۔ پھر وہ بادلوں کو پھیلاتی ہیں) ہٗ کی ضمیر سحاب کی طرف ہے۔ فِی السَّمَآءِ (آسمان میں) آسمان کی جانب و طرف جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ وفرعها فی السماء (یعنی آسمان کی جانب) [ابراہیم:۲۴] کَیْفَ یَشَآءُ (جس طرح وہ چاہتا ہے) شمال کی جانب یا جنوب یا پچھم یا پورب کی طرف۔ وَیَجْعَلُهٗ کِسَفًا (اور وہ اس کے ٹکڑے کر دیتا ہے) کِسَف جمع کسفة کی ہے۔ معنی ہیں ٹکڑا۔ مطلب یہ ہے کہ اولاً بادلوں کو پھیلاتا ہے اور کبھی وہ آسمان کی سطح کو اختیار کر لیتے ہیں اور کبھی ان کو متفرق ٹکڑوں کی صورت میں بغیر پھیلائے چھوڑ دیتے ہیں۔

قراءت: کِسْفًا سین کے سکون سے یزید اور ابن ذکوان نے پڑھا ہے۔

فَتَرَی الْوَدْقَ (پس بارش کو دیکھتے ہو) الودق: بارش یَخْرُجُ (نکلتی ہے) دونوں ہی صورتوں میں مِنْ خِلٰلِهٖ (اس کے درمیان سے) فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ (پھر وہ اس بارش کو پہنچاتا ہے)۔ ہٖ کی ضمیر الودق کی طرف لوٹتی ہے۔ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (جن کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے) جن کی زمینوں اور علاقے کو سیراب کرنا چاہتا ہے۔ اِذَا ھُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ (اسی وقت وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں) یستبشرون یفرحون کے معنی میں ہے۔

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ

اگرچہ وہ اس سے پہلے کہ ان پر پانی اتارا جائے نا امید ہو گئے تھے، سو دیکھو اللہ کی رحمت کے

رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ

آثار کو وہ کیسے زندہ فرماتا ہے زمین کو اس کی موت کے بعد۔ بلاشبہ وہی مردوں کو زندہ فرمانے والا ہے اور وہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾ وَلَىِٕنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾

ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اگر ہم ان پر دوسری قسم کی ہوا چلا دیں پھر یہ اپنی کھیتی کو ایسی حالت میں دیکھیں کہ وہ پیلی پڑ گئی ہو، سو یہ ناشکری کرنے لگیں گے۔

۴۹: وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ (اور یقیناً وہ بارش کے اتارے جانے سے پہلے) مِّنْ قَبْلِهٖ (بارش سے پہلے)

نحو: تاکید کیلئے دوبارہ لائے جیسا کہ اس ارشاد میں ہے فکان عاقبتهما انهما فی النار خالدین فیها [الحشر: ۱۷] (ھما ثانی اول ھما کی تاکید ہے)

نکتہ: اس آیت میں تاکید کا معنی یہ ہے کہ ان پر بارش اترے ہوئے زمانہ بیت گیا۔ جس سے ان کی ناامیدی پختہ ہوگئی پس ان کی خوشی بھی ان کے غم کی طرح بہت زیادہ حد سے نکلی ہوئی تھی۔ لَمُبْلِسِيْنَ (البتہ مایوس ہونے والے تھے)۔

اعادہ مقدورات میں ابتداء کی طرح ہے:

۵۰: فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ (تم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار ملاحظہ کرو۔ کس طرح وہ) يُحْيِ الْاَرْضَ (زمین کو زندہ کرتا ہے)۔

قراءات: اٰثٰرِ ای، کوفی قراء نے پڑھا سوائے ابوبکر کوفی کے اور دیگر قراء نے اَثَرِ پڑھا ہے۔ رحمت سے یہاں بارش مراد ہے۔ احیائے ارض سے نبات اور انواع و اقسام کے اثمار سے زمین کا آباد ہونا ہے۔

بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ ذٰلِكَ (اس کے مرجانے کے بعد بیشک وہی) یعنی اللہ تعالیٰ ذٰلک کا مشار الیہ ذات باری تعالیٰ ہے۔ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى (ضرور مردوں کو زندہ فرمائے گا)۔ یعنی بیشک وہ قادر مطلق جس نے زمین کو مردہ و بنجر ہونے کے بعد آباد کر دیا وہی تو لوگوں کو ان کی موت کے بعد زندہ فرمائے گا۔

نکتہ: یہاں بنجر زمین کی آبادی کو مردوں کے دوبارہ زندہ کرنے کیلئے بطور استدلال کے ذکر فرمایا ہے۔

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) وہ اپنی مقدورات کی ہر چیز پر قادر مطلق ہیں اور مردوں کو زندہ کرنا یہ منجملہ مقدورات میں سے ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا ابتداءً پیدا کرنا جب مقدورات (ممکنات) میں سے ہے تو اعادہ خود مقدورات و ممکنات میں شامل ہوا۔

۵۱: وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِیْحًا (اور اگر ہم ان پر پچھم کی ہوا بھیج دیں)۔فَرَاَوْہُ (پس وہ اس کو دیکھیں) ہُ سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اثر ہے۔کیونکہ رحمت سے بارش اور اس کے اثر سے نبات مراد ہے۔

قراءت: بعض قراء نے اس کو جمع سے پڑھا انہوں نے ضمیر کو اس کے معنی کی طرف لوٹایا ہے کیونکہ آثار رحمت کا معنی نباتات ہے اور نباتات کا لفظ قلیل و کثیر ہر دو کیلئے مستعمل ہے کیونکہ یہ مصدر ہے جس کو اُگنے والی چیز کیلئے بطور نام استعمال کر لیا ہے۔

مُصْفَرًّا (زرد)۔اس کے سبز ہونے کے بعد۔

ایک قول:

یہ منصوب ہے کیونکہ یہ زردی حادث اور نئی پیدا ہونے والی ہے۔قول دیگر: پس وہ بادلوں کو زرد دیکھیں۔زرد بادل سے بارش نہیں برستی۔

مایوس و ناشکرے بھی بن گئے:

نحو: ولئن میں لام سم کی تمہید کیلئے ہے جس کو حرف شرط پر داخل کیا اور قسم و شرط دونوں کے جواب کے قائم مقام ہے۔لَّظَلُّوْا (تو وہ ہو جائیں گے) اس کا معنی لیظلن (ضرور وہ ہو جائیں گے) مِنْ بَعْدِہٖ یَکْفُرُوْنَ (اس کے بعد انکار کرنے والے) یعنی اس کے زرد ہو جانے کے بعد نمبر۲۔خوش ہو جانے کے بعد۔اس میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حالت کی مذمت فرمائی ہے کہ جب بارش روک لی جاتی ہے تو مایوسی کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔اور اپنی ٹھوڑیاں اپنے سینوں پر ناامیدی سے مارتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کو سیراب کرتے اور بارش عنایت کر دیتے ہیں تو وہ بڑے خوش ہوتے ہیں۔جب عذاب کی ہوا ان کے کھیتوں پر بھیج کر ان کو زرد کر دیتے ہیں تو وہ چیختے اور شور مچاتے اور اس کی نعمتوں کا انکار کر دیتے ہیں۔وہ ان تمام احوال میں قابل مذمت حالت میں ہیں۔ان پر لازم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتے اور اس کے فضل پر اعتقاد و اعتماد جماتے مگر وہ مایوس ہو گئے اور انہیں چاہیے تھا کہ وہ اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے اور اس کی حمد و ثناء کرتے مگر وہ اترانے لگے اور تکبر اختیار کیا۔ان پر حق بنتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی مصیبت پر صبر کرتے مگر انہوں نے کفر اختیار کر لیا۔

فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٥٢﴾ وَمَآ اَنْتَ

سو آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں جبکہ وہ پشت پھیر کر چل دیں اور آپ

بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿٥٣﴾

اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہٹا کر ہدایت نہیں دے سکتے، آپ اسی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لائے سو وہ ماننے والے ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ

اللہ وہ ہے جس نے تمہیں ضعف کی حالت میں پیدا فرمایا پھر ضعف کے بعد قوت پیدا کردی پھر قوت کے بعد

مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿٥٤﴾

ضعف اور بڑھاپا پیدا فرمادیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے وہ خوب جاننے والا ہے بڑی قدرت والا ہے۔

ان پر ایمان کی طمع ترک کردیں:

۵۲: فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (پس بیشک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے)۔ الموتی یعنی مردہ دل نمبر۲۔ یہ مردوں کے حکم میں ہیں پس آپ ان سے طمع مت کریں کہ یہ آپ کی بات قبول کرلیں گے۔ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ (اور نہ آپ بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں)۔

قراءت: مکی نے ولا یَسمَع الصمُّ پڑھا ہے۔

اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ (جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر جارہے ہوں)

سوال: بہرہ تو اقبال وادبار دونوں حالتوں میں نہیں سنتا پھر ولوا مدبرین کی تخصیص کا کیا معنی ہے؟

جواب: بہرہ چہرے کی طرف سے متوجہ ہو تو رمز واشارہ سے سمجھ جائے گا۔ مگر جب وہ پیٹھ پھیر کر جارہا ہو تو نہ سنے گا اور نہ ہی اشارہ کو سمجھے گا۔

۵۳: وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ (اور نہ آپ اندھوں کو راستہ دکھا سکتے ہیں)۔ العمی سے دلوں کے اندھے مراد ہیں۔

قراءت: حمزہ نے وما انت تھدی العُمْیَ پڑھا ہے۔

عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ (ان کی گمراہی سے) آپ کے لئے ممکن نہیں کہ آپ اندھے کی راہنمائی اپنے اشارہ سے اس راستہ کی طرف کردیں جس کو وہ بھول چکا ہے۔ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ (نہیں سنا سکتے مگر اسی کو جو ہماری آیات پر ایمان لانے والے ہیں پس وہی اطاعت کرنے والے ہیں) اِنْ یہاں ما کے معنی میں ہے۔ مسلمون کا معنی وہ اطاعت

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا

اور جس دن قیامت قائم ہو گی مجرمین قسم کھائیں گے کہ ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے وہ اسی طرح سے دنیا میں الٹے چلائے

يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ

جاتے تھے، اور جن کو علم اور ایمان دیا گیا وہ کہیں گے کہ بلا شبہ اللہ کے نوشتہ میں بعث کے دن تک

اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۫ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَيَوْمَئِذٍ

ٹھہرے ہو، سو یہ بعث کا دن ہے اور لیکن تم نہیں جانتے ، سو اس دن

لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾

ظالموں کو ان کی معذرت نفع نہ دے گی اور نہ انہیں اس کا موقع دیا جائے گا۔

اختیار کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بتلانے کی وجہ سے۔

ناتوانی سے جوانی دی:

۵۴: اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ (اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے تمہیں ناتوانی کی حالت میں بنایا) ضعف سے مراد نطفہ سے بنانا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا من ماءٍ مهين [المرسلات: ۲۰] ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً (پھر اس نے ناتوانی کے بعد توانائی عطاء فرمائی) قوت سے حالت جوانی اور کامل بلوغ مراد ہے۔ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً (پھر اس نے توانائی کے بعد ضعف اور بڑھاپا بنا دیا)۔ شیبۃ سے انتہائی بڑھاپا مراد ہے اور يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ (وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے) ضعف و ناتوانی (بچپن) توانائی، شباب و جوانی اور بڑھاپا۔ وَهُوَ الْعَلِيْمُ (وہی ان کے احوال کو جاننے والے) الْقَدِيْرُ (بڑی قدرت والا ہے) اور ان کی تبدیلی پر کامل قدرت والے ہیں۔

مَسْئَلَۃٌ: احوال کا یہ عظیم ردوبدل علیم وقدیر صانع کی عظیم الشان قدرت کی دلیل ہے۔

قراءات: ضعف ہر تینوں مقامات پر ضٌ کا فتحہ عاصم اور حمزہ نے پڑھا اور ضاد کا ضمہ دیگر تمام قراء نے پڑھا جبکہ حفص فتحہ وضمہ دونوں کو پڑھتے ہیں۔ درحقیقت یہ دونوں لغات ہیں۔ ضمہ والی قراءت قوی تر ہے اس لئے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے مِنْ ضَعْفٍ پڑھا تو آپ نے مجھے من ضُعْفٍ پڑھایا۔

قیامت کو ساعت کہنے کی وجہ

۵۵: وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ (اور جس دن قیامت قائم ہوگی)۔ الساعۃ سے قیامت مراد ہے اس کے نام کی وجہ یہ ہے کیونکہ ساعات

دنیا کے آخری ساعت میں پیش آئے گی۔ نمبر۲۔ کیونکہ وہ اچانک واقع ہوگی جیسا کہتے ہیں۔ فی ساعة اس کے جواب میں بولتے ہیں جو جلد بازی کا طالب ہو اور یہ قیامت کا نام بن گیا جیسا کہ الثریا کو نجم کہتے ہیں۔ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ (اور مجرمین قسمیں اٹھائیں گے) المجرمون سے کافر مراد ہیں کہ کافر قسمیں اٹھائیں گے یہاں وقف نہ کریں گے۔

قلت وقت:

کیونکہ مَا لَبِثُوْا (وہ نہیں ٹھہرے) قبور میں یا دنیا میں غَيْرَ سَاعَةٍ (سوائے ایک گھڑی کے) یہ جواب قسم ہے۔

نمبر ۱ وہ قبور میں رہنے کی مدت کو قلیل ترین قرار دیں گے۔

نمبر ۲ دنیا میں قیام کی مدت کو تھوڑا کہیں گے اس کا سبب قیامت کا ڈر اور قیامت کی سختیوں میں لمبی دیر تک انتظار کرنا۔

نمبر ۳ وہ بھول کر تھوڑی مدت بیان کریں گے۔

نمبر ۴ جھوٹ بولیں گے۔

كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ (اسی طرح وہ الٹا چلا کرتے تھے) اس پھر جانے کی طرح وہ دنیا میں سچائی سے جھوٹ کی طرف پھر جانے والے تھے اور یہ کہا کرتے تھے ماھی الاحیاتنا الدنیا و ما نحن بمبعوثین کہ ہماری یہی دنیا ہی کی زندگی ہے۔ اور ہمیں اٹھایا نہ جائے گا۔

علم کی مراد:

۵۶: وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ (اور وہ لوگ جن کو علم اور ایمان دیا گیا)۔ اوتوا العلم سے مراد نمبر۱۔ ملائکہ نمبر۲۔ انبیاء علیہم السلام اور مؤمن لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ (تم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں رہے) کتاب سے مراد نمبر۱۔ وہ علم الٰہی جو لوح محفوظ میں درج ہے۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور تقدیر اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ (قیامت کے دن تک) انہوں نے اس بات کی تردید کی جو کفار قسمیں اٹھا کر کہا کرتے تھے اور ان کو حقیقت سے مطلع کیا پھر قیامت کے انکار پر کفار کو جو وہ خبردار کر رہے تھے اس کے ساتھ ملا کر اس کو پیش کیا۔ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (پس یہ قیامت کا دن ہے مگر تم جانتے نہ تھے) دنیا میں کہ وہ برحق ہے کیونکہ تلاشِ حق میں تم کوتاہی کرنے والے تھے اور اس کی اتباع سے گریزاں تھے۔

نحو: فاء یہ جواب شرط میں لائی گئی ہے سیاق کلام اس پر دلالت کر رہا ہے تقدیر کلام یہ ہے ان کنتم منکرین البعث فھذا یوم البعث الذی انکر تموہٗ اگر تم بعث کے انکاری ہو پس یہی تو بعث کا دن ہے جس کا انکار کیا کرتے تھے۔

۵۷: فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (پس اس دن ظالموں کو فائدہ نہ دے گی)۔

قراءت: کوفی قراء نے لا ینفع یاء سے پڑھا ہے۔ ظلموا کا معنی کفروا ہے جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ مَعْذِرَتُهُمْ (ان کی

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَلَىِٕنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے عمدہ مضامین بیان کر دیے ہیں اور اگر آپ ان کے پاس کوئی بھی نشانی لے کر آئیں

لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ۵۸ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي

تب بھی وہ لوگ جو کافر ہیں یہی کہیں گے کہ تم لوگ صرف باطل والے ہو۔ جو لوگ نہیں جانتے ان کے دلوں پر اللہ

قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۵۹ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ

یوں ہی مہر کر دیتا ہے۔ سو آپ صبر کیجئے بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور جو لوگ یقین نہیں کرتے وہ لوگ

الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ۶۰ ع

آپ کو بے برداشت نہ بنا دیں۔

ع ۶

معذرت) یعنی عذر وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ (اور نہ ان کو تدارک کا موقعہ دیا جائے گا) یعنی ان کو یہ نہ کہا جائے گا لو توبہ کر کے اپنے رب کو راضی کر لو۔ جیسے کہتے ہیں۔ استعتبنی فلان فاعتبتهٗ ای استرضانی فارضیتهٗ اس نے مجھے منایا پس میں مان گیا۔

ضد میں لوگوں کا حال:

۵۸: وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ (اور ہم نے لوگوں کیلئے اس قرآن میں ہر طرح کے عمدہ مضمون بیان کئے ہیں)۔ وَلَىِٕنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا (اور اگر آپ ان کے پاس کوئی نشانی لے کر آئیں تو کافر لوگ ضرور کہیں گے) مُبْطِلُوْنَ (تم محض غلط کہتے ہو)۔ یعنی ہم نے ہر حالت بیان کر دی جو کہ گویا اپنی غرابت میں ایک مثال ہے۔ اور ہم نے ہر عجیب شان والا واقعہ ان کے سامنے بیان کر دیا جیسا کہ قیامت کے دن اٹھائے جانے والوں کی حالت اور ان کا قصہ اور جو کچھ وہ کہیں گے اور جو کچھ ان سے کہا جائے گا اور قعات ہونگے جو وہ کہیں اور ان کو جو کہا جائے گا اور یہ قابل سماعت ہوگا۔ لیکن دلوں کی سختی کے باعث جب بھی آپ ان کے سامنے قرآن مجید کی کوئی آیت پیش کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں تو ہمارے پاس جھوٹ و باطل لایا ہے۔

۵۹: كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِ الَّذِيْنَ (اسی طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں)۔ لَا يَعْلَمُوْنَ (جو نہیں جانتے) یعنی اس مہر کرنے کی طرح (الطبع: مہر) اللہ تعالیٰ جہلاء کے دلوں پر مہر کرتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ وہ گمراہی کو پسند کریں۔ گے یہاں تک کہ انہوں نے حق پرستوں کو باطل والا قرار دیا حالانکہ وہ بذات خود اس گمراہی کی صفت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

تسلی رسول ﷺ :

۶۰: فَاصْبِرْ (سو آپ صبر کیجئے) پس آپ ان کی ایذاء پر صبر کریں یا ان کی عداوت ودشمنی پر صبر کریں۔اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ (بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ) جو اس نے تیرے دشمنوں کے خلاف تیری مدد کے متعلق کر رکھا ہے اور اسلام کو ہر دین پر غلبہ دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے یقیناً سچا ہے حَقٌّ (برحق ہے) اس کا پورا ہونا ضروری ہے۔اور پورا کرنا لازمی ہے۔وَّ لَا یَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ (اور ہرگز آپ کو وہ لوگ جو یقین نہیں رکھتے خفت پر آمادہ نہ کردیں) یعنی نمبرا۔یہ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے آپ کو ہلکے پن اور بددعا میں عجلت پر آمادہ نہ کردیں۔

نمبرا۔اپنے اقوال وافعال سے گھبراہٹ میں ڈال کر آپ کو خفت اور قلق واضطراب پر آمادہ نہ کردیں۔اس لئے کہ یہ گمراہ اور شک کرنے والے ہیں۔ان کی طرف سے یہ حرکت نئی نہیں۔

قراءت: لَا یَسْتَخِفَّنَّكَ نون کے سکون سے یعقوب نے پڑھا ہے۔

واللہ الموفق للصواب

آج مورخہ ۱۷ فروری بروز سوموار ۱۵ ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ سورۃ الروم کا تفسیری ترجمہ تکمیل پذیر ہوا۔

سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ لقمان مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چونتیس (۳۴) آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ۝۱ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝۲ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۝۳ الَّذِيْنَ

الٓمّٓ ۝ یہ قرآن حکیم کی آیات ہیں جو اچھے کام کرنے والوں کے لیے ہدایت ہے اور رحمت ہے، جو

يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴ اُولٰٓئِكَ عَلٰى

نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں، یہ لوگ اپنے

هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵

رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

۲،۱: الٓمّٓ. تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ۔ (الم یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں)۔ الحکیم کا معنی حکمت والی نمبر۲۔ الحکیم صفت باری تعالیٰ ہے اور اس کو یہاں بطور اسناد مجازی کتاب کی صفت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

۳: هُدًى وَّرَحْمَةً (جو کہ ہدایت و رحمت ہے)

نحو: یہ دونوں حال ہیں اور ان میں تلک اسم اشارہ کا معنی عامل ہے۔

قراءت: حمزہ نے ان کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے اس کی تقریر یہ ہے کہ تلک مبتدأ اور آیات الکتاب اس کی خبر ہے اور ھدی دوسری خبر ہے۔ نمبر۲۔ یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے ای ھو۔ نمبر۳۔ ھی ھدی ورحمة لِّلْمُحْسِنِيْنَ جو اگلے ارشاد میں مذکورہ نیکیوں کے حامل ہیں۔ الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ وھم بالآخرہ ھم یوقنون۔

ایمان والوں کی صفات:

۴: الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (جو نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہ آخرت پر وہی یقین کرنے والے ہیں) اس کی نظیر اوس کا قول ہے۔

الا لمعیّ الذی یظنّ بك الظنّ ☆ کان قد رای وقد سمعا

اس میں الألمعیّ کی صفات بیان کی گئیں ہیں۔ نمبر۲۔ احسان ان لوگوں کیلئے ہے جو ان تمام اعمال کو انجام دینے والے ہیں۔ جو

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ

اور بعض ایسے لوگ ہیں جو ان باتوں کو خریدتے ہیں جو کھیل کی باتیں ہیں تا کہ بغیر علم کے اللہ کے راستے سے ہٹا کیں

وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۞ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى

اور اللہ کی راہ کا مذاق بنائیں،ان لوگوں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے، اور جب ایسے شخص پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو

مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۞ اِنَّ

تکبر کرتے ہوئے پیٹھ پھیر دیتا ہے گویا کہ اس نے ان کو سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے،سو آپ اس کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے ، بلاشبہ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۞ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کیلئے نعمتوں والے باغ ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے،اللہ نے سچا وعدہ

حَقًّا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞

فرمایا ہے اور وہ عزیز ہے حکیم ہے۔

اچھے ہوں پھر ان میں سے خاص طور پر ان تینوں کو بوجہ افضیلت ذکر دیا۔

۵: اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى (وہ ہدایت پر ہیں۔) اولٰئك مبتدا اور علٰی هدًی خبر ہے۔ مِّنْ رَّبِّهِمْ (اپنے رب کی ہدایت پر ہیں) یہ هدًی کی صفت ہے۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اور وہی کامیاب ہیں۔)

نحو: اس کا بھی ماقبل پر عطف ہے۔

اسلام سے غافل کرنے والی سزا:

۶: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ (اور بعض لوگ ایسے ہیں جو لوگوں کو غافل کرنے والی باتیں خریدتے ہیں)۔

شانِ نزول: یہ نضر بن حارث کے متعلق نازل ہوئی وہ فارس کے بادشاہوں کے حالات خرید کر لے جاتا اور لوگوں کو کہتا محمد تمہیں عاد وثمود کے بعض واقعات سناتا ہے میں تمہیں فارسی بادشاہوں کے قصے سناؤں گا۔ کئی لوگ اس کی باتوں میں آ کر قرآن مجید سننا چھوڑ دیتے۔ اللهو ہر وہ باطل جو لایعنی ہو اور خیر سے غافل کر دے۔ لہوالحدیث جیسے رات کو بیان کی جانے والی حکایات جن کی کوئی اصل وحقیقت نہیں اور گانا بجانا۔

ابن عباس وابن مسعود رضی اللہ عنہم قسم اٹھا کر کہتے کہ اس سے گانا بجانا مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ گانا دل کو بگاڑ دیتا ہے مال کو ختم کرتا ہے اور رب کی ناراضی ہے۔

ارشاد نبوت ﷺ ہے جو آدمی گانے سے اپنی آواز بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دو شیطان مقرر کر دیتے ہیں جن میں سے ایک ایک کندھے پر اور دوسرا دوسرے کندھے پر رقص کرتے اور ناچتے ہیں یہاں تک کہ یہ شخص خاموش ہو جائے۔ مجمع الزوائد (۱۱۹/۸) الاشتراء یہ شراء کے معنی میں ہے جیسا کہ نضر بن حارث کے متعلق مذکور ہوا۔ یا نمبر۲۔ اشتروا الکفر بالایمان [آل عمران: ۱۷۷] میں جس طرح استبدال اور اس کے مقابلہ میں اس کو اختیار کرنے کا معنی ہے۔ یہی معنی یہاں ہے یعنی وہ باطل بات کو حق بات کے مقابلہ میں اختیار کرتا ہے۔

فائدۂ اضافت:

الحدیث کی طرف لھو کی اضافت بیانیہ ہے اور من کے معنی میں ہے کیونکہ لھو باتوں سے بھی ہوتا ہے اور باتوں کے علاوہ دوسری چیزوں سے بھی ہوتا ہے۔ تو الحدیث لا کر وضاحت کر دی اور یہاں الحدیث سے مراد الحدیث المنکر ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے الحدیث فی المسجد یأکل الحسنات کما یأکل البھیمة الحشیش [کشف الخفاء: ۱/۳۵۳] نمبر۳۔ مِن تبعیضیہ ہے گویا کلام اس طرح ہے ومن الناس من یشتری بعض الحدیث الذی ھو اللھو منه بعض لوگ ایسے ہیں جو بعض باتوں کو جو کہ ان میں سے گانا ہے خریدتے ہیں۔ لِیُضِلَّ (تا کہ وہ گمراہ کرے) تا کہ وہ لوگوں کو اسلام میں داخلہ اور قرآن سننے سے ہٹائے اور روکے۔

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے لَیَضِلَّ پڑھا۔ اب معنی یہ ہے تا کہ وہ اپنی سابقہ گمراہی پر قائم رہے اور اس میں اضافہ کرے۔

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے) یعنی دین اسلام اور قرآن سے بِغَيْرِ عِلْمٍ (بے سمجھے بوجھے) یعنی وہ اس سے بے خبر ہے کہ اس پر کیا بوجھ اور سزا ہوگی۔ وَّيَتَّخِذَهَا (اور اس کو بنا لے) ھا کی ضمیر سبیل کی طرف راجع ہے اس راستے کا مذاق اڑاتا ہے قراءت: کوفی قراء نے سوائے ابوبکر کے نصب سے پڑھا ہے اور اس کا عطف لیضل پر مانا ہے اور جنہوں نے یتخذُھا رفع سے پڑھا انہوں نے اس کا عطف یشتری پر کیا۔ هُزُوًا (مذاق)

قراءت: یہ حفص کی قراءت ہے حمزہ نے سکون زای اور ہمزہ سے پڑھا۔ دیگر قراء نے ضم زاء اور ہمزہ سے پڑھا ہے۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ذلت والا عذاب ہے) مھین جو ان کو ذلیل کر کے رکھ دے گا۔ مَن یہ مبہم ہے اس لئے واحد و جمع دونوں پر اطلاق آ سکتا ہے یعنی نضر اور اس جیسے دیگر۔

تدبر سے اعراض:

۷: وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا (اور جب اس کے سامنے ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ غرور سے پشت پھیر لیتا ہے۔) تکبر کرتے ہوئے تدبیر سے اعراض کرتا ہے اور قرآن کی طرف کان لگانے سے اپنے کو بلند قرار دیتا ہے۔ كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا (گویا اس نے سنا ہی نہیں) اس کی حالت اس شخص کے مشابہ ہے جس نے بات نہ سنی ہو۔

نحو : یہ مستکبرا سے حال ہے یہ اصل میں کانہ ہے یہ ضمیر شان ہے اس کو حذف کر دیا گیا۔

كَاَنَّ فِیْۤ اُذُنَیْهِ وَقْرًا (گویا اس کے کانوں میں بوجھ ہے) وقر ثقل کو کہتے ہیں۔

نحو : یہ لم یسمعها سے حال ہے

قراءت : نافع نے اُذُنیهٖ ذال کو سکون سے پڑھا ہے۔

فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (پس تم اس کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو)۔

۸: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِیْمِ (بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اعمالِ صالحہ کیے ان کے لئے نعمتوں والے باغات ہیں)۔

نحو : اس پر وقف نہیں کیونکہ خالدین فیها یہ لهم کی ضمیر سے حال ہے۔

دلائل قدرت :

۹: خٰلِدِیْنَ فِیْهَا (وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں) وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا (اللہ تعالیٰ نے یہ سچا وعدہ کر لیا)

نحو : یہ دونوں مصدر مؤکد ہیں اول تو اپنے فعل کی تاکید کیلئے ہے اور دوسرا اپنے علاوہ دوسرے کی تاکید کیلئے۔ اس لئے کہ لهم جنات النعیم ، وعدهم الله جنات النعیم کے معنی میں ہے۔ پس وعد کے معنی کی تاکید وعد سے کر دی اور حقا ثابت کے معنی پر دلالت کرتا ہے پس اس کے ذریعہ وعد کے معنی کی تاکید کی گئی ہے اور ان دونوں کا مؤکد لَهُمْ جنات النعیم ہے۔ وَهُوَ الْعَزِیْزُ (اور وہ زبردست ہے) ایسا زبردست کہ اس پر کوئی شی غالب نہیں آ سکتی۔ وہ اپنے دشمنوں کو دردناک عذاب سے ذلیل کرے گا۔ الْحَكِیْمُ (وہ حکمت والا ہے) ان افعال میں جو وہ کرتا ہے پس وہ اپنے دوستوں کو باقی رہنے والی نعمتوں سے ثواب عنایت فرمائے گا۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ

اللہ نے آسمانوں کو بلاستون پیدا فرمایا تم اسے دیکھ رہے ہو اور زمین میں پہاڑ ڈال دیئے کہ وہ تم کو لے کر ڈانواں ڈول نہ ہو اور اس میں

فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝۱۰

ہر طرح کے جانور پھیلا دیئے، اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا سو ہم نے زمین میں ہر قسم کے اچھے پھل اگا دیئے۔

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِىْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِىْ

یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں سو تم مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے کیا پیدا کیا جو اس کے علاوہ ہیں؟ بلکہ بات یہ ہے کہ ظالم لوگ

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۱ ع

کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔

۱۰: خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (اس نے آسمانوں کو بلاستونوں کے پیدا کیا تم دیکھ رہے ہو) عمدٍ جمع عماد ہے۔ ترونہا کی ضمیر آسمانوں کی طرف لوٹتی ہے یہ ان کے بغیر ستون ہونے پر ان کی رویت سے استشہاد پیش کیا ہے۔ جیسا کہتے ہیں انابلا سیف ولا رمح ترانی تو دیکھ تو رہا ہے کہ میں بغیر تلوار اور نیزے کے ہوں۔ نمبر۱۔ اس کا کوئی محل اعراب نہیں کیونکہ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ نمبر۲۔ یہ محل جر میں عمد کی صفت ہو ای بغیر عمد مرئیۃ مطلب یہ ہوا کہ اس کے ستون نظر نہیں آتے اور وہ ان کو اپنی قدرت سے روکتا ہے۔ وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ (اور اس نے زمین میں پہاڑ ڈال دیے) جمے رہنے والے پہاڑ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ (کہ کہیں وہ تمہیں لے کر ڈانواں ڈول نہ ہو جائے)۔ تاکہ وہ تمہاری وجہ سے مضطرب نہ ہو جائے۔ وَبَثَّ (اور اس نے پھیلا دیے) فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ (اس میں ہر قسم کے جانور اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا پس اس سے اُگا دیے ہر طرح کے عمدہ اقسام) زوج یہاں صنف وقسم کے معنی میں ہے کریم (خوبصورت، عمدہ)۔

اصنام کی عبادت کی وجہ؟

۱۱: هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ (یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے) ھذا سے ماقبل مذکورہ مخلوقات کی طرف اشارہ ہے۔ خلق اللہ کا معنی مخلوق ہے۔ فَاَرُوْنِىْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (پس تم مجھے دکھاؤ جو اس کے سوا ہیں انہوں نے کیا کیا چیزیں پیدا کی ہیں) من دونہ سے ان کے آلہہ مراد ہیں۔ ان کو لاجواب کیا گیا کہ یہ تمام بڑی بڑی اشیاء تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔ پس تم مجھے دکھلاؤ کہ انہوں نے کیا چیز پیدا کی ہے جس کی وجہ سے تم پر ان کی عبادت لازم ہوگئی۔ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (بلکہ ظالم لوگ صریح گمراہی

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ

اور بلا شبہ ہم نے لقمان کو دانشمندی عطا فرمائی کہ اللہ کا شکر ادا کر، اور جو شخص شکر ادا کرے سو وہ اپنے ہی بھلے کے لیے شکر ادا کرتا ہے،

وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۱۲ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ

اور جو شخص ناشکری کرے تو اس میں شک نہیں کہ اللہ بے نیاز حمد کا مستحق ہے اور جب لقمان نے نصیحت کرتے ہوئے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ

بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝۱۳ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا

شرک نہ کرنا، بلاشبہ شرک بہت بڑا ظلم ہے اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں تاکید کردی، اس کی ماں نے ضعف پر ضعف برداشت کرتے ہوئے

عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝۱۴

اسے پیٹ میں رکھا اور اس کا دودھ چھوٹنا دو سال میں ہے، یہ کہ تو میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی، میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے،

میں مبتلا ہیں) اس میں ان کے لاجواب کرنے سے اعراض کرتے ہوئے ان کے ورطہ گمراہی میں ڈوبنے کا ذکر کیا کہ وہ ایسی گمراہی میں پڑے ہیں جس سے بڑھ کر کوئی گمراہی نہیں ہے۔

حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کے نصائح:

۱۲: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ (اور ہم نے لقمان کو دانشمندی عطاء فرمائی)۔ یہ لقمان رحمۃ اللہ علیہ بن باعوراء ہیں۔ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے نمبر۲۔ یا خالہ زاد ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آزر کی اولاد سے تھے انہوں نے ایک ہزار سال عمر پائی حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا۔ اور ان سے علم حاصل کیا یہ بعثت داؤد علیہ السلام سے قبل فتویٰ دیتے تھے۔ جب وہ مبعوث ہوئے تو فتویٰ چھوڑ دیا۔ ان سے کہا گیا کہ تم نے فتویٰ کیوں چھوڑا اور انہوں نے جواب دیا۔ میں کیوں اکتفاء نہ کروں (وحی پر) جب میری کفایت کردی گئی [داؤد علیہ السلام پر وحی بھیج کر]۔

ایک قول یہ ہے یہ درزیوں کا کام کرتے تھے ایک اور قول یہ ہے کہ یہ بڑھئی تھے قول دیگر میں ان کو چرواہا بتلایا گیا۔ ایک قول میں ان کو بنی اسرائیل کا قاضی بتلایا گیا۔ عکرمہ و شعبی رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ پیغمبر تھے۔ جمہور علماء رحمہم اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ دانشمند تھے۔ پیغمبر نہ تھے ایک قول یہ ہے ان کو نبوت و حکمت میں اختیار ملا تھا۔ انہوں نے حکمت کو اختیار کیا۔ حکمت بات کی تہہ میں پہنچنا اور صحیح عمل کرنا۔ قول دیگر: انہوں نے ایک ہزار پیغمبروں کی شاگردی کی اور ایک ہزار پیغمبران کے ساتھ رہے۔ (قول جمہور) کے علاوہ بقیہ تمام اقوال اسرائیلی معلوم ہوتے ہیں (فافہم) اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ (کہ تم اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرو) ان مفسرہ ہے معنی یہ ہے اشکر للہ کیونکہ ایتائے حکمت یہ قول کے معنی میں ہے۔

تنبیہ: اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا کہ اصل حکمت اور حقیقی ان پر عمل پیرا ہونا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کا شکر یہی حکمت و علم ہے اس لئے کہ ایتائے حکمت کی تفسیر شکریہ پر برانگیختہ کر کے فرمائی۔

ایک قول یہ ہے کہ آدمی اس وقت دانشمند ہوتا ہے جب وہ اپنے قول، فعل، معاشرت، دوستی میں عقل مند ہو۔ سری سقطی رحمہ اللہ کا قول شکریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے معاملے میں اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ جنید رحمہ اللہ: کیا تم اس کی نعمتوں (کے عنایت کرنے) میں اس کا کوئی شریک دیکھتے ہو۔ ایک قول یہ ہے یہی تو شکریہ سے عاجزی کا اقرار ہے۔

خُلاصۃُ الکلام : دل کا شکریہ معرفت اور زبان کا شکریہ حمد ارکان کا شکریہ طاعت اور ان میں ہر ایک میں اپنی عاجزی کو پیش نظر رکھنا تمام کے مقبول ہونے کی دلیل ہے۔

وَمَنْ یَّشْکُرْ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِہٖ (جو شخص شکر کرے گا۔ وہ اپنے ذاتی فائدہ کیلئے شکر کرے گا) کیونکہ اس کا نفع لوٹ کر اسی کو ملے گا۔ پھر وہ اور کا طالب ہوگا۔ وَمَنْ کَفَرَ (اور جو شخص ناشکری کرے گا) نعمتوں کی فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ (تو اللہ تعالیٰ بے نیاز) کسی کے شکریہ کے محتاج نہیں۔ حَمِیْدٌ (خوبیوں والے ہیں) وہ حمد کے حقیقی حقدار ہیں اگرچہ ان کی کوئی بھی حمد نہ کرے۔

۱۳: وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِہٖ (اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو کہا)۔

نحو: اذ یہ اذکر فعل محذوف کے متعلق ہے۔ ابنہ بیٹے کا نام انعم یا اشکم تھا۔

وَھُوَ یَعِظُہٗ یٰبُنَیَّ (اور وہ اس کو نصیحت فرما رہے تھے اے بیٹے!)

قراءت: یا بُنَیِ یہ مکی کی قراءت ہے یَابُنَیَّ یہ حفص کی قراءت ہے۔ تمام قرآن میں یہ لفظ فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے گا۔

شرک سے گریز کرو:

لَا تُشْرِكْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرا بیشک شرک کرنا بڑا بھاری گناہ ہے) کیونکہ یہ اس کے درمیان جو ہر نعمت کا حقیقی مالک ہے اور اس کے درمیان جو کسی ایک نعمت کا بھی مالک نہیں برابری کرتا ہے۔

ماں باپ کی خدمت کرو:

۱۴: وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ (اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے متعلق تاکید کی ہے)۔ وَھْنًا عَلٰی وَھْنٍ (اس کی ماں نے ضعف پر ضعف برداشت کر کے اس کو اٹھایا) اس کو اٹھایا اس حال میں کہ وہ کمزوری در کمزوری اٹھا رہی تھی یعنی اس کی کمزوری رو بترقی تھی اور بڑھ رہی تھی۔ جوں جوں حمل بڑھتا ہے اور بچہ بڑا ہو جاتا ہے تو بوجھ اور ثقل زیادہ ہو جاتا ہے۔ وَّفِصٰلُہٗ فِیْ عَامَیْنِ (اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے) دو سالوں کی تکمیل پر اس کا دودھ چھوڑا دیا جاتا ہے۔ اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ (تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر) یہ وصینا کی تفسیر ہے۔ یعنی ہم نے اسے اپنے اور والدین کے شکریہ کی تاکید فرمائی ہے۔ اور حملتہ امہ وھنا علی وھن وفصالہ فی عامین یہ جملہ معترضہ ہے جو مفسر اور تفسیر کے درمیان میں

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا

اور اگر تیرے ماں باپ تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ شرک کرے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو ان کی فرمانبرداری نہ کرنا، اور ان کے ساتھ دنیا میں

فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۖ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَىَّ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ

خوبی کے ساتھ رہنا، اور جو شخص میری طرف متوجہ ہو اس کا اتباع کرنا پھر تم سب کو میری طرف لوٹنا ہے سو میں تمہیں ان اعمال سے باخبر کردوں گا

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

جو تم کیا کرتے تھے

حائل ہے۔ کیونکہ جب والدین کے سلسلہ میں تاکید فرمائی گئی تو ماں جو اولاد کی خاطر تکالیف برداشت کرتی اور اس کے حمل کے دوران جن مشقتوں کا اسے سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس طویل مدتِ رضاعت اور پھر دودھ چھوڑانے میں جو پریشانیاں اس کو پیش آتی تھیں ان کو ذکر کر دیا۔ تاکہ انفرادی طور پر اس کے عظیم حق کو یاد رکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے حق میں والدین کی مداخلت جائز نہیں:

قول ابن عیینہؒ: جس نے پانچوں نمازیں پڑھیں اس نے گویا اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور جس نے والدین کے لئے پانچوں نمازوں کے بعد دعا کی اس نے ان کا گویا حق شکریہ ادا کر دیا۔ اِلَیَّ الْمَصِيْرُ (تم نے میرے پاس لوٹ کر آنا ہے)۔ تمہارا انجام میرے پاس اور تمہارا حساب میرے ذمہ ہے۔

۱۵: وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ (اور اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک) بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (بنائے جس کی تیرے پاس دلیل نہ ہو) نفی علم سے نفی شریک مراد ہے یعنی تو میرے ساتھ اس چیز کو مت شریک ٹھہرا جس کی کچھ حقیقت نہیں۔ مراد اس سے اصنام ہیں۔ فَلَا تُطِعْهُمَا (تو تو ان کا کہنا نہ مان) شرک کے سلسلہ میں وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا (اور ان کے ساتھ رہ دنیا میں خوبی کے ساتھ) معروف یہ مصدر محذوف کی صفت ہے ای صاحبهما صحابا معروفا۔ اس کے معنی میں خوبی اور خوبصورت اخلاق اور حلم وحوصلہ اور برّ وصلہ رحمی سب کچھ ہی داخل ہے۔ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَىَّ (اور تو چل اس شخص کے راستہ پر جو میری طرف رجوع کرنے والا ہو)۔ مطلب یہ ہے ایمان والوں کے راستہ کو اختیار کرو اور والدین جو مشرک ہوں ان کے راستہ پر نہ چل اگرچہ تمہیں ان کے ساتھ دنیاوی اعتبار سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا۔ ابن عطاء نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تو اس کی دوستی اختیار کر جس پر میری خدمت کے انوار ہوں۔ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ (پھر تم نے میرے پاس لوٹنا ہے) یعنی تمہارا اور ان کا مرجع میری بارگاہ ہی ہے۔ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (پھر میں تم کو جتلاؤں گا وہ اعمال جو تم کرتے تھے)۔ پس تمہارے ایمان پر بدلہ دوں گا۔ اور ان کے کفر پر ان کو سزا دوں گا۔

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ

اے میرے بیٹے! بے شک بات یہ ہے کہ اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو پھر وہ پتھر کے اندر ہو یا آسمانوں میں ہو

اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ (۱۶) يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ

یا زمین میں ہو اللہ اس کو حاضر کر دے گا،بلاشبہ وہ لطیف ہے خبیر ہے۔ اے بیٹے!نماز قائم کر

وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ

اور بھلائی کا حکم کراور برائی سے منع کر اور تجھے جو تکلیف پہنچ جائے اس پر صبر کر بلاشبہ یہ ہمت کے

عَزْمِ الْاُمُوْرِ (۱۷) وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ

کاموں میں سے ہے۔ اور تو لوگوں سے اپنا رخ مت پھیر اور زمین پر اترا کر مت چل،بلاشبہ

اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (۱۸) وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ

تکبر کرنے والے کو اللہ پسند نہیں فرماتا، اور تو اپنی چال میں درمیانہ طریقہ اختیار کر اور اپنی آواز کو پست کر

اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ (۱۹)

بلاشبہ سب سے زیادہ مکروہ آواز گدھوں کی آواز ہے۔

ان دونوں آیات سے بطور استطراد وصیت لقمان کی تاکید وتائید ہورہی ہے جوانہوں نے امتناع شرک کے سلسلہ میں فرمائی وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہم نے انسان کواس کے والدین کے سلسلہ میں تاکید کی اور یہ بھی حکم دیا کہ شرک کے سلسلہ میں تم ان کی بات نہ ماننا خواہ وہ اس کے لیے کتنی کوشش کریں۔ کیونکہ شرک قبیح ترین چیز ہے۔

نصائح لقمان' حقوق اللہ اور حقوقِ عباد:

۱۶: يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ بیٹا اگر کوئی عمل رائی کے برابر ہو)۔

قراءت: مثقالؔ کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے اور حبہ کی طرف اضافت کی وجہ سے مثقال مؤنث ہے اسلئے فعل مؤنث لایا گیا ہے انھا کی ضمیر قصہ ہے جیسا کہ شاعر کا قول ہے۔ کما شرقت صدر القناة من الدم۔(جس طرح نیزے کا سینہ خون سے چمکتا ہے)۔ اور کانؔ تامہ ہوگا۔ باقی تمام قراء نے نصب سے پڑھا ہے اور ضمیر کا مرجع وہ ہیئت ہے خواہ اچھی ہو یا بری مطلب یہ ہے اگر چہ وہ چیز چھوٹائی میں رائی کے دانے کی طرح ہو۔

فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ (پھر کسی پتھر کے اندر ہو یا وہ آسمانوں کے اندر ہو) وَفِی الْاَرْضِ (یا وہ زمین کے اندر ہو) مطلب یہ ہے کہ اپنی چھوٹائی کے ساتھ ساتھ وہ انتہائی مخفی مقام پر اور محفوظ ترین جگہ میں واقعہ ہو۔ جیسے پتھر کا جوف و باطن یا عالم علوی میں جس جگہ ہو۔ یا عالم سفلی کے ظلمات میں پڑی ہو۔

اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے اس سے مراد وہ چٹان ہے جس پر زمین قائم ہے اور وہی سجین ہے جس میں کفار کے اعمال لکھے جاتے ہیں۔ اور وہ زمین میں نہیں۔ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ اسے لے ہی آئے گا) قیامت کے دن اور اس کے کرنے والے سے اس کا محاسبہ کیا جائے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ باریک بین باخبر ہیں)۔ اس کا علم ہر مخفی سے مخفی تر کو پہنچنے والا ہے اور اس کی حقیقت سے باخبر ہے یا نمبر۲۔ اس کے نکالنے میں باریک بین ہے۔ اور اس کے مستقر و مقام سے باخبر ہے

۱۷: يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ (بیٹا! نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں) بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی (کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر) جو مَاۤ اَصَابَكَ (مصیبت آئے اس پر صبر کیا کر)۔ ما اصابک سے مراد جو اللہ تعالیٰ کی طرف معروف کی دعوت دیتے ہوئے اور نہی عن المنکر کرتے ہوئے تکلیف آئے۔ نمبر۲۔ یا جو مشقتیں تجھے پہنچیں کیونکہ وہ بندے کو عطیے کا حقدار بنا دیتی ہیں۔

اِنَّ ذٰلِكَ (بیشک یہ) جو نصائح میں نے تمہیں کی ہیں۔ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (ہمت کے کاموں میں سے ہے) یعنی ان کاموں میں سے ہیں جن کو اللہ نے قطعی طور پر واجب و لازم کر دیا یعنی ان کا قطعی حکم دے دیا۔ عزم بمعنی معزومات ہے گویا مفعول کو مصدر سے تعبیر کر دیا۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ قطعیات و فرائض میں سے ہے۔

مَسْئَلَہ: اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ عبادات و طاعات تمام امم میں مامور بھا تھیں۔

۱۸: وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ (اور تو لوگوں سے اپنا رخ مت پھیر) یعنی تکبر کی وجہ سے ان سے اعراض و بے رخی اختیار نہ کر۔

قراءت: ابوعمرو اور نافع، حمزہ، علی نے تُصَاعِر پڑھا ہے اور اس کا معنی تصعر ہی کا ہے۔ الصعر اس بیماری کو کہتے ہیں جو اونٹ کو لگتی ہے تو اس سے اس کی گردن مڑ جاتی ہے حاصل یہ ہوا تواضع کے ساتھ اپنے چہرے سے لوگوں کی طرف متوجہ ہو ان سے اپنے چہرہ کی جانب اور پیشانی کو مت موڑ جیسا کہ متکبرین کیا کرتے ہیں۔

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا (اور زمین پر اکڑ کر مت چل)۔ یعنی نمبر۱۔ مت چل زمین پر کہ تو اتراتا ہوا اترانا۔ نمبر۲۔ مرحاً مصدر ہے جو کہ حال واقع ہے نہ چل اس حال میں کہ تو اترا رہا ہو۔ نمبر۳۔ لاتمش لاجل المرح۔ اکڑنے کیلئے مت چل۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ۔ (بیشک اللہ تعالیٰ ہر تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے) مختال متکبر کو کہتے ہیں فخور جو بڑائی کیلئے اپنے مناقب گنائے۔

چال میں میانہ روی:

۱۹: وَاقْصِدْ (اعتدال اختیار کر) القصد بلندی و پستی کے درمیان میانہ روی۔ فِیْ مَشْيِكَ (اپنی رفتار میں) اعتدال اختیار کر و تا کہ

وہ رفتار دونوں کے درمیان ہو۔ نہ تو رینگ کر چلو جیسے بے جان چلتے ہیں اور نہ لپک کر چلو جیسے چھچھورے کرتے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا رفتار کی تیزی مؤمن کے وقار کو زائل کر دیتی ہے۔ (ابونعیم فی الحلیہ ۱۰/۲۹۰)

قولِ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تاویل:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو فرمایا کان اذا مشی اسرع ۔ اس کا مطلب ! یہ وہ تیزی ہے جو رینگنے والے کی چال سے بڑھ کر ہو۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہود کے لپک کر چلنے اور عیسائیوں کی طرح رینگنے سے منع کیا جاتا۔ اور اس کے درمیان چلنے کا حکم دیا جاتا۔ ایک قول یہ ہے تم تواضع کرتے ہوئے اپنے قدموں کی جگہ پر نظر رکھو۔ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ (اور تو اپنی آواز کو پست کر) اپنی آواز کو ہلکا کر اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ (بیشک سب سے بری آواز آوازوں میں سے) سب سے زیادہ وحشت ناک لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ (البتہ گدھے کی آواز ہے) کیونکہ اس کی ابتداء زفیر اور انتہاء شہیق ہے جیسا کہ جہنم والوں کی آواز ہو گی۔

قولِ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ:

ہر جانور کی چیخ تسبیح ہے سوائے گدھے کے۔ وہ شیطان کو دیکھ کر ہنہناتا رہتا ہے اسی لئے اس آواز کو منکر فرمایا۔

مَسْئَلَہ: آواز بلند کرنے والوں کو گدھے سے تشبیہ دی اور ان کی آواز کو گدھے کی آواز سے تشبیہ دے کر اشارہ کر دیا۔ کہ آواز کا بلند کرنا انتہائی مکروہ ہے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کو ہلکی و پست آواز والا شخص پسند تھا۔ اور زوردار آواز والے کو ناپسند کرتے تھے۔

نَحو: گدھے کی آواز کو واحد ذکر کیا جمع نہیں لائے۔ کیونکہ ہر جنس میں سے ہر ایک آواز کا ذکر کرنا مراد نہیں کہ جمع لانے کی ضرورت ہو بلکہ یہاں مقصود یہ ہے۔ کہ ہر جنس حیوان کی ایک آواز ہے اور ان اجناس میں سے بدترین آواز اس جنس کی ہے اسلئے اس کا واحد لانا ضروری تھا۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بلاشبہ اللہ نے تمہارے لیے وہ سب کچھ مسخر فرمایا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں

ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا

بھرپور انڈیل دی ہیں، اور لوگوں میں بعض لوگ ایسے ہیں جو بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کتاب کے اللہ کے بارے میں

كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا

جھگڑتے ہیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ نے نازل فرمائی تو کہتے ہیں کہ بلکہ ہم تو اس چیز کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے

عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ يُّسْلِمْ

اپنے باپ دادوں کو پایا ہے کیا باپ دادوں کا اتباع کریں گے اگرچہ ان کے باپ دادوں کو شیطان عذاب دوزخ کی طرف بلا رہا ہو۔ اور جو شخص اپنی ذات کو

وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ

اللہ کا فرمانبردار بنا دے اور وہ مخلص بھی ہو تو اس نے مضبوط کڑے کو اچھی طرح سے پکڑ لیا اور اللہ ہی کی طرف

عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ

سب کاموں کا انجام ہے۔ اور جو کوئی شخص کفر اختیار کرے تو اس کا کفر آپ کو رنجیدہ نہ کرے ان سب کو ہمارے ہی پاس لوٹنا ہے سو ہم انہیں وہ عمل بتا دیں گے جو انہوں نے کیے،

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾

بلاشبہ اللہ کو دلوں کی باتیں خوب معلوم ہیں۔ ہم انہیں چند روز عیش دیں گے پھر انہیں سخت عذاب کی طرف مجبور کریں گے۔

دلائل قدرت:

۲۰: اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ (کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمان کی چیزوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے) یعنی سورج، چاند، ستارے، بادل وغیرہ مراد ہیں۔ وَمَا فِي الْاَرْضِ (اور جو کچھ زمین میں ہے) وہ بھی یعنی سمندر، دریا، کانیں، چوپائے وغیرہ۔ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ (اور اس نے پوری کر رکھی ہیں تم پر) نِعَمَهٗ (اپنی نعمتیں)

قراءت: نِعَمَهٗ، مدنی، ابو عمرو، سہل، حفص نے عین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا۔ نِعْمَةً دیگر قراء نے سکونِ عین سے پڑھا ہے۔

تعریفِ نعمت:

ہر وہ فائدہ جس سے احسان کا ارادہ کیا جائے۔

ظَاهِرَةً (ظاہری) جو مشاہدہ میں آنے والی ہیں۔ وَّ بَاطِنَةً (اور باطنی) جو دلیل سے معلوم ہوتی ہیں۔ایک اور قول ہے کہ نمبرا۔ظاہری نعمتیں، آنکھ، کان، زبان، تمام اعضاء ظاہرہ، نمبر۲۔باطنی نعمتیں، دل، عقل، فہم، اور جو اس کے مشابہ ہیں۔

دُعائے موسیٰ علیہ السلام:

میں یہ کلمات ہیں: الھی ! دلّنی علی اخفیٰ نعمتك علی عبادك اے اللہ مجھے اپنے بندوں پر مخفی ترین نعمت کے بارے میں بتلائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اخفی نعمتی علیهم النفس میری سب مخفی سے نعمت بندوں پر وہ جان ہے۔

قولِ دیگر:

شرائع کی تخفیف ذرائع، وسائل کا بڑھانا، پیدا کرنا، اخلاق وعطایا کا پانا، مصائب کا دور کرنا اور پھیر دینا مخلوق کا مقبول ہونا، رب کی رضامندی۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ظاہری نعمتیں! تخلیق کو درست بنانا۔ باطنی نعمتیں! عیوب کو چھپانا۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ (اور بعض آدمی ایسے ہیں جو بغیر واقفیت اور) وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ (بغیر دلیل اور بغیر کسی روشن کتاب کے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہیں)۔

شانِ نزول: یہ نضر بن حارث کے متعلق اتری۔سورۂ حج میں ذکر کیا گیا ہے۔

۲۱: وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو) قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا (اللہ تعالیٰ نے اتاری ہے وہ کہتے ہیں بلکہ ہم تو اسی کی اتباع کریں گے)۔ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى (جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے۔کیا اگر شیطان ان کو عذاب) عَذَابِ السَّعِيْرِ (دوزخ کی طرف) بلاتا ہو تب بھی (یہ ان کی اتباع کریں گے) اگر شیطان ان کو عذابِ نار کی طرف دعوت دیتا رہا ہو۔

مضبوط کھونٹے والا:

۲۲: وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ (جو شخص اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دے)۔

نحو: یہاں اَسْلَمَ کو الی کے ذریعے متعدی بنایا گیا ہے جبکہ بل من اسلم وجهه لله [البقرہ:۱۱۲] میں لام سے متعدی بنایا گیا ہے۔لام کے ساتھ اس کا معنی یہ ہے اس نے اپنی ذات اور نفس اس طرح کر دیا کہ وہ سالم یعنی خالص ہے اللہ تعالیٰ کیلئے۔

الی کے ساتھ اس کا معنی یہ ہے اس نے سپرد کر دیا اپنے نفس کو اس طرح کہ جیسے سامان کسی شخص کے سپرد کیا جاتا ہے مراد اس سے اللہ تعالیٰ پر توکل اور اس کی بارگاہ میں سپردگی ہے۔

وَهُوَ مُحْسِنٌ (اس حال میں کہ مخلص ہو) ان کاموں میں جو کرے فَقَدِ اسْتَمْسَكَ (پس اس نے تھام لیا) اور وہ چمٹ

گیا استمساک، یہ تمسک اور تعلق کے معنی میں ہے۔
بِالْعُرْوَةِ (مضبوط رے کو) العروۃ: وہ کھونٹا جس سے کسی چیز کو لٹکایا جائے۔ الْوُثْقٰى (مضبوط) یہ اوثق کی مؤنث ہے اس آیت میں متوکل کی حالت کو اس آدمی کی حالت سے مثال دی گئی جو بلند چوٹی سے نیچے لٹکنا چاہتا ہے۔ اس نے احتیاط کرتے ہوئے مضبوط رسی والے کھونٹے کو تھام لیا جو انقطاع سے محفوظ و مامون ہے۔ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (اور تمام کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پہنچے گا۔) یعنی اس ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں پس وہ ان پر بدلہ دیگا۔
۲۳: وَمَنْ كَفَرَ (اور جس نے کفر کیا) اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد نہ کیا۔ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ (اس کا کفر آپ کو غم میں مبتلا نہ کرے)۔
قراءت: نافع نے یُحْزِنك پڑھا ہے۔ حزن واحزن جو کفر اختیار کرتا ہے اس کا کفر آپ کو غمزدہ نہ کرے۔
اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا (ان سب کو ہمارے ہی پاس لوٹنا ہے پس ہم ان کو بتلا دیں گے جو کچھ وہ کیا کرتے تھے) پس ہم ان کو ان کے اعمال پر سزا دیں گے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (بیشک اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کو جاننے والے ہیں) بلاشبہ اللہ کو اپنے بندوں کے سینوں کی باتوں کا علم ہے پس اس کے مطابق ان سے سلوک کرے گا۔
۲۴: نُمَتِّعُهُمْ (ہم ان کو عیش دیئے ہوئے ہیں) ایک مدت تک قَلِيْلًا (تھوڑی) دنیا میں ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ (پھر ہم ان کو مجبور کریں گے) کشاں کشاں لے جائیں گے۔ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ (ایک سخت عذاب کی طرف) عذاب کے لازم اور لاحق ہونے کو مضطر و مجبور کے اضطراء سے تشبیہ دی ہے۔ الغلظ کا لفظ جو سخت اجسام کیلئے آتا ہے۔ عذاب کی شدت ظاہر کرنے کے لئے بطور استعارہ استعمال ہوا ہے۔ اصل مقصود یہاں عذاب پانے والے پر بوجھ و شدت ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا فرمایا تو وہ ضرور ضرور یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے پیدا فرمایا! آپ فرما دیجئے کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے بلکہ

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٥﴾ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ ﴿٢٦﴾

ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے، اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے، بلا شبہ وہ بے نیاز ہے سب خوبیوں والا ہے

وَلَوْ اَنَّ مَا فِى الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ

اور زمین میں جتنے بھی درخت ہیں اگر وہ سب قلم بن جائیں اور یہ جو سمندر ہے اس کے بعد سات سمندر اس میں اور شامل

اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٧﴾ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا

ہو جائیں تو اللہ کے کلمات ختم نہ ہو گے، بلا شبہ اللہ عزیز ہے حکیم ہے تمہارا پیدا کرنا اور موت کے بعد اٹھانا مگر

كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿٢٨﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ

ایک ہی جان کی طرح، بلا شبہ اللہ سننے والا ہے دیکھنے والا ہے۔ اے مخاطب! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو

وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؗ كُلٌّ يَّجْرِىْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ

رات میں، اور اس نے چاند اور سورج کو مسخر فرمایا، ہر ایک اپنے وقت مقررہ تک چلتا ہے، اور

اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٩﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ

بلا شبہ اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو، یہ اس وجہ سے ہے کہ بلا شبہ اللہ حق ہے اور بلا شبہ یہ لوگ اس کے علاوہ جن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں

الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِىُّ الْكَبِيْرُ ﴿٣٠﴾ ع

وہ باطل ہیں اور بلا شبہ اللہ عالی شان ہے اور بڑا ہے۔

۲۵: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ (اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کس نے آسمان وزمین) وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ (کو پیدا کیا تو وہ ضرور یہی جواب دیں گے اللہ تعالیٰ نے) آپ کہہ دیجئے الحمد للہ یہ الزام بطور اقرار ہے کہ وہ ذات جس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا وہی اللہ وحدہ لاشریک ہے اسی ہی کیلئے حمد وشکر واجب ہے۔ اور لازم ہے کہ اس کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کی جائے۔ پھر فرمایا۔

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (بلکہ ان کی اکثریت جانتی نہیں) کہ یہ بھی ان پر لازم ہے۔ اور جب ان کو خبردار کیا جاتا ہے تو خبردار نہیں ہوتے۔

۲۶: لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ (اوراللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ) هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ (وہی بے نیاز خوبیوں والا ہے) الغنی یعنی تعریف کرنے والوں کی حمد سے بے نیاز۔ الحمید حمد کا حقدار ہے۔ خواہ وہ اس کی تعریف نہ بھی کریں۔

۲۷: مشرکین نے کہا یہ وحی عنقریب ختم ہو جائے گی اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار کر بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ختم نہیں ہو سکتا۔ وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ (اور اگر جتنے درخت زمین میں ہیں قلمیں بن جائیں)۔ وَّ الْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ (اور یہ سمندر اور اس کے ساتھ سات اور سمندر شامل ہو جائیں)۔ كَلِمٰتُ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہ ہوں)۔

قراءت: ابوعمرو اور یعقوب نے البَحَر کو فتحہ سے پڑھا ہے۔ ان کے اسم پر عطف کیا ہے۔ اور وہ ما ہے اور بقیہ قراء جنہوں نے رفع پڑھا ہے نمبر۱۔ انہوں نے اَنّ کے محل اور معمول پر عطف کیا ہے تقدیر کلام اس طرح ہوئی ولو ثبت کون الاشجار اقلاما وثبت البحر ممدودًا بسبعة ابحر۔ اگر درختوں کی قلمیں بن جائیں اور موجودہ سمندر سات سمندروں کے ساتھ مل جائیں۔ نمبر۲۔ رفع کی دوسری وجہ یہ جملہ ابتدائیہ ہے اور واؤ حالیہ ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا ولو ان الاشجار قلام فی حال کون البحر ممدودًا اگر درخت اقلام ہوں اس حال میں کہ سمندروں کے ساتھ اور سمندر ملائے ہوئے ہوں۔ یَمُدُّهٗ کو یُمِدُّهٗ بھی پڑھا گیا ہے۔

نکتہ: کلام کا تقاضا یہ تھا کہ اس طرح کہا جاتا ولو ان الشجر اقلام والبحر مداد۔ لیکن مداد کے ذکر کی ضرورت کو یمد نے پورا کر دیا کیونکہ اہل عرب کہتے ہیں مد الدواة وامدّها گویا بحرِ اعظم کو بمنزلہ دوات قرار دیا۔ اور سات بھرے سمندروں کو سیاہی قرار دیا کہ وہ اپنی سیاہی اس دوات میں پلٹتے رہیں ذرا انقطاع واقع نہ ہو۔

آیت کا معنی یہ ہے اگر تمام روئے زمین کے درخت قلم بن جائیں اور موجودہ سمندر جن کے ساتھ سات اور سمندر مل کر سیاہی بن جائیں اور وہ قلمیں اس سیاہی سے اللہ تعالیٰ کے کلمات کو لکھنا شروع کریں اور لکھتی رہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہ ہونگے قلم اور سیاہی ختم ہو جائے گی جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا قل لو کان البحر مدادًا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی [الکہف:۱۰۹]

سوال: والبحر یمده۔ رفع کی ایک صورت میں حال واقع ہے۔ لیکن اس میں کوئی ضمیر نہیں پائی جاتی جو ذوالحال کی طرف راجع ہو؟

جواب: یہ اس محاورہ کی طرح ہے جئت والجیش مصطف اور اس طرح کے دوسرے حال جو ظروف کی طرح مستعمل ہوتے ہیں۔

ایک نحوی نکتہ:

شجرہ کو واحد ذکر کیا گیا کیونکہ شجر کی تفصیل اور ایک ایک درخت کر کے پڑتال مراد ہے۔ یہاں تک کہ کوئی جنس شجر اور کوئی

درخت باقی نہ رہ جائے کہ جس کی اقلام نہ بنائی گئی ہوں۔ اسی طرح یہاں کلمات جمع قلت کو کلم پر ترجیح دی حالانکہ وہ جمع کثرت ہے کیونکہ اس کا معنی یہ ہے اس کے کلمات سمندروں کے ساتھ لکھے جانے سے جب ختم ہونے والے نہیں تو کلام سے کیسے ختم ہو سکتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ (بیشک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں) اس کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔ حَكِيْمٌ (حکمت والے ہیں) اس کے علم وحکمت سے کوئی چیز نکل نہیں سکتی۔ پس اس کے کلمات وحکم ختم نہ ہونگے نہ ہو سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو ایک شان، دوسری شان سے غافل نہیں کرتی:

۲۸: مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ (تمہارا پیدا کرنا اور اٹھایا جانا ایک جان کی طرح ہے) ای الّا کخلق نفس واحدۃ خلق کا لفظ حذف کر دیا گیا کیونکہ وہ معلوم ومعروف ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے قلیل وکثیر کا فرق نہیں اس کو ایک شان دوسری شان سے غافل نہیں کر سکتی۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ (بیشک اللہ ہر بات کو سننے والے ہیں) جو مشرکین کہہ رہے ہیں کہ بعث بعد الموت نہیں ہے۔ بَصِيْرٌ (اور ہر چیز کو دیکھنے والے ہیں) جو اعمال وہ کرتے ہیں پس وہ ان کا بدلہ انہیں دیں گے۔

۲۹: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ (اے مخاطب کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے) رات کی ظلمت کو ضوءِ نہار میں داخل کر دیتا ہے جبکہ رات آتی ہے۔ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ (اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور اس نے شمس وقمر کو کام میں لگا دیا) بندوں کے منافع کیلئے۔ كُلٌّ (سورج وچاند میں سے ہر ایک) يَّجْرِيْ (اپنے مدار میں چل رہا ہے) اور اس کو طے کر رہا ہے۔ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى (ایک مدت مقررہ کیلئے) قیامت کے دن تک یا وقت معلوم تک جیسے سورج سال بھر کیلئے اور چاند ہر مہینہ کے آخر تک وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (اور بیشک اللہ تعالیٰ جو تم اعمال کرتے ہو ان سے مطلع ہیں)۔

قراءت: تعلمون کو یاء کے ساتھ عیاش نے پڑھا ہے۔

ایک نکتہ:

دن رات کا آنا جانا اور ان میں اضافہ اور کمی اور سوج وچاند کا اپنے اپنے مداروں میں گھومنا ایک اندازے اور حساب کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ اور اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ اپنی مخلوق کے تمام اعمال کا احاطہ کرنے والے ہیں اور یہی چیز اس کی عظیم قدرت اور کمال حکمت کا ثبوت اور اعلیٰ دلیل ہے۔

اللہ عزوجل ہستی میں کامل ہے:

۳۰: ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ (اور یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہے) وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (اور جن چیزوں کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں)۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بلاشبہ کشتی اللہ کی نعمت کے ساتھ سمندر میں چلتی ہے تا کہ وہ تمہیں اپنی نشانیوں میں سے دکھلائے، بلاشبہ اس میں ہر ایسے شخص کے لیے

لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ

نشانیاں ہیں جو خوب صبر کرنے والا خوب شکر کرنے والا ہو، اور جب انہیں موج ڈھانپ لیتی ہے جو سائبانوں کی طرح ہوتی ہے تو وہ خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں،

فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾

پھر جب وہ انہیں نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو ان میں سے بعض لوگ راہِ اعتدال پر چلتے ہیں، اور ہماری آیتوں کا بس وہی شخص انکار کرتا ہے جو عہد کا بہت جھوٹا بہت ناشکرا ہو۔

قراءت: یدعون یاء کے ساتھ سوائے ابوبکر کے باقی عراقی قراء نے پڑھا ہے۔

الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ (وہ باطل ہے اور بیشک اللہ وہی عالی شان و بڑا ہے)۔ یعنی یہ صفت جو اس کی بیان کی گئی ہے یہ اس کی قدرت کے عجائبات اور اس کی ایسی حکمت میں سے ہے جس سے زندہ لوگ جن کو کچھ قدرت و علم بھی حاصل ہے۔ وہ بھی عاجز ہیں تو وہ جماد بت جن کو یہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں ان کو کیونکر قدرت حاصل ہوسکتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ الوہیت برحق اسی ہی کی ذات کیلئے ثابت ہے اور اس کے علاوہ سب کی الوہیت باطل ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی بلند و عالی شان اور بڑی دبدبے والی ہے۔

۳۱: اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ (کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کشتیاں سمندر میں) اللہ تعالیٰ کے بِنِعْمَتِ اللّٰهِ (فضل سے چلتی ہے۔)

قراءت: الفُلْكَ کو الفُلُك بھی پڑھا گیا ہے۔

ایک کلیہ:

اس کے لئے قانون یہ ہے کہ ہر وہ لفظ کہ جو فُعْلٌ کے وزن پر ہو اس کے عین پر ضمہ جائز ہے جیسا کہ فُعْلٌ کو فُعُلٌ پڑھنا جائز ہے۔ نعمت اللہ کا معنی احسان و رحمت ہے یا ہوا کی نعمت سے تعبیر کیا کیونکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہے۔ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ (تاکہ وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے) سمندر میں اپنی قدرت کے عجائبات دکھائے جب تم سمندر میں سفر کرو۔ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ (بلاشبہ اس میں ہر ایسے شخص کیلئے جو صابر) اس کی طرف سے آنے والے ابتلاء پر شَكُوْرٍ (شاکر کیلئے نشانیاں ہیں) جو اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے والا ہے۔ یہ دونوں مؤمن کی صفات ہیں، ایمان کے دو حصے ہیں نمبر ۱۔ نصف شکر نمبر ۲۔ نصف صبر۔ گویا اس طرح فرمایا: ان فی ذلك لا یات لکل مؤمن کہ اس میں ہر مؤمن کیلئے عبرت کی نشانیاں ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اوراس دن سے ڈرو جس دن باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ نہ دے گا اور نہ

مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ

کوئی بیٹا اپنے باپ کی طرف سے کچھ بھی بدلہ دینے والا ہوگا۔ بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے، سو تمہیں دنیاوالی زندگی ہرگز دھوکے میں

الدُّنْيَا ٚ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۞۳۳

نہ ڈال دے، اور ہرگز تمہیں اللہ کا نام لے کر بڑا دھوکہ باز دھوکہ میں نہ ڈالے۔

مصیبت میں وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں:

۳۲: وَاِذَا غَشِيَهُمْ (اور جب ان کو گھیر لیتی ہیں) یعنی کفار کو مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ (سائبانوں کی طرح امواج) موج بلند ہو کر جب لوٹتی ہے تو سائبان کی طرح بن جاتی ہے۔ الظلل یہ ظلۃ کی جمع ہے۔ ہر وہ چیز جو تمہیں سایہ دے خواہ پہاڑ ہو یا بادل اور شئی دیگر۔ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ (وہ اللہ تعالیٰ کو خالص اعتقاد کر کے پکارتے ہیں پھر جب ان کو نجات) اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ (دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے پس ان میں سے بعض اعتدال پر رہتے ہیں) مقتصد کا معنی ایمان واخلاص پر باقی رہنے والے ہیں جو ایمان پہلے ظاہر ہوا تھا اور وہ کفر کی طرف نہیں لوٹتے۔ نمبر۲ کفر وظلم میں زیادہ نہیں بڑھتے بلکہ درمیانے درجہ میں رہتے ہیں اور کچھ ڈانٹ ڈپٹ قبول کرتے ہیں کفر میں غلو اختیار نہیں کرتے۔ نمبر۳۔ اخلاص میں میانہ رو ہیں وہ اخلاص جو سمندر میں ان سے ظاہر ہوا مطلب یہ ہے اخلاص وقتی ہے جو خوف کے موقعہ پر پیدا ہوا یہ کسی میں بھی باقی نہیں رہتا۔ اور ایسے میانہ رو بھی نادرونایاب ہیں۔ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ (اور ہماری آیات کا انکار فقط وہ لوگ کرتے ہیں) یعنی آیات کی حقیقت کا انکار اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ (جو بدعہد وغدار ہوتے ہیں)۔ الختر (بدترین غداری)۔ كَفُوْرٍ (ناشکرے ہیں) اپنے رب تعالیٰ کے۔

۳۳: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ (اے لوگو اپنے رب سے ڈرو!) وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا) اس کی طرف سے کوئی حق ادا نہ کر سکے گا۔ اصل کلام یہ ہے لا یجزی فیہ مگر فیہ کو حذف کر دیا گیا۔ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا (اور نہ بیٹا اپنے باپ کی طرف سے ذرا بھر مطالبہ ادا کر سکے گا)۔

ایک نکتہ:

یہ جملہ تاکید کے ایسے طریقہ پر وارد ہوا ہے کہ معطوف علیہ اس طرح نہیں کیونکہ جملہ اسمیہ جملہ فعلیہ کی نسبت زیادہ تاکید والا ہے۔ اور اس میں مزید ھو کا ملانا اور مولود کا لانا اس کو اور مؤکد بنا رہے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہاں خطاب ایمان والوں کو فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ ۚ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ ۚ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ؕ

بلا شبہ اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے، اور وہ بارش کو نازل فرماتا ہے، اور وہ جانتا ہے جو ماؤں کے ارحام میں ہے،

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ

اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کو کیا کرے گا، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ اسے کس زمین میں موت آئے گی،

اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿۳۴﴾

بلاشبہ اللہ جاننے والا ہے باخبر ہے۔

اوران کے بڑوں کوحالانکہ مسلمانوں کے آباءواجداد کی اموات کفر میں آئیں (سوائے اقل قلیل کے) پس اس میں مسلمانوں کی اس طمع کو مٹانا مقصود ہے کہ وہ اپنے اباء کفار کی کچھ سفارش قیامت کے دن کر سکیں گے المولود میں تاکید کا معنی اس طرح ہے کہ ان میں سے ایک بچہ اپنے قریب ترین والد کیلئے جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا اگر سفارش کرے گا تو وہ بھی قبول نہ ہوگی چہ جائے کہ آباءواجداد مقدمین کیلئے۔

الولد کا اطلاق:

الولد کا اطلاق بیٹے اور پوتے دونوں پر ہوتا ہے بخلاف مولود یہ صرف اس پر بولا جاتا ہے جو تیرا اپنا صلبی بیٹا ہو پوتے پر اطلاق نہیں ہوتا۔ (کذافی الکشاف) اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ) بعث وحساب وجزاء۔ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا (برحق ہے پس تمہیں دنیا کی زندگی دھوکا میں مبتلا نہ کردے) اپنی زینت کے باعث اس کی نعمتیں قریب مگر لذات فانیہ ہیں۔ وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ (اور نہ تمہیں دھوکہ میں ڈال دے اللہ کے متعلق دھوکہ باز)۔ نمبر۱۔ شیطان نمبر۲ دنیا نمبر۳۔ امید۔

مفاتیح الغیب:

۳۴: اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ (بیشک اللہ تعالیٰ ہی کو قیامت کی خبر ہے)۔ یعنی قیامت کے وقوع کا وقت وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ (اور وہی بارش برساتا ہے)۔

قراءت: یُنَزِّلُ تشدید سے شامی، مدنی، عاصم نے پڑھا ہے۔ اوراس کا عطف اس پر ہے۔ جس کا تقاضا فعل کا ظرف کررہا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے ان اللہ یثبت عندہ علم الساعۃ و ینزل۔ الغیث (بارش وبادل) اپنے ظہور میں بغیر تقدیم وتاخیر کے وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ (اور وہ جانتا ہے جو کچھ ارحام میں ہے) آیا مذکر ہے یا مؤنث، کامل یا ناقص وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ (اور کوئی نفس نہیں جانتا) خواہ نیک ہو یا بد ما ذا تتکسب غَدًا (وہ کل کیا کمائے گا)۔ خیر یا شر۔ بسا اوقات وہ ارادہ خیر رکھتا ہے

مگر برائی کر گزرتا ہے اور بسا اوقات برائی کا ارادہ کرنے والا ہوتا ہے مگر بھلا کام کر لیتا ہے۔ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ (اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا)۔

یعنی کہاں اس کی موت واقع ہوگی بعض اوقات وہ ایک مقام پر مقیم ہوتا ہے اور اپنے خیمے گاڑے ہوتا ہے زبان سے نعرہ بلند کرتا ہے میں یہاں سے نہ جاؤں گا۔ تقدیر کے فیصلے اس کو اس مکان پر لا ڈالتے ہیں جہاں اس کے متعلق طے ہوتا ہے حالانکہ اس کے کسی گوشۂ خیال میں بھی یہ بات نہیں ہوتی۔

روایت تفسیر یہ ہے:

کہ سلیمان علیہ السلام کے پاس موت کا فرشتہ گزرا۔ وہ آپ کے پاس بیٹھنے والوں میں سے ایک کو غور سے دیکھنے لگا آدمی نے اسی دم کہا یہ کون ہے؟ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا ملک الموت ہے اس نے کہ اس طرح معلوم ہوتا ہے۔ یہ مجھے چاہ رہا ہے اور سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہوا کو حکم دیں وہ مجھے ہندوستان میں ڈالدے آپ نے اس کی بات مان لی۔ پھر ملک الموت سلیمان علیہ السلام سے عرض پیرا ہوا۔ میں اس کی طرف تعجب سے دیکھ رہا تھا کیونکہ مجھے حکم ملا تھا کہ میں اس کی روح ہندوستان میں قبض کروں مگر وہ آپ کے پاس بیٹھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے علم موت تو اپنے لئے مقرر فرمایا۔ اور درایت بندوں کو عنایت فرمائی کیونکہ درایت میں ہی حیلہ اور چالاکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی نفس موت کو نہیں جانتا اگرچہ وہ حیلہ کام میں لائے جو اس کے لئے مخصوص ہے۔ اور انسان کیلئے اس کی کمائی اور انجام سے بڑھ کر کوئی چیز خاص نہیں۔ پس جب انسان ان دونوں چیزوں کو معلوم نہیں کر سکتا۔ تو ان کے علاوہ چیزیں تو بہت دور ہیں کہ ان کو جان سکے۔

ایک نجومی کا عمل:

نجومی جو بادل و بارش اور موت کے اوقات کی خبریں دیتے ہیں تو محض قیاس ہے اور ستاروں کے ذریعہ ہے وہ دلیل سے ادراک نہیں کرتے۔ ان کا یہ قیاس غیب نہ بن سکے گا۔ کیونکہ وہ محض گمان و تخمینہ ہے علم نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مفاتح غیب پانچ ہیں۔ اور آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ [بخاری: ۴۶۹۷ احمد ۲/۲۴، ۵۲، ۵۸] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس نے ان پانچ چیزوں میں سے کسی ایک کے علم کا دعویٰ کیا اس نے جھوٹ بولا۔

منصور عباسی کا خواب:

منصور نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ شکل ہے۔ منصور نے اس سے پوچھا میری عمر کتنی باقی ہے اس فرشتے نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا تعبیر کرنے والوں نے اس کی تعبیر پانچ سال سے کر دی۔ بعض نے پانچ ماہ اور بعض نے پانچ ایام سے کر دی۔ ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا اس میں پانچ انگلیوں سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے کہ پانچ علوم اللہ تعالیٰ کے

سوا کوئی نہیں جانتا۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ (بیشک اللہ تعالیٰ غیوبات کو جاننے والے ہیں)۔ خَبِیْرٌ (وہ باخبر ہے)۔ جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ ہوگا۔

قولِ زہری رحمہ اللہ:

سورۃ لقمان کی اکثر قراءت کیا کرو کیونکہ اس میں عجائبات ہیں۔

الحمدللہ سورۃ لقمان کا تفسیری ترجمہ آج بروز بدھ ۷ اذوالحجہ ۱۴۲۳ھ ۱۹ فروری ۲۰۰۳ء قبل الظہر اختتام پذیر ہوا۔

سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ السجدہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں تیس آیات اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ② اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ

الٓمّٓ○ یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے، اس میں کوئی شک نہیں، رب العالمین کی طرف سے ہے، کیا وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس نے جھوٹ بنالیا ہے،

بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ

بلکہ بات یہ ہے کہ وہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ لوگ

يَهْتَدُوْنَ ③ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ

ہدایت پر آجائیں۔ اللہ وہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا فرمایا

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ④

پھر عرش پر مستوی ہوا تمہارے لئے اس کے سوا نہ کوئی ولی ہے نہ کوئی سفارشی، کیا تم نہیں سمجھتے؟

۲،۱: الٓمّٓ۔ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ (الم! یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اس میں کچھ شبہ نہیں)۔ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (یہ رب العالمین کی طرف سے ہے)

الٓمّٓ نحو: نمبرا۔ اگر اس کو سورت کا نام مانا جائے تو یہ مبتدأ ہے اور اس کی خبر تنزیل الکتاب ہے۔ نمبر۲۔ اگر اس کو حروف مقطعات سے شمار کریں تو پھر تنزیل الکتاب مبتدأ محذوف کی خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہوگی۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ : نحو: نمبرا۔ یہ مبتدأ اور اس کی خبر لا ریب فیہ ہے۔

لَا رَيْبَ فِيْهِ نحو: مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع اور اس کی خبر من رب العالمین ہے اور لا ریب فیہ جملہ معترضہ ہے اور اس کی ضمیر مضمون جملہ کی طرف راجع ہے گویا کلام اس طرح ہے لا ریب فی ذلك ای فی كونه منزلًا من رب العالمین۔ اس میں شبہ نہیں یعنی اس کے رب العالمین کی طرف سے منزل ہونے میں شبہ نہیں کیونکہ وہ انسانوں کو عاجز و درماندہ کرنے والا ہے۔ اور ایسی شئی شبہ سے بعید تر ہے۔ پھر اس سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا۔

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ

وہ آسمان سے لیکر زمین تک ہر امر کی تدبیر کرتا ہے، پھر ہر امر اس کے حضور میں ایک ایسے دن میں پہنچ جائے گا جس کی مقدار

اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۞

تمہاری گنتی کے مطابق ایک ہزار سال ہوگی۔

جب یہ اللہ کا اتارا ہوا ہے تو اس کو مفتری کہنے کی کوئی وجہ نہیں:

۳: اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ (کیا وہ کہتے ہیں کہ اس کو پیغمبر نے گھڑ لیا ہے) یعنی محمد ﷺ اس کو بنا کر لائے ہیں۔ کیونکہ اَم منقطعہ ہے جو کہ بل کے معنی میں ہے ہمزہ انکار و تعجب کیلئے ہے کلام اس طرح ہے بل ایقولون افتراہ (بلکہ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کو بنالیا ہے) اس لئے کہ قرآن تین آیات جو اس کی مثل ہوں کے چیلنج سے ان کے بلغاء کو عاجز کر چکا (پھر کس منہ سے اس کو من گھڑت کہتے ہیں) بَلْ هُوَ الْحَقُّ (بلکہ یہ سچی کتاب ہے) پھر ان کے انکار سے اعراض کرتے ہوئے اثبات کی طرف رخ پھیر دیا کہ بیشک وہ برحق ہے۔ مِنْ رَّبِّكَ (آپ کے رب کی جانب سے ہے) اس کو محمد ﷺ نے خود نہیں بنایا۔ جیسا کہ کفار مکہ محض ضد اور جہالت کی وجہ سے کہتے تھے۔ لِتُنْذِرَ قَوْمًا (تا کہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں) قوم سے اہل عرب مراد ہیں۔ مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ (جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا)۔

نحو: ماء نافیہ ہے اور جملہ قوماً کی صفت حالت نصبی میں واقع ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ (تا کہ وہ لوگ راہ پر آجائیں) رسول اللہ ﷺ کی طرف سے امید کی بناء پر لعل لایا گیا جیسا کہ موسیٰ و ہارون کی طرف سے امید پر ان کے لئے استعمال ہوا۔ لعله يتذكر [طٰہٰ: ٤٤]

خالق و مدبر وہی ہے:

۴: اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ (اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین) وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ (اور جو کچھ ان کے مابین ہے چھ دن کے عرصہ میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا) پھر عرش پر استیلاء کیا اس کے احداث کے سبب۔ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ (تمہارے لئے اس کے سوا) اللہ تعالیٰ کے سوا مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا شَفِيْعٍ (کوئی مددگار اور سفارش کرنے والا نہیں) یعنی جب تم اس کی رضامندی سے تجاوز کر جاؤ تو اپنے لئے اس کو مددگار نہ پاؤ جو تمہاری امداد کرے۔ اور نہ کوئی سفارشی پاؤ گے جو تمہاری سفارش کرے۔ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ (کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جانے والے مواعظ سے نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

۵: يُدَبِّرُ الْاَمْرَ (وہ معاملات کی تدبیر کرتا ہے) دنیا کے معاملات کی مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ (آسمان سے زمین تک) یہاں

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶﴾ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ

وہی پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے زبردست ہے رحمت والا ہے اس نے جو چیز بنائی خوب بنائی،

وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۸﴾

اور انسان کی پیدائش کی ابتداء مٹی سے کی، پھر اس کی نسل کو ذلیل پانی سے نکالی ہوئی چیز بنایا،

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ

پھر اس کو ٹھیک طرح بنا دیا،اور اس میں اپنی روح پھونک دی،اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنا دیئے۔

قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۹﴾ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ

تم کم شکر ادا کرتے ہو اور انہوں نے کہا کیا یہ واقعی بات ہے کہ جب مٹی میں رَل مِل جائیں گے تو نئے طور پر پیدا ہوں گے،

بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ

بلکہ بات یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔ آپ فرمادیجئے ملک الموت تمہاری جانوں کو قبض کرتا ہے جو تم پر مقرر ہے

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾

پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

ع ۱ — ۱۱ — ۱۴

تک کہ قیامت آجائے ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ (پھر یہ سب امر اسی کی بارگاہ میں پہنچ جائے گا) وہ سارے امور اس کی بارگاہ میں پہنچیں گے تا کہ وہ ان کے مابین فیصلہ فرمائے۔ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ (ایک ایسے دن میں جس کی مقدار ایک ہزار سال ہے) وہ قیامت کا دن ہے۔ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (تمہاری گنتی کے موافق) دنیا کے دنوں کے موافق ۔

تردید فرقہ باطلہ :

فرقہ مشبہ کیلئے الیہ کے لفظ سے استدلال کی کوئی گنجائش نہیں ہے وہ اس سے جہت ثابت کرتے ہیں حالانکہ اس سے الی حیث یرضاہ۔ (اس کی رضا کا مقام) یاالی امرہ۔ (اس کے حکم کی طرف) مراد ہے جیسا کہ ان آیات میں ان کے لئے الیٰ سے استدلال کا موقعہ نہیں۔ نمبرا۔ انی ذاهب الی ربی [الصافات:۹۹] نمبر۲۔ انی مهاجر الی ربی [العنکبوت:۲۶] نمبر۳۔ و من یخرج من بیته مهاجرًا الی الله [النساء:۱۰۰]

وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے:

۶: ذٰلِکَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ (وہی ہے جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر باتوں کا) یعنی وہ ان تمام چیزوں کو جو مخلوق سے پوشیدہ یا مخلوق کے مشاہدہ میں ہے جاننے والا ہے۔ الْعَزِیْزُ (وہ زبردست ہے) اس کا حکم و تدبیر ہر چیز پر غالب ہے۔ الرَّحِیْمُ (وہ مہربان ہے) اس کی نرمی اور آسانیاں انتہاء کو پہنچنے والی ہیں۔

قراءت: ایک قول یہ ہے کہ اس پر وقف نہیں کیونکہ الذی جملہ اس کی صفت ہے۔

اس کی دلیل:

۷: الَّذِیْٓ (وہ جس نے) یہ ماقبل کی صفت ہے۔ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ (ہر شی کو خوبصورت بنایا) اس کو خوب بنایا کیونکہ ہر چیز کو تقاضۂ حکمت سے مرتب فرمایا گیا ہے۔ خَلَقَہٗ قراءت: کوفی، نافع، سہل نے صفت قرار دیا ای کل شی خلقه فقد احسن۔ ہر چیز جو اس نے پیدا کی خوب بنایا۔ دیگر قراء نے خَلْقَہٗ بدل قرار دیا۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ احسن خَلْقَ کل شیء ہر چیز کی پیدائش کو خوب بنایا۔ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ (اور انسان کی تخلیق کی ابتداء مٹی سے کی) الانسان الف لام عہد کا ہے اور مراد آدم ہیں۔

۸: ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَہٗ (پھر اس کی نسل کو بنایا) اس کی اولاد کو۔ مِنْ سُلٰلَۃٍ (خلاصۂ اختلاط سے) یعنی نطفہ مِنْ مَّآءٍ (یعنی پانی سے) مراد منی ہے۔

نحو: یہ سلالہ سے بدل ہے۔ مَّھِیْنٍ (بے قدر سے) کمزور و حقیر۔

دوسری دلیل:

۹: ثُمَّ سَوّٰىہُ (پھر اس کے اعضاء درست کئے) جیسا کہ فرمایا فی احسن تقویم [التین: ۴] وَنَفَخَ (اور اس نے پھونکی) داخل کی۔ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِہٖ (اس میں اپنی روح)

نحو: اس میں اضافت تخصیص کیلئے ہے گویا اس طرح فرمایا و نفخ فيه من الشی الذی اختص هو به و بعلمه اس نے اس میں ایسی شیٔ پھونک دی جس کے وہ خاص ہے۔ اپنے علم کے ساتھ خاص ہے۔

تیسری دلیل:

وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَۃَ (اور اس نے کان، آنکھیں اور دل بنا دیے) تاکہ تم سن، دیکھ اور سمجھ سکو۔ قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ (بہت کم شکریہ تم لوگ ادا کرتے ہو) تم شکر کم کرتے ہو۔

۱۰: وَقَالُوْٓا (اور لوگ کہتے ہیں) یہ کہنے والا ابی بن خلف تھا کیونکہ اس کی یہ بات سب کو پسند تھی اس لئے سب کی طرف اسناد و نسبت کر دی۔ ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ (کیا جب ہم زمین میں نیست و نابود ہو گئے) یعنی مٹی ہو گئے اور زمین کی مٹی سے اس طرح

رل مل گئے اس سے امتیاز نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ پانی اور دودھ مل جاتے ہیں۔نمبر۲۔زمین میں دفن ہو کر غائب ہو گئے۔

قراءت: علی نے ضَلِلْنَا لام کے کسرہ سے پڑھا ہے کہا جاتا ہے ضَلَّ یَضِلُّ۔ضَلَّ یَضَلُّ۔

نحو: اذا ظرف اَاذا ضللنا میں منصوب ہوگا اس پر أانا لفی خلق جدید دلالت کرتا ہے۔

أَإِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ (کیا ہم نئی پیدائش میں آئیں گے) اور وہ دوبارہ اٹھنا ہے۔بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ (بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں) ضد سے انکار کرنے والے ہیں۔جب ان کے انکار بعث بعد الموت کو ذکر کیا تو اس سے بلیغ تر کی طرف اعراض کرتے ہوئے فرمایا۔اور وہ یہ ہے کہ وہ آخرت میں جو کچھ بھی ہونے والا ہے اس سب کے منکر ہیں فقط بعث ہی کے منکر نہیں۔

۱۱: قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ (کہہ دیجئے تمہاری جان موت کا فرشتہ قبض کرتا ہے جو تم پر متعین) ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ (ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے) تم کو موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے وہ قبض کرے گا تمہاری ارواح کو قبض کر کے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔اس کے بعد حساب و کتاب کیلئے تم اٹھائے جاؤ گے۔لقاء اللہ کا یہ معنی ہے۔

منکرین آخرت کو فہمائش:

التوفی: روح کو پورا پورا لینا تم سب کی ارواح کو قبض کیا جائے گا۔اہل عرب کہتے ہیں یوفیت حقی من فلان۔ جبکہ پورا پورا بغیر کسی نقصان کے لے لیا جائے۔

قول مجاہد رحمہ اللہ ہے کہ ملک الموت کیلئے زمین سمیٹ دی جاتی اور ایک پلیٹ کی طرح کر دی جاتی ہے وہ جہاں سے چاہتا ہے روح لے لیتا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ ملک الموت ارواح کو آواز دیتا ہے تو وہ اس کو جواب دیتی ہیں پھر اپنے ساتھیوں کو حکم دیتا ہے وہ اس کو قبض کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی اس سب کا حکم دینے والے ہیں۔وہی مخلوقات کے افعال کا خالق ہے یہ اس آیت اور دوسری آیات توفتہ رسلنا [الانعام:۶۱] میں اور الله یتوفی الانفس حین موتھا [الزمر:۴۲] میں موافقت کی ایک صورت ہے۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا

اور اے مخاطب اگر تو اس موقع کو دیکھے جبکہ مجرم لوگ اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہوں گے تو عجیب منظر دیکھے گا۔ یہ لوگ کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا سو ہم کو

نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۝۱۲ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ

واپس بھیج ہم نیک عمل کریں گے بلاشبہ ہمیں یقین آگیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے اور لیکن میری طرف سے یہ بات

الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝۱۳ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ

طے ہو چکی ہے کہ میں ضرور ضرور جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے بھردوں گا جو اس میں اکٹھے ہوں گے۔ سو تم آج کے دن کی ملاقات کو

لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۴

بھول جانے کی وجہ سے چکھ لو۔ بلاشبہ ہم نے تمہیں بھلا دیا اور تم جو اعمال کیا کرتے تھے ان کی وجہ سے ہمیشگی والا عذاب چکھ لو۔

۱۲: وَلَوْ تَرٰٓى (اور اگر آپ دیکھیں) یہ خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے نمبر۲۔ ہر ایک کو خطاب ہے۔

نحو: لو امتناعیہ ہے اور اس کا جواب محذوف ہے ای لرایت امرًا عظیمًا ۔

مجرمین کا حال:

اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ (جبکہ یہ مجرم لوگ) وہی لوگ ہیں جنہوں نے أاذا ضللنا فی الارض [السجدہ:۱۰] کے الفاظ کہے تھے۔ لو اور اذ دونوں ماضی کیلئے آتے ہیں اور یہ جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو منتظر ہے وہ بھی موجود ہی کی طرح ہے۔ تری اور جن کو یہ شامل ہے ان کے لئے مقدر ماننے کی ضرورت نہیں گویا اس طرح فرمایا گیا ولو تکون منك الرؤیة اور إذ اس کا ظرف ہے۔

نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ (وہ اپنے سروں کو جھکانے والے ہونگے) ذلت، حیاء، اور شرمندگی کی وجہ سے۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ (اپنے رب کے ہاں) اپنے رب کے ہاں حساب دیتے وقت۔ اس پر وقف جائز ہے کیونکہ حذف کا حق ہے کیونکہ تقدیر کلام یقولون رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا (اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا) تیرا وعدہ اور وعید سچی ہے۔ وَسَمِعْنَا (اور ہم نے سن لیا) تیری طرف سے تیرے رسولوں کی تصدیق یا ہم اندھے اور بہرے تھے پس ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا۔ فَارْجِعْنَا (تو ہمیں واپس لوٹا دے) دنیا کی طرف نَعْمَلْ صَالِحًا (ہم نیک عمل کریں گے) ایمان واطاعت اختیار کریں گے۔ اِنَّا مُوْقِنُوْنَ (بیشک ہم یقین کرنے والے ہیں) بعث بعد الموت اور حساب پر۔

۱۳: وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ (اگر ہمیں منظور ہوتا تو ہم ہر نفس کو) دنیا میں هُدٰىهَا (اس کا راستہ عطاء فرماتے) یعنی اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو وہ مہربانی جو ہمارے پاس ہے وہ دے دیتے جس کو اگر وہ اختیار کر لیتے تو ہدایت پا جاتے لیکن ہم نے ان کو وہ

مہربانی عنایت نہ کی کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ وہ کفر کو اختیار کریں گے اور وہ اس کو ترجیح دیں گے۔

ردِ معتزلہ:

کیونکہ معتزلہ کے ہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ہر نفس کو وہ چیز دے جس سے وہ ہدایت پائے اور اس نے دے بھی دی لیکن اس نے ہدایت نہ پائی۔ معتزلہ نے اس آیت کی تاویل مشیئتِ جبر سے کی ہے اور یہ فاسد تاویل ہے جیسا کہ دلائل سے معلوم ہو چکا۔ وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ (لیکن یہ بات ثابت ہو چکی کہ میں جہنم کو جنات اور انسان دونوں) وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (سے بھروں گا۔) لیکن یہ بات میری طرف سے لازم ہو چکی اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ وہ ایسے اعمال کریں گے جو ان پر جہنم کو واجب کر دیں گے۔ اور وہ اسی طرح ہوا جیسا اس کے علم میں تھا کہ وہ رد و تکذیب کو پسند کریں گے۔

نکتہ تخصیص:

جن و انس کی تخصیص سے اشارہ کر دیا کہ ملائکہ اس قسم کے اعمال سے معصوم ہیں جو جہنم کو واجب کرنے والے ہیں۔

۱۴: فَذُوْقُوْا (پس تم چکھو) عذاب کو بِمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ (اس وجہ سے کہ تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا) اس وجہ سے کہ تم نے ملاقات کے اعمال کو ترک کر دیا۔ یَوْمِكُمْ هٰذَا (وہ عمل ایمان ہے جس کو بھلایا)۔ اِنَّا نَسِیْنٰكُمْ (بیشک ہم نے تمہیں بھلا دیا) یعنی بھلائے ہوئے کی طرح عذاب میں چھوڑ دیا۔ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ (تم ہمیشہ کا عذاب چکھو) دائمی عذاب جو منقطع نہ ہوگا۔ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (اپنے اعمال کی وجہ سے) وہ کفر اور دیگر معاصی ہیں۔

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

ہماری آیات پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو آیات یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں جس کے ساتھ حمد بھی ہوتی ہے

وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۩ ﴿۱۵﴾ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا

اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ ان کے پہلو لیٹنے کی جگہوں سے جدا ہوتے ہیں ، وہ ڈرتے ہوئے

وَّطَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِىَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ

اور امید باندھتے ہوئے اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہم نے انہیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ سو کسی شخص کو اس کا علم نہیں ہے جو ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک کا

اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾

سامان پوشیدہ رکھا گیا ہے یہ ان اعمال کا بدلہ ہوگا جو دنیا میں کیا کرتے تھے سو جو شخص مومن ہو کیا وہ فاسق کی طرح ہو سکتا ہے؟ برابر نہیں ہیں

اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۟ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لئے باغ ہوں گے ٹھہرنے کی جگہوں میں یہ بطور مہمانی ان اعمال کے بدلہ ہوں گے جو دنیا میں

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ

کیا کرتے تھے۔ اور جن لوگوں نے نافرمانی کی ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے جب بھی اس میں سے نکلنے کا ارادہ کریں گے

اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾

اسی میں واپس لوٹا دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ آگ کا عذاب چکھو جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

ایمان والوں کی صفات:

۱۵: اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا (تو ہماری آیات پر وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جب ان کو وہ آیتیں یاد دلائی جائیں) یعنی ان آیات کے ساتھ نصیحت کی جائے خَرُّوْا سُجَّدًا (وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تواضع اور خشوع سے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور اسلام کی نعمت عنایت ہونے پر شکریہ میں سجدہ کرتے ہیں۔ وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ (اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں) تسبیح اللہ تعالیٰ کو ان باتوں سے جو اس کی ذات کے لائق نہیں پاک قرار دیتے ہیں۔ حمد اس کی حمد و ثناء بیان کرتے ہیں۔ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (اور وہ تکبر نہیں کرتے) ایمان لانے اور سجدہ کرنے سے تکبر نہیں کرتے۔

۱۶: تَتَجَافٰى (اور علیحدہ رہتے ہیں) دور اور الگ رہتے ہیں جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (ان کے پہلو خواب گاہوں سے) مضاجع

بستر اور سونے کے مقامات۔

سہل رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

ایک جماعت کو اس نے ایک عطیہ دیا اور وہ یہ ہے کہ ان کو اپنے سے مناجات کی اجازت دی اور ان کو اپنے وسیلہ میں سے قرار دیا۔ پھر اس پر ان کی تعریف و مدح کی اور فرمایا تتجافی جنوبھم عن المضاجع ۔ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ (وہ اپنے رب کو پکارتے ہیں) اپنے رب کی عبادت کرتے ہوئے پکارتے ہیں۔

خَوْفًا وَّطَمَعًا (امید و خوف سے) یہ مفعول لہ ہے مطلب یہ ہے لاجل خوفھم من سخطہ و طمعھم فی رحمته وھم المتھجدون اس کی ناراضی کے خوف اور اس کی رحمت کی طمع میں اس حال میں کہ وہ تہجد گزار ہوتے ہیں۔

قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

اس کی تفسیر میں فرمایا بندے کا رات کو قیام کرنا۔ [رواہ احمد ۵/۲۳۲،۲۴۲] ابن عطاء کہتے ہیں ان کے پہلو غفلت کے بستر کی بجائے قربت کے قالین کے خواہشمند ہیں یعنی رات کو نماز پڑھتے ہیں۔

انس رضی اللہ عنہ کا قول کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب نماز مغرب عشاء اخیرہ تک پڑھتے رہتے۔ انہی کے بارے میں یہ آیت اتری۔ (ابن مردویہ) ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو عشاء کی نماز پڑھ کر سوتے ہیں اس سے پہلے نہیں سوتے۔ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (اور جو ہم نے رزق دیا وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صَرف کرتے ہیں۔

مخفی عمل کا مخفی بدلہ:

۱۷: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ (پس کسی شخص کو معلوم نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ان کے لئے خزانہ غیب میں موجود ہے) ما یہ الذی کے معنی میں ہے ای الذی۔

قراءت: اُخْفِي حکایت نفس کے طور پر حمزہ، یعقوب نے پڑھا ہے۔

مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ (آنکھوں کی ٹھنڈک) کوئی نہیں جانتا کہ ان کیلئے کیا عظمت کی چیزیں ہیں۔ جَزَآءً (بدلہ کے طور پر)

نحو: یہ جوزوا مصدر کا مفعول ہے۔

بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (ان اعمال کے بدلہ میں جو وہ کرتے تھے)

حسن رحمہ اللہ کا قول:

جو لوگ دنیا میں اعمال سب سے چھپا کر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے وہ چھپا رکھا ہے جو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں اور نہ کسی کان نے سنا۔

مسئلہ: اس میں دلیل ہے کہ اس سے مراد رات کی نماز ہے۔ تاکہ بدلہ اس کے موافق ہو (وہ بھی مخفی وہ بھی مخفی)

وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۲۱﴾

اور ضرور ضرور ہم انہیں بڑے عذاب سے پہلے قریب والا عذاب چکھا دیں گے تاکہ وہ باز آجائیں ،

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا ۚ إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ

اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جسے اس کے رب کی آیات یاد دلائی جائیں پھر وہ ان سے اعراض کرے، بلاشبہ ہم مجرمین سے

مُنتَقِمُونَ ﴿۲۲﴾

بدلہ لینے والے ہیں۔

ع ۱۱ ۱۵

کافر ومؤمن میں فرق:

۱۸: ربط: پھر بیان کیا کہ جو نورِ ایمان وطاعت کے ساتھ ہے وہ اس کے برابر نہیں جو کفر وعصیان کے اندھیرے میں ڈوبا ہوا ہے فرمایا: أَفَمَن كَانَ مُؤْمِنًا كَمَن كَانَ فَاسِقًا (تو جو شخص مؤمن ہو گیا وہ اس شخص جیسا ہو جائے گا جو کافر ہے) فاسق یہاں کافر کے معنی میں ہے کیونکہ دونوں مَن پر محمول ہیں اور ایمان کا مقابل کفر ہوتا ہے۔ لَا يَسْتَوُونَ (وہ آپس میں برابر نہیں ہو سکتے) معنوی اعتبار سے اس کی دلیل اگلے ارشاد میں ہے۔

مؤمن کا بدلہ:

۱۹: أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ (جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے پس ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانہ) الْمَأْوَىٰ (جنتیں ہیں) جنت الماوٰی یہ جنت کی ایک قسم ہے جہاں ارواحِ شہداء قیام پذیر ہوتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے۔ یہ عرش کی دائیں جانب ہے۔ نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ (ان کے اعمال کے بدلہ میں بطور مہمانی) یہ عطیہ ان کے اعمال کے بدلہ میں ہوگا۔ النزل اول تو یہ مہمان کو پیش کیا جانے والا عطیہ تھا پھر اس کا استعمال عام عطیہ کیلئے ہونے لگا۔

کافر کا بدلہ:

۲۰: وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ (اور جو لوگ کافر ہوئے پس ان کا ٹھکانہ آگ ہے) ماویٰ کا معنی پناہ گاہ اور اترنے کی جگہ كُلَّمَا أَرَادُوا أَن يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ (وہ لوگ جب اس سے نکلنے کا ارادہ کریں گے پھر اس میں دھکیل دیے جائیں گے اور انہیں کہا جائے گا) ان کو جہنم کے داروغہ کہیں گے۔ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ (تم دوزخ کا وہ عذاب چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے)۔

مسئلہ: یہ دلیل ہے کہ یہاں فاسق سے مراد کافر ہے کیونکہ تکذیب ایمان کے بالمقابل ہے۔

۲۱: وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى (اور ضرور ہم ان کو قریب کا عذاب چکھائیں گے) دنیا میں قید کا عذاب اور وہ سات سال کا قحط جوان پر مسلط کیا گیا دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ (بڑے عذاب سے پہلے) بڑے عذاب سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔ ہم ان کو عذاب آخرت تک پہنچنے سے پہلے چکھائیں گے۔

دارانی کا قول:

عذابِ ادنیٰ سے رسوائی و ذلت مراد ہے اور عذابِ اکبر سے ہمیشہ کی آگ۔

ایک قول:

عذاب ادنیٰ سے عذابِ قبر مراد ہے۔

لَعَلَّهُمْ (شاید کہ وہ) جن کو قریبی عذاب دیا گیا ہے۔ يَرْجِعُوْنَ (باز آئیں) کفر سے توبہ کریں۔

اعراضِ حق عقل سلیم سے بعید تر ہے:

۲۲: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ (اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جس کو یاد دلائی جائیں) نصیحت کی جائے بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ (اس کے رب کی آیات) یعنی قرآن مجید کے ذریعہ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا (پھر وہ ان سے اعراض کرے) ان سے منہ موڑے اور ان میں تدبر نہ کرے۔

نحو: ثم استبعاد کیلئے آتا ہے۔ ایسی آیات جو اس قدر واضح، روشن اور سیدھے راستہ کی طرف راہنما اور سعادت عظمیٰ سے نوازنے والی ہوں ان سے نصیحت کرنے کے بعد جو آدمی اور اعراض کرے گا اس کا اعراض عقل سلیم سے بہت دور ہے۔ جیسا کہ تم اپنے دوست کو کہو۔ تو نے ایسی فرصت پائی مگر پھر اس سے فائدہ نہ اٹھایا؟ درحقیقت یہ بات اس کے فرصت کو غنیمت نہ جاننے سے استبعاد کا اظہار کرتے ہوئے تم نے کہی۔ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ (بلاشبہ ہم مجرمین سے انتقام لینے والے ہیں)

فائدہ: یہاں منہ نہیں فرمایا کیونکہ جب اس کو اظلم الظالمین قرار دیا پھر عام مجرمین کو اپنے انتقام سے ڈرایا اس سے بڑے ظالم کو انتقام کا بڑا حصہ پانے کا ثبوت خود مل گیا۔ اگر صراحت کی بجائے ضمیر لائی جاتی تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوسکتا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِىْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی سو آپ اس کے ملنے میں کچھ شک نہ کیجئے اور ہم نے ان کو

هُدًى لِّبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۳﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا

بنی اسرائیل کے لیے موجب ہدایت بنایا تھا۔ اور ہم نے ان میں سے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے جبکہ انہوں نے

صَبَرُوْا ۛؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ

صبر کیا ،اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ بلاشبہ آپ کا رب قیامت کے دن ان کے درمیان

الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾

ان چیزوں میں فیصلے فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

کتاب کا ملنا:

۲۳: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ (تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی) یعنی تورات فَلَا تَكُنْ فِىْ مِرْيَةٍ (پس آپ شک نہ کیجئے) مریۃ کا معنی شک آتا ہے۔ مِّنْ لِّقَآئِهٖ (ان کے ملنے میں) موسیٰ علیہ السلام کے کتاب ملنے سے نمبر۲۔ لیلۃ المعراج میں موسیٰ علیہ السلام سے آپ کی ملاقات نمبر۳۔ قیامت کے دن کی ملاقات نمبر۴۔ آخرت میں موسیٰ علیہ السلام کی رب تعالیٰ سے ملاقات اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات۔ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ (ہم نے اس کو بنی اسرائیل کیلئے ہدایت بنایا تھا)۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام پر اتاری جانے والی کتاب کو ان کی قوم کیلئے ہدایت بنایا۔

۲۴: وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً (اور ہم نے ان میں بہت سے پیشوا بنا دیے) قراءت: ائمة دونوں ہمزہ کے ساتھ کوفی وشامی نے پڑھا ہے۔ يَّهْدُوْنَ (وہ ہدایت کیا کرتے تھے) لوگوں کو اور ان کو اللہ تعالیٰ کے دین وشریعت کی طرف دعوت دیتے تھے۔ بِاَمْرِنَا (ہمارے حکم سے) جو خاص انہی کو دیا جبکہ انہوں نے حق اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر اختیار کیا یا معاصی سے اعراض پر جمے رہے۔ لَمَّا صَبَرُوْا (جبکہ انہوں نے ثابت قدمی اختیار کی)

قراءت: لِمَا صبروا یہ حمزہ وعلی کی قرات ہے۔ دنیا سے بچے رہنے کی وجہ سے۔

مَسْئَلَہ: اس سے ثبوت ملتا ہے۔ کہ جو صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کی امامت عنایت فرماتے ہیں۔ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ (اور وہ ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے) وہ ایسا یقینی علم رکھتے تھے جس میں شک کی ذرہ بھر ملاوٹ نہ تھی۔

۲۵: اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (بیشک آپ کا رب وہی ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا) نمبرا۔

اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِىْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ

کیاان لوگوں کواس چیز نے ہدایت نہیں دی کہ ان سے پہلے ہم کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں، یہ لوگ ان کے رہنے کی جگہوں میں چلتے پھرتے ہیں، بلاشبہ

فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ

اس میں نشانیاں ہیں، کیا یہ لوگ نہیں سنتے کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم سوکھی زمین کی طرف پانی کو روانہ

الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

کرتے ہیں پھر اس کے ذریعہ کھیتی نکالتے ہیں جس میں سے ان کے مویشی اور خود یہ لوگ کھاتے ہیں، کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے۔

انبیاء علیہم السلام اوران کی امتوں کے درمیان نمبر۲۔ مؤمنوں اور مشرکوں کے درمیان۔ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے) پس وہاں حق پرست اور باطل پرست ظاہر ہو جائے گا۔

۲۶: اَوَلَمْ (کیا نہیں)۔

نحو: واؤ عاطفہ ہے اور معطوف علیہ منوی جو معطوف کی جنس سے ہو اس پر عطف کیلئے لائی گئی ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے الم یدع۔ یهد ای یبین (یعنی واضح ہوا)

نحو: اس کا فاعل اللہ ہے اس کی دلیل زید کی قراءت ہے جو بروایت یعقوب نَهْدِ ہے۔

لَهُمْ (ان کو) اہل مکہ کیلئے۔ كَمْ (کتنے)

نحو: یہ یهد کا فاعل بنانا جائز نہیں ہے کیونکہ کم استفہام کیلئے ہے اور اس میں ماقبل قطعاً عمل نہیں کرتا۔ کم محلًا یہاں منصوب ہے۔ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ (ہلاک کر چکے ان سے پہلے امتیں) جیسا عاد، ثمود، قوم لوط۔

يَمْشُوْنَ فِىْ مَسٰكِنِهِمْ (یہ ان کے رہنے کے مقامات میں آتے جاتے ہیں)۔ یعنی اہل مکہ اپنی تجارت کے اسفار میں ان کے بلاد و دیار سے گزرتے تھے۔ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ (بیشک اس میں صاف نشانیاں ہیں کیا وہ لوگ سنتے نہیں) ان نصائح کو تاکہ ان سے وہ نصیحت حاصل کرتے۔

۲۷: اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ (کیا وہ نہیں نظر کرتے اس بات پر کہ ہم پانی پہنچاتے ہیں) ہم بارش اور دریا جاری کرتے ہیں۔ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ (خشک زمین کی طرف) یعنی وہ زمین جس کی نبات منقطع ہو چکی ہو یعنی کاٹ لی گئی ہو نمبر۱۔ یا تو پانی نہ ملنے کی وجہ سے نمبر۲۔ یا اس لئے کہ اس کو چروالیا گیا۔

جرز: اس زمین کو ہرگز نہیں کہتے جو فصل نہ اُگائے اس کی دلیل یہ قول ہے فنخرج به زرعًا الاية فَنُخْرِجُ بِهٖ (پھر ہم اس سے نکالتے ہیں) ہٖ سے مراد پانی ہے۔ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ (کھیتی جس سے کھاتے ہیں) ہٗ سے مراد کھیتی اَنْعَامُهُمْ (ان کے

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٨﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ فتح کب ہو گی اگر تم سچے ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ فتح کے دن کافروں کو

يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٢٩﴾ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ

انکا ایمان نہ نفع دے گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔ سو آپ ان سے اعراض کیجئے

وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿٣٠﴾ ع

اور انتظار کیجئے بے شک وہ منتظر ہیں۔

چوپائے) بھوسہ وَاَنْفُسُهُمْ (اور وہ بذات خود) اس غلہ سے اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ (کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں)۔ اپنی آنکھوں سے تا کہ وہ مردوں کے زندہ کرنے پر استدلال کر لیتے۔

فیصلے کے منتظر:

۲۸: وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ (اور وہ کہتے ہیں کب ہوگا یہ فیصلہ) کامیابی، نمبر۲۔ حکومت سے فیصلہ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے ربنا افتح بيننا [الاعراف:۸۹] مسلمان کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عنقریب مشرکین پر فتح دیں گے۔ نمبر۳۔ ہمارے اور ان کے مابین فیصلہ فرمادیں گے جب مشرکین یہ سنتے تو کہتے متى هذا الفتح۔ یہ کہہ کر طعنہ زنی کرتے کہ کس وقت وہ فیصلہ ہوگا! اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) کہ وہ ہو کر رہے گا۔

فیصلے کا دن:

۲۹: قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ (کہہ دیجئے فیصلہ کا دن) یہاں قیامت کا دن مراد ہے۔ وہی حقیقت میں مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے مابین فیصلہ کا دن ہوگا۔ اور اس دن مسلمانوں کو کافروں پر مکمل کامیابی ملے گی۔ نمبر۲۔ یوم بدر۔ نمبر۳۔ فتح مکہ کا دن۔ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ (کافروں کو ان کا ایمان فائدہ نہ دے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی)۔

ایک سوال:

یہ کلام ان کے سوال کا بظاہر درست جواب نہیں بنتا؟

حل:

جواب میں ان کی جو غرض معروف تھی۔ اس کا لحاظ کر کے جواب دیا گیا ہے۔ لیکن ان کے سوال کی غرض فیصلہ کا وقت تھا۔ اور وہ

بطور استہزاء وتکذیب کے اس کو جلد مانگ رہے تھے۔ اس لئے ان کو کہا گیا کہ تم عذاب جلدی مت مانگو۔ اور اس کا مذاق نہ اڑاؤ۔ پس گویا کہ میں اور تم اس دن کو پا چکے اور تم ایمان لائے مگر تمہارے ایمان نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔ اور عذاب کی آمد میں تم نے مہلت مانگی وہ بھی نہ ملی۔ جنہوں نے اس کی تفسیر فتح مکہ سے کی ہے یا یوم بدر سے کی ہے۔ ان کے نزدیک اس سے مراد مقتولین بدر و فتح ہیں۔ کیونکہ حالت قتل میں ایمان کا فائدہ نہیں۔ جیسا کہ فرعون کا غرق کے وقت ایمان معتبر نہ ہوا۔

۳۰: فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ (پس آپ ان سے اعراض کریں۔ اور انتظار کریں) ان پر کامیابی اور ان کی ہلاکت کا۔ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ (بیشک وہ بھی منتظر ہیں) تم پر غلبہ اور تمہاری ہلاکت و بربادی کے۔

سورت کی فضیلت:

آنحضرت ﷺ سونے سے قبل الم تنزیل اور تبارك الذی تلاوت فرماتے۔ اور فرمایا جس نے الم تنزیل اپنے گھر میں پڑھی وہاں تین دن تک شیطان داخل نہیں ہو سکتا۔ (قال الحافظ لم اجدہ) ابن مسعود رضی اللہ عنہ: سورۃ الم تنزیل یہ سورت مانعہ ہے جو عذاب قبر سے روکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس سورت کو اکثر فجر کی نماز میں پڑھتے۔ (احمد، ترمذی عن جابر)

الحمد للہ ۸ از ذوالحجہ جمعرات کی رات بعد از نماز عشاء ترجمہ تکمیل پذیر ہوا۔

سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ احزاب مدنی ہے اس میں تہتر آیتیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا

اے نبی اللہ سے ڈرتے رہیے اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانئے، بلاشبہ اللہ علیم ہے

حَكِيْمًا ① وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ②

حکیم ہے، اور آپ اس کا اتباع کیجئے جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر وحی کیا جاتا ہے، بلاشبہ اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو،

وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ③

اور اللہ پر بھروسہ کیجئے اور وہ کافی ہے اور کارساز ہے۔

۱: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ (اے نبی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور کافروں) وَالْمُنٰفِقِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (اور منافقوں کا کہنا نہ مانیے بیشک اللہ تعالیٰ بڑا علم والا بڑی حکمت والا ہے)۔

قول ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا مطلب:

حضرت ابی نے زر کو کہا سورۂ احزاب کی آیات تمہارے شمار میں کتنی ہیں انہوں نے جواب میں کہا۔ ۷۳ آیات حضرت کعب نے کہا اس ذات کی قسم جس کے نام کی قسم ابی اٹھاتا ہے یہ سورہ بقرہ کے برابر تھی یا اس سے بھی زیادہ لمبی ہم نے اس میں آیت رجم پڑھی۔ الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما البتة نكالا من الله والله عزيز حكيم۔ حضرت ابی کی مراد یہ ہے کہ یہ سورت من جملہ قرآن کے اس حصہ میں سے جو منسوخ ہوا۔

نشاندہی:

باقی وہ جو حکایت بیان کی جاتی ہے کہ یہ اضافہ ایک صحیفہ میں تھا جو عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پڑا تھا اس کو بکری نے کھا لیا یہ حکایت ملحدین اور رافضیوں کی تصنیفات سے ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اے ہماری طرف سے خبر دینے والے، ہمارے اسرار کے امین' ہمارے خطابات ہمارے بندوں تک پہنچانے والے۔

قراءت: نافع نے لنبیء ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے یہاں انداز خطاب لقب سے ہے نام سے نہیں جیسا کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو یا آدم، یا موسیٰ کہا گیا۔ آپ کی تشریف اور فضیلت کو ظاہر فرمانے کے لئے کیا گیا ہے البتہ دوسری آیت محمد رسول اللہ ﷺ [الفتح: ٢٩] اور بعض دیگر آیات میں نام کی تصریح یہ تعلیم دینے کیلئے ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہے۔

کفار اور منافقین کی باتیں نہ مانیں:

اتَّقِ اللّٰهَ (اللہ تعالیٰ سے ڈرو!) تقویٰ پر ثابت قدم رہو اور ہمیشگی اختیار کرو اور اس میں اضافہ کرو کیونکہ یہ ایسا باب ہے جس کی انتہاء کو پایا نہیں جاسکتا۔ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ (کسی بھی چیز میں کفار و منافقین کی مساعدت و مدد نہ فرمائیں) اور ان سے بچتے رہو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ اور مؤمنوں کے دشمن ہیں۔

روایت تفسیریہ میں ہے کہ ابوسفیان، عکرمہ بن ابوجہل، ابوالاعور سلمی احد لڑائی کے بعد مدینہ آئے۔ اور عبداللہ بن ابی کے ہاں مہمان رہے نبی اکرم ﷺ نے ان کو امان دیا کہ وہ آپ سے گفتگو کرسکیں۔ انہوں نے آپ سے کہا۔ ہمارے معبودوں کا تذکرہ چھوڑ دو۔ اور کہو کہ وہ سفارشی ہیں اور نفع ونقصان دے سکتے ہیں۔ منافقین نے ان کی اس بات میں مدد کی مسلمانوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تو یہ آیت اتری۔ **اتق الله فی نقض العهد ولا تطع الكافرين من اهل مكة والمنافقين من اهل المدينة فيما طلبوا۔** وعدہ خلافی میں اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھو اور کفار مکہ کا اور منافقین مدینہ کی بات نہ مانیں جو کچھ انہوں نے کہی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا (بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں) ان کے اعمال کی خیانت کو حَكِيْمًا اور ان کے ساتھ حکم قتال کی تاخیر میں حکمت والا ہے۔

٢: وَّ اتَّبِعْ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (اور اتباع کریں اس حکم کی جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے وحی کے ذریعہ بھیجا جاتا ہے) تقویٰ پر ثابت قدمی اور کفار و منافقین کی عدم اطاعت میں۔ اِنَّ اللّٰهَ (بیشک اللہ تعالیٰ) وہ ذات ہے جو آپ کی طرف وحی بھیجتا ہے۔ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (وہ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے) وہ انکے اور تمہارے اعمال سے پہلے سے باخبر ہے۔

ایک قول یہ ہے:

تعملون کو جمع لائے کیونکہ اتبع سے مراد آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں۔

قراءت: ابوعمرو نے یاء سے یعملون پڑھا ہے مطلب یہ ہوگا منافقین اور کفار تمہارے خلاف جو مکر و تدابیر کررہے ہیں۔

٣: وَّ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (اور تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو) اپنا معاملہ اس کے سپرد کرو اور اس کی تدبیر کے حوالے کردو۔

وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہے) محافظ ہے ہر معاملہ اسی کے حوالہ ہے۔

قول زجاج رحمہ اللہ:

یہ الفاظ اگرچہ خبر کے ہیں مگر ان کا معنی انشاء کا ہے ای اکتف باللہ و کیلا محفوظ ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ پر اکتفاء کرو۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓئِىْ تُظٰهِرُوْنَ

اللہ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے اور تمہاری ان بیویوں کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو تمہاری ماں

مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

نہیں بنایا، اور جو تمہارے منہ بولے بیٹے ہیں ان کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا، یہ تمہارے منہ سے کہنے کی بات ہے، اور اللہ

يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ

حق بات فرماتا ہے اور راستہ دکھاتا ہے، تم انہیں ان کے باپوں کے نام سے پکارو، یہ اللہ کے نزدیک انصاف کی بات ہے،

فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ

سو اگر تم ان کے باپوں کو نہ جانتے ہو تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں اور تمہارے دوست ہیں، اور جو کچھ تم سے خطا ہو جائے اس کے بارے میں تم پر

فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

کوئی گناہ نہیں اور لیکن جس کا تمہارے دل قصداً ارادہ کر لیں، اور اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

جیسے دل ایک ہے اسی طرح ایک عورت آدمی کی یا ماں ہوگی یا بیوی:

۴: مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ وَمَا جَعَلَ (اور اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے اور تمہاری ان بیویوں) اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓئِىْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ وَمَا جَعَلَ (کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو تمہاری ماں نہیں بنا دیا اور تمہارے منہ بولے) اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ (بیٹوں کو تمہارا بیٹا نہیں بنا دیا) یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک سینے میں دو دل جمع نہیں کیے اور نہ ہی کسی عورت میں زوجیت اور امومت اور نہ بنوت اور دعویٰ ابنیت کو جمع کیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح ایک انسان کے دو دل نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ حالت دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ ایک سے ایسے افعال کریگا۔ جیسے دوسرے لوگ اپنے دلوں سے کرتے ہیں تو ایک دل فضول و بے کار ہو اس کی ضرورت نہ ہوئی اور یا پھر وہ دوسرے دل سے لوگوں کے دلوں کے الٹ کریگا۔ تو اس سے اس کا دو متضاد صفات سے موصوف ہونا لازم آئے گا۔ کہ وہ ارادہ کرنے والا بھی ہے اور مجبور بھی جاننے والا اور گمان کرنے والا بھی اور یقین کرنے والا اور شک میں پڑا ہوا بھی۔ پس ثابت ہوا کہ ایک ہی دل سینے میں ہے اور ایک ہی ہونا ضروری ہے۔

اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی عورت یا تو کسی شخص کی ماں ہوگی یا بیوی۔ کیونکہ ماں مخدومہ ہے اور بیوی خادمہ ہے اور ان دونوں کے درمیان منافات ہے۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایک آدمی کسی کا منہ بولا بیٹا ہو اور حقیقی بیٹا ہو کیونکہ بنوت نسبت میں

داخل کرنے والی ہے اور منہ بولا بیٹا ہونا صرف نام سے ملانے والا ہے اس کے سوا کچھ نہیں تا کہ ایک شئی میں اصلیت اور غیر اصلیت جمع نہ ہو۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی مثال:

درحقیقت یہ مثال ہے جو زید بن حارثہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے یہ بنوکلب قبیلہ سے تھے بچپن میں قید ہوئے حکم بن حزام نے اپنی پھوپھی خدیجہ کیلئے ان کو خرید لیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خدیجہ کا نکاح ہو گیا تو خدیجہ نے زید آپ کو ہبہ کر دیا۔ زید کے والد اور چچا تلاش کے بعد مکہ پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا مطالبہ کیا آپ نے زید کو اختیار دیا تو زید نے والد و چچا کی بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چن لیا۔ آپ نے ان کو آزاد کر کے بیٹا بنا لیا۔ چنانچہ لوگ زید بن محمد کہنے لگے۔ جب جوان ہوئے تو اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش سے نکاح کر دیا۔ مگر نباہ نہ ہوئی زید نے طلاق دے دی۔ آپ نے بحکم الٰہی زینب بنت جحش سے نکاح کر لیا۔ تو منافقین نے پروپیگنڈا کیا کہ محمد نے اپنی بہو سے نکاح کر لیا ہے۔ حالانکہ یہ دوسروں کو اس سے روکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

ایک قول یہ ہے منافقین کہتے تھے کہ محمد کے دو دل ہیں ایک دل تمہارے ساتھ ایک اپنے اصحاب کے ساتھ۔ قول دیگر ابو معمر عربوں میں بڑے حافظ والا مشہور تھا اس کو لوگ ذوالقلبین کا لقب دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے قول کی تردید فرمائی اور اس کو ظہار اور تبنی میں بطور مثال بیان فرمایا۔

تاکیدات: نمبر۱۔ رجل میں تنوین تنکیر نمبر۲۔ قلبین پر مِنْ استغراقیہ داخل کرنا۔ نمبر۳۔ جوف کا لفظ خاص کر لانا۔ یہ تمام تاکیدات ہیں۔

قراءت: اللّٰئی ہمزہ کے بعد یاء جہاں بھی آئے کوفی اور شامی اسی طرح پڑھتے ہیں مگر نافع اللاء پڑھتے ہیں ان کے ساتھ یعقوب و سہل بھی شامل ہیں۔ یہ التی کی جمع ہے۔ تُظَاھِرون عاصم نے ظَاھَرَ سے پڑھا جبکہ کوئی شخص اپنی بیوی کو انت علیّ کظھر امی کہے تو یہ ظہار کہلاتا ہے۔

تَظَاھَرونَ علی، حمزہ اور خلف نے پڑھا ہے۔ تَظّاھَرون۔ شامی ظاء کی تشدید کے ساتھ اظّاھر بمعنی تظاھر سے لیا اور پڑھا تَظَّھَّرُوْن دیگر قراء نے پڑھا۔ اظَّھّر بمعنی تظَھّر سے لیا ہے۔

نحو: تظاھرونَ کو من سے متعدی بنایا گیا۔ کیونکہ یہ بعد کے معنی کو متضمن ہے اس لئے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ طلاق شمار ہوتی تھی اس کی دوسری نظیر آلٰی من امرأته ہے۔ کیونکہ ایلاء میں بھی بعد کا معنی پایا جاتا ہے اسی لئے مِنْ سے متعدی بنایا گیا ہے۔ ورنہ اصل میں ایلاء تو قسم کے معنی میں آتا ہے۔ اور حَلَفَ اور اَقْسَم کا یہ حکم نہیں ہے۔

الدّعیّ یہ فعیل بمعنی مفعول ہے اور لڑکا جس کی نسبت کسی آدمی یا خاندان کی طرف کی جائے۔

نحو: اس کی جمع یہاں ادعیاء شاذ اور خلافِ قیاس ہے۔ کیونکہ جو فعیل بمعنی فاعل ہو اس کی جمع اس وزن پر آتی ہے مثلاً تقی جمع

اتقیاء شقی جمع اشقیاء مگر رَمِیٌّ اور سَمِیٌّ کی جمع اس وزن پر نہیں آتی اور نہ بنا سکتے ہیں اگرچہ لفظی مناسبت موجود ہے۔

ظہار یا متبنّیٰ محض منہ کی بات ہے:

ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ (یہ تمہارے منہ سے صرف کہنے کی بات ہے) یعنی تمہارا اپنی بیوی کو کہنا کہ یہ میری ماں ہے اور متبنّیٰ کو بیٹا کہنا یہ نری منہ کی بات ہے جس کی تہہ میں حقیقت نہیں کیونکہ بیٹا ولادت سے بنتا ہے اسی طرح ماں وہ جس نے پیٹ سے جنا ہو۔ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ (اور اللہ تعالیٰ حق بات فرماتے ہیں) یعنی وہ بات جس کا ظاہر و باطن حق ہو۔ وَ هُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ (اور وہی سیدھا راستہ بتلاتا ہے) حق کا راستہ پھر حق و ہدایت جو راہ حق کی طرف جانے والا تھا بتلایا چنانچہ فرمایا۔

۵: اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (تم ان کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچائی والی بات ہے) اقسط کا معنی عدل والی۔ وضاحت فرما دی کہ ان کی نسبت ان کے باپوں کی طرف عدل و انصاف پر مبنی ہے۔ ایک قول یہ ہے زمانہ جاہلیت میں جب کسی کو کسی شخص کی بہادری پسند آتی تو اس کو اپنے ساتھ شامل کرتا اور اپنی مذکر اولاد جیسا اس کا میراث میں حصہ مقرر کر دیتا وہ اسی کی طرف منسوب ہوتا کہا جاتا یہ فلاں بن فلاں ہے۔

کمالِ فصاحت:

کتنا فصیح کلام ہے کہ انشائی اور طلبی جملوں کو ملایا پھر خبریہ جملہ سے ان کا فاصلہ کیا پھر ان کے ساتھ ملایا پھر جملہ اسمیہ کو اس سے الگ کیا اور ان کے درمیان وصل کیا۔ پھر درمیان میں انشائی جملہ لے آئے۔ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ (اگر تم ان کے باپوں کو نہ جانتے ہو) یعنی تمہیں ان کے سلسلہ نسب کے باپ معلوم نہیں جن کی طرف تم ان کی نسبت کرو تو

فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ (وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں) پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور دینی دوست ہیں۔ پس یا اخی، یا مولا کہہ کر آواز دو۔ اس سے اخوت دینی اور ولایت مذہبی مراد ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ (اس سے تم پر کچھ گناہ نہیں جو بھول چوک سے ہو جائے) ممانعت کے آنے سے قبل جو تم نے بھول کر کہہ دیا اس کا تم پر کوئی گناہ نہیں۔ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ (لیکن وہ جو تم دل کے ارادہ سے کرو) لیکن گناہ اس میں ہے جو تم ممانعت کے بعد جان بوجھ کر کرو۔ نمبر۲۔ اس وقت کوئی گناہ نہیں جب تم دوسرے کے لڑکے کو۔ اے بیٹے! بطور خطاء اور سبقت لسانی کے کہو۔ لیکن جب تم جان بوجھ کر کہو گے تو گناہ ہوگا۔

نحو: مَا یہ موضع جر میں پہلے مَا پر معطوف ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ عفو عن الخطاء مراد لی عفو عن العمد مراد نہ ہو جیسا عموم کا تقاضا ہے پھر اپنے عموم کے لحاظ سے خطاءً بیٹا بنانا یا عمداً بیٹا بنانا دونوں کو شامل ہے۔ جب لے پالک پایا جائے اگر وہ مجہول النسب ہے اور عمر میں چھوٹا ہے۔ تو اس کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا۔ اور اگر وہ غلام ہے تو لے پالک بنانے سے آزاد ہو جائے گا۔ اور اگر وہ عمر میں اس سے بڑا ہے تو نسب ثابت نہ ہوگا مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک آزاد ہو جائے گا۔ اور اگر وہ معروف النسب ہے تو متبنّیٰ

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّہٰتُہُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ

مومنین سے نبی ﷺ کا تعلق اس سے زیادہ ہے جو ان کا اپنے نفسوں سے ہے اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں، اور رشتہ دار

بَعْضُہُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتٰبِ اللّٰہِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُہٰجِرِیْنَ اِلَّآ اَنْ

اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھنے والے ہیں بہ نسبت دوسرے مومنین مہاجرین کے مگر یہ کہ

تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِکُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۶﴾

تم اپنے دوستوں سے کچھ اچھا سلوک کرنا چاہو یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

بنانے سے نسب ثابت نہ ہوگا۔ مگر وہ آزاد ہو جائے گا۔ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں) خطأ پر تم سے مواخذہ نہ فرمائیں گے اور عمد پر توبہ کو قبول فرمائیں گے۔

نبی کا حق جان سے زیادہ:

۶: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ (نبی زیادہ حقدار ہیں ایمان والوں کیلئے ان کی جانوں سے بڑھ کر) یعنی دین و دنیا کے تمام معاملات میں زیادہ حقدار ہیں اور آپ کا حکم ایمان والوں پر ان کے اپنے نفس کے حکم سے زیادہ نافذ ہونے والا ہے پس مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے نفوس کو آپ کے حکم پر قربان کر دیں۔ اور آپ کی ذات پر قربان کر دیں نمبر۲۔ آپ زیادہ مہربان ہیں ایمان والوں پر ان کی جانوں سے بڑھ کر اور زیادہ نرمی کرنے والے اور زیادہ نفع پہنچانے والے ہیں جیسا کہ فرمایا بالمؤمنین رء وف رحیم [التوبہ:۱۲۸]

قراءتِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم وھو ابٌ لھم قول مجاہد رحمہ اللہ: ہر پیغمبر اپنی امت کا باپ ہے اسی لئے مؤمن بھائی بھائی ہوئے کیونکہ نبی اکرم ﷺ ان کے روحانی باپ ہیں۔

مائیں حرمت و تعظیم میں ہیں:

وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّہٰتُہُمْ (اور آپ کی ازواج ان کی مائیں ہیں) نکاح کی حرمت اور تعظیم کے لازم ہونے میں۔ وہ امت کیلئے ان دو کے علاوہ بقیہ باتوں مثلاً وراثت وغیرہ میں اجنبیات عورتوں کی طرح ہیں اسی لئے یہ تحریم ان کی بیٹیوں کی طرف سبقت کرنے والی نہیں۔ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ (اور رشتہ دار) قرابت والے۔ بَعْضُہُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ (وہ ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں) سلسلۂ میراث میں۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى

اور جب ہم نے نبیوں سے ان کا اقرار لیا اور آپ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم

ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝۷ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ

سے،اور ہم نے ان سے پختہ عہد لے لیا تاکہ اللہ سچوں سے انکی سچائی کے بارے میں سوال فرمائے

وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۸

اور اس نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار فرمایا ہے۔

۱ع ۸ ۱۷

ابتدائے اسلام:

مسلمان ابتدائے اسلام میں دین وہجرت کی بنیاد پر وارث بنتے تھے۔قرابت داری بنیاد نہ تھی۔ پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا اور میراث کو قرابت کے حق سے متعلق کر دیا گیا۔

فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی کتاب میں) ان کے حکم وتقدیر میں نمبر۲۔لوح محفوظ میں نمبر۳۔اس میں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا۔مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ (بنسبت دوسرے مؤمنین ومہاجرین کے) یہ اولی الارحام کا بیان بھی بن سکتا ہے۔ مطلب یہ ہوگا ان میں سے جو قریبی رشتہ دار ہیں وہ اجانب کی نسبت وراثت کے زیادہ حقدار ہیں۔یہ مِن بیانیہ کے لحاظ سے معنی ہے۔نمبر۲۔مِن ابتدائیہ بھی ہوسکتا ہے مطلب یہ ہوگا رشتہ دار حق قرابت میں میراث کے زیادہ مستحق ہیں ایمان والوں سے یعنی انصار سے ولایت فی الدین کے باعث اور مہاجرین سے حق ہجرت کے سبب۔اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا (مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے اچھا سلوک کرنا چاہو) یہاں استثناء خلاف جنس سے ہے یعنی لیکن تمہارا اپنے اولیاء کے ساتھ بھلا سلوک کرنا جائز ہے۔اور وہ یہ ہے کہ ان میں سے جس کیلئے پسند کرو وصیت کر سکتے ہو۔(جو ثلث مال سے کم ہو) پس یہ مال وصیت کے لحاظ سے ان کو ملے گا۔نہ کہ میراث سے۔

نحو: تفعلوا کو اِلٰی کے ساتھ متعدی بنایا گیا ہے کیونکہ وہ تُسدوا کے معنی میں ہے۔الاولیاء سے مراد دینی ولایت والے یعنی مؤمن اور مہاجر۔كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا (یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے) یہ توارث بالارحام لوح محفوظ میں مندرج ہے۔

۷: وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ (جب ہم نے انبیاء علیہم السلام سے پختہ عہد لیا) یعنی اس وقت کو یاد کرو (اذ سے پہلے اذکر محذوف ہے) جب ہم نے انبیاء علیہم السلام سے تبلیغ رسالت کا عہد لیا اور دین قیم کی طرف دعوت دینے کا وعدہ لیا۔وَمِنْكَ (اور آپ سے) خصوصاً۔

نکتۂ تقدیم:

رسول اللہ ﷺ کو نوح اور بعد والے انبیاء علیہم السلام پر مقدم کیا کیونکہ یہ عطف بیان فضیلت کیلئے ہے اس لئے کہ یہ اولوالعزم انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اور سارے صاحب شریعت ہیں۔ جبکہ حضرت محمد ﷺ ان سب سے افضل تھے اسی لئے آپ کو مقدم کر دیا۔ اگر ایسا ملحوظ نہ ہوتا تو جن کا زمانہ مقدم ہے ان کو مقدم کیا جاتا۔

وَمِنْ نُّوحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا (اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ و عیسیٰ بن مریم سے بھی ہم نے ان سب سے خوب پختہ عہد لیا) وصف کو ملانے کی غرض سے میثاق کا دوبارہ ذکر کر دیا اور بتلا دیا کہ ہم نے ایسا ضرور کیا ہے۔

۸: لِّيَسْـَٔلَ (تا کہ اللہ تعالیٰ تحقیقات کرے) الصّٰدِقِيْنَ (سچوں سے) یعنی انبیاء علیہم السلام سے عَنْ صِدْقِهِمْ (ان کی سچائی کے متعلق) جو انہوں نے کہا اپنی اقوام کو نمبر ۲۔ تا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرنے والوں سے پوچھے۔ کیوں کہ جس نے صادق کو صدقت کہا وہ اپنی بات میں سچا ہے۔ نمبر ۳۔ تا کہ انبیاء علیہم السلام سے پوچھے کہ ان کی امتوں نے ان کو کیا جواب دیا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں مذکور ہے: یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم [المائدہ:۱۰۹] وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ (اور اس نے تیار کر رکھا ہے کافروں کیلئے) جو رسولوں کا انکار کرنے والے ہیں۔ عَذَابًا اَلِيْمًا (دردناک عذاب)۔

نحو: اس کا عطف اخذنا پر ہے کیونکہ معنی اس طرح ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو پختہ طور پر حکم دیا کہ وہ اس کے دین کی طرف دعوت دیں تا کہ ایمان لانے والوں کو ثواب سے نوازا جائے اور انکار کرنے والوں کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ یا جس پر لیسأل الصادقین دلالت کر رہا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا: پس اس نے ایمان والوں کو ثواب دیا اور کافروں کے لئے عذاب تیار کیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا

اے ایمان والو! اللہ کی نعمت جو تمہیں ملی ہے اسے یاد کرو جبکہ تمہارے پاس لشکر آ گئے، سو ہم نے ان پر ہوا بھیج دی

وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝٩ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ

اور لشکر بھیج دیئے جنہیں تم نے نہیں دیکھا، اور اللہ ان کاموں کو دیکھنے والا ہے جو تم کرتے ہو، جبکہ وہ لوگ تمہارے اوپر سے آ چڑھے

مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ

اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی، اور جبکہ آنکھیں پھٹی رہ گئیں اور دل گلوں کو پہنچ گئے، اور تم اللہ کے ساتھ طرح طرح کے

بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝١٠ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝١١

گمان کر رہے تھے، اس موقعہ پر مؤمنین کی جانچ کی گئی اور انہیں سختی کے ساتھ جھنجھوڑ دیا گیا۔

غزوۂ احزاب کے حالات:

٩: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو) یعنی وہ انعام جو اللہ تعالیٰ نے احزاب کے دن فرمایا۔ جس کو یوم خندق بھی کہا جاتا ہے۔ یہ احد کے ایک سال بعد پیش آیا۔ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ (جب تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے) تمام گروہ جس میں قریش، غطفان، قریظہ، بنی نضیر سب شامل تھے۔ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا (پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی) بادِ صبا نبی علیہ السلام نے فرمایا نصرت بالصبا و اھلکت عاد بالدبور۔

[رواہ احمد ۱/۲۲۸ و ۳۲۴ والبخاری ٤١٠٥ و مسلم ۹۰۰]

فرشتوں کے لشکر:

وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (اور ایسی فوج جو تم کو نظر نہ آتی تھی) وہ فرشتے تھے جن کی تعداد ایک ہزار تھی۔ اللہ تعالیٰ نے صبا باردہ کو انتہائی سرد رات میں ان پر مسلط کر دیا۔ جس نے ان کو کپکپا کر رکھ دیا اور ان کے چہرے خاک آلود ہو گئے۔ اور فرشتوں کو حکم دیا گیا انہوں نے خیموں کی رسیاں توڑ کر خیموں کو اکھاڑ پھینکا۔ آگ بجھ گئی ہانڈیاں الٹ گئیں۔ اور گھوڑے ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے۔ ان کے دلوں پر رعب طاری ہو گیا۔ ملائکہ نے ان کے لشکر کے گرد نعرہ تکبیر بلند کیا وہ بغیر لڑائی کے شکست کھا گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آمد کی خبر سن کر سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے خندق کھودی تھی۔ پھر تیاری کے ساتھ تین ہزار مسلمانوں کو لے کر خندق کے اس طرف خیمے لگا دیے کفار اور آپ کے لشکر کے درمیان خندق حائل تھی بچوں اور عورتوں کو گڑھوں میں محفوظ کر دیا گیا خوف شدید ہو گیا۔ قریش دس ہزار احابیش اور بنی کنانہ اور اہل تہامہ کے ساتھ ابوسفیان کی قیادت میں نکلے اور غطفانیوں کی

تعداد ایک ہزار تھی جن کی قیادت عیینہ بن حصن فزاری کے پاس تھی ان کے ساتھ اہل نجد میں سے جوان کے پیرو تھے وہ بھی شامل تھے ادھر عامر بن طفیل ہوازن کا لشکر لے کر آملا۔ یہود بنو قریظہ اور بنو نضیر نے بھی ان کی معاونت کی (اس طرح اس لشکر کی تعداد چودہ سے ۲۴ ہزار تک بتلائی جاتی ہے) ایک ماہ تک دونوں لشکر آمنے سامنے پڑے رہے کوئی لڑائی نہ تھی بس کبھی کبھی تیروں اور پتھروں کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مدد نازل فرمائی۔

وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو) اے مسلمانو! تمہارے اعمال کو خندق کے ذریعہ حفاظت اور نبی اکرم ﷺ کی معاونت پر ثابت قدم رہنے کو۔ بَصِيْرًا (دیکھتے تھے) قراءت: ابو عمرو نے یاء کے ساتھ یعملون پڑھا ہے معنی یہ ہے کفار جو بغاوت کر رہے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی روشنی کو بجھانے کیلئے کوشاں تھے۔ وہ دیکھنے والے تھے۔

لشکرِ کفار:

۱۰: اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ (جب وہ لوگ تم پر آچڑھے) (مدینہ) کی بالائی جانب سے ۔

نحو: اذ جاء و کم یہ اذ جاء تکم سے بدل ہے۔ من فوقکم سے وادی کی بالائی جانب جو کہ مشرقی تھی اور اس طرف سے بنو غطفان حملہ آور تھے۔

وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ (اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی) وادی کی نچلی جانب جو کہ مغربی جانب تھی اس طرف سے قریش حملہ آور تھے۔ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ (اور جبکہ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں) حیرانی کی وجہ سے اپنے دیکھنے کے انداز و طریق سے پھر گئیں تھیں۔ نمبر۲۔ ہر چیز سے مڑ چکی تھیں۔ وہ سوائے اپنے دشمن کے اور کسی کی طرف دیکھتی ہی نہ تھیں کیونکہ گھبراہٹ و خوف شدید تھا۔ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ (اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے) الحجرۃ حلقوم کا انتہائی حصہ، حلقوم کی وہ رگ جس سے کھانا اور پانی اندر جاتا ہے۔ علماء کا قول ہے کہ خوف کی وجہ سے پھیپھڑے پھول جاتے ہیں اور پھیپھڑوں کے پھول جانے کی وجہ سے دل اوپر کو حلق کی طرف اٹھنے لگتا ہے۔ ایک قول یہ ہے: اضطراب قلب کیلئے یہ ایک مثال ہے خواہ حقیقۃً حلق کو نہ پہنچے۔ روایت میں ہے کہ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا دل حنجرہ تک پہنچے ہوتے ہیں کیا کوئی ایسا کلمہ ہے جو ہم کہیں آپ نے فرمایا اس طرح کہو: اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَآمِنْ رَوْعَاتِنَا [رواہ احمد: ۳/۳ ۱۳۵] ابوداؤد ۵۰۷۴، ابن ماجہ ۳۸۷۱، ادب المفرد: ۱۲۰۰]

کمزور دل منافقین کا حال:

وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا (اور تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کر رہے تھے) یہ ایمان والوں کو خطاب ہے ان میں کچھ انتہائی مضبوط دل اور ثابت الاقدام تھے بعض کمزور دل، کچھ منافق۔ اول گروہ نے گمان کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے پس اس میں پھسل جانے سے ڈرے۔ اور آزمائش کو اٹھانے میں کوئی کمزوری نہ واقع ہو جائے۔ پچھلوں نے وہ گمان کیا جو ان کے متعلق بیان کیا گیا۔

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ

اور جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یوں کہہ رہے تھے کہ ہم سے اللہ نے اور اس کے رسول نے محض دھوکہ کا

اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ

وعدہ کر رکھا ہے۔ اور جب کہ ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ اے یثرب والو تمہارے لیے ٹھہرنے کا موقعہ نہیں ہے لہٰذا تم واپس ہو جاؤ،

وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ اِنْ

اور ان میں سے ایک فریق نبی سے اجازت طلب کر رہا تھا یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں تھے یہ لوگ

يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ

صرف بھاگنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ اگر مدینہ کے اطراف سے کوئی لشکر ان پر گھس جائے پھر ان سے فتنہ کا سوال کیا جائے

لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا

تو یہ ضرور فتنے کو منظور کر لیں گے اور گھروں میں نہیں ٹھہریں گے مگر بس ذرا سی دیر۔ اور اس سے پہلے انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ ہم

يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ﴿۱۵﴾

پیٹھ نہیں پھیریں گے اور اللہ سے جو عہد کیا اس کی باز پرس ہوگی۔

قراءت: ابوعمرو اور حمزہ نے الظنونا کو بغیر الف پڑھا ہے خواہ حالت وقف ہو یا وصل اور یہ قیاس ہے مگر مدنی، شامی، ابوبکر نے دونوں میں الف پڑھا۔ وصل کو وقف کے مقام پر جاری کرتے ہوئے اور مکی، علی و حفص نے وقف میں الف پڑھا اور اسی کی مثل الرسولا [الاحزاب:٦٦] اور السبیلا [الاحزاب:٦٧] اور فاصلہ میں اس کا اضافہ کیا جیسا کہ شاعر نے قافیہ میں بڑھایا ہے قول شاعر۔

اقلی اللوم عاذل والعتابا

اور یہ تمام حروف مصحف امام میں الف کے ساتھ ہیں۔

۱۱: هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ (اس موقع پر ایمان والوں کا امتحان لیا گیا) ایمان پر ثابت قدم رہنے کا امتحان لیا گیا۔ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا (اور ان کو سخت جھنجھوڑا گیا) خوف کے باعث ان کو خوب ہلایا گیا۔

۱۲: وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ (اور جب منافقین کہہ رہے تھے) اسکا پہلے اذ پر عطف ہے۔ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے) ایک قول یہ ہے یہ منافقین کا ہی وصف ہے۔ جو واؤ کے ساتھ اس طرح لایا گیا جیسا اس قول میں۔

؎ الی الملکِ القرم وابن الهُمام ☆ و لیثِ الکتیبةِ فی المزدحم

الملك القرم اور ابن الهمام سے ایک ہی شخص مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو دین میں کوئی سمجھ بوجھ نہ تھی۔ منافقین ان کو شبہات ڈال کر اپنی طرف مائل کرتے۔ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا (ہم سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے محض دھوکا ہی کا وعدہ کر رکھا ہے) تفسیری روایت میں ہے کہ معتب بن قشیر نے جب مختلف گروہوں کو دیکھا تو کہنے لگا محمد تو ہمیں فارس، روم کی فتح کے وعدے کرتا ہے اور ہمارا حال یہ ہے کہ خوف کی وجہ سے قضائے حاجت کیلئے نکل نہیں سکتے یہ وعدہ کیا ہے محض دھوکا ہے۔

۱۳: وَاِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ (اور جب کہ ان میں سے ایک گروہ نے کہا) یہ منافقین میں سے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی تھے۔ یٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ (اے یثرب کے لوگو!) یہ مدینہ منورہ کا پرانا نام ہے۔ لَا مُقَامَ لَكُمْ (تمہارے لئے ٹھہرنے کا موقعہ نہیں)

قراءت: مُقَام ضم میم کے ساتھ حفص نے پڑھا۔ اور مَقام ابن کثیر نافع، ابوعمرو، حمزہ، کسائی نے پڑھا معنی یہ ہے تمہارے لئے یہاں ٹھہرنا نہیں ہے۔ اور نہ کوئی جگہ ہے کہ جس میں تم کھڑے بھی ہوسکو۔ نمبر۲۔ یا اقامت پذیر ہوسکو۔ فَارْجِعُوْا (پس لوٹ چلو) کفر کی طرف نمبر۲۔ لشکر رسول اللہ ﷺ سے ہٹ کر مدینہ کی طرف۔ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ (اور ان میں سے ایک گروہ نبی اکرم ﷺ سے اجازت طلب کرتا تھا) یہ بنو حارثہ قبیلہ کے لوگ تھے۔

منافقین کی بہانہ بازی:

يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ (وہ کہتے تھے ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں) ای ذات عورة غیر محفوظ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا (حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں وہ صرف بھاگنا ہی چاہتے ہیں) العورة خلل۔ عورة سے مراد ذات العورة ہے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت ہے کہتے ہیں عور المکان عَوَرًا جبکہ اس میں کوئی خلل ظاہر ہو جس سے دشمن اور چور کا خطرہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ عورة یہ عَوِرة کی تخفیف ہو۔ انہوں نے عذر پیش کیا کہ ان کے مکانات دشمنوں اور چوروں کی زد میں ہیں کیونکہ وہ قلعہ بند نہیں ہیں انہوں نے اس لئے اجازت طلب کی تاکہ وہ ان کی حفاظت کریں اور ان کی حفاظت کا انتظام ہونے کے بعد وہ واپس لوٹ آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات غلط قرار دی کہ ان کو اس بات کا خطرہ نہیں۔ بلکہ وہ تو لڑائی سے بھاگنا چاہتے ہیں۔

۱۴: وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ (اور اگر ان پر گھس آئے) یعنی مدینہ میں نمبر۲۔ ان کے گھروں میں یہ اس محاورہ سے لیا گیا ہے۔ دخلت علی فلان داره۔ مِّنْ اَقْطَارِهَا (اس کی اطراف سے) مدینہ کی جوانب سے نمبر۲۔ اگر یہ اجتماعی لشکر جن سے بھاگنے کی یہ تدابیر کر رہے ہیں۔ اگر یہ لشکر اجتماعیہ ان کے مدینہ میں داخل ہو جائیں جن سے ڈر کر یہ بھاگ رہے ہیں۔ نمبر۳۔ ان کے گھروں میں تمام اطراف سے داخل ہو جائیں اور ان کے اہل و اموال پر لوٹ مار کا بازار گرم کر دیں۔ ثُمَّ سُئِلُوا (پھر ان سے درخواست کی جائے) ایسی گھبراہٹ میں الْفِتْنَةَ (فساد کی) فساد سے مراد ارتداد اور کفر کی طرف لوٹ جانا اور مسلمانوں سے لڑائی کرنا۔ لَاٰتَوْهَا (تو یہ اس کو منظور کر لیں گے) ضرور ارتکاب کریں گے۔

قراءت: حجازی نے بلامدّ پڑھا ہے اس کا معنی اس کو کر گزریں گے اس کی پناہ لیں گے۔

وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَا (اور نہیں ٹھہریں گے ان گھروں میں) س کے قبول کرنے میں۔ اِلَّا يَسِيْرًا (مگر بہت معمولی) صرف اتنی دیر کہ ان سے سوال ہو اور یہ اس کو فوراً قبول کرلیں۔ نمبر۲۔ اپنے ارتداد کے بعد یہ مدینہ میں زیادہ دیر نہ ٹھہریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کردیں گے مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں کے غیر محفوظ ہونے کو ایک بہانہ کے طور پر استعمال کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس بہانہ سے وہ نصرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کی مدد سے دست کش ہوجائیں اور ان گروہوں کے مقابلہ سے علیحدہ ہوجائیں جن کے رعب سے ان کے دل بھرے ہوئے ہیں۔ اور یہ کفار کے گروہ ان کے علاقہ اور سرزمین پر اچانک لوٹ مچادیں اور ان کے سامنے کفر پیش کرکے کہیں کہ اب ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو تو جلدی سے ان کی بات قبول کرلیں گے اور اس میں ذرا توقف نہ کریں گے اور یہ حرکت صرف حبّ کفر اور اسلام سے ناراضی کے باعث ان سے سرزد ہوگی۔

منافقین کا وعدہ:

۱۵: وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ (حالانکہ یہی لوگ پہلے اللہ تعالیٰ سے عہد کرچکے تھے کہ وہ پیٹھ نہ پھیریں گے) بنو حارثہ قبیلہ کے لوگ غزوہ خندق سے قبل) یا اس لشکر احزاب کو دیکھنے سے پہلے کہ وہ شکست کھا کر نہ بھاگیں گے۔ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا (اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا جاتا ہے اس کی بازپرس ہوگی) وہ عہد مطلوب و مقصود ہے تاکہ اس کو پورا کیا جائے۔

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ⑯ قُلْ مَنْ

آپ فرمادیجئے اگر تم موت سے یا قتل سے بھاگو گے تو یہ بھاگنا تمہیں نفع نہ دے گا اور اس وقت بس تھوڑے ہی دن جیو گے۔ آپ فرمادیجئے کہ

ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچائے گا اگر وہ تمہارے بارے میں کسی بری حالت کا ارادہ فرمائے یا تم پر فضل فرمائے اور اپنے لیے اللہ کے سوا کوئی حمایت کرنے والا

وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ⑰ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَاۗىِٕلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا

یا مددگار نہ پائیں گے، بلاشبہ اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو رکاوٹ ڈالتے ہیں اور جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آجاؤ اور یہ

يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ⑱ۙ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ښ فَاِذَا جَاۗءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ

لوگ لڑائی میں کم آتے ہیں۔ یہ لوگ تمہارے بارے میں بخیل بنے ہوئے ہیں پھر جب خوف پیش آجاتا ہے تو آپ ان کو دیکھتے ہیں کہ آپ کی طرف

اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ

تک رہے ہیں ان کی آنکھیں اس طرح چکرائی جاتی ہیں جیسے کسی پر موت کے وقت بے ہوشی طاری ہو رہی ہو، پھر جب خوف چلا جاتا ہے تو تم کو

بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ

تیز زبانوں سے طعنے دیتے ہیں، مال کے حریص بنے ہوئے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائے، سو اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے اور یہ

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ⑲ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ

اللہ کے لیے آسان ہے وہ سمجھتے ہیں کہ جماعتیں واپس نہیں گئیں اور اگر جماعتیں آجائیں تو یہ لوگ اس بار آرزو کریں گے کہ کاش ہم دیہاتوں میں

بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَاۗىِٕكُمْ ۭ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ⑳ۧ

ع ۲ / ۱۸

ہوتے تمہاری خبریں دریافت کرلیا کرتے، اور اگر وہ تمہارے اندر موجود ہوں تو وہ لڑائی نہ لڑیں گے مگر ذرا سی۔

۱۶: قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ (اور کہہ دیجئے تم کو بھاگنا ہرگز فائدہ مند نہ ہوگا اگر تم موت) اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا (یا قتل سے بھاگتے ہو اور اس حالت میں تم فائدہ نہ اٹھاؤ گے مگر تھوڑے دنوں) مطلب یہ ہے کہ اگر تمہاری موت کا وقت آچکا تو میدان سے بھاگنا تمہیں فائدہ نہ دے گا۔ اور اگر موت کا وقت ابھی نہیں آیا اور تم بھاگے تو تم دنیا میں رہنے کا ذرا سا فائدہ اٹھا لو گے اور وہ دنیا میں رہنا وہی مدتِ حیات ہے جو کہ معمولی ہے۔

نکتہ: کسی مروانی سے منقول ہے کہ اس کا گزر ایسی دیوار کے پاس سے ہوا جو گرا چاہتی تھی اس نے تیزی سے قدم اٹھایا دیکھنے

والے نے یہ آیت تلاوت کردی۔ تو اس نے جواب دیا وہی قلیل تو ہم ڈھونڈ رہے ہیں۔

۱۷: قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ (فرما دیجئے وہ کون ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بچا سکے گا) من اللہ سے مراد وہ عذاب جس کے اتارنے کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمالیا ہے۔ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا (اگر وہ تمہارے ساتھ برائی کرنا چاہے) تمہارے نفوس کے سلسلہ میں قتل ہو یا اور کوئی صورت۔ اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً یا (وہ کون ہے جو اس کے فضل کو روک سکے) اگر وہ تم پر فضل کرنا چاہے۔ رحمة سے مراد عافیت وسلامتی کے ساتھ طویل عمر۔ مطلب یہ ہے کون اللہ تعالیٰ کو روک سکتا ہے رحم کرنے سے اگر وہ تم پر رحم کرنا چاہے؟ یہ روکنے کا معنی اس لئے کیا کیونکہ یعصمکم میں منع کا معنی پایا جاتا ہے۔ وَلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا (اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ کوئی مددگار) نصیر بمعنی ناصر (مددگار) ہے۔

دوسروں کو نصرتِ رسول سے روکنے والے:

۱۸: قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ (اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو جانتے ہیں جو مانع بنتے ہیں) یعنی جو دوسروں کو نصرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روکتے ہیں۔ وہ منافقین تھے۔ وَالْقَآئِلِیْنَ لِاِخْوَانِهِمْ (اور اپنے نسبی یا وطنی بھائیوں کو کہتے ہیں) کھلے طور پر اپنے مسلمان بھائیوں سے کہتے ہیں) هَلُمَّ اِلَیْنَا (تم ہمارے پاس آجاؤ) تم اپنے کو ہمارے قریب کردو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دو۔

لغت: یہ اہل حجاز کی لغت ہے ان کے ہاں اس میں واحد و جماعت برابر ہے۔ مگر بنوتمیم کہتے ہیں هلم یا رجلُ، هلموا یا رجال، یہ ایک صوت ہے جو فعل متعدی کے نام کے طور پر استعمال ہوتی ہے جیسے احضر وقرب۔ وَلَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِیْلًا (اور وہ لڑائی میں بہت کم ہی آتے ہیں)۔

خوف کے وقت منافقین کا حال:

۱۹: اَشِحَّةً عَلَیْكُمْ (تمہارے حق میں بخیلی لیے ہوئے ہیں)۔ یہ جمع شحیح کی ہے اس کا معنی بخیل ہے یا تون کی ضمیر سے حال ہے تقدیر کلام اس طرح ہے یا تون الحرب بخلاء علیکم بالظفر والغنیمة وہ لڑائی میں اس حال میں شامل ہوتے ہیں کہ تمہارے متعلق کامیابی اور غنیمت کے سلسلہ میں بخل کرنے والے ہیں۔ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ (پس جب خوف پیش آتا ہے) خواہ دشمن کی جانب سے ہو یا رسول اللہ کی جانب سے ہو۔ رَاَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ (تم ان کو دیکھتے ہو کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھنے لگے ہیں) اس حالت میں تَدُوْرُ اَعْیُنُهُمْ (کہ ان کی آنکھیں چکرائی جاتی ہیں)۔ دائیں، بائیں (وہ اپنی آنکھوں سے یوں دائیں بائیں دیکھتے ہیں) كَالَّذِیْ یُغْشٰی عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ (جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو) جیسے ڈر کر گھبرا کر پناہ کی غرض سے موت کی غشی میں مبتلا انسان دیکھتا ہے۔ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ (پھر جب وہ خوف دور ہو جاتا ہے) وہ خوف جب دور ہو جاتا ہے اور وہ امن میں ہو جاتے ہیں۔ اور غنائم جمع کر لیے جاتے ہیں۔ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ (تو تم کو تیز تیز زبانوں سے طعنے دیتے ہیں) وہ تم سے سخت انداز سے تخاطب کرتے ہیں اور کلام سے ایذاء پہنچاتے ہیں کہا جاتا ہے خطیب

مسلق یعنی فصیح خطیب، ورجل مسلاق یعنی کلام میں مبالغہ کرنے والا آدمی۔ مطلب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں ہمیں زیادہ حصہ دو ہم نے تمہاری حفاظت کی ہے اور تمہارے ساتھ ہو کر لڑائی بھی کی ہے۔ ہمارے وجود کی وجہ سے تو تمہیں دشمن پر غلبہ ملا ہے۔ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ (مال پر حریص ہیں) یعنی وہ تم سے اس انداز سے خطاب کرتے ہیں کہ مال اور غنیمت کے متعلق حریص ہیں (کہ زیادہ سے زیادہ مل جائے)

نحو: اشحۃً یہ سلقوکم کے فاعل سے حال ہے۔

اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا (یہ لوگ ایمان نہیں لائے) حقیقت میں بلکہ صرف زبانی مؤمن ہیں۔ فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ (پس اس نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا) ان کے اعمال ظاہرہ کو اندر کفر چھپانے کی وجہ سے باطل کر دیا۔ وَكَانَ ذٰلِكَ (اور یہ ان کے اعمال کا ضیاع) عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (اللہ تعالیٰ کے نزدیک بالکل آسان اور معمولی ہے)۔

منافقین کی چاہت:

۲۰: يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا (ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ لشکر نہیں گئے) وہ اپنی بزدلی کی وجہ سے خیال کرتے تھے کہ کفار کے لشکر شکست کھا کر نہیں لوٹے حالانکہ وہ لوٹ چکے ہیں۔ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ (اور اگر وہ گروہ دوبارہ آ جائیں) دوسری مرتبہ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِى الْاَعْرَابِ (یہی چاہتے ہیں کہ کاش ہم دیہاتیوں میں باہر صحراء میں جا رہیں) البادون جمع البادی کی ہے بمعنی دیہاتی۔ مطلب یہ ہے کہ منافق اپنی بزدلی کی وجہ سے تمنا کرتے ہیں کہ وہ مدینہ سے باہر جنگل میں ہوتے اور دیہاتیوں کے درمیان رہائش پذیر ہوتے تا کہ وہ محفوظ رہ سکتے اور اس قتال سے جس میں مسلمان مبتلا ہیں الگ تھلگ رہتے۔

يَسْاَلُوْنَ (مدینہ سے آنے والوں سے) پوچھتے عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ (تمہاری خبریں اور حالات اور جو تم پر گزری)۔ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ (اور اگر وہ تمہارے اندر شامل رہتے) اور مدینہ واپس نہ لوٹتے۔ اور لڑائی ہو جاتی تو مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا (وہ تھوڑا سا لڑتے) وہ بھی شہرت ودکھلاوے کی غرض سے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ

تمہارے لیے یعنی اس شخص کے لیے جو اللہ سے اور آخرت کے دن سے ڈرتا ہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝۲۱ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔ اور جب ایمان والوں نے جماعتوں کو دیکھا تو انہوں نے کہا کہ یہ ہے وہ جس کا ہم سے اللہ نے اور اس کے رسول نے

وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝۲۲ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

وعدہ فرمایا، اور اللہ نے اور اس کے رسول نے سچ فرمایا اور ان کے ایمان اور فرمانبرداری میں ترقی ہی ہو گی۔ اہل ایمان میں

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ

بعض ایسے ہیں جنہوں نے اپنا وہ عہد سچ کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا سو ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی نذر پوری کر لی اور بعض وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں

وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝۲۳ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ

اور انہوں نے کچھ بھی تبدیلی نہیں کی۔ تا کہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے اور منافقین کو عذاب دے اگر

شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۲۴ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ

چاہے، یا ان کی توبہ قبول فرمائے بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے۔ اور کافروں کو اللہ نے ان کے غصہ کے ساتھ واپس لوٹا دیا

لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝۲۵

انہوں نے کوئی خیر نہ پائی اور قتال کی جانب سے مومنین کے لیے اللہ خود ہی کافی ہو گیا اور اللہ قوت والا ہے عزت والا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مقتداء ہیں:

۲۱: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ (تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں اُسوۂ حسنہ ہے) اسوۃ یہ جہاں بھی ہو ضمہ کے ساتھ آئے گا عاصم کے نزدیک اس کا معنی قدوہ (نمونہ) آتا ہے۔ جس کو نمونہ بنایا جائے جس کو مقتدیٰ مانا جائے جیسا کہتے ہیں فی البیضة عشرون مناحدید یعنی خود میں بیس سیر لوہا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مقتداء ہیں۔ تمہیں ان کی اقتداء مناسب ہے۔ نمبر۲۔ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں تمہارے لئے خصائل حمیدہ موجود ہیں جو تمہارے لئے واجب العمل ہیں مثلاً آپ کا بذات خود قتال کرنا (شدائد پر صبر کرنا وغیرہ) لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ (اس کے لئے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور آخرت کے دن سے ڈرتا ہو) یعنی وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت سے ڈرتا ہو۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کے ثواب کا امیدوار

ہو۔اور آخرت کی نعمتوں کا چاہنے والا ہو۔

نحو :لمن یہ لکم سے بدل ہے مگر یہ کمزور قول ہے کیونکہ ضمیر مخاطب سے بدل آنہیں سکتا۔نمبر۲۔لمن یہ حسنۃ کے متعلق ہے ای اسوۃ حسنۃ کائنۃ لمن کان یرجوا اللّٰہ۔ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيۡرًا (اور اللہ تعالیٰ کو وہ بہت یاد کرے) خوف ورجاء اور خوشحالی، تنگدستی میں۔

۲۲: وَلَمَّا رَاَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الۡاَحۡزَابَ (جب مؤمنوں نے ان لشکروں کو دیکھا) اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ ان کے قدم اکھاڑ دے گا۔ بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں اور اسی سے مدد کے طالب ہوں اس سے اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا گیا:ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ الی قولہ قریب۔[البقرۃ:۲۱۴] جب لشکر آ گئے وہ مضطرب ہوئے اور سخت مرعوب ہوئے۔ قَالُوۡا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ (کہنے لگے یہ وہی ہے جس کی ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے خبر دی تھی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سچ فرمایا) اور انہیں یقین ہو گیا کہ جنت و نصرت الٰہی دونوں ان کے لئے لازم کر دی گئیں ہیں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ لشکر تمہاری اس ماہ کے آخری نو دس راتوں میں پہنچنے والے ہیں جب اصحاب نے لشکروں کو دیکھا کہ وہ اس میعاد میں پہنچ گے ہیں تو انہوں نے یہ کہا (قال الحافظ لم اجدہٗ) ھذا کا مشار الیہ بلاء ومصیبت اور آزمائش ہے۔ وَمَا زَادَهُمۡ (اس میں جو کچھ انہوں نے لشکروں کا اجتماع دیکھا) اور ان کی آمد نے اور اس سے ترقی ہوئی۔ اِلَّاۤ اِيۡمَانًا (ان کے ایمان میں) جو اللہ تعالیٰ پر اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر تھا۔ وَّتَسۡلِيۡمًا (اور اطاعت میں) اللہ تعالیٰ کے فیصلوں اور اس کی تقدیر پر۔

نذر پوری کرنے والے:

۲۳: مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ رِجَالٌ صَدَقُوۡا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيۡهِ (ان مؤمنوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا تھا اس میں سچے اترے) اس بات میں جس میں انہوں نے اس سے عہد کیا تھا) حرف جار کو حذف کر دیا گیا جیسا کہ اس مشہور مثال میں صدقنی سن بَکرِہٖ ای صدقنی عن سن بکرہٖ اور فعل کو اس کے ساتھ ملا دیا۔ بعض صحابہ کرامؓ نے قسم کھائی تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر قتال کا موقعہ ملے تو ثابت قدم رہیں گے اور اس وقت تک قتال کریں گے یہاں تک کہ شہید ہو جائیں گے ان کے نام یہ تھے عثمان بن عفان، طلحہ، سعد بن زید، حمزہ ومصعب وغیرہم۔ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ (پس ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے) یعنی شہادت پالی جیسے حمزہ، مصعب رضی اللہ عنہما۔

قضائے نحب:

یہ موت کی تعبیر ہے کیونکہ ہر زندہ مرنے والا ہے کیونکہ وہ محدث ہے اس کے ذمہ جو نذر لازم تھی اس سے کنایہ کیا گیا ہے جب وہ مرگیا تو اس نے گویا اپنا حصہ پورا کر دیا یعنی نذر کو۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ (اور ان میں سے کچھ منتظر ہیں) یعنی موت کے جیسے عثمان و طلحہ رضی اللہ عنہما وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (اور انہوں نے ذرا تغیر و تبدل نہیں کیا) اس عہد کو نہیں بدلا۔ نہ تو شہید کیے جانے کو اور نہ انتظار شہادت کو۔ اس میں ان لوگوں پر تعریض کی جنہوں نے عہد کو بدل دیا تھا اور جو دلوں کے بیمار تھے جیسا کہ اس ارشاد میں ہے ولقد کانوا عاھدوا اللہ من قبل لا یولون الا دبار [الاحزاب:۱۵]

۲۴: لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ (تاکہ اللہ تعالیٰ سچے مسلمانوں کو ان کے سچ کا بدلہ دے) صدق سے مراد وعدہ وفا ہے۔ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ (اور منافقوں کو چاہے سزا دے) جبکہ وہ توبہ نہ کریں۔ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ (یا ان کو توبہ کی توفیق دے) اگر وہ توبہ کریں۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا (بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں) قبولیت توبہ کے ذریعہ رَّحِيْمًا (رحم کرنے والے ہیں) غلطی معاف کر کے۔

نکتہ: یہاں منافقین کو اس طرح ذکر فرمایا گویا کہ انہوں نے برے انجام کا قصد کیا اور تبدیل عہد کر کے اس کا ارادہ کیا جیسا کہ سچے لوگوں نے وفاء عہد سے سچے انجام کا قصد کیا۔ کیونکہ ہر دو فریق سے ثواب و عقاب میں سے ایک انجام کو ہر صورت پہنچنا ہے گویا دونوں طلب میں برابر اور اس کو حاصل کرنے کی کوشش میں بھی یکساں ہیں۔

کفار کی شکست:

۲۵: وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو واپس کر دیا) کافروں سے یہاں لشکر مراد ہے۔ بِغَيْظِهِمْ (ان کے غصہ سمیت)۔

نحو: یہ حال ہے ای مغیظین جیسا کہ اس ارشاد میں تنبت بالدھن [المؤمنون:۲۰] میں ہے۔

لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا (ان کو کچھ بھی کامیابی نہ ملی) خیر سے یہاں غلبہ مراد ہے۔ یعنی مسلمانوں پر غلبہ نہ پا سکے۔ اس کو ان کے زعم کے مطابق خیر فرمایا۔

نحو: یہ حال ہے ای غیر ظافرین اس حال میں کہ وہ کامیاب ہونے والے نہ تھے۔

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ (اور اللہ تعالیٰ مؤمنین کیلئے لڑائی میں کافی ہوگیا) ہوا اور ملائکہ کے ذریعہ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا (اللہ تعالیٰ بڑی قوت والے بڑے زبردست ہیں) قدرت و غلبہ والے۔

وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاھَرُوْھُمْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ مِنْ صَیَاصِیْھِمْ وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ

اور اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ان کی مدد کی اللہ نے ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں رعب

الرُّعْبَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِیْقًا ﴿۲۶﴾ وَاَوْرَثَکُمْ اَرْضَھُمْ وَدِیَارَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ

ڈال دیا، تم ایک جماعت کو قتل کرنے لگے اور ایک جماعت کو قید کرنے لگے، اور تمہیں ان کی زمین کا اور ان کے گھروں کا اور ان کے مالوں کا

وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْھَا ؕ وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ﴿۲۷﴾

اور ایسی زمین کا مالک بنا دیا جس پر تم نے قدم نہیں رکھا تھا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ع ۷ / ۱۹

غزوۂ بنو قریظہ :

۲۶: وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاھَرُوْھُمْ (اور اتار دیا ان لوگوں کو جنہوں نے ان کی مدد کی تھی) ان لشکروں کی معاونت کی۔ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ (اہل کتاب میں سے) یہودِ بنی قریظہ مراد ہیں۔ مِنْ صَیَاصِیْھِمْ (ان کے قلعوں سے) الصیصۃ کی جمع ہے بمعنی گڑھی، قلعہ، مکانِ حفاظت۔

روایت تفسیر یہ میں ہے کہ جبرئیل امین علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس رات جس میں لشکر شکست کھا کر بھاگے اس کی صبح تشریف لائے۔ مسلمان مدینہ منورہ لوٹے۔ اور اپنے ہتھیار رکھ دیے جبرئیل علیہ السلام اپنے الحیزوم گھوڑے پر سوار تھے ان کے گھوڑے کی کاٹھی اور چہرے پر غبار تھا۔ آپ نے فرمایا جبرئیل یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا قریش کا پیچھا کرنے کی وجہ سے یہ غبار ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھوڑے کی پیشانی اور زمین سے غبار پوچھنے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ! فرشتوں نے تو ابھی تک ہتھیار نہیں رکھے اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔ میں انہی کی طرف جا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح کھنکھٹا دیا ہے جیسے خود چٹان پر کھنکھٹاتے ہیں۔ وہ تمہارے لئے لقمہ ہیں۔ لوگوں میں اعلان کر دیں جو حکم ماننے والا فرمانبردار ہے وہ بنی قریظہ میں عصر کی نماز ادا کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس راتیں ان کا محاصرہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے حکم پر اتر آؤ! انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر فرمایا سعد بن معاذ کے حکم پر اتر آؤ! وہ اس پر رضامند ہو گئے حضرت سعد بن معاذ نے کہا میں ان کے متعلق فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے مقاتلین کو قتل کر دیا جائے اور ان کی اولاد و نساء کو قیدی بنا لیا جائے۔ پھر ان کو اترنے کیلئے کہا گیا۔ مدینہ کے بازار میں ان کے لئے ایک خندق کھودی گئی جس میں ان کی گردنیں مار دی گئیں۔ ان کی تعداد ۸۰۰ سے ۹۰۰ کے درمیان تھی۔ ایک قول: چھ سو مقاتل تھے اور سات سو قیدی تھے۔ (سیرت ابن ہشام ۳/۲۲۴) وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ (اور ان کے دلوں پر رعب طاری کر دیا) الرعب سے مراد خوف ہے۔

قراءت: الرُّعُبَ شامی و علی نے عین کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ

اے نبی! آپ اپنی بیویوں سے فرمادیجئے کہ اگر تم دنیا والی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ

اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ

میں تمہیں فائدہ پہنچادوں اور تمہیں خوبی کے ساتھ چھوڑ دوں۔ اور اگر تم اللہ کو اور اس کے رسول کو چاہتی ہو اور

الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ يٰنِسَآءَ

دار آخرت کو تو بلاشبہ اللہ نے ان عورتوں کے لیے جو تم میں اچھے کام کرنے والی ہوں بڑا اجر تیار فرمایا ہے۔ اے نبی کی

النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ

بیویو! تم میں سے جو بیوی بے ہودگی کرے گی اس کو دوہرا عذاب دیا جانے گا

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝

اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے۔

فَرِيْقًا (ایک فریق کو) تَقْتُلُوْنَ (تم قتل کرتے تھے) تقتلون کی وجہ سے فریقًا منصوب ہے۔ یہ مقتولین لڑنے والے مرد تھے۔ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا (اور ایک گروہ کو قید کرتے تھے) یہ عورتیں اور بچے تھے۔

امتنانِ فتح:

۲۷: وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ (اور تمہیں ان کی زمینوں، گھروں اور مالوں کا وارث بنا دیا) اموال سے مراد نقدی، مویشی اور اثاثہ تھا۔ روایت تفسیر یہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی زمین صرف مہاجرین کو عنایت فرمائی اور انصار کو فرمایا تم اپنے گھروں میں ہو (واقدی) وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا (اور ایسی زمین کا جس پر تم نے قدم بھی نہ رکھا) لڑائی کی غرض سے اور وہ سرزمین نمبرا۔ مکہ نمبر۲۔ یا فارس و روم نمبر۳۔ یا خیبر یا نمبر۴۔ ہر وہ زمین جو قیامت تک مسلمان فتح کریں گے مراد ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت والے ہیں) قدیر بمعنی قادر ہے۔

طلبِ خوشی کا جواب:

۲۸: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا (اے نبی ﷺ آپ اپنی بیویوں سے فرمادیں۔ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی بہار چاہتی ہو) یعنی خوشحالی اور کثرتِ اموال فَتَعَالَيْنَ (تو آؤ)۔ یہ اصل میں تعال ہے۔ جو کسی بلند جگہ میں ہو اس کو نچلی جگہ والا بلانے کے لئے کہتا ہے پھر اس کا استعمال عام ہو کر اونچی، نیچی تمام جگہوں کیلئے ہونے لگا تعالین کا

معنی اپنے ارادہ اور اختیار سے ایک امر کا چناؤ کرلو۔ اس سے مراد جگہ سے اٹھ کر جانا نہیں ہے۔ جیسا کہ اس قول میں ہے قام يُهَدِّدُنِي (وہ مجھے دھمکانے لگا)۔ اُمَتِّعْكُنَّ (میں تمہیں کچھ متاع دے دوں) متعۂ طلاق مراد ہے۔ اور یہ متعۂ طلاق ہر مطلقہ کیلئے مستحب ہے۔ سوائے اس عورت کے جو طلاق سے قبل اپنا حق تفویض کردے۔

یہ آیت تخییر ہے:

وَاُسَرِّحْكُنَّ (اور تمہیں رخصت کردوں) طلاق دے کر رخصت کرنا مراد ہے۔ سَرَاحًا جَمِيْلًا (اچھی طرح رخصت کرنا) دنیا کی جو چیز کپڑے، خرچہ میں اضافہ وتبدیلی اس میں کمی نہ کی جائے گی۔ آپ ﷺ اس بات سے غمزدہ ہوئے۔ پس یہ آیت تخییر نازل ہوئی۔ پس آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابتداء کی یہ آپ کی سب سے زیادہ محبوب بیوی تھیں۔ ان پر جب آپ نے آیت تخییر پڑھی تو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو پسند کیا۔ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک سے غم کا بادل چھٹ کر چاند کی چمک آ گئی۔ پھر تمام ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرلیا۔ جیسے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا۔

روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا میں تمہیں ایک بات کہنے والا ہوں۔ تم اپنے والدین کے مشورہ کے بغیر اس کا جواب دینے میں جلدی نہ کرنا۔ پھر ان کے سامنے قرآن مجید کی یہ آیات پڑھیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیات سننے کے بعد کہا کیا اس معاملے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں۔ میں تو اللہ اور اس کے رسول اور آخرت والے گھر کو پسند کرتی ہوں۔ [رواہ البخاری: ۴۷۸۵: مسلم ۱۴۷۵]۔

تخییر کا حکم:

طلاق کے سلسلہ میں تخییر کا حکم یہ ہے کہ جب اس نے اپنی بیوی کو کہا اختاری بیوی نے کہا اخترت نفسی۔ ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی۔ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اگر اس نے اپنے خاوند کو اختیار کیا تو اس کو ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی اور اگر اپنے آپ کو اختیار کرلیا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔

۲۹: وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ (اور اگر تم اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول اور آخرت والے گھر کو چاہتی ہو)۔ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (پس اللہ تعالیٰ نے نیک کرداروں کیلئے تم میں سے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے)۔

معصیت کی قباحت کا بڑھنا' زیادتی فضل کو ظاہر کرتا ہے:

۳۰: يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ (اے ازواج نبی اکرم ﷺ جو تم میں سے کھلی ہوئی بے ہودگی کرے گی)۔ فاحشۃ (انتہائی قبیح برائی)۔ مُّبَيِّنَةٍ (جس کا فحش ظاہر ہو) یہ بَيَّنَ بمعنی تبیَّن ہے۔

قراءت: مکی، ابوبکر نے فتحہ یا مُبَیَّنَۃٍ پڑھا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

اس سے مراد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور حکم عدولی کرنا مراد ہے۔قول دیگر زنا مراد ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے معصوم رکھنے والے ہیں۔یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ (اس کو دوہری سزا دی جائے گی)

قراءت: مکی وشامی نے یُضَعِّفُ لها العذاب پڑھا ہے۔جبکہ ابوعمرو، زید، یعقوب نے یُضَعَّف پڑھا ہے۔

ضِعْفَيْنِ (دوگنا) دوسری عورتوں کے مقابلہ میں دوگنی سزا کیونکہ جو دوسری عورتوں کیلئے قبیح ہے تو وہ ان کے لئے اقبح ہے۔معصیت کی قباحت کا بڑھنا یہ زیادتی فضل کو ظاہر کرتا ہے۔کسی اور عورت کو ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسی فضیلت حاصل نہیں۔اسی وجہ سے تو عالم عاصی جاہل عاصی کی نسبت زیادہ قابل مذمت ہے۔کیونکہ عالم کی معصیت قبیح تر ہے۔اور اسی لئے غلاموں کے مقابلہ میں احرار کی حد زیادہ ہے اور کافر کو رجم نہ کیا جائے گا۔وَكَانَ ذٰلِكَ (اور یہ ان پر سزا کا دوگنا ہو جانا)۔

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (اللہ تعالیٰ کو یہ بات آسان ہے) آسان معمولی۔

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا

اور تم میں سے جو عورت اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک عمل کرے گی ہم اس کا ثواب دوہرا دیں گے اور ہم نے اس کے لیے

لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا

رزق کریم تیار کیا ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو،

تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ وَقَرْنَ فِيْ

تو نرمی سے بات نہ کرو کہ ایسا شخص لالچ نہ کرنے لگے جس کے دل میں مرض ہو، اور مناسب طریقہ پر بات کرو۔ اور تم اپنے گھروں میں

بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ

ٹھہری رہو اور قدیم جہالت کے دستور کے موافق نہ پھرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو

وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ

اور اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کرو، اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھروالو تم سے گندگی کو

الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ

دور فرمادے اور تم کو اچھی طرح پاک کردے۔ اور گھروں میں جو تلاوت کی جاتی ہیں ان آیات کو

اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

اور حکمت کو یاد کرو، بلاشبہ اللہ مہربان ہے باخبر ہے۔

اطاعت گزار کو دوگنا بدلہ:

۳۱: وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (اور جو کوئی تم میں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری کرے گی) القنوت۔ اطاعت کو کہتے ہیں۔ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ (اور نیک عمل کرے گی ہم اس کو اس کا اجر دو مرتبہ دیں گے) دوسروں کے مقابلے میں دوگنا ثواب۔ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا (اور ہم نے اس کے لئے عزت والی روزی تیار کر رکھی ہے)

قراءت: حمزہ، علی نے دونوں میں یاء پڑھی ہے۔ رزق کریم سے مراد عظیم الشان رزق ہے اور وہ جنت ہے۔

کوئی جماعتِ نساء تمہارے برابر نہیں:

۳۲: یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (اے نبی ﷺ کی ازواج تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو) یعنی تم عورتوں کی جماعتوں میں سے کسی ایک کی طرح نہیں ہو۔ جب عورتوں کی تمام جماعتوں کی ایک جماعت کر کے پڑتال کی جائے تو کوئی ایک جماعت بھی تمہاری فضیلت میں برابری کرنے والی نہ ملے گی۔ اَحَدٌ اصل میں وَحَدٌ ہے اور وہ ایک کو کہتے ہیں پھر نفی عام کیلئے اس کو وضع کیا گیا اس میں مذکر مؤنث اور واحد اور اس کے ماوراء کو برابر قرار دیا گیا۔

اِنِ اتَّقَيْتُنَّ (اگر تم تقویٰ اختیار کرو) اگر تم تقوی کا ارادہ کرو۔ نمبر۲۔ اگر تم متقی ہو۔ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ (تو تم بولنے میں نزاکت مت کرو) یعنی جب تم مردوں سے پردے میں بات کرو تو بولنے میں نرم اور چبا چبا کر باتیں مت کرو جیسے امید دلانے والی عورتیں کلام کرتی ہیں۔ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ (ایسے شخص کو طمع اور خیال ہونے لگتا ہے۔ جس کے دل میں خرابی ہے)۔

نحو: فیطمعَ کو نصب کی صورت میں نہی کا جواب بتائیں گے۔ مرض سے شک اور فجور مراد ہے۔

وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (اور تم قاعدہ کے موافق بات کہو)۔ اچھی بات ہو باوجودیکہ انداز درشت ہو۔

۳۳: وَقَرْنَ فِىْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى (اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو۔ اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو)۔

قراءت: مدنی اور عاصم سوائے ہبیرہ کے قَرْنَ پڑھتے ہیں۔

صرف: یہ اصل میں اِقْرَرْنَ تھا ایک راء کو تخفیف کیلئے حذف کر دیا۔ اور اس کا فتحہ ماقبل کو دے دیا۔ یا یہ قار یقار سے ہے جس کا معنی جمع ہونا آتا ہے۔ دیگر تمام قراء نے قِرن پڑھا اور اس کو وقر وقارًا سے یا قر یقر سے قرار دیا پہلی راء کو تکرار کی وجہ سے حذف کر دیا ای اقررن قرارًا اور کسرہ قاف کو دے دیا۔

قراءت: فی بُیُوتکن میں باء کا ضمہ بصری، مدنی، حفص نے پڑھا ہے۔ جاہلیت اولی سے قدیم جاہلیت اور التبرج سے مراد چلنے میں نزاکت و نخرہ یا اظہار زینت۔ تقدیر کلام اس طرح ہوگی۔ لا تبرجن تبرجًا مثل تبرج النساء فی الجاهلية الاولی۔ قدیم زمانہ جاہلیت میں جیسے عورتیں اظہار زینت کر کے نکلتیں تھیں تم اس طرح زینت کر کے مت نکلو۔

جاہلیتِ اولیٰ:

اس سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے نمبر۲۔ آدم و نوح علیہما السلام کا درمیانی زمانہ، نمبر۳۔ زمن داؤد و سلیمان علیہما السلام۔

جاہلیت اُخریٰ:

عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کے درمیان والا زمانہ نمبر ۲۔ جاہلیت اولی سے اسلام سے قبل کفر کا زمانہ اور جاہلیت اخری اسلام میں فسق وفجور والی جاہلیت۔

وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (تم نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کہا مانو) نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے ہوئے امر کا الگ الگ صیغہ استعمال فرمایا پھر دیگر تمام طاعات کیلئے ایک ہی صیغہ امر استعمال فرمایا۔ اس سے ان دونوں کی تمام احکام پر عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ جو ان پر مواظبت اختیار کرنے والا ہے۔ یہ دونوں اس کو دوسرے احکام کی تعمیل کی طرف کھینچ لے جانے والی ہیں۔

ترغیب اور گناہوں سے نفرت دلانے کا انداز:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ (اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو! تم سے آلودگی کو دور رکھے) الرجس سے الاثم یعنی گناہ مراد ہے۔

نحو: اھل البیت یہ نداء کی وجہ سے منصوب ہے یا مدح کی بناء پر منصوب ہے۔

دلیل:

اس میں دلیل ہے کہ آپ کی ازواج آپ کے اہل بیت سے ہیں۔ عنکم کی ضمیر مذکر لائے۔ کیونکہ اس سے آپ کی آل کے مرد وعورتیں دونوں مراد ہیں۔ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (اور وہ تمہیں پاک صاف رکھے۔) گناہوں کی نجاست سے۔ اس سے واضح ہوا کہ آپ نے ازواج کو بعض باتوں کا حکم دیا اور بعض سے روکا۔ اور ان کو نصیحت کی تاکہ اہل بیت رسول ﷺ گناہوں کا ارتکاب نہ کریں اور تقوی کے ذریعہ اس سے اپنے کو بچائیں۔ گناہوں کیلئے بطور استعارہ الرجس کا لفظ استعمال کیا اور تقوی کیلئے تطہیر کا کیونکہ قباحت کے مقامات پر ارتکاب کرنے والے کا اپنے کو پیش کرنا اس کو اسی طرح ملوث کر دیتا ہے جیسا کہ گندگیوں سے اس کا بدن پلید ہو جاتا ہے۔ باقی رہے نیکیوں کے مقامات تو ان پر آپ کو پیش کرنے سے پاک کپڑے کی طرح انسان پاک رہتا ہے۔ اس میں عقلمندوں کو گناہوں سے نفرت دلائی اور اوامر کی ترغیب دی ہے۔

۳۴: وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ (اور تم یاد رکھو ان آیات الٰہیہ اور علم کی باتوں کو جن کا تمہارے گھروں میں چرچا رہتا ہے) آیات سے مراد قرآن اور حکمت سے سنت مراد ہے۔ یا حکمت سے معانی قرآن کی وضاحت۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا (بیشک اللہ تعالیٰ رازداں ہے) وہ اشیاء کی گہرائیوں کو جاننے والا ہے۔ خَبِيْرًا (خبردار ہے) اشیاء کے حقائق سے واقف ہے مطلب یہ ہے وہ تمہارے افعال واقوال اور احوال کو جاننے والا ہے۔ امرونہی کی مخالفت سے بچتی رہو اور اس کے رسول کی نافرمانی نہ کرو۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِينَ وَالْقٰنِتٰتِ

بلا شبہ مسلم مرد اور مسلم عورتیں اورمومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبرداری کرنے والےمرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں

وَالصّٰدِقِينَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِينَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِينَ وَالْخٰشِعٰتِ

اور راستباز مرد اور راستباز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں

وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصّٰٓئِمِينَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِينَ

اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے

فُرُوجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِينَ اللّٰهَ كَثِيرًا وَّالذّٰكِرٰتِ أَعَدَّ اللّٰهُ

مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اوریاد کرنے والی عورتیں ان کے لیے اللہ نے

لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيمًا ﴿۳۵﴾

مغفرت اوراجرعظیم تیار کررکھا ہے۔

۳۵: شانِ نزول: نبی اکرم ﷺ کی ازواج کے متعلق یہ فضائل والی آیات اتریں تو امت کی عورتوں نے کہا ہمارے متعلق تو فضیلت کی کوئی آیت نہیں اتری۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

امت کی عورتوں کے فضائل:

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمٰتِ (بیشک مسلمان مردوعورتیں) المسلم جولڑائی کے بعد صلح میں داخل ہو۔ایسے مطیع کو کہتے ہیں جو سرکشی نہ کرے۔نمبر۲۔اپنا آپ جو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے۔اوراسی پر بھروسہ کرنے والا ہو۔جیسا اس آیت میں ہے: من اسلم وجهه لله۔

وَالْمُؤْمِنِينَ (اورمومن) اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی تصدیق کرنے والے اوروہ باتیں جن کی تصدیق کرنا ضروری ہے۔

وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقٰنِتِينَ (اورمومنہ عورتیں اور فرمانبرداری کرنے والے مرد) جوطاعت پر قائم رہنے والے ہیں۔وَالْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِينَ (اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں اور سچ بولنے والے مرد) منہیات میں اور اقوال و اعمال میں سچ۔وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِينَ وَالصّٰبِرٰتِ (اور سچ بولنے والی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں) طاعات پر جمے رہنے والے اور سیئات سے گریزاں۔وَالْخٰشِعِينَ (اور خشوع اختیار کرنے والے مرد) الخاشع وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کیلئے دل اور جوارح سے تواضع کرنے والا ہو۔یا خائفین مراد ہے۔وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ (اور خشوع کرنے والی عورتیں اور

خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں) خواہ صدقہ فرضی ہو یا نفلی وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ (اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں) فرضی ہو یا نفلی ایک قول یہ ہے کہ جس نے ایک ہفتہ میں ایک درہم صدقہ کیا وہ متصدقین میں شمار ہو جائے گا اور جس نے ہر ماہ ایام بیض کے روزے رکھے وہ الصائمین میں شمار ہوگا۔ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ (اور وہ مرد جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں)۔ ان مقامات سے جو حلال نہیں۔ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا (اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والیاں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرنے والے مرد) تسبیح و تحمید اور تکبیر و تہلیل اور قراءت قرآن مجید، علم میں مشغولیت کے ذریعہ۔ علم میں مشغولیت یہ بھی ذکر ہے۔

عطف کے فرق کا لطیفہ:

مطلب یہاں یہی ہے اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والیاں اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والیاں۔ مگر الذاکرات کو ماقبل کی دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا۔ اور مؤنثات کے مذکروں پر عطف اور جوڑے کے جوڑے پر عطف میں فرق یہ ہے کہ اول دوسرے قول کی نظیر ہے ثیبات و ابکارًا۔ [التحریم:۵] یہ دونوں مختلف جنسیں ہیں مگر حکم ایک ہے اس لئے ان کے درمیان حرف عطف لانے کے بغیر چارہ کار نہ تھا۔ مگر دوسرا وہ عطف الصفۃ علی الصفۃ بحرف الجمع کے قبیل سے ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مردان صفات کو اپنے اندر جمع کرنے والے اور جو عورتیں اپنے میں یہ صفات جمع کرنے والیاں ہیں۔ وَّ الذّٰكِرٰتِ (اور بہت یاد کرنے والی عورتیں)۔

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا (ان سب کیلئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے) جو ان کی طاعات پر ان کو ملے گا۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ

اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لیے اس کی گنجائش نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں تو انہیں اپنے کام میں اختیار

مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿۳۶﴾ وَاِذْ تَقُوْلُ

باقی رہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول اللہ کی نافرمانی کرے سو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔ اور جب آپ اس شخص سے فرمارہے

لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ

تھے جس پر اللہ نے انعام کیا اور آپ نے انعام کیا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رو کے رکھو اور اللہ سے ڈر، اور آپ اپنے

فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى

دل میں اس چیز کو چھپا رہے تھے جسے اللہ تعالیٰ ظاہر فرمانے والا تھا، اور آپ لوگوں سے ڈر رہے تھے اور آپ کو یہ سزاوار ہے کہ اللہ سے ڈریں، پھر جب زید اس سے

زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ

اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم نے اس عورت کا آپ سے نکاح کر دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے

اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا

جب وہ ان سے حاجت پوری کر چکیں اور اللہ کا حکم پورا ہونے ہی والا تھا۔ نبی پر اس بارے میں کوئی تنگی نہیں ہے جو اللہ نے

فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ﴿۳۸﴾

ان کے لیے مقرر فرما دیا، جو لوگ اس سے پہلے گذرے ہیں ان کے بارے میں اللہ نے یہی معمول رکھا ہے، اور اللہ کا حکم مقرر کیا ہوا ہے

الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾

جو اللہ کے پیغاموں کو پہنچاتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔

۳۶: شانِ نزول: رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ کے نکاح کا پیغام اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحش کو بھیجا۔ ان کے بھائی عبداللہ بن جحش نے انکار کیا تو یہ نازل ہوئی۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ (کسی مومن مرد اور کسی مومنہ عورت کے لئے گنجائش نہیں) یعنی کسی مومن و مومنہ کیلئے درست نہیں۔ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا (جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں) کاموں میں سے کسی کام کا۔ اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (کہ ان کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار رہے) کہ وہ اس معاملہ میں جس بات کا چاہیں چناؤ کریں بلکہ ان پر لازم ہے کہ وہ اپنی رائے کو رسول ﷺ کی رائے کے تابع بنا

دیں اوراپنے اختیار کو آپ کے اختیار کے ماتحت کر دیں۔ان دونوں نے یہ سن کر کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم راضی ہیں۔پھر زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید سے کر دیا۔اور زید کی طرف سے ان کی طرف مہر روانہ کر دیا گیا۔

وجہ ضمیر:

لھم میں ضمیر جمع لائی گئی حالانکہ ضمیر مفرد کی آنی چاہیے۔کیونکہ مذکورین نفی کے تحت وارد ہوئے۔پس حکم ہر مؤمن ومؤمنہ کے لئے عام ہو گیا پھر معنی کا لحاظ کرتے ہوئے ضمیر جمع لائی گئی لفظ ظاہر کا اعتبار نہ رہا۔

قراءت: یکون یاء کے ساتھ کوفی نے پڑھا ہے اور تکون تاء کی قراءت ابن کثیر، نافع، ابن عامر، ابو جعفر وغیرہ دیگر قراء کی ہے۔

الخیرۃ: وہ چیز جس کو چنا اور پسند کیا جائے۔

مَسْئَلَہ: اس سے یہ معلوم ہوا کہ امر وجوب کیلئے آتا ہے۔**وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا** (اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا) معصیت دو قسم کی ہے اگر یہ عصیان قبولیت سے انکار اور حکم کو مسترد کرنے والا ہے تو یہ کفر وضلال ہے اور اگر فعلی عصیان ہے مگر حکم کو قبول کر لیا اور حکم لازم ہونے کا اعتقاد ہے۔تو یہ فسق وفجور اور گناہ کبیرہ ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا تذکرہ:

۳۷: **وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ** (اور جب آپ فرما رہے تھے اس کو جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا) اسلام کی توفیق دی جو سب سے اعلیٰ نعمت ہے۔**وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ** (اور آپ نے انعام کیا) اس کو آزاد فرما کر متبنّیٰ بنا لیا۔گویا وہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے انعامات میں کروٹ بدلنے والا ہے مراد اس سے زید بن حارثہ ہیں۔**اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ** (اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رہنے دے) زوج سے مراد یہاں زینب بنت جحش ہیں۔اور واقعہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زید سے نکاح کے بعد ان کو دیکھا تو اچھی معلوم ہوئیں آپ نے فرمایا سبحان اللہ مقلب القلوب اس سے قبل آپ کے دل کا میلان قطعاً نہ تھا زینب رضی اللہ عنہا نے یہ تسبیح سنی اور زید سے اس کا تذکرہ کیا۔زید سمجھ گئے۔(یہ کلام مفسر مرحوم نے معلوم نہیں کہاں سے نقل کیا۔یہ منصب نبوت کے خلاف اور باطل ہے۔آپ کو ان کے نکاح سے کوئی چیز مانع نہ تھی زید کے ساتھ نکاح آپ نے خود کیا تھا) اللہ تعالیٰ نے زید کے دل میں زینب سے نفرت اور اعراض ڈال دیا۔زید رضی اللہ عنہ نے ایک دن حاضر خدمت ہو کر کہا میں اپنی بیوی کو چھوڑنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ کیا اس کے کسی معاملے میں شک معلوم ہوا؟ انہوں نے عرض کیا نہیں! اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے اس سے سوائے خیر کے اور کچھ نہیں دیکھا۔مگر وہ اپنے شرافت نسبی کی وجہ سے مجھ پر بڑائی ظاہر کرتی ہے اور مجھے ایذاء پہنچاتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا تو اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں برقرار رکھ۔**وَاتَّقِ اللّٰهَ** (اور اللہ تعالیٰ سے ڈر) نمبر ۱۔اور اس کو طلاق نہ دے یہ نہی تنزیہی ہے کیونکہ اولیٰ بات یہ تھی کہ وہ طلاق نہ دیں۔نمبر ۲۔اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور تکبر و بڑائی کی طرف نسبت کر کے اس

کی مذمت نہ کرو اور خاوند کو ایذاء دینے والی بات اس کے ذمہ مت لگا۔ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ (اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا) یعنی اپنے دل میں ان کے ساتھ نکاح کی بات اگر زید طلاق دے دیں۔ اور یہی وہ بات ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا۔

ایک قول:

یہ ہے آپ کے دل میں اس کی طرف میلان اور زید سے ان کی جدائی کی پسندیدگی یہ وہ بات تھی کہ جس کو آپ دل میں چھپائے تھے۔ (اس دوسرے قول بلا دلیل کے متعلق عرض یہ ہے کہ تخفی فی نفسک سے اگر محبت و میلان مراد ہے تو ماالله مبد یه کے وعدہ کا ایفاء کہاں اور کس آیت میں ہے۔ حالانکہ آیت تو صاف زوجنکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہی آپ قلب اطہر میں چھپائے ہوئے تھے۔ کہ اگر زید نے طلاق دے دی تو مجھے زینب سے نکاح کرنا پڑے گا۔ اس کے بغیر زینب اور اس کے بھائیوں کی اشک شوئی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ طبعًا کراہت کے باوجود اطاعت رسول کی خاطر انہوں نے نکاح کر دیا تھا۔ (مترجم انظر البیان)

نحو : وتخفی فی نفسك میں واؤ حالیہ ہے۔

وَتَخْشَى النَّاسَ (اور آپ لوگوں سے اندیشہ کرتے تھے) یعنی لوگوں کی اس بات سے کہ اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے۔ (جو جاہلیت عرب میں حقیقی بہو کی طرح ناجائز سمجھا جاتا تھا) وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ (اور ڈرنا تو آپ کو اللہ تعالیٰ ہی سے زیادہ سزاوار ہے)

نحو : واؤ حالیہ ہے مطلب یہ ہے امسك عليك زوجك مخفيافی نفسك ارادة الا یمسکها وتخفی خاشیا قالة الناس و تخشی الناس حقيقًا فی ذلك بان تخشی الله (یہ مفسر رحمہ اللہ کا قول محتاج دلیل ہے) مترجم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر رسول اللہ ﷺ وحی میں سے کوئی چیز چھپاتے تو اس آیت کو چھپاتے (جب اس کو بھی نہیں چھپایا تو کسی چیز کو نہیں چھپایا) فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا (پھر جب زید کا اس سے جی بھر گیا) الوطر حاجت و ضرورت جب کوئی شخص کسی چیز سے متعلق اپنی مقصودی ضرورت کو پالے تو اس وقت کہتے ہیں قضی منه وطرهٗ مطلب یہ ہے کہ جب زینب کے متعلق زید کی کوئی ضرورت نہ رہی اور زید رضی اللہ عنہ کی ہمت نے جواب دے دیا۔ اور اس کو طلاق دے دی اور زینب رضی اللہ عنہا کی عدت ختم ہوگئی۔ زَوَّجْنٰكَهَا (ہم نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا) روایت تفسیر یہ میں ہے کہ جب ان کی عدت مکمل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کو فرمایا مجھے تم پر سب سے بڑھ کر اعتماد ہے زینب رضی اللہ عنہا کو میری طرف سے پیغام نکاح دو۔ زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں چل دیا اور میں نے آواز دے کر کہا: یا زینب أبشری! رسول اللہ ﷺ تمہیں نکاح کا پیغام دیتے ہیں۔ زینب اس پر خوش ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا اور اس سے شب باشی فرمائی۔ اور جو ولیمہ ان کے نکاح پر کیا وہ اور کسی بیوی کے نکاح پر نہیں کیا۔ آپ نے ایک بکری ذبح فرمائی اور لوگوں کو روٹی و گوشت کھلایا یہاں تک کہ آدھا دن گزر گیا۔ (ابو یعلیٰ بغیر سند)

لِكَىْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِىْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ (تاکہ مومنوں سے ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ ہو) اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا (رہے جب وہ ان سے اپنا جی بھر چکیں) ایک قول یہ ہے کہ قضائے وطر حاجت کا پا نا لینا اور مراد کو پہنچنا۔ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ کا حکم) جس کے متعلق وہ چاہتے ہیں کہ وجود میں آئے۔ مَفْعُوْلًا (ہونے والا تھا) ہر صورت میں پورا ہونے والا تھا۔ اور یہ مثال ہے اس کی جو اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ زینب کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے ہو کر رہے گا۔

حلال کے استعمال میں پیغمبر ﷺ کو کیا قباحت:

۳۸: مَا كَانَ عَلَى النَّبِىِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ (اور نبی اکرم ﷺ پر کوئی الزام نہیں اس بات میں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر کر دی) فرض اللہ سے مراد جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کیا اور اس کا حکم دیا اور وہ زید رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح تھا۔ نمبر۲۔ جو عورتوں کی تعداد آپ کے لئے مقرر کر دی تھی۔

سُنَّةَ اللّٰهِ (اللہ عزوجل کا طریقہ) اور اللہ تعالیٰ نے یہی معمول بنا رکھا ہے) سنۃ یہ اسم ہے جس کو مصدر کی جگہ رکھا گیا ہے جیسے کہتے ہیں: تربًا وجندلًا، یہ ما كان على النبى من حرج کی تاکید ہے۔ گویا تقدیر کلام اس طرح ہے سن الله ذلك سنة فى الانبياء الماضين اللہ تعالیٰ نے انبیائے ماضین میں یہی طریقہ مقرر فرما رکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مباح کام کے کر گزرنے میں ان پر کوئی پابندی نہیں اور نکاح وغیرہ میں ان پر وسعت کی گئی۔ کہ ان کے حرم میں آزاد اور باندیاں دونوں ہی تھیں۔ داؤد علیہ السلام کی ایک سو بیویاں اور تین سو باندیاں تھیں اور سلیمان علیہ السلام کی تین سو آزاد عورتیں چھ سو باندیاں تھیں۔ فِى الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ (ان کے حق میں جو پہلے گزرے) وہ انبیاء علیہم السلام جو آپ سے قبل گزرے۔ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا (اور اللہ تعالیٰ کا حکم تجویز کردہ ہوتا ہے) فیصلہ شدہ، قطعی طے شدہ۔

قراءت ونحو:

اس پر اس صورت میں وقف نہ کیا جائے گا جبکہ الذين يبلغون کو اول الذین سے بدل بنایا جائے۔ اور اگر تم اس کو محل رفع میں قرار دو۔ تو اس پر وقف کریں گے اور الذين يبلغون سے کلام ابتدائی ہو۔

۳۹: الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ (یہ سب لوگ ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو پہنچایا کرتے تھے)

نحو: اول الذین سے بدل ہے نمبر۲۔ محل رفع میں کلام ابتدائی نمبر۳۔ مدح کی وجہ سے منصوب ای هم الذين يبلغون نمبر۴۔ اعنى الذين يبلغون۔

وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ

تمہارے مردوں میں سے محمد ﷺ کسی کے باپ نہیں ہیں اور لیکن اللہ کے رسول ہیں نبیوں کی مہر ہیں اور اللہ

اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝۴۰

ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

تھے) اس آیت میں انبیاء علیہم السلام کا وصف یہ بیان کیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرتے ہیں۔ یہ تصریح کے بعد تعریض ہے و تخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ) اب اس آیت کے پیش نظر تخشی الناس کا معنی لیا جائے گا جو آپ کے مناسب ہوگا فافہم وتدبر) وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا (اور اللہ تعالیٰ حساب لینے کے لئے کافی ہے) ہر مقام خوف کیلئے کافی ہے نمبر۲۔ صغیرہ اور کبیرہ پر محاسبہ کرنے والا ہے۔ وہی اس لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا:

۴۰: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ (محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں) حقیقتاً تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں کہ جس کی بنیاد پر آپ کے اور اس بیٹے کے درمیان حرمت مہر و نکاح ثابت ہو سکے۔ الرجال سے بالغ اولاد مراد ہے اور حسن وحسین تو اس وقت بالغ نہ تھے (یہ تو نواسے ہیں جو حکماً اولاد میں شامل ہوتے ہیں) طاہر وطیب وقاسم، ابراہیم رضی اللہ عنہم بچپن میں فوت ہو گئے۔

وَلٰكِنْ (لیکن وہ ہیں) رَّسُوْلَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں) ہر رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے ان باتوں کے لحاظ سے جو ان کی توقیر وتعظیم کو امت میں لازم کرنے والی ہوں اور اسی طرح جو باتیں مشقت ونصیحت کو امت کے حق میں لازم کرنے والی ہوں۔ تمام احکام میں نہیں جو کہ ابناء و آباء کے درمیان ثابت ہوتے ہیں۔

اور زید تمہارے مردوں میں سے ایک ہیں وہ آپ کی حقیقی اولاد نہیں ہے۔ اس کا حکم تمہاری طرح ہے اور بیٹا بنا لینا اس سے اختصاص وتقرب حاصل ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (اور سب نبیوں کے لئے خاتم ہیں)

قراءت: خاتَم تاء کے فتحہ سے عاصم نے پڑھا ہے اس کا معنی طابع یعنی ان سے آخر۔ مطلب یہ ہے آپ ﷺ کے بعد کوئی پیغمبر بنایا نہ جائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام تو ان میں سے ہیں جن کو نبوت پہلے دی جا چکی اور جب وہ اتریں گے تو شریعت محمد ﷺ پر عامل ہونگے گویا کہ وہ آپ کی امت کے ایک فرد ہیں۔ دیگر قراء نے تاء کے کسرہ کے ساتھ بمعنی طابع ہے ختم کرنے والے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت اس کی تائید کرتی ہے۔ ولکن نبیاً ختم النبین۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں)۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کرو خوب کثرت کے ساتھ۔ اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرو۔ وہی ہے

الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ

جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تا کہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے آئے۔اور وہ

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾

ایمان والوں پر رحم فرمانے والا ہے۔ جس دن یہ لوگ اس سے ملاقات کریں گے ان کا تحیہ سلام ہوگا اور اس نے ان کے لیے اجر کریم تیار فرمایا ہے۔

۴۱: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو) قسم قسم کی ثناء کثرت کے ساتھ کرو۔

۴۲: وَّ سَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً (اور اس کی تسبیح کرو صبح) بُکرۃ دن کے ابتدائی حصہ کو کہتے ہیں۔وَّ اَصِیْلًا (اور دن کے آخر میں)

کثرتِ ذکر کا حکم، وجہ تخصیص:

ان دو اوقات کو ذکر کیلئے خاص کیا کیونکہ دن رات کے فرشتے ان دو اوقات میں جمع ہوتے ہیں۔

قولِ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

سجوا کا معنی یہ ہے کہ تم سبحان اللہ، والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھو۔

دونوں فعل اذکروا اور سبحوا اوقات بکرہ اور اصیل کی طرف متوجہ ہیں۔جیسا کہ کہتے ہیں۔صم و صل یوم الجمعۃ اور تسبیح یہ منجملہ اذکار میں سے ہے تمام اقسام ذکر میں سے ان دو انواع کو خاص کرنا اسی طرح ہے جیسا کہ جبرئیل و میکائیل علیہما السلام کو تمام فرشتوں میں سے خاص کرنا۔تا کہ تمام اذکار پر ان کی فضیلت ظاہر ہو جائے کیونکہ اس کا معنی اس کی ذات کو ایسی صفات سے پاک قرار دینا جو اس کی ذات کے لائق نہیں۔اور یہ بھی جائز ہے کہ ذکر اور کثرت ذکر سے مراد کثرت طاعات و عبادات ہوں۔کیونکہ وہ بھی منجملہ ذکر میں سے ہے پھر اس میں سے تسبیح کو (بکرہ) صبح کیلئے خاص کیا وہ صلوٰۃ الفجر ہے اور اصیلاً کو خاص کیا یہ نماز ظہر، عصر، مغرب، عشاء ہیں یا صلوٰۃ فجر اور مغرب وعشاء مراد ہیں۔

صلوٰۃ کا مطلب:

۴۳: ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ (وہ وہی ذات ہے جو کہ تم پر رحمتیں بھیجتی ہے اور اس کے فرشتے) مصلی کی جب یہ حالت ہے کہ وہ اپنے رکوع اور سجدہ میں متوجہ ہوا ہے۔تو دوسرے پر شفقت و نرمی کے ساتھ متوجہ ہونے والے کیلئے بطور استعارہ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝۴۵ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ

اے نبی بے شک ہم نے آپ کو گواہ اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والا

وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝۴۶ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ۝۴۷ وَلَا

اور روشن کرنے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے، اور آپ مومنین کو خوشخبری سنا دیجئے کہ بلا شبہ اللہ کی طرف سے ان پر بڑا فضل ہے اور آپ

تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانئے اور ان کی ایذاء کو چھوڑیئے اور اللہ پر بھروسہ کیجئے اور اللہ کافی

وَكِيْلًا ۝۴۸

کارساز ہے۔

استعمال ہونے لگا۔ جیسا کہ مریض کی عیادت کرنے والا مریض پر شفقت میں اور عورت اپنے بیٹے پر شفقت کرتی ہے پھر اس کا استعمال کثرت سے رحمت و مہربانی میں ہونے لگا اور اسی معنی میں عرب کا یہ قول ہے: صلی اللہ علیك یعنی تم پر رحم فرمائے اور مہربانی فرمائے۔

صلاةِ ملائکہ:

سے مراد ملائکہ کا یہ قول ہے: اللھم صل علی المؤمنین کیونکہ وہ مستجاب الدعوات ہیں اس لئے ان کو اس طرح قرار دیا گیا گویا کہ وہ رحمت و مہربانی کرنے والے ہیں مطلب یہ ہے وہی ذات ہے جو تم پر رحم فرماتا اور مہربانی کرتا ہے اس طرح کہ وہ تمہیں خیر کی طرف بلاتا ہے اور تمہیں کثرتِ ذکر کا حکم دیتا ہے۔ اور وافر مقدار میں صلاۃ و طاعت کا حکم دیتا ہے۔

لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (تا کہ وہ تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے) معصیت کے اندھیروں سے نورِ اطاعت کی طرف وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا (اور وہ مؤمنوں پر زیادہ مہربان ہے)۔

مَسْئَلَہ: آیت کا یہ حصہ دلیل ہے کہ صلاۃ سے مراد رحمت ہے روایت میں ہے کہ جب آیت: ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی [الاحزاب:۵۶] نازل ہوئی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے جس شرف کے ساتھ بھی آپ کو خاص کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں حصہ دار اور شریک ضرور بنایا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی۔

۴۴: تَحِيَّتُهُمْ (ان کا سلام) یہ اضافت مصدر الی المفعول کی قسم میں سے ہے۔ ای تحیۃ اللہ لکم۔ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ (جس دن وہ اس کو ملیں گے) اس کو دیکھیں گے۔ سَلٰمٌ (اللہ تعالیٰ السلام علیکم فرمائیں گے) وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اجر کریم تیار کر رکھا ہے) اجر کریم یعنی جنت۔

پیغمبر ﷺ کے اوصاف خمسہ:

۴۵: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا (اے نبی (ﷺ) ہم نے آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا کہ آپ شاہد ہونگے) ان پر جن کی طرف آپ مبعوث ہوئے اور ان کی تصدیق و تکذیب پر یعنی آپ کا قول ان کے متعلق خواہ حق میں ہو یا خلاف قبول کیا جائے گا۔ جیسا کہ شاہد عادل کا قول فیصلہ میں قبول کیا جائے گا۔

نحو: یہ حال مقدرہ ہے جیسا تم کہو مررت برجل معه صقر صائدا به غدا ای مقدرًا به الصید غدًا۔ میں ایک آدمی کے پاس سے گزرا جس کے پاس باز ہے۔ اس حال میں کہ وہ اس سے صبح شکار کرنے والا ہے یعنی اسکے مقدر کیا گیا ہے شکار کو کل وَّ مُبَشِّرًا (اور خوشخبری دینے والے ہیں) ایمان والوں کو جنت کی۔ وَّ نَذِیْرًا (اور وہ کافروں کو آگ سے ڈرانے والے ہیں)۔

۴۶: وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ (اور دعوت دینے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حکم سے) اس کے امر سے یا اس کے میسر کر دینے سے۔

نحو: تمام حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا (اور روشن چراغ ہیں) آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ظلمات شرک کو روشن کر دیا گمراہوں کو ہدایت ملی جیسا کہ رات کے اندھیرے روشن سورج سے روشن ہو جاتے ہیں۔ اور روشنی سے راستہ پایا جاتا ہے۔

قول جمہور کہ سراج منیر سے مراد قرآن مجید ہے۔ اسکے مطابق تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ ذا سراج منیر اور سراج منیر کی تلاوت کرنے والے ہیں۔ منیر کی صفت سراج کیلئے لائی گئی کیونکہ جب دیئے کی بتی چھوٹی ہو جاتی اور تیل کم ہو جاتا ہے تو وہ روشنی نہیں دیتا۔ نمبر۲۔ شاہداً کا معنی ہماری وحدانیت کی گواہی دینے والا مبشراً (ہماری رحمت کی خوشخبری دینے والا)۔ و۔ نذیرا (ہمارے عذاب سے ڈرانے والا) و داعیا الی اللہ (ہماری عبادت کی طرف دعوت دینے والا)۔ و سراجًا اور ہمارے وجود کی ظاہر دلیل)

۴۷: وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا (اور مؤمنین کو خوشخبری دے دیں کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا فضل ہونے والا ہے۔) فضل کبیر سے بڑا ثواب مراد ہے۔

۴۸: وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ (اور آپ کافروں اور منافقوں کی اتباع مت کیجئے) اس سے مراد اس حالت پر برانگیختہ کرنا اور دوام و ثبات پیدا کرنا ہے جس میں آپ تھے۔ وَدَعْ اَذٰىهُمْ (اور ان کی طرف سے جو ایذاء پہنچے اس سے صرف نظر فرمائیں) اذیٰ بمعنی ایذاء ہے۔

نحو: اور نمبرا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس کی اضافت فاعل کی طرف ہو ای اجعل ایذائهم ایاك فی جانب ان کی ایذاء کو ایک طرف رکھ اور اس کی کوئی پرواہ مت کرو اور نہ ان کی ایذاء سے ڈرو۔ نمبر۲۔ اضافت مفعول کی طرف ہو۔ ای دع ایذاء ك إیّاهم مكافأة لهم۔ آپ ان کو بطور بدلہ ایذاء دینے کو رہنے دیجئے۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجئے) وہ ان کے لئے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ

اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر تم انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو

فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا

تو تمہاری ان پر کوئی عدت نہیں جسے تم شمار کرو تم ان کو کچھ متاع دے دو اور انہیں خوبی کے ساتھ

جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾

چھوڑ دو۔

کافی ہے۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (اور اللہ تعالیٰ کی کارسازی کافی ہے) اس کی سپرداری کفایت کرنے والی ہے۔

ایک قول:

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پانچ اوصاف بیان فرمائے اور ان میں سے ایک کا مقابلہ ایک مناسب خطاب سے فرمایا مثلاً نمبرا۔ شاہد کا مقابلہ وبشر المؤمنین سے کیونکہ آپ ﷺ امت پر شاہد ہونگے اور امت تمام امتوں پر شاہد ہوگی۔ اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے نمبر۲۔ المبشر کا مقابلہ کفار ومنافقین سے اعراض کرنے کے ساتھ کروایا کیونکہ جب ان سے اعراض کریں گے تو ایمان والوں کی طرف پورے طور پر متوجہ ہونگے اور بشارت کیلئے یہ بات مناسب ہے۔ نمبر۳۔ النذیر کا مقابلہ دع اذاھم سے کیا کیونکہ جب وہ حاضر میں ان کی ایذاء کو چھوڑ دیں گے حالانکہ ایذاء کی جلدی سزا تو ضروری ہے۔ یا بدیر سزا۔ اور کفار کو مستقبل میں ملنے والی اس سزا سے ڈرایا گیا۔ نمبر۴۔ اور داعی الی اللہ کا تقابل تیسیر کے قول توکل علی اللہ کے ساتھ کیا۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ پر توکل کر لیتا ہے اس پر ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ نمبر۵۔ سراج منیر کا تقابل اللہ تعالیٰ کی وکالت پر اکتفاء سے کیا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کی دلیل کو تمام مخلوق پر روشن کر دیں تو وہ اس لائق ہے کہ تمام مخلوق کو چھوڑ کر اسی پر اکتفاء کیا جائے۔

وجوبِ عدت:

۴۹: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ (اے ایمان والو! جب تم مؤمنہ عورتوں سے نکاح کرو) یعنی جب تم شادی کرو۔ نکاح کا لفظ اصل میں وطی کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور عقد کو بھی نکاح اس لئے کہتے ہیں کیونکہ وطی تک پہنچنے کا ذریعہ اور واسطہ ہے جیسا کہ شراب کو اثم کہتے ہیں کیونکہ وہ شراب اس گناہ کا سبب ہے جیسا کہ راجز کے اس قول میں:

اسنمة الا بال فی سحابه

شاعر نے پانی کا نام اسنمة الا بال رکھا کیونکہ وہ اونٹوں کے موٹا ہونے کا سبب اور ان کی سناموں کی بلندی کا سبب ہے۔

النکاح:

نکاح کا لفظ قرآن مجید میں عقد کے معنی میں ہی وارد ہوا ہے۔ کیونکہ وطی کے معنی میں تو یہ باب تصریح میں سے ہو جائے گا۔ حالانکہ آدابِ قرآن کا تقاضا اس کا (یعنی وطی ء) کنایہ، الملامسة ، المماسة، القربان، التغشی اور الاتیان ہے۔

وجہ تخصیص:

مؤمنات کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اشارہ کر دیا کہ مؤمن کو مؤمنہ سے نکاح کرنا چاہیے۔ اگرچہ کتابیات جواز نکاح میں مؤمنات کے برابر ہیں۔

ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ (پھر تم ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو) اور خلوت صحیحہ مس کی طرح ہے۔ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا (تو تمہاری ان کے اوپر کوئی عدت نہیں جس کو تم شمار کرنے لگو)

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ عورتوں پر مردوں کیلئے عدت واجب ہے اور تعتدونہا کا معنی اس کی گنتی کو پورا کرنے والے ہو۔

صرف:

یہ عدّ سے باب افتعال ہے فَمَتِّعُوْهُنَّ (پس ان کو کچھ متاع دیدو)۔

متعہ:

اُس عورت کے لئے لازم ہے جس کو دخول سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو اور اس کا مہر بھی مقرر نہ ہو دوسری عورتوں کے لئے نہیں۔

وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا (اور ان کو خوبی کے ساتھ رخصت کر دو)۔ یعنی ان کو تکلیف دینے کیلئے نہ روکو۔ اور ان کو اپنے گھروں سے فارغ کر دو۔ کیونکہ تمہاری طرف سے ان پر کچھ بھی عدت نہیں ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ

اے نبی! ہم نے آپ کے لیے یہ بیویاں حلال کردیں جن کو آپ ان کے مہر دے چکے ہیں اور وہ عورتیں بھی حلال کیں جو آپ کی مملوکہ

يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ

ہیں ان اموال میں سے جو اللہ نے آپ کو مال غنیمت میں سے دلوائے اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموؤں کی بیٹیاں

وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا

اور خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی اور وہ عورتیں حلال کیں جو بغیر عوض کے اپنی جان نبی کو بخش

لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ

دیں اگر پیغمبر ان سے نکاح کرنا چاہیں، یہ آپ کے لیے مخصوص ہے نہ کہ مؤمنین کے لیے،

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ

ہم نے جان لیا جو کچھ ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور باندیوں کے بارے میں احکام مقرر کیے تا کہ آپ پر کوئی

عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵۰

تنگی نہ ہو اور اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

مہر شرط تابید نکاح ہے:

۵۰: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ (اے نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کیلئے آپ کی یہ بیویاں جن کے مہر) اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ (آپ دے چکے ہیں حلال کی ہیں) اجور کا معنی مہر ہے۔ کیونکہ مہر بضع کا بدلہ ہے۔ (اتیت اجورھن کی قید احترازی نہیں۔ واقعی ہے کیونکہ آپ جلد ادا فرماتے تھے)

کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

لفظ اجارہ سے نکاح اسی لئے جائز ہے کیونکہ مہر کو اجور فرمایا۔

جواب کرخی رحمۃ اللہ علیہ:

نکاح کی شرط تابید ہے اور اجارہ کی شرط تاقیت ہے اور دونوں میں منافات ہے اور ایتاؤ ھا کا معنی اعطاء ھا عاجلاً ان کو جلد ادا کرنا یا اس کو مقرر کرنا اور عقد میں اس کا نام لینا ہے۔ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ (اور وہ عورتیں بھی جو تمہاری

مملوکہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو غنیمت میں دلوادی ہیں) وہ صفیہ، جویریہ ہیں ان دونوں کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرمالیا۔

وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ (اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور ماموؤں کی بیٹیاں اور خالہ)۔ خٰلٰتِكَ الّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ (کی بیٹیاں وہ جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی) مَعَ کا لفظ یہاں مقارنت کیلئے نہیں بلکہ فقط وجودِ ہجرت کو ثابت کرنے کیلئے ہے جیسا کہ اس ارشاد میں ص و اسلمت مع سلیمان [النمل:۴۴]

امّ ہانی بنت ابی طالب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے پیغام نکاح بھیجا میں نے معذرت پیش کی۔ آپ نے میرے عذر کو قبول فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری پس آپ کے لئے یہ (نکاح کرنا) حلال نہ قرار دیا گیا کیونکہ میں نے ہجرت نہ کی تھی۔ [ترمذی:۳۲۱۴]

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ (اور اس مؤمنہ عورت کو جو بلاعوض اپنے کو پیغمبر کو دیدے) اور آپ کے لئے حلال کر دیا ہم نے اس عورت کو جو اپنے نفس کو آپ کے ہبہ کر دے اور یہ عورت مہر طلب نہ کرے اگر ایسا اتفاق ہو۔ اسی لئے امراۃ مؤمنۃ نکرہ لایا گیا۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: یہ مستقبل کے حکم کو بیان کیا ہے۔ حالانکہ کوئی عورت ہبہ والی آپ کے ہاں نہ تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ نفس کو ہبہ کرنے والی عورت آپ کے ہاں میمونہ بنت الحارث یا زینب بنت خزیمہ یا اُمّ شریک بنت جابر یا خولہ بنت حکیم تھیں۔

قراءت: حسن رحمہ اللہ نے اَنْ وهبت پڑھا اور ان کو تعلیلیہ قرار دیا۔ اور لام کو محذوف مانا لان وهبت۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بغیر ان کے پڑھا۔ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْكِحَهَا (اگر پیغمبر اس کو نکاح میں لانا چاہیں) اور اس کی طرف نکاح کی رغبت رکھتے ہوں۔

ایک قول یہ ہے نکح اور استنکح کا ایک معنی ہے دوسری شرط پہلی شرط کے لئے قید ہے حلال ہونے کی شرط یہ ٹھہرائی گئی ہے وہ عورت اپنا آپ آپ کو ہبہ کر دے اور ہبہ میں نکاح کی طلب کا ارادہ خود موجود ہے گویا اس طرح فرمایا احللناها لك ان وهبت لك نفسها وانت تريد ان تستنكحها او ارادته هي: قبول الهبة وما به تتم۔ ہم نے آپ کے لیے حلال کر دیا اگر وہ اپنا آپ آپ کو ہبہ کر دے اور آپ اس سے نکاح کرنا چاہتے ہوں۔ اور آپ کا ارادہ ہی قبول ہے جس سے وہ نکاح ہبہ تکمیل پذیر ہوگا۔

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ لفظ ہبہ سے نکاح جائز ہے کیونکہ رسول ﷺ اور آپ کی امت احکام میں برابر ہیں سوائے ان احکام کے جن کو دلیل آپ کے لئے خاص ثابت کر دے۔ خَالِصَةً (یہ مخصوص ہے آپ کے لئے) بلا مہر نکاح۔

نَحْو: یہ وهبت کی ضمیر سے حال ہے نمبر۲۔ مصدر مؤکد ہے تقدیر کلام یہ ہوگی خلص لك احلال ما احللنالك خالصة تمہارے لئے مخصوص کر دیا گیا اس چیز کا حلال کرنا جو کہ ہم نے آپ کیلئے حلال کیا خصوصاً اور مصادر فاعلۃ کے وزن پر کثرت سے آتے ہیں۔ مثلاً العاقبۃ، الکاذبۃ۔ لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ (نہ کہ دوسرے مؤمنین کیلئے) دوسروں کیلئے مہر واجب ہے خواہ اس

تُرْجِىْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِىْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ۭ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا

آپ ان میں سے جسے چاہیں اپنے سے دور رکھیں اور جسے چاہیں اپنے نزدیک ٹھکانہ دیں اور جسے آپ دور کریں اسے طلب کریں تو

جُنَاحَ عَلَيْكَ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ

اس بارے میں آپ پر کوئی گناہ نہیں یہ اس بات سے قریب تر ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ رنجیدہ نہ ہوں اور جو کچھ آپ ان کو دیں وہ سب اس پر

كُلُّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ۝۵۱

راضی رہیں اور اللہ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ جاننے والا ہے علم والا ہے۔

وقت مذکور ہو یا اس کی نفی کر دی گئی ہو۔

حکمتیں:

اولاً خطابی انداز تھا پھر اس کلام کو غیبت کی طرف موڑ دیا ان اراد النبی میں پھر خطاب کی طرف کلام کو لوٹایا تا کہ اعلان کر دیا جائے کہ یہ اختصاص نبوت کی وجہ سے بطور تکریم فرمایا گیا ہے۔ اور اس کو بار بار عظمت شان کیلئے ذکر کیا۔

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ (ہم کو وہ احکام معلوم ہیں جو ہم نے ان پر ان کی بیبیوں) یعنی جو مہر ہم نے آپ کی امت پر ان کی زوجات کے سلسلہ میں واجب کیے ہیں۔ نمبر۲۔ جو ہم نے ان کی ازواج کے سلسلہ میں حقوق لازم کیے ہیں۔ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ (اور لونڈیوں کے بارے میں مقرر کیے ہیں) ملکیت کے طور پر ان کو خرید لینے کی بناء پر لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ (تا کہ آپ پر کسی قسم کی تنگی نہ ہو) حرج کا معنی تنگی ہے یہ آیت کا حصہ خالصةً لك من دون المؤمنین سے متصل ہے۔ اور قد علمنا ما فرضنا علیهم فی ازواجهم وما ملکت ایمانهم یہ جملہ معترضہ ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں)۔ وہ اپنے بندوں پر وسعت فرمانے والے ہیں۔

۵۱: تُرْجِىْ (اور اپنے سے دور رکھیں)

قراءت: بلا ہمزہ مدنی، حمزہ، علی، خلف، حفص نے پڑھا اور دیگر قراء نے ہمزہ سے پڑھا۔ ترجی کا معنی مؤخر کرنا، دور رکھنا ہے۔

اصل مقصد کو جامع تقسیم:

مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِىْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ (جن کو آپ چاہیں ان میں سے اور نزدیک رکھیں ان میں جس کو آپ چاہیں) تُـْٔوِىْ کا معنی ملانا، نزدیک کرنا ہے۔ یعنی جس سے چاہیں اپنی خوابگاہ کو الگ فرمائیں اور جس سے چاہیں مضاجعت فرمائیں یا جس کو چاہیں طلاق دیں اور جس کو چاہیں روک رکھیں یا جن کے لئے چاہیں باری کی تقسیم فرمائیں اور جن کے لئے چاہیں نہ فرمائیں یا امت کی عورتوں سے جس سے چاہیں نکاح کر لیں اور جن سے چاہیں تزوج چھوڑ دیں۔ یہ تقسیم ایسی ہے جو کہ

اصل مقصد کو جامع ہے۔ کیونکہ یا تو وہ طلاق دیں گے اور یا وہ روک کر رکھیں گے جب نکاح میں باقی رکھیں گے تو اس سے مضاجعت فرمائیں گے یا نہ فرمائیں گے اور باری تقسیم کریں گے یا نہ کریں گے۔ جب طلاق دے دی اور علیحدگی اختیار فرمائی تو پھر اس معزولہ کو بالکل چھوڑ دیں گے اس کو بالکل نہ چاہیں گے یا اس کو چاہیں گے۔

روایت میں ہے کہ آپ نے ان میں سے جویریہ، سودہ، صفیہ اور میمونہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہن کو مؤخر اور دور کیا۔ آپ ان کے لئے باری کو جب چاہتے اور جس طرح چاہتے تقسیم فرماتے۔ اور جن عورتوں کو اپنے قریب کیا وہ عائشہ، حفصہ، ام سلمہ اور زینب رضی اللہ عنہن تھیں۔ پانچ کو دور کیا اور چار کو نزدیک کیا (ابن ابی شیبہ مرسلاً) آپ اختیار اور آزادی کے باوجود ان کے مابین برابری فرماتے۔ سوائے سودہ کئے انہوں نے اپنی رات عائشہ رضی اللہ عنہا کیلئے ہبہ کردی۔ اور عرض گزار ہوئیں۔ آپ مجھے طلاق نہ دیں تاکہ قیامت کے دن آپ کی ازواج میں سے اٹھائی جاؤں۔

تقسیم کا معاملہ آپ کی مشیت کے سپرد کیا:

وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ (اور جن کو آپ طلب کریں ان میں سے جن کو آپ نے دور رکھا تھا۔ آپ پر کوئی گناہ نہیں) یعنی جن کو آپ اپنے بستر کی طرف بلائیں ان ازواج میں سے جن کو دور رکھا تھا۔ تو آپ پر اس سلسلہ میں کوئی تنگی نہیں ہے۔ یعنی ایسا نہیں کہ اگر پہلے آپ نے روک دیا تو اب اس کو لوٹا نہیں سکتے بلکہ آپ کو اختیار ہے۔

نحو: مَن ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے اور فلا جناح اس کی خبر ہے۔

ذٰلِكَ (یہ) یعنی آپ کی مشیت کے سپرد کرنا۔ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ (اس بات سے قریب تر ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور وہ آزردہ خاطر نہ ہونگیں)۔ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ (اور جو کچھ بھی آپ ان کو دیں گے اس پر سب کی سب راضی رہیں گی) یعنی یہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور قلتِ حزن اور تمام کی رضامندی کیلئے قریب تر بات ہے۔ کیونکہ جب ان کو معلوم ہو گیا یہ تفویض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی ہے تو ان کے نفوس مطمئن رہیں گے اور تغایر ختم ہو کر رضا حاصل ہوگی اور ان کی آنکھوں میں اس سے ٹھنڈک حاصل ہوگی۔

نحو: كُلُّهُنَّ یہ رفع کے ساتھ یرضین کے نون کی تاکید ہے۔

قراءت: اس طرح بھی پڑھا گیا ویرضین کلّھن بما اتیتھن کلھن کو مقدم کر کے اور ایک شاذ قراءت میں كُلَّهُنَّ نصب کے ساتھ ہے۔ اس صورت میں آتیتھن کی تاکید ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ (اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اس کو جو تمہارے دلوں میں ہے) اس میں ان کے لئے وعید ہے جو اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم و تدبیر پر راضی نہ ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ کی تفویض پسند نہ کرتی ہوں۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والے ہیں) جو سینوں میں چھپا ہے۔ حَلِيْمًا (بردبار ہیں) جلدی سے سزا نہیں دیتے۔ اسی سے ڈرنا اور اسکی سزا سے بچنا ہے۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ

اس کے بعد آپ کے لیے عورتیں حلال نہیں ہیں اور نہ یہ بات حلال ہے کہ آپ ان بیویوں کے بدلہ دوسری بیویوں سے نکاح کریں اگرچہ آپ کو

حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾

ان کا حسن بھلا معلوم ہو مگر جو آپ کی مملوکہ ہو اور اللہ ہر چیز کا نگران ہے۔

موجودہ کے علاوہ حلال نہیں:

۵۲: لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ (حلال نہیں آپ کے لئے عورتیں)۔

نحو، قراءت: ابوعمرو، یعقوب نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور ان کے علاوہ دیگر قراء نے مذکر صیغہ پڑھا ہے۔ کیونکہ تانیث جمع غیر حقیقی ہے اور جب بلا فصل قال نسوۃ [یوسف:۳۰] میں جائز ہے تو فاصلہ کی موجودگی میں بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ مِنْۢ بَعْدُ (ان کے علاوہ) ان نو کے علاوہ کیونکہ ۹ ازواج یہ آپ کے لئے اسی طرح نصاب تھا جیسا امت کیلئے چار نصاب ہے۔ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ (اور نہ یہ درست ہے کہ آپ ان ازواج کی جگہ دوسری بیبیاں کرلیں) ان کو طلاق دے کر۔ مطلب یہ ہے کہ نہ تو آپ ان ازواج تمام کی جگہ اور بیبیاں تبدیل کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان میں سے بعض کی جگہ بعض بیبیاں تبدیل کر سکتے ہیں یہ ان کے اعزاز اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کرنے اور راضی ہو جانے کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ عظمت عنایت فرمائی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی پر اکتفاء فرمایا وہ نو یہ ہیں جن کو چھوڑ کر آپ نے وفات پائی۔ عائشہ نمبر۱۔ حفصہ، نمبر۲۔ ام حبیبہ نمبر۳۔ سودۃ۔ نمبر۴۔ ام سلمہ نمبر۵۔ صفیہ، نمبر۶۔ میمونہ، نمبر۷۔ زینب بنت جحش نمبر۸۔ جویریہ رضوان اللہ علیہن اجمعین۔ من ازواج میں مِن تاکید نفی کیلئے آیا ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ جنس ازواج کی تحریم کا احاطہ کرنے والا ہے۔ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ (اگرچہ ان کا حسن آپ کو اچھا معلوم ہو)

نحو: تبدل کی ضمیر فاعلی سے یہ موضع حال میں ہے اور تبدل اصل میں تتبدّل یہ من ازواج جو کہ مفعول ہے اس سے موضع حال میں نہیں ہے کیونکہ وہ تنکیر میں مشغول ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے مفروضا اعجابك بهن۔ (بالفرض آپ کو ان کا حسن بھلا لگتا ہو)۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ اسماء بنت عمیس بیوہ جعفر بن ابی طالب ہیں۔ یہ ان میں سے تھیں جن کا حسن بھلا معلوم ہوا۔

قول عائشہ وام سلمہ رضی اللہ عنہما: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے وفات سے قبل تحریم کو اٹھا لیا تھا اور جن عورتوں سے چاہیں نکاح کی اجازت دے دی گئی تھی۔ مطلب ہوا کہ آیت منسوخ ہے۔ اس کا نسخ یا تو پھر سنت سے ماننا پڑے گا۔ یا اس آیت: انا احللنا لك ازواجك سے۔ باقی ترتیب نزولی ترتیب مصحف کے مطابق نہیں ہے۔ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ (مگر جو آپ کی مملوکہ ہو) مملوکات کو ان محرمات سے مستثنیٰ کر دیا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لیے اجازت دی جائے ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے

غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا

منتظر نہ رہو لیکن جب تم کو بلایا جائے تو داخل ہو جایا کرو، پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور

مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ز

باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو، اس بات سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں

وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ

اور اللہ تعالیٰ صاف صاف بات کہنے میں لحاظ نہیں فرماتا، اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے باہر سے

حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ

مانگا کرو، یہ بات تمہارے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے اور تم کو یہ جائز نہیں ہے کہ رسول کو کلفت پہنچاؤ

وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝۵۳

اور نہ یہ جائز ہے کہ تم ان کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو، بیشک تمہاری یہ بات خدا کے نزدیک بڑی بھاری ہو گی،

اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝۵۴

اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو گے یا اسے پوشیدہ رکھو گے تو اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

نحو: ما محل رفع میں النساء سے بدل ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پورا نگران ہے) محافظ ہے۔ اس کی حدود سے تجاوز کرنے سے ڈرایا گیا ہے۔

آپ کے گھروں میں داخلہ کے وقت اذن کا حکم:

۵۳: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ (اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں مت جایا کرو)۔ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ (مگر جس وقت تم کو کھانے کیلئے اجازت دی جائے۔ ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو)۔

نحو: ان یوذن لکم یہ موضع حال میں ہے تقدیر کلام یہ ہے لا تدخلوا الا ماذونًا لکم۔ تم مت داخل ہو مگر اس حال میں

کہ تمہیں اجازت دی گئی ہو۔ یا ظرف کے معنی میں ہو۔ تقدیر کلام یہ ہے وقت ان یوذن لکم ۔اور غیر ناظرین یہ لا تدخلوا سے حال ہے۔ اوراستثناء حال اور وقت دونوں ہی سے واقع ہوا ہے۔ گویا تقدیر کلام اس طرح ہے لاتدخلوا بیوت النبی الاوقت الاذن ولا تدخلوھا الا غیر ناظرین ای غیر منتظرین تم پیغمبر کے گھروں میں مت داخل ہومگر اجازت کے وقت، اوران گھروں میں نہ داخل ہومگر یہ کہ تم انتظار کرنے والے نہ ہو۔ یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جولوگ رسول اللہ ﷺ کے کھانے کے وقت کا انتظار کرتے۔ پس داخل ہوتے اور کھانے کو پانے کے انتظار میں بیٹھ رہتے۔ مطلب یہ ہے کہ اے کھانے کے وقت کا انتظار کرنے والو! تم گھروں میں داخل نہ ہومگر اس وقت جبکہ کھانے کیلئے تمہیں اجازت دی جائے اس کے پکنے کا انتظار کرنے والے نہ ہو۔

عرب کہتے ہیں انی الطعام کھانا تیار ہونا' کہا جاتا ہے: انی الطعام انی جیسے کہتے ہیں: قلاہ قلی۔ ایک قول یہ ہے اناہ کا معنی اس کا وقت یعنی تم کھانے کے وقت کو دیکھنے والے نہ ہو۔ اوراس کے کھانے کی گھڑی کو دیکھنے والے نہ ہو۔ روایت میں ہے نبی اکرم ﷺ نے زینب بنت جحش کے نکاح پر کھجور، ستو اور گوشت سے ولیمہ کیا اور انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بلا کر لائے۔ پس لوگ ایک دوسرے کے بعد گروہ درگروہ گھر میں داخل ہوکر کھاتے اور نکلتے رہے یہاں تک کہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ! میں نے دعوت دی ہے یہاں تک کہ اب میں کوئی شخص نہیں پاتا جس کو دعوت دوں۔ آپ نے فرمایا۔ کھانا اٹھالو۔ تمام لوگ منتشر ہوگئے۔ تین آدمی وہاں بیٹھے باتیں کرتے رہے اور انہوں نے طویل مجلس کی۔ آپ اٹھے تاکہ وہ بھی اٹھ کر چلے جائیں۔ آپ نے اپنے حجرات کا چکر لگایا اور ازواج کو سلام فرمایا۔ ان تمام نے سلام کا جواب دیا اور دعائیں دیں۔ پھر لوٹ کر تشریف لائے تو وہ بیٹھے ابھی باتوں میں مشغول تھے آپ بڑے حیادار تھے۔ آپ واپس مڑے۔ اب جب انہوں نے آپ کو واپس لوٹتے دیکھا تو وہ نکل کر چل دیئے۔ پس آپ گھر لوٹ آئے تو یہ آیت اتری۔

داخلہ دعوت کے آداب:

وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا (جب جب تمہیں بلایا جائے تو جایا کرو۔ پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو)۔ فانتشروا کا معنی وہاں سے جدا ہوجایا کرو۔ وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ (اور باتوں میں دل لگا کر مت بیٹھے رہا کرو)۔

نحو: یہ مجرور ہے۔ اوراس کا عطف ناظرین پر ہے۔ نمبر۳۔ منصوب ہے تقدیر کلام یہ ہے ولا تدخلوھا مستانسین۔

ادب: زیادہ دیر بیٹھے رہنے اور ایک دوسرے کی بات میں دل لگا کر بات سننے کی غرض سے بیٹھنے کی ممانعت کردی۔

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ (اس سے پیغمبر کو ناگواری ہوتی ہے پس وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں) تمہیں نکالنے سے وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ (اور اللہ تعالیٰ صاف صاف باتیں کہنے سے لحاظ نہیں کرتے)۔ تمہارا اس وقت نکالنا درست ہے مناسب نہیں کہ اس میں لحاظ کیا جائے۔ جب حیاء کسی کو بعض افعال سے مانع بن جائے تو اس وقت کہا جاتا ہے لا

یستحی من الحق یعنی وہ اس سے باز نہیں رہتے اور نہ اس کو اس طرح چھوڑ دیتے ہیں جیسے حیاء والا چھوڑ دیتا ہے۔ یہ ست لوگوں کو ادب سکھایا گیا ہے۔ قول عائشہ رضی اللہ عنہا: ست لوگوں کیلئے اتنی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو برداشت نہیں فرمایا اور فرمادیا۔ فاذا طعمتم فانتشروا۔ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ (اور جب ان سے کوئی چیز مانگو) ھُنّ کی ضمیر ازواج پیغمبر ﷺ کی طرف راجع ہے کیونکہ پیچھے بیوت النبی ﷺ کا تذکرہ چل رہا ہے۔ اور ان بیوت میں آپ کی ازواج ہی تھیں۔

مَتَاعًا (کوئی چیز عاریۃً مانگو) یا ضرورۃً مانگو۔ فَسْئَلُوْهُنَّ (ان سے وہ چیز مانگو)۔ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ (تو پردہ کے باہر سے مانگا کرو۔ یہ بات تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے) شیطانی خیالات سے فتنوں کے پیش آنے سے۔ اس آیت کے نزول سے قبل عورتیں مردوں کے سامنے آجاتیں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ پسند کرتے کہ ان کو پردے میں ہونا چاہیے اور وہ چاہتے تھے کہ اس کے متعلق وحی نازل ہو۔ عرض کر دیا۔ یارسول اللہ! اچھے اور برے سب لوگ آپ کے ہاں آتے ہیں۔ اگر آپ امہات المؤمنین کو حکم فرماتے کہ وہ پردہ کر لیا کریں؟ پس یہ آیت نازل ہوئی (بخاری ۴۷۹۰) اور یہ بھی مذکور ہے کہ بعض نے یہ کہا کہ ہمیں روک دیا گیا کہ ہم اپنی چچازاد بہنوں سے پردے کے علاوہ بات کریں اگر محمد ﷺ فوت ہو گئے تو میں فلاں عورت سے شادی کر لوں گا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔

ایذاء کی ممانعت:

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا (تمہارے لئے جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچاؤ) اور اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا (یہ بھی جائز نہیں کہ تم آپ کی ازواج سے آپ کے بعد کبھی بھی نکاح کرو)۔ یعنی رسول ﷺ کو دکھ دینا تمہارے لئے جائز نہیں۔ اور نہ آپ کی موت کے بعد آپ کی ازواج سے نکاح جائز ہے۔ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا یہ (اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بھاری بات ہے) یعنی بہت بڑا گناہ۔

۵۴: اِنْ تُبْدُوْا شَيْئًا (اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو گے) نبی اکرم ﷺ کی ایذاء میں سے یا ان سے نکاح کرو گے۔ اَوْ تُخْفُوْهُ (یا اپنے دلوں میں اس کو چھپاؤ گے)۔ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (پس اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں)۔ پس وہ اس پر تمہیں سزا دے گا۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِىٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ

ان بیویوں پر گناہ نہیں ہے اپنے باپوں کے بارے میں اور اپنے بیٹوں کے بارے میں اور اپنے بھائیوں کے بارے میں اور اپنے بھتیجوں کے بارے میں

وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ

اور اپنے بھانجوں کے بارے میں اور اپنی عورتوں کے بارے میں اور اپنی لونڈیوں کے بارے میں، اور اللہ سے ڈرتی رہو،

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حاضر ہے۔

اقارب کے احکام:

۵۵ : شانِ نزول: آیت حجاب نازل ہوئی تو باپوں، بیٹوں اور اقارب نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم بھی ان سے پردے کے پیچھے سے بات کریں پس یہ آیت نازل ہوئی۔ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِىٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ (پیغمبر (ﷺ) کی بیویوں پر اپنے باپوں کے بارے میں کوئی گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں کے) وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ (اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے بھانجوں کے اور نہ اپنی عورتوں کے) نسائهن سے مؤمنہ عورتیں مراد ہیں۔

وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ (اور نہ اپنی لونڈیوں کے) یعنی ان پر کوئی گناہ نہیں اگر وہ ان سے پردہ نہ کریں آیت میں چچا اور ماموں کا ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ بمنزلہ والدین ہیں۔ اور اَبٌ کا اطلاق چچا پر آیا ہے۔ ارشاد فرمایا: والٰه اباء ك ابراهيم و اسماعيل واسحاق [البقرة:۱۳۳] اسماعیل یعقوب علیہم السلام کے چچا ہیں۔ اور غلام جمہور کے نزدیک اجنبی شمار ہوتے ہیں۔ پھر کلام کو غیبت سے خطاب کی طرف منتقل کر دیا۔ اور اس انتقال میں بڑی فضیلت ہے گویا اس طرح کہا گیا ہے واتقين الله فيما امرتن به من الاحتجاب وانزل فيه الوحي من الاستتار واحتطن فيه اور تم اس حکم حجاب میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جس استتار کی وحی اتر چکی اس میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور پوری احتیاط کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدًا (بیشک اللہ تعالیٰ ہر شی پر گواہ ہے۔) جاننے والا ہے۔ ابن عطاء کہتے ہیں۔ الشهيد: جو دل کے خطرات اور وساوس کو اسی طرح جانے جیسا اعضاء کی حرکات کو جاننا اور قرار دیتا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر، اے ایمان والو! تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ

بلا شبہ جو لوگ اللہ کو اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں اللہ نے دنیا میں اور آخرت میں ان پر لعنت کی اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا

عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ

عذاب تیار فرمایا ہے، اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر گناہ کیے ایذاء پہنچاتے ہیں وہ لوگ

احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾ ع

بہتان اور صریح گناہ کا بار اٹھاتے ہیں۔

ع ۷

درود وسلام کا حکم:

۵۶: إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ (بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں نبی ﷺ پر) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ (اے ایمان والوں تم ابھی آپ ﷺ پر رحمت بھیجا کرو) یعنی تم اس طرح کہو: اللھم صل علی محمد یاصلّی اللہ علی محمد وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (اور خوب سلام بھیجا کرو) یعنی اس طرح کہا کرو: اللھم سلم علی محمد یا آپ کے حکم کی اطاعت کرو خوب اطاعت کرنا۔ آنحضرت ﷺ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دو فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔ جب بھی کسی مسلمان کے ہاں میرا تذکرہ ہوتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھتا ہے تو دونوں فرشتے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے اور اللہ تعالیٰ اور ملائکہ ان دونوں فرشتوں کو کہتے ہیں آمین اور جس مسلمان بندے کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے تو فرشتے کہتے ہیں لا غفر اللہ لك اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کی طرف سے ان فرشتوں کے جواب میں آمین کہی جاتی ہے (مجمع الزوائد/۹۳) قول کرخی رحمہ اللہ: یہ ایک مرتبہ واجب ہے۔ قول طحاوی رحمہ اللہ: جب بھی آپ کا نام لیا جائے اس وقت واجب ہے اور احتیاط اسی قول میں ہے اور جمہور کا یہ قول ہے۔ اگر دوسرے کیلئے صلاۃ کا لفظ بولا جائے گا تو تابع کی حیثیت سے آئے گا۔ جیسا کہیں صلی اللہ علی النبی و آلہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ باقی جب اہل بیت میں سے کسی کیلئے الگ طور پر صلاۃ کا لفظ لایا جائے گا۔ تو یہ مکروہ ہے اور رافضیوں کی نشانات میں سے ہے۔

کفر کرنا ایذائے رسول ہے:

۵۷: إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں) یوذون اللہ ورسولہ

سے مراد رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دینا ہے اور اسم الٰہی تشریف کیلئے ہے۔ نمبر۲۔ اللہ اور رسول کی ایذاء یہ مجازاً تعبیر ہے ایسے افعال کی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو پسند نہ ہوں۔ مثلاً کفر اور انکار نبوت وغیرہ۔ دونوں کے متعلق مجاز قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کیلئے حقیقی ایذاء مانی جائے تو حقیقت و مجاز کا اجتماع ایک لفظ کے ماتحت لازم آئے گا اور یہ درست نہیں اس لئے مجاز ہی مراد لیا۔

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ (اللہ تعالیٰ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے) اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے دونوں جہانوں میں دور کر دیا ہے۔ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا (اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے) آخرت میں۔

ایمان والوں کو ایذاء کی ممانعت:

۵۸: وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (اور وہ لوگ جو ایمان والے مردوں اور مؤمنات کو) بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا (بغیر اس کے کہ وہ کچھ کرتے ایذاء پہنچاتے ہیں)

نکتہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ایذاء کو بلا قید ذکر کیا تو مؤمنوں اور مؤمنات کی ایذاء کو مقید فرمایا کیونکہ وہ تو ہمیشہ ناحق ہوتی ہے اور یہ کبھی حق سے ہوتی ہے جیسے حدود و تعزیرات میں اور کبھی ناحق اس لئے مقید کرنے کی ضرورت پڑی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ان منافقین کے متعلق اتری جو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ایذاء دیتے تھے اور ان کو وہ کلمات سنا کر کرتے تھے۔ قول دیگر یہ ہے ان زانیوں کے متعلق اتری جو عورتوں کا پیچھا کرتے تھے۔ حالانکہ وہ عورتیں بھی اس بات کو ناپسند کرتیں تھیں۔ قول فضیل رحمہ اللہ: جب کسی کتے جیسے جانور کو ایذاء دینا حلال نہیں اسی طرح ناحق خنزیر کو تکلیف پہنچانا جائز نہیں تو مؤمنین و مؤمنات کو ایذاء پہنچانا کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔ فَقَدِ احْتَمَلُوْا (وہ بار اٹھاتے ہیں) اٹھاتے ہیں۔ بُهْتَانًا (بہتان بڑا) وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا (اور کھلا گناہ) یعنی ظاہر گناہ۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ

اے نبی اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنی چادریں نیچی

جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾

کر لیا کریں اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي

منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جو مدینہ میں افواہیں اڑایا کرتے

الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۰﴾ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا

ہیں اگر یہ لوگ باز نہ آئے تو ضرور ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے، پھر یہ لوگ آپ کے پاس مدینہ میں بہت ہی کم رہنے پائیں گے جو پھٹکارے ہوئے ہوں گے جہاں

ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ

ملیں گے پکڑ دھکڑ ہوگی اور قتل کئے جائیں گے۔ جو لوگ پہلے گذرے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان میں اپنا یہی دستور رکھا ہے

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۶۲﴾

اور آپ اللہ تعالیٰ کے دستور میں رد و بدل نہ پائیں گے۔

پردے کا حکم:

۵۹: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ (اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے) وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ (اور مؤمنوں کی بیویوں سے بھی کہہ دیں کہ نیچی کر لیا کریں اور اپنے اوپر) جَلَابِيْبِهِنَّ (تھوڑی سی اپنی چادریں) الجلباب وہ کپڑا جس سے تمام جسم کو لپیٹا جائے جیسے بڑی چادر۔

قول مبرد رحمہ اللہ :

یدنین علیھن من جلا بیبھن کا معنی یہ ہے اپنے اوپر چادر کو ڈھیلا کر کے لٹکا لیں اور اس سے اپنے چہروں اور کندھے کو ڈھانپ لیں۔ عرب کہتے ہیں جبکہ کپڑا عورت کے چہرے سے ہٹ جائے۔ اَدْنِي ثوبك علي وجهك اپنے چہرے پر کپڑا ڈال لو۔ من تبعیضیہ ہے یعنی اپنی بڑی چادر کا بعض حصہ لٹکائے اور بچا ہوا چہرے پر ڈال لے اور پردہ بنا لے تاکہ لونڈیوں سے اس کا امتیاز ہو سکے۔ یا وہ چادر اوڑھ لیں جو ان کی چادریں ہیں مطلب یہ ہے وہ صرف دوپٹہ اور اوڑھنی پہنے نہ ہوں جیسا کہ لونڈیوں کا

لباس ہوتا ہے، عورت کیلئے تو اپنے گھر میں دو یا زیادہ اوڑھنیاں ہیں۔ اور اس کا باعث یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں عورتوں کی عادات جاہلیت کے مطابق تھیں۔ کام کاج والے کپڑے پہننے والی ہوتیں۔ عورت اوڑھنی اور ڈوپٹے میں نکلتی اس کے اور لونڈیوں کے مابین کوئی امتیاز نہ ہوتا تھا۔ کچھ نوجوان لونڈیوں کے راستہ میں رکاوٹ بنتے جبکہ وہ رات کو کھجوروں اور گھرے کھڈوں میں قضائے حاجت کے لئے نکلتیں اور بسا اوقات آزاد عورتوں کو لونڈیاں سمجھ کر انکا سامنا کرتے۔ پس آزاد عورتوں کو لونڈیوں سے لباس میں فرق کرنے کا حکم دیا گیا کہ وہ بڑی چادریں لیں اور اپنے چہروں اور سروں کو ڈھانپ کر نکلیں تا کہ ان کے متعلق کوئی طمع باز طمع نہ کرے اور آیت کے اگلے حصہ میں اسی کا تذکرہ فرمایا۔ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ (اس سے جلد پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی) مطلب یہ ہے بہتر یہ ہے کہ ان کی پہچان ہو جائے پس وہ ان کا راستہ نہ روکیں۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا (اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے) اس کو جوان کی طرف سے کوتاہی ہو چکی۔ رَّحِيْمًا (مہربان ہیں) کہ ان کو مکارم اخلاق کی تعلیم دی۔

۶۰: لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ (اگر باز نہ آئے منافقین اور وہ لوگ) فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (جن کے دلوں میں بیماری ہے) فجور وفسق کی بیماری اس سے مراد زانی لوگ ہیں۔ دوسرے مقام پر یہی لفظ اس معنی میں ارشاد فرمایا فیطمع الذی فی قلبه مرض۔

[الاحزاب:۳۲]

وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ (اور مدینہ میں افواہیں اڑانے والے) وہ کچھ لوگ تھے جو رسول اللہ ﷺ کے غزوات وسرایا کے متعلق غلط خبریں پھیلاتے تھے اور کہتے ان کو شکست ہوئی اور قتل کر دیئے گئے اور ان پر ایسا ایسا واقعہ گزرا وغیرہ۔ اس سے ان کا مقصد مؤمنوں کے دلوں کو توڑنا تھا عرب کہتے ہیں ارجف بکذا جبکہ وہ اس کے متعلق غیر حقیقی خبر دے کیونکہ وہ خبر ہلا دینے والی اور پاؤں اکھاڑ دینے والی غیر ثابت شدہ ہوتی ہے۔ یہ الرجفۃ سے لفظ بنا ہے اور وہ زلزلہ کو کہتے ہیں۔

لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ (ہم ضرور آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے) ان پر مسلط کر دیں گے یا ان کے ساتھ قتال کا حکم دیں گے۔ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ پھر (وہ آپ کے پڑوس میں نہ رہ سکیں گے) اور جلا وطنی ان کے حق میں سب سے بڑی مصیبت تھی تو اس کو بطور عطف لائے اور عطف ثم سے کیا کیونکہ معطوف علیہ سے اس کا حال بہت دور ہے۔

اِلَّا قَلِيْلًا (مگر بہت تھوڑا) زمانہ مطلب یہ ہے لئن لم ینته المنافقون عن عداوتهم وکید هم والفسقة عن فجورهم والمرجفون عما یؤلفون من اخبار السوء لنأمرنك بان تفعل بهم الافعال التی تسوؤ هم ثم بان تضطر هم الی طلب اخلاء عن المدینه والی الا یساکنوك فیها الا زمانا قلیلا ریثما یرتحلون۔ اگر منافقین اپنی عداوت اور کید سے باز نہ آئے اور فساق اپنے فجور سے باز نہ آئے اور افواہیں پھیلانے والے جو بری اطلاعات سے الفت رکھتے ہیں اگر وہ باز نہ آئے۔ تو ضرور ہم آپ کو حکم دیں گے کہ آپ ان کے ساتھ وہ سلوک کریں جو ان کو برا لگے وہ اس طرح کہ آپ ان کو مجبور کر کے مدینہ سے نکال دیں اور یہ بھی کہ وہ آپ کے ساتھ مدینہ میں بہت کم رہ سکیں گے جلد کوچ کر جائیں گے۔ اس

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ

وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے اور آپ کو اس کی کیا خبر

لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ۝۶۳ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۝۶۴ خٰلِدِيْنَ

عجب نہیں کہ قیامت قریب ہی زمانہ میں واقع ہو جائے۔ بے شک اللہ نے لعنت کردی ہے کافروں پر اور ان کے لیے دہکنے والی آگ تیار کی ہے۔ وہ اس میں

فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝۶۵ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ

ہمیشہ ہمیش رہیں گے، وہ کوئی یار و مددگار نہ پائیں گے۔ جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے

يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝۶۶ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا

یوں کہیں گے اے کاش کہ ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی۔ اور وہ یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب بلاشبہ ہم نے اپنے سرداروں کی

وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝۶۷ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ۝۶۸

اور اپنے بڑوں کی فرمانبرداری کی سو انہوں نے ہمیں راستہ سے گمراہ کر دیا، اے ہمارے رب انہیں عذاب کا دوہرا حصہ دیجئے اور ان پر لعنت کر دیجئے بڑی لعنت۔

کو اللہ تعالیٰ نے اغراء سے بطور مجاز تعبیر فرمایا۔ اغراء برانگیختہ کرنے کو کہتے ہیں۔

۶۱: مَّلْعُوْنِيْنَ (وہ بھی پھٹکارے ہوئے)

نحو: یہ شتم کی وجہ سے منصوب اے ادم ملعونین نمبر۲۔ حال کی وجہ سے تقدیر کلام یہ ہے لا یجاورونك الا ملعونین پس حرف استثناء ظرف و حال دونوں پر اکٹھا داخل ہوا ہے جیسا کہ پہلے گزرا یاد رہے کہ یہ اخذوا کی وجہ سے منصوب نہیں کیونکہ کلمہ شرط کا مابعد اپنے ماقبل میں عمل نہیں کرتا۔ اَيْنَمَا ثُقِفُوْآ (جہاں ملیں گے) وہ پائے جائیں گے۔ اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا (پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کی جائے گی) قتلوا کی تشدید کثرت کو ظاہر کرتی ہے۔

۶۲: سُنَّةَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں میں یہ طریقہ رکھا) یہ مصدر مؤکد ہے ای سن الله فی الذین ینافقون الانبیاء ان یقتلوا اینما وجدوا۔ اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ ان لوگوں کے متعلق رہا ہے جو انبیاء علیہم السلام سے منافقت اختیار کرتے رہے ہیں کہ جہاں وہ پائے جائیں ان کو قتل کر دیا جائے۔ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنة الله تبديلاً، (جو پہلے ہو گزرے ہیں اور تم ہرگز اللہ تعالیٰ کے دستور میں ردوبدل نہ پاؤ گے) مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے طریقے نہیں بدلتے۔ بلکہ تمام امتوں میں ایک ہی طرح جاری رکھتے ہیں۔

بطورِ استہزاء وقت قیامت کا سوال:

۶۳: یَسْئَلُکَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ (آپ سے لوگ قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں)۔ مشرکین رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے وقت کو دریافت کرتے اور جلد آنے کا بطور استہزاء مطالبہ کرتے اور یہودی بطور امتحان سوال کرتے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تورات اور ہر کتاب میں عمومی بتلایا ہے پس اپنے رسول کو حکم فرمایا کہ ان کو جواباً فرمائیں کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس ہی رکھا ہے۔ پھر اپنے رسول ﷺ کے سامنے واضح فرمایا کہ قیامت قریب الوقوع ہے اس سے جلد مطالبہ کرنے والوں کو دھمکا دیا اور امتحان کرنے والوں کو خاموش کر دیا۔ فرمایا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا یُدْرِیْکَ (کہہ دیجئے بیشک اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور آپ کو اس کی) لَعَلَّ السَّاعَةَ تَکُوْنُ قَرِیْبًا۔ (کیا خبر کہ عجب نہیں کہ قیامت قریب ہی واقع ہو جائے) قریب والی چیز ہے یا ساعۃ زمانہ کے معنی میں ہو۔ شاید کہ اس کا زمانہ قریب ہو۔

۶۴،۶۵: اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْکٰفِرِیْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ (بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت فرمائی ہے) سَعِیْرًا۔ (اور انکے لئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے) سعیرًا (وہ آگ جو سخت بھڑکنے والی ہو)۔ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا (وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے) اس میں جہمیہ فرقہ کے اس خیال کی تردید ہے کہ جنت و نار فنا ہو جائیں گے۔

نحو: سعیرًا یہاں وقف نہیں ہے کیونکہ خالدین لھم کی ضمیر سے حال ہے۔

لَا یَجِدُوْنَ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا (وہ نہ کوئی یار پائیں گے اور نہ کوئی مددگار) ایسا مددگار جو ان کو عذاب سے روک سکے۔

۶۶: یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ (جس روز ان کے چہروں کو آگ میں الٹ پلٹ کیا جائے گا) اطراف میں پھیرا اور گھمایا جائے گا۔ جیسا کہ گوشت کے قطعات کو تم ہانڈی میں جوش کے وقت پلٹتے دیکھتے ہو۔

وجہ خصوصیت:

چہروں کو مخصوص کیا گیا۔ کیونکہ چہرے جسم میں معزز ترین عضو ہے۔ یا نمبر۲۔ وجہ بول کر سارا جسم مراد ہے۔ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا (یوں کہتے ہوں گے اے کاش ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوئی اور ہم نے رسول کی اطاعت کی ہوتی) پس اس عذاب سے چھوٹ جاتے یہ اس وقت کی تمنا ہے جب تمنا بے فائدہ ہوگی۔

کفار کی چیخ و پکار:

۶۷: وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا (اور وہ یوں کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں کا کہا مانا)

قراءت: شامی، سہل و یعقوب نے ساداتنا پڑھا ہے۔ جو جمع الجمع ہے اور مراد اس سے کفار کے وہ سردار ہیں جنہوں نے دوسروں کو کفر کی تلقین کی اور ان کے لئے کفر کی تزیین کی وَکُبَرَآءَنَا (اور اپنے بڑوں کی) زیادہ عمر والے یا اپنے علماء کی فاضلو نا السبیلا (پس انہوں نے ہمیں راستہ سے گمراہ کیا تھا) عرب کہتے ہیں ضل السبیل واضله ایاه اور الف کا اضافہ تو آواز کی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا

اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف دی سو اللہ نے انہیں اس بات سے بری کر دیا جو ان لوگوں نے

قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿۶۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا

کہی تھی، اور موسیٰ اللہ کے نزدیک باوجاہت تھے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ٹھیک

قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۷۰﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ

بات کہو۔ اللہ تمہارے اعمال کو صحیح بنا دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا، اور جو شخص اللہ کی

وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۱﴾

اوراس کے رسول کی فرمانبرداری کرے سووہ کامیاب ہوگیا بڑی کامیابی کے ساتھ۔

خاطر ہے۔آیات کے فاصلے اس طرح ہیں جیسے کہ اشعار کے قافیے ہوتے ہیں۔اوراس کا فائدہ وقف اور دلالت ہے کہ کلام میں انقطاع ہوگیا ہے اور بعد والا جملہ مستانفہ ہے۔

۶۸: رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ (اے ہمارے رب ان کو دوگنا عذاب دیجئے) گمراہ ہونے اور گمراہ کرنے کا۔وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا (اوران پر بڑی لعنت کیجئے)

قراءت: کبیراً کو عاصم نے پڑھا ہے۔تا کہ سخت لعنت اور بڑی لعنت پر دلالت ہو اور دیگر قراء نے ثاء پڑھی تاء کہ لعنتوں کی گنتی زیادہ ہو۔

۶۹: یہ آیت زید اور زینب رضی اللہ عنہا کے متعلق اتری۔اور جو کچھ اس میں بعض لوگوں کی باتیں سنیں گئیں۔يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى (اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام) فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا (کو ایذاء دی پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے بری کر دیا جو انہوں نے کہا)

نحو: ما مصدریہ ہے یا موصولہ ہے جو بھی ہو براءت سے مراد بات کا مضمون اور اس کا مواد ہے۔اور وہ غیب والا معاملہ ہے اور ایذاء موسیٰ علیہ السلام سے مراد وہ رنڈی کی حکایت ہے جس کا قارون نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے متعلق زنا کا الزام لگائے۔یا موسیٰ پر یہ الزام کہ انہوں نے ہارون کو قتل کر دیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا۔انہوں نے زندہ ہو کر اطلاع دی کہ موسیٰ اس الزام سے بریٔ الذمہ ہیں۔جیسا کہ آپ نے اس ارشاد سے اپنی براءت کی خبر دی۔ماکان محمد ابا احدٍ من رجالکم [الاحزاب:۴۰]

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا (وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وقار والے تھے) وجیھًا کا معنی مرتبہ والے مقام والے اور مستجاب الدعوات۔

قراءت: ابن مسعود اور اعمش نے پڑھا وکان عبدًا للّٰہ وجیھًا۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَّحْمِلْنَهَا

بلاشبہ ہم نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے امانت پیش کی سو انہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا

وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿٧٢﴾ لِّيُعَذِّبَ

اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اپنے ذمہ لے لیا، بے شک وہ ظلوم ہے جہول ہے تاکہ اللہ

اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى

منافقوں کو اور منافقات کو اور مشرکوں کو اور مشرکات کو سزا دے اور مومنین اور مومنات پر

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٣﴾

توجہ فرمائے اور اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

درست بات کا حکم:

۷۰: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو)۔ سدیدًا (سچی اور درست بات) نمبر۲۔ حق جس سے مقصود ہو۔ السداد: حق کا قصد کرنا اور عدل والا قول۔ مطلب یہ ہے لوگوں کو اس بات سے منع کرنا مقصود ہے۔ جس میں وہ مصروف تھے۔ قصۂ زینب رضی اللہ عنہا۔ جس میں میانہ روی اور عدل سے گری باتیں کی جا رہی تھیں۔ اور اس بات پر برانگیختہ کرنا ہے۔ کہ ہر موقعہ پر عدل والی بات کہیں کیونکہ حفاظت لسان ضروری ہے اور درست بات ہر خیر کی جڑ ہے۔

قراءت: سدیدًا یہاں پر وقف نہیں کیونکہ جواب امر یصلح لکم اعمالکم ہے۔

۷۱: یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ (اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو قبول کرے گا) تمہاری طاعات کو قبول کرے گا۔ نمبر۲۔ تمہیں صالح اعمال کی توفیق بخشے گا۔ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ (اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا) مٹا دے گا مطلب یہ ہے اپنی زبانوں کی حفاظت اور باتوں کی میانہ روی میں اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھو اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ تمہیں مقصود یعنی قبولیت حسنات مہیا فرما دیں گے اور اس پر ثواب دیں گے اور تمہارے گناہوں کی بخشش فرما دیں گے سب گناہوں کو مٹا دیں گے۔ یہ آیت پچھلی آیت کے مضمون کو ثابت کرنے والی ہے اس کی بنیاد اس بات پر تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء نہ پہنچاؤ۔ اور اس آیت کی بنیاد امر پر ہے کہ زبان کی محافظت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ تاکہ ان پر یکے بعد دیگرے نہی و امر کا حکم آ جائے۔ نہی کے بعد موسیٰ کا واقعہ لائے جس میں وعید سنا دی گئی اور امر کے بعد بلیغ وعدہ کر دیا گیا۔ جس سے ایذاء سے پھرنے کا مقصد پختہ اور مضبوط ہو گیا اور اس کے ترک کا داعیہ پیدا ہوا جب بڑی کامیابی کو اطاعت سے معلق فرمایا تو اسکے آخر میں یہ ارشاد فرمایا تھا۔ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا (جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا۔ پس وہ بہت بڑی کامیابی پا گیا) تو اسکے بعد یہ ارشاد لائے۔

امانت کی وضاحت:

۷۲: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (بے شک ہم نے امانت آسمانوں اور زمین)۔ وَالْجِبَالِ (اور پہاڑوں پر پیش کی) امانت سے مراد اطاعت اللہ ہے۔ اور حمل امانت سے مراد خیانت ہے عرب کہتے ہیں فلان حامل الا مانة ومحتمل لھا ای لا یؤدیھا الی صاحبھا حتی تزول عن ذمتہ یعنی وہ اس کو ادا نہیں کرتا کہ مالک کو پہنچ کر اس کے ذمہ سے اتر جائے۔ اس لئے کہ امانت گویا کہ مؤتمن پر سوار ہوتی ہے اور وہ اس کی سواری ہوتا ہے اسی لئے کہا جاتا ہے رکبتہ الدیون، ولی علیہ حق، وہ اس کو ادا کر دے تو وہ اس پر سوار نہیں رہتی اور نہ وہ حامل کہلا سکتا ہے مطلب یہ ہے کہ یہ اجسام عظام یعنی آسمان، زمین، پہاڑ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پورے طور پر مطیع ہیں۔ اور وہی ہے جو جمادات سے کام لینا جانتا ہے اور وہ اس کی ذات کیلئے اس کے لائق تعریف کرتے ہیں اور اس کے لئے وہ اطاعت انجام دیتے ہیں جو اطاعت ان کے لائق ہے۔ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ سے کوئی ایجاد و تکوین ممتنع نہیں اس نے مختلف حالتوں اور قسم قسم کی اشکال کو ٹھیک ٹھیک بنا دیا۔ جیسا کہ فرمایا۔ ثم استوی الی السماء وھی دخان فقال لھا وللارض ائتیا طوعا او کرھا قالتا اتینا طائعین [فصلت:۱۱] اور اس نے خبر دی کہ سورج، چاند، نجوم، جبال، اشجار و دواب اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ اور بعض پتھر اللہ تعالیٰ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ لیکن حضرت انسان کی حالت وہ نہیں جو اس کی ہونی چاہیئے اور جو اطاعت شعاری اور فرمانبرداری اس کے مناسب ہے۔ وہ اس نے اختیار نہیں کی۔ یہ حیوان عاقل ہے اور اس کو مکلف بنایا گیا۔ اس کی حالت ان جمادات جیسی ان چیزوں میں نہیں جو ان سے بھی درست طور پر ہو رہی ہیں اور جو اطاعت ان کے مناسب ہے اور جس سے وہ باز نہیں رہ سکتے۔ اور یہی معنی فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا ہے (انہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا) مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اس میں خیانت اور عدم ادائیگی سے انکار کر دیا۔ (حاصل یہ ہے کہ عرض سے فطری صلاحیت اور انکار سے لیاقت و صلاحیت کا فقدان اور اٹھانے سے مراد قابلیت و استعداد ہے (مترجم) وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا (اور اس سے ڈر گئے) اس میں خیانت سے ڈر گئے۔ وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ (اور انسان نے اس کو اٹھالیا) یعنی اس میں خیانت کی اور اس نے انکار کر دیا مگر اس بات سے وہ اس کو اٹھائے گا اور اس کو ادا نہ کرے گا۔ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا (بیشک وہ ظالم ہے) کیونکہ وہ امانت کی ادائیگی کو چھوڑنے والا ہے۔ جَهُوْلًا (جاہل ہے) کیونکہ وہ سعید بنانے والی چیز کو بھلانے والا ہے۔ حالانکہ اس کو اس پر قدرت حاصل ہے اور وہ قدرت اس کی ادائیگی ہی ہے۔ قول زجاج رحمہ اللہ: کافر و منافق نے امانت کو اٹھایا۔ یعنی خیانت کی اور اطاعت نہ کی اور جس نے اطاعت اختیار کی جیسے انبیاء علیہم السلام اور مؤمن ان کو ظلوم جہول نہ کہا جائیگا۔

ایک قول ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے انسان کا مکلف بنایا جانا یہ اس کی انتہائی عظمت ہے اس لئے کہ یہی چیز مخلوقات الٰہی میں سے جو بڑے اجرام و اجسام اور زیادہ قوت والے ہیں ان پر پیش کی گئی تو انہوں نے یہ ذمہ داری اٹھانے سے انکار کیا اور وہ اس سے ڈر گئے۔ انسان نے اپنے ضعف و کمزوری کے باوجود اس کو اٹھالیا۔ بیشک یہ ظلوم و جہول ہے۔ اس حیثیت سے کہ اس نے

امانت تو اُٹھالی پھر اس کو پورا نہیں کیا۔ ضامن تو بن گیا پھر اپنی ضمانت میں خیانت کی۔ کلام عرب میں ایسے انداز کلام کی بہت مثالیں ملتی ہیں۔ اور قرآن مجید اسلوب عرب کے مطابق آیا ہے۔ مثلاً عرب کا قول ہے لوقیل للشحم این تذھب؟ قال اسوّی العوج۔ اگر چربی کو کہیں تو کہاں جائے گی۔ تو وہ ضرور یہ جواب دیتی میں ٹیڑھ کو درست کرونگی۔

۷۳: لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الۡمُنٰفِقِيۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتِ (تاکہ اللہ تعالیٰ منافقین اور منافقات) وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ وَالۡمُشۡرِكٰتِ (اور مشرکین اور مشرکات کو عذاب دے)۔

نحو: لیعذب کی لام تعلیلیہ ہے کیونکہ یہ تعذیب اس تادیب کی طرح ہے جو اس قول میں ہے ضربتہ للتأدیب۔ اس صورت میں

قراءت: جھولاً پر وقف نہ کریں گے۔

قراءت: اعمش نے وَيَتُوۡبُ اللّٰه پڑھا ہے۔ تاکہ حامل کے فعل پر یہ علت قاصرہ بنے اور جملہ ابتدائیہ ہوگا وَيَتُوۡبُ اللّٰهُ اور مشہور معنی یہ ہے کہ انجام یہ ہوا کہ اللہ حامل امانت (خائن) کو عذاب دے گا۔ اور دوسروں پر رجوع فرمائے گا جو حامل امانت (خائن) نہیں کیونکہ جب وفا کرنے والے پر توجہ کی جائیگی تو چھوڑنے والے پر یہ عذاب کی قسم بن جائے گی۔ نمبر۲۔ لام عاقبت کا ہے یعنی انسان نے اس کو اٹھایا۔ اس میں حکم دیا گیا کہ بدبختوں کو سزادی جائے گی۔ اور سعداء کی توبہ قبول کی جائے گی۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا (اور اللہ تعالیٰ غفور) ہیں توبہ کرنے والے کیلئے رَّحِيۡمًا (رحیم ہے) اپنے مؤمن بندوں کیلئے۔

الحمد للہ المنعم المتعال الذی لم یزل ولا یزال کے فضل سے آج بروز جمعرات ۲۵ ذوالحجہ ۱۴۲۳ قبل از مغرب ترجمۂ سورۂ احزاب مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ سَبَا مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ سبا مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چوّن آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ

سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہے جس کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں اور زمینوں میں ہے اور اسی کے لیے حمد ہے دنیا میں اور آخرت میں،

وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ① يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ

اور وہ حکیم ہے باخبر ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ اس میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس میں سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے

مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ② وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

نازل ہوتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے۔اور وہ رحیم ہے اور غفور ہے۔ اور کافروں نے کہا

لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ

کہ ہمارے پاس قیامت نہیں آئے گی۔ آپ فرما دیجئے، ہاں میرے رب کی قسم وہ تم پر ضرور آئے گی، میرا رب عالم الغیب ہے، اس سے ذرہ کے برابر بھی

مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ

کوئی چیز آسمانوں میں اور زمین میں غائب نہیں ہے اور نہ کوئی اس سے چھوٹی چیز ہے نہ بڑی چیز

اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ③ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

مگر کتاب مبین میں موجود ہے۔ تاکہ وہ ان لوگوں کو بدلہ دے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے

مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ④ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

مغفرت ہے اور رزق کریم ہے۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کے بارے میں عاجز کرنے کی کوشش کی ان لوگوں کے لیے

عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ⑤ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

سختی والا دردناک عذاب ہے۔ اور جن کو علم دیا گیا وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے رب کی طرف سے جو کچھ نازل کیا

مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ⑥

گیا ہے وہ حق ہے اور عزیز حمید کے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

ہر قسم کے تمام محامد کا حقدار:

۱: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (تمام تر حمد اسی اللہ تعالیٰ کے لائق ہے جس کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور) وَلَہُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَۃِ وَھُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ (جو کچھ زمین میں ہے اور اسی کی حمد آخرت میں سزاوار ہے اور وہ حکمت والا خبردار ہے)۔ اَلْحَمْدُ اگر الف لام عہد کا لیا جائے تو اس سے مراد وہ ہے جس سے اس کی تعریف کی جائے وہ اپنی ذات کے اعتبار سے محمود ہے نمبر۲۔ اور اگر الف لام استغراق کا مانیں تو وہ تمام محامد ظاہریہ، باطنیہ، سریہ، جہریہ کا حقدار ہے۔ للّٰہ لام تملیک کا ہے کیونکہ تمام حمد کرنے والوں کا وہ خالق ہے پس تعریف کا مالک جس کی ملکیت میں ہو وہی حمد کا اہل و حقدار ہے۔ اَلَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (وہ ذات کہ اس کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے) خلقت، ملک وغلبہ کے لحاظ سے پس وہی اس لائق ہے کہ سر وجہر میں اسی ہی کی حمد کی جائے۔ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَۃِ (اور آخرت میں بھی حمد اسی ہی کیلئے ہوگی) جیسا کہ دنیا میں اس کے لئے ہے۔ اس لئے کہ نعمتیں ہر دو جہان میں مولیٰ کی طرف سے ہیں۔ البتہ حمد یہاں واجب ہے کیونکہ دنیا تکلیف کا گھر ہے۔ وہاں ایسا نہیں یعنی حمد واجب نہیں کیونکہ وہ دار التکلیف نہیں۔ اہل جنت نعمتوں پر خوش ہو کر حمد کریں گے اور جو بڑا اجر اُن کو ملا اس سے لذت اندوز ہوتے ہوئے حمد کریں گے۔ (قالوا الحمدللہ الذی ھدانا لھذا الایۃ) جیسا کہ اس قول میں مذکور ہے الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ [الزمر:۷۴] الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن [فاطر:۳۴]

وَھُوَ الْحَکِیْمُ (وہ حکمت والا ہے)۔ آسمان وزمین میں جو کچھ ہے اس کی تدبیر کرنے والا ہے۔ الْخَبِیْرُ (وہ خبردار ہے) اس کے ضمیر کی باتوں سے جو بھی قیامت تک اس کی تعریف کرے یا اس سے اعراض کرے۔

۲: یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ (وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے)۔ یعلم یہ جملہ مستانفہ ہے۔ مایلج کا معنی جو داخل ہوتی ہے۔ مراد اموات اور دفائن ہیں۔ وَمَا یَخْرُجُ مِنْھَا (اور جو چیز اس میں سے نکلتی ہے) یعنی نبات، اور معادن سے نکلنے والے جواہرات وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ (اور جو چیز آسمان سے اترتی ہے)۔ یعنی بارش سے قسم قسم کی برکات۔ وَمَا یَعْرُجُ فِیْھَا (اور جو چیز اس میں چڑھتی ہے) اس کی طرف چڑھنے والی چیزیں یعنی ملائکہ اور دعائیں۔ وَھُوَ الرَّحِیْمُ (اور وہ رحیم ہے) ان چیزوں کو نازل کرتا ہے جن کی ان کو ضرورت ہے۔ الْغَفُوْرُ (وہ غفور ہے) ان چیزوں کا جن کی وہ اس کی مخالفت میں جرأت کرتے ہیں۔

علم قیامت عقوباتِ باری تعالیٰ ہے:

۳: وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (اور کافر کہتے ہیں) جو کہ منکرین بعث ہیں لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَۃُ (ہم پر قیامت نہ آئے گی) اٹھنے کی نفی اور قیامت کی آمد کا انکار کرنا ہے۔

قُلْ بَلٰى (آپ فرما دیجئے کہ کیوں نہیں) یعنی قیامت ضرور آئے گی۔

نحو: نفی کے بعد اثبات کیلئے بلٰی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی اس کی آمد کے سوا کوئی بات نہیں۔

وَرَبِّىْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ (قسم ہے مجھے پروردگار کی وہ ضرور آئے گی) اس میں بلیٰ کے ایجاب کو دوبارہ تاکید سے لوٹایا۔ اور ایسی چیز لائے جو تاکید میں بہت بڑھ کر ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھانا ہے۔ اور اس تاکید میں مزید اضافہ اس طرح کر دیا کہ مقسم بہ کا وصف ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ عٰلِمِ الْغَيْبِ (جو عالم الغیب ہے) کیونکہ مقسم بہ کی عظمت مقسم علیہ کی حالت کی قوت اور شدتِ ثبات اور استقامت کو ظاہر کرتی ہے۔ کیونکہ وہ اس امر پر بمنزلہ استشہاد کے ہوتا ہے اور جتنا مستشہد بہ مرتبہ میں بلند ہوتا ہے۔ اتنی ہی شہادت زیادہ مضبوط و مؤکد ہوتی ہے اور مستشہد علیہ زیادہ ثابت و پختہ ہو جاتا ہے۔

قیامت کا قیام غیوبات مشہورہ سے ہے۔ اس کو خفیہ میں داخل فرمایا۔ وصف ایسا لائے جس سے علم غیب کی طرف علم کو سپرد کیا جائے یہ زیادہ بہتر وانسب ہے۔ یعنی چونکہ امور غیبیہ میں سے ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی شہادت ہی ثبوت کیلئے کافی ہے)۔

قراءت: عالمُ الغیب مدنی اور شامی نے پڑھا ہے هو عالم الغيب اور حمزہ علی نے عَلاّم الغيب پڑھا اور مبالغہ کا صیغہ لائے۔

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ (اس سے غائب نہیں) قراءت: زاء کو علی نے مکسور پڑھا۔ کہا جاتا ہے عزب يعزِب اذا غاب جبکہ وہ غائب اور دور ہو جائے مِثْقَالُ ذَرَّةٍ (ایک ذرہ کی مقدار) سب سے چھوٹی چیونٹی کی مقدار فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ (آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ چھوٹی چیز اس سے) یعنی ذرہ کی مقدار سے وَلَآ اَكْبَرُ (اور نہ کوئی چیز بڑی) یعنی مقدارِ ذرہ سے (اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (مگر کہ وہ کتاب مبین میں ہے) کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد ہے۔

نحو: ولا اصغر ولا اکبر کو رفع کے ساتھ پڑھیں گے جبکہ مثقال ذرة پر عطف کریں گے اور الا لکن کے معنی میں آئے گا یا ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔ اور فی کتاب یہ خبر کی وجہ سے مرفوع ہوگی۔

نیکوں کو بدلہ بروں کو سزا:

۴: لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (تاکہ ان لوگوں کو بدلہ دے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے)۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ (ایسے لوگوں کیلئے مغفرت) ان چیزوں کی جو مدارج ایمان میں ان سے کوتاہیاں ہوئیں۔ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ (اور عزت کی روزی ہے) اس لئے کہ انہوں نے احسان کے فوائد کو حاصل کرنے کیلئے ثابت قدمی دکھائی۔

نحو: یہ لتاتینکم کے متعلق ہے اور اس کی تعلیل ہے۔

۵: وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا (اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات کے متعلق کوشش کی تھی) یعنی قرآن کی تردید میں خوب محنت کی۔ مُعٰجِزِيْنَ (ہرانے اور عاجز کرنے کیلئے) سبقت کی اس گمان سے کہ وہ ہم سے نکل جائیں گے۔

قراءت: مُعَجِّزِيْنَ مکی اور ابو عمرو نے پڑھا) یعنی اس کی اتباع اور اس میں غور کرنے سے لوگوں کو روکنے والے تھے۔ یا اللہ تعالیٰ

کی نسبت عاجزی ودرماندگی کی طرف کرنے والے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ (ایسے لوگوں کیلئے سختی کا دردناک عذاب ہوگا)۔

قراءت: مکی نے الیم کو الیمٌ پڑھا۔عذابٌ کی صفت بنایا۔یعنی عذابوں میں سے دردناک عذاب ان کو دیا جائے گا۔

قولِ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

(سخت عذاب) دیگر قراء نے رجز کی صفت قرار دے کر اس کو مجرور پڑھا ہے۔

۶: وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (اور جانتے ہیں وہ لوگ جن کو علم دیا گیا) یَرٰی - یہ یعلم جاننے کے معنی دے رہا ہے۔

نحو: یہ موضع رفع میں جملہ مستانفہ ہے۔ اوتوا العلم سے مراد اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیروکار یا نمبر۲۔ علمائے اہل کتاب جنہوں نے اسلام قبول کیا جیسے عبداللہ بن سلام اور کعب احبار وغیرہم ۔ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (جو آپ کے رب کی طرف سے بھیجا گیا) یعنی قرآن مجید هُوَ الْحَقَّ (وہ حق ہے) یعنی سچ ہے ۔

نحو: ھُوَ یہ ضمیر فصل ہے اور الحق یہ مفعول ثانی ہے۔ نمبر۲۔ موضع نصب میں لیجزی پر معطوف ہے ای لیعلم اوتوا العلم عند مجئی الساعة انه الحق علماً لا یزاد علیه فی الایقان تاکہ قیامت کی آمد پر علم والے جان لیں کہ علمی اعتبار برحق ہے اس علم سے ان کے یقین میں کچھ اضافہ نہ ہوگا۔

وَيَهْدِيْٓ (اور وہ راستہ بتلاتا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ راستہ بتلاتا ہے۔ نمبر۲۔ قرآن راستہ بتلاتا ہے۔ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ (عزیز حمید کے راستہ کی طرف) وہ راستہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ یُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ

اور کافروں نے کہا کیا ہم تمہیں ایسا شخص نہ بتا دیں جو تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم پوری طرح ریزہ ریزہ

مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۷ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ

ہو جاؤ گے تو تم ضرور ایک نئی پیدائش میں آجاؤ گے۔ کیا اس شخص نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے یا اس کو کسی طرح کا جنون ہے،

بَلِ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِی الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِیْدِ ۸ اَفَلَمْ یَرَوْا

بلکہ بات یہ ہے کہ جولوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ عذاب میں دور کی گمراہی میں ہیں۔ کیا انہوں نے اسے نہیں دیکھا

اِلٰى مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ

جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے یعنی آسمان اور زمین ، اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں

اَوْ نُسْقِطْ عَلَیْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ۹ ع

دھنسا دیں یا ہم ان پر آسمان کے ٹکڑے گرادیں، بلا شبہ اس میں متوجہ ہونے والے ہر بندہ کیلئے نشانی ضرور ہے۔

بعث سے کفار کا تجاہل عارفانہ:

۷: وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (اور کافر کہتے ہیں) قریش کے زعماء نے ایک دوسرے کو کہا۔ هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ (کیا ہم تمہیں ایک ایسا آدمی بتلائیں) اس سے وہ حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی مراد لیتے تھے۔

وجہ تنکیر:

یہ آپ کا تذکرہ نکرہ کے ساتھ کیا حالانکہ آپ ان میں معروف و مشہور تھے۔ اور بعث کے متعلق آپ کی باتیں ان میں شائع و ذائع تھیں۔ درحقیقت آپ ﷺ اور بعث سے تجاہل عارفانہ کرتے ہوئے یہ بات کہی اس سے ان کا مقصد آپ کی تحقیر اور قیامت کا بعید از عقل ہونا ثابت کرنا تھا۔ یُنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِیْ (جو تم کو خبر دیتا ہے۔ کہ جب تم بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تم ضرور) خَلْقٍ جَدِیْدٍ (ایک نئی پیدائش میں آؤ گے) وہ تمہیں عجیب عجیب باتیں بتلاتا ہے۔ کہ تم اٹھائے جاؤ گے۔ اور ریزہ ریزہ اور مٹی میں مل جانے کے بعد تم نئی پیدائش میں اٹھائے جاؤ گے تمہارے اجسام کہنگی سے مکمل طور پر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ کل ممزق وہ تمہیں یعنی اجزاء کو مکمل منتشر کر دے گا۔ یہاں ممزق مصدر بمعنی تمزیق ہے اور اذا میں عامل وہ ہے جس پر انکم لفی خلق جدید دلالت کر رہا ہے۔ ای تبعثون۔ الجدید یہ فعیل بمعنی فاعل ہے یہ بصریین کی رائے ہے۔ کہا جاتا ہے جد فھو جدید جیسے قل فھو قلیل۔ اِنَّكُمْ اِنَّ کا فتحہ نہیں پڑھ سکتے کیونکہ اس کی خبر پر لام ہے۔

۸: اِفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (معلوم نہیں اس شخص نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھا ہے۔) کیا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھنے والا ہے۔ اس میں سے جو اس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

نحو: ہمزہ استفہام کا ہے اور ہمزہ وصل ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے۔

اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ (یا اس کو کسی طرح کا جنون ہو گیا) وہ جنون اس کو یہ توہمات ڈال کر اس کی زبان پر لاتا ہے۔ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ (بلکہ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ عذاب) وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ (اور دور کی گمراہی میں ہیں)

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ محمد (ﷺ) نہ مفتری ہیں اور نہ مجنون وہ اس قسم کی چیزوں سے بری الذمہ ہیں بلکہ یہ قیامت کے منکرین آگ کے عذاب میں مبتلا ہونگے اور حق سے دور ہٹ کر بے خبری میں گمراہی کے گڑھے میں گر رہے ہیں۔ اور یہ سب سے بڑا جنون ہے جس کا وہ خود شکار ہیں۔

نکتہ: ان کے عذاب میں پڑنے کو گمراہی میں پڑنا قرار دیا گیا گویا یہ دونوں ایک وقت میں پیش آنے والے ہیں۔ کیونکہ ضلال کے لوازم میں وقوع عذاب ہے تو ان کو ہم قرین بنا دیا گیا اور ضلال کی صفت بعید لائی گئی ہے۔ یہ اسناد مجازی کی قسم ہے کیونکہ اصل تو بعید ضال کی صفت ہے اس لئے کہ وہی سیدھے راستہ سے دور ہٹتا ہے۔ (مگر مجسمہ ضلالت ہونے کی وجہ سے اس کو ضلال کہہ کر اس کی صفت بنا دی)۔

یہ تکذیب کر کے کیسے بچیں گے جب کہ آسمان و زمین اس کے گھیرے میں ہے:

۹: اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ (کیا انہوں نے آسمان و زمین کی طرف نظر نہیں کی جو ان کے آگے اور پیچھے موجود ہیں اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں) اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ (یا ان پر آسمان کا ٹکڑا گرا دیں)۔

قراءت: نخسف بهم علی نے ادغام سے پڑھا ہے۔ کیونکہ فاء اور باء میں تقارب پایا جاتا ہے۔ بعض نے اس کو اس لئے ضعیف کہا کیونکہ فاء کی آواز باء سے زائد ہے۔ نشأ نخسف اور نسقط ان تینوں کو یاء سے عاصم کے علاوہ کوفی قراء پڑھتے ہیں کیونکہ ارشاد افتری علی الله کذبا غائب کے صیغہ سے ہے۔ کِسَفًا یہ حفص کی قراءت ہے اور سین کا سکون دیگر قراء نافع، ابن کثیر، ابو عمرو وغیرہ کی قراءت ہے۔

مطلب یہ ہے کہ کیا وہ اندھے ہیں کہ آسمان و زمین کو نہیں دیکھتے حالانکہ یہ دونوں تو جہاں ہوں۔ جس طرف چلیں۔ ان کے آگے پیچھے ان کو گھیرے ہوئے ہیں۔ ان کی اطراف سے ان کو نکلنے کی بساط نہیں اور اللہ تعالیٰ کی حکومت سے باہر نہیں جا سکتے۔ وہ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اگر زمین میں دھنسا دے۔ نمبر۲۔ ان پر آسمان کا کوئی ٹکڑا تکذیب آیات اور تکذیب رسول اور تکذیب قرآن کی وجہ سے آ گرے جیسا کہ قارون کے ساتھ ہوا اور اصحاب ایکہ کے ساتھ کیا گیا۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ (بے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِىْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی تھی، اے پہاڑو! داؤد کے ساتھ بار بار تسبیح کرو اور پرندوں کو بھی یہی حکم دیا، اور ہم نے ان کے لیے

الْحَدِيْدَ ۙ﴿۱۰﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِى السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّىْ بِمَا

لوہے کو نرم کر دیا کہ تم پوری زرہیں بناؤ اور جوڑنے میں اندازہ رکھو، اور تم سب نیک کام کیا کرو، بلاشبہ میں ان

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا

کاموں کو دیکھ رہا ہوں جنہیں تم کرتے ہو۔ اور ہم نے سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کیا، اس کا صبح کا چلنا ایک ماہ کی مسافت تھا اور اس کا شام کا چلنا ایک ماہ کی مسافت تھا، اور ہم نے

لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ يَّزِغْ

ان کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا، اور جنات میں بعض وہ تھے جو ان کے سامنے ان کے رب کے حکم سے کام کرتے تھے، اور ان میں سے جو

مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ

شخص ہمارے حکم سے سرتابی کرے ہم اسے دوزخ کا عذاب چکھائیں گے جنات ان کے لیے ان کی فرمائش کے مطابق بڑی بڑی

مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ

عمارتیں اور مجسمے اور حوضوں کے برابر بڑے بڑے لگن اور ایسی دیگیں بناتے تھے جو ایک ہی جگہ جمی رہیں، اے داؤد کے خاندان والو تم شکر کا کام کرو

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِىَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾

اور میرے بندوں میں شکر گزار کم ہوتے ہیں۔

شک اس میں) آسمان و زمین میں غور و تدبر کرنے اور جس قدرت الٰہی پر دونوں دلالت کرتے ہیں۔ اس میں لَاٰيَةً (البتہ نشانی ہے) یعنی ضرور راہنمائی ہے۔ لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ (ہر اس بندے کیلئے جو متوجہ ہونے والا ہو) اپنے دل سے اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والا، اس کی اطاعت کرنے والا ہو۔ اس لئے کہ منیب بندہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں اس پر غور کرنے سے کبھی غافل نہیں رہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ کو بعث بعد الموت کی قدرت کاملہ اور اپنے منکرین کو سزا دینے کی پوری طاقت ہے۔

واقعہ داؤد اور تسبیح جبال و پرند:

۱۰: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا يٰجِبَالُ (اور ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی تھی۔ اے پہاڑو!)

نحو: نمبر۱۔ یٰجبال یہ فضلا سے بدل ہے۔ نمبر۲۔ آتینا سے بدل ہے۔ مگر اس صورت میں قولنا یا جبال سے پہلے مقدر ماننا پڑے

گا۔ نمبر۲۔ قلنا یا جبال قدر ماننا پڑے گا۔ اَوِّبِیْ مَعَهٗ (تم بار بار داؤد کے ساتھ تسبیح کرو) یہ لفظ التاویب سے ہے۔ ای رجعی معه التسبیح تم اس کے ساتھ تسبیح کو دوہراؤ۔

تسبیح جبال کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں ایسی تسبیح پیدا کر دیتے جو ان سے اسی طرح سنائی دیتی جیسی تسبیح کرنے والے سے سنتے ہیں۔ یہ معجزہ داؤدی ہے۔ وَالطَّيْرَ (اور پرندوں کو بھی حکم دیا)

نحو: اس کا محل جبال پر عطف ہے۔

قراءت: زید نے جبال پر عطف کر کے والطیرُ پڑھا ہے۔

بلاغتِ کلام:

اس نظم میں کمالِ فخامت پائی جاتی ہے۔ پہاڑوں کو بمنزلہ عقلاء قرار دیا گیا جو حکم کرنے پر اطاعت کرتے ہیں۔ اور جب ان کو بلاؤ تو جواب دیتے ہیں۔ اس سے ظاہر فرمایا کہ حیوان ہو یا جماد وہ مشیت الٰہی کا منقاد و مطیع ہے اگر یہ کلام اس طرح ہوتا آتینا داؤد منا فضلاً تاویب الجبال معه والطیر۔ تو اس میں وہ فخامت شان نہ ہوتی جو اب ہے۔ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ (اور ہم نے اس کے لئے لوہے کو نرم کر دیا)۔ یعنی لوہے کو ان کے لئے مٹی اور گوندھے ہوئے آٹے کی طرح کر دیا کہ اپنے ہاتھ سے جس طرح چاہتے بغیر آگ میں تپائے اور ہتھوڑے کے استعمال کے اس کو موڑ لیتے اور جو چاہتے بنا لیتے۔

ایک قول:

یہ ہے کیونکہ ان کو بہت قوت عنایت فرمائی تھی تو لوہا ان کے ہاتھ میں نرم ہو گیا۔

زرہوں کی بناوٹ:

۱۱: اَنِ اعْمَلْ (کہ تم بناؤ)

نحو: یہاں اَنْ ای کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہوا امرنا ہ ان اعمل ہم نے ان کو حکم دیا کہ تم بناؤ۔

سٰبِغٰتٍ (پوری زرہیں) پوری وسیع زرہیں۔ یہ لفظ السبوغ سے ہے۔ وہ سب سے پہلے زرہوں کو بنانے والے تھے۔ وہ ایک زرہ چار ہزار میں فروخت کرتے۔ اس میں سے اپنے اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے اور فقراء کو صدقہ کر دیتے۔

ایک قول:

یہ ہے آپ بھیس بدل کر نکلتے اور لوگوں سے اپنے متعلق پوچھ گچھ کرتے اور فرماتے داؤد کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے وہ اچھی تعریف کرتے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ انسانی شکل میں بھیجا۔ اس کی آپ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے اپنی عادت مالوفہ کے مطابق اس سے سوال کیا تو اس نے کہا وہ بندہ تو بہت خوب ہے۔ اگر ایک بات نہ ہوتی۔ وہ یہ ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کا خرچہ بیت المال سے کرتا ہے۔ اس وقت آپ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ میرے لئے ایسا ذریعہ پیدا فرما دیا جائے جس کی بناء پر میں

بیت المال سے مستغنی ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے زرہوں کی صنعت آپ کو تعلیم فرمائی۔

وَّ قَدِّرْ فِی السَّرْدِ (اور جوڑنے میں اندازہ کرو)۔ کیلیں نہ تو اس قدر پتلی بناؤ کہ وہ پھٹ جائیں اور نہ اس قدر موٹی کہ کڑیاں ٹوٹ جائیں۔ السرد زرہیں بننا۔ وَاعْمَلُوْا (اور تم عمل کرو) اس میں ضمیر داؤد اور ان کے اہل کی طرف لوٹتی ہے۔ صَالِحًا (نیک) ایسے خالص جو قبولیت کے لائق ہوں۔ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (میں تمہارے سب کے اعمال دیکھ رہا ہوں) پس میں اس پر تمہیں بدلہ دونگا۔

ہوا کا تابع کرنا:

۱۲: وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ (اور سلیمان کیلئے ہم نے ہوا کو مسخر کیا) سلیمان علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے صبا کو مسخر کیا۔

نحو: ابوبکر، حماد، فضل نے الریحُ کو مرفوع پڑھا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہوگا: لسلیمان الریح مسخرۃٌ۔ غُدُوُّھَا شَھْرٌ وَّ رَوَاحُھَا شَھْرٌ (اس کا صبح چلنا مہینہ بھر کی مسافت تھی اور اس کا شام چلنا مہینہ بھر کی مسافت تھی) صبح کے وقت تھوڑی دیر میں وہ مہینہ بھر کی مسافت طے کر لیتی اور شام کو چلنا بھی اسی طرح تھا۔ آپ صبح دمشق سے چل کر اصطخر فارس میں قیلولہ فرماتے ان کے مابین ایک ماہ کی مسافت ہے اور شام کو اصطخر سے روانہ ہو کر کابل میں رات گزارتے۔ ان کے مابین تیز شہسوار کیلئے ایک ماہ کی مسافت ہے۔ ایک ول یہ ہے آپ صبح ری میں اور شام سمرقند میں گزارتے۔

تانبے کا چشمہ اُبلنا:

وَاَسَلْنَا لَهٗ عَیْنَ الْقِطْرِ (اور ہم نے ان کے لئے تانبے کا چشمہ بہادیا) یعنی تانبے کی کان، القطر، تانبا اور وہ دھات ہے لیکن مہینے میں تین دن بہتا جیسا کہ پانی بہتا ہے۔ سلیمان علیہ السلام سے قبل یہ پگھلتا نہ تھا۔ اس کا نام عین القطر اس وجہ سے رکھ دیا کہ بالآخر پگھل کر بہنے لگتا ہے۔ گویا انجام کے لحاظ سے نام رکھ دیا۔ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ (اور جنات میں سے بعضے کام کرتے) مَنْ یہ موضع نصب میں واقع ہے ای وسخرنا له من الجن من یعمل۔ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ (ان کے سامنے ان کے رب کے حکم سے) اس کے امر سے وَمَنْ یَّزِغْ (اور جو سرتابی کرے گا) یعنی عدول کرے گا۔ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا (ان میں سے ہمارے حکم سے) یعنی جو حکم ہم نے ان کو اطاعت سلیمان علیہ السلام کا دے رکھا ہے۔ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ (ہم اس کو دوزخ کا عذاب چکھائیں گے) عذاب سعیر سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایک فرشتہ رہتا تھا جس کے ہاتھ میں آگ کا کوڑا ہوتا ہے۔ جو جن سلیمان علیہ السلام کے حکم سے سرتابی کرتا وہ فرشتہ اس کو کوڑا مار کر جلا ڈالتا۔

مصنوعات:

۱۳: یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ (وہ جنات ان کے لئے جو وہ چاہتے بناتے یعنی بڑی بڑی عمارات) محاریب یعنی مساجد نمبر ۲۔ مساکن وَتَمَاثِیْلَ (اور مورتیاں) پرندوں و درندوں کی تصاویر، روایت تفسیر یہ ہے: انہوں نے آپ کے تخت کے

نیچے دوشیر اور اوپر دو گدھ بنائے۔ جب آپ تخت پر چڑھنا چاہتے تو شیر اپنے دونوں باز و دراز کر دیتے اور جب آپ تشریف فرما ہو جاتے تو گدھ اپنے سروں سے سایہ کر لیتے۔ اس زمانہ میں تصویر مباح تھی۔ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ (اور حوض جیسے لگن) جفان جمع جفنة اور جوب جمع جابیہ۔ بڑا حوض۔

ایک قول:

ایک پیالے پر ایک ہزار آدمی بیٹھ کر کھا سکتے تھے۔

قراءت: مکی اور یعقوب اور سہل نے وقف و وصل میں کالجوابی پڑھا ہے۔ ابو عمرو نے وصل میں ان کی موافقت کی ہے۔ باقی قراء نے کسرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے بغیر یاء کے پڑھا ہے۔

وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ (اور ایک جگہ جمی رہنے والی دیگیں) جو اپنے چولہوں پر جمی رہتیں ان سے اتاری نہ جا سکتی تھیں کیونکہ وہ جسامت میں بہت بڑی ہوتی تھیں۔ ایک قول یہ ہے یہ یمن میں باقی ہیں۔ اور ہم نے ان کو حکم دیا۔ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا (اے آل داؤد شکریہ ادا کرو) ملک والوں پر رحم کرو۔ اور اپنے رب سے عافیت مانگو۔

فضیل کا قول:

شکرًا مفعول لہ ہے نمبر ۲۔ حال ہے اس حال میں کہ وہ شکر کرنے والے تھے۔ نمبر ۳۔ مفعول مطلق ہے ای شکرًا کیونکہ اعملوا میں اشکروا کا معنی پایا جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ منعم کے لئے عمل کرنا اس کا شکریہ ادا کرنا ہے۔ نمبر ۴۔ مفعول بہ ہے تقدیر کلام اس طرح ہے انا سخرنا لکم الجن یعملون لکم ماشئتم فاعملوا انتم شکرا بیشک ہم نے تمہارے لئے جنات کو مطیع کیا تمہارے لئے وہ کام کریں گے جو تمہیں پسند ہیں پس تم شکریہ ادا کرو۔

قول جنید رحمۃ اللہ علیہ:

معبود کے سامنے اپنی پوری کوشش صرف کرنا یہی شکر ہے۔ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (اور میرے بندوں میں شکر گزار کم ہیں)

قراءت: حمزہ نے عِبَادِیْ کو سکونِ یاء سے پڑھا جبکہ دیگر قراء نے فتحہ یاء سے پڑھا ہے۔

ادائیگی شکر:

الشکور ادائیگی شکر میں بڑھنے والا اور اس میں اپنی پوری قوت کو صرف کرنے والا ہو۔ اس طرح کہ اس کا دل، زبان، اعضاء تمام کے تمام اعتقاد اور اعتراف اور کوشش کے لحاظ سے اس میں مشغول ہوں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

الشکور وہ ہے جو اپنے تمام احوال میں شاکر ہو۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ

پھر جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم جاری کر دیا تو ان کو سلیمان کی موت کا پتہ نہ دیا مگر گھن کے کیڑے نے جو ان کے عصا کو

مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا

کھا رہا تھا،سو جب وہ گر پڑے تو جنات کو پتہ چلا کہ اگر جن غیب کا جانتے ہوتے تو ذلیل کرنے والے عذاب میں

فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝۱۴

نہ ٹھہرے رہتے۔

ایک قول:

یہ ہے جو شکر پر شکر کرے وہ شکور ہے۔

قولِ دیگر:

جو شکر سے اپنی عاجزی کا معترف ہو۔حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق مروی ہے کہ آپ نے اپنی رات اور دن کی گھڑیاں اپنے گھر والوں میں تقسیم کر رکھی تھیں۔کوئی گھڑی چوبیس گھنٹہ میں ایسی نہ تھی جب کوئی نہ کوئی گھر میں سے بارگاہ خداوندی میں نماز میں مصروف نہ ہو (سبحان اللہ)۔

موتِ سلیمانی:

۱۴: فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ (پھر جب ہم نے سلیمان علیہ السلام پر موت کا حکم جاری کر دیا)۔ ہ کی ضمیر کا مرجع سلیمان علیہ السلام ہیں مَا دَلَّهُمْ (تو کسی نے ان کی موت کا پتہ نہ بتایا) جنات کو نمبر ۲۔آل داؤد علیہ السلام کو عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ (مگر گھن کے کیڑے نے) دیمک اس چھوٹے سے جانور کو سرفۃ کہتے ہیں اور الارض یہ اس کیڑے کا فعل ہے کہ یہ لکڑی کو کھا کر مٹی بنا دیتی ہے اسی لئے اس کی طرف اضافت کی گئی کہا جاتا ہے ارضت الخشبة ارضًا جبکہ اس کو دیمک چاٹ جائے۔ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ (کہ وہ سلیمان کا عصا کھاتا تھا) المنساۃ ،عصا،لاٹھی اس کو منسأ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ینسا بھا ای یطرد سے لیا گیا ہے جس کا معنی ہے:اس سے ہانکا اور ہٹایا جاتا ہے۔

قراءت: مِنْسَاته ،مدنی ابوعمرو نے بلا ہمزہ پڑھا ہے۔

جنات کی بے خبری:

فَلَمَّا خَرَّ (جب وہ گر پڑے) سلیمان علیہ السلام گر پڑے۔تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ (تب جنات کو حقیقت معلوم ہوئی)۔جنات کو

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ ۚ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ

واقعی بات ہے قوم سبا کے لیے ان کے ٹھہرنے کی جگہ میں بڑی نشانی تھی، دائیں بائیں دونوں طرف باغوں کی قطاریں تھیں، کھاؤ اپنے رب کے

رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ۝۱۵ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا

رزق سے اور اس کا شکر ادا کرو، عمدہ شہر ہے اور رب بخشنے والا ہے۔ سو انہوں نے روگردانی کی لہٰذا ہم نے

عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ

ان پر بند کا سیلاب بھیج دیا اور ہم نے ان کے باغوں کے بدلہ میں دو ایسے باغ دے دیئے جن میں بدمزہ پھل اور جھاؤ کے درخت تھے

وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ۝۱۶ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۭ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ۝۱۷

اور کچھ تھوڑے سے بیری کے درخت تھے، ہم نے انہیں یہ سزا ان کے کفر کی وجہ سے دی اور ہم ناشکروں ہی کو سزا دیا کرتے ہیں۔

واضح طور پر معلوم ہو گیا اسکے بعد کہ ان کے عوام وضعفاء پر معاملہ ملتبس تھا۔ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا (اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو وہ نہ رہتے) سلیمان علیہ السلام کی موت کے بعد فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ (ذلیل کرنے والے عذاب میں)۔

روایت میں ہے کہ داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی بنیاد کو موسیٰ علیہ السلام کے خیمہ کی جگہ رکھا۔ مگر وہ تکمیل سے قبل ہی وفات پا گئے اور سلیمان علیہ السلام کو تعمیر کی وصیت فرمائی آپ نے جنات کو اس کی تکمیل کا حکم دیا۔ جب آپ کی عمر کا ایک سال رہ گیا تو آپ نے بارگاہ رب العالمین میں سوال کیا کہ ان کی موت کو ان پر معمہ بنا دے یہاں تک کہ یہ فارغ ہوں۔ تاکہ جنات کا دعویٰ غیب دانی بھی باطل ہو جائے۔ سلیمان علیہ السلام کی عمر ترپن سال تھی جب آپ نے تخت سنبھالا اس وقت تیرہ سال عمر تھی چالیس سال حکومت کی۔ بیت المقدس کی تعمیر اس وقت شروع کی جب حکومت کا پانچواں سال تھا۔

روایت میں ہے کہ افریدون نے آپ کے تخت پر بیٹھنے کی کوشش کی جب وہ قریب ہوا تو دونوں شیروں نے پنجہ مار کر اس کی پنڈلی توڑ ڈالی اس کے بعد کسی کو تخت کے قریب پھٹکنے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔

قوم سبا کا حال:

۱۵: لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ (سبا کیلئے ان کے وطن میں نشانیاں موجود تھیں)۔

نحو: سبا اگر خاندان کا نام مان لیں تو منصرف ہے اور قبیلہ کا نام ہو تو غیر منصرف ہے۔ ابو عمرو اسی کے قائل ہیں۔

قراءت: حمزہ و حفص نے مَسْكَنِهِمْ پڑھا مَسْكِنِهِمْ علی اور خلف نے پڑھا۔ رہائش کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد ان کا وہ شہر ہے جو علاقہ یمن میں واقع تھا اور اس میں رہتے تھے نمبر۲۔ ان میں سے ہر ہر شخص کی رہائش مراد ہے۔ دیگر تمام قراء نے مساکنہم پڑھا ہے۔ اٰيَةٌ (نشانیاں) جَنَّتٰنِ (دو باغ)۔

نحو: اٰيَةٌ یہ کان کا اسم ہے اور جنتان اس کا بدل ہے۔ نمبر۲۔ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ الاية جنتان۔

آیت ہونے کا مطلب:

یہ کہ جب سبا کے باشندوں نے اللہ تعالیٰ کے شکر سے منہ موڑ لیا تو ہم نے ان سے نعمتوں کو چھین لیا تا کہ عبرت حاصل کریں اور نصیحت پذیر ہوں۔ اور کفر کی طرف لوٹ کر نہ جائیں اور نہ ہی نعمتوں کی ناقدری کریں۔ نمبر۲۔ ان دونوں کو ایسی علامت بنا دیا جو اللہ تعالیٰ کی قدرت واحسان پر دلالت کرنے والی اور اس کے شکریے کو لازم کرنے والی تھی۔

عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ (دائیں اور بائیں) مراد بہت سارے باغات ہیں جو شہر کے دائیں اور بائیں جانب واقع تھے اور دونوں طرف کے باغات قریب قریب ہونے اور ملے جلے ہونے میں اس طرح تھے گویا کہ وہ ایک ہی باغ ہے جیسا کہ عموماً آباد علاقوں کے باغ ہوا کرتے ہیں۔ یا نمبر۲۔ ہر آدمی کے دو باغات اس کی اپنی رہائش گاہ کے دائیں اور بائیں جانب واقع تھے۔ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ (تم اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو) یہ اس قول کی حکایت ہے جو انبیاء علیہم السلام نے ان کو فرمایا۔ یا نمبر۲۔ قول کی زبان سے ان کو یہ بات کہی یا وہ اس بات کے حقدار تھے کہ ان کو یوں کہا جائے۔ جب ان کو اس بات کا حکم دیا گیا تو اس کے بعد یہ ارشاد باری تعالیٰ لایا گیا۔ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ (عمدہ شہر اور بخشنے والا پروردگار) یعنی یہ تمہارا وہ شہر ہے۔ جس میں اس نے تمہیں رزق دیا۔ یہ پاکیزہ شہر ہے۔ اور تمہارا رب وہ ذات ہے جس نے تمہیں رزق دیا اور تم سے شکریے کا مطالبہ بھی اس بخشنے والے رب نے کیا۔ جو شکر گزار کو بخشنے والا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

قوم سبا صنعاء سے تین فرسخ کے فاصلے پر رہائش پذیر تھی۔ یہ انتہائی شاداب علاقہ تھا ایک عورت اپنے سر پر ٹوکری لئے اپنے ہاتھ سے کام کاج کرتی چلی جاتی اور ان درختوں کے نیچے چلتی رہتی۔ اس کی وہ ٹوکری گرنے والے پھلوں سے بھر جاتی۔ وہ ایسی ستھری سرزمین تھی۔ کہ جہاں مچھر، مکھی، چیچڑی، بچھو اور سانپ کا نام نہیں تھا۔ جو جوؤں والا مسافر وہاں سے گزرتا تو اس کے عمدہ ہوا کے اثر سے جوئیں مر جاتیں۔

اعراض کا نتیجہ:

۱۶: فَاَعْرَضُوْا (انہوں نے سرتابی کی) یعنی انبیاء علیہم السلام کی دعوت سے منہ موڑ لیا اور ان کو جھٹلایا اور کہنے لگے ہم اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت نہیں جانتے جو اس نے ہم پر کی ہو۔ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ (ہم نے ان پر بند کا سیلاب چھوڑ دیا) سیل عرم سے مراد سخت بارش یا عرم وادی کا نام ہے۔ یا اس سے مراد وہ چوہا ہے جس نے اس بند کے نیچے سوراخ کیا۔ کہتے ہیں کہ جب انہوں نے سرکشی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر چوہوں کو مسلط کر دیا جس نے بند کے نچلی جانب سوراخ کر کے ان کو ڈبو دیا۔ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ (اور ہم نے ان دو باغوں کے بدلے میں دو اور باغ دے دیئے) جنتی سے مراد جن کا اوپر ذکر ہوا۔ جَنَّتَيْنِ (دو باغ) بدلے میں دیئے جانے والے درختوں کو جنتین کے ساتھ محض مشاکلت کے لئے تعبیر کیا گیا۔ اور کلام کی مناسبت کے لئے ایسا کیا گیا ہے

جیسا کہ اس ارشاد میں ہے جزاء سیئة سیئة مثلها [الشوریٰ:۴۰]

ذَوَاتَیْ اُکُلٍ خَمْطٍ (جو بدمزہ پھل والے تھے) خمط وہ پھل جو بدمزہ ہو۔

قراءت: اکل کو ثقل اور تخفیف کے ساتھ پڑھا گیا یہ نافع اور مکی کی قراءت ہے۔ الخمط پیلو کا درخت یا ہر کانٹے دار۔ وَّاَثْلٍ وَّ شَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ (اور جھاؤ اور قدرے قلیل بیری) الاثل جھاؤ کے مشابہ درخت ہے اس سے کچھ بڑا ہوتا ہے اور اس کی لکڑی عمدہ ہوتی ہے۔

قراءت: جن قراء نے اکل کو تنوین کے ساتھ پڑھا ان کے نزدیک اس کی اصل یہ ہے ذواتی اکلِ خمطٍ پس مضاف کو حذف کر دیا گیا اور مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام لے آئے۔ یہ ابوعمرو کے علاوہ دوسرے قراء کا قول ہے۔ نمبر۲۔ اکل کی صفت خمط کے ساتھ لائی گئی گویا اس طرح کہا گیا ذواتی اکل بشع۔ ابوعمرو کے ہاں وجہ یہ ہے کہ اکل خمط کا معنی پیلو ہے گویا عبارت یوں ہے ذواتی بَرِیْرٍ اور الاثل اور سدر دونوں کا عطف اکل پر ہے خبط پر نہیں۔ کیونکہ جھاؤ کا کوئی پھل نہیں۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

سدر کے ساتھ قلیل کا لفظ لایا گیا کیونکہ وہ ان سے بہتر ہے جو ان کو بدلے میں دی گئیں۔ اس لئے کہ یہ عموماً باغات میں ہوتی ہے۔

۱۷: ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا (ان کو یہ سزا ہم نے ناسپاسی کی وجہ سے دی) یعنی ان کو یہ سزا ان کی ناشکری کی دی۔

نحو: ذلک دوسرا مفعول ہے۔ جو مقدم لایا گیا۔

وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ (اور ایسی سزا بڑے ناشکرے کو دیا کرتے ہیں)۔

قراءت: کوفی قراء ابوبکر کے علاوہ نے یہ پڑھا۔ دیگر قراء نے هل يُجَازی الا الكفور پڑھا۔ مطلب یہ ہوا اس جیسی سزا اس کو دی جاتی ہے جو نعمت کی ناشکری کرے اور بالکل قدر نہ کرے۔ نمبر۲: یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والے کو یہ سزا دی جاتی ہے۔ نمبر۳: یا یجازی بمعنی یعاقب ہے کیونکہ جزاء کا لفظ اگرچہ عام ہے اور معاقبت اور ثواب ہر دو معنی میں آتا ہے۔ لیکن یہاں خاص مراد ہے اور وہ سزا وہ عذاب ہے۔ قول ضحاک رحمہ اللہ: یہ قوم اس زمانہ فترت میں تھی جو حضرت عیسیٰ و محمد ﷺ کے درمیان تھا۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بٰرَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيهَا

اور ہم نے ان کے درمیان اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت رکھی تھی بہت سے گاؤں آباد کر رکھے تھے جو نظر آتے تھے اور ہم نے ان کے درمیان ان کے چلنے کا

السَّيْرَ ؕ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِينَ ﴿۱۸﴾ فَقَالُوا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا

ایک خاص انداز رکھا تھا، ان میں راتوں کو چلو اور دن میں چلو امن وامان کے ساتھ۔ سو انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب دوری کر دیجئے ہمارے سفروں کے درمیان،

وَظَلَمُوا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِي ذٰلِكَ

اور انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، سو ہم نے انہیں افسانہ بنا دیا اور انہیں پوری طرح تتر بتر کر دیا بیشک اس میں

لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿۱۹﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوهُ اِلَّا

ہر صابر وشاکر کے لیے بڑی عبرتیں ہیں اور یہ بات واقعی ہے کہ ان کے بارے میں ابلیس نے اپنا گمان صحیح پالیا سو سب اسکے اتباع میں لگ گئے سوائے

فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۰﴾ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ

مومنین کی تھوڑی سی جماعت کے اور ابلیس کا ان لوگوں پر کوئی زور نہ تھا بجز اس کے اور کسی وجہ سے نہیں کہ ہم یہ جان لیں کہ آخرت پر ایمان لانے والا

بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿۲۱﴾

کون ہے جو ان لوگوں سے علیحدہ ہے جو اس کی طرف سے شک میں ہیں اور آپ کا رب ہر چیز پر نگران ہے۔

ع ۲ / ۸

قوم سبا کی آبادیاں:

۱۸: وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ (اور ہم نے آباد کر دیے) قوم سبا کے درمیان۔ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بٰرَكْنَا فِيهَا (اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دی تھی) وہاں کے رہنے والوں کو نعمتوں اور پانیوں میں وسعت عنایت کر کے۔ ان بستیوں سے مراد شام کی بستیاں ہیں۔

قُرًى ظَاهِرَةً (گاؤں جو نظر آتے تھے) جو متصل تھے جن کو ایک دوسرے سے دیکھا جا سکتا تھا اس لئے کہ بہت قریب تھے دیکھنے والوں کو نظر آتے تھے۔ اور راستہ چلنے والوں کو بھی نظر آتے تھے۔ ان راستوں سے کچھ دور نہ تھے کہ ان پر مخفی رہیں۔ ان بستیوں کی تعداد چار ہزار سات سو تھی۔ سبا سے شام تک گاؤں متصل تھے۔

وَّقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ (ہم نے ان کے درمیان چلنے کا ایک خاص اندازہ کیا) ہم نے یہ بستیاں ایک مقررہ مقدار پر مقرر کیں۔ مسافر ایک بستی میں اگر قیلولہ کرتا تو شام کو دوسری بستی میں یہاں تک کہ وہ اس طرح سفر کرتے شام کو پہنچ جاتے۔ سِيرُوا فِيهَا (تم ان میں چلو) یعنی ہم نے انہیں کہا تم چلو! حالانکہ وہاں کوئی کہنا نہیں تھا۔ لیکن جب ان کو چلنے کا پورا اختیار حاصل تھا اور

اس کے تمام اسباب میسر تھے تو گویا ان کو چلنے کا کہہ دیا تھا۔ لَیَالِیَ وَاَیَّامًا اٰمِنِیْنَ (رات اور دن امن واطمینان سے) یعنی ان بستیوں میں خواہ تم رات کو چلو۔ خواہ دن کو چلو امن کی وجہ سے رات دن کا فرق نہیں یا نمبر۲۔ ان میں امن سے چلو نہ دشمن کا خطرہ نہ بھوک کا ڈر اور نہ پیاس کا احساس خواہ سفر کتنے ہی دنوں تک دراز ہو جائے۔

نعمت پر اترانا:

۱۹: فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا (پس وہ کہنے لگے اے ہمارے پروردگار ہمارے سفروں میں درازی کردے) کہنے لگے کاش! فاصلہ دور ہوتا تا کہ ہم اپنی تیز رفتار اونٹنیوں پر سفر کرتے اور تجارات میں خوب نفع کماتے اور اسباب ودواب پر فخر کرتے نعمت سے اترانے لگے اور عافیت سے اکتا گئے مشقت وتھکاوٹ کو طلب کیا۔

قراءت: مکی اور ابوعمرو نے بَعِّدْ پڑھا ہے۔

وَظَلَمُوْا (اور انہوں نے ظلم کیا) یہ بات کہہ کر اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ (اپنے اوپر پس ہم نے ان کو افسانہ بنادیا) جو لوگ بیان کرتے ہیں اور ان کے حالات سن کر تعجب کرتے ہیں۔ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ (اور ہم نے ان کو بالکل تتر بتر کردیا) ان کو مکمل طور پر منتشر کردیا لوگ اس کو ضرب الامثال کے طور پر بیان کرتے ہیں کہتے ہیں سبا کا زور ٹوٹ گیا۔ ان کے انعامات جاتے رہے وہ شام کے غسانیوں اور یثرب کے انصاریوں اور تہامہ کے جزامیوں اور عمان کے ازدیوں کے ساتھ مل گئے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ (بیشک اس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں ہر صابر کیلئے) جو معاصی سے رکنے والا ہو۔ شَكُوْرٍ (شاکر کیلئے) یعنی نعمتوں کا قدردان ہو یا ہر مؤمن کے لئے کیونکہ ایمان کے دو حصے ہیں نمبرا۔ نصف شکر۔ نمبر۲۔ نصف صبر۔

شیطان کی وسوسہ اندازی کا جادو:

۲۰: وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَیْهِمْ اِبْلِیْسُ ظَنَّهٗ (واقعی ابلیس نے اپنا گمان ان لوگوں کے متعلق صحیح پایا) صدق کو تشدید کے ساتھ کوفی نے پڑھا ہے یعنی ان پر اپنا گمان ثابت کردیا۔ نمبر۲۔ اپنے کو ان کے متعلق سچا پایا۔ صَدَقَ تخفیف کے ساتھ دیگر قراء نے پڑھا۔ مطلب یہ ہوا اس نے اپنے گمان میں سچ کہا فَاتَّبَعُوْهُ (پس انہوں نے اس کی اتباع)۔

نَحو: علیهم اور اتبعوه کی ضمیر اہل سبا کی طرف یا بنی آدم کی طرف لوٹتی ہے۔ اور شیطان نے اپنے بقول مؤمنوں کی تعداد تھوڑی بتلائی۔ اِلَّا فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (مگر ایک جماعت ایمان والوں کی) جماعت اس لئے کہا کیونکہ کفار کے مقابلہ میں ان کی تعداد قلیل ہے۔ جیسا کہ دوسرے ارشاد میں ہے ولا تجد اکثرھم شاکرین اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیگا۔ [الاعراف:۱۷]

۲۱: وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَیْهِمْ (حالانکہ ابلیس کا ان پر کچھ زور نہیں) جن کے متعلق اس کا گمان درست ثابت ہوا۔ مِّنْ سُلْطٰنٍ سلطان تسلط کو کہتے ہیں اور وسوسہ اندازی سے ان پر غلبہ پانے کو۔ اِلَّا لِنَعْلَمَ (مگر ہم نے معلوم کرنا ہے) اس چیز کو موجود کر کے

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ

آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے سوا تم نے جنہیں معبود سمجھ رکھا ہے انہیں پکارو، وہ ایک ذرہ کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے نہ آسمانوں میں

وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَلَا تَنْفَعُ

نہ زمینوں میں، اور ان دونوں میں ان کا کچھ ساجھا نہیں، اور ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار نہیں۔ اور اس کے پاس سفارش کام نہیں

الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ

دے سکتی سوائے اس کے جس کے لیے اجازت دی ہو، یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ تمہارے رب نے

قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾

کیا فرمایا جواب میں کہتے ہیں کہ حق ہی فرمایا اور وہ برتر ہے بڑا ہے۔

جس کو ہم معدوم ہونے کی حالت میں پہلے سے جانتے ہیں تغیر معلوم پر ہے نہ کہ علم پر مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ (جو کہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ان لوگوں میں سے جو کہ آخرت کے متعلق شک میں پڑے ہیں) وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ (اور آپ کا رب ہر شئی پر نگہبان ہے) محافظ ہے فعیل اور مفاعل ایک دوسرے کے معنی دیتے ہیں۔

تمہارے معبود پکارنے کے لائق ہی نہیں:

۲۲: قُلِ (کہہ دیجئے) آپ اپنی قوم کے مشرکین کو کہہ دیں۔ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (تم ان کو پکارو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا معبود سمجھ رہے ہو) یعنی تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا معبود گمان کیا۔ اس میں مفعول اول وہ ضمیر ہے جو موصول کی طرف راجع ہے۔ اور وہ ضمیر یہاں اسی طرح محذوف ہے جیسا کہ اس ارشاد میں أهذا الذی بعث الله [الفرقان:۴۱] یہ حذف بطور استخفاف ہے۔ اس لئے کہ موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر طویل ہو گیا اور دوسرا مفعول آلهة ہے اس کو حذف کیا گیا کیونکہ وہ موصوف ہے اور اس کی صفت من دون الله ہے۔ اور موصوف کا حذف جائز ہے اور صفت کو اس کے قائم مقام لا سکتے ہیں۔ جبکہ موصوف کلام سے سمجھ آرہا ہو۔ پس زعم کے دونوں مفعولوں کو دو مختلف سببوں سے حذف کر دیا۔ مطلب یہ ہوا کہ تم ان کو پکارو جن کی تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی ہے۔ خواہ وہ اصنام ہوں یا ملائکہ ہوں اور تم نے اللہ تعالیٰ کا نام ان کو دے دیا۔ اور تم پیش آئندہ معاملات میں ان کی پناہ ڈھونڈتے ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ڈھونڈتے ہو۔ اور ان سے دعا کی قبولیت کے خواستگار ہو جیسا کہ تم ان سے اپنی استجابت کے منتظر ہو پھر ان کے جواب میں فرمایا۔ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (وہ ذرہ بھر اختیار نہیں رکھتے) نہ خیر کا اور نہ شر کا نہ نفع میں سے اور نہ ہی نقصان میں سے۔ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ

(نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ہی ان دونوں میں کوئی شرکت ہے) اور نہ ان کی ان دونوں کی تخلیق میں کچھ شرکت ہے اور نہ ملکیت میں وَّ مَالَهٗ (اور نہ اللہ تعالیٰ کیلئے) مِنْهُمْ (ان معبودوں میں سے) مِّنْ ظَهِيْرٍ (کوئی مددگار ہے) کوئی معین ہے جو اس کی مخلوق کی تدبیر وانتظام میں معاون ہو۔ مراد یہ ہے کہ جب وہ عاجزی کی اس حالت میں ہیں تو پھر یہ کس طرح درست ہے کہ ان کو اسی طرح پکارا جائے جیسا اس کو پکارا جاتا ہے۔ اور ان کی طرف اسی طرح آس لگائی جائے جیسے اس کی بارگاہ میں آس لگائی جاتی ہے۔

ماذونِ شفاعت والوں کا حال:

۲۳: وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ (اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کسی کیلئے کام نہیں آتی) مگر اَذِنَ لَهٗ (اس کے لئے جس کے لئے وہ اجازت دے دے) یعنی اللہ تعالیٰ اجازت دے دے کہ فلاں شفیع شفاعت کرسکتا ہے۔ لہ یہ لام اجلیہ ہے جیسا کہتے ہیں اُذن لزیدٍ لعمروٍ زید کو عمرو کے حق میں اجازت دے دی گئی ای لاجل عمرو۔ یہ کفار کے قول ہولاء شفعاؤنا عند اللہ [یونس:۱۸] کی تردید ہے۔

قراءت: اُذِن له کوفی قراء نے عاصم کے علاوہ پڑھا: حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ (یہاں تک کہ ان کے دلوں سے جب گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے) جیسا شفاعت کرنے والے اور مشفوع لہ کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے۔ اس کلام سے جس سے اذنِ شفاعت ملتا ہے۔

قراءت: وَفَزَّعَ شامی نے پڑھا۔ ای اللہ تعالیٰ اور التفزیع ازالۃ اور الفزع کو کہا جاتا ہے۔

حتّٰی (یہاں تک کہ) یہ غایت ہے اس اذن کیلئے جو مفہوم ہو رہا ہے۔ کہ وہاں اذن کا کچھ انتظار کرنا ہوگا۔ اور ٹھہرنا پڑے گا۔ شفاعت وشفعاء سے گھبراہٹ کا اظہار کرتے ہوئے کہ آیا ان کو اجازت ملتی ہے یا نہیں؟ گویا کلام اس طرح ہے یتربصون ویتوقعون ملیّا فزعین حتی غدا فزع عن قلوبھم (وہ انتظار کریں گے اور گھبراہٹ سے تھوڑی دیر توقع کریں گے یہاں تک کہ ان کے دلوں سے جب گھبراہٹ دور کی جائے گی) قَالُوْا (تو وہ کہیں گے) ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا (تمہارے رب نے کیا کہا وہ کہیں گے) اس نے فرمائی الْحَقَّ (حق بات) اور وہ شفاعت کی اجازت ہے اس کے لئے جس کیلئے اس نے پسند فرمایا۔ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ (وہ عالیشان سب سے بڑا ہے)۔ یعنی بلندیوں والا۔ کبریائی والا ہے۔ کسی فرشتے اور پیغمبر کو جرأت نہ ہوگی کہ اس دن بلا اجازت کلام کر سکے اور اس کی مرضی کے بغیر شفاعت کر سکے۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى

آپ فرما دیجئے کہ کون تمہیں رزق دیتا ہے آسمانوں سے اور زمین سے، آپ فرما دیجئے کہ اللہ اور بے شک ہم یا تم ضرور راہ راست پر ہیں

اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا تُسْئَلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْئَلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ يَجْمَعُ

یا صریح گمراہی میں ہیں۔ آپ فرما دیجئے ہم نے جو جرم کیے تم سے ان کی باز پرس نہ ہوگی اور ہم سے ان کاموں کے بارے میں سوال نہ ہوگا جو تم کرتے ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ

بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ

ہمارا رب ہم سب کو جمع کرے گا۔ پھر ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرمائے گا اور وہ بڑا فیصلہ فرمانے والا ہے۔ خوب جاننے والا ہے۔ آپ فرما دیجئے مجھے دکھا دو وہ لوگ

بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ

جنہیں تم نے شریک بنا کر اللہ کے ساتھ ملا رکھا ہے، ہرگز نہیں بلکہ وہ اللہ ہے زبردست ہے حکمت والا ہے۔ اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

مگر سارے انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

بارِ دیگر:

۲۴: قُلْ (کہہ دیجئے) اس میں آپ کو حکم دیا کہ بار دیگر انہیں فرما دیں۔ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (کہ کون تم کو آسمان وزمین سے روزی دیتا ہے)۔

کفار کی گمراہی پر تعریض:

قُلِ اللّٰهُ (آپ کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ) پھر آپ کو حکم دیا کہ جواب اور اقرار بھی ان کی طرف سے خود اس طرح دیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں رزق دیتا ہے اور یہ اس بات کو ظاہر کرنے کیلئے کہ اس بات کا اعتراف واقرار وہ اپنے دلوں سے کرنے والے ہیں۔ ہاں بسا اوقات اس کو زبان پر نہ لائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے منہ سے اللہ تعالیٰ کی رزاقیت کو مان لیا تو ان کو لازماً یہ کہا جائے گا پھر تم اس کی عبادت کیوں نہیں کرتے جو تمہیں رزق دیتا ہے اور ان کو اس کی ذات پر ترجیح دیتے ہو جو رزق کی قدرت نہیں رکھتے۔ پھر آپ کو حکم دیا گیا کہ ان کو یہ الزام دینے اور لاجواب کرنے کے بعد اگر وہ زبانی اقرار سے آگے نہیں بڑھے مگر اس بات سے قاصر نہ رہیں گے کہ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (میں یا تم ضرور ہدایت پر یا صریح گمراہی میں ہیں) اس کا مطلب یہ ہے کہ موحدین ومشرکین ہر دو فریق میں سے ہر ایک ضرور دو باتیں ہدایت وگمراہی میں سے ایک پر ہے یہ اس منصف کا کلام ہے جس نے اپنے ہر دوست ومخالف کو مخاطب کر کے کہہ دیا کہ تمہارے دوست نے تو تم میں سے ہر ایک کے ساتھ

انصاف کیا ہے۔ اس موقعہ پر جو بات کہنی تھی اس کے کہنے کے بعد اس بات پر مخفی دلالت ضرور موجود ہے کہ فریقین میں سے کون ہدایت اور کون کھلی گمراہی میں ہے لیکن تعریض نے مجادل و مقابل کو اصل مقصد تک پہنچا دیا اور اس کی مثال وہ ہے جو جھوٹے کو دی جاتی ہے: ان احدنا لکاذب کہ ہم میں سے ایک تو جھوٹا ہے۔

انداز میں فرق:

ہدایت پر علی کا لفظ اور ضلال پر فی لایا گیا کیونکہ ہدایت یافتہ گویا عمدہ گھوڑے پر سوار اس کو جدھر چاہتا ہے چوپٹ دوڑاتا ہے۔ اور گمراہ گو اندھیرے کے سمندر میں ڈبکیاں کھا رہا ہے وہ نہیں جانتا کہ کدھر جائے۔

۲۵: قُلْ لَّا تُسْئَلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْئَلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (آپ فرما دیجئے تم سے ہمارے گناہوں کی باز پرس نہ ہوگی اور ہم سے تمہارے گناہوں کی باز پرس نہ ہوگی) یہ بات پہلی سے بڑھ کر مخاطب کو انصاف کی طرف دعوت دے رہی ہے وہ اس طرح کہ جرائم کی اسناد مخاطبین کی طرف کی گئی (حالانکہ آپ اس پر ماموروم مشکور ہیں) اور تعملون میں عمل کی نسبت مخاطبین کی طرف کی گئی۔ (تقاضائے تہذیب و خیر خواہی یہی ہے) حالانکہ ان کو اس سے روکا اور منع کیا گیا ہے۔

۲۶: قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا (کہہ دیجئے کہ ہمارا رب ہم سب کو جمع کریگا) قیامت کے دن ثُمَّ يَفْتَحُ (پھر وہ فیصلہ فرمائے گا)۔ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ (ہمارے مابین حق کے ساتھ) بلا ظلم و میلان کے وَهُوَ الْفَتَّاحُ (اور وہی بڑا فیصلہ فرمانے والا ہے) یعنی حاکم الْعَلِيْمُ (وہ جاننے والا ہے) اپنے فیصلے کو۔

۲۷: قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ (کہہ دیجئے! تم مجھے وہ تو دکھلاؤ جن کو تم نے ملا رکھا ہے) یعنی تم نے ان کو ملا دیا ہے۔ بِهٖ (اللہ تعالیٰ کے ساتھ) شُرَكَآءَ (شریک بنا کر) اس کے ساتھ عبادت میں اور ارونی کا معنی یہ ہے ان کا خیال یہ تھا کہ محمد ﷺ ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کی غلطی دکھلائے اور شریک ٹھہرانے کی اس حالت پر مطلع کرے۔ كَلَّا (ہرگز نہیں) یہ کلا ردع اور تنبیہ کیلئے ہے کہ تم اس بات سے باز آؤ اور اپنی گمراہی پر متنبہ ہو جاؤ۔ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ (بلکہ وہی ہے اللہ تعالیٰ زبردست غالب) اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔

نحو: ھو یہ ضمیر شان ہے۔ الْحَكِيْمُ (وہ اپنی تدبیر میں حکمت والا ہے)۔

آپ ﷺ سب کے لئے پیغمبر بنائے گئے ہیں:

۲۸: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کیلئے پیغمبر بنا کر بھیجا)۔ کافۃ للناس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اس طرح بھیجا جو بھیجنا ان کے لئے عام ہے اور ان کا احاطہ کرنے والا ہے کیونکہ جب وہ ارسال تمام کو شامل ہے تو پھر اس سے کوئی باہر رہ نہیں سکتا۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ

اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو، آپ فرمادیجئے کہ تمہارے لیے ایک خاص دن کا وعدہ ہے اس سے نہ ایک ساعت پیچھے

عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾

ہٹ سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو۔

قولِ زجاج رحمہ اللہ:

لغت میں کافۃ کا معنی احاطہ ہے مطلب یہ ہوگا ہم نے آپ کو اس طرح بھیجا کہ آپ لوگوں کیلئے انذار وابلاغ کو جمع فرمانے والے ہیں۔ک ضمیر سے یہ حال ہے اور تاء مبالغہ کی ہے جیسا کہ راویۃ اور علامۃ میں ہے۔ بَشِيْرًا (خوشخبری سنانے والے) اللہ تعالیٰ کے فضل کی جو اقرار کرے۔ وَّ نَذِيْرًا (اور ڈرانے والے) عدل سے جو اصرار کرے۔ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے) پس ان کو ان کی جہالت و ناسمجھی آپ کی مخالفت پر آمادہ کرتی ہے۔

وعدۂ قیامت کے سوال کا جواب:

۲۹: وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ (اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا) الوعد سے مراد قیامت جس کی طرف اس قول میں اشارہ فرمایا: (قل يجمع بيننا ربنا) [سبا:۲۶] اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو)۔

۳۰: قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ (کہہ دیجئے تمہارے لئے ایک خاص دن کا وعدہ ہے۔)

نَحو: میعاد یہ الوعد کا ظرف زمان یا مکان ہے یہاں ظرف زمان ہے۔ اس پر وہ قراءت دلالت کرتی ہے جس نے میعادٌ یومٌ پڑھا۔ پس یوم اس کا بدل ہے۔ اور اضافت بیانیہ ہے جیسا کہتے ہیں بعیر سانیة۔

لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ (کہ اس سے نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو) مطلب یہ ہے تمہارے لئے اس سے پیچھے ہٹنا مہلت طلب کر کے بھی ممکن نہیں اور نہ جلدی مچا کر اس کو آگے بڑھا سکتے ہو۔

وجہ انطباق:

ان کے سوال پر یہ جواب اس طرح منطبق ہوتا ہے کہ انہوں نے قیامت کے بارے میں سوال کیا۔ حالانکہ وہ قیامت کے منکر تھے۔ انہوں نے یہ سوال طلب ہدایت کی خاطر نہ کیا تھا بلکہ محض ضد بازی کی وجہ سے کیا تھا۔ اسی لئے جواب بھی تہدید اور دھمکی کے انداز میں دیا گیا جو کہ ان کے انکار و تعنت کے سوال کا ٹھیک ٹھیک جواب بنتا تھا۔ کہ وہ ایسے دن کے منتظر بیٹھے ہیں۔ جو اچانک ان کو آلے گا۔ اس سے ذرا آگے سرکنے کی ان میں طاقت نہ ہوگی۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ

اور کافروں نے کہا کہ ہم ہرگز اس قرآن پر اور اس سے پہلے جو کتابیں تھیں ان پر ایمان نہ لائیں گے اور اگر

تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ۨالْقَوْلَ ۚ

آپ اس وقت کی حالت دیکھ لیں جبکہ یہ ظالم لوگ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے، ہر ایک دوسرے پر بات کو ڈال رہا ہوگا،

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ

نیچے درجہ والے لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لائے ہوتے، بڑے لوگ

الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْۤا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ

چھوٹے درجے کے لوگوں سے کہیں گے کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روک دیا تھا اس کے بعد کہ تمہارے پاس ہدایت آئی،

بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ

بلکہ بات یہ ہے کہ تم مجرم تھے، اور نیچے درجہ والے ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے تھے بلکہ رات دن تمہاری مکاری نے روکا تھا

اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ

جبکہ تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ شرک کریں اور اس کے لیے شریک قرار دیں اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو ندامت کو چھپالیں گے،

وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْۤ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے، انہیں صرف انہیں کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے

کفار نے قرآن کو واقعی ماننے سے انکار کیا تو قرآن نے ایک موقف محشر کی خبر دی:

۳۱: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اور کافر کہتے ہیں) ابوجہل اور اس کے پیروکار۔ لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ (نہ تو اس قرآن پر ہم ایمان لائیں گے اور نہ اس سے پہلی کتابوں پر) بین یدیہ قرآن مجید سے پہلے اترنے والی کتابیں۔ یا قیامت اور جنت و دوزخ۔ مطلب یہ ہے انہوں نے قرآن کو اللہ تعالیٰ کی واقعی کتاب ماننے سے انکار کر دیا۔ اور جو قرآن مجید جزاء کے لئے دوبارہ اٹھائے جانے کی بات کہتا ہے اس کو واقعی ماننے سے انکار کر دیا۔ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ (اگر آپ اس وقت کی حالت دیکھیں جب یہ ظالم کھڑے کیے جائیں گے) روکے جائیں گے عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ (اپنے ربّ کے سامنے لوٹاتے ہونگے) اپنے رب کے سامنے ڈالتے ہونگے۔ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ۨالْقَوْلَ (ایک دوسرے پر بات کو) جھگڑے اور

جدال میں۔اس آیت میں ان کے آخرت میں ہونے والے انجام اور نتیجے کی خبر دی گئی۔پس رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کو فرمایا۔اگر تم آخرت میں ان کے موقف کو دیکھو جبکہ وہ طرح طرح سے جواب وسوال میں کھینچا تانی کر رہے ہونگے تو تم تعجب میں پڑ جاؤ۔تو جواب کو حذف کر دیا گیا۔یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا (ادنیٰ درجہ کے لوگ کہیں گے) پیروکار لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا (بڑے لوگوں کو) روساء، لیڈروں کو لَوْلَآ اَنْتُمْ لَکُنَّا مُؤْمِنِیْنَ (اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آئے ہوتے) اگر تم ہمیں کفر کی طرف نہ بلاتے تو ہم اللہ اور اس کے رسول پر یقین کرنے والے ہوتے۔

۳۲:قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا اَنَحْنُ صَدَدْنٰکُمْ عَنِ الْھُدٰی (یہ بڑے لوگ ان ادنیٰ درجہ کے لوگوں کو کہیں گے کیا ہم نے تم کو ہدایت سے روکا تھا)

نحو: نحن اسم ضمیر پر ہمزۂ استفہام انکاری لایا گیا۔کیونکہ رؤساء کا مقصد اس بات سے انکار کرنا ہے کہ انہوں نے ان کو حق و ہدایت سے روکا ہے اور اس بات کو ثابت کرنا ہے کہ انہوں نے خود اپنے آپ کو ہدایت سے روکا اور اپنے اختیار سے گمراہی لی ہے۔

بَعْدَ اِذْ جَآءَکُمْ (اس کے بعد کہ وہ تمہیں پہنچ چکی تھی)

نحو: اذ کو جاء کی طرف اضافت کے ساتھ لائے۔اگرچہ اذ اور اذا ایسے ظروف میں سے ہے جن کو ظرفیت لازم ہے کیونکہ زمان میں جو وسعت ہے وہ دوسروں میں نہیں اسلئے اس کی طرف زمان کی اضافت کر دی۔بَلْ کُنْتُمْ مُّجْرِمِیْنَ (بلکہ تم ہی قصوروار ہو) اپنے اختیار سے کفر اختیار کیا اور ہدایت پر گمراہی کو ترجیح دی ہماری بات اور تزئین سے تم نے ہرگز کفر اختیار نہیں کیا۔

کمزوروں کا جواب:

۳۳:وَقَالَ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا (اور یہ کمزور لوگ اپنے ان رؤساء سے کہیں گے)۔

سوال: یہاں حرف عطف وقال الذین استضعفوا میں لائے۔جبکہ قال الذین استکبروا میں نہیں لایا؟

جواب: الذین استضعفوا پہلے ان کے کلام میں گزر چکا اس کا جواب حرف عاطف کو حذف کر کے جملہ مستانفہ کے طریقہ سے لائے۔پھر مستضعفین کا دوسرا کلام ذکر کیا۔تو ان کے اولا کلام پر عطف کر دیا۔

بَلْ مَکْرُ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ (بلکہ تمہاری رات دن کی تدابیر نے روکا) بلکہ تم ہمارے ذریعہ دن رات تدابیر اختیار کرتے تھے۔ظرف کو وسعت دے کر مفعول کی جگہ لائے اور مکر کی اضافت اس کی طرف کر دی۔نمبر۲۔ان کے دن رات کو مکر کرنے والے قرار دیا۔یہ بطور اسناد مجازی کیا یعنی دن رات مکر کرنا یہ کہ لمبی دیر تک تم نے سلامتی سے دن رات گزارے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا تم حق پر ہو۔اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّکْفُرَ بِاللّٰہِ وَنَجْعَلَ لَہٗٓ اَنْدَادًا (جب کہ تم ہمیں فرمائش کرتے رہتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے لئے شریک قرار دیں) انداد کا معنی مشابہ۔مطلب یہ ہے جب مستکبرین نے اپنے اس قول سے کمزوروں کی بات کا انکار کیا انحن صددنٰکم کہ ہم تمہارے کفر کا سبب نہیں ہیں اور یہ کہہ کر بل کنتم مجرمین ثابت کیا کہ کفر تم نے اپنے اختیار وکسب سے حاصل کیا۔پیروکاروں نے ان کی بات کو دوبارہ تردید کرتے ہوئے کہا بل مکر

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا

اور کسی بستی میں ہم نے کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر ہوا یہ کہ ان کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ بلاشبہ تم جو کچھ لے کر بھیجے گئے ہو ہم اسے نہیں مانتے۔ اور انہوں نے کہا کہ

نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ

ہمارے اموال و اولاد تم سے زیادہ ہیں اور ہمیں عذاب ہونے والا نہیں ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ میرا رب جس کے لیے چاہے

لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ

روزی کو فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہے تنگ کر دیتا ہے اور لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ اور تمہارے اموال اور اولاد ایسے نہیں ہیں

تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۙ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ

جو تمہیں ہمارا مقرب بنا دیں مگر ہاں جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے، سو ان لوگوں کے لیے ان کے اعمال کی وجہ سے ایسا صلہ ہے جو بڑھا چڑھا کر

بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ

دیا جائے گا اور وہ بالاخانوں میں امن وچین سے ہوں گے۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کے بارے میں ہرانے کی کوشش کرتے ہیں

اُولٰٓئِكَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ

یہ وہ لوگ ہیں جو عذاب میں حاضر کیے جائیں گے، آپ فرما دیجئے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے روزی کو فراخ

عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۳۹﴾

کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگ کر دیتا ہے اور جو بھی کوئی چیز تم خرچ کرو گے سو وہ اس کے بعد اس کا عوض دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

الیل والنہار ۔ گویا ان کے اضراب کو اپنے اضراب سے باطل قرار دیا۔ گویا کہ اس طرح کہا جرم ہماری طرف سے نہ تھا۔ بلکہ جرم کی آمد تمہارے مکر کی وجہ سے تھی جو دن رات ہم پر چلتا رہا اور تم نے ہمیں شرک اور اللہ تعالیٰ کے شریک بنانے پر آمادہ کیا۔

وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ (وہ لوگ شرمندگی کو پوشیدہ رکھیں گے) چھپائیں گے یا نمبر۲۔ ظاہر کریں گے۔ یہ اسروا کا لفظ اضداد میں سے ہے اور وہ اپنے اس قول میں ظالم ہیں۔ اذ الظالمون موقوفون [سبا:۳۱] بڑے لوگ ان کی گمراہی پر شرمندہ ہونگے اور ان کے اضلال پر نادم ہونگے اور ادنیٰ لوگ ان کی گمراہی پر نادم ہونگے اور اس بات پر کہ انہوں نے گمراہوں کی پیروی کی۔

لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ (جبکہ عذاب کو دیکھیں گے) جہنم کو وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِیْۤ اَعْنَاقِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈالیں گے) یعنی ان کی گردنوں میں جس کی وجہ سے وہ اغلال کے مستحق ہوئے اس پر دلالت کی بناء پر صراحۃً فرمایا۔ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (ان کو ایسا ہی بدلہ دیا گیا جیسا وہ کرتے تھے) دنیا کی زندگی میں۔

تسلیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

۳۴: وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ (اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈر سنانے والا نہیں بھیجا) نذیر سے یہاں پیغمبر مراد ہے۔ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ (مگر کہ وہاں کے خوشحال طبقہ نے یہی کہا) مترف سے عیش پرست اور روٴساء مراد ہیں۔ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ (ہم تو ان احکام کے منکر ہیں جو تم دے کر بھیجے گئے)۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے۔ کیونکہ آپ کو اپنی قوم کی طرف سے تکذیب قرآن اور کفر بالقرآن کا سامنا تھا۔ بتلایا کہ کسی قوم کی طرف جب بھی کوئی نذیر آیا تو ان کو وہاں کے لوگوں نے وہی کہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ رہے ہیں کفار مکہ کثرتِ اموال و اولاد پر فخر کرنے لگے جیسا کہ فرمایا:

۳۵: وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ (اور انہوں نے یہ بھی کہا ہم مال و اولاد میں تم سے زیادہ ہیں اور ہم کو) بِمُعَذَّبِيْنَ (کبھی عذاب نہ ہوگا) ان کی مراد یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے معزز ہیں اس لئے وہ ان کو عذاب نہ دے گا۔ اس کی دلیل وہ اپنی دنیا کے حالات کو پیش کرتے تھے ان کے گمان میں یہ بات تھی کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں عزت والے نہ ہوتے تو ان کو رزق نہ ملتا اور اگر موٴمن حقیر نہ ہوتے تو رزق سے محروم نہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گمان کو باطل قرار دیا کہ رزق تو فضل الٰہی ہے اس کو جس طرح چاہتا ہے وہ تقسیم کرتا ہے بسا اوقات نافرمان پر وسعت کر دیتا اور مطیع پر تنگی کرتا ہے اور بعض اوقات اس کا الٹ ہوتا ہے اور بعض اوقات دونوں ہی پر وسعت کرتا ہے اور دونوں پر تنگ بھی کر دیتا ہے اس پر ثواب کے معاملے کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

۳۶: قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ (کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار جس کو چاہتا ہے زیادہ روزی دیتا ہے) وَيَقْدِرُ (اور جس کو چاہتا ہے کم کر دیتا ہے)۔ قَدْرُ الرزق کا معنی تنگ کرنا جیسا کہ فرمایا و من قُدر علیه رزقه [الطلاق:۷] وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ واقف نہیں) اس بات سے۔

۳۷: وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ (تمہارے اموال و اولاد ایسی چیز نہیں) تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى (جو تم کو درجہ میں ہمارے مقرب بنا دے) نہ تمہارے سارے اموال اور نہ تمہاری ساری اولادیں ایسی ہیں جو کہ تمہیں مقرب بنا دیں۔

نَحو: یہاں جماعۃ اموال و اولاد معنی کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں جمع مکسر کے صیغے دونوں ہیں اور جمع تکسیر میں عقلاء و غیر عقلاء تانیث و تذکیر میں برابر ہوتے ہیں۔ جماعۃ اگرچہ موٴنث ہے مگر اس سے کچھ فرق نہ پڑیگا۔ الزلفٰی و الزلفة یہ القربی اور القربة کی طرح ہے۔ زُلفی محلاً منصوب ہے ای تقربکم قربۃً جیسا کہ اس ارشاد میں واللہ انبتکم نباتًا [نوح:۱۷]

اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا (مگر جو شخص ایمان لایا اور نیک عمل کیے)

نَحو: کُمْ جو کہ تقربکم میں ہے اس سے استثناء ہے یعنی مال کسی کو مقرب نہیں بنا سکتا مگر موٴمن صالح کو جو کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرتا ہے اور اولاد کسی کو مقرب نہیں بنا سکتی مگر اس شخص کو جس نے اولاد کو خیر و بھلائی سکھائی اور ان کو دین میں سمجھدار بنا دیا اور صلاح و طاعت ان میں راسخ کر دی۔

قول ابن عیسیٰ رحمہ اللہ:

اِلَّا لکن کے معنی میں ہے اور من شرطیہ ہے اس کا جواب اولئك هم جزاء الضعف ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا (پس ایسے لوگوں کیلئے دوگنا بدلہ ان کے عمل کا ہے)۔

نحو: جزاء الضعف میں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف کردی گئی ہے۔ اس کی اصل اس طرح ہے فاولئك لهم ان يجازوا الضعف ثم جزاء الضعف ثم جزاء الضعف۔ پس وہ لوگ جن کے لئے یہ ہے ان کو دوگنا بدلہ دیا جائے پھر دوگنا بدلہ پھر دوگنا بدلہ۔

جزاء الضعف کا مطلب:

یہ ہے کہ ان کی ایک نیکی کو دس تک بڑھا دیا جائے گا۔

قراءت: یعقوب نے جزاء الضعفُ پڑھا علی نے فاولئك لهم الضعف جزاء بما عملوا یعنی ان کے اعمال کے سبب۔

وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ (اور وہ بالاخانوں میں) جنت کے مکانات کے بالاخانے ۔

قراءت: حمزہ نے فی الغرفة پڑھا ہے۔

اٰمِنُوْنَ (چین سے ہونگے) ہر خوفناک و مشغول کردینے والی سے۔

۳۸: وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا (اور وہ لوگ جو ہماری آیات کے متعلق کوشش کررہے ہیں) ان کو باطل کرنے میں مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ (تھکانے کیلئے وہ عذاب میں) مُحْضَرُوْنَ (حاضر کیے جائیں گے)۔

۳۹: قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ (آپ فرمادیجئے بیشک میرا رب رزق فراخ کردیتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے اور تنگی سے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور جو چیز تم خرچ کروگے پس وہ اس کا بدلہ دیگا) یبسط کا معنی وسعت دینا ما انفقتم میں ما شرطیہ ہے۔ اور موضع نصب میں واقع ہے۔ من شیئ میں من بیانیہ ہے۔ یخلفه کا معنی عوض دینا ہے اس کے سوا کوئی عوض دینے والا نہیں خواہ وہ جلد مال سے دے یا ایک وقت مقررہ پر ثواب سے دے۔

نحو: جواب شرط هو خير الرازقين ہے۔

وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے) الرازقین (کا معنی کھانا کھلانے والا) کیونکہ جو بھی رزق اس کے علاوہ بادشاہ یا آقا یا کوئی اور پہنچاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کا رزق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں میں جاری فرمایا ہے رزق کا خالق وہی ہے اور ان اسباب کا بھی خالق ہے جن سے مخلوق رزق کا فائدہ اٹھاتی ہے۔ بعض علماء نے فرمایا الحمد لله الذى

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ أَهَٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ﴿٤٠﴾

اور جس دن اللہ ان سب کو جمع فرمائے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے؟

قَالُوا۟ سُبْحَٰنَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم ۖ بَلْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ٱلْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُم

فرشتے عرض کریں گے کہ آپ پاک ہیں، آپ ہمارے ولی ہیں ان سے ہمارا کچھ تعلق نہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ جنات کی عبادت کرتے تھے، ان میں سے اکثر ان پر

بِهِم مُّؤْمِنُونَ ﴿٤١﴾ فَٱلْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَلَا ضَرًّا وَنَقُولُ

ایمان لائے ہوئے تھے۔ سو آج تم میں سے بعض بعض کے لیے کسی نفع یا ضرر کا مالک نہیں، اور ہم ظالموں سے

لِلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ ذُوقُوا۟ عَذَابَ ٱلنَّارِ ٱلَّتِى كُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿٤٢﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ

کہیں گے کہ دوزخ کا عذاب چکھ لو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ اور جب ان پر ہماری واضح

عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُنَا بَيِّنَٰتٍ قَالُوا۟ مَا هَٰذَآ إِلَّا رَجُلٌ يُرِيدُ أَن يَصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ

آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ شخص تو یہی چاہتا ہے کہ تم لوگوں کو ان چیزوں سے روک دے جن کی تمہارے

يَعْبُدُ ءَابَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوا۟ مَا هَٰذَآ إِلَّآ إِفْكٌ مُّفْتَرًى ۚ وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لِلْحَقِّ

باپ دادے عبادت کیا کرتے تھے، اور انہوں نے کہا کہ یہ محض ایک تراشا ہوا جھوٹ ہے، اور کافروں نے حق کے بارے میں کہا

لَمَّا جَآءَهُمْ إِنْ هَٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٤٣﴾ وَمَآ ءَاتَيْنَٰهُم مِّن كُتُبٍ يَدْرُسُونَهَا

جب ان کے پاس آگیا کہ یہ محض ایک جادو ہے کھلا ہوا۔ اور ہم نے انہیں کتابیں نہیں دی تھیں جن کو وہ پڑھتے پڑھاتے ہوں،

وَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِن نَّذِيرٍ ﴿٤٤﴾ وَكَذَّبَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَغُوا۟

اور ہم نے آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا۔ اور جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے تکذیب کی، اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا تھا یہ لوگ اس کے دسویں

مِعْشَارَ مَآ ءَاتَيْنَٰهُمْ فَكَذَّبُوا۟ رُسُلِى ۖ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٤٥﴾

حصہ کو بھی نہیں پہنچے، سو انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا، سو کیسا ہوا میرا عذاب؟

أوجدني وجعلني ممن يشتهي ، فكم من مشتهٍ لا يجد وواجد لا يشتهي۔ تمام تعریفیں اس ذات کے لائق ہیں جس نے مجھے وجود دیا اور ان لوگوں میں سے بنا دیا جو چاہنے والے ہیں۔ کتنے ہی چاہنے والے ہیں جو کچھ نہیں پاتے اور کتنے پانے والے ہیں۔ جو چاہنے والے نہیں۔

محشر کا ایک منظر:

۴۰: وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ (اور جس روز اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع فرمائے گا پھر فرمائے گا)۔ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ (فرشتوں کو کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے)۔

قراءت: یحشر اور یعبدون کو یاء سے حفص' یعقوب نے پڑھا ہے۔ نافع' ابن کثیر' ابوعمرو نے تاء سے پڑھا ہے۔ اس میں فرشتوں کو خطاب کر کے کفار کو خبردار کیا گیا یہ مثل مشہورہ کے مطابق لایا گیا ایاك اعنی و اسمعی یا جارۃ یہ مثال اس کے لئے بیان کی جاتی ہے جو مخاطب اور کو کرے اور مراد دوسرے کو سنانا ہو جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: ءَ انت قلت للناس اتخذونی الایۃ [المائدہ:۱۱۶] اس میں خطاب عیسیٰ علیہ السلام کو ہے مگر غیر اللہ کی پوجا کرنے والے سب کو سنانا مقصود ہے۔

غیر اللہ کی عبادت پر رضامندی سے براءت:

۴۱: قَالُوْا (وہ عرض کریں گے) یعنی فرشتے سُبْحٰنَكَ آپ (پاک ہیں) آپ اس سے پاک ہیں کہ آپ کے ساتھ اور کی عبادت کی جائے۔ اَنْتَ وَلِيُّنَا (ہمارا تو آپ سے تعلق ہے) الموالات یہ معادات کے خلاف ہے یہ ولی کے لفظ سے مفاعلہ اور وہ قرب کو کہا جاتا ہے اور ولی کا اطلاق موالی (غلام) اور موالی (سردار) دونوں پر ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے تیری ہی ذات سے ہم موالات کرتے ہیں۔ مِنْ دُوْنِهِمْ (نہ کہ ان سے) اس لئے کہ ہمارے اور ان کے مابین کچھ موالات نہیں۔ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کی موالات کو ثابت کر کے اور کفار کی معادات ظاہر کر کے واضح کیا کہ وہ غیر اللہ کی عبادت پر رضامندی سے بری الذمہ ہیں۔ کیونکہ وہ اس طرح حالت رکھتا ہو اس کی حالت اس کے منافی ہے۔ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ (بلکہ وہ جنات کی عبادت کرتے تھے) جن سے مراد شیاطین ہیں۔ عبادت کا مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت میں شیاطین کی اطاعت کی۔ نمبر۲۔ یا وہ جنات بتوں کے پیٹ میں گھس جاتے جب لوگ بتوں کی عبادت میں مصروف ہوتے۔ پس بتوں کی عبادت کے ساتھ ان کی بھی عبادت کی جاتی۔ نمبر۳۔ یا شیاطین نے لوگوں کو جنات کی ایسی اشکال بنا کر پیش کیں جن کے متعلق یہ تصور دیا کہ یہ فرشتوں کی صورتیں ہیں۔ پس تم ان کی پوجا کرو۔ اَكْثَرُهُمْ (ان کی اکثریت) مراد انسانوں کی اکثریت یا کفار کی اکثریت بِهِمْ (ان پر) یعنی جنات پر مُّؤْمِنُوْنَ (اعتقاد جمانے والے تھے)۔

۴۲: فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا (پس آج کے دن تم میں سے نہ کوئی کسی کو نفع پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نقصان پہنچانے کا) کیونکہ اختیار تمام تر اللہ تعالیٰ وحدہ ہی کے لئے ہے۔ اس میں کوئی کسی کیلئے ذرہ بھر منفعت و ذرہ بھر نقصان کا اختیار نہیں رکھتا اس لئے کہ یہ ثواب و عقاب کی جگہ ہے اور ثواب دینے اور سزا دینے والا وہ خود ہے۔ پس اس جہان کی حالت دنیا کی حالت سے بہت مختلف ہے۔ کیونکہ دنیا دار التکلیف ہے۔ اور لوگوں کو دنیا میں آزادانہ طور پر ایک دوسرے سے نفع اٹھانے اور پہنچانے اور نقصان دینے اور دلانے کا پورا اختیار حاصل ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ ہی ضار و نافع ہونگے۔ پھر ظالمین

کا انجام اس قول سے ذکر کر دیا۔ وَنَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (ہم ظالموں کو کہیں گے) ظالم ان کو اس لئے کہا کہ انہوں نے عبادت کو غیر محل میں رکھ دیا۔

نحو: اس کا عطف لا یملك پر ہے۔

ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِیْ کُنْتُمْ بِهَا تُکَذِّبُوْنَ (تم آگ کے اس عذاب کو چکھو جس کو تم جھٹلاتے تھے) یعنی دنیا میں۔

قرآن کو سحر کہنے والے شرک کے مدعی کس طرح بن بیٹھے:

۴۳: وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا (جب ان کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں) یعنی جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے۔ بَیِّنٰتٍ (جو صاف صاف ہیں) واضح ہیں۔ قَالُوْا (وہ کہتے ہیں) یعنی مشرکین مَا هٰذَا (نہیں ہے یہ) محمد ﷺ اِلَّا رَجُلٌ یُّرِیْدُ اَنْ یَّصُدَّکُمْ عَمَّا کَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُکُمْ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًی وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (مگر یہ ایک ایسا شخص ہے جو یہ چاہتا ہے کہ تمہیں ان چیزوں سے باز رکھے جن کی عبادت تمہارے بڑے کرتے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ محض تراشا ہوا جھوٹ ہے اور کافر کہتے ہیں) هذا کا مشار الیہ قرآن ہے اور وہ کہتے ہیں قرآن سے عدول یہ ان کے بڑے انکار اور سخت غصے کی علامت ہے۔ لِلْحَقِّ (حق کو) یعنی قرآن مجید کو یا تمام امر نبوت کو لَمَّا جَآءَ هُمْ (جبکہ وہ ان کے پاس پہنچا) اور وہ اس کی مثال لانے سے عاجز آ گئے۔ اِنْ هٰذَا (بیشک یہ) یعنی حق اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ (نہیں ہے مگر صریح جادو) انہوں نے پہلے قطعی طور پر کہا کہ یہ جادو ہے پھر قطعیت کے ساتھ کہا کہ صریح جادو ہے ہر عاقل غور کرے تو اس کو جادو نام دے گا۔

۴۴: وَمَآ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ کُتُبٍ یَّدْرُسُوْنَهَا (اور ہم نے ان کو کتابیں نہیں دی تھیں کہ وہ ان کو پڑھتے پڑھاتے ہوں) یعنی ہم نے مشرکین مکہ کو کتابیں نہ دی تھیں کہ جن کو وہ پڑھتے پڑھاتے ہوں۔ جن میں شرک کے صحیح ہونے پر دلیل موجود ہو۔ وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِیْرٍ (اور ہم نے آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا تھا) اور نہ ہی ہم نے ان کی طرف کسی کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا جو ان کو عقاب و سزا سے ڈرائے اگر وہ شرک نہ کریں مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کی طرف کوئی پیغمبر نہیں بھیجا جس نے ان کو شرک کی دعوت دی ہو اور ترکِ شرک پر عذاب سے ڈرایا ہو پھر یہ شرک کے مدعی کیسے بن بیٹھے۔

۴۵: پھر ان کی تکذیب پر ان کو ڈرایا فرمایا: وَکَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (اور ان سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے تکذیب کی تھی) یعنی ان سے پہلی جو امتیں اور زمانے گزرے انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی جیسا انہوں نے کی ہے۔ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَیْنٰهُمْ (اور وہ تو اس سامان کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے جو ہم نے ان کو دے رکھا تھا) یعنی اہل مکہ تو عمروں کی طوالت، قوتِ اجسام اور کثرتِ اموال میں گزشتہ امتوں کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے۔ فَکَذَّبُوْا رُسُلِیْ فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرِ (پس انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا پس کیسا ہوا میرا عذاب۔) ان سے پہلے تکذیب کرنے والوں کو پھر ان کو ایسے عذاب سے محتاط ہونا چاہیے۔ رُسُلِیْ۔ وصل وقف دونوں حالتوں میں یعقوب نے یاء سے پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے جب انہوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلا دیا تو میرا انکار ان پر تباہی و استیصال لایا۔ اور جن چیزوں کو وہ سہارا قرار دیتے تھے وہ ان کو فائدہ مند نہ ہوئیں۔ پھر ان کا کیا

قُلۡ اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمۡ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنۡ تَقُوۡمُوۡا لِلّٰهِ مَثۡنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوۡا ۚ مَا

آپ فرما دیجئے کہ میں تمہیں ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں وہ یہ کہ تم اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ دو دو اور ایک ایک پھر تم سوچو تمہارے

بِصَاحِبِكُمۡ مِّنۡ جِنَّةٍ ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا نَذِيۡرٌ لَّكُمۡ بَيۡنَ يَدَىۡ عَذَابٍ شَدِيۡدٍ ۝۴۶

ساتھی کو کوئی دیوانگی نہیں ہے وہ تو ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے تمہیں ڈرانے والا ہے۔

قُلۡ مَا سَاَلۡتُكُمۡ مِّنۡ اَجۡرٍ فَهُوَ لَكُمۡ ؕ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ

آپ فرما دیجئے کہ میں نے جو کچھ تم سے معاوضہ کا سوال کیا ہو سو وہ تمہارے لیے ہی ہے میرا اجر تو صرف اللہ پر ہے، اور وہ ہر چیز پر

شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ۝۴۷ قُلۡ اِنَّ رَبِّىۡ يَقۡذِفُ بِالۡحَـقِّ ۚ عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ ۝۴۸ قُلۡ جَآءَ

اطلاع رکھنے والا ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ بے شک میرا رب حق کو غالب کر دیتا ہے وہ پوری طرح غیبوں کا جاننے والا ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ حق

الۡحَـقُّ وَمَا يُبۡدِئُ الۡبَاطِلُ وَمَا يُعِيۡدُ ۝۴۹ قُلۡ اِنۡ ضَلَلۡتُ فَاِنَّمَاۤ اَضِلُّ عَلٰى

آ گیا اور باطل نہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر میں گمراہ ہو جاؤں تو میری گمراہی مجھ ہی پر

نَفۡسِىۡ ۚ وَاِنِ اهۡتَدَيۡتُ فَبِمَا يُوۡحِىۡۤ اِلَىَّ رَبِّىۡ ؕ اِنَّهٗ سَمِيۡعٌ قَرِيۡبٌ ۝۵۰

پڑے گی اور اگر میں ہدایت پر رہوں تو اسی وحی کی بدولت جو اللہ میرے پاس بھیج رہا ہے، بے شک وہ سننے والا ہے قریب ہے۔

معاملہ ہے خود سوچ لیں؟

نکتہ: فرمایا فکذبوا رسلی حالانکہ اس سے قبل یہی مضمون و کذب الذین من قبلھم میں آ چکا اس کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ جواب یہ ہے کہ جب و کذب الذین من قبلھم اور فعل الذین من قبلھم کا معنی تکذیب ہے اور انہوں نے اس کا ارتکاب کیا ہے تو تکذیب رسل کو مسبب عنہ قرار دیا اور اس کی مثال یہ قول ہے اقدم فلان علی الکفر فکفر بمحمدٍ ﷺ۔

قومی غیرت کو ایک طرف رکھ کر سوچو تو حق ضرور مل جائے گا:

۴۶: قُلۡ اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمۡ بِوَاحِدَةٍ (آپ کہہ دیجئے میں تمہیں صرف ایک بات سمجھاتا ہوں) ایک بات کی اور اس کی تفسیر اَنۡ تَقُوۡمُوۡا لِلّٰهِ سے کی۔ (کہ تم اللہ تعالیٰ کیلئے کھڑے ہو جاؤ)۔

نحو: یہ اس کا عطف بیان ہے۔ یہ بدل ہے ان دونوں صورتوں میں یہ محل جر میں ہے۔ نمبر ۲۔ یہ محل رفع میں ہے۔ اس کی تقدیر عبارت یہ ہوگی ھی ان تقوموا۔ نمبر ۳۔ اعنی کو مقدر مان کر نصب پڑھیں۔ نمبر ۱۔ قیام سے مراد یہاں مجلس رسول ﷺ سے اٹھ جانا اور آپ کے پاس سے منتشر ہونا ہے۔ نمبر ۲۔ قیام سے مراد اس کا قصد کرنا ہے اس سے ہٹ جانا اور اٹھ جانا مراد نہیں۔ اب مطلب

یہ ہے میں ایک بات کی تمہیں نصیحت کرتا ہوں اگر تم اس کو اختیار کرلو تو حق کو پالو گے۔ اور کفر سے چھوٹ جاؤ گے۔ وہ یہی ہے کہ تم خالص اللہ تعالیٰ کی ذات کی خاطر کھڑے ہو جاؤ۔ نہ عصبیت وقومی غیرت کی خاطر بلکہ طلب حق کے لئے۔
مَثْنٰى (دو،دو) وَفُرَادٰى (اور ایک،ایک) ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا (پھر تم سوچو) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جو چیز وہ لے کر آئے ہیں ان کے متعلق پھر دو سوچنے والے وہ سوچ کر ان میں سے ہر ایک اپنی فکر و سوچ دوسرے کے سامنے پیش کرے گا۔ وہ دونوں اس میں سچائی اور انصاف کی نگاہ سے دیکھیں گے یہ صحیح نظر ان کو حق تک لے آئے گی۔ بالکل اسی طرح ایک فرد اپنے دل میں غور کرے گا۔ اور عدل وانصاف سے کام لے گا اور اپنی فکر کو عقل پر پیش کرے گا تو وہ بھی حق کو ضرور پالے گا۔
باقی دو اور ایک الگ ہونے کا مطلب یہ ہے اجتماع و اکٹھ سے دلوں میں تشویش پیدا ہوتی ہے۔ اور بصیرت اندھی ہو کر دیکھنے سے روک دیتی ہے انصاف پر کم نگاہ پڑتی ہے جھکاؤ زیادہ ہوتا ہے اور تعصب کا شور جوش زن ہوتا ہے۔ اور فقط وہ بات سنی جاتی ہے جو اپنے مذہب کیلئے مددگار ہو۔
نحو: اور تتفکروا کا عطف تقوموا پر ہے۔
مَا بِصَاحِبِكُمْ (اور تمہارے ساتھی کو نہیں ہے) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مِّنْ جِنَّةٍ (ذرہ بھر جنون) مطلب یہ ہے کہ پھر سوچو جس سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے ساتھی کو جنون نہیں۔ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ (وہ فقط تمہیں ایک آنے والے سخت عذاب سے ڈرانے والا ہے) بین یدیّ کا معنی سامنے آگے، عذاب شدید سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔ یہ اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہے بعثت بین یدی الساعة [احمد ۱/۳۱، مسلم ۸۶۷، نسائی ۳/۱۸۸، ابن ماجہ ۴۵]
۴۷: پھر واضح فرمایا کہ میں اس انذار پر تم سے مزدوری کا طالب نہیں ہوں۔ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ (کہہ دیجئے اگر میں نے تم سے کچھ معاوضہ مانگا ہو) اپنے اس انذار اور تبلیغ رسالت پر فَهُوَ لَكُمْ (تو وہ تمہارا ہی رہا) یہ شرط کی جزاء ہے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ ای شئی سالتکم من اجر (میں نے اس پر مزدوری میں کونسی چیز تم سے مانگی ہے)۔ یہ اس ارشاد کی طرح ہے۔ ما یفتح اللہ للناس من رحمة [فاطر:۲] مطلب سرے سے مزدوری کے مطالبے کی نفی ہے۔ جیسے کہتے ہیں: مالی فی ھذا فھو لک ای لیس لی فیہ شئ اس میں میرے لئے کچھ نہیں اِنْ اَجْرِيَ (میرا معاوضہ تو)
قراءت: مدنی، شامی، حفص، ابو عمرو نے نصب یاء کے ساتھ پڑھا اور باقی قراء نے سکونِ یاء سے پڑھا ہے۔
اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (بس اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے۔ اور وہی ہر چیز پر اطلاع رکھنے والا ہے) پس وہ جانتا ہے کہ میں تمہیں نصیحت کرنے اور دعوت دینے پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں۔ میں تو اسی سے اجر لونگا۔

حق سے باطل کو پاش پاش کر دیا جائے گا:

۴۸: قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ (آپ کہہ دیجئے میرا رب حق کو غالب کرتا ہے) وحی کے ذریعہ۔ القذف کا معنی تیر کو متوجہ کرنا اور اعتماد سے قصد کرنا۔ ڈالنے کے معنی میں بطور استعارہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اس ارشاد میں یہی معنی ہے۔ وقذف فی

قلوبھم الرعب [الاحزاب:۲۶] اسی طرح اس ارشاد میں۔ان اقذفیه فی التابوت [طٰہٰ:۳۹] یقذف بالحق کا مطلب وحی کا القاء کرنا اور بھیجنا ہے۔یا حق کو باطل پر پھینک کر پاش پاش اور تتر بتر کر دیتا ہے۔عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (وہ علام الغیوب ہے) یہ یقذف کی ضمیر سے بدل ہے۔نمبر۲۔مبتدأ محذوف ھو کی خبر ہے۔

۴۹: قُلْ جَآءَ الْحَقُّ (کہہ دیجئے حق آ گیا) حق سے اسلام اور قرآن مراد ہے وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ (اور باطل کرنے دھرنے کا نہ رہا)۔یعنی باطل زائل ہو گیا اور تباہ و برباد ہوا کیونکہ ابداء واعادہ یہ اللہ تعالیٰ کی جو حی و قیوم ہے اس کی صفات سے ہے۔پس ان کا عدم یہ ہلاکت کی تعبیر ہے حاصل یہ ہوا حق آیا اور باطل بھاگ گیا جیسا کہ اس ارشاد میں ہے: جاء الحق وزھق الباطل [الاسراء:۸۱]

قولِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

نبی اکرم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے۔اس وقت کعبہ کے گرد بت تھے۔آپ ان کو نیع درخت کی چھڑی سے ان کو چوک دیتے اور فرماتے جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا' جاء الحق وما یبدئ الباطل وما یعید۔

[بخاری۔۲۴۷۸ مسلم۔۱۷۸۱،احمد۔۱/۳۷۷]

ایک قول:

الباطل سے بت مراد ہیں۔

قولِ دیگر:

ابلیس کیونکہ وہ باطل والا ہے یا وہ تباہ ہونے والا ہے۔جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ شیطان کو شیطان اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ شاط بمعنی ھلک سے ہے۔مطلب یہ ہوا کہ شیطان اور بت نہ کسی چیز کو پیدا کرتے ہیں اور نہ دوبارہ اٹھائیں گے نئے سرے سے پیدا کرنے والا اور اٹھانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

فائدہ خالص توحید الٰہی سے ہے:

۵۰: جب کفار نے کہا تو اپنے آباء کا دین چھوڑ کر گمراہ ہو گیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ (کہہ دیجئے اگر میں گمراہ ہو جاؤں تو میری گمراہی مجھ ہی پر ہے) یعنی اگر میں گمراہ ہو جاؤں تو وہ میری طرف سے ہے اور اس کا وبال بھی مجھ پر ہے۔وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ (اور اگر میں راہ پر ہوں تو یہ اس وحی کے سبب ہے جو میرے رب نے مجھ پر کی ہے) اس لئے یہ وحی کے ذریعہ اس میں میری راہنمائی کر دی گئی ہے۔

تقابل کے قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ کہا جاتا وان اھتدیت فانما اھتدی لھا جیسا کہ اس آیت میں فرمایا: فمن اھتدیٰ فلنفسه ومن ضلّ فانما یضل علیھا [الزمر:۴۱] لیکن ان دونوں میں معنوی تقابل پایا جاتا ہے۔کیونکہ نفس پر جو بوجھ اور

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ

اور اگر اس وقت کو آپ دیکھیں جب یہ لوگ گھبرا جائیں گے پھر چھوٹنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور قریب ہی جگہ سے پکڑ لیے جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لائے اور اتنی دور جگہ سے

التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ۝ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ

ان کے ہاتھ آنا کہاں ممکن ہے حالانکہ وہ اس سے پہلے اس کا انکار کر چکے ہیں، اور دور ہی دور سے بے تحقیق باتیں

مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ۝ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ

پھینکا کرتے ہیں اور ان کے اور ان کی آرزوؤں کے درمیان آڑ کر دی جائے گی جیسا کہ ان سے پہلے ان کے ہم مشربوں کے ساتھ

قَبْلُ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ۝

کیا گیا، بلاشبہ وہ تردد میں ڈالنے والے شک میں تھے۔

جو اس کے لئے نقصان دہ ہے۔ وہ نفس کی وجہ اور اسی کے سبب سے ہے کیونکہ نفس کا طبعی میلان برائی کی طرف ہے۔ اور جس چیز میں نفس کو فائدہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی راہنمائی اور اس کی توفیق سے ہے۔ اور یہ حکم ہر ایک مکلف کے لئے ہے۔ اس نے اپنے رسول کو حکم فرمایا اس کا اسناد وہ اپنی ذات کی طرف کرے کیونکہ جب رسول اپنے عظیم الشان مرتبے اور راستے کی درستگی کے باوجود اس کے تحت داخل ہو گیا تو غیر رسول بدرجہ اولیٰ اس کے تحت داخل ہے۔ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ بیشک وہ سب کچھ سنتا ہے) اس کو جو میں تمہیں کہتا ہوں۔ قَرِيْبٌ (بہت نزدیک ہے) میرے اور تمہارے وہ مجھے بھی بدلہ دے گا اور تمہیں بھی بدلہ دے گا۔

۵۱: وَلَوْ تَرٰٓى (اور اگر آپ وہ وقت ملاحظہ کریں)۔ اس کا جواب محذوف ہے۔ ای رأیت امرًا عظیمًا وحالا ھائلۃً تو ضرور تم بڑا معاملہ اور خوفناک حالت دیکھو گے۔ اِذْ فَزِعُوْا (جبکہ وہ گھبراتے پھریں گے) جب اٹھیں گے یا موت کے وقت یا بدر کے دن فَلَا فَوْتَ (پھر نکلنے بھاگنے کی کوئی صورت نہ ہوگی) کوئی بھاگنے کا راستہ نہیں یا نہ وہ اللہ تعالیٰ سے آگے نکل سکیں گے اور نہ پیچھے بھاگ سکیں گے۔ وَاُخِذُوْا (اور پکڑ لیے جائیں گے) اُخذوا کا عطف فزعوا پر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے فزعوا واخذوا فلا فوت لھم پھر وہ گھبرائیں گے اور پکڑ لیے جائیں گے پس نکل کر نہ بھاگ سکیں گے۔ نمبر۲۔ لا فوت پر عطف ہے۔ معنی اس طرح ہوگا۔ اذفزعوا فلم یفوتوا واخذوا من مکان قریب۔ جب وہ گھبرائے تو بھاگ نہ سکے اور قریب جگہ سے پکڑ لیے گئے۔ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ (قریب جگہ سے) جو موقف میں آگ سے قریب ہے جبکہ وہ اٹھیں گے یا وہ جگہ قریب ہے زمین کی سطح سے زمین کے پیٹ کی طرف جبکہ ان پر موت آئے گی یا وہ جگہ قریب ہے صحرائے بدر سے قلیب بدر کی طرف جبکہ وہ قتل ہوئے)

طلب ناممکن کی تمثیل:

۵۲: وَّقَالُوْٓا (اور وہ کہیں گے) جب عذاب کو آنکھوں سے دیکھیں گے۔ اٰمَنَّا بِهٖ (ہم اس پر ایمان لے آئے) یعنی محمد ﷺ پر ہٗ کی ضمیر کا مرجع آپ ہیں کیونکہ اس آیت میں تذکرہ گزرا۔ مابصاحبکم من جنة [سبا:۴۶] یاہٗ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ (اور کہاں ان کے ہاتھ آنا ممکن ہے اتنی دور جگہ سے)۔ التناوش (لینا، پکڑنا) مطلب یہ ہے کہ وہ توبہ کو کس طرح حاصل کر سکتے ہیں۔ حالانکہ وہ ان سے دور جا چکی۔ مقصد یہ ہے کہ توبہ تو دنیا میں ان سے قبول کی جاتی تھی اور دنیا ختم ہوئی اور آخرت سے دور ہو چکی۔

ایک قول:

یہ تمثیل ناممکن کی طلب کیلئے ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کا ایمان اسوقت اسی طرح فائدہ دے جیسا کہ مؤمنین کے ایمان نے ان کو دنیا میں فائدہ دیا۔ ان کی حالت کو اس آدمی کی حالت کے مماثل قرار دیا جو یہ چاہتا ہے کہ دور فاصلہ سے ہاتھ کے ساتھ کوئی چیز پکڑے۔ جیسا کہ دوسرا آدمی اپنے گریبان کی تھیلی سے لیتا ہے۔

قراءت: ابوعمرو اور حفص کے علاوہ کوفی قراء نے التناؤش کو ہمزہ سے پڑھا ہے واؤ کو ہمزہ کر دیا کیونکہ وہ واؤ جو مضموم ہو اس کا ضمہ لازم ہے اگر تم چاہو تو اس کو ہمزہ سے بدل لو۔ اور اگر چاہو تو اسی طرح رہنے دو جیسا کہتے ہیں اَدْوُرٌ وتقاوم ہمزہ پڑھیں اور ادؤرٌ اور تقاءم پڑھیں تب بھی درست ہے۔ ثعلب رحمہ اللہ کا قول: التناؤش جو ہمزہ سے ہے۔ اس کا معنی دور سے لینا، پکڑنا اور بلا ہمزہ قریب سے لینا، پکڑنا۔

غیب کے متعلق بلاتحقیق باتیں:

۵۳: وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ (حالانکہ پہلے سے یہ لوگ اس حق کا انکار کرتے رہے) من قبل العذاب: عذاب سے پہلے یا دنیا میں وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ (اور بے تحقیق باتیں کہتے تھے) اس کا عطف قد کفروا پر ہے۔ حال ماضی کی حکایت ہے۔ مطلب یہ ہے وہ غیب کے متعلق باتیں کرتے یا اس شئی کے متعلق بات کرتے جو غائب ہے کہا کرتے تھے نہ بعث بعدالموت ہے اور نہ حساب ہے۔ یا کہا کرتے کہ محمد ﷺ شاعر، ساحر، کذاب ہے اور یہ تکلم بالغیب ہے اور مخفی بات کے متعلق نکالی گئی بات ہے کیونکہ انہوں نے آج تک آپ سے سحر، شعر اور نہ ہی کذب کا مشاہدہ کیا۔ اور اب وہ یہ پوشیدہ کر رہے ہیں جو آپ کی حالت سے بہت ہی بعید ہے۔ اس لئے کہ جو قرآن آپ لے کر آئے ہیں۔ وہ سحر و شعر سے سب سے زیادہ دور ہے۔ اور آپ کی عادات سے سب سے دور بات کذب ہے جیسا کہ وہ تجربہ کر چکے کہ زندگی کے کسی معاملہ میں کبھی آپ نے جھوٹ نہیں بولا آپ ان میں الصادق معروف ہیں۔

قراءت: وَيُقْذَفُوْنَ ابوعمرو سے مجہول پسندیدہ پڑھا گیا ہے۔ مطلب یہ ہوگا۔ ان کے شیاطین ان کے پاس لاتے ہیں۔ اور

القاء کرتے ہیں ۔نمبرا۔ اگر تم چاہوتو اس کو و قالوا آمنا به سے معلق کردو۔اس طرح کہ ان کی مثال دی گئی ہے کہ وہ ایسی چیز کے حاصل کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں ۔آخرت میں آمنا کہہ کر جس سے دنیا میں انہوں نے علیحدگی اختیار کی ۔مگر یہ معنی بعید ہے۔

نمبر۲۔اور یہ جائز ہے کہ آمنا به کی ضمیر بین یدی عذاب شدید [سبا:۴۶] میں جس عذاب کا ذکر ہے اس کی طرف ہو جیسا کفار کہا کرتے تھے ۔وما نحن بمعذبین کہ ہمیں عذاب نہ ہوگا اگر بات اسی طرح ہوئی جیسے اے مسلمانو تم ثواب ،عقاب ، قیامت کا قیام بتلاتے ہو، کیونکہ ہم عذاب دیے جانے سے بالاتر ہیں ۔اس بات کہنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ آخرت کو بھی دنیا پر قیاس کرتے تھے ۔پس یہی ان کا قذف بالغیب تھا۔اور یہ غیبی بات ہے جو بعید انداز سے کہی جارہی تھی ۔کیونکہ دار الجزاء کا دار دنیا پر قیاس ہی سرے سے غلط ہے۔

مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۔ (ایک دور جگہ سے)

ان کی تمناؤں پر پانی پھر جائے گا:

۵۴: وَحِيْلَ (اور روک ڈال دی گئی) ۔بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ (ان میں اور ان کی تمناؤں میں) ایمان کا نفع اس دن اور اس کے ذریعہ آگ سے چھٹکارا اور جنت کی کامیابی ۔یا نمبر۲ دنیا کی طرف واپسی جیسا کہ ان کے متعلق اس قول میں مذکور ہے۔ فارجعنا نعمل صالحًا [السجدہ:۱۲] یقینی وقوع کی بناء پر یہ افعال ماضیہ لائے گئے ہیں ۔اگر چہ مراد استقبال ہے اور وہ افعال یہ ہیں :فزعوا ، اخذوا وحیل ۔

كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ (جیسا کہ ان کے ہم مشربوں کے ساتھ یہی کیا جائے گا۔جو ان سے پہلے ہوئے تھے)۔اشیاع سے مراد وہ کفار جو ان کے مشابہ تھے ۔اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ (بیشک وہ سب شک میں تھے) رسالت و بعث کے معاملے میں مُّرِيْبٍ (جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا تھا) مریب کا معنی تردد میں ڈالنے والا یہ ارابہ سے لیا گیا ہے ۔جبکہ وہ شک و تردد میں ڈالے ۔اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جن کا خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شک کی وجہ سے عذاب نہ دیں گے ۔

الحمد للہ آج جمعرات کی رات ۳ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ سورۂ سبا کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

اللّٰهم وفقني لتكميله بفضلك

سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَّ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّ خَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ فاطر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں پینتالیس آیات اور پانچ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى

سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانے والا ہے، وہ فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے جن کے دو دو

وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ

اور تین تین اور چار چار بازو ہیں وہ پیدائش میں جو چاہے زیادہ کر دیتا ہے، بلا شبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو بھی کوئی رحمت

لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ

اللہ انسانوں کے لیے کھول دے تو اس کو کوئی روکنے والا نہیں، اور جس کو وہ بند کر دے سو اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں، اور وہ

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ② يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ

غالب ہے حکیم ہے اے لوگو! اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہے، کیا اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا ہے

يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ڮ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ③ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ

جو تمہیں آسمان و زمین سے رزق عطا فرماتا ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، سو تم کہاں الٹے جا رہے ہو۔ اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں

فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ④ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ

تو آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر جھٹلائے جا چکے ہیں، اور اللہ ہی کی طرف سب امور لوٹائے جائیں گے۔ اے لوگو! بلاشبہ

وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۫ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ⑤ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

اللہ کا وعدہ حق ہے سو تمہیں ہرگز دنیا والی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے اور تمہیں اللہ کا نام لے کر دھوکہ باز ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے، بلاشبہ شیطان

لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ⑥ ۭ اَلَّذِيْنَ

تمہارا دشمن ہے سو تم اسے اپنا دشمن سمجھتے رہو، وہ اپنے گروہ کو اسی لیے بلاتا ہے تاکہ وہ دوزخیوں میں سے ہو جائیں۔ جن لوگوں نے

كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ڛ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑦

کفر کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے مغفرت ہے اور اجر کبیر ہے۔

ع ١ ١٣

فرشتوں میں ہر تخلیقی اضافہ وہی کرنے والا ہے:

۱: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ (تمام تر حمد اللہ تعالیٰ کے لائق ہے جو آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ جو فرشتوں) رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ یَزِیْدُ (کو پیغام رساں بنانے والا ہے۔ جن کے دو دو، تین تین اور چار چار پر دار بازو ہیں۔ وہ) فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (پیدائش میں جو چاہے زیادہ کرتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے)۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (اللہ تعالیٰ نے تعلیم و تعظیم کیلئے اپنی ذات کی حمد فرمائی ہے)۔ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ (آسمانوں کی ابتداء کرنے والا) اور انوکھا بنانے والا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

میں فاطر کا معنی نہ جانتا تھا یہاں تک کہ دو دیہاتی میرے پاس ایک کنوئیں کا جھگڑا لے کر آئے ان میں سے پہلا کہنے لگا۔ انا فطرتھا ای ابتدأتھا میں نے اس کی ابتداء کی۔ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا (اور زمین کو وہ فرشتوں کو اپنے بندوں کی طرف قاصد بنانے والا ہے)۔ اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ (پروں والے) اولی یہ ذو کی اسم جمع ہے اور

نحو: یہ رسلاً سے بدل ہے یا صفت ہے اجنحة یہ جناح کی جمع ہے۔

مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ یہ اجنحة کی صفات ہیں یہ منصرف نہیں کیونکہ ان میں عدل دو بار آیا ہے۔ یہ اعداد سے عدول کر کے دوسرے صیغوں میں چلے گئے جیسا عمر کا لفظ عامر سے بنا ہے۔ تکریر سے غیر تکریر کی طرف۔ دوسرا قول عدل اور وصف دو سبب ہیں اور اسی پر اعتماد ہے معنی یہ ہے ملائکہ میں بعض جماعتوں کے دو دو پر ہیں۔ ہر ایک کے دو دو پر ہیں۔ اور کچھ فرشتوں کے تین تین پر ہیں شاید کہ تیسرا پشت کے درمیان میں ہو۔ جو دوسرے دو پروں کا معاون ہو۔ اور بعض فرشتوں کی جماعتیں چار چار پر رکھتی ہیں۔ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ (وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدائش میں اضافہ کرتا ہے)۔ یعنی پروں وغیرہ کی پیدائش میں اضافہ کرتا ہے۔ مَا یَشَآءُ (جتنا وہ چاہتا ہے) ایک قول یہ ہے چہرے کے حسن میں اضافہ اور آواز کی خوبصورتی میں اضافہ، بالوں کی خوبصورتی میں اضافہ چہرے کے خدوخال کی خوبصورتی اور آنکھوں کی ملاحت میں اضافہ مراد ہے۔ آیت مطلق ہے۔ اس میں ہر تخلیقی اضافہ شامل ہے خواہ وہ جسم کی قد و قامت کی طوالت اور اعتدال کی صورت میں ہو یا رائے کی عمدگی اور زبان کی طلاقت اور مؤمنوں کے دل میں محبت کی شکل میں ہو اور وہ تمام چیزیں جو اس کے مشابہ ہیں وہ اس میں شامل ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے) قدیر بمعنی قادر ہے۔

۲: مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ (اللہ تعالیٰ جو رحمت لوگوں کیلئے کھول دے) رحمۃ کے لفظ کو نکرہ لا کر اشاعت و ابہام یعنی ہر قسم رحمت کو شامل کیا گویا اس طرح فرمایا جونسی رحمت ہو خواہ رزق، بارش یا صحت یا اور کچھ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا (اس کا کوئی بند

کرنے والانہیں) کسی کو اس کے روکنے اور بند کرنے کی طاقت نہیں۔ یفتح کا لفظ اطلاق وارسال کے معنی کیلئے بطور مجاز استعمال فرمایا۔ مراد عطاء کرنا ہے اس کے بالمقابل ما یمسك کا لفظ جوروکنے اور بند کرنے کے معنی میں۔ استعمال کیا گیا۔ وَمَا يُمْسِكْ (اور جو وہ بند کردے)۔ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ (اس کو کوئی جاری کرنے والانہیں) یعنی بندش وروک کو دور کرنے والا مِنْ بَعْدِهٖ (اس کے بعد) یعنی اس کے بند کردینے کے بعد۔

نحو: رحمت کی طرف لوٹائی جانے والی ضمیر معنی کا لحاظ کر کے مؤنث لائے پھر دوسری ضمیر لفظ کا لحاظ کر کے مذکر لائی گئی کیونکہ اس میں تانیث نہیں اس لئے کہ اول کی تفسیر رحمت سے کی گئی پس تفسیر کے بعد ضمیر کا لانا مناسب ہے۔ اور دوسرے کی تفسیر نہیں کی گئی پس اصل تذکیر پر اس کو چھوڑ دیا گیا۔

رحمت کا ہاتھ اُمت پر:

معاذ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کا دست دراز رہتا ہے جب تک ان کے خیار اشرار کی موافقت نہ کریں۔ اوران کے نیک ان کے فساق وفجار کی تعظیم نہ کرنے لگیں اوران کے قراء ان کے امراء کی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں معاونت نہ کریں۔ جب وہ یہ افعال کرنے لگیں تو اللہ تعالیٰ اپنا رحمت کا ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔

[ذکرہ الغزالی فی الاحیاء ۲/۱۵۰]

وَهُوَ الْعَزِيْزُ (اور وہ زبردست ہے) وہ غالب اور ارسال وامساک پر قدرت رکھنے والا ہے۔ الْحَكِيْمُ (حکمت والا ہے) اسی چیز کو روکتا اور کھولتا ہے جس کے روکنے اور کھولنے کی حکمت تقاضا کرتی ہے۔

سب سے بڑی نعمت منعم کا ایک ہونا ہے:

۳: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا (اے لوگو! تم یاد کرو) زبان ودل سے نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کو جو اس نے تم پر کیے) وہ انعامات زمین کا بچھونے کی طرح بچھا دینا اور آسمان کا بلاستون بلند کرنا اور قرب الٰہی پانے اور اس کے راستوں کی طرف بلانے کیلئے رسولوں کو بھیج دینا اور مخلوق میں اضافہ فرما کر رزق کے دروازوں کا کھولنا ہیں۔ پھر نعمتوں کے آخر میں خبردار کیا کہ سب سے بڑی نعمت تو منعم کا ایک ہونا ہے۔ فرمایا هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ (کیا اللہ تعالیٰ کے سواء اور کوئی خالق ہے)۔

نحو: نمبرا۔ غیرُ رفع کے ساتھ یہ محلاً صفت ہے کیونکہ خالق مبتدأ ہے اس کی خبر لکم محذوف ہے تقدیر کلام ہے: خالق لکم نمبر۲۔ غَيْرِ یہ جر کے ساتھ علی اور حمزہ نے پڑھا اور لفظاً صفت قرار دیا۔ يَرْزُقُكُمْ (جو تمہیں رزق دے) نمبرا۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ نمبر۲۔ خالق کی صفت ہے۔ مِّنَ السَّمَآءِ (آسمان سے) بارش کے ذریعہ وَالْاَرْضِ (اور زمین سے) قسم قسم کی نبات کے ذریعہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اس کے سوا کوئی معبود نہیں)۔

نحو: یہ جملہ الگ ہے اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔

فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ (پھر تم کدھر اُلٹے جا رہے ہو) کس وجہ سے تم توحید سے شرک کی طرف جا رہے ہو۔

تسلی رسول ﷺ:

۴: وَاِنْ یُّکَذِّبُوْکَ فَقَدْ کُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ (اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر جھٹلائے جا چکے ہیں) اس سے اطلاع دی گئی کہ قریش مکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو بدترین انداز سے مسترد کر رہے اور ان کا انکار کر رہے ہیں۔ اور اپنے رسول ﷺ کو تسلی دی کہ آپ کیلئے پہلے انبیاء علیہم السلام میں نمونہ موجود ہے اسی لیے رسل کا لفظ نکرہ لایا گیا۔ یعنی کثیر تعداد رسول اور بہت سی آیات اور نذر والے اور طویل عمروں والے اور صبر و عزم بالجزم کے مالک۔ کیونکہ اس سے آنحضرت ﷺ کو تسلی دینا مقصود ہے۔

تقدیر کلام اس طرح ہے وان یکذبوك فتاس بتکذیب الرسل من قبلك (اگر وہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو آپ اپنے سے پہلے رسولوں کی تکذیب کو پیش نظر فرمائیں) کیونکہ جزاء شرط کے بعد لائی جاتی ہے اور اگر اس کو ظاہر پر رکھا جائے تو جزاء پہلے آئے گی۔ اسی لئے فقد کذبت رسل من قبلك کو فَتَاَسَّ کی جگہ لایا گیا۔ سبب پر اکتفاء کیا مسبب کی ضرورت نہ سمجھی گئی یعنی تکذیب کو ذکر کیا جو کہ سبب ہے اور تاس مسبب کو ترک کیا گیا۔ وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (اور تمام امور اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے پیش کیے جائینگے) یہ کلام وعد اور وعید دونوں پر مشتمل ہے کہ سارے معاملات اس کے حکم کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اور وہ جھٹلانے والے اور جھٹلائے ہوئے کی مجازات کا مالک ہے۔

قراءت: شامی، حمزہ، علی، خلف، یعقوب، سہل نے تاء کے فتحہ سے تَرْجِعُ پڑھا ہے۔

۵: یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ (اے لوگو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ) جو بعث و جزاء سے متعلق ہے۔ حَقٌّ (ضرور سچا ہے) پورا ہو کر رہے گا۔ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا (پس دنیوی زندگی تم کو دھوکا میں ڈالے نہ رکھے) پس دنیا تمہیں فریب خوردہ نہ بنا دے اور نہ دنیا سے تمتع اور اس کے منافع سے لذت اندوزی تمہیں آخرت کی طلب و سعی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں جو کچھ ہے اس کی طلب سے غافل کر دے۔ وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ (اور ایسا نہ ہو کہ تمہیں دھوکہ باز شیطان اللہ تعالیٰ سے دھوکہ میں ڈال دے) الغرور شیطان، وہ تمہیں جھوٹی تمنائیں دلاتا اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو تمہاری عبادت سے بے نیاز ہے اور تمہیں سزا دینے سے بھی بے نیاز ہے (اس لئے عبادت کی ضرورت نہیں اور معاصی سے کوئی فرق نہیں پڑتا)۔

شیطان سے دشمن والا معاملہ کرو نہ کہ دوست والا:

۶، ۷: اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ (شیطان بیشک تمہارا دشمن ہے) اس کی دشمنی کھلی ہوئی ہے اس نے تمہارے باپ کے ساتھ جو کچھ کیا اس کے بعد بھی تم اس سے ایسا معاملہ کر رہے ہو جیسا اس شخص سے کیا جاتا ہے جس کے حالات سے بے خبری ہو۔ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا (پس تم اسکو دشمن سمجھتے رہو) اپنے عقائد و افعال کے سلسلہ میں اور تمہاری طرف سے ظاہر و باطن میں اسکے ساتھ ایسا سلوک ہونا

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ

سو کیا جس شخص کے لیے اس کا عمل بدا چھا کر کے دیا گیا ہو سو اس نے اس کو اچھا سمجھا ہو سو بے شک اللہ گمراہ فرماتا ہے جس کو چاہے اور ہدایت دیتا ہے جس کو

يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ⑧ وَاللّٰهُ

چاہتا ہے، سو ان پر حسرتیں کرنے کی وجہ سے آپ کی جان نہ جاتی رہے۔ بلا شبہ جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اللہ خوب جانتا ہے اور اللہ

الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ

وہ ہے جس نے ہواؤں کو بھیج دیا جو اٹھاتی ہیں بادل کو پھر ہم نے اسے ایسے قطعۂ زمین کی طرف ہانک دیا جو خشک تھا پھر ہم نے اس کے ذریعہ زمین کو

مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ⑨

زندہ کر دیا اسی طرح جی اٹھنا ہوگا۔

چاہیے جو اس کی دشمنی پر دلالت کرنے والا ہو۔ پھر آیت کے اگلے حصہ میں اس کے پوشیدہ معاملے کا خلاصہ بیان کر دیا اور اس آدمی کی خطا کاری ذکر کر دی جو اس کی پیروی کرتا ہے کیونکہ شیطان کی اصل غرض اپنے پیروکاروں کے متعلق یہی ہے کہ ان کو ہلاکت کے گھاٹ پر لا اتارے۔ فرمایا: اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ۔ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ (وہ اپنے گروہ کو محض اسلئے بلاتا ہے کہ وہ لوگ دوزخیوں میں سے ہو جائیں۔ جو لوگ کافر ہو گئے۔ ان کے لئے سخت عذاب ہے)۔ یعنی جس شخص نے شیطان کی بات کو دعوت کے وقت قبول کر لیا اس کے لئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ وہ اس کا لشکری بن گیا یعنی اس کا متبع ہو گیا۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے) اور شیطان کی بات کو قبول نہ کیا اور نہ ہی اس کے گروہ سے بنے بلکہ اس کی دشمنی اختیار کی۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ (ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے)۔ کیونکہ انہوں نے بہت بڑا اجہاد کیا۔

شیطان کی تزئین میں آنے والے پر افسوس نہ کرو:

۸: جب دونوں فریق کا تذکرہ ہو چکا تو اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا: اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا (کیا وہ شخص جس کو اس کا عمل بدا چھا کر کے دکھلایا گیا پھر وہ اس کو اچھا سمجھنے لگا) شیطان کی تزئین کے سبب، کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کیلئے اس نے اعمال کو مزین نہ کیا ہو۔ پس گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ پھر فرمایا فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ (پس اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے تو ان پر) حَسَرٰتٍ (افسوس کر کے آپ کی جان نہ جاتی رہے)۔

قولِ زجاج رحمہ اللہ!

افمن زین له سوء عمله کا معنی ہے کیا وہ شخص جس کا عمل بد اس کے لئے مزین کیا گیا ہو اس پر افسوس کرتے آپ کی جان چلی جائے گی۔ پس جواب کو حذف کردیا اس لئے کہ فلا تذهب نفسك میں اس پر دلالت موجود ہے۔ نمبر۲۔ یا کیا آیا وہ شخص جس کے عمل کو اس کے لئے مزین کیا گیا ہو وہ اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہو۔ اس کو حذف کردیا۔ کیونکہ فان الله یضل من یشاء ویهدی من یشاء میں اس پر دلالت موجود ہے۔

قراءت: یزید نے فلا تُذْهِب نفسك پڑھا ای لا تهلکها اس کو ہلاک مت کرو۔ حسراتٍ یہ مفعول لہ ہے یعنی فلا تهلك نفسك للحسرات (پس اپنے نفس کو افسوس کی بناء پر ہلاک نہ کرو)۔ اور علیہم یہ تذھب کا صلہ ہے۔ جیسا تم کہو هلك علیه حبًا و مات علیه حزنا۔ مگر یہ جائز نہیں کہ اس کو حسرات کے متعلق کیا جائے کیونکہ مصدر کا صلہ اس پر مقدم نہیں ہوتا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ کو ان کے تمام کاموں کی خبر ہے)۔

دلائلِ قدرت:

۹: وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ (اور اللہ تعالیٰ ایسا ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے)

قراءت: مکی اور حمزہ، علی نے الرِّیْحَ پڑھا ہے۔

فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ (پھر وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر ہم ان بادلوں کو ایک خشک قطعہ زمین کی طرف ہانک کرلے جاتے ہیں۔)

قراءت: مدنی، حمزہ، علی، حفص نے میتٍ کو تشدید سے پڑھا۔ دیگر قراء نے تخفیف کے ساتھ ادا کیا۔

فَاَحْیَیْنَا بِهِ (پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے زمین کو زندہ کردیا) بارش کے ذریعہ کیونکہ ضمناً اس کا ذکر پہلے ہو چکا۔ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (اس کے مرجانے کے بعد) یعنی اس کے سبب سے۔ یہاں تثیر لایا گیا تا کہ اس حال کی حکایت کی جائے جس میں ہوائیں بادلوں کو اٹھاتی ہیں۔ اور یہ قدرت ربانی پر دلالت کرنے والی صورت کے استحضار کیلئے ہے اور اہل عرب اس فعل کے ساتھ اسی طرح انوکھے پن کا معاملہ کرتے ہیں جس میں کوئی امتیازی قسم اور خصوصیت پائی جائے۔

اور اسی طرح بادلوں کو مردہ زمین کی طرف چلانا اور زمین کے مردہ ہوجانے کے بعد اس کو زندہ کردینا ہے۔ اس لئے کہ ظاہر و باہر یہ دلائل قدرت سے ہے۔ اس لئے فسقنا اور احیینا فرمایا۔ غائب کا لفظ نہیں بولا گیا تا کہ ایسا لفظ لایا جائے جو اختصاص میں زیادہ دخل رکھتا ہو اور اسپر زیادہ دلالت کرنے والا ہو۔ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ (اسی طرح دوبارہ اٹھنا ہے) کاف محل رفع میں ہے یعنی مردہ زمین کو زندہ کرنے کی طرح مردوں کو اٹھانا ہے۔ ایک قول یہ ہے اللہ تعالیٰ مخلوق کو ایسے پانی سے زندہ فرمائیں گے جو پانی عرش کے نیچے سے بھیجا جائے گا اس سے مخلوق کے اجسام اگیں گے۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا ۚ إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ

جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے تو ساری عزت اللہ ہی کے لیے ہے، اچھے کلمات اس کی طرف پہنچتے ہیں اور نیک عمل

الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ۚ وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۖ وَمَكْرُ أُولٰئِكَ

انہیں بلند کردیتا ہے، اور جو لوگ بری تدبیریں کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کی تدبیر

هُوَ يَبُورُ ﴿١٠﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا ۚ وَمَا تَحْمِلُ

برباد ہوگی۔ اور اللہ نے تم کو مٹی سے پیدا فرمایا پھر نطفہ سے پھر اس نے تمہیں جوڑے جوڑے بنایا، اور جس کسی

مِنْ أُنْثٰى وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ۚ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهِ إِلَّا فِي

عورت کو حمل رہ جاتا ہے اور کوئی عورت جنتی ہے تو یہ سب اس کے علم میں ہوتا ہے، اور جس کسی عمر والے کی عمر زیادہ کی جاتی ہے اور جس کی عمر کم کردی جاتی ہے وہ سب

كِتٰبٍ ۚ إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرٌ ﴿١١﴾

کتاب میں ہے، بلاشبہ یہ اللہ پر آسان ہے۔

عزت اللہ کے پاس ہے وہ بری تدابیر سے نہیں ملتی:

۱۰: مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا (جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے تو تمام تر عزت اللہ تعالیٰ کیلئے ہے) یعنی عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ خواہ دنیا کی عزت ہو یا آخرت کی۔ کافر بتوں سے عزت حاصل کرتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا واتخذوا من دون اللہ الھۃ لیکونوا لھم عزا [مریم:۸۱]

منافقین کفار مشرکین کے ذریعہ اپنی عزت بناتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعًا [النساء:۱۳۹] پس اس سے یہ واضح ہوا کہ حقیقی عزت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے۔ مطلب یہ ہے فلیطلبھا عند اللہ پس للہ العزۃ جمیعًا کو اس کی جگہ لائے اس کی ضرورت نہ رہی کیونکہ اس پر دلالت موجود ہے اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ چیز اسی سے طلب کی جاتی ہے جو اس کا مالک وصاحب ہو۔ اس کی مثال عرب کا یہ قول ہے من اراد النصیحۃ فھی عند الابرار۔ اس کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ نصیحت انہی کے ہاں سے طلب کرے البتہ اس پر دلالت کرنے والی چیز کو اس کے قائم مقام لایا گیا۔ حدیث میں وارد ہے۔ ان ربکم یقول کل یوم ، انا العزیز ، فمن اراد عز الدارین فلیطع العزیز [ذکرہ ابن الجوزی فی الموضوعات:۱/۱۲۱] پھر بتلایا کہ جس چیز سے عزت حاصل ہو سکتی ہے وہ ایمان اور عمل صالح ہے فرمایا: إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ (اسی تک اچھا کلام پہنچتا ہے)۔ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ (اور اچھا کام

اس (اچھے کلام) کو پہنچا دیتا ہے۔ الیہ سے مراد قبولیت و رضا مندی کا مقام اور ہر وہ چیز جس کی صفت قبولیت لائیں۔ اس کی تعریف رفعت وصعود سے کی جاتی ہے اور اس جگہ کی طرف کی جاتی ہے جہاں اسی ہی کا حکم نافذ ہو۔

الکلم الطیب ،کلمات توحید مراد ہیں یعنی لا الٰه الا الله جس کے واحد اور جمع میں صرف تاء کا فرق ہو اس میں تذکر و تانیث برابر ہیں۔ العمل الصالح خالص عبادت۔ مطلب یہ ہے کہ والعمل الصالح یرفعه الکلم الطیب۔ عمل صالح کو کلمات طیبہ بلند کرتے ہیں۔ پس بلند کرنے والے کلمات ہیں اور بلند ہونے والے عمل ہیں۔ کیونکہ عمل فقط موحد ہی کا مقبول ہے۔ ایک قول یہ ہے بلند کرنے والے اللہ ہیں۔ اور بلند ہونے والا عمل ہے۔ یعنی العمل الصالح یرفعه الله ۔ اس میں اشارہ ہے کہ عمل کا دارومدار بلند ہونے پر ہے اور کلمات طیبہ بذات خود بلند ہوتے ہیں۔

ایک اور قول یہ ہے عمل صالح عامل کو بلند کرتے اور اس کو مشرف یاد کرنے والے ہیں۔ یعنی جو آدمی عزت چاہتا ہے پس اسے چاہیے کہ اعمال صالحہ کرے اس لئے کہ اعمال صالحہ ہی بندے کو بلند کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ (اور وہ لوگ جو بری بری تدبیریں کر رہے ہیں) السیئات مصدر محذوف کی صفت ہے۔ ای المکرات السیئات کیونکہ مکر ایسا فعل ہے جو متعدی نہیں اس طرح نہیں کہا جا سکتا۔ مکر فلان عمله۔ یہاں اس سے مراد قریش کی وہ تدابیر ہیں جن کے لئے وہ دارالندوۃ میں جمع ہوئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا و اذیمکر بك الذین کفروا لیثبتوك [الانفال:۳۰] لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ (ان کو سخت عذاب ہوگا) آخرت میں وَ مَكْرُ اُولٰٓئِكَ (اور ان کا یہ مکر) هُوَ يَبُوْرُ (نیست و نابود ہو جائے گا)۔

نحو : اولئك مبتدأ ھو ضمیر فصل اور یبور خبر ہے۔ ای ومکر اولئك الذین مکروا ھو خاصة یبور۔ ان لوگوں کا مکر جنہوں نے مکر کیا وہی خاص کر نیست و نابود ہوگا۔ یبور کا معنی فاسد و باطل ہوگا نہ کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر جب ان کو مکہ سے نکالا اور ان کو قتل کیا اور قلیب بدر میں گاڑ دیا ان کے سارے مکر ان کے خلاف اور ان میں جمع کر دیئے اور اللہ تعالیٰ کی یہ بات ان میں صادق ہوئی۔ ویمکرون ویمکر الله والله خیر الماکرین [الانفال:۳۰] اور یہ ارشاد ولا یحیق المکر السیّئ الا باھله ۔ [فاطر:۴۳]

اللہ تعالیٰ خالق ہے اور عمر کا کم زیادہ ہونا اسی کے اختیار میں ہے:

۱۱: وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ (اور اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں پیدا کیا) یعنی تمہارے باپ کو مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ (مٹی سے پھر) تمہیں پیدا کیا مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا (نطفہ سے پھر تمہیں جوڑے جوڑے بنایا) ازواجًا کا معنی اصناف ہے یا مذکر و مؤنث وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ (اور کسی عورت کو حمل نہیں رہتا اور نہ وہ جنتی ہے مگر سب اس کی اطلاع سے) بعلمه یہ موضع حال میں ہے ای الا معلومة له مگر کہ اس کو معلوم ہے۔ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ (اور نہ کسی کی عمر زیادہ کی جاتی ہے)۔ یعنی وما یعمر من احد نہ کسی کی عمر زیادہ کی جاتی ہے۔ اس کو معمر کہا کیونکہ وہ اس کی طرف جانے والا ہے۔ وَّ لَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ

کِتٰبٍ (اور نہ کسی کی عمر کم کی جاتی ہے۔مگر یہ سب لوح محفوظ میں ہوتا ہے) کتاب سے لوح محفوظ یا صحیفۂ انسانی مراد ہے۔
قراءت: زید نے ولا یُنْقُصُ پڑھا ہے۔

سوال: انسان یا تو طویل العمر ہوگا یا قصیر العمر پھر یا تو اس پر عمر ملنا پے در پے ہوگا۔اور اس کے خلاف محال ہے تو پھر وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہٖ کیسے درست ہوا؟

جواب: اس کلام میں گنجائش چھوڑی گئی۔اس کی تاویل کے سلسلہ میں سامعین کے فہم پر اعتبار کیا گیا اور ان کی عقلوں پر بھروسہ کیا گیا کہ وہ اس کا درست معنی عقلوں سے معلوم کرلیں گے اور یہ کہ ان پر عمر میں طول وقصر کا محال ہونا ملتبس نہ ہوگا۔اور لوگوں کی کلام کا مدار اسی پر ہے۔لوگ کہتے ہیں۔نمبرا۔اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ثواب یا سزا نہیں دیتے مگر یہ برحق ہے۔نمبر۲۔آیت کی تاویل یہ ہے وہ صحیفہ میں لکھتے ہیں کہ اس کی عمر اتنے اتنے سال ہے پھر اس کے نیچے لکھتے ہیں ایک دن چلا گیا یہ دو دن چلے گئے یہاں تک کہ وہ عمر انتہاء کو پہنچتی ہے۔اس کی عمر کا کم ہونا ہے (یہ سعید بن جبیر کا قول ہے) قتادہ سے مروی ہے کہ المعمر جس نے اپنی عمر کے ساٹھ سال پائے۔المنقوص عمر سے مراد جو ساٹھ سال سے پہلے مرجائے۔اِنَّ ذٰلِکَ (بیشک یہ سب) شمار کرنا یا زیادت ونقصانِ عمر عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ (اللہ تعالیٰ پر آسان ہے)۔

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ

اور دو سمندر برابر نہیں، یہ میٹھا ہے پیاس بجھانے والا آسان ہے اس کا پینا اور یہ شور ہے کڑوا،

وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ

اور ہر ایک میں سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو، اور نکالتے ہو زیور جسے تم پہنتے ہو، اور اے مخاطب تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ وہ پانی کو پھاڑتی ہوئی

مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ

چلی جاتی ہیں تا کہ تم اس کے فضل سے تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو۔ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو

النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

رات میں، اور اس نے سورج کو اور چاند کو مسخر فرمایا، ہر ایک مقررہ وقت کے لیے چلتا ہے، یہ اللہ

رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ؕ ﴿۱۳﴾ اِنْ

رب ہے تمہارا، اسی کے لیے ملک ہے، اور اس کے سوا جن لوگوں کو پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔ اگر

تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ

تم ان کو پکارو تو تمہاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمہاری بات نہ مانیں گے اور قیامت کے دن

يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿۱۴﴾ ع

وہ تمہارے شرک سے منکر ہو جائیں گے اور خبر رکھنے والے کے برابر تجھے کوئی نہیں بتا سکتا۔

قدرت کا ایک اور نمونہ:

۱۲: وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ هٰذَا (اور دونوں دریا برابر نہیں) ھذا یہاں احدھما کے معنی میں ہے ان دونوں میں سے ایک عَذْبٌ فُرَاتٌ (ایک تو میٹھا) نہایت شیریں ایک قول یہ ہے وہ جو پیاس کو بجھا دے۔ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ (خوشگوار اس کا پینا) مٹھاس کی وجہ سے حلق سے جلد نیچے اترنے والا، اسی لئے اس کا پینا اچھا ہے۔ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ (اور ایک شور تلخ ہے) نہایت نمکین ایک قول یہ ہے جو اپنی نمکینی سے جلا ڈالے۔ وَمِنْ كُلٍّ (ان میں ہر ایک سے) تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا (تم تازہ گوشت کھاتے ہو وہ مچھلی ہے)۔ وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا (اور اس سے زیور نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو) اس زیور سے مراد مونگے اور موتی ہیں۔ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ (اور تو کشتیوں کو ہر ایک میں دیکھتا ہے)۔ مَوَاخِرَ (پانی کو پھاڑتی ہیں) چلنے سے پانی کو پھاڑتی

ہیں کہا جاتا ہے خوت السفینۃ الماء ای سقتہٗ مواخر جمع ماخر کی ہے۔ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ (تا کہ تم اس کی روزی ڈھونڈو) فضلہ ای من فضل اللّٰہ آیت میں اگرچہ اس کا ذکر نہیں آیا مگر پہلے اس کا ذکر آیا ہے۔ اگر پہلے تذکرہ نہ بھی ہوتا تو پھر بھی اشکال نہیں تھا کیونکہ معنی میں اس کے لئے دلالت موجود ہے۔ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (اور تا کہ تم شکر گزار ہو) اللہ تعالیٰ کے اس کے انعامات پر جو اس نے محض اپنے فضل سے دے رکھے ہیں۔ سمندروں کا شیریں اور کھاری ہونا یہ مؤمن و کافر کی مثالیں ہیں۔ پھر بطور استطراد دونوں سمندروں کی صفات اور جو انعامات وعطیات ان کی وجہ سے عنایت فرمائے ان کا ذکر کر دیا۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ غیر استطرادی طور پر ذکر کیا ہو اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ دونوں جنسوں (مؤمن و کافر) کو دو سمندروں سے تشبیہ دی پھر کڑوے سمندر کو کافر پر فضیلت دیتے ہوئے فرمایا۔ کڑوا سمندر تو میٹھے کے ساتھ بعض اہم فوائد میں شریک ہے۔ مثلاً مچھلی، موتی، جہازوں کا چلنا مگر کافر بالکل نفع سے خالی ہے۔ اس صورت میں یہ آیت اس کے مشابہ ہے: ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ پھر فرمایا۔ وان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الا نھار و ان منھا لما یشقق فیخرج منہ الماء وان منھا لما یھبط من خشیۃ اللّٰہ [البقرہ:۷۴]

مظاہرِ قدرت' دن رات کا آنا جانا:

۱۳: يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ (وہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے)۔ ایک کی کچھ گھڑیاں دوسرے میں داخل کر دیتا ہے یہاں تک کہ ان میں سے بڑھنے والا پندرہ گھنٹہ سے بڑھ جاتا ہے اور کم ہونے والا نو گھنٹے وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ (اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے) اس نے صورت میں سب سے زیادہ روشن کو سب سے زیادہ بدسیرت کے تابع کر دیا۔ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى (ہر ایک ان میں ایک وقت مقررہ تک چلتے رہیں گے) یعنی قیامت کے دن ان کی چال منقطع ہو جائے گی۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ (یہی اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار ہے اسی کی سلطنت ہے)۔

نحو: ذلکم مبتدأ اللّٰہ ربکم لہ الملک یہ اخبار مترادفہ ہیں۔ نمبر۲۔ اللّٰہ ربکم یہ ان کی خبر ہے۔ لہ الملک۔ یہ جملہ ابتدائیہ ہے جو قرآن میں واقعہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (اور اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو) یعنی وہ بت جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو۔

قراءت: قتیبہ نے يَدْعُوْن پڑھا ہے۔

جن کو معبود قرار دیا گیا وہ قیامت کے دن کا انکار کریں گے:

مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ (وہ کھجور کی گٹھلی کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے) قطمیر وہ چھلکا جو گٹھلی پر لپٹا ہوتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۱۵ اِنْ

اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ غنی ہے تعریف کا مستحق ہے۔ اگر

يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝۱۶ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝۱۷ وَلَا

وہ چاہے تو تمہیں ختم کر دے اور نئی مخلوق پیدا فرما دے۔ اور یہ اللہ پر کچھ مشکل نہیں۔ اور

تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ

کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور اگر کوئی بوجھ والا اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے بلائے گا تو اس میں سے کچھ بھی نہیں اٹھایا جائے گا

وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۭ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ

اگرچہ قرابت دار ہی ہو، آپ صرف انہی لوگوں کو ڈراتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝۱۸

اور انہوں نے نماز قائم کی، اور جو شخص پاکیزہ بنا تو وہ اپنی جان کے لیے پاکیزگی اختیار کرتا ہے، اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

۱۴: اِنْ تَدْعُوْهُمْ (اگر تم ان کو پکارو بھی) یعنی بتوں کو لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ (وہ تمہاری پکار کو سنیں گے نہیں)۔ کیونکہ وہ جماد ہیں۔ وَلَوْ سَمِعُوْا (اور اگر وہ سن لیں) بالفرض مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ (تو وہ تمہارا کہنا نہ مانیں گے) کیونکہ وہ اس الوہیت کے دعویدار نہیں جس کے تم ان کے متعلق دعویدار ہو۔ اور وہ اس سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ (اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کرنے کی مخالفت کریں گے) تمہارے شریک ٹھہرانے اور ان کی عبادت کرنے کا اور کہیں گے ما کنتم ایانا تعبدون [یونس:۲۸] وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ (اور تمہیں خبر رکھنے والے کی طرح کوئی نہیں بتلائے گا) یعنی دھوکے کے اسباب پر مرمٹنے والے! تمہیں اور کوئی اس طرح نہ بتلائے گا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاملات کی مخفی حقیقتوں کی خبر دی ہے۔

اور اس کی حقیقت اس طرح ہے: ولا یخبرك بالأمر مخبر هو مثل خبير عالم به۔ اور اے مخاطب تجھے کوئی خبر دینے والا اس امر کی خبر نہ دے گا۔ جو خبر دینے والا اس کی طرح ہو جو کہ اس کا پورے طور پر علم رکھنے والا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس معاملے سے خبر رکھنے والا وہ اکیلا ہی ہے جو کہ تجھے حقیقت کی خبر دے سکتا ہے دوسرے مخبرین نہیں۔ مطلب یہ ہوا میں نے بتوں کے متعلق تمہیں خبر دی ہے یہ برحق ہے کیونکہ جو خبر میں نے دی میں اس کی اچھی طرح خبر رکھنے والا ہوں۔ (محض انکل کی بات نہیں کہہ رہا)

وہ ایسا غنی جو اغنیاء کو دینے والا ہے:

۱۵: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ (اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ ہی کے محتاج ہو)۔

قولِ ذوالنون رحمہ اللہ:

مخلوق ہر سانس اور قدم اور ہر لحظہ اس کی محتاج ہے اور کیسے نہ ہو؟ اس لئے کہ ان کا وجود اسی کے وجود دینے سے اور ان کی بقاء اسی سے ہے۔ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (اور اللہ تعالیٰ ہی بے نیاز ہیں) تمام اشیاء سے۔

الْحَمِيْدُ : (خوبیوں والے ہیں) ہر زبان کی مدح خواں ہے۔

انسانوں کو تحقیر کیلئے فقراء نہیں فرمایا۔ بلکہ انسان کے استغناء پر تعریض کی گئی ہے اسی لئے تو اپنا وصف الغنی لائے غنی وہ ذات ہے جو اغنیاء کو کھانا کھلائے اور الْحَمِيْدُ۔ کا ذکر کیا۔ تاکہ یہ دلالت ہو کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں اور اپنی بے نیازی سے مخلوق کو نفع پہنچانے والے ہیں۔ وہ ایسے سخی ہیں جو کہ ان پر انعام فرمانے والے ہیں۔ کیونکہ غنی اپنے غناء سے فائدہ نہیں پہنچا سکتا جب تک کہ وہ غنی سخی وانعام کرنے والا نہ ہو۔ جب وہ سخاوت کرے گا اور انعام فرمائے گا۔ تو انعام یافتہ اس کی تعریف کریں گے۔

قولِ سہل رحمہ اللہ :

جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اپنے لئے غناء کی صفت اختیار فرمائی اور مخلوق کیلئے فقر کی۔ جس نے غناء کا دعویٰ کیا اس کو اللہ تعالیٰ سے حجاب میں کر دیا جاتا ہے اور جس نے اپنے فقر کو ظاہر کیا اس کا فقر اس کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا دے گا۔ پس بندے کو مناسب یہ ہے کہ پوشیدہ طور پر اسی ہی کی بارگاہ میں محتاجی کا اظہار کرے اور غیر سے کٹ کر اسی کا ہو رہے۔ تاکہ اس کی عبادت اخلاص والی بنے۔

عبودیت وغناء:

العبودیت : کی حقیقت تذلل وخضوع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے سوال نہ کرنا یہ اس کی علامت ہے۔

قولِ واسطی:

ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے استغناء طلب کرے وہ محتاج نہ ہوگا۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ سے عزت پائی وہ ذلیل نہ ہوگا۔

قول الحسین رحمۃ اللہ علیہ:

بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جتنی محتاجی ظاہر کرنے والا ہوگا اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ سے غناء پانے والا ہوگا۔ جوں جوں اس کی طرف محتاجی بڑھتی جائے گی غناء ترقی کرتا جائے گا۔

قولِ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ:

کہ فقر بندے کیلئے غناء سے زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ فقر میں عاجزی ہے اور غناء میں کبر ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف تواضع وعاجزی سے رجوع کرنا کثرت اعمال کے ذریعہ رجوع کرنے سے بہتر ہے۔

اولیاء کی صفات ثلاثہ: نمبرا۔ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ پر پختہ یقین نمبر۲۔ ہر چیز میں اسی ہی کی طرف احتیاجگی نمبر۳۔ اور ہر چیز میں اسی ہی کی طرف رجوع۔

قولِ شبلی رحمۃ اللہ علیہ:

فقر مصائب کو کھینچ لاتا ہے اور اس کی تمام آزمائش عزت ہے۔

۱۶، ۱۷: اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ (اگر وہ چاہے تم کو فناء کر دے) تم سب کو عدم میں پہنچا دے۔ ان کا غناء قدم میں تمہاری وجہ سے نہیں بلکہ ذاتی ہے۔ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ (اور نئی مخلوق کو لے آئے) وہ تمہاری حمد کے بغیر بھی حمید ہے۔ وَمَا ذٰلِكَ (اور یہ) پیدائش وافناء عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ (اللہ تعالیٰ پر مشکل نہیں) ممتنع نہیں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

وہ تمہارے بعد ایسے لوگ پیدا کر دے جو اس کی عبادت کرنے والے ہوں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرنے والے نہ ہوں۔

ہر ایک اپنا ذمہ دار ہوگا:

۱۸: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا) کوئی گناہ گار نفس کسی دوسرے نفس کا گناہ اپنے اوپر نہ اٹھائے گا۔

الوزر اور الوقر دونوں لفظ ایک ہیں۔ کہتے ہیں وزر الشی جبکہ وہ اس کو اٹھائے الوازرۃ یہ نفس کی صفت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر نفس قیامت کے دن اپنا بوجھ ہی اٹھائے گا۔ جو ان گناہوں کا ہوگا جن کا اس نے ارتکاب کیا۔ کوئی دوسرا نفس اس کے گناہوں کے بدلے میں پکڑا نہ جائے گا۔ جیسا کہ دنیا کے جبابرہ دوست کو دوست اور پڑوسی کو دوسرے پڑوسی کے بدلے پکڑتے ہیں۔

یہاں وازرۃ فرمایا گیا۔ ولاتزر نہیں فرمایا کیونکہ مطلب آیت کا ہے کہ گناہوں سے بوجھل نفوس میں جس کو بھی تم دیکھو گے وہ اپنا بوجھ اپنے اوپر لادنے والا ہوگا نہ کہ دوسرے کا۔ ارشاد فرمایا **ولیحملن اثقالھم و اثقالا مع اثقالھم** [العنکبوت:۱۳] یہ آیت گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے۔ وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کا بوجھ اپنے بوجھوں کے ساتھ اٹھانے والے ہونگے اور یہ ان کے اپنے ہی بوجھ ہیں اس میں ذرہ بھر بھی دوسرے کے بوجھ شامل نہیں ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی کس طرح اس قول میں تکذیب فرمائی۔ **اتبعوا سبیلنا ولنحمل خطایا کم** [العنکبوت:۱۲] فرمایا **وماھم بحاملین من خطایا ھم من شیٔ**۔

وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا (اور اگر کوئی بوجھ لدا ہوا کسی کو بوجھ اٹھانے کیلئے بلائے گا) مثقلۃ سے نفس مثقلہ مراد ہے جو

گناہوں سے بوجھل ہوگا کسی دوسرے کو بوجھ اٹھانے کی طرف بلائے گا۔ الیٰ حملھا سے اپنے بوجھ کی طرف جو کہ گناہوں کا ہوگا تا کہ وہ اس سے کچھ بوجھ اٹھائے۔ لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ (تب بھی اس میں سے کچھ بوجھ بھی اٹھایا نہ جائے گا۔ اگرچہ وہ شخص قرابتدار ہی ہو) یعنی جس کو ملایا گیا اور یہ ان تدع سے سمجھ آ رہا ہے۔ ذَا قُرْبٰى قرابتدار جیسے باپ، بیٹا، بھائی۔

فرق:

ولا تزر وازرة وزر اُخرى اور وان تدع مثقلة الى حملها لايحمل منه شيء میں یہ ہے کہ اول آیت اللہ تعالیٰ کے اپنے فیصلوں میں عدل کو بتلا رہی ہے اور یہ بتلا رہی ہے کہ بغیر گناہ کے کسی سے مواخذہ نہ ہوگا۔ اور دوسری آیت میں یہ بیان کیا گیا کہ جو آدمی فریادرس اس دن طلب کرے گا اس کی کوئی فریادرسی کرنے والا نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی ایسا نفس جس کو بوجھ نے نڈھال کر رکھا ہو وہ اگر اپنے بوجھ میں تخفیف کیلئے بلائے گا۔ تو کوئی اس کی بات کو قبول نہ کرے گا۔ اور نہ اس کی فریادرسی کرے گا۔ خواہ جس کو اس نے مدد کی دعوت دی ہے اس کا قریب ترین رشتہ دار ہو۔ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ (بیشک آپ ان لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں جو اپنے رب تعالیٰ سے ڈرتے ہیں) تمہارے انذار سے ان لوگوں کو فائدہ پہنچے گا۔

بِالْغَيْبِ (بن دیکھے) یہ فاعل سے حال ہے نمبر ۲۔ مفعول سے حال ہے ای یخشون ربھم غائبین عن عذابہ یا یخشون عذابه غائبا عنهم وہ اپنے رب تعالیٰ سے اس حال میں ڈرنے والے ہیں کہ اس کا عذاب ان کے سامنے نہیں یا وہ اس کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں اس حال میں کہ وہ عذاب ان سے غائب ہے۔ ایک اور قول یہ ہے وہ اپنے رب سے خوشحالی میں ڈرتے ہیں۔ اس طرح کہ کسی دوسرے کو اس کی اطلاع بھی نہیں۔ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ (اور وہ نماز کو اس کے اوقات میں قائم کرنے والے ہیں)۔ وَمَنْ تَزَكّٰى (اور جس شخص نے پاکیزگی اختیار کی) طاعات کر کے اپنے کو پاک کیا اور گناہوں کو چھوڑ کر پاک ہوئے۔ فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ (وہ اپنے نفس کیلئے پاکیزگی اختیار کرنے والا ہے) یہ جملہ معترضہ ہے۔ جو ان کی خشیت کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ اور اقامت صلوٰۃ کی تاکید ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں جن کا تعلق تزکیہ سے ہے۔ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے) لوٹنے کی جگہ ہے اس میں مشرکین کو ثواب کا وعدہ کیا جا رہا ہے بشرطیکہ وہ ایمان قبول کر لیں۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّورُ ﴿۲۰﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا

اور نابینا اور دیکھنے والا برابر نہیں۔ اور نہ اندھیریاں اور روشنی برابر ہے۔ اور نہ سایہ اور

الْحَرُورُ ﴿۲۱﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ ۚ

دھوپ برابر ہیں اور نہ زندہ اور مردہ برابر ہیں۔ بلا شبہ اللہ جسے چاہتا ہے سنوا دیتا ہے،

وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ ﴿۲۲﴾ إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ ﴿۲۳﴾ إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ

اور آپ ان لوگوں کو سنانے والے نہیں جو قبروں میں ہیں آپ صرف ڈرانے والے ہیں۔ بے شک ہم نے آپ کو

بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴿۲۴﴾ وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ

حق کے ساتھ بھیجا ہے بشیر اور نذیر بنا کر، اور کوئی بھی امت ایسی نہیں ہے جس میں ڈرانے والا نہ گذرا ہو۔ اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں

فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَ

تو ان سے پہلے جو لوگ تھے وہ بھی جھٹلا چکے ہیں، ان کے پاس ان کے پیغمبر کھلے ہوئے معجزات اور صحیفے اور روشن

بِالْكِتٰبِ الْمُنِيرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿۲۶﴾

کتابیں لے کر آئے۔ پھر میں نے ان لوگوں کو پکڑ لیا جنہوں نے کفر کیا سو میرا عذاب کیسا ہوا۔

مؤمن و کافر برابر نہیں جیسے اندھیر اور روشنی، سایہ و دھوپ برابر نہیں:

۱۹: وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيرُ (اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں) یہ مؤمن و کافر کی مثال ہے۔ نمبر۲۔ عالم و جاہل کی مثال ہے۔

۲۰: وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّورُ (اور نہ اندھیرے یعنی کفر اور نہ روشنی یعنی ایمان)۔

۲۱: وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ (اور نہ سایہ اور نہ دھوپ) حق اور باطل نمبر۲۔ جنت و دوزخ۔ الحرور گرم ہوا کو کہتے ہیں جیسے لُو۔ البتہ لو دن کو ہوتی ہے۔ اور الحرور یہ دن، رات ہوتی ہے، یہ فراء سے منقول ہے۔

کفار کو مردوں کی طرح مسموعات سے فائدہ نہیں:

۲۲: وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ (اور برابر نہیں زندہ اور نہ مردہ) یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو اسلام میں داخل ہوئے اور وہ لوگ جو اس میں داخل نہ ہوئے۔ اور لا کا اضافہ نفی کے معنی کی تاکید کیلئے ہے۔ اور ان واوات کے درمیان فرق یہ ہے کہ بعض تو طاق کو طاق کے ساتھ اور بعض جفت سے جفت تک کیلئے ہیں۔ إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي

الْقُبُوْرِ (بیشک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سنا سکتا ہے اور آپ ان کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں)۔ یعنی وہ جانتا ہے کہ کون اسلام میں داخل ہوگا۔ اور کون نہیں داخل ہوگا۔ پس جس کو چاہتا ہے وہ ہدایت دیتا ہے باقی آپ پر ان کا معاملہ مخفی ہے اسی لئے آپ ان لوگوں کے اسلام پر بھی حرص کرنے والے ہیں۔ جو اسلام سے علیحدگی اختیار کرنے والے اور ہٹنے والے ہیں۔ اس میں کفار کو مردوں سے تشبیہ دی کہ جس طرح وہ اپنے مسموعات سے فائدہ حاصل نہیں کرسکتے اسی طرح یہ بھی۔

۲۳: اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ (آپ تو صرف ڈرسنانے والے ہیں) یعنی آپ کے ذمہ صرف یہ ہے کہ آپ پہنچا دیں اور ڈرائیں خواہ جس کو ڈرسنایا گیا۔ ان میں سے ہو جو سن کر نفع حاصل کرتا ہے۔ خواہ ان میں سے ہو جو نفع حاصل نہیں کرتا بلکہ اصرار علی الکفر کرنے والا ہے۔ آپ پر کچھ گناہ نہ ہوگا۔

۲۴: اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ (ہم ہی نے آپ کو حق دے کر بھیجا) بالحق: یہ دونوں میں سے ایک سے حال ہے۔ ای محقا یا محقين۔ نمبر۲۔ مصدر کی صفت ہے ای ارسالا مصحوبا بالحق۔ ایسا بھیجنا جو حق سے ملا ہوا ہے۔ بَشِيْرًا (خوشخبری سنانے والے ہیں) وعدوں کے ساتھ وَّ نَذِيْرًا (اور ڈرسنانے والے ہیں) وعید کے ذریعہ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ (اور کوئی امت ایسی نہیں) جو امت بھی آپ کی امت سے پہلے ہوئی۔ الامہ کثیر جماعت کو کہتے ہیں۔ جیسا اس ارشاد میں ہے وجد علیہ امة من الناس [القصص: ۲۳] امت ہر زمانہ والوں کو کہا جاتا ہے یہاں اہل زمانہ ہی مراد ہیں۔ انذار کے آثار حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کے درمیان موجود تھے۔ وہ زمانے کسی نذیر سے خالی نہیں رہے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کے انذار کے اثرات مٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو بھیجا۔ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (مگر کہ ان میں ایک ڈرانے والا گزرا) خلا گزرنے کے معنی میں ہے ڈرانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو سرکشی کی بدمزگی اور ناشکری کے بدترین انجام سے ڈرائیں۔

نکتہ: آیت کے شروع میں بشیر ونذیر دونوں کا ذکر کیا مگر انتہاء پر نذیر کے ذکر پر اکتفا کیا کیونکہ نذارت وبشارت اضداد ہیں ایک کا تذکرہ دوسرے کے تذکرہ پر دلالت کرتا ہے۔

۲۵: وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں انہوں نے بھی اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا)۔ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ (ان کے رسول ان کے پاس لائے)

نحو: یہ حال ہے اور قد مضمر ہے۔

بِالْبَيِّنٰتِ (دلائل) معجزات وَبِالزُّبُرِ (اور صحیفے) وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ (اور روشن کتابیں) یعنی تورات، انجیل، زبور۔ جب یہ اشیاء جنس انبیاء علیہم السلام میں پائی گئیں۔ اسی لئے لانے کی نسبت مطلقاً تمام انبیاء علیہم السلام کی طرف کردی۔ اگرچہ بعض چیزیں ان تمام میں پائی جاتی تھیں۔ اور وہ واضح دلائل ہیں اور بعض بعض انبیاء علیہم السلام میں تھیں اور وہ زبر اور کتابیں تھیں اس میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے۔

۲۶: ثُمَّ اَخَذْتُ (پھر میں نے پکڑ لیا) سزادی الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (کافروں کو قسم قسم کی سزاؤں سے) فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ (پھر میرا عذاب کیسا رہا)۔ میرا انکار اور میرا سزا دینا ان کو کیسا رہا۔

الم تر ان الله انزل من السماء ماء فاخرجنا به ثمرت مختلفا الوانها

اے مخاطب کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ پھل نکالے جن کے رنگ مختلف ہیں۔

ومن الجبال جدد بيض وحمر مختلف الوانها وغرابيب سود ﴿۲۷﴾

اور پہاڑوں کے مختلف حصے ہیں سفید ہیں اور سرخ ہیں، ان کے رنگ مختلف ہیں، اور ان میں گہرے سیاہ رنگ والے بھی ہیں۔

ومن الناس والدواب والانعام مختلف الوانه كذلك انما

اور انسانوں میں اور چوپایوں میں اور جانوروں میں ایسے ہیں جن کے رنگ مختلف ہیں، اسی طرح اللہ سے

يخشى الله من عباده العلمؤا ان الله عزيز غفور ﴿۲۸﴾ ان الذين

وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ غلبہ والا ہے بخشنے والا ہے۔ بلاشبہ جو لوگ

يتلون كتب الله واقاموا الصلوة وانفقوا مما رزقنهم سرا

اللہ کی کتاب کو پڑھتے ہیں اور انہوں نے نماز کو قائم کیا اور ہم نے جو کچھ انہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کیا چپکے سے

وعلانية يرجون تجارة لن تبور ﴿۲۹﴾ ليوفيهم اجورهم ويزيدهم

اور ظاہری طور پر یہ لوگ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو کبھی ہلاک نہ ہوگی۔ تاکہ ان کا رب انہیں پورا اجر عطا فرمادے اور اپنے فضل سے

من فضله انه غفور شكور ﴿۳۰﴾ والذي اوحينا اليك من الكتب هو الحق

اور زیادہ دے۔ بلاشبہ وہ خوب بخشنے والا ہے بہت قدردان ہے۔ اور یہ کتاب جو ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی ہے بالکل حق ہے

مصدقا لما بين يديه ان الله بعباده لخبير بصير ﴿۳۱﴾ ثم اورثنا الكتب

جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے تھیں، بلاشبہ اللہ اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا ہے خوب دیکھنے والا ہے۔ پھر ہم نے ان لوگوں کو

الذين اصطفينا من عبادنا فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد و

کتاب کا وارث بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا سو ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں، اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو درمیانہ درجہ والے ہیں

منهم سابق بالخيرت باذن الله ذلك هو الفضل الكبير ﴿۳۲﴾ جنت عدن

اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو باذن اللہ بھلائی کے کاموں میں آگے بڑھنے والے ہیں، یہ اللہ کا بڑا فضل ہے۔ وہ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں

يدخلونها يحلون فيها من اساور من ذهب ولؤلؤا ولباسهم فيها حرير ﴿۳۳﴾

جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے اس میں انہیں سونے کے کنگن اور موتی زیور کے طور پر پہنائے جائیں گے اور اس میں ان کا لباس ریشم کا ہوگا۔

قدرت کے نمونے:

۲۷: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ (کیا تم نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس کے ذریعہ ہم نے نکالا) ہٖ کی ضمیر ماء کی طرف راجع ہے۔ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا (پھل مختلف رنگت کے) الوان سے اجناس مراد ہیں جیسے انار، سیب، انجیر، انگور وغیرہ جن کی تعداد گنی نہیں جاسکتی۔ نمبر۲۔ الوان سے ہیئت مراد ہے۔ جیسے سرخی، زردی، سبزی وغیرہ۔ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ (اور پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں) جدد جمع جُدَّة کی ہے جیسے مدد جمع مُدَّة کی ہے راستہ کے معنی میں۔ مختلف رنگ کے راستے۔ بِيْضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ (سفید اور سرخ ان کی رنگتیں مختلف ہیں اور بہت گہرے سیاہ) غرابیب جمع غربیب یہ اسود کی تاکید ہے عرب کے لوگ کہتے ہیں۔ اسود غربیب وہ جو انتہائی سیاہ ہو اور سخت سیاہ ہو غراب کا لفظ اسی سے ہے۔

قاعدہ یہ تھا کہ تاکید کو مؤکد کے بعد لاتے جیسا کہتے ہیں۔ اصفر فاقع، مگر مؤکد کو پہلے مضمر لائے اور بعد والے کو اس کی تاکید بنایا۔ اور ایسا تاکید مزید کیلئے کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ ایک ہی معنی پر دو طریقوں سے اظہار و اضمار سے یکساں دلالت کرتا ہے۔ مضاف کو محذوف ماننا ضروری ہے۔ ومن الجبال میں ای من الجبال ذو جدد بیض و حمر و سود، تاکہ وہ اس قول کی طرف لوٹ آئے۔ ومن الجبال مختلف الوانه جیسا کہ فرمایا ثمرات مختلفا الوانها [فاطر:۲۷]

۲۸: وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ (اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی بعض ایسے ہیں۔ کہ انکی رنگتیں مختلف ہیں۔) یعنی ان میں سے بعض مختلف رنگت کے ہیں۔ كَذٰلِكَ (اسی طرح) جیسے پھل، پہاڑ مختلف ہیں۔

نکتہ: جب پہلے الم تر ان الله انزل من السماء ماء کہا اور آیات الٰہیہ کو شمار کیا اور اس کی قدرت کے نشانات گنائے اور اس کی کاریگری کے نمونے بتلائے اور جو مختلف قسم کی اجناس بنائیں۔ اور جن چیزوں سے اس کی ذات وصفات پر استدلال کیا جاسکتا تھا ان کو گنوا چکے تو اس کے بعد فرمایا:

ایک چیز پر بس نہیں:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (اللہ تعالیٰ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں) اس کو جاننے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو صفات سے پہچانا اور اس کی تعظیم کی اور جس کا علم اس کے متعلق زیادہ ہوا اس کا خوف اس سے بڑھ گیا اور جس کا علم اس کے متعلق کم ہے وہ مطمئن ہوا بیٹھا ہے حدیث میں فرمایا تم میں سب سے زیادہ علم والے وہ سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں:

نکتہ: اسم باری تعالیٰ کو مقدم اور العلماء کے لفظ کو موخر کر کے یہ اعلان کرنا مقصود ہے کہ جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں ان کے بندوں میں سے وہ علماء ہیں نہ کہ غیر۔ اگر اس کا عکس ہوتا تو پھر معنی اس طرح بنتا کہ وہ نہیں ڈرتے مگر اللہ تعالیٰ سے جیسا کہ اس ارشاد گرامی میں ہے۔ ولا یخشون احدًا الا اللّٰہ [الاحزاب:۳۹] حالانکہ اس آیت کا مفہوم اور ہے اور اس کا اور ہے اس آیت میں یہ بتلایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں۔ اور احزاب والی آیت میں فرمایا کہ جس ذات سے ڈرا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔

قراءت: ابو حنیفہ، عمر بن عبدالعزیز، ابن سیرین رحمہم اللہ نے اس طرح پڑھا: انما یخشی اللّٰہُ من عبادہ العلماءَ۔
اس قراءت میں خشیت استعارہ ہے مطلب یہ ہے انما یعظم اللہ من عبادہ العلماء اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے علماء کو عظمت دیتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ غَفُوۡرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ زبردست بخشنے والے ہیں) اس آیت میں خشیت کے وجوب کی علت ذکر فرمائی۔ کیونکہ اس کی دلالت نافرمانوں کو سزا دینے اور مغلوب کرنے اور اہل اطاعت کو ثواب دینے اور ان سے درگزر کرنے کی ہے۔ اور معاقب اور مثیب کا حق یہ ہے کہ وہ اس سے ڈریں۔

۲۹: اِنَّ الَّذِیۡنَ یَتۡلُوۡنَ کِتٰبَ اللّٰہِ (جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں) تلاوت پر مداومت اختیار کرتے ہیں۔ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً (اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں) یعنی نفلی صدقات کو چھپا کر اور فرضی صدقات سرعام کرتے ہیں۔ یعنی عمل کی حلاوت سے ہٹ کر فقط اس کی تلاوت پر قناعت نہیں کرتے۔ یَّرۡجُوۡنَ تِجَارَۃً (وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں) تجارت سے مراد اطاعت کے بدلہ میں ثواب طلب کرنا۔

نحو: یرجون یہ انّ کی خبر ہے۔ لَّنۡ تَبُوۡرَ (جو کبھی ماند نہ ہوگی) ہرگز کساد بازاری کا شکار نہ ہوگی یعنی ایسی تجارت جس میں خسارہ نہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ چلے گی۔

وفائے اجر سے وعدۂ لقاء مراد ہے:

۳۰: لِیُوَفِّیَہُمۡ (تاکہ وہ ان کو پورا پورا دے) یہ لن تبور کے متعلق ہے۔ ای لیوفیھم بنفاقھا عندہ (تاکہ وہ ان کو اپنے ہاں رائج کر کے پورا پورا بدلہ دے) اُجُوۡرَہُمۡ (ان کا بدلہ) یعنی ان کے اعمال کا ثواب وَیَزِیۡدَہُمۡ مِّنۡ فَضۡلِہٖ (اور اپنے فضل سے ان کو اور دے) ان کی قبور کو وسیع کر دے۔ نمبر۲۔ ان کا سفارشی بنا دے جنہوں نے ان پر احسان کیا۔ نمبر۳۔ ان کی نیکیوں کو دوگنا کر دے نمبر۴۔ اپنی لقاء کا وعدہ پورا فرما دے۔ یرجون یہ موضع حال میں ہے یعنی وہ امیدوار ہیں اور لام یتلون اور مابعد سے متعلق ہے یعنی انہوں نے یہ تمام کام تلاوت' اقامت صلوٰۃ اور انفاق اس غرض کیلئے کیے۔ اور اِنَّ کی خبر انہ غفور

شکور ہے۔اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ (بیشک وہ بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے)۔یعنی ان کو بخشنے والا ہے۔ان کے اعمال کی قدر دانی کرنے والا ہے۔یعنی قلیل عمل پر کثیر اجر عنایت فرمانے والے ہیں۔

۳۱: وَالَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ (اور یہ کتاب جو ہم نے آپ کے پاس بطور وحی بھیجی ہے) الکتاب سے قرآن مراد ہے۔

نحو: مِنَ بیانیہ ہے۔

هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا (وہ بالکل ٹھیک ہے) یہ حال مؤکدہ ہے کیونکہ حق اس تصدیق سے ہرگز جدا ہونے والا نہیں۔لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ (اپنے سے پہلی کتابوں کی بھی تصدیق کرتی ہے) بین یدیہ سے گزشتہ کتابیں مراد ہیں۔اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا ہے خوب دیکھنے والا ہے) پس آپ کو جانتا اور آپ کے احوال کو خوب دیکھنے والا ہے۔اس نے آپ کو اہل دیکھ کر آپ کی طرف اس جیسی معجز کتاب اتاری جو کہ تمام کتب سے سبقت کرنے والی ہے۔

وارثین قرآن کے درجات:

۳۲: ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ (پھر ہم نے یہ کتاب ان لوگوں کے ہاتھوں پہنچائی) قرآن مجید آپ کی طرف بذریعہ وحی نازل فرمایا پھر ہم نے اس کے پہنچانے کا فیصلہ کیا ان بندوں کو۔الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا (جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے پسند فرمایا) اور وہ آپ کی امت سے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم اور جو ان کے بعد ان کے پیروکار قیامت تک ہونگے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام امتوں پر چنا اور ان کو امت وسط بنایا تاکہ وہ لوگوں پر گواہ ہوں اور ان کو افضل الانبیاء علیہم السلام کی طرف نسبت کا شرف عنایت فرمادیا۔

نکتہ: پھر اس امت کے مراتب بالترتیب بیان فرمائے۔فرمایا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ (پھر بعض تو ان میں سے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں) وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر و امیدوار ہیں۔وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ (اور بعض ان میں متوسط درجہ کے ہیں) وہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اچھے برے عمل ملا دیے ہیں۔وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ (اور بعض ان میں بھلائی میں ترقی کرنے والے ہیں) یہ تاویل قرآن مجید کے موافق ہے۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔نمبرا۔والسابقون الاولون من المهاجرين [التوبہ:۱۰۰] اور اس کے بعد فرمایا نمبر۲۔واخرون اعترفوا بذنوبهم [التوبہ:۱۰۱] اور پھر فرمایا واخرون مرجون لامر الله۔ (التوبہ:۱۰۶) حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے اس آیت کو منبر پر تلاوت فرمایا اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ہم میں جو سبقت کرنے والے ہیں وہ تو آگے بڑھ جانے والے ہیں۔اور ہم میں جو مقتصد ہیں وہ نجات پانے والے ہیں۔اور ہم میں جو ظالم ہیں۔وہ بخش دیئے جائیں گے (رواہ ابن مردویہ رواہ العقیلی فی الضعفاء الکبیر ۳/۴۴۳) اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سابق تو جنت میں بلا حساب جائیں گے اور متوسط کا معمولی حساب لیا جائے گا یہاں تک کہ وہ گمان کرنے لگے گا کہ وہ ہرگز نہ بچ سکے گا۔پھر اس کو رحمت پالے گی اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

(رواہ احمد ۵/۱۹۸، مجمع الزوائد ۷/۹۵)

اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما: السابق سے مخلص اور المقتصد دکھاوا کرنے والا۔ اور الظالم سے نعمتوں کی ناشکری بلا اصرار کرنے والا۔ کیونکہ تینوں کے جنت میں داخلے کا حکم ہے۔

قول السلف رحمۃ اللہ علیہم:

ربیع بن انسؒ نے کہا الظالم کبائر کا مرتکب۔ المقتصد صغیرہ گناہ کرنے والا۔ نمبر۳۔ السابق ان تمام سے گریز کرنے والا۔

قول حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ:

نمبر۱۔ الظالم جس کی سیئات زیادہ ہو جائیں نمبر۲۔ السابق جس کی حسنات بڑھ جائیں۔ نمبر۳۔ المقتصد جس کی حسنات و سیئات برابر ہوں۔

ابو یوسفؒ سے اس آیت کے متعلق سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا۔ یہ تینوں مؤمنوں کی اقسام ہیں۔ کفار کے حالات تو اس کے بعد والذین کفروا لھم نار جھنم [فاطر:۳۶] میں تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ باقی تینوں طبقات ان بندوں میں سے ہیں۔ جن کو بندوں میں سے چنا گیا ہے۔ اسی لئے فرمایا فمنھم ومنھم و منھم تمام ضمائر الذین اصطفینا من عبادنا کی طرف لوٹنے والی ہیں۔ اور یہ اہل ایمان ہیں اور جمہور کا مسلک یہی ہے۔ البتہ الظالم کو مقدم اس لئے کیا گیا تا کہ بتلا دیا جائے کہ ان کی تعداد زیادہ ہے پھر مقتصدین کی تعداد ان کے مقابلہ میں قلیل ہے اور السابقون تو قلیل میں سے اقل ہیں۔

قول ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ:

ظالم کو مقدم اس لئے فرمایا تا کہ وہ اس کے فضل سے مایوس نہ ہوں ایک قول یہ ہے اس کو مقدم یہ بتلانے کیلئے کیا گیا کہ اس کا گناہ اس کو اس کے رب تعالیٰ سے دور نہیں کر سکتا۔

قولِ دیگر:

یہ ہے کیونکہ سب سے پہلی حالت معصیت پھر توبہ پھر استقامت ہے۔

قول سہل رحمۃ اللہ علیہ:

السابق سے عالم المقتصد سے متعلم اور الظالم سے جاہل مراد ہے۔ اور یہ بھی کہا: سابق وہ ہے جو معاد میں مصروف ہو اور مقتصد وہ جو معاش و معاد میں لگا ہو اور ظالم وہ ہے جو معاد کو چھوڑ کر معاش میں مصروف ہو۔ ایک قول یہ ہے الظالم۔ جو غفلت و عادت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔

المقتصد وہ ہے جو رغبت و رہبت کے ساتھ ان کی عبادت کرے۔ السابق جو ان کی عبادت ہیبت و استحقاق سے کرے۔

ایک قول:

یہ ہے الظالم جو دنیا خواہ حلال ہو یا حرام سب لے لے۔ المقتصد جو محنت کرے اور حلال ذریعہ سے حاصل کرے۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۙ۝۳۴ الَّذِیْٓ

اور وہ کہیں گے کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہم سے غم کو دور فرما دیا، بلاشبہ ہمارا رب بڑا بخشنے والا ہے خوب قدردان ہے۔ جس نے

اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ ۝۳۵

ہمیں اپنے فضل سے رہنے کی جگہ میں نازل فرما دیا، ہمیں اس میں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہمیں اس میں کوئی تھکن پہنچے گی۔

السابق جو دنیا سے بالکل اعراض کرے۔ ایک قول یہ ہے الظالم طالب دنیا المقتصد طالب آخرت السابق مولیٰ کا طالب ہو۔

بِاِذْنِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) یا اس کے علم سے یا اس کی توفیق سے ذٰلِكَ (یہ) یعنی کتاب کا وارث بنانا۔ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ (بڑا فضل ہے)

جنات اور اس میں کلمات تشکر:

۳۳: جَنّٰتُ عَدْنٍ (ہمیشہ کے باغات)

نحو: یہ ذلک کی دوسری خبر ہے یا مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ یا یہ مبتدأ ہے اور اس کی خبر یدخلونھا ہے۔ یَدْخُلُوْنَهَا (وہ اس میں داخل ہونگے) یعنی تینوں جماعتیں۔

قراءت: ابو عمرو نے یُدخلونھا پڑھا ہے۔

یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا (اور ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے) اساور جمع اسورۃ اور وہ سِوَارٌ کی جمع ہے۔ من ذھب کا مطلب من ذھب مرصع باللؤلؤ سونے کے جو موتیوں سے مزین ہونگے۔

قراءت: لؤلؤا نصب اور ہمزہ کے ساتھ نافع، حفص نے پڑھا۔ من اساور کے محل پر اس کا عطف کیا گیا۔ تقدیر کلام یہ ہے یحلون اساورو لؤلؤا۔ وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ (اور ان کا لباس اس میں ریشم ہوگا) کیونکہ اس میں لذت و زینت ہے۔

۳۴: وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ (اور وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ جس نے ہم سے غم کو دور کیا) الحزن سے آگ کا خوف یا موت کا خوف یا دنیا کے غموم مراد ہیں۔ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ (بیشک ہمارا رب بڑا بخشنے والا) وہ جنایات کو بخش دے گا خواہ کتنی کثرت سے ہوں۔ شَكُوْرٌ (قدردان ہے) طاعات کو خواہ قلیل ہوں قبول کر لیتا ہے۔

۳۵: الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ (جس نے ہمیں ہمیشہ رہنے کے مقام میں لا اتارا) یعنی ایسا قیام جس سے ہم جدا نہ ہونگے اور نہ زائل ہونگے عرب کہتے ہیں۔ اقمت اقامۃ و مقاما و مقامۃ یہ سب مصدر ہیں۔ مِنْ فَضْلِهٖ (اپنے فضل سے) محض عطاء اور افضال سے اس میں ہمارے استحقاق کو ذرا دخل نہیں۔ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ (اس میں نہ ہمیں کوئی کلفت چھوئے گی) نصب تھکاوٹ و مشقت کو کہتے ہیں۔ وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ (اور نہ ہمیں اس میں خستگی چھوئے گی) تھکاوٹ سے عاجزی اور ڈھیلا پن

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے، نہ تو ان کی قضا آئے گی کہ وہ مر ہی جائیں اور نہ ان سے اس کا

عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۝ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ

عذاب ہلکا کیا جائے گا،ہر کافر کو ہم ایسے ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ دوزخ میں چلائیں گے

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ

کہ اے ہمارے رب ہمیں دوزخ سے نکال لیجیے ہم ان اعمال کے علاوہ دوسرے عمل کریں گے جو کیا کرتے تھے، کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں وہ

فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝۳۷

شخص سمجھ سکتا تھا جو سمجھنا چاہتا،اور تمہارے پاس ڈرانے والا آیا تھا، سو تم چکھ لو، سو ظالموں کے لیے کوئی بھی مددگار نہیں۔

لُغُوب کہلاتا ہے۔

قراءت: ابوعبدالرحمان سلمیؒ نے لَغُوْب لام کے فتحہ سے پڑھا۔ وہ ایسی چیز کو کہتے ہیں جس سے آدمی مغلوب ہو یعنی ہمیں ایسے عمل کا مکلف نہ بنایا جائے گا۔ جس سے ہم مغلوب ہو جائیں۔

آخرت میں کفار کی بیکار تمنائیں:

۳۶: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰى (اور وہ لوگ جو کافر ہیں ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے) نہ تو ان کی عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا (قضاء آئے گی کہ وہ مرجائیں)

نحو: فیموتوا یہ نفی کا جواب ہے اور ان کے مضمر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ لا یقضٰی کا مطلب یہ ہے کہ ان کے متعلق موت ثانیہ کا فیصلہ نہ کیا جائے گا کہ موت آکر ان کو کچھ استراحت میسر ہو۔

وَ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا (اور نہ ان سے دوزخ کا عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا) یعنی جہنم کی آگ کا عذاب كَذٰلِكَ (اسی طرح) اس جزاء کی طرح نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ (ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں)

قراءت: ابوعمرو نے يُجْزٰى كُلُّ پڑھا ہے۔

۳۷: وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا (اور وہ لوگ اس میں چلائیں گے) یصطرخون یہ الصراخ سے باب افتعال ہے۔ الصراخ پورے زور و قوت سے چیخنا۔ یہاں فریاد کے معنی میں استعمال ہوا ہے کیونکہ فریاد کرنے والا فریاد کیلئے اپنی آواز بلند کرتا ہے۔ رَبَّنَآ (اے ہمارے رب) یعنی وہ پکاریں گے اے ہمارے رب اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ (ہم کو نکال لیجیے ہم

اچھے کام کریں گے برخلاف ان کاموں کے جو کیا کرتے تھے) یعنی تو ہمیں آگ سے نکال کر دنیا کی طرف واپس کر دے۔ ہم کفر کے بدلے ایمان لائیں گے اور معصیت کے بعد اطاعت اختیار کریں گے پس ان کو دنیا کی عمر کے برابر وقت گزر جانے پر جواب ملے گا۔ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ (کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا)

نحو: مانکرہ موصوفہ ہے ای تعمیرًا یتذکر فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ (ایسی عمر دینا کہ وہ سمجھ سکتا ہے جو سمجھنا چاہے)۔ یہ ہر ایسی عمر کو شامل ہے جس میں مکلف اپنی حالت کی درستی کر سکتا ہو خواہ وہ تھوڑی ہی ہو البتہ طویل عمر میں توبیخ و تنبیہ زیادہ ہے۔ پھر اس کے متعلق کئی اقوال ہیں۔ ایک قول وہ اٹھارہ سال ہیں۔ دوسرا قول چالیس سال تیسرا قول ساٹھ سال وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ (اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا) النذیر سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں نمبر ۲۔ بڑھاپا۔

نحو: یہ اولم نعمر کم کے معنی پر عطف ہے کیونکہ لفظ استخبار انشاء والا ہے۔ اور اس کا معنی اخبار ہے۔ گویا اس طرح فرمایا قد عمر نا کم وجاء کم النذیر ہم نے تمہیں عمر دی اور تمہارے پاس نذیر بھی آیا۔ فَذُوْقُوْا (پس تم چکھو) عذاب فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ (پس ظالموں کا کوئی) مِنْ نَّصِيْرٍ (مددگار نہیں ہے) نصیر ناصر کے معنی میں ہے ایسا مددگار جو ان کی اعانت کرے۔

إِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۳۸﴾ هُوَ

بلا شبہ اللہ آسمانوں کے اور زمین کے غیب کا جاننے والا ہے، بلا شبہ وہ دلوں کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ وہی ہے

الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ

جس نے تمہیں زمین میں پہلے لوگوں کے بعد آباد فرمایا، سو جو شخص کفر اختیار کرے اس کا کفر اسی پر ہے، اور کافروں کے لیے

كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾ قُلْ

ان کا کفر ان کے رب کے نزدیک ناراضگی ہی کو بڑھاتا ہے، اور کافروں کے لیے ان کا کفر صرف خسارہ ہی میں اضافہ کرتا ہے۔ آپ فرما دیجئے

اَرَءَیْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ

کہ تم جنہیں اللہ کے سوا پکارتے ہو ان کا حال بتاؤ، مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین کا کون سا حصہ

الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰی بَیِّنَتٍ

پیدا کیا، کیا آسمانوں میں ان کا کوئی ساجھا ہے، کیا ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اسکی دلیل پر قائم

مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ یَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ

ہوں، بلکہ بات یہ ہے کہ ظالم لوگ ایک دوسرے کو صرف دھوکہ کی باتوں کا وعدہ کرتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ آسمانوں کو

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ

اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ وہ ٹل نہ جائیں اور اگر وہ ٹل جائیں تو اس کے سوا ان دونوں کو کوئی بھی تھامنے

مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾

والا نہیں، بلاشبہ وہ حلیم ہے غفور ہے۔

جو سینوں کی باتیں جانے وہ سفینوں کی کیوں نہ جانے:

۳۸: اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا) غیب سے مراد وہ ہے جو تم سے آسمان اور زمین میں پوشیدہ ہے۔ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (بلاشبہ وہ سینہ کی باتوں کا جاننے والا ہے) یہ تعلیل کی طرح ہے کیونکہ جب وہ سینوں کی باتوں کا علم رکھتا ہے حالانکہ وہ بہت ہی مخفی ہیں تو وہ تمام جہان کی ہر پوشیدہ چیز سے

واقف ہے۔ ذات الصدور سے مراد دلوں کی چھپی باتیں ۔ یہ ذو کی مؤنث ہے۔ اس کی مثال ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس قول میں ہے۔ ذو بطن خارجة جارية (رواہ مالک فی مؤطا ۲/۷۵۲) یعنی جو اس کے پیٹ میں حمل ہے کیونکہ حمل پیٹ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی طرح سینہ اور دل کی مضمرات وہ سینوں کے ساتھ ہوتی ہیں۔ ذو کا لفظ ساتھ کے معنی کیلئے وضع کیا گیا ہے۔

زمین میں منافع شکرگزاری کے لئے ہے ناشکری اس کی ناراضی کا سبب ہے:

۳۹: هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ (وہی ایسا ہے کہ جس نے تم کو زمین میں آباد کیا) بعد میں آنے والے کو خلیفہ کہا جاتا ہے اور اس کی جمع خلائف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس نے تمہیں اپنی زمین میں نائب بنایا۔ اس میں تصرف کی چابیوں کا تمہیں مالک بنایا۔ اور جو کچھ زمین میں ہے اس پر تمہیں غلبہ دیا اور زمین کے منافع تمہارے لیے مباح کر دیے تاکہ تو حید و طاعت سے اس کے شکرگزار بنو۔

فَمَنْ كَفَرَ (جو شخص کفر کرے گا) تم میں سے اور اس جیسی عمدہ نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری کرے گا۔ فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗ (اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا) اس کے کفر کا وبال اسی پر لوٹنے والا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا مبغوض ہے اور آخرت میں سخت نقصان اٹھانے والا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: وَلَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ (اور کافروں کیلئے ان کا کفر) ان کے پروردگار کے نزدیک كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا (ناراضی ہی بڑھنے کا باعث ہوگا) مقت شدید بغض و ناراضی کو کہتے ہیں۔ وَ لَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا (اور کافروں کے لئے ان کا کفر خسارہ ہی بڑھنے کا باعث ہوگا) ہلاکت و ذلت۔

جب خلقت میں ان کا حصہ نہیں تو عبادت میں کیسے شریک ہو گئے:

۴۰: قُلْ اَرَءَیْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ (آپ کہیے تم اپنے مقرر کردہ شرکاء کا حال تو بتلاؤ) تمہارے وہ مجوزہ معبود جن کو تم نے عبادت میں حصہ دار بنا رکھا ہے۔ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِیْ مَاذَا (جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو یعنی مجھے یہ بتلاؤ کہ انہوں) خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ (نے زمین کا کونسا جزو بنایا ہے)

نحو: ارایتم سے یہ بدل ہے۔ کیونکہ ارایتم کا معنی یہ ہے تم مجھے بتلاؤ۔ گویا اس طرح فرمایا گیا اخبرونی عن هؤلاء الشركاء و عما استحقوا به الشركة اروني اى جزء من اجزاء الارض استبدوا بخلقه دون الله تم مجھے ان شرکاء کے متعلق خبر دو اور کیونکر یہ عبادت میں شرکت کے مستحق بن گئے۔ تم مجھے بتلاؤ انہوں نے زمین کا کونسا جزو اپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کے بغیر بنایا ہو۔

اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ (یا آسمانوں میں ان کی شراکت و حصہ داری ہے) یا ان کو آسمانوں کی تخلیق میں شرکت حاصل ہے۔ اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰی بَیِّنَتٍ مِّنْهُ (یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس کی دلیل پر قائم ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس کتاب ہے جو یہ کہتی ہے کہ وہ اس کے شریک ہیں۔ پس وہ اس کتاب کی وجہ سے حجت و دلیل پر

ہیں۔

قراءت: علی، ابن عامر، نافع، ابوبکر نے بینات پڑھا ہے۔

بَلْ اِنْ يَّعِدُ (بلکہ نہیں وعدہ کرتے)اِنْ بمعنی ما ہے۔الظّٰلِمُوْنَ (ظالم)بَعْضُهُمْ بَعْضًا (ایک دوسرے سے)اول بعض سے سرداراور دوسرے بعض سے پیرو مراد ہیں۔اِلَّا غُرُوْرًا (مگر محض دھوکے کا) اور وہ ان کا مشہور قول هؤلاء شفعاؤنا عند الله [یونس:۱۸] ہے۔

آسمان کو اللہ ہی تھامنے والا ہے:

۴۱:اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے اَنْ تَزُوْلَا (کہ وہ موجودہ حالت کو چھوڑ دیں) ان کو زائل ہونے سے روکنے والا ہے، کیونکہ امساک روکنے کو کہتے ہیں۔وَلَئِنْ زَالَتَآ (اور اگر وہ بالفرض موجودہ حالت کو چھوڑ دیں)اِنْ اَمْسَكَهُمَا (نہیں ان کو تھام سکتا)۔مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ (کوئی ایک اللہ تعالیٰ کے سواء) اس کے تھامنے کے بعد۔

نحو: پہلا مِنْ تاکید نفی کیلئے ہے اور دوسرا مِن ابتدائیہ ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا (بیشک وہ حلیم غفور ہے)وہ سزا دینے میں جلدی کرنے والا نہیں اسلئے ان دونوں کو تھامے ہوئے ہے ورنہ شرک کے کلمہ کی وجہ سے اس قابل تھے کہ گر پڑتے جیسا کہ فرمایا: تكاد السمٰوٰت يتفطرن منه و تنشق الارض [مریم:۹۰]

وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ لَئِنۡ جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ لَّيَكُوۡنُنَّ اَهۡدٰى مِنۡ

اور ان لوگوں نے مضبوطی کے ساتھ اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا آجائے تو دوسری امتوں کے مقابلہ میں ہر ایک سے زیادہ

اِحۡدَى الۡاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ مَّا زَادَهُمۡ اِلَّا نُفُوۡرَا ۙ ﴿۴۲﴾ اسۡتِكۡبَارًا فِى الۡاَرۡضِ

ہدایت پانے والے ہوں گے پھر جب ان کے پاس ڈرانے والا آگیا تو ان کی نفرت زیادہ ہوگئی زمین میں تکبر کرنے اور بری تدبیریں

وَمَكۡرَ السَّيِّئِ ؕ وَلَا يَحِيۡقُ الۡمَكۡرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهۡلِهٖ ؕ فَهَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا

اختیار کرنے کی وجہ سے، اور بری تدبیر کا وبال اسی پر ہے جو یہ کام کرے، سو کیا وہ پرانے لوگوں کے دستور کا انتظار

سُنَّتَ الۡاَوَّلِيۡنَ ۚ فَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا ۚ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ

کر رہے ہیں، سو آپ ہرگز اللہ کے دستور میں تبدیلی نہ پائیں گے اور آپ ہرگز اللہ کے دستور میں منتقل ہونا نہ

تَحۡوِيۡلًا ﴿۴۳﴾

پائیں گے۔

آنے سے پہلے مانتے تھے اب ضد سے منکر ہو گئے:

۴۲: وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ (اور ان کفار نے بڑی زوردار قسم کھائی تھی) جَهۡدَ یہ نمبرا۔ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ای اقساما بلیغا نمبر۲۔ حال کی وجہ سے منصوب ہے ای جاهدین فی ایمانهم وہ اپنی قسموں میں زور لگانے والے ہیں۔

لَئِنۡ جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ لَّيَكُوۡنُنَّ اَهۡدٰى مِنۡ (کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آئے تو وہ ہر ہر امت سے زیادہ ہدایت) اِحۡدَى الۡاُمَمِ (قبول کرنے والے ہوں)۔

رسول ﷺ کی بعثت سے پہلے قریش کو یہ اطلاع ملی کہ اہل کتاب نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا تو وہ کہنے لگے یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ ان کے پاس ان کے رسول آئے مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر ہمارے پاس رسول آئے تو ہم ضرور بضرور ان میں سے ہر ہر امت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہونگے۔ من احدی الامم سے مراد یہ ہے کہ اس امت سے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ امتوں میں سے ایک ہے۔ اور ہدایت میں اس کو دوسروں پر درجہ اور استقامت میں مرتبہ حاصل ہے۔ جیسا کہ کسی بڑی مصیبت کیلئے کہتے ہیں۔ هی احدی الدواهی وہ بڑی مصیبت ہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ (جب ان کے پاس نذیر آئے) پس جب رسول ﷺ کی بعثت ہوگئی۔ مَّا زَادَهُمۡ اِلَّا نُفُوۡرًا (تو

بس ان کی نفرت ہی کو ترقی ہوئی) یعنی رسول اللہ ﷺ کی آمد نے ان کی حق سے دوری میں اضافہ کر دیا۔ یہ اسناد مجازی ہے۔

۴۳: اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ (دنیا میں اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے) وَمَكْرَ السَّيِّیءِ (اور بری تدبیروں کی وجہ سے)

نحو: استکبارًا اور مکر السیء یہ دونوں مفعول لہ ہیں۔ معنی یہ ہوگا: وما زادھم الا نفورًا للاستکبار ومکر السیء۔ (ان کی نفرت میں اضافہ ہوا اپنے کو بڑا سمجھنے اور بری تدبیروں کی وجہ سے) نمبر۲۔ حال ہیں۔ یعنی وہ اپنے کو بڑا سمجھنے والے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف تدابیر کرنے والے ہیں۔ ومکر السیء کی اصل وانْ مکروا السیء ہے یعنی المکر السَّیِّئُ پھر یہ ومکرًا السَّیِّئُ ہوا پھر ومکر السیءِ بن گیا۔ اس کی دلیل یہ ارشاد ہے ولا یحیق المکرُ السیءُ ہے۔

برائی کا وبال ہونے پر:

وَلَا يَحِيْقُ (اور نہیں گھیرتا) یہ احاطہ اور اترنے کے معنی میں ہے۔ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ بری تدبیر (مگر بری تدبیر کرنے والوں کو) مشرکین کو بدر کے دن ان تدابیر نے آگھیرا۔ مثال مشہور ہے: من حفر لا خیہ جُبا وقع فیہ منکبًا چاہ کن را چاہ درپیش۔ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ (پس کیا یہ اسی دستور کے منتظر ہیں جو اگلے لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے)۔ سنة الاولین وہ عذاب کا ان لوگوں پر اتارنا ہے۔ جنہوں نے سابقہ امتوں میں سے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا۔ مطلب یہ ہے آپ کی تکذیب کے بعد یہ اس بات کے منتظر ہیں کہ ان پر اسی قسم کا عذاب ٹوٹ پڑے جیسا رسولوں کو جھٹلانے والے پہلے لوگوں پر آن پڑا۔ اس آیت میں عذاب کیلئے ان کے استقبال کو ان کی طرف سے انتظار قرار دیا۔ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا وَلَنْ تَجِدَ (پس آپ اللہ تعالیٰ کے دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پائیں گے)۔ (اور آپ اللہ تعالیٰ) لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا (کے دستور کو منتقل ہوتا ہوا نہ پائیں گے) اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ رسل کو جھٹلانے والے لوگوں کو سزا دیتے ہیں۔ اس طریقے کو اللہ تعالیٰ خود بدلنے والے نہیں ہیں۔ اور نہ ہی اس کے اوقات سے پھیرنے والے ہیں۔ یہ بہر حال ہو کر رہے گا۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

کیا وہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے تا کہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جو ان سے پہلے تھے

وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ

اوروہ ان سے قوت میں بڑھے ہوئے تھے، اور آسمانوں میں اور زمین میں اللہ کو کوئی چیز عاجز

وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿٤٤﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا

نہیں کر سکتی، بلاشبہ وہ جاننے والا ہے قدرت والا ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کے اعمال کی وجہ سے ان کا مواخذہ

كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰي ظَهْرِهَا مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ

فرمائے تو زمین کی پشت پر کسی ایک چلنے پھرنے والے کو بھی نہ چھوڑے، اور لیکن وہ ایک میعاد مقررہ تک مہلت دے

مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿٤٥﴾

رہا ہے، سو جب ان کی مقرر میعاد آ جائے گی تو اللہ اپنے بندوں کا دیکھنے والا ہے۔

ع ٥ ٨ ١٧

زمین میں سفر کیا مگر عبرت نہیں ہوئی:

۴۴: اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا (کیا وہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں تا کہ یہ دیکھتے بھالتے) کہ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (جو لوگ ان سے پہلے ہوئے ان کا انجام کیا ہوا)۔ اس آیت میں شام کے اسفار اور یمن و عراق کے سفروں میں امم ماضیہ کے آثار بالیہ اور علامات ہلاکت و دمار جو ان کے مشاہدات میں آتے تھے۔ اس سے استشہاد پیش کیا۔

وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ (حالانکہ وہ ان سے قوت میں بڑھے ہوئے تھے) ھم سے مراد اہل مکہ ہیں۔

قُوَّةً سے اقتدار مراد ہے۔ مگر قوت کے باوجود وہ عذاب الٰہی سے فرار اختیار نہ کر سکے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ (اور اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی چھوٹ نہیں سکتا) یعجز کا معنی سبقت کرنا اور پیچھے چھوڑ جانا۔ مِنْ شَيْءٍ (کوئی چیز) جو بھی ہو۔ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا (نہ آسمان میں اور نہ زمین میں وہ بڑا علم والا ہے) ان کو جانتا ہے۔ قَدِيْرًا (بڑی قدرت والا ہے) ان پر قادر ہے۔

فوری پکڑ پر کوئی متنفس نہ بچتا:

۴۵: وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا (اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب داروگیر فرمانے لگتا) بما کسبوا کا معنی ان معاصی پر جن کا وہ ارتکاب کرتے ہیں۔ مَا تَرَكَ عَلٰي ظَهْرِهَا (تو روئے زمین پر نہ چھوڑتا) ھا کی ضمیر زمین کی طرف

راجع ہے کیونکہ الارض کا تذکرہ اس ارشاد میں موجود ہے۔لیعجزہ من شیٔ فی السمٰوٰت ولا فی الارض مِنْ دَآبَّۃٍ (کوئی متنفس) کوئی جان دار جوزمین پر چلنے والا ہو۔ وَّ لٰکِنْ یُّؤَخِّرُھُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی (لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ایک میعاد معین تک مہلت دے رہا ہے)۔اجل مسمًّی سے مراد قیامت کا دن ہے۔فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِعِبَادِہٖ (پس جب ان کی وہ میعاد آجائے گی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں) بَصِیْرًا (کو آپ دیکھ لے گا)۔یعنی ان کے معاملہ کی حقیقت اس پر مخفی اور نہ ہی ان کے متعلق فیصلہ کی حکمت اس سے چھپی ہوئی ہے۔

الحمد للہ اولاً و آخراً آج مورخہ ۷ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ بعد نماز عشاء سورۂ فاطر کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ یٰسٓ مَکِّیَّةٌ وَّهِیَ ثَلٰثٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰیَةً وَّخَمْسُ رُکُوْعَاتٍ

سورۂ یٰسین مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں تراسی آیات اور پانچ ۵ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰسٓ ① وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ② اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ③ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ④

یٰسین قسم ہے قرآن حکیم کی۔ بلا شبہ آپ پیغمبروں میں سے ہیں۔ سیدھے راستے پر ہیں۔

تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ⑤ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ⑥ لَقَدْ

یہ قرآن ایسی ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو زبردست ہے رحم والا ہے۔ تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادوں کو نہیں ڈرایا گیا سو وہ غافل ہیں۔ البتہ

حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑦ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا

یہ بات واقعی ہے کہ ان میں سے اکثر لوگوں پر بات ثابت ہو چکی ہے سو وہ ایمان نہ لائیں گے۔ بلاشبہ ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں

فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ⑧ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّ

سو وہ اوپر ہی کو رہ گئے ہیں۔ اور ہم نے ان کے آگے آڑ بنا دی اور

مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ⑨ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ

ان کے پیچھے آڑ بنا دی سو ہم نے ان کو گھیر لیا لہٰذا وہ نہیں دیکھ سکتے۔ اور ان کے حق میں بات برابر ہے آپ انہیں ڈرائیں

اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑩ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ

یا نہ ڈرائیں ایمان نہیں لائیں گے۔ آپ اسی شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت کا اتباع کرے اور بن دیکھے رحمٰن سے

بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ⑪ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ

ڈرے، سو آپ اسے مغفرت کی اور اجر عظیم کی خوشخبری سنا دیجئے۔ بے شک ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ان لوگوں نے جو آگے بھیجا

مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ؕ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ⑫

اسے اور ان کے نشانوں کو لکھ لیتے ہیں، اور ہر چیز کو ہم نے ایک واضح کتاب میں پوری طرح لکھ دیا۔

ع ۱۲ ۱۸

یٰسٓ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ۔ (یٰسٓ قرآن پرحکمت کی قسم ہے)۔
اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ (کہ بیشک آپ من جملہ رسولوں میں سے ہیں۔سیدھے راستہ پر ہیں)۔یٰس۔
قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: اے انسان۔یہ بنو طے کی لغت ہے۔

قول ابن حنفیہ رحمہ اللہ:

یا محمد ﷺ حدیث میں فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مجھے سات ناموں سے پکارا ہے محمد، احمد، طٰہٰ، یٰس، المزمل، المدثر، عبد اللہ (کنز العمال: ۳۲۱۶۹)۔ایک قول یہ ہے اے سردار۔
قراءت: علی، حماد، حمزہ، خلف، حماد، یحییٰ نے اس میں امالہ پڑھا ہے۔
۲: وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ والقرآن قسم ہے الحکیم۔(حکمت والا)۔نمبر۲۔یہ حکمت کی منہ بولتی دلیل ہے۔نمبر۳۔یہ حکیم کا کلام ہے۔پس متکلم کی صفت سے اس کو موصوف کیا گیا۔
۳: اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (بیشک آپ من جملہ پیغمبروں میں سے ہیں)۔یہ جواب قسم ہے اس میں کفار کے اس مقولہ کی تردید ہے جس کو دوسرے مقام پر ذکر فرمایا۔لست مرسلاً۔[الرعد:۴۳]
۴: عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (سیدھے راستے پر ہیں) نمبر۱۔خبر کے بعد دوسری خبر ہے۔نمبر۲۔مرسلین کا صلہ ہے۔ای الذین ارسلوا علی صراط مستقیم۔جن کو بھیجا گیا وہ سیدھے راستہ یعنی اسلام پر ہیں۔
۵: تَنْزِیْلَ (نازل کیا ہوا ہے)۔
قراءت: شامی، کوفی سوائے ابو بکر کے اور علی نے لام کا نصب پڑھا ہے۔اقرأ تنزیل۔نمبر۲۔یہ مصدر منصوب ہے ای نزل تنزیل۔ دیگر قراء نے رفع سے پڑھا ہے۔اس صورت میں یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ای ھو تنزیل اور مصدر بمعنی مفعول ہے۔الْعَزِیْزِ (زبردست) وہ اپنی نظم کتاب کی فصاحت کے سبب سرکشوں کے اوہام پر غلبہ والا ہے۔الرَّحِیْمِ (مہربان کی طرف سے ہے) اپنے خطاب کے معنی کی لطافت سے ہدایت والوں کے فہموں کو کھینچنے والا ہے۔
۶: لِتُنْذِرَ قَوْمًا (تا کہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں)
نحو: لتنذر کا لام المرسلین کے معنی کے ساتھ متصل ہے۔تقدیر کلام یہ ہے اُرسلت لتنذر قوما۔(تمہیں بھیجا گیا تا کہ تم ایسی قوم کو ڈراؤ) مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُھُمْ (نہیں ڈرائے گئے جن کے آباء واجداد)
نحو: جمہور کے نزدیک یہ ما نافیہ ہے۔اس صورت میں قوماً کی صفت ہے۔تقدیر کلام یہ ہے قوما غیر منذر اباؤ ھم اس کی دلیل اس ارشاد میں ہے۔لتنذر قومًا اتٰھُمْ من نذیر من قبلک [السجدہ:۳] دوسری جگہ فرمایا وما ارسلنا الیھم قبلک من نذیر [سبا:۴۴] نمبر۲۔ما موصولہ ہے مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے تقدیر کلام یہ ہے العذاب الذی اُنْذِرَہ ابا ء ھم۔ وہ عذاب جس سے ان کے آباء کو ڈرایا گیا۔یہ اسی طرح ہے جیسا اس ارشاد میں انا انذر نا کم عذابا قریبًا [النباء:۴۰] نمبر۳۔ما

مصدر یہ ہے تقدیر کلام یہ ہے لتنذر قومًا اِنْذَارَ اباء هم ای مثل انذار اباء هم تاکہ تم قوم کو ان کے آباء کے ڈرانے کی طرح ڈراؤ۔فَهُمْ غٰفِلُوْنَ (پس اسی لئے بے خبر ہیں) اگر ما کو نافیہ مانیں تو اس وقت اس کا تعلق نفی سے ہوگا۔تقدیر کلام یہ ہوگی۔ لم ینذروا فهم غافلون۔ وہ ڈرائے نہیں گئے۔اس لئے وہ غافل ہیں۔نمبر۲۔یہ انك لمن المرسلین سے متعلق ہے اور اصل عبارت ہے:انك لمن المرسلین لتنذر فهم غافلون بیشک تم رسولوں میں سے ہوتا کہ تم ڈراؤ اس لئے کہ وہ غافل ہیں۔جیسا تم کہو ارسلتك الی فلان لتنذره فانه غافل او فهو غافل۔

۷:لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَكْثَرِ هِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (ان میں سے اکثر لوگوں پر بات ثابت ہو چکی ہے پس یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے)القول سے یہ مراد ہے لأملان جهنم من الجنة والناس اجمعین [السجدہ:۱۳] یعنی یہ قول ان سے متعلق ہو جائے گا اور ان پر ثابت ولازم ہو جائے گا۔اس لئے کہ وہ ان میں سے ہونگے جن کا کفر پر مرنا معلوم ہو چکا۔

کفر پر پختگی کی تمثیل:

۸: پھر ان کی کفر پر پختگی کو تمثیل سے سمجھایا۔کہ کفر سے ان کے لوٹنے کی کوئی راہ نہیں۔ان کو اس طرح قرار دیا گویا کہ وہ ان لوگوں کی طرح ہیں جن کے گلے میں طوق پڑے ہوئے ہوں جس سے ان کے سرا چکے ہوں۔ اِدھر اُدھر سر نہ پھیر سکتے ہوں۔اسی طرح لوگ بھی حق کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے اور نہ اپنی گردنیں حق کی طرف موڑتے ہیں اور نہ اس کے لئے اپنے سروں کو جھکاتے ہیں۔

اور یہ لوگ ان لوگوں کی طرح ہیں جو دو دیواروں کے درمیان پھنس جائیں نہ سامنے دیکھیں اور نہ پیچھے اسی طرح یہ عدم تامل اور عدم تبصر میں اور اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور وفکر سے بتکلف اندھا پن اختیار کرنے میں ان لوگوں کی طرح ہیں۔فرمایا۔اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ (ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیے ہیں پھر وہ ٹھوڑیوں تک ہیں)اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ (جس سے ان کے سر اوپر کو اُچک گئے ہیں) مطلب یہ ہے کہ طوق ٹھوڑیوں تک پہنچنے والے اور ان سے چمٹے ہوئے ہیں۔مقمحون ان کے سر اوپر کو اٹھے ہیں۔عرب کہتے ہیں قمح البعير فهو قامح جبکہ اس کو سر اٹھائے دیکھا جائے۔اس کا سبب یہ ہے کہ گردن میں ڈالے جانے والے طوق کے دونوں سرے ٹھوڑی کے نیچے ملتے ہیں ایک حلقے کا کیل جو دوسرے کنڈے میں پڑتا ہے وہ ٹھوڑی تک بلند ہوتا ہے۔اس وجہ سے اس کا سر نیچے کو جھک نہیں سکتا ہمیشہ اوپر اٹھا رہتا ہے۔

۹:وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا۔(اور ہم نے ایک آڑ ان کے پیچھے اور ایک ان کے سامنے کر دی)

قراءت: سَدًّا حمزہ،علی،حفص نے سین کے فتحہ سے پڑھا۔

ایک قول:

یہ ہے کہ جو لوگوں نے روک بنائی ہو اس کے لئے سین مفتوح ہوگی اور جو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بنائی مثلاً پہاڑ وغیرہ

وہ سُدًّا ضمہ سے آتا ہے۔ فَاَغْشَیْنٰھُمْ (جس سے ہم نے ان کو ڈھانک دیا) یعنی ان کی آنکھوں کو ڈھانپ دیا یعنی ہم نے ان کو ڈھانپ کر ان پر پردہ ڈال دیا۔ فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ (پس وہ دیکھ نہیں سکتے) حق و ہدایت کو۔

ابوجہل کی بدترین حرکت:

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت بنومخزوم کے متعلق اتری۔ اس لئے کہ ابوجہل نے قسم اٹھائی کہ اگر وہ محمد کو (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز پڑھتا دیکھ لے گا۔ تو پتھر سے ان کا سر کچل دے گا۔ پھر وہ آیا جبکہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے اور اس کے ہاتھ میں ایک پتھر بھی تھا تاکہ آپ کے سر پر مار کر کچل دے۔ جب اس نے ہاتھ اٹھائے تاکہ وہ پتھر آپ کی طرف پھینکے تو پتھر اس کے ہاتھ سے چمٹ گیا اور چمٹا رہا یہاں تک کہ بڑی مشکل سے اس کو اس کے ہاتھ سے جدا کیا پس وہ اپنی قوم کے پاس لوٹ کر گیا اور ان کو واقعہ کی اطلاع دی۔ دوسرے مخزومی نے کہا یہ پتھر مجھے دو۔ میں اس سے اس کو قتل کرونگا۔ وہ پتھر لے کر ادھر بڑھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اندھا کر دیا۔

۱۰: وَسَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ (اور ان کے حق میں آپ کا ڈرانا اور نہ ڈرانا دونوں برابر ہے)۔ لَا یُؤْمِنُوْنَ (یہ ایمان نہ لائیں گے) یعنی ان کو ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہے۔ مطلب یہ ہے۔ جو گمراہی کے اس درجہ کو پہنچا ہو۔ اس کے لئے ڈرانا نفع بخش نہیں۔

ایک عبرتناک حکایت:

میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ نے اللہ قدری فرقہ کے غیلان نامی آدمی کو یہ آیت پڑھ کر سنائی تو وہ کہنے لگا۔ یہ آیت تو گویا اب تک میری نگاہ سے گزری نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آج سے میں قدریہ فرقہ کے عقائد سے تائب ہوتا ہوں۔ عمر بن عبدالعزیز نے دعا کی اے اللہ اگر اس نے سچ کہا ہے تو اس کی توبہ قبول فرمالے۔ اگر اس نے جھوٹ بولا تو اس پر ایسے شخص کو مسلط کر دے جو رحم نہ کرنے والا ہو چنانچہ ہشام بن عبدالملک نے اپنے زمانہ میں اس کو پکڑ کر (اس کی اس باطل پرستی پر) اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر باب دمشق پر سولی دے دی۔

۱۱: اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکْرَ (بس آپ تو ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے) یعنی آپ کے انذار سے قرآن کے پیروکاروں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ (اور رحمان سے بن دیکھے ڈرے) اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرا حالانکہ اس کو دیکھا نہیں۔ فَبَشِّرْہُ بِمَغْفِرَۃٍ (پس آپ اس کو خوشخبری سنا دیں مغفرت کی) مغفرت گناہوں کی معافی کو کہتے ہیں۔ وَّ اَجْرٍ کَرِیْمٍ (اور عمدہ عوض) یعنی جنت کی۔

ان کے اگلے پچھلے اعمال کو لکھ لیتے ہیں:

۱۲: اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی (بیشک ہم مردوں کو زندہ کریں گے) ان کی موت کے بعد ان کو اٹھا کھڑا کریں گے نمبر۲۔ شرک سے ایمان کی طرف نکالیں گے۔ وَنَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا (اور ہم لکھتے جاتے ہیں وہ اعمال جن کو وہ آگے بھیجتے جاتے ہیں) جو اعمال

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ

اور آپ ان کے سامنے بستی والوں کا قصہ بیان کیجئے جبکہ ان کے پاس رسول آئے جبکہ ہم نے

اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

ان کے پاس دو پیامبروں کو بھیجا سوانہوں نے انہیں جھٹلا دیا پھر ہم نے تیسرے رسول کے ذریعہ ان کو تقویت دے دی، ان تینوں نے کہا کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا

ان لوگوں نے کہا کہ تم تو ہماری ہی طرح کے آدمی ہو اور رحمٰن نے کچھ بھی نازل نہیں کیا تم تو جھوٹ ہی

تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ

بول رہے ہو۔ انہوں نے کہا بلا شبہ یہ بات واقعی ہے کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں اور ہماری ذمہ داری صرف یہی ہے کہ کھول کر

الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا

بات پہنچادیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ بے شک ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے اور ہماری طرف سے تمہیں ضرور دردناک

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

تکلیف پہنچے گی۔ انہوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے کیا اس بات کو تم نے نحوست سمجھ لیا کہ تم کو نصیحت کی گئی بلکہ بات یہ ہے کہ تم حد سے بڑھ جانے والے لوگ ہو۔

صالحہ وغیرہا انہوں نے آگے بھیجے۔ وَ اٰثَارَهُمْ (اور ان کے وہ اعمال بھی جن کو وہ پیچھے چھوڑ جاتے ہیں) جو کسی اچھے عمل کا اثر انہوں نے باقی چھوڑا۔ جیسے کسی کو علم سکھایا یا کتاب تصنیف کردی یا سرائے بنائی یا مسجد تعمیر کرادی، جہاد کیلئے گھوڑا وقف کردیا۔ یا برے کام پیچھے چھوڑے جیسے ظالم کوئی ٹیکس لگادے۔ اسی طرح اچھا طریقہ ایجاد کیا یا برے طریقے کی طرح ڈالی۔ دوسرے مقام میں اس طرح فرمایا۔ ینبؤا الانسان یومئذ بما قدم واخر [القیامۃ:۱۳] یعنی جو اس نے اپنے اعمال آگے بھیجے اور جو آثار پیچھے چھوڑے۔ ایک قول یہ ہے یہ جمعہ اور جماعت کے لئے چلنے والے قدم ہیں۔ وَ كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ (اور ہم نے ہر چیز کو ضبط کر دیا تھا) ہم نے اس کو شمار کیا اور واضح کر دیا۔ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ (ایک واضح کتاب میں) امام مبین سے لوح محفوظ مراد ہے۔ کیونکہ وہی کتاب کی اصل ہے۔

بستی والوں واقعہ:

۱۳: وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ (اور ان لوگوں کے سامنے ایک قصہ) یعنی ایک بستی والوں کا قصہ اس وقت کا بیان کر

دیں) اضرب کا معنی مثل لهم ہے ان کے سامنے بیان کریں۔ اہل عرب کہتے ہیں عندی من هذا الضرب كذا ای من هذا المثل اور کہتے ہیں: هٰذه الاشياء علٰى ضرب واحد ای علٰى مثال واحد مطلب یہ ہوا ان کے سامنے ایک مثال بیان کریں۔ مثال ایسی بستی والوں کی۔ القریۃ سے مراد انطاکیہ ہے۔ یعنی ان کو بستی والوں کا عجیب واقعہ سنائیں۔ دوسرا مثل اول کا بیان ہے۔

اِذْ جَآءَهَا: یہ اصحاب القریۃ سے بدل ہے۔ جَآءَ هَا الْمُرْسَلُوْنَ (جبکہ اس بستی میں کئی رسول آئے) المرسلون سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کے قاصد ہیں۔ جن کو مبلغ بنا کر ان بت پرستوں کے پاس بھیجا۔

حبیب نجار کا واقعہ:

۱۴: اِذْ (جبکہ) جَآءَهَا: یہ اذ پہلے اذ کا بدل ہے۔ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ (ہم نے ان کے پاس بھیجا) عیسیٰ علیہ السلام نے ہمارے حکم سے ان کی طرف بھیجا۔ اثْنَيْنِ (دو) صادق اور صدوق کو۔ جب دونوں شہر کے قریب پہنچے۔ تو انہوں نے ایک بوڑھے مرد کو اپنی چند بکریاں چراتے ہوئے پایا۔ یہ بوڑھا وہی حبیب النجار تھا۔ اس بوڑھے نے ان سے ان کے احوال دریافت کئے تو دونوں نے کہا ہم عیسیٰ علیہ السلام کے نمائندے ہیں۔ ہم تمہیں عبادت اوثان سے عبادت رحمان کی طرف بلاتے ہیں۔ اس نے سوال کیا کہ تمہارے پاس کوئی صداقت کا نشان ہے انہوں نے کہا ہم مریض کو شفا اور مادرزاد اندھے کو بینا اور مبروص کو درست کرتے ہیں۔

اس چرواہے کا بیٹا کئی سال سے بیمار تھا۔ دونوں نے اس پر ہاتھ پھیرا جس سے وہ بھلا چنگا اٹھ کھڑا ہوا۔ حبیب نے دولت ایمان کو سمیٹ لیا۔ یہ اطلاع پورے شہر میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ ان کے ہاتھ سے بہت سے لوگ شفایاب ہوئے۔ شدہ شدہ اطلاع بادشاہ کو ملی تو اس نے دونوں کو بلا بھیجا اور کہنے لگا کیا ہمارے معبودوں کے علاوہ ہمارا کوئی اور معبود بھی ہے؟ دونوں نے کہا جی ہاں! وہ جس نے تمہیں اور تمہارے معبودوں کو وجود بخشا!

بادشاہ نے کہا میں تمہارے معاملہ میں غور کرتا ہوں پھر لوگوں کو ان کے پیچھے لگا دیا۔ انہوں نے انہیں مارا۔ اور بعض کہتے ہیں قید میں ڈال دیا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام نے شمعون کو روانہ فرمایا۔ وہ ایک ناواقف صورت میں داخل ہوا اور بادشاہ کے مصاحبین کے ساتھ اس طرح رہنے لگا کہ وہ اس سے مانوس ہوگئے اور انہوں نے اس کے حالات بادشاہ کو بتلائے بادشاہ اس سے بڑا مانوس ہوا۔ ایک دن شمعون نے بادشاہ سے کہا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے دو آدمیوں کو قید کر رکھا ہے۔ کیا تم نے ان کی بات سنی ہے؟ بادشاہ نے کہا نہیں۔ بادشاہ نے ان دونوں کو جیل سے بلایا۔ ان سے شمعون نے سوال کیا! تم کس کے قاصد اور پیامبر ہو۔

دونوں کا جواب یہ تھا ہمیں اس اللہ تعالیٰ نے بھیجا جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر زندہ کو رزق سے نوازا۔ جس کا کوئی شریک نہیں۔ شمعون نے دوسرا سوال کیا تم اس اللہ تعالیٰ کی مختصر انداز میں صفات بیان کرو!۔ دونوں کا جواب تھا۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو ارادہ فرماتا ہے اس کا فیصلہ فرماتا ہے۔ شمعون کا تیسرا سوال تھا۔ تمہارے پاس کیا نشان حق ہے؟ دونوں نے جواب دیا۔ جو بادشاہ کی تمنا ہو؟ بادشاہ نے ایک مادرزاد اندھا لڑکا بلایا۔ دونوں نے دعا کی وہ درست آنکھوں والا ہوگیا۔ شمعون نے بادشاہ کو

خطاب کرتے ہوئے کہا تم اپنے معبود کو کہو کہ وہ بھی اسی طرح کر دے۔ پھر تم اور تمہارا معبود جیت گئے؟ بادشاہ نے جواب میں کہا کہ میرا کوئی راز تجھ سے پوشیدہ نہیں حقیقت یہ ہے کہ ہمارا معبود نہ دیکھتا ہے، نہ سنتا اور نہ نفع کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نقصان کا مالک۔

پھر بادشاہ نے کہا اگر تمہارا معبود مردہ کو زندہ کر دے تو ہم اس پر ایمان لے آئیں گے۔ انہوں نے سات روز پہلے وفات پا جانے والا لڑکا منگوایا۔ وہ ان کی دعا سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں شرک پر مرنے کی وجہ سے آگ کی سات وادیوں میں داخل ہوا۔ اس لئے میں تمہیں اس شرک کے متعلق ڈرا رہا ہوں جس میں تم مبتلا ہو پس تم ایمان لاؤ۔ اور کہنے لگا آسمان کے دروازے کھلے تو میں نے ایک خوبصورت نوجوان دیکھا جوان تین آدمیوں کے متعلق سفارش کر رہا تھا۔ بادشاہ نے کہا وہ تین کون ہیں؟ اس نے کہا ایک شمعون اور دو یہ؟ بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا۔ جب شمعون نے دیکھا کہ اس کی بات کا بادشاہ پر اثر ہو گیا تو اس کو نصیحت کی جس کے نتیجہ میں وہ ایمان لے آیا اور کچھ لوگ ایمان لائے جو ایمان نہ لائے ان پر جبرئیل علیہ السلام نے چیخ ماری جس سے وہ تمام ہلاک ہو گئے۔

فَكَذَّبُوْهُمَا (پس ان لوگوں نے ان دونوں کو جھوٹا بتلایا) بستی والوں نے دونوں رسولوں کو جھٹلایا۔ فَعَزَّزْنَا (پھر تائید کی ہم نے) ہم نے دونوں کو مضبوط کیا۔

قراءت: ابوبکر نے فعزَزنا پڑھا۔ ازعزّہ یعزّہٗ۔ غالب آنا۔ پس ہم نے ان کو غالب وفائق کیا۔ بِثَالِثٍ (تیسرے سے) اور وہ شمعون تھا۔ مفعول بہٖ کا ذکر چھوڑ دیا۔ کیونکہ مقصود معزز بہٖ کا تذکرہ ہے اور وہ شمعون ہے۔ اس نے کیا ہی لطیف تدبیر کی جس سے حق کو عزت ملی اور باطل رفو چکر ہوا۔ جب کلام سے ایک غرض ثابت ہو رہی تھی۔ اسی لئے سیاق کلام اس کی طرف متوجہ کر دیا گویا اس کے ماسوا کو چھوڑ دیا گیا۔ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ (ان تینوں نے کہا ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں) تینوں نے بستی والوں کو کہا۔

۱۵: قَالُوْا (بستی والوں نے کہا): مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (تم تو ہماری طرح معمولی آدمی ہو)

سوال: بشرٌ کا لفظ یہاں مرفوع ہے۔ اور ماھذا بشرًا [یوسف:۳۱] میں منصوب ہے کیوں؟

جواب: کیونکہ یہاں الا کی وجہ سے ما مشبہ بلیس نہ رہا کہ اس کا عمل ہوتا۔ اور سورۂ یوسف میں اس کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ (اور رب رحمان نے کوئی چیز نازل نہیں کی) شئی سے مراد وحی ہے۔ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ (تم نرا جھوٹ بولتے ہو) یعنی تم جھوٹے ہی تو ہو۔

۱۶: قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ (ان رسولوں نے کہا ہمارا پروردگار علیم ہے۔ کہ بیشک ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں) اول مرسلون کو لام سے مؤکد نہیں کیا۔ دوسرے کو لام سے مؤکد کیا۔ کیونکہ اول ابتدائے اخبار ہے۔ اور دوسرا انکار کا جواب ہے۔

اس لئے زیادہ تاکید کی ضرورت پڑی۔ ربنا یعلم یہ تاکید کے لحاظ سے قسم کے قائم مقام ہے اسی طرح۔ شھد اللہ، علم اللہ کا قول بھی ۔

۱۷: وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا تھا) یعنی ظاہر تبلیغ جو مشاہداتی دلیل سے اس کی صحت کو ثابت کردے۔

جہال کا طرزِ عمل:

۱۸: قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ (وہ لوگ کہنے لگے ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں) ہم تم سے بدشگونی لیتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ان کے دین کو برا خیال کیا اور ان کے نفوس اس سے نفرت کرنے لگے۔ جہلاء کی عادت ہی یہ ہے کہ ہر ایسی چیز کی تمنا کرتے ہیں۔ جس کی طرف جھکاؤ اختیار کرتے ہیں اور جس کو ان کے طبائع قبول کرتے ہیں۔ اور جس چیز سے نفرت ہو اس کو وہ منحوس قرار دیتے ہیں اور ناپسند کرتے ہیں۔ پھر اگر ان کو کوئی مصیبت یا نعمت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ اس کی نحوست اور اُس کی برکت سے حاصل ہوئی۔

ایک قول:

یہ ہے ان سے بارش بند کر دی گئی پس انہوں نے یہ کہا: لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا (اگر تم اپنی بات سے باز نہ آؤ گے) لَنَرْجُمَنَّكُمْ (ضرور ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کر دیں گے) ضرور ہم تمہیں قتل کر دیں گے یا ضرور تمہیں یہاں سے ہانک دیں گے یا تمہیں گالی گلوچ کریں گے۔ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ (تم کو ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی) ضرور تمہیں جلنے کا عذاب جھیلنا پڑے گا اور وہ سخت ترین عذاب ہے۔

۱۹: قَالُوْا طَآئِرُكُمْ (ان رسولوں نے کہا تمہاری نحوست) یعنی تمہاری نحوست کا سبب مَّعَكُمْ (تمہارے ساتھ ہے) اور وہ کفر ہے۔ اَئِنْ (کیا اگر)

قراءت: ہمزہ استفہام اور حرف شرط کے ساتھ کوفی اور شامی نے پڑھا ہے۔

ذُكِّرْتُمْ (تمہیں نصیحت کی جائے) وعظ کیا جائے اور اسلام کی طرف بلایا جائے۔ جواب شرط مضمر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ تطیر تم ۔

قراءت: این اور نافع کو ہمزہ ممدودہ جس کے بعد یائے مکسورہ ہو ابو عمرو نے پڑھا ہے۔ اور ہمزہ مقصورہ اَین جس کے بعد یائے مکسورہ ہو مکی نے پڑھا ذکرتم کو تخفیف کے ساتھ یزید نے پڑھا ہے۔

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ (بلکہ تم لوگ حد سے نکل جانے والے ہو)۔ نافرمانی میں حد سے آگے گزرنے والے ہو۔ اس وجہ سے تمہارے پاس نحوست آئی ہے۔ نہ کہ رسولوں کی طرف سے اور ان کے نصیحت کر دینے کی وجہ سے۔ نمبر۲۔ بلکہ تم اپنی گمراہی اور

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ رَجُلٌ یَّسْعٰى قَالَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۰﴾

اور ایک شخص اس شہر کے دور والے مقام سے دوڑتا ہوا آیا اس نے کہا کہ اے میری قوم ان فرستادہ آدمیوں کا اتباع کرو،

اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

ایسے لوگوں کی راہ چلو جو تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتے اور وہ خود راہ ہدایت پر ہیں۔

راستہ سے بھٹکنے میں حد سے بڑھے ہوئے ہو۔ وہ اس طرح کہ ان ہستیوں کو نحوست کا سبب قرار دیتے ہو۔ جو کہ تبرک کے قابل و لائق ہیں۔

حبیب نجار کا وعظ :

۲۰: وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ رَجُلٌ یَّسْعٰى (اور ایک شخص شہر کے اور کسی مقام سے دوڑتا ہوا آیا)۔ یہ حبیب نجار تھا۔ یہ پہاڑ کے ایک غار میں مقیم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا۔ جب اس کو رسولوں کی آمد کی خبر ملی اور اس نے اپنے دین کا اظہار کیا۔ پھر کہنے لگا۔ کیا تم جو کچھ لائے ہو اس پر اجر طلب کرتے ہو۔ انہوں نے کہا: نہیں! قَالَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ کہا اے میری قوم تم رسولوں کی بات مانو۔)

۲۱: اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (ان کی بات مانو! جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ خود راہ راست پر ہیں)۔ اجر سے مراد تبلیغ پر مزدوری، ھُمْ سے مراد رسل ہیں۔ انہوں نے سوال کیا۔ کیا تو بھی انہی کے دین پر ہے۔ تو اس نے کہا:

وَمَالِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٢٢﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً

اور میرے پاس کونسا عذر ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا فرمایا اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ کیا میں اس کے سوا ایسے معبود مان لوں

اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ﴿٢٣﴾ اِنِّيْٓ اِذًا

کہ اگر رحمٰن مجھے کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش مجھے ذرا بھی کام نہ دے اور نہ وہ مجھے بچا سکیں، اگر میں

لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٤﴾ اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿٢٥﴾ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۭ قَالَ يٰلَيْتَ

ایسا کروں تو صریح گمراہی میں جا پڑونگا بیشک میں تمہارے رب پر ایمان لاچکا سو تم میری بات سنو۔ اس سے کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جا، وہ کہنے لگا کہ کاش

قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿٢٧﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰي

میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے پروردگار نے مجھے بخش دیا اور مجھے باعزت بندوں میں شامل فرمادیا۔ اور ہم نے اس کے بعد اس کی

قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ﴿٢٨﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً

قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نازل نہیں کیا اور نہ ہم اتارنے والے تھے۔ نہیں تھی مگر ایک چیخ

فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿٢٩﴾ يٰحَسْرَةً عَلَي الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٣٠﴾

سو وہ بجھ کر رہ گئے۔ افسوس ہے بندوں کے حال پر، جب ان کے پاس کوئی رسول آیا تو انہوں نے ضرور اس کا مذاق بنایا۔

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٣١﴾ ۭ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم ان سے پہلے بہت سی امتیں ہلاک کر چکے ہیں بے شک وہ ان کی طرف واپس نہیں ہوں گے۔ اور یہ سب مجتمع طور پر

جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿٣٢﴾

ہمارے پاس ضرور حاضر ہوں گے۔

۲۲: وَمَالِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ (اور میرے پاس کونسا عذر ہے کہ میں عبادت نہ کروں اس کی جس نے مجھ کو پیدا کیا)۔ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے)۔

قراءت: حمزہ نے ومالی پڑھا ہے۔

۲۳: ءَاَتَّخِذُ قراءت: کوفی نے دونوں ہمزہ سے پڑھا ہے۔ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً (کیا میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور ایسے ایسے معبود قرار دے لوں) یعنی اصنام کو اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ (اگر رب رحمان مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے

تو نہ معبودوں) شَيْئًا وَّ لَا يُنْقِذُوْنِ (کی سفارش کچھ میرے کام آسکے اور نہ وہ مجھ کو چھڑا سکیں) یٰ بھی تکلیف سے ۔
قراءت: ولا ینقذونی، فَاسْمَعُوْنِ [یٰسین:۲۵] دو حالوں میں یعقوب نے پڑھا ہے۔
۲۴: اِنِّيْۤ اِذًا (اور بیشک میں) جبکہ میں نے بنالیا۔ لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (اس وقت ضرور کھلی گمراہی میں جا پڑا)۔
۲۵: جب اس نے اپنی قوم کو نصیحت کی تو وہ اس کو پتھر مارنے لگے پس وہ رسولوں کی طرف قتل سے قبل چل دیا۔ اوران کو مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ اِنِّيْۤ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ (میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لا چکا پس تم میری بات سن لو) تم میری اس ایمانی بات کو سن لو تا کہ تم میرے متعلق کل آخرت میں گواہی دو۔ جب وہ قتل کر دیا گیا تو
۲۶، ۲۷: قِيْلَ (اس کو ارشاد ہوا)۔ ادْخُلِ الْجَنَّةَ (کہ جا جنت میں داخل ہو) اس کی قبر سوق انطاکیہ میں ہے۔
انداز کلام: یہاں قیل لہ نہیں کہا گیا بلکہ صرف قیل کہا گیا ہے کیونکہ کلام مقولہ کو بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہے مقول لہ کے لئے نہیں لایا گیا اگر چہ وہ معلوم و معروف ہے۔ اس میں دلالت پائی جاتی ہے کہ جنت پیدا ہو چکی ہے۔

قول الحسن رحمۃ اللہ علیہ:

ہے کہ جب قوم نے اس کو قتل کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا وہ جنت میں ہے۔ وہ آسمانوں وزمین کی فناء کے وقت موت کا شکار ہوگا۔ (مگر یہ قول محل نظر اور محتاج دلیل ہے) جب وہ جنت میں داخل ہوا اور اس کی نعمتوں کو دیکھا تو کہنے لگا۔ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ (کہنے لگا کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے پروردگار نے مجھے بخش دیا) بما غفرلی ربی ای بمغفرة ربی لی میرے رب کے مجھے بخش دینے کے سبب یا بالذی غفرلی اس ذات کو جس نے مجھے بخش دیا۔ اول صورت میں ما مصدر یہ اور دوسری میں موصولہ ہے۔ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ (اور مجھے عزت داروں میں شامل کر دیا) جن کو جنت کا اعزاز ملا۔

قوم نجار کی ہلاکت:

۲۸: وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ (اور ہم نے نہیں اتارا اس کی قوم پر اس کے بعد) ما نافیہ ہے قوم سے حبیب نجار کی قوم مراد ہے۔ بعدہ سے مراد اس کے قتل یا رفع کے بعد۔ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ (آسمان سے کوئی لشکر) ان کو سزا دینے کیلئے وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ (اور نہ ہم اتارنے والے تھے) نہ ہی ہماری حکمت کے لحاظ سے یہ درست تھا کہ حبیب نجار کی قوم کو ہلاک کرنے کیلئے آسمان سے لشکر اتاریں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی ہلاکت کا سلسلہ بعض وجوہ کی بناء پر مقتضائے حکمت جاری کر رکھا ہے۔ اور دوسری بعض کی بناء پر نہیں۔
۲۹: اِنْ كَانَتْ (نہیں تھی) وہ پکڑ یا سزا اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً (پس مگر آواز) جبرئیل علیہ السلام نے ایک چیخ ماری۔ فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ (پس اسی لمحہ وہ بجھ کر رہ گے) مر گئے جیسا کہ آگ یکبار بجھتی ہے۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کی چیخ کو ان

کے لئے کافی کر دیا۔ آسمان سے ان کی ہلاکت کیلئے لشکر نہیں اتارا جیسا کہ بدر کے دن اور خندق کے روز آسمانوں سے فرشتے اتارے۔

قابل حسرت لوگ:

۳۰: یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ (افسوس بندوں کے حال پر کبھی ان کے پاس کوئی رسول نہیں) اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (آیا کہ جس کی ہنسی انہوں نے نہ اُڑائی ہو) الحسرۃ انتہائی شرمندگی کو کہتے ہیں۔ یہ نداء ہے جو ان کی حالت پر اظہار افسوس کیلئے لائی گئی ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا: تعالی یا حسرۃ ، فھذہ من احوالك التی حقك ان تحضری فیھا وھی حال استھزائھم بالرسل ۔ اے افسوس تو آ۔ یہ حالت ان احوال میں سے ہے جس میں تجھے حاضر ہونے کا حق ہے۔ وہ حالت انبیاء علیہم السلام کے ساتھ استہزاء والی ہے۔ مطلب یہ ہے وہ اس بات کے حقدار ہیں۔ کہ حسرت کرنے والے ان پر اظہار حسرت کریں اور افسوس کرنے والے افسوس کا اظہار کریں۔ یا وہ ملائکہ اور مؤمنین دونوں کی طرف سے قابل حسرت ہیں۔

۳۱: اَلَمْ يَرَوْا (کیا ان کو معلوم نہیں) كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ (کہ ان سے پہلے بہت سے اہل زمانہ کو ہم ہلاک کر چکے)

نحو: کَم یہ اھلکنا کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور یروا کم میں عمل کے سلسلہ میں معلق ہے کیونکہ کَم سے پہلے آنے والا عامل اس پر عمل نہیں کرتا خواہ کم استفہامیہ ہو یا خبریہ کیونکہ اس کی اصل استفہام ہے البتہ اس کا معنی جملہ میں نافذ ہے اور اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (کہ وہ ان کی طرف لوٹ کر نہیں آتے)

نحو: یہ کم اھلکنا سے معناً بدل ہے لفظاً نہیں تقدیر کلام اس طرح ہے الم یروا کثرۃ اھلاکنا القرون من قبلھم کونھم انھم غیر راجعین الیھم کیا ان کو معلوم نہیں کثرت سے اہل زمانہ کو ان سے پہلے ہلاک کرنا اور اُنکا ان کی طرف واپس نہ آنا۔

قدرت کی نشانی، احیائے موتی کی دلیل:

۳۲: وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ (اور ان میں کوئی ایسا نہیں جو مجتمع طور پر ہماری طرف حاضر نہ کیا جائے)

قراءت: لَمّا کو تشدید کے ساتھ شامی، عاصم، حمزہ نے پڑھا اور الا کے معنی میں لیا۔ اور اِن نافیہ ہے۔ دیگر قراء نے لَمَا کو تخفیف کے ساتھ پڑھا اس طور پر کہ ما تاکید کا صلہ ہے اور ان کو مخففہ من المثقلہ ہے اور لما کی لام اس کے جواب میں ہے اور ما تاکید کیلئے لایا گیا۔ اور کلّ کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں آئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سب کو اٹھایا اور جمع کیا جائے گا۔ اور حساب کیلئے حاضر کیا جائے گا۔ یا عذاب کیلئے جمع کیا جائے گا۔ یہاں کلّ کے متعلق جمیع کے لفظ سے خبر دی کیونکہ کُلّ کا لفظ احاطہ کیلئے آتا ہے۔ جمیع بروزن فعیل بمعنی مفعول ہے۔ اور اس کا معنی اجتماع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محشر تمام کو جمع کرے گا۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ۝۳۳ وَجَعَلْنَا

اور ان لوگوں کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے، ہم نے اسے زندہ کیا اور ہم نے اس سے غلے نکالے سو وہ اس میں سے کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں

فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ۝۳۴ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ

کھجوروں کے اور انگوروں کے باغ پیدا کیے اور ہم نے اس میں چشمے جاری کر دیئے۔ تاکہ وہ اس کے پھلوں سے کھائیں

وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝۳۵ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ

اور اسے ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا، سو کیا وہ شکر ادا نہیں کرتے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے زمین سے پیدا ہونے والی چیزوں سے

الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۶

ہر قسم کی چیزیں پیدا فرمائیں اور ان لوگوں کی جانوں سے اور ان چیزوں میں سے جنہیں یہ لوگ نہیں جانتے۔

۳۳: وَاٰيَةٌ لَّهُمُ (اور ایک نشانی ان کے لئے) اور ایک نشانی اس بات پر دلالت کرنے کیلئے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کریں گے مردہ زمین کو آباد کر دینا ہے۔ اٰیۃ مبتدأ اور لھم خبر ہے۔ نمبر۲۔ اٰیۃ مبتدأ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو اور لھم اس کی صفت ہے اور الارض المیتۃ اس کی خبر ہے۔ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ (مردہ زمین) خشک زمین۔

قراءت: مدنی نے المیتۃ کو تشدید سے پڑھا ہے۔ اَحْيَيْنٰهَا (ہم نے اس کو زندہ کیا) بارش سے۔

نحو: نمبر۱۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ جو کہ زمین کے مردہ ہونے کا نشانی ہونا بیان کرنے کیلئے لایا گیا اور اسی طرح نسلخ بھی مستانفہ ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ نسلخ کو الیل اور احیینٰھا کو الارض کی صفت قرار دیں۔ کیونکہ یہاں مراد جنس لیل اور جنس ارض ہے۔ کوئی معین ارض و لیل مراد نہیں۔ اس لئے افعال کو ان کی صفت بنانے میں نکرات جیسا سلوک کیا گیا ہے۔ فعل کے اس قسم کے معارف کی صفت بننے میں اشکال نہ رہا۔ اس کی مثال کلام عرب میں موجود ہے۔ وَلَقَدْ اَمُرُّ علی اللئیم یسُبُّنِی اللئیم کی صفت یسُبُّنِی ہے۔ وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا (اور ہم نے اس میں سے غلے نکالے) یہاں جنس (حبًا) غلہ مراد ہے۔ فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ (پس ان میں سے لوگ کھاتے ہیں)۔

وجہ تقدیم:

منہ ظرف کو مقدم کر کے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ غلہ ہی وہ چیز ہے جس سے گزران زندگی کا بڑا حصہ متعلق ہے اور اسی کے استعمال سے انسانی جسم کی اصلاح و درستی ہے جب یہ کم ہو جائے تو قحط پڑ جائے اور نقصان واقع ہو اور جب نایاب ہو تو ہلاکت سر آ سوار ہو اور مصائب اتر پڑیں۔

۳۴: وَجَعَلْنَا فِيْهَا (اور ہم نے اس میں لگائے) یعنی زمین میں جَنّٰتٍ (باغات) مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ (کھجوروں اور انگوروں کے) وَّ فَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ (اور ہم نے اس میں چشمے جاری کردیئے) اخفش کے نزدیک مِن زائدہ ہے اور دوسروں کے نزدیک مفعول محذوف ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ماینفعون بہ ۔

۳۵: لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ (تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا پھل کھائیں) ثمرہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔ای لیاکلوا مما خلقہُ اللہ من الثمر۔

قراءت: من ثُمُرِہٖ حمزہ، علی نے پڑھا ہے۔

وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ (اور اس میں سے جس کو ان کے ہاتھوں نے لگایا) یعنی اور اس میں سے جو ان کے ہاتھوں نے بونا، سیراب کرنا پیوند کرنا وغیرہ اعمال کیے یہاں تک کہ پھل اپنی میعاد کو پہنچا۔مطلب یہ ہے کہ پھل فی نفسہٖ اللہ تعالیٰ نے بنایا اور پیدا کیا اس میں بنی آدم کی محنت کے آثار بھی پائے جاتے ہیں۔اس کی اصل مِن ثمرنا ہے جیسا پچھلی آیت میں جعلنا، فجرنا کے صیغے دلالت کرتے ہیں۔پھر بطریق التفات متکلم سے کلام کو غیبت کی طرف پھیر دیا گیا۔نمبر۲۔اور یہ بھی درست ہے کہ ضمیر کا مرجع النخیل ہو اور اعناب کی طرف بلا ضمیر لوٹائے چھوڑ دیں لیکن یہ تو معلوم ہے کہ اس کا نخیل والا حکم ہے کیونکہ اکل ثمرہ کی وجہ سے یہ اس سے معلق ہے۔نمبر۳۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ مراد ثمر مذکور ہو۔اور وہ جنات ہیں۔جیسا کہ رؤبہ شاعر کا قول ہے۔فیها خطوط من بیاض و بُلَق۔ کانہٗ فی الجلد تولیع البھق اس سے سوال کیا گیا تو اس نے کہا میری مراد کانَّ ذلك ہے۔حفص کے علاوہ کوفی قراء نے مَا عَمِلَتْ پڑھا اور اہل کوفہ کے تمام مصاحف میں اسی طرح ہے اور مصاحف اہل حرمین اور بصرہ، شام میں ضمیر کے ساتھ ما عَمِلَتْهُ ہے۔ایک قول یہ ہے ما نافیہ ہے اس طرح کہ پھل کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور لوگوں کے ہاتھوں نے اس کو نہیں بنایا اور نہ ہی لوگوں کو اس پر قدرت حاصل ہے۔اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ (پھر وہ شکر کیوں ادا نہیں کرتے) سستی کرتے ہوئے اس میں شکر ادا کرنے پر آمادہ کیا گیا۔

تمام اصناف کو وہی پیدا کرنے والا ہے:

۳۶: سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ (پاک ہے وہ ذات جس نے تمام مقابل اقسام پیدا کیں) ازواج کا معنی اصناف ہے۔ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ (ان میں سے جن کو زمین اگاتی ہے) جیسے کھجوریں، درخت، کھیتیاں اور پھل وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ (اور ان آدمیوں سے بھی) اولاد مذکر و مؤنث وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ (اور ان چیزوں میں سے جن کو لوگ نہیں جانتے) اور بعض اصناف ایسی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مطلع نہیں فرمایا۔اور نہ ان کی پہچان تک انسان پہنچے ہیں۔وادیوں اور سمندروں میں بہت سی ایسی اشیاء ہیں جن کو لوگ جانتے ہی نہیں۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۖۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۟ۙ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ

اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے، ہم اس سے دن کو کھینچ لیتے ہیں سو وہ اچانک اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ اور سورج اپنے ٹھکانے کی

لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۟ؕ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ

طرف چلتا ہے، یہ اس کا مقرر کیا ہوا ہے کہ جو زبردست ہے علم والا ہے۔ اور اس نے چاند کے لیے منزلیں مقرر کر دیں یہاں تک کہ وہ کھجور کی ٹہنی کی طرح

الْقَدِيْمِ ۟ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ

رہ جاتا ہے، نہ تو سورج کی مجال ہے کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ کر پہلے آسکتی ہے اور سب

فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۟

ایک ایک دائرہ میں تیر رہے ہیں۔

رات کی نشانی:

۳۷: وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ (اور ایک نشانی ان کے لئے رات ہے کہ ہم اس پر سے دن کو اتار لیتے ہیں) ہم اس میں سے دن کو اس طرح نکال لیتے ہیں کہ دن کی روشنی میں سے کوئی چیز بھی اس کے ساتھ باقی نہیں رہتی، نمبر۲۔ اس سے روشنی کو ہم اس طرح کھینچ لیتے ہیں جیسے سفید قمیص کھینچی جاتی ہے پس نفس زمانہ اسی طرح ننگا ہو جاتا ہے جیسا سیاہ حبشی کیونکہ آسمان و زمین کے مابین سیاہ فضا ہے اس کے بعض حصے نے سورج کی روشنی اسی طرح پہن لی جیسا کہ اندھیرے گھر میں دیا روشن کر دیا جائے۔ جب دیا غائب ہو تو پھر گھر پہلے کی طرح اندھیر ہو جاتا ہے۔ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ (پس یکایک وہ لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں) یعنی اندھیرے میں داخل ہو جاتے ہیں۔

سورج کا مقصد:

۳۸: وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ (اور سورج چلتا رہتا ہے) اور ان کے لئے سورج کا چلنا نشانی ہے۔ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا (اپنے ٹھکانے کی طرف) اپنی اس حد کی طرف پہنچتا ہے، نمبر۱۔ سورج کو مسافر کے مستقر سے تشبیہ دی جبکہ وہ اپنا فاصلہ طے کرے۔ نمبر۲۔ اپنی حد کیلئے جیسا کہ ہر روز اپنی آنکھوں سے اس کا چلنا دیکھتے ہیں اور وہ مستقر مغرب ہے۔ نمبر۳۔ اپنے معاملے کی انتہاء کیلئے دنیا کے اختتام تک۔ ذٰلِكَ (یہ) اس اندازے سے چلنا اور دقیق حساب تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ (اندازہ باندھا ہوا ہے اس کا جو زبردست) اپنی قدرت کے ساتھ ہر مقدور پر غالب ہے۔ الْعَلِيْمِ (علم والا ہے) ہر معلوم کا۔

منازلِ قمر:

۳۹: وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ (اور چاند کیلئے منازل مقرر کیں)

نحو: قراءت القمر: اس فعل کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر قدرنا کر رہا ہے۔ مکی، نافع، ابوعمرو، سہل نے اس کو مرفوع پڑھا اور مبتدأ قرار دیا اور قدرنا کو خبر بنایا یا اٰیۃ لھم کو مبتدأ اور القمر خبر یا عکس مان کر مرفوع پڑھا گیا۔ مَنَازِلَ (منزلیں) وہ اٹھائیس منزلیں ہیں۔ جن میں سے ہر ایک منزل میں ہر رات کو چاند اترتا ہے نہ اس کو عبور کرتا ہے اور نہ اس سے پیچھے رہتا ہے ابتدائی رات سے لے کر برابر انداز سے اٹھائیسویں منزل تک چلتا رہتا ہے۔ پھر دو راتیں چھپ جاتا ہے۔ جبکہ مہینہ کامل ہو اور اگر مہینہ ناقص ہو تو ایک رات چھپتا ہے۔ قدرنا ہ منازل میں مضاف کا حذف ماننا ضروری ہے۔ کیونکہ نفس قمر کے لیے تقدیر منازل کا کوئی معنی نہیں۔ کلام اس طرح ہوگا۔ نمبرا۔ قدرنا نورہ یزید و ینقص یا قدرنا مسیرہٗ منازل ۔پس یہ ظرف ہوگا۔ جب چاند اپنی آخری منازل میں پہنچتا ہے تو باریک اور کمان کی طرح ہو جاتا ہے۔ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ (یہاں تک کے وہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی) کھجور کی شاخ جب خشک اور ٹیڑھی ہو جائے العرجون بروزن فعلون ہے۔ یہ انعراج بمعنی انعطاف ہے۔ الْقَدِيْمِ (پرانی) جب یہ شاخ پرانی ہوتی ہے۔ تو زرد پڑ جاتی اور کبڑی ہو جاتی ہے۔ پس چاند کے ساتھ اس کی مشابہت تین طرح سے ہے۔

وہ ایک دوسرے کو پکڑ نہ سکیں گے:

۴۰: لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ (نہ آفتاب کی مجال ہے) نہ سورج کو جائز درست و مناسب ہے۔ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ (کہ چاند کو جا پکڑے) پس اس کے ساتھ ایک وقت میں جمع ہو جائے اور اس کی سلطنت میں مداخلت کر کے اس کے نور کو مٹا دے کیونکہ ہر دو سیاروں کو اپنے اپنے دائرے میں غلبہ ہے۔ سورج کو دن پر غلبہ اور چاند کا غلبہ رات پر ہے۔ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ (نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے) رات دن سے سبقت نہیں کر سکتی یعنی رات کی نشانی دن کی نشانی سے سبقت نہیں کر سکتی۔ یہ دونوں روشن سیارے اس ترتیب پر رہیں گے یہاں تک کہ قیامت آئے۔ پھر اللہ تعالیٰ سورج و چاند کو جمع کر دیں گے اور سورج مغرب سے طلوع کریں گے۔ وَكُلٌّ اس کی تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے ای و کلّھم اور ضمیر شموس و اقمار کی طرف راجع ہے۔ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (ہر ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں) یعنی چل رہے ہیں۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿٤١﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ

اور ان لوگوں کے لیے ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ اور ہم نے ان کے لیے کشتی جیسی چیزیں

مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿٤٣﴾ اِلَّا رَحْمَةً

پیدا کیں جن پر یہ لوگ سوار ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم چاہیں تو انہیں ڈبو دیں سو ان کی کوئی بھی فریادرسی کرنے والا نہ ہو اور نہ انہیں چھٹکارا دیا جائے۔ مگر یہ کہ ہماری

مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿٤٤﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ

مہربانی ہو جائے اور ایک وقت مقررہ تک فائدہ دینا منظور ہو۔ اور جب ان سے کہا جائے گا کہ تم اس سے ڈرو جو تمہارے آگے ہے اور جو پیچھے ہے تا کہ تم پر

تُرْحَمُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَاِذَا

رحم کیا جائے۔ اور ان کے رب کی نشانیوں میں سے جو نشانی بھی ان کے پاس آتی ہے اس کی طرف سے اعراض کرنے والے بن جاتے ہیں۔ اور جب

قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ

ان سے کہا جاتا ہے کہ اس میں سے خرچ کرو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے تو کافر لوگ اہل ایمان سے کہتے ہیں کہ کیا ہم لوگ ان لوگوں کو کھلائیں جنہیں

يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٤٧﴾

اللہ چاہے تو کھلا دے، بات یہی ہے کہ تم کھلی ہوئی گمراہی میں ہو۔

۴۱: وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ (اور ایک نشانی ان کے لئے یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو سوار کیا)۔

قراءت: ذریاتھم مدنی وشامی نے پڑھا ہے۔

فِى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (بھری کشتی میں) مشحون بھری ہوئی ذریت سے مراد اولاد ہے۔ اور جن کا اٹھانا ان کو مقصود ہو۔ وہ ان کو خشکی وسمندر کی تجارتوں کیلئے بھیجتے تھے۔ نمبر۲۔ آباء مراد ہیں کیونکہ یہ اضداد میں سے ہے اس صورت میں فلک سے مراد سفینۂ نوح علیہ السلام۔

ایک قول:

یہ ہے کہ اس کا معنی اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو اس میں سوار کر دیا یعنی ان کے پہلے آباء واجداد کو اس میں سوار کر دیا جبکہ وہ اور ان کی اولادیں اپنے باپوں کی اصلاب میں تھیں۔ یہ بات تذکرۂ احسان میں زیادہ بلیغ ہے۔

تمام جدید سواریاں:

۴۲: وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ (اور ہم نے ان کے لئے کشتی جیسی اور چیزیں پیدا کر دیں) ہٖ کی ضمیر کشتی کی طرف راجع ہے۔ مَایَرْکَبُوْنَ (جن پر یہ سواری کرتے ہیں) جیسے اونٹ جو کہ سفائن صحراء کہلاتے ہیں۔ (اب تو بیشمار قسم کی جدید سواریاں اسی قرآنی اشارے کا مصداق ہیں)

۴۳: وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ (اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں) سمندر میں فَلَا صَرِیْخَ لَهُمْ (پھر نہ تو ان کا کوئی فریادرس ہو) صریخ کا معنی فریاد کو پہنچنے والا۔ یا صریخ مصدری معنی میں ہے فریادرسی۔ وَلَا هُمْ یُنْقَذُوْنَ (اور نہ یہ نجات پا سکیں گے) نجات دیے جائیں۔

۴۴: اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِیْنٍ (مگر یہ ہماری ہی مہربانی ہے۔ اور ان کو ایک وقت معین تک فائدہ دینا ہے) ای لا ینقذون الا لرحمة منا ۔ یعنی رحمت کی وجہ سے ان کو بچایا جا رہا ہے اور اس لئے بھی تا کہ وقت مقررہ تک دنیا کے ساز و سامان سے فائدہ اٹھائیں۔

نحو: رحمة اور متاعًا مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

اگلے پچھلے گناہوں سے ڈرو:

۴۵: وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ (اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس عذاب سے ڈرو جو تمہارے سامنے ہے)۔ وَمَا خَلْفَكُمْ (اور جو تمہارے پیچھے ہے) یعنی جو گناہ کر کے آگے روانہ کر چکے اور جو ابھی کر رہے ہو۔ یا ان وقائع سے ڈرو جن میں تم سے پہلی اقوام تکذیب انبیاء کے نتیجہ میں مبتلا ہوئیں۔ اور اس سے ڈرو جو تمہارے پیچھے قیامت والی گھڑی تیار کھڑی ہے۔ یا نمبر۳۔ دنیا کی آزمائش اور عقوبت آخرت سے ڈرو۔ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (تا کہ تم پر رحم کیا جائے) تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار بن سکو۔

نحو: اذا کا جواب مضمر ہے تقدیر جواب یہ ہے اَعْرَضُوْا۔ اس کا حذف جائز ہے کیونکہ ما تاتیھم الایة اس پر دلالت کر رہی ہے۔

۴۶: وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا (اور ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی آیت ان کے رب کی آیات میں سے نہیں آئی) عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ (جس سے یہ سرتابی نہ کرتے ہوں)۔

نحو: پہلا مِنْ تاکید نفی کیلئے ہے۔ اور دوسرا تبعیض کیلئے ہے۔ یعنی ان کی عادات ثانیہ ہے کہ ہر موعظت و نصیحت کے وقت اعراض کرتے ہیں۔

وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴۸﴾ مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً

اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو۔ وہ لوگ بس ایک سخت آواز کے انتظار میں ہیں

تَاْخُذُھُمْ وَھُمْ یَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَۃً وَّلَآ اِلٰٓی اَھْلِھِمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾

جو ان کو پکڑ لے اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں۔ سو نہ تو وہ کوئی وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جا سکیں گے۔

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا ھُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّھِمْ یَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْ

اور صور پھونکا جائے گا سو وہ سب یکایک قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف جلدی جلدی چلنے لگیں گے۔ وہ کہیں گے کہ ہائے ہماری

بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ﴿سکتہ﴾ ھٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ اِنْ کَانَتْ

کم بختی ہمیں کس نے ہماری لیٹنے کی جگہ سے اٹھا دیا، یہ وہی ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ فرمایا اور پیغمبروں نے سچی خبر دی۔ بس وہ

اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً فَاِذَا ھُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَالْیَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا

ایک چیخ ہوگی سو وہ سب ہمارے پاس حاضر کر دیئے جائیں گے۔ سو اس دن کسی جان پر ذرا سا بھی ظلم نہ

وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾

ہوگا اور تمہیں صرف انہیں کاموں کا بدلہ ملے گا جو تم کرتے تھے۔

یہ پیدائشی فقیر ہیں، ہم ان کو کیوں دیں؟

۴۷: وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ (اور جب ان سے کہا جاتا ہے) اور جب مشرکین مکہ کو کہا جاتا ہے۔ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ (تم اس میں سے خرچ کرو۔ جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دے رکھا ہے) فقراء پر صدقہ کرو۔ قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰہُ اَطْعَمَہٗٓ (کافر مسلمانوں کو کہتے ہیں۔ کیا ہم ایسے لوگوں کو کھانا دیں جن کو اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو کھانے کو دیدے)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

مکہ میں کچھ زندیق لوگ تھے جب ان کو مساکین پر خرچ کرنے کیلئے کہا جاتا تو کہتے لا واللہ۔ نہیں اللہ کی قسم! کیا اللہ تعالیٰ ان کو فقیر بنائیں اور ہم ان کو کھانا کھلائیں؟ (یہ ہرگز نہ ہوگا) اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (تم صریح غلطی میں ہو) یہ مقولہ الٰہی ہے یا مؤمنین کے قول کی حکایت ہے۔ یا نمبر۳۔ ایمان والوں کو کافر جو جواب دیتے تھے یہ بھی ان میں سے ایک جواب ہے۔

۴۸: وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ (وہ کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ) الوعد سے وعدۂ بعث بعد الموت اور قیامت مراد ہے۔ اِنْ

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم اپنی بات میں سچے ہو)۔اس میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب کیا گیا۔

قیامت تو اسرافیل کی ایک صیحہ ہے:

۴۹: مَا يَنْظُرُوْنَ (نہیں وہ منتظر) اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً (مگر ایک زور کی آواز کے) اس سے نفخۂ اولیٰ مراد ہے۔ تَاْخُذُهُمْ يَخِصِّمُوْنَ (جو ان کو آ پکڑے گی اور وہ سب باہم لڑ جھگڑ رہے ہونگے)۔

قراءت: حمزہ نے سکونِ خاء و تخفیف صاد سے يَخْصِمُوْنَ پڑھا اور خصمه سے قرار دیا۔ جبکہ وہ خصومت میں غلبہ پالے۔ باقی قراء نے تشدید صاد سے پڑھا ہے۔ ای يختصمون تاء کو صاد میں مدغم کر دیا مگر مکی نے خاء کا فتحہ پڑھا تاء مدغمہ کی حرکت کو نقل کر کے خاء کو دیا۔ اور مدنی نے سکونِ خاء اور یاء اور خاء کے کسرہ سے پڑھا۔ یحییٰ نے یاء کو خاء کی اتباع میں کسرہ دیا اور دیگر قراء نے یاء کا فتحہ اور خاء کا کسرہ پڑھا۔ مطلب یہ ہے وہ قیامت ان کو آن پکڑے گی۔ جبکہ وہ معاملات میں باہمی جھگڑ رہے ہونگے۔

قیامت آنے پر ذرا فرصت نہ ملے گی:

۵۰: فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً (پس ان کو وصیت کرنے کی فرصت نہ ہوگی) اپنے معاملات میں سے کسی کے سلسلہ میں وصیت کرنے کی بھی ان کو طاقت نہ رہے گی۔ وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ (اور نہ وہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر جا سکیں گے)۔ نہ ہی اپنے مکانات کی طرف واپس لوٹنے کی قدرت رہے گی بلکہ جہاں آواز کو سن پائیں گے وہیں موت سے ڈھیر ہو جائیں گے۔

۵۱: وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ (اور صور میں پھونک ماردی جائے گی) یہ نفخہ ثانیہ ہے۔ الصور۔ قرن کو کہتے ہیں۔ یا نمبر۲۔ جمع صورة ہے۔ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ (پس وہ یکا یک قبروں سے اپنے رب کی طرف جلدی جلدی چلنے لگیں گے)۔ اجداث جمع جدث وقبر کو کہتے ہیں۔ يَنْسِلُوْن۔ (تیزی سے دوڑیں گے۔)

قراءت: ينسِلُوْن۔ سین کے کسرہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ پڑھا ہے۔

بے وقت بعث کا اقرار:

۵۲: قَالُوْا (وہ کہیں گے) یعنی کفار يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا (ہائے ہماری کم بختی ہم کو کس نے اٹھا دیا) بعثنا بمعنی اَنْشَرْنَا ہے۔ مِنْ مَّرْقَدِنَا (ہماری قبروں سے) یعنی خواب گاہوں سے۔

قراءت: حفص کے نزدیک یہاں وقف لازم ہے۔

قولِ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ:

کفار کو نیند کا ایک جھٹکا محسوس ہوگا جس میں نیند کا ذائقہ پائیں گے۔ اسی وقت اچانک آواز دی جائے گی۔ اے اہل قبور! وہ جواب دیں گے ہم کو کس نے زندہ کر کے اٹھا دیا؟ (وہ اپنے خیال کی تغلیط کر کے کہیں گے یہ نیند نہیں بلکہ انبیاء والی سچی قیامت ہے)۔

إِنَّ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿٥٥﴾ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلٰلٍ عَلَى

بلا شبہ آج جنت والے اپنے مشغلوں میں خوش ہوں گے۔ وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں ہوں گے مسہریوں پر

الْأَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿٥٦﴾ لَهُمْ فِيْهَا فٰكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿٥٧﴾ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ

تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔ اس میں ان کے لیے میوے ہوں گے اور جو کچھ طلب کریں گے انہیں وہ ملے گا۔ مہربان رب کی طرف سے

رَّحِيْمٍ ﴿٥٨﴾

ان پر سلام ہوگا۔

هٰذَا مَاوَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ (یہ وہی ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبر سچ کہتے تھے) نمبرا۔ یہ ملائکہ کا کلام ہے۔ یا متقین کا کلام ہے یا کافروں کا کلام ہے۔ ان کو اس وقت رسولوں کا سنا ہوا یاد آئے گا۔ بذات خود یہ جواب دیں گے اپنے آپ کو مخاطب کر رہے ہونگے۔ یا ایک دوسرے کو مخاطب کر کے کہیں گے۔ یا ما مصدر یہ ہے اور اس کا معنی اس طرح ہے۔ یہ رحمان کا وعدہ ہے۔ اور رسولوں کی سچائی ہے۔ گویا موعود و مصدق کو وعد اور صدق سے تعبیر کیا۔ نمبر۳۔ ما موصولہ مانیں تو تقدیر کلام یہ ہوگی ھذا الذی وعدہ الرحمٰن والذی صدقه المرسلون ای والذی صدق فیه المرسلون یہ وہی ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا اور وہ جس میں رسولوں نے سچ کہا۔

۵۳: إِنْ كَانَتْ (وہ بس) نحو اخیرہ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ (ایک زور کی آواز ہوگی جس سے یکا یک سب جمع ہو کر ہمارے پاس حاضر کر دیے جائیں گے) حساب و کتاب کیلئے۔

۵۴: پھر وہ ذکر کیا جو اس دن ان کو کہا جائے گا۔ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (پھر اس دن کسی شخص پر ذرا ظلم نہ ہوگا۔ اور تم کو بس انہی کاموں کا بدلہ ملے گا جو تم کیا کرتے تھے)۔

جنتیوں کے کچھ احوال:

۵۵: إِنَّ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ (اہل جنت بیشک اس روز اپنے مشغلوں میں خوش دل ہونگے)

قراءت: شُغُل کو کوفی، شامی نے دو ضموں سے پڑھا۔ اور مکی نے شُغْل ضمہ اور سکون سے پڑھا نافع وابوعمرو نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ مطلب یہ ہے کیا خوب مشغولیت میں اور ایسی مشغولیت جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اور وہ ضیافت ملک الجبار یا جنت کی سروں کا سننا، یا نہروں کے کنارے درختوں کے نیچے حوروں سے ہم خوابی۔

نحو: فاکھون یہ خبر ثانی ہے۔ یزید نے فَكِهُوْنَ پڑھا۔ الفاکه والفکه خوش عیشی کی چیز جس سے تلذذ حاصل کیا جائے۔ اسی سے الفکاھة خوش گپی ہے کیونکہ اس سے بھی تلذذ لیا جاتا ہے۔ اسی طرح الفاکھة فروٹ سے بھی لذت اندوزی کی جاتی ہے۔

نمبر:۲

۵۶: ھُمْ وَاَزْوَاجُھُمْ فِیْ ظِلٰلٍ (وہ اوران کی بیویاں سایوں میں)۔

نحو: ھم مبتدأ اور ازواجھم اس کا معطوف ہے۔فی ظلال یہ حال ہے۔ظلال جمع ظِلّ کی ہے۔ایسی جگہ جہاں دھوپ نہ پڑے۔جیسا ذئب وذئاب یا جمع ظلۃ کی ہے جیسے برمۃ و برام۔اس کی دلیل حمزہ علی کی قراءت ظُلَل جمع ظلۃ ہے۔ظُلہ دھوپ سے جو چیز سایہ دے مثلاً خیمہ،قنات عَلَی الْاَرَآئِکِ جمع اریکۃ پردہ دار مسہری یا بستر پردہ میں مُتَّکِـُٔوْنَ (مسہریوں پرتکیہ لگائے بیٹھے ہونگے)

نحو: یہ خبر ہے۔یا فی ضلال خبر ہے اور علی الارائك جملہ مستانفہ ہے۔

نمبر:۳

۵۷: لَھُمْ فِیْھَا فَاکِھَۃٌ وَّلَھُمْ مَّا یَدَّعُوْنَ (ان کے لئے وہاں میوے ہونگے اور جو کچھ مانگیں گے ان کو ملے گا)۔

نحو وصرف: یدعون یہ باب افتعال از دعاء ہے جو اہل جنت مانگیں وہ ان کے پاس آ جائے گا۔یا جو وہ تمنا کریں گے اہل عرب کہتے ہیں۔ادّع عَلَیّ ماشئت ای تمنہ علی۔جو تمنا کرو۔فراء نحوی کہتے ہیں: یہ الدعوی سے ہے وہ اس چیز سے نہ مانگیں گے جس کے حقدار نہ ہونگے۔

نمبر:۴

۵۸: سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ (ان کو پروردگار مہربان کی طرف سے سلام دیا جائے گا) سلام یہ ما یدعون سے بدل ہے گویا اس طرح ان کو فرمایا سلام یقال لھم سلام ان کو کہا جائے گا۔مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ ملائکہ کے واسطہ سے ان کو سلام فرمائے گا۔ نمبر۲۔بغیر واسطہ کے ان کی عظمت کے لئے اللہ تعالیٰ سلام فرمائیں گے۔یہ اہل جنت کی منتہی تمنا ہے اوران کے لئے اس سے روک نہ ہوگی۔قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے کہ فرشتے ان کے پاس رب العالمین کی طرف سے تحفۂ سلام لے کر حاضر ہونگے۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ

اور اے مجرمو! آج علیحدہ ہو جاؤ۔ اے بنی آدم کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کی تھی کہ شیطان کی عبادت مت کرنا،

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ

بلاشبہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے اور میری عبادت کرنا، یہ سیدھا راستہ ہے۔ اور یہ واقعی بات ہے کہ شیطان نے

مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾

تم میں سے کثیر مخلوق کو گمراہ کر دیا، کیا تم سمجھ نہیں رکھتے تھے۔ یہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓي اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ

آج تم اس میں داخل ہو جاؤ اپنے کفر کی وجہ سے، آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ہم سے ان کے ہاتھ کلام کریں گے

وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓي اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا

اور ان کے پاؤں اس کی گواہی دیں گے جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھوں کو مٹا دیتے سو وہ راستے کی طرف

الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰي مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا

دوڑتے پھرتے سو ان کو کہاں نظر آتا۔ اور اگر ہم چاہتے تو انہیں ان کی جگہ پر مسخ کر دیتے اس طرح پر کہ وہ جہاں ہیں وہیں رہ جاتے جس کی وجہ سے یہ نہ آگے چل سکتے

وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾

اور نہ پیچھے کو لوٹ سکتے، اور ہم جس کو زیادہ عمر دے دیتے ہیں اسے طبعی حالت پر لوٹا دیتے ہیں، کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے

کافر و مؤمن کی علیحدگی:

۵۹: وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (اے مجرمو! آج الگ ہو جاؤ)۔ مجرمو! مؤمنین سے الگ ہو جاؤ۔ یہ اس وقت ہوگا۔ جب میدانِ محشر میں مؤمنوں کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔

قولِ ضحاک:

ہر کافر کا جہنم میں ایک گھر ہوگا جس میں وہ رہے گا۔ نہ وہ کسی کو ہمیشہ کیلئے دیکھ پائے گا اور نہ اس کو کوئی دیکھے گا۔ قیامت کے دن کفار کو کہا جائے گا۔

۶۰: اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ (اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم کو تاکید نہیں کر دی تھی کہ تم) اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ

عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے) العہد وصیت، عرب کہتے ہیں۔ عهد اليه اذا وصاه، اللہ تعالیٰ کے عہد سے مراد جو دلائل عقلیہ پیدا کئے اور دلائل نقلیہ کتابوں میں اتارے عبادة الشیطان وسوسہ اندازی اور تزین میں شیطان کی طاعت۔

۶۱: وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ (اور یہ کہ میری عبادت کرنا) مجھے وحدہٗ لاشریک ماننا اور میری اطاعت کرنا۔ ھٰذا اس سے اس عہد کی طرف اشارہ ہے جو شیطان کی نافرمانی اور طاعت رحمانی کیلئے لیا گیا۔ صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (یہ سیدھا راستہ ہے) یہ راستہ جو اپنی استقامت میں انتہاء کو پہنچا ہوا ہے اور کوئی راستہ اس سے زیادہ مضبوط نہیں۔

۶۲: وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا (وہ تم میں ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کر چکا)۔ جبلاً جیم کے کسرہ اور باء مکسورہ اور تشدید کے ساتھ مدنی، عاصم، سہل نے پڑھا۔ نمبر۲۔ جبلاً تخفیف سے شامی اور ابوعمرو نے پڑھا۔ نمبر۳۔ جُبُلًّا جیم اور باء کے ضمہ اور لام کی تشدید سے یعقوب نے پڑھا۔ نمبر۴۔ جُبُلًا ضمۂ جیم وتخفیف لام کے ساتھ دیگر قراء نے پڑھا۔ یہ تمام لغات ہیں معنی تمام کا مخلوق ہے۔

اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ (پس کیا تم نہیں سمجھتے تھے) یہ استفہام توبیخ کیلئے ہے کہ تم نے عقل سے کیوں کام نہیں لیا۔

۶۳: هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (یہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا) ای توعدون بها،

۶۴: اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (آج اپنے کفر کے بدلے اس میں داخل ہو جاؤ) یعنی اپنے کفر اور جہنم کے انکار کے باعث اس میں داخل ہو جاؤ۔

کافر کا گواہی ماننے سے انکار:

۶۵: اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ (آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے) یعنی ان کو گفتگو سے روک دیں گے۔ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا (اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے) كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (جو کچھ یہ لوگ کرتے تھے)

مروی ہے کہ کافر انکار کریں گے اور جھگڑا کرنے لگیں گے (بلکہ قرآن مجید میں فرمایا وہ کہیں گے: واللہ ربنا ما کنا مشرکین) ان کے خلاف ان کے پڑوسی اور گھریلو رشتہ دار، خاندان کے لوگ گواہی دیں گے۔ وہ قسم اٹھائیں گے کہ انہوں نے بالکل شرک نہیں کیا۔ اس وقت ان کو کلام سے روک دیا جائے گا۔ اور ہاتھ، پاؤں کو بولنے کا حکم ہوگا۔ ارشاد نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ بندہ کہے گا آج میں اپنے متعلق کسی کی گواہی نہ مانوں گا سوائے اس گواہ کے جو میرے اپنے نفس سے ہو۔ پس اس کے منہ پر مہر لگا دی جائیگی اور اس کے ارکانِ جسم کو کہا جائے گا بات کرو۔ وہ اعضاء اس کے اعمال بول کر بیان کریں گے۔ پھر کلام کے بعد اس کو تخلیہ میں چھوڑ دیا جائے گا۔ وہ اپنے اعضاء کو مخاطب کر کے کہے گا۔ تمہارا ستیاناس ہو۔ میں تمہاری طرفداری کیلئے تو جھگڑ رہا تھا۔

[مسلم، ۲۹۶۹]

درت سے ان کی آنکھوں کو ملیامیٹ کر سکتے ہیں:

۶۶: وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓی اَعْیُنِهِمْ (اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھوں کو ملیامیٹ کر دیتے) ضرور ہم ان کو اندھا کر دیتے اور ان کی بصارت لے جاتے۔ الطمس آنکھوں کا شگاف پاٹ کر پوٹہ کا نشان مٹا دینا۔ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ (پھر یہ راستے کی طرف دوڑتے پھرتے)۔

نحو: جار کو حذف کر کے فعل کو ملا دیا۔ ای استبقوا الی الصراط فَاَنّٰی یُبْصِرُوْنَ (پھر ان کو کہاں نظر آتا) انی یہاں کیف کے معنی میں ہے۔ پھر اس وقت وہ کیسے دیکھتے جبکہ ہم ان کی آنکھیں مٹا چکے؟

پتھر بنانے کی قدرت:

۶۷: وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ (اور اگر ہم چاہتے تو ان کی صورتیں بدل ڈالتے) بندر و سور یا پتھر بنا دیتے۔ عَلٰی مَكَانَتِهِمْ (ان کی جگہ پر باقی رکھتے ہوئے)

قراءت: ابوبکر و حماد نے مکاناتھم پڑھا۔ المکانۃ والمکان ایک ہیں جیسے المقامۃ والمقام۔ مطلب یہ ہے جن گھروں میں گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں ان کے اندر ہی ہم ان کی شکلیں مسخ کر دیتے فَمَا اسْتَطَاعُوْا (نہ طاقت رکھتے) یعنی آنے جانے کی قدرت نہ رہتی یا مُضِیًّا (آگے چلنے کی) وَّلَا یَرْجِعُوْنَ (نہ پیچھے لوٹ جانے کی)۔

جوانی سے بڑھاپے کی قدرت ہے تو اٹھانے کی قدرت کیوں نہیں؟

۶۸: وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ (جس کی ہم زیادہ عمر کر دیتے ہیں اس کو الٹا کر دیتے ہیں)۔

قراءت: عاصم و حمزہ نے نُنَكِّسْهُ پڑھا ہے۔ التنکیس۔ چیز کو الٹا کرنا۔ باقی قراء نے ننکسہ فی الخلق سے لیا یعنی اس میں اس کو پلٹ دیتے ہیں۔ یعنی جس کی عمر کو ہم طویل کرتے ہیں۔ اس کے اعضاء کو پلٹ دیتے ہیں۔ پس طاقت کی جگہ ضعف و کمزوری آجاتی ہے۔ جوانی کی بجائے بڑھاپا آجاتا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ ہم نے شروع میں کمزور جسم والا پیدا کیا اور عقل و علم بنائے پھر ان کو بڑھنے والا بنایا۔ یہاں تک کہ یہ جوانی کو پہنچا اور اپنے میں کمال پایا اور اپنے حقوق و فرائض کو سمجھنے اور جاننے والا بن گیا۔ پھر جب عمر کی انتہاء کو پہنچا تو پھر اس کو پلٹ دیا۔ فِی الْخَلْقِ (طبعی حالت میں) ہم نے اس کو کم ہونے والا بنا دیا۔ یہاں تک کہ یہ ایسی حالت کی طرف لوٹ گیا جو کمزوری جسم میں بچے کی حالت کے مشابہ تھی۔ اسی طرح عقل کی قلت اور علم سے فارغ جیسا کہ تیر کو پلٹ کر اس کے بلند حصہ کو نچلا حصہ بنا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکی لا یعلم بعد علم شیئا [النحل:۷۰]

اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ (کیا یہ لوگ پھر بھی نہیں سمجھتے) کہ جو ذات ان کو جوانی سے بڑھاپے میں منتقل کرنے کی قدرت رکھتی ہے۔ اور ضعف سے قوت کی طرف لے جانے کی قدرت ہے۔ اور تیز عقل سے سٹھیانے تک لے جا سکتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ قدرت رکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں مٹا دیں اور ان کے گھروں میں مسخ کر دیں۔ اور موت کے بعد ان کو اٹھا کھڑا کریں۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِىْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝۶۹ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ

اور ہم نے ان کو شعر نہیں سکھایا اور نہ شعر ان کے لائق ہے، وہ تو بس ایک نصیحت ہے اور قرآن مبین ہے۔ تا کہ وہ اسے ڈرائے جو زندہ

حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝۷۰

ہے اور کافروں پر حجت ثابت ہو جائے۔

قراءت: مدنی، یعقوب، سہل نے تعقلون تاء سے پڑھا ہے۔

سخت الزام کا جواب:

۶۹: مشرکین مکہ آپ کو شاعر کہتے۔ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ (اور ہم نے اس کو شاعری کا علم نہیں دیا) یعنی ہم نے نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام کو شعراء کے قول نہیں سکھائے یا ہم نے ان کو تعلیم قرآن کے سبب شعر کا علم نہیں دیا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید شعر و شاعری نہیں۔ وہ تو کلام موزوں اور مقفی ہے جو معنی پر دلالت کرتا ہے۔ مگر نہ وزن نہ قافیہ۔ پس اس کے اور شعر کے درمیان کوئی مناسبت نہیں پائی جاتی جبکہ تم حقیقت کی نگاہ سے دیکھو۔ وَمَا يَنْبَغِىْ لَهٗ (اور نہ آپ کے شایان شان ہے) نہ آپ کے لئے درست ہے اور نہ آپ کے شایان شان ہے اور نہ مناسب۔ اور اگر طلب کریں تو بتکلف بھی اس کو پا نہیں سکتے مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ کو ایسا بنایا ہے کہ اگر آپ شعر بنانے کا ارادہ کریں تو نہیں بنا سکتے اور نہ زور کے ساتھ آواز کو بلند کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کو امی بنایا آپ خط کی طرف راہنمائی نہیں پا سکتے۔ تا کہ حجت زیادہ پختہ اور شبہ بالکل مٹنے والا ہو۔

ایک سوال کا جواب:

سوال: غزوہ حنین کے موقعہ پر آپ کا یہ قول ہے

انا النبی لا کذب ☆ انا ابن عبد المطلب

اور یہ قول ہے

هل انت الا اصبعٌ دميت ☆ و فی سبيل الله ما لقيت

جواب: یہ آپ کے اس کلام کی جنس سے ہے جو سلیقہ سے بغیر صنعت و تکلف کے فرمائے یہ بلا قصد اور بلا التفات موزوں ہو گیا۔ جیسا کہ لوگوں کے خطبات و رسائل و محاورات میں بلا تکلف کئی جملے موزوں ہو جاتے ہیں۔ ان کو کوئی بھی نہ شعر کہتا ہے کیونکہ اس جملے کے کہنے والے کو وزن مقصود نہیں ہوتا۔ اور ادھر شعر میں تو وزن ضروری ہے۔ صرف: آپ علیہ السلام نے لقیت کی تاء کو سکون سے پڑھا اور مطلب کی باء کو کسرہ دیا اور کذب کی باء کا فتحہ پڑھا۔ قرآن کے جنس شعر سے ہونے کی نفی کرتے ہوئے۔ فرمایا اِنْ هُوَ (یعنی سکھایا ہوا) اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ (نہیں وہ مگر نصیحت اور قرآن واضح) وہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت ہے جس

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُم مِّمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ﴿٧١﴾ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان کے لیے ان چیزوں میں سے جو ہمارے ہاتھوں نے پیدا کیں مویشی پیدا کیے ہیں سو وہ ان کے مالک ہیں۔ اور ہم نے ان مویشیوں کو ان کا فرمانبردار

فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ﴿٧٢﴾ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾

بنادیا ہے سو ان میں سے بعض ایسے ہیں جو ان کی سواریاں ہیں اور بعض ایسے ہیں جنہیں وہ کھاتے ہیں۔ اور ان مویشیوں میں ان کے لیے منافع ہیں اور پینے کی چیزیں ہیں سو کیا یہ شکر ادا نہیں کرتے۔

وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنصَرُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ

اور انہوں نے اللہ کے سوا معبود بنا لیے ہیں اس امید پر کہ ان کی مدد کردی جائے گی۔ وہ ان کی مدد نہیں کر سکتے اور وہ ان کے لیے ایک

جُندٌ مُّحْضَرُونَ ﴿٧٥﴾ فَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٦﴾

فریق ہو جائیں گے جو حاضر کردیئے جائیں گے۔ سو آپ کو ان کی باتیں رنجیدہ نہ کریں بلاشبہ ہم جانتے ہیں جو کچھ یہ لوگ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔

وقف لازم

سے جن وانس کو وعظ کیا جاتا ہے۔ وہ قرآن ایک آسمانی کتاب ہے جو محرابوں میں پڑھی جاتی ہے اور عبادت خانوں میں تلاوت کی جاتی ہے اور اس کی تلاوت پر عمل سے دونوں جہان کی کامیابی میسر آتی ہے۔ اس کے اور شعر کے درمیان کتنا بڑا فاصلہ ہے۔ شعر تو شیاطین کے وساوس کا ملغوبہ ہے۔

۷۰: لِيُنذِرَ (تا کہ وہ ڈرائے) قرآن یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

قراءت: مدنی، شامی، سہل، یعقوب نے لِتُنذِرَ پڑھا ہے۔

مَنْ كَانَ حَيًّا (ایسے شخص کو جو زندہ ہو) سوچ و بچار کرنے والا، عقل مند، کیونکہ غافل تو مردے کی طرح ہے۔ یا اس کا دل زندہ ہو۔ وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ (اور کافروں پر بات ثابت ہو جائے) اور عذاب والی بات لازم ہو جائے۔ عَلَى الْكٰفِرِينَ (کافروں پر) وہ لوگ جو تامل نہیں کرتے وہ مردوں کے حکم میں ہیں۔

چوپاؤں کو ان کے لئے بنایا:

۷۱: أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ (کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے ان کے لئے اپنی ہاتھ کی پیدا) أَيْدِينَا أَنْعَامًا (کردہ چیزوں میں سے مویشی پیدا کیے) یعنی جن کے ایجاد کے ہم خود ہی ذمہ دار ہیں۔ ہمارے سوا اور کسی کو اس پر قدرت نہیں۔ فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ (پھر یہ لوگ ان کے مالک بنے بیٹھے ہیں) یعنی ہم نے ان کو ان کی خاطر بنایا پس مالک حقیقی تو ہم ہی ہیں۔ یہ صرف ان میں تصرف کرنے والے ہیں۔ جیسے مالک تصرف کرتے ہیں۔ ان سے نفع اٹھانا ان کے ساتھ خاص کیا۔ یا مالکوں کا معنی یہ ان پر غالب اور کنٹرول کرنے والے ہیں۔

۷۲: وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ (ہم نے ان مویشیوں کو ان کا تابع بنا دیا) ہم نے ان کا مطیع کر دیا ورنہ کس کو ان پر قابو میسر آتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی تسخیر و تذلیل نہ ہوتی۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے سوار پر لازم کیا کہ وہ اس نعمت کا شکر گزار ہو اور اپنے اس قول سے تسبیح خواں ہو۔ سبحان الذی سخرلنا ھذا وما کناله مقرنین [الزخرف:۱۳]

فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ (پس ان میں سے بعض ان کی سواریاں ہیں) رکوب جس پر سواری کی جائے۔ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ (ان میں سے بعض کو وہ کھاتے ہیں) ہم نے ان کو انسانوں کا مطیع بنایا تا کہ ان کی پشت پر سواری کریں اور ان کا گوشت کھائیں۔

۷۳: وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ (اور ان لوگوں کے ان میں اور بھی منافع ہیں) ان کے چمڑوں اور اون سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔ وَمَشَارِبُ (اور پینے کی چیزیں) دودھ۔ یہ مشرب کی جمع ہے اور وہ پینے کی جگہ اور گھاٹ کو کہتے ہیں۔ یا مصدر میمی مانیں تو پینا اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ (پس کیا یہ لوگ شکر نہیں کرتے؟) ان مویشیوں کے انعام پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ کیوں نہیں ادا کرتے۔

۷۴: وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً (اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود قرار دے رکھے ہیں) لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ (اس امید پر کہ ان کو مدد ملے) یعنی شاید کے ان کے بت کسی معاملے کے پیش آ جانے پر ان کی مدد کریں۔

۷۵: لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (وہ طاقت نہیں رکھتے) یعنی ان کے معبود نَصْرَهُمْ (ان کی مدد کی) اپنے عبادت کرنے والوں کی وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ (اور وہ ان لوگوں کے حق میں ایک فریق بن جائیں گے) یعنی کفار اصنام کیلئے مددگار و معاون ہیں۔ اور ان کی خدمت کرتے ہیں۔ اور ان سے نقصان دہ اشیاء کو دور کرتے ہیں یا انہوں نے بت اس لئے بنا رکھے ہیں تا کہ وہ بت اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی مدد کریں ان کی شفاعت کریں حالانکہ معاملہ اس کے الٹ ہے جو انہوں نے اپنے خیال میں تجویز کر رکھا ہے۔ اس طرح کہ وہ قیامت کے دن ان کے لئے تیار کیا ہوا لشکر ہے۔ ان کو انہیں عذاب دینے کے لئے لایا جائے گا۔ اور ان پر جلنے والی آگ کا ایندھن بنا دیا جائے گا۔

تسلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم

۷۶: فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ (تو ان کی باتیں آپ کے لئے آزردگی کا باعث نہ بنیں)۔

قراءت: نافع نے يُحْزِنْكَ، حزنه و احزنه سے پڑھا ہے۔ مطلب یہ بنے گا۔ آپ ان کی تکذیب و ایذاء اور جفاء و ظلم کو کوئی اہمیت نہ دیں۔ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ (بلاشبہ ہم سب جانتے ہیں جو یہ دل میں رکھتے ہیں) یعنی ان کی عداوت وَمَا يُعْلِنُوْنَ (اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں)۔ اور ہم ان کو اس پر سزا دینے والے ہیں۔ پس آپ کو چاہیے کہ ان کی اس وعید سے تسلی حاصل کریں اور ان کی صورت حال کا استحضار فرمائیں تا کہ غم و رنج کا ازالہ ہو۔

تردید قول:

جس نے یہ خیال جمایا ہے کہ جس نے اِنَّا نعلم فتحہ سے پڑھ دیا اس کی نماز فاسد ہوگئی اور اگر اس کے معنی کا اعتقاد کر لیا تو

اس نے کفر کیا۔ یہ خیال غلط ہے۔ کیونکہ اس کو لام تعلیل کے حذف پر محمول کرنا ممکن ہے۔ اور یہ قرآن مجید میں بہت ہے۔ اور اشعار میں کثرت سے موجود ہے اور ہر کلام میں پایا جاتا ہے۔ اور تلبیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسی طرح پایا جاتا ہے۔ انّ الحمد والنعمۃ لك ۔ [رواہ البخاری والمسلم: ۱۵۴۹،۱۱۸۴]

ائمہ رحمہم اللہ میں سے امام ابوحنیفہؒ نے کسرہ اور امام شافعیؒ نے فتحہ پڑھا اور دونوں کا کلام تعلیل ہے۔ اگر تم کہو اگر مفتوح کو قولھم سے بدل بنائیں گویا اس طرح کہا گیا فلا یحزنك انا نعلم مایسرون وما یعلنون تو اس کا غلط ہونا ظاہر ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ یہ معنی تو مکسورہ کے ہوتے ہوئے بھی قائم ہے جبکہ تم اس کو قول کا مفعول بناؤ۔ پس یہ واضح ہو گیا۔ کہ حزن کا تعلق اللہ تعالیٰ کے عالم ہونے کے ساتھ ہے اور اس کا عدم تعلق کا دارومدار انّ کے مکسور و مفتوح ہونے سے نہیں ہے۔ بلکہ اس کا دارومدار تمہارے مقدر ماننے پر ہے۔ پس تم فرق کرو گے اگر تم انّ کو فتحہ سے پڑھو گے تو تعلیل کا معنی مقدر مانو گے۔ بدل کا معنی مقدر نہ مانو گے۔ جیسا کہ تم فرق کرو گے جبکہ انّ کو کسرہ سے پڑھو گے۔ تو تعلیل کا معنی مقدر مانو گے۔ مفعولیت کا معنی مقدر نہیں مان سکتے۔

پھر اگر تم کسرہ یا فتحہ کی تقدیر مانو اور اس سے بقول قائل اتنی بڑی مصیبت آن پڑتی ہو کہ اس سے کفر لازم آجاتا ہے حالانکہ اس میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر غم کرنے کی ممانعت کی گئی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کفار کی ظاہری و باطنی حالت کو جاننے والے ہیں۔ اور آپ کے حزن کی نہی آپ کے حزن کا اثبات نہیں بنتا۔ جیسا کہ اس قول میں ہے۔ فلا تکونن ظھیرًا للکافرین [القصص:۸۶] اور ولا تکونن من المشرکین [الانعام:۱۴] اسی طرح فلاتدع مع اللہ الھًا آخر [القصص:۸۸] (میں نہی نہ کرنے سے شرک وغیرہ کا اثبات لازم آتا ہے۔ پس دونوں میں بڑا فرق ہے فافہم)

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ

کیا انسان کو اس کا علم نہیں ہے کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا سو اچانک وہ علانیہ طور پر جھگڑالو ہو گیا۔ اور ہمارے بارے میں مثل بیان کرنے لگا

نَسِيَ خَلْقَهٗ ۚ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ

اور اپنی پیدائش کو بھول گیا اس نے کہا کہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی، آپ فرما دیجئے کہ انہیں وہی زندہ فرمائے گا جس نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا فرمایا

وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ۙ ﴿۷۹﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ

اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ جس نے تمہارے لئے ہرے درخت سے آگ پیدا کی سو اچانک تم اس میں سے

تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۚ

جلاتے ہو جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ ان کے جیسے پیدا فرما دے،

بَلٰى ۚ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ

ہاں وہ قادر ہے اور وہ بڑا پیدا کرنے والا ہے خوب جاننے والا ہے۔ اس کا معمول یہی ہے کہ جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمائے تو یوں فرما دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتی ہے۔ سو

الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

۷۷: یہ آیت ابی بن خلف کے متعلق نازل ہوئی۔ جبکہ اس نے ایک پرانی ہڈی لی اور آپ ﷺ کے سامنے اپنے ہاتھ سے اس کو ریزہ ریزہ کر کے کہنے لگا۔ اے محمد ﷺ کیا تمہارا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہڈی کو ریزہ ریزہ ہونے کے بعد زندہ کر دے گا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جی ہاں اور تمہیں اٹھائے گا۔ اور جہنم میں داخل فرمائے گا۔ [واحدی اسباب النزول: ۲۴۶]

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ (کیا آدمی کو یہ معلوم نہیں کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا) جو مرد کی پیشاب والی نالی سے نکلتا ہے۔ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ (پس وہ اعلانیہ اعتراض کرنے لگا) مبین اس نے جھگڑا کھلے طور پر کیا یعنی وہ اپنے اصل کی ذلت اور حقارت پر قائم ہے کہ اپنے رب سے جھگڑا پر اتر آیا اور اس کی مردوں کو زندہ کرنے والی قدرت کا انکار کر دیا کہ ریزہ ریزہ ہونے کے بعد ہڈیاں کیونکر زندہ ہو سکتی ہیں۔ پھر اس کا جھگڑا اللہ تعالیٰ کی ایسی صفت میں ہے جو اس پر سب سے زیادہ لازم اور ملصق ہے کہ یہ خود مردہ سے پیدا شدہ ہے۔ اور یہ اپنے مرنے کے بعد اس کے اٹھائے جانے کا انکار کر رہا ہے۔ اور یہ مکابرہ کی انتہاء ہے۔ (کہ اپنے اوپر گزرنے والی اتنی بڑی بداہت کا انکار کرنے لگا) (مترجم)

۷۸: وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا (اور یہ ہماری شان میں ایک عجیب مضمون بیان کرتا ہے) ہڈیوں کا ریزہ ریزہ ہونا۔ وَّ نَسِيَ خَلْقَهٗ (اور

اپنی پیدائش کو بھول گیا) جو کہ منی سے ہوتی ہے۔اوروہ ہڈیوں کے زندہ کرنے سے زیادہ غریب ہے۔

نحو : خَلْقَهٗ مصدر کو مفعول کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ای خلقناه ایاه (ہم نے اس کو پیدا کیا ہے۔)

قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ (اور کہتا ہے کہ ہڈیوں کو جبکہ وہ بوسیدہ ہوگئی کون زندہ کردے گا؟) رمیم پرانی ہڈیوں کو کہتے ہیں یہ نام ہے وصف نہیں جیسا کہ الرِّمۃ اور الرفات وغیرہ ہیں۔اسی لئے یہاں مؤنث نہیں لائے حالانکہ یہ مؤنث کی خبر بن رہی ہے۔

ایک استدلال' ایک قول:

جو ہڈیوں میں زندگی کو ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں مردار کی ہڈیاں اس لیے نجس ہیں کیونکہ موت ان میں مؤثر تھی زندگی کے ان میں اترنے سے پہلے۔اس قول پر استدلال اسی آیت سے کیا گیا ہے۔

قولِ احناف رحمہم اللہ:

ہمارے ہاں ہڈیاں طاہر ہیں۔اسی طرح بال اور پٹھے بھی پاک ہیں کیونکہ حیات ان میں مؤثر نہیں۔پس موت بھی مؤثر نہیں (مگر یہ قول درست نہیں اس طرح کہنا زیادہ مناسب ہے کہ سبب نجاست دم مسفوح ہے اور ان میں دم مسفوح نہیں اسلئے نجس نہیں۔کذا قال العلماء) آیت میں احیائے عظام سے مراد اسی حالت میں لوٹانا ہے جیسا کہ زندہ حساس بدن میں تروتازہ تھیں۔

۷۹: قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَا (آپ جواب میں کہہ دیجئے۔کہ ان کو وہ زندہ کریگا۔جس نے اول بار ان کو پیدا کیا ہے) انشاء ھا کا معنی ان کو پیدا کیا ہے۔اَوَّلَ مَرَّةٍ (پہلی مرتبہ) یعنی ابتداء وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ (وہ سب طرح کا پیدا کرنا جانتا ہے) خَلْق۔ مخلوق کے معنی میں ہے۔علیم اللہ تعالیٰ پر اس کے اجزاء مخفی نہیں اور نہ مخفی ہو سکتے ہیں۔خواہ خشکی وسمندر میں منتشر ہو جائیں۔وہ ان کو جمع کر کے اسی طرح لوٹا دے گا۔

۸۰: الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا (وہ ایسا ہے کہ ہرے درخت سے تمہارے لئے آگ پیدا کر دیتا ہے)۔ فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ (پھر تم اس سے آگ سلگا لیتے ہو) توقدون کا معنی سلگانا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق کے عجائبات کے ذکر کرتے ہوئے فرمایا سبز درخت سے آگ کا سلگانا جبکہ آگ اور پانی میں تضاد ہے۔اور پانی سے آگ بجھتی ہے۔وہ چقماق ہے جس سے جنگلی لوگ آگ جلاتے ہیں۔اور اکثر تو مرخ وعفار نامی درختوں اور اسی طرح کے دیگر درختوں کی ٹہنیوں کو رگڑ کر سلگاتے ہیں۔ان کی امثلہ میں مشہور۔[کتاب الامثال:۲۰۲] فی کل شجرنار واستمجد المرخ و العفار، ویسے تو ہر درخت میں آگ ہے مگر مرخ وعفار میں تو کثرت سے پائی جاتی ہے۔ان دونوں درختوں کی تازہ مسواک جیسی ٹہنیاں کاٹ لیں اور مرخ (نر درخت) عفار (مؤنث درخت) پر رگڑ دیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگ اس سے سلگنے لگتی ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ہر درخت میں آگ ہے صرف عفار کے درخت میں نہیں۔ کیونکہ کپڑوں کیلئے اس کو پیسا جاتا ہے۔ پس جو ذات درخت میں آگ اور پانی جمع کرنے کی قدرت رکھتا ہے وہ انسان میں موت وحیات کے درمیان سزا دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ دو اضداد میں سے ایک کے اجزاء کو دوسرے پر باری باری جاری کر دینا یہ عقل کے لحاظ سے اس سے بہت آسان ہے کہ بلا ترتیب ان کو ایک جگہ جمع کیا جائے۔ الاخضر لفظ کی بناء پر ہے اور معنی کا لحاظ کر کے الخضراء پڑھا گیا ہے۔ پھر بیان فرمایا کہ جو ذات آسمان وزمین کی اتنے عظیم الشان ہونے کے باوجود پیدا کر سکتی ہے وہ انسانوں کی تخلیق پر بدرجہ اولیٰ قادر ہیں۔

آسمانوں کے خالق پر انسان کا اعادہ کیا مشکل؟

۸۱: اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اور جس نے آسمان اور زمین پیدا کیے ہیں کیا وہ) بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَھُمْ (اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے آدمیوں کو پیدا کر دے) مثل کا مطلب آسمان وزمین کے مقابلہ میں ان جیسے چھوٹے ہیں یا مثل کا مطلب جیسے پہلے تھے اسی طرح ان کو لوٹا دے۔ کیونکہ لوٹانا ابتداء کی طرح ہے۔ کیا ایسا نہیں بَلٰی (کیوں نہیں) یعنی آپ فرما دیں کیوں نہیں وہ اس پر قادر ہے۔ وَھُوَ الْخَلّٰقُ (وہ بیشمار مخلوقات کو پیدا کرنے والا ہے)۔ الْعَلِیْمُ (وہ بے شمار معلومات والا ہے)۔

۸۲: اِنَّمَآ اَمْرُہٗ (بیشک اس کی شان یہ ہے) اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ (جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے کہ اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا) اس کے ہونے کا ارادہ فرما لیتے ہیں۔ فَیَکُوْنُ (پس وہ ہو جاتی ہے) وہ پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی اس چیز کو وجود میں لامحالہ آنا ہی ہے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ مکونات اس کی تخلیق وتکوین سے ہوتی ہیں۔ لیکن یہاں تعبیر ایجاد کے لفظ کن سے فرمائی گئی ہے۔ بغیر اس کے کہ اس کی طرف سے یہ کاف، نون ہوں۔ درحقیقت یہ سرعت ایجاد کو سمجھانے کی تعبیر ہے گویا وہ فرما دیتے ہیں۔ جیسا کہ تم پر کن کا قول ثقیل نہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ پر ابتدائے خلق واعادہ ثقیل ومشکل نہیں۔

قراءت: فیکون شامی اور علی نے یقول پر عطف کر کے پڑھا۔ اور رفع کی وجہ یہ ہے کہ یہ جملہ مبتدا وخبر ہے۔ کیونکہ اس کی تقدیر عبارت یہ ہے فھو فیکون اور اس کا عطف اس کے مثل جملہ پر ہو سکتا ہے اور وہ امرہ ان یقول لہ کن ہے۔

۸۳: فَسُبْحٰنَ (تو اس کی ذات پاک ہے) اس میں اللہ تعالیٰ کا اس سے منزہ ہونا بیان کیا گیا جو مشرکین بیان کرتے تھے اور ان کے مقولہ پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے۔ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ (جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا پورا اختیار ہے) یعنی وہ ہر چیز کا بادشاہ ہے۔

نکتہ: مَلَك میں واؤ اور تاء کا اضافہ کر کے ملکوت کا لفظ لایا گیا اس سے مقصود مبالغہ ہے۔ مطلب یہ ہے وہ ہر چیز کا مالک ہے۔ وَّاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ (اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے)۔ تم موت کے بعد لوٹائے جاؤ گے اس سے پیچھے رہ نہیں سکتے۔

قراءت: یعقوب نے تَرْجِعُوْنَ پڑھا ہے۔

فضائل:

① رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر چیز کا ایک دل ہے اور قرآن کا دل سورۂ یٰسین ہے۔ جس نے اللہ کی رضامندی کی خاطر یٰسین پڑھی اللہ تعالیٰ اس کو بخش دینگے اور اس کو اتنا اجر دینگے جتنا اس نے بائیس (۲۲) مرتبہ قرآن پڑھا۔

(رواہ الترمذی ۲۸۸۷)

② رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنی حاجت کے لئے یٰسین پڑھی اس کی ضرورت پوری کردی جاتی ہے۔ (الدارمی)

③ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اس کو اس حال میں پڑھا کہ وہ بھوکا تھا۔ اللہ اس کو سیر کردینگے اگر وہ پیاسا تھا اللہ اس کو سیراب کردینگے۔ اگر وہ ننگا تھا۔ تو اللہ اس کو لباس پہنادینگے اگر وہ خوفزدہ تھا اللہ اس کو امن میں کردینگے اگر وہ گھبراہٹ میں تھا اللہ اس کو مانوس کردینگے اور اگر وہ فقیر تھا اللہ تعالیٰ اس کو غنی کردینگے اگر وہ جیل میں تھا اللہ تعالیٰ اس کو نکلوادینگے اگر وہ قیدی تھا تو اس کو آزاد کروادینگے اگر وہ راستہ گم کرنے والا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو راستہ دکھادینگے اگر وہ مقروض ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے قرضے کو اپنے خزانوں سے ادا فرمادینگے۔ اس سورت کا نام الدافعہ اور القاضیہ ہے۔ کیونکہ یہ برائی کو دفع کرتی اور اس کی ہر حاجت کو پورا کرتی ہے۔ واللہ اعلم

سورۂ یٰسین کا تفسیری ترجمہ آج مورخہ ۱۲ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ بعد نماز عشاء تکمیل پذیر ہوا۔ والحمد للہ علی ذلک۔

سُوْرَةُ الصّٰفّٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاثْنَانِ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ صافات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو بیاسی (۱۸۲) آیات اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ﴿١﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ﴿٢﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ﴿٣﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ﴿٤﴾

قسم ہے صف بنا کر کھڑے ہونے والے فرشتوں کی، پھر ان فرشتوں کی جو بندش کرنے والے ہیں، پھر ان فرشتوں کی جو ذکر کی تلاوت کرنے والے ہیں۔ بلاشبہ تمہارا معبود ایک ہے

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿٥﴾ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا

جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، اور رب ہے مشارق کا۔ بلاشبہ ہم نے قریب والے آسمان کو زینت دی ہے

بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ ﴿٦﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿٧﴾ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ

خاص زینت یعنی ستاروں کے ذریعہ۔ اور حفاظت کی ہے ہر سرکش شیطان سے۔ یہ لوگ عالم بالا کی طرف کان نہیں

الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿٨﴾ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴿٩﴾ اِلَّا مَنْ خَطِفَ

لگا سکتے اور وہ ہر جانب سے مار کر دھکے دیئے جاتے ہیں اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔ سوائے اس شیطان کے جو اچک کر

الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿١٠﴾

لے بھاگے تو اس کے پیچھے ایک شعلہ دہکتا ہوا لگ لیتا ہے۔

چار اقسام اور ان کی قسمیں:

۳،۲،۱: وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا۔ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا (اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو صف باندھے کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی جو روکنے والے ہیں روکنا) فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا (پھر ان فرشتوں کی جو ذکر کی تلاوت کرنے والے ہیں) اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی مختلف جماعتوں کی قسم اٹھائی۔ نمبر۲۔ یا ان کے نفوس کی کہ نماز میں صف بستہ ہیں پھر بادلوں کو چلانے کیلئے ڈانٹ ڈپٹ کرنے والے ہیں اور الہام خیر کے ذریعہ معاصی سے روکنے والے ہیں۔ پھر کتب منزلہ میں سے اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کرنے والے ہیں۔ یہ ابن عباس، ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور مجاہد کا قول ہے۔

نمبر۳۔ ان علمائے عاملین کے نفوس کی قسم کھائی گئی جو تہجد میں اپنے قدم جمانے والے اور اسی طرح دیگر نمازوں میں۔ پھر جو

مواعظ ونصائح سے ڈانٹ ڈپٹ کر کے معاصی سے روکنے والے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت ،شرائع و احکامات کو پڑھانے والے ہیں۔نمبر۴۔غازیوں کی جانوں کی قسم اٹھائی ہے جواللہ تعالیٰ کی راہ میں صف باندھ کر جہاد میں مصروف ہیں۔اور جہادی گھوڑوں کو تیز دست چلانے کیلئے ڈانٹنے والے ہیں۔اوراس حالت میں بھی ذکرالٰہی میں مصروف ومشغول رہتے ہیں۔

نحو : صفا، زجرا دونوں مصدر مؤکد ہیں۔اور فاء ترتیب تفاضل فی الصفات کو ظاہر کرتی ہے۔فضیلت کو صف بستگی پھر زجر پھر تلاوت سے مقید کیا گیا یا اس کا عکس پہلے تلاوت پھر زجر پھر صف بندی۔

۴:اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ (کہ تمہارا معبود ایک ہے)

نحو : یہ جواب قسم ہے یا ایک قول کے مطابق یہ کفار کے قول اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا [ص:۵] کا جواب ہے۔

۵:رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (وہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے)

نحو : یہ خبر کے بعد دوسری خبر ہے یا مبتدأ محذوف ھو کی خبر ہے۔

مطالع الشمس:

وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ (اور جو ان کے مابین ہے اور پروردگار ہے طلوع کرنے کے مواقع کا) مشارق سے سورج کے مطالع مراد ہیں۔اور وہ تین سو ساٹھ ہیں۔اور اسی طرح مغارب بھی۔ہر روز سورج ایک مطلع سے ظاہر ہوتا ہے۔اور ایک مغرب میں ڈوب جاتا ہے۔دو دن ایک مطلع سے نہ طلوع کرتا اور نہ ہی دو دن ایک مغرب میں غروب ہوتا ہے۔

سوال : قرآن مجید میں رب المشرقين و رب المغربين فرمایا گیا۔

حل : وہ سردی و گرمی کے دو مشرق و مغرب مراد ہیں۔اور جہاں رب المشرق والمغرب آیا تو وہاں مطلقاً جہت مراد ہے۔پس مشرق ایک جہت اور مغرب دوسری جہت ہے۔(فلا اشکال)

۶:اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا (بیشک ہم ہی نے رونق دی اس طرف والے آسمان کو) الدنیا سے مراد جو تم سے قریب تر ہے۔یہ ادنیٰ کی مؤنث ہے۔بِزِيْنَةِ نِ الْكَوَاكِبِ (عجیب آرائش یعنی ستاروں کے ساتھ)

قراءت: حمزہ اور حفص نے زینۃ سے اس کو بدل قرار دیا۔تقدیر عبارت یہ ہوئی۔انا زينا السماء الدنيا بالكواكب بزينة الكواكب ہم نے آسمان دنیا کو کواکب سے یعنی آرائش کواکب سے زینت دی۔ابوبکر نے محل زینۃ سے بدل مان کر پڑھا یا اعنی کو مضمر مانا یا مصدر منون کو مفعول میں عامل قرار دیا بزينة الكواكب دیگر قراء نے مصدر کو فاعل کی طرف مضاف مانا۔تقدیر کلام یہ بتائی بان زانتها الكواكب اور اس کی اصل بزينة بالكواكب یا اضافت المفعول تسلیم کر کے اصل اس طرح نکالی بان زان الله الكواكب و حسّنها لانها انما زينت السماء لحسنها فى انفسها اور اس کی اصل بزينة بالكواكب قراءت ابوبکر کی بناء پر۔

۷:وَحِفْظًا (اور حفاظت بھی کی ہے) اس کو معنی پر محمول کیا ہے۔معنی یہ ہے۔انا خلقنا الكواكب زينة للسماء وحفظا من

الشیاطین (بیشک ہم نے ستاروں کو آسمان کیلئے زینت اور شیاطین سے حفاظت کا ذریعہ بنایا) جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا ولقد زیّنّا السماء الدنیا بمصابیح وجعلنٰھا رجومًا للشیاطین [الملک:۵] یا نمبر۲۔فعل معلل مقدر ہے گویا اس طرح کہا گیا وحفظا من کل شیطان زینا ھا بالکواکب اور ہر شیطان سے حفاظت کیلئے ہم نے اس کو ستاروں سے زینت دی ہے۔ یا اس کا معنی اس طرح لیں۔حفظنا ھا حفظا (ہم نے اس کی حفاظت کی حفاظت کرنا۔) مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ (ہر شریر شیطان سے)مارد جو اطاعت سے نکلنے والا ہو۔

۸: لَا يَسَّمَّعُوْنَ (وہ شیاطین کان نہیں لگا سکتے)

نحو :اس میں ضمیر ہر شیطان کی طرف ہے اور کیونکہ وہ شیاطین کے معنی میں ہے۔

قراءت: ابوبکر کے علاوہ کوئی قراء نے یسمعون صرف میم کو مشدد پڑھا ہے۔اور اس کی اصل یتسمّعون ہے۔التسمع سماع کا پیچھا کرنا۔کہا جاتا ہے تسمع فسمع۔مناسب یہ ہے کہ کلام منقطع ابتدائی بنے۔چوری سننے کیلئے کان لگانے والوں کی حالت کی پڑتال کرتے ہوئے اور اس بات کے پیش نظر کہ وہ ملائکہ کے کلام کو سننے یا زبردستی اس پر کان لگانے کی قدرت نہیں رکھتے۔

ایک قول یہ ہے اس کی اصل یہ ہے لئلا یسمعوا لام کو حذف کر دیا جیسا کہ اس قول میں حذف کیا جئتك ان تکرمنی پس ألا یسمعوا باقی رہ گیا۔پھر اَن کو حذف کر دیا اور اس کے عمل کو ضائع کر دیا۔جیسا اس ارشاد میں ہے۔الا اَیُّھا الزّاجِری اَحْضُرُ الوغٰی۔

مگر اس قول میں ظلم و زیادتی ہے قرآن مجید کو اس قسم کی امثال سے محفوظ کرنا ضروری ہے۔دونوں حذف انفرادی طور پر قابل رد نہیں۔لیکن ان دونوں حذف کا اجتماع قابل انکار ہے۔اور سمعت فلانایتحدث اور سمعت الیه یتحدث و سمعت حدیثه اور سمعت الی حدیثه میں فرق یہ ہے کہ متعدی بنفسہٖ ادراک کا فائدہ دیتا ہے۔اور متعدی بالی اصغاء مع الا دراک کے لئے مفید ہے۔اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى (عالم بالا کی طرف) یعنی عالم ملائکہ کیونکہ وہ آسمانوں کے ساکنین ہیں۔اور جن وانس یہ ملاء الاسفل ہیں۔کیونکہ یہ سکانِ ارض ہیں۔وَيُقْذَفُوْنَ (وہ دھکے دیئے جاتے ہیں مار کر) یعنی ان پر شہاب ثاقب پھینکے جاتے ہیں۔مِنْ كُلِّ جَانِبٍ (ہر طرف سے) آسمان کی تمام جوانب و اطراف سے جس طرف سے بھی بات چرانے کیلئے اوپر چڑھیں۔

دُنیا میں شہاب سے آخرت میں عذاب سے:

۹: دُحُوْرًا نحو: یہ مفعول لہ ہے۔ای یقذفون للدحور (دھتکارنے کیلئے) ان پر شہاب پھینکے جاتے یا یہ حال ہے۔اس حال میں کہ وہ دھتکارے ہوئے ہیں۔یا یہ مفعول مطلق معناً مان لیں۔کیونکہ قذف و طرد قریب المعنی ہیں۔گویا اس طرح کہا گیا یدحرون دحورًا۔یا یقذفون قذفا وَلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ (اور ان کے لئے دائمی عذاب ہوگا) واصب دائم کے معنی میں ہے یہ وصوب سے بنا ہے کہ یہ دنیا میں شہابوں سے سنگسار کیے جاتے ہیں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عذاب دائمی

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ بَلْ عَجِبْتَ

سو آپ ان سے دریافت کریجئے کیا وہ پیدائش کے اعتبار سے زیادہ سخت ہیں یا ہماری پیدا کی ہوئی دوسری چیزیں، بے شک انہیں ہم نے چپکتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے بلکہ آپ تعجب کرتے ہیں

وَيَسْخَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَقَالُوْٓا

اور وہ لوگ تمسخر کرتے ہیں۔ اور جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو نصیحت کو نہیں سمجھتے۔ اور جب وہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ہنسی اڑاتے ہیں۔ اور انہوں نے کہا

اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَوَاٰبَاۗؤُنَا

کہ یہ کھلے ہوئے جادو کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے۔ کیا ہمارے

الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ

پرانے باپ دادے بھی۔ آپ فرما دیجئے ہاں اور تم ذلیل ہو گے۔ بس وہ ایک للکار ہو گی سو یکایک وہ سب کھڑے

يَنْظُرُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۲۰﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ

دیکھ رہے ہوں گے۔ اور یوں کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی یہ تو روز جزا ہے۔ یہ فیصلہ کا دن ہے جس کو تم

تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾

جھٹلایا کرتے تھے۔

کی خاص قسم تیار کر رکھی ہے جو ان سے منقطع نہ ہو گی۔

۱۰: اِلَّا مَنْ (مگر جو شیطان) من محل رفع میں لایسمعون کی واؤ سے بدل ہے مطلب یہ ہے لایسمع الشیاطین الا شیطان الذی (وہ شیاطین نہیں سن پاتے مگر وہ شیطان جو) خَطِفَ الْخَطْفَةَ (کچھ خبر لے بھاگے) یعنی چھین لے کچھ چھیننا یعنی فرشتوں کی کلام میں سے جلدی سے کچھ لے لے۔ فَاَتْبَعَهٗ (اس کا پیچھا کرتا ہے) آملتا ہے۔ شِهَابٌ (ایک رجم والا ستارہ) ثَاقِبٌ (روشن)۔

مشکل کی ایجاد مشکل نہیں تو آسان تر کی کیسے مشکل ہو؟

۱۱: فَاسْتَفْتِهِمْ (پس ان سے آپ پوچھئے) کفارِ مکہ سے استفسار کرو۔ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا (کیا یہ لوگ بناوٹ میں زیادہ مضبوط ہیں) خلقت میں مضبوط تر ہیں۔ عرب کا قول ہے شدید الخلق و فی خلقه شدة یا اصعب خلقا و اشقهٗ اس معنی میں کہ اس میں ان کے انکارِ بعث کی تردید کی گئی ہے۔ اور وہ ذات جس کو اتنی بڑی مخلوقات بنانا آسان ہے۔ اور ان کی ایجاد میں اسے کوئی

مشکل پیش نہ آئی تو انسان کی پیدائش تو اس پر آسان تر ہے۔ اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا (یا ہماری پیدا کردہ یہ چیزیں) اس سے مراد مخلوقات میں سے جن کا تذکرہ ہوا مثلاً ملائکہ، آسمان وزمین اور جو ان کے مابین ہے۔

مَنْ کا لفظ عقلاء کو غیروں پر غلبہ دے کر ذکر کر دیا۔ اور اس پر ان قراء کی قراءت دلالت کرتی ہے۔ جنہوں نے ام من عددنا تخفیف وتشدید کے ساتھ پڑھا۔ اِنَّا خَلَقْنٰھُمْ مِّنْ طِیْنٍ لَّا زِبٍ (ہم نے ان کو چپکتی مٹی سے پیدا کیا ہے) لازب چپکنے کے معنی دیتا ہے یا لازم کرنا۔ اور یہاں اس کو اس طرح پڑھا گیا ہے۔ یہ ان قراء کے خلاف شہادت ہے کہ یہ ضعیف ہے کیونکہ جو چیز مٹی سے بنائی جاتی ہے۔ اس کی صفت صلابت وقوت سے نہیں لائی جاتی۔ یا یہ ان کے خلاف حجت ہے کہ طین لازب وہی منی ہے جس سے ان کو پیدا کیا گیا۔ پھر مٹی سے پیدا ہونے پر ان کو کیوں تعجب ہے کہ وہ کہہ رہے ہیں ء اذا کنا ترابًا [الرعد:۵] اس معنی کی تائید اس کے بعد انکار بعث کے تذکرہ کا آنا بھی ہے۔

۱۲: بَلْ عَجِبْتَ (بلکہ آپ تعجب کرتے ہیں) کہ یہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں۔ وَیَسْخَرُوْنَ (اور یہ لوگ تمسخر کرتے ہیں) آپ سے اور آپ کے اس تعجب کرنے سے یا آپ کو ان کے انکار بعث پر تعجب ہے۔ اور وہ معاملۂ بعث کا تمسخر اڑاتے ہیں۔

قراءت: حمزہ، علی نے بل عجبتُ پڑھا ہے۔ میں نے اس کو بہت بڑا سمجھا ہے۔ العجب جب کسی چیز کو بڑا سمجھا جائے گا۔ تو اس وقت جو گھبراہٹ پیش آتی ہے اللہ تعالیٰ کے حق میں خالص بڑا قرار دینے کے معنی میں لیا گیا ہے کیونکہ گھبراہٹ کا اطلاق اس پر نہیں کیا جاسکتا یا اس کا معنی یہ ہے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے بلکہ مجھے تعجب ہے۔

۱۳: وَاِذَا ذُکِّرُوْا لَا یَذْکُرُوْنَ (اور جب ان کو سمجھایا جاتا ہے یہ سمجھتے نہیں) ان کی عادت یہ ہے کہ جب ان کو کسی چیز کی نصیحت کی جاتی ہے اس سے یہ نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

۱۴: وَاِذَا رَاَوْا اٰیَۃً (اور جب یہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں) آیت سے مراد معجزۂ انشقاقِ قمر وغیرہ۔ یَّسْتَسْخِرُوْنَ (تو اس کی وہ ہنسی اڑاتے ہیں) وہ ایک دوسرے کو تمسخر کیلئے بلاتے ہیں۔ یا تمسخر میں مبالغہ کرتے ہیں۔

۱۵: وَقَالُوْا اِنْ ھٰذَآ (اور وہ کہتے ہیں کہ یہ تو) اِن نافیہ ہے۔ ای ماھذا۔ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ (صریح جادو ہے) مبین کا معنی ظاہر۔

کفار کا قیامت پر استبعاد:

۱۶: ءَ اِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ (بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہوگئے تو کیا ہم زندہ کیے جائیں گے)

نحو: ءَ اذا یہ استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کیا جب ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔

۱۷: اَوَ اٰبَآؤُنَا (کیا ہمارے اگلے باپ دادا)

نحو: یہ ان اور اس کے اسم پر معطوف ہے۔ نمبر۲۔ مبعوثون کی ضمیر پر عطف ہے۔ معنی یہ ہے کیا ہمارے آباء بھی اٹھائے جائیں گے۔ زیادتی استبعاد کیلئے وہ مراد لیتے تھے کہ وہ قدیم ترین ہیں۔ پس ان کا اٹھایا جانا زیادہ بعید اور باطل ترین ہے۔

قراءت: أو آباؤنا۔ سکونِ واؤ کے ساتھ مدنی، شامی نے پڑھا ہے۔ یعنی انکار میں مبالغہ کیلئے کہنے لگے کیا ہم میں سے ایک

اٹھایا جائے گا۔ الْاَوَّلُوْنَ (اگلے) پہلے۔

۱۸: قُلْ نَعَمْ (آپ کہہ دیجئے کہ ہاں) تم اٹھائے جاؤ گے۔

قراءت: علی نے نِعَمْ پڑھا اور یہ دونوں لغات ہیں۔ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ (اور تم ذلیل بھی ہو گے)

ان کو جواب دیا وہ ایک مددگار ہے:

۱۹: فَاِنَّمَا یہ شرط مقدر کا جواب ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے اذا کان کذلک فما ھِیَ (پس وہ تو بس) زَجْرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ (ایک للکار ہوگی) ھی یہ شئی کی طرف نہیں لوٹتی بلکہ یہ مبہم ہے۔ اس کو اس کی خبر واضح کرنے والی ہے۔ اور یہ بھی درست ہے انما البعثۃ زجرۃ واحدۃ۔ (بیشک بعثت تو ایک ڈانٹ ہے)۔ اور وہ نفخہ ثانیہ ہے۔ الزجرۃ چیخ۔ جیسا کہتے ہیں۔ زجر الراعی الابل او الغنم۔ جبکہ وہ ان کو آواز دے کر بلائے۔ فَاِذَا ھُمْ (پس اسی وقت وہ) زندہ دیکھنے والے ہونگے۔ یَنْظُرُوْنَ (وہ دیکھنے والے ہونگے) اپنے برے اعمال کو یا وہ اترنے والے عذاب کے منتظر ہونگے۔

۲۰: وَقَالُوْا یٰوَیْلَنَا (اور وہ کہیں گے ہائے ہماری کم بختی) الویل۔ یہ ایسا کلمہ ہے جس کو کہنے والا بوقت ہلاکت کہتا ہے۔ ھٰذَا یَوْمُ الدِّیْنِ (یہ تو وہی روز جزاء ہے) یعنی وہی دن ہے جس میں ہمیں بدلہ دیا جائے گا۔ یعنی ہمارے اعمال کی جزاء دی جائے گی۔

۲۱: ھٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ (یہ فیصلہ کا دن ہے) قضاء کا دن۔ اور گمراہی و ہدایت کے درمیان فرق کا دن ہے۔ الَّذِیْ کُنْتُمْ بِہٖ تُکَذِّبُوْنَ (جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے)

تین قول:

نمبر۱۔ پھر اس میں احتمال ہے کہ ھذا یوم الدین سے احشروا تک کفار کا کلام ہو۔ جو ایک دوسرے کو وہ کریں گے۔

نمبر۲۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ملائکہ کی گفتگو ہو جو ان سے کریں گے۔ نمبر۳۔ اور یا ویلنا ھذا یوم الدین یہ کفار کا کلام ہو اور ھذا یوم الفصل یہ ملائکہ کا کلام ہو جو ان کے جواب میں کہا گیا ہو۔

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ

ظالموں کو اور ان کے ہم مشربوں کو جمع کر لو اور ان معبودوں کو جن کی وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے ، پھر انہیں

اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۳﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ بَلْ

دوزخ کا راستہ دکھادو۔ اور انہیں ٹھہراؤ بیشک ان سے سوال کیا جائے گا۔ کیا بات ہے کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ بلکہ

هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ

وہ آج سب کے سب ہار مانے ہوئے ہوں گے۔ اور ان میں سے بعض بعض کی طرف متوجہ ہو کر ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ کہیں گے کہ بے شک تم ہمارے پاس

تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ

بڑے زور دار طریقے سے آیا کرتے تھے متبوعین کہیں گے بلکہ بات یہ ہے کہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے۔ اور تم پر ہمارا کوئی زور نہیں تھا

بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا

بلکہ بات یہ ہے کہ تم سرکشی کرنے والے تھے۔ سو ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوگئی، بلاشبہ ہم سب چکھنے والے ہیں۔ سو بلاشبہ ہم نے تمہیں بہکایا بے شک ہم

غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾

خود بھی گمراہ تھے۔ سو بلاشبہ وہ لوگ آج کے دن عذاب میں شریک ہوں گے۔ بلاشبہ ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا

یقینی بات ہے کہ ان کا حال یہ تھا کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو تکبر کیا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ کیا ایک ایسے شخص کی وجہ سے

اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾

اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں جو شاعر ہے دیوانہ ہے۔

حشر اور سوالات:

۲۲، ۲۳: اُحْشُرُوْا (جمع کر لو) یہ ملائکہ کو خطاب ہے۔ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (ظالموں کو) ظالم سے کافر مراد ہیں۔ وَاَزْوَاجَهُمْ (اور ان کے ہم مشربوں کو) ان کے مماثل لوگوں کو۔ نمبر۲۔ شیاطین ساتھیوں کو نمبر۳۔ ان کی کافرہ عورتوں کو۔

نحو: یہاں واؤ بمعنی مع ہے۔ اور بعض نے کہا عطف کیلئے ہے۔ اور ظلموا کی ضمیر پر عطف کرتے ہوئے اس کو رفع سے پڑھا گیا۔ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اور جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے تھے) یعنی بت فَاهْدُوْهُمْ (پھر ان کو

بتلا دو)۔ راہنمائی کردو۔

قول اصمعی رحمہ اللہ کہتے ہیں ھدیتہ فی الدین ھدًی۔ اور اگر ھدیتہ فی الطریق کہیں تو ھدایۃ لائیں گے۔ اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِيْمِ (دوزخ کے راستہ کی طرف) آگ کی راہ۔

۲۴: وَقِفُوْهُمْ (اور ان کو ٹھہراؤ) ان کو روک لو۔ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (ان سے پوچھا جائے گا) ان کے اقوال وافعال کے متعلق۔

۲۵: مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ (اب تم کو کیا ہوا ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے) یعنی ایک دوسرے کی معاونت نہیں کرتے۔ یہ درحقیقت تناصر سے عاجزی پر توبیخ ہے۔ اس کے بعد کہ وہ دنیا میں ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے۔ یہ ابوجہل کا جواب ہے۔ جو اس نے بدر کے دن کہا۔ نحن جمیعٌ منتصر [القمر:۴۴] حال کی وجہ سے موضع نصب میں واقع ہے۔ ای مالکم غیر متناصرین۔ تمہیں کیا ہوگیا کہ تم اس حال میں ہو کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کر رہے۔

۲۶: بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ (بلکہ وہ آج فرمانبرداری کا اظہار کرنے والے ہونگے) مطیع ہونگے نمبر۲۔ ایک دوسرے کی اطاعت کرنے والے ہونگے۔ اور عاجزی کی وجہ سے اطاعت کریں گے۔ پس ہر ایک مددگار نہ ہوگا بلکہ مطیع ہوگا۔

۲۷: وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہونگے) تابع متبوع کی طرف یَّتَسَآءَلُوْنَ (وہ سوال جواب کریں گے) باہمی جھگڑیں گے۔

۲۸: قَالُوْٓا (وہ کہیں گے) پیروکار اپنے سرداروں کو اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ (تم ہم پر بڑے زور سے آتے تھے) یعنی قوت اور غلبہ کے ساتھ۔ کیونکہ دایاں ہاتھ قوت سے موصوف کیا جاتا ہے اور اسی سے پکڑا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے تم ہمیں گمراہی پر آمادہ کرتے اور زبردستی مجبور کرتے تھے۔

سرداروں کا جواب:

۲۹: قَالُوْا (وہ کہیں گے) سردار بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (بلکہ تم خود ایمان نہیں لائے تھے) یعنی تم نے خود ایمان سے انکار کیا۔ اور قدرت کے باوجود اس سے اعراض کیا۔ کفر کو اختیار کیا جو پسند کر کے نہ کہ مجبوری سے۔

۳۰: وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ (اور ہمیں تم پر کوئی زور نہ تھا) ایسا تسلط نہ تھا کہ جس سے ہم تم سے اختیار چھین لیتے اور اختیار تم سے لے لیتے۔ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ (بلکہ تم خود ہی سرکشی کیا کرتے تھے)۔ تو اپنے اختیار سے سرکشی کرنے والے تھے۔

۳۱: فَحَقَّ عَلَيْنَا (پس ہم سب ہی پر ثابت ہو چکی) ہم سب پر لازم ہوگئی۔ قَوْلُ رَبِّنَآ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ (ہمارے رب کی بات کہ ہم سب نے مزا چکھنا ہے) یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید ہے کہ ہم لامحالہ اس کے عذاب کو چکھنے والے ہیں۔ کیونکہ وہ ہمارے حال سے واقف ہے اور اگر وعید کی اس طرح حکایت کی جاتی جیسا کہ وہ ہوتی ہے تو پھر اس طرح کہا جاتا انکم لذائقون مگر اس انداز کو چھوڑ کر متکلم کے لفظ کی طرف عدول کیا گیا کیونکہ وہ اپنے نفوس کی طرف سے یہ بات کرنے والے ہونگے۔ اس کی مثال محاورۂ عرب میں اس طرح ہے۔ فقدزعمت ھوازنُ قَلَّ مالی۔ اگر اس کے قول کی حکایت کرتا تو شاعر اس طرح کہتا۔ قل

مالك۔

۳۲: فَاَغْوَیْنٰكُمْ (تو ہم نے تم کو بہکایا) تمہیں گمراہی کی طرف دعوت دی۔ اِنَّا كُنَّا غٰوِیْنَ (ہم خود بھی گمراہ تھے) پس ہم نے تمہارے گمراہ کرنے کا ارادہ کیا تا کہ ہمارے جیسے ہو جاؤ۔

دونوں کو یکساں عذاب:

۳۳: فَاِنَّهُمْ (تو وہ سب کے سب) پیروکار اور سردار تمام۔ یَوْمَىٕذٍ (اس دن) قیامت کے دن فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ (عذاب میں شریک رہیں گے) جیسا کہ گمراہی میں شریک مشترک تھے۔

۳۴: اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ (ہم ایسے مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں) مجرمین سے مشرکین مراد ہیں۔ اِنَّا (بلاشبہ) اس جیسا فعل ہم ہر مجرم سے کرتے ہیں۔

۳۵: اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَسْتَكْبِرُوْنَ (وہ لوگ ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو تکبر کیا کرتے تھے) بلاشبہ یہ کلمۂ توحید سن کر تکبر کرتے اور شرک کے علاوہ ہر چیز کا انکار کرتے تھے۔

۳۶: وَیَقُوْلُوْنَ اَىٕنَّا (اور وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم)

قراءت: أئنا کو دو ہمزہ کے ساتھ شامی و کوفی نے پڑھا۔

لَتَارِكُوْۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ (اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانہ کیلئے چھوڑ دینگے) شاعر مجنون کہہ کر مراد حضرت محمد ﷺ لیتے تھے۔

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۳۷ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ۝۳۸ وَمَا

بلکہ بات یہ ہے کہ وہ سچ لے کر آیا اور دوسرے پیغمبروں کی تصدیق کی۔ بلا شبہ تم دردناک عذاب کو چکھنے والے ہو۔ اور تمہیں

تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۳۹ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝۴۰ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ

انہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ ہاں جو اللہ کے مخلص بندے ہیں ان کا حال دوسرا ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے رزق معلوم

مَّعْلُوْمٌ ۝۴۱ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ۝۴۲ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۴۳ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝۴۴

یعنی میوے ہیں۔ اور وہ نعمت کے باغوں میں باعزت رہیں گے۔ آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝۴۵ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝۴۶ لَا فِيْهَا غَوْلٌ

ان کے پاس شراب کا ایسا جام لایا جائے گا جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا ہوا ہوگا۔ وہ شراب سفید ہوگی پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔ نہ اس سے دردِ سر ہوگا

وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ۝۴۷ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ۝۴۸ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ

اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا۔ اور ان کے پاس بڑی بڑی آنکھوں والی بیویاں ہوں گی جن کی نظریں نیچی ہوں گی گویا کہ وہ بیضے ہیں

مَّكْنُوْنٌ ۝۴۹

جو چھپے ہوئے رکھے ہیں۔

۳۷: بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ (بلکہ وہ ان کے پاس ایک سچا دین لائے) اس میں مشرکین کی تردید ہے۔ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ (اور دوسرے پیغمبروں کی تصدیق کرتے ہیں) جیسا کہ فرمایا مصدقا لما بین یدیه [آل عمران: ۳]

۳۸، ۳۹: اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ۔ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (تم سب کو دردناک عذاب چکھنا پڑے گا۔ اور تم کو اسی کا بدلہ ملے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے) بغیر کسی اضافے کے۔

۴۰: اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ (ہاں مگر جو اللہ کے خاص کئے ہوئے بندے ہیں) یعنی لیکن اللہ کے بندے۔

نحو: گویا الا بمعنی لکن استثناء منقطع ہے۔

قراءت: کوفی اور مدنی نے لام کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

تمام رزق فواکہ ہوگا:

۴۱، ۴۲: اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ۔ فَوَاكِهُ (ان کے واسطے ایسی غذائیں ہیں جن کا حال معلوم ہے یعنی میوے) رزق معلوم کی

تفسیر فواکہ سے کی گئی ہے فاکھہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو بطور لذت استعمال کی جائے نہ کہ حفاظت صحت کے لئے بطور خوراک کھائی جائے۔مطلب یہ ہے کہ ان کا تمام رزق وہ فواکہ ہی ہوگا۔کیونکہ خوراک کے ساتھ حفاظت صحت کی ان کو ضرورت نہ ہوگی اس وجہ سے کہ ان کے جسم مضبوط ہمیشگی کے لیے پیدا کیے گئے ہونگے۔پس جو کچھ بھی وہ کھائیں گے وہ لذت کے لیے ہی ہوگا۔اور یہ بھی درست ہے کہ رزق معلوم سے مراد بعض خصوصیتوں کا حامل رزق ان کو دیا جائے۔مثلاً ذائقے اور خوشبو کی عمدگی اور لذت اور حسن منظر وغیرہ۔

ایک قول یہ ہے:

کہ ان کا وقت معلوم ہوگا۔جیسا اس ارشاد میں ہے ولھم رزقھم فیھابکرۃ وعشیًّا [مریم:۶۲] اور نفس کو اسی میں زیادہ سکون ملتا ہے۔وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ (اور وہ لوگ بڑی عزت سے ہونگے) یعنی ان کی عزت کی جائیگی۔

۴۳: فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (آرام کے باغوں میں) جائز ہے کہ یہ ظرف بنے اور یہ بھی درست ہے کہ حال ہو اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ یہ دوسری خبر ہو اور اسی طرح عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ بھی۔

۴۴: عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ (تختوں کے اوپر آمنے سامنے بیٹھے ہونگے) تقابل زیادہ مانوس کرنے والا اور خوشی کی تکمیل کرنے والا ہے

۴۵: يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ (اور ان کے پاس جام شراب لایا جائے گا۔) قراءت: کاس بغیر ہمزہ کے ابوعمرو ابوجعفر اور سوسی نے پڑھا ہے۔اور حمزہ نے وقف کی حالت میں اس طرح پڑھا اور دیگر قراء نے ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے کاس شیشے کا گلاس اور شراب کو بھی کاس کہا جاتا ہے۔بقول اخفش کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں کاس کا لفظ شراب ہی کے معنی میں ہے۔حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بھی یہ تفسیر ہے۔مِّنْ مَّعِيْنٍ (بہتی ہوئی شراب سے) یعنی ایسی شراب سے جو بہنے والی ہوگی یا ایسی نہر سے جو سطح زمین پر ظاہر میں آنکھوں کے سامنے جاری ہونے والی ہو۔اس میں شراب کی وہی صفت ذکر کی گئی جو پانی کی بیان کی جاتی ہے کیونکہ وہ جنت میں نہروں کے اندر پانی کی طرح بہنے والی ہوگی۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وانھر من خمر [محمد:۱۵]

۴۶: بَيْضَآءَ (سفید) یہ جام کی صفت ہے لَذَّةٍ (لذت) لذت سے اس کی تعریف کی گئی گویا وہ بعینہ لذت ہے یا ذات لذت لِّلشّٰرِبِيْنَ (پینے والوں کو لذیذ معلوم ہوگی)

شرابِ جنت فتورِ عقل سے خالی:

۴۷: لَا فِيْهَا غَوْلٌ (نہ اس میں دردسر ہوگا) یعنی دنیا کی شراب کی طرح اس سے عقل میں فتور نہ آئے گا۔غول کا لفظ ہلاک کرنے اور بگاڑنے کرنے کے معنی میں آتا ہے۔وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ (نہ اس سے ان کو نشہ چڑھے گا) یہ نزف الشارب سے لیا گیا ہے جبکہ اس کی عقل چلی جائے۔نشے والے کو نزیف اور منزوف یعنی مسلوب العقل کہا جاتا ہے۔

قراءت: ینزفون علی اور حمزہ نے اسی طرح پڑھا ہے۔یعنی ان کو نشہ نہیں چڑھے گا۔یا ان کی شراب نشہ نہیں لائے گی اس صورت

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾ قَالَ قَآىِٕلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ قَرِیْنٌ ﴿۵۱﴾

سو ان میں سے بعض بعض پر متوجہ ہو کر ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ ان میں سے ایک کہے گا کہ بلا شبہ میرا ایک ساتھی تھا۔

یَّقُوْلُ اَىِٕنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِیْنُوْنَ ﴿۵۳﴾

وہ کہتا تھا کہ تو تصدیق کرنے والوں میں ہے۔ کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہمیں اپنے کاموں کا بدلہ دیا جائے گا۔

قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ

وہ کہے گا کیا تم جھانک کر اسے دیکھنا چاہتے ہو۔ سو وہ شخص جھانکے گا تو اس کو جہنم کے بیچ میں دیکھ لے گا۔ کہے گا کہ اللہ کی قسم قریب تھا کہ تو

كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ ﴿۵۶﴾ وَ لَوْ لَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَمَا نَحْنُ

مجھے ہلاک ہی کر دیتا۔ اور اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا تو میں بھی ان لوگوں میں ہوتا جو حاضر کئے گئے ہیں۔ یہی بات ہے نا کہ ہم

بِمَیِّتِیْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ

پہلی بار مر چکنے کے بعد نہیں مریں گے اور ہم کو عذاب نہ ہو گا۔ بلا شبہ یہ بڑی

الْعَظِیْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

کامیابی ہے۔ اسی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیئے۔

میں یہ انزف الشارب سے لیا گیا ہے۔جبکہ اس کی عقل چلی جائے یا اس کی شراب چلی جائے۔

۴۸: وَ عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ (اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی ہونگی) یعنی ان کی نگاہیں اپنے خاوندوں پر اکتفاء کرنے والی ہونگی غیر کی طرف نگاہ نہ اٹھائیں گی۔ عِیْنٌ (بڑی بڑی آنکھ والی) یہ عیناء کی جمع ہے یعنی وسیع آنکھ والی۔

۴۹: كَاَنَّهُنَّ بَیْضٌ مَّكْنُوْنٌ (گویا کہ وہ انڈے ہیں چھپے ہوئے) یہاں مکنون بمعنی محفوظ ہے ان کو شتر مرغ کے انڈے سے تشبیہ دی گئی جو چٹان میں چھپا ہوا ہو اور اہل عرب عورتوں کو اسی سے تشبیہ دیتے ہیں۔اور عورتوں کو بیضات الخدور کہتے ہیں۔

اہل جہنم سے اہل جنت کی گفتگو:

۵۰: فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ (پس وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے)۔بعض سے مراد یہاں اہل جنت ہیں اور اس کا عطف یطاف علیھم پر ہے۔مطلب یہ ہے کہ وہ شراب پئیں گے اور پینے والوں کی عادت کے مطابق باہمی گفتگو کریں گے۔شاعر کا قول ہے۔ وَمَا بَقِیَتْ مِنَ اللَّذَّاتِ اِلَّا ☆ اَحَادِیْثُ الْكِرَامِ عَلَى الْمُدَامِ۔

صرف یہی لذت باقی رہ گئی کہ محفل شراب میں شرفاء سے باتیں چلتی ہیں۔ اہل جنت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر دنیا میں ان کے حق یا خلاف جو باتیں پیش آئیں ان کا تذکرہ کریں گے۔ مگر یہاں ماضی کے صیغہ سے ذکر کیا گیا جیسا کہ قرآنی اخبار کا انداز ہے۔

۵۱، ۵۲: قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ اِنِّیۡ كَانَ لِیۡ قَرِیۡنٌ (ان میں ایک کہنے والا کہے گا کہ میرا ایک ملاقاتی تھا) یَّقُوۡلُ اَئِنَّكَ (وہ کہا کرتا تھا کیا تو)

قراءت: شامی، کوفی نے دو ہمزہ سے پڑھا ہے۔ لَمِنَ الۡمُصَدِّقِیۡنَ (تصدیق کرنے والوں میں سے ہے) قیامت کے دن کی۔

۵۳: ءَ اِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَ اِنَّا (کیا جب ہم مر جائیں گے ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا) لَمَدِیۡنُوۡنَ (ہم جزاء دیئے جائیں گے) مدینون کا معنی بدلہ دیے جائیں گے۔ یہ لفظ دین سے بناء ہے۔ وہ جزاء کو کہتے ہیں۔

۵۴: قَالَ (وہ کہے گا) وہ کہنے والا هَلۡ اَنۡتُمۡ مُّطَّلِعُوۡنَ (کیا تم جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو) آگ کی جانب تاکہ میں تمہیں تمہارا وہ ملاقاتی دکھلاؤں۔

ایک قول یہ ہے:

جنت میں ایک روشن دان ہے۔ جس سے اہل جنت اہل نار کو دیکھیں گے۔ یا اللہ تعالیٰ اہل جنت کو فرمائیں گے۔ کیا تم آگ کو جھانکنا چاہتے ہو تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ تمہارا مکان اہل نار سے کتنا دور ہے۔

۵۵: فَاطَّلَعَ (پس وہ شخص جھانکے گا) وہ مسلمان فَرَاٰهُ (پس وہ اس کو دیکھ لے گا) اپنے ملاقاتی وساتھی کو فِیۡ سَوَآءِ الۡجَحِیۡمِ (جہنم کے وسط میں) درمیانِ جہنم میں۔

۵۶: قَالَ تَاللّٰهِ اِنۡ كِدۡتَّ لَتُرۡدِیۡنِ (کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! تو تو مجھے تباہ کرنے کا تھا) اِنۡ یہ مخففہ من المثقلہ ہے۔ یہ کاد پر داخل ہے۔ جیسا کان پر داخل ہوتا ہے۔ لام کا جواب میں آنا یہ اِنۡ نافیہ اور اس میں فرق ڈالنے والا ہے۔ الارداء: ہلاک کرنا)۔

نحو: یعقوب نے دونوں حالتوں میں یاء سے پڑھا۔

۵۷: وَلَوۡلَا نِعۡمَةُ رَبِّیۡ (اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا) اس سے مراد عصمت اور توفیق الٰہی ہے جس کی بناء پر اسلام کی رسی کو تھامے رکھا۔ لَكُنۡتُ مِنَ الۡمُحۡضَرِیۡنَ (تو میں بھی پکڑے ہوئے لوگوں میں سے ہوتا) ان لوگوں میں سے ہوتا جن کو عذاب پر حاضر کیا جائے گا۔ جیسا کہ تجھے اور تجھ جیسے اور لوگوں کو حاضر کیا گیا۔

جنتی کا حال:

۵۸، ۵۹: اَفَمَا نَحۡنُ بِمَیِّتِیۡنَ اِلَّا مَوۡتَتَنَا الۡاُوۡلٰی (کیا ہم سوائے پہلی مرتبہ مرنے کے اب نہیں مریں گے) وَمَا نَحۡنُ

بِمُعَذَّبِيْنَ (اور نہ ہم کو عذاب ہوگا)۔ فاء عاطفہ ہے۔ اور عطف محذوف پر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ انحن مُخلدون منعمون فما نحن بميتين ولا معذبين ۔ (کیا ہم ہمیشہ نعمتوں میں رہیں گے ہم نہ مریں گے اور نہ عذاب دیے جائیں گے)۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ایمان والوں کا حال ہے وہ یہ کہ پہلی موت صرف ان پر آئے گی۔ مگر کفار کی حالت اس سے مختلف ہوگی اس لئے کہ وہ تو ہر گھڑی میں موت کے متمنی ہونگے۔

قولِ حکیم:

موت سے زیادہ بری کیا چیز ہے؟ اس نے کہا وہ چیز جس میں موت کی تمنا کی جائے۔ یہ بات مؤمن تحدیث نعمت کے طور پر کرے گا۔ جبکہ اس کا ساتھی سن رہا ہوگا۔ اس کی غرض اس کو توبیخ کرنا ہوگا۔ اور تاکہ اس کے دکھ میں اضافہ ہو۔ موتتنا یہ مصدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور استثناء متصل ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے لانموت الامرة یا مستثنیٰ منقطع ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے لکن الموتة الاولٰى قد كانت في الدنيا ۔ (لیکن پہلی موت دنیا میں تھی)۔ پھر اپنے اس ساتھی کو خبردار کرنے کیلئے کہے گا۔

۶۰: اِنَّ هٰذَا (بیشک یہ) وہ معاملہ جس میں ہم ہیں)۔ لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (البتہ بڑی کامیابی ہے) پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا۔

۶۱: لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ (ایسی ہی کامیابی کیلئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے)

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ

کیا ضیافت کے اعتبار سے یہ بہتر ہے یا زقوم کا درخت۔ بے شک ہم نے اس درخت کو ظالموں کے لیے فتنہ بنایا ہے۔ بلاشبہ وہ ایک درخت ہے

تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ

جو دوزخ کی گہرائی میں سے نکلتا ہے۔ اس کے پھل ایسے ہیں جیسے سانپوں کے پھن ہوں۔ سو اس میں شک نہیں کہ وہ لوگ بالضرور اس میں سے

مِنْهَا فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ

کھائیں گے سو اس سے اپنے پیٹوں کو بھر لیں گے۔ پھر بلا شبہ ان کے لیے اس درخت کے اوپر سے کھولتا ہوا گرم پانی ملا کر دیا جائے گا۔ پھر بلا شبہ

مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿۶۸﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿۶۹﴾ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ

ان کا لوٹنا دوزخ کی طرف ہو گا۔ بے شک انہوں نے باپ دادوں کو گمراہی کی حالت میں پایا۔ پھر ان کے نقش قدم پر تیزی کے ساتھ

يُهْرَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ

چلتے رہے۔ اور یہ واقعی بات ہے کہ ان سے پہلے اگلے لوگوں میں سے اکثر گمراہ ہو چکے ہیں۔ اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے ان میں ڈرانے والے

مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۷۴﴾

بھیجے ہیں۔ سو دیکھ لیجئے جن کو ڈرایا گیا ان کا کیا انجام ہوا۔ سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے۔

ایک قول:

یہ ہے یہ اسی مؤمن کا کلام ہے۔

۶۲: اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا (بھلا یہ دعوت و مہربانی بہتر ہے) نزلاً یہ تمیز ہے یعنی جنت کی نعمتیں اور جو اس میں مشروبات و مطعومات کی لذات وافرہ ہیں یہ بہترین مہربانی ہے۔

اہل نار کی خوراک اور اس کی تفصیل:

اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ (یا زقوم کا درخت) وہ بہتر مہربانی ہے؟ النزل مہمان کیلئے جو مکان پر رزق وغیرہ پیش کیا جائے۔ الزقوم تہامہ میں پیدا ہونے والا ایک کڑوا درخت (تھور)

۶۳: اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ (ہم نے اس درخت کو ظالموں کیلئے موجب امتحان بنایا ہے) آخرت میں ان کے لئے مشقت وعذاب کا باعث ہوگا۔ نمبر۲۔ دنیا میں ابتلاء کا باعث اور وہ اس طرح کہ انہوں نے کہا کہ آگ میں درخت کیسے ممکن ہے جبکہ آگ تو

درختوں کو جلاتی ہے اسلئے کفار نے اس کا انکار کر دیا۔

۶۴: اِنَّھَا شَجَرَۃٌ تَخْرُجُ فِیْٓ اَصْلِ الْجَحِیْمِ (یہ درخت ہے۔ جو جہنم کی قعر سے نکلتا ہے)

ایک قول:

اس کی جڑ تو قعرِ جہنم میں ہے اور اس کی شاخیں جہنم کے مختلف طبقات میں پہنچنے والی ہیں۔

۶۵: طَلْعُھَا کَاَنَّہٗ رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْنِ (اس کے پھل ایسے جیسے سانپ کے پھن) طلع گابھ کھجور کے لئے استعمال ہوتا ہے اس کو زقوم کے درخت پر ظاہر ہونے والے بوجھ کیلئے بطور استعارہ لایا گیا ہے۔ اور اس پھل کو رؤسِ شیاطین سے تشبیہ دے کر اس سے انتہائی نفرت وکراہت منظر ظاہر کرنا مقصود ہے کیونکہ شیطان لوگوں کے طبائع میں بہت ہی قبیح و بدصورت ہے کیونکہ خیال میں وہ مجسمۂ شر ہے۔

ایک قول:

یہ ہے الشیطان۔ ایک معروف سانپ ہے جو انتہائی بدصورت اور خوفناک ہوتا ہے۔

۶۶: فَاِنَّھُمْ لَاٰکِلُوْنَ مِنْھَا (تو وہ لوگ اس میں سے کھائیں گے) یا اس کے پھل سے کھائیں گے۔ فَمَالِئُوْنَ مِنْھَا الْبُطُوْنَ (اور اسی سے پیٹ بھریں گے)

سخت بھوک کے غالب آنے کی وجہ سے وہ اسی سے پیٹ بھریں گے۔

۶۷: ثُمَّ اِنَّ لَھُمْ عَلَیْھَا (پھر ان کو اس پر) کھانے کے بعد لَشَوْبًا (ملا کر دیا جائے گا) مِّنْ حَمِیْمٍ (گرم پانی) شدید گرم پانی جو ان کے چہروں کو جھلسا اور انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا۔ جیسا کہ اہل جنت کے مشروب کے متعلق فرمایا۔ ومزاجہ من تسنیم [المطففین: ۲۷] مطلب یہ ہے کہ وہ زقوم کے درخت سے پیٹ بھریں گے اور وہ ایسا گرم ہوگا کہ ان کے پیٹوں کو اندر سے جلا دے گا اور شدید پیاس لگے گی۔ اس پیاس سے جب خوب سزا مل جائے گی تو پھر شدید گرم مشروب پلایا جائے گا۔ اور وہ مشروب گرم پانی کے ساتھ ملا ہوا ہوگا۔

۶۸: ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَھُمْ لَاِلَی الْجَحِیْمِ (پھر ٹھکانہ ان کا دوزخ ہی کی طرف ہوگا) یعنی ان کے مقامات اور مکانات سے جو جہنم میں ہونگے اور وہ مقامات درکاتِ جہنم ہیں۔ زقوم کے درخت کی طرف لے جایا جائے گا۔ وہ اس سے کھاتے جائیں گے یہاں تک کہ اکتا جائیں گے۔ پھر ان کو گرم پانی پلا کر واپس طبقات دوزخ میں کر دیا جائے گا۔

ثم تراخی کیلئے آتا ہے۔ تراخی کا معنی اس میں ظاہر ہے۔

۶۹، ۷۰: اِنَّھُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَ ھُمْ ضَآلِّیْنَ۔ فَھُمْ عَلٰٓی اٰثٰرِھِمْ یُھْرَعُوْنَ (انہوں نے اپنے بڑوں کو گمراہی کی حالت میں پایا تھا۔ پھر یہ بھی ان ہی کے قدم بہ قدم تیزی کے ساتھ چلتے تھے)۔ اس میں ان کے ان مصائب میں مبتلا ہونے کا سبب دین میں اپنے آباء و

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾

اور یہ بات واقعی ہے کہ نوح نے ہمیں پکارا سو ہم کیا ہی خوب ہیں فریاد سننے والے۔ اور ہم نے نوح کو اور اس کے گھر والوں کو بڑے غم سے نجات دی۔

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ

اور ہم نے اس کی ذریت کو باقی رہنے دیا۔ اور ہم نے ان کے لیے بعد کے آنے والوں میں یہ بات رہنے دی۔ کہ نوح پر سلام ہے

فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۱﴾

جہانوں میں۔ بلا شبہ ہم مخلصین کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بلا شبہ وہ ہمارے مومن بندوں میں ہیں۔

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾

پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو غرق کر دیا۔

اجداد کی اتباع اور گمراہی میں ان کا پیچھا کرنا اور دلیل کو ترک کرنا بتلایا گیا ہے۔ الاھراع بہت تیزی کرنا گویا ان کو پیچھے سے دھکیلا جا رہا ہو۔

۷۱: وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ (اور ان سے پہلے بھی گمراہ ہو چکے ہیں) قبلھم سے مراد قریش سے پہلے اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ (اگلے لوگوں میں اکثر) گزشتہ زمانہ میں گزرنے والے لوگ جنہوں نے غور و فکر کو چھوڑ کر محض گمراہ آباء کی تقلید کی۔

۷۲: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ (ہم نے ان میں ڈرسنانے والے بھیجے تھے)۔ وہ انبیاء علیہم السلام تھے۔ جنہوں نے ان کو انجام سے ڈرایا۔

۷۳: فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ (پس دیکھ لو ان لوگوں کا کیا انجام ہوا) ان لوگوں کا جن کو ڈرایا گیا وہ تمام ہلاک کر دیے گئے۔

۷۴: اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ (مگر اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے) مگر وہ لوگ جو ان میں سے ایمان لائے اور اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کیلئے خالص کر دیا یا اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے دین کیلئے خالص کر لیا۔

قراءت: لام کے فتحہ و کسرہ کی قراءت ہے۔

منذرین کا گزشتہ زمانوں میں بھیجا جانا:

۷۵: جب منذرین کا گزشتہ زمانوں میں بھیجا جانا اور ان کا بدترین انجام ذکر کیا تو اس کے بعد نوح علیہ السلام اور ان کی اس دعا کا ذکر کیا جو انہوں نے قوم سے مایوس ہونے کے بعد فرمائی۔

حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ:

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ (اور نوح نے ہم کو پکارا) اس نے ہمیں پکارا تا کہ ہم غرق سے ان کو نجات دیں۔

ایک قول:

یہ ہے اس سے ان کے اس قول کی طرف اشارہ ہے۔ انی مغلوب فانتصر [القمر:۱۰]

فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ (پس ہم خوب فریاد سننے والے ہیں) نعم پر جو لام داخل ہے۔ یہ قسم محذوف کا جواب ہونے کی وجہ سے ہے۔ مخصوص بالمدح محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے ولقد نادانا نوح فواللّٰہ لنعم المجیبون نحن، جمع عظمت و کبریائی کو ظاہر کرنے کیلئے لائے۔ مطلب یہ ہے ہم نے اس کو بہت خوب جواب دیا۔ اور اس کے دشمنوں پر اس کو غلبہ دیا۔ اور اس کے دشمنوں سے خوب انتقام لیا۔

۷۶: وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ (اور ہم نے ان کو اور ان کے پیروکاروں کو نجات دی) اہل سے مراد ایمان والے اور ان کی اولاد مراد ہے۔

مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ (بڑے بھاری غم سے) اس سے مراد غرق ہونے کا غم ہے۔

۷۷: وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ (اور ہم نے باقی ہی ان کی اولاد کو رہنے دیا) ان کے علاوہ تمام فناء ہو گئے۔

قولِ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

تمام لوگ اس وقت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ نوح علیہ السلام کے تین بیٹے تھے۔ نمبر۱۔ سام، یہ عرب، فارس، روم کا جدامجد ہے۔ نمبر۲۔ حام یہ مشرق سے مغرب تک حبشیوں کا باپ ہے۔ نمبر۳۔ یافث یہ ترک اور یاجوج ماجوج کا باپ ہے۔

۷۸: وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ (اور ہم نے ان کے لئے پیچھے آنے والے لوگوں میں بات رہنے دی) آخرین سے مراد یہ پچھلی امتیں اور وہ بات یہ ہے۔ سلام علی نوح فی العالمین۔

انجام نوح علیہ السلام:

۷۹: سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ (سلام ہو نوح علیہ السلام پر) یعنی وہ امتیں ان کو سلام بھیجتی اور ان کے لئے دعا گو ہیں۔ یہ کلام حکایۃً نقل کی ہے جیسا کہتے ہیں۔ قراءت: سورۃ انزلنا ھا۔ میں نے ایک ایسی سورت پڑھی جس کو ہم نے نازل کیا ہے۔ فِي الْعٰلَمِيْنَ (دونوں جہاں میں) یہ سلام ان تمام میں قائم چلا آ رہا ہے۔ ان میں سے کوئی زمانہ خالی نہیں۔ گویا اس طرح فرمایا۔ ثبت اللّٰہ التسلیم علی نوح و ادامه فی الملائکة والثقلین یسلمون علیه عن آخرهم۔ اللہ تعالیٰ نے سلام کو نوح علیہ السلام کے لئے قائم کر دیا اور اس کو ہمیشہ رکھا فرشتوں اور جن وانس میں وہ تمام ان پر سلام بھیجتے ہیں۔

۸۰: اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں) اپنے مجازات اور بدلے کے اس شاندار انعام کو

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ۝۸۳ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝۸۴ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ

اور بلاشبہ نوح کا اتباع کرنے والوں میں ابراہیم بھی تھے۔ جب وہ اپنے رب کے پاس قلب سلیم لے کر آئے۔ جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے

وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ۝۸۵ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ۝۸۶ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ

اور اپنی قوم سے کہا تم لوگ کس چیز کی عبادت کرتے ہو۔ کیا اللہ کو چھوڑ کر جھوٹ موٹ کے معبودوں کو چاہتے ہو۔ سو رب العالمین کے بارے میں

الْعٰلَمِيْنَ ۝۸۷ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ۝۸۸ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ۝۸۹ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ۝۹۰

تمہارا کیا خیال ہے۔ پھر ایک نظر اٹھا کر ستاروں کو دیکھا۔ اور کہہ دیا کہ بیشک میں بیمار ہوں۔ سو وہ لوگ ان سے پشت پھیر کر چلے گئے۔

فَرَاغَ اِلٰۤى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝۹۱ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ۝۹۲ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ

سو وہ ان کے بتوں کی طرف متوجہ ہوئے سو کہا کیا تم کھاتے نہیں ہو۔ تم کو کیا ہوا تم بولتے نہیں۔ پھر ان پر قوت کے ساتھ متوجہ ہو کر

ضَرْبًۢا بِالْيَمِيْنِ ۝۹۳ فَاَقْبَلُوْۤا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ۝۹۴ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ۝۹۵ وَاللّٰهُ

مارنے لگے۔ سو وہ لوگ ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے۔ انہوں نے کہا کیا تم اس چیز کی پوجا کرتے ہو جسے خود تراشتے ہو۔ حالانکہ اللہ نے

خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۹۶ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ۝۹۷ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا

تمہیں پیدا فرمایا ہے اور ان چیزوں کو بھی جنہیں تم بناتے ہو۔ کہنے لگے کہ اس کے لیے ایک مکان بناؤ پھر اسے دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دو۔ سو انہوں نے ان کے ساتھ برا برتاؤ

فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ۝۹۸

کرنے کا ارادہ کیا سو ہم نے ان لوگوں کو نیچا دیکھنے والا بنا دیا۔

آپ کے محسن ہونے سے مُعلّل قرار دیا۔

قوم حشر:

۸۱: اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ (بیشک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے) پھر احسان کی علت ایمان کو قرار دیا۔ تاکہ ایمان کا عظیم الشان مرتبہ تمہارے سامنے واضح کر دیں اور صفات مدح و تعظیم میں یہ کم سے کم ہے۔

۸۲: ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ (پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو ڈبو دیا) یعنی کفار کو۔

ابراہیم علیہ السلام نوح علیہ السلام میں ۲۶۴۰ سال کا فاصلہ:

۸۳: وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ (اور نوح کے طریقہ والوں میں ابراہیم بھی تھے) ہ کی ضمیر نوح علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے۔

یعنی ان میں سے جنہوں نے اصول دین میں نوح علیہ السلام کی مشایعت کی یا اللہ تعالیٰ کے دین کو مضبوطی سے تھامنے اور تکذیب پر صبر وضبط میں ان کے طریقہ پر چلنے والے ابراہیم تھے۔ ان کے اور نوح علیہ السلام کے درمیان ۲۶۴۰ سال کا عرصہ ہے۔ اور درمیانے عرصہ میں صرف ہود اور صالح علیہما السلام دو پیغمبر ہوئے۔

۸۴: اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (جبکہ وہ اپنے رب کی طرف صاف دل سے متوجہ ہوئے)۔

نحو : اذ کا تعلق لفظ شیعۃ میں مشایعت کے معنی کے ساتھ ہے۔ یعنی بیشک ان میں سے جنہوں نے اس کے دین میں ان کی مشایعت کی اور اس کو تقویت دی جبکہ وہ اپنے رب کی طرف شرک سے صاف دل سے متوجہ ہوئے۔ یا دلوں کی بیماریوں سے صحیح سالم نمبر۲۔ ابراہیم سے متعلق ہے۔ نمبر۳۔ محذوف سے متعلق ہے اور وہ اذکر ہے۔ اور المجیٔ لقلبہ ربہ کا مطلب یہ ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کیلئے اپنے دل کو خالص کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان سے جان لیا تو المجیٔ کو اس جان لینے کیلئے بطور مثال بیان کیا۔

ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کے ساتھ قصہ:

۸۵،۸۶: اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ۔ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ (جبکہ انہوں نے اپنے باپ اور قوم سے فرمایا۔ تم کس چیز کی عبادت کیا کرتے ہو کیا جھوٹ موٹ کے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا چاہتے ہو)

نحو : افکًا یہ مفعول لہ ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ اتریدون آلھة من دون اللّٰہ افکًا (کیا تم ارادہ کرتے ہو اللہ کے سوا معبودوں کا افتراء کرتے ہوئے) مفعول بہ کو فعل پر بطور عنایت کے مقدم کیا اور مفعول لہٗ کو مفعول بہ پر مقدم کر دیا۔ کیونکہ سب سے اہم بات آپ کے ہاں یہی تھی کہ آپ ان کا مقابلہ اس طور پر کریں کہ وہ اپنے شرک میں افتراء و باطل پر ہیں۔

نمبر۲۔ افکاً مفعول بہ ہے یعنی اتریدون افکاً کیا تم بہتان کا ارادہ رکھتے ہو۔ پھر افک کی تفسیر آلھةً من دون اللّٰہ سے فرمائی۔ اس طور پر کہ یہ اپنی ذات کے اعتبار سے افک ہی ہے۔ نمبر۳۔ یہ حال ہے یعنی کیا تم ارادہ کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا معبودوں کا اس حال میں کہ تم افتراء پرداز ہو۔

۸۷: فَمَا ظَنُّكُمْ (تو تمہارا کیا خیال ہے) کیا ہے تمہارا گمان بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (رب العالمین کے متعلق) حالانکہ تم دوسروں کی اسے چھوڑ کر عبادت کرتے ہو۔ ما مرفوع ہے مبتدأ ہونے کی وجہ سے اور ظنکم اس کی خبر ہے۔ نمبر۲۔ تمہارا اس کے متعلق کیا گمان ہے کہ وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ اور تمہیں کس طرح سزا دیں گے۔ حالانکہ تم نے اس کے سوا اوروں کی پوجا کی۔ اور یہ جانتے ہوئے کہ حقیقی منعم اللہ تعالیٰ ہے۔ پس وہی عبادت کا حقدار تھا۔

ستاروں پر نگاہ ڈالنا:

۸۸: فَنَظَرَ نَظْرَةً فِى النُّجُوْمِ (پس ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کو ایک نگاہ بھر کر دیکھا) آپ نے ستاروں کو دیکھا اس حالت

میں کہ آپ اپنی نگاہ آسمان پر ڈالنے والے تھے۔ اپنے دل میں سوچ بچار کر رہے تھے کہ وہ کس طرح تدبیر و حیلہ کریں یا ان کو دکھایا کہ وہ ستاروں کو دیکھ رہے ہیں کیونکہ کفار کا عقیدہ ستاروں کے متعلق تھا۔ پس آپ نے ان کے وہم میں یہ بات ڈالی کہ وہ اس نشانی سے استدلال کر رہے ہیں کہ وہ عنقریب بیمار ہو جائیں گے۔

۸۹: فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ (پس آپ نے فرمایا میں بیمار ہونے کو ہوں) عنقریب بیمار ہو جائیں گے۔ یہ مرض طاعون تھا۔ اس علاقہ میں عام بیماری یہی تھی۔ وہ اس کے متعدی ہونے سے خوفزدہ تھے۔ تاکہ وہ اس سے بھاگ سکیں۔ چنانچہ وہ عید کیلئے چلے گئے۔ اور آپ کو بیت الاصنام میں چھوڑ کر چلے گئے جبکہ آپ کے ساتھ کوئی اور نہ تھا۔ پس آپ نے بتوں کے ساتھ جو حشر کرنا تھا، کیا۔ لوگوں نے کہا کہ علم نجوم برحق تھا پھر اس کی پہچان کیلئے سیکھنا منسوخ کر دیا گیا۔ کذب حرام ہے۔ مگر تعریض کرنا جائز ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے جو فرمایا یہ تعریض ہے یعنی میں عنقریب بیمار ہونے والا ہوں۔ یا جس کی گردن میں موت لٹکی ہو وہ بیمار ہی ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں۔ کفی بالسلامۃ داء۔ اور اچانک آدمی مر جائے تو کہتے ہیں۔ وہ مر گیا حالانکہ وہ صحیح تھا۔ تو ایک اعرابی کہنے لگا۔ کیا وہ آدمی صحیح ہو سکتا ہے جس کی گردن میں موت ہو۔ یا مراد ابراہیم علیہ السلام کی یہ تھی کہ تمہارے کفر کی وجہ سے میرا نفس بیمار ہے۔ (میں ہر وقت اس پر کڑھتا ہوں) جیسا کہا جاتا ہے۔ انا مریض القلب کذا۔

۹۰: فَتَوَلَّوْا (پس انہوں نے اس سے اعراض کیا) عَنْهُ مُدْبِرِیْنَ (پیٹھ پھیرتے ہوئے)

۹۱: فَرَاغَ اِلٰٓی اٰلِهَتِهِمْ (پس آپ ان کے معبودوں کی طرف مخفی طور پر مائل ہوئے) فَقَالَ (پس بطور استہزاء فرمایا) اَلَا تَاْكُلُوْنَ (تم کھاتے کیوں نہیں) اور کھانے ان کے ہاں پڑے تھے۔

بتوں کا خاتمہ:

۹۲: مَالَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ (تم بولتے کیوں نہیں) واؤ جمع سالم کی لائے کیونکہ آپ نے بمنزلہ عقلاء ان کو مخاطب فرمایا۔

۹۳: فَرَاغَ عَلَیْهِمْ ضَرْبًا (مخفی طور پر ان کی طرف متوجہ ہوئے گویا اس طرح کہا کہ آپ نے ان کو مارا مارنا) کیونکہ فراغ علیھم بمعنی ضربھم ہے۔ یا راغ علیھم ان کی طرف خفیہ گئے اس حال میں کہ آپ ان پر وار کر رہے تھے۔ بِالْیَمِیْنِ (دائیں ہاتھ سے) زوردار قوی ضرب سے کیونکہ یمین دونوں ہاتھوں میں قوی تر اور مضبوط تر ہے۔ یا قوت و متانت سے یا اس حلف کے سبب جو آپ نے اٹھایا تھا۔ جو اس قول میں مذکور ہے۔ تا اللہ لا کیدن اصنامکم [الانبیاء:۵۷]

بت پرستوں کی کارروائی:

۹۴: فَاَقْبَلُوْٓا اِلَیْهِ (پس وہ لوگ اس کے پاس آئے) یعنی ابراہیم علیہ السلام کے پاس یَزِفُّوْنَ (دوڑتے ہوئے) تیزی کے ساتھ یہ الزفیف سے نکلا ہے اور وہ تیزی کو کہتے ہیں۔

قراءت: حمزہ نے یُزِفون پڑھا اس کو ازف سے لیا۔ جبکہ وہ تیزی میں داخل ہو۔ مصدر ازفاف ہے۔ گویا معلوم ہوتا ہے کہ

بعض نے توڑتے دیکھا تھا اور دوسروں نے نہ دیکھا تھا۔ جنہوں نے دیکھا تھا وہ جلدی سے آپ کی طرف متوجہ ہوئے پھر جنہوں نے توڑتے ہوئے نہ دیکھا تھا۔ وہ بھی پہنچ گئے اور کہنے لگے ہمارے ان معبودوں کے ساتھ کس نے یہ حرکت کی ہے۔ **من فعل هذا بالهتنا انه لمن الظالمين** [الانبیاء:۵۹] دوسروں نے تعریض کے انداز سے اس طرح جواب دیا۔ **سمعنا فتى يذكرهم يقال له ابراهيم** [الانبیاء:۶۰] پھر سب مل کر کہنے لگے ہم تو ان کی عبادت کرتے ہیں اور تو ان کو توڑتا ہے؟ آپؑ نے ان کو جواباً فرمایا۔

۹۵: قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ (کیا تم ان کی پوجا کرتے ہو جن کو خود تراشتے ہو) خود اپنے ہاتھوں سے۔

۹۶: وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (حالانکہ تمہیں اور تمہاری ان بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے) اور اس نے پیدا کیا جو تم بت وغیرہ بناتے ہو؟ نمبر۲۔ ما مصدریہ ہے اس نے تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔ یہ آیت خلق افعال پر ہماری دلیل ہے یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے خالق اور تمہارے اعمال کے خالق ہیں پھر تم اس کے سوا اوروں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟

آگ میں ڈالنے کا فیصلہ:

۹۷: قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ (وہ لوگ کہنے لگے ابراہیم علیہ السلام کیلئے تیار کرو) لام اجلیہ ہے۔ بُنْيَانًا (ایک آتش خانہ) پتھروں سے جس کی طوالت تیس ہاتھ اور عرض بیس ہاتھ ہو۔ فَاَلْقُوْهُ فِى الْجَحِيْمِ (پھر اس کو اس دہکتی آگ میں ڈال دو) الجحیم سے سخت آگ مراد ہے۔

ایک قول یہ ہے:

ہر وہ آگ جو ایک دوسری کے اوپر جلائی جائے وہ جحیم ہے۔

۹۸: فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا (پس انہوں نے آپ کے ساتھ برائی کرنا چاہا) کید سے آگ میں ڈالنا مراد ہے۔ فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ (پس ہم ہی نے ان کو نیچا کر دیا) ہم نے ان کو ڈالنے کے وقت مغلوب کر دیا۔

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۰﴾

اور ابراہیم نے کہا کہ بلا شبہ میں اپنے رب کی طرف جانیوالا ہوں وہ عنقریب مجھے راہ بتا دے گا۔ اے میرے رب مجھے نیک فرزند عطا فرما۔

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ

سوہم نے انہیں حلم والے لڑکے کی بشارت دی۔ سو جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم نے کہا کہ اے میرے چھوٹے سے بیٹے بیشک میں خواب میں دیکھتا ہوں

اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ز سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

کہ تجھے ذبح کرتا ہوں سو تو غور کر لے تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کہا کہ اے ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے اس پر عمل کیجئے انشاء اللہ آپ مجھے صابروں میں

مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ لا

پائیں گے ۔ سو جب دونوں نے حکم کو مان لیا اور ابراہیم نے بیٹے کو کروٹ کے بل لٹا دیا۔ اور ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ

تم نے خواب کو سچ کر دکھایا۔ ہم بلا شبہ مخلصین کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بلا شبہ یہ کھلا ہوا

الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۰۸﴾ صلے

امتحان ہے۔ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض دے دیا۔ اور بعد کے آنے والوں میں ان کے لیے یہ بات رہنے دی

سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۱﴾

کہ سلام ہو ابراہیم پر۔ ہم اسی طرح مخلصین کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔

۹۹: پھر ابراہیم علیہ السلام آگ سے نکلے۔ وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ (ابراہیم کہنے لگے میں تو اپنے رب کی طرف جاتا ہوں) یعنی ایسی جگہ جہاں جانے کا اس نے حکم دیا۔ سَیَهْدِیْنِ (وہ مجھکو پہنچا ہی دے گا) وہ میری راہنمائی فرمائیں گے۔ جس میں میرے دین کی بھلائی ہے۔ وہ میری حفاظت کرے گا اور مجھے توفیق عنایت فرمائے گا۔ قراءت: سَیَهْدِیْنِیْ دونوں مقام پر یعقوب نے پڑھا ہے۔

بیٹے کے لئے دُعا:

۱۰۰: رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (اے میرے رب مجھکو ایک نیک فرزند دے) صالحین میں سے ایک مراد اس سے بیٹا ہے۔ کیونکہ لفظ ہبہ کو ولد پر غلبہ دیا گیا۔

قبولیتِ دُعا:

۱۰۱: فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ (پس ہم نے ان کو حکیم المزاج فرزند عنایت کیا)۔ بشارت تین چیزوں پر مشتمل ہے۔ نمبرا۔ اولاد مذکر غلام ہوگا۔ نمبر۲۔ وہ بلوغت کی عمر پائے گا۔ کیونکہ صبی کی صفت حُلُم کے لفظ سے نہیں کی جاسکتی۔ نمبر۳۔ حوصلہ مند ہوگا۔ اور اس سے بڑا حوصلہ کیا ہوگا کہ جب اس کا والد اس پر ذبح کا معاملہ پیش کرتا ہے تو وہ یہ کہتا ہے۔ ستجدنی ان شاء اللّٰہ من الصابرین [الصافات:۱۰۲] پھر اس کے لئے کامل اطاعت گزاری کا اظہار کیا۔

بیٹا ہاتھ بٹانے کے قابل ہوا تو ذبح کا حکم ہوا:

۱۰۲: فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ (جب وہ لڑکا اس کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچا) وہ اس عمر کو پہنچا کہ والد محترم کے ساتھ ان کے کاموں میں ہاتھ بٹا سکے۔ معہ کا لفظ بلغ سے متعلق نہیں۔ کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے۔ کہ حد سعی کو وہ دونوں اکٹھے پہنچے ہوں۔ نہ کہ سعی کے ساتھ اس لئے کہ مصدر کا صلہ اس سے مقدم نہیں ہوتا۔ پس اب یہ ضرورت باقی رہی کہ وہ بیان بن جائے۔ گویا جب یہ کہا فلما بلغ السعی ای الحد الذی یقدر فیہ علی السعی۔ جب وہ دوڑنے کی عمر کو پہنچ گئے یعنی اس حد کو پالیا جس میں دوڑنے کی طاقت رکھتا ہے۔ کہا گیا کس کے ساتھ؟ تو فرمایا اپنے والد کے ساتھ۔ اس وقت اسماعیل علیہ السلام کی عمر تیرہ سال تھی۔ قَالَ يٰبُنَيَّ (کہا اے میرے بیٹے) حفص کی یہ قراءت ہے۔ دیگر قراء نے یاء کے کسرہ سے پڑھا ہے۔

اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ (میں خواب دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں) دونوں میں یاء مفتوح ہے۔ حجازی اور ابو عمرو کے ہاں یہ ہے۔ ان کو خواب میں کہا گیا تم اپنا بیٹا ذبح کر ڈالو۔ اور انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے۔ جیسا کہ بیداری کی وحی۔

اسمائے ایام:

کلام میں رأیت نہیں فرمایا کیونکہ انہوں نے بار بار دیکھا۔ پس کہا گیا ہے کہ آٹھویں کی رات انہوں نے دیکھا کہ ایک قائل ان کو کہہ رہا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم کرتا ہے۔ کہ تم اس بیٹے کو ذبح کرو۔ جب صبح ہوئی تو صبح سے دوپہر تک اس میں غور وفکر کیا۔ کیا یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یا شیطان کی طرف سے اسی وجہ سے اس کا نام یوم الترویہ رکھا گیا۔ جب شام ہوئی تو پھر ایسا ہی خواب نظر آیا۔ پس انہوں نے جان لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ اسی وجہ سے اس کا نام یوم عرفہ پڑا۔ پھر تیسری رات بھی ایسا ہی خواب نظر آیا۔ پس آپ نے ذبح کا پختہ ارادہ فرمایا۔ اسی لئے اس دن کا نام یوم النحر ہے۔

فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى (پس تم سوچ لو تمہاری کیا رائے ہے) یہ رائی بطریق مشورہ سے ہے رویت العین سے نہیں۔ اور ان سے مشورہ ان کی رائے کی طرف رجوع کیلئے نہیں کیا بلکہ ان کے جزع یا صبر کو معلوم کرنے کیلئے۔

قراءت: علی، حمزہ نے تُرِی پڑھا ہے یعنی تو کیا بتاتا اور کیا ظاہر کرتا ہے اپنی رائے میں سے۔

اطاعتِ پسر:

قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ (کہا ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ کیجئے) یعنی ماتؤ مر بہ اور قراءت میں بہٖ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ (انشاءاللہ تعالیٰ آپ مجھ کو صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے) ذبح پر صبر کرنے والا۔ ایک روایت میں ہے: کہ ذبیح نے ابراہیم علیہ السلام کو کہا ابا جان یہ میری پیشانی کے بال پکڑیں اور میرے کندھوں کے مابین بیٹھ جائیں۔ تاکہ جب چھری مجھ پر چلے تو آپ کو ایذاء نہ پہنچے۔ اور ایسی حالت میں مجھے ذبح نہ کریں کہ آپ کی نگاہ میرے چہرے پر ہو۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کے دل میں رحم آ جائے۔ میرا چہرہ زمین کی طرف کرلیں۔ ایک روایت یہ ہے مجھے سجدہ کی حالت میں ذبح کردیں میری والدہ کو سلام کہہ دیں اور اگر پسند کریں تو میری قمیص والدہ کی طرف واپس کردیں۔ تاکہ ان کو صدمہ سہنے میں سہولت ہو۔ (یہ اسرائیلیات ہی کی قسم سے ہیں) (مترجم)

۱۰۳: فَلَمَّآ اَسْلَمَا (غرض جب دونوں نے تسلیم کرلیا) ۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرلی اور اس کے سامنے جھک گئے۔

قولِ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

اس نے اپنے بیٹے کو سپرد کیا اور بیٹے نے اپنے نفس کو وَتَلَّہٗ لِلْجَبِیْنِ (اور باپ نے بیٹے کو کروٹ کے بل لٹا دیا) اس کو لٹایا پیشانی کی جانب اور چاقو اسماعیل کے حلق پر رکھ کر چلایا۔ تو چاقو نہ چلا پھر چاقو اس کی گدی پر رکھ کر چلایا تو چاقو پلٹ گیا۔ اور آواز دی گئی۔ اے ابراہیم! تم نے خواب سچا کردیا۔ روایت میں ہے کہ یہ مقام منیٰ میں صخرہ کے پاس تھا۔

نحو: لمّا کا جواب محذوف ہے تقدیر کلام یہ ہے فلما اسلما وتله للجبين۔

آزمائش میں کامیابی:

۱۰۴، ۱۰۵: وَنَادَیْنٰہُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰہِیْمُ۔ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا (اور ہم نے اس کو آواز دی اے ابراہیم تم نے خواب کو سچا کردیا) یعنی تم نے سچا کر دکھایا جو ہم نے تمہیں خواب میں حکم دیا تھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کے حوالہ کردو۔ ہوا جو کچھ ہوا۔ حال خود اس پر دلالت کر رہا ہے۔ اور بیان میں لایا نہیں جاسکتا کہ ان کو کس قدر خوشی ہوئی۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتنی تعریفیں کیں اس پر کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ انعام فرمایا کہ بہت بڑی مصیبت کو اترنے کے بعد دفع فرمایا نمبر۲۔ یا جواب قبلنا منه ہے اور ناديناه اس پر معطوف ہے۔ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ (ہم اسی طرح مخلصین کو صلہ دیا کرتے ہیں) اس میں ان کو جس بات کا عادی بنایا گیا تھا کہ تکلیف کے بعد کشادگی آتی ہے۔ اس کی علت بتلائی۔

۱۰۶: اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ (حقیقت میں یہ تھا بھی بڑا امتحان) وہ کھلا امتحان جس میں مخلصین دوسروں سے الگ ہوتے ہیں۔ یا واضح مشقت۔

عظیم فدیہ:

۱۰۷: وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ (اور ہم نے اس کے عوض میں دیا ایک ذبیحہ) ذبح جس کو ذبح کیا جاتا ہے۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: وہ وہی دنبہ تھا جس کو قابیل نے قربت الٰہی کیلئے پیش کیا تھا۔ وہ جنت میں چرتا رہا یہاں تک کہ اسماعیل کے فدیہ میں دیا گیا۔ دوسری روایات میں ہے کہ اگر یہ ذبح ان سے مکمل ہو جاتا تو یہ سنت وطریقہ بن جاتا۔ اور لوگ اپنے بیٹوں کو ذبح کرتے۔ عَظِیْمٍ (بہت بڑا) بڑے جسم والا۔ فربہ۔ قربانیوں میں یہی سنت ہے۔ روایت میں ہے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام سے چھوٹ کر بھاگ گیا۔ اور جمرہ کے پاس پہنچا۔ تو آپ نے اس کو سات کنکریاں ماریں۔ یہاں تک کہ اس کو پکڑ لیا گیا۔ رمی میں یہ سنت قائم ہوگئی۔

ایک روایت ہے :

کہ جب آپ نے اس کو ذبح کیا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر ، ذبیح علیہ السلام نے کہا لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اس پر ابراہیم علیہ السلام نے کہا اللہ اکبر وللہ الحمد ۔ پس یہ سنت باقی رہی۔

استدلالِ ابوحنیفہ رحمہ اللہ:

امام صاحب نے اسی آیت سے استدلال فرمایا جو آدمی اپنے بیٹے کے ذبح کی نذر مان لے۔ وہ ایک بکری ذبح کر لے۔

قولِ اظہر:

ذبیح اسماعیل ہیں اور یہ قول ابوبکر، ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ عنہم اور تابعین کی ایک جماعت کا ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔ انا ابن الذبیحین [مستدرک حاکم ۲/۵۵۴] ایک تو آپ کے جدامجد اسماعیل اور دوسرے آپ کے والد عبداللہ ہیں۔ اور اس کا واقعہ اس طرح ہے۔ کہ عبدالمطلب نے نذر مانی کہ اگر ان کے بیٹوں کی تعداد دس تک پہنچ گئی تو سب سے آخری لڑکے کو بطور تقرب میں ذبح کرونگا۔ عبداللہ ان کے آخری لڑکے تھے۔ عبدالمطلب نے ایک سو اونٹوں کا فدیہ دیا۔ اس دنبے کے دو سینگ کعبہ میں لٹکتے رہے تا آنکہ زمانہ حجاج وابن الزبیر میں بیت اللہ کے پردوں میں آگ لگ جانے کی وجہ سے وہ جل گئے۔ اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے ابوعمرو بن العلاء سے سوال کیا ذبیح کون ہے اس نے کہا اے اصمعی تمہاری عقل کہاں گئی؟ اسحاق کب مکہ میں تھے؟ مکہ میں تو اسماعیل ہی تھے اور انہی نے اپنے والد کے ساتھ ملکر بیت اللہ بنایا اور منحر بھی مکہ میں ہے۔ اور علی، ابن مسعود، عباس اور تابعین رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ وہ اسحاق ہیں۔ اور اس پر یعقوب علیہ السلام کا خط یوسف علیہ السلام کے نام دلالت کرتا ہے۔ من یعقوب اسرائیل اللّٰہ بن اسحاق ذبیح اللّٰہ بن ابراھیم خلیل اللہ۔ (مگر تحریفات یہود کے ہوتے ہوئے یہ خط کیسے مسلم دلیل بن سکتا ہے۔ پھر اس میں اسرائیل اللہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ اگر اسراء بمعنی بندہ اور ئیل اللہ کے معنی میں ہے تو اسرائیل اللہ کا کیا مطلب ہے۔ اسی طرح اسحاق کے بعد ذبیح اللہ بڑھا دینا ان کے دائیں ہاتھ کا

کھیل ہے)۔

نکتہ:

آیت میں وفدینٰہ فرمایا اگر فدیہ دینے والے ابراہیم علیہ السلام ہیں تو اللہ تعالیٰ مفتدی منہ ہوئے کیونکہ ذبح کا حکم اسی نے دیا۔اور اللہ تعالیٰ نے ہی فدیہ کیلئے دنبہ ابراہیم کو دیا۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ عمل پہلو پر لٹانا،اور حلق پر چھری کا پھیرنا۔ذبح کے حکم میں ہے یا نہیں؟ اگر حکم ذبح میں ہے تو پھر فدیہ کا کیا معنی ہے۔حالانکہ فدیہ کی حقیقت بدل دے کر ذبح سے چھوٹ جانا ہے؟ اور اگر ذبح ہی نہ تھا تو پھر قد صدقت الرؤیا کا کیا مطلب ہے۔وہ خواب کو سچا کرنے والے تو تب بنتے جبکہ اصل یا بدل کی صورت میں ان سے ذبح پیش آتا۔حالانکہ ایسا نہیں؟

حل اشکال:

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی حتی الامکان کوشش کردی اور وہ کردیا جو ذبح کرنے والا کیا کرتا ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے چھری کو چلنے سے روک دیا۔اور یہ چیز فعل ابراہیمی میں رکاوٹ نہیں۔اور اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے دنبہ عنایت فرمایا تاکہ اس کا ذبح کرنا اس حقیقی ذبیحہ نفس اسماعیل کا قائم مقام بن سکے۔اور بدل ہو۔اور یہ نسخ حکم نہیں۔جیسا کہ بعض کو وہم ہوا۔ بلکہ یہ حکم کا ثبات و قیام ہے۔البتہ وہ محل جس کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہے۔اس پر حکم بطور فدیہ کے نہیں اترا نہ کہ نسخ۔اور یہ آزمائش تھی تاکہ امر کا حکم آخری حالت میں قائم ہو جائے۔وہ اس طرح کہ ان سے بیٹے کے حق میں یہ چاہا گیا کہ اس کی قربانی پر صبر کریں۔اور حکم کے لحاظ سے ان کو یہ قربانی کا حکم تھا۔اور فدیہ دے کر ان کو عزت بخشی گئی۔ذبح کی مشقت وتکلیف کے باعث اور صبر ومجاہدہ سے آزمائش کی مکاشفہ کی حالت کے لحاظ سے۔امر سے جب مراد پختہ طور پر ثابت ہو چکی تو نسخ کا حکم ہوا۔اس سے پہلے نہیں۔ قرآن مجید میں اس کو فداء فرمایا گیا نسخ نہیں۔

۱۰۸،۱۰۹: وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ (اور پچھلے لوگوں میں ان کی بات رہنے دی) اس پر وقف نہیں۔سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ (سلام ہو ابراہیم پر) کیونکہ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ۔وَ ترکنا کا مفعول ہے۔

۱۱۰: كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں)۔ یہاں کلام میں اِنَّا استعمال نہیں فرمایا۔جیسا کہ دوسرے مقامات پر ہے۔کیونکہ اس واقعہ میں پہلے کہا جا چکا۔اس لئے دوسری مرتبہ ذکر کرنے کی بجائے اس پر اکتفاء کیا گیا۔

۱۱۱: اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ (بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے)

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰۤى اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ

اور ہم نے انہیں اسحاق کی بشارت دی کہ وہ نبی ہوں گے صالحین میں سے ہوں گے۔ اور ہم نے ابراہیم پر اور اسحاق پر برکت دی، اور

ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ ﴿۱۱۳﴾ؑ

ان کی نسل میں سے اچھے لوگ ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں جو صریحاً اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں۔

۱۱۲: وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا (ہم نے ان کو اسحاق کی بشارت دی)

نحو: نبیا یہ اسحاق سے حال مقدرہ ہے۔ مضاف کا محذوف ماننا ضروری ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہوگی۔ وبشرناہ بوجود اسحاق نبیًا۔ ای بان یوجد مقدرۃ نبوتہ۔ ان کی نبوت کا مقدر ہونا پایا جائے۔ پس حال میں وجود عامل ہے۔ فعل بشارت عامل نہیں۔

مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ (کہ نبی اور نیک بختوں میں سے ہونگے)

نحو: یہ دوسرا حال ہے۔ اور یہ بطور ثناء لایا گیا ہے۔ کیونکہ ہر پیغمبر کا صالحین میں سے ہونا ضروری ہے۔

ابراہیم اور اسحٰق علیہما السلام پر برکات کا نزول:

۱۱۳: وَبٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰۤى اِسْحٰقَ (اور ہم نے ابراہیم اور اسحاق پر برکتیں نازل کیں) ہم نے ان پر زمین و دنیا کی برکات کا فیضان فرمایا۔ ایک قول یہ ہے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں برکت عنایت فرمائی اور اسحاق علیہ السلام پر برکت یہ تھی کہ ان کی اولاد میں ایک ہزار پیغمبر پیدا فرمائے۔ جن میں اول یعقوب اور آخری عیسیٰ علیہم السلام تھے۔ وَمِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ (ان کی اولاد میں بعضے اچھے بھی تھے) محسن یہاں مؤمن کے معنی میں ہے۔ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ (اور بعض ایسے ہیں جو اپنا نقصان کرنے والے ہیں) ظالم بمعنی کافر۔ مُبِیْنٌ (ظاہر) یا محسن الی الناس۔ لوگوں پر احسان کرنے والے اور حدود شرع سے تجاوز کر کے اپنے نفوس پر ظلم کرنے والے ہیں۔

مدارِ خیر و شر:

اس میں خبردار کیا کہ اچھائی اور برائی کا دارومدار رنگ و نسل اور عنصر پر نہیں۔ اور ان کی نسل میں کیا جانے والا ظلم و نافرمانی ان کے حق میں نقص و عیب کا باعث نہیں۔ نیک کی اولاد فاجر اور فاجر کی اولاد نیک ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ چیز عناصر اور طبائع کے معاملے کو مٹانے اور ختم کرنے والی ہے۔ ان کے بعد کیا جانے والا ظلم و زیادتی ان کے حق میں کسی قسم کے نقص و عیب کا باعث نہیں۔ اور ہر انسان کو اس کے اپنے برے فعل پر عیب لگایا جاتا ہے۔ اور جن افعال کا ارتکاب اس کے ہاتھوں نے کیا ان پر سزا دی جائے گی۔ اس پر نہیں جو اس کی اصل و فرع میں پایا جائے۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰی مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّیْنٰھُمَا وَقَوْمَھُمَا مِنَ الْکَرْبِ الْعَظِیْمِ ﴿۱۱۵﴾

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا۔ اور ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑی بے چینی سے نجات دی۔

وَنَصَرْنٰھُمْ فَکَانُوْا ھُمُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَاٰتَیْنٰھُمَا الْکِتٰبَ الْمُسْتَبِیْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَھَدَیْنٰھُمَا

اور ہم نے ان کی مدد کی سو وہ ہی غالب ہونے والے تھے۔ اور ہم نے انہیں واضح طور پر بیان کرنے والی کتاب دی۔ اور ہم نے انہیں

الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَکْنَا عَلَیْھِمَا فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰی

صراط مستقیم کی ہدایت کی۔ اور ہم نے بعد میں آنے والوں میں ان دونوں کے بارے میں یہ بات چھوڑ دی کہ سلام ہو

مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّھُمَا مِنْ عِبَادِنَا

موسیٰ پر اور ہارون پر۔ بلا شبہ ہم اسی طرح مخلصین کو صلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں

الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۲۲﴾

میں سے تھے۔

موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا تذکرہ:

۱۱۴: وَلَقَدْ مَنَنَّا (اور ہم نے احسان کیا) یعنی انعام کیا عَلٰی مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ (موسیٰ و ہارون پر) ان کو نبوت سے نواز کر۔

۱۱۵: وَنَجَّیْنٰھُمَا وَقَوْمَھُمَا (اور ہم نے ان دونوں اور ان کی قوم کو نجات دی) قوم سے بنی اسرائیل مراد ہیں۔ مِنَ الْکَرْبِ الْعَظِیْمِ (بڑے غم سے) نمبر۱۔ غرق سے نمبر۲۔ فرعونی تسلط اور اس کے حواریوں کے ظلم وستم سے۔

۱۱۶: وَنَصَرْنٰھُمْ (اور ہم نے ان کی مدد کی) یعنی موسیٰ اور ہارون علیہما السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کی۔ فَکَانُوْا ھُمُ الْغٰلِبِیْنَ (پس یہی لوگ غالب آئے) فرعون اور قوم فرعون پر۔

۱۱۷: وَاٰتَیْنٰھُمَا الْکِتٰبَ الْمُسْتَبِیْنَ (اور ہم نے ان دونوں کو واضح کتاب دی) تورات مراد ہے۔ جو اپنے بیان میں بلیغ پیرایہ رکھتی تھی۔

۱۱۸: وَھَدَیْنٰھُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (اور ہم نے ان دونوں کو سیدھے راستہ پر قائم رکھا) اہل اسلام کا راستہ۔ اور وہ انعام یافتہ لوگوں کا راستہ ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین [الفاتحہ:۷]۔

۱۱۹: وَتَرَکْنَا عَلَیْھِمَا فِی الْاٰخِرِیْنَ (اور ہم نے ان دونوں کیلئے پیچھے آنے والوں میں یہ بات رہنے دی)

۱۲۰: سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ (کہ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو)

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ

اور بلا شبہ الیاس پیغمبروں میں سے ہیں جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم نہیں ڈرتے کیا بعل کی

بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾

عبادت کرتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑے ہوئے ہو۔ جو اللہ ہے جو تمہارا رب ہے اور تمہارے باپ دادوں کا رب ہے۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ

سو ان لوگوں نے انہیں جھٹلایا لہٰذا وہ ضرور حاضر کیے جائیں گے۔ سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے، اور بعد میں آنے والوں میں

فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾

ان کے بارے میں یہ بات چھوڑ دی کہ سلام ہو الیاس پر۔ بلا شبہ ہم مخلصین کو ایسے ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔

۱۳۱: اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں)۔

۱۳۲: اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ (بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے)۔

حضرت الیاس علیہ السلام کا تذکرہ:

۱۲۳: وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (اور بیشک الیاس پیغمبروں میں سے تھے) ان کا سلسلہ نسب یہ ہے الیاس بن یاسین۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ ادریس علیہ السلام ہیں۔

قراءت: ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے الیاس کی جگہ ادریس پڑھا ہے۔

۱۲۴: اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ (جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا۔ کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے)۔ کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔

۱۲۵: اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا (کیا تم بعل کو پوجتے ہو) بعل یہ سونے کا بنایا ہوا بت تھا۔ اس کی لمبائی بیس ہاتھ تھی۔ اس کے چار چہرے تھے۔ وہ اس کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ اور اس کی تعظیم کرنے لگے۔ یہاں تک کہ اس کے خدام کی تعداد چار سو تھی۔ اور ان سادھوؤں کو لوگ بعل کے رسول کہتے تھے۔ جس مقام پر یہ بت پایا جاتا تھا۔ وہ بک کے نام سے معروف تھا۔ پس دونوں ناموں کو جوڑ کر بعلبک بنا لیا گیا۔ یہ شام کا شہر ہے۔

ایک قول:

یہ ہے الیاس علیہ السلام کی ڈیوٹی جنگلوں اور بیابانوں کی لگی ہے جیسا کہ خضر کی سمندروں پر لگی ہے۔

قولِ حسن بصری رحمہ اللہ:

الیاس وخضر علیہما السلام دونوں فوت ہو چکے۔ ہم اس طرح نہ کہیں گے جیسا لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ دونوں زندہ ہیں۔

وَتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ (اور تم اس کو چھوڑ بیٹھے ہو جو سب سے بہتر بنانے والا ہے) تم نے اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ دیا جو سب سے زیادہ قدرت والے ہیں۔

۱۲۶: اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ (اللہ تعالیٰ جو تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے آباء واجداد کا رب ہے)

قراءت: اللہ اور رب کو نصب تمام عراقی قراء نے دیا سوائے ابو بکر اور ابو عمرو کے۔ احسن سے اس کو بدل قرار دیا۔ اور دیگر قراء نے ابتداء کیوجہ سے مرفوع پڑھا ہے۔

۱۲۷، ۱۲۸: فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ (پس ان لوگوں نے ان کو جھٹلا دیا اس لئے وہ لوگ پکڑے جائیں گے) آگ میں اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ (مگر جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے تھے) ان کی قوم میں سے۔

۱۲۹: وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ (اور الیاس کیلئے پچھلے آنے والوں میں یہ بات رہنے دی)

۱۳۰: سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ (کہ الیاس پر سلام ہو) یعنی الیاس اور ان کی مؤمن قوم پر۔ الیاسین اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں۔ الخبیبون یعنی ابو خبیب عبداللہ بن الزبیر اور ان کے پیروکار۔

قراءت: شامی، نافع نے آل یاسین پڑھا کیونکہ یاسین حضرت الیاس کے والد کا نام ہے۔ اسی لئے آل کی اضافت ان کی طرف کر دی۔

۱۳۱: اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں)

۱۳۲: اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ (بیشک وہ ہمارے ایمان والے بندوں میں سے تھے)

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

اور بلاشبہ لوط پیغمبروں میں سے ہیں۔ جبکہ ہم نے انہیں اور ان کے گھر والوں کو نجات دے دی۔ سوائے بوڑھی عورت کے وہ باقی رہ جانے والوں میں سے تھی۔ پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ اور بلاشبہ تم ان پر ضرور گذرتے ہو صبح کے وقت اور رات کو، سو کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔

رکوع ۴ / ۲۵ / ۸

تذکرہ لوط علیہ السلام:

۱۳۳: وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (بیشک لوط بھی پیغمبروں میں سے تھے)

۱۳۴: اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ (جبکہ ہم نے اس کو اور ان کے سب متعلقین کو نجات دی)

۱۳۵: اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ (مگر بڑھیا کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے رہ گئی) الغابرین باقی رہنے والوں میں سے (جو عذاب میں گرفتار کیے گئے)

۱۳۶: ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ (پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا)

۱۳۷: وَاِنَّكُمْ (اور تم تو) اے اہل مکہ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ (ان پر گزرتے ہو صبح) وقت صبح میں۔

۱۳۸: وَبِالَّيْلِ (اور رات کو)

قراءت: اس پر وقف مطلق ہے۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (کیا پھر بھی تم عقل نہیں کرتے) یعنی دن' رات' شام کے تجارتی اسفار میں تم ان کے مکانات کے پاس سے گزرتے ہو۔ کیا پھر بھی تم اپنی عقلوں سے کام لے کر عبرت حاصل نہیں کرتے ہو۔ یونس و لوط علیہما السلام کا واقعہ اس طرح ختم نہیں فرمایا جیسا کہ ان سے قبل کے واقعات کو ختم کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں پر سورت کے آخر میں سلام بھیجا اس لئے ہر ایک پر انفرادی سلام کی بجائے اس اجتماعی سلام پر اکتفاء کیا گیا۔

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ

اور بلا شبہ یونس پیغمبروں میں سے ہیں جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ کر چلے گئے سو قرعہ ڈالا

فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ

سو وہ ہار جانے والوں میں سے ہو گئے۔ سو مچھلی نے ان کا لقمہ بنا لیا اس حال میں کہ وہ صاحب ملامت ہو گئے۔ سو اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے

الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ

نہ ہوتے تو ضرور مچھلی کے پیٹ میں اس دن تک ٹھہرے رہتے جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔ سو ہم نے انہیں ایک میدان میں ڈال دیا اس حال میں کہ وہ

سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ

سقیم تھے۔ اور ہم نے ان پر ایک بیل دار درخت اگا دیا۔ اور ہم نے انہیں ایک لاکھ یا اس سے زیادہ

اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾

آدمیوں کی طرف بھیجا تھا۔ سو وہ لوگ ایمان لے آئے تو ہم نے ان کو ایک زمانہ تک عیش دیا۔

تذکرہ یونس علیہ السلام اور قوم سے ان کا نکل جانا:

۱۳۹: وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (اور بیشک یونس بھی پیغمبروں میں سے تھے)

۱۴۰: اِذْ اَبَقَ (جبکہ وہ بھاگ کر پہنچے) الاباق ایسی جگہ بھاگنا جہاں ڈھونڈا نہ جا سکے۔ قوم میں بلا اذن نکلنے کو مجازاً ھرب سے تعبیر کیا گیا۔ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (بھری ہوئی کشتی کے پاس) المشحون بھری ہوئی۔

یونس علیہ السلام سے ان کی قوم کو عذاب دینے کا وعدہ کیا گیا جب عذاب میں تاخیر ہوئی تو ان سے مخفی طور پر نکل کھڑے ہوئے اور سمندر کی راہ لی۔ اور کشتی میں سوار ہوئے۔ وہ رک گئی۔ کشتی والے کہنے لگے یہاں آقا سے بھاگا ہوا کوئی غلام ہے۔ کشتی رانوں کا خیال تھا کہ جب کشتی میں کوئی آقا سے بھاگا ہوا غلام سوار ہو جائے تو کشتی رک جاتی ہے۔ پھر انہوں نے قرعہ اندازی کی۔ قرعہ یونس علیہ السلام کے نام نکلا۔ آپ نے فرمایا میں ہی بھاگا ہوا ہوں۔ خود اپنے کو سمندر کے پانی کے حوالہ کر دیا۔ اس کو اگلی آیت میں بیان فرمایا۔

۱۴۱: فَسَاهَمَ (پس وہ بھی شریک قرعہ ہوئے) انہوں نے ایک مرتبہ قرعہ ڈالا۔ نمبر ۲۔ تیروں سے تین مرتبہ قرعہ ڈالا۔ المساھمۃ قرعہ کے طور پر تیر ڈالنا۔ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ (پس یہی مقام کامیابی سے ہارے ہوئے ٹھہرے) المدحض قرعہ میں ہارا ہوا مغلوب۔

مچھلی کا نگلنا اور پھر اُگلنا:

۱۴۲: فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ (پھر ان کو مچھلی نے نگل لیا اور یہ اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے) مُلیم ملامت میں داخل ہونے والا۔

۱۴۳: فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ (پس اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے) مسبح تسبیح کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرنے والے۔ نمبر۲۔ یا تسبیح کے یہ کلمات کہنے والے لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین [الانبیاء:۸۷] نمبر۳۔ اس سے پہلے نماز پڑھنے والوں میں سے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

تسبیح کا لفظ قرآن میں جہاں وارد ہے اس سے صلوٰۃ مراد ہے۔ مقولہ: جب کوئی آدمی لغزش کھا جائے تو عمل صالح ہی اس کو اٹھاتا اور بلند کرتا ہے۔

۱۴۴: لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے) ظاہر معنی یہ ہے کہ بعث تک اس کے پیٹ میں زندہ رہتے۔ قولِ قتادہ: مچھلی کا پیٹ ان کے لئے قیامت تک قبر بن جاتا آپ مچھلی کے پیٹ میں تین دن رہے یا سات یوم یا چالیس ایام رہے۔ قولِ شعبی رحمہ اللہ: چاشت کے وقت مچھلی نے نگلا اور پچھلے پہر اُگلا۔

۱۴۵: فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ (پس ہم نے ان کو میدان میں ڈال دیا) پس ہم نے ان کو اس خالی جگہ میں ڈالا جس میں کوئی درخت نہ تھا اور نہ عمارت۔ وَهُوَ سَقِيْمٌ (اور وہ اس وقت مضمحل تھے) مچھلی کے نگلنے سے جو تکلیف ان کو پہنچی تھی اس سے بیمار تھے۔ روایت میں ہے کہ ان کا بدن مبارک بچے کی طرح نرم پڑ چکا تھا جبکہ وہ پیدا ہو۔

۱۴۶: وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً (اور ہم نے ان پر ایک درخت بھی اگا دیا تھا) ان کے جسم کو سایہ دینے کیلئے وہ درخت اگایا جیسا کہ انسان پر خیمہ تن دیا جائے۔ مِّنْ يَّقْطِيْنٍ (بیلدار) جمہور کا قول ہے کہ یہ کدو ہے۔ اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ کھیاں اس پر جمع نہیں ہوتیں اور تمام درختوں اور بیلوں سب سے جلد اگتا ہے اور جلد پھلتا اور بلند ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ کدو کو پسند فرماتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں! یہ میرے بھائی یونس کا درخت ہے۔ (قال ابن حجر لم اجدہ)

۱۴۷: وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ (اور ہم نے ان کو ایک لاکھ آدمیوں کی طرف پیغمبر بنایا) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی طرف لقمہ بنائے جانے سے پہلے مبعوث ہوئے۔

نَحو: قد مضمر ہے۔

اَوْ يَزِيْدُوْنَ (یا اس سے زیادہ) جب دیکھنے والا دیکھے تو اس کی نگاہ میں زیادہ نظر آئیں اور وہ کہے یہ ایک لاکھ ہیں بلکہ اس سے زیادہ۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ

سو آپ ان سے دریافت فرمائیے کیا آپ کے رب کے لیے بیٹیاں اور ان کے لیے بیٹے ہیں؟ کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا ہے اس حال میں کہ وہ

شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

حاضر تھے؟ خبردار وہ اپنی سخن تراشی سے یوں کہتے ہیں کہ اللہ صاحب اولاد ہے اور بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں،

اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ

کیا اس نے بیٹیوں کو بیٹوں کے مقابلہ میں چن لیا۔ تمہیں کیا ہوا، کیسا حکم لگاتے ہو، کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟ کیا

لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ

تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے؟ سو لے آؤ اپنی کتاب اگر تم سچے ہو، اور انہوں نے اللہ کے اور جنات کے درمیان

الْجِنَّةِ نَسَبًا ۭ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

رشتہ داری قرار دے دی، حالانکہ جنات کو معلوم ہے کہ وہ ضرور حاضر کیے جائیں گے۔ اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾

مگر وہ جو اللہ کے خاص بندے ہیں۔

قول الزجاج:

بہت سے علماء نے فرمایا کہ اس کا معنی یہ ہے بل یزیدون بلکہ یہ تو اس سے زائد ہیں۔ گویا او بل کے معنی میں ہے۔ فراء ابوعبیدہ کا یہی قول ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح نقل کیا گیا۔

۱۴۸: فَاٰمَنُوْا (پھر وہ لوگ ایمان لے آئے تھے) ان پر اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات پر فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ (تو ہم نے ان کو ایک زمانہ تک زندگی دی) حین سے انتہائے اجل تک کا وقت مراد ہے۔

قریش مکہ کی طرف التفات:

۱۴۹: فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ (پس ان لوگوں سے پوچھیے کہ کیا تیرے رب کیلئے بیٹیاں) وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ (اور ان کیلئے بیٹے) سورت کی ابتداء میں اسی جیسی آیت پر اس کا عطف ہے۔ آیت یہ ہے فاستفتہم اھم اشد خلقا [الصافات:۱۱] اگرچہ معطوفات کے مابین فاصلہ بہت ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو حکم فرمایا کہ پہلے قریش سے بعث بعد الموت کے

انکار کا باعث دریافت کریں۔ پھر کلام کو ملا کر چلاتے رہے پھر حکم فرمایا کہ آپ قریش سے بھونڈی تقسیم جو انہوں نے تجویز کر رکھی ہے اس کی وجہ دریافت کریں۔ بقول ان کے لڑکیاں اللہ تعالیٰ کیلئے اور مذکر اولاد اپنے لئے۔ قریش کہتے تھے الملائکۃ بنات اللّٰہ۔ حالانکہ ان کو بنات سے اس قدر نفرت تھی کہ وہ ان کو زندہ درگور کر دیتے اور ان کا تذکرہ بھی اپنی شان کے لائق نہ سمجھتے۔

۱۵۰: اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شَاهِدُوْنَ (ہاں ہم نے فرشتوں کو عورت بنایا ہے اور وہ دیکھ رہے تھے) شاہد بمعنی حاضر موجود ہے۔ آیت میں ان کے علم کو مشاہدہ کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ ان سے استہزاء اور ان کی انتہائی جاہلیت کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ کیونکہ جس طرح یہ بات ان کے مشاہدہ میں نہیں آئی اسی طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ان کے دلوں میں پیدا کرنے سے بھی معلوم نہیں کیا اور نہ ہی مخبر صادق نے ان کو اطلاع دی۔ اور نہ استدلال ونظر سے دریافت ہوا۔ (پھر ان کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ مؤنث ہیں)۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ یہ انتہائی جہالت کی بناء پر اپنے دلوں کو اطمینان دلانے کیلئے یہ کہتے ہیں گویا انہوں نے ان کی تخلیق کا مشاہدہ کر لیا ہو۔

۱۵۱: اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ (خوب سن لو! وہ تو اپنی سخن تراشی سے کہتے ہیں)

۱۵۲: وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (کہ اللہ تعالیٰ صاحب اولاد ہے اور وہ یقیناً جھوٹے ہیں) اپنی اس بات میں۔

۱۵۳: اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ (کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیاں زیادہ پسند کیں)

نحو: ہمزہ استفہام مفتوح ہے۔ یہ استفہام توبیخی ہے اور ہمزہ وصل کو ہمزہ استفہام پر استغناء کرتے ہوئے حذف کر دیا۔

۱۵۴: مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (تم کو کیا ہو گیا تم کیا حکم لگاتے ہو) یہ فاسد حکم۔

۱۵۵: اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (کیا تم سوچ سے کام نہیں لیتے ہو)

قراءت: حمزہ، علی، حفص نے تخفیف سے پڑھا۔

۱۵۶: اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ (ہاں کیا تمہارے پاس واضح دلیل ہے) ایسی دلیل جو تم پر آسمان سے اتری ہو جس میں یہ بتلایا گیا ہو کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

۱۵۷: فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ (پس اپنی وہ کتاب پیش کرو) جو تم پر اس سلسلہ میں اتری ہو۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) اپنے اس دعویٰ میں۔

جنات کے متعلق غلط بیانی:

۱۵۸: وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ (اور اللہ تعالیٰ اور) وَبَيْنَ الْجِنَّةِ (جنات میں قرار دی) الجنہ سے مراد فرشتے ہیں۔ ان کے چھپنے کی وجہ سے ان کو جن کہہ دیا۔ نَسَبًا (رشتہ داری) اور وہ ان کا خیال مزعومہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنات سے شادی کی۔ (معاذ اللہ) جس سے ملائکہ پیدا ہوئے۔ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ (اور فرشتوں کو معلوم ہے کہ بلاشبہ وہ لوگ

فَاِنَّكُمۡ وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ ۝۱۶۱ مَاۤ اَنۡتُمۡ عَلَيۡهِ بِفٰتِنِيۡنَ ۝۱۶۲ اِلَّا مَنۡ هُوَ صَالِ الۡجَحِيۡمِ ۝۱۶۳

سو بلا شبہ تم اور تمہارے معبود اللہ تعالیٰ سے کسی کو نہیں پھیر سکتے مگر اسی کو جو دوزخ میں داخل ہونے والا ہے۔

وَمَا مِنَّاۤ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعۡلُوۡمٌ ۝۱۶۴ وَّاِنَّا لَنَحۡنُ الصَّآفُّوۡنَ ۝۱۶۵ وَاِنَّا لَنَحۡنُ الۡمُسَبِّحُوۡنَ ۝۱۶۶

اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کا مقام معلوم نہ ہو۔ اور بلاشبہ ہم صف بستہ کھڑے ہونے والے ہیں۔ اور بلاشبہ ہم تسبیح میں مشغول ہونے والے ہیں۔

وَاِنۡ كَانُوۡا لَيَقُوۡلُوۡنَ ۝۱۶۷ لَوۡ اَنَّ عِنۡدَنَا ذِكۡرًا مِّنَ الۡاَوَّلِيۡنَ ۝۱۶۸ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الۡمُخۡلَصِيۡنَ ۝۱۶۹

اور یہ واقعی بات ہے کہ یہ لوگ یوں کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت ہوتی ان نصیحتوں میں سے جو پہلے لوگوں کے پاس تھیں تو ہم ضرور اللہ کے خاص بندے ہوتے۔

فَكَفَرُوۡا بِهٖ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ ۝۱۷۰

سو ان لوگوں نے اس کا انکار کیا لہٰذا عنقریب جان لیں گے۔

جنہوں نے یہ بات کہی ہے) لَمُحۡضَرُوۡنَ (وہ ضرور گرفتار ہونگے) آگ میں۔

۱۵۹: سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ (اللہ تعالیٰ ان سب باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اولاد اور بیوی سے پاک قرار دیا۔

۱۶۰: اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الۡمُخۡلَصِيۡنَ (مگر جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں)۔

نحو: یہ محضرین سے مستثنیٰ منقطع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مخلصین آگ سے نجات پانے والے ہیں۔ سبحان اللہ یہ مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ یصفون کی واؤ سے مستثنیٰ ہو یعنی یصفه هولاء بذلك ولكن المخلصين براء من ان يصفوه به یہ لوگ تو اللہ تعالیٰ کے متعلق اس قسم کی بات کہتے ہیں مگر مخلص لوگ اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی باتیں کہنے سے بریٔ الذمہ ہیں۔

۱۶۱، ۱۶۲: فَاِنَّكُمۡ (پس تم) اہل مکہ وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ (اور جن کی تم عبادت کرتے ہو) اور تمہارے معبود مَاۤ اَنۡتُمۡ (نہیں ہو تم) اور وہ سب مل کر عَلَيۡهِ (اللہ تعالیٰ سے) بِفٰتِنِيۡنَ (پھیر سکتے) فاتنین۔ گمراہ کرنے والے۔

۱۶۳: اِلَّا مَنۡ هُوَ صَالِ الۡجَحِيۡمِ (مگر اسی کو جو جہنم رسید ہونے والا ہے)۔ صالِ یہ لام مکسورہ کے ساتھ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ تم کسی کو گمراہی پر نہیں ڈال سکتے۔ مگر وہ لوگ ہی گمراہی کا شکار ہونگے جن کے متعلق علم الٰہی میں بداعمالیوں سے جہنمی ہونا لکھا جا چکا۔ عرب کہتے ہیں۔ فتن فلان على فلان امراته جیسا تم کہو افسدها عليه۔ اس نے اس عورت کو اس کے متعلق بگاڑ کر رکھ دیا۔ قول حسن رحمہ اللہ: تم جو کہ ایسی بات کہنے والے ہو اور جن بتوں کو تم پوجتے ہو تم بتوں کی عبادت پر کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے ہو مگر جس کے متعلق یہ طے ہو چکا ہو کہ اس نے جہنم ہی میں داخل ہونا ہے۔ ایک قول یہ ہے تم گمراہ نہیں کر سکتے مگر اس کو جس کے بارے میں

پہلے گمراہی لازم ہو چکی۔

نحو: ما نافیہ ہے۔ اور مَن موضع نصب میں فاتنین کی وجہ سے منصوب ہے۔

قراءت: حسن نے صالُ الجحیم پڑھا اور وجہ یہ بتلائی کہ صیغہ جمع تھا نون کو بوجہ اضافت حذف کر دیا۔ اور واؤ کا حذف التقائے ساکنین کی وجہ سے ہوگیا اور وہ ساکنین واؤ اور لام ہیں۔ مَن یہ لفظ کے لحاظ سے واحد ہے۔ مگر معنیٰ جمع ہے۔ ھو لفظ کا لحاظ کر کے لایا گیا اور الصالون معنی کی وجہ سے لائے۔

۱۶۴: وَمَا مِنَّآ (اور نہیں ہے ہم میں سے کوئی ایک) ہر ایک ہم میں سے اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ (مگر کہ اس کا درجہ معین ہے) عبادت میں وہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

نحو: یہ موصوف کو حذف کر کے صفت کو اس کے قائم مقام لائے۔

۱۶۵: وَّ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ (اور ہم صف بستہ کھڑے ہیں) ہم اپنے اقدام کی نماز میں صف بندی کرتے ہیں یا ہم عرش الٰہی کے گرد مؤمنوں کے لئے دعا کرنے کی خاطر صف بندی کرنے والے ہیں۔

۱۶۶: وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ (اور ہم پاکی بیان کرنے میں لگے ہوئے ہیں) المسبحون کا معنی اس کو عیبوں سے پاک قرار دینے والے ہیں یا نماز ادا کرنے والے ہیں۔

صحیح بات یہ ہے:

یہ آیت اور اس کا ماقبل سبحان اللّٰہ عما یصفون یہ ملائکہ کا کلام ہوتا کہ یہ ولقد علمت الجنة میں ملائکہ کے تذکرہ سے متصل ہو جائے۔ گویا تقدیر کلام اس طرح ہے ولقد علم الملائكة وشهدوا ان المشركين مفترون عليهم فی مناسبة رب العزة وقالوا سبحان اللّٰه فنزهوه عن ذلك واستثنوا عباد الله المخلصين وبرؤوهم منه وقالوا للكفرة والهتكم لا تقدرون ان تفتنوا على اللّٰه احدًامن خلقه و تضلوه الامن كان من اهل النار و كيف نكون مناسبين لرب العزة ومانحن الا عبيد اذلاء بين يديه لكل منامقام معلوم من الطاعة لا يستطيع ان يزل عنه ظفرا خشوعا لعظمته و نحن الصافون اقدامنا لعبادته مسبحين ممجدين كما يجب على العباد لربهم ملائکہ نے جان لیا اور گواہی دی کہ مشرکین ان کو رب العزت کے ساتھ جوڑنے میں مفتری ہیں اور انہوں نے سبحان اللّٰہ کہہ کر اللّٰہ تعالیٰ کو عیبوں سے منزہ قرار دیا اور مخلص بندوں کو اسی بات سے مستثنیٰ اور بریٔ الذمہ قرار دیا۔ اور کافروں کو کہنے لگے کہ تم اللّٰہ کے متعلق اس کی مخلوق میں سے کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے ہو مگر اسی کو جو سیدھا جہنم کا ایندھن بننے والا ہو۔ ہم رب تعالیٰ کے ساتھ رشتہ داری سے کیسے متعلق ہو سکتے ہیں۔ جبکہ ہم اللّٰہ تعالیٰ کے عاجز ترین بندے ہیں۔ اور اطاعت میں ہم میں سے ہر ایک کا مرتبہ متعین ہے اس کی عظمت کی وجہ سے اس مرتبہ سے ادھر ادھر سرک نہیں سکتے۔ بلکہ ہم اس کی عبادت کیلئے اپنے قدموں کو قطار میں سیدھے کرنے والے ہیں۔ اور اسی کی تسبیح و تحمید کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ بندوں پر ان کے رب کی طرف سے لازم ہے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

اور ہمارا قول اپنے بندوں یعنی پیغمبروں کے لیے پہلے ہی سے طے شدہ ہے، کہ بیشک انہیں کی مدد کی جانے گی اور بیشک ہمارا لشکر ضرور غالب ہو گا۔ سو آپ مختصر زمانہ تک ان سے اعراض فرمائیے اور ان کو دیکھتے رہیے سو عنقریب وہ بھی دیکھ لیں گے۔ کیا وہ ہمارے عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہیں۔ سو جب وہ ان کے میدان میں نازل ہو جائے گا تو ان لوگوں کی صبح بری ہوگی جن کو ڈرایا جا چکا تھا۔ اور تھوڑے زمانہ تک آپ ان سے اعراض کیجئے اور ان کو دیکھتے رہیے سو عنقریب وہ بھی دیکھ لیں گے۔

ایک قول یہ ہے:

یہ قولِ رسول اللہ ﷺ قرار دیا جائے مطلب یہ ہوگا کہ ہر مسلمان کا قیامت کے روز ایک متعین مرتبہ ہوگا۔ جو اس کے عمل کی مقدار سے ملے گا۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا: عسٰی ان یبعثك ربك مقاما محمودًا [الاسراء:۷۹] پھر ان کے اعمال کا ذکر کیا کہ وہ نماز میں صف بستہ ہیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے والے اور اس کو عیب والی باتوں سے منزہ اور پاک قرار دینے والے ہیں۔

۱۶۷: وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ (اور یہ لوگ کہا کرتے تھے) مشرکین قریش آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے کہا کرتے تھے۔

۱۶۸: لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ (اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت پہلے لوگوں کی آتی (کتابوں کے طور پر آتی) یعنی کوئی کتاب ان کتابوں میں سے جو پہلے لوگوں کے پاس آئیں جیسے تورات و انجیل۔

۱۶۹: لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ (تو ہم اس کے خاص بندے ہوتے) ہم اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ عبادت کرتے اور جیسے انہوں نے تکذیب کی اس طرح ہم تکذیب نہ کرتے اور ہم اللہ تعالیٰ کے حکموں کی اس طرح مخالفت نہ کرتے جس طرح انہوں نے مخالفت کی۔ مگر اب ان کے پاس تمام ذکروں کا سردار آیا اور کتابوں میں معجز کتاب دی۔ یہ اس کی تکذیب پر اتر آئے۔

۱۷۰: فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ (پھر یہ لوگ اس کا انکار کرنے لگے پس ان کو معلوم ہوا جاتا ہے) اپنی تکذیب کا انجام کیا ہونے والا ہے اور کیا انتقام ان سے لیا جائے گا۔

آیت ۱۶۷ میں اِنْ مخففہ من المثقلہ ہے اور لام اس کو ظاہر کر رہی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی بات کو انتہائی تاکید اور شد و مد سے کہا کرتے تھے ان کی پہلی اور پچھلی بات میں کتنا بڑا فرق ہے۔

۱۷۱: وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ (ہمارے خاص بندوں یعنی پیغمبروں کیلئے ہمارا یہ قول پہلے ہی سے مقرر ہو چکا

ہے)کلمہ سے مراد یہ ارشاد ہے۔

۱۷۲: اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ (کہ بیشک وہی غالب کیے جائیں گے)

ایمان والوں کو بالآخر دنیا میں اور آخرت میں یقینی غلبہ ملے گا:

۱۷۳: وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ (اور ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے)اس کو کلمہ کہا حالانکہ یہ تو کلمات ہیں ۔کیونکہ جب ایک معنی میں پروئے ہوئے ہیں تو یہ کلمہ مفردہ ہی کے حکم میں ہے۔اور مراد یہ ہے کہ ان کو ان کے دشمنوں پر غلبہ دیا جائے گا۔ جہاں دشمن سے جھگڑا اور لڑائی پیش آئے ۔یہ تو دنیا میں غلبہ کا وعدہ ہے۔اسی طرح آخرت میں بھی غلبہ کا وعدہ ہے۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

کوئی پیغمبر لڑائی میں مغلوب نہیں ہوا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اگر ان کی مدد اور غلبہ دنیا میں نہ ہوا تو آخرت میں ضرور ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ ان کے معاملے میں بنیادی قانون یہی ہے۔ اور عمومی طور پر ان کو کامیابی اور نصرت حاصل ہوتی ہے۔ اور اگر ان بار بار کی فتوح میں تھوڑا سا ابتلاء و مشقت کہیں پیش آ جائے تو اس کا اعتبار نہیں کیونکہ اعتبار غالب حالت کا ہے۔

۱۷۴: فَتَوَلَّ عَنْهُمْ (پس انکا خیال نہ کیجئے)ان سے اعراض کریں۔حَتّٰى حِيْنٍ (تھوڑے زمانہ تک) معمولی مدت تک اور وہ ان کی مہلت کا زمانہ ہے۔یا بدر کے دن تک یا فتح مکہ تک۔

۱۷۵: وَّ اَبْصِرْهُمْ (اور ان کو دیکھتے رہو) یعنی دیکھو جو ان کو اس دن پہنچے گا۔فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ (پس عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے)اس کو۔ یہ سوف وعید کے لئے ہے تبعید کیلئے نہیں یا ان کی طرف دیکھیں جب ان کو عذاب دیا جائے گا۔پس وہ دیکھ لیں گے جس کو وہ اوپر اقرار دیتے ہیں۔یا ان کو بتلایا کہ عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا۔

۱۷۶: اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ (کیا وہ ہمارے عذاب کا تقاضا کر رہے ہیں)اس کا وقت آنے سے پہلے۔

۱۷۷: فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ (پس وہ ان کے رُو در رُو نازل ہوگا)ساحتھم ان کے صحن میں ۔فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ (وہ دن ان لوگوں کا جن کو ڈرایا جا چکا تھا بہت ہی برا ہوگا)ان کی صبح ۔المنذرین میں لام مبہم ہے اس چیز کے سلسلہ میں جس سے ان کو ڈرایا گیا کیونکہ ساء اور بئس اس کو پورا کر رہے ہیں۔ایک قول یہ ہے اس سے مراد فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں اترنا ہے اور یہ ان پر اترنے والے عذاب ہی کی طرح ہے۔اس لئے کہ ان کو ڈرایا گیا مگر انہوں نے انکار کیا۔ایک ایسے لشکر کے ساتھ جس کے اچانک حملہ سے قوم کو بعض ناصحین نے ڈرایا مگر قوم کے لوگوں نے ان کے انذار کی طرف توجہ نہ دی۔ یہاں تک کہ وہ لشکر ان کے صحنوں میں اتر پڑا اور ان پر حملہ آور ہو گیا۔ان کے لوٹ ڈالنے والوں کی عادت صبح کے وقت حملہ کی ہوا کرتی تھی۔پس وہ لوٹ کو صباح ہی کہتے تھے۔خواہ

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ

آپ کا رب جو رب العزت ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ اور سلام ہو پیغمبروں پر۔ اور سب تعریف ہے اللہ کے لیے

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾

جو رب العالمین ہے۔

وہ آخری وقت میں کیوں نہ ہو۔

۱۷۸: وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ (اور آپ تھوڑے زمانہ تک ان کا خیال نہ کیجئے)

۱۷۹: وَّ اَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ (اور دیکھتے رہیے پس عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے)۔ یہ دوبارہ لائے تا کہ تسلی در تسلی ہو اور میعاد پر واقع ہونے کی تاکید پہ تاکید ہو جائے اور اس میں ایک فائدہ اور ہے دونوں فعلوں کو مفعول سے مقید نہیں کیا۔ (نمبر۱۔ یبصر ،نمبر۲، یبصرون) کہ وہ مسرت وغم کی لاتعداد انواع کو دیکھے گا اور وہ بھی دیکھیں گے۔ گویا کثرت انواع کی طرف اشارہ کیلئے مفعول سے فعلوں کو آزاد چھوڑا گیا۔ ایک قول یہ ہے ایک سے دنیا کا عذاب مراد ہے۔ اور دوسرے سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔

تمام عزتیں اسی ہی کے ساتھ خاص ہیں:

۱۸۰: سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ (آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے)۔ عزت کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی کیونکہ تمام عزتیں اسی ہی کے ساتھ خاص ہیں۔ گویا اس طرح فرمایا ذو العزۃ۔ (وہ عزت والا ہے) جیسا کہتے ہیں صاحب صدق۔ سچائی کے ساتھ مخصوص ہونے کی وجہ سے۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ اس طرح کہا جائے کسی کو جو عزت حاصل ہے۔ وہی اس کا مالک و رب ہے جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔ و تعز من تشاء [آل عمران: ۲۶] عَمَّا يَصِفُوْنَ (پاک ہے ان باتوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں) یعنی بیٹا' بیوی' شریک وغیرہ۔

۱۸۱: وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ (اور سلام ہو پیغمبروں پر) سلام میں تمام رسل کو شامل فرمایا اگرچہ خاص طور پر بعض انبیاء علیہم السلام کے متعلق سورت میں آچکا۔ کیونکہ ہر ایک کا تذکرہ سلام کے ساتھ کرنے میں تطویل تھی۔ اسی لئے بطور اختصار تمام کو شامل کر دیا گیا۔

۱۸۲: وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (اور تمام تر خوبیاں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے) وہ دشمنوں کی ہلاکت اور نصرت انبیاء علیہم السلام کی قدرت رکھتا ہے۔

خلاصہ سورت:

یہ سورت مشرکین کے ان اقوال کو بیان کر رہی ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کہتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف وہ وہ باتیں

منسوب کرتے تھے جن سے اس کی ذات منزہ و پاک ہے۔ اور رسولوں کو جو کفار کی طرف سے تکالیف پہنچائی گئیں ان کو بھی ذکر کر دیا۔ اور رسولوں کے متعلق نصرت الٰہی کی عادت مستمرہ اور فتح مندی اور کامیابی کو ذکر کیا۔ اور اختتام سورت پر اللہ تعالیٰ کو ان باتوں سے منزہ و پاک قرار دیا جو مشرکین اس کی ذات کے متعلق کہا کرتے تھے۔ اور رسولوں پر خصوصی سلام اور رب العالمین کی حمد کا ذکر فرمایا اس پر جو اس نے حسن عاقبت میسر فرمایا ان کے لئے اصل مقصود اس سے ایمان والوں کو تعلیم دی کہ وہ یہ کلمات کہا کریں اور کوئی لمحہ ان کا اس سے خالی نہ ہو اور کتاب کریم میں جو فرامین جاری فرمائے گئے ہیں ان سے کبھی غفلت نہ برتیں۔

فرمانِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ:

جو یہ چاہتا ہو کہ قیامت کے دن اس کو پورا پورا ماپ اجر کا میسر ہو۔ وہ اپنی ہر مجلس سے اٹھتے ہوئے اس سورت کے آخری کلمات کہہ لیا کرے سبحان ربك ربّ العزة عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للّٰہ رب العالمین۔

سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ ص مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھاسی آیات اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ۝۱ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۝۲ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ

ص۔ قسم ہے قرآن کی جو نصیحت والا ہے، بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا تعصب میں اور مخالفت میں ہیں، ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی

قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۝۳ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ

امتوں کو ہلاک کر دیا سو انہوں نے پکارا اور وہ وقت خلاصی کا نہ تھا، اور ان لوگوں نے اس بات پر تعجب کیا کہ انہیں میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا،

وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝۴ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا

اور کافروں نے کہا کہ یہ شخص جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے، کیا اس نے سارے معبودوں کو ایک ہی معبود بنا دیا۔ بیشک یہ تو بڑی

لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝۵ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا

عجیب بات ہے، اور انکے بڑے لوگ یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر جمے رہو۔ بلاشبہ یہ ایک بات ہے جس میں کوئی

لَشَيْءٌ يُّرَادُ ۝۶ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝۷ ءَاُنْزِلَ

مقصد ہے ہم نے یہ بات گزشتہ مذہب میں نہیں سنی بس یہ تو گھڑی ہوئی بات ہے، کیا ہمارے درمیان سے

عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝۸

اسی شخص پر کلام نازل ہوا، بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ میری وحی کی بجہ سے شک میں ہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ انہوں نے میرا عذاب نہیں چکھا

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ۔ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ (ص۔ قسم ہے قرآن کی جو نصیحت سے پر ہے۔ بلکہ یہ کفار تعصب اور مخالفت میں ہیں)

۱: صٓ نمبر۱۔ حروف معجم میں سے اس حرف کا تذکرہ بطور تحدی اور اعجاز پر متنبہ کرنے کیلئے فرمایا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد قسم کا ذکر کیا جس کا جواب محذوف ہے۔ کیونکہ تحدی اس جواب پر دلالت کر رہی ہے گویا تقدیر کلام اس طرح ہے والقرآن ذی الذکر ای ذی الشرف انہ لکلام معجز۔ مرتبے والے قرآن کی قسم بیشک وہ معجز کلام ہے۔

نمبر۲۔ص یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہو۔اس طرح کہ وہ سورت کا نام ہو۔گویا تقدیر کلام اس طرح سے ہو۔ھذہ ص ای ھذہ السورۃ التی اعجزت العرب والقرآن ذی الذکر ۔یہ ص نام والی سورت ہے جس نے عرب کو عاجز کر کے رکھ دیا اور نصیحت والے قرآن کی قسم۔یہ اسی طرح ہے جیسا تم کہو ھذا حاتم واللہ ۔تمہاری مراد اس سے یہ ہے کہ یہ وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی قسم سخاوت میں مشہور ہے۔اور اسی طرح جب اس سے قسم اٹھائی جائے تو گویا اس طرح کہو گے اَقْسَمْتُ بِصٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ۔ اِنَّهٗ لَمُعْجِزٌ میں قسم اٹھاتا ہوں۔ص کی اور قرآن نصیحت والے کی بیشک وہ قرآن معجز ہے۔پھر فرمایا۔

۲: بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ (اس پر یقین کرنے سے تکبر کر رہے ہیں اور اعترافِ حق سے بڑائی اختیار کرنے والے ہیں) وَّ شِقَاقٍ (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والے ہیں)

فائدہ تنکیر:

عزۃ اور شقاق کی تنوین تنکیر یہ ظاہر کر رہی ہے۔کہ ان کا تعصب اور مخالفت واکڑ انتہائی درجہ کی ہیں۔

قراءت: فی غِرَّةٍ پڑھا گیا ہے یعنی اس چیز سے غفلت میں مبتلا ہیں جس میں غور وفکر اور اتباع حق ان پر لازم ہے۔

۳: كَمْ اَهْلَكْنَا (بہت سی امتوں کو ہم ہلاک کر چکے) تعصب واکڑ والے لوگوں کیلئے وعید ہے۔مِنْ قَبْلِهِمْ (ان سے قبل) یعنی آپ کی قوم سے پہلے مِّنْ قَرْنٍ (امتیں) فَنَادَوْا (انہوں نے ہائے پکار کی) پس انہوں نے پکارا اور اس وقت فریاد کی جب انہوں نے عذاب دیکھا۔وَّ لَاتَ (حالانکہ تھا) یہ لامشبہ بلیس ہے اس پر تائے تانیث کا اضافہ کیا گیا ہے۔جیسا کہ رب اور ثم پر تاکید کیلئے اضافہ کیا جاتا ہے اور اس سے اس کا حکم بھی بدل گیا۔اس صورت میں یہ صرف احیان پر داخل ہوتا ہے۔اور اس کا ایک ہی مقتضی ظاہر ہوتا ہے خواہ اسم ہو یا خبر۔دونوں پر اس کا ظہور ممتنع ہو جاتا ہے۔یہ خلیل وسیبویہ کا مذہب ہے۔اخفش نحوی کہتے ہیں۔یہ لانفی جنس ہے اور تاء اس میں زائد ہے۔اور احیان کی نفی کے ساتھ خاص ہے۔حِیْنَ مَنَاصٍ (رہائی کا وقت) اور اسی لا کی وجہ سے منصوب ہے۔گویا یوں کہا گیا ولا حین مناص لھم اور خلیل وسیبویہ کے نزدیک نصب کی وجہ لامشبہ بلیس ہے۔ ولا ت الحین حین مناص ای لیس الحین حین مناص وہ وقت رہائی کا نہ تھا۔

کفار کا تعجب:

۴: وَ عَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ (اور انہوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس آگیا) عجب کا صلہ من محذوف ہے۔کہ آمد سے تعجب کیا۔مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ (ڈرانے والا انہی میں سے) رسول انہی میں سے یعنی انہوں نے اس بات کو بعید قرار دیا کہ کوئی بشر پیغمبر بن جائے۔وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ (اور کافر کہنے لگے کہ یہ شخص ساحر کذاب ہے)

توحید پر تعجب مگر شرک پر نہیں:

۵: اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا (کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا) واقعی لَشَیْءٌ عُجَابٌ (یہ

بہت ہی عجیب بات ہے) یہاں و قالوا کا لفظ استعمال نہیں فرمایا تا کہ ان پر غضب کا اظہار ہو اور اس بات پر دلالت ہو کہ اس بات کی جسارت وہ کافر ہی کر سکتا ہے جو کفر میں انتہاء کو پہنچا ہو۔ اور گمراہی میں خوب مشغول ہو۔ اس لئے کہ اس سے بڑا کفر اور کیا ہوگا کہ جسے اللہ تعالیٰ سچا بنا کر بھیجے یہ اس کو کاذب و ساحر کہیں اور توحید جیسے واضح اور کھلے ہوئے حق پر تعجب کا اظہار کریں اور شرک پر ان کو ذرا تعجب نہ ہو۔ حالانکہ وہ محض باطل ہے۔

سردارانِ قریش کا وفد:

روایت میں ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو مسلمان بڑے خوش ہوئے اور قریش پر یہ بات بجلی بن کر گری چنانچہ سردارانِ قریش کے پچیس سردار جمع ہوئے اور ابو طالب کے پاس جا دھمکے اور کہنے لگے تم ہمارے بزرگ ہو اور یہ بیوقوف جو کچھ کر رہے ہیں وہ تمہاری نظروں سے اوجھل نہیں۔ یہ مسلمانوں کو بیوقوف کہتے تھے۔ ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں۔ تا کہ تم ہی ہمارے اور اپنے بھتیجے کے درمیان فیصلہ کر دو۔ ابو طالب نے رسول اللہ ﷺ کو بلوا بھیجا۔ اور کہا اے بھتیجے! یہ تمہاری قوم تم سے ایک مطالبہ کر رہی ہے۔ تم مکمل طور پر اپنی قوم پر حملہ آور مت ہو جاؤ۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ مجھ سے کیا مطالبہ کرنا چاہتے ہیں۔ سردارانِ قریش: ہمیں اور ہمارے معبودوں کو چھوڑ دو۔ ہم تمہیں اور تمہارے معبود کو چھوڑ دیں گے کچھ نہ کہیں گے۔ آپ ﷺ نے کہا تم میری ایک بات مان لو جس سے تم پورے عرب پر غلبہ پالو گے۔ بلکہ عجم بھی تمہارے پیچھے چلیں گے۔ سردارانِ قریش نے کہا ہاں ہاں ایسی تو دس باتیں ماننے کیلئے ہم تیار، ہم مانیں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا پھر تم لا الٰہ الا اللہ کہہ دو۔ سردارانِ قریش فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے **اجعل الالھۃ الٰھًا واحدًا**۔ کیا اس نے کر دیا ایک معبود! **ان ھذا لشیٔ عجاب** [رواہ احمد ۱/۳۶۲، ترمذی ۳۲۳۲، الحاکم ۲/۴۳۲، ابن حبان ۶۶۸۶]۔ عُجاب تعجب میں انتہاء کو پہنچا ہوا۔

ایک قول:

عجیب وہ جس کی کوئی مثال ہو۔ عُجاب۔ جس کی عجیب ہونے میں کوئی مثال نہ ہو۔

قریش کا ردِ عمل:

۶: **وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا** (ان کفار کے سردار یہ کہتے ہوئے چل دیے کہ چلو) ابو طالب کی مجلس سے سردارانِ قریش یہ کہتے ہوئے چل دیئے اس کے بعد کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو لاجواب کر دیا اور کھرا کھرا جواب دیا۔ وہ ایک دوسرے کو کہتے جا رہے چلو۔ چلو۔ اَن یہاں ای کے معنی میں ہے کیونکہ بات چیت کی مجلس سے جانے والے لازماً باہمی بات کریں گے اور محفل میں پیش آنے والے معاملہ کو دہرائیں گے۔ پس ان کا جانا اس قول کے معنی کو متضمن ہے۔ **وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ** (اور اپنے معبودوں پر قائم رہو یہ کوئی مطلب کی بات ہے)۔ واصبروا سے مراد بتوں کی عبادت پر قائم رہنا۔ ھذا

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۞ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کیا ان کے پاس آپکے رب کے خزانے ہیں جو غالب ہے بخشش فرمانے والا ہے۔ کیا ان کے لئے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ انکے درمیان ہے

وَمَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوْا فِى الْاَسْبَابِ ۞ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۞ كَذَّبَتْ

ان کا اختیار حاصل ہے۔ سو چاہیے کہ سیڑھیاں لگا کر چڑھ جائیں۔ اس مقام پر لوگوں کی ایک بھیڑ ہے جو شکست خوردہ جماعتوں میں سے ہے ان سے پہلے قوم نوح نے

قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۞ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ

اور عاد نے اور فرعون نے جو میخوں والا تھا اور ثمود نے اور لوط کی قوم نے اور ایکہ والوں نے جھٹلایا۔

اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ۞ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۞

وہ گروہ یہی لوگ تھے یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا، سو میرا عذاب واقع ہو گیا۔

کا مشارٌ الیہ امر اسلام ہے۔ لشیءٍ یراد یعنی جس کا اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتے ہوں اور اس کے ہو جانے کا فیصلہ کرتے ہوں پس اس کے لئے لوٹنا نہیں اس میں سوائے صبر کے اور کوئی چیز تمہیں کام نہ دے گی۔ یا یہ معاملہ حوادثِ زمانہ میں سے ہے جو ہم پر آن پڑا ہم اس سے الگ نہیں رہ سکتے۔

۷: مَاسَمِعْنَا بِهٰذَا (ہم نے تو یہ بات نہیں سنی) یعنی توحید فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ (پچھلے مذہب میں) ملت عیسیٰ علیہ السلام میں جو کہ آخری ملت ہے کیونکہ نصاریٰ تثلیث کے قائل ہیں۔ وحدانیت کے قائل نہیں۔ یا ملت قریش جس پر ہم نے اپنے آباء کو پایا۔ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ (نہیں ہے یہ مگر ایک گھڑت ہے) یہ کذب ہے جس کو محمد ﷺ نے (نعوذ باللہ) اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔

۸: ءَ اُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ (کیا اس شخص پر کلام الٰہی نازل کیا گیا) الذکر سے قرآن مراد ہے۔ مِنْۢ بَيْنِنَا (ہم سب میں سے) انہوں نے اشراف کے ہوتے ہوئے آپ کا اس شرف سے مختص ہو جانا عجیب خیال کیا۔ اور حسد کی وجہ سے آپ پر کتاب اترنے کو انوکھا قرار دیا۔

حوادث: بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ (بلکہ یہ لوگ تو میری وحی کی طرف سے شک میں ہیں) ذکری سے قرآن مجید مراد ہے۔ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ (بلکہ انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزا چکھا نہیں) بلکہ ابھی تک انہوں نے میرا عذاب چکھا نہیں جب چکھ لیں گے۔ تو ان سے شک زائل ہو جائے گا۔ اور حسد کی دیوار گر جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ اسی وقت تصدیق کریں گے جب ان کو آ کر عذاب گھیرے گا پھر مانیں گے مگر فائدہ نہ دارد۔

۹: اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ (کیا ان کے پاس آپ کے پروردگار فیاض کی رحمت کے خزانے ہیں) یعنی وہ خزائن رحمت کے مالک نہیں تاکہ وہ جس کو چاہیں بانٹ دیں۔ یا ان کو خرچ کر ڈالیں جن پر پسند کریں اور بعض سرداروں کو

نبوت کیلئے منتخب کریں اور اس سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اونچے ہو جائیں بلاشبہ جو رحمت اور اس کے خزائن کا مالک ہے وہ غالب اور اپنی مخلوق پر زبردست ہے۔ الوہاب بہت عطاء کرنے والا۔ اور مواقع پر عطایا پہنچانے والا وہ عطاء جس کو اپنی حکمت کے تقاضوں سے تقسیم کرتا ہے۔ پھر اسی معنی پر ترشیح کرتے ہوئے فرمایا۔

۱۰: اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا (کیا ان کو آسمان و زمین اور جو ان کے مابین ہے۔ اس کا اختیار حاصل ہے) کہ جس کی بناء پر امورِ ربانیہ میں کلام بازی پر اتر آئے اور ان تدابیر الٰہیہ کے متعلق جو رب العزت والکبریاء کے ساتھ خاص ہیں۔ بات کرنے لگے پھر ان کو خوب شرمایا اور فرمایا! اگر وہ تدبیر خلائق اور تقسیم رحمت میں تصرف پر مختار بن گئے ہیں تو فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ (تو ان کو چاہیئے کہ سیڑھیاں لگا کر چڑھ جائیں) اور ان راستوں پر چلیں جو آسمان تک پہنچنے والے ہیں۔ تاکہ جہان کے معاملات کی تدبیر کریں۔ اور اللہ کی ملکوت کا معاملہ چلائیں اور اپنے من پسند پر وحی اتار لائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نصرت کا وعدہ فرمایا۔

کفارِ قریش کو شکست ہوگی:

۱۱: جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ (ان لوگوں کی یونہی بھیڑ ہے اس مقام پر) جندٌ مبتدأ اور ما موصولہ یہ نکرہ مبتدأ کی تقویت کیلئے لایا گیا۔ اس کی خبر مھزوم ہے اور من الاحزاب یہ جندٌ یا مھزوم کے متعلق ہے۔ ھنالك سے بدر اور اس میں کفار کی قتل گاہوں کی طرف اشارہ ہے یا اس طرف اشارہ ہے جس بڑے کام میں انہوں نے اپنے کو ڈال رکھا تھا۔ عرب کا محاورہ ہے کہ جو آدمی کسی ایسے کام میں پڑے جس کی اہلیت نہ ہو تو کہتے ہیں۔ لست ھنالك تو اس کام کو نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح یہاں فرمایا: ما ھنالك مَهْزُوْمٌ (شکست دیئے جائیں گے)۔ مِّنَ الْاَحْزَابِ (من جملہ گروہوں میں سے)

مراد یہ ہے یہ ایک گروہ کفار ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جتھہ بندی کرنے والوں میں سے ہے یہ عنقریب شکست کھائیں گے۔ آپ ان کی باتوں کی پرواہ نہ کریں۔ اور نہ غم زدہ ہوں اس پر جس کے لئے یہ گروہ بندی کر رہے ہیں۔

۱۲: كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ (ان سے پہلے جھٹلایا) اہل مکہ سے پہلے قَوْمُ نُوْحٍ (قوم نوح نے) نوح علیہ السلام کو وَّ عَادٌ (اور عاد نے) ہود علیہ السلام کو وَّ فِرْعَوْنُ (اور فرعون نے) موسیٰ علیہ السلام کو ذُو الْاَوْتَادِ (میخوں والا)

ایک قول:

کہ اس کے ہاں کیلیں اور رسیاں تھیں جن سے اس کے سامنے کھیلتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جس کو وہ سزا دیتا اس کے دونوں ہاتھوں اور دونوں ٹانگوں میں کیل ٹھونک دیتا۔

ثمود و فرعون کی تکذیب اور اس کا نتیجہ:

۱۳: وَثَمُوْدُ (اور قوم ثمود نے) صالح علیہ السلام کو وَقَوْمُ لُوْطٍ (اور قوم لوط نے) لوط علیہ السلام کو وَّ اَصْحٰبُ الْـَٔيْكَةِ (اور بن

وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ

اور یہ لوگ بس ایک زور دار چیخ کے انتظار میں ہیں جس میں دم لینے کی گنجائش نہ ہوگی اور ان لوگوں نے کہا کہ اے رب ہمارا حصہ

لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾

حساب کے دن سے پہلے ہمیں دے دیجئے۔

والوں نے) شعیب علیہ السلام کو اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ (وہ گروہ یہی لوگ ہیں) اس اشارہ کا مقصد یہ ہے کہ اعلان کر دیا جائے۔ وہ گروہ جن میں سے ان کو شکست خوردہ قرار دیا گیا ہے وہ انہی میں سے ہیں اور وہ ایسے ہی لوگ تھے جن سے تکذیب پائی گئی۔

۱۴: اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ (ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تھا) اولاً ان کی تکذیب کا تذکرہ جملہ خبریہ سے کیا اور اس میں ابہام باقی رکھا اس طرح کہ مکذب کو واضح کر دیا۔ اور جن کی تکذیب کی گئی یعنی رسل ان کو بیان کر دیا۔ اور یہ ذکر فرمایا کہ ان گروہوں میں سے ہر ایک نے تمام رسولوں کو جھٹلایا۔ اس لئے کہ ایک کی تکذیب وہ سب کی تکذیب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پیغام دعوت سب کی ایک ہے۔

تکذیب کو دوبارہ لائے، ابہام کے بعد اس کی وضاحت کی، اور شروع میں جملہ لا کر بار بار لانے میں اس کی تنویع کی طرف اشارہ کر دیا۔ پھر جملہ استثنائیہ سے دوبارہ لائے اور استثنائیہ کو جس انداز سے لائے۔ اس میں کئی قسم کا مبالغہ کر دیا۔ تا کہ ان کا سخت سزاؤں کا مستحق ہونا خوب ثابت ہو جائے۔ پھر مزید فرما دیا۔ فَحَقَّ عِقَابِ (پس میرا عذاب واقع ہو گیا) پھر اس سے یہ لازم ہو گیا کہ میں سزادوں جیسے سزا دینی چاہیے۔

قراءت: یعقوب نے دونوں حالتوں میں عقابی پڑھا ہے۔ اسی طرح عذابی ۔

۱۵: وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ (نہیں یہ انتظار کر رہے) یعنی ھؤلاء کا مشار الیہ اہل مکہ ہیں۔ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً (مگر ایک زور کی چیخ کا) نفخہ اولیٰ مراد ہے اور وہ بڑی گھبراہٹ کا دن ہے۔ مَا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ (جس میں دم لینے کی گنجائش نہ ہوگی)

قراءت: حمزہ اور علی نے ضمہ سے پڑھا فُواق یعنی وہ ایک سانس کی مقدار بھی نہ رکے گی۔ فواق دراصل دودھ دوہنے والے کے پہلی مرتبہ تھنوں سے دودھ نکالنے اور دوسری مرتبہ نکالنے کا درمیانی وقفہ۔ مطلب یہ ہے کہ جب اس کا وقت آ جائے گا تو اتنے وقت کی مقدار بھی توقف و تاخر نہ ہوگا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اس کیلئے لوٹنا اور لوٹانا نہیں ہے۔ یہ افاق المریض سے ماخوذ ہے۔ جبکہ وہ صحت کی طرف لوٹ آئے۔ اور فواق الناقہ وہ وقفہ جس میں دودھ اپنے تھنوں میں واپس لوٹ آئے۔ مراد یہ ہے کہ بس وہ تو ایک پھونک ہے۔ نہ دوسرا سانس اور نہ سانس کا لوٹانا۔

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا

یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور ہمارے بندہ داؤد کو یاد کیجئے جو قوت والے تھے۔ بیشک وہ رجوع کرنے والے تھے، بیشک ہم نے

سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۭ كُلٌّ

ان کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کردیا وہ تسبیح میں مشغول ہوتے تھے شام کو اور اشراق کے وقت، اور پرندوں کو مسخر کردیا جو جمع کئے ہوئے تھے، سب

لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾

اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے، اور ہم نے ان کے ملک کو مضبوط کردیا اور انہیں حکمت دیدی اور فصل خطاب دیدیا۔

استہزائے کفار:

۱۶: وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا (اور یہ لوگ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمارا حصہ ہم کو پہلے دے دے) جنت والا حصہ۔ کیوں کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مؤمنین کے ساتھ وعدۂ جنت کو ذکر کیا تو کفار بطور استہزاء کہنے لگے۔ ہمیں تو ہمارا حصہ اس میں سے جلدی دے دو یا بقول تمہارے اگر ہم عذاب کے حقدار ہیں تو عذاب والا حصہ جلدی ملا دو۔ جیسا دوسرے موقعہ پر فرمایا ویستعجلونك بالعذاب [الحج:۴۷] القط کسی چیز کا حصہ۔ کیونکہ وہ اسی کا ٹکڑا ہوتا ہے۔ یہ قطّ سے ہے جبکہ اس کو کاٹا جائے۔ اس لئے انعامی دستاویز کو قطّ کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ کاغذ کا ٹکڑا ہوتا ہے۔ قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ (قیامت کے دن سے پہلے)

تلقین صبر:

۱۷: اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ (آپ ان کے اقوال پر صبر کیجئے) جو آپ کے متعلق کہہ رہے ہیں اور اپنی حد تک جس صبر کے ذمہ دار بنائے گئے ہیں اس سے مت پیچھے ہٹیں اور ان کی طرف سے پیش آئندہ تکلیف کو برداشت کریں۔ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ (اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کیجئے) اور ان کا اکرام بارگاہ الٰہی میں اور وہ معمولی لغزش جو پیش آئی جس سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عتاب ہوا۔ ذَا الْاَيْدِ (وہ بڑی قوت والے تھے)۔ دین میں بڑے مضبوط۔ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ (وہ بہت رجوع کرنے والے تھے) یعنی رضائے الٰہی کی طرف بہت رجوع کرنے والے۔ یہ ذا الاید کی علت ہے۔

روایت ہے:

داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار فرماتے اور یہ سخت ترین روزہ ہے۔ اور نصف رات قیام فرماتے۔

۱۸: اِنَّا سَخَّرْنَا (بیشک ہم نے حکم کر رکھا تھا) مطیع کردیا تھا۔ الْجِبَالَ مَعَهٗ (پہاڑوں کو ان کے ساتھ)

ایک قول:

یہ ہے کہ ان کی تسخیر یہ تھی کہ وہ ان کے ساتھ ساتھ چلتے۔ جب وہ ان کو چلانے کا ارادہ فرماتے۔ جہاں کا ارادہ فرماتے۔ یُسَبِّحْنَ (وہ تسبیح کریں)۔

نحو: یہ مضارع حال واقع ہے مسبحات کے معنی میں ہے مسبحات کی بجائے مضارع اس لئے لایا گیا تاکہ پہاڑوں سے اس تسبیح کے یکے بعد دیگرے اور ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں کرنے پر دلالت ہو۔ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ (صبح و شام) یعنی دن کے دونوں اطراف میں العشی عصر سے رات تک کا وقت اور اشراق وقت طلوع اور اشراق وقت طلوع سے چاشت تک کا وقت باقی شروق طلوع کو کہا جاتا ہے جیسا کہتے ہیں: شرقت الشمس ولما تشرق۔ سورج طلوع تو ہو گیا مگر ابھی خوب روشنی نہیں ہوتی۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: مجھے صلاۃ ضحیٰ کا پتہ اس آیت سے چلا۔

داؤد علیہ السلام اور پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح:

۱۹: وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً (اور پرندوں کو جو کہ جمع ہو جاتے تھے) یعنی ہم نے پرندوں کو ان کا مطیع کر دیا جو ہر طرف سے جمع ہو جاتے تھے۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما جب داؤد علیہ السلام تسبیح کرتے تو پہاڑ تسبیح سے ان کا جواب دیتے اور پرندے پر باندھ کر آجاتے اور تسبیح کرتے پس ان کے جمع ہونے کا یہی معنی ہے۔

كُلٌّ لَّهٗ اَوَّابٌ (سب ان کی وجہ سے مشغول ذکر رہتے) ہر ایک خواہ پہاڑ ہوں یا پرندے وہ داؤد علیہ السلام کی تسبیح کی وجہ سے تسبیح خواں تھے۔ کیونکہ وہ ان کی تسبیح کی وجہ سے تسبیح کرتے تھے۔ آیت میں اوّاب کا لفظ لایا گیا۔ مُسَبِّحٌ نہیں فرمایا کیونکہ اوّاب توبہ کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع کرنے والے کو کہا جاتا ہے۔ جس کی عادت کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور اس کی رضامندیوں کا ڈھونڈنا ہو۔ اور دائمی طور پر اس کی تسبیح و تقدیس میں مشغول رہے۔ ایک قول یہ ہے ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے۔ یعنی ہر ایک خواہ وہ داؤد اور پہاڑ و پرند ہوں اللہ تعالیٰ ہی کی تسبیح کرنے والا اور اس کو بار بار لوٹانے والا ہے۔

مضبوط سلطنت' فیصلہ کن خطاب:

۲۰: وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ (اور ہم نے ان کی سلطنت کو مضبوط کر دیا) ان کے ملک کو مضبوط کر دیا۔ ایک قول یہ ہے آپ کے قلعہ کے گرد تینتیس ہزار آدمی بطور حفاظت مقرر تھے۔ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ (اور ہم نے ان کو حکمت) حکمت سے مراد زبور اور شریعت کا علم ایک قول ہے کہ ہر موافق حق کلمہ حکمت کہلاتا ہے۔ وَفَصْلَ الْخِطَابِ (اور فیصلہ کرنے والی تقریر عطاء فرمائی) فیصلہ کرنے کا علم اور جھگڑا طے کرنے کی اہلیت اور حق و باطل میں جدائی کرنے والا علم دیا۔ الفصل دو چیزوں میں امتیاز کو کہا جاتا ہے کلام بین کو فصل بمعنی مفصول کہا جاتا ہے جیسا کضرب الامیر ای مضروب الامیر۔

فَصْلَ الْخِطَابِ: ایسا واضح کلام جس سے مخاطب پر بات کھل جائے اور ذرا التباس نہ رہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ فصل

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ

اور کیا آپ کے پاس جھگڑا کرنیوالوں کی خبر پہنچی ہے جبکہ وہ دیوار پھاند کر محراب میں آ گئے جب وہ داؤد پر داخل ہوئے تو وہ انکے آنے سے گھبرا گئے

قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ

انہوں نے کہا کہ آپ ڈریں نہیں ہم دو اہل معاملہ ہیں ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے سو آپ حق کے ساتھ ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے

وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۫ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ

اور ہمیں سیدھی راہ بتا دیجئے بیشک یہ میرا بھائی ہے اسکے پاس ننانویں دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک

وَّاحِدَةٌ ۫ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ

دنبی ہے سو یہ کہتا ہے کہ وہ مجھے دیدے اور بات چیت میں مجھے دباتا ہے، داؤد نے کہا کہ بلاشبہ اس نے تجھ پر ظلم کیا کہ تیری دنبی کو اپنی دنبیوں میں

اِلٰى نِعَاجِهٖ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ملانے کا سوال کیا اور اکثر شرکاء ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں مگر وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۭ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا

اور نیک عمل کئے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں، اور داؤد نے خیال کیا کہ ہم نے ان کا امتحان لیا ہے سو انہوں نے اپنے رب سے استغفار کیا اور سجدہ میں گر پڑے

وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾ السجدة فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾

اور رجوع ہوئے، سو ہم نے وہ ان کو معاف کر دیا اور بلاشبہ انکے لئے ہمارے پاس نزدیکی ہے اور اچھا انجام ہے۔

کو فاصل اسم فاعل کے معنی میں لیا جائے جیسا کہ صوم بمعنی صائم اور الزور بمعنی زائر آتا ہے۔ اس صورت میں فصل الخطاب کا معنی وہ فیصلہ کن خطاب جو صحیح و فاسد اور حق و باطل میں جدائی کر دے۔ اس سے آپ کا وہ کلام مراد ہے جو فیصلوں اور جھگڑوں اور تدابیر مملکت اور مشوروں کی صورت میں آپ نے فرمایا۔ قول علیؓ: وہ مدعی پر دلیل سے حکم لگانا اور یمین سے مدعیٰ علیہ کے متعلق فیصلہ کرنا۔ یہ حق و باطل میں فاصلہ کرنا ہے۔ (یعنی مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہے۔ اگر گواہ نہ ہو تو مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی)۔

قولِ شعبی رحمہ اللہ:

کہ فصل الخطاب سے اما بعد کا لفظ مراد ہے کہ حمد و ثنا اور اپنے کلام میں فاصلہ کرتا ہے اور داؤد علیہ السلام نے سب سے پہلے کہا گویا غرض کلام اور حمد و ثناء میں فاصلہ کرنے والا ہے۔

عبادت گاہ میں دوفریق کا داخلہ:

۲۱: وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ (اور کیا آپ کو اہل مقدمہ کی خبر بھی پہنچی ہے) یہ بظاہر استفہام ہے اور اس کا مقصد عجیب خبر پر دلالت کرنا ہے۔ الخصم : الخصماء یہ واحد و جمع دونوں پر بولے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ اصل میں مصدر ہے تم کہو گے خصمه خصمًا۔ اذ یہ محذوف کی وجہ سے منصوب ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے وهل اتاك نبأ تحاكم الخصم یا بالخصم کیونکہ اس میں فعل کا معنی ہے۔ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ (جبکہ وہ عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر آئے) اس کی دیوار پر چڑھ کر آپ کی طرف اتر آئے۔ السور بلند دیوار المحراب کمرہ، بالا خانہ، یا عبادت گاہ یا برآمدۂ مسجد۔

۲۲: اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ (جب وہ داؤد کے پاس آئے تو وہ ان سے گھبرا گئے)

نحو: اذ یہ پہلے اذ سے بدل ہے۔

روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس دو فرشتے انسانی شکلوں میں بھیجے پس انہوں نے ان کے پاس آنا چاہا۔ تو داؤد کو عبادت کے دن میں پایا۔ پہرہ داروں نے ان کو روک لیا۔ وہ عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر ان کے سامنے بے خبری کی حالت میں جا کھڑے ہوئے۔ اس دم آپ ان سے گھبرائے۔ کیونکہ وہ دونوں یوم الفصل کے علاوہ داخل ہوئے تھے۔ اور اوپر سے ان کے پاس اتر آئے۔ جبکہ یہ دن عبادت خانہ میں علیحدگی کا تھا اور پہرہ دار داخلہ کیلئے کسی کو چھوڑنے والے نہ تھے۔ قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ (وہ کہنے لگے ڈرو نہیں ہم تو اہل معاملہ ہیں)

نحو: یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے ای نحن خصمان، بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ (ہم نے ایک دوسرے پر زیادتی کی ہے) بغی کا معنی حد سے گزرنا، ظلم کرنا۔ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ (آپ ہمارے مابین انصاف سے فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے) لا تشطط یہ الشطط سے لیا گیا اس کا معنی حد سے تجاوز کرنا اور حق کی حدود کو پھاندنا۔ پس معنی یہ ہے حق سے تجاوز مت کریں۔ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ (اور ہم کو سیدھی راہ بتلا دیجئے) ہماری راہنمائی میانے اور روشن راستے کی طرف کریں۔ مراد اس سے بعینہٖ حق اور خالص راستہ۔

روایت ہے: داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے اور دوسرے مسلمان کی خاطر اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لیتے اور دوسرا اپنی مرضی سے اس کے ساتھ شادی کر لیتا۔ ہمدردی میں ان کے مابین یہ بات چلی ہوئی تھی۔ انصار مدینہ بھی مہاجرین کے ساتھ اس قسم کی ہمدردی کا اظہار کرنے والے تھے۔ اتفاقاً داؤد علیہ السلام کی نگاہ اوریا کی بیوی پر پڑی۔ پسند آنے کی صورت میں اوریا کو طلاق کا حکم دیا۔ اوریا نے جواب دینے کی بجائے اس کو قبول کر لیا۔ آپ نے اس سے شادی کر لی۔ یہ سلیمان علیہ السلام کی والدہ ہیں۔ ان سے کہا گیا کہ آپ کو اپنے عظیم مرتبہ اور کثیر تعداد میں عورتوں کے ہوتے ہوئے مناسب نہ تھا کہ ایسے آدمی سے اس کی بیوی کو علیحدہ کروائیں جس کی ایک ہی بیوی تھی۔ بلکہ آپ کو اپنی تمنا پر کنٹرول کرنا چاہیے تھا۔ اور نفس کو دبانا چاہیے تھا۔ اور اس امتحان پر صبر کرنا تھا۔

ایک قول یہ ہے:

اوریا نے اس عورت کی طرف پیغام نکاح بھیجا۔ پھر داؤد علیہ السلام نے پیغام نکاح بھیج دیا۔ عورت کے گھر والوں نے آپ کو ترجیح دی۔ پس لغزش یہ تھی کہ آپ نے اپنے ایک مؤمن بھائی کے پیغام پر پیغام دیا تھا حالانکہ آپ کی بہت سی بیویاں موجود تھی۔

ایک بے اصل بات کی تردید:

یہ بات جو بیان کی جاتی ہے کہ آپ نے اوریا کو بار بار غزوۂ بلقاء میں بھیجا تا کہ وہ قتل ہو جائے اور آپ اس کی بیوی سے شادی کرلیں۔ یہ بات تو عام مسلمانوں کے اصلاح کرنے والے افراد کو بھی درست نہیں تو ایک جلیل القدر پیغمبر کی عظمت کے کیونکر لائق ومناسب ہے (نعوذ باللہ منہ)۔

قولِ علی رضی اللہ عنہ:

جو تمہیں داؤد علیہ السلام کے متعلق وہ بات بیان کرے۔ جس کو قصہ گو لوگ بیان کرتے ہیں میں اس کو ایک سو ساٹھ کوڑے ماروں گا۔ یہ انبیاء علیہم السلام پر بہتان کی سزا ہے۔ (عام لوگوں پر بہتان کے اسی کوڑے اور انبیاء علیہم السلام پر بہتان کے دوگنا) ایک روایت میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے سامنے یہ بات بیان کی گئی۔ آپ کے پاس اہل حق میں سے ایک شخص بیٹھا تھا۔ اس نے بیان کرنے والے کی تکذیب کی اور کہا اگر واقعہ اتنا ہی ہے۔ جتنا قرآن مجید میں ہے تو اس کے خلاف اور کہیں سے تلاش کرنا مناسب نہیں۔ اور اس کے علاوہ اور قصہ بیان کرنا تو اس سے بھی زیادہ بڑھ کر گناہ ہے۔ اور اگر بقول تیرے قصہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ستاری فرماتے ہوئے بیان نہیں فرمایا تو تجھے اس کا ظاہر کرنا جائز نہیں اس پر عمر کہنے لگے اس کلام کا سننا مجھے پوری دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔ (کیونکہ انہوں نے اس قصہ کی حقیقت کھول دی جس سے نبوت کا دامن پاک ہوگیا)

علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

وہ مثال جس کو ان کے واقعہ کے لئے بیان فرمایا گیا وہ صرف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کی طلب یہ تھی کہ وہ آپ کی خاطر بیوی کو چھوڑ دے۔ فقط۔ اور بات بھی تمثیل کے طریقہ اور تعریض کے انداز سے ذکر کی گئی صراحت نہیں گئی کیونکہ توبیخ کیلئے تمثیل وتعریض کا طریقہ زیادہ مؤثر اور دل میں جمنے والا ہے۔ اور صراحت کے ترک میں حسن ادب کی زیادت رعایت ہے۔

نعجہ کا واقعہ:

۲۳: اِنَّ هٰذَآ اَخِیْ (یہ شخص میرا بھائی ہے)

نحو: اخی یہ ھذا کا بدل یا خبر ہے۔ کیونکہ مراد اخوت دین یا اخوتِ الفت وصداقت یا اخوت شراکت وخلاطت مراد ہے جیسا کہ دوسرے ارشاد میں فرمایا ان کثیرًا من الخلطاء [ص:۲۴]

لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ (اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے)۔
قراءت: یہ حفص کی قراءت ہے وَلِیْ یہ نافع ابن کثیر، حمزہ کی قراءت ہے۔
النعجۃ یہ مرأۃ سے کنایہ ہے اور جب یہ مسئلہ کی تصویر ہے۔ اور بطور فرض یہ ذکر کیا گیا تو ملائکہ کیلئے اپنے نفسوں کے بارے میں فرض کرنا ممتنع نہیں۔ جیسا تم کہو۔ لی اربعون شاۃً ولك اربعون فخلطنا ها وما لکما من الاربعین اربعۃ ولا ربعھا۔
فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا (وہ کہتا ہے وہ بھی مجھے دے دو) مجھے اس کا مالک بنادو۔ اور حقیقت اس کی اس طرح ہے اجعلنی اکفلھا کما اکفل ماتحت یدی۔ مجھے اس کا بھی اسی طرح کفیل بنادو جیسا میں ان کا کفیل ہوں جو میرے ماتحت ہیں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اجعلھا کفلی: اس کو میرے حصہ میں کردے۔
وَعَزَّنِيْ (اور مجھے دباتا ہے) اور مجھ پر غالب ہے عرب کہتے ہیں عزہ یعزہ وہ غالب آیا۔ فِي الْخِطَابِ (بات چیت میں) جھگڑے میں، وہ دلیل پیش کرنے میں مجھ سے زیادہ قدرت رکھتا ہے۔ اور الخطاب سے مراد حجت ومجادلہ والا خطاب ہے۔ یا میں نے عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ اور اس نے بھی نکاح کا پیغام بھیجا وہ پیغام نکاح میں مجھ پر غالب آ گیا۔ اور اس عورت مخطوبہ سے نکاح کرلیا۔

وجہ تمثیل:

یہ ہے کہ اوریا کے واقعہ کو داؤد کے ساتھ جو پیش آیا بطور تمثیل ذکر کیا۔ کہ جیسے ایک آدمی جس کے پاس ایک بکری ہو۔ اور اس کے شراکت دار کے پاس ننانوے بکریاں ہوں۔ اور اس کا شراکت دار پوری سو ملکیت میں کرنا چاہتا ہو اور اپنے شراکت دار کی ایک بکری پر طمع کی نظر رکھے اور اس کی ملک سے اس بکری کے نکل جانے کی طمع رکھتا ہو۔ اور اس سے حریص کی طرح حجت بازی کرے۔ تاکہ اس کا مقصد پورا ہو۔ یہ بات آپ کے پاس فیصلہ کروانے کے انداز میں تھی۔ آپ نے ان کو اس ارشاد سے فیصلہ دیا۔
۲۴: قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ (داؤد علیہ السلام نے کہا یہ جو تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کی درخواست کرتا ہے۔ تو واقعی تجھ پر ظلم کرتا ہے) تاکہ وہ اپنے حکم سے رکاوٹ بنے۔ یہ قسم محذوف کا جواب ہے۔ اس میں شریک کے فعل کا سخت انکار و مذمت ہے۔
نحو: السوال یہ مصدر ہے جس کی اضافت مفعول کی طرف کی گئی ہے۔ اور یہ اضافت کے معنی کو متضمن ہے اسی لئے اس کی طرف متعدی کیا گیا۔ گویا تقدیر کلام یہ ہے باضافۃ نعجتك الی نعاجہ علی وجہ السوال والطلب۔ وہ طلب وسوال کے

انداز سے اپنی دنبیوں کے ساتھ تیری دنبی کا اضافہ چاہتا ہے۔ اس میں دوسرے کو ظالم قرار دیا گیا اس کے بعد کہ اس کے شریک نے خود اعتراف کرلیا۔ لیکن یہ قرآن میں بیان نہیں کیا گیا۔ کیونکہ خود سمجھ آ رہا ہے۔

ایک روایت:

روایت میں ہے کہ اس نے کہا میں اس سے لینا چاہتا ہوں۔ اور اپنی بکریوں کی تعداد سو پوری کرنا چاہتا ہوں۔ داؤد علیہ السلام نے فرمایا اگر تو نے اس کا قصد کیا تو ہم تیرے ناک اور پیشانی پر ماریں گے۔ اس نے کہا اے داؤد تم اس بات کے زیادہ مستحق ہو کہ تمہیں یہ مارے جائیں۔ تم نے ایسا کیا پھر داؤد علیہ السلام نے دیکھا۔ تو کوئی نظر نہ آیا پس اس کو پہچان لیا جو سلسلہ پیش آیا۔ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ (اور بے شک اکثر شرکاء) یعنی اکثر ساتھی اور شرکاء لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا (ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں۔ مگر ہاں جو لوگ ایمان رکھتے ہیں) الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ وَظَنَّ دَاوٗدُ (اور نیک کام کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں اور داؤد کو خیال آیا)

نحو: مستثنیٰ منصوب ہے۔ اور وہ جنس سے ہے اور مستثنیٰ بعضھم ہے قلیل ماھم میں ما مبہم ہے جو ابہام ہی کیلئے لایا گیا ہے۔ ھم مبتدأ اور قلیل خبر مقدم ہے۔

ظن یہاں علم اور ایقن کے معنی میں ہے۔ اور بطور استعارہ ظن کا لفظ ان کی جگہ لایا گیا کیونکہ ظن غالب یقین کے قریب ہے۔ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ (کہ ہم نے اس کو آزمایا) فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ (پس انہوں نے اپنے رب سے توبہ کی) اپنی لغزش کی وَخَرَّ رَاكِعًا (اور سجدہ میں گر پڑے) یعنی اپنے ماتھے کے بل بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہو گئے۔

مسئلہ: اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رکوع سجدہ کے قائم مقام ہے جبکہ وہ اس میں نیت کرلے۔ کیونکہ مقصود صرف وہ حالت ہے۔ اس کی تلاوت کے وقت تواضع کو ظاہر کر سکے۔ نماز کے اندر رکوع یہ کام دے جاتا ہے۔ غیر صلوٰۃ کا رکوع یہ کام نہیں دیتا۔ (اسی لئے اس سے سجدۂ تلاوت غیر صلوٰۃ میں ادا نہیں ہوتا) وَّاَنَابَ (اور رجوع کیا توبہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوئے۔ روایت میں ہے انہوں نے سجدہ میں چالیس دن رات گزارے صرف فرضی نمازوں کے لئے سجدہ سے سر اٹھاتے تھے۔ یا اتنا جتنا کرنا ضروری تھا۔ ان کے آنسو نہ رکتے تھے یہاں تک کہ ان کے آنسوؤں سے گھاس اُگ آئی۔ اور جب پانی پیتے تو اس کے دو حصے آنکھوں سے گرنے والے آنسو ہوتے۔

۲۵: فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ (پس ہم نے ان کو وہ معاف کردیا) یعنی ان کی لغزش وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى (اور ہمارے یہاں ان کے لئے قرب) زلفٰی قربت کو کہتے ہیں۔ وَحُسْنَ مَاٰبٍ (اور نیک انجامی ہے) لوٹنے کی جگہ یعنی جنت۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ

اے داؤد بیشک ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا۔ سو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیجئے اور خواہش کی

الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ

پیروی مت کرنا کہ وہ آپ کو اللہ کے راستہ سے بہکا دے گی۔ بلاشبہ جو لوگ اللہ کے راستہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے

عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۲۶

سخت عذاب ہے اس سبب سے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے۔

۲۶: يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ (اے داؤد ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا) ہم نے زمین میں ملک پر حکمران بنایا۔ یا ہم نے آپ کو ان انبیاء علیہم السلام کا خلیفہ بنایا جو حق پر قائم رہنے والے تھے۔

مَسْئَلَۃ: اس میں دلیل ہے کہ ان کی حالت توبہ کے بعد اسی طرح باقی رہی اس میں تغیر نہ آیا۔

عدل کے فیصلے کا حکم:

فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ (تم لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرتے رہنا) اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ اس لئے کہ تم خلیفہ ہو۔ یا بالحق کا معنی بالعدل ہے یعنی انصاف سے۔ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى (اور خواہش نفسانی کی پیروی مت کرنا) اپنے فیصلوں میں خواہش نفس فَيُضِلَّكَ (وہ بھٹکا دے گی) یعنی خواہش نفس عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستہ سے) سَبِيْلِ اللّٰهِ (بھٹکتے ہیں) سبیل اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا دین لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ (ان کے لئے سخت عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ روز حساب کو بھولے رہے) ان کے یوم حساب و عذاب کو بھلا دینے کے سبب۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ

اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ انکے درمیان ہے بلا حکمت پیدا نہیں کیا، یہ گمان ہے ان لوگوں کا جنہوں نے کفر کیا، سو ان لوگوں کے لئے

لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿٢٧﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ

ہلاکت ہے یعنی دوزخ کا داخلہ ہے جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے کیا ہم انہیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو زمین میں فساد

فِي الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿٢٨﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا

کرنے والے ہیں، کیا ہم متقیوں کو فاجروں کی طرح کر دیں گے، یہ کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے مبارک ہے تا کہ یہ لوگ

اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٢٩﴾

اسکی آیات میں غور کریں اور تا کہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔

۲۷: وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا (اور ہم نے آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے مابین ہے نہیں پیدا کیا) مابین سے مراد جو مخلوق ان کے درمیان ہے۔ بَاطِلًا (خالی از حکمت) فضول تخلیق جس میں کوئی اہم حکمت نہ ہو یا بیکار کھیل تماشے کیلئے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا وما خلقنا السماء والارض وما بينهما لاعبين [الانبیاء:۱۶] تقدیر کلام یہ ہے۔ ذوی باطل یا عبثا پھر باطل کو اس کے قائم مقام لائے ای ما خلقناهما وما بينهما للعبث واللعب ولكن للحق المتين یعنی ہم نے دونوں کو اور جو ان کے مابین ہے کھیل کود کیلئے نہیں بنایا۔ لیکن مضبوط حق کیلئے بنایا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم نے انسانوں کو پیدا کر کے ان میں عقل رکھی اور سنجیدگی اور وقار دیا۔ اس کے اسباب وعلل کی وضاحت کی پھر مکلّف بنا کر بے شمار منافع پر نفوس کو پیش کر دیا۔ اور ان نفوس کیلئے اعمال کے مطابق جزاء اور انجام بنایا ذٰلِكَ (یہ) اس سے باطل تخلیق والی بات کی طرف اشارہ ہے۔ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (ان لوگوں کا خیال ہے جو کافر ہیں) الظّن کا معنی مظنون ہے یعنی کہ اس کی تخلیق عبث ہے بتقاضائے حکمت نہیں یہ کافروں کا خیال ہے۔

نکتہ: اس آیت میں ان کو ظانین قرار دیا کہ ان کی تخلیق عبث ہے حکمت کی بناء پر نہیں حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کو آسمان وزمین اور جو ان کے مابین ہے اس کا خالق مانتے تھے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ ولئن سالتهم من خلق السمٰوٰت والارض ليقولن الله [لقمان۔۲۵]

کیونکہ جب وہ بعث، حساب، ثواب وعقاب کے منکر ہیں اور اس کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ہر چیز کی تخلیق عبث وباطل ہے۔ ان کو اس طرح قرار دیا گیا گویا کہ وہ اس کا گمان کرتے اور زبانوں سے کہتے ہیں کیونکہ بدلہ ہی وہ چیز ہے جس کی طرف تخلیق کائنات

وَوَهَبۡنَا لِدَاوٗدَ سُلَيۡمٰنَ ؕ نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ؕ﴿۳۰﴾ اِذۡ عُرِضَ عَلَيۡهِ بِالۡعَشِىِّ الصّٰفِنٰتُ

اور ہم نے داؤد کو سلیمان بخشش کر دیا وہ اچھا بندہ تھا بلاشبہ وہ بہت رجوع کرنے والا تھا جب پیش کیے گئے اس پر شام کے وقت ایسے گھوڑے جو سامنے کے ایک پاؤں پر کھڑے ہونے والے

الۡجِيَادُ ۙ﴿۳۱﴾ فَقَالَ اِنِّىۡۤ اَحۡبَبۡتُ حُبَّ الۡخَيۡرِ عَنۡ ذِكۡرِ رَبِّىۡ ۚ حَتّٰى تَوَارَتۡ بِالۡحِجَابِ ﴿۳۲﴾

تھے عمدہ گھوڑے تھے سو انہوں نے کہا کہ میں نے مال کی محبت کو ترجیح دی اپنے رب کے ذکر کو چھوڑ کر یہاں تک کہ پردے میں چھپ گئے

رُدُّوۡهَا عَلَىَّ ؕ فَطَفِقَ مَسۡحًۢا بِالسُّوۡقِ وَالۡاَعۡنَاقِ ﴿۳۳﴾

انہیں مجھ پر واپس کرو سو شروع کر دیا ان کی پنڈلیوں اور گردنوں کا چھونا۔

میں حکمت لے جاتی ہے پس جو جزاء کا منکر ہوا تو وہ گویا تخلیق عالم کی حکمت ہی کا منکر ہو گیا۔ فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنَ النَّارِ (پس کافروں کیلئے بڑی خرابی ہے یعنی دوزخ)۔

۲۸: اَمۡ نَجۡعَلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (ہاں تو کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے) كَالۡمُفۡسِدِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِيۡنَ كَالۡفُجَّارِ (ان کے برابر کر دیں گے جو دنیا میں فساد کرتے پھرتے ہیں۔ یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر کر دیں گے) ام منقطعہ ہے۔ اور استفہام انکاری ہے۔ مراد یہ ہے اگر جزاء باطل ہو جیسا کہ کفار کہتے ہیں تو نیک و بد کے احوال برابر ہوئے اور متقین اور فاجر میں فرق نہ ہوا اور جو ان کے مابین برابری کرتا ہے وہ عقل مند نہیں بلکہ عقل سے پیدل اور بے وقوف ہے۔

۲۹: كِتٰبٌ (یہ کتاب ہے) اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ (جس کو ہم نے تیری طرف اُتارا) یعنی قرآن مجید مُبٰرَكٌ (بابرکت ہے) یہ دوسری صفت ہے۔ لِّيَدَّبَّرُوۡۤا اٰيٰتِهٖ (تاکہ وہ اس کی آیات پر غور کریں) اس کی اصل لیتدبروا ہے اور اس طرح بھی پڑھا گیا ہے۔ اور اس کا معنی تاکہ وہ اس میں سوچ و بچار کریں اور جو کچھ اس میں ہے اس کی اطلاع پائیں اور اس پر عمل کریں۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

اس قرآن کو غلاموں اور بچوں نے پڑھا۔ جن کو اسکے مطالب کا علم نہیں اور اسکے حروف کو یاد کیا اور اس کی حدود کو ضائع کیا۔

قراءت: یزید نے لتدبّروا خطاب کا صیغہ ایک تاء کو حذف کر کے پڑھا ہے۔ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ (تاکہ اہل فہم نصیحت حاصل کریں) تاکہ عقلاء قرآن سے نصیحت پکڑ لیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام پر گھوڑوں کا پیش کیا جانا:

۳۰: وَوَهَبۡنَا لِدَاوٗدَ سُلَيۡمٰنَ نِعۡمَ الۡعَبۡدُ (اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا بہت اچھے بندے تھے) یعنی سلیمان۔ ایک قول

یہ ہے کہ وہ داؤد علیہ السلام ہیں۔ اور یہ درست نہیں مخصوص بالمدح محذوف ہے۔ اِنَّہٗٓ اَوَّابٌ (بہت رجوع کرنے والے تھے) ممدوح ہونے کی علت اواب بتلائی یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے۔

۳۱: اِذْ عُرِضَ عَلَیْهِ (جبکہ پیش کیے گئے ان کے روبرو) سلیمان علیہ السلام کے سامنے بِالْعَشِیِّ (شام کے وقت) ظہر کے بعد الصّٰفِنٰتُ (اصیل) تین پاؤں پر کھڑے ہونے والے گھوڑے اور چوتھا صرف کھر کا کنارہ لگاتے ہیں۔ الْجِیَادُ (عمدہ گھوڑے) جمع جواد کی ہے، تیز رفتار، کیونکہ وہ گھوڑ دوڑ میں عمدہ ہوتے ہیں۔ ان کو صفون کہا کیونکہ یہ صفت عربی گھوڑوں میں ہوتی ہے۔ دوغلے گھوڑوں میں نہیں ہوتی۔

ایک قول یہ ہے:

ان کو صافن اور جیاد کہا تا کہ وہ دونوں وصفوں کے جامع بن جائیں رکنے اور دوڑنے والے۔ یعنی جب کھڑے ہوتے ہیں تو اپنے مواقف پر ساکن و مطمئن ہوتے ہیں اور جب دوڑتے ہیں تو وہ اپنی دوڑ میں تیز اور خفیف ہوتے ہیں۔ ایک اور قول یہ ہے کہ الجیاد، لمبی گردنوں والے۔ یہ الجید سے بنا ہے۔

روایت میں ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے اہل دمشق اور نصیبین سے جہاد کیا۔ جس میں ایک ہزار گھوڑے ملے۔ ایک قول یہ ہے کہ باپ کی طرف سے وراثت میں ملے اور آپ کے والد نے وہ عمالقہ سے حاصل کیے۔ ایک قول یہ بھی ہے سمندر سے گھوڑے نکلے جن کے پر بھی تھے۔ ایک دن آپ ظہر کی نماز پڑھ کر اپنی کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ اور ان کا معائنہ کرنے لگے۔ معائنہ میں مصروف رہے۔ تا آنکہ سورج غروب ہو گیا اور عصر کی نماز سے غفلت ہو گئی۔ اور یہ فرض تھی۔ آپ غمزدہ ہوئے کیونکہ وہ فوت ہو گئی تھی۔ ان کو واپس منگوایا اور قرب الٰہی حاصل کرنے کیلئے ان تمام کو ذبح کر ڈالا صرف سو رہ گئے۔ آجکل جو لوگوں کے پاس گھوڑے ہیں یہ انہی کی نسل سے ہیں۔ ایک قول یہ ہے جب ان کو ذبح کر ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے بہتر ہوا عنایت فرمائی جو ان کے حکم سے چلتی تھی۔

۳۲: فَقَالَ اِنِّیْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ (تو کہنے لگے کہ میں اس مال کی محبت میں اپنے رب کی یاد) ذِکْرِ رَبِّیْ (سے غافل ہو گیا) یعنی میں نے گھوڑوں کی محبت کو رب کی یاد پر ترجیح دی۔ یہ زجاج کا قول ہے۔ پس اَحْبَبْتُ کا معنی 'اثرت' ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فاستحبوا العمی علی الهدی [فصلت: ۱۷]۔ عن یہ علیٰ کے معنی میں ہے گھوڑے کو خیر فرمایا۔ گویا وہ مجسمہ خیر ہے کیونکہ خیر اس سے متعلق ہے۔ جیسا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ الخیل معقود بنواصیها الخیر الی یوم القیامة ۔ [بخاری، ۲۸۴۹، المسلم ۱۸۷۱]

ابو علی کا قول ہے کہ احببت کا معنی جلست ہے یہ احباب البعیر اونٹ بٹھانا سے ماخوذ ہے۔

نحو: حب الخیر ۔ یہ مفعول لہ ہے جس کی اضافت مفعول کی طرف ہے۔

حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ (یہاں تک کہ سورج پردہ میں چھپ گیا) توارت سے سورج کا چھپنا مراد ہے۔ الحجاب سے

پردہ میں چھپنا۔ تو ارت کی ضمیر کا مرجع سورج اس لئے ہے کہ پہلے شی کا ذکر گزرا ہے۔ مضمر کیلئے پہلے ذکر ضروری ہے یا ذکر کی دلیل ضروری ہے۔ نمبر۲۔ یا ضمیر صافنات کی طرف راجع ہے یعنی وہ رات کے پردے یعنی اندھیرے میں چھپ گیا۔

گھوڑوں کا واپس لوٹا کر ذبح کرنا:

۳۳: رُدُّوْهَا عَلَیَّ (ان گھوڑوں کو ذرا پھر تو میرے پاس لاؤ) ملائکہ کو کہا سورج کو واپس لاؤ تا کہ میں عصر کی نماز ادا کر لوں پس سورج لوٹا دیا گیا۔ اور آپ نے عصر کی نماز ادا کی۔ یا عمدہ گھوڑوں کو میری طرف واپس کردو۔ فَطَفِقَ مَسْحًا ۢ بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ (پس انہوں نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا) پس چھونے لگے چھونا یعنی تلوار سے ان کی پنڈلیوں کو چھونے لگے۔ سوق یہ جمع ساق کی ہے جیسادار اور دور اور اعناق کو چھونے لگے۔ یعنی کاٹنے لگے۔ کیونکہ گھوڑے نماز عصر کیلئے رکاوٹ بنے تھے۔ تم کہو گے مسح عِلَاوَتَهٗ جبکہ وہ اس کی گردن اڑادے۔ اور مسح المسفر الکتاب جب کہ وہ اپنی تلوار سے اس کے اطراف کو کاٹ ڈالے۔

ایک قول یہ ہے:

نمبر۱۔ یہ کفارۂ صلوٰۃ کیلئے کیا۔ نمبر۲۔ سورج لوٹانے کے شکریہ میں کیا۔ ان کی شریعت میں گھوڑا ماکولات میں سے تھا۔ پس تلف کرنا نہ پایا گیا۔ ایک قول یہ ہے آپ نے ہاتھ سے ان کی گردنوں اور پنڈلیوں کو بطور استحسان اور پسندیدگی کے چھوا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِىْ

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے سلیمان کو امتحان میں ڈالا اور ہم نے انکی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا پھر انہوں نے رجوع کیا عرض کیا اے میرے رب میری مغفرت فرما

وَهَبْ لِىْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِىْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ

اور مجھے ایسا ملک عطا کیجئے جو میرے بعد کسی دوسرے کو میسر نہ ہو، بلاشبہ آپ بڑے دینے والے ہیں۔ سو ہم نے ان کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا

تَجْرِىْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيْنَ

جو ان کے حکم سے نرمی سے چلتی تھی جہاں ان کو جانا ہوتا تھا اور ان کے لئے شیاطین مسخر کر دیے ہر بنانے والا اور غوطہ لگانے والا اور ان کے علاوہ بھی

مُقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَاِنَّ لَهٗ

جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے۔ یہ ہماری بخشش ہے۔ سو آپ احسان کریں یا روک لیں کوئی حساب نہیں، اور بلاشبہ ان کے لیے

عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾

ہمارے پاس نزدیکی ہے اور اچھا انجام ہے۔

سلیمان علیہ السلام کا امتحان:

۳۴: وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ (ہم نے سلیمان کو امتحان میں ڈالا) وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ (اور ان کے تخت پر لا ڈالا) کرسی سے تخت مراد ہے۔ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ (ایک دھڑ پھر انہوں نے رجوع کیا) اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔

ایک قول:

سلیمان علیہ السلام کی آزمائش بیس سال حکومت کرنے کے بعد کی گئی۔ اور اس آزمائش کے بیس سال بعد آپ نے حکومت کی۔ ان کی آزمائش یہ تھی کہ ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ شیاطین نے کہا اگر یہ زندہ رہا تو ہم مسخر ہونے سے چھوٹ نہیں سکتے۔ اس کا راستہ یہ ہے کہ ان کو قتل کر دیں یا اس کو پاگل بنا دیں۔ سلیمان علیہ السلام کو اس کا علم ہو گیا۔ آپ اس کو بادل میں دودھ پلواتے تا کہ شیاطین کی طرف سے نقصان نہ پہنچے۔ ایک دن انہوں نے بچے کو اپنے تخت پر مردہ پایا۔ پس آپ اپنی اس لغزش پر متنبہ ہوئے کہ اس میں اگر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے تو اچھا تھا۔

روایتِ بخاری:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ آج رات میں اپنی ستر ازواج کے ہاں جاؤں گا۔ ہر ایک ان

میں سے ایک شہسوار رو مجاہد فی سبیل اللہ جنے گی۔ ان شاء اللہ نہ کہا۔ آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے کسی عورت کو حمل نہ ہوا سوائے ایک بیوی کے اس کے ہاں بھی ادھورا دھڑ جنا گیا۔ اسی کو لا کر کرسی پر ڈال دیا گیا اور آپ کی گود میں رکھ دیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر آپ انشاء اللہ فرما دیتے تو تمام مجاہد و شہسوار پیدا ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔ [رواہ البخاری: ۳۴۲۴]

تبصرہ بر تذکرہ:

جو انگوٹھی اور شیطان کی بات لوگ بیان کرتے اور سلیمان علیہ السلام کے گھر میں بت کی پوجا کا تذکرہ کرتے ہیں وہ اباطیل یہود میں سے ہے۔

۳۵: قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَھَبْ لِیْ مُلْكًا (کہا اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہت دے) ملک کا عطیہ طلب کرنے سے پہلے استغفار لائے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا طریقہ چلا آ رہا ہے کہ وہ سوال سے پہلے استغفار کرتے ہیں۔ لَّا یَنْۢبَغِیْ (جو میسر نہ ہو) جو نہ ہو لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ (کسی کو میرے بعد) میرے سوا۔

قراءت: مدنی اور ابو عمرو نے بَعْدِیَ پڑھا ہے۔ آپ نے اس انداز کی سلطنت مانگی تا کہ وہ معجزہ ہو تا کہ کسی کو اس پر حسد نہ ہو۔ آپ سے پہلے ہوا و شیاطین کسی کیلئے مسخر نہ ہوئے تھے۔ جب آپ نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو ان کے لئے مسخر فرما دیا۔ اور بطور معجزہ اور خرق عادت کے طور پر دیا گیا۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَھَّابُ (آپ بڑے دینے والے ہیں)

تسخیر ریح:

۳۶: فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ (پس ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا)

قراءت: ابو جعفر نے الریاح پڑھا ہے۔

تَجْرِیْ (وہ چلتی)

نحو: یہ الریح سے حال ہے۔

بِاَمْرِهٖ (ان کے حکم سے) سلیمان علیہ السلام کے حکم سے رُخَآءً (نرمی کے ساتھ) نرم و پاکیزہ جو شدید نہ ہو۔

نحو: یہ تجری کی ضمیر سے حال ہے۔

حَیْثُ (جہاں)

نحو: یہ تجری کا ظرف ہے۔

اَصَابَ (وہ چاہتے) قصد و ارادہ کرتے۔ عرب کہتے ہیں۔ اصاب الصواب و اخطأ الصواب۔ اس نے صحیح بات کا قصد کیا اور اس نے غلط بات کا قصد کیا۔

۳۷: وَالشَّیٰطِیْنَ (اور شیاطین کو)

نحو: اس کا عطف الریح پر ہے ای سخرنا له الشیاطین كُلَّ بَنَّآءٍ (تعمیر کرنے والوں کو) یہ شیاطین سے بدل ہے شیاطین آپ کے لئے بڑی عمارات بناتے تھے۔ وَّ غَوَّاصٍ (اور غوطہ لگانے والوں کو بھی) یعنی موتی نکالنے کیلئے وہ سمندر میں غوطہ لگاتے۔ سلیمان علیہ السلام پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے سمندر سے موتی نکالے۔ مطلب یہ ہے ہم نے تعمیر کرنے والے اور غوطہ لگانے والے شیاطین کو ان کا مطیع کر دیا تھا۔

بیڑی بند شیطان:

۳۸: وَّاٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ (اور دوسروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے)

نحو: آخرین کا عطف کل بناء پر ہے اور یہ حکم بدل میں داخل ہے۔ آپ سرکش شیاطین کو ایک دوسرے کے ساتھ قیود و سلاسل میں سزا کیلئے جمع کر دیتے تاکہ وہ شر و فساد نہ برپا کریں۔ الصفد بیڑی اور عطاء کو کہتے ہیں کیونکہ وہ منعم علیہ کو منعم کے ساتھ جوڑتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول میں ہے۔ من برّك فقد اسرك ومن جفاك فقد اطلقك ۔ جس نے تجھ پر احسان کیا اس نے تجھے قیدی بنالیا اور جس نے درشتی اختیار کی اس نے تجھے آزاد کر دیا۔

رزق پر عدم داد گیر کا وعدہ:

۳۹: هٰذَا (یہ) جو تمہیں بادشاہی، مال، وسعتِ رزق عنایت کی ہے۔ عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ (عطیہ ہے اس کو دو) اس میں سے جو چاہو جتنا چاہو دو یہ فامنن اَلْمَنٌّ سے بنا ہے۔ وہ عطاء کو کہتے ہیں اَوْ اَمْسِكْ (یا نہ دو) یعنی عطاء سے رک جاؤ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب دیتے تو اجر ملتا اور اگر روک لیتے تو گناہ گار نہ تھے بخلاف دیگر لوگوں کے۔ بِغَیْرِ حِسَابٍ (تم سے کچھ دار و گیر نہیں) یہ عطاؤنا کے متعلق ہے بعض نے کہا یہ اس سے حال ہے یعنی یہ ہمارا کثیر مقدار میں عطیہ ہے جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا یا نمبر۲۔ یہ تسخیر ہمارا عطیہ ہے۔ شیاطین میں سے جن کو تم چاہو احسان کر کے چھوڑ دو اور جن کو چاہو اپنے ہاں زنجیروں میں جکڑے رکھو اس سلسلہ میں آپ سے پوچھ گچھ نہ ہوگی۔

۴۰: وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ (اور ان کے لئے ہمارے ہاں قرب اور نیک انجامی ہے)

نحو: لزلفی یہ اِنّ کا اسم ہے اور لہ خبر ہے اور عند میں خبر عامل ہے۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿٤١﴾ اُرْكُضْ

اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کیجئے جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ بیشک مجھے شیطان نے دکھ اور آزار پہنچایا ہے۔ اپنا پاؤں

بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿٤٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ

مارو یہ غسل کرنے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا، اور ہم نے انکو انکا کنبہ اور ان کے ساتھ انکے برابر عطا کئے

رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿٤٣﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا

ہماری رحمت خاصہ کے سبب سے اور عقل والوں کی یادگار کے لئے، اور تم اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینکوں کا لے لو پھر اس سے مارو اور قسم

تَحْنَثْ ۭ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿٤٤﴾

نہ توڑو، بلاشبہ ہم نے ان کو صابر پایا اچھے بندہ تھے وہ، بیشک وہ بہت رجوع ہونے والے تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر:

۴۱: وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ (اور آپ ہمارے بندے ایوب کا ذکر کیجئے)

نحو: ایوب یہ عبدنا سے بدل یا عطف بیان ہے اور اذ اس سے بدل الاشتمال ہے۔ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ (جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا) نادی دعاہ کے معنی میں ہے۔ اَنِّىْ مَسَّنِىَ (کہ مجھے پہنچایا ہے) یہ بانی مسنی ہے اور یہ ان کے کلام کی حکایت ہے جس کے سبب سے انہوں نے پکارا۔ اگر حکایت کلام نہ ہوتی تو اس طرح ہوتا۔ بانہ مسّہٗ کیونکہ وہ غائب ہے غائب کا صیغہ چاہیے تھا۔ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ (شیطان نے رنج اور دکھ)

قراءت: عام قراء نے تو صاد کا جزم پڑھا۔ یزید نے بنصُبٍ صاد کو ضمہ دیا۔ اور یعقوب نے نَصْب اور نَصَبٌ جیسا کہ رُشد اور رَشَدٌ اور ہبیرہ نے اصل مصدر کی صورت میں نَصْب پڑھا ہے۔ معنی سب کا ایک ہے تکلیف و مشقت کو کہتے ہیں۔ وَّعَذَابٍ (دکھ) نمبر ۱۔ ان کی مراد اس سے بیماری ہے اور جو اس بیماری میں قسم قسم کی دردیں پیش آتی تھیں۔ نمبر ۲۔ ایک قول یہ ہے اس سے مراد وہ وسوسہ ہے جو ان کے اس مرض کو بڑھا کر پیش کرتا اور ان کو کراہت و گھبراہٹ پر آمادہ کرتا۔ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء کی کہ اللہ تعالیٰ اس آزمائش کو ہٹا کر ان کی کفایت فرمائیں نمبر ۳۔ یا اس کے دفاع کی توفیق اور صبر جمیل سے اس کو لوٹانے کی ہمت دے۔

روایت میں ہے ان کی عیادت کو تین شخص آتے تھے۔ ایک ان میں سے مرتد ہو گیا اس سے جب پوچھا گیا تو القائے شیطانی سے وہ کہنے لگا اللہ تعالیٰ انبیاء اور صالحین کو ابتلاء میں نہیں ڈالتا۔ اور اس نے ذکر کیا کہ ایوب کی آزمائش کا سبب یہ ہے کہ اس نے

ایک بکری ذبح کی اور اس کو کھالیا حالانکہ ان کا ہمسایہ بھوکا تھا۔۲ نمبر۔یا ایوب نے کوئی منکر فعل دیکھ کر اس پر خاموشی اختیار کی جس کی وجہ سے ابتلاء آئی۔نمبر۳۔یا اللہ تعالیٰ نے ان کے درجات کو بلند کرنے کیلئے بلالغزش سابقہ ان کو ابتلاء میں ڈالا ہے۔

ایڑی سے چشمہ اُبلنے لگا:

۴۲: اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ (اپنا پاؤں مارو) یہ اس کی حکایت ہے جو ایوب علیہ السلام کو جواب دیا گیا یعنی ہم نے ان کی طرف جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا۔جبرئیل علیہ السلام نے کہا ارکض برجلك تم اپنا پاؤں زمین پر مارو۔یہ جابیہ شام کا علاقہ تھا۔آپ نے پاؤں مارا تو چشمہ ابل پڑا۔پس ان کو کہا گیا۔هٰذَا مُغْتَسَلٌ ۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ (یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا) یعنی یہ وہ پانی ہے جس سے تو غسل کرے گا اور پیئے گا اور تیرا ظاہر و باطن سب درست و صحت یاب ہو جائے گا۔

ایک قول:

دو چشمے جاری ہوئے ایک سے غسل کیا اور دوسرے سے پانی نوش فرمایا اللہ تعالیٰ کے حکم سے اندر باہر سے بیماری کا اثر جاتا رہا ہے۔

۴۳: وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ (اور ہم نے ان کو ان کا کنبہ عنایت فرمایا اور ان کے برابر اور بھی) **ایک قول**: اللہ تعالیٰ نے انہی کو زندہ کر دیا اور اتنے اور بھی دے دیئے۔رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ (اپنی رحمت خاصہ کے سبب سے اور اہل عقل کے یادگار رہنے کے سبب سے) دونوں کیلئے۔مفعول ہے ای الهبة كانت للرحمة له و لتذكير اولى الالباب (یہ ہبہ ان پر رحمت کیلئے اور عقلاء کو یاد دلانے کیلئے تھا) کیونکہ جب وہ سنیں گے کہ ہم نے صبر کی وجہ سے ان پر انعام فرمایا تو تکالیف پر صبر کرنے میں ان کو اس سے رغبت حاصل ہوگی۔

بیوی کے متعلق حلف سے نکلنے کا طریقہ:

۴۴: وَخُذْ (اور تم لو) اس کا ارکض پر عطف ہے۔بِيَدِكَ ضِغْثًا (اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا) ضِغْثًا گھاس کے تنکوں کا ایک گٹھا یا ریحان کا مٹھا یا اور کسی چیز کا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ (پس اس سے مار لو اور قسم نہ توڑو!) انہوں نے ایام مرض میں حلف اٹھالیا تھا کہ اپنی بیوی کو ایک سو کوڑے لگائیں گے اگر ان کو صحت یابی میسر ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم سے حلال ہونے کا ایسا راستہ بتلایا جو ان کے اور ان کی بیوی کیلئے سہل ترین تھا۔اس لئے کہ اس نے آپ کی ایام مرض میں بہت خوب خدمت کی تھی اور یہ رخصت باقی ہے۔واجب یہ ہے کہ مضروب کو سو میں سے ہر ایک پہنچے۔قسم کا باعث یہ ہوا کہ ایک دن کسی کام کے دوران ان سے واپسی میں سستی ہوگئی جس سے آپ کا دل تنگ ہوا۔ایک قول یہ ہے کہ اس نے دو برتن جو آپ سے متعلق تھے جب آپ اٹھے تو وہ دو روٹیوں کے بدلے فروخت کر دیے۔اِنَّا وَجَدْنٰهُ (بیشک ہم نے اس کو پایا) یعنی اس کو جانا صَابِرًا (صابر) مصائب پر۔

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّآ

اور یاد کیجئے ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے، بیشک ہم نے

اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾

انہیں ایک خاص بات کیساتھ مخصوص کیا تھا جو آخرت کی یاد ہے اور بلاشبہ یہ بندے ہمارے نزدیک انتخاب کردہ اچھے لوگوں میں سے ہیں

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَاِنَّ

اور یاد کیجئے اسماعیل کو اور الیسع کو اور ذوالکفل کو، اور یہ سب اچھے لوگوں میں سے تھے، یہ ایک نصیحت ہے، اور بلاشبہ

لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا

پرہیزگاروں کے لئے اچھا ٹھکانہ ہے، ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں ان کے لئے دروازے کھلے ہوں گے، وہ ان میں تکیہ لگائے ہوں گے،

يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾

وہ وہاں بہت سے میوے اور پینے کی چیزیں طلب کریں گے اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی ہم عمر بیویاں ہوں گی

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾

یہ وہ ہے جس کا تم سے روزحساب آنے پر وعدہ کیا جاتا تھا بلاشبہ یہ ہمارا رزق ہے جس کو ختم ہونا ہی نہیں۔

سوال: انہوں نے اپنی تکلیف کا شکوہ تو کیا اور رحمت الٰہی طلب کی۔

جواب: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکوہ جزع میں آتا ہی نہیں

یعقوب علیہ السلام نے فرمایا قال انما اشکوا بثی و حزنی الی اللّٰہ [یوسف:۸۶] اس کے ساتھ ساتھ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے شفاء طلب کرتے تاکہ آپ کی قوم فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں کہیں شیطان ان کے دل میں یہ وسوسہ اندازی کرنے لگ جائے کہ اگر یہ نبی ہوتے تو ان پر ایسا ابتلاء نہ آتا اور طلب شفاء سے طاعت پر قوت حاصل کرنا بھی مقصود تھا۔ کیونکہ بیماری کے اثر سے دل اور زبان کے علاوہ سارا جسم نڈھال ہو چکا تھا۔ نِعْمَ الْعَبْدُ (اچھے بندے تھے) ایوب علیہ السلام اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ (بیشک وہ بہت رجوع کرتے تھے)

آخرت سے غافل بے بصیرت ہے:

۴۵: وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ (اور ہمارے بندوں کا ذکر کرو)

قراءات: عبدنا مکی نے پڑھا ہے۔

اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ (ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا)

نحو: جنہوں نے جمع پڑھا انہوں نے ابراہیم اور مابعد کو عبادنا کا عطف بیان قرار دیا اور جنہوں نے واحد پڑھا انہوں نے صرف ابراہیم کو عطف بیان مان کر پھر ان کی اولاد کو عبدنا پر عطف بنالیا۔

وجہ: اکثر اعمال کی انجام دہی ہاتھوں سے ہوتی ہے تو ان کو تغلیباً ذکر کر دیا۔ ہر عمل کے متعلق کہا جاتا ہے هذا مما عملت ایدیهم خواہ ایسا کام ہو جس میں براہ راست ہاتھ کا دخل نہ ہو۔ یا کام کرنے والے مجذوم ہوں کہ ان کے بالکل ہاتھ نہ ہوں۔ اور اس ارشاد کا یہی مطلب ہے۔ اُولِي الۡاَيۡدِيۡ وَالۡاَبۡصَارِ (یعنی وہ اعمال وفکر والے تھے)

بے بصیرت:

گویا جو لوگ آخرت کے اعمال اختیار نہیں کرتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور دینی فکر سے خالی ہیں وہ اپاہج لوگ ہیں جو کہ اپنے اعضاء سے کام کرنے سے عاجز ہوتے ہیں اور مسلوب العقل ہیں جن میں بصیرت کا نشان نہیں یا اس میں ان لوگوں پر تعریض کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر کام کرنے والے نہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے دین میں بصیرت حاصل کرنے والے ہیں اور مجاہدہ اور غور وفکر چھوڑنے پر ان کو توبیخ کی گئی حالانکہ ان دونوں باتوں پر قدرت حاصل تھی۔

انبیاء علیہم السلام یادِ آخرت کے لئے مخصوص:

۴۶: اِنَّاۤ اَخۡلَصۡنٰهُمۡ (ہم نے ان کو مخصوص کیا تھا) ہم نے ان کو اپنے لیے خاص کر لیا۔ بِخَالِصَةٍ (ایک خاص بات سے) ایک خاص خصلت کے ساتھ جس میں ملاوٹ نہ تھی۔ ذِكۡرَى الدَّارِ (وہ یاد آخرت کی ہے)

نحو: نمبرا۔ ذکری یہ محل نصب میں ہے۔ یا محل رفع میں ہے اعنی محذوف مانیں تو نصبی حالت اور ھی مقدر ہو تو رفعی ہے۔

نمبر۳۔ خالصة سے بدل ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ مطلب یہ ہوا ہم نے ان کو یاد آخرت کے ساتھ مخصوص کر دیا یعنی ہم نے اس طرح خالص بنایا کہ وہ لوگوں کو آخرت یاد دلانے والے ہیں اور دنیا سے بے رغبتی دلانے والے ہیں۔ جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کا طرز عمل ہے۔ یا اس کا مطلب یہ ہے وہ آخرت کا کثرت سے تذکرہ کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھتے اور دنیا کا تذکرہ بھول جاتے ہیں۔

قراءت: مدنی نے بخالصة ذكرى پڑھا ہے اور یہ اضافة الشئى الى مابينه کے قبیل سے ہے یعنی کسی ایسی شئی کی طرف اضافت کرنا جو اس کو بیان کر دے کیونکہ خالص ذکر اور غیر ذکر کئی چیزیں ہو سکتی ہیں۔ ذکری مصدر ہے جس کی اضافت مفعول کی طرف کی گئی ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے بان خلص ذكرى الدار ایک قول یہ ہے: خالصہ یہ خلوص کے معنی میں ہے۔ اور اس کی اضافت فاعل کی طرف ہے۔ تقدیر کلام اس طرح بنے گی بان خلصت لهم ذكرى الدار على انهم لايشوبون

ذکری الدار بھم آخر انما ھمھم ذکری الدار لاغیر ۔ یہ کہ ان کا آخرت کا تذکرہ خالص ہے اس طرح کہ وہ آخرت کے تذکرہ کے ساتھ اور کسی فکر کو نہیں ملاتے ان کا ایک غم اور فکر ہے وہ آخرت کی یاد ہے نہ کہ اور کچھ۔

ایک قول:

ذکری الدار سے دنیا میں اچھی تعریف ہے اور یہ بات ہے جس کے ساتھ ان کو خالص کر لیا گیا اوروں کا تذکرہ اس طرح نہیں کیا جاتا جیسا ان کا کیا جاتا ہے اسی معنی کی تقویت اس قول سے بھی ہوتی ہے۔ وجعلنا لھم لسان صدق علیًّا [مریم: ۵۰]

۴۷: وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ (اور بیشک وہ ہمارے یہاں منتخب اور سب سے اچھے لوگوں میں سے ہیں) (المصطفین اپنے ہم جنسوں میں مختار و منتخب الاخیار جمع خیر یا خَیّر جیسا کہ اموات جمع میت اور مَیّت۔

۴۸: وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ (اور تذکرہ کریں اسماعیل اور یسع علیہما السلام کا) الف لام جو کہ حرف تعریف ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ یسع پر داخل کیا گیا ہے۔ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ (اور ذوالکفل کا بھی یہ سب اچھے لوگوں میں سے تھے)

نحو: کُلٌّ کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے ای کُلّھُمْ۔

متقین کو ملنے والی جنت کی تفاصیل:

۴۹: هٰذَا ذِكْرٌ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ (یہ ایک نصیحت کا مضمون تو ہو چکا اور پرہیز گاروں کیلئے اچھا ٹھکانہ ہے) ھذا سے مراد مرتبہ اور اچھا تذکرہ جس سے ان کو یاد کیا جاتا رہے گا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ عمدہ لوٹنے کی جگہ ہے مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اچھائی سے انکا تذکرہ جاری رہے گا اور آخرت میں وہ رب جلیل کی مغفرت کو پائیں گے۔

ربط: پھر اس لوٹنے کے مقام کی خوبی و حسن کو ذکر فرمایا۔

۵۰: جَنّٰتِ عَدْنٍ (ہمیشہ رہنے کے باغات)

نحو: یہ حسن مآب سے بدل ہے۔

مُّفَتَّحَةً (اس حال میں کہ کھلے ہونگے) نحو: یہ جنات سے حال ہے کیونکہ وہ عدن کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے معرفہ ہے۔ عدن علم ہے اور اس کا عامل فعل کا وہ معنی ہے جو للمتقین میں عمل کر رہا ہے۔ لَّهُمُ الْاَبْوَابُ (ان کے لئے دروازے)

نحو: ابواب مفتحة کا فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اور ضمیر عائد محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے مفتحة لھم الابواب منھا۔ ضمیر اس میں اسی طرح حذف کی جیسا اس ارشاد میں حذف کی ہے فان الجحیم ھی الماوٰی [النازعات ۳۹] ای لھم۔ نمبر۲۔ یا تقدیر کلام اس طرح مانیں ابوابھا مگر اول وجہ عمدہ ہے۔ نمبر۳۔ یا مفتحة کی ضمیر سے بدل ہے اور وہ ضمیر جنات ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ مفتحة ھی الابواب اور جنات کا بدل الاشتمال ہے۔

۵۱: مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ (وہ ان باغوں میں تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے وہ وہاں بہت سے میوے) كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ (اور پینے کی چیزیں منگوائیں گے)

هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِیْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ

اس بات کو سمجھ لو، اور بلاشبہ سرکشوں کے لئے برا ٹھکانا ہے جہنم ہے جس میں وہ داخل ہوں گے سو وہ برا بچھونا ہے، یہ

فَلْیَذُوْقُوْهُ حَمِیْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَکْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَکُمْ ۚ

عذاب ہے سو تم اس کو چکھ لو، حمیم ہے اور غساق ہے، اور اس کے سوا اسی طرح کی انواع عذاب ہیں یہ جماعت ہے جو تمہارے ساتھ داخل ہو رہی ہے

لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۟ لَا مَرْحَبًۢا بِکُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ

جن کے لئے کوئی مرحبا نہیں ہے بیشک یہ لوگ دوزخ میں داخل ہونے والے ہیں، وہ کہیں گے بلکہ تم ایسے ہو کہ تمہارے لئے مرحبا نہیں ہے تم نے اس کو ہمارے لئے

لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِی النَّارِ ﴿۶۱﴾

آگے بڑھایا سو یہ بری جگہ ہے ٹھہرنے کی، وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب جس نے اس کو ہمارے آگے کیا اسے دوزخ میں دوگنا عذاب بڑھا دیجئے،

وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا کُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِیًّا

اور وہ کہیں گے کیا بات ہے ہم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جنہیں ہم اشرار یعنی برے لوگوں میں شمار کیا کرتے تھے کیا ہم نے ان کا مذاق بنا رکھا تھا

اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ ع

یا انکے دیکھنے سے آنکھیں چکرا رہی ہیں؟ بلاشبہ یہ حق ہے دوزخ والوں کا جھگڑنا۔

نحو: متکئین یہ لھم کی ضمیر سے حال ہے۔ اور اس کا عامل مفتحۃ ہے۔ فاکھۃ کے بعد کثیرۃ کی صفت یہ شراب کی بھی صفت ہے عطف اس کا متقاضی ہے پہلے پر اکتفاء کر کے دوسرے سے حذف کر دی گئی ہے۔

۵۲: وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ (اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی) ان کی نگاہیں اپنے خاوندں تک محدود رہیں گی۔ اَتْرَابٌ (ہم عمر) دونوں کی عمریں یکساں ہونگیں کیونکہ ہم عمروں میں محبت زیادہ قائم رہنے والی ہوتی ہے۔ گویا ہم عمروں کو اتراب کہہ دیا کیونکہ ان کو مٹی نے ایک ہی مرتبہ چھوا۔

۵۳: هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِیَوْمِ الْحِسَابِ (یہ وہ ہے جس کا تم سے روز حساب آنے پر وعدہ کیا جاتا ہے)

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے یوعدون یاء سے پڑھا ہے۔ یوم حساب سے مراد جس دن ہر نفس کو اس کے عمل کا بدلہ ملے گا۔

۵۴: اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ (بیشک یہ ہماری عطاء ہے اس کا کہیں ختم ہونا ہی نہیں) نفاد انقطاع کو کہتے ہیں۔

نحو: یہ جملہ الرزق سے حال ہے اور اس کا عامل اسم اشارہ ہے۔

۵۵: هٰذَا (یہ بات ہو چکی) یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ تقدیر کلام الا مر ھذا یا ھذا کما ذکر ۔ وَاِنَّ لِلطّٰغِیْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ

(اور سرکشوں کیلئے برا ٹھکانہ ہے)

مجرمین کے ٹھکانہ جہنم اور اس کی تفاصیل:

۵۶: جَهَنَّمَ (دوزخ) یہ بدل ہے یَصْلَوْنَهَا (وہ اس میں داخل ہونگے) فَبِئْسَ الْمِهَادُ (وہ بہت برا ٹھکانہ ہے) سونے والا جو کپڑا سونے کیلئے نیچے بچھاتا ہے آگ کو اس بچھونے سے تشبیہ دی ہے۔

۵۷: هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ (یہ لوگ پس اس کو چکھیں یہ کھولتا ہوا پانی ہے) یعنی یہ گرم کھولتا پانی ہے پس اس کو چکھیں۔

نحو: ھذا مبتدأ اور حمیمٌ اس کی خبر ہے اور غساق یہ خبر پر معطوف ہے فلیذوقوہ یہ جملہ معترضہ ہے۔ نمبر۲۔ العذاب مبتدأ ھذا اس کی خبر ہے۔ فلیذوقوہ جملہ معترضہ ہے پھر ھو مبتدأ محذوف اور حمیم و غساق اس کی خبر ہے۔

قراءت: حمزہ، علی، حفص نے غساق کو تشدید سے پڑھا ہے۔

اور تخفیف سے بھی ہے۔ غساق وہ کچ لہو جو جہنم والوں کے زخموں سے بہے گا۔ کہا جاتا ہے غَسَقَتِ العین آنکھ بہہ پڑی۔

ایک قول:

الحمیم وہ گرم پانی جو اپنی حرارت سے جلائے۔ الغساق وہ ٹھنڈا پانی جو ٹھنڈک سے جما دے۔

۵۸: وَّاٰخَرُ (اور دوسری) یعنی دوسرا عذاب یا چکھائی گئی دوسری چیز مِنْ شَكْلِهٖٓ (اسی قسم کی) مذکور عذاب جیسی۔

قراءت: بصری قراء نے اُخَرُ پڑھا۔ یعنی مَذُوقات اُخَرُ من شکل هذا المذوق فی الشدة و الفظاعة۔ دوسری چکھنے کی چیزیں جو ذلت وسختی میں اس کی طرح ہونگی۔ اَزْوَاجٌ (طرح طرح کی چیزیں) یہ آخر کی صفت ہے کیونکہ جائز ہے۔ کہ اس کی اقسام ہوں۔

جہنمیوں کی باہمی چپقلش:

۵۹: هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ (یہ ایک جماعت) اور آئی جو تمہارے ساتھ گھس رہی ہے) یہ اکٹھی جماعت ہے جو تمہارے ساتھ دوزخ میں گھسنا چاہتی ہے یعنی تمہارے ساتھ ہی دوزخ میں داخل ہو رہی ہے۔ الاقتحام کسی چیز میں زبردستی داخل ہونا۔ القحمہ سختی کو کہتے ہیں۔ یہ سرکش سرداروں کو باہمی کلام ہے۔ فوج سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان کے ساتھ گمراہی میں گھس گئے پس وہ ان کے ساتھ عذاب میں گرفتار ہونگے۔ لَا مَرْحَبًاۢ بِهِمْ (ان پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار!) یہ اپنے پیروکاروں کے متعلق بددعا ہے تم دعا کیلئے کہوگے مرحباً ای اتیت رحباً من البلاد لا ضیقاً (تو کھلی جگہ میں آیا نہ کہ تنگی میں) یا رحبت بلادك رحباً۔ پھر اس پر لا داخل کیا گیا اور بددعا کیلئے لایا گیا ہے۔

نحو: بهم میں ان لوگوں کا بیان ہے جن کے متعلق بددعا کی گئی ہے۔

اِنَّھُمْ صَالُوا النَّارِ (یہ بھی دوزخ میں ہی آ رہے ہیں) داخل ہو رہے ہیں۔اس میں ان کے جلد بددعا دینے کی علت بیان کی گئی ہے۔ایک قول یہ ہے ھذا فوج مقتحم یہ جہنم کے داروغہ کا کلام ہے۔جو وہ روسائے کفار کو ان کے پیروکاروں کے سلسلہ میں کریں گے۔اور لا مرحبًا بھم انھم صالوا النار ۔یہ رؤساء کا کلام ہے۔ایک قول یہ ہے یہ تمام جہنم کے داروغہ فرشتوں کا کلام ہے۔

۶۰: قَالُوْا (وہ کہیں گے) وہ پیروکار بَلْ اَنْتُمْ لَامَرْحَبًام بِكُمْ (بلکہ تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہو) یعنی جو بددعا ہمیں دے رہے ہو وہ تمہارے لائق ہے اور پھر اس کی علت بتلائی اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا (بلکہ تمہیں تو یہ ہمارے سامنے لائے) ہٗ کی ضمیر عذاب کی طرف راجع ہے یا ان کے داخلے کی طرف لوٹتی ہے یعنی تم نے ہمیں اس کی طرف بلایا پس ہم نے تمہاری اتباع میں کفر اختیار کیا۔فَبِئْسَ الْقَرَارُ (پس وہ بہت برا ٹھکانہ ہے) یعنی آگ۔

۶۱: قَالُوْا (وہ کہیں گے) پیروکار رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا (اے ہمارے رب جو شخص اس کو ہمارے آگے لایا اس کو دوگنا عذاب دیجیو) ضعف بمعنی مضاعف ہے بڑھا کر دیا جائے۔فِي النَّارِ (دوزخ میں) بڑھائی والا عذاب جیسا دوسرے ارشاد میں فرمایا ربنا ھٰؤلاءِ اضلونا فاٰتھم عذابا ضعفا [الاعراف:۳۸] ضعف اسی طرح کا اور بڑھاتا۔

جہنم والوں کا جنت والوں کے متعلق باہمی سوال:

۶۲: وَقَالُوْا (وہ کہیں گے) کفار کے سرداروں کی طرف ضمیر لوٹتی ہے۔مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا (کیا بات ہے ہم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے) كُنَّا نَعُدُّهُمْ (ہم ان کو شمار کرتے تھے) دنیا میں مِّنَ الْاَشْرَارِ (برے لوگوں میں سے) رذیل جن میں کوئی خیر نہ پائی جائے اور نہ شرافت ۔

۶۳: اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا (کیا ہم نے ان کا مذاق اڑا رکھا تھا)

قراءت: یہ قراءت ابوعمرو، حمزہ، کسائی کی ہے اور خبر کے انداز سے عراقی قراء نے سوائے عاصم کے پڑھا ہے۔اس وجہ سے کہ وہ رِجَالًا کی صفت ہے یہ کنا نعدھم من الاشرار کی طرح ہے دیگر تمام قراء نے ہمزہ استفہام سے پڑھا ہے اس طرح تمسخر کا اپنے نفوس کے متعلق انکار ہے۔مدنی، حمزہ، علی، خلف، مفصل نے سُخْرِيًّا پڑھا ہے۔

اَمْ زَاغَتْ (یا چکرا رہی ہیں) عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ (ان سے آنکھیں) یہ مالنا سے متصل ہے۔مطلب یہ ہے مالنا لا نراھم فی النار کانھم لیسوا فیھا ؟ بل ازاغت عنھم ابصارنا فلانراھم وھم فیھا؟ ہمیں کیا ہوا کہ ہم ان کو آگ میں دیکھ نہیں رہے گویا آگ میں نہیں ہیں؟ بلکہ ہماری آنکھیں ان سے پھر گئیں جس کی بناء پر ہم ان کو دیکھ نہیں رہے اگر وہ اس میں ہیں؟ انہوں نے اپنے معاملے کو دو باتوں میں منحصر کیا کہ آیا وہ اہل جنت سے ہیں یا اہل دوزخ سے ہر دو حالتوں میں ان کی جگہ ہمیں نظر نہیں آ رہی۔

۶۴: اِنَّ ذٰلِكَ (بیشک یہ بات) جو ہم نے ان کی طرف سے بیان کی ہے۔لَحَقٌّ (بالکل سچی بات ہے) یہ سچائی ہر صورت پوری

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖۗ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

آپ فرما دیجئے کہ میں تو صرف ڈرانے والا ہوں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو واحد ہے قہار ہے وہ آسمانوں کا

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ

اور زمین کا اور جو کچھ ان کے اندر ہے ان سب کا رب ہے، عزیز ہے، غفار ہے، آپ فرما دیجئے کہ یہ بڑی خبر ہے تم اس سے

مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾ اِنْ يُّوْحٰٓى

اعراض کئے ہوئے ہو، مجھے ملأ اعلیٰ کا کچھ علم نہیں ہے جبکہ وہ آپس میں گفتگو کرتے ہیں، میری طرف تو صرف

اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۰﴾

یہ وحی بھیجی گئی ہے کہ میں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔

ہو کر رہے گی وہ ضرور کلام کریں گے پھر بتلایا کہ وہ کیا بات سچی ہے فرمایا۔ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ (جہنمیوں کا باہمی لڑنا جھگڑنا) جب اللہ تعالیٰ نے ان کے باہمی لے دے اور گفتگو کو اس بات سے تشبیہ دی جو دو باہمی جھگڑے والوں میں ہوتی ہے۔ تو اس کو تخاصم سے تعبیر فرما دیا۔ کیونکہ سرداروں کا قول لا مرحبا بھم اور ان کے معتقدین کا قول بل انتم لا مرحبا بکم یہ خصومت و جھگڑے ہی کی قسم میں سے ہے۔ اس وجہ سے ان کی ساری گفتگو کو تخاصم کہہ دیا۔ کیونکہ ان کی باتوں میں مخاصمت پائی جاتی ہے۔

۶۵: قُلْ (کہہ دیں) اے محمد ﷺ ان مشرکین مکہ کو۔ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ (کہ میں تو ڈرانے والا ہوں) میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرسنانے والا اور ان کے عذاب سے ڈرانے والا رسول ہوں۔ وَّ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ (اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی عبادت کے لائق نہیں) اور میں تمہیں کہتا ہوں کہ توحید باری تعالیٰ یہی دین حق ہے اور تمہارا یہی اعتقاد ہونا چاہیے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جو الْوَاحِدُ (اکیلا ہے) بلاشریک و شرکت غیر۔ الْقَهَّارُ (غالب) ہر شئی پر۔

۶۶: رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا (وہ پروردگار آسمان و زمین کا ہے اور جو چیزیں ان کے درمیان ہیں) تمام جہاں میں بادشاہی و ربوبیت اسی ہی کیلئے ہے۔ الْعَزِيْزُ (زبردست) وہ ذات جب وہ سزا دے تو مغلوب نہیں ہوتا۔ الْغَفَّارُ (بخشش کرنے والا ہے) جو گناہوں سے اس کی پناہ میں آئے۔

توحید کا عظیم الشان مضمون:

۶۷: قُلْ هُوَ (آپ کہہ دیجئے یہ) یعنی جو میں نے اپنے رسول منذر ہونے کی خبر دی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ایک عظیم الشان مضمون ہے) شدید ترین غافل ہی اس سے اعراض کر سکتا ہے۔ پھر تمہارا حال یہ ہے۔

۶۸: اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ (کہ اس سے تم بے پروائی اختیار کرنے والے ہو) غافل ہونے والے ہو۔
۶۹: مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۭ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰۤى اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ (مجھے عالم بالا کی کچھ بھی خبر نہ تھی جبکہ وہ گفتگو کر رہے تھے) اس سے آپ کی نبوت کے صحیح ہونے پر استدلال کیا گیا کہ آپ ملأ اعلیٰ کی باہمی گفتگو کی اطلاع دے رہے ہیں۔ جس کا آپ کو پہلے بالکل علم نہ تھا۔ پھر اسکو جان لیا اور جاننے کیلئے وہ طریقہ اختیار نہیں کیا جو لوگ اختیار کرتے ہیں کہ جس کو نہیں جانتے اس کو اس علم کے جاننے والوں سے اخذ کرتے اور لیتے ہیں اور کتب کا مطالعہ کرتے ہیں۔ جب یہاں ان میں سے کوئی ذریعہ ثابت نہیں تو ثابت ہوا کہ وحی سے ہی معلوم ہوئی ہے۔
۷۰: اِنْ یُّوْحٰۤى اِلَیَّ اِلَّاۤ اَنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (میرے پاس وحی صرف اس سبب سے آتی ہے کہ میں صاف صاف ڈرانے والا ہوں) یعنی اس لئے کہ میں کھلا ڈرانے والا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ میرے پاس وحی ڈر سنانے کے لئے ہوتی ہے۔
نحو: لام کو حذف کر دیا گیا اور فعل کو اس تک پہنچا کر منصوب ہوا اور یہ بھی درست ہے کہ اس معنی کے لحاظ سے یہ مرفوع ہو مایوحی الی الا ھذا وھو أن انذروا بلغ ولا افرّط فی ذٰلك یعنی مجھے صرف اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں ڈراؤں اور بلا کم وکاست پہنچا دوں۔ اس کے علاوہ اور کچھ میرے ذمہ نہیں۔
قراءت: اِنَّمَاۤ کو مکسور یزید نے حکایۃً پڑھا ہے۔ یعنی الا ھذا القول وھو ان اقول لکم انما انا نذیر مبین ولا ادعی شیئا آخر، مگر یہ قول کہ میں تمہیں کہوں انما انا نذیر مبین اس کے علاوہ اور کسی چیز کا دعویٰ نہ کروں۔ ایک قول یہ ہے النبأ العظیم سے مراد قصص آدم علیہ السلام اور بغیر کسی سے سننے کے ان کی اطلاع دینا۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: النبأ العظیم سے قرآن مجید مراد ہے۔ قول حسن رحمہ اللہ قیامت کا دن مراد ہے۔ اور ملأ اعلیٰ سے اصحاب القصہ۔ یعنی ملائکہ، آدم، ابلیس مراد ہیں کیونکہ وہ آسمان میں تھے اور گفتگو ان کے مابین ہوئی۔
اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ (جبکہ وہ گفتگو کر رہے تھے) یہ محذوف سے متعلق ہے اس کا معنی یہ ہے ما کان لی من علم بکلام الملأ الا علی وقت اختصامھم مجھے کوئی علم نہ تھا۔ ملأ اعلیٰ کی گفتگو کا جب کہ وہ آپس میں مصروف گفتگو تھے۔

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ

جب کہ آپکے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ بیشک میں کیچڑ سے ایک بشر کو پیدا کرنے والا ہوں، سو جب میں اسے پوری طرح بنادوں اوراس میں اپنی روح

مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ

پھونک دوں تو اسکے لئے سجدہ میں گر پڑنا، سو سارے فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا

اِسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ

اسنے تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس تجھے اس بات سے کس چیز نے روکا کہ تو اسے سجدہ کرے جسے میں نے

بِیَدَیَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِیْ

اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا کیا تو نے تکبر کیا یا یہ کہ تو بڑے درجے والوں میں سے ہے ابلیس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں مجھے آپ نے

مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ﴿۷۷﴾ وَّ اِنَّ

آگ سے اور اسے کیچڑ سے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو تو یہاں سے نکل جا کیونکہ بلاشبہ تو مردود ہے اور قیامت کے

عَلَیْكَ لَعْنَتِیْۤ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾

دن تک تجھ پر میری لعنت ہے ابلیس نے کہا اے میرے رب مجھے اس دن تک مہلت دیجئے جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔

تخلیق آدم علیہ السلام کی فرشتوں کو اطلاع:

۷۱: اِذْ قَالَ رَبُّكَ (جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا)۔

نحو: اذقال یہ اذ یختصمون سے بدل ہے۔ آدم علیہ السلام کی شان میں فرشتے کی زبان پر فرمایا۔

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ (کہ میں گارے سے ایک بشر بنانے والا ہوں) اور فرمایا انی جاعل فی الارض خلیفة قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا [البقرۃ:۳۰]

۷۲: فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ (پس جب میں اس کو پورا بنا چکوں) جب میں اس کی خلقت کی تکمیل کردوں اور درست کردوں۔ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ (اور اس میں اپنی طرف سے جان ڈالدوں) وہ جس کو میں نے بنایا۔ روح کی اضافت تخصیص کیلئے ہے جیسے بیت اللہ، ناقۃ اللہ۔ مطلب یہ ہے اس کو زندہ کردوں اور حسن والا بنادوں اور جاندار کردوں۔ فَقَعُوْا (پس تم سب گر جانا) یہ وقع یقع سے امر ہے یعنی سقطوا علی الارض معنی سجدہ کرو۔ لَهٗ سٰجِدِیْنَ (اس کے روبرو سجدہ میں) ایک قول یہ ہے۔ یہ

جھکنا تھا جو کہ تواضع پر دلالت کرتا ہے ایک قول یہ سجدہ اللہ تعالیٰ ہی کو تھا یا سجدۂ سلام و تعظیم تھا۔

فرشتوں کا سجدہ اور ابلیس کا انکار:

۷۳: فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ (پس سارے کے سارے فرشتوں نے سجدہ کیا) کل احاطہ کیلئے ہے اور اجمعون اجتماع کیلئے کہ مل کر کیا۔ پس اس سے نتیجہ نکلا کہ انہوں نے ملکر ایک ہی وقت میں تمام نے سجدہ کیا کوئی پیچھے نہ رہا۔

۷۴: اِلَّآ اِبْلِيْسَ اِسْتَكْبَرَ (مگر ابلیس نے تکبر کیا) سجدہ کرنے سے بڑائی ظاہر کی وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (اور کافروں میں سے ہوگیا) حکم کے انکار کی وجہ سے کافروں میں سے ہوگیا۔

۷۵: قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ (فرمایا اے ابلیس کونسی چیز تجھ کو سجدہ کرنے سے مانع بنی) تمہیں کس چیز نے سجدہ سے روکا۔ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ (جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا) یعنی بلاواسطہ کے میرے حکم کو مانتے ہوئے اور میرے خطاب کی تعظیم و تکریم کرتے ہوئے۔

نادر تحقیق:

یہ بات گزری ہے کہ دو ہاتھوں والا اعمال کو چونکہ براہ راست ہاتھوں سے انجام دیتا ہے۔ اس لئے تمام اعمال پر ہاتھوں کا عمل اس قدر غالب آیا کہ تمام اعمال کی تعبیر یدین سے کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اعمال قلبیہ کیلئے بھی کہتے ہیں هو ما عملت يداك بلکہ جس آدمی کے ہاتھ بالکل نہ ہوں اس کو بھی کہتے ہیں۔ يداك اَوكتا وفوك نفخ یہاں تک کہ اس قول هذا مِمَّا عَمِلَتْهُ وهذا مما عَمِلَتْهُ يداك۔ میں کوئی فرق نہیں رہا۔ اور اس ارشاد کا مطلب یہی ہے مما عملت ايدينا [یٰسین: ۷۱] اور لما خلقتُ بيدی۔

اَسْتَكْبَرْتَ (کیا تو غرور میں آگیا) یہ استفہام انکاری ہے۔ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ (یا تو بڑے درجہ والوں میں سے ہے) جن پر تو بلند ہوا اور فوقیت لے گیا۔ ایک قول کیا تو نے اب تکبر کیا یا ہمیشہ سے متکبرین میں سے چلا آرہا ہے۔

بڑائی کا دعویٰ:

۷۶: قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ (کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور) مِنْ طِيْنٍ (اس کو خاک سے پیدا کیا) یعنی اگر وہ آگ سے پیدا ہوا ہوتا تو ضرور اس کو بھی سجدہ نہ کرتا۔ اس لئے کہ وہ میری طرح کی مخلوق ہے پس میں اس کو کیسے سجدہ کر سکتا ہوں جو مجھ سے کم درجہ ہے؟ کیونکہ وہ مٹی سے بنا ہے اور آگ مٹی پر غالب ہے اور اس کو کھا جاتی ہے۔

نحو: دوسرا جملہ پہلے کیلئے اسی طرح لایا گیا جیسے عطف بیان اپنے معطوف علیہ کیلئے ہوتا ہے۔ اور دوسرا جملہ خلقتنی من نار ہے۔

۷۷: قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اس سے نکل) ھا سے مراد جنت۔ نمبر۲۔ یا آسمان۔ نمبر۳۔ اس خلقت سے جس

میں تو تھا کیونکہ وہ اپنی خلقت پر فخر کرنے لگا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کی خلقت کو بدل دیا۔ سفید رنگت سے سیاہ ہو گیا خوبصورت سے بدصورت اور نورانی سے ظلمانی بن گیا۔ فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ (بیشک تو مردود ہے) دھتکارا ہوا ہے۔ ابلیس نے مٹی سے پیدا ہونے والی چیز کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور پھسل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا انہوں نے تعمیل میں ذرا توقف نہ کیا اللہ تعالیٰ کے خطاب اور حکم کی عظمت کے پیش نظر شیطان حکم الٰہی کو چھوڑ کر ملعون اور مردود ہو گیا۔

۷۸: وَّاِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْٓ (اور بیشک تجھ پر میری لعنت ہے)

قراءت: مدنی نے لَعْنَتِیَ پڑھا۔ لعنت ہر خیر سے دوری کو کہا جاتا ہے۔

اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ (قیامت کے دن تک) یوم جزاء تک اس سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اس کی لعنت کا یوم جزاء کو خاتمہ ہو جائے گا۔ اور پھر وہ منقطع ہو جائے گی۔ کیونکہ اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں تو صرف اس پر لعنت ہے اور جب قیامت کا دن آ جائے گا۔ تو لعنت کے ساتھ عذاب بھی مل جائے گا۔ اور لعنت کا اکیلا ہونا ختم ہو جائے گا۔ نمبر۲۔ جب زمانہ رحمت میں اس پر لعنت ہو رہی ہے تو جب رحمت کا وقت ہی نہیں تو اس پر کیونکر رحمت ہو گی اور لعنت منقطع بھی کیسے ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا فاذّن مؤذن بینھم ان لعنة اللّٰہ علی الظالمین [الاعراف:۴۴]

۷۹: قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ (کہنے لگا اے میرے رب تو مجھے مہلت دے) انظر بمعنی امھل ہے۔ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک)

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیشک وقت معلوم کے دن تک تجھے مہلت دی گئی۔ ابلیس نے کہا تو تیری عزت کی قسم

لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ

میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا سوائے آپ کے ان بندوں کے جو منتخب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں سچ کہتا ہوں اور سچ ہی

اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾

کہا کرتا ہوں۔ میں جہنم کو تجھ سے اور ان سب لوگوں سے ضرور بھردوں گا جو تیرے پیچھے چلیں گے۔

قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ

آپ فرما دیجئے کہ میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں، یہ تو صرف جہان والوں کے لئے

لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾

ایک نصیحت ہے اور کچھ عرصہ کے بعد تم اس کا حال ضرور جان لو گے۔

۸۰: قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ (فرمایا بیشک تجھے مہلت دے دی گئی)

۸۱: اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (معین وقت کی تاریخ تک تجھے مہلت دے دی) الوقت المعلوم سے مراد وہ وقت جس میں نفخہ اولیٰ ہوگا۔ اور نفخہ کا وقت اس دن کے اجزاء میں سے ہے۔ المعلوم کا معنی بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں معلوم و معین ہے۔ نہ متقدم ہوگا اور نہ متاخر۔

۸۲: قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ (کہنے لگا تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو گمراہ کروں گا) شیطان نے عزت الٰہی کی قسم کھائی! عزت سے سلطنت اور غلبہ الٰہی مراد ہے۔

۸۳: اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (سوائے تیرے ان بندوں کے جو منتخب کیے ہوئے ہیں)

قراءت: مُخْلِصِيْنَ، مکی، بصری و شامی قراء نے لام کا کسرہ پڑھا۔

۸۴: قَالَ فَالْحَقُّ (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں سچ کہتا ہوں)

نحو: الحقُّ رفع کے ساتھ علی کے علاوہ دیگر کوفی قراء نے پڑھا ہے۔ اور ابتداء کی وجہ سے مرفوع مانا ہے۔ ای الحقُّ قسمی یا خبر کی بناء پر مرفوع ہے۔ ای انا الحقُّ۔ نمبر۲۔ دیگر قراء نے نصب سے پڑھا ہے اس لئے کہ یہ مقسم بہ ہے جیسا کہ اس طرح کہا جاتا ہے اَللّٰهَ افعلن کذا۔ یعنی باء کو حذف کر دیا تو منصوب پڑھا گیا۔ اور اس کا جواب قسم لأ ملان ہے۔ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ (اور

میں سچ ہی کہا کرتا ہوں)

نحو: مقسم بہ اور مقسم علیہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ اور اقول کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کا معنی یہ ہے ولا اقول الا الحق میں حق ہی کہتا ہوں۔ الحق سے مراد اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک مراد ہے۔ جو اس آیت میں آیا ہے بان اللّٰہ ھو الحق [الحج:۶۲] نمبر۲۔ الحق یہ باطل کی ضد ہے اس کی قسم سے حق کی شان بڑھانا مقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان:

۸۵: لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ (میں ضرور جہنم بھر دونگا تجھ سے) منک سے مراد تیری جنس سے اور مراد شیاطین ہیں۔ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ سے مراد اولادِ آدم ہے (ان میں سے جو تیرا ساتھ دے گا) اَجْمَعِيْنَ (تمام) یعنی جہنم میں تابع اور متبوع تمام ہونگے یہ کہہ کر بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔

۸۶: قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ (کہہ دیجئے میں اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا) علیہ کی ضمیر قرآن مجید یا وحی کی طرف راجع ہے۔ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ (اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں) ان لوگوں میں سے جو بناوٹ کرتے اور ایسے کاموں کیلئے تزیین کرتے ہیں جن کے وہ اہل نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی تم میرے بارے میں جانتے ہو کہ میں نے کبھی تکلف و تصنع کیا ہو۔ اور نہ ہی کسی ایسے کام کا دعویٰ کرتے پایا ہو جو میرے پاس نہ ہو یہاں تک کہ میں نبوت کی نسبت کروں اور قرآن بنا لاؤں۔

۸۷: اِنْ هُوَ (نہیں ہے وہ) قرآن مجید اِلَّا ذِكْرٌ (مگر نصیحت) اللہ تعالیٰ کی طرف سے لِّلْعٰلَمِيْنَ (تمام جہان والوں کیلئے) جن وانس کیلئے اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی تاکہ میں اس کو پہنچا دوں۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

متکلف کی تین علامات ہیں۔ نمبر۱۔ اپنے سے بڑے کے ساتھ منازعت و جھگڑا کرتا ہے۔ نمبر۲۔ وہ کہتا ہے جو وہ جانتا نہیں۔ نمبر۳۔ وہ دیتا ہے جو وہ پاتا نہیں (الثعلبی)

۸۸: وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ (اور تھوڑے دنوں بعد تم کو اس کا حال معلوم ہو جائے گا) ہٗ کی ضمیر قرآن مجید کی طرف لوٹ رہی ہے اور جو اس میں وعدے اور وعید اور بعث و نشور کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ بعد حین سے مراد ہے موت کے بعد کا وقت یا یوم بدر یا قیامت کا دن۔

ربطِ اوّل وآخر:

ابتدائے سورت ذکر سے کی گئی اور اختتام سورت بھی ذکر پر فرمائی۔

الحمد للہ تمت ترجمۃ سورۃ ص لیلۃ الخمیس بعد نصف الیل بعونہ و فضلہ ومنّہ۔

سُوْرَۃُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّثَمَانِيْ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الزمر مکہ میں نازل ہوئی اس کی پچھتر آیات اور آٹھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ

یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ کی طرف سے جو غلبہ والا ہے۔ حکمت والا ہے۔ بلاشبہ ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی سو آپ اللہ کی عبادت کیجئے

مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۲﴾ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ م

وقف لازم

اسطرح سے کہ اسی کے لئے دین خالص ہو، خبردار اللہ ہی کے لئے دین خالص ہے اور جن لوگوں نے اس کے علاوہ شرکاء بنا لئے

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ط اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ

وہ کہتے ہیں کہ ہم انکی عبادت صرف اسی لئے کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ کا زیادہ مقرب بنا دیں۔ جن باتوں میں یہ لوگ اختلاف

يَخْتَلِفُوْنَ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ﴿۳﴾ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا

کرتے ہیں بلاشبہ اللہ انکے درمیان فیصلہ فرما دیگا بلاشبہ اللہ ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ہو کافر ہو، اگر اللہ چاہتا کہ کسی کو اولاد بنائے

لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ لا سُبْحٰنَهٗ ط هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۴﴾

تو جسے چاہتا اپنی مخلوق میں سے منتخب فرما لیتا، وہ پاک ہے وہ اللہ ہے تنہا ہے زبردست ہے

۱: تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ (یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ تعالیٰ غالب حکمت والے کی طرف سے)۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ الکتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔

نحو: مبتدأ تنزیل الکتاب اور خبر من اللہ ہے۔

مِنَ اللّٰهِ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتری ہے یا مبتدأ محذوف کی خبر ہے اور جار و مجرور تنزیل کا صلہ ہے۔ نمبر ۳۔ غیر صلہ ہے بلکہ دوسری خبر ہے۔ یا مبتدأ محذوف کی خبر ہے جس کی تقدیر کلام یہ ہے **هذا تنزیل الکتاب هذا من اللّٰه** یہ کتاب کا اترنا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ الْعَزِيْزِ (وہ زبردست ہے) اپنی سلطنت میں الْحَكِيْمِ (حکمت والا ہے) اپنی تدبیر میں۔

۲: اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ (ہم نے ٹھیک طور پر اس کتاب کو آپ کی طرف نازل کیا ہے) یہ تکرار نہیں کیونکہ پہلا تو

کتاب کیلئے بطور عنوان ہے اور دوسرا اس بات کو ظاہر کرنے کیلئے کہ کتاب میں کیا ہے۔ فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ (پس آپ خالص اعتقاد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں)۔

نحو: مخلصًا یہ حال ہے۔ اور الدین یہ مخلصًا کی وجہ سے منصوب ہے۔ اندرونی صفائی کے ساتھ دین کو شرک وریا کاری سے خالص کرنے والے بنو۔

قراءت: الدینُ کو رفع کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور اس کے مرفوع ہونے کا حق یہ ہے کہ مخلصًا پڑھیں۔

۳: اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (سنو! عبادت جو خالص ہو وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہے) یعنی اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس کا طاعت کے ساتھ خاص کرنا ضروری ہے جس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تمام غیوبات واسرار پر کامل اطلاع ہے۔

قولِ قتادہ رحمہ اللہ:

الدین الخالص سے لا الٰہ اِلَّا اللّٰہُ کی شہادت مراد ہے۔ قول حسن رحمہ اللہ: اسلام مراد ہے۔

جھگڑے والوں میں فیصلہ:

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ (اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور شرکاء تجویز کر رکھے ہیں) اولیاء کا معنی یہاں معبود ہے یہ مبتدا اس کی خبر محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے والذین عبدوا الاصنام یقولون۔ بتوں کے پجاری کہتے ہیں۔ مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی (ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں) زُلْفٰی مصدر ہے جس کا معنی تقرب ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ بَیْنَھُمْ (بیشک اللہ تعالیٰ ان کے مابین فیصلہ کریں گے) یعنی مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان فِیْ مَا ھُمْ فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ (ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے) ایک قول یہ ہے جب مسلمان انہیں کہتے کہ آسمان وزمین کو کس نے بنایا؟ وہ کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے۔ جب مسلمان ان کو کہتے تم ان بتوں کی پوجا کیوں کرتے ہو؟ وہ کہنے لگے مانعبد هم الا لیقربونا الی اللّٰہ زلفی مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان جھگڑا کرنے والے فریقوں میں فیصلہ فرمائیں گے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ (بیشک اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو راہ پر نہیں لاتے جو جھوٹا کافر ہو) یعنی اس کی راہنمائی نہیں فرماتے جس کے متعلق اس کے علم میں ہو کہ وہ کفر ہی کو اختیار کرے گا۔ راہنمائی کا مطلب ہدایت کی توفیق عنایت کرنا اور کفر اختیار کر لینے پر اس کی اعانت نہیں فرماتے بلکہ اس کو رسوا کرتے ہیں۔ کذب سے مراد ان کا قول کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اسی لئے ان کے خلاف اس انداز سے حجت پیش فرمائی۔

۴: لَوْ اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰی (اگر اللہ تعالیٰ اپنے لئے اولاد بنانے کا ارادہ کرتا تو ضرور اپنی مخلوق میں) مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ (سے جس کو چاہتا منتخب فرماتا) یعنی اگر تمہارے خیال کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹا بنانا جائز ہوتا تو پھر وہ اپنی مرضی سے جس مخلوق کو چاہتا منتخب کرتا تمہارے انتخاب ومشورہ کی ضرورت نہ تھی۔ سُبْحٰنَہٗ (وہ پاک ہے) اس نے اپنی ذات کو اس سے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ یُکَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّهَارِ وَیُکَوِّرُ النَّهَارَ عَلَی الَّیْلِ وَسَخَّرَ

اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا اور رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ۭ اَلَا هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ ۝ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ

مسخر فرمایا ہے، ہر ایک وقت مقرر تک جاری ہے، خبردار وہ زبردست ہے بڑا بخشنے والا ہے، اس نے تمہیں ایک جان سے

وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ ۭ یَخْلُقُکُمْ فِیْ

پیدا فرمایا پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا، اور تمہارے لئے چوپایوں میں سے آٹھ قسم کے جوڑے بنائے، وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں

بُطُوْنِ اُمَّهٰتِکُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۭ ذٰلِکُمُ اللّٰهُ رَبُّکُمْ لَهُ الْمُلْکُ ۭ

پیدا فرماتا ہے ایک پیدائش دوسری پیدائش کے بعد ہوتی ہے۔ تین اندھیریوں میں۔ یہ اللہ ہے تمہارا رب ہے اسی کے لئے ملک ہے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰی تُصْرَفُوْنَ ۝

اس کے سوا کوئی معبود نہیں سو تم کہاں پھرے جارہے ہو۔

منزہ اور پاک قرار دیا کہ اولیاء و اولاد میں سے کوئی بھی اس کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ اس پر آیت کا اگلا حصہ دلالت کر رہا ہے۔ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (وہ اللہ اکیلا زبردست ہے) یعنی وہ اکیلا ہے اور گنتی کے ملانے سے پاک اور اولاد و جزئیت سے بلند و بالا ہے ہر چیز پر زبردست و غالب ہے اور ان کے معبود تو چیزوں میں سے ہیں پھر وہ کس طرح اس کے شریک و سہیم ہو سکتے ہیں۔

آسمان و زمین کی تخلیق اور سورج کی تسخیر ایک وحدہ لاشریک کا قبضہ ظاہر کرتی ہے:

۵: پھر آسمان و زمین کی تخلیق اور دن رات کی تکویر اور سورج و چاند کی تسخیر اور ان کا ایک وقت مقررہ کیلئے چلنا اور ایک نفس آدم سے تمام زمین میں انسانوں کو بسا دینا اور ان کے لئے چوپاؤں کو پیدا کرنا اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ سب کام ایک وحدہ لاشریک کے قبضہ میں ہیں۔ جو سب پر غالب و زبردست ہے چنانچہ فرمایا خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ یُکَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّهَارِ وَیُکَوِّرُ النَّهَارَ عَلَی الَّیْلِ (اس نے آسمانوں اور زمین کو حکمت سے پیدا فرمایا وہ رات کو دن اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے) التکویر موڑنا، لپیٹنا۔ کہا جاتا ہے کار العمامة علی رأسه و کوّرها اس نے پگڑی کو سر پر لپیٹا معنی یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو غائب کر دیتا ہے جبکہ وہ اس پر طاری ہوتا ہے۔ اس کے غائب کرنے کو ایسی شئی سے تشبیہ دی جو ظاہر ہو اور اس پر کوئی ایسی چیز لپیٹ دیں جو اس کو آنکھوں سے غائب کر دے۔ یا ایک ان میں سے دوسرے پر پے در پے حملہ آور ہوتا ہے پس اس کو پگڑی کے پے در پے بلوں سے تشبیہ دی گئی۔

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى (اور سورج اور چاند کو اس نے کام میں لگا رکھا ہے۔ ہر ایک ان میں سے ایک وقت مقررہ تک چلتا رہے گا) یعنی قیامت کے دن تک اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ (یاد رکھو کہ وہ زبردست ہے) وہ غالب اور قادر ہے ان لوگوں کو سزا دے سکتا ہے جو سورج و چاند کی تسخیر کو معتبر نہیں مانتے اور ان کی تسخیر پر ان کا ایمان نہیں۔ الْغَفَّارُ (وہ بخشنے والا ہے) جو سوچ و بچار کرے اور عبرت حاصل کر کے ان کے مدبّر پر ایمان لائے۔

۶: خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (اس نے تم سب کو ایک جان سے پیدا کیا) یعنی آدم علیہ السلام سے ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا (پھر اسی سے اسکا جوڑا بنایا) یعنی حواء کو اس کی سب سے چھوٹی پسلی سے۔ ایک قول یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد کو ان کی پشت سے چیونٹیوں کی مثل نکالا۔ پھر اس کے بعد حواء کو پیدا کیا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ (اور تمہارے لیے اس نے اتارے چوپایوں میں سے) یعنی بنا دیئے۔ یہ حسن بصریؒ کا قول ہے یا ان کو آدم علیہ السلام کے ساتھ ہی جنت میں بنایا پھر ان کو اتارا کیونکہ چوپائے نباتات سے زندہ رہ سکتے ہیں اور نباتات پانی ہی سے باقی رہ سکتی ہیں اور پانی کو آسمان سے اتارا تو گویا ان کو بھی اتارا ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ (آٹھ جوڑے) یعنی مذکر و مؤنث چار قسموں میں سے اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری، جیسا کہ سورۂ انعام کے اندر اس کو بیان کیا گیا ہے۔ الزوج کا لفظ اس واحد پر بولا جاتا ہے جس کے ساتھ اور بھی ہو۔ جب وہ منفرد ہو جائے تو وہ فرد اور وتر کہلاتا ہے۔

تخلیق انسانی کے مراحل:

يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ (وہ تم کو ماؤں کے پیٹ میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر بناتا ہے) نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ پھر تکمیل تخلیق فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ (تین تاریکیوں میں) پیٹ کی تاریکی، پھر رحم اور جھلی کی تاریکی یا پشت کی تاریکی اور پیٹ اور رحم کی تاریکی ذٰلِكُمُ (جس کے یہ کام ہیں وہی) اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ (اللہ تمہارا رب ہے اسی کی بادشاہی اسی کی سلطنت ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں پھر تم کہاں پھرے جا رہے ہو) یعنی پھر کس طرح تم کو اس کی عبادت سے غیر کی عبادت کی طرف پھیرا جاتا ہے پھر اس نے بیان فرمایا کہ وہ سب سے بے نیاز ہے فرمایا۔

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۚ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ

اگر تم کفر کرو سو بلاشبہ اللہ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں فرماتا اور اگر تم شکر کرو تو وہ اس کو

لَكُمْ ۗ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۗ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

تمہارے لئے پسند فرماتا ہے، اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، پھر تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹ جانا ہے، سو وہ تمہیں تمہارے سب

تَعْمَلُوْنَ ۗ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

اعمال جتادے گا بلاشبہ وہ سینوں کی باتوں کا جاننے والا ہے۔

۷: اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ (اگر تم کفر کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارا حاجتمند نہیں) یعنی تمہارے ایمان کا۔ تم اس کے محتاج ہو کیونکہ کفر میں تمہارا نقصان اور ایمان میں تمہارا فائدہ ہے۔

وہ بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا:

وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ (وہ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں کرتا) کیونکہ کفر پر اللہ راضی نہیں اگرچہ کفر اور ایمان سب اس کے ارادہ سے ہے۔ وَاِنْ تَشْكُرُوْا (اور اگر تم شکر کرو گے) پس ایمان لے آؤ گے يَرْضَهُ لَكُمْ (تو اس کو وہ تمہارے لیے پسند کرتا ہے) یعنی تمہارے لیے شکر کو پسند کرتا ہے۔ کیونکہ وہ تمہاری کامیابی کا سبب ہے پس وہ اس پر تمہیں جنت بطور ثواب دے گا۔

قراءت: مکی اور علی نے یرضہ ہاء کے ضمہ اور اشباہ کے ساتھ پڑھا ہے اور نافع' ہشام اور عاصم تمام نے سوائے یحییٰ اور حماد کے ہا کے ضمہ اور بغیر اشباہ کے پڑھا ہے اور دیگر قراء نے ہاء کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (اور کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) یعنی کسی کو دوسرے کے گناہ کے بدلے نہ پکڑا جائے گا۔ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ (پھر اپنے پروردگار کے پاس تم کو لوٹ کر جانا ہوگا) ربکم سے پہلے جزاء کا لفظ محذوف ہے یعنی اپنے رب کی جزاء کی طرف تم نے لوٹنا ہے۔ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (پس وہ تم کو تمہارے سب اعمال جتلا دے گا) پس تمہارے اعمال کی تمہیں خبر دے گا۔ اور اس پر تمہیں بدلہ دے گا۔ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (بلاشبہ وہ دلوں تک کی باتوں کو جانتا ہے) یعنی دلوں کی مخفی باتوں کو۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا

اور انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارنے لگتا ہے اس کی طرف متوجہ ہو کر، پھر جب وہ اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرمادیتا ہے تو وہ اس

كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ

بات کو بھول جاتا ہے جس کے لئے پہلے پکارا تھا۔ اور اللہ کے لئے شریک تجویز کرنے لگتا ہے، تا کہ اسکی راہ سے گمراہ کرے، آپ فرمادیجئے کہ تو

بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۝۸ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ

اپنے کفر کے ذریعہ تھوڑا سا نفع حاصل کرلے، بلاشبہ تو دوزخ والوں میں سے ہے، کیا وہ شخص جو رات کے اوقات میں عبادت میں لگا ہوا ہوتا ہے حالت سجدہ میں اور

قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ

حالت قیام میں آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہے، آپ فرمادیجئے کیا وہ لوگ برابر ہیں جو جاننے والے ہیں

وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۹ ع

اور جو جاننے والے نہیں ہیں، عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

ع ۹ ۱۵

کافر کا طرزِ عمل:

۸: وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ (اور آدمی کو جب پہنچتی ہے) انسان سے یہاں ہر کافر یا ابوجہل مراد ہے۔ ضُرٌّ (آزمائش و تکلیف) اور مس کا لفظ اعراض کے لیے بطور مجاز بولا گیا۔ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ (تو اپنے رب کو اسی کی طرف رجوع کر کے پکارنے لگتا ہے) دعا سے اللہ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے اس کے غیر سے دعا نہیں کرتا۔ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ (پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو عطاء فرماتا ہے)۔ نِعْمَةً مِّنْهُ (اپنی طرف سے نعمت) ہ کی ضمیر اللہ عز و جل کی طرف لوٹتی ہے۔ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ (تو جس کے لیے پہلے سے پکار رہا ہے اس کو بھول جاتا ہے) یعنی اپنے اس رب کو بھول جاتا ہے جس کے سامنے وہ گڑگڑا رہا تھا۔

نحو: یہاں مَا مَنْ کے معنی میں ہے جیسے اس آیت میں وما خلق الذکر والانثٰی [سورۃ الیل:۳] یا اس نقصان کو بھول جاتا ہے جس کے دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو پکار رہا تھا وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا (اور اللہ تعالیٰ کے شریک بنانے لگتا ہے) انداد کا معنی امثال ہے۔ لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ (جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ سے دوسروں کو گمراہ کرتا ہے) سبیل سے یہاں اسلام مراد ہے۔ قراءت، مکی ابوعمرو یعقوب نے لِيَضِلَّ یاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

قُلْ تَمَتَّعْ (کہہ دے اے محمد ﷺ بہار لوٹ لو) تمتع میں امر تہدید کے لیے آیا ہے۔ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا (اپنے کفر کے تھوڑے دنوں) یعنی دنیا میں اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ (تو دوزخیوں میں سے ہونے والا ہے) یعنی اصحب النار بمعنی اہل النار ہے۔

مؤمن کو خوف اور اُمید کے درمیان رہنا ضروری ہے:

۹: اَمَّنْ (آیا وہ شخص)۔

قراءت: مکی، نافع اور حمزہ نے تخفیف کے ساتھ پڑھا اور ہمزہ استفہام کو مَن پر داخل تسلیم کیا دیگر قراء نے تشدید کے ساتھ پڑھا اور اَم کو مَنْ پر داخل کیا۔

نحو: من مبتدأ ہے اور اس کی خبر محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے :

اَمن هُوَ قَانِتٌ کغیرہ یعنی امن هو مطیع کمن هو عاصٍ (وہ عبادت کرنے والا ہے) القُنُت کا معنی اللہ تعالیٰ کا مطیع۔ دلالت کلام کی وجہ سے اس کو حذف کر دیا (کمن هو عاصٍ) کیونکہ کافر کا تذکرہ پہلے گزرا اور اس کے بعد بھی یہ ارشاد موجود ہے۔ قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ۔ اٰنَآءَ الَّیْلِ (رات کے اوقات میں) سَاجِدًا وَّ قَآىِٕمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ (اس حال میں کہ وہ سجدے اور قیام میں ہوتا ہے آخرت سے ڈرتا ہے)

نحو: ساجد اور قائم دونوں قنتٌ کی ضمیر سے حال ہیں۔ یحذر الاخرة سے مراد یحذر عذاب الأخرة ہے۔ وَیَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ (اور وہ اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہے) رحمت سے یہاں جنت مراد ہے۔

آیت یہ دلالت کر رہی ہے کہ مؤمن کا خوف اور امید کے درمیان رہنا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ رب کی رحمت کا امیدوار ہو نہ کہ اپنے عمل کا اور اپنے عمل کی کوتاہی پر اس کے عذاب سے خوف زدہ ہو پھر رجاء جب حد سے بڑھ جاتی ہے تو امن بنتی ہے اور خوف جب حد سے تجاوز کر جاتا ہے تو ناامیدی آ جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا فلا یامن مکر اللّٰہ الا القوم الخٰسرون [الاعراف:۹۹] اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ انه لا یایئسُ من روح اللّٰہ الا القوم الکٰفرون [یوسف:۸۷] پس ضروری ہے کہ ان میں سے کوئی ایک چیز بھی اپنی حد سے تجاوز نہ کرے۔

قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ط (آپ کہہ دیجئے کیا علم والے اور جہالت والے برابر ہوتے ہیں) یعنی جو جانتے اور عمل کرتے ہیں گویا یہاں عمل نہ کرنے والے کو غیر عالم قرار دیا۔ اس میں ان لوگوں کے لیے بڑی تذلیل ہے۔ جو علوم کو جمع کرتے ہیں پھر اس میں عاجزی اختیار نہیں کرتے اور اس میں طرح طرح کے فنون حاصل کرتے ہیں۔ پھر دنیا پر فریفتہ ہیں وہ اللہ کے ہاں جاہل ہیں اس لیے کہ اس آیت میں قانتین کو علماء قرار دیا گیا ہے۔ یا مراد اس سے تشبیہ دینا ہے کہ جس طرح عالم و جاہل برابر نہیں اسی طرح مطیع اور نافرمان برابر نہیں۔ اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ (بے شک وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اہل عقل ہیں) الالباب جمع لُب کی ہے یعنی عقل والے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی نصیحت سے عقل والے ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

قُلْ یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّکُمْ ؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ ؕ

آپ فرما دیجئے کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے اپنے رب سے ڈرو، یہی بات ہے کہ جن لوگوں نے اس دنیا میں اچھے کام کئے انکے لئے اچھا بدلہ ہے

وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ قُلْ

اور اللہ کی زمین فراخ ہے، صبر کرنیوالوں کو ان کا پورا اجر بغیر کے حساب دیا جائے گا، آپ فرما دیجئے

اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ﴿۱۱﴾ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۲﴾

کہ بلاشبہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اسطرح اللہ کی عبادت کروں کہ عبادت اسی کے لئے خالص ہو، اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان ہوں،

قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ﴿۱۴﴾

آپ فرما دیجئے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب کا خوف رکھتا ہوں آپ فرما دیجئے کہ بیشک میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں اسطرح سے کہ میری عبادت اسی کے لئے خالص ہے

۱۰: قُلْ یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّکُمْ (کہہ دیجئے اے میرے ایمان والے بندو! تم اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو) اس کے اوامر کو بجالاؤ اور نواہی سے گریز کرو۔

قراءت: اکثر قراء کے ہاں یٰعِبَادِ بغیر یاء پڑھا گیا ہے۔

لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ (ان لوگوں کیلئے جو اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لئے نیک صلہ ہے) یعنی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ نحو: فی احسنوا کے متعلق ہے حسنة کے ساتھ متعلق نہیں یعنی آیت یہ ہے کہ جو اس دنیا میں اچھائی کرتے ہیں ان کے لئے آخرت میں بھلائی ہے آخرت کی بھلائی کا مطلب جنت ہے یعنی ان کو ایسی نیکی ملے گی جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔

سدی کا قول:

یہ حسنة سے متعلق ہے پھر حسنة کی تفسیر اس نے صحت و عافیت سے کی ہے۔

نیکی میں کوتاہی والے کے ہاں کوئی عذر نہیں:

وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ (اور اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع ہے) جو لوگ نیکی میں کوتاہی کرنے والے ہیں ان کے ہاں کوئی عذر نہیں یہاں تک کہ اگر وہ یہ سبب بتائیں کہ وہ اپنے وطن میں نیکی کی زیادہ قدرت نہیں پاتے ہیں۔ تو انہیں بتلا دیا گیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع ہے اور ملک بے شمار ہیں۔ دوسرے ملکوں میں چلے جاؤ۔ اور انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی سیرتوں کی اتباع کرو کہ انہوں نے دوسرے علاقوں کی طرف ہجرت کی تاکہ نیکی میں اضافہ ہو اور اطاعت در اطاعت ان کو میسر آئے۔

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ (مستقل رہنے والوں کو پورا ملے گا) جنہوں نے ترکِ وطن، انقطاعِ خاندان اور دیگر گھبرا دینے والی پریشانیاں برداشت کرلیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مصائب برداشت کیے اور نیکی کی ترویج کیلئے دکھ اٹھائے۔ ان کو ملے گا۔ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (ان کا اجر بے شمار) قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: حساب کرنے والے کا حساب اس کی طرف راہ نہیں پاسکتا اور نہ اس کو جانا جاسکتا ہے۔

نحو: یہ اجر سے حال ہے۔ اس حال میں کہ وہ پورا دیا ہوا ہے۔

۱۱: قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ (کہہ دیجئے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کروں) ای بان اعبد اللہ باء محذوف ہے۔ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ (کہ عبادت کو اسی کے لیے خالص رکھوں) مجھے دین کے اخلاص کا حکم ہوا ہے۔

اخلاص دین میں سبقت کا سبب ہے:

۱۲: وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ (اور مجھے یہ حکم ہوا کہ سب مسلمانوں میں اول میں ہوں)۔ مجھے یہ اس لئے حکم ہوا کہ میں مسلمانوں میں سب سے پہلا فرمانبردار بنوں یعنی ان میں دین کے لحاظ سے سب سے آگے اور دنیا و آخرت میں سب سے بڑھنے والا۔ معنی یہ ہے کہ اخلاص دین میں سبقت کا سبب ہے جو جتنا زیادہ اخلاص برتنے والا ہے وہ سابق ہے۔ پس پہلی بات یہ ہے کہ عبادت بمعہ اخلاص کا حکم ہوا۔ دوسری بات سبقت کا حکم دیا۔ جب دونوں ایک ہیں تو عطف کیسے درست۔ ان کی جہت کے اختلاف نے ان کو الگ الگ کر دیا جس سے ان کا عطف ایک دوسرے پر جائز ہے۔

۱۳: قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں) یہ بات آپ اس کو فرما دیں جو آباء و اجداد کے دین کی طرف لوٹنے کی آپ کو دعوت دے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار قریش نے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہا کہ تم اپنے والد اور دادا اور اپنی قوم کے سرداروں کو نہیں دیکھتے کہ وہ لات وغیرہ کی پوجا کرتے تھے پس یہ آیت ان کی تردید میں اتاری گئی۔

۱۴: قُلِ اللّٰہَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّہٗ دِیْنِیْ (آپ کہہ دیجئے کہ میں تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتا ہوں کہ اپنی عبادت کو اسی ہی کیلئے خالص رکھتا ہوں) یہ آیت خبر دے رہی ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کو عبادت کے ساتھ خاص کرنے والے تھے۔ دوسروں کو چھوڑ کر۔ بہتر قول یہ ہے کہ اس میں اس بات کی اطلاع ہے کہ آپ کو عبادت و اخلاص کا حکم دیا گیا۔ پس کلام اولاً تو نفس فعل اور اس کے اثبات کو ظاہر کر رہا ہے۔ اور ثانیاً کلام اس کے متعلق ہے جن کی وجہ سے یہ فعل کیا جائے۔ اسی لیے اس پر اگلی آیت کو مرتب فرمایا گیا۔

فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ

سو اسے چھوڑ کر تم جس کی چاہو عبادت کرو، آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ نقصان میں پڑنے والے وہی لوگ ہیں جو قیامت کے دن اپنے جانوں سے اور اپنے اہل وعیال سے

الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۵﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ

خسارہ میں پڑ گئے۔ خبردار یہ صریح خسارہ ہے، ان کے لئے ان کے اوپر سے آگ کے شعلے ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی

ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ

شعلے ہوں گے، یہ وہ بات ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو سو تم مجھ سے ڈرو، اور جن لوگوں نے اس بات سے پرہیز کیا

اَنْ یَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰی ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ

کہ شیطان کی عبادت کریں اور وہ اللہ کی طرف متوجہ ہوئے ان کے لئے خوشخبری ہے، سو آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو اس کلام کو کان لگا کر سنتے ہیں

فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ حَقَّ

پھر اس کی اچھی سے اچھی باتوں کا اتباع کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی وہ لوگ ہیں جو عقل والے ہیں، سو جس شخص کے بارے میں

عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ

عذاب کی بات طے ہو چکی ہے کیا آپ اسے چھڑا لیں گے جو دوزخ میں ہے، لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرے انکے لئے بالا خانے بنے ہوئے

مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِیَّةٌ ۙ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِیْعَادَ ﴿۲۰﴾ اَلَمْ تَرَ

ہیں انکے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ یہ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے، اللہ وعدہ خلاف نہیں فرماتا، کیا تو نے نہیں دیکھا

اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ یَنَابِیْعَ فِی الْاَرْضِ ثُمَّ یُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ

کہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا پھر اسکو زمین کی سوتوں میں داخل کر دیا پھر اس کے ذریعہ کھیتیاں نکالتا ہے جن کی قسمیں مختلف ہیں

ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾

پھر وہ کھیتی خشک ہو جاتی ہے۔ سو تو اسے دیکھتا ہے پہلے رنگ کی حالت میں پھر وہ اسے چورا چورا بنا دیتا ہے، بلاشبہ اس میں عقل والوں کیلئے نصیحت ہے۔

۱۵: فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ (پس اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تمہارا دل جس چیز کو چاہے اس کی تم عبادت کرو) فاعبدوا کا یہ امر تہدید کیلئے ہے۔

درجات کی بجائے درکات والے اصل خسارہ میں:

شانِ نزول: آپ کو کہا گیا اگر تم اپنے آباء کے دین کی مخالفت کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ (کہہ دیجئے پورے خسارہ اٹھانے والے وہی لوگ ہیں) مکمل خسارے اور اس کے تمام اسباب و وجوہ کو اپنے اندر جمع کرنے والے۔ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ (جو اپنی جانوں سے) ان کو آگ میں ہلاک کرنے کے سبب وَاَهْلِیْهِمْ (اور اپنے متعلقین سے خسارہ میں پڑے) یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (قیامت کے دن) کیونکہ انہوں نے ان کو گمراہ کیا پس وہ بھی آگ میں پہنچ گے۔ اور ان کے نقصان کو اگلے حصہ آیت میں شدید ترین خسارہ قرار دیا گیا فرمایا اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ (سنو! کہ صریح خسارہ یہ ہے)

تاکیدات:

نمبرا۔ جملہ کی ابتداء حرف تنبیہ سے فرمائی۔ نمبر۲۔ مبتدأ اور خبر کے درمیان فاصلہ لایا گیا۔ نمبر۳۔ الخسران کو معرفہ لائے۔ نمبر۴۔ معرفہ کی المبین صفت لائے۔ نمبر۵۔ جملہ اسمیہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے جنت کے بدلے آگ لے لی ہے۔ اور اپنے درجات کو درکات سے بدل ڈالا ہے۔

پہلے آگ سے پھر اپنی ذات سے ڈرایا:

۱۶: لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ (ان کے لئے ان کے اوپر سے محیط شعلے ہونگے) ظلل: آگ کے طبقات کو فرمایا۔ مِّنَ النَّارِ (آگ کے) وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ (اور آگ کے محیط شعلے ان کے نیچے سے بھی ہونگے) ظلل یہاں بھی اطباق کے معنی میں ہے اور یہ دوسروں کیلئے ظلل ہونگے حاصل یہ ہے کہ آگ ان کو ہر طرف سے محیط ہوگی۔ ذٰلِكَ (یہ وہی ہے) جو عذاب بیان کیا گیا یا وہ اطباق یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ (جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے) تاکہ وہ اس پر ایمان لائیں اور اس کی منہیات سے پرہیز کریں۔ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ (اے میرے بندو! مجھ سے ڈرو) اور اپنے آپ کو ان مقامات پر مت لے جاؤ۔ جو میری ناراضگی کو لازم کرنے والے ہیں۔ اوّلاً اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آگ سے ڈرایا پھر اپنی ذات سے ڈرایا۔

شیطان سے بچنے والے خوشخبری کے حقدار ہیں:

۱۷: وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ (اور وہ لوگ جو شیطان کی عبادت سے بچتے ہیں) الطاغوت سے شیاطین مراد ہیں۔ یہ الطغیان سے فعلوت کا وزن ہے۔ جو مبالغہ کیلئے ملکوت اور رحموت کی طرح استعمال ہوا۔ البتہ اس میں لام کو عین سے بدل کر قلب کیا ہے۔ اس کا اطلاق شیطان پر ہوتا ہے۔ یا شیاطین پر کیونکہ الطاغوت مصدر ہے۔ اور اس میں کئی مبالغات ہیں۔ نمبرا۔ مصدر سے نام رکھ دیا گیا گویا شیطان بعینہٖ سرکشی ہے نمبر۲۔ یہ وزن مبالغہ کا ہے الرحموت رحمت واسعہ کو کہتے ہیں اور الملکوت وسیع ملک کو۔ نمبر۳۔ قلب بھی اختصاص کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ یہ شیطان کے علاوہ کسی پر بھی بولا نہیں جاتا۔ یہاں جمع مراد ہے۔ اور ایک قراءت میں

الطواغیت بھی آیا ہے۔ اَنْ یَّعْبُدُوْهَا یہ طاغوت سے بدل الاشتمال ہے۔ ای عبادتھا اس کی عبادت سے۔ وَاَنَابُوْٓا (اور وہ متوجہ ہوتے ہیں) اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى (اللہ تعالیٰ کی طرف وہ خوشخبری سنانے کے مستحق ہیں) البشریٰ سے بشارتِ ثواب مراد ہے۔ فرشتے حضورِ موت کے وقت ان کو خوشخبریاں دیتے ہیں اور جب حشر میں اٹھائے جائیں گے تو خوشخبری سنائیں گے۔
فَبَشِّرْ عِبَادِ (پس آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری سنادیں)

اعمالِ دین کو نقد و تبصرہ کی نگاہ سے دیکھ کر احسن کو لینے والے ہیں:

۱۸: الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ (جو اس کلام کو کان لگا کر سنتے ہیں اور پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں) یہ وہی لوگ ہیں جو پرہیزگار اور منیب ہیں مقصود یہ ہے کہ پرہیزگاری اور انابت کے ساتھ ساتھ وہ اس صفت سے بھی متصف ہوں۔ یہاں ظاہر کو ضمیر کی جگہ لایا گیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ وہ دین کے اعمال کو نقد و تبصرہ کی نگاہ سے دیکھنے والے اور اس میں سے حسن و احسن اور فاضل و افضل کا فرق کرنے والے ہوں۔ جب ان کے سامنے دو معاملے پیش آئیں۔ ان میں سے ایک واجب اور دوسرا مستحب ہو تو وہ واجب کو اختیار کرنے والے ہوں۔ اسی طرح مباح و ندب میں تقابل کے وقت ندب کو اختیار کرنے والے ہیں۔ گویا اس بات کی ان کو حرص لگی ہو کہ بارگاہ الٰہی میں کونسا امر قریب تر ہے۔ اور کس کا ثواب بڑھا ہوا ہے۔ نمبر۲۔ وہ قرآن اور غیر قرآن کو سنکر پھر قرآن کی اتباع کرتے ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کے اوامر کو سن کر پھر ان میں سے احسن کی پیروی کرنے والے ہوں مثلاً قصاص اور عفو میں سے عفو اختیار کرنے والے ہیں۔ نمبر۳۔ لوگوں کے ساتھ باتیں سنتے ہیں جن میں اچھائیاں اور برائیاں ہوتی ہیں۔ وہ اچھی باتوں کو آگے لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں اور ان کے علاوہ سے بچتے ہیں۔
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ (یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور یہی ہیں جو اہل عقل و خرد ہیں) یعنی اپنی عقول سے نفع اٹھانے والے ہیں۔
۱۹: اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِى النَّارِ (بھلا جس شخص پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی۔ تو کیا آپ ایسے شخص کو جو کہ دوزخ میں ہے چھڑا سکتے ہیں) اصل کلام اس طرح ہے امن حق علیہ کلمة العذاب فانت تنقذہ حق بمعنی وجب ہے۔
تحقیق: یہ جملہ شرطیہ ہے جس پر ہمزہ استفہام انکاری داخل ہوا اور فاء جزائیہ ہے۔ پھر اس پر وہ فاء داخل ہوئی جو اس کی ابتداء میں محذوف پر عطف کیلئے لائی گئی۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ ءَ اَنْتَ مالک امرھم ؟ فمن حق علیہ العذاب فانت تنقذہ؟ ہمزہ ثانیہ وہی پہلا ہی ہمزہ ہے جو انکار کے معنی کی تاکید کیلئے دوبارہ لایا گیا۔ اور من فی النار کو مضمر کی جگہ لائے ای تنقذہٗ حاصل یہ ہوا کہ اس کے مطابق آیت ایک ہی جملہ ہے۔ نمبر۲۔ اسکا معنی یہ ہوا افمن حق علیہ کلمة العذاب ینجو منہ فانت تنقذہٗ؟ مطلب یہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا اس کو آگ سے بچانے کی کوئی قدرت نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات سبقت کر چکی کہ وہ اہل نار میں سے ہے۔

حقیقت میں بالا خانے ملیں گے:

۲۰: لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ (لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے۔ان کے لئے بالا خانے ہیں جن کے اوپر اور بالا خانے ہونگے) جنات کے مکانات بلند ہونگے۔اور ان کے اوپر مکانات ہونگے جو ان سے بھی بلند تر ہونگے یعنی کفار کیلئے اگر آگ کے طبقات ہونگے تو متقین کے لئے بالا خانے ہونگے۔ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (جو بنے بنائے تیار ہیں ان کے نیچے نہریں چل رہی ہیں) یعنی ان منازل کے نیچے وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ (یہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ وعدہ میں خلاف نہیں کرتا)

نحو: وَعْدَ یہ مصدر مؤکد ہے کیونکہ هم غرف کا معنی وعدهم الله غرفًا ہے۔

پانی اتارنے' کھیتی نکالنے میں عقل والوں کے لئے عبرت:

۲۱: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (کیا تم نے اسپر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا ہے) الماء سے مراد بارش ہے۔

ایک قول:

تمام زمین کے پانی بھی آسمان سے ہیں پہلے صخرہ پر اترتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان کو تقسیم کر دیتے ہیں۔فَسَلَكَهٗ (پس اس کو داخل کر دیا) يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ (زمین کے چشموں میں) ینابیع چشموں اور پانی کے چلنے کے راستے اور گزرگاہیں۔جیسا کہ جسم میں رگیں۔

نحو: ینابیع یہ حال کی وجہ سے منصوب ہے یا ظرفیت کی بناء پر منصوب ہے۔فی الارض یہ ینابیع کی صفت ہے۔

ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ (پھر اس کے ذریعے سے وہ پیدا کرتا ہے) ہٗ کی ضمیر سے پانی مراد ہے۔زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ (کھیتیاں جن کے رنگ مختلف (ہیں) الوان سے ہیئت وشکل مراد ہے جیسے سبز، سرخ، زرد، سفید یا اقسام مراد ہیں۔گندم، جو، تل وغیرہ۔ثُمَّ يَهِيْجُ (پھر وہ کھیتی بالکل خشک ہو جاتی ہے) فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا (پس اس کو تم زرد دیکھتے ہو) تروتازگی اور خوبصورتی کے بعد ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا (پھر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے) حطاماً ریزہ ریزہ ٹکڑے جو نبات ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ہو جائے وہ حطام کہلاتی ہے۔اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں) پانی اتارنے اور کھیتی نکالنے، پیدا کرنے میں لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ (اہل عقل کیلئے بڑی عبرت ہے) یادداشت اور اس بات پر تنبیہ ہے کہ اس کا ایک صانع نہایت حکیم ہے اور یہ سب کچھ بڑے اندازے اور بڑی تدبیر سے ہو رہا ہے۔نہ کہ اہمال و تعطیل سے۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ

سو اللہ نے جس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا سو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔ سو ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل ذکر اللہ کی جانب سے

مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا

سخت ہیں، یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔ اللہ نے بڑا اچھا کلام نازل فرمایا جو ایسی کتاب ہے جس کی باتیں آپس میں ملتی جلتی ہیں۔

مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ

جو بار بار دہرائی جاتی ہیں، اس سے ان لوگوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر

اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا

اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، یہ اللہ کی ہدایت ہے اس کے ذریعہ وہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔ اور اللہ جسے گمراہ کرے

لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾ اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ

اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ کیا جو شخص قیامت کے دن اپنے چہرہ کو برے عذاب سے بچائے گا، اور ظالموں سے کہا جائے گا

ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾

کہ جو کچھ تم کمائی کرتے تھے اسے چکھ لو۔ ان لوگوں سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے جھٹلایا سو ان کے پاس اس طور سے عذاب آیا کہ انہیں اس کا خیال بھی نہ تھا۔

۲۲: اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ (پس جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کیلئے کھول دیا) شرح کو وسیع کر دیا لِلْاِسْلَامِ پس اس نے ہدایت پائی۔

فرمانِ رسول اللہ ﷺ:

رسول اللہ ﷺ سے شرح صدر کے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو فرمایا جب نور دل میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ سینہ کھل جاتا اور وسیع ہو جاتا ہے آپ سے سوال کیا گیا۔ کیا اس کی کوئی علامت بھی ہے؟ فرمایا ہاں! ہمیشگی کے گھر کی طرف رجوع اور غرور کی طرف سے بے رغبتی اور موت کی آمد سے قبل موت کی تیاری [تفسیر ابن کثیر ۱۸۱/۲]

فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (وہ اپنے پروردگار کے نور پر ہے) نور کا معنی وضاحت و بصیرت۔ معنی یہ ہے افمن شرح اللہ صدرہ کیا وہ آدمی جس کے سینے کو اللہ تعالیٰ نے کھول دیا پس وہ ہدایت پا گیا اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے دل پر مہر لگ چکی اور اس کا دل سخت ہو گیا؟ اس کو حذف کر دیا کیونکہ ارشاد الٰہی فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ (پس بڑی خرابی ہے ان لوگوں کیلئے کہ

جن کے دل متاثر نہیں ہوتے) اس پر دلالت کر رہا ہے۔مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے ذکر سے) یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد کو چھوڑ دینے کی وجہ سے یا اللہ تعالیٰ کے ذکر کی وجہ سے یعنی جبکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ان کے ہاں کیا جائے۔یا اللہ تعالیٰ کی آیات سے ان کے دلوں کی قساوت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔جیسا کہ دوسرے ارشاد میں ہے۔فزادتھم رجسا الی رجسھم [التوبہ:۱۲۵] اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (وہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں) ظاہری گمراہی میں مبتلا ہیں۔

سب سے عمدہ بات قرآن سن کر انہیں خشیت آتی ہے:

۲۳: اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ (اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام نازل فرمایا ہے) اللہ کے لفظ سے ابتداء کر کے نزل کو اس پر مرتب فرمانے میں احسن الحدیث کی تفخیم شان مقصود ہے۔

نحو : كِتٰبًا یہ احسن الحدیث سے بدل ہے یا اس سے حال ہے۔

مُّتَشَابِهًا (یہ ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہیں) جو صدق و بیان میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔اسی طرح وعظ، حکمت اور اعجاز وغیر ذلک میں باہم ملتی جلتی ہیں۔مَّثَانِيَ (بار بار دہرائی گئی ہیں) جمع مثنی اسکا معنی بار بار لوٹائی اور دہرائی گئی اس کے واقعات، اخبار، احکام، اوامر، نواہی وعدے اور وعید اور مواعظ بار بار دہرائے گئے ہیں۔

نحو : یہ کتاب کی صفت ہے۔متشابہ کا بیان ہے کیونکہ قصص مکررہ وغیرہ وہ متشابہ ہی ہوتے ہیں۔

ایک قول:

کیونکہ اس کی بار بار تلاوت کے باوجود اس سے اکتاتے نہیں۔واحد کی صفت جمع لائی جاسکتی ہے کیونکہ کتاب مکمل طور پر تفاصیل والا جملہ ہے اور شئی کی تفاصیل وہی اسکا مجموعہ ہوتا ہے۔جیسے کہتے ہیں القرآن اسباع و سور و آیات ؟اسی طرح تم کہتے ہو اقاصیص و احکام و مواعظ مکررات، کہ قصص و احکام و مواعظ بار بار لائے گئے ہیں۔

نمبر۲۔یہ متشابہاً کی تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہے جیسا تم کہو: رائیت رجلاً حسناً شمائل۔معنی یہ ہے وہ بار بار دھرائے جانے کی بناء پر متشابہ ہیں۔تَقْشَعِرُّ (ان لوگوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں) مضطرب ہو جاتے اور حرکت میں آجاتے ہیں، مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ (اس سے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں) کہا جاتا ہے اقشعر الجلد اذا تقبض تقبضًا شدیدا جب کہ وہ سخت گھٹے۔مطلب یہ ہے جب وہ قرآن مجید سنتے ہیں۔اور آیات وعید ان کے کانوں میں پڑتے ہیں تو ان پر خشیت طاری ہو جاتی ہے جس سے ان کے بدن کانپ اٹھتے ہیں۔حدیث میں وارد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے کسی مؤمن کے رونگٹے کھڑے ہوں۔تو اس سے اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔جس طرح خشک درخت سے پتے گرتے ہیں۔

(الھیثمی فی مجمع الزوائد ۱۰/ ۳۱۰)

ذکراللہ پر اکتفاء:

ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ (پھران کے بدن اوردل نرم ہوکراللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں) یعنی جب رحمت کی آیات ذکر کی جاتی ہیں توان کے بدن اوردل نرم پڑ جاتے ہیں اوران پر جوخوف وکپکپی طاری تھی وہ زائل ہوجاتی ہے۔الیٰ کے ساتھ اس کومتعدی کیا گیا کیونکہ الیٰ کے ساتھ متعدی ہونے والے فعل کے معنی کو متضمن ہے گویا اس طرح کہا گیا اطمانت الی ذکر اللّٰہ لینۃ غیر منقبضۃ گھٹنے کے بغیر نرمی کے ساتھ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف مطمئن ہیں ۔آیت میں ذکراللہ پر اکتفاء کیا گیا۔رحمت کا تذکرہ نہیں کیا گیا کیونکہ اس کی رحمت غضب پر سبقت کرنے والی ہے۔اور یہ بھی وجہ ہے کہ جب اس کو یاد کیا جائے تو وہ اپنی رحمت اس بندے کو پہنچاتا ہے اوراس وقت اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی رؤفیت اور رحیمیت ہی کا غلبہ ہوتا ہے۔اولاً صرف جلود کا ذکر کیا پھر دوسری بارقلوب کو بھی شامل کیا کیونکہ خشیت کا محل دل ہیں۔پس ان کا ذکر کردینا یہ قلوب کا ذکرکرنا تھا۔ذٰلِکَ (اس سے) کتاب کی طرف اشارہ کیا اوروہ ھُدَی اللّٰہِ یَھْدِیْ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے،جس کووہ چاہتا ہےاس کے ذریعہ سے ہدایت دیتا ہے) اپنے بندوں میں سے اوراس سے وہی بندے مراد ہیں جن کے متعلق اس کے علم میں ہے کہ وہ ہدایت کواختیار کریں گے۔وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ (اور اللہ تعالیٰ جس کو گمراہ کرتا ہے) اس میں ضلالت کو پیدا فرمادیتا ہے۔فَمَا لَہٗ مِنْ ھَادٍ (پس اس کوکوئی ہدایت دینے والا نہیں) حق کی راہ کی طرف۔

ظالموں کا قیامت کے دن حال:

۲۴: اَفَمَنْ یَّتَّقِیْ بِوَجْھِہٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (بھلا وہ شخص جو اپنے منہ کو قیامت کے دن سخت عذاب کی سپر بنائے گا) اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو عذاب سے مامون ومحفوظ ہے؟ یہاں خبر کواسی طرح حذف کردیا جیسا کہ اس کے نظائر میں خبر حذف کی جاتی ہے۔سوءالعذاب سے شدت مراد ہے اسکا معنی یہ ہے انسان کو جب کوئی خوفناک چیز سامنے آتی ہے۔تو اپنے آپ کو بچانے کیلئے ہاتھ آگے کرتا ہےاور چاہتا یہ ہے کہ اس طرح اسکا چہرہ بچ جائے۔کیونکہ وہ انسان کے ہاں معزز ترین اعضاء میں سے ہے۔اور جس شخص کوآگ میں ڈالا جائے گا۔اس کے ہاتھوں کوگردن سے باندھ کرآگ میں پھینکا جائے گا۔پس اس لئے صرف یہی موقعہ ہوگا کہ وہ اپنے چہرے کوڈھال کے طور پر استعمال کرے۔وہ چہرہ جس کومقامات خوف میں ہاتھوں وغیرہ سے بچایا جاتا تھا اوراس کی حفاظت کی جاتی تھی۔ وَقِیْلَ لِلظّٰلِمِیْنَ (اور ظالموں کوحکم ہوگا) یعنی جہنم کے داروغہ ان کوکہیں گے۔ذُوْقُوْا (تم مزہ چکھو) یعنی وبال مَا کُنْتُمْ تَکْسِبُوْنَ (جوکچھ تم کیا کرتے تھے) یہ مصدر کے معنی میں ہے اپنی کمائی کا وبال چکھلو۔

۲۵: کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ (ان لوگوں نے جھٹلایا تھا جوان سے پہلے ہوچکے) ھم کا مرجع قریش مکہ ہیں۔فَاَتٰھُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ (پس ان پر عذاب ایسے طور پر آیا کہ ان کوخیال بھی نہ تھا) ایسی جہت سے آیا جوان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھی اور نہ ان کو خیال گزرا کہ کبھی شراس طرف سے بھی آجائے گا۔اس دوران کہ وہ مطمئن تھے کہ اچانک ان کے امن کے مقام

وقف لازم

فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ

سو اللہ نے انہیں دنیا والی زندگی میں رسوائی چکھا دی اور البتہ آخرت کا عذاب اس سے بڑا ہے اگر

كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۶ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ

وہ جانتے ہوتے، اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کے عمدہ مضامین بیان کر دیئے ہیں تا کہ یہ لوگ

يَتَذَكَّرُوْنَ ۝۲۷ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝۲۸ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

نصیحت حاصل کریں، وہ قرآن ہے، عربی ہے جس میں کوئی کجی نہیں تاکہ یہ لوگ ڈریں، اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے

رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَاۗءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ

کہ ایک شخص ہے جس میں کئی ساجھی ہیں جن میں آپس میں ضد اضدی ہے اور ایک وہ شخص ہے جو ایک ہی آدمی کے لئے سالم ہے کیا یہ دونوں حالت کے اعتبار سے برابر ہیں؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۹ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝۳۰ ثُمَّ اِنَّكُمْ

سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے بلکہ ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے، بلاشبہ آپ مرنے والے ہیں اور بلاشبہ یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں، پھر یقینی بات ہے کہ قیامت کے دن

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ۝۳۱

ع ۱۷

تم اپنے رب کے پاس پیش ہو کر مدعی اور مدعٰی علیہ ہو گے۔

میں ہی عذاب نے ان کو آ گھیرا۔

۲۶: فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ (پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی دنیوی زندگی میں عذاب کا مزہ چکھایا) الخزی سے ذلت، رسوائی مثلاً مسخ، زمین میں دھنسنا، قتل و جلا وطن ہونا وغیرہ اسی قسم کے اللہ تعالیٰ کے عذاب۔ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ (اور البتہ آخرت کا عذاب اور بھی بڑا ہے) دنیا کے عذاب کے مقابلہ میں لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (کاش یہ لوگ سمجھ جاتے) تو ضرور ایمان قبول کر لیتے۔

۲۷: وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے واسطے ہر قسم کے عمدہ مضامین بیان کئے ہیں تا کہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں) تذکر نصیحت پانے کو کہتے ہیں۔

۲۸: قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا (جس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ عربی قرآن ہے) یہ حال مؤکدہ ہے جیسے کہتے ہیں جاء نی زید رجلا صالحا و انسانًا عاقلا۔ اس میں رجلاً اور انسانًا کو بطور تاکید لائے ہیں۔ یا نمبر۲۔ منصوب علی المدح ہے۔ غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ (جس میں ذرا ٹیڑھ نہیں) وہ مستقیم اور تناقض و اختلاف سے پاک ہے۔

نکتہ: آیت میں مستقیم نہیں فرمایا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس میں کبھی ٹیڑھ ہوا ہی نہیں۔

ایک قول:

یہ ہے العوج سے شک مراد ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (تا کہ یہ لوگ ڈریں) اور کفر سے بچ جائیں۔

مشترک غلام اور منفرد آقا کا غلام میں فرق:

۲۹: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ (اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی کہ جس میں کئی ساجھی ہیں جن میں باہم اختلاف ہے) متشاکسون کا معنی باہمی منازعت اور اختلاف رکھنے والے وَرَجُلًا سَلَمًا (اور ایک اور شخص ہے کہ پورا ایک ہی شخص کا ہے) سلما یہ مصدر ہے باب سلِمَ معنی ذا سلامۃ سلامتی والا لِّرَجُلٍ (یعنی جو شرکت سے بچا ہوا)

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے سالما پڑھا ہے۔ خالص اسی ہی کا ہو۔

هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا (کیا ان دونوں کی حالت یکساں ہے) مثلاً کا معنی حالت ہے یہ تمیز ہے۔ معنی یہ ہے کیا ان دونوں کی حالت وکیفیت برابر ہے۔ تمیز مفرد لائی گئی کیونکہ وہ جنس کو بیان کر رہی ہے۔

قراءت: ایک قراءت میں مثلین ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں)۔ وہ ذات جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (بلکہ ان میں اکثر سمجھتے بھی نہیں) پس وہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک قرار دیتے ہیں۔ اس آیت میں کافر اور اس کی معبودیت کو اس غلام کے ساتھ تشبیہ دی جس کے بہت سے اختلاف و تنازع کرنے والے مالک ہوں۔ جن میں سے ہر ایک اس بات کا مدعی ہو کہ وہ اسکا غلام ہے۔ پس وہ آپس میں کھینچا تانی اور مختلف پُر مشقت کاموں کے لئے باہمی لے دے کرنے والے ہوں۔ اور وہ حیران ہو اور اسے یہ بھی معلوم نہ ہو کہ کون ان میں سے اس کی خدمت سے راضی ہوگا اور اپنی ذاتی ضروریات میں وہ کس پر انحصار کرے اور کس سے اپنا خرچہ مانگے اور کس سے نرمی کا سوال کرے پس ایسی حالت میں اس کی فکر منتشر، دل گھبرانے والا ہوگا۔ اور مؤمن کی مثال ایک ایسے غلام سے دی ہے جس کا ایک ہی آقا ہو۔ اس کی فکر ایک اور دل مجتمع ہوگا۔

موت سب پر ہے تو کسی کے انتظار موت سے اس میں فرق نہیں:

۳۰: اِنَّكَ مَيِّتٌ (آپ کو بھی مرنا ہے) یعنی عنقریب آپ پر موت آئے گی۔ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (اور ان کو بھی مرنا ہے) مَيْتٌ تخفیف سے وہ جس پر موت اترے۔

قولِ خلیل:

ابو عمرو نے یہ شعر پڑھا

وتسألنی تفسیر مَيْتٌ وَمَيِّتٍ ☆ فدونك وقد فسرت ان كنت تعقل

فمن کان ذا روحٍ فذلک مَیّتٌ ☆ وما المَیْتُ الامن الی القبر یُحمل

جس پر موت آئندہ طاری ہوگی وہ میت ہے اور جو مر چکا اور اس کو قبر کی طرف لے جایا جا رہا ہو۔ وہ مَیْتٌ ہے۔ کفار قریش رسول اللہ ﷺ کے متعلق موت کے منتظر تھے۔ پس اس میں خبر دی گئی کہ موت تو ان کو بھی آئے گی۔ پھر کسی کے انتظار موت کا کیا فائدہ۔ اور فانی کا فانی کی موت پر خوش ہونا چہ معنی دارد۔

قولِ قتادہ رحمہ اللہ:

اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی موت کی خبر دی ہے۔ اور تمہارے نفوس کے بھی مرنے کی خبر دی۔ یعنی آپ اور وہ سب موتی کے شمار میں ہو۔ کیونکہ جو ہونے والا ہے اس کو ہو چکا شمار کرنا چاہیے۔

ایک دوسرے کے خلاف دلیل پیش کریں گے:

۳۱: ثُمَّ اِنَّکُمْ (پھر تم) یعنی تم اور وہ۔ اصل کلام انک وایاھم تھا پھر ضمیر مخاطب کو غیب پر غلبہ دیا۔ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ (قیامت کے دن تم اپنے مقدمات اپنے رب کے سامنے پیش کرو گے) پھر آپ ان کے خلاف دلیل پیش کریں گے کہ آپ نے پیغام پہنچا دیا اور انہوں نے جھٹلا دیا۔ اور آپ نے دعوت دینے میں خوب کوشش کی مگر انہوں نے عناد کے سمندر میں غوطے لگائے۔ وہ معذرت پیش کریں گے مگر اسکا فائدہ نہ ہوگا۔

پیروکار کہیں گے! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی بات مانی سرداروں کا جواب! ہمیں شیاطین نے اغواء کیا اور ہمارے آباء واجداد کو بھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ہمارا جھگڑا کیا ہوگا۔ حالانکہ ہم تو بھائی بھائی ہیں۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو کہنے لگے یہ ہماری خصومت ہے۔ ابو العالیہ کا قول یہ ہے کہ یہ اہل قبلہ کے متعلق اتری۔ اور یہ ان مظالم اور خونوں کے متعلق ہے جو مسلمانوں کے باہمی ہیں۔ مگر بہتر قول پہلا ہے۔ اس کی تائید اگلی آیت میں فرمائی۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ

سو اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور سچ کو جھٹلایا جبکہ وہ اس کے پاس آیا۔ کیا دوزخ میں

جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝۳۲ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ

کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے، اور جو شخص سچ کو لیکر آیا اور سچ کی تصدیق کی یہ وہ لوگ ہیں

الْمُتَّقُوْنَ ۝۳۳ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۴

جو متقی ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس وہی ہے جو وہ چاہیں یہ بدلہ ہے اچھے کام کرنے والوں کا

لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ

تاکہ اللہ ان کے برے کاموں کا کفارہ کر دے اور انہیں ان اعمال کا اچھے سے اچھا اجر دے جو وہ

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۳۵

کیا کرتے تھے۔

متخاصمین:

۳۲: فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ (اس شخص سے بڑھ کر بے انصاف کون ہوگا) اور والذی جاء بالصدق وصدق به [الزمر:۳۳] یہ درحقیقت ان لوگوں کی وضاحت وتفسیر ہے جن کے مابین یہ خصومت پیش آئے گی۔ ممن کذب علی اللہ (جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے) اللہ تعالیٰ کا شریک بنا کر یا بیٹے کی نسبت اس کی طرف کر کے۔

وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ (اور سچی بات کو جھٹلائے) وہ معاملہ جو بعینہٖ سچائی ہے۔ اور وہ وہی ہے جس کو محمد ﷺ لے کر تشریف لائے ہیں۔ اِذْ جَآءَهٗ (جبکہ وہ اس کے پاس پہنچے) پس اس نے سنکر بلا توقف تکذیب کر دی اس نے اہل انصاف کی طرح حق و باطل میں تمیز کیلئے اہتمام رویہ سے کام نہیں لیا۔ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ (کیا جہنم ایسے کافروں کا ٹھکانہ نہ ہوگا) ان لوگوں کا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے متعلق جھوٹ بولا اور سچ کی تکذیب کر دی۔ للکافرین کی لام ان کی طرف اشارہ کرنے کیلئے ہے۔

۳۳: وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ (اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور اس کو سچ جانا) رسول اللہ ﷺ سچ لے کر آنے والے ہیں اور اس پر ایمان لائے۔ اس سے آپ کی ذات گرامی اور وہ سب مراد ہیں جنہوں نے آپ کی اتباع کی۔ جیسا کہ اس آیت میں موسیٰ علیہ السلام خود اور آپ کی قوم مراد ہے۔ ولقد آتینا موسٰی الکتاب لعلهم یهتدون [المؤمنون:۴۹] اسی لیے

فرمایا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (تو یہ لوگ پرہیزگار ہیں)

قولِ زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ والذی جاء بالصدق سے محمد ﷺ مراد ہیں اور الذی صدق بہ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ جاء بالصدق تو محمد ﷺ ہیں اور صدق بہ مؤمن ہیں اور ہر دو صحیح ہے علمائے مفسرین نے اسی طرح فرمایا۔ عربی اسلوب کے لحاظ سے اقرب بات یہ ہے کہ جاء اور صدق کا فاعل ایک ہو۔ کیونکہ تغایر سے الذی کو مضمر ماننا پڑے گا۔ حالانکہ اسکا ذکر پہلے موجود نہیں اور یہ بعید ہے۔

محسنین کا بدلہ:

۳۴: لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ (ان کے لئے ہے جو کچھ وہ چاہیں گے ان کے رب کے ہاں سب کچھ ہے یہ صلہ ہے نیک کاروں کا)

۳۵: لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (تاکہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کے برے عملوں کو دور کر دے۔ اور ان کے نیک کاموں کے عوض ان کو ان کا ثواب دے) آیت میں اسوأ اور احسن کی اضافت۔ یہ اضافۃ الشی الی ماھو بعضہٗ من غیر تفضیل کے قبیل سے ہے جیسا کہ کہتے ہیں۔ الاشج اعدل بنی مروان۔ اشج بنو مروان سے ہیں۔ اب ان کا عدل بنی مروان میں سے کسی کو تفضیل دینے کے بغیر ہے۔

أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ۖ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ

کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں ہے، اور وہ آپ کو ان سے ڈراتے ہیں جو اللہ کے علاوہ ہیں، اور اللہ جسے گمراہ کر دے

فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ۗ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ

اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں، اور جسے اللہ ہدایت دیدے سو اس کا کوئی گمراہ کرنیوالا نہیں، کیا اللہ عزت والا

ذِي انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ

بدلہ لینے والا نہیں ہے، اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو تو ضرور یوں کہیں گے

اللّٰهُ ۚ قُلْ أَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ

کہ اللہ نے پیدا کیا آپ فرما دیجئے کہ تم ہی بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ مجھے کوئی ضرر پہنچانے کا ارادہ فرمائے تو کیا

هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ أَوْ أَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۚ قُلْ

یہ اسکی پہنچائی ہوئی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا اگر وہ مجھے رحمت سے نوازنے کا ارادہ فرمائے تو کیا یہ اسکی رحمت کو روک سکتے ہیں، آپ فرما دیجئے

حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ

کہ کافی ہے مجھے اللہ! اسی پر بھروسہ کرنے والے بھروسہ کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اے میری قوم تم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو،

إِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ يَّأْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ

بیشک میں عمل کر رہا ہوں، سو تم عنقریب جان لو گے کس کے پاس عذاب آتا ہے جو اس کو ذلیل کر دے گا اور اس پر ایسا عذاب نازل ہوتا

عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾ إِنَّآ أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى

ہے جو ٹھہر کر رہ جائے، بے شک ہم نے لوگوں کے لئے حق کے ساتھ آپ پر کتاب نازل کی ہے سو جو ہدایت پر آ جائے

فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾

یہ اسکی اپنی جان کے لئے ہے اور جو شخص گمراہی اختیار کرے سو وہ اپنی جان کو ضرر پہنچانے کے لئے گمراہی کو اختیار کرتا ہے، اور آپ ان پر مسلط بنا کر نہیں بھیجے گئے۔

مان لو ورنہ انتقام الٰہی تمہارا منتظر ہے:

۳۶: أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں) ہمزۂ استفہام انکاری کو حرف نفی پر داخل کیا گیا۔ جس

سے کفایت کا اثبات اور پختگی ہوگئی۔ عَبدہ سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔
قراءت: حمزہ، علی نے عبادہ پڑھا ہے۔ اس صورت میں انبیاء اور مؤمنین مراد ہونگے۔ یہ اس ارشاد کی طرح ہے۔ انّا کفیناك المستهزئین[الحجر:۹۵]
وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ (اور یہ آپ کو ڈراتے ہیں ان سے جو اس کے سوا ہیں) یعنی ان بتوں سے جن کو انہوں نے اس کے سوا معبود تجویز کر رکھا ہے۔ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے کہا ہمارے معبود تمہیں نقصان پہنچائیں گے اور مخبوط الحواس کردیں گے کیونکہ تم ان کے عیب نکالتے ہو۔ وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ (جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں)۔
۳۷: وَمَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُضِلٍّ (اور جس کو وہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں) اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ (کیا اللہ تعالیٰ زبردست انتقام والے نہیں) العزیز غالب و محافظ۔ ذی انتقام وہ اپنے اعداء سے انتقام لے گا۔ اس میں قریش کو ڈرایا گیا اور ایمان والوں سے وعدہ کیا گیا کہ وہ قریش سے انتقام لے گا اور مسلمانوں کو ان پر غلبہ عنایت فرمائے گا۔ پھر ان کو بتلایا کہ بتوں کی عبادت کے باوجود وہ اس بات کے اقراری ہیں کہ خالق ارض وسماء اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے فرمایا۔

بتوں کے حملہ سے تو اللہ بچائے گا مگر اللہ تعالیٰ کی اتاری تکلیف سے تمہیں کون بچائے گا:

۳۸: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمان وزمین کو کس نے بنایا) لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (تو یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کہہ دیجئے بھلا! پھر یہ بتلاؤ کہ) اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ (اللہ تعالیٰ کے سوا جن معبودوں کو تم پوجتے ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے)
قراءت: حمزہ کے علاوہ باقی قراء نے ارادنیَ یاء کے فتحہ سے پڑھا۔ الضُرّ سے مرض یا فقر یا اسکے علاوہ کوئی تکلیف مراد ہے۔
هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖ (کیا یہ اسکی دی ہوئی تکلیف کو دور کرسکتے ہیں) یعنی اس تکلیف کی شدت کو مجھ سے ہٹا سکتے ہیں۔ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ (یا اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی عنایت کرنا چاہے) رحمت سے صحت یا مالداری اسی طرح کی اور چیزیں مراد ہیں۔
هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ (کیا یہ معبود اس کی عنایت کو روک سکتے ہیں) کاشفاتٌ ضرهٗ اور ممسکاتٌ رحمته کو بصری نے تنوین کے ساتھ اصل کی بنیاد پر پڑھا ہے۔ مسئلہ کو بطور فرض کے اپنی ذات کے سلسلہ میں ذکر فرمایا کیونکہ کفار آپ کو بتوں کے مجنون بنا دینے اور حملہ آور ہونے سے ڈراتے تھے۔ پس آپ کو حکم دیا گیا کہ پہلے ان کے سامنے بار دیگر فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا تمام جہان کا خالق ہے۔ پھر اس بات کے پختہ کرنے کے بعد فرمائیں کہ اگر جہان کا خالق جس کا تم بھی اقرار کر چکے اگر وہ کچھ تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے۔ کیا تم اس کے خلاف کرنے کی قدرت رکھتے ہو؟ جب ان کو لاجواب کردیا تو فرمایا اعلان کردو۔ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ (میرے لئے اللہ کافی ہے) بتوں کے چڑھ دوڑنے سے بچائے گا۔ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (اور توکل کرنے والے اسی ہی پر توکل کرتے ہیں) روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے سوال کیا تو وہ خاموش ہوگئے۔ پس یہ

آیت اتری: قل حسبی اللہ ۔کا شفات اور ممسکات۔ یہ دونوں صیغے مؤنث کے استعمال کیے گئے اور اس سے قبل یخوفونک بالذین من دونہ ہے۔تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ مؤنثات ہیں جیسے لات، العزیٰ اور منات اس میں ان کو ان کی معبودیت کے اعتقاد پر شرمندہ کیا گیا ہے۔(کہ تمہیں شرم آنی چاہیے کہ تم عورتوں کے پجاری ہو)

میرا معاملہ تو روبترقی ہے مگر تمہاری رسوائی کا وقت آ پہنچا:

۳۹: قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ (کہہ دیجئے اے میری قوم! تم اپنی حالت پر عمل کیے جاؤ) اپنی اس حالت پر جس پر تم ہو اور وہ عداوت جس پر جتنی قدرت تمہیں حاصل ہے۔ المکانۃ یہاں مکان وجگہ کے معنی میں ہے پھر یہ ذات سے معنی کیلئے بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔جیسا کہ ھنا، حیث جو کہ مکان کیلئے ہیں بطور استعارہ زمانے کیلئے استعمال کیے جاتے ہیں۔اِنِّیْ عَامِلٌ (میں بھی عمل کررہا ہوں) اپنی جگہ۔ پر علی مکانتی کو بطور اختصار حذف کردیا کیونکہ اس طرح وعید کا مفہوم زیادہ قوی بنتا ہے اور اس سے یہ بھی اعلان کرنا مقصود ہے کہ میری حالت ہر روز روبترقی ہے کیونکہ میرا معین ومددگار اللہ تعالیٰ ہے۔آیت کا اگلا حصہ اس کی تائید کررہا ہے۔فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (پس اب جلد تمہیں معلوم ہوا چاہتا ہے)

۴۰: مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ (اور وہ کون شخص ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا چاہتا ہے) عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (جو اس کو رسوا کردیگا اور اس پر دائمی عذاب نازل ہوگا) کس طرح اس میں ان کو اپنے ان پر غلبہ وسربلندی پالینے سے ڈرایا گیا جو غلبہ دنیا وآخرت میں میسر ہوگا۔ کیونکہ جب ان پر ذلت ورسوائی اور عذاب اترے گا۔تو وہ آپ ﷺ کے ان پر غلبے کی آمد ہوگی اور وہ غلبہ اس حیثیت سے ہوگا کہ اللہ العزیز اپنے اولیاء کی نصرت سے ان کو غالب کردیں گے اور ان کے دشمنوں کو ذلیل ورسوا کردیں گے۔ یخزیہ یہ عذاب کی صفت ہے جیسا کہ مقیم یعنی ایسا عذاب جو اس کو رسوا کرنے والا ہوگا اور وہ بدر کے دن پیش آیا اور عذاب دائم سے عذاب نار مراد ہے۔

قراءت: ابوبکر وحماد نے مکانا تکم پڑھا ہے۔

کتاب دی تاکہ دواعیٔ حق مضبوط ہوں اور دواعیٔ معصیت کی حوصلہ شکنی ہو:

۴۱: اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ (ہم نے آپ پر یہ کتاب اتاری) الکتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔لِلنَّاسِ (لوگوں کیلئے) لام اجلیہ ہے یعنی کیونکہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہے تاکہ وہ اس سے بشارت وانذار کا کام لے سکیں اور اطاعت اختیار کرنے کے دواعی مضبوط ہوں اور دواعی معصیت کی حوصلہ شکنی ہو۔ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ (جو حق کو لیے ہوئے ہے پس جو شخص راہ راست پر آئے گا۔تو اپنے نفع کے واسطے) پس جس شخص نے ہدایت کو اختیار کرلیا اس نے اپنے نفس کو فائدہ پہنچایا۔وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا (اور جو شخص بے راہ رہے گا تو اسکا بے راہ ہونا اسی پر پڑے گا) جس نے گمراہی کو چن لیا اس نے اپنے نفس کو نقصان میں ڈالا۔وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ (اور آپ ان پر مسلط نہیں کیے گئے) الوکیل یعنی محافظ ونگہبان۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ

اللہ قبض کر لیتا ہے جانوں کو انکی موت کے وقت،اور ان جانوں کو بھی جنکی موت نہیں آئی انکے سوتے وقت، پھر اسے

الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

روک لیتا ہے جس کے بارے میں موت کا فیصلہ فرما دیا اور دوسری کو اجل مقرر تک چھوڑ دیتا ہے، بلاشبہ اس میں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۴۲ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاۗءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا

نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو فکر کرتے ہیں۔ کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا سفارش کرنے والے تجویز کر رکھے ہیں۔آپ فرما دیجئے اگرچہ وہ

لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـــًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ۝۴۳ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ

کچھ بھی قدرت نہ رکھتے ہوں اور کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں؟ آپ فرما دیجئے کہ سفارش تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔اللہ ہی کے لئے ہے ملک

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۴۴ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ

آسمانوں کا اور زمین کا پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر جب تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل منقبض

قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ

ہو جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب اس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو اچانک

يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝۴۵

وہ خوش ہو جاتے ہیں۔

ربط :اگلی آیت میں خبر دی کہ اللہ تعالیٰ حفیظ وقدیر ہیں۔

قبض نوم اور موت:

۴۲: اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا (اللہ تعالیٰ ہی قبض کرتا ہے جانوں کو موت کے وقت) ھا کی ضمیر الانفس کی طرف راجع ہے ۔نمبرا۔ جملے اسی ترتیب سے جیسا کہ ہیں توفی سے اماتت انفس مراد ہے اور اسکا مطلب یہ ہے کہ انفس جس چیز کے ساتھ زندہ، حساس اور مدرک ہیں وہ چیز چھین لی جائے ۔نمبر۲۔ وَالَّتِيْ سے پہلے یتوفی کا فعل محذوف مانا جائے ۔تقدیر کلام اس طرح قرار دیا جائے يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ای یتوفا ھا حین تنام اور اللہ تعالیٰ جانوں پر پورا قبضہ کر لیتا ہے ۔جو جانیں مرتی نہیں اپنی نیند میں یعنی ان پر پورا قبضہ کر لیتا ہے خواب میں سونے والوں کو موتی کے ساتھ مشابہت حاصل ہے

اس طرح کہ وہ نہ تمیز کر سکتے ہیں اور نہ تصرف کر سکتے ہیں جیسا کہ مردے تصرف و تمیز نہیں کر سکتے ۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اسی بات کو ذکر فرمایا وھو الذی یتوفا کم بالیل [الانعام:٦٠]

فَيُمْسِكُ (پس وہ ان جانوں کو روک لیتا ہے) الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ (جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے) جن کے متعلق موت حقیقی کا فیصلہ فرما چکا ہے۔ اس وقت ان کو زندگی کی صورت میں نہیں لوٹاتا وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی (اور باقی جانوں کو رہا کر دیتا ہے) جو کہ سونے والا ہوتا ہے۔ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی (ایک معین وقت تک کیلئے) جو اس کی موت کیلئے مقرر کیا گیا ہے۔

ایک قول:

یتوفی الانفس کا معنی ان کو پورا پورا لیتا اور قبض کر لیتا ہے یہ وہی نفوس ہیں جن کے ساتھ حیات و حرکت ہوتی ہے اور ان نفوس کو قبض کر لیتا ہے جو اپنی نیند میں نہیں مرے۔ اس نفس سے مراد نفس تمیز ہے۔ کہا گیا ہے کہ نیند میں جس نفس کو قبض کیا جاتا ہے وہ یہی تمیز والا نفس ہے اور نفس حیات نہیں کیونکہ نفس حیات کے زائل ہونے سے سانس زائل ہو جاتا ہے حالانکہ سونے والا سانس لیتا ہے۔

دو نفس:

ہر انسان کے دو نفس ہیں نمبرا۔ نفس حیات اور یہ وہی ہے جو موت کے وقت جدا ہوتا ہے۔ نمبر٢۔ نفس تمیز یہ وہی ہے جو نیند کے وقت جدا ہوتا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

کہ ابن آدم میں نفس و روح دو چیزیں ہیں ان کے مابین ایک شعاعی تعلق ہے جو شعاع شمس کی طرح ہے پس نفس وہی ہے جس سے عقل و تمیز حاصل ہوتی ہے۔ اور روح وہ ہے جس سے سانس اور حرکت ہے جب انسان سو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نفس کو قبض کر لیتے ہیں اس کی روح کو قبض نہیں کرتے۔

قولِ علی رضی اللہ عنہ:

نیند کے وقت روح نکل جاتی ہے اور اس کی شعاع جسم میں باقی رہتی ہے اسی سے وہ خواب دیکھتا ہے۔ جونہی نیند سے بیدار ہوتا ہے روح اس کے جسم کی طرف ایک پل سے بھی پہلے لوٹ آتی ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہی قول ہے سونے والے کی روح جو آسمان میں دیکھتی ہے وہ سچا خواب ہے (یعنی عالم مثال میں روح عالم مثال کے مطالعہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے) اور جو وہ بدن کی طرف چھوڑنے کے وقت دیکھتی ہے۔ جبکہ شیاطین اس کو القاء کرتے ہیں وہ خواب جھوٹے ہوتے ہیں۔

قولِ سعید بن جبیر رحمہ اللہ:

زندوں اور مردوں کی ارواح نیند میں آپس میں ملتی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ آپس میں متعارف ہوتی ہیں۔ پھر جن کے متعلق موت کا فیصلہ ہوتا ہے وہ وہیں رہ جاتی ہیں اور دوسری کو ان کے اجساد کی طرف مدتِ زندگی پورے ہونے تک بھیج دیا جاتا ہے۔ روایت کیا گیا ہے مؤمنوں کی ارواح نیند کے وقت آسمان کی طرف عروج کرتی ہیں۔ جو ان میں سے پاک روح ہوتی ہے اس کو سجدہ کی اجازت مل جاتی ہے۔ اور جو پاک نہیں ہوتی اس کو اس کی اجازت نہیں ملتی۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں) انفس کے قبض کرنے میں خواہ بصورت موت ہوں یا بصورتِ نوم اور ان کے روک لینے اور ایک وقت تک چھوڑ دینے میں لَاٰیٰتٍ (اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت کی نشانیاں ہیں) لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ (ان لوگوں کیلئے جو سوچنے کے عادی ہیں) وہ اپنی سوچ وفکر کو اس میں لگاتے اور عبرت حاصل کرتے ہیں۔

۴۳: اَمِ اتَّخَذُوْا (ہاں! کیا ان لوگوں نے قرار دے رکھا ہے)۔

نحو: ام یہ بل کے معنی میں ہے۔ اور ہمزہ استفہام انکاری کا ہے۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے سواء) اس کی اجازت کے بغیر شُفَعَآءَ (سفارشی) جبکہ وہ کہتے ہیں هؤلاء شفعاؤنا عند اللّٰه۔ حالانکہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں کوئی سفارش نہ کر سکے گا۔ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا یَمْلِكُوْنَ شَیْـًٔا وَّ لَا یَعْقِلُوْنَ (کہہ دیجئے اگر چہ وہ کچھ بھی قدرت اور عقل نہ رکھتے ہوں) معنی یہ ہے کیا پھر بھی وہ سفارش کریں گے جبکہ وہ کسی ایک چیز کے بھی مالک نہ ہوں اور نہ ان میں عقل ہو۔

۴۴: قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا (کہہ دیجئے سفارش تو تمام تر اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے)

نحو: جمیعًا حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (تمام آسمانوں وزمین کی سلطنت اسی ہی کی ہے) یہ للّٰه الشفاعة کو اور پختہ کرنے کیلئے لایا گیا۔ کیونکہ جب بادشاہی ہر چیز پر اسی ہی کی ہے۔ اور شفاعت بھی ملک میں سے ہے۔ تو شفاعت کا مالک وہی ہوا۔ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے) یہ ماقبل سے متصل ہے مطلب یہ ہوا۔ آسمان وزمین کا مالک آج کے دن وہی ہے۔ پھر تم قیامت کے دن اسی کی بارگاہ میں لوٹائے جاؤ گے۔ پس اس دن بادشاہی اسی ہی کیلئے ہوگی جو دنیا و آخرت کا مالک ہے۔

لا الٰہ الا اللہ پر گھٹن:

۴۵: وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ (جب فقط اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے) یہاں معنی کا مدار وحدہٗ پر ہے۔ مطلب یہ ہے جب فقط اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ان کے معبودوں کا ذکر نہیں کیا جاتا ہے۔ اشْمَاَزَّتْ (منقبض ہوتے ہیں) نفرت کرتے اور گھٹتے ہیں قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (ان لوگوں کے دل جو آخرت کا یقین

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ

آپ یوں کہیئے کہ اے اللہ آسمانوں اور زمینوں کے پیدا فرمانے والے غیب اور شہادت کے جاننے والے آپ اپنے بندوں کے درمیان

بَیْنَ عِبَادِكَ فِیْ مَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَا فِی

فیصلہ فرمائیں گے ان باتوں کے بارے میں جن میں اختلاف کرتے ہیں، اور جن لوگوں نے ظلم کیا اگر ان کے لئے

الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ

وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اس جیسا اور ہو تو قیامت کے دن عذاب کی بدحالی کی وجہ سے وہ اس سب کو جان کے بدلہ میں دیدیں گے

وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا

اور ان کے لئے اللہ کی طرف سے وہ ظاہر ہو جائے گا جو ان کے گمان میں نہ تھا، اور انہوں نے جو عمل کئے تھے ان کے برے نتیجے ان کے لئے ظاہر ہو جائیں گے

وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ز

اور انہیں وہ چیز گھیر لے گی جس کا وہ مذاق بناتے تھے سو جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے

ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ ؕ بَلْ هِیَ فِتْنَةٌ

پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے نعمت دے دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو مجھے ہنر کی وجہ سے ملا ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ وہ امتحان ہے

وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے، یہ کلمہ ان سے پہلے لوگوں نے کہا سو جو کچھ کمائی کرتے تھے اس نے انہیں کچھ بھی

یَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَاَصَابَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَیُصِیْبُهُمْ

فائدہ نہ دیا، سو انہوں نے جو برے اعمال کئے تھے ان کا بدلہ انہیں پہنچ گیا، اور ان میں سے جن لوگوں نے ظلم کیا عنقریب انہیں ان کے اعمال کا بدلہ

سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۵۱﴾ اَوَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ

پہنچ جائے گا اور وہ عاجز کرنے والے نہیں ہیں، کیا انہوں نے نہیں جانا کہ اللہ رزق پھیلا دیتا ہے

لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

جس کے لئے چاہے اور تنگ کر دیتا ہے جس کیلئے چاہے، بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔

ع ۱۱

نہیں رکھتے اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر آتا ہے) اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے معبودوں کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے۔ یا ذکر نہ کیا جائے۔ اِذَا ھُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ (تو اسی وقت وہ لوگ خوش ہو جاتے ہیں) کیونکہ وہ ان پر مفتون ہیں یا جب ان سے کہا جاتا ہے۔ لا الٰہ اِلَّا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ، تو بھاگ کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ اس میں ان کے معبودوں کی نفی ہے۔

نکتہ: آیت میں استبشار (خوش ہونا) اور اشمئزاز (منقبض ہونا) کو ایک دوسرے کے بالمقابل ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے سلسلہ میں انتہاء ہے۔ پس استبشار۔ اس خوشی کو کہتے ہیں جس سے اسکا دل سرور وخوشی سے اس قدر پر ہو کہ خوشی اس کے چہرہ کی رونق بن رہی ہو۔ اور خوشی سے چہرہ تمتما رہا ہو۔ اور اشمئزاز اس گھٹن کو کہتے ہیں جس سے اسکا دل غم وغیظ سے اس قدر پر ہو کہ وہ انقباض اس کے چہرے کے بلوں میں نمایاں ہو رہا ہو۔ [کذا قال البیضاوی]

نحو: اذا ذکر میں عامل وہی ہے جو اذا مفاجاتیہ میں عامل ہوا کرتا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ وقت ذکر الذین من دونہ فاجؤوا وقت الاستبشار۔ اس کے سوا اوروں کے تذکرہ کے وقت اچانک وہ نہایت خوش ہو جاتے ہیں۔

بارگاہِ الٰہی میں مشرکین کے خلاف محاکمہ:

۴۶: قُلِ اللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (کہہ دیجئے کہ اے اللہ آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے) ای یا فاطر یہ وصف نہیں جیسا مبرد وفراء کہتے ہیں۔ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ (ظاہر وباطن کے جاننے والے) پوشیدہ وراعلانیہ کو جاننے والے۔ اَنْتَ تَحْکُمُ (آپ ہی فیصلہ فرمائیں گے) بَیْنَ عِبَادِکَ فِیْ مَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ (اپنے بندوں کے درمیان ان امور میں فیصلہ فرمائیں گے جن میں وہ باہم اختلاف کرتے تھے) ہدایت اور گمراہی میں سے۔ ایک قول یہ ہے یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مشرکین کے متعلق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محاکمہ ہے۔

قولِ ربیع بن المسیّب:

یہ آیت ان آیات میں سے ہے جس کے پڑھنے کے وقت کی جانے والی دعا قبول ہوتی ہے۔

ربیع بن خثیم یہ بہت کم گفتگو کیا کرتا تھا۔ اس کو قتل حسین رضی اللہ عنہ کی خبر دی گئی۔ لوگ کہنے لگے اب یہ بات کرے گا مگر اس نے آہ کہی اور کہنے لگے کیا انہوں نے ایسا کر دیا ہے؟ اور یہ آیت پڑھی ایک روایت میں یہ ہے کہ ربیع نے سن کر کہا۔ وہ قتل ہو گئے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم گود میں بٹھاتے اور ان کے منہ پر اپنا منہ رکھتے تھے۔

۴۷: وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ (اور اگر ظلم کرنے والوں کے پاس دنیا بھر کی تمام چیزیں ہوں) مِثْلَہٗ مَعَہٗ لَا فْتَدَوْا بِہٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (اور ان چیزوں کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی ہوں تو وہ لوگ قیامت کے دن سخت عذاب) وَبَدَا لَھُمْ مِّنَ اللّٰہِ مَا لَمْ یَکُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ (سے چھوٹ جانے کیلئے ان کو دینے لگیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو وہ معاملہ پیش آئے گا جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا) مثلہ کی ۂ ضمیر ما کی طرف لوٹتی ہے۔ سوء العذاب سے شدتِ عذاب مراد

ہے۔بدالھم ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اسکا وہ عذاب سامنے آئے گا۔ جو ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔اور نہ ان کے نفوس میں کبھی بات آئی تھی۔ایک قول یہ ہے۔انہوں نے ایسے اعمال کیے جن کو وہ نیکیاں سمجھ کر کرتے رہے مگر وہ سیئات نکلیں۔

قولِ سفیان ثوری رحمہ اللہ:

انہوں نے اس آیت کو پڑھا اور فرمایا ریاء کاروں کیلئے ہلاکت ہو ریاء کار تباہ ہوں۔ان کے لئے خرابی ہی خرابی ہے۔محمد بن منکدر رحمہ اللہ موت کے وقت گھبرائے تو ان کو کہا گیا۔کیوں گھبراتے ہو۔تو کہنے لگے میں اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ایک آیت سے خطرہ محسوس کرتا ہوں پھر یہ آیت پڑھی اور کہنے لگے مجھے ڈر ہے کہ میں جس عمل کا گمان بھی نہیں کرتا وہ کہیں قیامت کے دن ظاہر نہ ہو جائے۔

۴۸: وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا (اوران کے تمام برے اعمال ظاہر ہو جائیں گے) یعنی ان کے ان اعمال کی برائی جو وہ کیا کرتے تھے یا ان کی کمائی کی برائیاں جبکہ ان کے نامہائے اعمال پیش ہونگے وہ ان پر پہلے مخفی تھے یا ان برائیوں کی سزا ظاہر کر دی جائے گی۔وَحَاقَ بِهِمْ (اور وہ ان کو آ کر گھیرے گی) اور ان پر اتر پڑے گی اور ان کا احاطہ کرے گی۔مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (جس کے ساتھ وہ استہزاء کرتے تھے) ان کے تمسخر کے بدلہ میں۔

۴۹: فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ (پھر جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے۔تو ہم کو پکارتا ہے اور جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطاء فرما دیتے ہیں۔) خوّل کا معنی ہم اس کو بطور فضل دے دیتے ہیں۔کہا جاتا ہے خولنی یعنی جبکہ وہ بغیر بدلے کے تمہیں دے دے۔نِعْمَةً مِّنَّا اس پر وقف نہیں کیا جائے گا۔کیونکہ اذا کا جواب ہے:قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ (تو کہتا ہے یہ تو مجھے تدبیر سے ملی ہے) یعنی میرے علم سے کہ میں اس کے ملنے کا استحقاق وفضیلت رکھتا تھا یا میرے ذرائع آمدنی کی وساطت سے جیسا کہ قارون نے کہا علی علم عندی۔[القصص:۷۸]

یہاں اوتیتہٗ میں ضمیر لائے جبکہ ضمیر مذکر اور مرجع مؤنث ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نعمت کے معنی کے پیش نظر ضمیر لائے کیونکہ نعمة منا کچھ نعمت اور نعمت کی ایک قسم مراد ہے۔پس ضمیر لانا درست ہو گیا۔نمبر۲۔ایک قول یہ ہے ما انما میں موصولہ ہے کافہ نہیں ہے اور ضمیر اس ما کی طرف راجع ہے ای ان الذی اوتیتہٗ علی علمٍ بیشک وہ چیز جو میں دیا گیا ہوں وہ علم کی بناء پر ہے۔بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ (بلکہ وہ ایک آزمائش ہے) اس میں اس کی بات کا انکار ہے گویا اس طرح فرمایا ہم نے تجھے نعمت اس بناء پر نہیں دی جو تو کہہ رہا ہے۔بلکہ آزمائش وامتحان کیلئے دی ہے۔اس میں تیرا امتحان اور ابتلاء ہے کہ آیا تو شکر کرتا ہے یا ناشکری؟

نحو: جب خبر مؤنث تھی یعنی فتنة تو اس کے لئے مبتدأ بھی مؤنث لایا گیا ہے۔

قراءت: یہ ایک قراءت میں انما اوتیته کے مطابق ھو فتنة بھی پڑھا گیا ہے۔

وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں) کہ یہ فتنہ وآزمائش ہے۔

فرق واؤ، فاء:

اس آیت میں عطف فاء کے ذریعہ لائے اور اسی طرح کی آیت شروع سورت میں گزری اس میں واؤ سے عطف کیا گیا ہے۔ یہ آیت اذا ذکر اللّٰہ وحدہ اشمازت کے جواب میں آرہی ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہوگی۔ انھم یشمئزون عن ذکر اللّٰہ ویستبشرون بذکر الآلھۃ فاذا مس احدھم ضرد عامن اشمأز عن ذکرہٖ دون من استبشر بذکرہٖ وہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ سن کر منقبض ہوتے ہیں اور الٰہہ کے تذکرہ سے وہ خوش ہوتے ہیں۔ پس جب ان میں سے کسی کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس کو پکارتا ہے جس کے تذکرہ سے منقبض ہوا تھا۔ ان کو نہیں پکارتا جن کی یاد سے خوش ہوا تھا۔ اور درمیان والی آیات تمام اعتراضی جملے ہیں۔

سوال: اگر یہ کہا جائے کہ جملہ تو تب لایا جاتا ہے۔ جبکہ وہ جملے جن کے درمیان یہ حائل ہوتا کیدات سے مؤکد ہوں؟

جواب: یہ ہے کہ اعتراض والے جملوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حکم سے دعا کا حکم دیا۔ اور قول یہ ہے انت تحکم بین عبادك۔ پھر اس کے بعد بہت بڑی سخت وعید کا ذکر کیا۔ اور ان کے اشمئزاز اور استبشار اور شدائد میں معبودوں کی بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع پر انکار کی تاکید کی گئی ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا قل یارب لا یحکم بینی وبین ھؤلاء الذین یجترؤن علیك مثل ھذہ الجراۃ الا انت کہہ دیں اے میرے رب میرے اور ایسے لوگوں کے درمیان جو آپ کے متعلق اس قسم کی جرأت کرنے والے ہیں تو ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔

اور ولو ان للذین ظلموا کا ارشاد ان کو بھی شامل ہے۔ اور انہی کی طرح کے دیگر ظالموں کو بھی شامل ہے۔ اگر اس کو عام قرار دیا جائے یا اگر وہ مراد ہوں تو پھر خاص ہو جائے گا گویا کلام اس طرح ہوگی۔ ولو ان لھؤلاء الظالمین مافی الارض جمیعًا ومثلہ معہ لا فتدوا حین اُحکم علیھم بسوء العذاب۔ اگر ان ظالموں کے لئے ساری زمین کے خزانے ہوں اور ان کی مانند اور بھی ہو تو یہ ضرور فدیہ میں دے ڈالیں۔ جبکہ ان کے متعلق سخت عذاب کا فیصلہ کیا جائے گا۔

آیت اول کیونکہ مسبب نہیں بن رہی۔ وہ تو ایک جملہ کی طرح ہے جو دوسرے مناسب جملہ کے ساتھ لایا جاتا ہے۔ اس لئے واؤ کے ساتھ عطف کر دیا گیا جیسے کہتے ہیں قام زیدٌ وقعد عمرو۔ اور اس آیت کی سببیت کی وضاحت اس طرح ہے تم کہو: زیدٌ مؤمن باللّٰہ فاذا مسہ ضر التجا الیہ پس اسکا سبب ہونا تو ظاہر ہے۔ پھر اس طرح کہیں زیدٌ کافر باللّٰہ فاذا مسہ ضر التجاء الیہ پس فاء کا اس جگہ لانا اسی قبیل سے ہے گویا کہ کافر جب ضرر میں اس طرح التجاء کرتا ہے جیسا مؤمن التجاء کرتا ہے تو التجاء کے سبب بنانے کیلئے اس کے کفر کو ایمان کے مقام پر قرار دیا گیا۔

۵۰: قَدْ قَالَهَا (یہ بات ان لوگوں نے بھی کہی تھی) وہ بات یہی ہے انما اوتیتہٗ علی علم [الزمر:۴۹]

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (ان لوگوں نے جو ان سے پہلے ہوئے) یعنی قارون اور اس کے حواری جب کہ اس نے کہا انما اوتیتہ علی علم عندی اور اس کے حواری اس پر راضی اور خوش تھے۔ گویا کہ انہوں نے بھی کہی تھی۔ اور یہ بھی درست ہے کہ اس سے

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

آپ فرما دیجئے کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ بلاشبہ اللہ

يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا

تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا، بے شک وہ بہت بخشنے والا ہے نہایت رحم والا ہے، اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس کے فرماں بردار

لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ

بن جاؤ اس سے پہلے کہ تمہارے پاس عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ کی جائے، اور تم اپنے رب کے پاس سے آئے ہوئے اچھے اچھے

اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾

حکموں پر چلو قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آ پڑے اور تم کو خیال بھی نہ ہو۔

مراد وہ لوگ ہوں جو ان سے پہلے گزرے انہوں نے بھی اسی طرح کے کلمات کہے۔

فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (پس ان کی کارروائی ان کے کچھ کام نہ آئی) مَا یکسبون سے متاع دنیا اور جو اموال اس سے جمع کرتے تھے۔

۵۱: فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا (پھر ان کی تمام بداعمالیاں ان پر آپڑیں) ان کے برے اعمال کرنے کی سزا یا نمبر۲۔ جزاء سیئہ کو سیئہ سے ملے ہوئے ہونے کی وجہ سے کہہ دیا جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا و جزاء سیئة سیئة مثلها [الشوریٰ:۴۰] وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (اور ان میں بھی جو ظالم ہیں) ظالم سے کافر مراد ہیں۔ مِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ سے مشرکین قریش کی طرف اشارہ ہے۔ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا (ان کی بداعمالیاں ابھی پڑنے والی ہیں) ان کو اسی طرح کا عذاب و سزا پہنچے گا جیسا ان کو ملا چنانچہ بدر میں صنادید قریش مارے گئے۔ رزق کی تنگی آگئی سات سال کے قحط میں مبتلا ہوئے۔ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (اور یہ ہرا نہیں سکتے) اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ نکلنے والے نہیں پھر ان پر وسعت کر دی گئی سات سال بارشیں کی گئیں پھر ان کو کہا گیا۔

۵۲: اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ (کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی جس کو چاہتا ہے)۔ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ (زیادہ رزق دیتا ہے اور وہی تنگی بھی کر دیتا ہے) تنگی رزق کر دیتا ہے۔

ایک قول:

وہ خوراک کی مقدار میں کر دیتا ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (اس میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں) کیونکہ کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا قابض و باسط نہیں۔

یہ آیت دُنیا اور مافیہا سے بڑھ کر ہے:

۵۳: قُلْ (کہہ دیجئے) اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ (اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں) گناہوں میں اسراف وغلو اختیار کر کے اپنے اوپر زیادتیاں کر لی ہیں۔ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا (تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو یقیناً اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا) لاتقنطوا کا معنی مایوس نہ ہو۔

قراءت: علی، بصری نے لا تَقْنِطُوا نون کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ الذنوب سے شرک کے علاوہ گناہ مراد ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی قراءت میں یغفر الذنوب جمیعًا ولا یبالی ہے اور مبالات کی نفی کی نظیر خوف کی نفی ہے جو اس آیت میں پائی جاتی ہے۔ ولا یخاف عُقْبٰهَا [الشمس:۱۵] ایک قول یہ ہے کہ یہ وحشی بن حرب، قاتل حمزہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری۔ ارشاد رسالت ﷺ ہے یہ آیت دنیا اور اس کے اندر جو کچھ ہے ان سب سے بڑھ کر ہے۔

اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ (بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے) وہ بڑے بڑے گناہوں کو چھپا دیتا ہے۔ الرَّحِیْمُ (بڑی رحمت کرنے والا ہے) شدید دکھوں کو کھول دیتا ہے۔

۵۴: وَ اَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّكُمْ (اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو) یعنی توبہ کرو وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ (اور اس کی فرماں برداری کرو) اس کی خاطر مخلصانہ عمل کرو۔ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَاتُنْصَرُوْنَ (اس سے قبل کہ تم پر عذاب واقع ہونے لگے پھر تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے گی) اگر تم نزول عذاب سے قبل توبہ نہ کرو گے۔

۵۵: وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ (اور تم اپنے رب کے پاس آتے ہوئے اچھے اچھے حکموں پر چلو) یہ آیت اس آیت کی طرح ہے الذین یستمعون القول فیتّبعون احسنهٗ [الزمر:۱۸] اور ارشاد الٰہی مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (اس سے قبل کہ تم پر اچانک عذاب آ پڑے اور تم کو خیال بھی نہ ہو) یعنی تم اچانک پکڑ لیے جاؤ اور تم حالت غفلت میں ہو گویا تمہارا حال یہ ہے کہ تم شدتِ غفلت میں کسی چیز کا خطرہ محسوس نہیں کرتے ہو۔

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ

کبھی کوئی جان یوں کہنے لگے کہ ہائے میری حسرت اس چیز پر جو میں نے اللہ کے بارے میں تقصیر کی، اور بے شک بات یہ ہے کہ میں مذاق

السّٰخِرِيْنَ ۝۵۶ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝۵۷ اَوْ تَقُوْلَ

بنانے والوں میں سے تھا، اور کوئی شخص یوں نہ کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں متقیوں میں سے ہوتا یا کوئی جان یوں کہنے لگے

حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۵۸ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ

جبکہ وہ عذاب کو دیکھے کہ اگر میری واپسی ہو جاتی تو میں نیک کام کرنے والوں میں سے ہو جاتا، ہاں بات یہ ہے کہ تیرے پاس

اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۵۹ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى

میری آیتیں آئیں تو نے انھیں جھٹلا دیا اور تو نے تکبر اختیار کیا اور تو کافروں میں سے تھا، اور اے مخاطب تو قیامت کے دن دیکھے گا

الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى

کہ جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا انکے چہرے سیاہ ہوں گے کیا دوزخ میں تکبر والوں کا ٹھکانہ

لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝۶۰ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۡ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْۗءُ

نہیں ہے اور اللہ تقویٰ والوں کو انکی کامیابی کے ساتھ نجات دے گا انہیں تکلیف نہ پہنچے گی

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۶۱ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝۶۲ لَهٗ مَقَالِيْدُ

اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اللہ ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے اور وہ ہر چیز میں تصرف کرنے والا ہے، اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۶۳ ع

کنجیاں ہیں، اور جن لوگوں نے اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا یہ لوگ تباہ ہونے والے ہیں۔

قیامت کے دن حکم الٰہی میں کوتاہی کا اعتراف:

۵۶: اَنْ تَقُوْلَ (کبھی کوئی شخص کہنے لگے) یہ اصل میں لئلا تقول ہے۔ نَفْسٌ نفس کو یہاں نکرہ لائے۔ کیونکہ اس سے مراد تمام نہیں بلکہ بعض ہیں اور وہ نفوس کافرہ ہیں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ اس سے وہ چنے ہوئے لوگ مراد ہوں۔ جو کفر پر شدید مصر ہوتے ہیں۔ یا بڑے عذاب کیلئے ان کو چن لیا گیا اور یہ بھی درست ہے کہ اس سے کثرت مراد لی جائے۔ يّٰحَسْرَتٰى (کہ افسوس میری

اس کوتاہی پر) یائے متکلم کو الف سے بدل دیا۔

قراءت: یہ یاحسرتی اصل کی بنیاد پر پڑھا گیا ہے اور یا حسرتایَ بھی پڑھا گیا اس میں یاء کے عوض میں لائی جانے والی الف اور خود یاء کو جمع کر دیا گیا ہے۔

عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ (جو میں نے کی) فرط کوتاہی کرنا۔ ما مصدریہ ہے اس کی مثال سورۂ توبہ میں موجود ہے۔ بما رحبت [التوبہ:۲۵] فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی جناب میں) نمبرا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم میں یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں یا اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں۔ قول ابن مسعود رضی اللہ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حروف میں ''فی ذکر اللّٰہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد میں'' الجنب جانب وطرف۔ کہتے ہیں: انا فی جنب فلانٍ و جانبہ و ناحیتہ وفلان لین الجانب والجنب۔ پھر کہتے ہیں۔ فرط فی جنبہ و فی جانبہ اس سے انکا مقصد اس کے حق میں کوتاہی مراد ہوتا ہے۔ اور یہ درحقیقت کنایہ ہے کیونکہ جب تم نے امر کو آدمی اور اس کے مقام کی جگہ ثابت کر دیا تو گویا تم نے اس آدمی کو اس میں ثابت کر دیا اور اس ارشاد نبوی کا یہی مطلب ہے کہ شرک خفی یہ ہے کہ آدمی کسی کے مرتبہ کی وجہ سے نماز پڑھے۔ [رواہ احمد: ۴/۱۸۱] اب مکان الرجل سے مراد لا جل الرجل ہے اس آدمی کی خاطر۔

قولِ زجاج رحمہ اللہ:

اس کا معنی یہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کوتاہی کی ہے اور وہ طریق توحید باری تعالیٰ اور نبوت محمد ﷺ کا اقرار ہے۔ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ (اور میں تو تمسخر ہی کرتا رہا) ساخر کا معنی استہزاء کرنے والا۔

قولِ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ضائع کرنے پر اکتفاء نہ کیا بلکہ اطاعت کرنے والوں سے تمسخر پر اتر آیا۔

نحو: ان کنت حال کی وجہ سے محل نصب میں ہے گویا اس طرح فرمایا فرّطت و انا ساخر ای فرطت فی حال سخریتی۔ میں نے اپنے تمسخر کی حالت میں زیادتی کی ہے۔

۵۷: اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ (یا کوئی یوں کہنے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت کرتا) یعنی ہدایت دیتا لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (تو میں بھی پرہیزگاروں میں سے ہوتا) ان لوگوں میں سے ہوتا جو شرک سے بچتے ہیں۔

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ کا قول:

یہ کافر معتزلہ کی بنسبت اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو زیادہ جاننے والا ہے اور اسی طرح وہ کفار بھی ان سے زیادہ ہدایت الٰہی سے آگاہ ہیں جنہوں نے اپنے متبعین کو یہ کہا: لو ھدانا اللّٰہ لھدینا کم وہ یہ کہیں گے اگر ہمیں اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق دیتے اور ہدایت عنایت فرماتے تو ہم تمہیں بھی اس کی طرف دعوت دیتے اور بلاتے۔ لیکن اس نے ہم سے ضلالت وغوایت کا اختیار کرنا جانا

پس ہمیں ذلیل کر دیا اور ہمیں توفیق نہ دی۔اس کے برخلاف قول معتزلہ یہ ہے بلکہ ان کو ہدایت دی اور توفیق بھی عنایت فرمائی لیکن انہوں نے ہدایت نہ پائی۔حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مہربانی وعنایت ہے۔جس پر وہ مہربانی ہوگئی وہ ہدایت پا گیا اور اسی مہربانی کا نام توفیق وعصمت ہے اور جس کو توفیق میسر نہ ہوئی وہ گمراہ ہوا اور پھسل گیا۔اس کا عذاب کو پسند کرنا اور حق کو ضائع کرنا اس کے بعد کہ اس کو اس کے حصول پر پوری قدرت دی گئی اسی بناء پر ہے۔

۵۸: اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ (یا کوئی عذاب دیکھ کر یوں کہنے لگے کہ کاش) لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً (کہ میں واپس لوٹ جاؤں) کرۃ کا معنی دنیا کی طرف لوٹنا۔فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ (پھر میں نیک بندوں میں سے ہو جاؤں) المحسنین یہاں موحدین کے معنی میں ہے۔

سابقہ تمناؤں کی تردید:

۵۹: بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (ہاں بیشک تیرے پاس میری آیات پہنچی تھیں۔پس تو نے ان کو جھٹلا دیا۔اور تو نے تکبر کیا اور کافروں میں شامل رہا) بلٰی اس میں کافروں کی بات کی تردید اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی جارہی ہے۔گویا وہ فرمارہے ہیں بلٰی قد جاء تک آیاتی و بینت لک الهداية من الغواية وسبیل الحق من الباطل و مکّنتک من اختیار الهداية علی الغواية و اختیار الحق علی الباطل ۔ ولکن ترکت ذلک وضیعتہٗ واستکبرت عن قبوله وآثرت الضلالة علی الهدٰی واشتغلت بضد ما امرت به فانما جاء التضییع من قبلک فلاعذرلک ۔ہاں تیرے پاس میری آیات پہنچیں اور ہدایت وغوایت کو تیرے سامنے کھول دیا گیا اور حق کو باطل سے ممتاز کر دیا گیا اور ہدایت کو گمراہی کے مقابلے میں اختیار کرنے پر تجھے میں نے قدرت دی اور حق کو باطل کے مقابلے میں چناؤ کرنے کا موقعہ دیا لیکن تو نے حق کو چھوڑ دیا اور ضائع کر دیا قبول حق سے بڑائی اختیار کر لی اور گمراہی کو ہدایت کے بالمقابل ترجیح دی اور میرے مامورات کے مخالف تو مشغول رہا۔پس حق کو ضائع کرنے کا معاملہ تیری جانب سے پیش آیا۔اس لئے تیرا کوئی عذر قابل قبول نہیں۔اور بلٰی یہ تقدیری نفی کا جواب ہے کیونکہ لو ان اللّٰہ هدانی کا معنی یہ ہے ماھُدیت (مجھے ہدایت نہ دی گئی) جواب کو اس کے ساتھ نہیں ملایا کیونکہ نفس کے اقوال کی حکایت اس کی ترتیب کے مطابق ضروری ہے پھر جواب ان کے دوران اقتضاء جواب کے مطابق دیا۔

۶۰: وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ (اور قیامت کے دن آپ دیکھیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا تھا) انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وہ صفات بیان کیں جو اس کے لائق نہیں کہ اس کا شریک اور بیٹا بنا دیا۔اور حقیقی صفات کی نفی کرتے رہے۔ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ (ان کے چہرے سیاہ ہونگے) وجوھھم مبتداء اور مسودة خبر ہے اور یہ جملہ محل نصب میں حال ہے جبکہ تری کو رؤیت بصر سے لیا جائے۔نمبر۲۔اور اگر رؤیت سے رؤیت قلب مراد ہو تو پھر یہ جملہ محل نصب میں مفعول ثانی بنے گا۔اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى (کیا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہے) لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ (ان متکبرین کا) اس میں استکبرت کے قول کی طرف اشارہ ہے۔

اور مثویٰ یعنی مکان وٹھکانہ۔

ایمان والوں کی کامیابی:

۶۱ : وَيُنَجِّي اللّٰهُ (اور اللہ تعالیٰ نجات دے گا) چھٹکارا وَيُنْجِي بھی پڑھا گیا۔ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا (ان لوگوں کو جو بچتے تھے) یعنی شرک سے بِمَفَازَتِهِمْ (کامیابی کے ساتھ) فلاح کے ساتھ۔ کہا جاتا ہے فاز بکذا جبکہ وہ اپنی مراد کو پالے اور اس کو پانے میں کامیاب ہو جائے۔ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ (ان کو تکلیف نہ پہنچے گی) یہ مفازۃ کی تفسیر ہے۔ السوء سے آگ مراد ہے۔ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (اور نہ وہ غمگین ہونگے) گویا اس طرح کہا گیا کہ ان کی کامیابی کیا ہے؟ تو جواب دیا گیا کہ ان کو تکلیف چھو تک نہ سکے گی۔ یعنی ان کی نجات ان سے نفی سوء وحزن سے ہوگی مطلب یہ ہوا ان کے ابدان کو ایذاء مس نہ کرے گی اور نہ ان کے دلوں کو غم چھو سکے گا۔ یا با کو سببیہ مان لیں۔ ان کے نجات پانے کے سبب جیسا کہ اس ارشاد میں وارد ہے۔ فلا تحسبنهم بمفازة من العذاب [آل عمران] کہ کسی سبب سے وہ اس سے چھوٹنے والے ہیں کیونکہ نجات سب سے بڑی کامیابی ہے اور ان کی نجات کا سبب عمل صالح ہے۔ اسی لئے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تفسیر اس طرح فرمائی المفازة بالاعمال الحسنة (کامیابی اعمال حسنہ کے ذریعہ ہوتی ہے) نمبر۲۔ اور یہ بھی جائز ہے بسبب فلا حهم ان کی فلاح کے سبب کیونکہ عمل صالح یہ فلاح کا سبب ہے۔ اور فلاح دخول جنت ہے۔ نمبر۳۔ اور یہ بھی درست ہے کہ عمل صالح ہی کو بذات خود مفازہ کہہ دیا جائے کیونکہ عمل صالح کامیابی کا سبب ہے۔ لا يمسهم کا کوئی محل اعراب نہیں جبکہ تفسیر اول تسلیم کریں اس صورت میں یہ جملہ مستانفہ ہے اور دوسری تفسیر کی صورت میں یہ محل نصب میں حال واقع ہے۔

قراءت: حفص کے علاوہ کوفی قراء نے بمفازاتهم پڑھا ہے۔

۶۲ : اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا) اس میں فرقہ معتزلہ اور مجوسیہ پر رد کیا گیا۔ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ (اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے) وکیل بمعنی حافظ ہے۔

ہر چیز کا خالق ونگہبان وہی:

۶۳ : لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اسی کے اختیار میں ہیں کنجیاں آسمانوں اور زمین کی) یعنی وہ انکے معاملے کا مالک اور انکا محافظ ہے یہ باب کنایہ میں سے ہے۔ کیونکہ خزانوں کے محافظ اور خزانوں کے معاملات کی تدبیر کرنے والا ہی خزانوں کی چابیوں کا مالک ہوتا ہے۔ عرب کہتے ہیں فلان القيت اليه مقاليد الملك میں نے فلاں کو ملک کی چابیاں سپرد کر دیں۔ المقاليد جمع مقليد اس کا معنی چابیاں۔ ایک قول یہ ہے کہ لفظاً اس کا واحد مستعمل نہیں۔ یہ لفظ اصلاً فارسی ہے۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو نہیں مانتے وہ بڑے خسارہ میں رہیں گے) یہ يُنَجِّي اللّٰه الذين اتقوا سے متصل ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ متقین کو ان کی کامیابی کے سبب نجات دیں گے اور جو لوگ کافر ہیں وہ خسارہ میں

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ

آپ فرما دیجئے کہ اے جاہلو! کیا میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کروں؟ اور یہ واقعی بات ہے کہ آپ کی طرف اور آپ سے پہلے

وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ

جو رسول تھے انکی طرف یہ وحی بھیجی گئی کہ اے مخاطب اگر تو نے شرک کیا تو تیرا عمل حبط ہو جائے گا اور تو نقصان اٹھانے والوں میں سے

الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

ہو جائے گا بلکہ اللہ ہی کی عبادت کر اور شکر گزاروں میں سے ہو جا

رہیں گے۔ اوران کے مابین جملہ معترضہ لائے کہ وہ ہر چیز کا خالق اور نگہبان ہے۔ اس پر اعمال مکلفین کا کوئی عمل مخفی نہیں اور جن اعمال پر ان کو بدلہ دیا جائے گا (وہ بھی اس کے سامنے ہیں) یا اس آیت کا تعلق قریب سے ہے کہ ہر شئی آسمان وزمین کی ... کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے دروازے کا کھولنے والا ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے معاملہ اس طرح تسلیم نہ کیا وہ لوگ کفر وانکار کرنے والے ہیں وہی نقصان اٹھائیں گے۔

ایک روایت ہے:

کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے له مقاليد السمٰوٰت و الارض کی تفسیر دریافت کی۔ آپ نے فرمایا اے عثمان! تم سے پہلے اس کے متعلق کسی نے سوال نہیں کیا! اس کی تفسیر لا الٰه الاّ اللّٰه ، اللّٰه اكبر سبحان اللّٰه وبحمده واستغفر اللّٰه ولا حول ولا قوة الا باللّٰه هو الاوّل والآخر والظاهر والباطن بيده الخير يحيى و يميت وهو علٰى كل شئى قدير۔ [رواہ البیہقی فی الاسماء والصفات ۱/۴۱] اور اس تفسیر کے مطابق آیت کا مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کیلئے یہ کلمات ہیں ان سے اس کی وحدانیت ظاہر ہوتی ہے اور بزرگی بیان کی جاتی ہے یہ آسمانوں وزمین کی خیر وبھلائی کی کنجیاں ہیں۔ متقین میں جس نے یہ کلمات زبان سے کہے وہ اس خیر کو پالے گا۔ اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنے والے ہیں اور اس کی توحید وتمجید کے کلمات نہیں مانتے وہی خسارہ پانے والے ہیں۔

۶۴: قُلْ (کہہ دیجئے) اس کو جو آپ کو اپنے آباء کے دین کی طرف بلائے۔ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ (کیا پھر بھی تم مجھ کو غیر اللہ کی عبادت کرنے کی فرمائش کرتے ہو)

قراءت: مکی نے تامرونی شامی نے اصل پر تامرونَنِیْ پڑھا ہے۔ مدنی نے تا مرونیَ۔

نحو: اور افغیر، اعبد کی وجہ سے منصوب ہے اور تامرونی جملہ معترضہ ہے اور اس کا معنی افغير اللّٰه اعبد بامركم بعد هذا البيان ۔ اس بیان کے بعد میں کیا تمہارے حکم وفرمائش سے غیر اللہ کی عبادت کروں۔ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ (اے جاہلو) اللہ تعالیٰ

کی واحدنیت سے۔

۶۵: وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ (اور آپ کی طرف بھی اور وہ پیغمبر جو آپ سے پہلے ہو گزرے ہیں) وحی بھیجی جا چکی یعنی انبیاء علیہم السلام کی طرف۔

کلام علی سبیل الفرض:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (کہ اے عام مخاطب اگر تو شرک کرے گا تو تیرا کیا کرایا کام غارت ہو جائے گا۔ اور تو خسارہ میں پڑے گا) اور بلا شبہ فرمایا لئن اشرکت علی التوحید۔ صیغہ مخاطب مفرد کا استعمال کیا۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام تو بہت بڑی جماعت ہے۔ کیونکہ اس کا معنی اس طرح ہے اوحی الیك لئن اشرکت لیحبطن عملك والی الذین من قبلك مثله آپ کی طرف وحی کی گئی اگر بالفرض تم نے شریک ٹھہرایا ضرور بضرور تمہارے عمل ضائع ہو جائیں گے۔ اور ان لوگوں کی طرف بھی جو آپ سے پہلے ہوئے اس کی مثل وحی کی گئی لئن کی لام قسم محذوف کی تمہید کیلئے لائی گئی ہے۔ اور دوسری لام جواب قسم کیلئے ہے۔ اور یہ لیحبطن کا جواب دو جوابوں کے قائم مقام ہے۔ میرا مطلب دو جوابوں سے قسم و شرط کا جواب ہے۔ یہ کلام صحیح ہے باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام اس کے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتے، کیونکہ اس میں صیغہ خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے لایا گیا ہے۔ اور مراد اس سے آپ کا غیر ہے۔ اور یہ بھی وجہ ہے کہ یہ کلام علی سبیل الفرض ہے اور محالات کو فرض کرنا درست ہے۔ ایک قول یہ ہے اگر سرّ میں میرے سوا اور کی طرف جھانکا تو وہ سرّ جو میرے اور تمہارے مابین ہے وہ ختم ہو جائے گا۔

۶۶: بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ (بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنا) اس میں کفار کی طرف سے ملنے والی دعوت کہ ہمارے آلہہ کی تم پوجا کرو۔ اس کی تردید ہے گویا تقدیر کلام اس طرح ہے۔ تم مت عبادت کرو جن کی عبادت کی وہ فرمائش کرتے ہیں۔ بلکہ اگر تم عبادت کرو تو اللہ تعالیٰ ہی کی کرو۔ پس شرط کو حذف کر دیا اور اس کے بدلے میں مفعول کو مقدم کر دیا۔ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ (اور شکر گزار رہنا) ان انعامات پر جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر فرمائیں کہ آپ کو سیّد ولد آدم بنایا۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ

اور ان لوگوں نے اللہ کی عظمت نہیں کی جیسی عظمت کرنا لازم تھا حالانکہ قیامت کے دن ساری زمین اسکی مٹھی میں ہو گی اور تمام آسمان

مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ

اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے وہ پاک ہے اور اس سے برتر ہے جو لوگ شرک کرتے ہیں، اور صور میں پھونکا جائے گا

فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى

تو جو بھی آسمانوں میں اور زمین میں ہوں گے سب بے کار ہو جائیں گے مگر جنہیں اللہ چاہے پھر اس میں دوبارہ پھونکا جائے گا

فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ

تو اچانک وہ سب کھڑے ہوئے دیکھتے ہوں گے، اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی اور اعمال نامے رکھ دیئے جائیں گے اور پیغمبروں کو اور

بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ

گواہوں کو لایا جائے گا، اور لوگوں کے سامنے حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائیگا ہر جان کو اس کے اعمال کا

نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع

پورا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ ان کاموں کو خوب جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔

عظمت وقدرت کا اظہار:

۶۷: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کچھ عظمت نہ کی جیسی عظمت کرنا چاہیے) انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا حق پورا نہیں کیا۔ جبکہ آپ کو دعوت دے رہے ہیں کہ غیر اللہ کی عبادت کرو۔ جب سب سے بڑی ذات کو انسان صحیح پہچانتے اور اس کی عظمت کا حق جانتے ہوئے نہ قدر کرے تو کہا جاتا ہے ماقدروا اللہ حق قدرہ۔ پھر اس کی عظمت وجلال کے متعلق بطریق تخییل خبردار کیا۔ فرمایا۔ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ (حالانکہ ساری زمین اسی کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور تمام آسمان لپٹے ہونگے اس کے داہنے ہاتھ میں) اس کلام سے مراد اللہ تعالیٰ کی جلالت وعظمت کو ظاہر کرنا ہے اور اس سے اس قبضہ اور یمین جہت نہ حقیقتاً مراد ہے اور نہ مجازاً۔

الارض سے مراد ساتوں زمینیں ہیں۔ اس کی شہادت جمیعًا کے لفظ سے ہوتی ہے اور اسی طرح والسموٰت سے۔ کیونکہ موقعہ بھی عظمت کو ظاہر کرنے کا ہے اس لئے مبالغہ کو مقتضی ہے۔

نحو: الارض مبتداء قبضتہ یہ اس کی خبر ہے جمیعاً حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے تقدیر کلام اس طرح ہے والارض ذا کانت مجتمعۃ قبضتہ یوم القیامۃ۔ اور زمین اس حالت میں کہ وہ ساری کی ساری قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی۔

الْقَبْضَةُ ایک مرتبہ میں لینا اَلْقُبْضَۃ ایک مٹھی میں جتنی مقدار آئے کہا جاتا ہے اعطنی قَبضَۃ من کذا، اس سے تمہارا مقصود وہ مقدار ہے جو ایک مرتبہ مٹھی میں آ جائے۔ اور یہ مصدر بول کر اس چیز کا نام بنا دیا۔ اگر دونوں معنوں کا احتمال ہے۔ معنی یہ ہے تمام زمینیں اس کی مٹھی میں ہونگی۔ یعنی اس کے قبضہ والی ہیں جن کو وہ اپنی قبضہ میں لے سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زمینیں باوجود اپنی وسعت اور پھیلائی کے وہ اس کی ایک مٹھی کی مقدار بنے گی۔ گویا کہ وہ ان کو ایک کف کے قبضہ میں لے لے گا جیسا کہ کہتے ہیں الجزورۃ اُکلۃ لقمان ای وہ اس کے لقموں میں سے ایک لقمہ ہی کی مقدار کو بمشکل پورا کرے گا۔ اور جب القبضہ سے معنی میں لیں تو وہ ظاہر ہے کیونکہ اس صورت میں معنی اس طرح ہوگا کہ تمام زمینیں اتنی مقدار ہیں جن کو ایک ہتھیلی میں لے لے گا۔

المطویاتٌ یہ الطیّ سے لیا گیا ہے جو نشر کی ضد ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ یوم نطوی السماء کطیّ السجل للکتب [الانبیاء:۱۰۴] سجلات کو لپیٹنے والا عموماً دائیں ہاتھ سے لپیٹتا ہے۔ **ایک قول** قبضہ سے ملک مراد ہے بغیر اس کے کہ کوئی مدافعت ومنازعت کرنے والا ہو اور بیمینہ سے قدرت مراد ہے۔

ایک قول:

یہ ہے مطویات بیمینہ اس کی قسم سے فنا ہو جائیں گے کیونکہ اس نے ان کے فناء کی قسم اٹھا رکھی ہے۔

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ (وہ پاک ہے اور بلند ہے ان کے شرک سے) کتنی بعید بات ہے کہ جس کی یہ عظمت و قدرت ہو اس کی طرف شرکاء کی نسبت کی جائے۔

نفخۂ صعق کا منظر:

۶۸: وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ (اور صور میں پھونک ماری جائے گی۔ پس تمام آسمان اور زمین والوں کے ہوش اڑ جائیں گے۔ مگر جس کو خدا چاہے) صعق یہ موت کے معنی میں ہے۔ من شاء اللّٰہ سے مراد جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت علیہم السلام مراد ہیں۔ ایک قول حملۃ العرش مراد ہیں۔

ایک قول:

رضوان جنت رضوان، حور، مالک اور زبانیہ دوزخ مراد ہیں۔ ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی (پھر اس میں پھونک ماری جائے گی) اُخری یہ محل رفع میں ہے کیونکہ کلام اس طرح ہے و نفخ فی الصور نفخۃ واحدۃ ثم نفخ فیہ نفخۃ اخری صور میں ایک مرتبہ پھونک ماری جائے گی پھر اس میں دوسری مرتبہ پھونک ماری جائے گی اس کو حذف اس لئے کر دیا کیونکہ اُخری کا لفظ

دلالت کیلئے کافی ہے۔اور غیر مقام پر ذکر کرنے کی وجہ سے وہ خود معلوم میں آ گیا۔

فَاِذَاهُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ (تو دفعۃً سب کے سب دیکھنے لگ جائیں گے) اپنی آنکھوں کو چاروں طرف دوڑائیں گے جیسا کوئی مبہوت اچانک مصیبت آ جانے کی وجہ سے کرتا ہے یا ان میں اللہ تعالیٰ کا حکم دیکھیں گے۔

مَسْئَلَۃ: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نفخات دو ہیں۔اول نفخہ موت اور دوسرا نفخہ بعث۔قول جمہور یہ ہے کہ نفخات تین ہیں۔نمبر ا۔ نفخہ فزع جیسا کہ فرمایا۔ویوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السمٰوٰت الایة [النمل:۸۷] نمبر ۲۔دوسرا موت اور تیسرا البعث کیلئے۔

زمین اس کے عدل سے مزین ہو جائے گی:

۶۹: وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی) اشرقت کا معنی اضاءت (روشن ہونا) نور سے مراد عدل الٰہی ہے جس کو بطریق استعارہ نور فرمایا گیا ہے جیسا کہ ملک عادل کو کہتے ہیں اشرقت الآفاق بعدلك و اضاء ت الدنیا بقسطك کہ تیرے انصاف سے دنیا روشن ہے۔جیسا کہ کہا جاتا ہے۔اظلمت البلاد بجور فلان۔ فلاں کے ظلم سے ملک اندھیر ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الظلم ظلمات یوم القیامة۔ (رواہ البخاری ۲۴۴۷، مسلم ۲۵۷۹)

رہا زمین کی طرف اضافت کا سوال تو اس کی وجہ یہ ہے زمین کو اپنے عدل سے مزین فرماتا ہے اور زمین میں اپنے انصاف کے میزان قائم کرتا ہے۔اور زمین والوں کے مابین وہ حق سے فیصلے فرماتا ہے۔زمین کے وہ حصے جہاں انصاف ہوتا ہے۔وہ سب سے زیادہ زینت والے اور سب سے زیادہ آباد ہیں۔

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ کا قول:

یہ بھی درست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت کوئی نور پیدا فرما دے جو موقف کو منور فرما دے۔اور نور کی اضافت رب کی طرف پھر بیت اللہ اور ناقۃ اللہ کی طرح بنے گی۔

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ (اور نامۂ عمل رکھ دیا جائیگا) یعنی صحائف اعمال رکھ دیے جائینگے۔لیکن یہاں اسم جنس پر اکتفاء کیا گیا اور الکتاب فرما دیا۔یا لوح محفوظ مراد ہے۔وَجِایْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ (اور پیغمبروں کو حاضر کیا جائے گا) تا کہ اللہ تعالیٰ ان سے تبلیغ رسالت کے متعلق سوال فرمائے ان زمانوں کے متعلق جن جن میں ان کی بعثت ہوئی۔وَالشُّهَدَآءِ (اور گواہ) حفاظتی فرشتے۔

ایک قول:

ہر زمانہ کے ابرار وہ اہل زمانہ کے متعلق گواہی دیں گے۔وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ (اور ان کے مابین فیصلہ کیا جائے گا) ھم سے بندے مراد ہیں۔بِالْحَقِّ (ٹھیک ٹھیک) انصاف کے ساتھ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (اور ان پر ذرا ظلم نہ ہوگا)

مَسْئَلَۃ: آیت کا اختتام ظلم کی نفی سے فرمایا جیسا کہ اس کی ابتداء اثباتِ عدل سے فرمائی تھی۔

۷۰: وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ (اور ہر شخص کو اسکے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا) ماعملت سے جزائے عمل مراد ہے۔

وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَ

اور کافر لوگ گروہ گروہ بنا کر دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب دوزخ کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے

قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ

اور ان سے دوزخ کے محافظ کہیں گے کیا تمہارے پاس پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم ہی میں سے تھے جو تمہیں تمہارے رب کی آیات سناتے تھے

وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۚ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ

اور تمہیں آج کے دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے، وہ کہیں گے کہ ہاں آئے تو تھے لیکن عذاب کا کلمہ کافروں پر ثابت

عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿۷۱﴾ قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى

ہو کر رہا، کہا جائے گا کہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ اس میں تم ہمیشہ رہو گے، سو برا ٹھکانہ ہے تکبر

الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۷۲﴾ وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا

کرنیوالوں کا، اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرے انہیں جنت کی طرف گروہ گروہ بنا کر روانہ کردیا جائے گا، یہاں تک کہ جب جنت کے قریب پہنچ جائیں گے

وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا

اس حال میں کہ اسکے دروازے پہلے سے کھلے ہوئے ہوں گے اور ان سے جنت کے محافظ کہیں گے کہ تم پر سلام ہو تم خوشی کے ساتھ رہو، سو تم اس میں ہمیشہ

خَالِدِينَ ﴿۷۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ

رہنے کے لئے داخل ہوجاؤ اور وہ کہیں گے کہ سب تعریف ہے اللہ کے لئے جس نے ہم سے سچا وعدہ کیا اور ہمیں زمین کا وارث بنا دیا، ہم جنت میں جہاں

الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿۷۴﴾ وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ

چاہیں قیام کریں، سو اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے گرداگرد حلقہ بنائے ہوئے ہیں

الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۷۵﴾

وہ اپنے رب کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہوں گے، اور بندوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کردیا جائے گا اور کہہ دیا جائے گا کہ سب تعریف ہے اللہ کے لئے جو رب العالمین ہے

وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ (وہ سب کے کاموں کو خوب جانتا ہے) بغیر لکھے اور بغیر گواہ کے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت وهم لا يظلمون کی تفسیر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہوگا۔ ووفیت کل نفس ما عملت من خیر و شر لا یزاد فی شر و لا ینقص من خیر کہ ہر نفس کو جو اس نے عمل کیا خواہ خیر ہے یا شر اس کا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ نہ شر میں اضافہ ہوگا اور نہ خیر میں کمی کی جائے گی۔

کفار کا چلایا جانا:

۷۱: وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا (اور کافر جہنم کی طرف گروہ گروہ کر کے ہانکے جائیں گے) زبردستی ان کو چلایا جائے گا جیسا کہ قیدیوں سے کیا جاتا ہے اور بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنے والوں سے کیا جاتا ہے۔ جب کہ ان کو قید میں ڈالا جانا ہو۔ یا قتل کرنا ہو۔

زُمَرًا۔ نحو: یہ حال ہے۔ یعنی ایک دوسرے کے پیچھے متفرق جماعتوں کی صورت میں۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا (یہاں تک کہ جب وہ دوزخ کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے)

قراءت: کوفی نے فُتِحَتْ میں دونوں میں تخفیف پڑھی ہے۔

ابوابِ جہنم سات ہیں:

ابوابِ جہنم سات ہیں۔ وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ (ان کو جہنم کے محافظ کہیں گے) خزنۃ سے جہنم کے حفاظتی فرشتے مراد ہیں۔ وہ فرشتے جہنمیوں کو عذاب دینے پر مقرر ہیں۔ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ (کیا تمہارے پاس تم ہی لوگوں میں سے پیغمبر نہ آئے تھے) منکم سے مراد اولادِ آدم میں سے۔

يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا (جو تم کو تمہارے رب کی آیات پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور تم کو تمہارے اس دن کے پیش آنے سے ڈرایا کرتے تھے) یوم سے وقت مراد ہے۔ اور اس سے دخولِ نار کا وقت ہے قیامت کا دن مراد نہیں ہے۔ قَالُوْا بَلٰى (کافر کہیں گے ہاں) وہ ہمارے پاس آئے اور انہوں نے ہم پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھیں۔ وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (لیکن عذاب کا وعدہ کافروں پر پورا ہو کر رہا) لیکن ہم پر اللہ تعالیٰ کی آیات لازم آ گئیں وہ یہ ہے: لأملأن جهنم [السجدہ:۱۳] ہماری بداعمالیوں کے باعث جیسا کہ دوسرے مقام پر ہے۔ ربنا غلبت علينا شقوتنا و كنا قومًا ضالين [المومنون:۱۰۶] اس میں انہوں نے اس عمل کا ذکر کیا جو عذاب کو لازم کرنے والا تھا اور وہ کفر و گمراہی ہے۔

۷۲: قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (کہا جائے گا کہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو ہمیشہ اس میں رہا کرو)

نحو: یہ حال مقدرہ ہے یعنی ان کے لئے خلود کو مقدر کر دیا گیا۔

فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ (پس تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانہ ہے) اس میں لام جنس کا ہے۔ کیونکہ مثوی المتکبرین یہ بئس کا فاعل ہے۔ اور بئس کا فاعل معرف باللام ہوا کرتا ہے یا معرف باللام کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ اور مخصوص بالذم محذوف ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ فبئس مثوى المتكبرين جهنم۔ متکبرین کا ٹھکانہ جہنم بہت ہی برا ہے۔

سواریوں کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا:

۷۳: وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا (اور جولوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کو گروہ گروہ جنت کی طرف روانہ کیا جائے گا) اس سے مراد ان کی سواریوں کا جنت کی طرف روانہ ہونا ہے۔ کیونکہ ان کو عزت ورضا کے مقام کی طرف سوار کر کے لے جایا جائے گا۔ جیسا کہ ان کے ساتھ کیا جاتا ہے جن کا اکرام کیا جاتا ہے اور جن کو بادشاہوں کی خدمت میں پہنچنے میں مشرف باد کیا جاتا ہے۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا (یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے) یہ آمد ہی ہے جس کو بعد والے جملے بیان کر رہے ہیں۔ وہ محکیہ جملے اگر چہ شرطیہ ہیں۔ مگر ان کی جزاء کو حذف کیا گیا ہے اور بلا شبہ ان کو حذف اس لئے کیا گیا کہ وہ اہل جنت کے ثواب کے سلسلہ میں ہیں اور ان کا حذف دلالت کر رہا ہے کہ یہ ایسی چیز ہے جس کا احاطہ وصف بیان سے نہیں کیا جا سکتا۔

قولِ زجاج رحمہ اللہ:

اس کی تقدیر کلام یہ ہے: حتی اذا جاء وھا و فتحت ابوابھا و قال لھم خزنتھا سلام علیکم طبتم فادخلو ھا خالدین دخلوھا۔ پس دخلوھا کو حذف کر دیا کیونکہ کلام میں اس پر دلالت موجود ہے۔

وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ (اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہونگے اور وہاں کے محافظ ان سے کہیں گے السلام علیکم تم مزے میں رہو پس اس میں ہمیشہ رہنے کیلئے داخل ہو جاؤ) ایک جماعت نے کہا یہ اس طرح حتی اذا جاء وھا جاء وھا پس ان کے نزدیک جاء وھا محذوف ہے۔ معنی یہ ہوگا یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے ان کی آمد دروازوں کے کھلنے کے ساتھ واقع ہوگی۔ ایک قول یہ ہے جہنم کے دروازے اس وقت کھولے جائیں گے۔ جبکہ اہل جہنم اس میں داخل ہوں اور جنت کے دروازے وہ پہلے کھولے جائیں گے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جنات عدن مفتحة لھم الا بواب [ص:۵۰]

نکتۂ واؤ:

اسی لئے یہاں واؤ کے ساتھ لائے گویا کلام اس طرح ہے۔ حتی اذا جاء وھا وقد فتحت لھم ابوابھا یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازوں کو کھلا پائیں گے۔ طبتم تم پاک رہو گناہوں کی میل کچیل سے اور غلطیوں کی گندگی سے صاف کر دیے گئے۔

قولِ زجاج رحمہ اللہ:

ہے کہ کنتم طیبین فی الدنیا و لم تکونوا خبیثین تم دنیا میں پاک تھے۔ یعنی تم خباثتوں والے نہ تھے۔ قول ابن

عباس رضی اللہ عنہما ہے کہ طاب لکم المقام تمہارے لیے یہ ٹھہرنا مزے کا ہوگا۔

جنت دارالطیبین :

دخول جنت کو پاکیزگی اور طہارت کا مسبب قرار دیا گیا ہے کیونکہ جنت دارالطیبین ہے اور پاکیزہ لوگوں کا گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہر میل سے پاک کر دیا ہوگا۔ اور گندگی سے ستھرا کر دیا ہوگا۔ پس جنت میں تو جو اس کے مناسب وموافق ہوگا وہی داخل ہوگا اور ان صفات سے موصوف ہوگا جو اہل جنت کی ہیں۔

۷۴: وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ (اور وہ کہیں گے تمام تعریفیں اس ذات کیلئے ہیں جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا) یعنی وہ وعدہ پورا فرما دیا جو آخرت کی نعمتوں کے متعلق فرمایا تھا۔ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ (اور ہم کو اس سرزمین کا وارث بنایا) الارض سے جنت کی زمین مراد ہے اور ان کو اس کا وارث بنایا جائے گا یعنی مالک بنایا جائے گا۔ اور اسکا بادشاہ بنایا جائے گا۔ اور جیسا چاہیں گے اسی طرح ان کو آزادانہ تصرف کی اس میں اجازت ہوگی۔ جیسا کہ وارث کو اپنی جائیداد میں تصرف اور پورا پورا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ نَتَبَوَّاُ (ہم قیام کریں) یہ حال ہے۔

مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ (جنت میں ہم جہاں چاہیں) یعنی ہر جنتی کیلئے اتنی وسیع جنت ہوگی جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اور حاجت سے بہت ہی زائد ہوگی پس وہ اپنی جنت میں جہاں چاہے گا ٹھکانہ اور مقام بنائے گا۔ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ (غرض عمل کرنے والوں کا اچھا بدلہ ہے) جو دنیا میں عمل کرتے رہے۔ اجر سے مراد جنت ہے۔

فرشتے عرش کے گرد صف اندھے ہونگے اور حق کا فیصلہ کر دیا جائے گا:

۷۵: وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّیْنَ (اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ حلقہ باندھے ہونگے)

نحو: حافین یہ الملائکہ سے حال ہے۔

مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ (عرش کے گردا گرد) یعنی اس کے گرد نظریں جمائے ہونگے۔ مِنْ یہ ابتدائے غایت کیلئے ہے یعنی ان کے حلقہ باندھنے کی ابتداء عرش کے گردا گرد سے شروع ہو کر وہاں تک ہوگی جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہیں گے۔ یُسَبِّحُوْنَ (وہ تسبیح کرنے والے ہونگے)

نحو: یہ حافین کی ضمیر سے حال ہے۔

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ (اپنے رب کی تحمید کے ساتھ) یعنی وہ کہہ رہے ہونگے۔ سبحان اللّٰہ، والحمد للّٰہ، ولا الٰہ الا اللّٰہ، واللّٰہ اکبر، یا کہیں گے سبوحٌ قدوس رب الملائکۃ والروح۔ یہ کہنا بطور تلذذ ہوگا بطور تعبد نہ ہوگا کیونکہ جہانِ تکلیف چلا گیا۔ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ (اور تمام بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا) انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے درمیان نمبر ۲۔ اہل جنت اور اہل نار کے درمیان بِالْحَقِّ (ٹھیک ٹھیک) عدل وانصاف کے ساتھ۔ وَقِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (اور کہا

جائے گا کہ ساری خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لائق ہیں۔ جو تمام عالم کا پروردگار ہے) یہ اہل جنت کہیں گے بطور شکر یہ جبکہ وہ جنت میں داخل ہو چکیں گے۔ اوران کے متعلق وعدہائے الٰہی پورے ہو جائیں گے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: و اخر دعوٰہم ان الحمد للّٰہ رب العالمین [یونس: ۱۰] حدیث میں وارد ہے جس کو امام احمد رحمہ اللہ نے اور ترمذی وحاکم نے روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ ہر رات سورۂ بنی اسرائیل اور الزمر پڑھتے تھے۔ (رواہ احمد ۶/ ۶۸، ۱۲۲، ۱۸۹، ترمذی ۳۴۰۲)

الحمد للہ سورۃ الزمر کا تفسیری ترجمہ آج بعد نماز عشاء منگل کی رات بوقت ۹ بجے ۲۵ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ تکمیل پذیر ہوا۔

سورۂ مومن مکی ہے اس میں پچاسی آیات ہیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝٢ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ

حٰمٓ ۝١ یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے سب کچھ جاننے والا ہے گناہ کا بخشنے والا ہے اور توبہ قبول کرنے والا ہے

شَدِيْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِي الطَّوْلِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝٣

سخت سزا دینے والا ہے۔ قدرت والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

کہ حوامیم سبعہ مکیہ ہیں:

حٰمٓ: تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ۔ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ۔ (حم۔ یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو زبردست ہے۔ ہر چیز کا جاننے والا۔ گناہ کا بخشنے والا ہے اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے۔ سخت سزا دینے والا ہے۔ قدرت والا ہے۔ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اسی کے پاس جانا ہے)

۱: حٰمٓ: اس کا مابعد امالہ سے حمزہ، علی، خلف، یحییٰ، حماد رحمہم اللہ نے پڑھا ہے۔ اور مدنی نے فتحہ و کسرہ کے مابین پڑھا۔ جبکہ دیگر قراء نے تفخیم سے پڑھا ہے۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے۔

۲: تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ اس کتاب کا اتارا جانا۔ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ وہ اپنے دبدبے کی وجہ سے اس بات سے محفوظ ہے کہ کوئی اس کے بارے میں بات کرے کوئی الزام لگانے والا۔ الْعَلِيْمِ وہ اس کو جاننے والا ہے جو اس کی تصدیق کرنے والا ہے۔ اور تکذیب کی اس میں مشرکین کو ڈرایا گیا ہے اور ایمان والوں کیلئے خوشخبری ہے۔

۳: غَافِرِ الذَّنْۢبِ (وہ گناہ کا بخشنے والا ہے) گناہ گاروں کے تمام گناہ بخشنے والا ہے۔ وَقَابِلِ التَّوْبِ (اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے) رجوع کرنے والوں کی توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔ شَدِيْدِ الْعِقَابِ (سخت سزا دینے والا ہے) ان کو جو مخالفت کرنے والے ہیں۔ ذِي الطَّوْلِ (قدرت والا ہے) مغفرت والوں پر فضل برسانے والا ہے یا ہر ایک سے بے پرواہ ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا تو مؤمنوں کیلئے جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا شدید العقاب ان کے حق میں جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کو قبول نہیں کیا۔ اور التوب، الثوب، الاوب یہ تینوں الفاظ ہم معنی ہیں ان سب کا معنی رجوع ہے اور الطّول کا معنی غناء و فضل آتا ہے۔

سوال: جب یہ صفات ایک ہی ذات کی ہیں تو پھر تعریف و تنکیر میں مختلف کیوں ہیں۔

جواب: غافر الذنب اور قابل التوب یہ دونوں معرفہ ہیں کیونکہ ان سے حدوث فعل مراد نہیں۔ یہاں تک کہ یہ تقدیر انفصال میں ہو گئے پس ان کی اضافت غیر حقیقی بنی۔ مقصد اس سے دوام و ثبوت ہے۔ باقی رہا شدید العقاب اس کی تقدیر عبارت یہ ہے شدید عقابہ۔ پس نکرہ ہوا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ بدل ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ جب یہ نکرہ ان معارف کے درمیان آ گیا تو اس سے یہ اعلان ہو گیا کہ یہ سارے بدل ہیں۔ وصف نہیں اور واؤ کو وقابل التوب میں داخل کرنا ایک نکتہ کی وجہ سے ہے۔

نکتہ: یہ ہے کہ مذنب و تائب کیلئے دو رحمتوں کو جمع کر دیا گیا ہے کہ یا تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔ اور طاعات میں سے ایک طاعت لکھی جائے گی۔ یا پھر گناہ مٹا دیے جائیں گے گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں گویا اس طرح فرمایا وہ مغفرت و قبولیت کو جامع کرنے والا ہے۔

روایت میں ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شام کے ایک بہادر کے متعلق جانچ پڑتال کی تو آپ کو بتلایا گیا کہ وہ تو مسلسل شراب میں مبتلا ہو گیا ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے کاتب کو بلایا اور فرمایا اس کے نام اس طرح خط لکھو!

من عمر الی فلان

سلام علیک

میں تیرے سامنے اس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بسم اللّٰہ الر حمان الرحیم۔ حم۔ الی قولہ الیہ المصیر تک لکھوایا۔ اور خط پر مہر لگا کر فرمایا اس کو اس کے ایسے وقت میں حوالے کرو جب کہ وہ نشے وغیرہ سے بالکل خالی ہو۔ پھر آپ نے اپنے قریب تمام حضرات سے فرمایا۔ اس کیلئے توبہ کی دعا کرو۔ جب اس آدمی کے پاس خط پہنچا تو وہ اس کو پڑھنے لگا۔ اور کہتا جا رہا تھا۔ میرے اللہ نے مجھ سے مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اپنے عقاب سے ڈرایا ہے۔ پھر ان الفاظ کو دھراتا رہا یہاں تک کہ اس پر گریہ طاری ہو گیا پھر توبہ کی اور اس کی توبہ خوب رہی، پختہ رہی۔

جب عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی تو فرمایا اسی طرح کیا کرو۔ جبکہ تم اپنے کسی بھائی کو پھسلتا ہوا دیکھو اس کو درست راستہ بتلاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے توبہ کی دعا بھی کرو اور اس کے خلاف شیاطین مغوبین کے معاون مت بنو۔ ابو نعیم فی الحلیہ ۴/۹۷۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی) یہ ذی الطول کی طرح صفت ہے اور جملہ مستانفہ بھی ہو سکتا ہے۔ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (اسی کے پاس جانا ہے) المصیر۔ مرجع کو کہتے ہیں۔

مَا يُجَادِلُ فِيٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ﴿٤﴾

اللہ کی آیات میں جھگڑا نہیں کرتے مگر وہی لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ سو آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالے ان کا شہروں میں چلنا پھرنا،

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۠ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۭ

ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور ان کے بعد دوسری جماعتوں نے جھٹلایا اور ہر امت نے ارادہ کیا

بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ قف

کہ اپنے رسول کو پکڑ لیں اور باطل کے ذریعہ جھگڑا کریں تاکہ اس کے ذریعہ حق کو باطل کر دیں، سو میں نے ان کو پکڑ لیا۔

فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿٥﴾ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ

سو کیسا تھا میرا عذاب، اور اسی طرح آپکے رب کا قول کافروں پر ثابت ہو چکا کہ وہ

اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿٦﴾

دوزخ والے ہیں۔

۴: مَا يُجَادِلُ فِيٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اللہ تعالیٰ کی آیات میں وہی لوگ جھگڑا کرتے ہیں جو منکر ہیں)۔

دو جدال (باطل و حق):

جدالِ باطل:

ان آیات میں تکذیب وانکار کے ساتھ مخاصمہ کیا جاتا ہے۔ اور اگلی آیت اس پر دلالت کر رہی ہے۔ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ [غافر: ۵] یہ جھگڑا وجدال ناجائز ہے۔

جدالِ حق:

باقی وہ مجادلہ جو اس کے ملتبس مقامات کی وضاحت اور مشکلات کے حل اور معانی کے استنباط اور ان آیات کے متعلق ٹیڑھا پن اختیار کرنے کو درست کرنے کیلئے کیا جائے وہ تو افضل ترین جہاد ہے۔

فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ (ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو اشتباہ میں نہ ڈالے) جو کہ وہ نفع بخش تجارات اور فائدہ مند کاروبار کے ساتھ ایک سے دوسرے شہر آتے جاتے اور صحت وسلامتی سے لوٹتے ہیں۔ ان کا انجام کار عذاب ہے۔

پھر یہ بیان کیا کہ کس طرح ہوگا پس جتلا دیا کہ سابقہ مکذب امتوں کا حال دیکھ لو۔

وقف لازم ۔ وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نمونۂ جدال:

۵: كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ (ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا) نوح علیہ السلام کو وَّ الْاَحْزَابُ (اور دوسرے گروہوں نے) جنہوں نے رسولوں کی مخالفت میں جتھہ بندی اختیار کی اور ان کو دکھ پہنچائے وہ عاد، ثمود، قوم لوط، وغیرہ ہیں۔ مِنْۢ بَعْدِهِمْ (ان کے بعد) قوم نوح علیہ السلام کے بعد وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍ (اور ہر امت نے ارادہ کیا) ان امتوں میں سے جو قوم نوح اور احزاب ہیں۔ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ (اپنے رسول کے متعلق کہ اس کو گرفتار کرلیں) کہ اس کو پکڑ کر قتل کر دیں۔ الاخیذ قیدی وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ (اور انہوں نے ناحق جھگڑے پیدا کیے) باطل سے کفر مراد ہے۔ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ (تاکہ وہ اس سے حق کو مٹادیں) تاکہ ایمان کو باطل کر دیں۔ فَاَخَذْتُهُمْ (پس میں نے ان کو پکڑلیا) تاء اور ذال مدغم نہیں ہوئے جیسا مکی وحفص کی قراءت ہے مطلب یہ ہے کہ انہوں نے پیغمبر کو پکڑنا چاہا۔ میں نے ان کے ارادہ اخذ پر سزا مقرر کر دی کہ ان کو پکڑلیا اور سزا دے ڈالی۔ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ (پس میری طرف سے کیسی سزا ہوئی)۔

قراءت: یعقوب نے عِقَابِیْ پڑھا ہے مطلب یہ ہے کہ تم ان کے علاقوں میں سے اپنے سفروں میں گزرتے اور اس کا معائنہ کرتے ہو اس تقریر میں تعجب کا معنی ہے کہ بڑی تعجب کی بات ہے معائنہ کے باوجود وہ عبرت نہیں پکڑتے۔

۶: وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا (اور اسی طرح تمام کافروں پر آپ کے رب کا یہ قول ثابت ہو چکا)

قراءت: مدنی وشامی نے کلمات ربك پڑھا ہے۔ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ (کہ وہ لوگ دوزخی ہونگے) یہ محل رفع میں کلمة ربك سے بدل ہے۔ یعنی جیسے وہ لوگ قطعاً دوزخی ہیں۔ اسی طرح یہ بھی دوزخی یقیناً ہیں۔ مطلب یہ ہے جس طرح ان کو استیصال والے عذاب سے ہلاک کیا گیا۔ اسی طرح ان کو عذاب نار کے ساتھ آخرت میں ہلاک کیا جائے گا۔

یا محل نصب میں ہے اور لام تعلیل محذوف ہے اور ایصال فعل و الذین کفروا سے قریش مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جیسا ان امتوں کی ہلاکت لازم ہوئی اسی طرح ان کی ہلاکت بھی لازم ہے کیونکہ دونوں کی ایک ہی علت ہے کہ وہ آگ والے ہیں۔ النار کے لفظ پر وقف لازم ہے کیونکہ اگر وصل کریں تو یہ عبارت اس طرح بن جائے۔

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ

جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اسکے گرداگرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں

وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ

اور ان لوگوں کے لئے استغفار کرتے ہیں جو ایمان لائے، اے ہمارے رب آپکی رحمت اور آپ کا علم ہر چیز کو شامل ہے سو ان لوگوں کو بخش دیجئے

لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ⑦ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ

جنہوں نے توبہ کی اور آپ کے راستے کا اتباع کیا اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا لیجئے، اے ہمارے رب اور انہیں ہمیشہ رہنے کی

جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨالَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ ؕ

بہشتیوں میں داخل فرمائیے جن کا آپ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور اسکے آباء ازواج اور ذریتوں میں جو صالح ہوئے ان کو بھی داخل فرمائیے

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ⑧ۙ وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَئِذٍ

بلاشبہ آپ زبردست ہیں، حکمت والے ہیں اور انکو تکلیفوں سے بچائیے اور اس دن جسے آپ نے تکلیفوں سے بچا لیا

فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ⑨ ع

سو آپ نے اس پر رحم فرمادیا اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

ع ۱

حملۃ العرش کی دُعا:

۷: اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ (جو فرشتے کہ عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اس کے گرداگرد ہیں) یعنی حملۃ العرش اور عرش کے گرداگرد فرشتے حالانکہ وہ کروبی ہیں جو کہ فرشتوں کے سردار ہیں۔ یہ اس صورت وصل میں اصحاب نار کی صفت بن جائے گی اور اس کا فساد وغلط ہونا ظاہر وباہر ہے اس لئے وقف النّار پر لازم ہے۔

روایت میں ہے کہ حملۃ العرش کے پاؤں سب سے نچلی زمین پر ہیں۔ اور ان کے سر عرش کو پہنچنے والے ہیں وہ خشوع اختیار کرنے والے ہیں کہ اپنی نگاہ اوپر کو نہیں اٹھاتے۔ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم دے رکھا ہے صبح وشام کو وہ حملۃ العرش کو سلام کریں کیونکہ وہ تمام ملائکہ سے افضل ہیں۔

ایک قول یہ ہے عرش کے گرد ستر ہزار صفوف فرشتوں کی قیام میں ہیں۔ اور وہ تکبیر وتہلیل کہتے ہوئے عرش کا طواف کرتے ہیں۔ پھر ان کے پیچھے ستر ہزار صفوف ملائکہ کی قیام میں ہیں۔ وہ بھی تہلیل وتکبیر میں مصروف ہیں۔ اور ان کے پیچھے ایک لاکھ

صفوف ایسی ہیں جنہوں نے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھا ہے اور ہر ایک وہ تسبیح زبان سے کر رہا ہے جو اس سے دوسرا نہیں کر رہا۔
يُسَبِّحُوْنَ (وہ تسبیح کرتے ہیں) یہ مبتدأ کی خبر ہے اور مبتدا الذین یحملون العرش ہے۔ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ (اپنے رب کی حمد کے ساتھ) اس کی حمد کے ساتھ یا باء اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان کی تسبیح اس کی حمد کے ساتھ ہے۔ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ (اور اس پر ایمان رکھتے ہیں) اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں ایمان کا شرف و مرتبہ اور اس کی فضیلت بتلائی اور ایمان کی ترغیب دی گئی۔ جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی صفت صلاح کو ذکر کیا جائے۔ (حالانکہ حملۃ العرش اور حول العرش فرشتے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرنے والے اور ایمان لانے والے ہیں) یہ ایسے ہی ہے جیسے اعمال خیر کو اس ارشاد کے بعد لایا گیا ہے ثم کان من الذین امنوا۔ [البلد: ۱۷] حالانکہ وہ تمام صفات ایمان کے بعد آئیں مگر ایمان کو لا کر اس کی اہمیت و عظمت ظاہر فرمائی۔ اس سے ایمان کی فضیلت ظاہر ہوگئی اور تناسب کی رعایت بھی و یؤمنون بہ و یستغفرون میں فرمادی گئی۔ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اور وہ ایمان والوں کے لیے استغفار کیا کرتے ہیں) گویا اس طرح فرمایا و یومنون بہ و یستغفرون لمن فی مثل حالھم وہ اس پر ایمان لاتے اور ان لوگوں کیلئے استغفار کرتے ہیں جو حالت میں انہی جیسے ہیں۔

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ جب وہ ایمان میں مشترک ہیں تو ضروری ہے کہ وہ نصیحت و خیر خواہی اور شفقت کا ایک دوسرے سے اظہار کریں۔ اگرچہ ان کی اجناس اور مقامات و مساکن کتنے ہی بعید ہوں۔ رَبَّنَا (اے ہمارے پروردگار) یہ محذوف سے حال ہے۔ وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا (آپ کی رحمت و علم ہر چیز کو شامل ہے) پس رحمت اور علم وہ ایسی چیزیں ہیں۔ جو ہر چیز کو معنی کے اعتبار سے شامل ہیں۔ اصل کلام اس طرح ہے وسع کل شیء رحمتک و علمک لیکن کلام کو اصل سے پھیرا گیا کیونکہ فعل کا استناد یہاں خود صاحب رحمت و علم کی طرف ہے۔ اور دونوں یہاں منصوب لائے گئے۔ کیونکہ تمیز واقع ہیں اور اس طرح لانے سے صفت علم و رحمت میں مبالغہ ظاہر کرنا بھی مقصود ہے۔

دعائے اوّل:

فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا (پس آپ ان لوگوں کو بخش دیں جنہوں نے توبہ کر لی ہے) یعنی ان لوگوں کو جن کے متعلق آپ جانتے ہیں کہ وہ توبہ کر چکے تاکہ رحمت و علم کے ذکر کے مناسب ہو جائیں۔ وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ (اور انہوں نے تیرے راستہ کی اتباع کی) یعنی وہی ہدایت والی راہ جس کی طرف آپ نے ان کو بلایا۔

دوسری دعا:

وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (اور انہیں جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے)۔

تیسری دعا:

۸: رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ (اے ہمارے پروردگار ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں جن کا آپ نے

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ

بلاشبہ جنہوں نے کفر کیا ان کو پکارا جائے گا کہ یہ بات واقعی ہے کہ اللہ کا جو تم سے بغض ہے وہ اس بغض سے بہت بڑا ہے جو تمہیں خود اپنی جانوں سے ہے تم ایمان

اِلَى الْاِیْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَ اَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ

کی طرف بلائے جاتے تھے تو کفر اختیار کرتے تھے۔ وہ لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب آپ نے ہمیں دو بار موت دی اور دو بار زندگی دی۔

فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ ﴿۱۱﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ

سو ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا تو کیا نکلنے کی کوئی راہ ہے، یہ اس وجہ سے کہ جب صرف اللہ کا نام لیا جاتا

وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَ اِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْكَبِیْرِ ﴿۱۲﴾

تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اسکے ساتھ کسی کو شریک بنایا جاتا تھا تو اسے مان لیتے تھے۔ سو فیصلہ اللہ ہی کے لئے ہے جو بلند ہے بڑا ہے۔

ان سے وعدہ کیا ہے داخل فرما دیجئے) وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ (اور جو لائق ہوں ان کے ماں باپ میں سے) مَن یہ موضع نصب میں واقع ہے۔ کیونکہ اس کا عطف ادخلهم کے هم پر ہے۔ یا وعدتهم کے هم پر ہے اور معنی یہ ہوگا تو نے ان سے وعدہ کیا اور ان سے وعدہ کیا جو نیک ہوئے ان کے ماں باپ میں سے۔ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (اور ان کی بیویوں اور اولاد میں سے جو لائق ہوں ان کو بھی داخل کر بیشک آپ زبردست حکمت والے ہیں) یعنی ایسے بادشاہ ہیں جو کسی سے مغلوب نہیں ہوتا اور آپ اپنی ملک و عظمت کے باوجود کوئی کام حکمت سے خالی نہیں کرتے۔ اور تیری حکمت کا تقاضا ہے کہ آپ اپنے وعدہ کو پورا فرما دیجئے۔

چوتھی دعا:

۹: وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ (اور آپ ان کو تکالیف سے بچایئے) السیات سے جزائے سیئات مراد ہے جو عذاب نار ہے۔ وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَ ذٰلِكَ (اور آپ جس کو اس دن کی تکالیف سے بچائیں گے تو اس پر آپ نے مہربانی فرمائی اور یہ) ذلك کا مشار الیہ دفع عذاب ہے یعنی یہ دفع عذاب هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (وہی بڑی کامیابی ہے)

کافر کو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ہمیں تم سے نفرت ہے:

۱۰: اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنَادَوْنَ (بیشک جو لوگ کافر ہوئے ان کو پکارا جائے گا) قیامت کے دن جبکہ وہ آگ میں داخل ہونگے اور اپنے نفسوں پر ناراضگی کا اظہار کریں گے تو آگ کے داروغہ ان کو آواز دے کر کہیں گے۔ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ (اللہ تعالیٰ کو تم سے زیادہ نفرت ہے اس کی بنسبت جتنی تمہیں اپنے نفسوں سے نفرت ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کو تم سے

تمہارے نفسوں کی نسبت زیادہ نفرت ہے پس انفس کا ذکر ایک مرتبہ کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ المقت: شدید بغض ونفرت۔ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ (جبکہ تم کو ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا) یہ پہلے مقت سے متعلق ہے زمخشری نے اسی طرح کہا معنی اس طرح بنے گا کہ ان کو قیامت کے دن کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے برائی اور کفر کی طرف مائل ہونے والے نفسوں سے نفرت فرماتے تھے۔ جبکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمہیں ایمان کی طرف دعوت دیتے اور تم اس کو قبول کرنے سے انکار کرتے اور کفر کو اس پر ترجیح دیتے۔ اس سے کہیں بڑھ کر جتنا آج تم اپنے نفسوں سے نفرت کا اظہار کر رہے ہو اس حالت میں کہ تم آگ میں پڑے ہو۔ ہم نے تمہیں آگ میں تمہاری خواہش پرستی کی بناء پر ڈالا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

اس کا معنی یہ ہے اب اللہ تعالیٰ کا تم سے نفرت کرنا اس سے بڑھ کر جتنا تم ایک دوسرے سے نفرت کر رہے ہو۔ جیسا کہ دوسرے ارشاد میں فرمایا ثم يوم القيامة يكفر بعضكم ببعض ويلعن بعضكم بعضًا [العنکبوت:۲۵] اور اذ تدعون یہ جملہ تعلیلیہ ہے۔

صاحب جامع العلوم کا قول:

اذ اس فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔ جس پر لمقت اللّٰہ دلالت کر رہا ہے یعنی يمقتهم الله حين دعوا الى الايمان فكفروا۔ اللہ تعالیٰ ان سے نفرت فرماتے ہیں جب سے ان کو ایمان کی طرف دعوت دی تو انہوں نے انکار کر دیا۔ اذ مقت اول کی وجہ سے منصوب نہیں ہے۔ کیونکہ لمقت اللّٰہ مبتداء ہے اور یہ مصدر ہے۔ اور اس کی خبر اكبر من مقتكم ہے۔ پس یہ اذ تدعون میں عامل نہیں کیونکہ جب مصدر کی خبر آ جائے تو پھر کسی چیز کا اس سے متعلق کرنا جائز نہیں جو اس کا صلہ ہو سکے۔ کیونکہ اس کی خبر کا آ جانا یہ اس کے تمام ہونے کی علامت ہے۔ اور اس کا متعلق مان لینا اس کے نقص کی نشانی ہے۔ اسی طرح دوسرے مقت سے بھی متعلق نہیں ہو سکتا کیونکہ زمانے مختلف ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نفوس سے داخلہ نار کے بعد کی حالانکہ ایمان کی دعوت تو دنیا میں دی گئی۔ تو دنیا و عقبیٰ کا زمانہ مختلف ہوا۔ فَتَكْفُرُوْنَ (پس تم کفر کرتے تھے) کفر پر اصرار کرتے تھے۔

آگ والوں کا قول جو کہ مایوس کن ہے:

۱۱: قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ (وہ لوگ کہیں گے اے ہمارے پروردگار آپ نے ہمیں دوبارہ مردہ رکھا اور دوبارہ زندگی دی) یعنی دو موتیں اور دو زندگیاں۔ یا دو موتیں اور دو حیاتیں۔ دو موتوں سے مراد ان کا پہلی مرتبہ ان کی مردہ و بے جان اشیاء سے پیدا کرنا اور ان کو اجل مقررہ کے پورے ہونے پر موت دینا ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ بے جان اشیاء سے پیدائش کو اماتت کہا جاتا ہے جیسا کہ یہ درست ہے کہ کہا جائے۔ سبحان من صغر جسم البعوضة وكبر جسم الفيل اس جگہ بڑے سے چھوٹے کی طرف منتقل ہونا نہیں پایا جاتا ہے۔ اور نہ چھوٹے سے بڑے کی طرف اور اس کا سبب یہ ہے کہ چھوٹا اور بڑا

دونوں کا اطلاق ایک مصنوعہ چیز پر ہوسکتا ہے۔ جب صانع نے دو جائز میں سے ایک پر کردیا تو گویا صانع نے اس کو دوسرے جائز کی طرف پھیر دیا۔ پس اس کا اس حالت سے پھیر دینا اس سے منتقل کرنے کی طرح ہے۔

الاحیائتین سے ۔ پہلی مرتبہ کی پیدائش اور پھر احیائے بعث مراد ہے اور یہ ارشاد اس پر دلالت کر رہا ہے و کنتم امواتا فاحیا کم ثم یمیتکم ثم یحییکم [البقرۃ:۲۸]

ایک قول:

ہے کہ پہلی موت دنیا میں اور دوسری موت سوال کیلئے قبر میں زندہ کرنے کے بعد اور احیائے اول قبر میں موت کے سوال کیلئے زندہ کرنا اور دوسری بعث کے لئے احیاء۔ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا (پس ہم اپنی خطاؤں کا اقرار کرتے ہیں) جب انہوں نے دوبارہ موت اور دوبارہ احیاء کو اپنے اوپر طاری و جاری دیکھ لیا تو ان کو یقین ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کو اعادہ پر قدرت حاصل ہے جیسا کہ وہ انشاء پر قادر ہے۔ اسی لئے انہوں نے اپنے ان گناہوں کا اعتراف کرلیا جن کا ارتکاب انہوں نے کیا تھا جیسے انکار بعث اور جو اس کے پیچھے گناہ کیے تھے۔ فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ (تو کیا نکلنے کی کوئی صورت ہے) یعنی آگ سے نکلنے کی مطلب یہ ہے کہ جلدی سے نکلنے کی کوئی قسم ہو یا آہستگی سے چھٹکارا پانے کا کوئی راہ ہوتا کہ ہم چھوٹ جائیں۔ مِّنْ سَبِيْلٍ (کبھی کوئی صورت) یا بالکل مایوسی ہے کہ نہ تو نکلنا اور نہ اس کے لئے کوئی صورت۔ یہ گفتگو ایسے لوگوں کی ہے جن پر مایوسی کے بادل چھا چکے ہونگے اور یہ بات وہ حیرانی کی وجہ سے کہیں گے۔ اسی لئے جواب اس کے مطابق لایا گیا جو اگلی آیت میں ہے۔

سرمدی عذاب کا فیصلہ تمہارے کفر کی وجہ سے ہوا:

۱۲: ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ (وجہ اس کی یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا تھا۔ تو تم انکار کیا کرتے تھے) وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا (اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے) یہ وہ چیز ہے جس میں تم مبتلا تھے۔ تمہارے لیے اس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں اس وجہ سے کہ تم نے توحید کا انکار کیا اور شرک پر تمہارا ایمان تھا۔ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ (پس یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہے) کہ اس نے ہی تمہارے لئے سرمدی عذاب کا فیصلہ فرمایا۔ الْعَلِيِّ (بلند و برتر ہے) شان اس کی پس اس کے فیصلوں کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ الْكَبِيْرِ (عظمت والے ہیں) ان کی سلطنت عظیم ہے پس اس کی سزا کی کوئی حد بندی نہیں۔

ایک قول:

خارجی حروریہ فرقہ نے اسی آیت سے اپنا قول لا حکم الا للّٰہ لیا۔ قتادہ کہتے ہیں جب اہل حروراء نے خروج کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ کون لوگ ہیں۔ انہیں بتلایا گیا کہ یہ تحکیم کا نعرہ لگانے والے ہیں۔ یعنی یہ لوگ کہتے ہیں لا حکم الا للّٰہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کلمہ تو صحیح ہے مگر اس سے مراد غلط لے لی گئی ہے۔ (اس سے ان کا میری تکفیر کرنا غلط ہے)۔

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَ مَا یَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ

وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لئے آسمان سے رزق اتارتا ہے اور نصیحت حاصل نہیں کرتے مگر وہی لوگ

یُّنِیْبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ

جو رجوع کرتے ہیں سو تم اللہ کو پکارو، دین کو اسی کے لئے خالص کرتے ہوئے اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو۔ وہ رفیع الدرجات ہے۔

ذُو الْعَرْشِ ۚ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾

عرش والا ہے۔ وہ اپنے حکم سے وحی نازل فرماتا ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے

یَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ۬ لَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْهُمْ شَیْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ؕ لِلّٰهِ

جس دن وہ لوگ ظاہر ہوں گے، اللہ تعالیٰ پر ان میں سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہ ہوگی، آج کس کے لئے ملک ہے، اللہ

الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْیَوْمَ تُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

واحد قہار کے لئے ہے، آج کے دن ہر جان کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا آج کے دن ظلم نہیں ہے بیشک اللہ

سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾

جلد حساب لینے والا ہے۔

۱۳: هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ (وہی ذات ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھلاتا ہے) مثلاً ہوائیں، بادل، گرجیں، بجلیاں، کڑکیں، وغیرہ۔ وَیُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ (اور وہ تمہارے لئے آسمان سے اتارتا ہے)

قراءت: ینزل تخفیف کے ساتھ مکی، بصری نے پڑھا ہے۔ رِزْقًا (رزق) بارش کیونکہ وہ سبب رزق ہے۔ وَمَا یَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ (اور صرف وہی شخص نصیحت قبول کرتا ہے جو رجوع کرتا ہے) آیات اللہ سے عبرت اور نصیحت وہ حاصل کرتا ہے جو شرک سے توبہ کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ پس جو شخص ضدی ہے وہ نہ نصیحت حاصل کرتا ہے اور نہ یاد کرتا ہے۔

ربط: پھر رجوع کرنے والوں کو فرمایا۔

۱۴: فَادْعُوا اللّٰهَ (پس تم اللہ تعالیٰ کو پکارو) پس اسی کی عبادت کرو۔ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ (اس کا خالص اعتقاد کر کے) شرک سے خالص کرنا مراد ہے۔ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو) اگرچہ تمہارے وہ دشمن تم پر یہ عیب لگائیں جو تمہارے دین پر نہیں ہیں۔

بندوں کے درجات کو بلند کرنے والا اور جس نے عرش کو بنا کر فرشتوں کے طواف کا مقام بنایا:

۱۵: رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ (وہ رفیع الدرجات ہے۔ وہ عرش کا مالک ہے) يُلْقِي الرُّوْحَ (وہ وحی بھیجتا ہے)

نحو: نمبرا۔ ھُوَ کی تین خبریں ہیں اور یہ الذی یریکم پر مرتب ہوتا ہے۔ یا نمبر۲۔ مبتداء محذوف کی خبریں ہیں۔ رفیع الدرجات کا معنی نمبرا۔ وہ آسمانوں میں سے بعض کو بعض پر بلند کرنے والا ہے۔ نمبر۲۔ وہ اپنے بندوں کے درجات کو مرتبہ دے کر بلند کرتا ہے۔ نمبر۳۔ جنت میں بندوں کے درجات کو بلند کرے گا۔ ذوالعرش وہ اپنے اس عرش کا مالک ہے جو آسمان سے اوپر ہے۔ اس کو پیدا کر کے فرشتوں کے طواف کا مقام بنادیا۔ اور اس کی تخلیق عظمت باری تعالیٰ کو بھی ظاہر کرنے والی ہے۔ اور اس کی مملکت میں اس کی بے نیازی کو بھی ظاہر کرنے والی ہے۔ الروح سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ نمبر۲۔ وہ وحی جس سے دل زندہ کیے جاتے ہیں۔ مِنْ اَمْرِهٖ (اپنے حکم سے) من یہاں اجلیہ ہے، اپنے حکم کیلئے یا اپنے حکم کے سبب۔ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ (جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے تا کہ وہ ڈرائے) تا کہ اللہ تعالیٰ ڈرائے یا جس پر وحی بھیجی جا رہی ہے وہ ڈرائے اور وہ نبی اکرم ﷺ ہیں۔ یعقوب کی قراءت اس پر دلالت کرتی ہے۔

قراءت: لتنذر یعقوب نے پڑھا ہے۔

يَوْمَ التَّلَاقِ (اجتماع کے دن سے) قیامت کے دن۔ یہ نام اس کا اس لئے ہے کہ اس دن اہل سماء اہل ارض سے ملاقات کریں گے اور اسی طرح اولین و آخرین کی ملاقات ہوگی۔

قراءت: مکی اور یعقوب نے التلاقی پڑھا ہے۔

قیامت میں ہر چیز سامنے ہوگی:

۱۶: يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ (جس دن سب لوگ سامنے آموجود ہونگے) بارز کا معنی ظاہر ہے۔ ان کو کوئی چیز نہ چھپائے گی۔ نہ پہاڑ نہ ٹیلہ نہ عمارت۔ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ (ان کی کوئی بات اللہ تعالیٰ سے مخفی نہ رہے گی) شیٔ سے مراد یہاں اعمال و احوال ہیں۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (آج کے روز کس کی حکومت ہوگی) یہ بات اللہ تعالیٰ اس وقت فرمائیں گے جبکہ کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا۔ بذات خود جواب عنایت فرمائیں گے۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (بس اللہ تعالیٰ ہی کی ہوگی جو یکتا غالب ہے) یعنی وہ ذات جس نے موت سے مخلوق کو مغلوب کیا۔

نحو: الیوم منصوب ہے۔ لمن کا مدلول اس پر عامل ہے۔ ای لمن ثبت الملك في هذا اليوم ۔ آج کے دن بادشاہی کس کے لیے ثابت ہے۔ ایک قول یہ ہے ایک منادی آواز دے گا کہے گا۔ لمن الملك اليوم۔ اہل محشر اس کو جواب دیں گے۔ لله الواحد القهار۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۬ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ

اور آپ ان کو قریب آنے والی مصیبت کے دن سے ڈرایئے جس وقت قلوب گلوں کے پاس ہوں گے گھٹن میں پڑے ہوئے ہوں گے، ظالموں کے لئے

مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾

نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنیوالا ہوگا جسکی بات مانی جائے وہ جانتا ہے آنکھوں کی خیانت کو اور ان چیزوں کو جنھیں سینے پوشیدہ رکھتے ہیں،

وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ

اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا اور اللہ کے سوا جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کچھ بھی فیصلہ نہیں کر سکتے،

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾

بلاشبہ اللہ سننے والا ہے دیکھنے والا ہے۔

ہر خیر و شر کا بدلہ دیا جائے گا:

۱۷: اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا۔ آج کچھ ظلم نہ ہوگا۔ بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والے ہیں) جب یہ بات پختہ ہو چکی کہ بادشاہی اس دن اکیلے اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔ تو اب اس کے نتائج گنوائے۔ نمبرا۔ ہر نفس کو جو عمل خیر و شر میں سے اس نے کیا اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ نمبر۲۔ ظلم اس کی طرف سے بالکل نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ ظلام للعبید نہیں ہے۔ نمبر۳۔ حساب میں دیر نہ لگے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایک کا حساب دوسرے سے مشغول نہیں کر سکتا۔ پس وہ تمام مخلوق کا حساب ایک ہی وقت میں لے لیں گے۔ اور وہ سب سے جلد حساب کرنے والے ہیں۔

۱۸: وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ (اور آپ ان کو قریب آنے والی مصیبت کے دن سے ڈرائیں) یوم الأزفة سے قیامت کا دن مراد ہے۔

وجہ تسمیہ:

قیامت کو یوم الأزفة اس کے قرب کی وجہ سے کہا گیا ہے۔

قیامت کے دن دِل خوف سے بے چین ہوں گے:

اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ (جبکہ دل منہ کو آجائیں گے) الحناجر کا معنی گلے۔ دل اچھل کر اپنی جگہ چھوڑ دیں گے اور ان

کے گلے میں پھنس جائیں گے نہ تو وہ باہر نکلیں گے کہ وہ مر جائیں اور نہ اپنے مقام کی طرف لوٹیں گے کہ وہ سانس لے سکیں اور ان کو چین نصیب ہو۔ کَاظِمِیْنَ (غم وخوف سے بے چین بھرے ہونگے) وہ ان کے گلے میں اٹکنے والے ہونگے۔ یہ کظم القربۃ سے لیا گیا ہے۔ جبکہ اس کا منہ باندھ دیا جائے اور یہ دلوں کے لئے ناممکن ہے۔اس لئے اس سے مراد اصحابِ قلوب ہونگے۔ الکاظم کو جمع لایا گیا۔ یہ جمع سالم ہے کیونکہ ان قلوب کا یہ فعل عقلاء والا ہے۔اس لئے جمع سالم کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

مَا لِلظّٰلِمِیْنَ (اور ظالموں کیلئے نہ ہوگا) ظالم سے یہاں کافر مراد ہیں۔ مِنْ حَمِیْمٍ (کوئی محب مشفق) وَّ لَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ (اور نہ سفارشی ہوگا جس کا کہا مانا جائے) یعنی جو سفارش کرے یہ مجاز ہے کیونکہ اطاعت تو اس کی ہوتی ہے۔ جو تم سے سربلند اور بڑا ہو۔ مراد اس سے اطاعت وشفاعت کی نفی ہے جیسا کہ اس قول میں

ولا تری الضب بھا ینجحر

شاعر کی یہاں مراد ضب اور اس کے بل بنانے کی نفی ہے۔ اگرچہ آیت کے الفاظ میں طاعت کی نفی کا احتمال ہے شفاعت کی نفی کا نہیں۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

اللہ کی قسم ان کا قیامت کے دن قطعی طور پر کوئی سفارشی نہ ہوگا۔

سینہ کی باتیں اُس سے مخفی نہیں:

۱۹: یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ (وہ آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے) خائنۃ یہ مصدر ہے خیانت کے معنی میں ہے جیسا کہ عافیت بمعنی معافات ہے۔ مراد اس سے غیر محرم کی طرف نظر چرا کر دیکھنا۔ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ (اور ان کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں) اور جن کو سینے امانت یا خیانت میں سے چھپاتے ہیں۔ چوری چھپے اجنبی عورت کو شہوت سے دیکھنا پھر اس کے جمال کے متعلق دل میں خیال لانا۔ اور اس کو معلوم نہیں اپنے اس نظر وفکر میں کہ میں کس کے سامنے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس تمام کو جانتے ہیں۔ یعلم خائنۃ الاعین یہ ھو کی خبروں میں سے ہے۔ جو اس قول میں ہے ھو الذی یریکم ایاتہ [غافر:۱۳] جیسے یلقی الروح۔ [غافر:۱۵] لیکن یلقی الروح کی تعلیل لینذر یوم التلاق سے فرمائی۔ پھر بطور استطر اد یوم التلاق کے احوال۔ ولا شفیع یطاع تک بیان کئے۔ اس لئے یہ اپنے ہم مثلوں سے دور ہوگیا۔

۲۰: وَاللّٰهُ یَقْضِیْ بِالْحَقِّ (اور اللہ تعالیٰ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے گا) یعنی وہ ذات جس کی یہ صفات ہیں وہ انصاف سے ہی فیصلہ فرمائے گا۔ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَقْضُوْنَ بِشَیْءٍ (اور جن کو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں۔ وہ کسی طرح کا بھی فیصلہ نہیں کر سکتے) ان کے معبود کسی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اس میں ان کو شرمایا گیا۔ کیونکہ جس کی قدرت کے ساتھ صفت بیان نہیں کی جاسکتی اس کے متعلق یقضی کا صیغہ اس کے لئے بولا ہی نہیں جاسکتا۔ اس لئے کہ دوسرے مقام پر فرمادیا۔ یعلم

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ

کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے تا کہ دیکھ لیتے ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جو ان سے پہلے

قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِى الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ

تھے، وہ قوت کے اعتبار سے ان سے زیادہ سخت تھے اور زمین میں نشانوں کے اعتبار سے بھی بڑھ کر تھے، سو اللہ نے انکے گناہوں کی وجہ سے انکی

بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ

گرفت فرما لی اور انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی بھی نہ تھا، یہ اس وجہ سے کہ ان کے پاس ان کے رسول کھلی ہوئی دلیلیں

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِىٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾

لے کر آئے سو انہوں نے کفر کیا پھر اللہ نے ان کو پکڑ لیا، بیشک وہ قوی ہے سخت عذاب والا ہے۔

خائنة الاعين وما تخفى الصدور [غافر:۱۹] اور اس میں ان کو وعید سنائی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ان کی باتوں کو اور ان کے اعمال کو دیکھنے والے ہیں۔ اور ان اعمال پر ان کو وہ سزا دیں گے۔ اور اس میں ان مشرکین پر تعریض ہے کہ جن کو تم معبود مانتے ہو وہ نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (بلاشبہ اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے)

۲۱: اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ (کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ ان کا کیا انجام ہوا) یعنی جنہوں نے ان سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا ان کا انجام کار کیا ہوا)۔ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً (وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے)۔

نحو: هم ضمیر فصل ہے اور حق تو یہ ہے کہ یہ دو معرفوں کے درمیان لائی جائے۔ البتہ یہاں اشد منهم یہ معرفہ کے مشابہ ہو گیا کیونکہ اس پر الف لام داخل نہیں ہو سکتا۔ پس اس کے قائم مقام شمار کر لیا۔

قراءت: شامی نے منکم پڑھا۔ دیگر نے منہم۔

وَّاٰثَارًا فِى الْاَرْضِ (اور ان نشانوں میں جو زمین پر چھوڑ گئے) قلعے، محلات وغیرہ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ (اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے گناہوں کے بدلہ میں پکڑا) ان کے گناہوں کے سبب ان کو سزا دی۔ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ (ان کو کوئی اللہ تعالیٰ سے بچانے والا نہ ہوا) یعنی کوئی چیز ایسی نہ تھی۔ جو ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا لے۔

۲۲: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ (یہ اس سبب سے ہوا کہ) یہ پکڑ اس سبب سے ہوئی کہ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِىٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آتے رہے پھر انہوں نے نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مواخذہ فرمایا بیشک وہ بڑی قوت والا سخت سزا دینے والا ہے) قوی، ہر چیز پر قدرت والا ہے۔ شدید العقاب کا مطلب جب

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات اور واضح دلیل کے ساتھ فرعون اور ہامان

وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا

اور قارون کے پاس بھیجا سو ان لوگوں نے کہا کہ یہ جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے۔ سو جب انکے پاس ہمارے پاس سے حق لے کر آیا تو کہنے لگے

اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْیُوْا نِسَآءَهُمْ ۚ وَمَا كَیْدُ الْكٰفِرِیْنَ

کہ جو لوگ اسکے ساتھ ایمان لائے انکے بیٹوں کو قتل کر دو اور انکی عورتوں کو زندہ چھوڑو اور کافروں کی تدبیر محض

اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَلْیَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّیْٓ

بے اثر رہی، اور فرعون نے کہا مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ اپنے رب کو پکارے بلاشبہ میں

اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَكُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓی

ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارے دین کو بدل دے یا زمین میں فساد پھیلا دے۔ اور موسیٰ نے کہا

اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾

بلاشبہ میں اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی ہر متکبر سے جو حساب کے دن پر ایمان نہیں لاتا۔

وہ سزا دیتا ہے تو سخت دیتا ہے۔

۲۳: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا (ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات کے ساتھ) تسع آیات مراد ہیں۔ سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ (اور کھلی دلیل کے ساتھ) ظاہر دلیل۔

۲۴: اِلٰی فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا (فرعون، ہامان اور قارون کی طرف بھیجا پس انہوں نے کہا) سٰحِرٌ كَذَّابٌ (وہ جھوٹا جادوگر ہے) انہوں نے واضح دلیل کو سحر و کذب سے تعبیر کیا۔

قانونِ قتل سے اللہ کا فیصلہ نہ روک سکا:

۲۵: فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ (پس جب وہ ان لوگوں کے پاس دین حق لے کر آئے) الحق سے نبوت مراد ہے۔ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ (ہماری طرف سے تو ان لوگوں نے کہا جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر ڈالو) ان پر اس قتل کے حکم کا اعادہ کرو جو پہلے جاری کیا گیا تھا۔ وَاسْتَحْیُوْا نِسَآءَهُمْ (اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دو)

خدمت کیلئے وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ (اوران کافروں کی تدبیر محض بے اثر رہی) ضلال ضائع ہے انہوں نے اس سے پہلے قتل کا قانون جاری کیا مگر فائدہ نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اس کو غالب کر کے رہا جس سے ان کو خطرہ تھا۔ پس یہ قتل دوم بھی کام نہ آئے گا۔

فرعون بچوں کے قتل سے باز آ چکا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی تو اس نے محسوس کیا کہ جس چیز کو اس نے روکنا چاہا وہ تو واقع ہوا چاہتی ہے تو اس نے بنی اسرائیل پر دوبارہ غضبناک ہو کر یہ ظالمانہ قانون جاری کر دیا۔ اس خیال کے پیش نظر کہ وہ لوگوں کو موسیٰ علیہ السلام سے روک کر غلبۂ موسیٰ علیہ السلام نہ ہونے دے گا۔ مگر اس نے نہ جانا کہ دونوں مرتبہ اس کا مکر و فریب ضائع جائے گا۔

فرعون موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے سے جلد ہلاکت کے خطرہ کی وجہ سے باز رہا:

۲۶: وَقَالَ فِرْعَوْنُ (اور فرعون نے کہا) اپنے سرداروں کو ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى (مجھ کو چھوڑ دو کہ موسیٰ کو میں قتل کر ڈالوں) جب فرعون موسیٰ علیہ السلام کو قتل کا ارادہ کرتا تو سردار اس کو یہ کہہ کر منع کرتے یہ وہ نہیں جس سے تجھے خطرہ ہے یہ اس سے کم درجہ ہے یہ تو ایک ساحر ہے۔ جب تو اس کو قتل کرے گا تو لوگوں کے دلوں میں شبہ پیدا کر دے گا۔ لوگوں کو یقین ہو جائے گا۔ کہ تو اس کا دلیل سے مقابلہ کرنے سے عاجز آ چکا ہے۔

اس سے یہ بات کھل کر معلوم ہوتی ہے کہ فرعون کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نبی برحق ہیں۔ اور اس کے سامنے آنے والے نشانات یہ سحر نہیں۔ مگر وہ دغا باز، بہت زیادہ خون بہانے والے اور معمولی چیزوں پر قتل کرنے والے شخص کا مزاج رکھتا تھا۔ پھر وہ اس کے متعلق قتل سے کیوں چوکتا جس کے متعلق وہ محسوس کر چکا تھا کہ وہ اس کی سلطنت کو برباد کرے گا لیکن اس کو خطرہ یہ تھا کہ اگر اس نے قتل کا اقدام کیا تو وہ جلد تر ہلاک کر دیا جائے گا۔ اور اس کا یہ قول ولیدع ربّہٗ اس شدید خوف کے احساس کو خوب ظاہر کرتا ہے۔ اور ایک طرف اپنے بارے میں ربوبیت کا دعوے دار تھا۔ اور دوسری طرف اس کا قول ذرونی اقتل موسٰی کہنا درحقیقت یہ اپنی قوم کو بلیک میل کرنے کیلئے ہے اور اس بات کا وہم دلانے کیلئے ہے کہ وہ روک رہے ہیں میں تو ابھی اس کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ حالانکہ واقعۃً اس کو دلی گھبراہٹ روکے ہوئی تھی۔ اِنِّيْٓ اَخَافُ (مجھے ڈر ہے) اگر میں اس کو قتل نہ کروں تو اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ (کہ وہ تمہارا دین بدل ڈالے) وہ اس آبائی دین کو بدل دے جس پر تم چلے آ رہے ہو۔ وہ فرعون اور دیگر اصنام کی پوجا کرتے تھے۔ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ (یا وہ پھیلا دے) یعنی موسیٰ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ (ملک میں کوئی خرابی) يُظْهِرُ الفساد یاء کا ضمہ اور دال کا فتحہ پڑھا ہے۔ مدنی، بصری، حفص کا یہ مسلک ہے۔ اور دیگر قراء نے یاء کا فتحہ اور دال کا رفع پڑھا ہے۔ مگر پہلا قول اولیٰ ہے۔ کیونکہ و يُبَدِّلَ کے موافق ہے۔ الفساد فی الارض کا مطلب باہمی لڑائی 'ایک دوسرے کو برانگیختہ کرتا جس سے امن تہہ و بالا ہو اور کھیتیاں اور تجارتیں اور ذرائع آمدنی معطل ہو کر رہ جائیں۔ اور لوگ قتل و ضیاع سے ہلاک ہو جائیں۔ گویا وہ انہیں باور کرا رہا تھا۔ کہ مجھے خطرہ یہ ہے کہ وہ اپنے دین کی طرف دعوت دے کر تمہارے دین سے تمہیں برگشتہ کر دے یا اس کی وجہ سے جو فتنے

پیدا ہونے کا خدشہ ہے اس سے تمہاری دنیا تباہ ہو جائے گی۔ اہل کوفہ کے علاوہ دیگر قراء نے وان پڑھا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے مجھے تمہارے دین و دنیا دونوں کے بیک وقت تباہ ہونے کا خدشہ ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے قتل کی دھمکی سن کر اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی:

۲۷: وَقَالَ مُوْسٰٓى (اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا) جب انہوں نے فرعون کی وہ بات جو اس نے اپنی قوم کو قتل موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں کہی سن پائی تو کہا۔ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ (میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں ہر ایسے خر دماغ سے جو روز حساب پر یقین نہیں رکھتا) آیت میں ربکم کا لفظ ان کو اس بات پر ابھارنے کیلئے ہے کہ وہ اس کی اقتداء اختیار کریں اور اللہ تعالیٰ کی اسی طرح پناہ مانگیں جس طرح میں نے پناہ مانگی ہے۔ اور اس پر توکل کرتے ہوئے اس کو مضبوطی سے تھام لیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے من کل متکبر فرمایا تا کہ آپ کا استعاذہ فرعون اور دیگر تمام جبارین کو شامل ہو جائے اور آپ کی بات بطریق تعریض ہو جو تصریح کی نسبت زیادہ مؤثر ہے۔ تکبر سے یہاں قبول حق سے بوجہ تکبر انکار کرنا مراد ہے اور یہ استکبار کی قبیح ترین شکل ہے اور اختیار کرنے والے کی کمینگی کو خوب ثابت کرنے والی ہے اور اس کے شدید ظلم کو ظاہر کرنے والی ہے۔

اور کہا لا یؤمن بیوم الحساب کیونکہ جب کسی انسان میں ظلم، جزاء کا انکار، انجام کی عدم پرواہ ہی جیسی برائیاں جمع ہو جائیں تو اس میں سنگ دلی، اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے سلسلہ میں جرأت و دلیری کے اسباب مکمل ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ کوئی گناہ کیے بغیر نہیں چھوڑتا۔

قراءت: عذت، لذت یہ دونوں ایک جیسے ہیں۔ عُتُّ ادغام کے ساتھ ابو عمرو، حمزہ، علی نے پڑھا ہے۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗۤ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا

اور آل فرعون میں سے ایک مؤمن نے کہا جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو

اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا

جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیلیں لے کر آیا ہے، اور اگر وہ جھوٹا ہوگا

فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہوگا تو تمہیں بعض وہ مصائب پہنچ جائیں گے جن کی وہ بطور پیش گوئی خبر دے رہا ہے، بلاشبہ اللہ

لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي

ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزر جانے والا ہو بہت جھوٹا ہو، اے میری قوم آج زمین میں تمہاری حکومت ہے تم غلبہ پائے

الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ۭ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ

ہوئے ہو سو اگر اللہ کا عذاب ہم تک آپہنچا تو ہمیں اس سے بچانے کے لئے کون مدد کرے گا؟ فرعون نے کہا میں تو تمہیں وہی رائے

اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾

دوں گا جسے میں خود ٹھیک سمجھ رہا ہوں اور میں تمہیں وہی راہ بتاؤں گا جو ہدایت کا راستہ ہے۔

مؤمن آلِ فرعون کی تقریر:

۲۸: وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗ (اور ایک مؤمن شخص نے جو فرعون کے خاندان میں سے تھا اور اپنا ایمان پوشیدہ رکھتا تھا کہا) ایک قول یہ ہے کہ یہ قبطی تھا اور فرعون کا چچازاد بھائی تھا۔ وہ موسیٰ علیہ السلام پر پوشیدہ طور پر ایمان لے آیا۔

نحو: من اٰل فرعون یہ رجل کی صفت ہے۔

ایک قول:

یہ اسرائیلی تھا۔ اس صورت میں من آل فرعون یہ یکتم کا صلہ ہے تقدیر کلام اس طرح ہے یکتم ایمانه من آل فرعون وہ آل فرعون سے ایمان کو چھپاتا تھا۔ اس کا نام سمعان تھا یا حبیب یا خربیل یا حزبیل مگر قول اول ظاہر سیاق کے زیادہ مناسب ہے۔ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ (کیا تم ایک شخص کو اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے) ان یقول لام مقدر ہے یہ دراصل اس کی طرف سے ان کے فعل پر شدید نکیر ہے۔ گویا اس نے اس طرح کہا۔ کیا تم بدترین حرکت کا ارتکاب کرتے ہو جو ایک

محترم جان کا قتل کر دینا ہے۔ حالانکہ تمہارے پاس اس کے قتل کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ کلمہ حق کہتا ہے کہ رَبِّیَ اللّٰہُ (میرا رب اللہ ہے) حالانکہ وہ تمہارا بھی رب ہے فقط اسی کا رب نہیں۔

وَقَدْ جَآءَ کُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّکُمْ (حالانکہ وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلائل لے کر آیا) قد جاء کم یہ جملہ حالیہ ہے۔ یعنی اس نے اپنی بات کو درست کرنے کیلئے ایک دلیل بھی پیش نہیں کی بلکہ جس ذات کی طرف ربوبیت کی نسبت کی جاتی ہے اس کی طرف سے دلائل پیش کیے ہیں۔ اور اس کے اعتراف تک ان کو مہلت دی گئی ہے۔ وَاِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ یَّكُ صَادِقًا یُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُكُمْ (اگر وہ جھوٹا ہی ہو تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہے تو وہ جو کچھ پیشین گوئی کر رہا ہے اس میں سے کچھ تو تم پر پڑیگا) اس نے بطریق تقسیم ان کے سامنے دلیل پیش کی کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ سچا ہے یا جھوٹا اگر وہ جھوٹا ہے تو پھر اس کا وبال اس پر پڑے گا اور اس سے آگے نہ بڑھے گا اور اگر وہ سچا ہے تو جس عذاب کا وہ وعدہ کر رہا ہے وہ تمہیں آن پہنچے گا۔ اس نے یہ نہیں کہا کلّ الذی یعدکم کہ وہ سارا عذاب تم پر اتر پڑے گا۔ اس کے باوجود کہ یہ سچے نبی کی طرف سے کیا جانے والا وعدہ ہے۔ یہ بات ان کی مدارات اور طریق انصاف پر چلتے ہوئے کہی۔ اس نے وہ بات کہی جو ان کے ذہنوں کو زیادہ اپیل کرنے والی تھی۔ اور اس میں تمام عذاب کے ٹل جانے کی نفی بھی نہ تھی۔ گویا اس طرح فرمایا کہ اس کی سچائی میں کم سے کم بات جو کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ اس عذاب کا کچھ حصہ تم پر ضرور طاری ہوگا جس کا وہ تم سے وعدہ کر رہا ہے اور وہ جلد ملنے والا عذاب ہے۔ اور اس میں تمہاری ہلاکت ہے۔ اس نے ان سے دنیا و آخرت کے عذاب کا وعدہ کیا تھا۔ اسی لئے تو کاذب کو صادق پر مقدم کیا۔ اور بعض کی تفسیر کل سے کرنا درست نہیں ہے۔

اگر وہ مسرف ہے تو خود ہلاک ہوگا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ (اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو مقصود تک نہیں پہنچاتا جو حد سے گزرنے والا ہو) مسرف حد سے تجاوز کرنے والا۔ كَذَّابٌ (بہت جھوٹ بولنے والا) اپنے دعوؤں میں یہ باب مجاملہ میں سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر وہ حد سے بڑھنے والا بہت جھوٹ بولنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو رسوا کر دیں گے اور ہلاک کر دیں گے پس تمہاری جان اس سے چھوٹ جائے گی یا اگر وہ مسرف و کذاب ہوتا تو اس کو نبوت نہ ملتی اور دلائل سے اس کی پشت پناہی نہ کی جاتی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس نے وہم دلایا کہ وہ مُسْرِف سے موسیٰ مراد لے رہا ہے حالانکہ وہ فرعون مراد لے رہا تھا۔

۲۹: یٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ظٰهِرِیْنَ (اے میرے بھائیو! آج تو تمہاری سلطنت ہے کہ اس سرزمین میں تم حاکم ہو) ظاہرین کا معنی غلبہ پانے والے۔ لکم کے کم سے حال ہے۔ فِی الْاَرْضِ (زمین میں) ارضِ مصر فَمَنْ یَّنْصُرُنَا مِنْ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا (اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ہماری مدد کون کریگا اگر وہ ہم پر آن پڑی) مطلب یہ ہے کہ تمہیں ملک مصر میسر ہے اور لوگوں پر تم صاحب اقتدار ہو۔ اور وہ تمہارے مطیع بنے ہیں۔ پس اپنا معاملہ مت بگاڑو۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سامنا مت کرو۔ اگر وہ آ گیا تو تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور نہ کوئی اس سے تمہیں بچا سکتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ

اور اس شخص نے کہا جو ایمان لایا تھا کہ اے میری قوم میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر سابقہ جماعتوں جیسا دن نہ آپڑے جیسا کہ

دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا

قوم نوح اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں کا حال ہوا، اور اللہ بندوں پر کسی طرح بھی ظلم کا ارادہ نہیں

لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَیٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ یَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ یَوْمَ تُوَلُّوْنَ

فرماتا، اور اے میری قوم بلاشبہ میں تمہارے بارے میں یَوْمَ التَّنَادِ کا اندیشہ رکھتا ہوں جس دن تم پشت پھیر کر

مُدْبِرِیْنَ ۚ مَا لَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

واپس لوٹو گے تمہارے لئے اللہ سے بچانے والا کوئی بھی نہ ہوگا، اور اللہ جسے گمراہ کرے اسے کوئی بھی ہدایت دینے والا نہیں۔

اگرچہ تم صاحب اقتدار ہو مگر اللہ کے عذاب کا سامنا نہیں کر سکتے:

رجل مؤمن نے ینصرنا اور جاءنا کے صیغے جمع والے استعمال کیے۔ کیونکہ اس کی قرابت داری ان میں پائی جاتی تھی۔ اور تاکہ ان کو یہ جتلائے کہ جو ان کو خیر خواہی کی باتیں کر رہا ہے وہ بھی ان کا حصہ دار اور شریک کار ہے۔ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِیْکُمْ اِلَّا مَآ اَرٰی (فرعون نے کہا میں تو تم کو وہی رائے دونگا جو خود سمجھ رہا ہوں) یعنی میں تم کو وہی رائے دیتا ہوں اس کو قتل کردو۔ اس سے زیادہ میرے نزدیک کوئی رائے نہیں ہے۔ اور یہ بات جو تمہیں کہی جا رہی ہے یہ درست نہیں ہے۔

وَمَآ اَهْدِیْکُمْ (اور میں تم کو بتلاتا ہوں) اس رائے کے ذریعہ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ (عین طریق مصلحت) یعنی صلاح و درستگی کا راستہ یا میں تمہیں وہ بتلا رہا ہوں جس کو میں درست جانتا ہوں۔ اور میں اپنی رائے چھپا کر نہیں رکھ رہا اور نہ ہی اپنے پاس محفوظ کر رہا ہوں کہ تمہیں اس کے الٹ بتاؤں۔ مطلب یہ تھا کہ میری زبان و دل دونوں اس بات میں موافق ہیں۔ حالانکہ یہ اس نے کھلا جھوٹ بولا وہ اپنے دل میں موسیٰ علیہ السلام کی جانب سے شدید خوف محسوس کر رہا تھا۔ لیکن وہ بناوٹ کے طور پر بہادری ظاہر کر رہا تھا۔ اگر وہ علامت سے ظاہر نہ کرتا تو یہ معلوم نہ ہو سکتا۔ اس نے معاملہ فقط اشارہ پر نہ چھوڑا۔

۳۰: وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ (اور اس مؤمن نے کہا اے میرے دوستو! مجھ کو تمہارے متعلق اور امتوں جیسے برے دن کا اندیشہ ہے) یعنی ان جیسے دن جن میں ان پر عذاب اترے۔

ربط: جب اس نے احزاب کی طرف نسبت کی تو پھر اس کی وضاحت کی۔

۳۱: مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ (جیسا قوم نوح اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں کا حال ہوا

تھا) اس میں یہ بات چھپائی نہیں گئی کہ ان میں سے ہر گروہ کیلئے تباہی و ہلاکت کا دن تھا۔ بلکہ جمع میں سے ایک پر اکتفاء کیا گیا۔ اور ان لوگوں کی عادات عمل میں انہی جیسی ہیں جیسے کفر، تکذیب، اور دیگر معاصی۔

اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں کرتا:

نحو: اور چونکہ ان کی عادت انہی جیسی تھی پس حذف مضاف ضروری ہوا۔ یعنی مثل جزاء دأبهم۔ ان کی جزاء ان کے عمل کی جزاء جیسی ہوگی۔ اور مثل کا لفظ دو مرتبہ منصوب لائے۔ کیونکہ یہ مثل اول کیلئے عطف بیان ہے۔ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ (اور اللہ تعالیٰ تو بندوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتا) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتے کہ بغیر گناہ کے ان کو سزا دے دیں یا اس عذاب میں اس مقدار سے اضافہ فرما دیں جس کے وہ مستحق ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا ان کو تہس نہس کرنا عدل ہے۔ کیونکہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے اس کے حقدار ہیں۔ اور یہ جملہ اس جملہ سے زیادہ بلیغ ہے جو سورۂ فصلت میں ہے۔ وما ربك بظلام للعبيد [فصلت:۴۶] اس طرح کہ ظلمًا کو نکرہ لا کر ارادۂ ظلم کی نفی فرمائی اور جو کسی بھی ارادۂ ظلم سے دور ہوا جو بندوں کیلئے ہو سکتا ہے تو وہ ظلم سے ابعد بعید ہوگا۔

ردِ معتزلہ:

معتزلہ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کے کے متعلق ارادہ نہیں فرماتے کہ وہ ظلم کریں مگر یہ تفسیر حقیقت سے بہت دور ہے۔ کیونکہ اہل لغت کہتے ہیں۔ جب کوئی آدمی دوسرے کو کہے۔ لا اريد ظلما لك۔ تو اس کا معنی لا اريد ان اظلمك کہ میں آپ پر ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا کیا جاتا ہے۔ پس ان کا معنی غلط ہوا۔

نکتہ: اس آیت میں عذاب دنیا سے ڈرایا گیا۔ پھر اگلی آیت میں عذاب آخرت سے ڈرایا گیا ہے۔

کثرتِ نداء کا دن قیامت ہے:

۳۲: وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ (اور اے میری قوم مجھے تمہارے متعلق اس دن کا اندیشہ ہے جس میں کثرت سے ندائیں ہونگی) يوم التناد سے قیامت کا دن مراد ہے۔

قراءت: التَّنَادِ کو مکی، یعقوب نے دونوں حالتوں میں پڑھا ہے۔ اور اصل میں اثباتِ یاء کے ساتھ آتا ہے مگر اس کا حذف کرنا زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ کسرہ یاء کی دلالت کیلئے کافی ہے اور ان آیات کے آخر میں آگے پیچھے دال آ رہی ہے اور یہ وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف میں ذکر فرمایا: ونادى اصحاب الجنة اصحاب النار [الاعراف:۴۴] اور ونادى اصحاب الاعراف [الاعراف:۴۸]

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ

اور یہ بات واقعی ہے کہ یوسف تمہارے پاس اس سے پہلے واضح معجزات لے کر آئے سو وہ جو کچھ تمہارے پاس لائے تم اس میں برابر شک کرتے رہے۔

حَتّٰٓى إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ

یہاں تک کہ جب انکی وفات ہوگئی تو تم نے کہا کہ اللہ انکے بعد کسی رسول کو مبعوث نہ فرمائے گا۔ اللہ ایسے ہی گمراہ کر دیتا ہے اس شخص کو

هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ

جو حد سے بڑھ جانے والا ہو شک میں پڑنے والا ہو جو اللہ کی آیات میں بغیر دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو جھگڑے بازی کرتے ہیں

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ

اللہ کے نزدیک اور اہل ایمان کے نزدیک یہ بڑے بغض کی چیز ہے اسی طرح اللہ مہر لگا دیتا ہے ہر متکبر جبار کے

مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾

دل پر۔

ایک قول یہ ہے:

کہ اس سے وہ نداء مراد ہے جو اس طرح دی جائے گی۔ اے محشر والو سن لو! فلاں شخص ایسا خوش نصیب ہوا کہ کبھی بد بخت نہ ہوگا۔ خبردار فلاں ایسا شقی ہوا کہ اس کے بعد کبھی سعادت مند نہ ہوگا۔

۳۳: يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ (جس روز پیٹھ پھیر کر لوٹو گے) موقف حساب سے آگ کی طرف لوٹ رہے ہونگے۔ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ (تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف نہ ہوگا) یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مِنْ عَاصِمٍ (کوئی بچانے والا) روکنے اور دفع کرنے والا۔ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ (اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت کرنے والا نہ ہوگا) هَادٍ بمعنی سیدھے راہ پر لگانے والا۔

یوسف علیہ السلام سے کون مراد ہے؟

۳۴: وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ (اور تمہارے پاس اس سے پہلے یوسف دلائل لے کر آ چکے ہیں) وہ یوسف بن یعقوب علیہ السلام ہیں۔ ایک قول یہ ہے وہ یوسف بن ابراہیم بن یوسف بن یعقوب ہیں۔ یہ بیس سال ان میں نبوت پا کر زندہ رہے۔ ایک قول یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ والا فرعون وہی یوسف علیہ السلام، کے زمانہ کا فرعون ہے ان کے

زمانہ تک وہ زندہ رہا۔

ایک قول:

وہ اور فرعون ہے۔ اس میں ان کو توبیخ کی گئی کہ موسیٰ علیہ السلام سے قبل یوسف علیہ السلام آئے اور معجزات لے کر آئے۔

فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ (تم ان امور میں شک میں پڑے رہے جو وہ تمہارے پاس لے کر آئے) پس تم ان باتوں میں شک کرتے رہے اور شک کا ازالہ نہ ہو سکا۔ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا (یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہوگئی تو تم لوگ کہنے لگے اب اللہ تعالیٰ ہرگز کسی کو رسول بنا کر نہ بھیجے گا) یہ بات تم نے اپنی طرف سے بغیر کسی دلیل وحجت کے گھڑ لی یعنی تم اپنے کفر پر برقرار رہے اور یہ یقین کیے رکھا کہ دوبارہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حجت کی تجدید نہ ہوگی۔ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ (اسی طرح اللہ تعالیٰ آپے سے باہر ہونے والے شبہات میں گرفتار رہنے والوں کو غلطی میں ڈالے رکھتا ہے) یعنی اس اضلال میں مبتلا رکھتا ہے جو کہ شبہات کا شکار، اپنے دین کے متعلق شک میں پڑا ہو۔

۳۵: الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ (جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑا نکالتے ہیں) یہ من هو مسرف سے بدل ہے۔ اور اس کا بدل بننا درست ہے اگرچہ وہ مفرد اور یہ جمع ہے کیونکہ ایک مسرف مراد نہیں بلکہ ہر مسرف مراد ہے۔ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی آیات میں) یعنی ان کے باطل قرار دینے اور دور کرنے میں بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ (بغیر کسی دلیل کے) اَتٰىهُمْ كَبُرَ مَقْتًا (جو ان کے پاس موجود ہو۔ بڑی نفرت) یعنی غصہ کے لحاظ سے بہت بڑی ہے۔ کبر کا فاعل من هو مسرف کی ضمیر ہے۔ وہ لفظاً واحد ہے مگر معناً جمع ہے پس بدل معنی کے لحاظ سے لایا گیا۔ اور ضمیر میں لفظ کا لحاظ رکھا گیا اور واحد لائے اور الذین کا مرفوع ہونا بھی درست ہے۔ مگر اس صورت میں مضاف کا حذف ماننا پڑتا ہے۔ جس کی طرف کبر کی ضمیر لوٹتی ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ جدال الذین یجادلون کبر مقتاً ان لوگوں کا جدال جو جدال کرتے ہیں بہت زیادہ ہے نفرت میں عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ (اللہ تعالیٰ کو بھی اور ایمان والوں کو بھی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور جابر کے دل پر مہر کر دیتا ہے)

قراءت: قَلْبٍ کو تنوین کے ساتھ ابو عمرو نے پڑھا ہے۔

نکتہ: قلب کی صفت یہاں تکبر و تجبر لائی گئی کیونکہ دل اس کا منبع ہے جیسا تم کہو سَمِعَتِ الاذنُ وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرح ہے۔ فانه آثم قلبه [البقرة: ۲۸۳] اگرچہ گناہ گار تمام جسم ہے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝۳۶ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ

اور فرعون نے کہا کہ اے ہامان میرے لئے ایک محل بنا دے ہو سکتا ہے کہ میں راستوں میں پہنچ جاؤں یعنی آسمان کے راستوں تک

فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ

میری رسائی ہو جائے پھر میں موسیٰ کے معبود کا پتہ چلاؤں، اور بے شک میں تو اسے جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔ اور اسی طرح فرعون کے لئے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا

وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ۝۳۷ ع

اور وہ راستہ سے روک دیا گیا اور فرعون کی تدبیر ہلاکت ہی میں لے جانے والی تھی۔

فرعون کی ملمع سازی:

۳۶: وَقَالَ فِرْعَوْنُ (اور فرعون نے کہا) اپنی قوم کے ساتھ ملمع سازی کرتے ہوئے یا ان کی جہالت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے۔ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا (اے ہامان ایک بلند عمارت بناؤ) صرح محل کے معنی میں آتا ہے۔ الصرح ایسی عمارت جو دیکھنے والے پر مخفی نہ رہے اگرچہ دور ہو جیسے کہا جاتا ہے صَرِحَ الشیٔ، اذا ظھر۔ لَعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ (شاید میں آسمان پر جانے کی راہوں تک پہنچ جاؤں)

قراءت: لَعَلِّيَ یہ یاء کے فتحہ کے ساتھ حجازی، شامی، ابو عمرو نے پڑھا ہے۔ پھر اس کو تفخیم شان کیلئے بدل دیا اور اس غرض سے بدلا کہ اس سے مقصود امر عظیم ہے۔

۳۷: اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ (آسمانوں پر جانے کی راہیں) اسباب راستہ اور باب اور جو چیز اس تک پہنچانے کے لیے استعمال ہو ہر وہ چیز جو کسی چیز تک پہنچائے اس کو سبب کہا جاتا ہے مثلاً رسی وغیرہ فَاَطَّلِعَ (پھر دیکھوں بھالوں)

قراءت: حفص نے نصب سے پڑھا ہے۔ ترجی کا جواب قرار دیا اور ترجی کو تمنی کے مشابہ مانا۔ دیگر قراء نے رفع پڑھا اور ابلغ پر عطف کیا۔ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى (موسیٰ کے معبود کو) معنی یہ ہے پس میں اس کو دیکھوں وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا (اور میں تو موسیٰ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں) ہٗ کی ضمیر موسیٰ کی طرف لوٹتی ہے کاذب سے اس بات میں جھوٹا کہنا مراد ہے کہ وہ کہتا ہے میرے سوا اور بھی کوئی معبود ہے۔

وَكَذٰلِكَ (اور اسی طرح) اس تزئین اور رک جانے کی طرح۔ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ (فرعون کی بدکرداریاں اس کو مستحسن معلوم ہوتی تھیں اور راستہ سے رک گیا) السبیل سے سیدھا راستہ مراد ہے۔ صَدَّ فتحہ صاد سے کوفی اور یعقوب کے علاوہ نے پڑھا ہے۔ یعنی اس نے دوسروں کو روکا یا اس نے اپنے آپ کو مکمل طور پر روکا۔ المزین یہ شیطان ہے جو اپنے وساوس سے سبز باغ دکھاتا ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا وزین لھم الشیطان اعمالھم فصدھم عن

وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ

اور جو شخص ایمان لایا اس نے کہا کہ اے میری قوم میرا اتباع کرو میں تمہیں ہدایت والا رستہ بتاؤں گا اے میری قوم یہ دنیا والی زندگی

الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ ز وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا

تھوڑے سے نفع کی زندگی ہے اور بلاشبہ آخرت ہی رہنے کی جگہ ہے، جس نے کوئی بھی برائی کی تو اس کا بدلہ صرف

یُجْزٰٓی اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ

اسی قدر دیا جائے گا اور جس نے نیک عمل کیا مرد ہو یا عورت اور حال یہ ہو کہ وہ مومن ہو

فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَیٰقَوْمِ

تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اس میں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا، اور اے میری قوم

مَالِیْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَی النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَی النَّارِ ﴿۴۱﴾ ط تَدْعُوْنَنِیْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ

کیا بات ہے میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو، تم مجھے اس بات کی دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں

وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ز وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَی الْعَزِیْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾

اور اس چیز کو اس کا شریک بناؤں جس کی میرے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، اور میں تمہیں عزیز غفار کی طرف بلاتا ہوں،

السبیل [النمل:۲۴] یا اللہ تعالیٰ نے مزین کر دیا جیسا اس ارشاد میں ہے زینا لھم اعمالھم فھم یعمھون [النمل:۴] وَمَا كَیْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِیْ تَبَابٍ (اور فرعون کی تدبیر غارت ہی گئی) تباب یہ خسارے اور ہلاکت کا معنی دیتا ہے۔

۳۸: وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ (اور اس مومن نے کہا اے بھائیو! تم میری راہ پر چلو)

قراءت: مکی و یعقوب نے دونوں حالتوں میں اتبعونی پڑھا ہے۔

اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ (میں تم کو ٹھیک راستہ بتلاتا ہوں) الرشاد کا لفظ یہ الغی کا عکس ہے اس میں تعریض کی گئی ہے جو کہ تصریح کے مشابہ ہے کہ فرعون اور قوم فرعون گمراہی کے راستہ پر چل رہا ہے۔ اولاً مجمل مختصر بیان کیا پھر وضاحت کی۔ دنیا کی مذمت اور اس کی بے حیثیتی بیان کرتے ہوئے کہا۔

۳۹: یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ (اے میرے بھائیو! یہ دنیا کی زندگی محض سامان ہے) حقیر سامان ہے اس کو ہمیشگی کی چیز سمجھ لینا یہ شر کی جڑ اور فتنوں کا منبع ہے اور آخرت کی عظمت بیان کی اور واضح کیا کہ اصلی وطن اور جائے قرار وہی ہے۔ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ (ٹھہرنے کا مقام تو آخرت ہے)

رَبط : پھر اعمال حسنہ اور سیئہ کا ذکر کر کے ہر ایک کا انجام بیان کر دیا تا کہ نقصان دہ سے بچا جائے اور فائدہ مند کو مضبوطی سے تھاما جائے۔

۴۰: مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ (جو شخص گناہ کرتا ہے اس کو تو برابر سرابر ہی بدلہ ملتا ہے۔ اور جو نیک کام کرتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مؤمن ہو ایسے لوگ جنت میں جاویں گے۔ وہاں بے حساب ان کو رزق ملے گا)

قراءت: يُدْخَلُوْنَ مکی، بصری، ابوبکر اور یزید نے پڑھا ہے۔

دونوں دعوتوں کا موازنہ:

۴۱: رَبط : پھر دونوں دعوتوں کا باہمی موازنہ پیش کیا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کا انجام جنت ہے اور تم غیر اللہ کی طرف دعوت دیتے ہو جس کا انجام آگ ہے۔ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ (اے میرے بھائیو! یہ کیا بات ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں یعنی جنت کی طرف)

قراءت: مَالِيَ فتحہ یاء کے ساتھ حجازی اور ابوعمرو نے پڑھا ہے۔

وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ (اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو)

جب معبود ہونے کی دلیل نہیں تو اسے معبود ماننا درست نہیں:

۴۲: تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ (تم مجھ کو اس بات کی طرف بلاتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کروں) یہ پہلے تدعوننی سے بدل ہے عرب کہتے ہیں: دعاه الی کذا و دعاه له۔ دونوں کا معنی ایک ہے جیسا کہا جاتا ہے۔ هَدَاه الی الطریق و هداه له۔ دونوں صلے الی اور لام استعمال ہوتے ہیں۔ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ (اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی چیز کو اس کا ساجھی بناؤں جس کی میرے پاس کوئی بھی دلیل نہیں) یعنی اس کی ربوبیت کی۔ اگرچہ یہاں نفی علم کی کی ہے مگر اس سے نفی معلوم کی گئی ہے۔ گویا اس طرح کہا اور میں اس کے ساتھ اس کو شریک بناؤں جو معبود نہیں اور جو معبود نہیں یہ کیسے صحیح ہے کہ اس کو معبود کے طور پر جانا جائے؟ یعنی جب اس کے معبود ہونے کی کوئی دلیل نہیں تو پھر اس کا معبود ماننا ہی صحیح نہیں۔ وَّ اَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ (اور میں تم کو اللہ تعالیٰ زبردست خطائیں بخش دینے والے کی طرف بلاتا ہوں) وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہیں۔ نداء کو دوبارہ لانا تنبیہ میں اضافہ کی خاطر ہے اور غفلت کا ازالہ مطلوب ہے اور اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ قبطی اس کی قوم تھی اور وہ آل فرعون کا فرد تھا۔

واؤ کا نکتہ:

ندائے ثالث میں واؤ لائی گئی جبکہ ندائے دوم میں نہیں آئی کیونکہ ندائے ثانی ایسی کلام پر داخل ہے جو بیان مجمل اور تفسیر مبہم

لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ

یقینی بات ہے کہ تم مجھے جس چیز کی دعوت دیتے ہو اسکی دعوت نہ دنیا میں ہے اور نہ آخرت میں، اور بلاشبہ ہمارا لوٹنا

اِلَی اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ط

اللہ کی طرف ہے اور بلاشبہ جو لوگ حد سے بڑھ جانے والے ہیں وہ دوزخ والے ہیں سو تم یاد کرو گے جو میں تم سے کہتا ہوں،

وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ

اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بیشک اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے، سو اللہ نے اس شخص کو ان لوگوں کی تدبیروں کی مضرتوں سے

مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا

بچا لیا اور آل فرعون پر برا عذاب نازل ہوا، صبح و شام یہ لوگ آگ کے سامنے

غُدُوًّا وَّعَشِیًّا ۚ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ قف اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾

لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہو گی حکم ہوگا کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کر دو

کیلئے ہے تیسری نداء ایسی نہیں اس لئے اس پر واؤ لائے۔

تمہاری دعوت کا بطلان ثابت شدہ ہے:

۴۳: لَا جَرَمَ (یقینی بات ہے) علمائے بصرہ کے نزدیک لَا اس بات کی تردید کیلئے لایا گیا جس کی طرف اس کی قوم نے اس کو دعوت دی تھی۔ جرم، فعل ہے جو حق کے معنی میں ہے اور اَنَّ بمع ما کے اپنے متعلقات سمیت اس کا فاعل ہے مطلب یہ ہے حق و وجب بطلان دعوته تمہاری دعوت کا باطل ہونا ثابت شدہ اور یقینی ہے۔ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَةِ (کہ تم جس کی طرف مجھے بلاتے ہو وہ نہ تو دنیا ہی میں پکارے جانے کے لائق ہے اور نہ ہی آخرت میں) مطلب یہ ہے کہ جن کی طرف مجھے تم بلاتے ہو انہوں نے کبھی اپنی ذات کی عبادت کیلئے دعوت نہیں دی اس لئے کہ معبود برحق کا حق یہ ہے کہ وہ بندوں کو اپنی اطاعت کی طرف بلائے۔ اور جن کی طرف تم دعوت دیتے ہو اور ان کی عبادت کی طرف بلاتے ہو۔ وہ خود تو اس کی طرف دعوت نہیں دیتا اور نہ وہ ربوبیت کا دعوے دار ہے (پس تمہارا اس کی عبادت کی دعوت دینا باطل ہے) نمبر۲۔ اس کی دعوت کو دنیا و آخرت میں قبولیت حاصل نہیں۔ نمبر۳۔ جن کی طرف تم بلاتے ہو ان کے لئے تو دعوت مستجابہ نہیں اور جس دعوت میں منفعت و استجابت نہ ہو وہ دعوت ایسی ہے گویا وہ دعوت ہی نہیں۔ نمبر۴۔ یا استجابت کو دعوت کہہ دیا۔ جیسا کہ جزائے فعل کو خود جزاء کہہ دیتے ہیں کما تدین تدان۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ (اور ہم سب نے اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے اور بیشک دائرہ سے نکلنے والے) مَرَدَّ کا معنی رجوع ہے المسرفین سے مشرکین مراد ہیں۔ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ (وہ سب دوزخی ہیں)

۴۴: فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ (پس آگے چل کر تم میری بات کو یاد کرو گے) یعنی میری نصیحت کو یاد کرو گے جب عذاب نازل ہوگا۔ وَاُفَوِّضُ (اور میں سپرد کرتا ہو) اَمْرِیْٓ اِلَى اللّٰهِ (اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے)

قراءت: اَمْرِیَ یہ فتحہ یاء کے ساتھ مدنی اور ابوعمرو نے پڑھا اس نے یہ اس لئے کہا کیونکہ انہوں نے اسے ڈرایا دھمکایا تھا۔ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ (اللہ تعالیٰ سب بندوں کا نگران ہے) ان کے اعمال انجام سمیت دیکھ رہا ہے۔

اس کے متعلق تمام فرعونی منصوبے ناکام ہوئے:

۴۵: فَوَقٰهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا (پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کی مضر تدابیر سے محفوظ رکھا) ان کے منصوبوں کی وجہ سے پہنچنے والی تکالیف اور قسم قسم کے عذاب جو اس شخص کو دیئے جاتے جو ان کی مخالفت کرتا تھا۔

ایک قول:

وہ ان سے نکل کر پہاڑ کی طرف رخ کر گیا۔ فرعون نے ایک ہزار فوجی اس کی تلاش میں روانہ کیے۔ جن میں بعض کو درندوں نے پھاڑ کھایا اور جو واپس لوٹے ان کو ناکامی مہم کی وجہ سے فرعون نے سولی پر لٹکا دیا۔ وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ (اور فرعونیوں پر موذی عذاب نازل ہوا) حاقَ کا معنی اترنا ہے۔

فرعونیوں کو آگ سے جلایا جا رہا ہے:

۴۶: اَلنَّارُ (آگ)۔

نحو: یہ سوء العذاب سے بدل ہے۔ نمبر۲۔ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا کہ وہ سوء عذاب کیا ہے تو جواب دیا ھو النار کہ وہ آگ ہے یا یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر یعرضون علیھا ہے۔ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا (کے سامنے وہ لوگ لائے جاتے ہیں) عرضِ نار کا مطلب آگ سے جلانا ہے جیسا کہ محاورہ ہے: عرض الامام الاساری علی السیف جبکہ وہ ان کو تلوار سے قتل کرے۔ غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا (صبح وشام) یعنی ان دو اوقات میں ان کو عذاب دیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ درمیانی وقت میں خواہ ان کو اور جنس کا عذاب دیا جائے یا بالکل نہ دیا جائے۔ نمبر۲۔ غدوًّا و عشیًّا کی تعبیر سے دوام و ہمیشگی بھی مراد لینا درست ہے۔ اور یہ عذاب دنیا میں ہے۔ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ (اور جس روز قیامت قائم ہوگی) تو جہنم کے داروغہ فرشتوں کو حکم دیا جائے گا) اَدْخِلُوْٓا (تم داخل کرو)

قراءت: مدنی، حمزہ، علی، حفص اور خلف نے اس کو الادخال باب افعال سے مانا ہے جبکہ دیگر قراء اُدْخُلوا مجرد باب نصر سے مانتے ہیں۔ مطلب یہ ہے ان کو خود کہا جائے گا تم داخل ہو جاؤ اے آل فرعون الایۃ۔ اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (فرعونیوں

وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِى النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ

اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ کافر لوگ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے سو جو لوگ کمزور تھے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے بیشک تم تمہارے

تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا

تابع تھے تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ ہٹا سکتے ہو؟ جو لوگ بڑے تھے وہ کہیں گے

اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ

کہ بیشک ہم سب دوزخ میں ہیں بیشک اللہ نے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دیا، اور جو لوگ دوزخ میں ہوں گے وہ دوزخ کے داروغاؤں سے

جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ

کہیں گے کہ تم اپنے رب سے دعا کرو وہ ہم سے ایک دن عذاب کا کچھ حصہ ہلکا کر دے، وہ جواب دیں گے کیا تمہارے پاس تمہارے رسول کھلے ہوئے دلائل

رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ ع

لیکر نہیں آئے تھے وہ لوگ کہیں گے کہ ہاں آئے تو تھے اس پر داروغہائے دوزخ جواب دیں گے کہ پھر تو تم ہی دعا کرلو اور کافروں کی دعا محض بے اثر ہے۔

کو نہایت سخت عذاب میں) یعنی عذاب جہنم۔

مَسْئَلَہ: یہ آیت عذاب قبر کی دلیل ہے۔

جہنم میں پہنچ کر رؤساء اور خدام کا جدول:

۴۷: وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ (اور جبکہ کفار ایک دوسرے سے جھگڑیں گے) اذ اذکر محذوف کے متعلق ہے۔ ان کے جھگڑے کے وقت کو یاد کرو۔ فِى النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا (دوزخ میں تو ادنیٰ درجہ کے لوگ بڑے درجہ کے لوگوں سے کہیں گے) الذین استکبروا سے رؤساء ولیڈر مراد ہیں۔ اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا (کہ ہم تمہارے تابع تھے) تبعًا جمع ہے تابع کی جیسے خدم جمع خادم کی ہے فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ (کیا تم ہم سے ہٹا سکتے ہو) دفع کر سکتے ہو عَنَّا نَصِيْبًا (کوئی حصہ) مِّنَ النَّارِ (آگ کا)

۴۸: قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ (وہ بڑے لوگ کہیں گے ہم سب بھی دوزخ میں ہیں) كلٌّ کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے ای کلنا ہم میں سے ہر ایک اس میں ہے کوئی ایک دوسرے سے عذاب کو ہٹا نہیں سکتا۔ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ (اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا) ان کے مابین فیصلہ کر دیا جائے گا کہ اہل جنت کو جنت میں اور اہل نار کو نار میں داخل کر دیا جائے گا۔

۴۹: وَقَالَ الَّذِيْنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ (اور جتنے لوگ دوزخ میں ہونگے وہ جہنم کے موکل فرشتوں سے کہیں گے) خزنۃ

سے مراد جہنم کے منتظم جو آگ کا عذاب دینے پر مقرر ہیں۔ جہنم کا لفظ صراحۃً لائے حالانکہ ضمیر لوٹ سکتی تھی تا کہ جہنم کا ذکر کر کے مزید خوف وڈر پیدا کیا جائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ جہنم جو گہرائی میں جلنے والی آگ ہے اس کو کہا گیا ہو جیسا کہ اہل عرب کہتے ہیں۔ بئر جھنّام۔ یعنی گہرا کنواں۔ اس میں سرکش و بڑے باغی ڈالے جائیں گے۔ شاید ملائکہ موکلین عذاب وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کی وجہ سے دعا کا جواب جلدی دے دیں اس لئے جہنمی ان کو کہیں گے کہ تم اپنے رب سے دعا کرو۔ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ (تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ کسی دن تو عذاب ہم سے ہلکا کر دے) یومًا سے مراد دنیا کے دن کی مقدار۔

۵۰: قَالُوْٓا (وہ کہیں گے) وہ نگران فرشتے طویل مدت کے بعد توبیخ کے طور پر کہیں گے۔ اَوَلَمْ تَكُ (کیا تمہارے پاس) کیا تمہارا قصہ اس طرح نہیں۔ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ (تمہارے رسول نہیں آتے رہے تھے) یہ القصہ کی تفسیر ہے۔ بِالْبَيِّنٰتِ (دلائل کے ساتھ) معجزات کے ساتھ قَالُوْا (وہ کہیں گے) یعنی کفار بَلٰى قَالُوْا (ہاں) نگران فرشتے بطور تحکم کہیں گے۔ فَادْعُوْا (تو پھر تم دعا کرلو) تمہاری دعا قبول نہ کی جائے گی۔ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ (اور کافروں کی دعا محض بے اثر ہے) ضلال بمعنی باطل ہے بیکار یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ نگران فرشتوں کا قول ہو۔

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ﴿۵۱﴾

بلاشبہ ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا والی زندگی میں مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾

جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کام نہ دے گی اور ان کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے برے گھر میں رہنا ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدٰى وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَاءِيلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَ

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا، یہ کتاب ہدایت

ذِكْرٰى لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ

اور نصیحت تھی عقل والوں کے لئے، سو آپ صبر کیجئے بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے، اور اپنے گناہ کے لئے استغفار کیجئے

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي

اور صبح و شام اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے جو حمد کے ساتھ ہو بلاشبہ جو لوگ اللہ کی آیات کے بارے میں

آيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ أَتٰهُمْ إِنْ فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ

جھگڑا کرتے ہیں بغیر دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو ان کے سینوں میں تکبر ہی ہے وہ کبھی بھی اس تک پہنچنے والے

بِبَالِغِيهِ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿۵۶﴾

نہیں ہیں، سو آپ اللہ سے پناہ طلب کیجئے بلاشبہ وہ سننے والا ہے دیکھنے والا ہے۔

دارین میں غلبہ ایمان والوں کا ہے:

۵۱: إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ (ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیوی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس روز بھی جس میں کہ گواہی دینے والے کھڑے ہونگے) یعنی دنیا و آخرت میں مدد کرتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں غلبہ دیں گے ان کے مخالفین پر حجت و فتح کے ساتھ اور اگر کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور امتحان کبھی مغلوب ہوگئے پھر بھی عافیت انہی کیلئے ہے اور ان کے اعداء میں سے ایسے لوگ میسر فرما دیں گے خواہ کچھ وقت بعد ہو۔

نحو: یوم یہ منصوب ہے جار و مجرور کے موضع میں شمار کرنے کی وجہ سے جیسے کہتے ہیں جئتك فی امس والیوم ۔ الاشھاد جمع

شاہد کی ہے جیسا کہ صاحب کی جمع اصحاب۔ اس سے مراد انبیاء اور حفاظتی فرشتے ہیں انبیاء علیہم السلام کافروں پر ان کی تکذیب کی وجہ سے گواہی دیں گے اور حفاظتی فرشتے اعمال بنی آدم کی شہادت دیں گے۔

قراءت: تقوم ، ہشام نے پڑھا جیسا رازی نے نقل کیا۔

۵۲: يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ (جس دن کہ ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی)

نحو: یہ یوم یقوم سے بدل ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے لا یقبل عذرھم و لا ینفع ان کا عذر قبول نہ ہوگا۔

قراءت: کوفی اور نافع نے لا ینفع پڑھا ہے۔

وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ (اور ان کے لئے لعنت ہوگی) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (اور ان کے لئے اس عالم میں خرابی ہوگی) سوء الدار سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔

ہدیٰ میں تمام دینی اشیاء شامل ہیں:

۵۳: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى (اور ہم موسیٰ کو ہدایت نامہ دے چکے ہیں) الھدیٰ اس سے وہ تمام چیزیں مراد ہیں جو دین کے سلسلہ میں ان کو دی گئیں مثلاً معجزات ، تورات ، احکامات ، وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ (اور ہم نے وہ کتاب بنی اسرائیل کو پہنچائی تھی) الکتاب سے تورات' انجیل اور زبور مراد ہے۔ کیونکہ الکتاب جنس ہے۔

۵۴: هُدًى وَّ ذِكْرٰى (کہ وہ ہدایت اور نصیحت تھی) حق کی گواہی اور نصیحت کے اعتبار سے۔

نحو: یہ دونوں مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں یا حال ہیں۔

لِاُولِى الْاَلْبَابِ (اہل عقل کیلئے)

تلقین صبر:

۵۵: فَاصْبِرْ (پس آپ صبر کیجئے) ان امور پر جو آپ کی قوم کی طرف سے آپ کو پیش آتے ہیں۔ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ (بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے) جو آپ کی نصرت اور اعلائے کلمہ کے بارے میں کیا گیا بالکل سچا ہے۔ وَّ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ (اور اپنے گناہ کی معافی مانگیے) یعنی اپنی امت کے گناہوں کی معافی مانگیے۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ (اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہیے شام اور صبح) یعنی اپنے رب کی عبادت پر مداومت اختیار فرمائیں اور اس کی ثناء کیجئے۔ ایک قول یہ ہے اس سے عصر و فجر کی نمازیں مراد ہیں۔ ایک اور قول کہ سبحان اللہ اور الحمد للہ کہتے رہیے۔

حسد وبغض کی وجہ سے نبوت کے خودخواہاں ہیں:

۵۶: اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ (جو لوگ بلا کسی سند کے جو ان کے پاس موجود ہو اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑا نکالتے ہیں)

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

البتہ آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانا لوگوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑی بات ہے لیکن اکثر لوگ

النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

نہیں جانتے اور برابر نہیں نابینا اور دیکھنے والا، اور وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٥٨﴾ اِنَّ السَّاعَةَ

اور نیک عمل کئے برے لوگوں کے برابر نہیں ہیں، لوگ کم نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ بلاشبہ قیامت

لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٩﴾

ضرور آنے والی ہے اور لیکن بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے۔

نحو، قراءت: اس پر وقف نہیں کیونکہ اِنَّ کی خبر ان فی صدورھم ہے۔

اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ (ان کے دلوں میں نری بڑائی ہے) بڑائی سے مراد آگے بڑھنے، سرداری کا ارادہ اور یہ خیال کہ کوئی اس سے اوپر نہ ہو۔ اسی لئے تو وہ آپ سے دشمنی کرنے والے ہیں۔ اور آپ کے معجزات کو مسترد کرنے والے ہیں کہ کہیں آپ ان سے بڑھ نہ جائیں۔ اور ان کو آپ کی ماتحتی ماننی پڑے اور آپ کے امر و نہی کا پابند ہونا پڑے کیونکہ ہر بادشاہت و سرداری نبوت کے ماتحت ہوتی ہے۔ یا نمبر۲۔ حسد و بغض کی وجہ سے خواہاں ہیں کہ نبوت انہیں مل جائے۔ اور اس پر یہ ارشاد دلالت کرتا ہے لو کان خیرًا ما سبقو نا الیہ [الاحقاف: ۱۱] یا نمبر۳۔ مجادلہ کے ذریعہ معجزات کا دفاع کرنا چاہتے ہیں۔

مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ (وہ اس تک کبھی پہنچنے والے نہیں) وہ بڑائی اور اس کے مقتضٰی کو پہنچ نہیں سکتے اور وہ نبوت اور سربراہی کا ارادہ یا آیات و معجزات کو دفع کرنا اور روک دینا۔ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (پس آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہیے) جو آپ سے حسد کرتے اور عداوت رکھتے ہیں ان کے فریب سے بچنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہیے۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ (بیشک وہی ہے ہر بات کو سننے والا) جو آپ کہتے اور وہ کہتے ہیں۔ الْبَصِيْرُ (اور سب کچھ دینے والا ہے) جو آپ عمل کرتے اور وہ کرتے ہیں پس وہ آپ کا ان کے خلاف مددگار اور ان کے شر سے بچانے والا ہے۔

جب آسمان وزمین کی تخلیق مسلم ہے تو انسان کو دوبارہ اٹھانا کیسے ناممکن ہے:

۵۷: لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ (یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا آدمیوں کے پیدا کرنے کی نسبت بڑا کام ہے) جب ان کا مجادلہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں انکارِ بعث پر مشتمل تھا اور مجادلہ کی جڑ و بنیاد یہی مسئلہ انکارِ بعث تھا۔ تو

ان کے سامنے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے حجت پیش کی گئی۔ کیونکہ ان کو ان کی تخلیق کا اقرار تھا۔ پس جو ان کے اتنے بڑے ہونے کے باوجود ان کو پیدا کر سکتا ہے تو اتنے چھوٹے سے انسان کو بنانے پر بدرجہ اولیٰ وہ قدرت رکھتا ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر آدمی نہیں سمجھتے) کیونکہ وہ غور نہیں کرتے اور ان پر غفلت کا غلبہ ہو چکا ہے۔

۵۸: وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ وَالَّذِيْنَ (اور آنکھوں والا اور اندھا برابر نہیں ہوتے اور) اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ قَلِيْلًا (وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور بدکار باہم برابر) مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ (نہیں ہوتے۔ تم لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہو) تتذکرون کا معنی نصیحت پکڑنا۔

قراءت: دونوں تاء کے ساتھ کوفی قراء نے پڑھا اور باقی قراء نے یاء اور تاء سے پڑھا (تتذکرون، یتذکرون) قلیلًا یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ تذکرًا قلیلًا یتذکرون۔ وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں حاصل کرنا تھوڑا۔ لا المسیئ کا لا زائد ہے۔ ماصلہ زائدہ ہے۔

۵۹: اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا (قیامت تو ضرور ہی آکر رہے گی اس میں کسی طرح کا شک ہے ہی نہیں) قیامت کی آمد ضروری ہے اور اس میں کسی طرح کا شبہ نہیں کیونکہ جزاء تو یقینی ہے تاکہ مخلوق کی پیدائش صرف فناء کے لئے نہ ماننی پڑے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ (مگر اکثر لوگ نہیں مانتے) اس کی تصدیق نہیں کرتے۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ

اور تمہارے رب نے فرمایا کہ تم مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، بلاشبہ جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں

سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝۶۰ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ

عنقریب بحالت ذلت جہنم میں داخل ہوں گے۔ اللہ وہی ہے جس نے رات کو پیدا فرمایا تا کہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو ایسی چیز بنائی

وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَي النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝۶۱

جس میں دیکھتے بھالتے ہیں، بلاشبہ اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے اور لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے،

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۡ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝۶۲

یہ اللہ ہے تمہارا رب ہے ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں سو تم کہاں الٹ کر جا رہے ہو،

كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝۶۳ اَللّٰهُ الَّذِيْ

اسی طرح الٹے چلائے جاتے ہیں وہ لوگ جو ہماری آیات کا انکار کرتے ہیں، اللہ وہ ہے جس

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَاۗءَ بِنَاۗءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ

نے زمین کو تمہارے لئے ٹھہری ہوئی چیز بنا دیا اور آسمان کو چھت بنا دیا اور تمہاری صورتیں بنائیں سو تمہاری اچھی صورتیں بنا دیں اور تمہیں

مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ښ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶۴

پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، یہ اللہ ہے تمہارا رب ہے۔ سو بابرکت ہے اللہ جو رب العلمین ہے

هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

وہ زندہ ہے کوئی معبود نہیں اسکے سوا تم اسے پکارو اس طرح سے کہ خالص اسکی فرمانبرداری کرنے والے ہو۔ سب تعریف ہے اللہ کے لئے

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶۵

جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

ادعوا کا معنی اعبدوا ہے:

۶۰: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ (اور تمہارے پروردگار نے فرما دیا ہے کہ مجھ کو پکارو) ادعوا بمعنی اعبدوا ہے اَسْتَجِبْ لَكُمْ

میں تمہاری درخواستوں کو قبول کرونگا) تم کو ثواب دونگا۔ الدعاء کا لفظ عبادت کے معنی میں قرآن مجید میں بہت استعمال ہوا ہے قرآن مجید کی یہ آیت اسی پر دلالت کرتی ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ (اور جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الدعاء هو العبادة اور پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی [رواہ احمد: ۴/ ۲۶۷، ابوداؤد ۱۴۷۹، الترمذی، ۳۲۴۷، ابن ماجہ ۳۸۲۸]۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے تم مجھے وحدہ لا شريك مانو میں تمہارے گناہ بخش دونگا۔ یہ تفسیر دعا کی ہے جو عبادت کے معنی میں ہے پھر اس عبادت کی جو توحید کے ساتھ کی جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ استجب کا معنی مجھ سے سوال کرو میں تمہیں دونگا۔ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ (وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہونگے)

قراءت: مکی اور ابوعمرو نے سَيُدْخَلُوْن پڑھا ہے۔ داخرین کا معنی ذلیل ہو کر۔

دن رات کا تقابل:

۶۱: اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا (اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے رات بنائی تمہارے لئے تاکہ تم اس میں آرام کرو اور اسی نے دن کو روشن بنایا)

نکتہ: نہار کی طرف مبصر کی نسبت یہ اسناد مجازی ہے ای مبصرًا فيه (تاکہ اس میں دیکھا جائے) کیونکہ آنکھیں تو فی الحقیقت اہل نہار کی ہوتی ہیں۔ اللیل کو مفعول لہ اور النہار کو حال سے ملا کر ذکر کیا۔ وہ دونوں نہ تو دو حال بنے اور نہ ان دونوں کے لئے مفعول بنے اس میں دونوں کے تقابل کی رعایت کی۔ کیونکہ دونوں معنوی اعتبار سے ایک دوسرے کے متقابل ہیں کیونکہ ہر ایک دوسرے کی جگہ پوری کرتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس طرح کہا جاتا۔ لتبصروا فيه۔ اسناد مجازی والی فصاحت چلی جاتی اور اگر ساکنًا کہا جاتا تو حقیقت مجاز سے ممتاز نہ ہو سکتی۔ لیکن رات کی صفت حقیقی سکون ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں ليلٌ ساج و ساكن لا ريحٌ۔

ایسا فضل کہ کوئی فضل اس کا مقابل نہ ہو:

اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْفَضْلٍ عَلَى النَّاسِ (بیشک اللہ تعالیٰ کا لوگوں پر بڑا ہی فضل ہے) یہاں لمفضل نہیں فرمایا اور نہ متفضل فرمایا کیونکہ مقصود فضل کا نکرہ لانا تھا۔ تاکہ فضل ایسا ہو کہ کوئی فضل اس کے مقابل نہ ہو اور یہ فائدہ اضافت سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ (لیکن اکثر آدمی شکر نہیں کرتے) یہاں ولکن اکثرهم نہیں فرمایا بلکہ الناس کا لفظ دوبارہ لائے۔ تاکہ لوگوں کا تذکرہ متکرر نہ ہو۔ کیونکہ اس تکرار میں کفرانِ نعمت کی تخصیص ان کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ حالانکہ وہ وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل کے منکر اور اس کے ناشکرے ہیں۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ان الانسان لكفورٌ [الحج: ۶۶] اور اس ارشاد میں ان الانسان لظلوم كفار [ابراہیم: ۳۴] (الناس معرفہ ہے اور تکرار معرفہ سے ایک ہی مراد ہوتا ہے جو پہلے میں مذکور ہوتا ہے)۔ (مترجم)

۶۲: ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ (یہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا رب ہے) جس نے تمہارے لئے رات دن بنائے۔ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی اور لائق عبادت نہیں) یہ مبتداء کی مترادف خبریں ہیں۔ مطلب یہ ہے وہ ان صفات کا جامع ہے الوہیت ربوبیت، خلق کل شئی اور وحدانیت فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ (پس تم لوگ کہاں الٹے چلے جارہے ہو) انی کیف کے معنی میں ہے۔ کس طرح اور کس وجہ سے تم اس کی عبادت سے بتوں کی عبادت کی طرف پھرتے ہو؟

۶۳: كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ (اسی طرح وہ لوگ بھی الٹا چلا کرتے تھے۔ جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا انکار کیا کرتے تھے) ہر وہ جس نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور ان میں غور وفکر نہ کی۔ اور حق کی طلب نہ کی اور الٹے پھرے جیسے وہ الٹے پھرے۔

انسان سب حیوانات سے زیادہ خوبصورت ہے:

۶۴: اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا (اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے زمین کو قرار گاہ بنایا) قرار بمعنی مستقر ہے۔ وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً (اور آسمان کو چھت) تمہارے اوپر چھت وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ (اور تمہارا نقشہ بنایا پس عمدہ نقشہ بنایا) ایک قول اللہ تعالیٰ نے کوئی حیوان انسان سے زیادہ خوبصورت نہیں بنایا۔ ایک قول کہ ان کو بہائم کی طرح اوندھے سر والے پیدا نہیں کیا۔ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ (اور تم کو عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو دیں) طیبات سے لذیذ اشیاء مراد ہیں۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (یہ اللہ ہے جو تمہارا رب ہے پس بڑا عالیشان ہے۔ اللہ تعالیٰ جو سارے جہان کا پروردگار ہے)

۶۵: هُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ (وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ پس اس کو پکارو) اس کی عبادت کرو۔ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (خالص اعتقاد کر کے) اطاعت کو شرک و ریاء سے خالص کرنے والے ہو۔ یہ کہتے ہوئے الحمد للّٰہ رب العالمین (تمام خوبیاں اسی اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہاں کا پروردگار ہے) ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جس نے لا الہ الا اللّٰہ کہا پس وہ اس کے بعد: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (تمام تعریف ہے اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا رب ہے) کہہ لے۔

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ

آپ فرما دیجئے بلاشبہ میں اس سے منع کیا گیا ہوں کہ انکی عبادت کروں جن کی اللہ کو چھوڑ کر تم عبادت کرتے ہو جبکہ میرے رب کی

الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ ز وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِیْ

طرف سے میرے پاس واضح نشانیاں آ چکی ہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العلمین ہی کا فرمانبردار ہوں اللہ وہ ہے

خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا

جس نے تمہیں مٹی سے پھر نطفہ سے پھر جمے ہوئے خون سے پیدا فرمایا پھر تمہیں اس حالت میں نکالتا ہے کہ تم بچے ہوتے ہو پھر تا کہ تم اپنی طاقت کو

اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّی

پہنچ جاؤ پھر تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ اور تم میں سے بعض کو اس سے پہلے اٹھا لیتا ہے اور تا کہ تم اجل مسمّی کو پہنچ جاؤ

وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ

اور تا کہ تم سمجھ حاصل کرو، اللہ وہی ہے جو زندہ فرماتا ہے اور موت دیتا ہے پھر جب وہ کسی حکم کا فیصلہ فرماتا ہے تو یہی فرما دیتا ہے

لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۶۸﴾

کہ ہو جا لہٰذا وہ ہو جاتا ہے۔

عبادتِ اوثان کے مطالبہ کے جواب میں یہ آیت اُتری:

۶۶: جب کفار نے آپ سے عبادت اوثان کا مطالبہ کیا تو یہ آیت اتری قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ (آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو اس بات سے ممانعت کردی گئی ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جن کو تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ پکارتے ہو جبکہ میرے پاس میرے رب کی نشانیاں آ چکیں)۔ البینات سے قرآن مجید مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے عقل و وحی مراد ہے۔ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ (اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں گردن جھکا لوں) اسلم کا معنی استقامت اختیار کرنا ہے۔ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (رب العالمین کے سامنے)

۶۷: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ (وہی ہے جس نے تم کو بنایا) یعنی تمہاری اصل کو مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا (مٹی سے پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر تم کو بچہ کر کے نکالتا ہے) یہاں طفلا فرما کر ایک پر اکتفاء کیا کیونکہ مراد بیان جنس ہے۔ ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ (پھر تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو)

نحو : یہ محذوف سے متعلق ہے تقدیر کلام یہ ہے ثم یبقیکم لتبلغوا ۔ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا (پھر تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ) تقدیر کلام اس طرح ہے ثم یبقیکم لتکونوا شیوخًا۔

قراءت: شِيُوْخًا ۔شین کے کسرہ کے ساتھ مکی ،حمزہ، علی ،حماد، یحییٰ ،اعشیٰ نے پڑھا ہے۔

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ (اور کوئی تم میں سے پہلے ہی مر جاتا ہے) یعنی جوانی تک پہنچنے سے پہلے یا بڑھاپے سے قبل وَلِتَبْلُغُوْا اَجَلًا مُّسَمًّى (اور تا کہ تم سب ایک وقت مقرر تک پہنچ جاؤ) اس کا معنی یہ ہے: فعل ذلك لتبلغوا اجلاً مسمیً (وہ ایسا کرتا ہے تا کہ تم ایک مقررہ وقت تک پہنچ جاؤ) اور وہ وقت موت ہے یا قیامت کا دن ہے۔ وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (اور تا کہ تم لوگ سمجھو) کہ اس میں کیا کیا عبرتیں اور دلائل ہیں۔

۶۸: هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (وہی ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے پھر جب وہ کسی کام کا پورا کرنا چاہتا ہے۔ سو بس اس کی نسبت فرما دیتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے) وہ اس کو جلد بنا دیتا ہے بغیر کسی کلفت و مشقت کے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

اے مخاطب کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں کہاں الٹے پھرے جا رہے ہیں وہ لوگ جنہوں نے

بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ

اس کتاب کو جھٹلایا اور اس چیز کو جھٹلایا جس کو ہم نے رسولوں کے واسطے سے بھیجا سو عنقریب وہ لوگ جان لیں گے جبکہ انکی گردنوں میں

اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ يُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ فِى الْحَمِيْمِ ۙ ثُمَّ فِى النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾

طوق ہوں گے اور زنجیریں ہوں گی وہ گھسیٹے جائیں گے گرم پانی میں پھر ان کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا

ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ

پھر ان سے کہا جائے گا کہ وہ معبود غیر اللہ کہاں گئے جنہیں تم شریک بناتے تھے وہ جواب دیں گے کہ وہ تو ہم سے غائب ہو گئے بلکہ ہم تو

نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

اس سے پہلے کسی چیز کی عبادت کرتے ہی نہ تھے اللہ تعالیٰ اسیطرح کافروں کو گمراہ فرماتا ہے یہ اس وجہ سے کہ تم زمین میں

تَفْرَحُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿۷۵﴾ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ

ناحق اتراتے تھے اور اس وجہ سے کہ تم اکڑ کر کرتے تھے، داخل ہوجاؤ جہنم کے دروازوں

جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

میں اس میں ہمیشہ رہو گے۔سو برا ٹھکانہ ہے تکبر کرنے والوں کا، سو آپ صبر کیجئے بیشک اللہ کا وعدہ حق

حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾

ہے سواگر ہم آپ کو اس میں سے بعض چیزیں دکھادیں جس کے بارے میں ہم نے انہیں پہلے سے بتادیا ہے یا ہم آپ کو وفات دے دیں تو ہماری ہی طرف سب لوٹائے جائیں گے۔

جدال کا تین مرتبہ تذکرہ:

۶۹: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ (کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑے نکالتے ہیں۔کہاں پھرے چلے جا رہے ہیں) اس سورت میں جدال کا تین مقام پر ذکر فرمایا گیا ہے۔پس درست ہے کہ اس کو تین اقوام میں مان لیا جائے۔نمبر۲۔تین الگ الگ اصناف میں تسلیم کیا جائے۔نمبر۳۔ایک ہی قسم مراد ہے اور بقیہ مقامات

پر تاکید کیلئے لائے۔

۷۰: الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِالْکِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا (جن لوگوں نے اس کتاب کو جھٹلایا اور اس چیز کو بھی جو ہم نے اپنے پیغمبر کو دے کر بھیجا تھا) الکتاب سے قرآن مجید مراد ہے اور ما ارسلنا بہ سے کتب سابقہ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ (پس ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے)

قطعی ہونے کی بناء پر مستقبل کو ماضی سے ذکر کیا:

۷۱: اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ (جبکہ طوق ان کی گردنوں میں ہونگے) اذ ظرف زمان ماضی کیلئے آتا ہے مگر یہاں مراد مستقبل ہے دلیل یہ قول فسوف یعلمون ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اخبار مستقبلہ علم الٰہی میں قطعی ہیں۔ اس لئے تعبیر ماضی سے کی گئی۔ اور جو پایا گیا اس سے تعبیر کر دی گئی معنی یہ ہے کہ مستقبل میں ایسا ہوگا۔ وَالسَّلٰسِلُ (اور زنجیریں)

نحو: اس کا عطف اغلال پر ہے۔ اور ان کی خبر فی اعنا قھم ہے معنی اس طرح ہوگا جب طوق اور زنجیریں ان کی گردنوں میں ہونگی۔ یُسْحَبُوْنَ (ان کو گھسیٹا جائے گا)

۷۲: فِی الْحَمِیْمِ (گرم پانی میں) ای یجرون فی الماء الحار۔ (ان کو گرم پانی میں کھینچا جائے گا)۔ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ (پھر ان کو آگ میں جھونک دیا جائے گا) یسجرونَ سجر التنور سے بنا ہے۔ جبکہ اس کو ایندھن سے بھر دیں اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ آگ میں ہونگے اور وہ ان کے چاروں طرف چھائی ہوگی اور ان کو آگ سے جلایا جائے گا اس حال میں کہ ان کے پیٹ آگ سے بھرے ہونگے۔

۷۳، ۷۴: ثُمَّ قِیْلَ لَهُمْ (پھر ان کو کہا جائے گا) یعنی ان کو جہنم کے نگران فرشتے کہیں گے۔ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ تُشْرِکُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (وہ غیر اللہ کہاں گئے جن کو تم اللہ تعالیٰ کے شریک بناتے تھے) وہ اصنام جن کی تم عبادت کرتے تھے۔ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا (وہ کہیں گے وہ تو سب ہم سے غائب ہو گئے) ہماری آنکھوں سے غائب ہو گئے۔ نہ ہم ان کو دیکھتے ہیں اور نہ ان سے نفع اٹھاتے ہیں۔

غیر اللہ کی عبادت کو وہ بیکار قرار دیں گے:

بَلْ لَّمْ نَکُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَیْئًا (بلکہ ہم تو اس سے قبل کسی کو بھی نہیں پوجتے تھے) یعنی ہمارے سامنے کھل گئی کہ وہ کچھ بھی نہ تھے اور ان کی جو ہم عبادت کرتے تھے وہ کچھ بھی نہ تھی۔ یہ اسی طرح ہے جیسا کہتے ہیں حسبت ان فلانا شیٔ فاذا ھو لیس بشئی (جبکہ تم اس کو آزماؤ اور اس کے اندر کوئی بھلائی نہ پاؤ)۔ کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰهُ الْکٰفِرِیْنَ (اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کو غلطی میں پھنسائے رکھتا ہے) جیسے ان کے معبود ان سے گم ہو گئے ان کو ان کے معبودوں سے گم کر دے گا۔ یہاں تک کہ اگر وہ اپنے الٰہ کو ڈھونڈیں یا ان کے الٰہ ان کو ڈھونڈیں تو ان کا باہمی آمنا سامنا نہ ہو سکے گا یا جس طرح ان مجادلین کو گمراہ کر دیا۔ تمام

کافروں کواسی طرح کردے گا۔وہ کافرجن کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ وہ گمراہی کو دین پر ترجیح دیں گے۔

۷۵: ذٰلِكُمْ (یہ) عذاب جوتم پر نازل ہوا۔ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ (اس کے بدلہ میں ہے کہ تم دنیا میں ناحق خوشیاں مناتے تھے۔اوراس کے بدلہ میں ہے کہ تم اتراتے تھے) بما کی باءسبیہ ہے اس سبب سے کہ تم ناحق خوش ہوتے اور اتراتے تھے۔اوروہ ناحق اترانا شرک ہی ہے۔اور بتوں کی پوجا بھی حرام ہے۔پس ان کو کہا جائے گا۔

۷۶: اُدْخُلُوْا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ (تم جہنم کے دروازوں میں گھسو) جہنم کے ساتھ تقسیم شدہ دروازے ہیں۔جیسے ارشادفرمایا لها سبعة ابواب لكل باب منهم جزء مقسوم [الحجر:۴۴] خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے) ان کے لئے خلود کو مقدر کردیا جائے گا۔ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ (پس متکبرین کا برا ٹھکانہ ہے) جوحق سے تکبر کرنے والے تھے ان کے لئے جہنم ہے۔

وہ ہمارے ہاں حاضر ہیں:

۷۷: فَاصْبِرْ (پس آپ صبر کیجئے) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ (بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ) ہلاکت کفار کے سلسلہ میں حَقٌّ (سچا ہے) بہرصورت ہونے والا ہے۔ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ (پھر اس میں سے تھوڑا سا اگر دکھلاویں) یہ اصل میں فان نُرِيَكَ ہے اور مااس پر زائدہ ہے تا کہ معنی شرط میں تاکید ہوجائے۔اسی لئے نون تاکید بھی فعل کے ساتھ برائے تاکید لگادیا گیا۔جیسا تم نہیں کہتے ہو۔ان تکرمنی اکرمك لیکن اما تکرمنی اکرمك کہتے ہیں۔ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ (جوہم وعدہ کررہے ہیں یا ہم وفات دیدیں پس ہمارے ہی پاس ان کو آنا ہوگا) یہ جزاء نتوفینّك کے متعلق ہے۔اور نرینّك کی جزاء محذوف ہے۔تقدیر کلام اس طرح ہے۔ فامّا نرینّك بعض الذی نعدهم من العذاب۔اوروہ عذاب یوم بدر میں ان کا قتل ہونا تھا۔پس وہ یا اگر ہم وفات دیں یوم بدر سے قبل پس وہ ہماری طرف لوٹائے جائیں گے بروز قیامت پھر ہم ان سے خوب انتقام لے لیں گے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے جن میں سے بعض کا تذکرہ ہم نے آپ سے بیان کر دیا اور ان میں بعض ایسے ہیں

نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۗ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِىَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ

جن کا تذکرہ ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا، اور کسی رسول کو یہ قدرت نہیں کہ کوئی نشانی لے آئے مگر اللہ کے اذن سے، پھر جب اللہ کا

اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِىَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾

حکم آ جائے گا تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائیگا اور اس وقت باطل والے خسارہ میں رہ جائیں گے۔

اَللّٰهُ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَكُمْ

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے مویشی بنائے تا کہ تم ان میں سے بعض پر سوار ہو، اور ان میں سے بعض کو کھاتے ہو، اور تمہارے لئے

فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِىْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ

ان میں منافع ہیں، اور تا کہ تم ان پر سوار ہو کر اپنی حاجت پر پہنچو جو تمہارے سینوں میں ہے اور ان پر اور کشتیوں پر

تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَىَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى

لدے ہوئے پھرتے ہو، اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے سو اللہ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے، کیا وہ لوگ زمین میں

الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ

نہیں چلے پھرے سو وہ دیکھ لیتے کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے، وہ ان سے زیادہ تھے اور

وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِى الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

ان سے قوت میں بھی سخت تھے اور زمین میں بھی انکی نشانیاں بہت ہیں سو انکی کمائی ان کے کچھ کام نہ آئی

ع ۸ ۱۲

رسول تو پہلے بھی آئے مگر معجزہ ظاہر کرنا ان کے اختیار میں نہ تھا:

۷۸: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ (اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے) ان کی امتوں کی طرف مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (جن میں سے بعض تو وہ ہیں جن کے واقعات ہم نے آپ سے بیان کر دیئے اور بعض وہ ہیں جن کا واقعہ ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا)

ایک قول:

یہ ہے اللہ تعالیٰ نے آٹھ ہزار پیغمبر بھیجے جن میں چار ہزار بنی اسرائیل میں سے اور چار ہزار دیگر تمام انسانوں میں سے۔

قولِ علی رضی اللہ عنہ:

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسود کو پیغمبر بنایا پس وہ ان میں سے ہے جس کا واقعہ قرآن میں بیان نہیں کیا۔ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (اور کسی رسول سے یہ نہ ہوسکا کہ کوئی معجزہ بغیر اذن الٰہی کے وہ ظاہر کر سکے) یہ اس بات کا جواب ہے۔ جو عناداً آئے روز آیات کا مطالبہ کرتے رہتے مطلب یہ ہے کہ ہم نے بہت سے رسول بھیجے ان میں سے کسی کے بس میں نہ تھا کہ وہ کوئی نشانی بغیر اذن الٰہی کے پیش کر سکے۔ پھر میرے لئے یہ کس طرح ممکن ہے کہ میں وہ نشانی لے آؤں جو تم مجھ سے طلب کرتے ہو۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہو اور وہ اس کے پیش کرنے کا حکم نہ کردے۔ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ (پھر جس وقت اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا) یعنی قیامت کے دن۔ یہ کفار کو وعید ہے اور ان کے آیات کے مطالبہ کے بعد ان کی تردید ہے۔ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ (ٹھیک ٹھیک فیصلہ ہو جاوے گا اور اس وقت اہل باطل خسارہ میں رہ جائیں گے) المبطلون سے وہ معاندین مراد ہیں جو آیات کا مطالبہ کرتے رہتے تھے۔

مختلف انعامات کا تذکرہ:

۷۹: اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ (اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے بنائے) پیدا کردیے لَكُمُ الْاَنْعَامَ (تمہارے لیے مواشی) اونٹ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (تاکہ ان میں سے بعض پر تم سواری کرو اور بعض کو ان میں سے کھاتے بھی ہو) تقدیر کلام اس طرح ہے لتر کبوا بعضها و تاکلوا بعضها۔ تاکہ ان میں سے بعض پر سواری کرو اور بعض کو کھاؤ۔

۸۰: وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ (اور تمہارے لئے ان میں اور بھی بہت سے فوائد ہیں) یعنی دودھ اور اون وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ (اور تاکہ تم ان پر اپنے مطلب تک پہنچو جو تمہارے دلوں میں ہے ای لتبلغوا علیها ما تحتاجون الیه من الامور۔ تاکہ ان پر سواری کر کے تم اپنی ضروریات کو پورا کرسکو۔ وَعَلَيْهَا (اور ان چوپاؤں پر) وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ (اور کشتیوں پر تم لدے لدے پھرتے ہو) یعنی صرف چوپاؤں پر فقط سواری نہیں کرتے۔ بلکہ ان پر اور کشتیوں پر خشکی اور سمندر میں سفر کرتے ہو۔

۸۱: وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ (اور تم کو اور بھی نشانیاں دکھلاتا رہتا ہے پس تم اللہ تعالیٰ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے) کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے۔ یہ استفہام انکاری ہے۔

نحو: ایّ یہ تنکرون کی وجہ سے منصوب ہے اور مشہور لغت میں بھی وارد ہے۔ باقی ایّةُ آیات اللّٰہ یہ قلیل الاستعمال ہے۔ کیونکہ مذکر و مؤنث میں فرق ۃ کے ذریعہ اسماء میں ہے صفات میں نہیں۔ باقی رہے حمار، حمارۃ وغیرہ قلیل الاستعمال ہیں اور ایّ میں تو

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا

سو جب انکے پاس ہمارے رسول دلیلیں لے کر آئے تو جو علم انکے پاس تھا اُس کی وجہ سے بڑے اترائے اور ان پر وہ عذاب نازل ہو گیا جس کا

بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٨٣ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا

مذاق بنایا کرتے تھے۔ سو جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے ہم ایمان لائے اللہ پر جو تنہا ہے، اور ہم جن چیزوں کو اللہ کا شریک بناتے تھے

بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝٨٤ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ

ان کے منکر ہیں۔ سو ان کے ایمان نے انکو کچھ نفع نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا، اللہ کی سنت ہے

الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ۝٨٥

جو اس کے بندوں میں گزر چکی ہے اور اس موقع پر کفر کرنے والے خسارہ میں رہ گئے۔

ع ۹ ۱۴

ابہام کی وجہ سے یہ اور بھی غریب تر اور انوکھی بات ہے۔

۸۲: اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ (کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو لوگ ان سے پہلے ہوئے ان کا انجام کیسا ہوا۔ وہ ان سے زیادہ تھے) تعداد کے لحاظ سے وَاَشَدَّ قُوَّةً (اور قوت میں بڑھ کر) تاثیر کے اعتبار سے وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ (اور نشانوں میں جو کہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں) مثلاً محلات، کارخانے فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (پس ان کی کمائی ان کے کچھ بھی کام نہ آئی)

نحو: مَآ اَغْنٰى کا مانافیہ ہے۔

کفار نے علم الٰہی کی بجائے علم دنیا کو ہی نفع بخش خیال کیا:

۸۳: فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ (غرض جب ان کے پیغمبران کے پاس کھلی دلیلیں لے کر آئے تو وہ لوگ اپنے علم پر بڑے نازاں ہوئے جو ان کو حاصل تھا) اس سے مراد امور دنیا کے متعلق ان کی معلومات اور اس کی تدابیر سے واقفیت ہے۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا: يعلمون ظاهرًا من الحياة الدنيا وهم عن الأخرة هم غافلون [الروم: ۷] جب ان کے ہاں انبیاء علیہم الصلوٰت والسلام دینی علوم لائے وہ ان کے علم کے لحاظ سے بہت بعید چیز تھی کیونکہ وہ دنیا کے انکار پر آمادہ کرتے ہیں اور شہوات ولذات سے روکتے ہیں۔ اس لئے ان لوگوں نے ان کی طرف التفات وتوجہ نہ کی اور ان علوم دینیہ کو حقیر قرار دیا اور ان کا استہزاء کیا۔ اور اعتقاد یہ رکھا کہ ان کا علم دنیا ہی سب سے زیادہ نفع بخش اور فائدہ مند ہے۔ اس لئے اس پر اترانے لگے۔ نمبر۲۔ یا ان کے پاس فلاسفہ اور دہریت والا علم تھا۔ پس جب وہ وحی کو سنتے تو اس کو مسترد کر دیتے اور علم انبیاء کو

حقیر قرار دیتے۔

سقراط کی بات:

سقراط کے متعلق ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق سنا! اس کو کہا گیا اگر تم ہجرت کر کے ان کی خدمت میں جاتے تو بہت خوب ہوتا اس نے کہا ہم مہذب لوگ ہیں۔ پس ہمیں کسی ایسے راہنما کی ضرورت نہیں جو ہمیں تہذیب سکھائے۔ نمبر۲۔ مراد یہ ہے کہ وہ رسولوں کے پاس جو علم تھا اس پر مسخری کرتے ہوئے ہنسے اور اس کا مذاق اڑایا۔ گویا اس طرح کہا انہوں نے دلائل سے استہزاء کیا اور جو ان کے پاس علم وحی آیا اس کا مذاق اڑایا۔ اور اس پر ارشاد الٰہی دلالت کر رہا ہے۔ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (اور ان پر وہ عذاب آ پڑا جس کے ساتھ وہ تمسخر کرتے تھے)۔

یا نمبر۳۔ رسولوں کا خوش ہونا مراد ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے جب ان کی جہالت اور حق کے متعلق استہزاء کو دیکھا اور ان کی بدانجامی سامنے آئی اور جو عذاب ان کو جہالت پر پہنچنے والا تھا اس کو جانا تو اس علم پر جو ان کو دیا گیا تھا۔ اس پر خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکریہ ادا کیا اور کفار کو ان کی جہالت واستہزاء کی سزا نے آ گھیرا۔

۸۴: فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا (پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا) باْسنا سے شدتِ عذاب مراد ہے۔ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ (تو کہنے لگے ہم اللہ تعالیٰ جو واحد ہے اس پر ایمان لائے اور ان سب چیزوں سے ہم منکر ہوئے جن کو ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے)

عذاب دیکھ کر ایمان لائے مگر وہ بیکار ثابت ہوا:

۸۵: فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا (پس ان کو ان کا ایمان لانا فائدہ مند نہ ہوا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا) یعنی اس وقت ایمان لانا درست اور ٹھیک نہیں تھا۔ سُنَّتَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ نے اپنا یہی معمول مقرر کیا ہے) یہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی طرح ہے اور اس طرح کے مصادر مؤکدہ یہ فائدہ دیتے ہیں۔ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ (جو اس کے بندوں میں پہلے سے ہوتا چلا آتا ہے) نزولِ عذاب کے وقت کا ایمان غیر مفید ہے اور مکذبین رسل پر عذاب آ کر رہتا ہے۔ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ (اور اس وقت کافر خسارہ میں رہ گئے) هُنَالِكَ یہ ظرف مکان کیلئے آتا ہے۔ مگر یہاں زمان کیلئے استعارۃً استعمال ہوا ہے اور کافر تو ہر گھڑی خسارہ پانے والے ہیں لیکن جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو ان کا خسارہ خود ان کے سامنے واضح ہو جائے گا۔

فوائد: ان آیات میں پے در پے فاء لائے گے ہیں۔ نمبر۱۔ فما اغنیٰ عنھم کی فا کانوا اکثر منھم کے لئے بطور نتیجہ لائی گئی ہے۔ نمبر۲۔ اور فلما جاء تھم کی فا یہ فما اغنی عنھم کیلئے بطور تفسیر و بیان کے ہے جیسے کہتے ہیں۔ رزق زید المال فمنع المعروف فلم یحسن الی الفقراء زید کو مال کیا ملا وہ بھلائی سے رک گیا پس وہ فقراء پر احسان وسخاوت نہیں کرتا۔ اور فلما

راؤا باسنا یہ فلما جاء تھم کے تابع ہے گویا اس طرح کہا: فکفروا فلما راؤا باسنا امنوا۔ پس انہوں نے انکار کیا پھر جب ہمارے عذاب کو دیکھا تو ایمان لائے اور اسی طرح فلم یلک ینفعھم یہ ان کے ایمان کے تابع ہے جب کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دیکھ لیا۔ واللہ اعلم

الحمد للہ سورۂ غافر کا تفسیری ترجمہ نماز عشاء سے قبل آج ۳ صفر المظفر سوموار کی شب تکمیل پذیر ہوا۔

انا طالب المغفرة من الغافر ۱۴۲۳ھ-۲-۳

سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ اَرْبَعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰیَۃً وَّسِتُّ رُکُوْعَاتٍ

سورۂ حم السجدۃ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چون آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۲﴾ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ

حٰمٓ یہ کلام ہے نازل کیا گیا ہے رحمٰن رحیم کی طرف سے یہ کتاب ہے جس کی آیتیں مفصل طریقہ پر بیان کی گئی ہیں یعنی یہ قرآن ہے جو عربی ہے ان لوگوں کے لئے

يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۴﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا

جو جانتے ہیں، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے، سو ان میں سے اکثر لوگوں نے اعراض کیا سو وہ لوگ نہیں سنتے۔ اور انہوں نے کہا جس چیز کی طرف ہمیں

فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ

بلاتے ہیں اس کے بارے میں ہمارے دل پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے، اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ ہے، سو تم کام کیے جاؤ

اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ﴿۵﴾

بیشک ہم کام کرنے والے ہیں۔

۱: حٰمٓ ۔ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ (حم ۔ یہ کلام رحمان رحیم کی طرف سے اتارا) الرَّحِيْمِ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ (جاتا ہے۔ یہ ایک کتاب ہے جس کی آیات صاف صاف) قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (بیان کی گئی ہیں۔ یعنی ایسا قرآن ہے جو عربی ہے ایسے لوگوں کیلئے ہے جو دانشمند ہیں)

۱،۲: حٰمٓ اگر اس کو سورت کا نام قرار دیں تو مبتدأ ہے۔ اور تنزیل اس کی خبر ہے۔ نمبر۲۔ اور اگر اس کو حروف مقطعات میں شمار کرو تو پھر تَنْزِيْلٌ یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے اور کتاب یہ تَنْزِيْلٌ کا بدل ہے یا خبر بعد خبر ہے۔ یا مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ یا تَنْزِيْلٌ مبتدأ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اس کی صفت اور کتاب اس کی خبر ہے۔

تفصیل کا معنی:

۳: كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ الگ الگ کی گئی ہیں اور تفاصیل مختلف معانی میں دی گئی ہے جیسے احکام، امثال، مواعظ، وعدہ، وعید وغیرہ ذلک۔ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا اختصاص و مدح کی بناء پر یہ منصوب ہیں۔ ای ارید بھذاالکتاب المفصل قراٰنا من صفته

کیت و کیت۔ میری مراد اس کتاب مفصل سے قرآن ہے جس کی صفت یہ یہ ہے۔ نمبر۲۔ حال کی بناء پر منصوب ہے۔ ای فُصِّلت آیاته فی حال کونه قرآنا عربیًا اس کی آیات مفصل ہیں۔ اس حال میں کہ وہ قرآن عربی ہے۔ لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ یعنی تم قوم عرب کیلئے وہ ان آیات مفصلہ کو جوان کی طرف اتاری گئیں ان کی زبان عربی سے ان آیات کی تفصیل کردی گئی ہے۔

نحو: لقوم یہ تنزیل سے متعلق ہے۔ یاتنزیل من اللّٰہ لا جلھم یافصلت ایاتہٗ لھم نمبرا۔ یہ جاننے والی قوم کیلئے اتارا گیا۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی خاطر اتارا گیا۔ نمبر۳۔ اس کی آیات کی تفصیل ان کی خاطر کی گئی۔ مگر ظاہر یہ ہے کہ یہ ماقبل اور مابعد کی طرح صفت ہو۔ تقدیر کلام اس طرح ہے: قرآنا عربیا کا ئنا لقوم عرب ، قرآن عربی واقع ہونے والا ہے قوم عرب کیلئے۔

۴: بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا (بشارت دینے والا ہے اور ڈرانے والا ہے)

نحو: یہ دونوں قرآن کی صفات ہیں۔

فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ (پس اکثر لوگوں نے روگردانی کی پھر وہ سنتے ہی نہیں) یعنی آپ کی بات کو قبول ہی نہیں کرتے۔ عرب کہتے ہیں۔ تشفعت الی فلان فلم یسمع قولی ولقد سمعه ولکنه لما لم یقبله ولم یعمل بمقتضاہ۔ میں نے فلاں کے ہاں سفارش کی پس اس نے میری بات نہیں سنی حالانکہ اس نے بات تو سنی ہوتی ہے لیکن قبول نہیں کی ہوتی اور نہ ہی اس کے مقتضیٰ پر عمل کیا ہوتا ہے۔ پس گویا اس نے سنا ہی نہیں۔

انکارِ کفار کی تمثیل:

۵: وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ (اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے دل اس سے پردوں میں ہیں) اکنہ جمع کنان کی ہے: پردے۔ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ (جس بات کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں) یعنی توحید وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّ مِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ (اور ہمارے اور آپ کے درمیان ایک حجاب ہے) حجاب کا معنی پردہ۔ دراصل قبول حق سے ان کے دلوں کے انکار کی یہ تمثیل ہے اور اعتقاد حق کے انکار کو اس تمثیل سے ظاہر کیا گیا گویا ان کے دل پردے اور غلاف سے ڈھنپے ہوئے جو کہ نفوذ حق سے رکاوٹ بن گئے ہیں اور ان کے کان سننے سے انکاری ہیں۔ گویا کہ وہ حق سے بہرے ہو چکے ہیں۔ اور حق و باطل کے راستوں میں کیونکہ بہت بڑا فاصلہ ہے گویا ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک روکنے والے پردہ اور پہاڑ سے زیادہ محفوظ رکاوٹ پڑی ہوئی ہے۔ یا اسی طرح کی روکیں پس اس وجہ سے نہ ملاقات ہے اور نہ ایک دوسرے کو دیکھنا پایا جاتا ہے۔ فَاعْمَلْ (پس آپ اپنا کام کئے جایئے) اپنے دین کے مطابق چلتے رہیے۔ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ (ہم اپنا کام کر رہے ہیں) ہم اپنے دین پر عمل کرنے والے ہیں۔ یا تو ہمارے معاملے کو ختم کرنے کیلئے کوشش کرلو۔ ہم تیرے سلسلہ کو ختم کرنے کیلئے کوشاں ہیں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَىَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ

آپ فرما دیجئے میں تو تمہارے ہی جیسا بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے لہٰذا تم ٹھیک طریقہ پر اسکی طرف متوجہ ہو جاؤ

وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ﴿۶﴾ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ

اور اس سے استغفار کرو، اور ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو شرک کرنے والے ہیں جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے

كٰفِرُوْنَ ﴿۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۸﴾ ع

منکر ہیں، بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں ہے۔

فائدہ مِن:

مِن کے اضافہ کا فائدہ یہ ہے کہ حجاب کی ابتداء ہم سے اور ابتداء تم سے ہے۔ اور درمیان والی مسافت پردے سے گھری ہوئی ہے۔ جس میں کوئی خالی جگہ نہیں۔ اگر اسکے بغیر لایا جاتا تو کلام کا معنی اس طرح ہوتا کہ ایک پردہ دو جہتوں کے درمیان میں پڑنے والا ہے۔

بشر ہونے کی حالت میں وحی کی بناء پر میری نبوت درست ہے:

۶: قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَىَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (آپ فرما دیجئے کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں۔ مجھ پر یہ وحی نازل ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے) یہ کفار کے قول قلوبنا فی اکنۃ کا جواب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے ان کو فرمایا میں فرشتہ نہیں ہوں۔ میں تو تمہارے جیسا انسان ہوں اور میری طرف وحی ہوتی ہے تم پر نہیں۔ بشر ہونے کی حالت میں وحی ہونے کی بناء پر میری نبوت صحیح ہے۔ جب میری نبوت درست ہے تو تم پر میری اتباع ان تمام باتوں میں لازم ہے جو میری طرف وحی کی جاتی ہیں۔ وہ بات یہ ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے۔ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ (پس اسی کی طرف سیدھ باندھ لو) توحید و اخلاصِ عبادت کے ذریعے اس کی طرف متوجہ ہو۔ دائیں بائیں مت جاؤ۔ اور نہ ہی ان کی طرف توجہ دو جو شیطان تمہارے سامنے مزین کر کے پیش کرتا ہے کہ دوسروں کو شفعاء اور کارساز بنا لو۔ وَاسْتَغْفِرُوْهُ (اور اس سے معافی مانگو) شرک سے وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ (اور ایسے مشرکین کیلئے بڑی خرابی ہے)

زکوٰۃ کو کفر کے ساتھ جمع کرنے کی وجہ:

۷: الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (جو زکوٰۃ نہیں دیتے) ان کا وجوب زکوٰۃ پر ایمان نہیں اور نہ ہی اس کو ادا کرتے ہیں یا وہ افعال نہیں کرتے جس سے وہ پاک ہو جائیں اور وہ فعل ایمان ہے۔ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ (اور وہ آخرت کے منکر ہیں) یعنی بعث و ثواب اور عقاب کے هُمْ كٰفِرُوْنَ (اور وہ آخرت کے منکر ہی رہتے ہیں)

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ

آپ فرما دیجئے کیا تم ایسی ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا فرمایا اور تم اسکے لئے شریک تجویز کرتے ہو،

ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۹ وَ جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِیْهَا وَ قَدَّرَ فِیْهَاۤ

وہ سارے جہانوں کا رب ہے۔ اور اس نے زمین میں پہاڑ بنا دیے جو اس کے اوپر موجود ہیں اور اس نے زمین میں برکت دی، اور اس نے زمین میں اسکی

اَقْوَاتَهَا فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ ۝۱۰ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ وَ هِیَ

غذائیں مقرر کر دیں چار دن میں، یہ پورے ہیں پوچھنے والوں کے لئے، پھر اس نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی اس حال میں کہ وہ

دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ ۝۱۱

دھواں تھا سو اس نے آسمان اور زمین سے فرمایا تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے، دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی کے ساتھ حاضر ہیں،

فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ اَوْحٰی فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَیَّنَّا السَّمَآءَ

سو اس نے دو دن میں سات آسمان بنا دیئے اور ہر آسمان میں اس کے مناسب حکم بھیج دیا، اور ہم نے قریب والے آسمان کو ستاروں سے

الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ ۖۚ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝۱۲

زینت دے دی اور حفاظت کی چیز بنا دی یہ تقدیر ہے عزیز کی علیم کی۔

یہاں کفر کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ کو کفر بالآخرت کے ساتھ جمع کر دیا کیونکہ انسان کی محبوب ترین چیز اس کا مال ہے اور یہ مال انسانی روح کا ہم جولی ہے جب مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتا ہے تو یہی اس کی استقامت کی پختہ دلیل ہوتی ہے اور اس کے صدق نیت کو ظاہر کرتی اور خالص فرمانبرداری کو نمایاں کرتی ہے مؤلفۃ القلوب کو دنیا کی چسک نے دامن اسلام میں پرو دیا۔ اس مال سے ان کی عصبیت محبت میں اور اندرونی کینہ خلوص نیت میں بدل گیا بنوحنیفہ نے زکوٰۃ روک کر ارتداد کی راہ اختیار کر لی۔ غرضیکہ اس آیت میں ایمان والوں کو ادائیگی زکوٰۃ پر آمادہ کیا گیا اور عدم ادائیگی سے سخت ڈرایا گیا ہے۔

غیر منقطع اَجر:

۸: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ (جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کے لئے ایسا اجر ہے جو منقطع ہونے والا نہیں) ممنون منقطع کو کہتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کے متعلق اتری جو اپاہج، بیمار، انتہائی بوڑھے ہیں کہ جب وہ عجز کی عمر تک پہنچ جائیں تو ان کے صحت و جوانی میں کیے جانے والے اعمال کا بدلہ اسی طرح لکھا جاتا ہے۔ (احادیث میں یہ مضمون کثرت سے وارد ہے۔ مترجم)

نمونہ ہائے قدرت نہ آسمان وزمین کی تخلیق:

۹: قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ (کہہ دیجئے کیا تم ایسے اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دوروز میں پیدا کر دیا) یومین سے اتوار اور سوموار مراد ہیں۔مخلوق کو حوصلہ وترتیب کی تعلیم دینے کیلئے اور اگران کوایک لحظہ میں پیدا کرنا چاہتا تو کرسکتا ہے۔وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا (اور تم اس کے شریک بناتے ہو) شریک اور مشابہ ذٰلِكَ (یہ) جس نے ماسبق مخلوق بنائی رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (سارے جہاں کا رب ہے) تمام موجودات کا خالق ہے اور انکا مالک ومربی ہے۔

پہاڑوں کو گاڑ دیا:

۱۰: وَجَعَلَ فِیْهَا (اور اس نے زمین میں بنادیئے) رَوَاسِیَ (قائم رہنے والے پہاڑ) مِنْ فَوْقِهَا (اس کے اوپر) اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو زمین کے اوپر گاڑا تاکہ پہاڑوں کے منافع طلب گاروں کے لئے ظاہر ہوں اور تاکہ یہ بھی انسان دیکھ لے کہ یہ پہاڑ بوجھ پر بوجھ ہے اور ہر ایک ان میں سے ایک ایسی ذات کا محتاج ہے جو ان کو تھامے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات مبارکہ ہے۔وَبٰرَكَ فِیْهَا (اور فائدے کی چیزیں رکھ دیں) یعنی پانی، کھیتی اور درخت وثمر سے برکت دی۔وَقَدَّرَ فِیْهَاۤ اَقْوَاتَهَا (اور اس میں اس کی غذائیں تجویز کردیں) اقوات سے مراد اہل زمین کے رزق اور جن چیزوں پر ان کی معیشت اور درستی کا دارومدار ہے۔

تقسیم اقوات......قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

ابن مسعودؓ نے وقسم فیھا اقواتھا پڑھا ہے۔

فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ (چار دنوں میں) دونوں کے تتمہ کے طور پر عرب کہتے ہیں سرت من البصرة الی بغداد فی عشرة والی الکوفة فی خمسة عشر مطلب یہ ہوتا ہے یہ پندرہ دن کا تتمہ ہے گویا کل پندرہ ہوئے اور یہ فرض کرنا ضروری ہے کیونکہ اگر اس کو تسلیم نہ کریں اور ظاہر پر جاری کریں تو یہ آٹھ دن بن جائیں گے کیونکہ پہلے فرمایا خلق الارض فی یومین پھر فرمایا: وقدر فیھا اقواتھا فی اربعة ایام پھر فرمایا فقضٰھن سبع سمٰوٰتٍ فی یومین۔پس یہ فی ستة ایام کے مخالف ہو جائے گا۔اور حدیث جس کو مسند احمد ۲/۳۲۷ اور مسلم ۲۷۸۹ نے نقل کیا ہے ان اللّٰہ تعالیٰ خلق الارض یوم الاحد والاثنین و خلق الجبال یوم الثلثاء و خلق یوم الاربعاء الشجر والماء والعمران و الخراب و ذلك اربعة ایام و خلق یوم الخمیس السماء وخلق یوم الجمعة النجوم والشمس والقمر والملائکة و خلق آدم علیه السلام فی آخر ساعة من یوم الجمعة۔

ایک قول یہ ہے یہ وہ گھڑی ہے جس میں قیامت قائم ہوگی۔سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ (پوچھنے والوں کیلئے یہ پورے ہیں)

قراءت: یعقوب نے ایام کی صفت قرار دے کر سواءٍ پڑھا۔یعنی پورے چار دنوں میں۔یزید نے سواءٌ پڑھا ای ھی سواء وہ برابر ہیں۔دیگر قراء نے سواء کو نصب کے ساتھ استوت کا مصدر پڑھا ہے۔ای استواءً یا حال کی بناء پر منصوب پڑھا ہے۔

للسائلین نمبرا۔ یہ قدر کے متعلق ہے مطلب یہ ہے کہ اس نے طالبین محتاجین کیلئے اقوات کو مقدر کر دیا۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک قوت کو طلب کرتا ہے اور مانگتا ہے یا نمبر۲۔ محذوف کے متعلق ہے گویا اس طرح فرمایا یہ شمار وگنتی اس شخص کیلئے ہے جو یہ سوال کرے کہ زمین کتنے عرصہ میں بنی اور اس میں جو کچھ ہے وہ کتنے دنوں میں تیار ہوا۔

تخلیق سماء:

۱۱: ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآىٕعِیْنَ (پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور وہ دھواں سا تھا۔ پس اس نے زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے دونوں نے عرض کیا ہم خوشی سے حاضر ہیں) یہ اللہ تعالیٰ کے آسمان کو بنانے اور جیسا چاہا اس طرح ایجاد کرنے کو مجاز کے انداز ے سے بیان فرمایا جیسا محاورہ عرب ہے۔ فعل فلان کذا ثم استوی الی عمل کذا۔ اس سے انکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس نے اول کو مکمل کیا اور دوسرے کی ابتداء کی۔

نکتہ نمبرا: اس آیت سے یہ بات سمجھ آرہی ہے کہ آسمان کی تخلیق زمین کی تخلیق کے بعد ہے اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے۔ اور انہی کا قول ہے کہ اول اللہ تعالیٰ نے ایک جوہر پیدا فرمایا جس کا طول وعرض ایک لاکھ سال کی مسافت کے برابر تھا۔ پھر اس کی طرف رعب کی نگاہ سے دیکھا تو وہ پگھل گیا اور حرکت بے قراری میں آگیا پھر اس میں سے کچھ دھواں اڑا جب اس پر آگ کو مسلط کیا۔ پس وہ بلند ہوا اور جمع ہو کر پانی پر جھاگ سا بن گیا۔ اس جھاگ سے زمین اور دھوئیں سے آسمان بن گیا۔

نکتہ نمبر۲: آسمان وزمین کو اتیان کا حکم دینے اور ان دونوں کے امتثال کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو بنانے کا ارادہ فرمایا۔ دونوں نے اس میں ذرا رکاوٹ نہ ڈالی اور وہ اسی طرح پائے گئے جیسے ارادہ فرمایا تھا۔ وہ دونوں اس سلسلہ میں مطیع خادم کی طرح تھے جبکہ اس کو کسی قابل اطاعت بات کے کرنے کا حکم ملے۔

نکتہ نمبر۳: آیت میں آسمان کے ساتھ زمین کو بھی امر اتیان میں ذکر کیا گیا حالانکہ زمین تو دو دن آسمانوں سے پہلے بنی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وجود ارض کی پیدائش تو پہلے ہی ہے البتہ زمین کو بچھایا نہیں گیا تھا۔ آسمان کی پیدائش وتکمیل کے بعد زمین کو بچھایا گیا ہے جیسا کہ فرمایا والارض بعد ذلك دحٰها [النازعات:۳۰] حاصل مطلب یہ ہے کہ تم دونوں اسی طرح آؤ جیسا مناسب شکل وصف کے ساتھ تمہارا آنا ہے اے زمین تم بچھ کر اپنے رہنے والوں کیلئے قرار اور بچھونا بن جاؤ اور اے آسمان تم جھک کر ان کیلئے چھت بن جاؤ۔ الاتیان کا معنی اصول ووقوع ہے جیسا تم کہو گے اتی عمله مرضیا اس نے اپنا کام خوش اسلوبی سے کر دیا۔

تاثیر قدرت:

طوعا او کرھا سے آسمان وزمین میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی تاثیر کو بیان کرنا ہے اور یہ ظاہر کرنا ہے کہ قدرت کی تاثیر سے ان کا بچے رہنا ناممکن ہے جیسا کہ تم اپنے ماتحت کو کہو۔ لتفعلن ھذا شئت او ابیت ولتفعلنه طوعا او کرھا کہ تمہیں چار ونا چار یہ ضرور کرنا پڑے گا۔

نحو: یہ دونوں حال کی وجہ سے منصوب ہیں۔اس وقت یہ دونوں طائعین کے معنی میں یامکرھتین کے معنی میں ہونگے۔
نکتہ: یہاں لفظ کالحاظ کر کے طایعتین نہیں کہا اور نہ ہی معنی کالحاظ کر کے طائعات کہا کیونکہ وہ دونوں سموات اور ارضون تھے (جمع مؤنث سالم اور جمع مذکر سالم) کیونکہ جب ان کو مخاطب اور مجیب بنایا گیا تو اس کالحاظ کر کے طوعا اور کرھا ان کی صفت ذکر کی گئی۔ایک قول یہ ہے طائعین یہ طائعات کی جگہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں سجدین کا لفظ سورۂ یوسف آیت نمبر۴۔

سات آسمان بنائے:

۱۲: فَقَضٰهُنَّ (پس ان کو بنا دیا) ان کی تخلیق کو پختہ کیا جیسا کہ شاعر کا قول ہے۔وعلیھما مسرودتان قضاھما اس میں قضی پختہ کرنے کے معنی میں ہے۔ان دونوں پر دو زر ہیں ہیں پختہ کی ہوئی۔
نحو: ھُنَّ ضمیر آسمان کی طرف راجع ہے کیونکہ سماء جنس ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ ضمیر مبہم ہو اور اس کی تفسیر سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ہو دونوں حالتوں میں منصوب ہے مگر نصب کی وجہ اول صورت میں حال بنتا ہے اور دوسری صورت میں تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔
فِیْ یَوْمَیْنِ (دو دنوں میں) جمعرات اور جمعہ وَاَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَھَا (اور ہر آسمان میں اس کے مناسب اپنا حکم بھیج دیا) امرھا سے مراد جو حکم اس میں چلانا مناسب تھا۔اور اس کا ملائکہ اور آگ وغیرہ کی تخلیق کی تدبیر فرمانا ہے۔وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا (اور ہم نے آسمانِ دنیا کو مزین کیا) الدنیا سے مراد زمین کے قریب والا بِمَصَابِیْحَ (ستاروں سے) وَحِفْظًا (اور اس کی حفاظت کی) اور آسمانِ دنیا کی کواکب کے ذریعہ استرقاقِ شیاطین سے حفاظت کی۔ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ (یہ تجویز ہے زبردست واقف الکل کی) جو غالب ہے مغلوب نہیں۔الْعَلِیْمِ (امور کے مواقع سے واقف ہے)

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ ﴿١٣﴾ إِذْ جَاءَتْهُمُ

پھر اگر وہ اعراض کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میں تمہیں ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسی آفت عاد و ثمود پر آئی جبکہ ان کے پاس

الرُّسُلُ مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللّٰهَ قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا

ان کے آگے سے اور پیچھے سے رسول آئے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو انہوں نے کہا کہ اگر ہمارا رب چاہتا

لَأَنزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَإِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كٰفِرُونَ ﴿١٤﴾ فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ

تو فرشتے نازل فرما دیتا سو بلاشبہ ہم اس چیز کے منکر ہیں جو تم دے کر بھیجے گئے ہو، پھر وہ لوگ جو عاد والے تھے انہوں نے زمین میں

بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ

ناحق تکبر کیا کہنے لگے کہ قوت میں ہم سے زیادہ کون ہے کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جس ذات نے انہیں پیدا فرمایا وہ قوت میں

مِنْهُمْ قُوَّةً وَكَانُوا بِآيٰتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿١٥﴾ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ

ان سے زیادہ ہے اور وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے، سو ہم نے انکے اوپر منحوس دنوں میں تیز ہوا

نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزٰى

بھیج دی تاکہ ہم انہیں دنیا والی زندگی میں ذلت کا عذاب چکھا دیں، اور یہ بات واقعی ہے کہ آخرت کا عذاب اس سے بڑھ کر رسوائی والا ہے

وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ ﴿١٦﴾ وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَأَخَذَتْهُمْ

اور انکی مدد نہ کی جائے گی، اور وہ لوگ جو قوم ثمود والے تھے سو ہم نے انہیں ہدایت دی تو انہوں نے ہدایت کے مقابلہ میں اندھے پن کو پسند کیا سو انہیں عذاب کی

صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٧﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا

آفت نے پکڑ لیا جو سراپا ذلت تھا انکی بدکرداریوں کی وجہ سے، اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دے دی جو ایمان لائے اور ڈرا

يَتَّقُونَ ﴿١٨﴾

کرتے تھے۔

۱۳: فَإِنْ أَعْرَضُوا (پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں) یعنی اس وضاحت کے بعد ایمان سے اعراض کریں۔ فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ (تو آپ کہہ دیجئے میں تم کو ڈراتا ہوں) صٰعِقَةً (ایسی آفت سے) سخت واقع ہونے والا عذاب گویا کہ وہ صاعقہ ہے۔ صاعقہ وہ گرج جس کے ساتھ آگ ہو۔ مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُودَ (جیسی آفت عاد و ثمود پر آئی تھی)

۱۴: اِذۡ جَآءَتۡهُمُ الرُّسُلُ مِنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمِنۡ خَلۡفِهِمۡ (جب ان کے پاس ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی رسول آئے) یعنی ہر طرف سے آئے اور انہوں نے ان کے ایمان کے سلسلہ میں ہر حیلہ اختیار کیا۔ مگر ان کی طرف سے اعراض ہی نظر آیا۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

انبیاء علیہم السلام نے ان کو پہلی امتوں میں پیش آنے والے واقعات اور عذاب آخرت سے ڈرایا۔

نحو: ان بمعنی ای ہے۔ یا مخففہ من المثقلہ ہے اس کی اصل بانّہ ہے۔ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ قَالُوۡا (کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے تم اور کسی کو مت پوجو۔ انہوں نے جواب دیا) یعنی قوم نے لَوۡ شَآءَ رَبُّنَا (اگر ہمارے پروردگار کو منظور ہوتا) کہ وہ رسول بھیجے۔

نحو: شاء کا مفعول محذوف ہے۔

کیونکہ تم فرشتے نہیں پس ہم ایمان نہیں لاتے:

لَاَنۡزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ (تو فرشتوں کو بھیجتا۔ پس ہم اس سے بھی منکر ہیں جس کو دے کر تم بھیجے گئے ہو) اس کا معنی یہ ہے پس جبکہ تم بشر ہو اور ملائکہ نہیں ہو۔ تو ہم تم پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اس پر جو حق تم دے کر بھیجے گئے ہو۔ بما ارسلتم بہٖ یہ اقرار رسالت نہیں۔ بلکہ یہ کلام رسولوں کے کلام پر بطور تمسخر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرعون نے کہا تھا ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون [الشعراء: ۲۷] اور یہ ہود و صالح اور تمام انبیاء علیہم السلام کو ان کے زمانہ والے کفار نے جن کو ایمان کی دعوت دی گئی تھی یہ جواب دیا۔

نمائندۂ قریش عتبہ بن ربیعہ:

روایت میں ہے کہ قریش نے عتبہ بن ربیعہ کو روانہ کیا تا کہ وہ حضور علیہ السلام سے بات کرے یہ ان میں عمدہ بات کرنے والا تھا۔ وہ اس وقت آپ کو ملا جب آپ حطیم میں تشریف فرما تھے۔ اس کے ہر سوال کا آپ ﷺ نے جواب دیا۔ پھر آپ نے ان کے سامنے سورۂ فصلت کی آیات مثل صاعقة عاد و ثمود تک تلاوت فرمائیں تو عتبہ نے قرآن سن کر آپ کو رحم کا واسطہ دیا۔ اور آپ کے منہ پر خوف زدہ ہو کر ہاتھ رکھ لیا کہ کہیں اس پر ابھی عذاب کا کوڑا نہ برس پڑے۔ عتبہ نے واپس آ کر قریش کو کہا میں سحر، شعر سب کو جانتا ہوں۔ اللہ کی قسم وہ نہ سحر ہے نہ شعر۔ قریش نے کہا تو بھی صابی ہو گیا۔ کیا تو نے اس کی کوئی بات سمجھی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اور نہ ہی مجھے اس کے جواب کی کوئی صورت نظر آئی۔ پس عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کہنے لگے یہ کیفیت اس لئے طاری ہوئی تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ یہ کلام رب العالمین ہے۔

ربط: پھر عاد و ثمود پر صاعقۂ آسمانی کی وضاحت کی۔

عاد کا قوت پر گھمنڈ:

۱۵: فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (پھر وہ جو عاد کے لوگ تھے۔ وہ دنیا میں ناحق تکبر کرنے لگے) انہوں نے ایسی چیزوں سے اپنی بڑائی دوسروں پر جتلائی جس کے وہ حقدار نہ تھے۔ اور طاقت اور جسامت اور حکومت پر بلا استحقاق زبردستی قابض ہوگئے۔ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً (اور کہا وہ کون ہے جو طاقت میں ہم سے زیادہ ہے) ان کے اجسام بڑے بڑے اور ڈیل ڈول بڑے تھے۔ ان کی قوت یہاں تک پہنچی تھی کہ آدمی پہاڑ سے چٹان اکھاڑ لیتا۔ اَوَلَمْ يَرَوْا (کیا ان کو یہ نظر نہ آیا) کیا ان کو اس طرح کا علم نہ ہوا جو آنکھوں دیکھے کی طرح ہو۔ اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً (کہ جس اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ ہے) ان سے زیادہ قدرت والا ہے۔ کیونکہ اس کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔ اور ان لوگوں کو بعض چیزوں پر اس کے طاقت دینے سے قابو ملا ہے۔ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ (وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے) اس کا فاستکبروا پر عطف ہے۔ یعنی وہ جانتے تھے کہ وہ حق ہے لیکن انہوں نے اس کا انکار کر دیا جیسا وہ شخص جس کے پاس امانت رکھی جائے امانت کا انکار کرتا ہے۔

بادِ صرصر سے ہلاکت:

۱۶: فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا (پس ہم نے ان پر ایک ہوائے تند بھیجی) تیز آندھی جس سے صرصراہٹ کی آواز تھی۔ یا ٹھنڈی ہوا جو اپنی سردی کی شدت سے ہر چیز کو جلاتی تھی۔ الصرّ ٹھنڈک' پالا۔ اسی کو رباعی پر لے جایا گیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ پچھم ہے۔ فِيْ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ (ایسے دنوں میں جو منحوس تھے) ان کے لئے منحوس تھے۔

قراءت: مکی، بصری، نافع نے نَحْسَاتٍ پڑھا ہے۔ یہ نَحِسَ نَحَسًا سعد سعدًا کی نقیض وعکس ہے اور ھو نَحِسٌ کہا جاتا ہے۔ البتہ نَحْسٌ یا نَحِسٌ کو تخفیف سے پڑھتے ہیں یا یہ مستقل فعلٌ کے وزن پر صفت کا صیغہ ہے یا مصدر کو صفت کے معنی میں استعمال کر لیا یہ آخر شوال میں بدھ سے اگلے بدھ تک تھے۔ جتنی اقوام کو عذاب دیا گیا وہ بدھ ہی کا دن تھا۔

لِنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (تاکہ ہم ان کو اس دنیوی زندگی میں رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھائیں) عذاب کی نسبت خزیٌ کی طرف کی گئی ہے۔ اور الخزی، ذلت کو کہتے ہیں اور یہاں عذاب کی صفت کے طور پر لائے ہیں۔ گویا اس طرح کہا عذاب خزیٌ جیسا کہ تم برے کام کو کہتے ہو فعل السوء مراد اس سے الفعل السیئ ہوتا ہے اس پر آیت کا اگلا حصہ دلالت کر رہا ہے۔ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى (اور آخرت کا عذاب اور زیادہ رسوائی کا سبب ہے) یہ اسناد مجازی ہے اور عذاب کی صفت الخزی لانا یہ ان کی صفت الخزی بیان کرنے سے زیادہ بلیغ ہے۔ تمہارے ان دو اقوال میں بڑا فاصلہ ہے ھو شاعر نمبر۲۔ ولہ شعر شاعر۔ وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ (اور ان کو مدد نہ پہنچے گی) ان بتوں کی طرف سے جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔ اسی امید پر کہ وہ ان کی امداد کریں گے۔

ثمود کا اندھا پن:

۱۷: وَاَمَّا ثَمُوْدُ (اور وہ جو ثمود تھے)

نحو: ثمودُ کو مرفوع پڑھنا ابتداء کی وجہ سے زیادہ فصیح ہے اس لئے کہ یہ حرف ابتداء کے بعد واقع ہے۔ فَهَدَيْنٰهُمْ (سو ہم نے انہیں ہدایت دی) اور خبر فهدیناهم ہے اور منصوب پڑھنے کی صورت میں فعل مضمر ہے جس کی تفسیر فهدینا هم کر رہا ہے۔ معنی یہ ہوا ہم نے ہدایت ان کے سامنے کھول کر بیان کردی۔ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى (پس انہوں نے گمراہی کو بمقابلہ ہدایت کے پسند کیا) کفر کو ایمان پر ترجیح دی۔ فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ (پس ان کو عذاب کی آفت نے پکڑ لیا) صاعقہ عذاب کی بڑی مصیبت۔ الْهُوْنِ (سراپا ذلت) ذلت کو عذاب کی صفت بطور مبالغہ قرار دیا گیا یا عذاب کو ذلت سے بدل دیا۔ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے) اور وہ کسب ان کا شرک اور معاصی تھے۔

شیخ ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ کا قول (معنی ہدایت کی وضاحت):

ہدایت مذکور کا معنی ممکن ہے کہ یہاں تبیین وضاحت ہو جیسا کہ ہم نے بیان کردیا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد اہتداء کا ان میں پیدا کرنا ہو۔ پس وہ اس کی بناء پر مھتدین ہوئے پھر انہوں نے اس کے بعد کفر کیا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہدایت کی اضافت جب خالق کی طرف کی جائے تو وہ توفیق بیان کے معنی میں آتی ہے۔ اور اسی طرح فعل اہتداء کے پیدا کرنے کے معنی میں استعمال ہوتی ہے۔ رہی ہدایت کی نسبت جب مخلوق کی طرف ہو تو وہ صرف بیان کے معنی میں ہی ہوتی ہے اور کوئی معنی نہیں ہوتا۔

صاحب کشاف رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اگر تم کہو کیا تمہارے قول هَدَيْتُهٗ کا یہ معنی نہیں۔ ای حصّلت فيه الهدٰى؟ میں نے اس کو ہدایت کی طرف پھیر دیا۔ اور اس کی دلیل تمہارا یہ قول ہے هديته فاهتدٰى اس کا معنی مقصد و مراد کا حصول ہے جیسا کہ تم نے کہا ردعته فارتدع میں نے اس کو ہٹایا وہ ہٹ گیا۔ پھر اس کا استعمال فقط دلالت میں کیسے کرلیا گیا؟ تو جواب یہ ہے کہ یہ اس دلالت کی وجہ سے کہ ان کو اختیار و قدرت دی اور اس کے اسباب کو واضح کردیا اور ان کے لئے کوئی عذر نہ چھوڑا گویا مقصد کو لازم کرنے والے اسباب مہیا کرنے کی وجہ سے ہدایت بذاتہ ان کو مہیا کردی۔ اس کے تقاضے پورے کرنے کے بعد گویا ہدایت خود دے دی۔

نکتہ: اس نے اس بات کو خواہ مخواہ لمبا کھینچا۔ کیونکہ اس کو یہ موقعہ نہ مل سکا کہ اس آیت کی تفسیر خلق اہتداء سے کرے۔ کیونکہ وہ اس کے اپنے مذہب اعتزال کے مخالف ہے۔

۱۸: وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اور ہم نے انکو نجات دی جو ایمان لائے) جنہوں نے ہدایت کو گمراہی کے مقابلے میں چن لیا ہم نے انکو اس صاعقہ سے بچالیا۔ وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (اور وہ ڈرتے تھے) اس بات سے کہ وہ اندھے پن کو ہدایت کے مقابلے میں منتخب کریں۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ

اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف جمع کئے جائیں گے پھر وہ روکے جائیں گے یہاں تک کہ جب دوزخ کے پاس آ جائیں گے تو ان کے

عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ

کان اور آنکھیں اور کھالیں ان کے خلاف ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے

شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۭ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ

ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ جواب میں کہیں گے کہ ہمیں اللہ نے بولنے والا بنا دیا جس نے ہر چیز کو بولنے والا بنایا ہے اور اس نے تمہیں پہلی بار پیدا

مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَاۤ

فرمایا اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور تم اس وجہ سے پوشیدہ نہیں ہوتے تھے کہ تمہارے کان اور تمہاری

اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں گے اور لیکن تم نے یہ خیال کیا تھا کہ اللہ بہت سے ان اعمال کو نہیں جانتا جنہیں تم کرتے ہو،

تذکرہ حشر:

۱۹: وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ (جس دن اللہ تعالیٰ کے دشمن آگ کی طرف جمع کر کے لائے جائیں گے) اعداء اللہ سے کفار مراد ہیں جو اولین وآخرین میں سے ہونگے۔

قراءت: نافع اور یعقوب نے نَحْشُرُ پڑھا ہے۔

فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ (پھر وہ روکے جائینگے) ان کے اول شخص کو پچھلے کی آمد تک روک لیا جائے گا۔ دراصل اس تعبیر سے ان کی کثرت تعداد بیان کرنا مقصود ہے۔ یہ اصل میں وزعته ای کففته سے ہے یعنی میں نے اس کو روکا سے لیا گیا۔

اعضاء کی شہادت:

۲۰: حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا (یہاں تک کہ وہ جب اس کے قریب آ جائیں گے) اس کے بالکل سامنے پہنچ جائیں گے۔

ما یہ زائدہ ہے جو تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ آگ کی طرف ان کی آمد لازماً ان کی شہادت کے وقت میں ہوگی اس سے خالی ہونے کا مطلب ہی نہیں۔ شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (تو ان کے کان اور آنکھیں اور ان کی کھالیں ان پر ان کے اعمال کی گواہی دیں گی) جلود کھالوں کی مس بالحرام کے متعلق گواہی مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے یہ

شرمگاہوں سے کنایہ ہے۔

۲۱: وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا (اور وہ لوگ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف میں کیوں گواہی دی) ان کی مخالفت گواہی سے معاملہ ان پر بھاری ہو جائے گا۔ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ (وہ جواب دیں گے کہ ہم کو اس نے گویائی دی جس نے ہر چیز کو گویائی دی) ہر چیز یعنی حیوانات میں سے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بولنا کوئی عجیب نہیں اس لئے کہ اس کو ہر چیز کے گویائی دینے کی قدرت ہے۔ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (اور اس نے تم کو اول مرتبہ پیدا کیا تھا۔ اور اسی کے پاس پھر لائے جاؤ گے) یعنی وہ تمہارے پہلی مرتبہ پیدا کرنے پر جس طرح قدرت رکھتا ہے اسی طرح تمہارے اعادے اور اپنی بارگاہ میں جزاء کیلئے لوٹانے پر قدرت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے متعلق بدگمانی:

۲۲: وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ (اور تم اس بات سے تو اپنے کو چھپا ہی نہ سکتے تھے کہ تمہارے کان اور آنکھیں اور کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں) تم دیواروں سے پردہ کرتے یعنی پردے ڈالتے جب فواحش کا ارتکاب کرتے اور تمہارا یہ چھپنا اس ڈر سے نہ تھا کہ تمہارے اعضاء تمہارے خلاف گواہی دیں گے۔ کیونکہ تمہیں اپنے خلاف ان کی شہادت کا علم نہ تھا۔ بلکہ تم تو زور سے بعث بعد الموت کے بھی انکاری تھے۔ اور جزاء کے بالکل قائل ہی نہ تھے۔ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ (لیکن تم اس گمان میں رہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے اعمال کی خبر بھی نہیں رکھتے) تم نے ان سے اس وجہ سے پردے ڈالے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے اعمال سے واقف ہی نہیں اور وہ وہی مخفی اعمال ہیں۔

وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِىْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ

اور تمہارا یہ گمان جو تم نے اپنے رب کے بارے میں کیا اس نے تمہیں ہلاک کر دیا، سو تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے، سو اگر

يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَيَّضْنَا

صبر کریں تو آگ ٹھکانہ ہے ان کے لئے، اور اگر راضی کرنا چاہیں تو ان کی درخواست قبول نہیں کی جائے گی، اور ہم نے ان کے لئے

لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ

ساتھیوں کو مسلط کر دیا سو انہوں نے انکے لئے ان چیزوں کو مزین کر دیا جو انکے آگے اور پیچھے ہیں اور ان پر بات ثابت ہو گئی

فِىْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع

ان جماعتوں میں شامل ہو کر جو ان سے پہلے جنات میں سے اور انسانوں میں سے گزر چکی ہیں بیشک وہ خسارہ والے ہیں۔

۳
ع ۷
۱۷

۲۳: وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِىْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ (اور تمہارے اس گمان نے جو تم نے اپنے رب کے متعلق کیا تھا تم کو برباد کر دیا) یہی تو وہ گمان ہے جس نے تمہیں ہلاک کیا۔

نحو: نمبر۱۔ ذٰلکم مبتدأ اور ظَنُّكُمْ اس کی خبر ہے۔ الذی ظننتم یہ خبر کی صفت ہے۔ اردٰکم دوسری خبر ہے۔ نمبر۲ ظنکم یہ ذٰلکم کا بدل ہے اور مبتدأ ہوا اور اردٰکم خبر ہے۔ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ (پھر تم خسارہ میں پڑ گئے)

صبر وعذر سب بے فائدہ:

۲۴: فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ (پس اگر یہ لوگ صبر کریں تب بھی دوزخ ان کا ٹھکانہ ہے) یعنی اگر یہ صبر کریں تو وہ ذرہ بھر سود مند نہیں۔ اس کی وجہ سے وہ آگ کی قرارگاہ سے آزادی نہیں پا سکتے۔ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ (اور اگر وہ عذر پیش کرنا چاہیں گے تو بھی مقبول نہ ہوگا) اگر وہ رضا طلب کریں تو ان سے رضا قبول نہ کی جائے گی۔ یا نمبر۲۔ اور اگر وہ طلب رضامندی کا موقعہ چاہیں گے۔ تو وہ بھی ان کو میسر نہ کیا جائے اور ان کی بات اس سلسلہ میں قبول نہ کی جائے گی۔

مکہ والے بھی عذاب کے مستحق ہو چکے:

۲۵: وَقَيَّضْنَا لَهُمْ (اور ہم نے ان کے لئے مقرر کر دیئے) مشرکین مکہ کیلئے مقرر کر دیئے۔ عرب کہتے ہیں ھذان ثوبان قیضان ای مثلان۔ یہ دونوں کپڑے مماثل ہیں۔ المقایضہ معاوضہ کو کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے ہم نے ان پر مسلط کر دیے۔ قُرَنَآءَ (ساتھ دینے والے) شیاطین میں سے دوست۔ قرناء جمع قرین کی ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض له شیطاناً فهو له قرین (زخرف۔۳۶) فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ (پس انہوں نے ان

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ۝٢٦

اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ اس قرآن کو مت سنو اور اسکے درمیان شور مچایا کرو، شاید تم غالب رہو،

فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا

سو جن لوگوں نے کفر کیا ہم انہیں ضرور ضرور سخت عذاب چکھا دیں گے اور ضرور ضرور انہیں برے کاموں کی سزا دیں گے جنہیں وہ

يَعْمَلُوْنَ ۝٢٧ ذٰلِكَ جَزَاۗءُ اَعْدَاۗءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَاۗءًۢ

کیا کرتے تھے۔ یہ سزا ہے اللہ کے دشمنوں کی جو آگ ہے، ان کے لئے اس میں ہمیشہ کا رہنا ہے اس بات کے بدلہ میں

بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝٢٨ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ

کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے، اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار جنات میں سے اور انسانوں میں سے

اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ۝٢٩

جن لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا ہم کو انہیں دکھا دیجئے ہم انہیں اپنے قدموں کے نیچے کرلیں تاکہ یہ دونوں گروہ خوب زیادہ ذلیلوں میں سے ہو جائیں،

کے اگلے پچھلے اعمال ان کی نظر میں مستحسن کرر کھے تھے) بین ایدیھم سے وہ اعمال جو پہلے کر چکے اور ماخلفھم سے جن کا وہ عزم رکھتے ہیں۔ یا نمبر۲۔ مابین ایدیھم سے دنیا کے امور اور اتباع شہوات اور ماخلفھم سے امر آخرت مراد ہے اور یہ کہ نہ بعث ہے اور نہ حساب وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ (اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کا قول پورا ہو کر رہا) وہ عذاب والی بات ہے۔ فِيْٓ اُمَمٍ (ان لوگوں کے ساتھ) ان من جملہ امتوں میں۔ نحو: علیھم کی ضمیر سے یہ حال ہونے کی وجہ سے محلًا منصوب ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے حق علیھم القول کا ئنین فی جملة امم ان پر بات پوری ہوگئی اس حال میں کہ وہ بھی ان امتوں سے ہو جانے والے تھے۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ (جو ان سے پہلے ہو گزریں)

نحو: ھمؔ سے مراد اہل مکہ ہیں۔

مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ (جنات وانس میں سے بیشک وہ خسارہ میں رہے) اس میں ان کے استحقاقِ عذاب کی علت بیان فرمائی۔

نحو: اور ضمیر ان کے اور امم کیلئے ہے۔

۲۶: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ (اور کافر یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو مت سنو) جب یہ پڑھا جا رہا ہو وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ (اور اس کے دوران شور مچا دیا کرو۔ شاید تم ہی غالب رہو) اور اس کا مقابلہ ایسے کلام سے کرو جو سمجھ نہ آنے

والا ہو۔ تاکہ تم ان کو تشویش میں ڈال سکو اوران کی قراءت پرتم غالب آ ؤ۔ اللغو فضول کلام جس کے اندر کچھ نہ ہو۔

۲۷: فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا (پس ہم ان کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے) یہ بھی درست ہے کہ الذین کفروا سے خاص کر یہ شورشی لوگ جو لغو کا حکم دینے والے تھے مراد ہوں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ عام کفار مراد ہوں۔ تاکہ اس کے تحت یہ موجودین بھی آ جائیں۔ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (اوران کو ان کے برے کاموں کی سزا دیں گے) یعنی ضرور بضرور ہم ان کے بدترین اعمال پر عظیم ترین سزا دیں گے وہ سب سے بدترین عمل کفر ہے۔

۲۸: ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ (یہ سزا ہے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی) ذلک کا مشار الیہ اسوء ہے اور تقدیر کلام لازماً اس طرح ہوگی (اسوأ جزاء الذی کا نوا یعملون ۔ بدترین بدلہ ان برے عملوں کا جو وہ کرتے تھے) تاکہ ذلک کا اشارہ درست ہو سکے۔ النَّارُ (آگ)

نحو: یہ جزاء کا عطف بیان ہے۔ نمبر۲۔ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔

کفار کا دار الخلد:

لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ (اوران کے لئے وہاں ہمیشگی کا مقام ہوگا) یعنی آگ جو کہ بنفس نفیس دار الخلد ہے۔ جیسے تم کہو لك في هذه الدار دار السرور۔ وانت تعني الدار بعينها ۔ (تیرے لئے یہ گھر دار السرور ہے تمہاری مراد اس سے بعینہ وہی گھر ہے۔ جس کو تم دار السرور کہہ رہے ہو)۔ جَزَآءً (اس بات کے بدلہ میں) ان کو اس سے بدلہ دیا جائے گا بدلہ دیا جانا۔ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ (کہ وہ ہماری ہی آیت کا انکار کرتے تھے)

مطالبہ کفار:

۲۹: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا (اور وہ کفار کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دکھلا دیجئے)

قراءت: اَرْنَا سکون راء کے ساتھ کیونکہ کسرہ ثقیل ہے جیسا فَخِذ میں فَخْذ پڑھتے ہیں مکی، شامی ابو بکر نے پڑھا اور اختلاسِ حرکت سے ابو عمرو نے پڑھا ہے۔

الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا (وہ جنہوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا) دونوں شیطان جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ (جن و انس میں سے) کیونکہ شیطان کی دو قسمیں ہیں۔ نمبر۱۔ جنی نمبر۲۔ انسی اللہ تعالیٰ نے فرمایا و کذلك جعلنا لكل نبی عدوًا شياطين الانس والجن [الانعام:۱۱۲] نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ (ہم ان کو پاؤں کے نیچے ڈال دیں تاکہ وہ خوب ذلیل ہوں) آگ میں ہمارے گمراہ کرنے کی سزا میں۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا

بلاشبہ جن لوگوں نے یوں کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر مستقیم رہے ان پر فرشتے نازل ہوں گے کہ تم خوف نہ کرو

وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٣٠﴾ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ

اور رنج نہ کرو اور خوش ہو جاؤ جنت کی خبر سے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہم دنیا والی زندگی میں تمہارے رفیق ہیں

الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣١﴾

اور آخرت میں بھی، اور تمہارے لئے اس میں ہر وہ چیز ہے جسکی تمہارے نفسوں کو خواہش ہوگی اور تمہارے لئے اس میں ہر وہ چیز ہے جو تم طلب کرو گے،

نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴿٣٢﴾

یہ مہمانی کے طور پر ہے غفور رحیم کی طرف سے۔

ع ۱۸

استقامت والے:

۳۰: إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ (جن لوگوں نے اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے) توحید باری تعالیٰ کا بول بول دیا ثُمَّ اسْتَقَامُوا (پھر مستقیم رہے) پھر اس اقرار اور اس کے تقاضوں پر پورے اترے۔

قولِ ابوبکر رضی اللہ عنہ:

انہوں نے فعلاً استقامت اختیار کی جس طرح زبان سے استقامت اختیار کی اور پھر انہوں نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا تم اس کے متعلق کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا انہوں نے کوئی گناہ نہ کیا۔ آپ نے فرمایا تم نے معاملے کو سخت ترین حالت پر محمول کیا انہوں نے کہا آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا انہوں نے شرک نہ کیا اور عبادتِ اوثان کی طرف لوٹ کر نہ گئے۔

قولِ عمر رضی اللہ عنہ:

وہ لومڑی کی طرح اِدھر اُدھر نہیں پھرے یعنی منافقت اختیار نہیں کی۔

قولِ عثمان رضی اللہ عنہ:

انہوں نے مخلصانہ اعمال کیے۔

قولِ علی رضی اللہ عنہ:

انہوں نے فرائض کی انجام دہی کی۔

قولِ فضیل رحمہ اللہ:

دنیا میں زہد اختیار کیا۔ اور آخرت کی طرف راغب رہے۔

ایک قول:

یہ ہے کہ استقامت اقرار کے بعد اقرار کو کہتے ہیں نہ کہ اقرار کے بعد فرار کو تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (ان پر فرشتے اتریں گے) موت کے وقت اَلَّا تَخَافُوْا (کہ تم اندیشہ نہ کرو) اَنْ یہ ای کے معنی میں ہے یا مخففہ من المثقلہ ہے۔ اور اس کی اصل اس طرح بانَّہٗ لا تخافوا۔ ہٗ ضمیر شان ہے ای لا تخافوا ماتقدمون علیه ۔جس طرف تم جارہے اس کے متعلق اندیشہ مت کرو۔ وَلَا تَحْزَنُوْا (اور رنج نہ کرو) اس کو جو تم پیچھے چھوڑ آئے ہو۔ الخوف وہ غم جو ناپسند چیز کی توقع میں پیش آئے۔ الحزن: نفع بخش چیز کے فوت ہونے پر جو غم وارد ہو یا نقصان وہ چیز کے سامنے آنے سے جو طاری ہو۔ مطلب آیت کا یہ ہوگا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ہر غم سے امان لکھ دی پس تم اس کو ہرگز نہ چکھو گے۔ وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (اور تم جنت پر خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا)۔

قولِ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ:

ان پر فرشتوں کا نزول اس وقت ہوتا ہے۔ جب ان کی ارواح ان کے ابدان سے جدا ہوتی ہیں۔ لا تخافوا یعنی ایمان کے سلب ہونے کا خطرہ نہ لاؤ۔ ولا تحزنوا جو گناہ ہو گئے ان پر غمزدہ نہ ہو۔ ابشروا ۔ جنت میں داخلے کی تمہیں خوشخبری ہو۔ التی کنتم توعدون جس کا تم سے گزشتہ زمانوں میں وعدہ کیا گیا۔

۳۱: نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ (ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے) جس طرح کہ شیاطین نافرمانوں کے دوست ہیں اسی طرح ملائکہ متقین کے دوست ہیں۔ اور ان کے رفیق دونوں جہانوں میں ہونگے۔ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ (اور تمہارے لئے اس میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے) نعمتوں میں سے وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (اور تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے) تدعون تمنا کرنے کے معنی میں ہے۔

۳۲: نُزُلًا (یہ بطور مہمانی کے ہوگا) وہ مہمان کا توشہ ہے۔

نحو: یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ذوالحال ضمیر ھا محذوف ہے۔ یا ما سے حال ہے۔ مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ (غفور رحیم کی طرف سے) یہ اس کی صفت ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۳۳﴾

اور اس سے اچھی کس کی بات ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیے اور یوں کہا کہ بلاشبہ میں مسلمین میں سے ہوں،

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ

اور اچھائی اور برائی برابر نہیں ہوتی آپ ایسے برتاؤ کے ساتھ دفع کیجئے جو اچھا طریقہ ہو، پھر یکایک ایسا ہوگا کہ

وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا یُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا یُلَقّٰىهَآ اِلَّا

جس شخص کو آپ سے دشمنی تھی گویا کہ وہ خالص دوست ہے اور اس بات کا صرف انہیں لوگوں کو القا کیا جاتا ہے جو صبر والے ہیں اور اس بات کا القا اسی شخص کو ہوتا ہے

ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۳۵﴾ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ

جو بڑے نصیب والا ہو، اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آنے لگے تو اللہ کی پناہ لیجئے، بیشک وہ

السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۶﴾

سننے والا جاننے والا ہے۔

داعی کی بات سب سے اعلیٰ:

۳۳: وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ (اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے۔ جو خدا کی طرف بلائے) وہ داعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور جس کی طرف دعوت دی وہ توحید ہے۔ وَعَمِلَ صَالِحًا (اور وہ نیک عمل کرے) صالح سے خالص اعمال مراد ہیں۔ وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں) آپ اسلام پر فخر کرنے والے ہیں اور اس کا اعتقاد رکھنے والے ہیں۔ اور آپ کے صحابہ کرامؓ یا موذن یا تمام ہدایت والے اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے۔

نیکی' بدی برابر نہیں:

۳۴: وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ آپ نیک برتاؤ سے ٹال دیا کریں) نیکی اور بدی دونوں ذات کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ جب اچھائیاں سامنے ہوں تو اس حسنہ کو اختیار کریں جو دوسری کے مقابلہ میں بہتر ہو۔ پھر اس سے اس برائی کو ہٹائیں جو آپ پر آپ کے دشمنوں کی طرف سے آئے۔ جیسا کہ اگر کوئی آدمی آپ کے ساتھ زیادتی کرے۔ تو اچھائی یہی ہے کہ اس کو معاف کر دیں۔ یہ اس کی برائی کی جگہ احسان کرنا ہے۔ جیسے تمہاری کوئی مذمت کرے تو تم اس کی تعریف کر دو۔ یا وہ تمہارے لڑکے کو قتل کر دے۔ اور تم اس کے لڑکے کا فدیہ دے کر دشمن کے ہاتھ

سے چھڑوادو۔

فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (یکایک آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کوئی ولی دوست ہوتا ہے) جب تم ایسا کرو گے تو تمہارا سخت ماہر دشمن گہرے مخلص دوست میں بدل جائے گا۔ پھر فرمایا

۳۵: وَمَا یُلَقّٰھَآ (اور یہ بات انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے) برائی کے مقابلہ میں احسان والی خصلت نصیب نہیں ہوتی۔ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا (مگر ان لوگوں کو جو بڑے مستقل مزاج ہیں) یعنی اہل صبر وَ مَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِیْمٍ (اور یہ بات اسی کو نصیب ہوتی ہے۔ جو بڑا صاحب نصیب ہے) بہت نیکی والا آدمی جس کو خیر کا بہت بڑا حصہ ملا ہو۔ یہاں فادفع بالتی ھی احسن نہیں فرمایا کیونکہ یہ کلام اس کہنے والے کے قول کی طرح ہے جو یہ کہے میں کیا کروں؟ تو جواب دیا ادفع بالتی ھی احسن۔ یعنی فاء نہیں لائی گئی۔

ایک قول:

لا تاکید کیلئے زائدہ ہے مطلب یہ ہے حسنہ اور سیئہ برابر نہیں ہیں۔ اس تفسیر کے مطابق قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ کہا جائے: ادفع بالتی ھی حسنۃ۔ مگر یہاں اس کی جگہ التی ھی احسن لایا گیا تاکہ حسنہ کے ساتھ بدلہ چکانے میں زیادہ بلیغ ہو کیونکہ جس نے اعلیٰ اچھائی سے سیئہ کا جواب دیا تو وہ کم درجہ کی برائی کا جواب بڑی آسانی اور خوش اسلوبی سے دے لے گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول:

بالتی ھی احسن سے مراد غصہ کرنے پر صبر کرنا اور ارتکاب جہالت کے وقت حوصلہ دکھانا اور زیادتی کے وقت معاف کرنا ہے اور الحظ کی تفسیر انہوں نے ثواب سے فرمائی ہے۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

بڑا نصیب تو جنت ہی ہے۔ ایک قول یہ ہے یہ ابوسفیان بن حرب کے متعلق اتری جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت ایذاء پہنچانے والا دشمن تھا۔ پھر مخلص دوست و حمایتی بن گیا۔

نزغ شیطان:

۳۶: وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ (اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے وسوسہ آنے لگے) النزغ یہ نخس کے مشابہ ہے شیطان انسان کے دل میں وساوس ڈالتا ہے۔ گویا کہ وہ شیطان کی چوک سے ہے وہ اس کو نامناسب کاموں پر ابھارتا ہے۔ آیت میں نزغ کو نازغ قرار دیا۔ جیسا کہتے ہیں: جد جدہٗ اس نے پوری کوشش کی یا مراد اما ینزغنك نازغ کو کچوکا لگانے والا آپ کو کچوکا لگائے۔ شیطان کی صفت مصدر سے بیان کی یا اسکی تزیین کو بیان کیا۔ مطلب یہ ہے اگر شیطان نے آپ کو پھیر دیا اس نصیحت

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۚ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا

اور اللہ کی نشانیوں میں سے رات ہے اور دن ہے اور چاند ہے اور سورج ہے مت سجدہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو، اور سجدہ کرو

لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ

اللہ کو جس نے ان کو پیدا فرمایا اگر تم اسکی عبادت کرتے ہو، سو اگر وہ تکبر کریں تو جو تیرے رب کے مقرب ہیں

يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ ۩ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ

وہ رات دن اسکی پاکی بیان کرتے ہیں اور اکتاتے نہیں ہیں، اور اسکی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تو زمین کو دبی ہوئی حالت میں

خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ

دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی نازل کردیتے ہیں تو وہ ابھر آتی ہے اور بڑھتی ہے بلاشبہ جس نے اس کو زندہ فرمایا وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔

اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾

بلاشبہ وہ ہر چیز پر قادر ہے

سے جو آپ کو ادفع بالتی ھی احسن کی صورت میں دی گئی ہے تو فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (تو اللہ تعالیٰ سے اس کے شر سے پناہ مانگیں) اور اپنے حلم پر جمے رہیں اور ان کی بات نہ مانیں اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ (وہی آپ کے استفادہ کو سننے والا اور) الْعَلِيْمُ (نزغ شیطانی کو جاننے والا ہے)

۳۷: وَمِنْ اٰيٰتِهِ (اور اس کی نشانیوں میں سے) جو اس کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی ہیں۔ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ (دن اور رات ہے) یہ معلوم اندازہ کے ساتھ ایک دوسرے کے پیچھے آنے میں اور مقررہ مقدار کے مطابق باری باری آنے میں وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ (اور سورج اور چاند ہے) ایک مقررہ سیر پر چلنے میں یہ دونوں خاص ہیں۔ اور ان کا نور بھی مقرر ہے۔ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ (تم لوگ نہ سورج کو اور نہ چاند کو سجدہ کرو) یہ دونوں مخلوق ہیں اگرچہ ان کے منافع بے شمار ہیں۔ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (اور اس اللہ کو سجدہ کیا کرو جس نے ان کو پیدا کیا) خلقھن کی ضمیر آیات کی طرف ہے۔ یا لیل ونہار اور شمس وقمر کی طرف ہے۔ کیونکہ غیر عاقل جماعت کا حکم مؤنث والا ہے۔ یا وہ مؤنث ہے جیسا کہتے ہیں۔ الا قلام بریتھا و بریتھن۔ شاید ان میں کچھ لوگ سورج چاند کو سجدہ کرتے تھے۔ جس طرح صابئین کرتے ہیں۔ کہ کواکب کی بھی عبادت کرتے تھے۔ اور ان کا خیال یہ ہے کہ ان کا مقصود چاند و سورج کو سجدہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا ہے۔ پس ان کو اس واسطہ سے روک دیا گیا۔ اور ان کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے سجدہ سے اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہی مقصود سمجھیں۔ اگر وہ اس کی

عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہیں۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی عبادت کرنے والا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا نہیں۔

۳۸: فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ (پس اگر وہ تکبر کریں تو جو فرشتے آپ کے رب کے مقرب ہیں) ملائکہ مراد ہیں۔ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ (وہ شب و روز اس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں اور وہ اکتاتے نہیں ہیں) لایسئمون کا معنی اکتانا ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے پھر اگر یہ لوگ تکبر کریں اور اس کے احکام کی تعمیل نہ کریں اور واسطہ کے بغیر اس کو ماننے سے انکاری ہوں تو ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ عابد و ساجد بالاخلاص کو معدوم نہیں فرماتے۔ اس کے مقرب بندے ایسے بھی ہیں جو دن رات شریکوں سے اس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ عند ربك یہ قرب کی تعبیر ہے اور مرتبہ اور عظمت کی تعبیر ہے۔ ہمارے نزدیک سجدہ تلاوت کا مقام لا یسأمون ہے۔ اور شافعی رحمہ اللہ کے ہاں تعبدون ہے۔ اور پہلا قول زیادہ احتیاط والا ہے۔

قدرت وتصرف کی نشانی:

۳۹: وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً (اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تو زمین کو دیکھتا ہے۔ دبی دبائی ہے) خاشعۃ کا معنی غبار والی خشک۔ خشوع اصل میں تذلل اور عاجزی کو کہتے ہیں۔ یہاں بطور استعارہ اس زمین کیلئے استعمال ہوا جو بغیر نبات اور بغیر پانی کے ہو فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ (پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں) الماء سے بارش مراد ہے۔ اهْتَزَّتْ (تو وہ ابھرتی ہے) نباتات کے ساتھ حرکت میں آتی ہے۔ وَرَبَتْ (اور پھولتی ہے) پھولتی پھٹتی ہے۔ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (جس نے اس زمین کو زندہ کر دیا۔ وہی مردوں کو زندہ کرے گا۔ بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے) پس وہ بعث پر لازماً قدرت والا ہوگا۔

إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۗ أَفَمَن يُلْقَىٰ فِي النَّارِ خَيْرٌ أَم

بلاشبہ جو لوگ ہماری آیتوں میں کجروی اختیار کرتے ہیں وہ ہم پر پوشیدہ نہیں ہیں، کیا جو شخص آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا

مَّن يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ ۖ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٤٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ

وہ شخص جو قیامت کے دن امن کی حالت میں آئے گا، تم کرلو جو چاہو بیشک وہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے، بیشک جن لوگوں نے

كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ﴿٤١﴾ لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ

ذکر کے ساتھ کفر کیا جب وہ انکے پاس آ گیا اور بیشک حال یہ ہے کہ وہ کتاب عزیز ہے اس کے پاس باطل نہیں آتا آگے سے

وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾ مَّا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِن

ورنہ پیچھے سے، وہ اتاری ہوئی ہے حکمت والے کی طرف سے جو ستودہ اوصاف ہے، آپ سے نہیں کہا جاتا مگر وہی جو آپ سے پہلے رسولوں کے لئے

قَبْلِكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَّقَالُوا

کہا گیا بلاشبہ آپ کا رب مغفرت والا ہے اور دردناک عذاب والا ہے، اور اگر ہم اسکو قرآن عجمی بنا دیتے تو یہ لوگ کہتے

لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ۖ أَأَعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ ۗ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَ

کہ اس کی آیات کو کیوں واضح طریقہ پر بیان نہیں کیا گیا، یہ کیا بات ہے کہ رسول عربی ہے اور کتاب عجمی ہے، آپ فرمادیجئے کہ وہ ایمان والوں کے لئے ہدایت ہے

شِفَاءٌ ۖ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۚ أُولَٰئِكَ

اور شفاء ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے اور وہ ان پر گمراہی کا سبب بنا ہوا ہے یہ وہ لوگ ہیں

يُنَادَوْنَ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴿٤٤﴾

جنہیں دور سے پکارا جاتا ہے۔

حق سے منحرف:

۴۰: إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا (بلاشبہ جو لوگ ہماری آیات میں کجروی اختیار کرتے ہیں) وہ ہمارے دلائل سے منہ موڑ کر حق سے روگردانی اختیار کرتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں الحد الحافر و لحد جبکہ وہ استقامت سے جھک جائے اور ایک جانب کو کھودے۔ یہ لفظ یہاں بطور استعارہ قرآن مجید کی آیات کی صحیح و درست تاویل سے انحراف کرنے کیلئے استعمال کیا گیا ہے۔

قراءت: حمزہ نے یَلْحَد پڑھا ہے۔
لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا (وہ لوگ ہم پر مخفی نہیں) اس میں ان کی تحریف پر وعید و ڈراوا سنایا گیا ہے۔ اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْٓ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ (پس بتلاؤ جو شخص آگ میں ڈالا جائے وہ اچھا ہے یا وہ شخص جو قیامت کے دن امن و امان کے ساتھ آئے) یہ کافر و مؤمن کی تمثیل پیش کی گئی ہے۔ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ (تم جو جی چاہے کرلو) یہ انتہائی تہدید اور وعید میں مبالغہ ہے۔ اِنَّہٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (وہ تمہارا سب کیا ہوا دیکھ رہا ہے) پس وہ اس پر تمہیں بدلہ دے گا۔

۴۱: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِالذِّکْرِ (جو لوگ قرآن مجید کا جبکہ وہ ان کے پاس پہنچتا ہے انکار کرتے ہیں) الذکر سے قرآن مجید مراد ہے کیونکہ انہوں نے اپنے کفر کی وجہ سے قرآن مجید کے متعلق طعن و تشنیع کی اور اس کی تاویل میں تحریف سے کام لیا۔ لَمَّا جَآءَ ھُمْ (جب وہ ان کے پاس پہنچا)

نحو: اِن کی خبر محذوف ہے ای یعذبون یا ھالکون یا اولئك ینادون من مکان بعید اور درمیان میں جملے معترضہ ہیں۔
وَاِنَّہٗ لَکِتٰبٌ عَزِیْزٌ (اور بیشک وہ بڑی باوقعت کتاب ہے) محفوظ ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔

قرآن منافقین سے بری:

۴۲: لَّا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ (اس میں غیر واقعی بات نہیں آسکتی) باطل سے تبدیلی یا تناقض مراد ہے۔ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ (نہ اس کے آگے کی طرف سے اور نہ اس کے پیچھے کی طرف سے) یعنی کسی بھی وجہ سے تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ (یہ اللہ تعالیٰ جو حکیم و حمید ہیں ان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے) حمید وہ ذات ہے جو حمد کی مستحق ہو۔

تسلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

۴۳: مَا یُقَالُ لَکَ (اور آپ کو وہی باتیں کہی جاتی ہیں) جو کہ آپ کو آپ کی قوم کے کافر لوگ کہتے ہیں۔ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِکَ (جو آپ سے پہلے رسولوں کو کہی گئی ہیں) اسی طرح کی باتیں ہیں جو رسولوں کو ان کی کافر اقوام نے ایذاء دینے کیلئے کہیں اور آسمانوں سے نازل شدہ کتابوں پر طعن و تشنیع کی۔ اِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ مَغْفِرَۃٍ (بیشک آپ کا رب بڑی مغفرت والا ہے) اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرنے والا ہے۔ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِیْمٍ (اور دردناک سزا دینے والا ہے) انبیاء علیہم السلام کے دشمنوں کو اور یہ بھی درست ہے کہ اس طرح مطلب لیا جائے آپ کو اللہ تعالیٰ اسی طرح فرماتے ہیں جیسا آپ سے پہلے رسولوں کو کہا گیا اور اس مقولہ سے یہ ارشاد مراد ہے۔ ان ربك لذو مغفرۃ و ذو عقاب الیم۔

کفار کے قرآن پر اعتراض کا جواب:

۴۴: وَلَوْ جَعَلْنٰہُ (اور اگر ہم اس کو بناتے) اس ذکر کو قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا (عجمی قرآن) یعنی اس کی لغت عجمی ہوتی اس وقت ضد کی وجہ سے اس طرح کہتے ہیں کہ یہ قرآن عجمی لغت میں کیوں نہ اترا۔ تو جواب دیا گیا۔ اگر اسی طرح ہوتا جیسا تم تجویز کرتے ہو۔

لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ (تو یوں کہتے اس کی آیات صاف صاف کیوں نہیں بیان کی گئیں) فصلت کا معنی بینت ہے یعنی بیان کی گئیں عربی زبان میں تاکہ ہم اس کو سمجھ لیتے اور یہ بات ضد کے طور پر کہتے۔ ءَ اَعْجَمِیٌّ وَّ عَرَبِیٌّ (یہ کیا بات ہے کہ عجمی کتاب اور عربی رسول)

قراءت: کوفی قراء نے حفص کے علاوہ دو ہمزہ سے پڑھا۔ ایک ہمزہ انکار یعنی لا نکروا وقالوا أقرآن اعجمی و رسول عربی تاکہ وہ انکار کریں اور کہیں کیا قرآن عجمی اور رسول عربی ہے یا جن کی طرف رسول بھیجا گیا وہ عربی اور قرآن عجمی۔ باقی قراء نے ایک ہمزہ ممدودہ استفہامیہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ الاعجمی جو غیر فصیح ہو اس کا کلام سمجھ نہ آتا ہو خواہ وہ عجمی ہو یا عربی۔ العجمی جو عجم کا رہنے والا ہو۔ خواہ وہ فصیح ہو یا غیر فصیح۔

مطلب یہ ہے کہ آیات جس طریقہ پر بھی اتاری جائیں وہ ضد کی وجہ سے اعتراض کرتے کیونکہ ان میں طلب حق تو ہے نہیں۔ بس خواہشات پرستی میں مبتلا ہیں۔ اس میں اشارہ کر دیا کہ اگر قرآن مجید کو عجمی زبان میں اتارا جاتا تو بھی قرآن ہوتا۔ پس اس صورت میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی یہ دلیل بن جائے گی کہ اگر فارسی میں قراءت کر لی تو نماز جائز ہوگی۔ (مگر اس قول کی نسبت خود قابل دلیل ہے انظر شروح الهداية)

قُلْ هُوَ (آپ کہہ دیجئے کہ وہ) یعنی قرآن لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هُدًی (ایمان والوں کیلئے راہنما ہے) حق کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔ وَّ شِفَآءٌ (اور شفاء ہے) اس شک کیلئے جو سینوں میں ہے اس لئے کہ شک مرض ہے۔ وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ (اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے)۔ یہ موضع جر میں واقع ہے کیونکہ اس کا عطف للذین امنوا پر ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے هو للذین امنوا هدی و شفاء وهو للذین لا یؤمنون فی اذانهم وقر۔ وقرٌ بہرہ پن۔ البتہ اس میں ایک بات ہے کہ اس میں دو عاملوں پر عطف ہے۔ اور اخفش نحوی کے ہاں وہ جائز ہے۔ نمبر۲۔ رفعی حالت ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ والذین لا یؤمنون هو فی اذانهم وقرٌ مبتدأ محذوف ہے یا فی اذانهم منه وقرٌ۔ وقرٌ مبتداء مؤخر ہے۔ وَّهُوَ (اور وہ) یعنی قرآن عَلَیْهِمْ عَمًی (ان کے حق میں اندھا پن ہے) یعنی اندھیرا اور شبہات ہیں۔

اُولٰٓئِكَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ (یہ لوگ کسی دور جگہ سے پکارے جاتے ہیں) یعنی قرآن کو قبول نہ کرنے اور اس سے فائدہ نہ اٹھانے کی بناء پر گویا ان کو قرآن پر ایمان لانے کی دعوت کسی دور جگہ سے دی جا رہی ہے۔ اور یہ فاصلہ کی دوری کی وجہ سے سن نہیں پاتے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کو قیامت کے دن دور جگہ سے پکارا جائے گا۔ اور ان کے قبیح ترین نام لے کر بلایا جائے گا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝۴۵ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝۴۶

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی سو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپکے رب کی طرف سے طے ہو چکی ہے تو انکے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا، اور بلاشبہ یہ لوگ اسکی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں، جس نے نیک عمل کیا سو وہ اس کی جان کے لئے ہے اور جس نے برا عمل کیا تو اس کا وبال اسی پر ہے، اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

تورات میں اختلاف کیا گیا:

۴۵: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ (اور ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی۔ پس اس میں بھی اختلاف ہو گیا) بعض نے کہا وہ برحق ہے۔ اور بعض نے کہا وہ باطل ہے۔ جیسا کہ تمہاری قوم اس کتاب کے متعلق اختلاف کر رہی ہے۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ (اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے مقرر ہو چکی ہے) کہ ان سے عذاب کو مؤخر کر دیا گیا۔ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ (تو اس کا فیصلہ ہو چکا ہوتا) تو ان کا ضرور استیصال کر دیا جاتا۔

ایک قول:

یہ ہے کہ کلمہ سابقہ سے قیامت والا وعدہ مراد ہے۔ اور تمام جھگڑوں کا حقیقی فیصلہ قیامت کے دن ہوگا اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو دنیا میں ہی ان کا فیصلہ کیا جا چکا ہوتا۔ وَاِنَّهُمْ (اور بیشک وہ) کفار لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ (اس کی طرف سے ایسے شک میں ہیں جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے) مریب شک میں ڈالنے والا۔

۴۶: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ (جو شخص نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے نفع کیلئے) اس کے نفس کو اس کا فائدہ ہوگا۔ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا (اور جو شخص برا عمل کرتا ہے اس کا وبال اسی پر پڑیگا) اس کے نفس کو اس کا ضرر پہنچے گا۔ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں) کہ غیر مجرم کو عذاب دے۔

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ

اسی کی طرف قیامت کا علم حوالہ کیا جاتا ہے، اور جو پھل اپنے خولوں سے نکلتے ہیں اور جو کوئی عورت حاملہ

اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِىْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا

ہوتی ہے اور جو بچہ جنتی ہے یہ سب اسکے علم میں ہے، اور جس دن وہ پکارے گا کہاں ہیں میرے شرکاء وہ کہیں گے کہ ہم اعلان کے ساتھ آپ سے عرض کرتے ہیں کہ ہم میں سے

مِنْ شَهِيْدٍ ﴿٤٧﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿٤٨﴾

کوئی دعویدار نہیں ہے، اور اس سے پہلے وہ جن کو پکارا کرتے تھے، وہ سب غائب ہو جائیں گے اور یہ لوگ یقین کرلیں گے کہ ان کے چھوٹنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

قیام قیامت کا علم اللہ عزوجل ہی کو ہے:

۴۷: اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ (اور قیامت کے علم کا حوالہ خدا ہی کی طرف دیا جا سکتا ہے) قیامت کے قیام کا علم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنے والا ہے۔ مسئول پر لازم ہے کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوا کہے۔ اللّٰہ یعلم ذلك۔ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ (اور کوئی پھل اپنے خول میں سے نہیں نکلتا)

قراءت: مدنی، شامی، حفص نے ثمرات اور دیگر قراء نے بغیر الف پڑھا ہے۔

مِّنْ اَكْمَامِهَا (اپنے خولوں سے) جمع کُمّ کی ہے معنی خول جس میں پھل ہوتا ہے اس سے قبل کہ وہ پھٹے۔ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى (اور نہ کسی عورت کو حمل رہتا ہے) یعنی اس کا حمل وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ (اور نہ وہ بچہ جنتی ہے مگر یہ سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے) یعنی جو چیز بھی نئی پیدا ہوتی ہے خواہ وہ کوئی نیا پھل نکلے اور کسی حاملہ کے پیٹ میں حمل ٹھہرے اور کوئی حاملہ اپنے پیٹ سے بچہ جنم دے وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور وہ ایام حمل کی گنتی اور ساعات اور تمام احوال، ناقص، کامل، مذکر، مؤنث، خوبصورت، قبیح وغیرہ سب سے واقف و مطلع ہے۔ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِىْ (اور جس روز اللہ تعالیٰ ان کو پکارے گا۔ کہ میرے شریک کہاں ہیں) اس میں اللہ تعالیٰ نے شر کا ء ی فرما کر شرکاء کی اضافت اپنی طرف فرمائی دراصل مخاطبین کے زعم و خیال کے مطابق اور اس کی وضاحت خود دوسرے ارشاد میں اسی طرح موجود ہے۔ این شر کا ء ی الذین زعمتم اس میں ان کو خبردار کیا گیا اور شرمندہ کیا گیا ہے۔ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ (وہ کہیں گے ہم آپ سے یہی عرض کرتے ہیں) آپ کو بتلا دیا۔ ایک قول یہ ہے آپ کو خبر دے دی اور یہ معنی زیادہ ظاہر ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو پہلے سے ہی جاننے والے ہیں۔ اور جاننے والے کو بتلانا یہ محال ہے البتہ عالم کو کسی چیز کی اطلاع دینا تاکہ جو چیز اس کے علم میں ہے وہ پختہ ہو جائے۔ ورنہ معنی یہ ہے۔ آپ ہمارے دلوں کو اب جانتے ہیں ہم وہ باطل اور غلط گواہی نہیں دیتے۔ کیونکہ جب ان کے نفوس سے یہ بات معلوم ہوئی تو گویا انہوں نے اس کو بتلائی۔ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ (ہم میں سے کوئی بھی مدعی نہیں ہے) ہم سے کوئی بھی نہیں جو یہ گواہی دے کہ تیرا کوئی شریک ہے۔ ہم میں سے ہر ایک آپ کو وحدہ

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ؗ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ

انسان خیر کی دعا کرنے سے نہیں اکتا تا، اور اگر اسے تکلیف پہنچ جائے تو پوری طرح ناامید ہو جاتا ہے۔ اور تکلیف پہنچ جانے کے

رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ

بعد اگر ہم اسے اپنی رحمت چکھا دیں تو وہ کہتا ہے کہ مجھے یہ چاہیئے اور میں یہ گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے،

وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْۤ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا

اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹا دیا گیا تو میرے لئے اس کے پاس بہتری ہوگی، سو جن لوگوں نے کفر کیا ہم ضرور ضرور ان کے اعمال سے

عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۰﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ

انہیں باخبر کر دیں گے اور ہم انہیں ضرور سخت عذاب چکھا دیں گے، اور جب ہم انسان کو نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ اعراض کرتا ہے

وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿۵۱﴾ ر

اور ایک جانب کو دور چلا جاتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچ جاتی ہے تو بہی چوڑی دعا والا ہو جاتا ہے۔

لاشریک ماننے والا ہے۔ یا ہم میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو ان کے شرکاء کو دیکھ سکے۔ کیونکہ وہ ان سے گم ہو گئے ہونگے اور ان کے الٰہ ان سے گم ہو گئے ہونگے اس توبیخ کی گھڑی میں وہ ان کو دیکھ نہ سکیں گے۔ ایک قول یہ ہے یہ کلام شرکاء کا ہے ہم میں سے کوئی بھی نہیں جو اس بات کو مانے جو انہوں نے ہماری طرف نسبت کی ہے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرکت حاصل ہے۔

۴۸: وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ (اور سب غائب ہو جائیں گے جن کو یہ لوگ پہلے سے پوجا کرتے تھے) یدعونؔ کا معنی عبادت کرنا۔ مِنْ قَبْلُ (اس سے پہلے) دنیا کی زندگی میں وَظَنُّوْا (اور وہ یقین کر لیں گے) مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ (کہ ان کے لئے کہیں بچاؤ کی صورت نہیں) محیص بھاگ کر پناہ لینے کا ٹھکانہ۔

انسان مال و نعمت میں ترقی کا خواہاں ہے:

۴۹: لَا يَسْـَٔمُ (جی نہیں بھرتا) اکتاتا نہیں الْاِنْسَانُ (انسان کا) انسان سے کافر مراد ہے۔ اس کی دلیل اس ارشاد میں ہے۔ وما اظن الساعة قائمة [الکھف: ۳۶] مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ (ترقی کی خواہش سے) مال اور نعمت میں وسعت مانگتے ہوئے اس کا دل نہیں بھرتا۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ من دعائہ الخیر۔ فاعل کو حذف کر کے مفعول کی طرف اس کی اضافت کر دی اس کے خیر کو مانگنے سے۔ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ (اور اگر اس کو کچھ تکلیف پہنچتی ہے) الشر سے مراد فقر فَيَـُٔوْسٌ (وہ نا اُمید ہو جاتا ہے) بھلائی سے قَنُوْطٌ (ہراساں ہو جاتا ہے) رحمت سے مایوس۔ اس میں دو طریق سے مبالغہ ہے۔ نمبرا۔ فعول کے وزن پر لائے جو مبالغہ

کا وزن ہے نمبر۲۔ اور دو مرتبہ لائے۔ القنوط ناامیدی کا اثر ظاہر ہونا جس سے وہ مضمحل اور منکسر ہو کر رہ جائے یعنی ایسی حالت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے امیدیں منقطع کر بیٹھے اور یہ کافر کی حالت و کیفیت ہے اس کی دلیل یہ ارشاد الٰہی ہے۔ انہٗ لاییئس من روح اللّٰہ الا القوم الکافرون [یوسف:۸۷]

انسان کی کم عقلی اور سرکشی کی سزا:

۵۰: وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ (اور اگر ہم اس سے کسی تکلیف کے بعد جو کہ اس پر واقع ہوئی تھی۔ اپنی مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میرے لئے ہونا ہی چاہیے تھا) جب ہم صحت دے کر مرض کے بعد کشادگی کرتے ہیں یا تنگدستی کے بعد وسعت دیتے ہیں تو کہتا ہے ھذا لی کہ یہ میرا حق ہے جو مجھے ملا ہے کیونکہ میرے پاس جو خیر ہے اس کی وجہ سے میں نے اس کو اپنے لئے واجب کر لیا۔ اور اسی طرح میرے جو اعمال صالحہ اور فضیلتیں ہیں ان کی وجہ سے میں اس کا حقدار ہوا۔ یا یہ تو میرا ہی رہے گا کبھی مجھ سے زائل نہ ہوگا۔ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً (اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت آنے والی ہے) یعنی میرے گمان میں وہ واقع ہونے والی ہی نہیں ہے۔ وَلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ (اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا) جیسا کہ مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ (تو میرے لئے اس کے پاس بھی بہتر ہی ہے) اللہ تعالیٰ کے ہاں لَلْحُسْنٰى (بہتری ہی ہے) للحسنٰی سے جنت مراد ہے۔ نمبر۲۔ اچھی حالت جیسے عظمت و نعمت۔ درحقیقت اس نے قیامت کے معاملہ کو دنیا پر قیاس کیا فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا (تو ہم ان منکروں کو ان کے سب کردار ضرور بتلا دیں گے) ہم ان کے ان اعمال کی حقیقت کی اطلاع ضرور ان کو دیں گے وہ اعمال جو ان کو عذاب میں ڈالنے والے ہیں۔ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ (اور ان کو سخت عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے) غلیظ شدید و سخت جو ان سے منقطع نہ ہو۔

سرکشی کی دوسری قسم:

۵۱: وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ (اور جب ہم آدمی کو نعمت عطاء کرتے ہیں تو منہ موڑ لیتا ہے) یہ انسان کی سرکشی کی دوسری قسم ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ اس کو نعمت عنایت فرماتے ہیں تو وہ نعمت اس کو مغرور کر دیتی ہے۔ وہ منعم کو بھول جاتا ہے اور اس کے شکریہ سے اعراض کر لیتا ہے۔ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ (اور کروٹ پھیر لیتا ہے) اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے دوری اختیار کرتا اور اس کے پکارنے سے پہلوتہی کرتا ہے یا وہ اپنے آپ سے نکل کر تکبر کرنے لگتا ہے۔ اور بڑا بنتا ہے۔ حقیقت اس کی یہ ہے کہ اس کے پہلو کو اس انسان کی جگہ رکھا گیا ہے کیونکہ آدمی کا مکان اور اس کی جہت اس کے قائم مقام سمجھی جاتی ہے۔ جیسا کہ کاتب کہا کرتے ہیں کتبت الی جھتہٖ والی جانبہ العزیز۔ مراد اس سے اپنی ذات ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ ونا بنفسہٖ اور اس نے اپنے آپ کو دور کیا۔ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ (اور جب اس کو پہنچتا ہے شر) نقصان اپنے پاس سے۔ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ (تو وہ خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے)

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ

آپ فرما دیجئے کہ تم بتاؤ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو پھر تم نے اس کا انکار کیا تو اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو دور کی

شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ

مخالفت میں پڑ گیا ہم عنقریب انہیں آفاق میں اور انکے نفسوں میں نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے

اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ

کہ بلاشبہ وہ حق ہے، کیا آپ کے رب کی یہ بات کافی نہیں ہے کہ وہ ہر چیز پر شاہد ہے، خبردار وہ لوگ اپنے رب کی ملاقات کی طرف سے

مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾

شک میں ہیں خبردار اس میں شک نہیں کہ وہ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

عریض کا معنی بہت زیادہ، یعنی ہمیشہ دعاؤں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور گڑگڑاتا ہے اور زاری کرتا ہے اور کثرت ودوام دعاء کو بتلانے کیلئے بطور استعارہ عریض کو استعمال فرمایا گیا ہے حالانکہ یہ جسم والی اشیاء کی صفت ہوتی ہے جیسا کہ شدت عذاب کیلئے غلیظ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس ارشاد اور دوسرے ارشاد فیئوس قنوط میں کوئی منافات نہیں۔ کیونکہ فیئوس الگ لوگوں کے متعلق ہے اور دوسرا الگ لوگوں سے متعلق ہے۔ یا خشکی میں ناامیدی اور سمندر میں لمبی لمبی دعائیں۔ یا دل سے ناامید اور زبان سے دعا گویا بت سے ناامید اور اللہ تعالیٰ کو پکارنے والا۔

۵۲: قُلْ اَرَءَيْتُمْ (کہہ دیں کہ مجھے بتلاؤ) خبر دو اِنْ كَانَ (کہ اگر وہ) یعنی قرآن مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ (اللہ کی طرف سے پھر تم انکار کرو) مَنْ اَضَلُّ (تو ایسے شخص سے بڑھ کر کون غلطی پر ہوگا۔ یعنی تم سے بڑھ کر) البتہ قول مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ اس کی جگہ لایا گیا تاکہ ان کے حال کو واضح کر دیا جائے اور ان کی حالت ظاہر ہو جائے۔

قرآن کی حقانیت واضح ہو جائے گی:

۵۳: سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ (عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں گرد ونواح میں بھی دکھائیں گے) کہ شرقاً اور غرباً ممالک فتح ہو گئے ہیں۔ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (اور خود ان کے اپنے نفسوں میں) مکہ کی فتح حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ (یہاں تک کہ ان کے سامنے واضح ہو جائے گا کہ وہ برحق ہے) یعنی قرآن مجید یا اسلام اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ (کیا آپ کے رب کی یہ بات کافی نہیں)

نحو: بربک رفع کے مقام میں فاعل ہے اور مفعول محذوف ہے۔

اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے) یہ بربک کا بدل ہے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ اولم یکفهم ان

وربک علی کل شیٔ شھید ۔ کیا ان کو یہ بات کافی نہ ہوئی کہ تیرا رب ہر چیز پر گواہ ہے۔ مطلب یہ ہے یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو گردونواح میں ظاہر کردے گا اور خود ان کی اپنی ذات میں بھی وہ ان آیات کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور مشاہدہ کریں گے پس اس وقت ان کے سامنے یہ بات کھل جائے گی کہ قرآن مجید عالم الغیب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ وہ عالم الغیب جو کہ ہر چیز پر شاہد اور حاضر و ناظر ہے۔

۵۴: اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ (خبردار وہ لوگ شک میں پڑے ہیں) مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ (اپنے رب کی بارگاہ میں جانے کی طرف سے یاد رکھو وہ ہر چیز کو احاطہ میں لیے ہوئے ہے) وہ اشیاء کے اجمال و تفاصیل اور ظواہر و بواطن کو جاننے والا ہے۔ اس پر کوئی چیز چھپنے والی نہیں ہے پس وہ ان کے کفر پر ان کو سزا دے گا۔ اور اس پر بھی سزا دے گا کہ وہ اس کی ملاقات کے متعلق شک میں مبتلا ہیں۔

الحمد للہ سورۂ فصلت کا تفسیری ترجمہ لیلۃ الخمیس بعد نماز عشاء کو تکمیل پذیر ہوا ۔ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ

اللھم ان ذنبی احاطنی فا حطنی برحمتک الواسعة

سُوْرَةُ الشُّوْرٰى مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الشوریٰ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اسمیں ترپن (۵۳) آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ① عٓسٓقٓ ② كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ③

حٰم ○ عسق ○ اسی طرح وحی بھیجتا ہے آپ کی طرف اور انکی طرف جو آپ سے پہلے تھے اللہ جو عزیز ہے حکیم ہے۔

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ④ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ

اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہ برتر ہے بڑا ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ آسمان اوپر سے پھٹ

مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ

پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اور اہل زمین کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں،

اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ⑤ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ

خبردار! اللہ ہی مغفرت کرنے والا رحمت کرنے والا ہے اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے کارساز تجویز کر رکھے ہیں وہ اللہ کی نگاہ

عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ⑥ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ

میں ہیں آپ انکے ذمہ دار نہیں اور اسیطرح ہم نے آپکی طرف قرآن عربی کی وحی بھیجی تا کہ آپ ام القریٰ

اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ

اور اسکے آس پاس کے رہنے والوں کو ڈرائیں اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس میں کوئی شک نہیں۔ ایک فریق جنت میں ہوگا اور ایک فریق

فِي السَّعِيْرِ ⑦ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاۗءُ فِيْ

دوزخ میں، اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک ہی جماعت بنا دیتا، اور وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں

رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ⑧ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۚ

داخل فرماتا ہے اور ظالموں کیلئے کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔ کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا کارساز بنا رکھے ہیں

فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُـحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑨ ع

سو اللہ ہی کارساز ہے اور وہ مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ع ۱/۹ ۲

حٰمٓ ○ عٓسٓقٓ ○ كَذٰلِكَ يُوْحِيْ اِلَيْكَ وَاِلَى (حم۔عسق ۔اسی طرح آپ پر اور جو آپ سے پہلے ہو چکے ہیں) الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (ان پر اللہ تعالیٰ جوز بردست حکمت والا ہے۔وحی بھیجتا رہا ہے)۔

۱،۲: حٰمٓ۔ عٓسٓقٓ حم کو عسق سے الگ کر کے لکھا گیا ہے۔ کھیعص کو اکٹھا لکھا گیا۔ کیونکہ حم، عسق دو آیات ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ حروف مقطعات تمام جدا لکھے جاتے ہیں ان کے ساتھ ملانے کیلئے اس طرح لکھا۔

تمام کتابوں میں بار بار یہ مضمون اُتارے:

۳: كَذٰلِكَ يُوْحِيْ اِلَيْكَ (اس وحی کی طرح یا اس کتاب کی طرح جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے۔ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اور ان رسولوں کی طرف جو آپ سے قبل ہوئے۔ اللّٰهُ یعنی اس سورت میں جو مضامین اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف بذریعہ وحی بھیجے ہیں۔اس جیسے مضامین اللہ تعالیٰ نے دوسری سورتوں میں آپ کی طرف وحی کیے ہیں اور ان لوگوں پر جو آپ سے پہلے ہوئے یعنی ان کے رسولوں کی طرف۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان معانی کو بار بار تمام آسمانی کتابوں میں اتارا کیونکہ اس میں بندوں کے لیے شدید تنبیہ اور بڑی مہربانی ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

جو پیغمبر صاحب کتاب ہوئے ان سب پر حم، عسق کو اتارا۔

قراءت: مکی نے یُوْحٰی ح کو مفتوح پڑھا اور لفظ اللہ کو مرفوع اس قراءت کے مطابق جس پر یُوْحٰی دلالت کر رہا ہے۔ گویا کہنے والا کہہ رہا ہے۔ کہ وحی کرنے والا کون؟ تو جواب دیا گیا۔ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ (وہ اپنے زور سے غالب ہیں) الْحَكِيْمُ (اپنے قول و فعل میں درستی پر قائم ہیں)

۴: لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (اس کا ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے) مُلک و مِلک کے لحاظ سے۔ وَهُوَ الْعَلِيُّ (اور وہ برتر ہے) الْعَظِيْمُ (عظیم الشان ہے)

اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت اولاد قبیح ترین کلمہ ہے:

۵: تَكَادُ السَّمٰوٰتُ (کچھ بعید نہیں کہ آسمان)

قراءت: نافع اور علی نے یَکاد پڑھا ہے۔

يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ (اوپر سے پھٹ جائیں)

قراءت: بصری اور ابو بکر نے ینفطرن پڑھا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے قریب ہے کہ آسمان اللہ تعالیٰ کی عظمت و بلند شان کی وجہ سے پھٹ پڑیں۔ اور اس پر العلی العظیم کے بعد اسکا لے آنا دلالت کر رہا ہے۔

ایک قول:

اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنے کے قبیح ترین قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں جیسا دوسرے مقام پر فرمایا تکاد السموت یتفطرن منه [مریم:۹۰]

من فوقھن کا مطلب یہ ہے پھٹنے کی ابتداء آسمانوں کی بالائی جانب سے شروع ہو۔ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ کہا جاتا یتفطرن من تحتھن یعنی وہ جانب جس سے کلمۂ کفر آیا۔ کیونکہ جو لوگ یہ کلمہ کہنے والے ہیں وہ آسمانوں کے نیچے ہیں۔ مگر اس میں مبالغہ کر کے اس کو اوپر والی جانب سے اثر انداز ہونے والا قرار دیا گویا اس طرح کہا گیا یکدن ینفطرن من الجھة التی فوقھن۔ دع الجھة التی تحتھن قریب ہے کہ وہ اس بالائی جانب سے پھٹ پڑیں نیچے والی جانب کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ من فوقھن سے من فوق الارض مراد ہے۔ پس کنایہ زمین کی طرف راجع ہے کیونکہ ارض اسم جنس بمعنی ارضین ہے۔ اور ایک قول یہ ہے ملائکہ کے ہجوم کی وجہ سے پھٹنے کے قریب ہیں۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے آسمان چر چر کرتا ہے اور اس کو ایسا کرنے کا حق ہے کیونکہ اس میں ایک قدم کے برابر ایسی جگہ نہیں جس پر کوئی فرشتہ قیام، رکوع یا سجدہ کی حالت میں نہ ہو۔ [احمد ۵/۱۷۳، والترمذی ۲۳۱۲، ابن ماجہ ۴۱۹۰] وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ (اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دیکھ کر خشوع و خضوع سے۔ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ (اور اہل زمین کیلئے معافی مانگتے ہیں) اہل زمین میں سے ایمان والوں کیلئے۔

فرشتوں کا استغفار:

جیسا کہ دوسرے ارشاد میں فرمایا: و یستغفرون للذین امنوا [غافر:۷] ان پر اللہ تعالیٰ کے دبدبے سے ڈر کی بناء پر یا اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریك قرار دیتے اور ان صفات سے اس کو پاک قرار دیتے ہیں جو اس کی ذات کے مناسب و لائق نہیں۔ وہ اپنے اوپر کی جانے والی مہربانیوں کی بناء پر ثناء خوان ہیں۔ اور اہل زمین کا اللہ تعالیٰ کی ناراضگیوں میں مشغول ہونا دیکھ کر متعجب ہوتے ہیں۔ اور زمین پر تمام ایمان والوں کیلئے استغفار کرتے ہیں۔ یا رب العالمین کی بارگاہ سے طلب گار ہیں کہ وہ اہل ارض سے حلم کا معاملہ فرمائے اور ان کو جلد سزا نہ دے۔ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ ہی معاف کرنے والا رحمت کرنے والا ہے) ان پر۔

۶: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ (اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو کارساز بنا رکھا ہے) اس کے شریک اور حصہ دار بنا رکھے ہیں۔ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ (اللہ تعالیٰ ان کو دیکھ بھال رہا ہے) ان کے اموال و اعمال پر نگہبان ہے۔ ان میں سے کوئی چیز اس کے علم سے رہ جانے والی نہیں۔ پس وہ ان کو ان اعمال پر سزا دے گا۔ وَمَآ اَنْتَ (اور نہیں ہے آپ کو) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ (ان پر اختیار) نہ ان پر نگران اور نہ ہی آپ کو ان کا معاملہ سونپا گیا آپ صرف ڈرانے والے ہیں۔

ام القریٰ کا نام:

۷: وَكَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَآ اِلَيۡكَ (اور اسی طرح ہم نے وحی کی آپ کی طرف) اس سے گزشتہ آیت کے معنی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر نگہبان ہیں آپ نہیں بلکہ آپ منذر ہیں کیونکہ اس معنی کو قرآن میں بار بار دہرایا گیا ہے۔

نَحو: کذلک کا کاف یہ اوحینا کا مفعول بہ ہے۔

قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا (قرآن عربی زبان میں)

نَحو: یہ مفعول بہ سے حال ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ اوحینا الیک وھو قرآن عربی مبین ہم نے آپ کی طرف وحی کی اور وہ قرآن عربی مبین ہے۔

لِّتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰى (تا کہ آپ مکہ والوں کو ڈرائیں) ام القریٰ یہ مکہ کا نام ہے کیونکہ زمین اس کے نیچے سے پھیلائی گئی یا اس لئے کہ وہ زمین کے حصوں میں سب سے اعلیٰ ہے اور مراد اہل ام القریٰ یعنی مکہ والے ہیں۔ وَمَنۡ حَوۡلَهَا (اور جو اس کے آس پاس عرب ہیں) وَتُنۡذِرَ يَوۡمَ الۡجَمۡعِ (اور ان کو جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں) یوم الجمع سے قیامت کا دن مراد ہے کیونکہ مخلوق اس میں اکٹھی ہوگی۔ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ (جس میں ذرا شک نہیں) یہ جملہ معترضہ ہے۔ اس کا محل اعراب نہیں۔ عرب کہتے ہیں انذرته كذا و انذرته بكذا۔

نَحو: اور کبھی لتنذر ام القریٰ کو مفعول اول کی طرف متعدی کیا گیا ہے۔ اور تنذر یوم الجمع کو مفعول ثانی کی طرف۔ فَرِيۡقٌ فِى الۡجَنَّةِ وَفَرِيۡقٌ فِى السَّعِيۡرِ (ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں ہوگا) ان میں سے ایک گروہ جنت میں اور ان میں کا ایک گروہ دوزخ میں جائے گا۔

نَحو: ضمیر دونوں مجموعوں کی طرف راجع ہے کیونکہ معنی یہ ہے: یوم جمع للخلائق۔ مخلوق کو جمع کرنے کا دن۔ اضافت لامی ہے۔

۸: وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً (اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ان سب کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتا) یعنی تمام مؤمن ہوتے وَّلٰكِنۡ يُّدۡخِلُ مَنۡ يَّشَآءُ فِىۡ رَحۡمَتِهٖ (مگر وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے) اسلام کی سعادت سے جس کو چاہتا ہے فیض یاب کر دیتا ہے۔ وَالظّٰلِمُوۡنَ (اور ظالموں کا) یعنی کافروں کا مَا لَهُمۡ مِّنۡ وَّلِىٍّ (کوئی حامی نہیں) یعنی شفاعت کرنے والا وَّلَا نَصِيۡرٍ (اور نہ مددگار) مدافعت کرنے والا۔

حقیقی کارساز اللہ تعالیٰ ہے:

۹: اَمِ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الۡوَلِىُّ (کیا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کارساز قرار دے رکھے ہیں پس اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہے)

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ

اور جس کسی چیز میں تم اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے، وہ اللہ میرا رب ہے میں نے اسی پر

تَوَكَّلْتُ ڰ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ⑩ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ

بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں، وہ آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانے والا ہے اس نے تمہارے نفسوں

اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ۭ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ

میں سے جوڑے بنائے اور مویشیوں میں سے جوڑے بنائے وہ تمہیں مادر رحم میں پیدا فرماتا ہے، اس جیسی کوئی چیز بھی نہیں ہے اور وہ

السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ⑪ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ

سننے والا دیکھنے والا ہے، اسی کے اختیار میں ہیں آسمانوں کی اور زمین کی کنجیاں وہ رزق بڑھا دیتا ہے جس کے لئے چاہے

وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑫

اور کم کر دیتا ہے۔ بیشک وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

نحو: فاءفالله کی شرط مقدر کا جواب ہے۔ گویا اس کے سوا ہر ایک کی کارسازی سے انکار کے بعد فرمایا کہ اگر وہ حقیقی کارساز کے طالب ہیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی وہی حقیقی کارساز ہے۔ اور ضروری ہے کہ اسی کی دوستی اختیار کی جائے کوئی اور کارساز اس کے سوا ہے ہی نہیں۔ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے) پس وہی اس لائق ہے کہ اس کو کارساز بنایا جائے۔ نہ کہ وہ جو کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے۔

مختلف فیہ امر کا فیصلہ اللہ کے سپرد:

۱۰: وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ (اور جس بات میں تم اختلاف کرتے ہو) یہ قول رسول اللہ ﷺ ہے جو مؤمنین کیلئے بطور حکایت نقل کیا۔ کہ اے مسلمانو! جس بات میں کفار تمہاری مخالفت کریں تم اور وہ امور دین میں سے کسی امر کے سلسلہ میں اختلاف کرو۔ فَحُكْمُهٗٓ (اس کا فیصلہ) اس مختلف فیہ امر کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ اِلَى اللّٰهِ (اللہ کے سپرد ہے) وہی اس میں حق پرستوں کو ثواب دینے والے اور باطل پرستوں کو سزا دینے والے ہیں۔ ذٰلِكُمُ (یہ) اللہ تمہارے مابین فیصلہ فرمانے والا ہے۔ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ (میرا رب ہے میں اسی پر توکل رکھتا ہوں) اس میں اعدائے دین کے مکر و فریب کی تردید ہے۔ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ (اور اس کی طرف میں رجوع کرتا ہوں) ان کے شر کی کفایت کیلئے میں اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

ایک قول:

جوتمہارے مابین علوم کا اختلاف واقع ہو جوتمہارے دائرۂ اختیار میں نہ ہو۔ اور اس کے جاننے کا کوئی راستہ بھی نہ ہو تو اس کے متعلق کہو۔ اللّٰہ اعلم جیسا کہ روح کی معرفت وغیرہ مسائل۔

۱۱: فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے) نحو: ذلکم کی خبر ہونے کی وجہ سے یہ مرفوع ہے یا مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے بنائے) تمہارے لئے تمہاری جنس میں سے لوگ پیدا کر دیئے۔ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا (اور مواشی کے جوڑے بنائے) اور چوپایوں کیلئے بھی انہی کی جنس میں سے جوڑے بنائے۔ یَذْرَؤُكُمْ (وہ تمہاری نسل چلاتا ہے) تمہیں بڑھاتا ہے۔ کہا جاتا ہے ذرأ اللّٰہ الخلق اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو بڑھایا۔ پھیلایا۔ فِيْهِ (اس تدبیر سے) وہ یہ ہے کہ انسانوں اور چوپایوں کے جوڑے بنا کر افزائش نسل کا ذریعہ بنا دیا۔

لطیفہ: یہاں لفظ فیہ کو منتخب کیا گیا۔ بہ نہیں لائے کیونکہ اس تدبیر کو آبادکاری اور کثرت کیلئے منبع اور معدن قرار دیا گیا۔ نمبر۲۔ یذرؤکم کی ضمیر مخاطبین اور انعام کی طرف راجع ہے اس میں عقلاء کو غیر عاقل پر تغلیب دی گئی ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (کوئی چیز اس کی مثل نہیں) ایک قول یہ ہے کلمہ تشبیہ کو مماثلت کی نفی میں تاکید کرنے کیلئے دوبارہ لایا گیا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے لیس مثلہ شیء۔

مقصود مثلیت کی نفی:

مثل کا لفظ زائد ہے تقدیر کلام اس طرح ہے لیس کھو شیء جیسا کہ اس آیت میں فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم بہ [البقرۃ: ۱۳۷] اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مقصود مثلیت کی نفی ہے جب کاف یا مثل کو زائد نہ مانیں گے تو اسی سے اثبات مثل لازم آئے گی۔

ایک قول:

اور ہے کہ مراد اس کی ذات جیسی کوئی شئی نہیں کیونکہ وہ کہا کرتے تھے۔ مثلك لا یبخل۔ اس سے ان کا مقصد اس کی ذات سے بخل کی نفی کرنا ہوتا تھا۔ پس کنایہ کے راستہ کو اختیار کر کے وہ اس میں مبالغہ پیدا کرتے کیونکہ جب وہ اس کی ایسے شخص سے نفی کرتے جو اس کے قائم مقام ہو تو وہ اس سے بالکل نفی کرتے۔ پس جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ باب الکنایات میں سے ہے تو ان اقوال میں فرق نہ رہا۔ لیس کاللّٰہ شیء اور لیس کمثلہ شیء البتہ کنایہ کا فائدہ تو اپنا ہے ہی گویا یہ دونوں عبارتیں ایک معنی کو ادا کر رہی ہیں اور وہ معنی اللہ تعالیٰ کی ذات سے مماثل کی نفی ہے۔ اور اسی طرح بل یداہ مبسوطتان۔ [المائدہ: ۶۴] اس کا معنی یہ ہے بلکہ وہ سخی ہے بغیر ہاتھ اور بسط کے تصور کے کیونکہ یہ جود کی تعبیر ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس کو اس کے متعلق استعمال کرتے ہیں

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ

اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مشروع فرمایا ہے جس کی اس نے نوح کو وصیت فرمائی اور جس کو ہم نے آپ کی طرف وحی کے ذریعے بھیجا اور ہم نے جس کی وصیت کی

اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى

ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو کہ تم دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو! مشرکین کو

الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ

وہ بات گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ انہیں بلاتے ہیں، اور اللہ جسے چاہتا ہے اسے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جو شخص رجوع کرتا ہے اسے اپنی طرف

يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ؕ وَلَوْلَا

ہدایت دے دیتا ہے، اور یہ لوگ متفرق نہیں ہوئے مگر ضدا ضدی میں اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا، اور اگر آپ کے

كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا

رب کی طرف سے وقت معین تک ایک بات پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور بلاشبہ انکے بعد جنہیں کتاب

الْكِتٰبَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾

دی گئی وہ اسکی طرف سے شک میں پڑے ہیں جو تردد میں ڈالنے والا ہے۔

جس کے ہاتھ نہیں۔ پس اسی طرح اس کا استعمال ان کے لئے بھی ہے جن کی مثل ہے اور ان کے لئے جس کی کوئی مثل نہیں۔ وَهُوَ السَّمِيْعُ (اور وہ ہر بات کو سننے والا) تمام مسموعات بغیر کان کے سننے والا ہے۔ الْبَصِيْرُ (دیکھنے والا ہے) تمام مرئیات کا بغیر آنکھ کی پتلی کے گویا ان دونوں کو ذکر کیا تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ اس کی کوئی صفت نہیں جیسا کہ اس کی کوئی مثل نہیں۔

۱۲: لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اس کے اختیار میں ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں) یہ سورۃ الزمر میں گزر چکی ہے۔ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ (وہ جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور کم کر دیتا ہے) یقدر تنگ کر دیتا ہے۔ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (بیشک وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے)

۱۳: شَرَعَ (اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا) لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى (تم لوگوں کیلئے وہی دین جس کا اس نے حکم دیا تھا نوح کو اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا) یعنی تمہارے لئے دین میں مقرر کیا دین نوح اور دین محمد اور ان انبیاء علیہم السلام کا دین جو ان کے درمیان ہوئے۔ پھر دین کی اس مشترک قدر کی تفسیر ذکر کی جو ان انبیاء علیہم السلام کے درمیان رہا ہے فرمایا:

دین کی مشترک قدریں:

اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ (کہ تم اس دین کو قائم رکھنا) مراد اس سے دین اسلام کو قائم کرنا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی اطاعت اور ایمان برسل اللہ اور اللہ تعالیٰ کی کتابیں اور یوم جزاء پر ایمان و دیگر تمام ضروریات دین جن کے قائم کرنے سے آدمی مسلمان ہوتا ہے کا نام ہے اس سے مراد احکامات نہیں کیونکہ وہ مختلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لکل جعلنا منکم شرعة و منها جا [المائدہ:۴۸]

نحو نمبر۱: ان اقیموا محل نصب میں شرع کے مفعول اور اس کے دونوں معطوف علیہ کا بدل ہے۔ نمبر۲۔ جملہ مستانفہ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے گویا اس طرح کہا گیا وہ مشروع کیا ہے؟ تو جواب دیا وہ اقامت دین ہے۔

وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ (اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا) دین میں اختلاف نہ کرنا۔ قول علی رضی اللہ عنہ تفرقہ مت ڈالو۔ جماعت رحمت ہے اور تفرقہ عذاب ہے۔ کَبُرَ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ (مشرکین کو وہ بات بڑی بھاری ہے) ان پر گراں گزرتی ہے اور شاق گزرتی ہے۔ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَیْهِ (جس کی طرف آپ ان کو بلا رہے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کے دین اور توحید کی اقامت اَللّٰهُ یَجْتَبِیْٓ (اللہ تعالیٰ کھینچ لیتا ہے) جمع کرتا اور کھینچ لیتا ہے۔ اِلَیْهِ (اپنی طرف) دین کی طرف اپنی توفیق اور تسدید کے ساتھ۔ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ (جس کو چاہتا ہے اور جو شخص رجوع کرے اس کو اپنے تک رسائی دے دیتا ہے) یعنی اس کی اطاعت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

۱۴: وَمَا تَفَرَّقُوْٓا (اور وہ متفرق نہیں ہوئے) انبیاء علیہم السلام کے بعد اہل کتاب اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ (مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم پہنچ چکا تھا) مگر اس بات کے جان لینے کے بعد کہ تفرقہ بازی گمراہی ہے۔ اور یہ ایسی بات ہے جس کے متعلق انبیاء علیہم السلام کی زبان پر بار بار وعیدیں اتر چکیں ہیں۔ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ (آپس کی ضد اضدی کی وجہ سے) حسد اور ریاست طلبی اور بلا استحقاق حق جتانے کی وجہ سے۔

وَلَوْلَا کَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّکَ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی (اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف ایک وقت معین تک ایک بات پہلے طے نہ پا چکی ہوتی) اور وہ یہ ہے بل الساعة موعد هم [القمر:۴۶] لَّقُضِیَ بَیْنَهُمْ (تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا) تو وہ اس عظیم بہتان کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہوتے۔ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْرِثُوا الْکِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ (اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی ہے) اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو زمانہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں پائے جاتے تھے۔ لَفِیْ شَکٍّ مِّنْهُ (وہ اس کی طرف سے شک میں پڑے ہیں) اپنی کتاب کے متعلق شک میں پڑے ہیں۔ اور اس پر ہی ان کا سچا ایمان نہیں ہے۔ مُرِیْبٍ (جو ان کو تردد میں ڈالنے والا ہے) ان کو شک میں داخل کرنے والا ہے۔

ایک قول:

یہ ہے کہ اہل کتاب نے اختلاف نہیں ڈالا مگر اس وقت جب ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا صحیح علم آ چکا جیسا کہ

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ

سو آپ اسی کی طرف بلائیے اور جیسا آپ کو حکم ہوا ہے مستقیم رہیے، اور انکی خواہشوں کا اتباع نہ کیجئے، اور آپ فرمائیے کہ اللہ نے جو کتابیں نازل فرمائیں

اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا

میں ان پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل رکھوں، اللہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے ہمارے لئے ہمارے اعمال

وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ؕ ﴿۱۵﴾

اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں، ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی حجت بازی نہیں اللہ ہمیں اور تمہیں جمع فرمائے گا۔ اور اسی کی طرف جانا ہے،

وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِى اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

اور جو لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اس کے بعد کہ اس کی دعوت کو مان لیا گیا ہے انکی حجت انکے رب کے نزدیک باطل ہے

وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۶﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ

اور ان پر غضب اور انکے لئے سخت عذاب ہے اللہ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب کو اور میزان کو

وَالْمِيْزَانَ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴿۱۷﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا

نازل فرمایا اور آپکو کیا پتہ ہے عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو، جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ اس کے

يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَآ اِنَّ

جلدی آنے کا تقاضا کرتے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے وہ اس سے ڈرتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ وہ حق ہے، خبردار اس میں

الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِى السَّاعَةِ لَفِىْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴿۱۸﴾ اَللّٰهُ لَطِيْفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ

شک نہیں کہ جو لوگ قیامت کے بارے میں شک کرتے ہیں وہ دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں، اللہ بندوں پر مہربان ہے وہ رزق دیتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾

جسے چاہے، اور وہ قوی ہے عزیز ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا وما تفرق الذین اوتوا الکتاب الا من بعد ما جاء تهم البینة [البینۃ:۴]

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْ بَعْدِهِمْ (اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی ہے) اس سے مراد مشرکین ہیں جن کو اہل تورات وانجیل کے بعد قرآن مجید ملا۔

۱۵: فَلِذٰلِكَ فَادْعُ (پس آپ اسی طرف بلاتے جائیں) لذلك لام اجلیہ ہے اس تفرق کی بناء پر اور اس بناء پر جو کہ پیش آیا کہ کفر مختلف گروہوں میں بٹا ہوا ہے۔ آپ ان کو اتفاق والفت کی طرف ملت حنفیہ کے مطابق دعوت دیتے رہیں۔ وَاسْتَقِمْ (اور مستقیم رہیں) اس پر اور اس کی طرف دعوت دینے پر كَمَآ اُمِرْتَ (جس طرح آپ کو حکم ہوا) جیسا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے۔ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ (اور ان کی خواہشات پر نہ چلیں) جو کہ مختلف اور باطل ہیں۔ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ (اور کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں) یعنی وہ کتابیں جن کے متعلق پختہ یقین ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔ یعنی تمام کتب منزلہ پر ان کا ایمان ہے کیونکہ تفرقہ بازوں کا بعض پر ایمان تھا اور بعض سے انکار تھا جیسے کہ ارشاد الٰہی ہے ویقولون نومن ببعض ونکفر ببعض اِلی قوله...... اولئك هم الكافرون حقًا [النساء: ۱۵۰، ۱۵۱]

وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ (اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کروں) جبکہ تم اپنا جھگڑا چکانے کیلئے میرے ہاں فیصلہ لاؤ۔ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ (اور اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا پروردگار ہے) یعنی ہم تمام اس کے غلام و بندے ہیں۔

ہمارے اور تمہارے درمیان دلیل بازی نہیں:

لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ (ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال) یہ اسی طرح ہے جیسا فرمایا لکم دینکم ولی دین۔ [الکافرون: ۶] اور یہ بھی درست ہے کہ اس کا معنی یہ لیا جائے ہم سے تمہارے اعمال کا مؤاخذہ نہ ہوگا۔ اور تم سے ہمارے اعمال کا نہ ہوگا۔ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ (ہمارا تمہارا کوئی جھگڑا نہیں) کوئی جھگڑا نہیں کیونکہ حق ظاہر ہو چکا اور تم پر حجت پوری ہو چکی۔ اسلئے اب تبادلۂ حجت کی ضرورت نہیں۔ حاصل مطلب یہ ہے ہم اور تمہارے درمیان دلیل و حجت بازی نہیں کیونکہ دونوں فریق اس سے اپنی دلیل لاتے ہیں کہ یہ اس کی دلیل ہے دوسرا کہتا ہے یہ اس کی دلیل ہے۔ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا (اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کرے گا) قیامت کے دن وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے) فیصلوں کیلئے وہاں واپسی ہے۔ پس ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ ہمارے لئے تم سے انتقام لے گا۔

مخاصمتِ یہود و نصاریٰ:

۱۶: وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے متعلق جھگڑے نکالتے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کے متعلق مخاصمت کرتے ہیں۔ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ (اس کے بعد کہ اس کو مان لیا گیا ہے) لوگوں نے قبول کر لیا اور وہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کو دین جاہلیت کی طرف واپس کر دیں جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے ود کثیر من اهل الكتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفارًا [البقرۃ: ۱۰۹]

یہود و نصاریٰ مسلمانوں کو کہا کرتے تھے۔ ہماری کتابیں تمہاری کتاب سے پہلے کی ہیں۔ اور ہمارا پیغمبر تمہارے پیغمبر سے پہلے ہوا ہے پس ہم تم سے بہتر ہیں۔ اور حق کے زیادہ حقدار ہیں۔ ایک قول یہ ہے اس کے بعد کہ آپ ﷺ کی دعا کفار کے حق

میں قبول ہو چکی۔ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ (ان کی دلیل باطل ہے) ان کی دلیل کو حجت کے نام سے ذکر کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بقول ان کے وہ حجت تھی۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ (ان کے رب کے ہاں اوران پر غضب ہے) ان کے کفر کی وجہ سے وَّ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ (اوران کے لئے سخت عذاب ہے) جو آخرت میں پیش آئے گا۔

حق ومیزان اللہ تعالیٰ نے اتارے ہیں:

۱۷: اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ (اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے کتاب کو اتارا) الکتاب سے جنس کتاب مراد ہے۔ بِالْحَقِّ (حق کے ساتھ) سچائی کے ساتھ یعنی اس حال میں کہ وہ حق سے ملنے والی ہے۔ وَالْمِيْزَانَ (اورانصاف کو نازل فرمایا) عدل اور برابری کو اورانزال عدل کا معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ نے عدل کو اپنی کتب منزلہ میں نازل فرمایا۔ ایک قول یہ ہے وہ بعینہٖ میزان ہے۔ اس کو نوح علیہ السلام کے زمانہ میں اتارا گیا۔ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ (اور آپ کو کیا خبر عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو) شاید قیامت تمہارے قریب ہو۔ اور تمہیں پتہ بھی نہ ہو۔ مراد یہ ہے قیامت کی آمد اور الساعۃ کا معنی تاویلاً بعث ہے۔ قیامت کے قرب اور انزال کتاب اور میزان میں وجہ مناسبت یہ ہے کہ قیامت حساب کا دن ہے اور میزان کا قائم کرنا بھی انصاف کیلئے ہے گویا اس طرح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عدل و برابری اور شرائع واحکامات پر عمل کا حکم دیا۔ پس تم کتاب اور عدل پر عمل پیرا رہو اس سے قبل کہ اچانک تمہارے حساب وکتاب اور وزن اعمال کا دن آن پہنچے۔

قیامت کی حقانیت پر صحیح قول کی گمراہی:

۱۸: يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا (جو لوگ اس کا یقین نہیں رکھتے وہ اس کا تقاضا کرتے ہیں) وہ بھی بطور استہزاء وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا (اور جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں) قیامت کے ہول وڈر سے لرزاں و ترساں ہیں۔ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ (اور وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ برحق ہے) ہر صورت میں آنے والی ہے۔ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ (یاد رکھو کہ جو لوگ قیامت کے بارہ میں جھگڑتے ہیں) الممارات اونٹنی کے تھنوں کو زور سے دبانا۔ کیونکہ ہر فریق دوسرے فریق کو اپنی بات سے دبانے کی کوشش کرتا ہے۔ لَفِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ (وہ بڑی دور کی گمراہی میں ہیں) حق سے دور کیونکہ قیامت کا لانا قدرت باری تعالیٰ کیلئے کوئی بعید بات نہیں۔ کتاب وسنت قیامت کے وقوع پر دلالت کرتے ہیں اور عقول صحیحہ اس بات پر گواہ ہیں کہ ایک بدلے کا دن لازماً ایسا ہونا چاہیے جس میں حقداروں کو حق ملے۔

رزق مصلحت سے:

۱۹: اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ (اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے) وہ بڑے لطیف انداز سے اپنے بندوں کو منافع پہنچاتا اور بلاؤں کو ان سے ہٹاتا ہے۔ یا ان پر بڑا مہربان ہے اس کی مہربانی تمام کو پہنچنے والی ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ اس کا علم غوامض سے بھی لطیف تر ہے۔ اور اس کا حلم جرائم سے وسیع تر ہے۔ یا وہ مناقب کو پھیلاتا اور گناہوں کو چھپاتا ہے۔ یا وہ اس کو معاف کرنے والا ہے جو لغزشوں کا مرتکب ہے۔ یا وہ بندے کو کفایت سے بڑھ کر دیتا ہے اور طاقت سے کم تر طاعت کا ذمہ دار بناتا ہے۔ قولِ جنید رحمہ اللہ ہے اولیاء پر لطف و کرم کیا تو ان میں پہچان آ گئی اگر وہ اپنے اعداء پر بھی نگاہ لطف ڈال دیتا وہ اس کا کبھی انکار نہ کرتے۔ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ (وہ جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے) وہ جس کا رزق چاہتا ہے وسیع کر دیتا ہے جب وہ اس کی مصلحت اس میں دیکھتا ہے۔

ارشادِ نبوت:

میرے کچھ مؤمن بندے ایسے ہیں۔ جن کا ایمان مالداری سے ہی درست رہ سکتا ہے۔ اگر میں ان کو فقیر بنادوں تو وہ فقر ان کے ایمان کو خراب کر دے۔ (رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس۔ ۸۰۹۸) وَھُوَ الْقَوِیُّ (اور وہ قوت والا ہے) ہر چیز پر غالب زبردست قدرت والا۔ الْعَزِیْزُ (وہ زبردست ہے) ایسا محفوظ کہ مغلوب نہیں ہو سکتا۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ

جو شخص آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے ہم اس کے لئے اسکی کھیتی میں اضافہ کر دیں گے اور جو شخص دنیا کی کھیتی کا

حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيبٍ ﴿۲۰﴾

ارادہ کرتا ہے ہم اس میں سے اسے دے دیں گے اور آخرت میں اس کے لئے کوئی بھی حصہ نہیں۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۗ وَلَوْلَا كَلِمَةُ

کیا ان کے لئے شرکاء ہیں جنہوں نے ان کے لئے دین میں وہ چیزیں مشروع کر دی ہیں جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی، اگر فیصلہ کی بات

الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۗ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ

طے شدہ نہ ہوتی تو انکے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا، اور بلاشبہ ظالموں کے لئے درد ناک عذاب ہے، آپ ظالموں کو دیکھیں گے

مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے ڈر رہے ہوں گے حالانکہ وہ ان پر واقع ہو کر رہے گا، اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے

فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ

وہ جنتوں کے باغیچوں میں ہوں گے وہ جو کچھ چاہیں گے ان کے لئے انکے رب کے پاس وہ سب کچھ ہوگا یہ بڑا

الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۗ قُلْ لَّآ

فضل ہے۔ یہ وہی ہے جس کی بشارت اللہ اپنے بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے۔ آپ فرما دیجئے کہ میں

اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۗ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۗ

اس پر تم سے کسی عوض کا سوال نہیں کرتا بجز رشتہ داری کی محبت کے، اور جو کوئی شخص کوئی نیکی کریگا ہم اس کے لئے اسمیں زیادہ خوبی کر دیں گے

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ

اور بلاشبہ اللہ بخشنے والا ہے قدر دان ہے کہ کیا وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے سو اگر اللہ چاہے آپ کے دل پر

عَلٰى قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۗ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾

مہر لگا دے، اور اللہ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات کے ذریعہ ثابت کرتا ہے، بلاشبہ وہ سینوں کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔

دو طلبگار:

۲۰: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ (جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو) وہ عمل جس سے عمل کرنے والا فائدہ کا خواہشمند ہے۔ اس کو مجازاً حرث سے تعبیر کیا۔ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ (ہم اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے) اس کے عمل میں توفیق شامل فرما کر یا اس کی نیکیوں کو دوگنا کر دیں گے یا اس سے دنیا و آخرت پائے گا۔ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا (اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو) یعنی جس کا عمل دنیا کیلئے ہوا اور آخرت پر ایمان نہ لایا۔ نُؤْتِهٖ مِنْهَا (تو ہم اس کو کچھ دنیا دے دیں گے) منہا یعنی کچھ اس دنیا میں سے۔ کیونکہ مِنْ تبعیض کیلئے ہے اور اس سے مراد اس کا وہ رزق ہے جو اس کے لئے مقدر کیا گیا وہ نہیں جس کا وہ ارادہ رکھتا اور خواہش مند ہے۔ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ (اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں) آخرت میں قطعاً اس کا حصہ نہیں ہے۔

ایک نکتہ:

آخرت کے عوامل میں یہ ذکر نہیں فرمایا کہ اس کو رزق مقسوم پہنچے گا۔ کیونکہ عمل کی پاکیزگی اور انجام کی کامیابی اس کو میسر ہونے والی ہے۔ اس کے بالمقابل یہ انتہائی حقیر چیز ہے۔ (جو اس مؤمن بندے کے مرتبہ کے مناسب نہیں)

۲۱: اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا (کیا ان کے کچھ شریک ہیں) **ایک قول** یہ ہے کہ یہ ام منقطعہ ہے تقدیر عبارت یہ ہے بل ألهم شركاء (بلکہ کیا ان کے کچھ شریک ہیں)۔ اور **ایک قول** یہ ہے یہ ام الف استفہام کا معادل آیا ہے۔ کلام میں اضمار ہے تقدیر کلام اس طرح ہے أيقبلون ماشرع الله في الدين (کیا وہ قبول کرتے ہیں اس دین کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر کیا) یا ان کے معبود ہیں۔ شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ (جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کر دیا۔ جس کی اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت نہیں دی) یعنی انہوں نے اس کا حکم نہیں دیا۔ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ (اور اگر فیصلہ کن بات نہ ہوتی) جلدی سزا کے متعلق جو تقدیر کا فیصلہ ہو چکا یا اگر یہ وعدہ نہ ہوتا کہ فیصلے قیامت کے روز ہونگے۔ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ (تو ان کے مابین فیصلہ ہو چکا ہوتا) کفار و مؤمنین کے مابین یا ان کو جلد سزا مل جاتی۔ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اور ان ظالموں کو ضرور دردناک عذاب ہوگا) اگرچہ مشرکین سے عذاب دنیا میں تو مؤخر کر دیا گیا ہے مگر آخرت میں ان کو شدید قسم کا عذاب ہوگا۔

ظالمین اور صالحین کا انجام:

۲۲: تَرَى الظّٰلِمِيْنَ (آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے) آخرت میں مشرکین کو مُشْفِقِيْنَ (وہ ڈر رہے ہونگے) مِمَّا كَسَبُوْا (اپنے اعمال سے) یعنی اپنے کفر کی سزا سے وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ (اور وہ ان پر پڑ کر رہے گا) وہ عذاب ان پر بہر صورت نازل ہوگا۔ خواہ وہ ڈریں یا نہ ڈریں۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے وہ بہشتوں کے باغوں میں ہونگے) گویا مؤمن کی جنت کا عمدہ ترین حصہ اور سب سے زیادہ نزہت والا حصہ روضہ ہوگا۔ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ (اور وہ جس چیز کو چاہیں ان کو ان کے رب کے پاس ملے گی)

نَحو: عِندَ یہ ظرف یشاؤون کی وجہ سے منصوب ہے۔
ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ (یہی بڑا انعام ہے) قلیل عمل پر۔
۲۳: ذٰلِكَ (یہی ہے) مشارالیہ فضل کبیر ہے۔ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهٗ (جس کی بشارت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دے رہا ہے)
قراءت: مکی، ابوعمرو، حمزہ، علی نے یَبْشُرُ پڑھا ہے۔
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے) یعنی اس کی بشارت دیتا ہے۔ یہ جار کو حذف کر دیا جیسا کہ اس ارشاد میں واختار موسٰی قومه سبعين [الاعراف:١٥٥] پھر وہ ضمیر بھی حذف کر دی جو اسم موصول کی طرف لوٹنے والی تھی۔ جیسا کہ اس ارشاد میں أهذا الذی بعث الله رسولا [الفرقان:٤١] ای بعثه ۔

مشرکین کے قول کی تردید:

مشرکین نے جب یہ واویلا کیا کہ کیا محمد (ﷺ) یہ چاہتے ہیں کہ رسالت کا دعویٰ کر کے کچھ مال کمائے؟ تو یہ آیت اتری۔
قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ (آپ اس طرح کہہ دیں کہ میں تم سے اور کچھ نہیں مانگتا) تبلیغ پر اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى (مگر صرف رشتہ داری کی محبت) جائز ہے کہ مستثنٰی متصل ہو یعنی میں تم سے اس پر کچھ اجر نہیں چاہتا مگر یہ کہ تم میرے اہل قرابت سے محبت کرو۔ اور یہ بھی درست ہے کہ مستثنٰی منقطع ہو۔ میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں چاہتا لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ تم محبت کرو میرے ان قرابت داروں سے جو کہ تمہارے بھی قرابت دار ہیں اور ان کو ایذاء مت دو۔
آیت میں الاموۃ القربٰی یاالمودۃ للقربٰی نہیں فرمایا کیونکہ ان کو مودت کا مکان اور مودت کا ٹھکانہ قرار دیا گیا۔ جیسا کہتے ہیں لی فی آل فلان مودة ولی فیهم حب شدید اس کا مقصد یہ ہے میں ان سے محبت کرتا ہوں اور وہ میری محبت کا مقام و مکان ہیں۔ فی مودة کا صلہ نہیں جیسا کہ لام جب تم کہو: الا المودة للقربٰی تو یہ جار مجرور محذوف کے متعلق ہوگا۔ جیسا ظرف متعلق ہوتا ہے اس جملہ میں المال فی الکیس تقدیر کلام یہ ہوگی الا المودة ثابتة فی القربٰی ومتمکنة فیها۔ مگر وہ مودت ثابت و متمکن ہونے والی ہے قرابتداروں میں۔ القربٰی یہ زلفٰی کی طرح مصدر ہے۔ اسی طرح بشرٰی اس کا معنی قرابت ہے۔ اور مراد فی اهل القربٰی ہے یعنی قرابت والوں میں روایت میں ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آپ سے دریافت کیا گیا یارسول اللہ! یہ آپ کے اہل قرابت کون ہیں جن کی مودت ہم پر لازم ہے۔ تو فرمایا علیؓ اور فاطمہؓ اور ان کے دونوں بیٹے۔ (یہ روایت ابن مردویہ نے نقل کی ہے مگر اس کی سند ناقابل اعتبار ہے اس لئے کہ اس میں حسین اشعری راوی کذاب شیعہ ہے)

ایک قول:

یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ مجھ سے محبت کرو اس لئے کہ میری قرابت تم میں پائی جاتی ہے اور تم مجھے ایذاء نہ دو اور نہ میرے خلاف لوگوں کو بھڑکاؤ۔ اس لئے کہ بطون قریش میں کوئی بطن ایسا نہیں تھا جس میں آپ کی قرابت نہ ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ

القربیٰ سے التقرب الی اللہ مراد ہے مطلب یہ ہوگا تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرو اور اپنے اطاعت اور عمل صالح کے ذریعہ اس کا قرب حاصل کرنے میں۔ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً (جو شخص کوئی نیکی کریگا) وہ طاعت انجام دیتا ہے۔ سری سقطی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ حسنہ سے مراد آل رسول اللہ ﷺ کی مودت ہے یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی اور ان کی رشتہ داری ان میں تھی۔ مگر ظاہر کلام متقاضی ہے کہ عام مراد ہو خواہ کوئی بھی حسنہ ہو البتہ مودت کو یہ اولین درجہ میں شامل ہوگی کیونکہ مودت قربیٰ کے بعد اس کا تذکرہ ہے۔ نَزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا (ہم اس میں اور خوبی زیادہ کریں گے) یعنی اس کو کئی گنا بڑھا دیں گے جیسا کہ اس ارشاد میں ہے: من ذاالذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ [البقرہ:۲۴۵]

قراءت: حُسنٰی بھی پڑھا گیا اس صورت میں یہ بُشریٰ کی طرح مصدر ہے اور ضمیر الحسنہ یا الجنت کی طرف راجع ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے) اس کو اپنی وسعت سے جو گناہ گار ہے۔ شَكُوْرٌ (بڑا قدردان ہے) اپنے فضل سے جو اس کی اطاعت کرے۔ ایک قول یہ ہے وہ توبہ کو قبول کرنے والا اور برداشت کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں الشکور ہے جس کا مطلب ہے طاعت پر اعتماد کرنے والا اور اس کا پورا ثواب دینے والا اور عنایت کرنے میں فضل کرنے والا۔

تسلی رسول ﷺ :

۲۴: اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (کیا یہ لوگ اس طرح کہتے ہیں کہ اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ و بہتان باندھ رکھا ہے) ام منقطعہ ہے ہمزہ توبیخ کیلئے ہے گویا اس طرح فرمایا: ایتمالکون ان ینسبوا مثلہ الی الا فتراء ثم الی الافتراء علی اللہ الذی ھو اعظم الفری و افحشھا؟ کیا وہ قابو نہیں رکھتے کہ اس جیسی شخصیت کی طرف افتراء کی نسبت کریں پھر اس اللہ تعالیٰ پر افتراء کا الزام جو سب سے بڑا اور سب سے قبیح بہتان ہے۔ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ (پس اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کے دل پر مُہر لگا دے)

قولِ مجاہد رحمہ اللہ:

یختم کا معنی یربط ہے۔ آپ کے دل پر صبر کا بند لگا دے اور ان تکالیف کے سلسلہ میں جو وہ پہنچاتے ہیں۔ اور ان کے اس قول پر کہ اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگایا ہے۔ یہ اس لئے فرمایا تا کہ ان کی تکذیب پر آپ کو تکلیف نہ ہو۔ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ (اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹایا کرتا ہے)۔ باطل سے شرک مراد ہے یہ کلام ابتدائی ہے یختم پر اس کا عطف نہیں ہے کیونکہ محو باطل شرط سے معلق نہیں ہے۔ بلکہ وہ مطلق وعدہ ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اللہ کو تکرار سے لایا گیا ہے۔ وَ يُحِقُّ (اور ثابت کرتا ہے) یہ مرفوع ہے اور واؤ اس طرح ساقط ہے جیسا اس آیت میں ویدع الانسان بالشر دعاءہ بالخیر [الاسراء:۱۱] اور آیت وسندع الزبانیۃ [العلق:۱۸] اس کے باوجود کہ یہ مصحف نافع میں قائم ہے۔ وَ يُحِقُّ الْحَقَّ (اور وہ اسلام کو غالب کریگا۔ اور اسکو مضبوط کر دے گا)۔ بِكَلِمٰتِهٖ (اپنے احکام سے) اپنے پیغمبر ﷺ کی زبان پر جو کتاب اس نے اتاری اس کے ذریعہ اور اللہ

وَهُوَ الَّذِیۡ یَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهٖ وَیَعۡفُوۡا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَیَعۡلَمُ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۲۵﴾

اور وہ ایسا ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور برائیوں کو معاف فرماتا ہے، اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو،

وَیَسۡتَجِیۡبُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیۡدُهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ ؕ وَالۡكٰفِرُوۡنَ لَهُمۡ

اور جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے وہ انکی دعا قبول فرماتا ہے اور اپنے فضل سے ان کے اعمال میں اضافہ فرماتا ہے، اور جو کافر ہیں ان کے لئے

عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوۡ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزۡقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَلٰكِنۡ یُّنَزِّلُ

سخت عذاب ہے، اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لئے روزی فراخ کر دے تو وہ زمین میں بغاوت کرنے لگیں اور لیکن وہ نازل فرماتا ہے،

بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیۡرٌۢ بَصِیۡرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِیۡ یُنَزِّلُ الۡغَیۡثَ مِنۡۢ بَعۡدِ

ایک اندازہ کے ساتھ جو وہ چاہتا ہے، بلاشبہ وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے دیکھنے والا ہے، اور وہ ایسا ہے جو لوگوں کے ناامید ہونے کے بعد

مَا قَنَطُوۡا وَیَنۡشُرُ رَحۡمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الۡوَلِیُّ الۡحَمِیۡدُ ﴿۲۸﴾

بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے، اور وہ ولی ہے مستحق حمد ہے۔

تعالیٰ نے ایسا کر دیا۔ ان کے باطل کو مٹا دیا اور اسلام کو غالب کر دیا۔ اِنَّهٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ (وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے) یعنی وہ اس کو بھی جانتا ہے جو تمہارے اور ان کے دلوں میں ہے پس وہ معاملے کو اس کے مطابق جاری فرمائے گا۔

۲۵: وَهُوَ الَّذِیۡ یَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهٖ (اور وہ ایسا ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے) عرب کہتے ہیں قبلت منه الشیٔ جبکہ وہ اس سے لے اور سب سے پہلے لے۔ کہتے ہیں: قبلته عنه یعنی میں نے اس سے اعراض کیا اور جدائی اختیار کی۔ التوبة برائی اور خلل واجب سے ان پر اظہار ندامت کرتے ہوئے لوٹنا اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرنا، اور اگر کسی بندے کا حق ہو تو اس کے طریقے پر پڑتال میں بھی کوئی حرج نہیں۔

قولِ علی رضی اللہ عنہ:

التوبہ کا لفظ چھ معنوں میں استعمال ہوتا ہے:

۱. فرائض کے ضائع کرنے پر پشیمانی۔
۲. فرائض کو دوبارہ ادا کرنا۔
۳. حقوق لوٹا کر دے دینا۔
۴. جس طرح نفس کو گناہوں میں گھلایا ہو اسی طرح نفس کو طاعت میں پگھلانا۔

۵ جس طرح پہلے نفس کو گناہوں کی لذت چکھائی ہو اسی طرح نفس کو طاعت کی تلخی چکھانا۔

۶ جیسے پہلے ہنستا رہا تھا۔ اسی طرح اب رونا۔

قولِ سرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ:

گناہوں کے چھوڑنے کا سچا ارادہ، علام الغیوب کی طرف دل سے رجوع کرنا۔

دیگر کا قول یہ ہے:

جب گناہ کا تذکرہ ہو تو اس کی حلاوت کا کوئی اثر دِل میں نہ ہو۔

قولِ سہل رحمۃ اللہ علیہ:

مذموم حالات سے محمود حالات کی طرف منتقل ہونا۔

قولِ جنید رحمۃ اللہ علیہ:

غیر اللہ سے اعراض کرے۔ وَ يَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ (اور تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے) سیّئات سے مراد شرک سے کم گناہ وہ جس کو چاہتا ہے بلاتوبہ معاف کر دیتا ہے۔ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ (اور وہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو)
قراءت: ابو بکر کے علاوہ تاء کے ساتھ یعنی توبہ اور معصیت میں سے۔ اس پر وقف نہیں اس پر عطف کی وجہ اور اتصال معنی کی وجہ سے۔

۲۶: وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ (اور ان لوگوں کی عبادت قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور ان کو اپنے فضل سے زیادہ دیتا ہے) یعنی جب وہ دعا کرتے ہیں تو وہ ان کی دعاؤں کو قبول کرتا اور جو وہ طلب کریں وہ ان کو عنایت فرماتا ہے اور ان کے مطلوب سے ان کو بڑھا کر دیتا ہے۔ استجاب اور اجاب کا ایک ہی معنی ہے ایسے مواقع پر سین فعل کی تاکید کیلئے لائی جاتی ہے جیسے تم کہو تعظم و استعظم۔ تقدیرِ کلام یہ ہے ویجیب اللّٰہ الذین امنوا (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی دعاؤں کو قبول کرے گا)۔

ایک قول:

یہ ہے کہ ویستجیب للذین اور قبول کرتا ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے لام کو حذف کر دیا۔ اور ان پر اس طرح احسان فرمایا کہ جب وہ توبہ کریں تو وہ ان کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور ان کی سیئات سے درگزر کرتا ہے۔ اور جب وہ دعا کرتے ہیں تو قبول کرتا ہے اور ان کے سوال سے زیادہ دیتا ہے۔

قولِ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ:

ابراہیم بن ادہم سے کسی نے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ ہم دعا کرتے ہیں مگر قبول نہیں ہوتی۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس نے تم کو طاعت کی طرف بلایا تم نے اس کی دعوت قبول نہیں کی۔ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ (اور کافروں کیلئے سخت عذاب ہے) آخرت میں۔

مالداری سرکشی کا سبب ہے:

۲۷: وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ (اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کیلئے روزی فراخ کر دیتا) یعنی اگر تمام کو مالدار بنا دیتا لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ (تو وہ دنیا میں شرارت کرنے لگتے) بغوا یہ بغی سے ہے جس کا معنی ظلم ہے یعنی ایک دوسرے پر سرکشی کرنا کیونکہ مالداری تکبر اور سرکشی میں ڈال دیتی ہے۔ اس میں عبرت کیلئے فرعون کا حال کافی ہے۔ یا بغی بمعنی تکبر سے ہے ضرور زمین میں بڑائی کرتے وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ (لیکن وہ اتارتا ہے)

قراءت: مکی، ابوعمرو نے يُنْزِلُ تخفیف سے پڑھا ہے۔ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ (اندازہ سے جتنا چاہتا ہے) عرب کہتے ہیں قدرہ قَدْرًا وقَدَرًا اندازہ کرنا۔ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ (وہ اپنے بندوں کو جاننے والا دیکھنے والا ہے) وہ بندوں کے احوال سے واقف ہے اس لئے بتقاضائے حکمت ان کے لئے اندازہ کرتا ہے پھر فقیر وغنی بناتا ہے۔ اور رزق روکتا اور عطاء کرتا تنگ کرتا اور کھولتا ہے اور اگر وہ تمام کو مالدار بنا دے تو وہ سرکش ہو جائیں اور سب کو فقیر محتاج بنا دے تو ہلاک ہو جائیں۔ باقی بعض سرکشوں پر وسعت رزق ہے اور بعض سرکش تنگ دست ہیں مگر وہ قلیل ہیں۔ فقر کی حالت میں سرکشی بنسبت مالداری کی حالت میں سرکشی سے کم ہے۔ مالداروں کی اغلب اکثریت نافرمان ہے۔

مایوسی کے بعد بارش:

۲۸: وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ (اور وہ ایسا ہے جو بارش نازل کرتا ہے)۔

قراءت: يُنَزِّلُ کو مدنی، شامی وعاصم نے پڑھا۔

مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا (اس کے بعد کہ وہ مایوس ہو جاتے ہیں)

قراءت: قَنِطُوا پڑھا گیا ہے۔

وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ (وہ اپنی رحمت پھیلاتا ہے) رحمت سے مراد بارش کی برکات اور منافع اور اس سے جو سرسبزی حاصل ہوتی ہے۔

مقولۂ فاروقی رضی اللہ عنہ:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا گیا۔قحط زیادہ ہوگیا ہے اور لوگ مایوس ہوگئے تو آپ نے فرمایا اب بارش ملے گی انہوں نے اس آیت کی طرف اشارہ کیا یا انہوں نے ہر شئی میں اللہ تعالیٰ کی جو رحمت ہے اس کا ارادہ کیا۔وَھُوَ الْوَلِیُّ (اور وہ کارساز ہے) جو کہ اپنے بندوں کا احسانات کے ساتھ ذمہ دار ہے۔الْحَمِیْدُ (وہ قابل تعریف ہے) اس پر اس کی تعریف کی جاتی ہے اہل طاعت اس کی تعریف کرتے ہیں۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰی

اور اسکی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانا، اور ان جانوروں کا پیدا فرمانا جو اس نے ان دونوں میں پھیلا دیئے ہیں، اور وہ ان کے جمع

جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ

کرنے پر جب چاہے قادر ہے، اور تمہیں جو بھی کوئی مصیبت پہنچ جائے سو وہ تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے ہے

یَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ ﴿۳۰﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۚۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور وہ بہت کچھ معاف فرما دیتا ہے اور تم زمین میں عاجز بنانے والے نہیں ہو، اور تمہارے لئے اللہ کے سوا

مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۳۱﴾ وَمِنْ اٰیٰتِهِ الْجَوَارِ فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ یَّشَاْ یُسْكِنِ

کوئی ولی اور مددگار نہیں ہے، اور اس کی نشانیوں میں سے کشتیاں ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح ہیں، اگر وہ چاہے تو ہوا کو

الرِّیْحَ فَیَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰی ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾

روک دے، سو یہ کشتیاں سمندر کی پشت پر رکی ہوئی رہ جائیں، بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے شکر کرنے والے کے لئے

اَوْ یُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَیَعْفُ عَنْ كَثِیْرٍ ﴿۳۴﴾ وَّیَعْلَمَ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا ؕ

یا وہ ان کے اعمال کی وجہ سے ہلاک فرما دے، اور بہت سوں کو معاف کر دے اور وہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو ہماری آیات میں جھگڑتے ہیں

مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ ﴿۳۵﴾

ان کے لئے کوئی بھی بچنے کی جگہ نہیں ہے۔

چلنے والے جاندار آسمان وزمین میں:

۲۹: وَمِنْ اٰیٰتِهٖ (من جملہ اور اس کی نشانیوں میں سے) یعنی علامات قدرت میں سے خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمان و زمین کا پیدا کرنا ہے) ان کے اتنے بڑے ہونے کے باوجود۔ وَمَا بَثَّ (اور وہ جاندار جو اس نے پھیلا دیے) ما جائز ہے کہ مرفوع ہو اور مجرور ہو مضاف پر محمول کر کے یا مضاف الیہ پر فِیْهِمَا (آسمانوں اور زمین میں) مِنْ دَآبَّةٍ دواب تو صرف زمین کے اندر ہیں مگر کسی چیز کو مجموعہ کی طرف منسوب کرنا جائز ہے اگرچہ وہ بعض سے متعلق ہو۔ جیسا کہا جاتا ہے بنو تمیم فیھم شاعر مجید انما ھو فخذ من افخاذ ھم ۔ بنو تمیم میں شاعر وہ ایک قبیلہ ہے ان کے قبائل میں سے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے یخرج منهما اللؤلؤ و المرجان [الرحمان:۲۲] حالانکہ موتی نمکین سمندر سے نکلتے ہیں۔ البتہ یہ بھی کوئی بعید بات نہیں

کہ وہ آسمانوں میں ایسے جاندار پیدا کردے جو انسانوں کی طرح زمین پر چلتے ہوں یا فرشتے اڑنے کے ساتھ چلتے ہوں۔ پس آہستہ چال جو انسانوں کی ہے ان کی تعریف بیان کی گئی۔ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ (اوران کو جمع کرنے پر) قیامت کے دن اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ (جب وہ چاہے قدرت رکھتا ہے)

نحو: اذا ماضی اور مضارع دونوں پر داخل ہوتا ہے ارشاد الٰہی ہے۔ والیل اذا یغشٰی [الیل:۱]

۳۰: وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ (اور تم کو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے) غم، دکھ، ناپسند بات فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ (وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے ہے) یعنی وہ اس گناہ کے باعث ہے جو تم نے کیے ہیں تاکہ سزا دی جائے۔

قراءت: مدنی، شامی اور علی نے بما کسبت پڑھا ہے۔

نحو: ما مبتدا اور بما کسبت اس کی خبر بغیر اس کے کہ اس میں شرط کا معنی پایا جائے اور جنہوں نے فاء کو قائم رکھا انہوں نے شرط کے معنی کو خبر میں متضمن تسلیم کیا ہے۔

اہل تناسخ کا استدلال: اگر بچوں کی اس حالت سے قبل اور کسی شکل میں حالت نہ ہوتی تو ان کو تکالیف نہ آتیں۔

جواب: آیت اپنے سیاق وسباق سے بتلا رہی ہے کہ یہ مکلفین سے متعلق ہے اور سیاق ملاحظہ ہو ویعفو عن کثیر وہ بہت سے گناہوں کو ان گناہوں میں سے معاف فرماتے ہیں۔ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ (اور وہ بہت سے تو درگزر کر دیتا ہے) پس وہ ان پر سزا نہیں دیتے یا بہت سے لوگوں کے گناہ معاف کر دیتے ہیں ان کو جلد سزا نہیں دیتے۔

قول ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ:

جو شخص نہیں جانتا کہ جو مصائب وفتن اس کو پیش آرہے ہیں یہ اپنے کیے ہوئے اعمال کے باعث ہیں اور جو اس کے آقا نے اس کو معاف کر دیئے ہیں وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہیں وہ شخص اپنے رب کے احسانات کی زیادہ قدر نہیں کرتا۔

قولِ محمد بن حامد رحمۃ اللہ علیہ:

بندہ تو ہر گھڑی گناہ کرنے والا ہے۔ طاعات میں اس کی جنایات معاصی کی جنایات سے بڑھ کر ہیں کیونکہ معصیت والی جنایت تو ایک اعتبار سے ہے اور طاعات والا گناہ کئی اعتبار سے گناہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو قسم قسم کے مصائب کے ذریعہ جنایات سے پاک کرتا ہے تاکہ قیامت کے دن اس کا بوجھ ہلکا ہو اگر اللہ تعالیٰ کی معافیاں اور رحمتیں نہ ہوں تو یہ پہلے قدم پر ہی ہلاک ہو جائے۔

قول علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

قرآن مجید میں ایمان والوں کیلئے یہ آیت سب سے زیادہ امید بندھانے والی ہے۔ کیونکہ کریم جب ایک مرتبہ سزا دے دیتا ہے تو دوسری مرتبہ سزا نہیں دیتا اور جب معاف کرتا ہے تو پھر دوبارہ ان پر باز پرس نہیں کرتا۔

۳۱: وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ (اور تم زمین میں ہرا نہیں سکتے) یعنی جن مصائب کا تمہارے لئے فیصلہ کر دیا گیا ان سے

بچ نہیں سکتے۔ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی حامی و مددگار نہیں ہے) جو کہ اس وقت عذاب دور کر دے جب وہ تم پر اتر پڑے۔

۳۲: وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ (اور اس کی من جملہ نشانیوں میں سے جہاز ہیں) الجوار جمع جاریہ کی ہے بمعنی کشتیاں۔

قراءت: مکی، سہل، یعقوب نے ہر دو حالتوں میں الجواری پڑھا ہے۔ مدنی، ابو عمرو نے وصل میں ان کی موافقت کی ہے۔ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ (سمندر میں جیسے پہاڑ)

صابر و شاکر:

۳۳: اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ (اگر وہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے)

قراءت: مدنی نے الریاح پڑھا ہے۔ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ (وہ کھڑے کے کھڑے رہ جائیں) کھڑے رہیں نہ چل سکیں۔ عَلٰى ظَهْرِهٖ (اس کی سطح پر) سمندر کی سطح پر۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ (بیشک اس میں نشانات ہیں ہر صابر) جو مصائب پر صبر کرتا ہے۔ شَكُوْرٍ (شاکر کیلئے) نعمتوں کا قدردان ہے یعنی ہر مخلص ایمان والے کیلئے۔ ایمان کے دو حصے ہیں نمبر۱۔ آدھا صبر ۲۔ آدھا شکر یا طاعتوں پر جم جانے والا اور نعمتوں کی قدردانی کرنے والا۔

۳۴: اَوْ يُوْبِقْهُنَّ (یا ان کو ہلاک کر دے) یہ یسکن پر معطوف ہے۔ معنی یہ ہے اگر چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے پس وہ رک جائیں یا ان کو تیز چلا دے جس سے وہ غرق ہو جائیں بِمَا كَسَبُوْا (ان کے کمائے ہوئے گناہوں کے باعث) وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ (اور وہ بہت سے آدمیوں سے درگزر کر جاتا ہے) بہت سے گناہوں سے درگزر کر کے ان پر سزا نہیں دیتا۔ اس آیت میں عفو و درگزر کو ایباق کے حکم میں داخل کیا گیا اس لئے کہ وہ تو اس کا پختہ ارادہ کر چکا ہے کیونکہ معنی یہ ہے یا اگر وہ چاہے تو کچھ لوگوں کو ہلاک کر دے اور کچھ لوگوں کو بطریق عفو نجات دے دے۔

۳۵: وَّ يَعْلَمَ (اور معلوم ہو جائے) یہ منصوب ہے اس کا عطف جملہ تعلیلیہ پر ہے جو کہ محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے لینتقم عنهم ويعلم، الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا (ان لوگوں کو جو ہماری آیات میں جھگڑتے ہیں) ان آیات کو باطل کرنے اور دور کرنے کیلئے۔

قراءت: مدنی اور شامی نے ویعلمُ بطور جملہ مستانفہ پڑھا ہے۔

مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ (کہ ان کے لئے کوئی بچاؤ نہیں) عذاب سے بچ جانے کی جگہ۔

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ

اور تم کو جو بھی چیز دی گئی ہے سو وہ دنیا والی زندگی کا سامان ہے، اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے ان لوگوں کے لئے

اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ

جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اور جو کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں

وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ

اور جب انہیں غصہ آجائے تو معاف کر دیتے ہیں اور جنہوں نے اپنے رب کے حکم کو مانا اور نماز قائم کی

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ

اور انکے کام آپس کے مشورے سے ہوتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جن کا حال یہ ہے کہ جب ان کو ظلم

الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾

پہنچ جاتا ہے تو وہ بدلہ لے لیتے ہیں۔

۳۶: فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ (پس جو کچھ تم کو ملا ہوا ہے وہ صرف دنیوی زندگی کے استعمال کیلئے ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے) یعنی ثواب خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (وہ بدرجہا اس سے بہتر ہے اور زیادہ پائیدار ہے وہ ان لوگوں کیلئے ہے جو ایمان لے آئے اور اپنے رب پر وہ توکل کرتے ہیں)

نحو: ما پہلا شرط کے معنی کو متضمن ہے اسی لئے اس کے جواب میں فاء آئی ہے اور دوسرا ما شرط کا معنی نہیں رکھتا اسی لئے اس کے جواب میں فاء نہیں یہ آیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی جب انہوں نے اپنا سارا مال راہ خدا میں صرف کر دیا اور بعض لوگوں نے ان کو ملامت کی۔

۳۷: وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ (اور وہ لوگ جو پرہیز کرتے ہیں)

نحو: اس کا عطف الذین اٰمنوا پر ہے اور اسی طرح اس کا مابعد كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ (بڑے گناہوں سے) یعنی بڑے گناہ جو اس جنس سے ہیں۔

قراءت: علی، حمزہ نے کبیر الاثم پڑھا ہے۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کبیر الاثم سے شرک مراد ہے۔

وَالْفَوَاحِشَ (اور بے حیائی کی باتوں سے) ایک قول یہ ہے جس کی قباحت زیادہ ہو وہ فاحشہ ہے جیسے زنا وَاِذَا مَا غَضِبُوْا (اور جب ان کو غصہ آتا ہے) اپنے کسی دنیاوی معاملے میں هُمْ يَغْفِرُوْنَ (وہ معاف کر دیتے ہیں) وہ غصہ کی حالت

میں معاف کرنے کی خصوصیت رکھتے ہیں۔

فَائِدَہ : آیت میں ھم اور پھر اس کو بطور مبتدا لانا۔ اور یغفرون کی اسناد خصوصاً اس کی طرف کرنا۔ اسی خصوصیت کے اظہار کیلئے ہے۔ وھم ینتصرون میں یہی نکتہ پیش نظر رکھیں۔

انصارِ مدینہ کی طاعت شعاری:

۳۸: وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ (اور جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا) یہ آیت انصار مدینہ کے متعلق نازل ہوئی۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی طرف بلایا اور طاعت کی دعوت دی تو انہوں نے اس کو قبول کر لیا۔ ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کا حکم مان لیا۔ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ (اور وہ نماز کے پابند ہیں) وہ پانچوں نمازیں ادا کرنے والے ہیں۔ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (اور انکا ہر کام آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے) ای ذو شوری۔ وہ کسی رائے میں انفرادیت اختیار نہیں کرتے جب تک اس پر اتفاق نہ کر لیں۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

جس قوم نے مشورہ سے کام لیا وہ سب سے بہتر کام کی طرف ہدایت پا گئے۔ الشورٰی یہ الفتیا کی طرح مصدر ہے جو کہ التشاور کے معنی میں ہے۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں) وہ صدقہ کرتے ہیں۔

بغی پر انتقام:

۳۹: وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ (اور ان لوگوں پر جب ظلم واقع ہوتا ہے) هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ (وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں) وہ اس ظالم سے انتقام لیتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو بدلہ اس کا مقرر فرمایا ہے۔ اس پر وہ اکتفاء کرتے ہیں۔ اس سے تجاوز نہیں کرتے۔ وہ اپنے آپ کو اس میں ملوث کرنے کو تیار نہ تھے مگر فساق نے ان پر جرأت کی تو وہ بدلہ پر آمادہ ہوئے۔

ایک نکتہ:

یہاں ان کی بدلہ لینے پر تعریف کی گئی ہے کیونکہ جس نے بدلہ لیا اور حق لیا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حد سے تجاوز نہ کیا اگر وہ ولی دم تھا تو اس نے قتل میں اسراف نہ کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار ہے اور ہر مطیع قابل تعریف ہے ھم ینفقون کے تحت لکھے ہوئے کا دوبارہ مطالعہ کر لیں۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾

اور برائی کا بدلہ برائی ہے اسی جیسی سو جو شخص معاف کر دے اور صلح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے، بلاشبہ وہ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا، اور البتہ جو شخص مظلوم ہو جانے کے بعد بدلہ لے لے سو یہ ایسے لوگ ہیں جن پر کوئی الزام نہیں، الزام انہی پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور دنیا میں ناحق سرکشی کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے، اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

ع ۵

بدلہ کی حدود:

۴۰: پھر بدلہ کی حد کو بیان فرمایا وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے) پہلا لفظ سیئہ تو اپنے حقیقی معنی میں ہے اور دوسرا حقیقی معنی میں نہیں۔ بلکہ جزاء سیئہ کو سیئہ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ نمبر۲۔ کیونکہ وہ برائی و زیادتی کرتا ہے اور اس شخص پر جس پر وہ اترتی ہے اس لئے اس کو سیئہ کہہ دیا اور اس وجہ سے بھی کہ اگر پہلی زیادتی نہ ہوتی تو دوسری سیئہ بنتی اس صورت میں وہ ایذاء دینا شمار ہوتا۔ وہ غیر کی وجہ سے حسنہ بنی ہے تو اصل کا لحاظ کر کے اس کو سیئہ کہہ دیا۔ نمبر۳۔ دوسری کو سیئہ کا نام اس لئے دیا گیا کہ عفو اولیٰ (وان تعفوا اقرب للتقویٰ) مطلب یہ ہے جب زیادتی کی جائے تو ضروری ہے کہ اس کا سامنا اتنی ہی زیادتی سے کیا جائے البتہ حد سے تجاوز نہ ہو۔

فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ (پھر جو شخص معاف کر دے اور اصلاح کرے) اس کے اور اس کے مخالف کے درمیان عفو و چشم پوشی سے کام لے۔ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (پس اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے) مبہم وعدہ ہے بڑائی اور شان میں ناقابل قیاس ہے۔ (سبحان اللہ) اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا) جو ظلم سے ابتداء کرتے ہیں یا جو لوگ بدلہ میں حد سے آگے گزر جاتے ہیں۔ حدیث میں فرمایا قیامت کے دن ایک منادی آواز دے گا۔ جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو وہ کھڑا ہو جائے پس اس وقت صرف معاف کرنے والا کھڑا ہوگا۔ (رواہ العقیلی فی الضعفاء ۳/۴۴۷)

۴۱:وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ (اور جو اپنے اوپر ظلم ہو چکنے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے) اس نے ظلم کیے جانے کے بعد اپنا حق لیا۔

نحو : یہاں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف کی گئی ہے۔

فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَیْهِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ (تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں) اولئك کا اشارہ مَن کے معنی کی طرف مشیر ہے نہ کہ لفظ کی طرف بدلہ لینے والے پر کوئی الزام نہیں اور نہ ہی معاتب و معایب پر کیوں کہ ان سے اس کا بدلہ چکا لیا گیا ہے۔

۴۲:اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ (الزام صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں) ظلم کرنے میں ابتداء کرتے ہیں۔وَیَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ (اور دنیا میں سرکشی کرتے ہیں) تکبر و بڑائی کرتے اور فساد مچاتے ہیں۔بِغَیْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (ناحق ان کے لئے دردناک عذاب ہے) سبیل کی تفسیر حجت اور پیچھا کرنا۔

۴۳:وَلَمَنْ صَبَرَ (اور جو شخص صبر کرے) ظلم وایذاء پر وَغَفَرَ (اور بخش دے) بدلہ نہ لے۔اِنَّ ذٰلِكَ (بیشک یہ) یعنی صبر اور اس سے درگزر کرنا لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (یہ البتہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے) یعنی ایسے امور میں سے ہیں جن کی طرف بڑھنا چاہیے۔یا یہ ایسے امور میں سے ہے جن کے لئے مناسب ہے کہ عقل مند ان کو اپنے اوپر لازم کرے اور اس کے چھوڑنے کی رخصت اختیار نہ کرے۔یہاں منہ ضمیر کو حذف کیا گیا ہے کیونکہ وہ درمیان کلام سے سمجھ آ رہی ہے جیسا کہ عرب اس قول میں قرینہ کی وجہ سے حذف کرتے ہیں۔السمن منوان بدرهم ۔

قولِ ابوسعید القرشی رحمۃ اللہ علیہ:

بیداری کی علامت یہ ہے کہ مکارہ پر صبر کرے۔جس نے کسی ناپسند بات پر صبر کیا اور جزع کا اظہار نہ کیا۔اللہ تعالیٰ اس کو رضا کی حالت میسر فرمائیں گے اور یہ رضا والا حال سب سے اعلیٰ ہے۔اور جس نے مصائب پر جزع فزع کی اور شکوہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے نفس کے حوالہ کر دیتے ہیں۔پھر اس کا شکوہ کسی کام نہیں آتا۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا

اور اللہ جس کو گمراہ کرے اس کے لئے اس کے بعد کوئی چارہ ساز نہیں اور جب ظالم لوگ عذاب کو دیکھیں گے تو اے مخاطب تو انہیں

الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ

اس حال میں دیکھے گا کہ یوں کہہ رہے ہوں گے کیا واپس کئے جانے کا کوئی راستہ ہے؟ اور تو انہیں اس حال میں دیکھے گا کہ وہ دوزخ پر پیش کئے جا رہے ہوں گے ذلت کی وجہ سے

مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ

جھکے ہوئے چھپی ہوئی نظر سے دیکھتے ہوں گے، اور ایمان والے کہیں گے بلاشبہ پورے خسارے میں پڑ جانے والے

الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ

وہ ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے گھر والوں سے قیامت کے دن خسارہ میں پڑ گئے، خبردار بےشک نہیں کہ ظالم لوگ دائمی عذاب میں

مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ

رہیں گے، اور ان کے لئے اللہ کے سوا مددگار نہ ہوں گے جو ان کی مدد کریں اللہ کو چھوڑ کر۔ اور جسے اللہ گمراہ کرے

فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۶﴾ؕ

اسکے لئے کوئی راستہ ہی نہیں۔

۴۴: وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ (اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اس کے بعد اس شخص کا کوئی کارساز نہیں) کوئی اس کو ہدایت دینے کی طاقت نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ کے اضلال کے بعد اور کوئی اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا نہیں سکتا۔ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ (اور تم ظالموں کو دیکھو گے) قیامت کے دن لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ (جبکہ وہ عذاب کو سامنے دیکھیں گے) جب عذاب سامنے نظر آ جائے گا۔ اس بات کے قطعی واقع ہونے کی وجہ سے ماضی کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ (اور وہ کہیں گے لوٹنے کی کوئی راہ ہے) وہ اللہ تعالیٰ سے طلب کریں گے کہ ان کو ایمان لانے کیلئے دنیا میں واپس لوٹا دے۔

۴۵: وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا (اور آپ ان کو اس حالت میں دیکھیں گے کہ ان کو آگ کے سامنے لایا جائے گا)۔ ھا کی ضمیر نار کی طرف راجع ہے اس لئے کہ عذاب اس پر دلالت کر رہا ہے۔ خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ (وہ ذلت کی وجہ سے جھکنے والے ہونگے) ذلت کے حاصل ہونے کی وجہ سے بتکلف چھوٹے بنیں گے اور اپنے کو بتکلف حقیر بنائیں گے۔ يَنْظُرُوْنَ (وہ آگ کی طرف دیکھیں گے) مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ (سست نگاہ سے) آنکھیں چرا کر ذرا سی نظر سے دیکھیں گے جیسا کہ قتل گاہ میں موجود شخص تلوار کو دیکھتا ہے۔

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ

تم اپنے رب کا حکم مانو اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس میں اللہ کی طرف سے واپس کرنا نہ ہوگا، تمہارے لئے اس دن پناہ لینے کی

يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ

جگہ نہ ہوگی اور نہ کوئی نکیر کرنے والا ہوگا پس اگر وہ اعراض کریں تو ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا آپ کے ذمہ

اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ ۢ

صرف پہنچانا ہے، اور بلاشبہ بات یہ ہے کہ جب ہم انسان کو اپنی طرف سے رحمت چکھا دیتے ہیں تو اس پر خوش ہوتا ہے اور اگر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے انہیں

بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

کوئی مصیبت پہنچ جائے تو بلاشبہ انسان ناشکری کرنے لگتا ہے، اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں کا اور زمین کا ملک

يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ

وہ پیدا فرماتا ہے جو چاہے جسے چاہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جسے چاہے بیٹے دیتا ہے یا بیٹے اور بیٹیاں دونوں جنسوں کو

ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾

جمع کر دیتا ہے، اور جسے چاہے بانجھ بنا دیتا ہے بلاشبہ وہ جاننے والا ہے اور قدرت والا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (اور ایمان والے کہیں گے کہ مکمل خسارہ والے وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے متعلقین سے قیامت کے روز خسارہ میں مبتلا ہوئے) یوم کا لفظ خَسِرُوْٓا کے متعلق ہے اور ایمان والوں کا قول دنیا میں واقع ہونے والا ہے یا قال کے متعلق ہے یعنی یقولون یوم القیامة اذا رأوهم علی تلك الصفة وہ کہیں گے قیامت کے دن جب ان کو اس حالت میں دیکھیں گے۔ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ (خبردار! بیشک ظالم لوگ عذاب دائمی میں رہیں گے) مقیم کا معنی دائمی ۔

۴۶: وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ (اور ان کے کوئی مددگار نہ ہونگے جو ان کی مدد کریں گے) مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ سے الگ) اس کے عذاب سے بچانے کیلئے مدد کریں۔ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ (اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کے لئے کوئی راستہ ہی نہیں) نجات کی طرف ۔

قیامت سے پہلے اس کی بات مان لو:

۴۷: اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ (تم اپنے رب کا حکم مان لو) اس کو قبول کرلو جس کی طرف اس نے تمہیں بلایا ہے۔ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ

یَوْمٌ (اس سے پہلے کہ ایسا دن آن پہنچے) یوم سے پہلے قیامت کا دن مراد ہے۔ لَّا مَرَدَّلَهٗ مِنَ اللّٰهِ (جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہٹنا نہ ہوگا) مِنْ یہ لامرد سے متصل ہے ای لایر ده الله بعد ماحکم به اللہ تعالیٰ اس کا حکم کرنے کے بعد واپس نہیں لوٹائے گا۔ نمبر۲۔ یاتی سے تعلق ہے ای من قبل ان یاتی من الله یوم لا یقدر احدٌ علی ردّہٖ۔ اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسا دن آجائے کہ جس دن کوئی شخص اس کے لوٹانے کی طاقت نہ رکھتا ہوگا۔ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ (نہ تم کو اس روز کوئی پناہ ملے گی اور نہ تمہارے بارہ میں کوئی روک ٹوک کرنے والا ہوگا) یعنی تمہیں کوئی عذاب سے چھوڑانے والا نہ ہوگا۔ اور نہ ہی تمہیں طاقت ہے کہ تم کسی بھی چیز کا انکار کرو جس کا تم نے پہلے ارتکاب کیا ہے وہ تمہارے صحائف اعمال میں درج کر دیا گیا۔ النکیر: انکار۔

۴۸: فَاِنْ اَعْرَضُوْا (پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں) ایمان سے فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا (تو ہم نے آپ کو ان پر نگران کر کے نہیں بھیجا) حفیظ، نگران کو کہتے ہیں۔ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ (آپ کے ذمہ پیغام رسالت کو ان تک پہنچا دینا ہے) اور وہ آپ نے کر دیا۔ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ (اور ہم جب آدمی کو کچھ اپنی عنایت کا مزہ چکھاتے ہیں) الانسان بول کر جمع مراد ہے۔ مِنَّا رَحْمَةً یعنی نعمت، وسعت، امن، صحت فَرِحَ بِهَا (وہ خوش ہو جاتا ہے) اترانے لگتا ہے۔ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ (اور اگر ان کو مصیبت آپڑتی ہے مثلاً مرض، تنگدستی وغیرہ اور انہی کی قسم سے۔ فرح کے لفظ کو واحد لایا گیا لفظ کا لحاظ کر کے اور اِنْ تُصِبْهُمْ میں ضمیر جمع لائے۔ معنی کے لحاظ سے۔ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ (بسبب ان کے گناہوں کے جو انہوں نے آگے بھیجے)

انسان نہایت ناشکرا ہے:

فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ (پس بلاشبہ انسان ناشکرا ہے) یہاں ضمیر کی بجائے اسم ظاہر لائے اس طرح نہیں کہا فانه کفورٌ تا کہ یہ بات لکھی جائے کہ یہ جنس کفران نعمت کے ساتھ موصوف ہے جیسا کہ فرمایا ان الانسان لظلوم کفار۔ بیشک انسان ظالم ہے ناشکرا ہے [ابراہیم: ۳۴] الکفور بہت شدید کفر کرنے والا۔ مطلب یہ ہے کہ مصائب کو تو یاد رکھتا ہے مگر نعمتوں کو بھلا دیتا ہے اور ان کو حقیر قرار دیتا ہے۔ ایک قول یہ ہے اس سے کفران نعمت مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کفر باللہ ہے۔

قدرتِ باری تعالیٰ:

۴۹: لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی) يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا (وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے) وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ (اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطاء فرماتا ہے)۔

۵۰: اَوْ يُزَوِّجُهُمْ (یا ان کو جمع کر کے دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی) ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا (مذکر اور مونث اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے)

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا

اور کسی بشر کے لئے یہ موقعہ نہیں ہے کہ وہ اللہ سے بات کرے ہاں وحی کے ذریعہ یا پردہ کے پیچھے سے یا اس طرح بات ہوسکتی ہے کہ اللہ کسی رسول کو بھیج دے

فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ

پھر وہ رسول اسکی اجازت سے اسکی مشیت کے مطابق وحی پہنچادے، بے شک وہ برتر ہے حکمت والا ہے۔ اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے قرآن کی

اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ

وحی کی، آپ نہیں جانتے تھے کہ کیا ہے کتاب اور کیا ہے ایمان؟ اور لیکن ہم نے اسے نور بنا دیا ہے اس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں

مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ

میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور بلاشبہ آپ صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں جو اللہ کا راستہ ہے

الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾ ع

جس کے لئے وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ خبردار اللہ ہی کی طرف تمام امور لوٹتے ہیں۔

ع ۵ ۱۰ ۶

جب انسان کو رحمت چکھانے کا تذکرہ فرمایا گیا۔ اور انسان کو اس کی ضد کے پہنچ جانے کا تذکرہ ہو چکا تو اس کے بعد توحید کا ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ بادشاہ مطلق ہیں۔ وہی نعمتیں اور قسمتیں تقسیم کرتا ہے جس طرح وہ ارادہ فرماتا ہے اور اپنے بندوں کو جو چاہتا ہے اولاد نصیب کر دیتا ہے بعض کو صرف بیٹیاں اور بعض کو صرف بیٹے اور بعض کو دونوں قسمیں اور بعض کو بے اولاد رکھتا ہے۔ (یہ سارے اس کی قدرت کے کرشمے ہیں) العقیم جو اولاد جننے کے قابل نہ ہو۔ رجل عقیم وہ مرد جو اولاد کے لائق نہ ہو۔ یہاں مؤنثات کو مذکروں پر مقدم کیا گیا ہے کیونکہ سیاق کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں نہ وہ کچھ جو انسان چاہے پس ان بیٹیوں کا تذکرہ کہ جن کو انسان نہیں چاہتا کہ پیدا ہوں۔ تو ان کا تذکرہ زیادہ اہم تھا۔ اس لئے مقدم کر دیا اور تاکہ وہ جنس قریب ہو جس کو ذکر کرنا عرب کے لوگ مصیبت سمجھتے تھے۔ بلاء کا ذکر بلاء کے قریب ہو جائے۔ جب مذکروں کو مؤخر کیا حالانکہ وہ مقدم کرنے کے لائق ہیں۔ تو ان کی تاخیر ذکری کا تدارک ان کی تعریف سے فرما دیا۔ کیونکہ معرفہ لانے میں تشہیر اور شان کو بڑھانا ہے۔ پھر ہر دو جنس کو تقدیم و تاخیر کا حق دیا جاتا رہا۔ اور یہ بتلا دیا کہ عورتوں کا پہلے ذکر کرنا ان کے تقدیم مرتبہ کی علامت نہیں بلکہ اور وجہ سے ہے پس فرمایا ذکرانا و اناثًا۔ انبیاء علیہم السلام کے متعلق نازل ہوئی۔ اس لئے کہ لوط علیہ السلام کو فقط بیٹیاں دیں اور شعیب کو بھی اور ابراہیم علیہ السلام کو فقط بیٹے اور محمد ﷺ کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں دیں۔ یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام کو بے اولاد رکھا۔ (مگر عیسیٰ علیہ السلام تو آخری زمانہ میں اتریں گے ان کے ہاں اولاد ہوگی جیسا کہ احادیث میں مصرح ہے۔ مترجم) اِنَّهٗ عَلِيْمٌ (بیشک وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے) قَدِيْرٌ (وہ ہر چیز پر قادر ہے)

طرقِ وحی کی تفصیل:

۵۱: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ (اور کسی بشر کی یہ شان نہیں) کسی بھی انسان کیلئے یہ درست نہیں۔ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا (کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرمائے) الہام کے طور پر جیسا کہ مروی ہے نفث فی روعی کہ دل میں یہ بات ڈالی گئی [رواہ احمد: ۵۰/۳] یا نیند میں خواب کے ذریعہ جیسا کہ نبی علیہ السلام کا قول ہے۔ رؤیا الانبیاء وحی۔ [رواہ البخاری: ۸۵۹] وہ جیسے ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کے ذبح کا حکم خواب میں ملا۔ اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ (یا حجاب کے باہر سے) یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے کلام براہ راست سنتا ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے سنا بغیر اس کے کہ کوئی سامع کلام کرنے والے کو دیکھے اور اس حجاب سے مراد حجاب اللہ نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے وہ لفظ استعمال کرنے جائز نہیں جو اجسام کیلئے جائز ہیں۔ مثلاً حجاب وغیرہ۔ لیکن اس سے مراد یہ ہے سامع کو دنیا میں نظر آنے سے وہ محجوب ہے۔ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا (یا کسی رسول کو بھیجے) یعنی فرشتے کو بھیجے فَيُوْحِيَ (پس وہ پیغام پہنچا دیتا ہے)۔ وہ فرشتہ اس کی طرف پیغام پہنچا دیتا ہے۔

ایک قول:

یہ ہے۔ وحیاً جیسا کہ رسولوں پر ملائکہ کے واسطہ سے وحی کی گئی۔ اویرسل رسولاً یعنی نبی کو بھیجے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی اقوام سے ان کی زبانوں کے مطابق کلام کیا گیا۔ وحیاً اور ان یرسل یہ دونوں مصدر ہیں اور یہ حال بن رہے ہیں۔ کیونکہ ان یرسل ارسالا کے معنی میں ہے اور من وارء حجاب یہ ظرف ہے جو حال کی جگہ آیا ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں وعلی جنوبھم [آل عمران: ۱۹۱] تقدیر کلام اس طرح ہے اور صحیح نہیں کہ وہ کسی سے کلام کرے مگر یہ کہ وہ وحی کرنے والے ہوں یا مسمعًا من وارء حجاب پردے کے پیچھے سے سنانے والے ہوں۔ یا مرسل بھیج کر پہنچانے والے ہوں۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ معنی اس طرح کر لیں کسی انسان کے لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کریں مگر اس طرح کہ وحی کی جائے یا وہ پردے کے پیچھے سے سنتا ہے یا وہ کوئی قاصد بھیجتا ہے خلیل نحوی نے اس کو اختیار کیا ہے اور اویرسل رسولا فیوحی رفع کے ساتھ نافع نے پڑھا تقدیر عبارت: اوھو یرسل رسولا فیوحی (وہ رسول بھیجتا ہے پس وہ ان کے ذریعہ وحی کرتا ہے) نافع اور علی نے مرفوع پڑھا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے او ھو یرسل فیوحی (یا وہ کوئی رسول بھیج کر پس وہ وحی کرے)۔ بِاِذْنِهٖ (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) مَا يَشَآءُ (جو وہ چاہے) وحی سے اِنَّهٗ عَلِيٌّ (بیشک وہ غالب ہے) اسے روکا نہیں جا سکتا۔ حَكِيْمٌ (وہ اپنے اقوال وافعال میں درستی والا ہے) پس اس کے افعال واقوال میں معارضہ نہیں۔

۵۲: وَكَذٰلِكَ (اور اسی طرح) یعنی جیسا ہم نے آپ سے پہلے رسولوں کی طرف وحی بھیجی یا جیسا کہ ہم نے آپ کو بیان کر دیا۔ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ (ہم نے آپ کی طرف وحی کی) وحی کرنا اسی طرح ہوتا ہے۔ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (یعنی اپنا حکم بھیجا) مراد یہ ہے کہ جو آپ کی طرف بھیجی گئی کیونکہ لوگ اس کی وجہ سے اپنے دین میں زندہ ہو جاتے ہیں جیسا کہ جسم روح سے زندہ ہو جاتا ہے۔ مَا

كُنْتَ تَدْرِيْ (آپ کو نہ یہ خبر تھی) نَحْو: الیک کے کاف سے یہ حال ہے۔ مَا الْكِتٰبُ (کتاب کیا چیز ہے) وَلَا الْاِيْمَانُ (اور نہ ایمان کیا چیز ہے) یعنی اس کے احکامات، اور نہ ایمان بالکتاب کیونکہ جب وہ یہ نہیں جانتے کہ کتاب نازل ہوگی تو وہ اس کتاب کے جاننے والے نہ بنے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ ایمان کئی چیزوں کو شامل ہے۔ بعض کی طرف راہ تو عقل ہے اور بعض کی طرف راہ کان ہیں۔ پس یہاں وہ مراد ہیں جن کا تعلق سمع سے ہے نہ کہ عقل سے اور وہ آپ کو علم نہ تھا یہاں تک کہ وحی سے اس کو حاصل کر لیا۔ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ (لیکن ہم نے اس کو بنا دیا) یعنی کتاب کو نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (ایک نور جس کے ذریعے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ایک سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کر رہے ہیں) تہدی دعوت دینے کے معنی میں ہے اور۔

قراءت: ایک قراءت میں تہدی بہ بھی پڑھا گیا ہے۔ صراط مستقیم سے اسلام مراد ہے۔

۵۳: صِرَاطِ اللّٰهِ (یعنی اس اللہ تعالیٰ کے راستہ کی) ۔

نَحْو: یہ بدل ہے۔ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (کہ اس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے) ملکیت وملوکیت کے لحاظ سے اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ (خبردار سب امور اسی ہی کی طرف لوٹیں گے) اس میں جہنم کی وعید اور جنت کا وعدہ ہے۔

الحمد للہ سورۃ الشوریٰ کا تفسیری ترجمہ یوم السبت بوقت ایک بجے اختتام پذیر ہوا۔

اللہ تعالیٰ خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ صفر المظفر ۹، ۲، ۱۴۲۴ھ

سُوْرَۃُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ زخرف مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں نواسی ۸۹ آیات اور سات ۷ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۳﴾ وَاِنَّهٗ

حٰمٓ ○ قسم ہے واضح کتاب کی بلاشبہ ہم نے اس کو قرآن عربی بنایا ہے تا کہ تم سمجھو، اور بلاشبہ وہ

فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۴﴾ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ

ام الکتاب میں ہمارے پاس ہے بلند ہے حکمت والا ہے، کیا ہم نصیحت کو تم سے اس وجہ سے ہٹا لیں گے کہ تم

قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ﴿۵﴾ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ

حد سے بڑھ جانے والے ہو، اور ہم نے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے، اور ان کے پاس جو بھی کوئی

نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۷﴾ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ

نبی آتا تھا اس کا مذاق بناتے تھے، پھر ہم نے ان میں سے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا جو زور آوری میں خوب بڑھ کر تھے اور پہلے لوگوں کی

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾

یہ حالت گزر چکی ہے۔

حٰمٓ ○ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ○ اِنَّا جَعَلْنٰهُ ○ (حم قسم ہے اس کتاب واضح کی۔ ہم نے اس کو)
قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (عربی زبان کا قرآن بنایا ہے۔ تا کہ تم سمجھ لو)
وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ (اور وہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں بڑے مرتبہ والی اور پر حکمت کتاب ہے)

آیت ۱: حٰمٓ (۲) وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ اللہ تعالیٰ نے کتاب مبین کی قسم کھائی ہے اور کتاب مبین سے قرآن مجید مراد ہے۔

آیت ۳: اِنَّا جَعَلْنٰهُ یہاں جعل صیر کے معنی میں ہے۔ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا یہ جواب قسم ہے۔ یہ بڑی خوبصورت اور شاندار قسم ہے کیونکہ قسم اور مقسم علیہ میں مناسبت پائی جاتی ہے۔ المبین نمبر ۱۔ ان کے لئے واضح ہے جن پر اتاری گئی۔ کیونکہ یہ کتاب ان کی لغت واسلوب کے مطابق ہے۔ نمبر ۲۔ یا مدبرین کے لئے واضح ہے۔ نمبر ۳۔ یا اس کتاب نے ہدایت کی راہ کو گمراہی سے بالکل

الگ کر دیا دین کے سلسلہ میں جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ سب واضح کر دیں۔ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (تا کہ تم اسکے معانی کو سمجھو)۔

صفاتِ قرآن:

آیت۴: وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا (قرآن مجید لوح محفوظ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہے)۔اس کی دلیل یہ آیت ہے۔بل هو قرآن مجید فی لوح محفوظ۔البروج۔۲۱۔۲۲۔لوح محفوظ کو ام الکتاب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمام کتابوں کی اصل ہے۔تمام کتابیں اسی میں مندرج اور اسی سے نقل کی جاتی اور نسخ کی جاتی ہیں۔

قراءت: ام الکتاب۔الف کے کسرہ سے علی وحمزہ نے پڑھا ہے۔

لَعَلِيٌّ نمبرا۔وہ بلاغت کے اعلیٰ ترین درجہ میں ہے۔یا کتابوں میں وہ رفیع الشان ہے۔کیونکہ ان تمام کتابوں کے مابین یہ معجز ہے۔ حَكِيْمٌ (کامل حکمت والی ہے)۔

یہ حد پھاندنے والے ہیں ہم قرآن کو آپ سے نہ ہٹائیں گے:

آیت۵: اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا (کیا ہم اس نصیحت کو تم سے ہٹالیں گے) نصیحت کو دور کر دیں گے اور ہٹالیں گے۔مجاز کے طور پر یہ عرب کے قول :ضرب الغرائب عن الحوض۔(اس نے حوض سے دوسروں کے اونٹوں کو ہٹا دیا)۔ سے لیا گیا ہے۔ نحو: فاء عاطفہ ہے۔اور عطف فعل محذوف پر ہے۔ انهملكم فنضرب عنكم الذكر۔اس میں انکار اس بات سے ہے کہ جب وہ آپ پر پہلے کتاب اتار چکا تو اس کا الٹ نہیں ہو سکتا۔اور قرآن مجید کو قرآن عربی اس لئے بنایا تا کہ وہ اس کو سمجھ سکیں۔اور اس کے مطابق عمل پیرا ہوں۔صَفْحًا (دور کرنا۔ہٹانا) یہ مصدر ہے۔صفح عنه جبکہ وہ اعراض کرے۔یہ مفعول لہ ہے۔معنی اس طرح ہے کیا ہم قرآن مجید کا اتارنا تم سے ہٹالیں گے اور حجت کا اس سے لازم کرنا تم سے اعراض کرتے ہوئے دور کر دیں گے؟ نمبر۲۔اور یہ بھی درست ہے کہ یہ مفعول ومطلق علی غیر لفظہ بن جائے کیونکہ اہل عرب کہتے ہیں ضربت عنه یعنی میں نے اس سے اعراض کیا اس کو چھوڑ دیا۔فراء رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ اَنْ كُنْتُمْ (کیونکہ تم حد سے گزرنے والے ہو) ان کنتم یہ لان کنتم کے معنی میں ہے۔قراءت: مدنی، حمزہ وعلی نے اِن کنتم پڑھا ہے۔اور یہ اس شرط میں سے ہے جو دلالت کرنے والے کی طرف سے ثابت ہونے والے امر کی صحت پر ثبوت امر کی خاطر صادر ہوتی ہے۔جیسا کہ تم مزدور کو کہو۔ ان کنت علمت لك فوفنی حقی۔اگر میں تیرے متعلق جانتا ہوں تو تو میرا حق پورا پورا ادا کر۔حالانکہ وہ اس کو جانتا ہے۔مگر پھر شرط کے انداز میں بات کہی ہے اور مزدور بھی اس کا حق پورا ہی دے کیونکہ اس کو مزدوری پر اسی لئے لگایا کہ کام پورا کرے۔قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ (کہ تم حد سے گزرنے والے ہو) جہالت میں افراط کرنے والے ہو۔گمراہی کی حد کو پھاندنے والے ہو۔

آیت۶: وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ (اور ہم پہلے لوگوں میں بہت سے نبی بھیجتے رہے ہیں) آپ سے پہلے لوگ

گزرے ہم نے ان کی طرف بہت سے رسول بھیجے۔

آیت ۷: وَمَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ (اوران لوگوں کے پاس کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزاء نہ کیا ہو) یہ زمانہ ماضیہ مستمرہ کی حکایت حال ہے۔یعنی وہ اسی بات پر تھے۔اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اس سلسلہ میں کہ آپ کی قوم کا آپ سے استہزاء نئی بات نہیں۔

وعدۂ نصرت اور وعید:

آیت ۸: فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا (پھر ہم نے ان لوگوں کو جو ان سے زیادہ طاقت ور تھے ہلاک کر ڈالا) بطشًا یہ تمیز ہے۔ اور ھم کی ضمیر مسرفین کی طرف راجع ہے۔کیونکہ خطاب کو ان سے پھیر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دیا ان کے متعلق اطلاع دے رہے ہیں۔ وَمَضَى مَثَلُ الْأَوَّلِينَ (اور پہلے لوگوں کی یہ حالت ہو چکی ہے) ان کے واقعات قرآن مجید میں کئی مرتبہ گزر چکے ہیں اوران کی عجیب حالت اسی قابل ہے کہ بطور مثل مشہور ہو۔

اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وعدہ (نصرت) اوران کو وعید (عذاب) ہے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ⑨

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے کہ انہیں عزیز علیم نے پیدا فرمایا

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ⑩

جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنا دیا اور تمہارے لئے اس نے راستے بنا دیئے تا کہ تم ہدایت پاؤ

وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ⑪

اور جس نے ایک انداز سے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعے مردہ زمین کو زندہ کر دیا۔ اسی طرح تم نکالے جاؤ گے،

وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ⑫

اور جس نے تمام اقسام کو پیدا فرمایا اور تمہارے لئے کشتیاں اور جانوروں میں سے وہ چیزیں پیدا فرمائیں جن پر تم سوار ہوتے ہو

لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا

تا کہ تم انکی پشتوں پر بیٹھ جاؤ پھر اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب تم اس پر بیٹھ جاؤ اور تم یوں کہو

سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ⑬ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا

پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لئے مسخر فرمادیا اور ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہ تھے اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف

لَمُنْقَلِبُوْنَ ⑭

لوٹ کر جانے والے ہیں۔

آیت ۹: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ (اور اگر آپ ان سے پوچھیں) یعنی مشرکین سے۔ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ (کہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور ہی کہیں گے کہ ان کو زبردست جاننے والے نے پیدا کیا ہے)

آیت ۱۰: الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا (جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا) قراءت: کوفی نے مھدًا اور دیگر نے مھادا پڑھا ہے۔ معنی ہر دو کا جائے قرار ہے۔ وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا (اور اس نے تمہارے لئے رستے بنا دیئے) سبلاً۔ راستے۔ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (تا کہ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو) تا کہ تم اپنے سفروں میں ان کے لئے راستۂ منزل معلوم کرو۔

آیت ۱۱: وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ (اور وہ جس نے آسمان سے پانی ایک اندازہ سے برسایا) اتنی مقدار جس سے انسان صحیح سالم رہ سکیں اور ملکوں کو جتنی ضرورت ہو وہ پوری ہو جائے۔ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا (پھر اس سے ہم نے خشک زمین کو

زندہ کیا) انشرنا۔ زندہ کرنے کے معنی میں ہے۔ غائب سے مخاطب کی طرف عدول کرنے کا مقصد یہ ہے تاکہ یہ خطاب سے مراد کو پالیں۔ قراءت: یزید نے میتًا کو میّتًا پڑھا ہے۔ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ (اسی طرح تم نکالے جاؤ گے) اپنی قبور سے زندہ کر کے۔

قراءت: حمزہ، علی نے تَخرُجون پڑھا۔ العلیم پر وقف نہیں۔ کیونکہ الذی اس کی صفت ہے۔ ابو حاتم نے اس پر وقف کیا۔ تقدیر کلام یہ ہے ھو الذی۔ کیونکہ یہ اوصاف کفار کا مقولہ نہیں۔ کیونکہ وہ قبور سے نکلنے کے منکر ہیں۔ تو وہ کیسے کہتے کذلك تخرجون۔ بلکہ یہ آیت تو انکار بعث کرنے والوں کے خلاف حجت ہے۔

آیت ۱۲: وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ (اور جس نے تمام اقسام بنائیں) الازواج۔ اصناف کے معنی میں ہے۔ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ (اور تمہاری وہ کشتیاں اور چوپائے بنائے۔ جن پر تم سوار ہوتے ہو) یعنی تم ان پر سوار ہوتے ہو۔ صرف کہا جاتا ہے۔ رکبوا فی الفلك و رکبوا الانعام۔ بلاواسطہ متعدی ہونا غالب آیا۔ کیونکہ وہ زیادہ قوی ہے۔ اسی لئے کہا گیا ترکبونہ۔

آیت ۱۳: لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ (تاکہ تم ان کی پشت پر جم کر بیٹھو) ان کی پشت پر جن پر تم سواری کرتے ہو اور وہ کشتیاں اور چوپائے ہیں۔ ثُمَّ تَذْكُرُوْا (پھر اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو) اپنے دلوں میں نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْهِ وَتَقُوْلُوْا (جب ان پر بیٹھ چکو اور اس طرح کہو اپنی زبانوں سے) سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا (اس کی ذات پاک ہے جس نے ان کو ہمارے قابو میں دے دیا) اس سواری کو ہمارا مطیع بنایا۔ وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ (ہم تو ایسے نہ تھے کہ جو ان کو قابو میں کر لیتے) مقرنین طاقت رکھنے والے۔ عرب کہتے ہیں۔ اقرن الشیئ اذا اطاقہٗ۔ اقرن کی حقیقت اس کو اپنا قرین پانا۔ کیونکہ سخت و طاقتور کمزور کا قرین نہیں ہوتا۔ ساتھی اس کو بنایا جاتا ہے جو سرکش نہ ہو قابو میں آ جائے۔

آیت ۱۴: وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (اور ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے) منقلبون۔ لوٹنے والے ہیں۔ ایک قول: وہ دنیا میں سوار ہوتے وقت اس کو اپنی آخری سواری خیال کرتے ہیں اور وہ آخری سواری جنازہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وارد ہے کہ جب آپ رکاب میں قدم مبارک رکھتے تو بسم اللہ پڑھتے۔ جب سواری پر سیدھے ہو کر بیٹھ جاتے تو الحمد للّٰه علی کل حال سبحان الذی سخرلنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون پڑھتے اور تین مرتبہ اللہ اکبرٗ اللہ اکبرٗ اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ تین مرتبہ پڑھتے۔ رواہ ابوداؤد۔ ۲۶۰۲۔ [الترمذی ۳۴۴۶]

علماء نے کہا جب کشتی پر سواری کرے تو کہے: بسم اللّٰہ مجریھا و مرسٰھا ان ربی لغفور رحیم۔ [ہود۔ ۴۱]

ایک واقعہ:

کچھ لوگ سفر کے لئے سوار ہوئے اور انہوں نے پڑھا سبحان الذی سخرلنا الایۃ۔ ان میں ایک شخص ایسا تھا جس کی اونٹنی کمزوری کی وجہ سے حرکت نہ کرتی تھی۔ اس کے منہ سے نکلا انی مقرن لھذہ۔ میں تو اس کا مطیع ہوں۔ اونٹنی کود پڑی اور یہ

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥﴾ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ

اور ان لوگوں نے اللہ کے لئے اسکے بندوں میں سے جزو ٹھہرا دیا، بلاشبہ انسان واضح طور پر ناشکرا ہے۔ کیا اللہ نے اپنی مخلوق میں سے

بَنٰتٍ وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿١٦﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا

بیٹیاں پسند کیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ مخصوص کر دیا اور جب ان میں سے کسی ایک کو اسکی بشارت دی جاتی ہے جسے اس نے بطور مثال رحمان کے لئے تجویز کیا ہے

ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿١٧﴾ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِى الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِى الْخِصَامِ غَيْرُ

تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ دل میں گھٹتا ہے، کیا جو زیور میں نشوونما پائے اور وہ مباحثہ میں واضح بیان

مُبِيْنٍ ﴿١٨﴾ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ۭ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ۭ

نہ دے سکے، اور ان لوگوں نے فرشتوں کو عورتیں قرار دے دیا جو اللہ کے بندے ہیں، کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے،

سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ ﴿١٩﴾

ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جاتا ہے اور ان سے باز پرس ہوگی۔

شخص اس سے نیچے جا گرا اور گردن ٹوٹ گئی۔ اس کے استہزاء اور ناشکری کا یہ نتیجہ نکلا۔ مناسب یہ ہے کہ عقل مند تفریح و تلذذ کی بجائے عبرت کی نگاہ رکھتے ہوئے سوار ہو اور یہ غور کرے کہ وہ بہر حال مرنے والا اور اپنے رب کی طرف لوٹنے والا ہے۔ تقدیر سے اس کو مفر نہیں۔

آیت ۱۵: وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا (اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اللہ تعالیٰ کا جزو قرار دیا) یہ ولئن سالتھم سے متصل ہے۔ یعنی ولئن سالتھم عن خالق السمٰوٰت والارض لیعترفن بہ وقد جعلوا لہ مع ذلک الاعتراف من عبادہ جزءًا۔ اگر آپ ان سے آسمان و زمین کے بنانے والے کے متعلق سوال کریں تو وہ ضرور اس کا اعتراف کریں گے حالانکہ انہوں نے اس اعتراف کے باوجود اس کے بندوں میں سے جزو قرار دے لئے ہیں۔ یعنی وہ کہتے ہیں فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ انہوں نے ان فرشتوں کو اس کا جزو بعض حصہ بنایا جیسا کہ لڑکا والد کا جزو ہوتا ہے۔

قراءت: جُزُؤًا ابوبکر و حماد نے پڑھا ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ (بیشک انسان صریح ناشکرا ہے) نعمتوں کے انکار کی وجہ سے اس کا انکار کھلا ہوا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹے کی نسبت کفر ہے اور تمام ناشکری کی جڑ کفر ہے۔

جہالتِ کفار:

آیت ۱۶: اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا یَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰکُمْ بِالْبَنِیْنَ (کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے بیٹیاں پسند کیں اور تم کو بیٹوں کے ساتھ مخصوص کیا) ام بل کے معنی میں ہے۔ اور ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ اور اس سے ان کی جہالت کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ اور ان کی حالت پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔ اس لئے کہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے حقیر کو چن لیا اور ان کے لئے اعلیٰ۔

آیت ۱۷: وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا (حالانکہ جب تم میں سے کسی کو اس چیز کے ہونے کی خبر دی جاتی جس کو اس نے رب رحمان کا نمونہ بنا رکھا ہے) اس جنس کی بشارت دی جاتی ہے جس کو وہ اللہ تعالیٰ کی مثل قرار دیتا ہے۔ مثلاً بمعنی مشابہ۔ کیونکہ جب ان کو اللہ تعالیٰ کا جزء بنا دیا تو گویا اس کی جنس بنا دیا اور اس کا مماثل بنا دیا۔ کیونکہ لڑکا والد کی جنس سے ہوتا ہے۔ ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ (تو سارا دن اس کا چہرہ بے رونق رہتا ہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہتا ہے)۔ انہوں نے اس جنس ملائکہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی۔ حالانکہ ان کی حالت یہ ہے۔ کہ جب ان میں سے کسی ایک کو کہا جاتا ہے۔ تیرے ہاں بیٹی پیدا ہوئی۔ تو وہ غم زدہ ہو جاتا ہے اور اس کے چہرے کی غصہ سے ہوائیاں اڑ جاتی ہیں اور وہ افسردہ اور دکھ سے بھرا ہوتا ہے۔ الظلول کا معنی ہو جانا ہے۔

آیت ۱۸: اَوَ مَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ (کیا جو آرائش میں نشو و نما پائے اور وہ مباحثہ میں قوت بیانیہ نہ رکھتی ہو) یعنی کیا رحمان کے لئے ایسی اولاد ثابت کرتے ہو جس میں یہ صفت مذمومہ پائی جاتی ہو۔ اور وہ صفت اس کا آرائش و زینت میں پرورش پانا ہے۔ جب اس کو مخالف کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر مقابلے کا موقعہ آئے اور مردوں سے دوبدو گفتگو کا موقعہ ہو تو وہ اپنی بات کو پورے طور پر بیان نہیں کر سکتی۔ اس کے پاس طاقت بیان نہیں اور نہ وہ کوئی دلیل پیش کر سکتی ہے اور اس کی وجہ عقل کی کمزوری ہے۔

قولِ مقاتل رحمہ اللہ:

عورت جب بھی گفتگو کرتی ہے تو اس کی دلیل اپنے خلاف نکلتی ہے۔

آیت میں زیب و زینت کو محل مذمت میں استعمال کیا گیا۔ پس آدمی کو چاہیے کہ وہ خوش عیشی سے گریزاں رہے۔ اور لباس تقویٰ کو زینت بنائے۔

اور من محلاً منصوب ہے اور معنی یہ ہے۔ او جعلوا من ینشؤا فی الحلیۃ یعنی البنات للّٰہ عزوجل۔ کیا انہوں نے قرار دیا ان کو جو زیور میں پلتی ہیں۔ بیٹیاں اللہ تعالیٰ کے لئے۔

قراءت: یُنْشَأُ۔ حمزہ، علی، حفص نے پڑھا یعنی تربیت کی جائے۔

ایک کفر میں تین کفر:

انہوں نے ایک کفر میں تین کفر جمع کر دیے۔ نمبر۱۔ اللہ تعالیٰ کی طرف لڑکے کی نسبت کی۔ نمبر۲۔ اور دونوں میں سے خسیس قسم کو اس کے لئے مقرر کیا اور نمبر۳۔ اس کو ملائکہ مکرمین میں سے قرار دیا جس سے ان کی توہین کی۔

آیت ۱۹: وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا (اور انہوں نے فرشتوں کو جو کہ رحمان کے بندے ہیں۔ عورت قرار دے رکھا ہے) یعنی انہوں نے ان کا نام تجویز کیا اور کہا کہ وہ عورتیں ہیں۔ قراءت: مکی، مدنی وشامی نے عند الرحمان پڑھا۔ یعنی عندیت سے مرتبہ ومقام مراد ہے نہ کہ منزل ومکان والی۔ اور العباد جمع عبد کی ہے۔ اور یہ جھگڑالو لوگوں کے خلاف مضبوط دلیل ہے۔ اس لئے کہ غلامی اور خود رائی میں تضاد ہے۔ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ (کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے) یہ ان سے تہکم کیا گیا ہے۔ یعنی وہ یہ بات ایسے ہی کہہ رہے ہیں۔ ان کی بات میں کوئی علمی وزن نہیں پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کے جاننے کی طرف مجبور نہیں کیا۔ اور نہ کسی استدلال سے انہوں نے اس کو معلوم کیا ہے۔ اور نہ ہی اسے کسی ایسی خبر سے معلوم کیا ہے جو علم کو لازم کر دے۔ اور نہ ہی انہوں نے ان کی تخلیق کا مشاہدہ کیا ہے کہ یہ اپنے مشاہدے کی بنیاد پر خبر دے رہے ہیں۔ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ (ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جاتا ہے) جو انہوں نے ملائکہ کے متعلق ان کے مؤنث ہونے کے بارے میں کیا ہے۔ وَيُسْئَلُوْنَ (اور ان سے باز پرس کی جائے گی) اس کے متعلق یہ وعید ہے۔

وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا

اور ان لوگوں نے کہا کہ اگر رحمان چاہتا تو ہم غیر اللہ کی عبادت نہ کرتے، انہیں اس بات کی کچھ بھی تحقیق نہیں وہ محض اٹکل سے

يَخْرُصُوْنَ ؕ﴿۲۰﴾ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا

بات کرتے ہیں، کیا ہم نے انہیں اس سے پہلے کتاب دی ہے جس سے وہ دلیل پکڑتے ہیں؟ بلکہ انہوں نے یوں کہا کہ ہم

وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا

نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم انکے طریقوں کے مطابق راہ یاب ہیں اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے جس کسی بستی میں

مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى

کوئی ڈرانے والا بھیجا تو اس کے خوشحال لوگوں نے یوں کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر

اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ

پایا ہے اور ہم ان کے طریقوں کا اقتداء کرنے والے ہیں، ان کے پیغمبر نے کہا کیا اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے بڑھ کر ہدایت والی چیز لایا ہوں جس پر تم نے

عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ

اپنے باپ دادوں کو پایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جس چیز کو دے کر تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں، سو ہم نے ان سے انتقام لے لیا۔ سو دیکھ لیجئے

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾

جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔

کافروں کی بات جھوٹ ہے:

آیت ۲۰: وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ (اور وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے) یعنی ملائکہ کی۔ اس آیت کے ظاہر سے معتزلہ نے استدلال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کافر سے کفر نہیں چاہا۔ ایمان چاہا۔ اس لئے کہ کفار نے دعویٰ یہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کفر چاہا ہے اور ان سے عبادتِ اصنام کو چھڑوانا نہ چاہا۔ اس لئے تو انہوں نے کہا لو شاء الرحمان ماعبدناهم۔ اگر وہ ہم سے چاہتا تو ہم بتوں کی عبادت چھوڑ دیں تو ہمیں ان کی عبادت سے منع کر دیتا لیکن اس نے بتوں کی عبادت ہم سے چاہی اس لئے ہمیں روکا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قول واعتقاد کی تردید میں فرمایا۔ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ (ان کو اس کی کچھ تحقیق نہیں) مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ (وہ محض بے تحقیق بات کررہے ہیں) یعنی جھوٹ بولتے ہیں۔

آیت کا معنی:

انہوں نے مشیت سے رضا مراد لی اور کہا کہ اگر اس بات پر وہ راضی نہ ہوتا تو ہمیں جلد سزا دے دیتا یا ہمیں زبردستی ان کی عبادت سے روک دیا جاتا اور مجبور کر کے لوٹا دیا جاتا۔ جب اس نے ایسا نہ کیا تو گویا وہ اس پر راضی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد سے تردید فرمائی مالھم بذالك من علم الایة یا انہوں نے یہ قول استہزاءً کہا۔ اعتقاد و وقار سے نہیں کہا پس اللہ تعالیٰ نے اس میں ان کی تکذیب فرمائی۔ اور ان کو جاہل قرار دیا اس طور پر کہ انہوں نے اعتقاداً نہیں کہی۔ جیسا کہ ان کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا۔ انطعم من لویشاء اللّٰه اطعمهٗ [یٰس: ۴۷] اصل میں اتنی بات تو درست ہے مگر جب اس کو بطور استہزاء کہا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب فرمائی۔ ان انتم الافی ضلالٍ مبین [یٰس: ۴۷] اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قالوا نشهد انك لرسول اللّٰه [المنافقون: ۱] پھر فرمایا: واللّٰه یشهد ان المنافقین لکاذبون [المنافقون: ۱] کیونکہ انہوں نے اعتقاد سے یہ بات نہ کہی تھی۔ اسی طرح اس آیت میں مشیت کو انہوں نے اپنے لئے اس بات میں حجت بنایا جو وہ اپنے اختیار سے کرتے تھے۔ اور گمان یہ کر لیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو کسی بھی فعل پر سزا نہیں دیں گے جو انہوں نے اس کی مشیت سے کئے ہیں اور انہوں نے اپنے آپ کو اس میں بریٔ الذمہ قرار دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں فرمایا۔

آیت ۲۱: اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ (کیا ہم نے ان کو اس سے پہلے کوئی کتاب دے رکھی ہے) ۂ یعنی قرآن سے پہلے یا ان کی اس بات سے پہلے فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ (پس وہ اس سے استدلال کرنے والے ہیں) اس پر عمل کرنے والے اور اسی کے حکم کو پکڑنے والے ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

اس میں تقدیم و تاخیر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ أشهدوا خلقهم ام اتیناهم کتابا فیه ان الملائكة اناث۔ کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے۔ یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ ملائکہ عورتیں ہیں۔

کفار کے پاس کوئی دلیل نہیں:

آیت ۲۲: بَلْ قَالُوْٓا (بلکہ انہوں نے کہا) بلکہ ان کے پاس کوئی قابل استدلال دلیل نہیں ہے جس سے وہ دلیل لے سکیں نہ تو ظاہر کے اعتبار سے اور نہ ہی عقلی لحاظ سے اور نہ سمعی اعتبار سے بس ان کی تو ایک ہی بات ہے۔ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓی اُمَّةٍ (کہ ہم نے تو اپنے آباء و اجداد کو ایک طریقہ پر پایا ہے) امة۔ دین کے معنی میں ہے۔ پس ہم نے ان کی تقلید کی ہے۔ یہ امّ سے ہے۔ جس کا معنی قصد ہے۔ پس اُمة اس طریقے کو کہا جاتا ہے جس کی اقتداء کی جائے۔ جس کا قصد کیا جائے۔ وَاِنَّا عَلٰٓی اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ (اور ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے راستہ چل رہے ہیں) علی اٰثارهم یہ مهتدون کا صلہ ہو کر خبر ہے۔ نمبر۲۔ دونوں خبریں ہیں۔

تقلیدِ آباء پرانی بیماری ہے:

آیت ۲۳: وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِىْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ (اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا) نذیر سے پیغمبر مراد ہیں۔ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ (مگر کہ وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا) مترف سے مالدار مراد ہیں اور وہ وہی لوگ ہیں جن کو مال تکبر میں مبتلا کر دے۔ وہ شہوات وملاھی ہی کو پسند کریں اور دین کی مشقتوں اور تکالیف کو نفرت کی نگاہ سے دیکھیں۔ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ (ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی انہی کے پیچھے پیچھے چلے جا رہے ہیں)

اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی اور اس بات کی وضاحت ہے۔ کہ تقلید آباء بڑی پرانی بیماری ہے۔

آیت ۲۴: قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ (ان کے پیغمبروں نے کہا کہ کیا اگرچہ میں اس سے اچھا مقصود پر پہنچا دینے والا طریقہ تمہارے پاس لایا ہوں۔ کہ جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہو) قراءت: شامی اور حفص نے قال پڑھا اور اس کا فاعل النذیر کی ضمیر ہے۔ دیگر قراء نے قل پڑھا۔ کہ پیغمبر منذر کو کہا گیا کہہ دیجئے۔ وجدتم علیہ اباء کم کا مطلب یہ ہے۔ کیا تم پھر بھی اپنے آباء کی اتباع کرو گے اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے زیادہ ہدایت والا دین لے آؤں جس پر تمہارے آباء تھے۔ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ (وہ کہنے لگے ہم تو اس کو مانتے ہی نہیں جس کو تم دے کر بھیجے گئے ہو) یعنی دین آباء پر ہم تو قائم رہیں گے خواہ تم اس سے کتنا زیادہ ہدایت یافتہ دین لے کر آجاؤ۔

آیت ۲۵: فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ (پس ہم نے ان سے انتقام لیا) پس ہم نے ان کو وہ سزا دی جس کے وہ اصرار علی الکفر کی وجہ سے مستحق ہو چکے تھے۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ (پس دیکھئے تکذیب کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا)۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿٢٦﴾ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ بلاشبہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جنکی تم عبادت کرتے ہو سوائے اس ذات کے جس نے مجھے پیدا فرمایا

فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿٢٧﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾ بَلْ

سو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ مجھے ہدایت دیتا ہے، اور اس نے اپنے بعد میں آنے والی اولاد میں باقی رہنے والا کلمہ چھوڑ دیا تا کہ وہ باز آئیں' بلکہ

مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢٩﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ

میں نے انہیں اور انکے باپ دادوں کو سامان دے دیا یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور رسول مبین آ گیا، اور جب ان کے پاس

الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٠﴾

حق آیا تو کہنے لگے کہ یہ جادو ہے اور بے شک ہم اس کے منکر ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم اور والد:

آیت ۲۶: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ (اور جب کہ ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا) نحو: اذ سے پہلے اذکر محذوف ہے۔ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ (میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو) نحو: براء یہ مصدر ہے۔ اس میں واحد و تثنیہ و جمع برابر ہیں۔ اسی طرح تذکیر و تانیث بھی۔ جیسا تم کہو۔ رجل عدل وامراۃ عدل وقوم عدل اور اس کا معنی ذوعدل وذات عدل لیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ بریءٌ کے معنی میں ہے۔

آیت ۲۷: اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ (مگر ہاں جس نے مجھے پیدا کیا) نحو: یہ استثناء منقطع ہے۔ گویا اس طرح فرمایا لکن الذی فطرنی ر فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ (پھر وہی میری راہنمائی کرتا ہے) یعنی ہدایت پر ثابت قدمی بخشتا ہے۔

آیت ۲۸: وَجَعَلَهَا (اور وہ اس کو کر گئے) ابراہیم علیہ السلام نے کلمہ توحید جو زبان سے نکالا تھا کہ انني براء مما تعبدون الا الذی فطرنی۔ اس کو کر دیا۔ كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ (باقی رہنے والی بات اپنی اولاد میں) یعنی ہمیشہ سے ان کی اولاد میں ایسے لوگ چلے آ رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتے رہے ہیں اور اس کی توحید کی طرف بلاتے رہے۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (تا کہ لوگ باز آتے رہیں) شاید کہ جو ان میں سے شرک کرنے والے ہیں۔ ان کی دعاؤں سے جو توحید پر ہیں واپس لوٹ آئیں۔ ترجی ابراہیم علیہ السلام کے لئے ہے۔

ان کو مہلت ملی تو انہوں نے انکار کیا:

آیت ۲۹: بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ (بلکہ میں نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو خوب سامان دیا ہے) ھؤلاء سے مراد

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝۳۱ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ

اور ان لوگوں نے کہا کہ یہ قرآن دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ کیا وہ آپ کے رب کی رحمت کو

رَحْمَتَ رَبِّكَ ۭ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ

تقسیم کرتے ہیں۔ ہم نے انکے درمیان دنیا والی زندگی میں انکی معیشت تقسیم کر رکھی ہے،اور ہم نے بعض کو بعض پر

فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۭ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا

درجات کے اعتبار سے فوقیت دی ہے تا کہ ان میں سے ایک دوسرے سے کام لیتا رہے، اور آپ کے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جو وہ

يَجْمَعُوْنَ ۝۳۲ وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ

جمع کرتے ہیں، اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقہ پر ہو جائیں گے تو ہم ان لوگوں کے لئے جو رحمان کے ساتھ

بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ۝۳۳ وَلِبُيُوْتِهِمْ

کفر کرتے ہیں انکے گھروں کی چھتوں کو چاندی کی کر دیتے اور زینے بھی جن پر وہ چڑھتے ہیں اور گھروں کے لئے

اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ۝۳۴ وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ

دروازے بھی اور تخت بھی جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں اور سونے کے بھی،اور یہ سب کچھ صرف دنیا والی زندگی کا

الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۳۵

سامان ہے۔ اور آپ کے رب کے پاس آخرت متقیوں کے لئے بہتر ہے۔

اہل مکہ میں سے وہ لوگ جو ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے آئے۔ متعت۔ کا مطلب عمر میں درازی اور مال میں اضافہ۔ پس وہ مہلت کی وجہ سے دھوکے میں پڑ گئے اور خوش عیشی اور اتباع شہوات اور کلمۂ توحید سے اعراض کر کے اطاعت شیطان میں مبتلا ہو گئے۔ حَتّٰى جَآءَ هُمُ الْحَقُّ (یہاں تک کہ حق ان کے پاس آ چکا) حق سے قرآن مراد ہے۔ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ (اور واضح رسول) یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو واضح معجزات نبوت لے کر آئے۔

آیت ۳۰: وَلَمَّا جَآءَ هُمُ الْحَقُّ (اور جب ان کے پاس حق آ پہنچا) الحق سے قرآن مراد ہے۔ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ (تو کہنے لگے۔ کہ یہ جادو ہے ہم اس کو نہیں مانتے)۔

نبوت کے لئے کفار کا تحکمانہ فیصلہ:

آیت ۳۱: وَقَالُوْا (اور کہنے لگے) باطل استدلال اور ضد بازی کرتے ہوئے۔ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ (کہ یہ قرآن کیوں نہیں نازل کیا گیا) اس میں آپ کی تحقیر کرنا ان کی غرض ہے۔ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (کسی بڑے آدمی پر ان دو بستیوں میں سے) یعنی ان دو بستیوں میں کسی بستی کے بڑے مالدار آدمی پر جیسا کہ فرمایا۔ يخرج منهما اللؤلؤ۔ [الرحمٰن۔۲۲] ان دونوں میں سے کسی ایک سے۔ القریتان سے مکہ و طائف اور عظیم مکہ سے ولید بن المغیرہ اور عظیم طائف سے عروہ بن مسعود ثقفی مراد لیا۔ ان کے نزدیک عظیم وہ تھا جو مال و جاہ والا ہو۔ انہوں نے اس بات کو نہیں پہچانا کہ عظیم وہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم ہو۔

کفار کے جاہلانہ فیصلے کا انکار:

آیت ۳۲: اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ (کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں) رحمت سے نبوت مراد ہے۔ اور ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ جس سے ان کے نبوت کے لئے چناؤ کے تحکمانہ فیصلے پر تعجب و جہالت کا مستقل طور پر انکار مقصود ہے۔ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ (ہم نے ان کی روزی ان میں تقسیم کر رکھی ہے) معیشت۔ سے مراد رزق جس پر ان کا گزارہ ہو۔ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (دنیوی زندگی میں) ہم نے کم درجہ چیز رزق کی تقسیم بھی ان کے ذمہ نہیں کی پھر نبوت کی تقسیم ان کے ذمہ کیسے ہو سکتی ہے۔ نمبر۲۔ جس رزق میں ایک دوسرے پر برتری حاصل ہے۔ اسی طرح نبوت کے لئے جس کو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے۔ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ (اور ہم نے ایک کو دوسرے پر رفعت و بلندی دے رکھی ہے) بعض کو طاقتور، مالدار اور آقا اور دوسروں کو کمزور، فقراء اور خدام بنایا۔ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا (تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لیتے رہیں) تاکہ اپنی ضروریات میں دوسروں کو استعمال کریں اور اپنی محنتوں میں اس سے مدد لیں اور اپنے کام کاج میں ان کو مطیع بنائیں۔ تاکہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔ اور اپنے منافع پالیں۔ ایک مال سے اور دوسرا مزدوری سے۔ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ (اور آپ کے رب کی رحمت) یعنی نبوت یا دین اللہ اور جو اس کے نتیجہ میں آخرت کی کامیابی ملے گی۔ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (وہ بدرجہا اس سے بہتر ہے جس کو یہ لوگ سمیٹتے رہتے ہیں) جو ساز و سامان دنیا میں یہ لوگ جمع کر رہے ہیں اس سے وہ بہت ہی بہتر ہے۔

دُنیا کی قلت وحقارت پر دلالت:

آیت ۳۳: رَبط: جب دنیا کو حقیر و قلیل قرار دیا تو اس کی تاکید کے لئے ایسی چیزیں لائے جو اس کی قلت و حقارت کو پختہ کر دیں۔ وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً (اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام آدمی ایک ہی طریقہ کے ہو جائیں گے) اگر ان کے کفر پر جمع ہونے اور رل جانے کا خطرہ نہ ہوتا۔ لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ (تو جو لوگ خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ ہم ان کے لئے ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتے اور زینے بھی جن

پر چڑھا کرتے) ہم کر دیتے کیونکہ دنیا ہمارے ہاں حقیر ہے۔

آیت ۳۴: وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ (اوران کے گھروں کے کواڑ بھی اور تخت بھی جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں)

آیت ۳۵: وَزُخْرُفًا (اور سونے کے بھی) یعنی ہم کفار کو ایسی چھتیں اور سیڑھیاں' دروازے تمام کے تمام چاندی کے مہیا کر دیتے اوران کے لئے زینت دے دیتے یعنی ہر چیز کی زینت ۔الزخرف ۔سونا اور زینت ۔ یہ بھی درست ہے کہ اصل اس طرح ہو۔ چھتیں چاندی اور سونے کی کچھ حصہ چاندی اور کچھ حصہ سونے کا۔

نحو : زخرفا یہ من فضۃ کے محل پر معطوف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔لبیوتھم یہ لمن یکفر کا بدل الاشتمال ہے۔

قراءت: سقفًا جنس قرار دے کر مکی' ابوعمرو' یزید نے پڑھا ہے المعارج جمع معرج کی ہے۔ بلندی پر چڑھنے والا زینہ۔علیھا یظھرون۔ای علی المعارج یظھرون السطوح۔سیڑھیوں سے چھتوں پر چڑھتے ۔وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (یہ سب کچھ بھی نہیں صرف دنیاوی زندگی کی کامرانی ہے)اِن نافیہ اور لمّا بمعنی الاّ ۔

یہ فقط سامانِ دنیا ہے:

یعنی وما کل ذلك الامتاع الحیاۃ الدنیا۔اس طرح بھی پڑھا گیا اور لَمَا عاصم اور حمزہ کے علاوہ دوسروں نے پڑھا۔ اس طور پر کہ لام ان مخففہ کو نافیہ سے جدا کرنے والی ہے اور ما صلہ ہے۔ای ان کل ذلك لمتاع الحیاۃ الدنیا۔ بیشک یہ سب البتہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے۔وَالْاٰخِرَةُ (آخرت)یعنی ثوابِ آخرت عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ (تیرے رب کے ہاں متقین کے لئے ہے)متقی جو شرک سے بچتے ہیں۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ

اور جو شخص رحمٰن کی نصیحت سے اندھا بن جائے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں، سو وہ اسکے ساتھ رہتا ہے اور بلاشبہ وہ ان کو راستہ سے

عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ

روکتے ہیں، اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں، یہاں تک کہ جب ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا کہ اے کاش میرے

وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ

اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب والی دوری ہوتی سو تو برا ساتھی تھا، اور جب تم نے ظلم کیا تو آج تمہیں یہ بات ہرگز نفع نہ دے گی کہ تم

فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِى الْعُمْىَ وَمَنْ كَانَ فِىْ

عذاب میں شریک ہو، کیا آپ بہروں کو سنا دیں گے یا اندھوں کو ہدایت دے دیں گے اور ان لوگوں کو جو صریح

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِىْ وَعَدْنٰهُمْ

گمراہی میں ہیں، سو اگر ہم آپ کو لے جائیں تو بھی ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں یا ہم آپ کو وہ چیز دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے

فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِىْٓ اُوْحِىَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ

سو بلاشبہ ہم ان پر قدرت رکھنے والے ہیں، سو آپ کی طرف جو وحی کی گئی ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہیے، بلاشبہ آپ صراط مستقیم

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْــَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَسْــَٔلْ مَنْ

پر ہیں، اور بلاشبہ یہ قرآن شرف ہے آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے، اور عنقریب تم سے سوال کیا جائے گا اور اپنے رسولوں میں سے

اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾

جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے ان سے دریافت کر لیجئے کیا ہم نے رحمٰن کے سوا دوسرے معبود تجویز کئے ہیں جن کی عبادت کی جائے؟

بتکلف اندھے پر شیطان کا تسلط:

آیت ۳۶: وَمَنْ يَّعْشُ (جو اندھا بن جائے) قراءت: یہ من یَعْشَ بھی پڑھا گیا ہے۔ ہر دو میں فرق یہ ہے کہ جب نگاہ میں نقصان پہنچے تو کہا جاتا ہے۔ عشی یعشٰی۔ اور جب کوئی اندھوں کی طرح دیکھے اور نگاہ میں نقص نہ ہو تو کہا جاتا ہے۔ عشا یعشو۔ اب فتحہ والی قراءت کا معنی یہ ہے جو اندھا ہوا رحمان کی نصیحت سے۔ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ (رحمان کی نصیحت سے) یعنی

قرآن۔ یہ اس ارشاد کی طرح ہے۔ صم بکم عمی۔[البقرۃ۔۱۸]

اور ضمہ والی قراءت کا معنی جو اللہ تعالیٰ کی نصیحت سے بتکلف اندھا بنا یعنی یہ جانتے ہوئے کہ وہ برحق ہے اور وہ اس سے بتکلف جہالت کا اقرار کر رہا ہے۔ جیسا فرمایا۔ وجحدوا بھاو استیقنتھا انفسھم۔[النمل۔۱۴]

نُقَيِّضْ لَه شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ (ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں پس وہ اس کے ساتھ رہتا ہے) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ ہم اس کو اس پر مسلط کر دیتے ہیں۔ وہ دنیا و آخرت میں اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اس کو گناہوں پر آمادہ کرتا ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو ذکر رحمان پر مداومت کرتا ہے۔ شیطان اس کا ساتھی نہیں بنتا۔

آیت ۳۷: وَاِنَّهُمْ (اور وہ شیاطین ان انسانوں کو روکتے ہیں) لَيَصُدُّوْنَهُمْ (وہ ان کو روکتے رہتے ہیں) وہ ان اندھا بننے والوں کو روکتے رہتے ہیں۔ عَنِ السَّبِيْلِ (راستہ سے) یعنی راہِ ہدایت سے وَيَحْسَبُوْنَ (اور یہ اندھا پن والے خیال کرتے ہیں) اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (کہ وہ راہ پر ہیں)

نحو: ھم ضمیر جو مَنْ کی طرف راجع ہے اور وہ ضمیر جو شیطان کی طرف راجع ہے وہ جمع لائی گئی ہے۔ کیونکہ مَنْ اندھا پن والے کی مبہم جنس کے لئے ہے۔ اور اس کے لئے اس جنس کا مبہم شیطان مقرر ہے۔ پس ان کی طرف مجموعہ کا لحاظ کر کے ضمیر جمع لانی جائز ہے۔

اندھے پن کا وبال:

آیت ۳۸: حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا (یہاں تک کہ جب ایسا شخص ہمارے پاس آوے گا) یعنی وہ اندھے پن والا۔ ابوبکر کے علاوہ عراقی نے واحد پڑھا اور دیگر نے جاء انا۔ (اور اندھے پن والا اور اس کا ساتھی)۔ تثنیہ پڑھا۔ قَالَ (تو کہے گا)۔ اپنے شیطان کو يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ (کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا) المشرقین سے مراد مشرق و مغرب ہے ایک کو تغلیب دے کر کہہ دیا۔ جیسا کہتے ہیں۔ العمران والقمران۔ اور مراد مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق کا فاصلہ ہے۔ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ (کہ تو برا ساتھی تھا)

عذاب میں اشتراک کا فائدہ نہ ہوگا:

آیت ۳۹: وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ (جبکہ تم کفر کر چکے تھے تو آج یہ بات کام نہ آئے گی) اس لئے کہ تمہارا ظلم ثابت ہو چکا۔ ظلم سے کفر مراد ہے اور وہ ظاہر ہو چکا اور تمہیں اور نہ کسی اور کو تمہارے ظالم ہونے میں شبہ نہیں رہا۔

نحو: اذ یہ الیوم سے بدل ہے۔

اَنَّكُمْ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ (کہ تم سب عذاب میں شریک ہو) انکم محل رفع میں واقع ہے فاعلیت کی وجہ سے۔ یعنی تمہیں عذاب میں تمہارا اشتراک ہرگز فائدہ نہ دے گا۔ یا عذاب میں مشترک ہونا فائدہ مند نہ ہوگا۔ جیسا کہ دنیا میں عمومی ابتلاء

سے دل میں خوشی حاصل ہوتی ہے۔(مرگ انبوہ جشنے دارد) خنساء کا قول ہے۔

① اگر میرے اردگرد اپنے بھائیوں پر رونے والوں کی کثرت نہ ہوتی تو میں اپنے آپ کو قتل کر ڈالتی۔

② اگرچہ ان کا رونا میرے بھائی جیسے پر نہیں لیکن نفس کو تسلی پیروی سے دی جاتی ہے۔

لیکن ان جہنم والوں کا اشتراکِ عذاب ان کی تسلی کا باعث نہ ہوگا۔اور نہ ہی ان کو اس سے راحت حاصل ہوگی کیونکہ جس عذاب میں وہ مبتلا ہونگے وہ بہت بڑا ہے۔

ایک قول:

اس کا فاعل مضمر ہے معنی اس طرح ہوگا۔ یہ تمنا ہرگز تمہارے کام نہ آئے گی۔ یا یہ معذرت اس بناء پر کہ تم عذاب میں شریک ہونے والے ہو۔ کیونکہ اس کے سبب میں تم شریک ہو اور وہ کفر ہے۔اور اس معنی کی تائید ان قراء کی قراءت کرتی ہے جنہوں نے اِنکم ہمزہ کے کسرہ سے پڑھا۔

یہ کفر پر مریں گے:

آیت ۴۰: اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ (کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں) یعنی وہ لوگ جن کی عقلوں کے کان غائب ہو چکے۔اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ (یا تم اندھوں کو راہ پر لا سکتے ہو) یعنی وہ جن کی بصارت نہیں رہی۔وَمَنْ كَانَ فِی ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (اور وہ جو کھلی گمراہی میں ہیں) اور وہ لوگ جن کے متعلق علم الٰہی میں کفر پر موت لکھی ہے۔

ہم ان سے انتقام لیں گے:

آیت ۴۱: فَاِمَّا۔ ما کو ان پر تاکید شرط کے لئے لائے۔اسی طرح نذھبن میں نون ثقیلہ بھی اس غرض کے لئے ہے۔نَذْهَبَنَّ بِكَ (ان کے خلاف تمہاری مدد سے پہلے آپ کو وفات دے دیں) اور اس سے مؤمنوں کے دلوں کو ٹھنڈک حاصل ہو۔فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ (بیشک ہم ان سے انتقام لینے والے ہیں) آخرت کا سخت انتقام لیں گے۔

آیت ۴۲: اَوْ نُرِیَنَّكَ الَّذِیْ وَعَدْنٰهُمْ (یا اگر ان سے ہم نے عذاب کا وعدہ کر رکھا ہے۔وہ آپ کو دکھلا دیں) آپ کی وفات سے قبل یعنی بدر کا دن۔فَاِنَّا عَلَیْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ (ہمیں ان پر قدرت حاصل ہے)

نَظم : کفر و گمراہی پر ان کی سخت روی افانت تسمع الصم سے ذکر کی پھر دنیا و آخرت کے عذاب سے ان کو ڈرایا۔ فاما نذھبن بلك الایتین۔

قرآن صراطِ مستقیم ہے آپ اس پر عمل پیرا رہیں:

آیت ۴۳: فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْٓ اُوْحِیَ اِلَیْكَ (آپ اس قرآن پر قائم رہیں جو آپ پر وحی کے ذریعہ سے نازل کیا گیا ہے)

استمسك یہ تمسک کے معنی میں ہے اور وحی سے قرآن مراد ہے۔مضبوطی سے تھامنا اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (بیشک آپ سیدھے راستے پر ہیں) صراط مستقیم سے مراد وہ دین جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں ہے۔

آیت ۴۴: وَاِنَّهٗ (اور وہ قرآن) وہ جو آپ کی طرف وحی سے بھیجا گیا۔ لَذِكْرٌ لَّكَ (وہ آپ کے لئے بڑے شرف کی چیز ہے) وَلِقَوْمِكَ (اور آپ کی قوم کے لئے) اور آپ کی امت کے لئے۔ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ (اور عنقریب تم سب سے پوچھا جائے گا) قیامت کے دن اس قرآن کے متعلق کہ کیا تم نے اس کا حق ادا کیا اور کس قدر اس کی عظمت مانی اور اس عظیم نعمت پر کتنا شکر یہ ادا کیا۔

ادیانِ وملل کی پڑتال ظاہر کرتی ہے کہ بت پرست باطل پر ہیں:

آیت ۴۵: وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ (اور آپ ان سب پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے۔ پوچھ لیں کہ کیا ہم نے رب رحمان کے سوا دوسرے معبود ٹھہرا دیئے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے) اس مقام پر رسل سے سوال مقصود نہیں ہے اور نہ ہی حقیقی سوال مراد ہے۔ بلکہ یہ ان کے ادیان وملل میں جانچ پڑتال سے مجاز ہے۔ کیا کسی بھی ملت ودین آسمانی میں کبھی بتوں کی عبادت کی اجازت ملی؟ اور ہر ایسے متلاشی کو کتاب اللہ میں نظر کرنا کفایت کر جائے گا۔ کیونکہ قرآن پہلی کتابوں کا مصدق ہے اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ ویعبدون من دون اللہ مالم ینزل بہٖ سلطاناً۔[الحج۔۷۱]

یہ آیت فی نفسہٖ اس بات کی دلیل کے لئے کافی ہے کسی اور کی حاجت ہی نہیں۔

ایک قول یہ ہے:

اللہ تعالیٰ نے لیلۃ المعراج میں تمام انبیاء علیہم السلام کو جمع کیا۔ آپ نے ان کی امامت کروائی۔ آپ سے کہا گیا۔ ان سے سوال کریں۔ پس آپ نے اس بات میں نہ شک کیا اور نہ ان سے سوال کیا۔

ایک قول یہ بھی ہے:

اس کا معنی یہ ہے۔ ان انبیاء علیہم السلام کی امتوں سے پوچھ لیں۔ جن کی طرف ہم نے نبوت ورسالت کا پیغام دیا۔ اور وہ اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) ہیں۔ وہ رسولوں کی کتابوں سے اس کی اطلاع دیں گے جب ان سے پوچھ لیا تو گویا انبیاء سے پوچھ لیا۔ اس سوال کا مقصد یہ ہے کہ یہ بات پختہ طور پر ثابت ہے کہ اہل اَوثان باطل پر ہیں۔

قراءت: وَسَلْ بلا ہمزہ مکی وعلی نے پڑھا ہے۔ رُسْلِنَا۔ ابو عمرو نے پڑھا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۶﴾

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ کو فرعون اور اسکی قوم کے بڑے لوگوں کے پاس اپنی نشانیاں دے کر بھیجا، لہٰذا موسیٰ نے کہا بیشک میں رب العلمین کا رسول ہوں،

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِىَ اَكْبَرُ

سو جب وہ انکے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے تو یکا یک وہ ان نشانیوں پر ہنسنے لگے، اور ہم انہیں جو بھی کوئی نشانی دیتے تھے وہ دوسری نشانی سے

مِنْ اُخْتِهَا ۚ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا يٰۤاَيُّهَ السّٰحِرُ

بڑھ کر ہوتی تھی اور ہم نے انہیں عذاب کے ساتھ پکڑا تا کہ وہ باز آ جائیں اور انہوں نے کہا کہ اے جادوگر

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ

تو ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر جس کا اس نے تجھ سے عہد کیا ہے بلاشبہ ہم ہدایت پانے والے بن جائیں گے، سو جب ہم نے ان سے عذاب ہٹا دیا

اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ

تو یکا یک وہ عہد کو توڑ رہے ہیں اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرا دی، اس نے کہا کہ اے میری قوم کیا میرے لئے مصر کا ملک نہیں ہے؟

وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ

اور یہ نہریں جاری ہیں میرے نیچے، کیا تم نہیں دیکھتے، بلکہ میں اس شخص سے بہتر ہوں جو ذلت

مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ

والا ہے، اور وہ واضح طور پر بات بھی نہیں کر سکتا، سو اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے، یا اس کے سامنے فرشتے آ جاتے

مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا

لگا تار جماعتیں بنا کر، سو اس نے اپنی قوم کو مغلوب کر لیا سو انہوں نے اسکی اطاعت کی، بلاشبہ وہ لوگ فاسقین تھے، سو جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا

انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾

تو ہم نے ان سے انتقام لے لیا۔ سو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا پھر ہم نے انہیں آئندہ آنیوالوں کے لئے سلف اور نمونہ بنا دیا۔

ع ۵ / ۱۱

آیت ۴۶: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قول سے تسلی دی۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (اور ہم نے موسیٰ کو اپنے دلائل دے کر فرعون اور اس کے امراء کے پاس بھیجا تھا۔ پس انہوں نے فرمایا میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں) انہوں نے اس پیغام پر جواب دیا اس پر ارشاد باری تعالیٰ جو اگلی آیت میں ہے دلالت

کررہا ہے۔

کفار کی رِیت:

آیت ۴۷: فَلَمَّا جَآءَ هُمْ بِاٰيٰتِنَآ (جب وہ ان کے پاس ہماری آیات لے کر آئے) اس سے مراد ان کا وہ مطالبہ ہے جو اپنے دعویٰ پر دلیل لانے اور نشانی ظاہر کرنے کے متعلق فرعونیوں کی طرف سے کیا گیا تھا۔ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ (تو وہ یکا یک ان پر ہنسنے لگے) مذاق اڑانے لگے اور استہزاء کرتے ہوئے اس کا نام سحر دھر دیا۔ اذا۔ مفاجات کے لئے ہے اور یہ فلما کا جواب ہے۔ کیونکہ مفاجات کا فعل اس کے ساتھ مقدر ہے اور وہ اذا کے محل میں نصب کا عمل کررہا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ **فلما جاء هم بایاتنا فاجرأوا وقت ضحکهم۔**

ہر نشانی بڑی ہے مگر یہ باز آنے والے نہیں:

آیت ۴۸: وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا (اور ہم ان کو جو نشانی دکھلاتے تھے وہ دوسری نشانی سے بڑھ کر ہوتی تھی) اختها سے مراد پہلی نشانی کی ہم مثل جو عادت کو توڑنے کے لئے ظاہر کی جاتی۔ الفاظ کا انداز یہ ظاہر کررہا ہے کہ بعد والی نشانی پہلی سے بڑھ کر ہوئی حالانکہ یہ مطلب نہیں بلکہ مراد اس کلام سے ہے۔ کہ یہ تمام نشانیاں ہی بڑی ہیں۔ ان میں ذرہ بھر فرق نہیں۔ عام محاورہ میں اسی طرح کہا جاتا ہے۔ **هما اخوان کل واحد منهما اکرم من الاٰخر۔** وہ دونوں بھائی ہیں ہر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ (اور ہم نے ان کو عذاب میں پکڑ لیا) اور وہی جو اس آیت میں ہے۔ **ولقد اخذنا آل فرعون بالسنین ونقص من الثمرات۔**[الاعراف۔ ۱۳۰]۔ **فارسلنا علیهم الطوفان**......[الاعراف۔ ۱۳۳]

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (تاکہ وہ باز آجائیں) کفر سے ایمان کی طرف۔

آیت ۴۹: وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ (اور انہوں نے کہا اے جادوگر) وہ عالم کو جادوگر کہتے تھے۔ کیونکہ وہ علم سحر کو بڑا معزز خیال کرتے تھے۔ قراءت: **یآیها الساحر** کو هاء کے ضمہ اور بلا الف شامی نے پڑھا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مفتوحہ تھا الف سے قبل واقع ہونے کی وجہ سے۔ جب الف التقائے ساکنین سے گر گیا تو اس کی حرکت ماقبل کے تابع ہو گئی۔ اُدْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ (آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کر دیجئے۔ جس کا اس نے آپ سے وعدہ کر رکھا ہے) **بما عهد عندك** کا مطلب یہ ہے۔ اس عہد کے مطابق جو اس نے نبوت والا آپ سے لے رکھا ہے۔ یا جو آپ سے عذاب دور کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ اس شخص کے متعلق جو ہدایت پائے۔ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ (بیشک ہم راہ پر آجائیں گے) ایمان لے آئیں گے۔

آیت ۵۰: فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ (جب ہم نے ان سے عذاب ہٹا دیا اسی وقت انہوں نے وعدہ توڑ دیا) قسموں کے ساتھ پختہ کیا وعدہ وہ توڑ دیتے ہیں اس کو پورا نہیں کرتے۔

فرعون کی منادی:

آیت ۵۱: وَنَادٰى فِرْعَوْنُ (فرعون نے منادی کرائی) اس نے بذات خود قبطی قوم کے رؤساء کو بلایا یا اس سے منادی کرنے والے کو کہا۔ پس اس نے آواز دی۔ جیسا کہتے ہیں۔ قطع الامیر اللص۔ جب کہ وہ اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دے۔ فِیْ قَوْمِهٖ (اپنی قوم میں)۔ یعنی ان کو اپنی نداء کا موقعہ و محل بنایا۔ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ (کہا اے میری قوم کیا مصر کی سلطنت میری نہیں ہے اور یہ نہریں) یعنی نیل کی نہریں۔ ان میں سے چار بڑی نہریں تھیں۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ (میرے نیچے بہہ رہی ہیں) میرے محل کے نیچے سے۔ ایک قول: میرے سامنے میرے باغات میں۔

نحو: واؤ عاطفہ ہے ملك مصر پر عطف ہے اور تجری الانهار سے حال ہے۔ یا واؤ حالیہ اور اسم اشارہ مبتدأ اور الانهار یہ اسم اشارہ کی صفت ہے۔ اور تجری مبتدأ کی خبر ہے۔

لطیفہ: نمبرا۔ ہارون الرشید نے جب اس آیت کو پڑھا تو کہنے لگا۔ کہ میں مصر کی حکومت اپنے سب سے حقیر غلام کو دونگا۔ خصیب نامی غلام جو اس کے وضوء کا نگران تھا۔ اس کو مصر کی حکمرانی دے دی۔

نمبر۲۔ عبداللہ بن طاہر کو مصر کی حکومت ملی۔ تو وہ روانہ ہو کر اس کے اسقدر قریب پہنچ گئے۔ کہ اس کے مکانات نظر آنے لگے۔ تو کہنے لگے یہی وہ بستی ہے جس پر فخر کرتے ہوئے فرعون نے کہا تھا۔ الیس لی ملك مصر الأیة اللہ تعالیٰ کی قسم یہ بہت ہی معمولی اور حقیر ہے۔ میں اس میں داخل ہونا ہی نہیں چاہتا اور وہیں سے اپنے گھوڑے کی لگام پھیر لی۔ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (کیا تم دیکھتے نہیں ہو) میری قوت اور موسیٰ کی کمزوری کو اور میری مالداری اور اس کا فقر۔

میں اس حقیر سے بہتر ہوں:

آیت ۵۲: اَمْ اَنَا خَیْرٌ (بلکہ میں افضل ہوں) ام منقطعہ بل کے معنی میں ہے۔ گویا اس طرح کہا۔ اثبت عندکم و استقر یہ تمہارے ہاں ثابت اور پختہ ہو چکا کہ میں بہت بہتر ہوں اور یہ میرا حال ہے؟

مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ (اس شخص سے جو کم قدر ہے) مهین۔ کمزور، حقیر۔ وَّلَا یَكَادُ یُبِیْنُ (اور وہ قوت بیانیہ بھی نہیں رکھتا) اس لئے کہ اس کے کلام میں عجمیت ہے۔

آیت ۵۳: فَلَوْلَا یہ هلاّ کے معنی میں ہے۔ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ (کیوں نہیں ڈالے گئے اس کو سونے کے کنگن) قراءت: حفص، یعقوب و سہل نے اسورۃٌ پڑھا۔ یہ سوار کی جمع ہے۔ دیگر قراء نے اساورۃ پڑھا جو کہ جمع اسوار کی ہے اساویر کی یاء کو حذف کر کے آخر میں تاء لائے۔ معنی کنگن ہی ہے۔ مِّنْ ذَهَبٍ (سونے کے) القائے اسورہ بول کر القائے مفاتیح مراد لی گئی ہیں۔ ان کے ہاں رواج یہ تھا کہ جب وہ کسی شخص کو سردار بناتے تو اس کو کنگن پہناتے اور اس کے گلے میں سونے کا طوق ڈالتے۔ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ (یا فرشتے اس کے ساتھ پے در پے کیوں نہیں آتے) مقترنین۔ ساتھ مل کر چلنا۔ ایک دوسرے

کے ساتھ مل کر چلیں تا کہ وہ ایک دوسرے کے مدد و معاون ہوں۔

فرعون نے قوم کو ذلیل بنایا:

آیت ۵۴: فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ (غرض اس نے اپنی قوم کو مغلوب کر دیا) زبان سے ان کو مضطرب کر دیا اور ان کو ہلکا اور ذلیل قرار دیا۔ اس کی بات ان میں اثر کر گئی۔

ایک قول یہ ہے:

کہ ان کو جلد اس نے اپنی اطاعت کرنے کا حکم دیا۔

فَاَطَاعُوْهُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ (وہ لوگ اس کے کہنے میں آ گئے وہ لوگ شرارت سے بھرے ہوئے تھے) وہ اللہ تعالیٰ کے دین سے نکلنے والے تھے۔

انتقام الٰہی پچھلوں کے لئے نمونہ:

آیت ۵۵: فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ (جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور ان سب کو ڈبو دیا) آسف یہ اسف اسفًا سے نقل ہو کر آیا ہے یہ اس وقت بولتے ہیں جب کسی کا غصہ زیادہ تیز ہو جائے۔ معنی یہ ہے انہوں نے گناہوں میں افراط سے کام لیا اور اپنے کو جلد عذاب کا حقدار اور اس بات کا مستحق بنا دیا کہ ہم ان کے متعلق حلم سے کام نہ لیں۔

آیت ۵۶: فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا (ہم نے ان کو خاص قسم کے متقدمین میں سے بنا دیا) سلف یہ سالف کی جمع ہے۔ جیسے خادم جمع ہے خدم کی۔

قراءت: سُلُفًا حمزہ، علی نے یہ پڑھا اور سلیف کی جمع قرار دیا۔ یعنی ایک جماعت جو گزر چکی۔ وَّمَثَلًا (اور عجیب شان والی بات) اور مثل کی طرح چلنے والی بات جس سے مثالیں بیان کی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے۔ تمہاری حالت تو قوم فرعون کی حالت جیسی ہے۔

لِّلْاٰخِرِيْنَ (آئندہ آنے والوں کے لئے نمونہ بنا دیا) ان کے لئے جو ان کے بعد آئیں گے۔ اس کا معنی یہ ہے۔ ہم نے ان کو پچھلے کفار کے لئے نمونہ بنا دیا۔ جو ان جیسے عذاب اور سزا کے استحقاق کے لئے انہی کے نقش پا پر چلتے ہیں۔ اور ان کو ایک مشہور مثال بنا دیا جس کو لوگ بیان کرتے ہیں۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ

اور جب انکے سامنے ابن مریم کے متعلق ایک عجیب مضمون بیان کیا گیا تو اچانک آپکی قوم کے لوگ اس کی وجہ سے چیخ رہے ہیں، اور انہوں نے کہا کیا ہمارے معبود بہتر

اَمْ هُوَ ؕ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ

ہیں یا وہ۔ ان لوگوں نے یہ بات جو آپ سے بیان کی ہے صرف جھگڑنے کے طور پر ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ جھگڑالو ہیں، وہ نہیں ہے مگر ایک ایسا بندہ

اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ

جس پر ہم نے انعام کیا اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لئے ایک نمونہ بنا دیا، اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تم سے فرشتے پیدا

مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ؕ

کر دیتے جو یکے بعد دیگرے رہا کرتے اور بیشک وہ قیامت کے علم کا ذریعہ ہیں سو تم لوگ اس میں شک نہ کرو اور میرا اتباع کرو

هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾

یہ سیدھا راستہ ہے، اور شیطان تمہیں ہرگز نہ روک دے بلاشبہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے،

عیسیٰ علیہ السلام کی مثال:

آیت ۵۷: وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا (جب ابن مریم کے متعلق ایک عجیب مضمون بیان کیا گیا) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے سامنے انکم وما تعبدون من دون اللّٰہ حصب جھنم۔ [الانبیاء۔۹۸] تلاوت فرمائی تو۔

قریش غصے کے مارے لال پیلے ہوگئے۔ ابن الزبعری کہنے لگا اے محمدؐ! کیا یہ بات خاص ہمارے لئے اور ہمارے معبودوں کے لئے ہے۔ یا تمام امتوں کے لئے آپ نے فرمایا۔ یہ تمہارے لئے اور تمہارے معبودوں اور تمام امتوں کے لئے ہے۔ اس پر وہ کہنے لگا۔ کیا تمہارا یہ اعتقاد نہیں عیسیٰ بن مریم نبی ہیں۔ اور تم عیسیٰ اور اس کی امت کی تعریف کرتے ہو۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ نصاریٰ تو عیسیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ اور عزیر اور ملائکہ کو پوجا جاتا ہے۔ اگر یہ سب آگ میں جائیں گے۔ تو ہم راضی ہیں کہ ہم اور ہمارے معبود ان کے ساتھ ساتھ رہیں۔ اس کی یہ باتیں سن کر آپ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ تو قریش بڑے خوش ہوئے خوب ہنسی اڑائی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ان الذین سبقت لھم منا الحسنٰی...... (الانبیاء۔۱۰۱)

ابن زبعری کا جھگڑا:

پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ (رواہ الثعلبی والبغوی) مطلب یہ ہے۔ جب ابن زبعری نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو اپنے

معبودوں کے لئے بطور مثال بیان کیا اور عبادت نصاریٰ کو دلیل بنا کر آپ سے مجادلہ کرنے لگا۔ اِذَا قَوْمُكَ (تو اچانک آپ کی قوم کے لوگ) یعنی قریش مِنْهُ (اس مثال سے) يَصِدُّوْنَ (چلانے لگے) ابن زبعری کی بات پر جب آپ کی خاموشی دیکھی تو خوشی سے مچلنے لگے اور ٹھٹھہ سے ہنسنے لگے۔

قراءت: یصُدّون مدنی، علی، شامی، اعشی نے پڑھا اور اس کو الصدود سے لیا ہے۔ یعنی اس مثال کی وجہ سے وہ حق سے رکتے اور اعراض کرتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

یہ الصدید سے ہے۔ جس کا معنی غل غپاڑا کرنا ہے۔ اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔ جیسا يَعْكِفُ، يَعْكُفُ۔

آیت ۵۸: وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ (اور کہنے لگے کیا ہمارے معبود زیادہ بہتر ہیں یا وہ) ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے معبود تیرے ہاں عیسیٰ سے اچھے نہیں ہیں۔ تو جب عیسیٰ سے اچھے نہیں ہیں۔ تو جب عیسیٰ جہنم کا ایندھن ہے۔ تو پھر ہمارے معبودوں کا مسئلہ معمولی ہے۔ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ (انہوں نے یہ مثال آپ سے بیان نہیں کی) اِلَّا جَدَلًا (مگر صرف اس لئے تاکہ وہ مجادلہ کر کے غلبہ پائیں) ان کا مقصد حق و باطل میں امتیاز و فرق کرنا نہیں ہے۔ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ (بلکہ یہ لوگ جھگڑالو ہی ہیں) خصم اور لد کا معنی سخت جھگڑالو۔ قریش کا مزاج شدید جھگڑے والا تھا۔ اور یہ اس سے بھی ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ ارشاد الٰہی انکم و ما تعبدون سے مراد بت تھے۔ کیونکہ ما کا استعمال غیر عقلاء کے لئے ہوتا ہے۔ مگر ابن زبعری نے جب دیکھا کہ کلام اللہ کے لفظوں میں عموم کی گنجائش ہے۔ تو باوجود مراد کو جانتے ہوئے اس نے دھوکا سے حیلہ بازی کرتے ہوئے لفظ کو شمول کی طرف موڑ لیا۔ کہ اس سے تو تمام غیر اللہ جن کو بطور معبود مانا گیا ہے وہ سب مراد ہیں اور یہ فقط جھگڑا بازی اور غلبہ پانے کی غرض اور مکابرہ کی خاطر کیا اور اس میں وہ بے حیائی پر اتر آیا مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وقار پر قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا۔

آیت ۵۹: اِنْ هُوَ (اور وہ عیسیٰ تو محض) اِلَّا عَبْدٌ (ایک بندے ہیں) دوسرے بندوں کی طرح اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ (جن پر ہم نے فضل کیا تھا) کہ نبوت عنایت فرمائی وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (اور ہم نے ان کو بنی اسرائیل کے لئے ایک عمدہ نمونہ بنایا) یعنی ایک عجیب عبرت جیسا کہ مشہور مثال ہوتی ہے۔

آیت ۶۰: وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ (اور اگر ہم چاہتے تو ہم تم سے فرشتوں کو پیدا کر دیتے زمین میں) تمہاری بجائے زمین پر۔ زجاج احمد کا قول یہی ہے۔

قول صاحب جامع العلوم:

جعلنا منکم ای جعلنا بدلکم تمہارے بدلے اور مِن بدل کے معنی میں ہے۔

يَخْلُفُوْنَ (وہ یکے بعد دیگرے رہتے) وہ تمہارے بعد زمین پر رہتے یا وہ ایک دوسرے کے بعد رہتے۔

ایک قول یہ ہے:

اگر ہم چاہتے تو عجائبات پر چونکہ ہم قادر ہیں۔ تو ہم تمہیں میں سے اے مردو! فرشتے پیدا کر دیتے۔ جو زمین میں تمہارے نائب بنتے جیسا کہ تمہاری اولاد تمہاری نائب بنتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو صرف عورت سے غیر مرد کے پیدا فرما دیا۔ تا کہ تم ہماری قدرت ظاہرہ و باہرہ کا اعتراف کرو اور تا کہ تمہیں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ ملائکہ اجسام ہیں جو اجسام سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اور ذات باری تعالیٰ قدیم ہے وہ جسمیت سے پاک ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی علامت:

آیت ۶۱: وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ (اور وہ قیامت کے یقین کا ذریعہ ہے) عیسیٰ علیہ السلام وہ ہیں کہ جن سے قیامت کی آمد کا ثبوت ملتا ہے۔ قراءت: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لَعَلَمٌ۔ عین کے فتحہ سے پڑھا ہے۔ اور اس کا معنی علامت ہے۔ مطلب یہ ہے نزول عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی ایک علامت ہے۔

فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا (تو تم لوگ اس میں شک مت کرو) تم اس بارے میں شک مت کرو۔ المریة سے لیا گیا اس کا معنی شک ہے۔ وَاتَّبِعُوْنِ (اور تم لوگ میرا اتباع کرو)

قراءت: سہل و یعقوب نے دونوں میں یاء سے پڑھا ہے۔ یعنی میری ہدایت و شریعت کی اتباع کرو یا میرے رسول کی اتباع کرو۔ یا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے۔ کہ وہ یہ فرما دیں۔ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (یہ سیدھا راستہ ہے) جس کی طرف وہ تمہیں دعوت دے رہا ہے۔

آیت ۶۲: وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ (اور تم کو شیطان روکنے نہ پائے) قیامت پر ایمان لانے یا اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (بیشک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے) اس کی عداوت ظاہر ہے کہ اس نے تمہارے باپ کو جنت سے نکلوایا۔ اور ان سے نور کا لباس اتروا دیا۔

وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ

اور جب عیسیٰ واضح معجزات لے کر آئے تو انہوں نے کہا کہ میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور تا کہ میں تمہارے لئے بعض وہ

الَّذِىْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿٦٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّىْ وَرَبُّكُمْ

باتیں بیان کروں جن میں تم اختلاف کرتے ہو سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو بلاشبہ اللہ ہی میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے،

فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦٤﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ

سو تم اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے، سو جماعتوں نے آپس میں اپنے درمیان اختلاف کر لیا۔ سو جن لوگوں نے

لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿٦٥﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ

ظلم کیا ان کے لئے ہلاکت ہے اس دن کے عذاب سے جو درد ناک ہوگا، یہ لوگ بس قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ

تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٦﴾ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

ان کے پاس اچانک آ جائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ اس دن دوست آپس میں بعض بعض کے دشمن ہوں گے

اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٧﴾ ع ١١ ١٢

سوائے متقین کے

آیت ٦٣: وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ (اور جب عیسیٰ معجزے لے کر آئے) بینات سے مراد یہاں معجزات یا انجیل کی آیات اور واضح احکامات قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ (کہا میں تمہارے پاس سمجھ کی باتیں لے کر آیا ہوں) حکمت سے مراد انجیل اور احکامات وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِىْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ (تاکہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو تم سے وہ بیان کر دوں) وہ دینی معاملہ نہ کہ امر دنیا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری بات مانو)

آیت ٦٤: اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّىْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (بے شک اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ پس اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے) یہ عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کا تکملہ ہے۔

آیت ٦٥: فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ (پس مختلف گروہوں نے باہم اختلاف ڈال لیا) اس سے وہ گروہ جو عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بنے وہ مراد ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ یعقوبیہ۔ نسطوریہ۔ ملکانیہ۔ شمعونیہ۔ مِنْۢ بَيْنِهِمْ (نصاریٰ کے مابین) فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (پس ظالموں کے لئے خرابی ہے) اس طرح کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق وہ بات کہی جس نے ان کا انکار کر دیا۔ مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ (ایک پُر درد دن کے عذاب سے) اور وہ قیامت کا دن ہے۔

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝۶۸ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا

اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم رنجیدہ ہوگے، جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ

مُسْلِمِيْنَ ۝۶۹ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝۷۰ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ

فرمانبردار تھے تم اور تمہاری بیویاں جنت میں خوشی خوشی داخل ہو جاؤ۔ ان پر سونے کی رکابیاں

مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ

اور آبخورے لائے جائیں گے اور اس میں وہ چیزیں ہونگی جنہیں نفس چاہتے ہوں گے اور جن سے آنکھیں لذت پائیں گی اور تم

فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۷۱ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۷۲ لَكُمْ فِيْهَا

اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو اور یہ جنت جس کے تم وارث بنائے گئے ہو تمہارے اعمال کے بدلہ میں ہے جو تم کرتے تھے، تمہارے لئے اس میں

فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۷۳

بہت میوے ہیں ان میں سے تم کھا رہے ہو۔

آیت ۶۶: هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ (وہ لوگ قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں) ھم کی ضمیر کا مرجع قوم عیسیٰ علیہ السلام یا کفار اَنْ تَاْتِيَهُمْ (کہ وہ قیامت ان پر آپڑے) نحو: یہ الساعۃ سے بدل ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ ھل ینظرون الا اتیان الساعۃ۔ وہ صرف قیامت کی آمد کے منتظر بیٹھے ہیں۔ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (اچانک اور ان کو خبر بھی نہ ہو) یعنی وہ اپنے امورِ دنیا میں مشغولیت کی وجہ سے غافل ہوں اور قیامت آجائے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی میں ہے۔ تاخذھم وھم یخصمون۔

[یٰسین۔۴۹]

مؤمنین کے علاوہ پر دوستی منقطع:

آیت ۶۷: اَلْاَخِلَّآءُ یہ جمع خلیل کی ہے۔ يَوْمَئِذٍ (قیامت کے دن) بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ (تمام دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہونگے سوائے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے) المتقین سے مؤمنین مراد ہیں۔ نحو: یومئذ کا نصب یہ عدوٌّ کی وجہ سے ہے۔ تقدیر کلام تنقطع فی ذلك الیوم کل خلۃ بین المتخالین فی غیر ذات اللّٰہ۔ اس دن تمام دوستیاں جو دوستوں کے مابین ہونگی وہ سب منقطع ہو جائینگی وہ دوستیاں جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ اور کسی غرض سے ہونگی۔ اور غصے اور ناراضگی میں بدل جائیں گی۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی خاطر دوستی کرنے والوں کی دوستی باقی رہے گی۔ یہ باقی رہنے والی دوستی ہے۔

آیت ۶۸: یٰعِبَادِ (اے میرے بندو!) قراءت: وصل ووقف دونوں صورتوں میں یاء کے ساتھ مدنی شامی ابوعمرو نے پڑھا ہے اور ابوبکر نے یاء کے فتحہ کے ساتھ جبکہ دیگر تمام قراء نے یاء کو حذف کر کے پڑھا ہے۔

لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ (نہ تم پر خوف ہوگا آج کے دن اور نہ تم غمگین ہوگے) یہ حکایۃً اس بات کو بیان فرمایا جو اس دن اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنے والوں اور متقین کے لئے کہی جائے گی۔

آیت ۶۹: اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا (یعنی وہ بندے جو ہماری آیات پر ایمان لائے تھے) نحو: الذین یہ محلاً منصوب ہے۔ کیونکہ عبادی کی صفت ہے۔ اور وہ منادی مضاف ہے جو منصوب ہوا کرتا ہے۔

امنوا بایاتنا کا مطلب ہماری آیات میں تصدیق کی۔ وَکَانُوْا مُسْلِمِیْنَ (اور وہ فرمانبردار تھے) یعنی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے والے تھے۔

جنت کے نظارے:

آیت ۷۰: اُدْخُلُوا الْجَنَّۃَ اَنْتُمْ وَ اَزْوَاجُکُمْ (تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ) ازواج سے مراد وہ بیویاں جو دنیا میں تھیں۔ تُحْبَرُوْنَ (تمہیں خوش کیا جائے گا) تمہیں ایسا خوش کیا جائے گا۔ جس سرور کا اثر تمہارے چہروں پر ظاہر ہوگا۔

آیت ۷۱: یُطَافُ عَلَیْھِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَھَبٍ وَّاَکْوَابٍ (اور ان کے پاس سونے کی رکابیاں اور گلاس لائے جائیں گے) صحاف جمع صحیفہ۔ چوڑا پیالہ۔ من ذھب کہہ کر بتلایا کہ وہ سونے کے بھی ہونگے۔ الکوب۔ وہ پیالہ جس کے ساتھ دستہ نہ ہو۔ وَفِیْھَا (اور اس جنت میں) مَاتَشْتَھِیْہِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ (وہ چیزیں ملیں گی۔ جن کو جی چاہے گا جن سے آنکھوں کو لذت ہوگی) قراءت: مدنی، شامی، حفص نے تشتھیہ کو اثبات ھاء سے پڑھا ہے۔ اور یہ ضمیر موصول کی طرف راجع ہے اور دیگر قراء نے اس کو حذف کیا کیونکہ فعل، فاعل ومفعول کے سلسلہ میں موصول کے متعلق وسعت ہے۔ تلذ الاعین کہہ کر نعمتوں کی اقسام کو محصور کیا۔ کہ وہ دو قسم کی ہونگی۔ نمبرا۔ دل چاہی نمبر۲۔ آنکھوں کی ٹھنڈک۔ وَاَنْتُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ (اور تم یہاں ہمیشہ رہوگے)

آیت ۷۲: وَتِلْکَ الْجَنَّۃُ الَّتِیْٓ اُوْرِثْتُمُوْھَا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (اور یہ وہ جنت ہے جس کے تم مالک بنا دیئے گئے اپنے اعمال کے بدلے) نحو: تلک وہ جنت جس کا ذکر ہوا۔ اس کی طرف اشارہ ہے اور یہ مبتدأ ہے۔ الجنۃ خبر ہے اور الَّتِیْٓ اُوْرِثْتُمُوْھَا یہ جنت کی صفت ہے۔ نمبر۲۔ التی او رثتموھا یہ صفت ہے۔ اور بما کنتم تعملون یہ خبر ہے اور باء یہ محذوف سے متعلق ہے۔ ای حاصلۃ یا کائنۃ جیسا کہ خبر واقع ہونے والے ظروف میں ہوتا ہے۔ اور پہلی صورت میں اس کا تعلق اورثتموھا فعل سے ہے۔

فائدہ: جنت کو میراث سے تشبیہ دی یہ بھی اسی طرح باقی رہنے والی ہے جیسا کہ میراث ورثہ کے لئے باقی رہتی ہے۔

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَٰلِدُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ

بلاشبہ مجرم لوگ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا، اور وہ اسی میں

مُبْلِسُونَ ﴿٧٥﴾ وَمَا ظَلَمْنَٰهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا هُمُ الظَّٰلِمِينَ ﴿٧٦﴾ وَنَادَوْا يَٰمَٰلِكُ

ناامید ہو کر پڑے رہیں گے، اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی ظالم تھے اور وہ پکاریں گے کہ اے مالک

لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ إِنَّكُم مَّٰكِثُونَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ جِئْنَٰكُم بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ

تمہارا پروردگار ہمارا کام تمام کر دے، وہ جواب دیں گے کہ بیشک تم اسی میں رہو گے، بلاشبہ ہم تمہارے پاس حق لائے اور لیکن

أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كَٰرِهُونَ ﴿٧٨﴾ أَمْ أَبْرَمُوا أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُونَ ﴿٧٩﴾ أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا

تم میں سے اکثر حق سے نفرت کرنے والے ہیں کیا انہوں نے کوئی مضبوط تدبیر کر لی ہے، سو ہم مضبوط تدبیر اختیار کرنے والے ہیں کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم

لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَىٰهُم ۚ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ﴿٨٠﴾

نہیں سنتے ان کی چپکی باتوں کو اور ان کے خفیہ مشوروں کو، ہاں ہم ضرور سنتے ہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے (فرستادے) انکے پاس لکھتے ہیں۔

آیت۷۳: لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُونَ (اور تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہیں جن میں سے تم کھا رہے ہو) من بعض کو بیان کرنے کے لئے ہے۔ تم ان میں سے بعض کو کھاؤ گے۔ اور اس کے پیچھے باقی درخت پر رہیں گے۔ وہ درخت جنت کے پھلوں سے ہمیشہ مزین رہے گا۔ حدیث میں ہے۔ کہ جنت کے جس درخت کا پھل توڑا جائے گا۔ اس کی جگہ فوراً دوسرا لگ جائے گا۔ [البزاز۔۳۵۳۰]

کفار و مجرمین کی سزا:

آیت۷۴: إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَٰلِدُونَ (بیشک مجرم عذاب جہنم میں ہمیشہ رہیں گے)

نحو: خالدون یہ خبر کے بعد دوسری خبر ہے۔

آیت۷۵: لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ (وہ ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا)

نحو: یہ تیسری خبر ہے۔ یعنی وہ عذاب ان سے کم نہ کیا جائے گا اور نہ اس میں تخفیف ہوگی۔ وَهُمْ فِيهِ (اور وہ اسی میں) عذاب میں۔ مُبْلِسُونَ (مایوس پڑے رہیں گے) وہ کشادگی سے مایوس اور حیران ہونگے۔

آیت۷۶: وَمَا ظَلَمْنَٰهُمْ (اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا) ان کو عذاب دے کر وَلَٰكِن كَانُوا هُمُ الظَّٰلِمِينَ (لیکن وہ خود ہی ظالم تھے)

نحو: ھم یہ ضمیر فصل ہے۔

آیت ۷۷: وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ (اور وہ آواز دیں گے اے مالک) یہ آواز اس وقت دیں گے جب عذاب کی کمی سے مایوس ہو جائیں گے۔ تو کہیں گے اے مالک یہ خازن جہنم ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ان سے کسی نے کہا کہ ابن مسعود رضی اللہ نے یا مال پڑھا ہے۔ تو عبداللہ فرمانے لگے انہوں نے اہل نار کو ترخیم سے مشغول نہیں کردیا۔ یعنی انہوں نے ترخیم ہی کی ہے۔

لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ (کہ تمہارا پروردگار ہمارا کام ہی تمام کردے) ہمیں موت دے دے۔ یہ قضی علیه سے لیا گیا۔ جس کا معنی موت دینا ہے جیسا اس آیت میں ہے فوکزہ موسٰی فقضٰی علیه [القصص: ۱۵]

مطلب یہ ہے کہ اپنے رب سے کہو کہ ہم پر موت طاری کردے۔ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ (وہ کہے گا تم ہمیشہ اس حال میں رہو گے) عذاب میں مبتلا رہو گے۔ موت اور کمی کے ساتھ تم چھوٹ نہیں سکتے۔

آیت ۷۸: لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ (ہم نے سچا دین تمہارے پاس پہنچایا) حق سے کلام اللہ مراد ہے۔

نحو: قال میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہو۔ اس لئے کہ جب انہوں نے مالک سے موت کا سوال کرنے کو کہا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا۔

ایک قول یہ ہے:

یہ کلام مالک کے ساتھ متصل ہے۔ اور مراد جئنا کم سے الملائکہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قاصد وہی ہیں اور وہ بھی من جملہ فرشتوں میں سے ایک ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ (لیکن تمہاری اکثریت سچے دین سے نفرت کرتی تھی) اور تم اس کو قبول نہ کرتے تھے اور اس سے بھاگتے تھے کیونکہ آرام باطل کی سنگت میں اور تھکاوٹ و تکلیف حق کی معیت میں ہے۔

کفار کی منصوبہ بندیاں:

آیت ۷۹: اَمْ اَبْرَمُوْا اَمْرًا (ہاں تو کیا انہوں نے کوئی انتظام درست کیا ہے) کیا مشرکین مکہ نے اپنی تدابیر سے کسی بات کا فیصلہ کیا ہے۔ جو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کرتے رہتے ہیں۔ فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ (پس ہم نے بھی ایک انتظام درست کیا ہے) اپنی تدابیر (معاونت حق کی) جیسے انہوں نے تدابیر کی ہیں۔

آیت ۸۰: وہ منادی کر کے دارالندوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آئے روز فیصلے کرتے پس یہ آیت اتری۔ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ (کیا ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہم ان کی خفیہ باتوں کو نہیں سنتے) سِرّھم سے ان کے دلوں میں آنے والی باتیں مراد ہیں۔ وَنَجْوٰهُمْ (اور ان کے مشورے) جو اپنی باتیں طے کرتے ہیں۔ اور دوسروں سے چھپاتے ہیں۔ بَلٰى

قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَأَنَا أَوَّلُ الْعٰبِدِينَ ﴿٨١﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ

آپ فرما دیجئے کہ اگر رحمٰن کے لئے اولاد ہو تو میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوں، آسمانوں اور زمین کا رب جو عرش کا بھی

وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٨٢﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتّٰى يُلٰقُوا

رب ہے وہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں سو آپ ان کو چھوڑ دیجئے باتوں میں لگیں اور کھیلا کریں یہاں تک کہ اس دن سے

يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٨٣﴾ وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلٰهٌ ۚ وَهُوَ

ملاقات کرلیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، اور اللہ وہ ہے جو آسمان میں معبود ہے اور زمین میں معبود ہے اور وہ

الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿٨٤﴾ وَتَبٰرَكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ

حکمت والا ہے، اور علم والا ہے اور بابرکت ہے وہ ذات جس کے لئے ملک ہے آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ انکے درمیان ہے

وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٥﴾ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ

اور اس کے پاس قیامت کا علم ہے اور اسی طرف لوٹ کر جاؤ گے، اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ شفاعت کا

دُونِهِ الشَّفٰعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٨٦﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ

اختیار نہیں رکھتے ہاں جنہوں نے حق کی گواہی دی اور وہ جانتے ہیں، اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ انہیں

خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ فَأَنّٰى يُؤْفَكُونَ ﴿٨٧﴾ وَقِيلِهِ يٰرَبِّ إِنَّ هٰؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا

کس نے پیدا کیا یہی کہیں گے کہ انہیں اللہ نے پیدا کیا، سو یہ لوگ کدھر الٹے جا رہے ہیں، اور اسے رسول کی اس بات کی خبر ہے کہ اے میرے رب بلاشبہ یہ لوگ

يُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٨٩﴾

ایمان نہیں لاتے سو آپ ان سے اعراض کیجئے اور کہہ دیجئے کہ میرا اسلام ہے سو وہ عنقریب جان لیں گے

(کیوں نہیں) ہم ان کو سنتے اور ان پر اطلاع رکھتے ہیں۔ وَرُسُلُنَا (اور ہمارے فرشتے) کراماً کاتبین۔ لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ (ان کے پاس ہیں وہ بھی لکھتے ہیں) ان کے پاس ہی وہ ان باتوں کو لکھتے ہیں۔

یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

جس نے لوگوں سے اپنے گناہ کو چھپا کر کیا اور اس کو اس کے سامنے ظاہر کر دیا جس پر کوئی چیز مخفی نہیں رہ سکتی۔ تو گویا اس نے دیکھنے والوں میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے ہلکا قرار دیا۔ اور یہ منافقت کی نشانیوں میں سے ہے۔

آیت۸۱: قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ (آپ کہیے۔ اگر رب رحمان کے اولاد ہو) اور یہ بات دلیل صحیح سے ثابت ہو جائے۔ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ (تو سب سے اول اس کی عبادت کرنے والا میں ہوں) میں سب سے پہلا ہونگا جو اس لڑکے کی تعظیم کروں گا اور تم سے بڑھ کر اس کی اطاعت کروں گا۔ اور اس کی فرمانبرداری بجالاؤں گا جیسا کہ آدمی بادشاہ کے بیٹے کی تعظیم اس کے باپ کی وجہ سے کرتا ہے یہ کلام بطریق فرض لایا گیا ہے۔ اس سے مراد ولد کی نفی ہے اور وہ اس طرح کہ عبادت کو لڑکا ہونے سے معلق کیا گیا اور یہ لڑکا ہونا تو اس کی ذات کے لئے ذاتی اعتبار سے بھی محال ہے۔ پس جو محال سے معلق ہے وہ بھی محال ہے۔ اس کی مثال سعید بن جبیر کا یہ قول ہے جو انہوں نے حجاج کو فرمایا۔ جب اس نے کہا۔ واللّٰہ لا بدلنّك بالدنیا نارًا تلظٰی۔ میں تمہاری دنیا کو بڑھکتی آگ بنادوں گا۔ تو سعید کہنے لگا۔ لو عرفت ان ذلك الیك ما عبدت الٰھًا غیرك۔ اگر میں جانتا کہ یہ تیرے اختیار میں ہے تو میں پھر تیرے سوا اور کسی کو معبود نہ مانتا۔

ایک قول یہ ہے:

ان كان للرحمٰن ولدٌ فی زعمكم۔ کہ اگر تمہارے خیال کے مطابق رحمان کا کوئی لڑکا ہے تو میں سب سے پہلا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننے والا اور تمہارے قول کی تکذیب کرنے والا ہوں۔ جو کہ تم ولد کی نسبت اس کی ذات کی طرف کرنے والے ہو۔

ایک قول یہ ہے:

اگر تمہارے خیال میں رحمان کا بیٹا ہے۔ تو میں سب سے پہلا اس بات کا انکاری ہوں کہ اس کا بیٹا ہو۔ عابدین۔ یہ عبد یَعْبُدُ سے ہوگا۔ جبکہ وہ اس سے سخت نفرت کرنے والا ہو۔ اسم فاعل عبد و عابدٌ آتا ہے۔

قراءت: ایک قراءت میں العبدین ہے۔

ایک قول اور بھی ہے:

کہ اِنْ نافیہ ہے۔ یعنی رحمان کا کوئی بیٹا نہیں میں سب سے پہلا شخص ہوں جو اس بات کو کہنے والا ہوں ان میں سے جو یہ کہتے ہیں اور اس کی عبادت اور اس کو وحدہ لاشریک مانتے ہیں۔

ایک روایت ہے:

کہ نضر بن حارث قریشی نے کہا کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اس پر نضر کہنے لگا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے تو میری تصدیق کر دی۔ ولید نے اس کو کہا۔ اس نے تمہاری تصدیق نہیں کی۔ بلکہ یہ کہا ما كان للرحمان ولد فانا اول الموحدین من اهل مكة ان لا ولد له۔ کہ رحمان کا کوئی بیٹا نہیں۔ پس میں اہل مکہ میں سے پہلا موحد ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی

بیٹا نہیں۔

(اگر یہ روایت درست ہو تو یہ مکالمہ بڑا لذیذ ہے)

قراءت: وُلْد۔ حمزہ' علی نے پڑھا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ذات کو بیٹا بنانے سے منزہ اور پاک قرار دیا اور فرمایا۔

آیت ۸۲: سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ (آسمان اور زمین کا مالک جو کہ عرش کا بھی مالک ہے۔ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں) یعنی وہ آسمانوں اور زمین اور عرش کا رب ہے۔ وہ نہ جسم ہے۔ کیونکہ اگر وہ جسم ہوتا تو اس کے بنانے پر قدرت نہ ہوتی۔ اور جب جسم نہیں تو اس کی اولاد نہیں کیونکہ پیدائش و تولد یہ جسم کی صفات میں سے ہے۔

آیت ۸۳: فَذَرْهُمْ یَخُوْضُوْا (تو آپ ان کو اس شغل میں چھوڑ دیجئے) ان کی باطل پرستی میں۔ وَیَلْعَبُوْا (اور تفریح میں) دنیا کی مشغولیت میں حَتّٰی یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ (یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے) یوم سے قیامت کا دن مراد ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں وہ محض جہالت' دنیا پرستی اور تفریح کا نتیجہ ہے۔

اللہ ہی زمین و آسمان میں قابل عبادت ہے:

آیت ۸۴: وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ (اور وہی ذات ہے جو آسمان میں بھی قابل عبادت ہے اور زمین میں بھی قابل عبادت ہے) اللہ تعالیٰ کا اسم الٰہ یہ وصف کا معنی لئے ہوئے ہے۔ اس لئے ظرف کو فی السماء اور فی الارض میں اس کے ساتھ معلق کیا ہے۔ جیسا کہ تم کہو هو حاتم فی الطی و حاتم فی تغلب۔ اس میں جواد کا معنی متضمن ہے جس کی وجہ سے وہ ہر دو قبیلوں میں معروف ہے۔ گویا تم نے اس طرح کہا هو جواد فی طیّ و جواد فی تغلب۔ کہ وہ قبیلہ طے میں بھی سخی اور قبیلہ تغلب میں بھی سخی ہے۔ اسی طرح یہاں وہ آسمان کا بھی الٰہ اور زمین میں بھی قابل عبادت وہی ہے۔

قراءت: وهو الذی فی السماء اللّٰه وفی الارض اللّٰه۔ اور اس کی مثال وہ ارشاد ہے۔ وهو اللّٰه فی السمٰوٰت وفی الارض [الانعام:۳] گویا معبود ہونے کا معنی صفت میں متضمن ہے۔ اور موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر طوالت کلام کی وجہ سے حذف کر دی گئی ہے۔ جیسا کہتے ہیں ما انا بالذی قائل لك شيئاً۔ میں ایسا نہیں کہ تمہیں کچھ کہوں۔

تقدیر کلام:

اس طرح ہے۔ وهو الذی هو فی السماء الٰه۔ وہ وہی ذات ہے جو کہ آسمان میں معبود ہے۔

نحو: الٰهٌ یہ مرفوع ہے۔ کیونکہ مبتدأ مضمر کی خبر ہے۔ اور الٰهٌ یہ ابتداء کی وجہ سے مرفوع نہیں ہے۔ اور فی السماء۔ یہ خبر ہے۔ کیونکہ اس صورت میں صلہ ضمیر عائد سے خالی ہے جو موصول کی طرف لوٹے۔

وَهُوَ الْحَکِیْمُ (وہ اپنے اقوال و افعال میں حکمت والا ہے) الْعَلِیْمُ (وہ جو کچھ ہوا اور جو ہونے والا ہے تمام کا علم رکھتا ہے)

آیت۸۵: وَتَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (اور وہ ذات بڑی عالی شان ہے۔جس کے لئے آسمانوں کی اور زمین کی اور جو ان کے درمیان میں ہے۔ان کی سلطنت ثابت ہے۔اور اس کو قیامت کی خبر ہے) یعنی اس کے قائم ہونے کی خبر ہے۔وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (اور تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے) قراءت: مکی حمزہ علی نے یُرجعون پڑھا ہے۔

شفاعت کا اختیار مسلمانوں کو:

آیت۸۶: وَلَا یَمْلِكُ (اور اختیار نہ رکھیں گے) یعنی ان کے معبود الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ (جن کو یہ پکارتے ہیں) یعنی جن کو پکارتے ہیں۔مِنْ دُوْنِهٖ (اس کے سوا) یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا الشَّفَاعَةَ (سفارش کے) جیسا کہ ان کا خیال ہے۔کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے سفارشی ہونگے۔ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ (مگر جس سے حق کا اقرار کیا تھا) یعنی لیکن جس نے حق کا اقرار کلمۂ توحید کے ساتھ کیا۔ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ (اور وہ تصدیق بھی کیا کرتے تھے) کہ اللہ تعالیٰ ان کا سچا رب ہے اور اس کا دلوں سے اعتقاد رکھتے ہیں۔یہ وہ لوگ ہونگے جن کو شفاعت کا اختیار دیا جائے گا۔

نحو: یہ استثناء منقطع ہے یا متصل ہے۔کیونکہ جملہ الذین یدعون من دون اللہ میں ملائکہ بھی ہیں۔

آیت۸۷: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ (اور اگر آپ ان سے پوچھیں) یعنی مشرکین مکہ سے۔ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو پیدا کیا ہے) بتوں اور ملائکہ نے نہیں۔ فَاَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ (پھر یہ لوگ کدھر الٹے چلے جارہے ہیں)

نحو: یہاں انّی کیف کے معنی میں ہے۔یا من این۔ پھر کیوں یہ توحید سے پھرتے ہیں جبکہ یہ اقرار بھی کرتے ہیں؟

عظمت وشانِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم :

آیت۸۸: وَقِیْلِهٖ (اور اس کو رسول کے اس کہنے کی بھی خبر ہے)

قراءت: عاصم‘ حمزہ‘ نے جر سے پڑھا ہے۔تقدیر کلام یہ ہے وعنده علم الساعة و علم قیله۔اور اس کے پاس قیامت کا علم ہے اور اس کے پاس اس قول کی خبر ہے۔

یٰرَبِّ (اے میرے رب!) قیلهٖ کی ہٗ ضمیر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔کیونکہ آپ کا تذکرہ پہلے ہوا۔

اس ارشاد میں۔قل ان کان للرحمان ولد فانا اول العابدین۔[الزخرف۔۸۱]

باقی قراء نے نصب سے پڑھا ہے۔اور اس کو الساعة کے محل پر معطوف کیا ہے۔ای یعلم الساعة یعلم قیله۔ای قیل محمد صلی اللہ علیه وسلم یارب وہ قیامت کو جانتا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو جانتا ہے۔

القیل۔القول‘ القال المقال یہ تمام ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔

نمبر۲۔اور یہ بھی جائز ہے کہ حرف قسم کو مضمر مانکر جر اور نصب مان لیا جائے۔اور حرف کو حذف کر دیا گیا ہے اور جواب قسم ان

هؤلاء قوم لا یؤمنون ہے۔

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ (کہ یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے) گویا آپ نے بات فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم اٹھائی اور قول یا رب ان هؤلاء قوم لا یؤمنون۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی بات کی قسم اٹھانا یہ آپ کی عظمت و بلندی شان کو ظاہر کرتا ہے۔ اور آپ کی دعا و التجاء کی قبولیت کو ظاہر کرتا ہے۔

آپ کو تسلی اور کفار کو وعید:

آیت ۸۹: فَاصْفَحْ عَنْهُمْ (تو آپ ان سے بے رخ رہیے) ان کی دعوت سے اعراض فرمائیں۔ کیونکہ ان کے ایمان کی امید نہیں۔ اور ان کو چھوڑیں اور ان کے حال پر رہنے دیں۔ وَقُلْ (اور ان کو کہہ دیں) سَلٰمٌ (کہ میں تم کو سلام کرتا ہوں) یہ سلام متارکت ہے۔ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ (پس ان کو بھی معلوم ہو جائے گا) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفار کو وعید ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے۔

قراءت: مدنی، شامی نے تعلمون پڑھا ہے۔

الحمد للہ بعونہ تتم الصالحات ترجمہ و تفسیر سورۃ الزخرف کا مکمل ہوا آج جمعہ ۱۸ اپریل ۲۰۰۳ء

سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الدخان مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انسٹھ ۵۹ آیات اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ۚ ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴿۳﴾

حٰمٓ، قسم ہے کتاب مبین کی بلاشبہ ہم نے اس کو مبارک رات میں نازل کیا ہے، بلاشبہ ہم ڈرانے والے ہیں،

فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ﴿۴﴾ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۚ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۵﴾ رَحْمَةً

اس رات میں ہر امر حکیم کا فیصلہ کیا جاتا ہے جو ہماری طرف سے بطور حکم کے صادر ہوتا ہے، بلاشبہ ہم بھیجنے والے ہیں آپ کے رب کی طرف سے

مِّنْ رَّبِّكَ ۚ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶﴾ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ

رحمت کے طور پر، بلاشبہ وہ سننے والا ہے جاننے والا ہے، وہ آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے

اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۷﴾ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾

اگر تم یقین کرنے والے ہو، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ فرماتا ہے اور موت دیتا ہے وہ تمہارا اور تم سے پہلے جو تمہارے باپ دادے گزر گئے ان کا رب ہے

بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ﴿۹﴾

بلکہ وہ لوگ شک میں پڑے ہوئے کھیل رہے ہیں۔

حٰمٓ ○ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ○ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۔

(حم۔قسم ہے اس واضح کتاب کی۔ کہ ہم نے اس کو ایک برکت والی رات میں اتارا ہے۔ ہم آگاہ کرنے والے تھے)

آیت ۱: حٰمٓ ○ (۲) وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ یعنی قرآن مجید۔ نحو: واؤ قسمیہ ہے اگر حٰم کو حروف مقطعات میں سے بناؤ۔ یا سورت کا نام قرار دیں تو خبر ہے اور اس کا مبتداء محذوف ہے اور واؤ عاطفہ ہے۔ جب حٰم کو مقسم بہ بنائیں اور جواب قسم انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ ہے۔

آیت ۳: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ لیلۂ مبارک سے لیلۃ القدر کی رات مراد ہے۔ یا پندرہ شعبان کی رات مراد ہے۔

ایک قول یہ ہے:

اس کے اور لیلۃ القدر کے درمیان چالیس راتیں ہیں۔

قول جمہور:

اس سے لیلۃ القدر مراد ہے۔ اس لئے کہ دوسری آیت میں فرمایا انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ (القدر)۔ ا۔ اور دوسرا یہ ارشاد شھر رمضان الذی انزل فیه القرآن۔ [البقرۃ۔۱۸۵]

اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک میں ہے۔ پھر علماء نے فرمایا۔ مکمل قرآن کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف لیلۃ القدر کی رات میں اتارا گیا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام ضرورت کے وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر لے کر اترتے تھے۔

ایک قول یہ ہے:

ابتدائے نزول لیلۃ القدر میں ہوا۔ المبارکہ کا معنی خیر کثیر اور اس لئے بھی کہ اس میں خیر و برکت اترتی ہے۔ اور دعائیں قبول کی جاتی ہیں اگر ان میں سے کوئی چیز نہ بھی ہوتی تب بھی اس کی برکت کے لئے نزول قرآن ہی کافی ہے۔ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ (ہم ہی آگاہ کرنے والے تھے)

قرآن خود امر حکیم سے ہے:

آیت ۴: فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ (اسی رات میں ہر حکمت والا معاملہ طے کیا جاتا ہے) یہ اکٹھے دو جملے مستانفے ہیں۔ جن سے جواب قسم کی تفسیر کی گئی ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ ہم نے اس کو اتارا کیونکہ ہماری شان انذار اور عقاب سے خبردار کرنا ہے۔ اور ہمارا قرآن مجید کو خصوصاً اس رات میں اتارنا کیونکہ انزال قرآن امور حکیمہ میں سے ہے۔ اور یہ رات ہر امر حکیمی کو جدا کرنے والی ہے اور یفرق کا معنی جدا کرنا اور لکھنا ہے۔ کل امر۔ سے بندوں کے ارزاق' ان کی مدت عمر اور اس رات سے لے کر آئندہ رات پیش آنے والے معاملات مراد ہیں۔ حکیم۔ حکمت والے۔ اس طرح کئے جاتے ہیں جن کا حکمت تقاضا کرتی ہے۔ امور کو حکیم کہنا یہ اسناد مجازی ہے۔ کیونکہ یہ تو دراصل صاحب امر کی صفت ہے۔ مجازاً امر کو بھی حکیم کہہ دیا۔

آیت ۵: اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا (ہمارے پاس سے حکم ہوکر) امراً یہ منصوب بوجہ اختصاص ہے۔ ہر امر کو بڑا عظیم الشان قرار دیا کیونکہ وہ حکیم کی صفت رکھتا ہے۔ پھر اس کی عظمت و شان کو یہ کہہ کر چار چاند لگا دیئے کہ فرمایا یہ امر تو ہمارے پاس سے صادر ہونے والا ہے۔ جیسا ہمارا علم اور تدبیر اس کا تقاضا کرتی ہے۔ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ (ہم ہی آپ کو پیغمبر بنانے والے تھے) نحو: یہ انا کنا منذرین [الدخان:۳] سے بدل ہے۔ رحمۃ من ربك اس کا مفعول له ہے۔

آیت ۶: رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ (بوجہ رحمت کے جو آپ کے رب کی طرف سے ہوتی ہے) نمبرا۔ اس کو مفعول له بنائیں تو معنی اس

طرح ہوگا۔ ہم نے قرآن مجید اتارا ہے۔ کیونکہ ہماری شان یہ ہے کہ رسولوں کو کتابیں دے کر اپنے بندوں کی طرف بھیجتے ہیں۔ ان بندوں پر رحمت کرنے کے لئے۔ نمبر۲۔ امرًا من عندنا کی یہ علت ہے۔ اور رحمۃً مفعول بہ ہے۔

ایک نکتہ:

رحمت کی صفت ارسال کے ساتھ لائی گئی ہے۔ جیسا کہ اس کی صفت اس ارشاد میں بھی اسی طرح ہے۔ وما یمسک فلا مرسل له من بعده۔[فاطر: ۲] اصل عبارت اس طرح ہے۔ انا کنا مرسلین رحمۃً منا۔ پس منا ضمیر کی بجائے من ربك کو لایا گیا تا کہ بتلا دیا جائے ربوبیت کا تقاضا یہ ہے کہ مربوبین پر رحمت کی جائے۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ (بیشک وہی سننے والا) ان کے اقوال کا الْعَلِيْمُ (جاننے والا) ان کے احوال کا۔

اگر دل سے اللہ کو خالق مانتے ہو تو محمد ﷺ کو اس کا رسول مان لو:

آیت ۷: رَبِّ قراءت ونحو: یہ من ربک سے بدل ہے۔ کوفی نے اس کو مکسور پڑھا ہے اور دیگر قراء نے رفع سے پڑھا ہے ای هو ربُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ (جو کہ مالک ہے آسمان و زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ اس کا بھی اگر تم یقین لانا چاہو) اور شرط کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اقرار تھا کہ آسمانوں اور زمین کا ایک رب اور خالق ہے۔ پس ان کو کہا گیا۔ کہ ارسالِ رسل اور انزالِ کتب یہ رب العالمین کی محض رحمت ہے۔ پھر فرمایا بلاشبہ یہ رب ہی تو ہر بات کو سننے اور جاننے والا ہے۔ جس کے تم خود اقراری ہو اور یہ مانتے ہو کہ وہ آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور ان کے مابین کا بھی رب ہے۔ اگر تمہارا یہ اقرار علم اور یقین کی بنیاد پر ہے۔ جیسا تم کہتے ہو۔ ان هذا انعام زید الذی تسامع الناس بکرمه۔ اگر تمہیں اس کے متعلق بات پہنچی ہو۔ اور اس کا واقعہ بیان کیا گیا ہو۔ اگر یہ چوپائے اس زید کے ہیں جس کے متعلق لوگ سخاوت کی باتیں ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر یہ جانور اسی سے متعلق ہیں تو سنی جانے والی بات بالکل درست ہے۔ ان اظہار شک کے لئے نہیں ہے۔ پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کو آسمان و زمین کا خالق دل سے کہتے ہو تو دل سے اس کو مانو اور یقین کرو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

آیت ۸: لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ رَبُّكُمْ (اس کے سوا اور کوئی لائق عبادت نہیں) وہی جان ڈالتا ہے اور جان نکالتا ہے۔ وہ تمہارا بھی پروردگار ہے۔ یعنی وہ تمہارا بھی پروردگار ہے۔ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ (اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا بھی پروردگار ہے) اس پر عطف کیا۔ پھر اگلی آیت میں ان کے دعویٰ یقین کی تردید کی۔

آیت ۹: بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ (بلکہ وہ شک میں پڑے کھیل رہے ہیں) ان کا اقرار علم و یقین کی بنیاد نہیں رکھتا بلکہ کھیل اور استہزاء کا ملغوبہ ہے۔

فَارۡتَقِبۡ يَوۡمَ تَاۡتِى السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۱۰﴾ يَّغۡشَى النَّاسَ‌ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۱۱﴾

سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جس دن آسمان کی طرف دیکھنے والے کو واضح طور پر دھواں نظر آئے گا، وہ لوگوں پر چھا جائے گا، یہ دردناک عذاب ہے

رَبَّنَا اكۡشِفۡ عَنَّا الۡعَذَابَ اِنَّا مُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۲﴾ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكۡرٰى وَقَدۡ جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌ

اے ہمارے رب ہم سے عذاب کو دور کر دیجئے، بلاشبہ ہم ایمان لے آئیں گے، کہاں ہے انکو نصیحت حالانکہ ان کے پاس رسول

مُّبِيۡنٌ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّوۡا عَنۡهُ وَقَالُوۡا مُعَلَّمٌ مَّجۡنُوۡنٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّا كَاشِفُوا الۡعَذَابِ قَلِيۡلًا

مبین آ گیا، پھر اس سے انہوں نے اعراض کیا اور کہنے لگے کہ یہ شخص سکھایا ہوا دیوانہ ہے، بلاشبہ ہم عذاب کو تھوڑے وقت کے لئے ہٹا دیں گے،

اِنَّكُمۡ عَآئِدُوۡنَ ﴿۱۵﴾ يَوۡمَ نَبۡطِشُ الۡبَطۡشَةَ الۡكُبۡرٰى‌ۚ اِنَّا مُنۡتَقِمُوۡنَ ﴿۱۶﴾

بیشک تم لوٹنے والے ہو، جس روز ہم بڑی پکڑ کریں گے، بلاشبہ ہم انتقام لینے والے ہیں۔

وقف لازم

وقف لازم

قیامت کے قریب والا دھواں:

آیت ۱۰: فَارۡتَقِبۡ يَوۡمَ تَاۡتِى السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيۡنٍ (پس آپ اس دن کا انتظار کریں کہ آسمان کی طرف نظر آنے والا دھواں پیدا ہو) فارتقب کا معنی پس آپ انتظار کریں۔ نحو: فارتقب کا مفعول یوم تاتی ہے۔

قیامت سے پہلے آسمان کی طرف سے ایک دھواں چھا جائے گا۔ وہ کفار کے کانوں میں گھس کر اس طرح کر دے گا کہ ہر ایک کا سر بکری کے بھونے ہوئے سر کی طرح ہوگا۔ مؤمن کو اس سے صرف زکام پیش آئے گا اور پوری زمین پر یہ حال ہوگا۔ جیسا کہ وہ ایک گھر ہے جس میں آگ جلائی گئی ہے اور دھواں اٹھ رہا ہے گھر کی دیواروں میں کوئی روشن دان دھواں خارج کرنے والا نہیں۔

ایک قول یہ ہے:

جب قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تنگ کیا آپ نے دعا فرمائی۔ اللھم اشدد وطأتك على مضر و اجعلها عليهم سنين كسني يوسف۔ اے اللہ قریش پر اپنے بندھن کو سخت کر دے اور یوسف کے قحط والے سالوں کی طرح قحط کے سال مسلط فرما۔ قریش کو کافی مشقتیں آئیں۔ یہاں تک کہ کچھ لوگ مردار اور خون اور اونٹ کی اون کا بنا ہوا کھانا کھانے پر مجبور ہو گئے۔ آدمی آسمان کی طرف نگاہ دوڑاتا تو دھواں چھایا ہوا نظر آتا۔ اور آدمی بات کرتا دھوئیں سے نظر نہ آتا تھا۔ (رواہ احمد ۱/۴۴۱ والبخاری۔ ۴۸۲۴ ومسلم۔ ۲۷۹۸)۔ مبینٌ جس کا حال ظاہر ہو۔ اور اس کے دھواں ہونے میں کوئی شک نہ کرے گا۔

آیت ۱۱: يَّغۡشَى النَّاسَ (وہ لوگوں کو ڈھانپ لے گا) ان کو ہر طرف سے آ گھیرے گا۔ اور لباس کی طرح ڈھانپ لے گا۔ یہ محلا

مجرور ہے اور دخان کی صفت ہے۔ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ (یہ دردناک عذاب ہے)

آیت ۱۲: رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ (اے ہمارے رب ہم سے اس مصیبت کو دور کر دے۔ ہم ضرور ایمان لے آئیں گے) یعنی اگر عذاب ہم سے ہٹالیا جائے تو ابھی ہم ایمان لے آئیں گے۔

نحو: یہ فعل مضمر کی وجہ سے محلاً منصوب ہے اور وہ یقولون ہے۔ اور پھر یقولون خود حال ہونے کی وجہ سے منصوب المحل ہے۔ ای قائلین ذلك۔

آیت ۱۳: اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى (ان کو کب نصیحت ہوتی ہے) یہ کیسے وعظ و نصیحت کو قبول کریں گے اور عذاب کے کھل جانے پر وعدہ وفائی کیا کریں گے۔ وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ (حالانکہ ان کے پاس ظاہر شان کا پیغمبر آیا)

کفار کا اُلٹا الزام یہ مجنون ہے:

آیت ۱۴: ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ (پھر بھی یہ لوگ اس سے منہ پھیرے رہے اور کہتے رہے سکھایا ہوا دیوانہ ہے) یعنی حالانکہ اس کے پاس سے عظیم تر نشان آ چکا۔ اور اس کو نصیحت پا لینے میں دھوئیں کے کھل جانے کی بنسبت زیادہ دخل ہے اور وہ واضح معجزات ہیں جو آیات بینات کی صورت میں ان کے سامنے ظاہر ہوئے۔ مگر انہوں نے نصیحت قبول نہ کی بلکہ اس سے منہ موڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان لگایا کہ عداس نامی غلام نے اس کو سکھا دیا اور آپ کی نسبت جنون کی طرف کی۔

آیت ۱۵: اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا (ہم کچھ وقت کے لئے عذاب کو ان سے ہٹا دیں گے) قلیلاً سے پہلے موصوف زماناً محذوف ہے یا کشفاً قلیلاً۔

اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ (بیشک تم اپنی اسی حالت پر آ جاؤ گے) اسی کفر کی طرف جس میں تم پہلے مبتلا تھے یا عذاب کی طرف لوٹنے والے ہو۔

آیت ۱۶: يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى (جس روز ہم بڑی سخت پکڑ کریں گے) اس سے مراد قیامت کا دن یا یوم بدر کا دن ہے۔ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ (ہم بدلہ لیں گے) اس دن ہم ان سے بدلہ لیں گے۔ نحو: اذکر کی وجہ سے یوم منصوب ہے۔ یا انا منتقمون جس پر دلالت کر رہا ہے۔ ای ننتقم۔ منتقمون نہیں۔ کیونکہ انا کا مابعد ماقبل میں عمل نہیں کرتا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَنْ اَدُّوْآ اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے ان سے پہلے فرعون کی قوم کو آزمایا اور انکے پاس رسول کریم آیا کہ تم اللہ کے بندوں کو میرے حوالہ کردو

اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۸﴾ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِنِّیْٓ اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۹﴾ وَاِنِّیْ

بلاشبہ میں تمہارے لئے رسول امین ہوں، اور یہ کہ تم اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو بلاشبہ میں تمہارے پاس واضح دلیل لے کر آیا ہوں اور بلاشبہ میں

عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۰﴾ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ

اپنے رب سے اور تمہارے رب سے اس بات کی پناہ لیتا ہوں کہ تم مجھے سنگسار کردو، اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے علیحدہ رہو، پھر موسیٰ نے اپنے رب سے دعا کی کہ

هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ

یہ لوگ مجرم قوم ہیں، سو تم میرے بندوں کو رات کو لے کر روانہ ہو جاؤ، بیشک تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ اور سمندر کو سکون کی حالت میں

رَهْوًا اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ﴿۲۵﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ

چھوڑ دینا، بلاشبہ یہ لشکر غرق کردیا جانے والا ہے، ان لوگوں نے کتنے ہی باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور اچھے مکانات

كَرِیْمٍ ﴿۲۶﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِیْهَا فٰكِهِیْنَ ﴿۲۷﴾ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ﴿۲۸﴾

اور عیش کے سامان چھوڑ دیئے جن میں وہ خوشی کی حالت میں رہا کرتے تھے، اور ہم نے ان چیزوں کا دوسرے لوگوں کو وارث بنا دیا

تذکرہ موسیٰ علیہ السلام:

آیت ۱۷: وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ (ہم نے ان سے پہلے آزمایا) ان مشرکین سے یعنی ان کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کیا جو مختبر مختبر کے ساتھ کرتا ہے۔ تاکہ ان کا باطن سامنے آجائے۔ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ (قوم فرعون کو اور ان کے پاس ایک معزز پیغمبر آئے تھے) جو اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والے اور اس کے مؤمن بندوں پر مہربانی کرنے والے یا ذاتی اعتبار سے کریم حسب ونسب والے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قوم کے سردار اور شرفاء کو ہی نبوت سے نوازا ہے۔

آیت ۱۸: اَنْ اَدُّوْآ اِلَیَّ (کہ میرے حوالے کردو) نحو : یہ ان مفسرہ ہے۔ کیونکہ رسول کی آمد ان کی طرف جن کی طرف ان کی بعثت ہوتی ہے اس میں قول کا معنی خود پایا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ پیغمبران کے ہاں مبشر' نذیر اور داعی الی اللہ بن کر آتے ہیں۔ یا نمبر۲۔ ان مخففہ من المثقلہ ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہے۔ وجاء هم بان الشان والحديث ادوا ای سلموا الی۔ اور وہ رسول ان کے پاس آئے اس لئے کہ شان اور بات یہ ہے تم میرے سپرد کردو۔

عِبَادَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے بندوں کو) اور مراد بنو اسرائیل ہیں۔ عرب کہتے ہیں ادوھم الی وارسلوھم معی جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ فارسل معنا بنی اسرائیل ولا تعذبھم۔[طہٰ۔۴۷] یہ مفعول بہ ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ منادیٰ ہو۔ ای ادوا الی یا عباداللہ۔ اے اللہ کے بندو مجھے ادا کرو جو میرا حق تم پر لازم ہے۔ کہ مجھ پر ایمان لاؤ۔ اور میری دعوت کو قبول کر کے میری راہ پر چلو۔ اور اس کی تعلیل اس قول سے فرمائی۔ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ (میں تمہاری طرف فرستادہ ہوں) اپنی رسالت کے متعلق امانتدار ہوں مجھ پر بددیانتی کی تہمت نہیں۔

آیت ۱۹: وَ اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ (اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ سے سرکشی مت کرو) یہ ان ادوا کی طرح دو صورتیں رکھتا ہے۔ نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کی وحی کی توہین کر کے تکبر مت کرو۔ نمبر ۲۔ اور پیغمبر رب العالمین کے ماننے میں تکبر سے مت کام لو۔

اِنِّیْ اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ (میں تمہارے سامنے ایک واضح دلیل پیش کرتا ہوں) واضح دلیل جو میری نبوت کو ثابت کرے۔

قتل کی دھمکی پر استعاذۂ رب:

آیت ۲۰: وَاِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ (میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں کہ تم لوگ مجھے پتھروں سے قتل کرو) قراءت: عُذْتُ کو عت ادغام کے ساتھ ابوعمرو، حمزہ اور علی نے پڑھا۔ ترجمون کا معنی مجھے رجم سے قتل کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ انہوں نے اپنے رب کی پناہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے پکڑی ان کے تمام فریبوں سے۔ اس میں پیغمبران کی رجم وقتل کی دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہیں۔

آیت ۲۱: وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ (اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو تم مجھ سے الگ رہو) اگر تم میرے اوپر ایمان نہیں لاتے تو میرے اور ایمان نہ لانے والوں کے درمیان پھر کوئی دوستی نہیں۔ پس تم مجھ سے دور ہو جاؤ یا تم مجھے میرے حال پر چھوڑ دو نہ میری موافقت کرو اور نہ مخالفت اور اپنے شر و ایذاء سے میرا سامنا مت کرو۔ پس ایسے شخص کا سنگسار کرنا نہیں جو تمہیں فلاح و بھلائی کی طرف بلاتا ہو۔

قراءت: فاعتزلونی۔ دونوں حالتوں میں یعقوب نے پڑھا ہے۔

آیت ۲۲: فَدَعَا رَبَّهٗ (تب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی) اپنی قوم کی شکایت کرتے ہوئے۔ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ (بیشک یہ سخت مجرم لوگ ہیں) ان یہ اصل میں بان ہے۔ یعنی انہوں نے اپنے رب سے اس طرح دعا کی ھؤلاء قوم مجرمون۔

ایک قول یہ ہے:

ان کی دعا اس طرح تھی۔ اللھم عجل لھم مایستحقونہ باجرامھم۔

ایک اور قول ہے:

دعا کا مصداق یہ قول ہے۔ ربنا لا تجعلنا فتنة للقوم الظالمین۔ [یونس۔۸۵]

قراءت: اِن هؤلاء کسرہ سے بھی پڑھا گیا ہے۔ اس صورت میں قول ظاہر ہوگا۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی فدعا ربه فقال ان هؤلاء۔

بنی اسرائیل کا خروج اور فرعون کا تعاقب:

آیت ۲۳: فَاَسْرِ (تم راتوں رات میرے بندوں کو لے جاؤ) یہ اسری سے ہے۔ قراءت: فاسر۔ وصل کی صورت میں حجازی نے پڑھا۔ اور سری سے لیا ہے۔ اور فاء کے بعد قول مضمر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ فقال اسر۔ بِعِبَادِیْ (اے میرے بندو!) مراد بنی اسرائیل ہیں۔ لَیْلًا اِنَّکُمْ مُّتَّبَعُوْنَ (رات کو بیشک تمہارا تعاقب ہوگا) یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ تدبیر کی کہ تم آگے اور فرعون اور اس کا لشکر تمہارے تعاقب میں نکلیں۔ پھر آگے جانے والوں کو اللہ تعالیٰ بچالے اور پیچھا کرنے والوں کو ہلاک کردے۔

آیت ۲۴: وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا (اور تم سمندر کو سکون کی حالت میں چھوڑ دینا) رھوًا ساکن۔ موسیٰ علیہ السلام نے سمندر عبور کر کے بعد میں سمندر پر لاٹھی مارنا چاہی تا کہ وہ راستہ فرعونیوں پر بند ہو جائے۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا۔ کہ سمندر کو اس کی اسی حالت میں برقرار رہنے دیں۔ راستے خشک' پانی ان کے کناروں پر دیواروں کی شکل میں موجود رہے۔ اس کو لاٹھی نہ ماریں اور اس میں کوئی چیز نہ بدلیں تا کہ قبطی لوگ اس میں داخل ہو جائیں جب وہ اس میں پورے طور پر پہنچ جائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ان پر بند کر دیں گے۔

ایک قول:

الرھو۔ وسیع میدان۔ یعنی اس کو کھلا ہوا رہنے دیں۔ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ (بیشک ان کا تمام لشکر ڈبویا جائے گا) اس کے بعد کہ تم سمندر سے نکل جاؤ گے۔

قراءت: اَنَّهُمْ فتحہ سے بھی پڑھا گیا۔ اس صورت میں لام محذوف ہے۔

دیارِ فراعنہ:

آیت ۲۵: كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (ان لوگوں نے کتنے ہی باغ اور چشمے)

آیت ۲۶: وَّزُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ (اور کھیتیاں اور عمدہ مکانات) مقام۔ سے خوبصورت مکانات ایک قول: منبر۔

آیت ۲۷: وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ (اور آرام کے سامان چھوڑ دیے جن میں وہ خوش رہا کرتے تھے) خوش عیشی اختیار کرنے والے تھے۔

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

سو نہ ان پر آسمان رویا نہ زمین، اور ان کو مہلت نہیں دی گئی، اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو ذلیل کرنے

مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿٣٠﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣١﴾ وَلَقَدِ

والے عذاب سے نجات دی جو فرعون کی طرف سے تھا، بیشک وہ بڑا سرکش اور حد سے نکل جانے والوں میں سے تھا، اور یہ بات واقعی ہے

اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿٣٣﴾

کہ ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی رو سے جہان والوں پر فوقیت دی اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دیں جن میں انعام تھا واضح طور پر۔

آیت ۲۸: كَذٰلِكَ (اسی طرح ہوا) معاملہ اسی طرح ہے۔ نحو : کاف رفع کے مقام پر مبتداء مضمر کی خبر ہے۔ وَ اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ (ہم نے ایک دوسری قوم کو ان کا وارث بنا دیا) جو قرابت' دین' دوستی کے اعتبار سے نہ ہونے کے برابر تھے اور وہ بنی اسرائیل تھے۔

آیت ۲۹: فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ (پس نہ تو ان پر آسمان و زمین کو رونا آیا) کیونکہ وہ کفر پر مرے اور مؤمن جب مرتا ہے تو اس پر آسمان و زمین روتے ہیں۔ مؤمن پر اس کے نماز پڑھنے کی جگہ روتی ہے۔ اور آسمان کا وہ مقام ہوتا ہے جہاں سے اس کے اعمال چڑھتے ہیں۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

اہل السماء والارض یہاں مضاف محذوف ہے یعنی اہل آسمان و اہل زمین روتے ہیں۔

وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ (اور نہ ان کو مہلت دی گئی) ان کو دوسرے وقت تک مہلت نہ دی گئی اور نہ چھوڑا گیا۔

آیت ۳۰: وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ (اور ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات دی) عذاب مہین سے مراد غلامی و عورتوں سے خدمتگاری اور قتل اولاد۔

آیت ۳۱: مِنْ فِرْعَوْنَ (فرعون سے) نحو : یہ العذاب المهين سے بدل ہے۔ جار کو دوبار لوٹایا گیا۔ گویا فرعون بذات خود ایک ذلت والا عذاب تھا۔ کیونکہ وہ ان کو سزا دینے میں حد سے نکلا ہوا تھا۔ اور توہین کی انتہاء کو پہنچا تھا۔ نمبر۲۔ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ ای ذلك من فرعون۔ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ (واقعی وہ سرکش اور حد سے نکل جانے والوں میں سے تھا) عالیا: متکبر کو کہتے ہیں۔ نحو : کان کی اول خبر عالیا اور من المسرفین دوسری خبر ہے۔ ای کان متکبرًا مسرفًا۔

آیت ۳۲: وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ (اور ہم نے ان کو فوقیت دی) یعنی بنی اسرائیل کو عَلٰى عِلْمٍ (علم کی رو سے) ضمیر فاعلی سے حال ہے۔ ای عالمین بمکان الخیرۃ وبانهم احقاء ان یختاروا۔ چناؤ کے مقام کو جانتے ہوئے اور اس لئے کہ وہ چناؤ کے

إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ ﴿٣٤﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنشَرِينَ ﴿٣٥﴾ فَأْتُوا

بلاشبہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ بس یہی ہماری پہلی موت ہے اور ہم دوبارہ زندہ کیے جانے والے نہیں ہیں، سو تم

بِآبَائِنَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٦﴾ أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ

ہمارے باپ دادوں کو لے آؤ اگر تم سچے ہو، کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے،

أَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٣٧﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

ہم نے انہیں ہلاک کر دیا بلاشبہ وہ مجرم تھے، اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس طور پر پیدا نہیں کیا کہ ہم فعل عبث

لَاعِبِينَ ﴿٣٨﴾ مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّ يَوْمَ

کرنے والے ہوں ہم نے ان کو پیدا نہیں کیا مگر حق کے ساتھ، اور لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے، بلاشبہ فیصلہ کا

الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٠﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَن مَّوْلًى شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٤١﴾

دن ان سب کا وقت مقرر ہے جس دن کوئی تعلق رکھنے والا کسی تعلق رکھنے والے کو کچھ بھی نفع نہ دے سکے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی

إِلَّا مَن رَّحِمَ اللَّهُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٤٢﴾

مگر جس پر اللہ رحم فرمائے بیشک وہ عزیز ہے رحیم ہے

ع ۱۳ ۱۵

حقدار تھے۔ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (جہان والوں پر) ان کے زمانہ کے جتنے لوگ تھے۔

آیت ۳۳: وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ (اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دیں) مثلاً سمندر کا پھٹنا' بادلوں کا سائبانوں کی طرح سایہ کرنا من وسلویٰ کا نزول وغیر ذلک۔ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ (جن میں صریح انعام تھا) بلاء مبین ظاہری نعمت یا ظاہر اختبار وامتحان تاکہ ان کی عملی حالت کو جانچا جا سکے۔

آیت ۳۴: اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ (بیشک یہ لوگ) کفار قریش لَيَقُوْلُوْنَ (کہتے ہیں)

آیت ۳۵: اِنْ هِيَ (کہ بس یہی) ہماری موت تو اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى (ہماری پہلی موت ہے) ایک اشکال: بات تو حیات ثانیہ کی ہے نہ کہ موت کی تو اس طرح کیوں نہ کہہ دیا گیا۔ ان هی الاحیاتنا الاولی نیز موت کے ساتھ اولیٰ کی قید کا کیا مطلب ہے۔ گویا اس سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ ان سے دوسری موت کا وعدہ کیا گیا جس کا انہوں نے انکار کر کے پہلی کو ثابت کیا۔

جواب نمبرا۔ ان کو یہ کہا گیا ہے۔ کہ تم ایسی موت مرو گے جس کے بعد ایک زندگی آئے گی جیسا کہ تمہاری ایک موت گزری جس کے بعد زندگی ملی۔ اور یہ اس آیت میں مذکور ہے۔ وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم۔ [البقرۃ۔ ۲۸] اس پر کفار

کہنے لگے ان ھی الا موتتنا الاولٰی مرادان کی یہ تھی۔ کہ پہلی موت ہی ایسی تھی کہ جس کی حالت یہ تھی کہ اس کے بعد زندگی آئے اور وہ ہو چکی (یہ موت ایسی نہیں کہ جس کے بعد زندگی آئے) اس کے مطابق اس آیت اور اس آیت کا مفہوم ایک ہو جاتا ہے۔ الاحیاتنا الدنیا۔[الجاثیہ۔۲۴] نمبر۲۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ اس بات کا انکار ہو۔ جو اس ارشاد میں ہے۔ ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین۔[غافر۔۱۱]

وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ (اور ہم دوبارہ زندہ نہ ہونگے) اٹھائے نہ جائیں گے۔ عرب کہتے ہیں۔ انشر اللّٰہ الموتٰی و نشرھم اذا بعثھم۔ جبکہ وہ ان کو اٹھائے گا۔

جھوٹا بہانہ:

آیت ۳۶: فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ (پس تم ہمارے باپ دادوں کو لا موجود کرو) یہ کفار کا خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کو ہے جو ان کو اٹھائے جانے کا وعدہ کرتے تھے۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو جلدی سے اپنے رب سے سوال کر کے ہمارے آباء کو زندہ کر دو۔ تا کہ یہ تمہارے وعدۂ قیامت اور دوبارہ اٹھائے جانے کی حقانیت پر دلیل بن جائے۔

آیت ۳۷: اَهُمْ خَيْرٌ (یہ لوگ زیادہ بڑے ہوتے ہیں) طاقت وحفاظت میں اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ (یا قوم تبع) یہ تبع حمیری ہے۔ یہ خود مؤمن تھا اور اس کی قوم کافر تھی۔ ایک قول یہ ہے: یہ پیغمبر تھا۔ حدیث میں وارد ہے ما ادری اکان تبع نبیا او غیر نبی۔ مجھے معلوم نہیں آیا تبع نبی تھا یا غیر نبی (اخرجه الثعلبی۔ کذا قال ابن حجر رحمه اللّٰه)۔ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (اور وہ لوگ جو ان سے پہلے ہوئے) نَحْو: یہ قوم تبع پر عطف کی وجہ سے حالت رفعی میں ہے۔ اَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ (ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا وہ نافرمان تھے) وہ کافر اور منکرین بعث تھے۔

آیت ۳۸: وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا (اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے مابین ہے اس کو اس طور پر نہیں بنایا) بینھما سے جو ان دونوں جنسوں کے درمیان ہے۔ لٰعِبِيْنَ (کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں) نَحْو: یہ حال ہے۔ اگر بعث وحساب اور ثواب وعذاب نہ ہو تو مخلوق کی پیدائش فناء کے لئے ماننی پڑے جس کے گھاٹ مخلوق اتر رہی ہے۔ پس یہ فعل عبث ٹھہرے گا۔ (جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے)

آیت ۳۹: مَا خَلَقْنٰهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ (ہم نے ان دونوں کو کسی حکمت ہی سے بنایا ہے) حق کا معنی مقصد ہے جو کہ عبث کی ضد ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے) کہ انسان اس خاطر پیدا کیا گیا ہے۔

آیت ۴۰: اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ (بیشک فیصلہ کا دن) باطل پرست اور حق پرور کے درمیان وہ قیامت ہی کا دن ہے۔ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ (ان سب کا وقت مقرر ہے) ان تمام کے وعدہ کا وقت ہے۔

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ

بلاشبہ زقوم کا درخت گنہگار کا کھانا ہوگا جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا، وہ پیٹوں میں ایسا کھولے گا جیسے گرم پانی

الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ

کھولتا ہے اس کو پکڑو پھر اسے گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ تک لے جاؤ، پھر اس کے سر پر گرم پانی کے عذاب سے

الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

ڈال دو، تو چکھ لے بیشک تو معزز مکرم ہے۔ یہ وہی عذاب ہے جس کے بارے میں تم شک کیا کرتے تھے۔

آیت ۴۱: يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى (جس دن کوئی تعلق والا دوسرے تعلق والے کے کام نہ آئے گا) مولی یہاں ولی کے معنی میں ہے کوئی دوستی و تعلق والا کسی کے بھی کام نہ آئے گا۔ شَيْئًا (ذرا بھر) ذرا بھر کام آنا یعنی بہت معمولی سا۔ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (اور نہ ان کی مدد کی جائے گی) نحو: ھم کی ضمیر موالی کی طرف لوٹ رہی ہے۔ کیونکہ وہ کثیر کے معنی میں ہے۔ اس لئے کہ لفظ میں ابہام ہے۔ اور ہر تعلق کو شامل ہے۔

آیت ۴۲: اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ (ہاں مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے) نحو: یہ محل رفع ہے۔ ینصرون کی ضمیر واؤ سے بدل ہے۔ یعنی عذاب سے نہ بچے گا مگر وہ جس پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہوا۔ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ (بے شک وہ زبردست ہے) اپنے دشمنوں پر غالب ہے۔ الرَّحِيْمُ (مہربان ہے) اپنے اولیاء پر۔

آیت ۴۳: اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ (بیشک زقوم کا درخت) وہ دنیا کے درخت کی صورت میں ہے مگر وہ آگ میں پیدا ہونے والا درخت ہے۔ اور زقوم اس کا پھل ہے۔ اور ہر ثقیل کھانے کو عرب زقوم کہتے ہیں۔

آیت ۴۴: طَعَامُ الْاَثِيْمِ (بڑے مجرم کا کھانا ہوگا) الیم۔ بہت جرم کرنے والا گناہ گار۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ:

سے روایت ہے کہ وہ ایک شخص کو پڑھا رہے تھے۔ طعام الاثیم اور وہ طعام الیتیم پڑھ رہا تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ طعام الفاجر کہو۔ اے میاں! اسی روایت کو لے کر استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ کلمہ کی جگہ کلمہ کو بدلنا جائز ہے۔ جبکہ معنی وہی ہو۔ اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فارسی میں قراءت کا جواز مانا ہے۔ بشرطیکہ کہ قاری تمام معانی کو ان کے کمال پر ادا کرنے والا ہو بغیر اس کے کہ اس میں سے کوئی چیز کم ہو۔

علماء نے فرمایا:

یہ شرط اس بات کی شہادت ہے کہ اجازت ہے تو سب زبانوں کے لئے اجازت ہے۔ کیونکہ کلام عرب۔ اور خاص طور پر قرآن مجید جو کہ اپنی فصاحت و بلاغت، غرابت نظم، اسلوب کلام میں ایسے لطیف و دقیق معانی سمیٹے ہوئے ہے۔ جن کی ادائیگی سے فارسی تو کیا ہر زبان قاصر ہے۔ (جب شرط نہ پائی گئی تو مشروط مفقود ہوا) باقی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا رجوع اس قول سے مروی ہے۔ اور یہی قابل اعتماد ہے۔ (پس کسی دوسری زبان میں قراءت والا مسئلہ بنیاد کے ختم ہونے کی وجہ سے کالعدم ہو گیا)

آیت ۴۵: كَالْمُهْلِ (جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا) مهل۔ زیتون کے تیل کی میل کو کہا جاتا ہے۔ نحو: کاف مرفوع ہے اور یہ دوسری خبر ہے۔ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ (وہ پیٹ میں کھولتا ہے) قراءت: مکی حفص نے یاء سے پڑھا اور مراد طعام ہوگا اور دیگر قراء نافع، ابن عامر نے تغلی پڑھا اور الشجرہ مراد لیا۔

آیت ۴۶: كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ (جیسا تیز گرم پانی کھولتا ہے) الحمیم۔ سخت گرم پانی۔ اس کا معنی ہے: غلیاً کغلی الحمیم۔ اس کا کھولنا گرم پانی کے کھولنے جیسا ہوگا۔ نحو: کاف منصوب المحل ہے۔

پھر جہنم کے داروغہ فرشتوں کو کہا جائے گا۔

آیت ۴۷: خُذُوْهُ (اس کو پکڑو) اس گناہگار کو فَاعْتِلُوْهُ (پھر اس کو گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ) اس کو زبردستی دھکے دے کر سختی سے چلاؤ۔

قراءت: مکی، نافع، شامی، سہل و یعقوب نے فاعتُلوہ پڑھا ہے۔

اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ (جہنم کے وسط تک) اس کے درمیان اور بڑے حصہ میں۔

آیت ۴۸: ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ (پھر اس کے سر کے اوپر تکلیف دینے والا گرم پانی چھوڑ دو) بہایا جانے والا گرم کھولتا ہوا پانی نہ کہ اس کا عذاب۔ البتہ جب گرم پانی اس پر ڈالا جائے گا تو گویا اس پر عذاب اور اس کی شدت ڈال دی گئی۔ صب العذاب یہ استعارہ ہے۔

آیت ۴۹: ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ (لے چکھ! تو بڑا معزز و مکرم ہے) یہ بطور استہزاء اور تہکم کے کہا جائے گا۔ انک سے قبل لام تعلیلیہ محذوف ہے۔ ای لانک۔ کیونکہ تو بلند ہے۔

آیت ۵۰: اِنَّ هٰذَا (یہ وہی چیز ہے) عذاب یا یہ معاملہ وہی ہے۔ مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ (جس میں تم شک کیا کرتے تھے) تمترون کا معنی تم شک کرتے تھے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿٥١﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٥٢﴾ يَلْبَسُونَ مِن سُندُسٍ

بلاشبہ متقی لوگ امن والی جگہ میں ہونگے، باغوں اور چشموں میں ہوں گے، وہ سندس، اور استبرق کا

وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٥٣﴾ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ ﴿٥٤﴾ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ

لباس پہنے ہوں گے، آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ یہ بات اسی طرح ہے، اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کر دیں گے وہ لوگ اس میں اطمینان سے

فَاكِهَةٍ آمِنِينَ ﴿٥٥﴾ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ

ہر قسم کے میوے منگائیں گے پہلی موت جو انہیں دنیا میں آچکی تھی اس کے سوا موت کو نہ چکھیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں دوزخ کے

عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿٥٦﴾ فَضْلًا مِّن رَّبِّكَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٥٧﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ

عذاب سے بچالے گا جو آپ کے رب کی طرف سے فضل ہوگا یہ بڑی کامیابی ہے۔ سو بات یہی ہے کہ ہم نے اس

بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٨﴾ فَارْتَقِبْ إِنَّهُم مُّرْتَقِبُونَ ﴿٥٩﴾

قرآن کو آپ کی زبان پر آسان کر دیا تا کہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں سو آپ انتظار کیجئے، بلاشبہ وہ لوگ بھی انتظار کر رہے ہیں۔

متقین کا ٹھکانہ:

آیت ۵۱: إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ (بیشک متقی امن کی جگہ میں ہوں گے) مقام۔ فتحہ کے ساتھ ہو تو معنی کھڑے ہونے کی جگہ۔ اور مراد مکان اور یہ ان خاص الفاظ میں سے ہے جو اپنے عمومی معنی میں مستعمل ہوئے۔ مُقام ضمہ میم ہو تو معنی ہوگا اقامت کی جگہ۔

قراءت: مدنی و شامی نے ضمہ میم سے پڑھا ہے۔

اَمِیْنٍ یہ امن الرجل امانة فهو امين سے لیا گیا ہے۔ یہ خائن کی ضد ہے۔ مکان کو امین بطور استعارہ کہا گیا ہے۔ گویا خوف والا مقام اس طرح ہے کہ اپنے ساتھی کو تکالیف پہنچا کر اس کی خیانت کرتا ہے۔

آیت ۵۲: فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (وہ باغات اور چشموں میں ہونگے) نحو: یہ مقام امین سے بدل ہے۔

آیت ۵۳: يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ (وہ لباس پہنیں گے باریک ریشم) سندس: باریک ریشم۔ وَّاِسْتَبْرَقٍ (دبیز موٹا ریشم)

معرب: یہ لفظ استبر سے معرب ہے۔ جب کوئی لفظ معرب ہو جائے تو پھر عجمی نہیں رہتا۔ کیونکہ تعریب کا معنی ہی یہ ہے کہ اس کو تصرف کر کے عربی بنا لیا جائے۔ صحیح رخ سے تبدیلی اور اعراب وجوہ پر اس کا جاری ہونا قرآن عربی بنائے جانے کے لائق ہے۔

مُّتَقٰبِلِيْنَ (آمنے سامنے بیٹھے ہونگے) اپنی مجالس میں۔ یہ کمال انس ہے۔

آیت ۵۴: كَذٰلِكَ (یہ بات اسی طرح ہے) کاف مرفوع ہے۔ ای الامر کذلک۔ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔
وَزَوَّجْنٰهُمْ (ہم بیاہ کر دینگے) جوڑا بنا دیں گے۔ اسی لئے باء سے متعدی کیا گیا ہے۔ بحور: (گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والیوں سے) حور جمع حوراء کی ہے۔ وہ آنکھ کی انتہاء سیاہی اور انتہائی سفیدی والی کو کہتے ہیں۔ عِیْنٍ جمع عیناء کی ہے بمعنی وسیع اور بڑی آنکھ والی۔

آیت ۵۵: يَدْعُوْنَ فِيْهَا (وہ منگاتے ہونگے) جنت میں طلب کریں گے۔ بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ (ہر قسم کے میوے اطمینان سے) وہ میوے زوال وانقطاع اور کثرت کی وجہ سے ضرر کے پیدا ہونے سے محفوظ ہونگے۔

دوزخیوں کا حال:

آیت ۵۶: لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا (وہ نہ چکھیں گے وہاں) یعنی جنت میں الْمَوْتَ (موت کو) قطعی طور پر اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى (مگر وہی موت جو دنیا میں آچکی) یعنی سوائے اس موت کے جو دنیا میں چکھ چکے۔ ایک قول یہ ہے: الا یہ لکن کے معنی میں ہے۔ لیکن پہلی موت اس کو دنیا میں چکھ چکے۔ وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (اور اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ سے بچالے گا)

آیت ۵۷: فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ (یہ سب کچھ آپ کے رب کے فضل سے ہوگا) فضلاً۔ یہ مفعول لہ ہے۔ نمبر۲۔ ماقبل کا مصدر مؤکد ہے۔ کیونکہ ووقاهم عذاب الجحيم۔ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا محض فضل ہی ہے۔ کیونکہ بندہ کا اللہ تعالیٰ پر کوئی استحقاق نہیں ہے۔

داخلۂ جنت:

ذٰلِكَ (یہ) عذاب کا پھر جانا اور جنت میں داخلہ مل جانا۔ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (یہی بڑی کامیابی ہے)

آیت ۵۸: فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ (پس ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان پر آسان کر دیا ہے) ۂ سے مراد کتاب ہے۔ اور اس کا تذکرہ ابتدائے سورت میں ہوا ہے۔ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (تا کہ یہ نصیحت قبول کریں) یتذکرون۔ نصیحت قبول کرنے کے معنی میں ہے۔

بڑی کامیابی:

آیت ۵۹: فَارْتَقِبْ (پس آپ منتظر رہیے) آپ ان پر اترنے والے عذاب کے منتظر رہیں۔ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ (یہ لوگ بھی منتظر ہیں) یہ ان دنیوی حوادث کے منتظر ہیں جو آپ پر اتریں گے۔

الحمد للہ اولاً و آخراً سورۃ الدخان کا تفسیری ترجمہ قبل از نماز عشاء ۲۰ اپریل بروز اتوار ۲۰۰۳ء مکمل ہوا

سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سَبْعٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الجاثیہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں ۳۷ آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ② اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ

حٰمٓ، اُتارنا ہے کتاب کا اللہ کی طرف سے جو عزیز ہے حکیم ہے، بلا شبہ آسمانوں میں اور زمین میں نشانیاں ہیں

لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ③ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ④ وَاخْتِلَافِ

مومنین کے لیے، اور تمہارے پیدا کرنے میں اور جو چوپائے اللہ تعالیٰ پھیلاتا ہے انکے پیدا کرنے میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں، اور رات اور دن کے

الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ

آگے پیچھے آنے میں اور جو رزق اللہ نے آسمان سے اتارا ہے پھر اس کے ذریعہ زمین کو اسکی موت کے بعد

مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ⑤ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ

زندہ فرما دیا اور ہواؤں کے پھیرنے میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو ہم آپ پر حق کے

بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ ۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ⑥

ساتھ تلاوت کرتے ہیں، سو یہ لوگ اللہ کے اور اسکی آیات کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔

حٰمٓ ○ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○

(حٰمٓ۔ یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے)

اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۔

(آسمانوں اور زمین میں اہل ایمان کے لئے بہت سے دلائل ہیں)

آیت ۱: حٰمٓ **نحو**: اگر اس کو سورت کا نام قرار دو تو پھر یہ مبتدأ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اور تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ یہ خبر ہے۔ من اللہ یہ تنزیل کا صلہ ہے۔ نمبر ۲۔ اگر یہ حروف مقطعات سے شمار ہو۔ تو پھر تنزیل الکتاب مبتدأ اور ظرف خبر ہے۔ الْعَزِيْزِ (وہ زبردست ہے) اپنے انتقام میں الْحَكِيْمِ (حکمت والا ہے)۔ اپنی تدبیر میں۔

آیت ۳: اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ (آسمان و زمین میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل کثیرہ موجود ہیں) اور نمبر ۲۔ یہ معنی بھی درست ہے۔ بلاشبہ آسمان و زمین کی پیدائش میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اس کی دلیل اگلی آیت وفی خلقکم ہے۔ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (مؤمنین کیلئے)

آیت ۴: وَفِیْ خَلْقِکُمْ (اور تمہاری پیدائش میں) وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّۃٍ (اور ان حیوانات کے پیدا کرنے میں جن کو پھیلا رکھا ہے)

نحو: اس کا عطف خلق جو مضاف ہے اس پر ہے۔ کیونکہ مضاف الیہ ضمیر مجرور متصل ہے اس پر عطف قبیح ہے۔

اٰیٰتٌ (دلائل ہیں) قراءت: حمزہ علی نے نصب سے پڑھا ہے باقی قراء نے رفع سے۔ جیسے تم کہو ان زیدًا فی الدار وعمروًا فی السوق یا عمرٌو فی السوق۔ اسم پر عطف کی صورت میں منصوب ہے اور مبتدأ ہونے کی حیثیت سے مرفوع ہے۔ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ (ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں)

آیاتِ قدرت:

آیت ۵: وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ (اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں اور اس رزق میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا) رزق سے مراد بارش ہے اور رزق بوجہ سبب رزق ہونے کے کہا گیا ہے۔ فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا وَتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ (اور اس سے زمین کو تر و تازہ کر دیا۔ اس کے خشک ہو جانے کے بعد اور ہواؤں کے بدلنے میں) قراءت: حمزہ و علی نے الریح پڑھا ہے۔ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (عقل والوں کے لئے دلائل ہیں)

قراءت و نحو:

آیات کو علی و حمزہ نے حالت نصب سے پڑھا اور دیگر قراء نے رفع سے۔ یہ دو عاملوں کا عطف ہے اس میں رفع و نصب برابر ہیں۔ دو عامل نمبر ۱۔ انّ اور فی ہیں۔ واؤ ان دونوں کی جگہ لائے پس و اختلاف اللیل و النھار میں جر کا عمل کیا اور آیات میں نصب کا اور جب تم رفع دو تو پھر دو عامل ابتداء اور فی ہیں۔ واؤ آیات میں رفع کا عمل کرے گا اور اختلاف میں جر دے گا۔ یہ اخفش کا مذہب ہے۔ کیونکہ وہ عاملین کے عطف کو جائز قرار دیتے ہیں۔ باقی سیبویہ وہ اس کے سرے سے انکاری ہیں۔ پس آیت ان کے ہاں فی کو مضمر ماننے کے ساتھ ہوگی۔ اور جو بات اس کی تحسین کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ان دو آیتوں میں فی کا تذکرہ موجود ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت بھی اس کی تصدیق کرتی ہے۔ وفی اختلاف اللیل و النھار۔

نمبر ۲۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ آیات کو خصوصًا منصوب مان لیں اور مجرور کو ماقبل پر معطوف مان کر کلام کو ختم کر دیں یا آیات جو پہلی مرتبہ استعمال ہوا ہے اس کی تکریر تاکید کے طور پر منصوب مان لیں۔ گویا اس طرح کہا گیا آیات آیاتٍ۔ اور رفع کی صورت

میں ھِیَ کو مضمر مانیں گے۔

فائدہ مہمہ:

ایمان کو ایقان سے پہلے اور پھر درمیان میں لانے اور آخر میں ذکر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ انصاف پسند بندے جب آسمانوں اور زمین پر صحیح نگاہ ڈالتے ہیں تو وہ یقین کر لیتے ہیں کہ یہ کسی کا بنایا ہوا ہے اور اس کا صانع اور بنانے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی ہو نہیں سکتا۔ پس وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آتے ہیں۔ پھر جب اپنے نفوس کی تخلیق کو دیکھتے ہیں اور اس میں آئے روز کے تغیرات دیکھتے ہیں اور زمین میں جو ظاہری اشیاء ہیں ان کی تخلیق پر نگاہ ڈالتے ہیں کہ اس میں قسم قسم کے حیوانات ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔ اور ان کو یقین ہو جاتا ہے پھر جب تمام حوادث پر ان کی نگاہ پڑتی ہے۔ جو ہر وقت نئے سے نئے پیش آ رہے ہیں۔ مثلاً دن رات کا آنا جانا۔ بارشوں کا اترنا' زمین کا بنجر ہونے کے بعد دوبارہ درست ہو جانا' ہواؤں کا مختلف اطراف و کیفیات جنوب' شمال' قبول' دبور سے چلنا وغیرہ تو سمجھ جاتے ہیں اور ان کا علم اس کے متعلق پختہ ہو کر یقین خالص بن جاتا ہے۔

آیت ۶: تِلْكَ (یہ) اس سے آیات سابقہ متقدمہ کی طرف اشارہ کیا ہے ای تلك الایات۔ (آیات) اٰیٰتُ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں) نَتْلُوْهَا (ہم ان کو پڑھ کر سناتے ہیں) یہ محل حال میں ہے۔ ای متلوۃ۔ اس حال میں کہ پڑھی جانے والی ہیں۔ عَلَيْكَ بِالْحَقِّ (آپ کو صحیح طور پر) اور عامل پر تلک کا اشارہ والا معنی دلالت کر رہا ہے۔ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ (تو پھر اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں کے بعد اور کونسی بات پر یہ لوگ ایمان لائیں گے) بعد اللہ کا معنی بعد آیات اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کے بعد یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں اعجبنی زیدٌ و کرمہ۔ اس سے ان کا مقصد اعجبنی کرم زید۔ مجھے زید کی سخاوت نے تعجب میں ڈال دیا ہے۔ قراءت: حجازی، ابو عمرو، سہل اور حفص نے یؤمنون یاء سے پڑھا دیگر قراء نے تاء سے پڑھا اور تقدیر عبارت یہ قرار دی۔ قل یا محمد۔ الی آخر تومنون۔

وَيۡلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيۡمٍ ۝۷ يَّسۡمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتۡلٰى عَلَيۡهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسۡتَكۡبِرًا كَاَنۡ

بڑی خرابی ہے ہر جھوٹے کے لئے جو نافرمان ہے اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے جو اسکے روبرو پڑھی جاتی ہیں پھر وہ تکبر کرتے ہوئے اصرار کرتا ہے گویا

لَّمۡ يَسۡمَعۡهَا ۚ فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ۝۸ وَاِذَا عَلِمَ مِنۡ اٰيٰتِنَا شَيۡـئَا ۨاتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓـئِكَ

کہ اس نے ان کو سنا ہی نہیں سو ایسے شخص کو آپ دردناک عذاب کی بشارت دے دیجئے، اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی کو جان لیتا ہے تو ان کا مذاق بناتا ہے ان لوگوں

لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ۝۹ مِنۡ وَّرَآئِهِمۡ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغۡنِىۡ عَنۡهُمۡ مَّا كَسَبُوۡا شَيۡـئًا وَّلَا مَا

کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے، ان کے آگے دوزخ ہے انہوں نے دنیا میں جو کچھ کمایا اور اللہ کے سوا

اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡلِيَآءَ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ۝۱۰ هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا

انہوں نے جو کارساز بنائے ان میں سے انہیں کوئی بھی کچھ نفع نہیں دے گا، اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے یہ ایک بڑی ہدایت ہے اور جن لوگوں نے اپنے رب کی

بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ لَهُمۡ عَذَابٌ مِّنۡ رِّجۡزٍ اَلِيۡمٌ ۝۱۱

آیات کے ساتھ کفر کیا ان کے لئے عذاب ہے سختی والا دردناک۔

آیت ۷: وَيۡلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيۡمٍ (بڑی خرابی ہوگی ہر ایسے شخص کے لئے جو جھوٹا ہو نافرمان ہو) افاک۔ کذاب۔ اثیم۔ جو پے در پے گناہ کرنے والا ہو۔

آیت ۸: يَّسۡمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ (وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو سنتا ہے) نحو: یہ موضع جر میں صفت ہے۔ تُتۡلٰى عَلَيۡهِ (جبکہ وہ اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں)۔ یہ آیات اللہ سے حال ہے۔ ثُمَّ يُصِرُّ (پھر بھی وہ تکبر کرتا ہے) اپنے کفر کی طرف متوجہ اور قائم رہتا ہے۔ مُسۡتَكۡبِرًا (آیات حقہ پر ایمان لانے اور یقین کرنے سے تکبر کرتا ہے) ان آیات میں عیب نکالتا اور اپنے ہاں جو کچھ ہے اس کو بہت کچھ خیال کرتا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ نضر بن حارث کے متعلق اتریں وہ عجم سے قصے خرید کر لاتا اور اس میں لوگوں کو مصروف کر کے قرآن سننے سے رکاوٹ بنتا۔ آیات اپنے عموم میں تمام اعدائے دین کو شامل ہیں۔

نکتۂ ثم:

ثم یہاں لا کر اس طرف اشارہ کیا گیا کہ گمراہی پر اصرار اور ایمان سے تکبر کی راہ اختیار کرنا قرآن جیسی معجز کتاب کے بعد تو

بہت ہی بعید ہے۔صحیح عقل اس کے خلاف فیصلہ دے گی۔

کَاَنْ میں تخفیف ہے اصل کانّہٗ ہے۔لَمْ یَسْمَعْهَا (جیسے ان کو سنا ہی نہیں) ھا کی ضمیر ضمیر شان ہے اور یہ جملہ حال کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔تقدیر کلام یہ ہے۔یصر مثل غیر السامع۔

فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (پس اس کو ایک دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے) یعنی اس کو ایسی خبر دے دو جس کا اثر اس کی ظاہری پیشانی پر نظر آئے۔

کفار کا قرآن سے استہزاء:

آیت ۹: وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیٰتِنَا شَیْئًا (اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پاتا ہے) جب اس کو ہماری آیات میں سے کوئی چیز پہنچتی ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ یہ ان آیات میں سے ہے۔اِتَّخَذَهَا (تو اس کی ہنسی اڑاتا ہے) وہ ان آیات کو بناتا ہے۔هُزُوًا (مذاق)۔

ایک نکتہ:

یہاں اتخذہٗ نہیں فرمایا۔تاکہ یہ بتلا دیا جائے کہ جب وہ کلام کا کوئی سا حصہ پاتا ہے تو اس کو تمام آیات سے مذاق سوجھتی ہے اور تمام قرآن کا مذاق اڑاتا ہے۔صرف قرآن کے اسی حصے کے استہزاء پر اکتفاء نہیں کرتا۔

نمبر۲۔ضمیر ھا کا مرجع شیٔ بھی ہو سکتا ہے۔کیونکہ وہ آیت کے معنی میں ہے۔جیسا ابوالعتاہیہ نے کہا۔

نفسی بشیٔ من الدنیا معلقۃ۔ اللّٰہ و القائم المهدی یکفیها۔

شیٔ سے مراد یہاں مہدی کی محبوبہ لونڈیوں میں سے عتبہ نامی لونڈی مراد ہے اسی لئے ضمیر مؤنث کی ھا اس کی طرف لوٹائی گئی ہے۔ابوالعتاہیہ اس کے عشق میں مبتلا تھا۔

اُولٰٓئِكَ سے ہر جھوٹے مفتری کی طرف اشارہ ہے۔کیونکہ وہ تمام افتراء پردازوں کو شامل ہے۔لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (ان کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے)

آیت ۱۰: مِنْ وَّرَآئِهِمْ (ان کے آگے) الوراء: ہر اس جہت کو کہتے ہیں جو آدمی کو چھپائے خواہ آگے ہو یا پیچھے۔جَهَنَّمُ وَلَا يُغْنِیْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا (جہنم ہے اور نہ تو ان کو وہ چیزیں ذرا کام آئیں گی جو وہ کما کر گئے تھے) ما کسبوا سے اموال مراد ہیں۔

شَیْئًا (ذرا بھر) اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے لئے ذرا بھر وَلَا مَا اتَّخَذُوْا (اور نہ وہ جن کو انہوں نے بنایا تھا)

نحو: مَا۔دونوں میں مصدریہ ہے۔یا موصولہ ہے۔مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (کارساز اللہ تعالیٰ کے سوا) یعنی بت۔ اوران کے لئے بڑا عذاب ہے جہنم میں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ

اللہ وہ ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا تا کہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تا کہ تم اس کے فضل سے تلاش کرو اور تا کہ تم

تَشْكُرُوْنَ ⑫ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

شکر کرو اور جو چیزیں آسمانوں میں اور زمین میں ہیں ان سب کو اپنی طرف سے تمہارے لئے مسخر بنا دیا، بلاشبہ اس میں

لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ⑬ قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ

نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو فکر کرتے ہیں۔ آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے ایام

اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ⑭ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ

کی امید نہیں رکھتے تا کہ اللہ ہر قوم کو اسکی جزا دے جو وہ کماتے ہیں، جو شخص نیک کام کرے سو وہ اسی کی جان کے لئے ہے اور جو

اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ؗ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ⑮

شخص کوئی برا کام کرے اس کا وبال اسی کے نفس پر ہے، پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

آیت ۱۱: هٰذَا هُدًى (یہ قرآن مکمل ہدایت ہے) ھذا کا مشار الیہ قرآن ہے۔ اس پر یہ آیت دلالت کر رہی ہے۔ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ (اور جو لوگ اپنے رب کی آیات کو نہیں مانتے) آیاتِ رب تو قرآن مجید ہے۔ یعنی یہ قرآن ہدایت میں کامل ہے۔ جیسا کہتے ہیں زیدٌ رجل ای کامل فی الرجولیة۔ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ (ان کے لئے سختی کا دردناک عذاب ہوگا) رجز سخت ترین عذاب کو کہتے ہیں۔

قراءت: الیمٌ کو رفع کے ساتھ مکی' یعقوب وحفص نے پڑھا ہے۔ یہ عذاب کی صفت ہے اور دیگر قراء نے رجزٍ کی صفت قرار دے کر مجرور پڑھا ہے۔

تسخیرِ بحر کی نشانی:

آیت ۱۲: اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ (اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا اپنے حکم سے تا کہ اس میں کشتیاں چلیں) بامرہ کا معنی باذنہ ہے۔ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ (تا کہ تم اس کی روزی تلاش کرو)۔ تجارت کے ذریعہ یا غوطہ خوری کر کے لولو اور مرجان نکالو۔ اور تازہ گوشت مچھلی کی صورت میں اس سے نکالو وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (تا کہ تم شکر ادا کرو)

تمام کائنات کی تسخیر:

آیت ۱۳: وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ (اور جتنی چیزیں آسمانوں میں جتنی چیزیں زمین میں ہیں۔ان سب کو اپنی طرف سے مسخر کیا) نحو : جمیعًا یہ مافی السمٰوٰت کی تاکید ہے اور سخر کا مفعول ہے۔دوسرا قول یہ ہے۔یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔مِنْهُ نحو : یہ حال ہے۔تقدیر کلام اس طرح ہے۔سخر هذه الاشياء كائنة منه وحاصلة من عنده۔ان اشیاء کو مسخر کیا اس حال میں کہ وہ اس کی طرف سے ہونے والی اور اس کے ہاں سے وجود میں آنے والی ہیں۔یا مصدر محذوف کی صفت ہے ای تسخیرًا منه۔اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (بیشک ان باتوں میں ان لوگوں کے لئے دلائل ہیں جو غور کرتے رہتے ہیں)

آیت ۱۴: قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا (آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے۔کہ ان لوگوں سے درگزر کریں) یعنی ان کو کہہ دیں تم درگزر کرو وہ درگزر کریں گے۔قال کا مقولہ حذف کر دیا۔کیونکہ جواب اس پر دلالت کر رہا تھا۔یغفروا کا معنی معاف اور درگزر کرنا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

یہ لام مضمرہ کی وجہ سے مجزوم ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے۔لیغفروا۔پس اس صورت میں یہ امر ہے اور جملہ مستانفہ ہے۔اور امر پر دلالت کی وجہ سے حذف لام جائز ہے۔

لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ (جو اللہ تعالیٰ کے معاملات کا یقین نہیں رکھتے) وہ توقع نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ کے ان معاملات کی جو وہ اپنے دشمنوں سے فرماتا ہے۔اہل عرب ایام العرب وقائع عرب کو بولتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

وہ ان اوقات میں تامل نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ثواب دینے کے لئے مقرر فرمائے ان میں ان سے کامیابی کا وعدہ فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری:

جب ان کو بنی غفار کے ایک مشرک نے گالیاں دیں۔آپ نے اس کی مرمت کا ارادہ کیا۔لِيَجْزِيَ (تاکہ اللہ تعالیٰ بدلہ دے) یہ امر بالمغفرت کی علت بیان فرمائی گئی ہے۔یعنی ان کو حکم ملا کہ وہ بخش دیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو پورا بدلہ مغفرت کی صورت میں قیامت کے دن عنایت فرمائے۔قَوْمًا (ایک قوم کو) اس کو نکرہ مدح کی وجہ سے لائے۔گویا اس طرح فرمایا۔ليجزى ايما قوم وقومًا مخصوصين بصبرهم على اذى اعدائهم۔تاکہ وہ جس قوم کو چاہے بدلہ دے خصوصاً وہ لوگ جو دشمن کی

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ وَرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰھُمْ

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب دی اور حکم عطا کیا اور نبوت دی، اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، اور جہانوں

عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝۱۶ وَاٰتَیْنٰھُمْ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ج فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَھُمُ

پر فضیلت دی، اور ہم نے دین کے بارے میں انہیں کھلی کھلی دلیلیں عطا کیں، سو انہوں نے آپس میں اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے

الْعِلْمُ بَغْیًا بَیْنَھُمْ ط اِنَّ رَبَّکَ یَقْضِیْ بَیْنَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ

پاس علم آ گیا آپس کی ضدا ضدی کی وجہ سے، بلاشبہ آپ کا رب قیامت کے دن ان امور میں انکے درمیان فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ آپس میں

یَخْتَلِفُوْنَ ۝۱۷

اختلاف کرتے تھے

ایذاؤں پر صبر کرنے والے تھے۔ قراءت: شامی، حمزہ، علی نے لنجزی پڑھا ہے۔ یزید نے لیُجزی قومًا پڑھا۔ ای لیجزی الخیر قومًا۔ تاکہ ان لوگوں کو خیر کا بدلہ دیا جائے۔ خیر کے لفظ کو مضمر مانا گیا کیونکہ کلام اس پر دلالت کر رہا ہے جیسا کہ الشمس کا لفظ مضمر ہے اس آیت میں حتی توارت بالحجاب۔ [ص ۳۲]

کیونکہ ارشاد اذ عرض علیہ بالعشی۔ [ص۔۳۱] سورج کے غروب ہونے کی دلیل ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح نہیں ہے لیجزی الجزاء قومًا۔ کیونکہ مصدر فاعل کا قائم مقام نہیں ہوتا۔ اور معک صحیح مفعول ہے۔ مفعول ثانی کا فاعل کی جگہ رکھنا جائز ہے۔ جیسا تم کہتے ہو جزاك اللّٰہ خیرًا۔ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ (ان کے عمل کا صلہ دے) احسان کے ساتھ اپنی طرف سے۔

آیت ۱۵: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْھَا (جو شخص نیک کام کرتا ہے وہ اپنے ذاتی نفع کے لئے کرتا ہے اور جو شخص برا کام کرتا ہے تو اس کا وبال اسی پر پڑتا ہے)۔ نیک کام والے کو اپنا ثواب ملے گا اور برے کام والے کو اپنا عذاب ہوگا۔ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ (پھر تم اپنے رب کی بارگاہ میں لوٹائے جاؤ گے) الی ربکم سے اپنے رب کی جزاء کی طرف آیت ۱۶:

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْکِتٰبَ (ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب دی) الکتاب سے تورات مراد ہے۔ وَالْحُکْمَ (اور حکم) حکمت اور فقہ یا لوگوں کے مابین فیصلے چکانا کیونکہ بادشاہت انہی میں تھی۔ وَالنُّبُوَّۃَ (پیغمبری دی) نبوت کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کیونکہ بنی اسرائیل میں کثرت سے انبیاء علیہم السلام ہوئے۔ وَرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ (اور ہم نے ان کو نفیس نفیس چیزیں کھانے کو دی) جو حلال رزق اللہ تعالیٰ ان کو میسر فرماتے تھے۔ وَفَضَّلْنٰھُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (اور ہم نے ان کو دنیا جہان والوں پر فضیلت دی) جو ان کے زمانہ میں لوگ تھے۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾

پھر ہم نے آپ کو ایک خاص طریقہ پر کر دیا سو آپ اس کا اتباع کیجئے اور ان لوگوں کی خواہشوں کا اتباع نہ کیجئے جو نہیں جانتے ،

اِنَّهُمْ لَنْ یُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۚ

بلاشبہ وہ لوگ اللہ کے مقابلہ میں آپ کو کچھ نفع نہیں دے سکتے، اور بیشک ظلم کرنیوالے ایک دوسرے کے دوست ہیں،

وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۹﴾ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

اور اللہ متقیوں کا دوست ہے۔ یہ قرآن لوگوں کے لئے دانشمندیوں کا اور ہدایت کا ذریعہ ہے اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ

جن لوگوں نے برے کام کئے کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم انہیں ان لوگوں کے برابر کر دیں گے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے

سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ

کہ ان کا مرنا اور جینا برابر ہو جائے، یہ برا فیصلہ کرتے ہیں، اور اللہ نے پیدا فرمایا آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ

وَلِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور تا کہ ہر جان کو اس کے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ دیا جائے اور ان لوگوں پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

ع ۲ / ۱۸

اللہ تعالیٰ نے علم نبوت اختلاف کے ازالہ کے لئے اتارا' انہوں نے حد سے انکار کر دیا:

آیت ۱۷: وَاٰتَیْنٰهُمْ بَیِّنٰتٍ (اور ہم نے ان کو دین کے بارے میں واضح دلیلیں دیں) بینات سے آیات اور معجزات مراد ہیں۔ مِّنَ الْاَمْرِ (یعنی دین کے معاملہ میں) فَمَا اخْتَلَفُوْٓا (پس انہوں نے اختلاف نہیں کیا) ان کے مابین دین میں اختلاف واقع نہ ہوا۔ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ (مگر علم آ جانے کے بعد آپس کی ضد کی وجہ سے) یعنی اس وقت اختلاف ڈالا جب اللہ تعالیٰ نے ایسی چیز اتاری جو مخالفت کو زائل کرنے والی تھی۔ اور وہ علم نبوت ہے۔ انہوں نے اختلاف کو حسد و عداوت کی بناء پر قائم کیا اور رکھا۔ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (بیشک آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا) فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ (جن باتوں میں یہ باہم اختلاف کیا کرتے تھے) ایک قول: اس سے مراد وہ اختلاف ہے جو ان کے درمیان طلب ریاست میں اوامر و نواہی کے سلسلہ میں محض حسد کی وجہ سے پیدا ہوا۔ جہالت کی بناء پر نہیں تھا کہ جس میں انسان کسی قدر معذور شمار ہوتا ہے۔

دین قریش اہواء کا مجموعہ ہے:

آیت ۱۸: ثُمَّ جَعَلْنٰكَ (پھر ہم نے آپ کو کر دیا)۔ اہل کتاب کے اختلاف کے بعد عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ (دین کے ایک خاص طریقہ پر) فَاتَّبِعْهَا (پس آپ اسی طریقہ پر چلتے جایئے) آپ اپنی اس شریعت کی اتباع کرتے رہیں جو دلائل وشواہد سے ثابت شدہ ہے۔ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (اور ان جہلاء کی خواہشات پر مت چلیں) جہال کی خواہشات پر مت چلیں اس لئے کہ ان کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور دین قریش بدعات واہواء پر ہی مشتمل تھا یہ اس مطالبے کا جواب ہے جو روئے سائے قریش کی طرف سے سامنے آیا اور بار بار سامنے آیا کہ اپنے آباؤ اجداد کے دین پر لوٹ آئیں۔

آیت ۱۹: اِنَّهُمْ (بیشک یہ کافر لوگ) لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ (اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ذرہ بھر آپ کے کام نہیں آ سکتے۔ اور ظالم ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کا دوست ہے) متقین ہی اللہ تعالیٰ سے موالات کرنے والے ہیں۔ دونوں موالاتوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔

آیت ۲۰: هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ (یہ قرآن عام لوگوں کے لئے دانشمندیوں کا ذریعہ ہے) ھذا کا مشار الیہ قرآن ہے۔ بصائر: یعنی اس میں دین وشریعت کے جو نشانات بتلائے گئے وہ دلوں میں بصیرت کی جگہ ہیں جیسا کہ ان کو روح وحیات قلوب بنایا گیا ہے۔

وَهُدًى (اور ہدایت ہے گمراہی سے) وَّرَحْمَةٌ (اور رحمت ہے عذاب سے) لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ (یقین لانے والوں کے لئے) جو ایمان لائے اور بعث بعد الموت پر یقین کیا۔

گنہگار اور نیک برابر نہیں:

آیت ۲۱: اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ (کیا یہ خیال کرتے ہیں جو) ام منقطعہ ہے اور ہمزہ کا معنی انکار گمان ہے۔ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ (برے برے کام کرتے ہیں) کفر ومعاصی کماتے ہیں۔ اجترح سے ہی جوارح ہے۔ وفلان جارحة اهله۔ یعنی اس کا کام کرنے والا ہے۔ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ (کہ ہم ان کو رکھیں گے) بنا دیں گے۔ نجعل: یہ جعل متعدی الی المفعولین ہے۔ پہلا مفعول ضمیر اور دوسرا کاف ہے جو کہ کالذین میں ہے كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (برابر ان لوگوں کے جنہوں نے ایمان اور اعمال صالحہ اختیار کیے) نجعل: اور جملہ سواء محیاھم ومماتھم یہ کاف کا بدل ہے۔ کیونکہ جملہ مفعول ثانی ہے۔ اور حکم مفرد میں ہے۔ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ (سب کا جینا مرنا برابر ہو جائے) قراءت: علیؒ حمزہ وحفص نے نصب سے سواءً پڑھا ہے۔ فجعلھم کی ضمیر سے حال قرار دیا ہے۔ اور محیاھم ومماتھم سواء کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اعمش نے ومماتھم نصب سے پڑھا ہے اور محیاھم ومماتھم کو ظرف قرار دیا جیسا مقدم الحاج۔ مطلب یہ ہوگا سواء فی محیاھم وفی مماتھم۔ اپنی زندگی اور اپنی موت میں برابر ہوں۔

معنی آیت کا یہ ہے۔گناہگاراور نیک زندگی میں برابرنہیں اورموت میں برابرنہیں ۔کیونکہ زندگی میں ان کے حالات مختلف ہیں۔اس لئے کہ یہ نیک لوگ زندگی میں طاعات پر قائم رہےاور کافر برائیوں کا ارتکاب کرتے رہےاورموت میں بھی برابرنہیں کیونکہ ایمان والوں کورحمت وکرامت کی بشارت ملی اور کفار کورحمت سے مایوسی اورندامت سامنے آئی۔

ایک قول یہ ہے:

اس میں اس بات سے انکار ہے کہ موت میں وہ برابر ہوں۔جیسا کہ زندگی میں رزق وصحت میں برابر تھے۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ :

سے روایت ہے کہ ایک دن وہ مقام کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔جب اس آیت پر تلاوت پہنچی تو رونے لگےاور صبح تک اسی کو دہراتے رہے۔

فضیل رحمہ اللہ:

وہ تلاوت میں جب اس آیت تک پہنچے تو دہرانے لگے۔اور کہنے لگے۔اے فضیل کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تو کونسے فریق میں سے ہے؟

سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (یہ براحکم لگاتے ہیں) یہ بہت برافیصلہ کررہے ہیں۔جبکہ انہوں نے یہ گمان کرلیا کہ وہ ایمان والوں کی طرح ہونگے۔اس لئے کہ جوموافقت کے قالین پر بٹھایا ہوا ہو وہ اس جیسا نہیں جو مقام مخالفت میں بٹھایا گیا ہو۔بلکہ ہم ان میں فرق کریں گے۔اوراہل ایمان کو بلند کریں گےاور کفار کورسوا کریں گے۔

آیت ۲۲: وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ (اوراللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کوحکمت کے ساتھ پیدا کیا) تا کہ یہ اس کی قدرت پر دلالت کریں۔ وَلِتُجْزٰى (اورتا کہ بدلہ دیا جائے) اس کا عطف اس معلل محذوف پر ہے۔ كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (ہرنفس کواس کے کیے ہوئے عمل کا اوران پر ذرا ظلم نہ کیا جائے گا)

أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوٰهُ وَأَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَ

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کر دیا اور اسکے کانوں پر اور دل پر

جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهِ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ أَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَقَالُوْا مَا هِيَ

مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، سو کون ہے جو اللہ کے بعد اس شخص کو ہدایت دے گا، کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے، اور ان لوگوں نے کہا کہ نہیں ہے یہ

إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ

مگر ہماری دنیا والی زندگی ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہماری ہلاک نہیں کریگا مگر زمانہ، اور انہیں اس کا کچھ بھی

عِلْمٍ ۚ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾ وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا

علم نہیں، یہ لوگ صرف گمان کرتے ہیں، اور جب ان کے اوپر ہماری کھلی کھلی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کی حجت اس کے سوا کچھ نہیں ہوتی کہ

أَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَا إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ

ہمارے باپ دادوں کو لے آؤ اگر تم سچے ہو، آپ فرما دیجئے اللہ تمہیں زندگی بخشتا ہے پھر موت دیتا ہے

ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ ع

پھر تمہیں قیامت کے دن جمع فرمائے گا جس میں کوئی شک نہیں اور لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

آیت ۲۳: أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوٰهُ (کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا الٰہ اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے) یعنی وہ خواہش نفس کا مطیع ہے۔ جس طرف خواہش اس کو لے جاتی ہے۔ گویا وہ خواہش کی اسی طرح عبادت کرتا ہے جیسا معبود کی عبادت کرتے ہیں۔ وَأَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ (اور اللہ تعالیٰ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا) اس نے خود ضلال کو اختیار کیا یا ضلال کا فعل اس میں پیدا فرما دیا۔ علی علم اس کے باوجود کہ اس کو اس کا علم ہے۔ وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهِ (اور اس کے کان پر مہر لگا دی) وہ وعظ و نصیحت کو قبول نہیں کرتا۔ وَقَلْبِهِ (اور دل پر) وہ حق کا معتقد نہیں ہوتا۔ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهِ غِشٰوَةً (اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے) وہ عبرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ قراءت: حمزہ و علی نے غشوۃ پڑھا ہے۔ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ (پس ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کے بعد کون ہدایت دے گا) یعنی اللہ تعالیٰ کے اس کو گمراہ کر دینے کے بعد أَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے) قراءت: حمزہ و علی، حفص نے تذکرون کو تخفیف سے پڑھا اور دیگر قراء نے تشدید سے۔

شروخیر:

شر کی اصل اتباع خواہشات ہے اور مخالفت خواہشات میں مکمل خیر ہے۔ کسی نے خوب کہا ؎

اذا طلبتك النفس یوما بشھوۃ ☆ وکان الیھا لِلخلاف طریق

فدعھا وخالف ماھویت فانما ☆ ھواك عدو والخلاف صدیق

نمبر۱۔ جب تم سے کسی دن تمہارا نفس کسی نفسانی خواہش کا طالب ہو اور اس خواہش کی مخالفت کا تمہارے پاس راستہ بھی ہو۔
نمبر۲۔ تو اس خواہش کو چھوڑ دے اور خواہش کی مخالفت کر کیونکہ خواہش تیرا دشمن اور اس کی مخالفت تیرا دوست ہے۔

آیت ۲۴: وَقَالُوْا مَاهِيَ (اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ سوائے اس حیات کے) یعنی کوئی زندگی نہیں کیونکہ ان سے موت کے بعد والی زندگی کا وعدہ کیا گیا۔ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا (جو ہماری دنیا کی زندگی ہے۔ اور کوئی حیات نہیں) جس میں ہم ہیں اور اس کو گزار رہے ہیں۔ نَمُوْتُ وَنَحْيَا (ہم مرتے اور جیتے ہیں) نمبر۱۔ ہم مرتے ہیں اور ہماری اولادیں پیدا ہوتی ہیں۔ یا نمبر۲۔ بعض مرتے اور بعض زندہ رہتے ہیں۔ نمبر۳۔ یا ہم نطفہ کی شکل میں مردہ تھے اور اس کے بعد پیدا ہوئے۔ نمبر۴۔ یا ہمیں دونوں باتیں پیش آتی ہیں موت وزندگی۔ مقصد ان کا یہ تھا کہ حیات تو یہ دنیا کی زندگی ہے اور موت اسکے بعد ہے۔ اسکے بعد کوئی زندگی نام کی چیز نہیں۔

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ اہل تناسخ کا مقولہ ہے۔ کہ آدمی مرجاتا ہے۔ پھر اس کی روح مختلف مردہ چیزوں میں ڈال دی جاتی ہے وہ اس سے زندہ ہو جاتی ہیں۔

کفار کا قول: زمانہ فوت دیتا ہے:

وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ (اور ہم کو زمانہ سے موت آتی ہے) ان کا خیال یہ تھا کہ دن رات کی آمد وجامد یہ موت میں مؤثر ہے۔ وہ موت کے فرشتہ اور قبض ارواح باذن اللہ کے قائل نہ تھے۔ وہ ہر پیش آنے والے حادثہ کو دھر وزمانہ کی طرف منسوب کر دیا کرتے تھے۔ ان کے اشعار میں کثرت سے زمانے کا شکوہ پایا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا۔
لاتسبوا الدھر۔ زمانہ کو گالیاں نہ دو بیشک زمانہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ (بخاری ۱۸۱/۷، مسلم ۲۲۴۶) یعنی حوادث اللہ تعالیٰ لاتے ہیں زمانہ نہیں۔ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ (ان لوگوں کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے محض انکل سے ہانک رہے ہیں) وہ یہ بات کسی علم ویقین کی بنیاد پر نہیں کہتے بلکہ محض ظن وتخمین کا شاخسانہ ہے)۔

آیت ۲۵: وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا (اور جس وقت ان کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں) آیات سے قرآن مراد ہے وہ آیات جن میں بعث بعد الموت کا تذکرہ ہے۔ بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ (کھلی کھلی تو انکا جواب یہی ہوتا ہے) ان کی بات کو حجت فرمایا اگرچہ وہ واقعہ میں حجت نہ تھی۔ کیونکہ ان کے خیال میں تو حجت تھی گویا بقول انکے انکی دلیل اِلَّا اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ (کہ

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ۝٢٧ وَتَرٰى

اور اللہ ہی کے لئے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا، اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن باطل والے خسارہ میں پڑ جائیں گے، اور اے مخاطب تو

كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۣ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٢٨

ہر امت کو دیکھے گا کہ وہ گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی، ہر امت اپنی کتاب کی طرف بلائی جائے گی آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے،

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٢٩ فَاَمَّا

یہ ہماری کتاب ہے جو تمہارے بارے میں حق کے ساتھ بولتی ہے، بیشک ہم لکھوا لیتے تھے جو کچھ تم کرتے تھے سو جو

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کا رب انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا یہ کھلی ہوئی

الْمُبِيْنُ ۝٣٠ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۣ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ

کامیابی ہے، اور جن لوگوں نے کفر کیا کیا تمہارے پاس میری آیات نہیں آئیں جو تم پر پڑھی جاتی تھیں؟ سو تم نے تکبر کیا اور تم

قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝٣١ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ

مجرم قوم تھے، اور جب کہا گیا کہ بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں تو تم نے کہا

مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ۝٣٢

ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے ہم تو بس یوں ہی خیال کرتے ہیں اور ہم یقین کرنے والے نہیں ہیں

ہمارے باپ دادوں کو سامنے لے آؤ) یعنی انکو زندہ کرو۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) اپنے بعث بعد الموت کے دعویٰ میں۔

نحو: کان کا اسم ان قالوا ہے اور حجتھم اس کی خبر ہے۔ معنی یہ ہے۔ انکی حجت آ جا کر یہ بات ہے کہ ہمارے باپ دادوں کو لے آؤ۔

قراءت: ایک قراءت میں حجتُھم رفع کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ اس صورت میں یہ اسم کان ہے اور ان قالوا خبر ہے۔

آیت ۲۶: قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ (کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھتا ہے) دنیا کی زندگی میں۔ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ (پھر وہ تم کو موت دے گا) جبکہ تمہاری عمروں کا اختتام ہوگا۔ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (پھر وہ قیامت کے دن میں تم کو جمع کرے گا) تم سب کو قیامت کے دن اٹھائے گا۔ اور جو ذات اس پر قادر ہے۔ وہ تمہارے آباء کو بھی لانے کی قدرت رکھتی ہے اگر ضرورت ہو۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ (اس میں شبہ نہیں) جمع ہونے میں وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے) کہ اللہ تعالیٰ کو بعث پر قدرت ہے۔ کیونکہ وہ دلائل پر غور و فکر سے منہ موڑنے والے ہیں۔

آیت ۲۷: وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز اہل باطل خسارہ میں پڑیں گے)

نحو: یخسر ۔ یہ قوم پر نصب دے رہا ہے اور یومئذٍ یہ یوم تقوم کا بدل ہے۔

قیامت کے دن زانو کے بل گرنا:

آیت ۲۸: وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً (اور آپ ہر فرقہ کو دیکھیں گے کہ زانو کے بل گر پڑیں گے) جاثیہ: زانو کے بل بیٹھنا۔ کہا جاتا ہے۔ جثا فلان یجثو۔ جبکہ وہ زانو کے بل بیٹھے۔ ایک قول یہ ہے: اس کا معنی اکٹھے ہونے والی ہے۔

نحو: کلُ امة۔ ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے۔

قراءت: کل کو کل امة کا بدل مان کر یعقوب نے نصب پڑھا ہے۔ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰى اِلٰى كِتٰبِهَا (ہر فرقہ اپنے نامۂ عمل کی طرف بلایا جائے گا) کتاب سے اعمال کے صحائف مراد ہیں۔ اسم جنس پر اکتفاء کیا گیا۔ پھر ان کو کہا جائے گا۔ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (آج تم کو تمہارے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ ملے گا) جو دنیا میں کیے ہیں۔

اعمالنامے کا پیش ہونا

آیت ۲۹: هٰذَا كِتٰبُنَا (یہ ہمارا دفتر ہے) کتاب کی نسبت اپنی طرف ملابست کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ ان کے اعمال اس میں درج ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت اس لئے ہے کہ وہ مالک ہے۔ فرشتوں کو اسی نے حکم دیا کہ وہ اس کے بندوں کے اعمال اس میں درج کریں۔ يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ (جو تمہارے مقابلے میں بول رہا ہے) جو تم نے عمل کیے ان کی گواہی دے رہا ہے۔ بِالْحَقِّ (ٹھیک ٹھیک) بلاکم وکاست۔ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (ہم تمہارے اعمال کو لکھواتے جاتے تھے) تمہارے اعمال ملائکہ سے لکھواتے تھے۔

ایک قول یہ ہے:

نسخت اور استنسخت دونوں ایک معنی میں ہیں۔ یہ کتاب سے نقل کرنے سے نہیں بلکہ اس کا معنی رجسٹر میں لکھنا' درج کرنا ہے۔

آیت ۳۰: فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ (پس جو لوگ ایمان لائے تھے اور انہوں نے اچھے کام کیے تھے۔ تو ان کو ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا) رحمت سے جنت مراد ہے۔ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ (اور یہ صریح کامیابی ہے)

آیت ۳۱: وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اور وہ لوگ جو کافر تھے) پس ان کو کہا جائے گا۔ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ (کیا میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں) مطلب یہ ہے۔ کیا تمہارے پاس میرے رسول نہیں آئے۔ پس میری

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا

اور جو عمل انہوں نے کئے تھے انکے برے نتیجے ظاہر ہو گئے اور جس چیز کا وہ مذاق بنایا کرتے تھے وہ ان پر نازل ہو گئی اور کہہ دیا جائے گا کہ آج ہم تمہیں بھولتے ہیں جیسا کہ

نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ

تم آج کے دن کی ملاقات کو بھول گئے، اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے اور تمہارے لئے کوئی مددگار نہیں یہ اس وجہ سے ہے کہ تم نے

اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ

اللہ کی آیات کو مذاق کی چیز بنا لیا اور دنیا والی زندگی نے تمہیں دھوکہ دیا، سو آج وہ اس میں سے نہیں نکالے جائیں گے اور نہ ان سے

يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾

یوں کہا جائے گا کہ راضی کر لو، سو اللہ ہی کے لئے سب تعریف ہے جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے سارے جہانوں کا،

وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾ ع

اور اسی کے لئے بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہ عزیز ہے حکیم ہے۔

آیات تم پر نہیں پڑھی جاتیں تھیں۔ تو معطوف علیہ کو حذف کر دیا۔ تقدیر عبارت یہ ہے: ألم یاتکم رسلی فلم تکن آیاتی تتلٰی علیکم۔

فَاسْتَكْبَرْتُمْ (پس تم نے ان پر ایمان لانے سے تکبر کیا تھا) وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ (اور تم بڑے مجرم لوگ تھے) یعنی کافر۔

آیت ۳۲: وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ (اور جب کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے) جو جزاء کے متعلق فرمایا۔

نحو: ان اور اس کے اسم کے محل پر عطف کی صورت میں مرفوع ہے۔ قراءت: حمزہ نے الساعةَ پڑھا ہے۔ اور اس کو وعداللہ۔ پر عطف کیا ہے۔ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ (اور قیامت میں کوئی شک نہیں ہے۔ تو تم کہا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے) وہ کہتے قیامت کیا چیز ہے۔ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا (محض ایک خیال تھا) اس کا اصل اس طرح ہے۔ نظن ظنًّا اور اس کا معنی صرف گمان کا ثابت کرنا ہے۔ پھر حرف نفی اور استثناء کو داخل کیا گیا۔ تاکہ اثباتِ ظن کا فائدہ نفی ماسوا کے ساتھ دے۔ اور ماسوی الظن کی نفی کا اضافہ تاکید کے لئے کیا گیا ہے۔ وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ (اور ہم کو یقین نہیں)

آیت ۳۳: وَبَدَا لَهُمْ (اور ان کو ظاہر ہو جائیں گے) یعنی ان کفار کے سامنے ظاہر ہو جائیں گے۔ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا (تمام برے اعمال) ان کے اعمال کی قباحتیں یا ان کے برے اعمال کی سزائیں۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا۔ و جزاء سیئة سیئة مثلھا۔

[الشوریٰ۔۴۰]

وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (اور وہ ان کو آگھیرے گا جس کے ساتھ وہ استہزاء کیا کرتے تھے) ان کے استہزاء کی سزاان پر اتر پڑے گی۔

عذاب میں پڑے چھوڑ دیا جائے گا:

آیت ۳۴: وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا (اور کہا جائے گا۔آج ہم تم کو بھلائے دیتے ہیں یاتم نے اپنے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا) ننساکم ہم تمہیں عذاب میں چھوڑ دیں گے۔جیساتم نے اس دن کی ملاقات کا وعدہ چھوڑے رکھا اور اس کا حاصل اطاعت ہے۔لقاء کی اضافت یوم کی طرف اس طرح ہے جیسا مکر کی اضافت لیل ونہار کی طرف اس آیت میں آئی ہے۔بل مکر اللیل والنھار [سبا۔۳۳] یعنی تم نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو بھلا دیا اپنے اس دن میں اور اس کی جزاء کے ملنے کو بھلا دیا۔ وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ (تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے) تمہاری منزل وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (اور کوئی تمہارا مددگار نہیں)

آیت ۳۵: ذٰلِكُمْ (یہ) اس وجہ سے ہے یعنی عذاب بِاَنَّكُمُ (اس سبب سے کہ تم) اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ غَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ (کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی ہنسی اڑائی تھی اور تم کو دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔پس آج یہ لوگ نہ تو دوزخ سے نکالے جائیں گے اور نہ ان سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا تدارک طلب کیا جائے گا) یعنی ان سے یہ نہ طلب کیا جائے گا کہ وہ اپنے رب سے معافی مانگیں یعنی اس کو راضی کریں۔

آیت ۳۶: فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (پس تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں۔جو آسمانوں کا پروردگار اور زمین کا پروردگار ہے تمام عالم کا) اس اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرو جو کہ تمہارا رب اور ہر چیز کا رب ہے خواہ وہ آسمانوں وزمین کی چیز ہو یا اور جہانوں کی۔پس ایسی ربوبیت عامہ حمد وثناء کو ہر مربوب پر لازم کرتی ہے۔

تمام حمد و بڑائی کے لائق وہی ہے:

آیت ۳۷: وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اسی کے لئے بڑائی ہے۔آسمان وزمین میں) اس کی بڑائی بیان کرو اس کی کبریائی کے آثار ظاہر و باہر ہیں اور اس کی عظمت آسمانوں اور زمین میں۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ (اور وہی زبردست ہے) اپنے انتقام میں۔الْحَكِيْمُ (حکمت والا ہے) اپنے احکام میں۔

الحمدللہ سورۃ الجاثیہ کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔۲۲۔۴۔۲۰۰۳

سُوْرَۃُ الْاَحْقَافِ مَکِّیَّۃٌ وَّهِیَ خَمْسٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰیَۃً وَّاَرْبَعُ رُکُوْعَاتٍ

سورۃ الاحقاف مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اسمیں پینتیس آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ﴿۲﴾ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

حٰمٓ۔ یہ کتاب ہے اتاری ہوئی اللہ کی طرف سے جو عزیز ہے حکیم ہے، ہم نے نہیں پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو

وَمَا بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾

مگر حق کے ساتھ اور ایک میعاد معین کے لئے، اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ اس چیز سے اعراض کئے ہوئے ہیں جس سے ڈرائے گئے۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ

آپ فرما دیجئے کہ جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو انکے بارے میں بتاؤ مجھے دکھادو انہوں نے زمین کے اجزاء میں سے کیا پیدا کیا؟

اَمْ لَهُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ ؕ اِیْتُوْنِیْ بِکِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَۃٍ مِّنْ

کیا انکے لئے آسمانوں میں کوئی ساجھا ہے؟ لے آؤ میرے پاس کوئی کتاب جو اس سے پہلے ہو یا کوئی ایسا علم لے آؤ جو منقول ہو کر

عِلْمٍ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴﴾ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا

آیا ہو، اگر تم سچے ہو، اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو اللہ کے سوا اسے پکارتا ہو جو

یَسْتَجِیْبُ لَهٗٓ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۵﴾ وَاِذَا حُشِرَ

قیامت کے دن تک اس کا جواب نہ دے اور وہ انکے پکارنے سے غافل ہیں، اور جب لوگوں کو

النَّاسُ کَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّکَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ کٰفِرِیْنَ ﴿۶﴾ وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ

جمع کیا جائے گا تو وہ انکے دشمن ہو جائیں گے اور انکی عبادت سے منکر ہوں گے اور جب ان پر واضح

اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷﴾ ؕ

آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو جن لوگوں نے کفر کیا وہ حق کے بارے میں کہتے ہیں جب انکے پاس آگیا کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے

حٰمٓ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ۝ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ۝

حٰمٓ۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔ ہم نے آسمان و زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان میں ہیں حکمت کے ساتھ اور ایک میعادِ معین کے لئے پیدا کیا ہے اور جو لوگ کافر ہیں ان کو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے وہ اس سے بے رخی کرتے ہیں۔

آیت۱: حٰمٓ (۲) تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ (۳) مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ (حٰمٓ۔ یہ کتاب ہے اتاری ہوئی اللہ کی طرف سے جو عزیز ہے حکیم ہے' ہم نے نہیں پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو مگر حق کے ساتھ اور ایک میعادِ معین کے لئے اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ اس چیز سے اعراض کئے ہوئے ہیں جس سے ڈرائے گئے) حکمت کے ساتھ ملا ہوا۔ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى (ایک مقرر مدت) جس پر منتہی ہونگے وہ قیامت کا دن ہے۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا (اس دن کی ہولناکی جس سے ان کو ڈرایا جا رہا ہے)۔ جس تک ہر مخلوق کی انتہاء ہے۔ مُعْرِضُوْنَ (اعراض کرنے والے ہیں) یعنی اس پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی اس کی تیاری کا کچھ اہتمام کرتے ہیں۔

غیر اللہ کی عبادت کا درست ہونا کسی ایک آسمانی کتاب سے ثابت کر دو:

اور یہ بھی درست ہے کہ ماصدریہ ہو۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ عن انذارھم ذالك اليوم۔ اس دن کے ڈراوے سے۔

آیت۴: قُلْ اَرَءَيْتُمْ (آپ کہیے کہ یہ تو بتلاؤ! مجھے خبر دو! مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (جن چیزوں کی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو) جن بتوں کی تم پوجا کرتے ہو۔ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ (مجھے یہ دکھلاؤ انہوں نے کونسی زمین پیدا کی) اگر وہ معبود ہیں تو انہوں نے زمین میں جو چیزیں ہیں ان میں سے کونسی چیز پیدا کی ہے۔ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ (یا ان کا آسمانوں میں ساجھا اور حصہ داری ہے) کیا آسمانوں کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شراکت ہے؟ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ (میرے پاس کوئی کتاب جو اس سے پہلے کی ہو لاؤ) یعنی اس کتاب قرآن مجید سے پہلے کی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب توحید کا بول بلند کرنے اور شرک کا ابطال کرنے والی ہے اور جتنی کتابیں اللہ تعالیٰ کی اس سے پہلے اتریں وہ بھی اسی طرح توحید کا بول بولنے والی ہیں۔ کوئی ایک نازل شدہ کتاب ایسی پیش کرو جو غیر اللہ کی عبادت کی درستی کو ثابت کر دے۔ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ (یا کوئی اور مضمون منقول لاؤ) اولین کے علوم میں سے نقل شدہ صحیح حصہ جو تمہارے پاس باقی رہ گیا ہو۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بتوں کی عبادت کا حکم دیا ہے۔

سب سے بڑا گمراہ بت پرست:

آیت۵: وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ (اور

اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسے معبود کو پکارے جو قیامت تک بھی اس کا کہنا نہ مانے اور ان کو ان کے پکارنے کی بھی خبر نہ ہو) الی یوم القیامۃ سے ہمیشہ مراد ہے۔

آیت ۶: وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً (جب سب آدمی جمع کیے جائیں تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے) بت اپنے عابدوں کے وَّكَانُوْا (اور وہ) یعنی بت بِعِبَادَتِهِمْ (اپنے عابدوں کی عبادت سے) كٰفِرِيْنَ (انکار کر دیں گے) وہ کہیں گے ہم نے ان کو اپنی عبادت کی طرف نہیں بلایا۔

فَائِدَۃ: من اضل میں استفہام کا معنی یہ ہے۔ اس بات سے انکار ہے کہ بت کی عبادت کرنے والوں سے بڑھ کر کوئی گمراہ نہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے سمیع' مجیب' قادر مطلق ہستی کو چھوڑ کر ان کو پکارا جو خود جماد لایعقل ہیں اور کسی کی بات کو قبول کرنے کی قدرت بھی ان میں پائی نہیں جاتی۔ خواہ پوری دنیا کی عمر سے قیامت تک پکارتے رہیں اور قیامت برپا ہو جائے گی اور تمام لوگ جمع ہو جائیں گے تو وہ ان کے دشمن بن جائیں گے اور ان کے مخالف ہونگے۔ پس یہ عابدین دونوں جہاں میں نقصان و گھاٹے میں رہیں گے۔

آخرت کا نقصان' عابد و معبود میں دشمنی:

دنیا میں ان کی فریاد قبول کر کے دوستی نہ دکھائی اور آخرت میں دشمنی ظاہر کی۔ اور ان کی عبادت کا سرے سے انکار کر دیا۔ جب ان کی طرف اولی العلم کی طرف اسناد کی جانے والی چیز کا اسناد کیا تو من اور ھم کے صیغے لائے اور بطور تہکم ان کے لئے ترک استجابت وغفلت کو ثابت کیا۔ تا کہ ان کی اور عابدین کی تذلیل ہو۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔ **ان تدعوھم لا یسمعوا دعاء کم ولو سمعوا ما استجابوا لکم ویوم القیامۃ یکفرون بشر ککم**۔ [فاطر۔۱۴]

آیت ۷: وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ (اور جب ان پر ہماری کھلی کھلی آیات پڑھی جاتی ہیں) بیّنات جمع بینۃ کی ہے اور وہ دلیل وشاہد دونوں کے لئے بولتے ہیں۔ یا واضح وکھلی آیات۔ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ (تو منکر لوگ اس سچی بات کی نسبت کہتے ہیں) حق سے مراد آیات اور الذین کفروا سے وہ مخاطبین جن پر پڑھا جا رہا تھا۔

نکتہ: دونوں ضمیروں کی جگہ اسم ظاہر لانے کا فائدہ یہ ہے۔ کہ ان کا کفر پختہ اور ظاہر ہو جائے اور آیات کا حق ہونا ثابت ہو۔ لَمَّا جَآءَهُمْ (جبکہ وہ اس کے پاس پہنچتی ہیں) آنے کے وقت ہی فی البدیہ انکار کر دیا۔ اور فکر کو دوڑانے کے پہلے ہی مرحلے میں انکاری ہو گئے۔ اور بار دیگر نظر ثانی کی زحمت گوارا نہیں کی۔ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (یہ کھلا جادو ہے) باطل ہونے میں اس کا معاملہ واضح ہے کسی شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ

کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس شخص نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا، آپ فرمادیجئے کہ اگر میں نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا تو تم مجھے اللہ سے ذرا بھی نہیں بچا سکتے،

هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَهُوَ

وہ خوب جانتا ہے جن باتوں میں تم رہتے ہو، وہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ کافی ہے، وہ

الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۸ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَاۤ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا

بڑی مغفرت والا ہے اور بڑی رحمت والا ہے، آپ فرمادیجئے کہ میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ

بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ وَمَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۹ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ

کیا کیا جائے گا، میں صرف اس کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، اور میں صرف واضح طور پر ڈرانے والا ہوں، آپ فرمادیجئے کہ تم بتاؤ اگر یہ

مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ

قرآن اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس کے منکر ہو گئے اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ اس جیسی کتاب پر گواہی دے کر ایمان لے آئے

وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰ ع

اور تم تکبر کرو، بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

ع ۱

آیت ۸: اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ (کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اپنی طرف سے بنالیا ہے) آیات کو کفار سحر کہتے تھے۔ اس کے تذکرے سے اعراض کرتے ہوئے۔ ان کی اس بات کو ذکر کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خود بنالیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ موٹ نسبت کر دی ہے۔ ضمیر حق کی طرف راجع ہے اس لئے مذکر ہے اور مراد آیات ہیں۔ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا (کہہ دیجئے اگر میں نے اس کو گھڑ لیا ہے تو پھر تم مجھے اللہ تعالیٰ سے ذرا بھر بچا نہیں سکتے) یعنی بالفرض اگر میں نے افتراء کیا ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ جلد افتراء کی سزا دیں گے۔ تم مجھ پر اس جلد آنے والی سزا کو روک نہ سکو گے۔ اور اس کے عذاب وعقاب میں سے کسی چیز کے دور کرنے کی تم میں طاقت نہ ہوگی۔ پھر کیونکر میں گھڑ سکتا ہوں اور اپنے آپ کو عذاب الٰہی کے سامنے پیش کر سکتا ہوں؟

هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ (وہ خوب جانتا ہے جو باتیں تم قرآن میں بنا رہے ہو) یعنی اللہ تعالیٰ کی وحی میں رد وقدح اور طعن وتشنیع کرتے اور کبھی ان کو سحر اور دوسری مرتبہ مفتری کہتے ہو۔ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ (وہ میرے اور تمہارے درمیان میں گواہ کافی ہے) وہ میری سچائی کی گواہی دیتا اور اس کا حکم پہنچا دینے کا گواہ ہے جبکہ تمہارے متعلق انکار وضد بازی کی

گواہی دے رہا ہے۔

ایک نکتہ:

علم وشہادت کے تذکرہ سے مقصود کفار کو جزاء کی وعید سنانا ہے۔

وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (وہ بڑی مغفرت والا اور بڑی رحمت والا ہے) اگر تم کفر سے توبہ کر کے ایمان لاؤ تو اس کی طرف سے مغفرت ورحمت کا وعدہ ہے۔

آیت ۹: قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ (کہہ دیں میں کوئی انوکھا رسول نہیں) بدعا یہ بدیع کے معنی میں ہے جیسا خف بمعنی خفیف آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں کوئی پہلا رسول نہیں کہ تم میری نبوت کو انوکھا قرار دے رہے ہو۔

وَمَآ اَدْرِیْ مَا يُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ (اور مجھے معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا) یعنی میرے اور تمہارے ساتھ زمانہ مستقبل میں کیا کرنے والے ہیں۔

قولِ کلبی رحمۃ اللہ علیہ:

کفار ومشرکین کی ایذاؤں سے تنگ آ کر آپ کے اصحاب نے آپ سے عرض کیا۔ ہم اس حالت میں کب تک رہیں گے؟ تو فرمایا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میرے اور تمہارے ساتھ مستقبل میں کیا ہونے والا ہے۔ آیا مکہ کو چھوڑوں گا یا کسی ایسی زمین کی طرف نکلنے کا مجھے حکم ہوگا خواب میں جو مجھے دکھائی گئی ہے وہ جگہ کثرت سے کھجور کے درختوں والی ہے۔

(ذکرہ الواحدی فی اسباب النزول)

نحو: نمبر۱۔ مایفعل کا ما موصولہ ومنصوبہ ہو سکتا ہے۔ اور استفہامیہ مرفوعہ ہے۔ نمبر۲۔ اور لا بکم میں لا کو داخل کیا گیا ہے۔ باوجودیکہ یُفعل مثبت ہے منفی نہیں ہے۔ تاکہ ما ادری کی نفی ما اور جو اس کے حیّز میں واقع ہے سب کو شامل ہو جائے۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَیَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (میں صرف اس کا اتباع کرتا ہوں جو میرے پاس وحی کے ذریعہ آتا ہے اور میں تو صرف صاف صاف ڈرانے والا ہوں)

آیت ۱۰: قُلْ اَرَءَيْتُمْ (آپ کہہ دیجئے) تم مجھ کو یہ بتلاؤ۔ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ (کہ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور تم اس کے منکر ہو اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ گواہی دے کر ایمان لے آئے)

شاہد سے مراد:

یہ شاہد بنی اسرائیل عبداللہ بن سلام ہیں جمہور کا یہی مسلک ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے۔ کہ یہ آیت مدنی ہے۔ کیونکہ عبداللہ بن سلام کا زمانہ اسلام مدینہ منورہ کا ہے۔

روایتِ بخاری:

روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے۔ تو آپ کے چہرے کو دیکھتے ہی پہچان گئے۔ کہ یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔ پھر عرض کیا میں آپ سے تین سوال کرنا چاہتا ہوں۔ جن کا جواب پیغمبر ہی دے سکتا ہے۔ نمبرا۔ قیامت کی پہلی نشانی کیا ہوگی۔ نمبر۲۔ اہل جنت کا پہلا کھانا کیا ہوگا۔ نمبر۳۔ کیا وجہ ہے کہ لڑکا یا والد پر ہوتا ہے یا والدہ پر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نمبرا۔ قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف دھکیل لے جائے گی۔ نمبر۲۔ اہل جنت کا اولین کھانا مچھلی کے کباب ہونگے۔ نمبر۳۔ لڑکے کی ماں باپ سے مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ اگر آدمی کا پانی پہل کر جائے تو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور اگر عورت کا پانی سبقت کر جائے تو وہ اپنی طرف لے جاتا ہے۔ یہ سن کر عبداللہ کہنے لگے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں۔ [بخاری۔ ۳۳۲۹۔ احمد ۳/۱۰۸۔ ابن حبان۔ ۷۱۶۱]

عَلٰی مِثْلِهٖ (اس جیسی کتاب پر) ہٗ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے۔ جو اس کی مثل ہو معنی میں اور نمبرا: اس سے مراد وہ مضامین جو تورات کے قرآن کے مطابق ہیں۔ مثلاً توحید' وعدہ' وعید وغیرہ۔ نمبرا۔ اور یہ بھی درست ہے کہ معنی اس طرح لیا جائے۔ اگر بالفرض یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور تم اس کے انکاری ہو اور ایک گواہی دینے والے نے اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کی گواہی دی ہو اور وہ شاہد ایمان لے آیا اور تم نے ایمان سے بڑائی اختیار کی۔ تو کیا تم پھر ظالم نہیں ہو؟

فَاٰمَنَ (تم ایمان لے آئے) وَاسْتَكْبَرْتُمْ (اور تم نے تکبر کیا) ایمان سے۔ جواب شرط محذوف ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے ان کان القرآن من عنداللّٰہ و کفرتم بہٖ ألستم ظالمین؟ اور محذوف پر دلالت کے لئے آیت کا حصہ کافی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا)

نَحو: نمبرا۔ واؤ اول عاطفہ ہے۔ اور کفرتم کا عطف فعل شرط پر ہے۔ اسی طرح۔ نمبر۲۔ و استکبرتم کی واؤ عاطفہ ہے۔ اور اس کا عطف شھد شاھد پر ہے۔ نمبر۳۔ باقی و شھد کی واؤ۔ اس پورے جملے کا عطف کان من عنداللّٰہ و کفرتم بہٖ کے جملہ پر ہے۔

قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثابت ہو گیا اور تم انکاری ہو تو تم سب سے بڑے ظالم ہو:

معنی اس طرح ہے۔ کہہ دیجئے۔ مجھے تم بتلاؤ! اگر قرآن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا اور تمہارا اس کے ساتھ انکار کرنا دونوں اکٹھے ہو جائیں اور بنی اسرائیل کے بڑے علم والے کی شہادت بھی اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے پر جمع ہو جائے پھر اس کا ایمان تمہارے قرآن سے استکبار اور اس پر ایمان سے استکبار کے باوجود ثابت ہو جائے تو کیا تم لوگوں میں سب سے بڑھ کر گمراہ اور ظالم نہ ٹھہرو گے؟

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ؕ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا

اور کافروں نے ایمان والوں کے بارے میں یوں کہا کہ اگر یہ ایمان لانا کوئی اچھی بات ہوتی تو یہ لوگ ہم سے آگے کیوں بڑھ جاتے ۔اور جب قرآن کے ذریعہ انہوں نے ہدایت

بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ⑪ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا

نہ پائی تو یوں کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے، اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہے جو پیشوا تھی اور رحمت تھی ،اور یہ

كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ⑫ اِنَّ

کتاب ہے جو تصدیق کرنے والی ہے عربی زبان میں ہے، تاکہ ظالموں کو ڈرائے ،اور خوشخبری ہے اچھے کام کرنے والوں کے لئے، بلاشبہ

الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ⑬ اُولٰٓئِكَ

جن لوگوں نے یوں کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جمے رہے تو ان پر کوئی خوف نہیں ہے اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے، یہ

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑭

جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، ان کاموں کے عوض جو وہ کیا کرتے تھے۔

آیت ۱۱: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اور کافر لوگ ایمان والوں کو یوں کہتے ہیں) ایمان والوں کے لئے۔ یہ کفار مکہ کا کلام ہے۔ وہ کہنے لگے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عام پیرو کم درجہ لوگ ہیں۔ ان کی مراد فقراء صحابہ رضی اللہ عنہم مثلاً عمار، صہیب، ابن مسعود رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ (اگر یہ قرآن کوئی اچھی چیز ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ کرتے) یعنی اگر محمد ﷺ جو چیز لائے ہیں خیر ہوتی تو یہ لوگ ہم سے پہلے اس کو قبول نہ کرتے۔ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ (اور جب ان لوگوں کو قرآن سے ہدایت نصیب نہ ہوئی) نحو: اذ میں عامل محذوف ہے۔ کلام اس پر دلالت کر رہا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ اذ لم یھتدوا بہ ظھر عنادھم۔ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ (تو یہی کہیں گے کہ یہ تو پرانا جھوٹ ہے) یہ مسبب عنہ ہے۔ اور افک قدیم کا معنی پرانا جھوٹ ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ اساطیر الاولین۔ [الانعام۔۲۵]

آیت ۱۲: وَمِنْ قَبْلِهٖ (اور اس سے پہلے) یعنی قرآن مجید سے كِتٰبُ مُوْسٰى (موسیٰ کی کتاب ہے) تورات۔ نحو: یہ مبتدأ اور من قبلہ ظرف مقدم خبر ہے اور اس کی وجہ سے اماماً منصوب بوجہ حال ہے جیسا کہتے ہیں فی الدار زیدٌ قائمًا۔ اِمَامًا (نمونہ) دین و شریعت میں جس کی اقتداء کی جائے جیسا امام کی کی جاتی ہے۔ وَّرَحْمَةً (اور رحمت ہے) ان کے لئے جو اس پر ایمان لائے اور اس پر عمل کیا۔ وَهٰذَا (یہ) یعنی قرآن كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ (ایک کتاب ہے جو اس کو سچا کرتی ہے) یعنی

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ

اور ہم نے انسان کو تاکید کی کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اس کی ماں نے اسے مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور مشقت کے ساتھ اس کو جنا، اور اس کا حمل میں رہنا

وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ

اور دودھ چھڑانا تیس ماہ کی مدت میں ہے، یہاں تک کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچ گیا اور چالیس سال کی عمر کو پہنچا تو کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے اس بات پر قائم رکھئے

اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰى وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ

کہ میں آپ کی نعمت کا شکر ادا کروں جس کا آپ نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمایا ہے اور اس بات پر بھی مجھے قائم رکھئے کہ میں نیک عمل کروں جس سے آپ راضی ہوں،

وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚؕ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۵﴾

اور میری اولاد میں بھی میرے لئے صلاحیت پیدا فرما دیجئے! بیشک میں آپ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں، اور بلاشبہ میں فرماں برداروں میں سے ہوں

کتابِ موسیٰ کو یا ان تمام کتابوں کو جو اس سے پہلے گزریں۔ لِّسَانًا عَرَبِیًّا (عربی زبان میں) مصدق میں کتاب کی طرف جو ضمیر ہے اس سے یہ حال ہے اور اس میں عامل مصدق ہے یا کتاب عامل ہے کیونکہ وہ صفت کی وجہ سے خاص ہے اور اس میں ھذا اشارہ کا معنی عامل ہے۔ نمبر۲۔ یہ بھی درست ہے کہ مصدق سے ان کو مفعول بنائیں۔ تقدیر کلام اس طرح ہے یصدق ذالسان عربی وھو الرسول۔ (وہ عربی زبان والے رسول کی مصدق ہے) لِّیُنْذِرَ (تا کہ وہ ڈرائے) وہ کتاب۔ قراءت: حجازی و شامی نے لِتنذر پڑھا ہے۔ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا) ظلم سے یہاں کفر مراد ہے۔ وَبُشْرٰی لِلْمُحْسِنِیْنَ (اور نیک لوگوں کو بشارت دینے کیلئے)

نحو: بشری یہ محل نصب میں یُنذر کے محل پر معطوف ہے۔ کیونکہ یہ مفعول لہ ہے۔ محسنین فرمانبردار مؤمن مراد ہیں۔

آیت ۱۳: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر مستقیم رہے) اللہ تعالیٰ کی توحید اور اسکے نبی کی شریعت پر۔ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ (ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں) قیامت کے دن وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (اور نہ وہ غمگین ہونگے) موت کے وقت۔

آیت ۱۴: اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا (یہ لوگ اہل جنت ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے) نحو: یہ اصحاب جنت سے حال ہے۔ اور اس میں اشارہ کا معنی عامل ہے۔ جس پر اولئک دلالت کر رہا ہے۔ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (ان کاموں کے بدلے جو وہ کرتے تھے) نحو: جزاء یہ مصدر ہے۔ اس فعل کا جس پر کلام دلالت کر رہا ہے۔ ای جوزوا جزاءً

والدین کے ساتھ احسان کا حکم:

آیت ۱۵: وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًا (اور ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ احسان کا حکم دیا) قراءت: کوفی نے اسی

طرح پڑھا۔ مطلب یہ ہے ہم نے اس کو حکم دیا کہ اپنے والدین کے ساتھ احسان کرے احسان کرنا۔ دیگر قراء نے حُسناً پڑھا یعنی ہم نے اس کو والدین کے ساتھ حسن والی بات کا حکم دیا۔ یا بامرٍ ذی حسن۔ یہ بوالدیه سے بدل کی جگہ میں ہے اور وہ بدل اشتمال ہے۔

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا (اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ جنا) قراءت: حجازی اور ابو عمرو نے کَرھًا پڑھا ہے۔ یہ دونوں لغتیں ہیں جو مشقت کے معنی میں آتی ہیں یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای ذات کرہٍ یا نمبر۲۔ مصدر کی یہ صفت ہے۔ ای حملاً ذا کرہٍ۔

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ (اور اس کو پیٹ میں رکھنا اور دودھ چھڑانا) یعنی مدتِ حمل و فطام (دودھ چھڑانا) ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (تمیں ماہ ہے)

مَسْئَلَۃ: اس میں دلیل ہے کہ اقل مدت حمل چھ ماہ ہے۔ کیونکہ مدت رضاعت جب دوسری آیت کے مطابق حولین کاملین (البقرہ۔۲۳۳) ہے تو باقی حمل کے لئے چھ ماہ بچے۔ امام ابو یوسف و محمد رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس سے مراد ہاتھوں پر اٹھانا ہے۔

قراءت: یعقوب نے فصله پڑھا ہے۔ الفصل اور الفصال کے الفاظ الفطم اور الفطام کی طرح ہیں۔ معنی و بناوٹ ہر دو لحاظ سے۔

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ (یہاں تک کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچ جاتا ہے) اَشُد کا لفظ جمع ہے اس کا واحد اس کے لفظ سے نہیں آتا۔

قولِ سیبویہ:

اس کا واحد شِدَّۃٌ ہے۔ بلوغ الاشد۔ ادھیڑ عمر۔ اس عمر کو پورا کرنا جس میں عمر، عقل مکمل ہو جاتی ہے اور یہ تیس سے زیادہ اور چالیس تک کا زمانہ ہے۔

قولِ قتادہ:

۳۳ تینتیس سال اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ جوانی کا پہلا حصہ ہے اور منتہی چالیس سال ہے۔

جوانی اور چالیس سال کی عمر زندگی کا کامل حصہ ہے:

وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ (اور وہ چالیس سال کو پہنچتا ہے۔ تو کہتا ہے اے میرے پروردگار تو مجھ کو اس پر مداومت عنایت فرما کہ میں آپ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کروں۔ جو آپ نے مجھے اور میرے والدین کو عنایت فرمائی ہیں) اوزعنی کا معنی مجھے الہام فرما۔ شکر نعمت سے مراد نعمت توحید و اسلام ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ

یہ وہ لوگ ہیں جن کے اچھے کاموں کو ہم قبول کریں گے اور انکے گناہوں سے درگزر کردیں گے۔ جنت والوں میں شامل کرتے ہوئے

وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝١٦ وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ

سچے وعدہ کی وجہ سے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا اُف ہے تمہارے لئے کیا تم مجھے یہ وعدہ دیتے ہو کہ

اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ڰ اِنَّ

میں نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے امتیں گزر چکی ہیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کر رہے ہیں کہ ارے تیرا ناس ہو ایمان لے آ۔ بے شبہ

وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ښ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٧ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ

اللہ کا وعدہ سچ ہے اس پر وہ کہتا ہے کہ یہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی باتیں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے حق میں

الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۝١٨ وَلِكُلٍّ

اللہ کا قول پورا ہو کر رہا جو ان سے پہلے جنات میں سے اور انسانوں میں سے گزر چکے ہیں، بلاشبہ یہ لوگ خسارہ والے ہیں۔ اور ہر ایک کے لئے

دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝١٩

انکے اعمال کی وجہ سے درجات ہیں، اور تاکہ اللہ ان کے اعمال کی پوری جزا دیدے، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

مَسْئَلَه: اپنے اور والدین پر نعمت کے شکریے کو جمع کیا کیونکہ دونوں پر کی جانے والی نعمت خود اس پر نعمت ہے۔

وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ (اور میں نیک کام کیا کروں جس سے آپ خوش ہوں) **ایک قول**: اس سے مراد پانچوں نمازیں ہیں۔ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ (اور میری اولاد میں بھی میرے لئے صلاحیت پیدا فرما) یعنی میری اولاد میں بھلائی کا موقعہ اور مقام پیدا فرما۔ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ (میں آپ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں) ہر گناہ سے وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں) یعنی اخلاص برتنے والوں میں سے۔

آیت ۱۶: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ (یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم ان کے نیک کاموں کو قبول کریں گے اور انکے گناہوں سے درگزر کردیں گے) **قراءت**: حمزہ، علی اور حفص کی قراءت میں نتقبل و نتجاوز ہے اور دیگر قراء نے یُتقبل اور یُتجاوز، احسنُ پڑھا ہے۔ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ (یہ اہل جنت میں سے ہونگے) یہ اس طرح ہے جیسا کہتے ہیں اکرمنی الامیر فی ناس من اصحابہ۔ مراد یہ ہے اس نے ان میں سے جن لوگوں کا اکرام کیا مجھے ان لوگوں میں سے شمار کیا۔ یہ حال ہونے کی وجہ سے محلاً منسوب ہے۔ معنی یہ ہوگا وہ جنت والوں میں ہونگے۔ اور ان میں ان کا شمار ہوگا۔

وَعْدَ الصِّدْقِ (اس وعدۂ صادقہ کی وجہ سے)۔ نحو: یہ مصدر مؤکد ہے کیونکہ یتقبل اور یتجاوز یہ اللہ تعالیٰ کی طرف تجاوز وقبولیت کے وعدے ہیں۔

ایک قول:

یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اوران کے والد ابوقحافہ اوران کی والدہ ام الخیر اوراولاد کے متعلق اتری۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعا کی قبولیت ان میں ظاہر ہوئی وہ جب ایمان لائے تو ۳۸ اڑتیس سال کی عمر تھی اوران کے لئے چالیس سال کی عمر میں دعا کی۔ صحابہ کرام میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو خود اسلام لایا اوراس کے والدین اور بیٹے اور بیٹیاں تمام مسلمان صحابی بنے یہ اعزاز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل رہا۔ الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ (جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا) دنیا کی زندگی میں۔

آیت ۱۷: وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ (اور جس نے اپنے والدین سے کہا) نحو: یہ مبتدأ ہے اوراس کی خبر اولئك الذین حق علیهم القول ہے۔ اور مراد اس سے ان کی جنس ہے جنہوں نے یہ بات کہی۔ اس قول کی قائل جنس ہے اس لئے خبر جمع آئی ہے۔

قول حسن رحمہ اللہ:

یہ اس کافر کے متعلق ہے جو ماں باپ کا نافرمان موت کے بعد اٹھائے جانے کی تکذیب کرنے والا ہو۔

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے متعلق اتری۔ ان کے اسلام لانے سے قبل۔ مگر اس بات کے باطل ہونے کے لئے حضرت معاویہ کا خط دلیل ہے جو مروان کی طرف لکھا تھا کہ لوگوں کو یزید کی بیعت کا حکم دو۔ تو اس پر عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا کیا تم اس سے ہرقلیت لاؤ گے۔ کیا تم اپنے بیٹوں کے لئے بیعت لینے لگے ہو۔ اس پر مروان نے کہا۔ اے لوگو! یہ تو وہ شخص ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ والذی قال لوالدیه اف لکما۔ اس بات کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو وہ اس پر ناراض ہوئیں اور فرمانے لگیں۔ اللہ کی قسم وہ اس کے متعلق نہیں ہے۔ اگر میں چاہوں تو میں اس کا نام لے سکتی ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ پر لعنت کی جب کہ تو اس کی پشت میں تھا۔ پھر تو اس کا حصہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی۔

(رواه النسائی فی السنن الکبری ۱۱۴۹۱)

اُفٍّ لَّكُمَآ (تم پر افسوس ہے) قراءت: یہ مدنی، حفص کی قراءت ہے۔ مکی اور شامی نے اُفَّ پڑھا ہے اور دیگر قراء نے اُفِّ پڑھا ہے۔ یہ ایک آواز ہے جب یہ نکالی جاتی ہے اس سے ضجر کرنا ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ جب کوئی حَسّ کہے تو معلوم ہوتا ہے وہ دکھی ہے اور لکما کی لام یہ بیان کے لئے ہے۔ کہ تافیف تم دونوں کے ساتھ خاص ہے اور کوئی اس سے متعلق نہیں۔ اَتَعِدٰنِنِیْٓ اَنْ اُخْرَجَ (کیا تم یہ وعدہ دیتے ہو کہ میں قبر سے نکالا جاؤں گا) بعث بعد الموت سے میں اٹھوں گا اور زمین سے نکالا جاؤں گا۔ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ (حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گزریں) اوران میں سے کوئی نہیں اٹھا۔ وَهُمَا (اور وہ دونوں

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا

اور جس دن کافروں کو آگ پر پیش کیا جائے گا، ان سے کہا جائے گا کہ تم نے اپنی لذتوں کو اپنی دنیا والی زندگی میں ختم کر لیا

وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ

اور ان سے نفع حاصل کرلیا سو آج تمہیں سزا کے طور پر ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس سبب سے کہ تم زمین میں

فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ۲۰

ناحق تکبر کرتے تھے اور اس سبب سے تم نافرمانی کرتے تھے۔

والدین) يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ (اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے ہیں) وہ کہنے لگے ہم تیرے اس قول کے متعلق اللہ تعالیٰ سے فریاد کے طالب ہیں۔ اس میں درحقیقت اس کے قول کو بہت سخت قرار دیا گیا۔ وہ دونوں کہہ رہے تھے۔ وَيْلَكَ (تیرا ناس ہو) یہ دعا ہلاکت حقیقت میں نہیں بلکہ اس ایمان پر برانگیختہ کرنا اور ابھارنا مقصود ہے۔ اٰمِنْ (تو ایمان لے آ) بعث بعد الموت پر اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ (اللہ تعالیٰ کا بعث والا وعدہ سچا ہے) فَيَقُوْلُ (پس وہ انہیں کہنے لگا) مَا هٰذَآ (بس یہ تمہاری) اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (بے سند باتیں ہیں)۔

آیت ۱۸: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ (اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول پورا ہو کر رہا) وہ قول لاملان جھنم ہے۔ [اعراف۔۱۸] فِيْٓ اُمَمٍ (ان لوگوں کے ساتھ) یعنی من جملہ ان جماعتوں میں قَدْ خَلَتْ (جو ہو گزریں) مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ (ان سے پہلے جن وانس میں سے کہ وہ نقصان اٹھانے والے تھے)

آیت ۱۹: وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا (اور ہر ایک کے لئے ان کے اعمال کی وجہ سے الگ الگ درجے ملیں گے) کل سے دونوں جنس ابرار واشرار مراد ہیں اور درجات سے منازل ومراتب۔ نحو: مِن بیانیہ ہے یعنی بدلہ ماعملوا جو عمل خیر وشر میں سے کیا۔ من اجلیہ ہے۔ ان کے عملوں کی وجہ سے درجات ہونگے۔

ایک قول:

درجات۔ جنت کے تو درجات ہیں۔ اور آگ کے درکات ہیں۔ تغلیباً درجات کہہ دیا۔

وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ (تا کہ وہ ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے) قراءت: مکی، بصری، عاصم نے یاء سے پڑھا ہے۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (اور ان پر ظلم نہ ہوگا) تا کہ وہ ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دے اور ان کے حقوق میں کمی نہ کرے۔ اس نے ان کی جزاء ان کے اعمال کے مطابق اندازہ کر رکھی ہے۔ پس ثواب کو درجات کی صورت اور سزا کو درکات کی حالت دے دی۔ لام محذوف سے متعلق ہے۔

کفار کی آگ پر پیشی سزا کے لئے:

آیت ۲۰: وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ (اور جس روز کفار آگ کے سامنے لائے جائیں گے) ان کو آگ پر پیش کرنا تعذیب وسزا کے لئے ہوگا۔ عرب کہتے ہیں۔ عرض بنو فلان علی السیف۔ فلان قتل کردیئے گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ عرض النار کا قول اس سے لیا گیا جیسے کہتے ہیں۔ عرضت الناقة علی الحوض اس سے مقصد حوض کو اس کے سامنے کرنا مراد ہوتا ہے۔ پس ان کو پلٹا جائے گا۔ اَذْهَبْتُمْ (کیا تم حاصل کر چکے) ان کو کہا جائے گا کیا تم حاصل کر چکے۔ یہ ناصب ظرف ہے۔

طَيِّبٰتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا (لذت کی چیزیں اپنی دنیا کی زندگی میں) یعنی جو تمہارے لئے طیبات میں سے حصہ لکھا گیا تھا۔ وہ تم نے دنیا ہی میں پالیا اور اس کو ضائع کردیا اس کو لے لیا۔ اب حصہ پورا کر لینے کے بعد کوئی چیز باقی رہتی ہی نہیں جو تمہیں ملے۔

قولِ عمر رضی اللہ عنہ:

اگر میں چاہوں تو میں تم سے زیادہ بہتر کھاؤں اور تم سے خوبصورت پہنوں۔ لیکن میں تو اپنی آخرت کے لئے اپنے طیبات باقی چھوڑ رہا ہوں۔

وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا (اور تم نے ان طیبات سے خوب فائدہ اٹھایا) فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ (آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا) الھون کا معنی ذلت ہے اور ایک قراءت میں بھی ایسا پڑھا گیا ہے۔ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ (اس وجہ سے کہ تم ناحق تکبر کیا کرتے تھے) تستکبرون بمعنی تتکبرون ہے۔ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ (اور اس وجہ سے کہ تم نے نافرمانیاں کیں) تمہارے تکبر وفسق کی وجہ سے۔

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ

اور قوم عاد کے بھائی کا ذکر کیجئے جبکہ اس نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا اور حال یہ ہے کہ ان سے پہلے اور پیچھے ڈرانے والے

وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۲۱﴾

گزر چکے ہیں یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو بے شک میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں۔

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۲﴾

وہ لوگ کہنے لگے کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے ہٹا دے، سو جس کا تم ہم سے وعدہ کرتے ہو وہ لے آ اگر تو سچوں میں سے ہے۔

قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖؗ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّیْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

انہوں نے جواب میں فرمایا کہ علم اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تمہیں وہ بات پہنچاتا ہوں جو میں دے کر بھیجا گیا ہوں اور لیکن میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم جہالت کی باتیں کرتے ہو۔

قوم عاد کا تذکرہ:

آیت ۲۱ : وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ (اور تم قوم عاد کے بھائی کا ذکر کرو) اخاعاد سے ہود علیہ السلام مراد ہیں۔ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ (جبکہ انہوں نے اپنی قوم کو ریت کے مستطیل گول ٹیلوں کے پاس ڈرایا) احقاف یہ جمع حقف کی ہے بمعنی ریت کا طویل کچھ ٹیڑھا ٹیلہ۔ یہ احقوقف الشی سے لیا گیا ہے۔ جبکہ وہ ٹیڑھی ہو جائے۔

قولِ ابن عباس رضی اللہ عنہما:

یہ احقاف عمان و مہرہ کے درمیان وادی کا نام ہے۔

وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ (اور ڈرانے والے ہو گزرے) النذر جمع نذیر کی ہے جو بمعنی منذر ہے۔ یا النذر بمعنی انذار یعنی ڈرانا ہے۔ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ (ان سے پہلے اور ان سے پیچھے) یہ جملۂ معترضہ وقد خلت النذر من بین یدیہ ومن خلفہ جو انذر قومہ اور الاتعبدوا کے مابین آیا ہے۔ بین یدیہ سے ہود سے پہلے اور خلفہ سے مراد ہود کے بعد۔

شرک کی سزا:

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (کہ تم عبادت نہ کرو مگر اللہ تعالیٰ ہی کی۔ مجھ کو تمہارے متعلق بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے) مطلب یہ ہے۔ قوم ہود کو جو ہود علیہ السلام کا انذار ہوا وہ تم ذکر کرو اور شرک کا انجام اور بڑا عذاب جو ان کو پیش آیا ان سے پہلے اور بعد بھی رسولوں نے اسی طرح امتوں کو ڈرایا۔

آیت ۲۲: قَالُوْٓا (قوم ہود کے لوگ کہنے لگے) اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا (کیا تو اس لئے ہمارے پاس آیا ہے تا کہ تو ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو) تافکنا ای تصرفنا پس الافک پھیرنے کو کہتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں افکه عن رایه۔ عَنْ اٰلِهَتِنَا (ہمارے معبودوں سے) یعنی ان کی عبادت سے۔ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ (تو ہمارے پاس لے آ جس کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے) کہ شرک پر ایسا عذاب ہوگا۔ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (اگر تو سچا ہے) اپنے اس وعدے میں۔

آیت ۲۳: قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ (انہوں نے فرمایا۔ بیشک علم پورا تو) کہ عذاب کس وقت آئے گا۔ عِنْدَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے) مجھے اس وقت کا کچھ علم نہیں۔ جس میں تمہیں عذاب ہوگا۔ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ (مجھ کو جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے وہ تم کو پہنچائے دیتا ہوں) قراءت: ابو عمرو نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ وہ جو کہ میری شان ہے۔ کہ میں تمہیں وہ پیغام پہنچاؤں۔ جو انذار و تخویف میں سے مجھے دے کر بھیجا گیا ہے۔ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ (لیکن میں تو دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نری جہالت کی باتیں کر رہے ہو) یعنی تم جاہل ہو اور جانتے نہیں ہو۔ کہ رسول تو منذر بنا کر بھیجے جاتے ہیں۔ وہ ایجاد کرنے والے اور ان چیزوں کا سوال کرنے والے نہیں ہوتے جس کی ان کو اجازت نہ ہو۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ

سو جب انہوں نے بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کے سامنے آتا ہوا دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا، بلکہ یہ

مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا

وہی چیز ہے جس کی تم جلدی مچا رہے تھے، ہوا ہے جس میں دردناک عذاب ہے، وہ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو ہلاک کر دے گی۔

فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ

سو وہ اس حال میں ہو گئے کہ انکے گھروں کے سوا کوئی دکھائی نہ دیتا تھا، ہم ایسے ہی مجرم قوم کو سزا دیا کرتے ہیں، اور ہم نے

مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَاۤ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۫ۖ

انہیں ان چیزوں میں قدرت دی تھی جن میں تمہیں قدرت نہیں دی اور ہم نے ان کو سننے کی قوت دی اور آنکھیں بھی اور دل بھی۔

فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَلَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا

سو انہیں فائدہ نہ دیا ان کے کانوں نے اور ان کی آنکھوں نے اور انکے دلوں نے کچھ بھی، اس لئے کہ وہ

يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾ ع وَلَقَدْ

اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انہیں اسی چیز نے آگھیرا جس کا وہ مذاق کرتے تھے، اور یہ بات واقعی ہے

اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾

کہ ہم نے ان بستیوں کو ہلاک کر دیا جو تمہارے آس پاس تھیں اور ہم نے بار بار اپنی نشانیاں بیان کر دیں تا کہ وہ باز آجائیں

فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ

سو اللہ کے سوا ان لوگوں کی انہوں نے کیوں مدد نہیں کی جنہیں انہوں نے تقریب حاصل کرنے کے لئے معبود بنا رکھا تھا بلکہ وہ لوگ ان سے غائب ہو گئے،

وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾

اور یہ ان کی تراشی ہوئی بات ہے اور وہ بات ہے جس کو وہ جھوٹ بناتے ہیں۔

آیت ۲۴: فَلَمَّا رَاَوْهُ (جب انہوں نے دیکھا اس بادل کو) اس کی ضمیر ماتعدنا کی طرف لوٹ رہی ہے۔ یا وہ ضمیر مبہم ہے جس کو عارضًا سے واضح کیا گیا ہے۔ عَارِضًا یہ تمیز یا حال ہے۔ العارض اس بادل کو کہتے ہیں۔ جو سامنے والے افق سماء پر ظاہر ہو۔

مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا (اپنی وادیوں کے مقابل آتے دیکھا تو کہنے لگے یہ تو بادل ہے جو ہم پر برسے گا) روایت میں ہے کہ بارش ان کے ہاں عرصہ سے نہ ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنی وادیوں کی جانب آتا ہوا بادل دیکھا تو کہنے لگے۔ یہ بادل ہم پر بارش لائے گا اور خوشی سے یہ بات کھل کر کہی۔

لطیفۂ اضافت۔

مستقبل اور ممطر کی اضافت مجازی اضافت ہے۔ معرفہ بنانے والی نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ دونوں مضاف تو معرفوں کی طرف ہیں مگر صفت نکرہ عارض کی بن رہے ہیں۔

بَلْ هُوَ (نہیں نہیں بلکہ وہی) یعنی ہود علیہ السلام نے فرمایا۔ بلکہ وہ اور اس پر وہ قراءت بھی دلالت کرتی ہیں جنہوں نے قال هود بل هو پڑھا ہے۔ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ (ہے جس کو تم جلدی مچاتے تھے) یعنی عذاب پھر تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ (ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے)

آیت ۲۵: تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ (جو ہر چیز کو ہلاک کردے گی) وہ عاد کے لوگوں اور کثیر مالوں کو تہس نہس کردے گی۔ کثرت کو کل کے لفظ سے تعبیر کیا۔ بِاَمْرِ رَبِّهَا (اپنے رب کے حکم سے) جو ریح کا رب ہے۔ فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ (چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ سوائے ان کے مکانات کے اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا)۔ قراءت : عاصم وحمزہ وخلف میں ہے ای لا یری شی الامساکنھم کہ ان کے مکانات کے سوا اور کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ دیگر قراء نے مجہول و غائب کی بجائے لاتری الاّ مساکنھم پڑھا۔ اس میں خطاب کا صیغہ ہر دیکھنے والا کو مخاطب کر کے لایا گیا۔ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ (ہم مجرموں کو یونہی سزا دیا کرتے ہیں) یعنی اس جیسی ہم سزا دیتے ہیں جو ان جیسے جرم کا مرتکب ہو۔ اس میں مشرکین مکہ کو ڈرایا گیا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت ہود علیہ السلام اور مؤمن ایک مقام میں جمع ہو گئے۔ ان کو اتنی ہوا لگ رہی تھی۔ جو نفوس کو سکون پہنچا رہی تھی۔ اور وہ قوم عاد کو آسمان و زمین کے مابین گھما گھما کر پٹخ رہی تھی اور پتھروں سے ان کے سروں کو کچل رہی تھی۔

آیت ۲۶: وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَاۤ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ (ہم نے ان لوگوں کو ان باتوں میں قدرت دی تھی کہ تم کو ان باتوں میں قدرت نہیں دی) نحو : اِن نافیہ ہے۔ ان باتوں میں مامکنا کم ہم نے تم کو قدرت نہیں دی۔ البتہ

ان کا مزہ۔

اِنْ لفظ کے اعتبار سے زیادہ خوبصورت ہے۔ اور ما کو جمع کرنے میں بے مزہ تکرار واقع ہو جاتا ہے۔ ذرا غور کرو کہ مهما اصل میں ما ما ہے۔ اس بدمزگی کی وجہ سے الف کو ھا سے بدل ڈالا مهما بنا لیا۔ نمبر۲۔ ان کو وصلیہ زائدہ بنائیں اور اس کا مطلب ہوگا۔ اس لئے کہ ہم نے ان کو قدرت دی ان چیزوں میں جن میں تم کو قدرت دے رکھی ہے۔ مگر سب سے درست وجہ ان

کو نافیہ بنانا ہے۔اس لئے کہ ارشادالٰہی ہے۔ھم احسن اثاثا ورء یا۔[مریم۔۷۴]اس میں ان کی طاقت وسامان کی کثرت کا ذکر ہے۔اسی طرح آیت کانوا اکثرھم منھم واشد قوۃ واثارًا۔[غافر۔۸۲] نحو : ما الذی کے معنی میں ہے۔یا نکرہ موصوفہ ہے۔ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْئِدَةً (اور ہم نے ان کو کان' آنکھیں اور دل دیئے تھے)یعنی آلاتِ ادراک وفہم فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْئِدَتُهُمْ مِّنْ شَیْءٍ (مگران کو ان کے کان' آنکھیں اور دل ذرا بھر کام نہ آئے)من شیئ من الاغناء۔فائدہ میں سے ذرا بھر فائدہ قلیل ترین فائدہ مراد ہے۔ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ(اس لئے کہ وہ لوگ آیات الٰہیہ کا انکار کرتے تھے)

نحوی نکتہ:

اذ۔یہ فما اغنٰی کی وجہ سے منصوب ہے۔یہ تعلیل کے قائم مقام آیا ہے۔کیونکہ تعلیل وظرف کا کام تعلیل میں برابر ہے۔جیسا اس قول میں ملاحظہ ہو۔ضربتہ لاساء تہ۔ضربتہٗ اذا ساء۔کیونکہ تم نے اس کو بے ادبی کے وقت مارا تو تم نے اس کو اس لئے مارا کہ اس نے بے ادبی کی۔البتہ اذ،حیث یہ دونوں تمام ظروف پر اس سلسلہ میں استعمال میں غالب آ گئے ہیں۔

وَحَاقَ بِهِمْ (اور اسی نے ان کو آ گھیرا)اور وہ ان پر اتر پڑا۔ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے)انکے استہزاء کی سزا کے طور پر۔اس میں کفار مکہ کو تہدید ہے۔پھر اگلی آیت میں مزید تہدید کی گئی ہے۔

آیت ۲۷: وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ (اور ہم نے تمہارے آس پاس کی اور اور بستیاں بھی ہلاک کی ہیں)کم سے مراد اہل مکہ ہیں۔

مِّنَ الْقُرٰى (جیسے قوم ثمود کی بستیاں جو مقام حجر میں واقع تھیں)قوم لوط کے شہر' القری بول کر اہل القری مراد ہیں۔اسی لئے فرمایا۔ وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (اور ہم نے بار بار اپنی نشانیاں بتلادی تھیں کہ وہ باز آجائیں)ہم نے ان پر قسم قسم کی عبرتیں اور دلائل بار بار بیان کردیئے تاکہ وہ سرکشی سے لوٹ کر ایمان کی طرف آجائیں مگر وہ نہ لوٹے۔

ان کے معبودوں کی سفارش کہاں گئی:

آیت ۲۸: فَلَوْلَا (پس کیوں نہ) نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً (ان کی مدد کی جن جن چیزوں کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اپنا معبود بنا رکھا ہے)القربان سے وہ چیز مراد ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے۔یعنی ان کو ایسا سفارشی قرار دیا جو ان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کردیں۔جبکہ وہ کہا کرتے تھے۔ھؤلاء شفعاؤنا عنداللّٰہ۔

نحو :اتخذ کا ایک مفعول الذین محذوف کی طرف لوٹنے والا ہے۔تقدیر عبارت اس طرح ہے۔اتخذوھم اور دوسرا مفعول الھۃ ہے اور قربانًا حال ہے۔بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ (بلکہ وہ ان سے گم ہو گئے)وہ ان کی مدد سے غائب رہے۔ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (اور وہ ان کی تراشی ہوئی اور گھڑی ہوئی بات ہے)ذلك کا اشارہ الھہ کے ان کی مدد نہ کرنے کی طرف ہے۔اور مدد سے غائب رہنے کی طرف ہے۔یعنی یہ ان کا مدد نہ کرنا اور مدد سے غائب رہنا۔یہ اثر ونحوست ان کے اس افتراء کی ہے کہ انہوں نے ان کو معبود بنا رکھا ہے اور ان کے شرک اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھنے کا نتیجہ ہے۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا

اور جب ہم نے آپ کی طرف جنات کی ایک جماعت کو پھیر دیا جو قرآن سننے لگے، سو جب یہ لوگ قرآن کے پاس حاضر ہوئے تو کہنے لگے

اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰی قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا یٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا

کہ چپ رہو، پھر جب قرآن پڑھا جا چکا تو اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بنکر چلے گئے، کہنے لگے اے ہماری قوم بیشک ہم نے ایک کتاب

كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ وَاِلٰی طَرِیْقٍ

سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے وہ ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے تھیں، وہ حق کی طرف اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت

مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۳۰﴾ یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُجِرْكُمْ

دینے والی ہے۔ اے ہماری قوم اللہ کی طرف بلانے والے کی بات مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور تمہیں سخت

مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَلَیْسَ

عذاب سے بچا دے گا، اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات نہ مانے تو وہ زمین میں عاجز کرنے والا نہیں ہے اور اس کے لئے اللہ کے سوا

لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءُ ؕ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۲﴾ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ

کوئی ولی نہ ہو گا، یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں، کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے آسمانوں کو اور

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِ َۧ الْمَوْتٰی ؕ بَلٰٓی اِنَّهٗ

زمین کو پیدا کیا وہ ان کو پیدا کرنے سے نہیں تھکا وہ اس پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کرے، ہاں اسے ضرور قدرت ہے، بیشک وہ

عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۳۳﴾ وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَی النَّارِ ؕ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ

ہر چیز پر قادر ہے، اور جس روز کافر لوگ آگ پر پیش کئے جائیں گے کہ کیا یہ حق نہیں ہے؟

قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾

کہیں گے کہ قسم ہے ہمارے رب کی یہ ضرور امر واقعی ہے! ارشاد ہوگا تو چکھ لو عذاب اس سبب سے کہ تم کفر کرتے تھے۔

جنات کی آمد اور ایمان قبول کرنا:

آیت ۲۹: وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْكَ نَفَرًا (جب کہ ہم جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف لے آئے) ہم نے ان کو مائل کیا اور

آپ کی جانب متوجہ کیا۔ النفر دس سے کم تعداد پر بولا جاتا ہے۔ مِّنَ الْجِنِّ (جنات کی ایک جماعت) یہ نصیبین مقام کے جنات تھے۔ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ (جو قرآن سننے لگے تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ (جب وہ لوگ قرآن کے پاس آ پہنچے) ہٗ کی ضمیر قرآن مجید یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ آپ سے اتنے فاصلہ پر پہنچے کہ وہاں سے قرآن سن سکتے تھے۔ قَالُوْٓا (وہ ایک دوسرے کو کہنے لگے) اَنْصِتُوْا (خاموشی سے سنو)

روایت: میں ہے کہ جنات خبریں چرانے کے لئے آسمان کی طرف پرواز کرتے جب آسمان کی حفاظت کردی گئی اور ان کو شہاب پڑنے لگے۔ تو کہنے لگے۔ یہ بات کسی خاص حادثہ کا نتیجہ ہے۔ سات جنات کا ٹولہ یا نو سرداران نصیبین یا نینوی جن میں ایک کا نام زوبعہ تھا۔ ادھر ادھر چلتے پھرتے رہے یہاں تک کہ وہ تہامہ میں پہنچے پھر ان کا گزر وادی نخلہ سے ہوا۔ وہاں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا جبکہ آپ رات کے دوران نماز ادا فرما رہے تھے یا نماز فجر میں مصروف تھے۔ انہوں نے آپ کی قراءت کو غور سے سنا۔

قولِ سعید بن جبیر:

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو جنات کے سامنے پڑھا اور نہ ان کو دیکھا۔ بلکہ آپ تو نماز میں تلاوت فرما رہے تھے۔ اُدھر سے جنات کا گزر ہوا۔ تو ان کو قرآن سننے کی توفیق مل گئی۔ آپ کو اس کی خبر بھی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے قرآن سننے کی آپ کو خبر دی ہے۔

ایک قول یہ ہے:

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کو انذار کرنے کا حکم دیا اور ان کو پڑھ کر سنانے کا حکم ہوا۔ تو ان میں ایک گروہ آپ کی طرف پھر کر آیا۔ پس آپ نے فرمایا۔ مجھے حکم ملا ہے کہ آج رات میں جنات کے سامنے قرآن پڑھوں پس کون میرے ساتھ چلے گا۔ یہ بات آپ نے تین مرتبہ دہرائی۔ تمام نے سر جھکا لیے صرف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں لیلۃ الجن میں صرف حاضر تھا میرے سوا اور کوئی موجود نہ تھا۔ ہم چلتے گئے یہاں تک کہ ہم مکہ کی بالائی جانب شعب حجون میں پہنچ گئے۔ آپ نے میرے لئے ایک خط کھینچ دیا۔ اور فرمایا۔ تم اس سے مت نکلنا جب تک میں واپس نہ آؤں۔ پھر قرآن کو شروع فرمایا۔ میں نے سخت شور و شغب سنا۔ (واپس آکر مجھے فرمایا کیا تم نے کچھ دیکھا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ کالے سیاہ مرد۔ آپ نے فرمایا۔ وہ نصیبین مقام کے جنات تھے۔ یہ بارہ ہزار کی تعداد میں آئے تھے۔ اور جو سورت ان پر پڑھی وہ اقرء باسم ربك تھی۔ (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لم اجده بتمامه فی سیاق واحد۔ حاشیہ کشاف)

فَلَمَّا قُضِيَ (پھر جب قرآن پڑھا جا چکا) یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قراءت سے فارغ ہو چکے۔ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ (تو وہ لوگ اپنی قوم کے پاس خبر پہنچانے کے لئے واپس آگئے) تا کہ وہ ان کو ڈرائیں۔

آیت ۳۰: قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى (وہ کہنے لگے اے ہمارے بھائیو! ہم ایک کتاب سن کر آئے ہیں۔ جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی) انہوں نے من بعد موسٰی کہا۔ کیوں کہ وہ پہلے یہودیت پر تھے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

جنات نے عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کی اطلاع نہ پائی تھی۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ (جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے) يَهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ (حق کی طرف راہنمائی کرتی ہے) الحق سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ (سیدھے راستہ کی طرف)

آیت ۳۱: يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ (اے ہماری قوم اللہ تعالیٰ کے داعی کی بات کو قبول کرو) داعی سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (اور اس پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور دردناک عذاب سے محفوظ رکھے گا)

قولِ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ:

جنات کو کوئی ثواب نہیں مگر صرف جہنم سے آزادی۔ اور دلیل یہ آیت ہے۔

قول امام مالک، ابن ابی لیلیٰ، ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ:

ان کو ثواب و عقاب دونوں ہونگے۔

قولِ ضحاک:

وہ جنت میں داخل ہونگے اور اس میں سے کھائیں پئیں گے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لم يطمثهن انس قبلهم ولا جانّ۔ [الرحمان۔۵۶]

آیت ۳۲: وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کرے گا۔ وہ زمین میں ہرا نہیں سکتا) یعنی اس کو عذاب سے نجات پانے کے لئے بھاگنے کی جگہ نہ ملے گی۔ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس کا کوئی حامی بھی نہ ہوگا۔ ایسے لوگ صریح گمراہی میں ہیں)

آیت ۳۳: اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ (کیا ان لوگوں نے یہ نہ جانا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ اور ان کے پیدا کرنے میں ذرا نہیں تھکا) یہ اس ارشاد کی طرح ہے۔ وما مسنا من لغوب۔ [ق۔۳۸] عرب عییت بالامر اس وقت بولتے ہیں۔ جب اس کی کوئی صورت نظر نہ آئے۔ بِقٰدِرٍ (وہ اس پر قدرت رکھتا ہے) نحو: یہ محل رفع میں خبر انّ ہے۔ اس پر قراءت عبداللہ بن مسعود قادرٌ دلالت کرتی ہے۔ اور باء کو اس پر داخل کیا گیا

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ

سو آپ صبر کیجئے جیسے ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا۔ اور ان لوگوں کے لئے جلدی نہ کیجئے جس دن یہ لوگ وعدہ کی

مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ

چیز کو دیکھیں گے گویا صرف دن کی ایک گھڑی ٹھہرے تھے۔ یہ پہنچا دینا ہے سو ہلاک نہیں ہوں گے مگر نافرمانی

الْفٰسِقُوْنَ ۝۳۵ ع

کرنیوالے ہی۔

کیونکہ ابتدائے آیت نفی پر مشتمل ہے۔اس طرح کہ اَنْ اور مااس کے حیز میں ہیں۔

قول الزجاج:

اگر تم اس طرح کہو : ماظننت ان زیدًا بقائم تو یہ جائز ہے۔گویا یہ اس طرح کہا گیا ہے۔ الیس اللّٰہ بقادرٍ۔کیا تم کو نہیں دکھ رہا ہے کہ وہ آرہا ہے۔وہ اس ہر چیز بعث وغیرہ پر قدرت کو پختہ کررہا ہے۔وہ ان کی رؤیت کے لئے نہیں لایا گیا۔ بلٰی عَلٰٓی اَنْ يُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى بَلٰٓى (کہ مردوں کو زندہ کردے۔کیوں نہیں) یہ نفی کے جواب میں کلام لائی گئی۔ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے)

آیت ۳۴: وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ (اور جس روز کافر لوگ دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے)۔انہیں کہا جائے گا۔ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ (کیا یہ دوزخ امر حقیقت نہیں ہے) ظرف کا ناصب قول کا لفظ مضمر ہے۔اور ھذا کا مشارالیہ عذاب ہے۔ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (وہ کہیں گے کہ ہم کو اپنے پروردگار کی قسم! ضرور امر واقعی ہے۔ارشاد ہوگا۔تو اپنے کفر کے بدلے میں اس کا عذاب چکھو) کیونکہ تم دنیا میں کفر کرتے تھے۔

صبر وثبات کا حکم جلد بازی کی ممانعت:

آیت ۳۵: فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ (تو آپ صبر کریں جیسا اور ہمت والے) مِنَ الرُّسُلِ (رسولوں نے صبر کیا تھا) اولوا العزم کا معنی کوشش، صبر وثبات والے۔ نحو : نمبرا۔من الرسل کا من تبعیضیہ ہے۔اس سے مراد اولوالعزم ہیں۔ جن کا تذکرہ احزاب کی اس آیت میں ہے۔و اذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح وابراھیم وموسٰی وعیسٰی ابن مریم۔[الاحزاب:۷]

اور یونس علیہ السلام ان میں سے نہیں کیونکہ ان کے لئے فرمایا۔ لا تکن کصاحب الحوت۔[القلم۔۴۸] اسی آدم علیہ

السلام بھی اس لئے کہ ارشاد الٰہی ہے ولم نجد له عزمًا [طہ۔۱۱۵]

نمبر۲۔یامِن بیانیہ ہوتو اولوالعزم یہ صفت تمام رسل کی بنے گی۔ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ (اوران لوگوں کے لئے جلدی نہ کیجئے) کفار قریش کے لئے جلد عذاب نہ مانگیں۔یعنی جلد عذاب ملنے کی دعا نہ کریں۔پس وہ عذاب ضرور اترے گا۔خواہ کچھ دیر سے۔ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ (جس روز یہ لوگ اس چیز کو دیکھیں گے۔جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔تو گویا یہ لوگ دن بھر میں ایک گھڑی رہے ہیں) یہ اس وقت دنیا میں قیام کی مدت کو بہت قلیل قرار دیں گے۔یہاں تک کہ وہ اس کو دن کی ایک گھڑی خیال کریں گے۔ بَلٰغٌ (یہ پہنچا دینا ہے) یہ پوری بات ہے۔یعنی یہ وعظ جو تمہیں کیا گیا یہ کافی وعظ ہے۔یا یہ رسول کی طرف سے پہنچا دینا ہو چکا ہے۔ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ (پس وہی برباد ہونگے جو نافرمانی کریں گے) عذاب سے ہلاکت مراد ہے۔مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہرگز ہلاک نہ کیا جائے گا مگر ان لوگوں کو جو نافرمان ہیں یعنی شرک کرنے والے اور نصیحت سے نکلنے والے اور اس کے موجب پر عمل سے نکلنے والے ہیں۔

الحمدللہ قبل العشاء لیلۃ الجمعہ ۲۴ اپریل ۲۰۰۳ء ترجمہ تکمیل پذیر ہوا۔

سورۃ محمد مدنیۃ وھی ثمان وثلثون آیۃ واربع رکوعات

سورۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئی جس میں اڑتیس آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا اللہ نے انکے اعمال کو ضائع فرما دیا، اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ

عمل کئے اور جو کچھ محمد پر نازل ہوا اس پر ایمان لائے اور وہ انکے رب کی طرف سے امر واقعی ہے اللہ ان کے

عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴿۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ

گناہوں کا کفارہ فرما دے گا اور انکے حال کو درست فرما دے گا، یہ اس وجہ سے کہ کافروں نے باطل کا اتباع کیا،

وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ

اور بے شک جو لوگ ایمان لائے انہوں نے حق کا اتباع کیا جو ان کے رب کی طرف سے ہے، اسی طرح اللہ لوگوں کے لئے ان کے احوال

اَمْثَالَهُمْ ﴿۳﴾

بیان فرماتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

(جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکا)

اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ○ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

(اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کو بے کار کر دیا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے)

وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ

(اور وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے)

رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ

(اور وہ ان کے رب کے پاس سے امر واقعی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ ان پر سے اتار دے گا اور ان کی حالت درست رکھے گا)

آیت ۱: اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یعنی انہوں نے اعراض کیا اور دخولِ اسلام سے باز رہے۔ نمبر۲۔ دوسروں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکا۔

قول الجوہری:

صد عنه يصد صدودًا۔ کا معنی اعراض کرنا۔ اور صده عن الامر صدًا کا معنی منع کرنا اور اس سے پھیر دینا آتا ہے۔ کفارِ قریش بدر کے دن کھانا کھلانے والے تھے۔ یا کفروا سے اہل کتاب مراد ہیں۔ نمبر۳۔ ہر کافر مراد ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے والا ہو۔ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو باطل و حبط کر دیا اور اس کی حقیقت اس طرح ہے۔ کہ ان کے اعمال کو گم شدہ اور ضائع قرار دے دیا۔ ان میں قبولیت و ثواب نہیں۔ جیسا کہ گم شدہ اونٹ بے فائدہ ہوتا ہے۔ اعمال سے مراد وہ اعمال جو حالت کفر میں وہ صلہ رحمی، اطعام مسافرین، عمارۃ مسجد حرام یا وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تدابیر اختیار کیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں رکاوٹیں ڈالیں۔

اٰمَنُوْا کی مراد:

آیت ۲: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے۔ اس سے قریش کے کچھ لوگ مراد ہیں۔ نمبر۲۔ انصار کے کچھ حضرات۔ نمبر۳۔ اہل کتاب کے کچھ افراد۔ نمبر۴۔ عام ہے۔ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ اور وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔ ما نزل سے قرآن مجید مراد ہے۔

پھر جملہ معترضہ لا کر اس کی تاکید کر دی اور وہ جملہ یہ ارشاد ہے۔

وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ یعنی قرآن ایک قول یہ ہے: کہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہی حق ہے۔ اس لئے کہ وہ منسوخ نہ ہوگا۔ وہ دیگر تمام ادیان کا ناسخ ہے۔ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ (اللہ تعالیٰ ان کے گناہ ان پر سے اتار دے گا) کفر سے رجوع اور توبہ کر لینے کی وجہ سے ان کے کفر و معاصی کو ایمان و عمل صالح کی چادر سے ڈھانپ دیا جائے گا۔ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ (اور ان کی حالت درست رکھے گا) دین کے معاملات میں توفیق کے ذریعہ ان کی حالت کو درست رکھا جائے گا۔ اور اپنی نصرت و تائید سے ان کو دنیا پر غلبہ دے گا۔

مؤمنوں اور کافروں کے عمل کی مثال:

آیت ۳: ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ (یہ اس وجہ سے ہے کہ کافر تو غلط راستہ پر چلے اور اہل ایمان صحیح راستہ پر چلے جو ان کے رب کی طرف سے ہے) نحو: ذلك مبتدأ اور مابعد اس کی خبر ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے ذلك الامر یہ بات یعنی ایک فریق کے اعمال بیکار کیے اور دوسرے فریق کی سیئات کو مٹا دیا گیا اور

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ

سو جب کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ ہو جائے تو انکی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم اچھی طرح سے انکی خون ریزی کر دو تو خوب مضبوط باندھ دو

فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ ذَٰلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ

پھر اس کے بعد یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دو یا انکی جانوں کا بدلہ لے کر چھوڑ دو جب تک کہ لڑائی اپنے ہتھیاروں کو نہ رکھدے، یہ اسی طرح ہے، اور اگر اللہ چاہے تو ان سے

مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ ۗ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ

انتقام لے لے، اور لیکن تاکہ تم میں بعض کا بعض کے ذریعہ امتحان فرمائے، اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے سو اللہ ہرگز ان کے اعمال

أَعْمَالَهُمْ ﴿٤﴾ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ﴿٥﴾ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴿٦﴾

ضائع نہ فرمائے گا، وہ انہیں عنقریب مقصود تک پہنچا دے گا۔ اور ان کا حال درست فرما دے گا اور انہیں جنت میں داخل فرما دے گا جس کی انہیں پہچان کرا دے گا

اصلاح ودرستی اس لئے کی گئی کہ ایک فریق نے شیطان کی اتباع اختیار کی اور دوسرے نے قرآن کی اتباع کی۔ كَذَٰلِكَ (اس بیان کرنے کی طرح) يَضْرِبُ اللَّهُ (اللہ تعالیٰ کھول کر بیان کرتے ہیں) لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ (لوگوں کے لئے ان کے حالات) ھم کی ضمیر الناس کی طرف راجع ہے۔ نمبر۲۔ دو فریق جن کا اوپر ذکر ہوا مطلب یہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مؤمنوں اور کافروں کے حالات بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اتباع باطل کو کافروں کے عمل کی مثال کے طور پر ذکر فرمایا اور اتباع حق کو مؤمنوں کے عمل کی مثال کے طور پر ذکر فرمایا۔ نمبر۳۔ اضلال کو کفار کی ناکامی بیان کرنے کے لئے مثال بنایا اور ابرار کی کامیابی کے لئے تکفیر سیئات کو نمونہ بنایا۔

قتال میں کفار کو خوب قتل کرو:

آیت ۴: فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا (پس جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو) اللقاء لڑائی کو کہتے ہیں۔ فَضَرْبَ الرِّقَابِ (تو ان کی گردنیں مارو) اصل اس طرح ہے۔ فاضربوا الرقاب ضربًا۔ پس تم گردنوں کو مارو مارنا۔ فعل کو حذف کر دیا اور مصدر کو شروع میں لائے۔ پس وہ اس کے قائم مقام ہو گیا۔ اور اس کی اضافت مفعول کی طرف ہے۔ تاکید کے ساتھ ساتھ اس میں اختیار بھی ملحوظ ہے۔ اس لئے کہ تم مصدر کا تذکرہ کرتے ہو اور وہ اس نصب والی حالت کے ساتھ ساتھ فعل پر دلالت کرتا ہے۔ ضرب الرقاب۔ یہ قتل کی تعبیر ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ قتل ہی کیا جائے دوسرے اعضاء نہ کاٹے جائیں۔ اور تعبیر کی وجہ یہ ہے کہ قتل انسانی عموماً گردن مارنے سے ہوتا ہے۔ اس لئے یہ تعبیر قتل کے طور پر استعمال ہوا۔ خواہ گردن کے علاوہ کسی دوسرے عضو پر کافر کو مارا جائے۔ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ (یہاں تک کہ جب تم ان کی خوب خون ریزی کر چکو) خوب قتل کر چکو۔ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ (تو

خوب مضبوط باندھ لو) پس ان کو قید کرلو۔ الوثاق یہ واؤ کے فتحہ و کسرہ دونوں سے مستعمل ہے۔اس رسی وغیرہ کو کہتے ہیں جس سے قیدی کو باندھا جائے۔مطلب یہ ہے کہ ان کے بندھن خوب مضبوط باندھو تاکہ وہ کھسک نہ جائیں۔ فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ (پھر اس کے بعد یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دو) ان کے قید کر لینے کے بعد وَاِمَّا فِدَآءً (یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا)

نحو: منًّا اور فداءً یہ دو مضمر فعلوں کی وجہ سے منصوب ہیں تقدیر کلام یہ ہے اما تمنون منا و تفدون فداء۔مطلب یہ ہے کہ کفار کو قید کرنے کے بعد تمہیں ان پر احسان کر کے چھوڑ دینا اور فدیہ لے کر چھوڑنے کا اختیار ہے۔

عندالاحناف:

اساریٰ مشرکین کا حکم قتل یا غلام بنانا ہے۔ یہ فداء و مَنّ کا حکم اس آیت سے منسوخ ہے فاقتلوا المشرکین۔ [التوبہ۔۵] کیونکہ سورۂ براءت آخر میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے۔

قول مجاہد رحمہ اللہ:

آج کل من وفداء نہیں۔اب اسلام قبول کرنا یا ضرب الرقاب ہے۔

نمبر۲۔من کا مطلب قتل نہ کرنا بلکہ غلام بنالینا۔نمبر۳۔ان پر احسان کرنا یہ ہے کہ جزیہ قبول کرنے کے لئے ان کو موقعہ دیا جائے گا۔

اور الفداء کا معنی قیدیوں سے تبادلہ ہے۔امام طحاوی رحمہ اللہ نے امام صاحب کا یہ مسلک نقل کیا۔اور صاحبین کا قول بھی یہی ہے۔مگر آپ کی طرف منسوب مشہور قول اول ہے کہ مال وغیر مال کسی چیز سے فدیہ نہ ہوگا۔تاکہ وہ دوبارہ اسلام کے خلاف نبرد آزمانہ ہوں۔

عندالشافعی رحمہ اللہ:

امام المسلمین کو اختیار ہے کہ چار میں سے کسی ایک کو بموقعہ اختیار کرے۔نمبر۱۔قتل۔نمبر۲۔غلام بنانا۔نمبر۳۔فداء باساریٰ المسلمین۔نمبر۴۔احسان سے چھوڑنا۔

حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا (جب تک کہ لڑنے والے اپنے ہتھیار نہ رکھ دیں) اوزار: بوجھ آلات ضرور یہ تلوار وغیرہ۔ایک قول: اوزار سے گناہ مراد ہیں مطلب یہ ہوا یہاں تک کہ اہل حرب حرب کو چھوڑ دیں۔وہ اپنا شرک چھوڑ کر اسلام لے آئیں۔نمبر۲۔یہاں تک کہ وہ ضرب وحرب سے لاتعلق نہ ہو جائیں۔یہاں تک کہ وہ خالی نہ رہیں اس سے کہ ان کا تعلق ضرب وحرب یا من وفداء سے ہو۔پس دونوں متعلقوں کے ساتھ شافعی رحمہ اللہ کے ہاں معنی یہ ہے وہ اس بات پر ہمیشہ رہیں گے کہ وہ مشرکین کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑنے والے نہ بنیں اور اس کی شکل یہی ہے کہ ان کی شوکت ختم ہو جائے۔

ایک قول :

یہ حکم ہے جبکہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونگے۔

عند ابی حنیفہ رحمہ اللہ:

جب ضرب وشد سے معلق کریں تو معنی یہ ہوگا۔ کہ ان سے قتال کیا جائے گا اور قید کیا جائے گا یہاں تک کہ جنس حرب بند ہو جائے۔ اور یہ اس وقت ہے جبکہ مشرکین کی شوکت ٹوٹ جائے۔

اور جب من وفداء سے معلق کریں تو مطلب اس طرح ہے ان پر احسان کیا جائے گا کہ وہ فدیہ ادا کریں یہاں تک کہ غزوۂ بدر ختم ہو۔ البتہ جو تاویل من وفداء کی ہم ذکر کر چکے وہ تاویل کی جائے۔

انتقام کفار کی صورتیں:

ذٰلِكَ (یہ) یعنی معاملہ اس طرح ہے یہ مبتدأ اور خبر ہے۔ یا یہ محل نصب میں افعلوا فعل محذوف کا مفعول ہے۔ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو ضرور ان سے انتقام لیتا) لڑائی کے بغیر بعض اسباب ہلاکت کے ساتھ ان سے انتقام لے لیتا۔ جیسے دھنسانے، زلزلے یا ایسی ہی کسی اور صورت سے۔ وَلٰكِنْ (لیکن) اس نے تمہیں قتال کا حکم دیا۔ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ (تاکہ وہ تم میں ایک دوسرے کا امتحان کرلے) یعنی مؤمنین کا کفار کے ذریعہ امتحان لے تاکہ مخلص الگ ہوں اور کفار کو مؤمنوں کے ذریعہ مٹائے۔ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جاتے ہیں)

قراءت: بصری وحفص نے اسی طرح پڑھا جبکہ دیگر قراء نے قاتلوا پڑھا۔ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کریگا)

آیت ۵: سَيَهْدِيْهِمْ (اللہ تعالیٰ ان کو مقصود تک پہنچائے گا) جنت کے راستہ کی طرف یا منکر نکیر کے درست جواب میں وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ (اور ان کی حالت درست رکھے گا) ان کے خصماء کو راضی کردے گا اور ان کے اعمال کو قبول کرے گا۔

اللہ کے دین کی مدد:

آیت ٦: وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ (اور ان کو جنت میں داخل کرے گا۔ جس کی ان کو پہچان کرائے گا)

قولِ مجاہد رحمہ اللہ :

ان کو ان کی رہائش گاہوں کا اس طرح تعارف کرائے گا کہ کسی سے وہ پوچھنے کے محتاج نہ ہونگے۔ نمبر۲۔ ان کو عرف نامی خوشبو سے خوشبو والا بنائے گا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴿۷﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا

فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۸﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ

سو انکے لئے ہلاکت ہے اور اللہ ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اس چیز کو مکروہ جانا جو اللہ نے نازل فرمائی سو اس نے ان کے اعمال کو

اَعْمَالَهُمْ ﴿۹﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ

اکارت کر دیا۔ کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے سو انہوں نے نہیں دیکھا کیسا ہوا ان کا انجام جو ان سے

قَبْلِهِمْ ۭ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۡ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ﴿۱۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ

پہلے تھے اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور کافروں کے لئے اسی قسم کی چیزیں ہیں، یہ اس وجہ سے کہ اللہ ایمان والوں کا

اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿۱۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

مولیٰ ہے اور بے شک کافروں کے لئے کوئی بھی مولیٰ نہیں، بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اللہ انہیں ایسے باغوں

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ

میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور جو لوگ کافر ہیں وہ عیش کر رہے ہیں اور اسطرح کھاتے ہیں جس طرح

الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿۱۲﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ

چوپائے کھاتے ہیں اور جہنم ان کا ٹھکانہ ہے، اور بہت سی بستیاں تھیں جنکے رہنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا یہ بستیاں آپکی بستی سے زیادہ سخت تھیں

اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ

جنہوں نے آپ کو نکال دیا، ان بستیوں کا کوئی مددگار نہ ہوا جو لوگ اپنے پروردگار کے واضح راستہ پر ہوں کیا وہ ان شخصوں کی طرح ہو سکتے ہیں

زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۴﴾

جن کی بدعملی ان کو اچھی چیز بتائی گئی اور جو نفسانی خواہشوں پر چلتے ہوں۔

آیت ۷: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ (اے ایمان والو اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے) اللہ تعالیٰ کی مدد کا مطلب اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول کی مدد۔ يَنْصُرْكُمْ (وہ تمہاری مدد کرے گا) تمہارے دشمنوں کے خلاف اور تمہیں فتح دے گا۔

وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (اور تمہارے قدم جمادے گا) لڑائی کے مواقع پر یا اسلام کی راہ پر۔

آیت ۸: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اور جو لوگ کافر ہیں) نحو: یہ ابتداء کی وجہ سے موضع رفع میں ہے۔ اور خبر فَتَعْسًا لَّهُمْ (ان کے لئے تباہی ہے) وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ (اور اللہ ان کے اعمال کو ضائع کردے گا) اس کا عطف اسی فعل پر ہے جس نے تعسًا کو نصب دیا ہے کیونکہ معنی اس طرح ہے۔ پس فرمایا ان کے لئے ہلاکت ہے۔ التعس۔ ٹھوکر کھانا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

دنیا میں اس سے مراد قتل اور آخرت میں آگ میں گرنا۔

آیت ۹: ذٰلِكَ (یہ) یعنی گمراہی و تباہی بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (اس سبب سے ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام کو ناپسند کیا) ما انزل اللّٰه سے قرآن مراد ہے۔ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ (پس اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو ضائع کردیا)

آیت ۱۰: اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ (کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں) یعنی آپ کی امت کے کافر فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (اور انہوں نے دیکھا نہیں کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ ان کا انجام کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر کیسی تباہی ڈالی) کہ ان کو استیصال والا عذاب بھیج کر ہلاک کردیا۔ وَلِلْكٰفِرِيْنَ (اور ان کافروں کے لئے بھی) مشرکین قریش کے لیے اَمْثَالُهَا (اس جیسے معاملات ہونے کو ہیں) ان ہلاک شدہ لوگوں کی مثل کیونکہ تہس نہس کرنا اس پر دلالت کر رہا ہے۔

کارسازی کی جہتیں:

آیت ۱۱: ذٰلِكَ (یہ) یعنی مؤمنوں کی مدد اور کفار کی بدانجامی بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا کارساز ہے) کارساز و مددگار وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ (اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں) ان کا کوئی مددگار نہیں اللہ تعالیٰ موجد ہونے کی وجہ سے بندے کا کارساز ہے۔ اس کو بندے میں تصرف کا پورا اختیار ہے۔ اور مدد کا مالک ہے پس موجد و متصرف ہونے کی جہت سے تو وہ مؤمنوں اور کافروں کا کارساز ہے اور جہت نصرت کے لحاظ سے صرف مؤمنوں کا خاص طور پر کارساز ہے۔

ایمان والوں اور کفار کے انجام کا تقابل:

آیت ۱۲: اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے اعمال کئے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور جو لوگ کافر ہیں وہ عیش کر رہے ہیں) اور دنیا کی زندگی کے سامان سے چند دنوں نفع اٹھا رہے ہیں۔ وَيَاْكُلُوْنَ (اور وہ اس طرح کھاتے ہیں) جو بلاسوچ و فکر انجام محض غفلت سے ہے۔ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ (جیسے چوپائے کھاتے ہیں) اپنی چراگاہوں

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِیْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ

جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں ایسے پانی کی ہیں جن میں ذرا تغیر نہ ہوگا اور بہت سی نہریں

مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ۬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ

دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا، اور بہت سی نہریں شراب کی ہیں جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوگی ، اور بہت سی نہریں

عَسَلٍ مُّصَفًّی ؕ وَلَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ

شہد کی ہیں جو بالکل صاف ہوگا۔ اور انکے لئے وہاں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے بخشش ہوگی، کیا ایسے لوگ ان جیسے ہوسکتے ہیں

هُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾

جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کھولتا ہوا پانی انکو پلایا جائے گا۔ سو وہ ان کی انتڑیوں کے ٹکڑے کر ڈالے گا۔

اور علف زاروں میں بغیر اس بات کو سوچے وسمجھے کہ ان کو اس کے بعد نحر و ذبح ہونا ہوگا۔ وَالنَّارُ مَثْوًی لَّهُمْ (اور جہنم ان لوگوں کا ٹھکانہ ہے) منزل ومقام ہے۔

آیت ۱۳: وَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ (اور بہت سی بستیاں ایسی تھیں) کم من قریة یہ کثرت کو بیان کرنے کیلئے ہے۔ قریہ سے اہل قریہ مراد ہیں اسی لئے فرمایا : اَهْلَكْنٰهُمْ هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْیَتِكَ الَّتِیْ اَخْرَجَتْكَ (ہم نے ان کو ہلاک کر دیا جو قوت میں اس بستی سے بڑھی ہوئی تھیں۔ جس کے رہنے والوں نے آپ کو گھر سے بے گھر کیا) مطلب یہ ہے بہت سی بستیاں تیری قوم سے جنہوں نے آپ کو نکالا زیادہ طاقتور تھیں۔ اخرجتك کا مطلب آپ کے مکہ سے نکلنے کا سبب بنے۔ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ (ہم نے ان کو ہلاک کر دیا ان کا کوئی مددگار نہ ہوا) ان کے لئے کوئی ایسا نہ ہوا جو ان سے عذاب کو روک لیتا اور ان کی مدد کرتا۔

آیت ۱۴: اَفَمَنْ كَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (تو جو لوگ اپنے رب کے واضح راستہ پر ہوں) کیا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت و برہان پر ہو۔ اور وہ برہان قرآن معجزہ اور دیگر معجزات رسول ہے۔ مَنْ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ كَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ (کیا وہ اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے۔ جس کی بدعملی اس کو مستحسن معلوم ہو) اس سے مراد اہل مکہ ہیں جن کے لئے شیطان نے ان کے شرک اور اللہ اور اس کے رسول کی عداوت کو مزین کر دیا تھا۔ سوء عمله کی ضمیر واحد مَن کے لفظ کا لحاظ کر کے لائے اور وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ کی ضمائر جمع من کے معنی کا لحاظ کر کے لائے۔

جنت کا حال:

آیت ۱۵: مَثَلُ الْجَنَّةِ (جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے) الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ (اس کی کیفیت یعنی عجیب شان یہ

ہے کہ) متقی سے مراد شرک سے بچنے والا ہے۔ فِيهَآ اَنْهٰرٌ (اس جنت میں نہریں تو ایسے پانی کی ہیں) نحو: نمبرا۔ یہ صلہ کے حکم میں داخل ہے اور اس کے لئے تکریر کی مانند ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے تم کہتے ہو التی فيها انهار۔ یہ کہنا صحیح ہے۔ اسی طرح بلا صلہ اس کے معاد لانا یہی حکم رکھتا ہے۔ نمبر۲۔ یا یہ حال ہے مستقرة فيها انهار۔ اس حال میں کہ نہریں اس میں قرار پکڑنے والی ہیں۔ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ (ایسے پانی کی جن میں ذرا تغیر نہ ہوگا) نہ رنگ بدلے نہ بو نہ ذائقہ۔ عرب کہتے ہیں اسن الماء۔ جبکہ اس کا ذائقہ اور بُو بدلے۔

قراءت: مکی نے اَسِنٍ پڑھا۔

وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ (اور بہت سی نہریں دودھ کی جن کا ذائقہ نہ تبدیل ہو) جیسا کہ دُنیا کے دودھ کھٹے ہو جاتے ہیں۔

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ (اور بہت سی نہریں شراب کی جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوں) لذة یہ لَذٌّ کی مؤنث ہے اور وہ لذیذ کو کہتے ہیں۔ للشاربين بڑھا کر بتلایا کہ وہ خالص لذت ہی ہے۔ اس شراب میں نہ خمار نہ سرگرانی نہ عقل کا اڑنا اور نہ ہی شراب دنیا کی شراب والی کوئی خرابی۔ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى (اور بہت سی نہریں شہد کی جو بالکل صاف ہوگا) وہ شہد مکھی کے پیٹ سے نکل کر آنے والا نہ ہوگا کہ اس میں موم کی ملاوٹ ہو اور اسی طرح کی دیگر ملاوٹیں نہ ہونگی۔ وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ (اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے پھل ہونگے اور ان کے رب کی طرف سے بخشش ہوگی)

نحو: مثل مبتدا اور اس کی خبر کمن هو خالدٌ ...... ہے۔

كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا (کیا ایسے لوگ ان جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کھولتا ہوا پانی ان کو دیا جائے گا) حميمًا انتہائی گرم۔ فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ (پس وہ ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا) تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ أمثل الجنة كمثل جزاء من هو خالد في النار؟ یہ کلام اثبات کی صورت میں ہے۔ اور اس کا معنی نفی ہے۔ کیونکہ یہ ایسے کلام کے حکم پر مشتمل ہے جو صرف انکار پر مشتمل ہو اور اس کی جگہ میں داخل ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے افمن كان على بينة من ربه كمن زين له سوء عمله [محمد۔۱۴]

حرف انکار کے حذف کا فائدہ:

یہ ہے کہ اس شخص کے مجادلہ اور مکابرہ کی تصویر کھینچی گئی جو دلیل حق کے پیرو اور خواہش پرست میں برابری پر اصرار کرنے والا ہے وہ گویا اس شخص کی طرح ہے جو جاری نہروں والی جنت اور گرم پانیوں والی جہنم میں برابری کا مدعی ہو۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ لوگ آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو اہل علم سے کہتے ہیں

مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۫ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾

کہ حضرت نے ابھی کیا بات فرمائی تھی؟ یہ وہ لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ

اور جو لوگ صحیح راہ پر ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور ان کو انکے تقویٰ کی توفیق دیتا ہے سو یہ لوگ بس قیامت کے منتظر ہیں

اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾

کہ وہ اس پر دفعتہً آپڑے، سو اسکی علامتیں تو آچکی ہیں سو جب قیامت انکے سامنے آکھڑی ہوئی اس وقت انکو سمجھنا کہاں میسر ہوگا؟

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۗ وَاللّٰهُ

تو آپ اس کا یقین رکھئے کہ بجز اللہ کے اور کوئی لائق عبادت نہیں اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیے اور سب مسلمان مردوں اور سب عورتوں کیلئے بھی اور اللہ

يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ ع

تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی خبر رکھتا ہے

آیت ۱۶: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ (اور بعض آدمی ایسے ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں یہاں تک کہ جب) عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا (وہ لوگ آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں۔ تو دوسرے اہل علم سے کہتے ہیں۔ کہ حضرت نے ابھی کیا بات فرمائی تھی) یہ منافقین تھے جو مجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر آپ کا کلام تو سنتے مگر اس کی طرف پوری توجہ نہ کرتے تھے۔ اور سستی کرتے ہوئے اس کی کوئی پرواہ نہ کرتے۔ جب آپ کی مجلس سے نکل جاتے تو اہل علم صحابہ سے مل کر کہتے۔ کہ آپ نے اس وقت کیا فرمایا۔ اور یہ بات بطور استہزاء کہتے تھے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ (یہ وہ لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے۔ اور یہ اپنی نفسانی خواہشات پر چلتے ہیں)

آیت ۱۷: وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا (اور وہ لوگ جو ہدایت پر ہیں) ایمان لا کر اور قرآن مجید سن کر۔ زَادَهُمْ (اللہ تعالیٰ نے بڑھا دیا) هُدًى (ان کی ہدایت کو)۔ علم و بصیرت یا شرح صدر کو۔ وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ (اور ان کو ان کے تقویٰ کی توفیق دیتا ہے) تقویٰ پر ان کی اعانت فرمائی یا ان کو ان کے تقویٰ کا بدلہ دیا یا ان کے سامنے تقویٰ کی حقیقت کھول دی جس سے تقویٰ پر ان کا چلنا آسان

ہو گیا۔

آیت ۱۸: فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ (پس یہ لوگ تو قیامت کے منتظر ہیں) وہ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں۔ اَنْ تَاْتِيَهُمْ (کہ وہ ان کے اوپر آپڑے) یہ مصدر معنی اتیان میں ہے۔ یہ ساعت سے بدل الاشتمال ہے۔ بَغْتَةً (اچانک)

علاماتِ قیامت:

فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا (پس اس کی علامات تو آ چکی ہیں) شرط علامت کو کہتے ہیں اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ ہے۔ اور اسی طرح چاند کا پھٹنا' دھوئیں کا ظہور۔

ایک قول یہ بھی ہے:

قطع رحمی' شرفاء کی کمی' کمینوں کی بھیڑ۔

فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ (پس جب قیامت ان کے سامنے آ کھڑی ہو گی تو اس وقت ان کو سمجھنا کہاں میسر آئے گا)۔

قولِ اخفش:

تقدیر عبارت یہ ہے۔ فانی لهم ذکرا هم اذا جاء تهم۔ ان کے یاد آنے کا فائدہ کیا ہو گا جبکہ وہ ان کے پاس آن پہنچے گی۔

علم وحدانیت پر قائم رہیں:

آیت ۱۹: فَاعْلَمْ اَنَّهٗ (تو آپ اس کا یقین رکھیے تحقیق شان یہ ہے) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی لائق عبادت نہیں اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کے لئے بھی) معنی یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا جو علم آپ کو دیا گیا اس پر قائم رہیں اور تواضع پر ثابت قدمی دکھائیں اور استغفار کے ساتھ اپنے ذنب اور جو آپ کے دین پر ہوں ان کے ذنوب کو مٹاتے رہیے۔

شرح التاویلات:

جائز ہے کہ آپ کا ذنب ہو اس لئے استغفار کا حکم دیا گیا لیکن ہم نہیں جانتے سوائے اس بات کے کہ انبیاء کا ذنب ترک افضل ہے۔ نہ کہ کسی قبیح کا ارتکاب اور ہمارے گناہ تو قبائح کے ارتکاب سے ہیں خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ۔

فاء کا فائدہ:

ان آیات میں فاؤں کا آنا اس لئے ہے کہ عطف جملہ علی الجملہ ہو جن کے مابین اتصال ہے۔

اللہ تمہاری تمام حالتوں سے واقف ہے:

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے چلنے پھرنے کی خبر رکھتا ہے) تمہارے معیشت اور تجارت کے سلسلے میں ادھر ادھر جانے کو جانتا ہے۔ وَمَثْوٰىكُمْ (اور تمہارے رہنے سہنے کو) اپنے مکانات میں جہاں تم ٹھہرتے ہو۔ نمبر۲۔ یا زندگی میں مختلف حالتوں میں پلٹنا (بچپن سے بڑھاپا) اور مثوکم سے قبور میں رہائش پذیر ہونا۔

نمبر۳۔ اعمال کرنے میں تگ ودو کرنا (یہ تقلب فی الاعمال ہے) اور مثواکم سے جنت یا دوزخ میں قیام۔ اور ایسی ذات اس لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اس سے تقویٰ اختیار کیا جائے اور اس سے مغفرت مانگی جائے۔

سفیان بن عیینہ کا قول:

سفیان سے کسی نے علم کی فضیلت دریافت کی تو کہنے لگے۔ کیا تم نے ارشاد الٰہی نہیں سنا۔ فاعلم انه لا الٰه الا اللّٰه واستغفر لذنبك۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں علم کے بعد عمل کا حکم دیا۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا

اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی سورت کیوں نہ نازل ہوئی سو جس وقت کوئی محکم سورت نازل ہوتی ہے اور اس میں

الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ

جہاد کا ذکر ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت کی

مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۝۲۰ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۟ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۟ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ

بے ہوشی طاری ہوگئی ہو، سو عنقریب ان کی کم بختی آنے والی ہے۔ ان کی اطاعت اور بات چیت معلوم ہے، پھر جب مضبوطی کے ساتھ حکم آ گیا تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچا عہد کرتے

لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۝۲۱ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا

تو ان کیلئے بہت ہی بہتر ہوتا۔ سو اگر تم والی بن جاؤ تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ دنیا میں فساد مچاؤ اور آپس میں

اَرْحَامَكُمْ ۝۲۲ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۝۲۳ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ

قطع رحمی کر دو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا پھر ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ سو کیا یہ لوگ

الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝۲۴

قرآن میں غور نہیں کرتے یا دلوں پر ان کے قفل ہیں۔

آیت ۲۰: وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ (اور جو ایمان والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی سورت کیوں نہ نازل ہوئی) جس میں جہاد کا ذکر ہوتا۔ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ (پس جس وقت کوئی سورت اتاری جاتی ہے۔ جو جہاد کو بیان کرتی ہے۔ مُّحْكَمَةٌ (صاف صاف) واضح جس میں کسی اور وجہ کا احتمال نہیں بلکہ صرف جہاد کا وجوب ظاہر ہوتا ہے۔

قولِ قتادہ رحمہ اللہ!

ہر سورت جس میں جہاد کا ذکر ہے وہ سورۂ محکمہ ہے اس لئے کہ اس پر نسخ وارد نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے نزول سے پہلے جو صلح اور ملاپ کا حکم دیا گیا تھا وہ سب حکم جہاد سے منسوخ ہونے والا ہے حکم جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

منافقین کی آنکھیں بزدلی سے پتھرانے والی ہیں:

وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ (اور اس میں جہاد کا بھی ذکر ہوتا ہے) جہاد کا حکم دیا جاتا ہے۔ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (تو جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں) مرض سے منافقت مراد ہے۔ منافقین کو دیکھیں گے کہ وہ

اکتاہٹ محسوس کرتے ہیں۔یَنۡظُرُوۡنَ اِلَیۡكَ نَظَرَ الۡمَغۡشِیِّ عَلَیۡهِ مِنَ الۡمَوۡتِ (کہ وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں۔ جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو) ان کی آنکھیں بزدلی اور گھبراہٹ سے پتھرائیں گی جیسا سکرات موت کا مبتلا ہوتا ہے۔فَاَوۡلٰی لَهُمۡ (پس عنقریب ان کی کم بختی آنے والی ہے) یہ وعید ہے۔اس کا معنی یہ ہے ان کے لئے ہلاکت ہو۔یہ الوَلْی سے اسم تفضیل ہے۔ اور ولی قریب کو کہتے ہیں اس میں ان کو بددعا دی گئی کہ ان کی بدبختی ان کے سر پر کھڑی ہے۔

آیت ۲۱: طَاعَةٌ وَّقَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ (ان کی اطاعت اور بات چیت معلوم ہے) نحو: یہ جملہ مستانفہ ہے۔تقدیر کلام یہ ہے۔ طاعة و قول معروف خیرٌ لهم۔ فَاِذَا عَزَمَ الۡاَمۡرُ (پھر جب سارا کام تیار ہی ہو جاتا ہے) جب معاملہ حقیقت بن کر سامنے آجاتا ہے اور لڑائی ان پر لازم ہو جاتی ہے۔ فَلَوۡ صَدَقُوا اللّٰهَ (تو اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے سچے رہتے) ایمان اور اطاعت میں۔لَكَانَ (تو یہ بچ) خَیۡرًا لَّهُمۡ (ان کے لئے بہت بہتر رہتا) جہاد سے نفرت کی بنسبت۔

آیت ۲۲: پھر انداز غائب سے خطاب کی طرف پھیر دیا تاکہ اس سے توبیخ وترہیب ہو۔فرمایا فَهَلۡ عَسَیۡتُمۡ اِنۡ تَوَلَّیۡتُمۡ اَنۡ تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَتُقَطِّعُوۡۤا اَرۡحَامَكُمۡ (پس اگر تم کنارہ کش رہو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ تم دنیا میں فساد مچا دو۔اور آپس میں قطع قرابت کرو) شاید کہ اگر تم دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی سنت سے منہ موڑ لو تو تم اسی جاہلیت کی طرف لوٹ جاؤ گے جس میں لوٹ مار اور زمین میں فساد پھیلانا اور قطع ارحام جبکہ اپنے ہی بعض اقارب سے لڑ پڑو اور بچیوں کو زندہ درگور کرنے کی طرف لوٹو گے۔

نحو : ان تفسدوا یہ عسٰی کی خبر ہے۔اور شرط اسم وخبر کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔تقدیر کلام اس طرح ہے فهل عسیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم، ان تولیتم۔

آیت ۲۳: اُولٰٓئِكَ (یہ) اس میں مذکورہ بالا لوگوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ الَّذِیۡنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ (وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے) لعنت۔رحمت سے ان کو دور کر دیا ہے۔ فَاَصَمَّهُمۡ (پھر ان کو بہرا کر دیا) نصیحت کو غور سے سننے سے۔ وَاَعۡمٰۤی اَبۡصَارَهُمۡ (اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا) کہ ہدایت کا راستہ دیکھیں۔

کفار کے قلوب پر قفل لگ چکے:

آیت ۲۴: اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ (تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے) تاکہ یہ اس کے مواعظ ونصائح اور زواجر کو پہچانتے۔اس میں نافرمانوں کے لئے وعید ہے تاکہ وہ معاصی کی طرف جسارت سے باز رہیں۔ اَمۡ عَلٰی قُلُوۡبٍ اَقۡفَالُهَا (یا دلوں پر قفل لگ رہے ہیں) ام۔یہ بل کے معنی میں ہے اور ہمزہ تقریری ہے۔ان کے بارے میں یہ ثابت کرنے کے لئے لائے کہ ان کے دل مقفل ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ذکر ان تک نہیں پہنچتا۔قلوب نکرہ لائے کیونکہ مراد یہ ہے۔ایسے سخت دلوں پر جن کا معاملہ مبہم ہے۔مراد بعض دل ہیں۔اور وہ قلوب منافقین ہیں۔اقفال کی اضافت ونسبت قلوب کی طرف کی گئی ہے کیونکہ اس سے وہ قفل مراد ہیں جو دلوں کے ساتھ خاص ہیں اور وہ کفر کے قفل ہیں جو بند ہو چکے وہ کھلتے نہیں جیسا رین ختم اور طبع ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ

بے شک جو لوگ پشت پھیر کر پلٹ گئے اس کے بعد کہ ان کے لئے ہدایت ظاہر ہوگئی تھی شیطان نے ان کے سامنے

لَهُمْ ۭ وَاَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ

مزین کر دیا اور انہیں تا خیر والی باتیں سمجھا دیں، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے ان لوگوں سے کہا جنہوں نے اللہ کے نازل کیے ہوئے فرمان کو ناپسند کیا کہ ہم بعض کاموں میں تمہاری

الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ

اطاعت کریں گے، اور اللہ ان کے خفیہ باتیں کرنے کو جانتا ہے، سو ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی جانوں کو قبض کرتے ہوئے انکے چہروں اور ان کی

وَاَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾

پشتوں پر مار رہے ہوں گے یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اس چیز کا اتباع کیا جس نے اللہ کو ناراض کیا اور انہوں نے اللہ کی رضا کو ناپسند کیا تو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا۔

ع ۷

آیت ۲۵: اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى (جو لوگ پشت پھیر کر ہٹ گئے۔ بعد اس کے کہ سیدھا راستہ ان کو صاف معلوم ہو گیا)۔ یعنی منافقین حق کے واضح ہو جانے کے باوجود خفیہ طور پر کفر کی طرف پھر گئے۔ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَ اَمْلٰى لَهُمْ (شیطان نے ان کو چکمہ دیا اور ان کو دور کی امید دلائی) سوّل۔ زین اور املی۔ امیدیں اور لمبی تمنائیں کرنا۔

قراءت: ابوعمرو نے وُ اُملِیَ پڑھا ہے یعنی ان کو مہلت دی گئی اور ان کی عمر دراز کی گئی۔

آیت ۲۶: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ (یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام ناپسند کرتے تھے۔ یہ کہا) منافقین نے یہود کو جا کر کہا۔ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ (بعض باتوں میں ہم تمہارا کہنا مان لیں گے) مثلاً یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت اور ان کی معاونت سے گریز۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ (اللہ تعالیٰ ان کی خفیہ باتیں کرنے کو جانتا ہے) اسرار۔ یہ اسرّ کا مصدر ہے۔

قراءت: حمزہ، علی، حفص نے اسی طرح پڑھا۔ دیگر قراء نے اَسْرَارَهُمْ جمع سِرٌّ پڑھا ہے۔

آیت ۲۷: فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (پس ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی جان قبض کرتے ہونگے) یعنی وہ اس وقت کیا کریں گے؟ ان کا کیا حیلہ ہوگا؟ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ (اور ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے جاتے ہونگے)

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ

کیا ان لوگوں نے خیال کیا ہے جن کو دلوں میں مرض ہے کہ اللہ انکے کینوں کو نہ نکالے گا، اور اگر ہم چاہتے

لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾

تو آپ کو انہیں دکھادیتے، سو آپ انہیں ان کی نشانی سے پہچان لیتے اور آپ انہیں ضرور بالضرور بات کرنے کے ڈھنگ سے پہچان لیں گے، اور اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے،

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾

اور بلاشبہ ہم ضرور تم کو آزمائیں گے تاکہ ہم تم میں سے مجاہدین کو اور صبر کرنیوالوں کو جان لیں اور تاکہ ہم تمہارے اعمال کو جانچ لیں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

جو شخص معصیت پر مرتا ہے تو فرشتے اس کے چہرے اور پشت پر مارتے ہیں۔

آیت ۲۸: ذٰلِكَ (یہ) اس سے توفی موصوف کی طرف اشارہ ہے۔ بِاَنَّهُمْ باء سببیہ ہے۔ (اس وجہ سے کہ انہوں نے) اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ (اس چیز کی اتباع کی جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو لازم کرنے والی تھی) یعنی کفار کی معاونت۔ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ (اور اسکی رضامندی سے نفرت کی) یعنی ایمان والوں کی امداد و معاونت۔ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ (اسلئے اللہ تعالیٰ نے انکے اعمال کو کالعدم کر دیا)

آیت ۲۹: اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ (جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے۔ کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان کے دلوں کی عداوتوں کو ظاہر نہ کریں گے) اضغان: کینے۔ مطلب یہ ہے منافقین نے یہ گمان کر لیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بغض و عداوت کو مؤمنین کے سامنے ظاہر نہ کریں گے۔

آیت ۳۰: وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ (اگر ہم چاہتے تو ہم آپ کو ان کا پورا پتہ بتادیتے) ہم ان کے بارے میں آپ کی راہنمائی کر دیتے اور آپ کو ان کی پہچان کرادیتے۔ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ (پس آپ ان کو ان کے حلیہ سے پہچان لیتے) سیما: علامت۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کی ایسی علامت ذکر کرتے جس سے وہ معلوم ہو جاتے۔

قولِ انس رضی اللہ عنہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس آیت کے بعد کوئی منافق مخفی نہ رہا۔ آپ ان کو ان کی علامات سے پہچانتے تھے۔

وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ (آپ ان کو طرز کلام سے ضرور پہچان لیں گے) کلام کے اندر خوبصورت انداز و طرز سے۔ کیونکہ وہ اپنے دلوں کے اندر کی بات کو چھپانے کی قدرت نہ رکھتے تھے۔

جب اس آیت کو پڑھتے تو رو دیتے اور کہتے: اللھم لا تبلنا۔ اے اللہ تو ہمیں نہ آزما اگر تو نے ہمیں آزمایا تو تو نے ہمیں رسوا کر دیا اور ہماری عزتوں پر پڑے پردوں کو چاک کر دیا اور ہمیں سزا میں ڈال دیا۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی اس کے بعد

تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

کہ انکے لئے ہدایت ظاہر ہوگئی یہ لوگ اللہ کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور وہ عنقریب ان کے اعمال کو اکارت کر دے گا، اے ایمان

آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا

والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو، بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ﴿٣٤﴾ فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا

سے روکا پھر وہ اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے تو ہرگز اللہ ان کی مغفرت نہ فرمائے گا، سو تم سست نہ بنو اور صلح کی طرف

إِلَى السَّلْمِ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٥﴾

مت بلاؤ اور تم غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا۔

اور فلعرفتهم کی لام یہ لو کے جواب میں آئی ہے۔ جیسا کہ لا رینکھم میں ہے معطوف میں دوبارہ لائے۔ البتہ ولتعرفنّهم کی لام یہ قسم محذوف کے جواب میں نون ثقیلہ کے ساتھ مل کر آرہی ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ (اور اللہ تعالیٰ تم سب کے اعمال کو جانتا ہے) پس وہ اعمال میں سے خیر وشر کو الگ کرتا اور کرتا رہے گا۔

آزمائش برائے ظہور:

آیت ۳۱: وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ (اور ضرور تمہاری آزمائش کریں گے) قتال کے ذریعہ تمہارے سامنے ظاہر کرنے کے لئے نہ کہ تمہارے متعلق معلومات لینے کیلئے (کیونکہ ہم تو علام الغیوب ہیں) نمبر ۲۔ ہم تم سے ایسا معاملہ کریں گے۔ جیسا امتحان لینے والا معاملہ کرتا ہے تاکہ اظہارِ عدل میں بلیغ تر ہو۔ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ (تاکہ ہم ان لوگوں کو معلوم کرلیں جو تم میں سے جہاد کرنے والے اور جو ثابت قدم رہنے والے ہیں) یعنی جہاد پر ثابت قدم یعنی اس کا ہونا جان لیں جس کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ وہ عنقریب پیش آئے گا۔ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ (اور تمہاری حالتوں کی جانچ کرلیں) اخبار سے مراد یہاں مخفی حالات ہیں۔

قراءت: ابوبکر نے لیبلونکم حتی یعلم اور یبلو پڑھا ہے۔

آپ کو پہچاننے کے باوجود کفار کی معاونت کی:

آیت ۳۲: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ (بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی) اور اس سے دشمنی اختیار کی یعنی بدر کے دن کھانا کھلانے والے تھے۔ اور یہ گزر چکا ہے۔ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى (اس کے بعد کہ ان کو رستہ نظر آ چکا تھا) اس کے بعد کہ ان کے سامنے آپ کی حقانیت ظاہر ہو گئی تھی اور آپ کا رسول اللہ ہونا پہچان چکے تھے۔ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ (یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مٹا دے گا) جو اعمال انہوں نے مخالفتِ رسول میں کیے۔ ان کو اس طرح مٹایا جائے گا کہ اس سے ان کی اغراض پوری نہ ہو سکیں گی۔

آیت ۳۳: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل مت کرو) منافقت یا ریاکاری سے۔

آیت ۳۴: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (بیشک جو لوگ کافر ہو گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رستہ سے روکا پھر وہ کافر ہی رہ کر مر گئے پس اللہ تعالیٰ ان کو کبھی نہ بخشے گا)

ایک قول :

قلیب بدر والے لوگ مراد ہیں۔ اور ظاہر آیت عموم کو چاہتی ہے۔

آیت ۳۵: فَلَا تَهِنُوْا (اور تم ہمت مت ہارو!) اور تم کمزوری مت دکھاؤ اور دشمن کے سامنے جھکو مت۔ وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ (اور صلح کی طرف مت بلاؤ)

قراءات: حمزہ، ابوبکر، ابوعمرو نے السِلْم پڑھا اور دونوں کا معنی مسالمت ہے مطلب یہ ہے کہ کفار کو صلح کی دعوت مت دو۔

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ (اور تم ہی غالب ہو گے) ضرور غالب ہو گے۔ تدعوا۔ یہ مجزوم ہے کیونکہ حکم نہی میں داخل ہے۔ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہیں) مدد سے یعنی وہ تمہارا حامی و ناصر ہے۔ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ (وہ تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا) یعنی تمہارے اعمال کا بدلہ کم نہ کرے گا۔

اِنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّلَهۡوٌ ؕ وَاِنۡ تُؤۡمِنُوۡا وَتَتَّقُوۡا یُؤۡتِکُمۡ اُجُوۡرَکُمۡ وَلَا یَسۡـَٔلۡکُمۡ

دنیا والی زندگی بس لہو ولعب ہے اور اگر تم ایمان پر جمے رہے اور تم نے تقویٰ اختیار کیا تو وہ تمہیں تمہارے اجور عطا فرما دے گا اور وہ تم سے تمہارے مال طلب نہ

اَمۡوَالَکُمۡ ﴿۳۶﴾ اِنۡ یَّسۡـَٔلۡکُمُوۡهَا فَیُحۡفِکُمۡ تَبۡخَلُوۡا وَیُخۡرِجۡ اَضۡغَانَکُمۡ ﴿۳۷﴾ هٰۤاَنۡتُمۡ هٰۤؤُلَآءِ تُدۡعَوۡنَ

فرمائے گا اگر وہ تم سے مال طلب کرے پھر انتہاء درجہ تک طلب فرمائے تو تم بخل کرنے لگو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی ناگواری کو ظاہر فرما دے گا، خبردار تمہیں اللہ کی راہ میں

لِتُنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنۡکُمۡ مَّنۡ یَّبۡخَلُ ۚ وَمَنۡ یَّبۡخَلۡ فَاِنَّمَا یَبۡخَلُ عَنۡ نَّفۡسِهٖ ؕ

خرچ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے سو تم میں سے بعض لوگ بخل کرتے ہیں اور جو شخص بخل کرتا ہے تو وہ اپنی جان کی طرف سے بخل کرتا ہے

وَاللّٰهُ الۡغَنِیُّ وَاَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ ۚ وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ ۙ ثُمَّ لَا یَکُوۡنُوۡۤا

اور اللہ غنی ہے تم محتاج ہو، اور اگر تم روگردانی کرو گے تو اللہ تمہارے بدلہ دوسری قوم کو لے آئے گا پھر وہ تمہارے جیسے

اَمۡثَالَکُمۡ ﴿۳۸﴾

نہ ہوں گے۔

آیت ۳۶: اِنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّلَهۡوٌ (اور یہ دنیوی زندگی تو محض ایک لہو ولعب ہے) بہت قلیل مدت میں منقطع ہو جاتی ہے۔ وَاِنۡ تُؤۡمِنُوۡا (اور اگر تم ایمان لاؤ) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر۔ وَتَتَّقُوۡا (اور تقویٰ اختیار کرو) یعنی شرک سے بچو۔ یُؤۡتِکُمۡ اُجُوۡرَکُمۡ (تو تم کو تمہارا اجر عطا کریگا) تمہارے ایمان وتقویٰ کا اجر۔ وَلَا یَسۡـَٔلۡکُمۡ اَمۡوَالَکُمۡ (وہ تم سے تمہارے مال طلب نہیں کریگا) وہ تمام مال کا مطالبہ نہ کرے گا۔ بلکہ چالیسواں حصہ ہوگا۔ لا یسئل کا فاعل اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

قولِ سفیان بن عیینہ:

بہت میں سے تھوڑا سا (غیضًا من فیض)

آیت ۳۷: اِنۡ یَّسۡـَٔلۡکُمُوۡهَا فَیُحۡفِکُمۡ (اگر تم سے تمہارے مال طلب کرے پھر انتہاء درجہ تک تم سے طلب کرتا رہے) وہ تم کو مشقت میں ڈال دے اور سارے مال کو طلب کرے۔ الاحفاء: کسی چیز میں مبالغہ اور اس کی غایت تک پہنچنا۔ عرب کہتے ہیں۔ احفاہ فی المسالۃ۔ جبکہ اصرار کا کوئی رخ نہ چھوڑے اور احفی شاربہ۔ جبکہ وہ ان کو جڑ سے منڈوائے۔ تَبۡخَلُوۡا وَیُخۡرِجۡ (تو تم بخل کرنے لگو اور وہ نکال دے) یعنی اللہ تعالیٰ یا بخل۔ اَضۡغَانَکُمۡ (تمہاری ناگواری کو) جب کہ تم اس دینے سے رک جاؤ۔ یا وہ تم سے تمام مال کا سوال کرے کیونکہ مال کا مطالبہ کرنے کے وقت عداوت وکینہ ظاہر ہوتا ہے۔

آیت ۳۸: هٰٓاَنْتُمْ هاء تنبیہ کے لئے ہے۔ هٰٓؤُلَآءِ یہ موصول الذین کے معنی میں ہے۔ اس کا صلہ تُدْعَوْنَ ہے یعنی ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ تم کو بلایا جاتا ہے۔ یعنی تم ہی وہ لوگ ہو جن کو بلایا جاتا ہے۔ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو) اس سے مراد غزوہ یا زکوٰۃ کے سلسلہ میں خرچ کرنا ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ الدلیل علی انہ لو احفاکم لبخلتم و کرهتم العطاء اس بات کی دلیل کہ اگر وہ تمام کے خرچ کا حکم دیتا تو تم بخل کرتے اور عطاء کو ناپسند کرتے۔ تمہیں صرف چالیسواں حصہ دینے کا کہا گیا۔ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ (بعض تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں) يَّبْخَلُ۔ یہ ضمہ کے ساتھ ہے کیونکہ یہ مَنْ شرطیہ نہیں ہے۔ یعنی بعض لوگ تم میں سے بخل کریں گے۔ وَمَنْ يَّبْخَلْ (جو شخص بخل کرتا ہے) صدقہ اور ادائے فریضہ میں فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ (تو وہ خود اپنے سے بخل کرتا ہے) یعنی وہ داعیہ نفس سے بخل کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بخل کا حکم دینے والے نہیں۔

ایک قول یہ ہے:

یبخل علی نفسه کہا جاتا ہے بخلت علیہ و عنہ۔

اللہ بے نیاز تم حاجت مند ہو:

وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (اور اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں اور تم سب محتاج ہو) وہ اس بات کا حکم نہیں دیتے کیوں اس کی ضرورت ہے اور خود ذات باری تعالیٰ تو حاجات سے بے نیاز ہے لیکن تمہیں مال کی حاجت اور ثواب کی بھی حاجت۔ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا (اور اگر تم روگردانی کروگے) اے اہل عرب اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے اعراض کروگے اور اس کی راہ میں خرچ سے منہ موڑوگے۔ اس کا عطف ان تؤمنوا و تتقوا پر ہے۔

يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ (اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کر دے گا) وہ ایسی قوم پیدا کرے گا جو تم سے بہتر اور زیادہ مطیع ہوگی اور وہ اہل فارس ہیں۔

قوم کی مراد:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قوم کے بارے میں سوال کیا گیا۔ اس وقت حضرت سلمان رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ آپ نے ان کے ران پر ہاتھ مار کر فرمایا۔ یہ اور اس کی قوم۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے۔ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر ایمان ثریا کے پاس بلند ہو جائے تو فارس کے کچھ لوگ اس کو لے لیں گے۔ (رواہ احمد ۲/۴۱۷۔ بخاری ۴۸۹۸ مسلم۔ ۲۵۴۶)

ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ (پھر وہ تم جیسے نہ ہونگے) پھر وہ اطاعت میں تم جیسے نہ ہونگے بلکہ وہ تم سے زیادہ اطاعت کرنے والے ہونگے۔

الحمد للہ کہ سورہ محمد کا تفسیری ترجمہ پایہ تکمیل کو پہنچا

سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الفتح مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں ۲۹ آیات اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝١ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ

بے شک ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح دی تاکہ اللہ آپ کی اگلی پچھلی سب خطائیں معاف فرما دے اور آپ پر اپنی نعمت

نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝٢ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۝٣ هُوَ

پوری کر دے اور آپ کو صراط مستقیم پر چلائے اور اللہ آپ کی ایسی مدد فرمائے جو زبردست ہو، اللہ

الَّذِيْۤ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْۤا اِيْمَانًا مَّعَ

وہی ہے جس نے مومنین کے دلوں میں سکون نازل فرمایا تاکہ ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ

اِيْمَانِهِمْ ؕ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝٤

ہو جائے، اور اللہ ہی کے لئے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ علیم ہے حکیم ہے

فتح مبین کی خوشخبری:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا

(بیشک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی)

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔

(تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی فروگذاشتیں معاف فرمادے)

آیت ۱: اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا الفتح۔ کسی شہر پر زبردستی کامیابی نمبر۲۔ لڑائی کے ساتھ صلح۔ نمبر۳۔ صلح بغیر لڑائی کیونکہ وہ بند ہوتی ہے جب تک کامیابی نہ پائی جائے جب کامیابی پالی تو گویا اس نے اس کو کھول لیا۔

پھر ایک قول یہ ہے:

کہ اس سے مراد فتح مکہ ہے۔

شانِ نزول: یہ سورت اس وقت اتری جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے حدیبیہ والے سال مدینہ منورہ کی طرف لوٹ رہے تھے۔آپ سے فتح کا وعدہ کیا گیا اور اس میں لفظ ماضی کا لایا گیا کیونکہ وہ اپنے یقینی وقوع میں ہو چکی ہوئی بات کی طرح تھی۔ اس سے خبر دینے والے کی عظمت وشان ٹپک رہی ہے۔ کہ زمانہ کی لگام کے قبضۂ قدرت میں ٹھیک اسی طرح ہے جیسا ماضی کی زنجیر اس کے ہاتھ میں ہے۔

ایک قول :

اس سے فتح حدیبیہ مراد ہے۔اس میں شدید لڑائی تو پیش نہ آئی البتہ باہمی تھوڑا بہت تیروں اور پتھروں کا تبادلہ ضرور ہوا۔ مسلمانوں نے تیراندازی سے کفار کو واپس گھروں کی طرف لوٹا دیا۔کفار نے صلح کا مطالبہ پیش کیا۔پس یہ کھلی فتح تھی۔

قولِ زجاج رحمہ اللہ:

حدیبیہ کے موقعہ پر ایک عظیم معجزہ ظاہر ہوا۔حدیبیہ کے کنوئیں کا تمام پانی ختم ہو گیا۔ایک قطرہ تک باقی نہ رہا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کر کے اس کو کنوئیں میں ڈال دیا۔ پانی کے سوتے پھوٹ پڑے اور تمام لشکر سیراب ہو گیا۔

ایک قول:

اس سے فتح خیبر مراد ہے۔ایک اور قول ہے: کہ فتح کا لفظ الفتاحة سے لیا گیا جس کا معنی فیصلہ کرنا ہے۔اب آیت کا مطلب یہ ہوگا۔ہم نے آپ کے لئے اہل مکہ کے خلاف واضح فیصلہ دیا۔کہ تم اور تمہارے اصحاب مکہ میں آئندہ سال داخل ہوتا کہ تم بیت اللہ کا طواف کرو۔

جہاد سببِ مغفرت:

آیت ۲: لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ فتح سبب مغفرت نہیں ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ انا فتحنالك فتحا مبينا فاستغفر ليغفر لك الله۔اور اس کی مثل یہ آیت ہے اذا جاء نصر اللّٰه و الفتح الى قوله و استغفره۔[النصر۔ا تا ۳]

نمبر۲۔اور یہ بھی درست ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ ہو۔اس حیثیت سے کہ یہ دشمن کے خلاف جہاد ہے تو یہ سبب مغفرت ہے۔

اتمام نعمت (ایک قول):

فتح سبب مغفرت نہیں بلکہ اتمام نعمت اور زبردست نصرت کی تکمیل کے لئے تھی۔لیکن جب ان نعمتوں کو شمار کیا تو ان نعمتوں کے ساتھ ملایا جو کہ ان سے بھی عظیم ترین نعمتیں تھیں۔گویا اس طرح فرمایا۔ہم نے فتح مکہ کو آپ کے لئے آسان کر دیا۔یا اسی طرح کی نعمتیں تاکہ آپ کے لئے دارین کی عزتیں جمع کر دیں اور آجل وعاجل کے اغراض جمع کر دیں۔

مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے) مراد وہ تمام جو آپ سے

ہو چکیں ۔ یاما تقدم سے واقعہ ماریہ قبطیہ اور ما تأخر زید کی بیوی والا واقعہ مراد ہو۔ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ (اور آپ پر اپنے احسانات کی تکمیل کر دے) آپ کے دین کو غلبہ دے کر اور آپ کے ہاتھوں شہروں کو فتح کرا کر۔ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (اور آپ کو سیدھے راستہ پر لے چلے) پسندیدہ دین پر آپ کو ثابت قدمی عنایت فرمائے۔

آیت ۳: وَّ يَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا (اور اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہو) طاقتور محفوظ کہ کبھی بھی اس کے بعد عاجزی و جھکاؤ نہ ہو۔

صلح کے سبب سکون اتارا:

آیت ۴: هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ (وہی اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں تحمل پیدا کیا تا کہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو) السکینہ کا لفظ سکون مصدر سے اسی طرح ہے جیسا البھتان سے البھیتة ہے مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں صلح کے سبب سکون واطمینان اتارا۔ تا کہ ان کا یقین مزید بڑھ جائے۔

ایک قول یہ ہے:

السکینۃ۔اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین واعتماد اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم کا نام ہے۔ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (اور زمین کا سب لشکر اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا اور حکمت والا ہے)

لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

تاکہ اللہ مومن مردوں اور عورتوں کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے تاکہ

وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ

ان کے گناہوں کا کفارہ فرما دے۔ اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے، اور تاکہ اللہ منافق مردوں اور

وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ

منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے جو اللہ کے بارے میں برا گمان رکھنے والے ہیں، ان میں برائی کی

دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝۶

مصیبت پڑنے والی ہے، اور اللہ ان پر غصہ ہوا اور ان پر لعنت کر دی اور ان کیلئے جہنم تیار کر دی اور وہ برا ٹھکانہ ہے،

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۷

اور اللہ ہی کے لئے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ عزیز ہے حکیم ہے۔

آیت ۵: لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا (تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسی بہشتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی جس میں وہ ہمیشہ کو رہیں گے۔ اور تاکہ ان کے گناہوں کو دور کردے اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے)

حکمت کے تقاضے:

آیت ۶: وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ (اور تاکہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے) یعنی اللہ تعالیٰ کے ہیں آسمان وزمین کے تمام لشکر۔ ان کو ایک دوسرے پر اپنے علم وحکمت کے تقاضے کے مطابق جب چاہتے ہیں مسلط کر دیتے ہیں اور اس کے تقاضہائے حکمت میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ایمان والوں کے دلوں میں سکون پیدا کیا اور ان سے فتوح کا وعدہ فرمایا اور یہ وعدہ صرف اس لئے فرمایا تاکہ مؤمن اللہ تعالیٰ کے انعام کو معلوم کر کے شکر گذار ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس پر ثواب سے نوازیں اور کفار و منافقین کو اس سے ناراض ہونے اور ناپسند کرنے کی بنا پر سزا دے۔ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ (جو کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق برے برے گمان رکھتے ہیں) السوء کسی چیز کا ردی پن اور بگاڑ۔ عرب کہتے ہیں۔ فعلُ سوءٍ۔ بگڑا ہوا قابل نفرت فعل۔ یہاں مراد ان کا یہ گمان کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنوں کی مدد نہ فرمائے گا اور نہ ہی ان کو کامیاب وکامران بنا کر مکہ لوٹائے گا۔ کہ وہ مکہ

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۸﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ

بلاشبہ ہم نے آپ کو شاہد اور مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا تاکہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو،

وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا ﴿۹﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ

اور اس کی تعظیم کرو اور صبح شام اس کی تسبیح بیان کرو۔ بلاشبہ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ أَوْفٰى بِمَا

اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، سو جو شخص عہد توڑ دے گا اس کا توڑنا اسی کی جان پر ہوگا، اور جو شخص اس عہد کو پورا کرے

عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ أَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۰﴾ ع

جو اس نے اللہ سے کیا ہے سو وہ اسے بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

زبردستی اور غلبہ سے فتح کرنے والے ہونگے۔ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ (ان پر برا وقت پڑنے والا ہے)

قراءت: مکی اور ابو عمرو کے ہاں السُّوْءِ ہے یعنی جو وہ ایمان والوں کے متعلق گمان کرنے والے اور انتظار کرنے والے ہیں۔ وہ انہی کو گھیرنے والا اور ان پر گھومنے والا ہے۔ السُّوْءُ کا معنی ہلاکت و تباہی ہے۔ دیگر قراء نے السَّوْءِ فتحہ سے پڑھا یعنی وہ دائرہ جس کی وہ مذمت کرتے ہیں اور اس پر ناراض ہیں۔ السَّوء السُّوء دونوں لفظ الكَره الكُره اور الضَّعف و الضُّعفُ کی طرح ہیں۔ البتہ مفتوح کا استعمال غالب ہے اس کی طرف اس چیز کی اضافت کر کے استعمال کرتے ہیں۔ جس کی مذمت ہر چیز میں مقصود ہو۔ اور باقی السُّوء یہ شر کے قائم مقام استعمال ہوتا ہے۔ جو کہ خیر کی ضد ہے۔ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (اور اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہوگا اور ان کو رحمت سے دور کر دے گا اور ان کے لئے اس نے دوزخ تیار کر رکھی ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے) برے ٹھکانے سے جہنم مراد ہے۔

آیت ۷: وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (اور آسمان و زمین کا سب لشکر اللہ تعالیٰ ہی کا ہے) پس وہ ان لوگوں کے مکر و فریب کو دور کرے گا جو اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں سے مکر و فریب کر رہے ہیں۔ جس قدر وہ چاہے گا۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا (اور اللہ تعالیٰ زبردست) غالب ہیں ان کی پکڑ کو لوٹایا نہیں جا سکتا۔ حَكِيْمًا (حکمت والا ہے) اپنی تدابیر و انتظامات میں۔

آیت ۸: إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا (ہم نے آپ کو گواہی دینے والا) قیامت کے دن اپنی امت پر گواہی دیں گے۔ نحو: شاهدًا یہ حال مقدرہ ہے۔ وَّمُبَشِّرًا (اور بشارت دینے والا) ایمان والوں کو جنت کی۔ وَّنَذِيْرًا (اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے) آگ سے کافروں کو ڈرانے والا۔

آیت ۹: لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (تا کہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ) اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو خطاب ہے۔ وَتُعَزِّرُوْهُ (اور اس کی مدد کرو) نصرت سے ان کو قوت پہنچاؤ۔ وَتُوَقِّرُوْهُ (اور اس کی تعظیم کرو) وَتُسَبِّحُوْهُ (اور اس کی تسبیح میں لگے رہو) نحو: یہ التسبیح سے ماخوذ ہے۔ یا السبحة سے ہے۔ اور ضمائر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے والی ہیں۔ اور اللہ کی تعزیر سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول کی معاونت ہے۔

ضمیر کا مرجع:

جن لوگوں نے ضمائر کو مختلف قرار دیا انہوں نے پہلی دو ضمیریں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹائیں ہیں انہوں نے بہت بعید بات کہی ہے۔

قراءت: مکی، ابوعمرو نے لیؤمنوا پڑھا ہے۔ اور ضمیر لوگوں کی طرف لوٹائی اور آخری تینوں الفاظ بھی انہوں نے یاء کے ساتھ پڑھے ہیں۔ بُكْرَةً (صبح سویرے) مراد صلاۃ الفجر ہے۔ وَّاَصِيْلًا (شام) چاروں نمازیں مراد ہیں۔

بیعتِ رضوان کا تذکرہ:

آیت ۱۰: اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ (جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں) بیعت سے یہاں بیعت رضوان مراد ہے۔ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ (وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں) جب فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں۔ تو بطریقہ تخییل اس کو اور مؤکد کرتے ہوئے فرمایا۔ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے) مراد یہ ہے کہ وہ دستِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ بیعت کیلئے بیعت کرنے والوں کے ہاتھوں پر بلند ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہاتھ ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ کی ذات جوارح اور صفاتِ اجسام سے پاک ہیں۔ معنی یہ ہے۔ اس بات کو خوب پختہ کرنا مقصود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عقد و معاہدہ باندھنے کی طرح ہے۔ ان کے مابین کوئی تفاوت و فرق نہیں جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا من يطع الرسول فقد اطاع الله۔ [النساء۔۸۰] نحو: انما يبايعون الله۔ یہ اِنَّ کی خبر ہے۔

فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ (پھر جو شخص عہد توڑے گا۔ پس اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا) جس نے عہد توڑا اور بیعت کو پورا نہ کیا۔ تو اس کے توڑنے کا نقصان و ضرر اسی پر پڑے گا۔

قولِ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما:

ہم نے درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت موت پر کی اور اس بات پر کہ ہم میدان سے نہ بھاگیں گے۔ اس بیعت کو جد بن قیس منافق نے توڑ دیا۔ وہ اپنے اونٹ کی بغل میں چھپ گیا اور صحابہ کے ساتھ نہ چلا۔ اس کا بعض حصہ مسلم ۱۸۵۶ الترمذی۔ ۱۵۹۱ میں پایا جاتا ہے۔

وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ (اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر اس نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا) عرب کہتے ہیں وفیت

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا

عنقریب دیہات کے وہ لوگ جو پیچھے ڈال دیئے گئے آپ سے کہیں گے کہ ہمارے مالوں نے اور اہل وعیال نے ہمیں مشغول کر دیا سو آپ ہمارے لئے استغفار کیجئے،

يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا

وہ اپنی زبانوں سے کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے، آپ فرما دیجئے سو وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچانے کے لئے کسی بھی چیز کا اختیار رکھتا ہو

إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ⑪ بَلْ

اگر وہ تمہیں کوئی نقصان یا نفع پہنچانا چاہے، بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی سب خبر ہے، بلکہ

ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي

بات یہ ہے کہ تمہارا خیال تھا کہ رسول اور مومنین کبھی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے اور یہ بات تمہارے دلوں میں مزین

قُلُوبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ⑫ وَمَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

کر دی گئی، اور تم نے برا گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ ہو، اور جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے

فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ⑬ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَنْ

تو ہم نے کافروں کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے، اور اللہ ہی کے لئے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا ' وہ بخش دے جسے

يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ⑭

چاہے، اور عذاب دے جسے چاہے، اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے۔

بالعھد واوفیت به پورا کرنا اور اس ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے۔ اوفُوا بالعقود۔[المائدہ:۱] والموفون بعھدھم۔[البقرہ:۱۷۷]

قراءت: حفص نے اسی طرح پڑھا ہے۔ فَسَيُؤْتِيهِ (تو عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو دے گا)

قراءت: حجازی وشامی نے نون سے پڑھا ہے۔ أَجْرًا عَظِيمًا (بڑا اجر) وہ جنت ہے۔

پیچھے رہنے والے دیہاتی قبائل کا معاملہ:

آیت ۱۱: سَيَقُولُ لَكَ (عنقریب آپ سے کہیں گے) جب آپ حدیبیہ سے لوٹ کر جائیں گے۔ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ (جو دیہاتی آپ سے پیچھے رہ گئے) حدیبیہ سے پیچھے رہنے والے دیہاتی ان قبائل سے تھے۔ غفار، مزینہ، جہینہ، اسلم، اشجع، الدیل وغیرہ اور اس کا سبب یہ ہوا۔ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام الحدیبیہ عمرہ کی غرض سے مکہ جانے کا عزم فرمایا۔ تو آپ نے

مدینہ کے اردگرد دیہاتی اور اہل بادیہ سے ساتھ چلنے کو کہا تاکہ قریش کی طرف سے اگر لڑائی پیش آئے یا وہ آپ کو بیت اللہ سے رکاوٹ پیدا کریں تو یہ معاونت کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھ لیا اور ہدایا اپنے سامنے چلائے تاکہ یہ معلوم ہو کہ آپ کی غرض لڑائی کی نہیں۔ مگر اس وقت بہت سے اعراب نے بوجھ محسوس کیا۔ اور کہنے لگے۔ آپ ایسی قوم کی طرف جا رہے ہیں جنہوں نے آپ سے مدینہ کی دہلیز پر جنگ کی اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا۔ پس یہ ان سے لڑیں گے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ یہ ہلاک ہو جائیں گے واپس بچ کر مدینہ نہ لوٹیں گے۔ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا (ہمارے اموال وعیال نے ہمیں فرصت نہ لینے دی) اھلون یہ جمع اہل کی ہے۔ انہوں نے اہل وعیال اور اموال میں مشغولیت کو علت کے طور پر ذکر کیا۔ کہ ان کی نگرانی کرنے والا کوئی نہ تھا۔ فَاسْتَغْفِرْ لَنَا (پس آپ ہمارے لئے معافی کی دعا کیجئے) تاکہ ہمیں اللہ تعالیٰ آپ سے پیچھے رہنا معاف فرما دے۔ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ (یہ لوگ اپنی زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں۔ جو ان کے دل میں نہیں ہیں) اس میں ان کے عذر کی تکذیب کی گئی۔ اور پیچھے رہنے کا اصل یہ سبب نہیں جو وہ بیان کر رہے ہیں۔ بلکہ اصل سبب تو اللہ تعالیٰ کے متعلق شک اور منافقت ہے۔ اور استغفار کا طلب کرنا بھی حقیقت سے تعلق نہیں رکھتا۔ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا (آپ کہہ دیجئے۔ پس وہ کون ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہو) اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قضاء سے تمہیں کون بچائے گا۔ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا (اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی نقصان) جو نقصان تمہیں قتل یا شکست کا پیش آئے۔

قراءت: حمزہ، علی نے ضُرًّا پڑھا ہے۔

اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا (یا کوئی نفع پہنچانا چاہے) نفع سے مراد غنیمت وکامیابی ہے۔ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال پر مطلع ہیں)

ان کے گمان کا پردہ چاک:

آیت ۱۲: بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّ زُيِّنَ ذٰلِكَ فِىْ قُلُوْبِكُمْ (بلکہ تم نے یہ سمجھا کہ رسول اور مؤمنین اپنے گھروں میں کبھی لوٹ کر نہ آویں گے اور یہ بات تمہارے دلوں میں اچھی بھی معلوم ہوتی تھی) یعنی شیطان نے دلوں میں مزین کیا۔ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ (اور تم نے برے برے گمان کیے) کہ کفر غالب آ جائے گا اور فساد ظاہر ہو گا۔ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا (اور تم برباد ہونے والے لوگ ہو گئے) بور جمع بائر کی ہے۔ جیسا عائذ وعوذ۔ یہ بار الشئ سے لیا گیا جس کا معنی ہلاک ہونا اور بگڑ تا آتا ہے۔ اور تم لوگ خراب دل، بگڑے نفس اور بری نیتوں والے ہو۔ کوئی بھلائی وخیر کا نشان بھی تم میں نہیں۔

نمبر ۲۔ تم اللہ تعالیٰ کے ہاں ہلاک ہونے والے اور اس کے عذاب اور ناراضگی کا شکار ہونے والے ہو۔

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ج

جب تم اموال غنیمت لینے کے لئے چلو گے تو وہ لوگ کہیں گے جو پیچھے ڈال دیئے گئے کہ ہمیں چھوڑ دو کہ تمہارے پیچھے چلیں ۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ط قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ج

وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں، آپ فرما دیجئے کہ تم ہرگز ہمارے پیچھے نہ چلو، اللہ نے پہلے سے یہی فرمایا ہے،

فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ط بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾

سو وہ لوگ کہیں گے بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو، بلکہ بات یہ ہے کہ وہ نہیں سمجھتے مگر تھوڑا سا۔

ایمان باللہ اور ایمان بالرسل نہ ہو تو کافر:

آیت ۱۳: وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا (اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے گا پس ہم نے کافروں کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے) یہاں کافرین فرما دیا۔ ضمیر کے بجائے اسم ظاہر لایا گیا۔ تاکہ یہ کھول دیا جائے کہ جس کا ان دو چیزوں پر ایمان نہیں ایمان باللہ اور ایمان بالرسول وہ کافر ہے۔ سَعِيْرًا کو نکرہ لائے کیونکہ وہ مخصوص آگ ہے جیسا کہ اس آیت میں نکرہ ہے۔ نارًا تلظّٰی۔ [اللیل۔۱۴]

آیت ۱۴: وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور تمام آسمان و زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے) ان کو ایک قادر حکیم کی طرح چلا رہے ہیں۔ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ (وہ جس کو چاہے سزا دے اور جس کو چاہے بخش دے) وہ عذاب و مغفرت اپنی مشیت و حکمت سے کرتے ہیں۔ مغفرت ایمان والوں کی اور عذاب کفار کو۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم ہے) اس کی رحمت اس کے غضب سے سبقت کرنے والی ہے۔

اہل حدیبیہ کے ساتھ غنائم کا عوض رہنے کا وعدہ:

آیت ۱۵: سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ (عنقریب پیچھے رہنے والے کہیں گے) وہ لوگ جو حدیبیہ میں ساتھ نہ گئے تھے۔ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ (جب تم غنیمتیں لینے چلو گے) مغانم سے غنائم خیبر مراد ہیں۔ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ (ہم کو بھی اجازت دو کہ ہم تمہارے ساتھ چلیں وہ لوگ یوں چاہتے ہیں۔ کہ خدا کے حکم کو بدل ڈالیں)

قراءت: حمزہ، علی نے کَلِمَ اللّٰہ پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کو تبدیل کر دیں جو اس نے اہل حدیبیہ کے ساتھ فرمایا۔ اور وہ وعدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو مکہ کے غنائم کا عوض عنایت فرمائیں گے اور وہ خیبر کے غنائم ہونگے۔ جب وہ ان کو چھوڑ کر لوٹیں گے اور ان میں سے کوئی چیز نہ پائیں گے۔ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا (آپ کہہ دیجئے تم ہرگز ہمارے

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ

آپ ان دیہاتیوں سے فرما دیجئے جو پیچھے ڈال دیئے گئے تھے کہ تمہیں ایک ایسی قوم کی طرف بلایا جائے گا جو سخت قوت والے ہوں گے تم ان سے قتال کرو گے

اَوْ یُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِیْعُوْا یُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّیْتُمْ مِّنْ

یا وہ مسلمان ہو جائیں گے، سو اگر تم فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تمہیں اچھا عوض عطا فرمائے گا اور اگر تم نے روگردانی کی جیسا اس سے پہلے روگردانی

قَبْلُ یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۶﴾ لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ

کر چکے ہو تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔ نابینا پر کوئی گناہ نہیں، اور لنگڑے پر کوئی گناہ نہیں

وَّلَا عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ

اور بیمار پر کوئی گناہ نہیں، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے وہ اسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ یَّتَوَلَّ یُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۷﴾ ع

نیچے نہریں جاری ہوں گی، اور جو شخص روگردانی کرے وہ اسے دردناک عذاب دے گا۔

ساتھ نہیں چل سکتے) یعنی خیبر کی جانب۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع دی گئی وہ تمہارے ساتھ نہ ہو نگے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بات بدلی نہیں جاسکتی۔ كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ (اللہ تعالیٰ نے پہلے سے اسی طرح فرمادیا ہے) مدینہ کی طرف اہل حدیبیہ کی واپسی اور خیبر کی غنیمت کے وہ مستحق ہونگے جو حدیبیہ میں شریک ہوئے نہ اور کوئی۔ فَسَیَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا۔ (تو وہ لوگ کہیں گے تم ہم سے حسد کرتے ہو)۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم نہیں دیا بلکہ تم ہم پر حسد کرتے ہو۔ کہ کہیں ہم مال غنیمت میں تمہارے ساتھ شریک نہ ہو جائیں۔ بَلْ كَانُوْا لَا یَفْقَهُوْنَ (بلکہ خود یہ لوگ بہت کم بات سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کلام میں سے نہیں سمجھتے) اِلَّا قَلِیْلًا (مگر بہت معمولی) یعنی فقط بات کی حد تک۔

دو بل:

اول بل اس بات کی تردید کے لئے لائے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ نہ جائیں اور ان کے حسد کو ثابت کیا گیا ہے۔ دوسرے بل میں ان کے اس بیان کی تردید جو وہ مسلمانوں کو حسد کی طرف منسوب کرتے تھے اور ان کا اس سے بڑا وصف جہالت اور قلت فہم بیان کیا گیا۔

بنوحنیفہ یا اہل فارس:

آیت ۱۶: قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ (آپ ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے کہہ دیجئے) جو حدیبیہ سے پیچھے رہ گئے۔ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ (عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہونگے) یعنی بنوحنیفہ جو مسیلمہ کی قوم تھی اور مرتدین جن سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا۔ کیونکہ مشرکین عرب اور مرتدین سے دو میں سے ایک بات ہی قبول کی جاتی تھی اسلام یا تلوار۔

ایک قول یہ بھی ہے:

یہ اہل فارس ہیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان قبائل کو ان سے لڑنے کے لئے بلایا۔

تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ (یا تو ان سے لڑتے رہو یا وہ مطیع ہو جائیں) یعنی دو میں سے ایک بات ہو۔ نمبر۱۔ مقاتلہ۔ نمبر۲۔ اسلام۔ یسلمون۔ کا معنی اس تاویل کے مطابق مطیع ہونا ہوگا۔ کیونکہ اہل فارس مجوس تھے ان سے جزیہ بھی قبول کیا گیا۔

درست استنباط:

اس آیت میں شیخین کی خلافت کی حقانیت پر دلالت واضحہ ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بلانے والے کی اطاعت اختیار کرنے پر فان تطیعوا سے بدلے کا وعدہ فرمایا ہے۔ فَاِنْ تُطِيْعُوْا (اگر تم اطاعت کرو گے) اس کی جو تمہیں اس قتال کی طرف بلائے گا۔ يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا (تو تم کو اللہ تعالیٰ نیک عوض عنایت فرمائے گا) پس اس سے لازم آیا کہ وہ داعی ایسا ہوگا جس کی اطاعت فرض ہے۔ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ (اور اگر تم اس وقت بھی روگردانی کرو گے جیسا اس سے قبل روگردانی کر چکے ہو) حدیبیہ کے موقعہ پر يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (تو وہ دردناک عذاب کی سزا دے گا) آخرت میں۔

آیت ۱۷: لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ (نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے) اس میں غزوہ سے پیچھے رہنے والے معذورین حقیقیہ کو مستثنیٰ فرمایا گیا۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا) جہاد وغیرہ دیگر امور میں۔ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ (اس کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی اور جو شخص روگردانی کرے گا) طاعت سے منہ موڑے گا۔ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا (اس کو دردناک عذاب کی سزا دے گا)

قراءت: مدنی اور شامی نے ندخلهٗ اور نعذبه پڑھا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ

بالتحقیق اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہوا جبکہ وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے سو ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو معلوم تھا

فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ

اور اللہ تعالیٰ نے ان پر اطمینان نازل فرما دیا اور ان کو لگتے ہاتھ ایک فتح دے دی اور بہت سی غنیمتیں بھی جن کو یہ لوگ لے رہے ہیں، اور

اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ

اللہ تعالیٰ بڑا زبردست بڑا حکمت والا ہے، اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لو گے، سو سردست تم کو یہ دے دی ہے

وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾

اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے ،اور تاکہ یہ اہل ایمان کے لئے نمونہ ہو جائے ،اور تاکہ تم کو ایک سیدھی راہ پر ڈال دے

وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾

اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی خدا تعالیٰ اس کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ،

آیت بیعتِ رضوان:

آیت ۱۸: لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (تحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا۔ جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے) اسی آیت کی وجہ سے اس بیعت کا نام بیعت رضوان رکھا گیا۔ اس کا واقعہ اس طرح ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ میں نزول فرما ہوئے تو آپ نے خواس بن امیہ الخزاعی کو اہل مکہ کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اس پر حملہ کا ارادہ کیا۔ تو احابیش اس میں رکاوٹ بن گئے۔ جب وہ واپس لوٹے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا تاکہ ان کو قاصد بنا کر بھیجیں۔ آپ نے عرض کیا مجھے ان کی طرف سے خطرہ ہے کیونکہ ان کے ساتھ میری دشمنی ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ پھر آپ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انہوں نے ان کو اطلاع دی آپ لڑائی کی غرض سے نہیں آئے۔ بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ انہوں نے آپ پر دباؤ ڈالا اور اپنے ہاں بند کر لیا۔ افواہ گرم ہو گئی کہ ان کو قتل کر دیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک اطلاع پہنچی تو آپ نے فرمایا۔ ہم اس وقت تک یہاں سے نہ ٹلیں گے جب تک ان لوگوں سے بدلہ نہ لے لیں۔ اور آپ نے لوگوں کو بیعت کی طرف بلایا کہ وہ قریش سے بدلہ لیں گے اور فرار اختیار نہ کریں گے۔

تَحْتَ الشَّجَرَةِ (درخت کے نیچے) یہ کیکر کا درخت تھا اور بیعت کرنے والوں کی تعداد چودہ سو تھی۔ فَعَلِمَ مَا فِيْ

قُلُوْبِهِمْ (ان کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ بھی اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا) اخلاص اور جس پر بیعت کی تھی اس کو دل کی گہرائیوں سے کرنے والے ہیں۔ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ (پس اللہ تعالیٰ نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا) دلوں کی درستی کی وجہ سے دلوں میں امن و اطمینان پیدا کر دیا۔ وَاَثَابَهُمْ (اور ان کو دے دی) بدلہ دیا۔ فَتْحًا قَرِيْبًا (قریبی فتح) وہ فتح خیبر ہے جو مکہ سے واپسی کے فوراً بعد عنایت فرمائی۔

آیت ۱۹: وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا (اور اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے) یہ غنائم خیبر ہیں۔ سرزمین خیبر کھیتیوں اور اموال والی زمین ہے۔ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام میں تقسیم فرما دیا۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا (اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست) وہ حفاظتوں والا ہے کہ اس پر کوئی غلبہ نہیں پا سکتا۔ حَكِيْمًا (بڑا حکمت والا ہے) جس میں وہ فیصلہ کرتا ہے اس کا معارضہ نہیں کیا جا سکتا۔

آیت ۲۰: وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا (اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لو گے) وہ غنائم انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی پائیں اور آپ کے بعد قیامت تک پائیں گے۔ فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ (پس سر دست تم کو یہ دے دی ہیں) المغانم جمع مغنم اس سے خیبر کے غنائم مراد ہیں۔ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ (اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے) یعنی اہل خیبر اور ان کے حلفاء بنو اسد و بنو غطفان وغیرہ جبکہ وہ ان کی مدد کے لئے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا جس سے وہ واپس لوٹ گئے۔

ایک قول یہ ہے:

اہل مکہ کے ہاتھ صلح کی وجہ سے روک دیئے۔

وَلِتَكُوْنَ (تاکہ یہ روکنا ہو جائے) اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (ایمان والوں کے لئے ایک نمونہ) اور عبرت ناک نشان جس سے وہ پہچان لیں کہ ان کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک مقام ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ ہی خود ان کی نصرت کا ضامن اور ان پر فتح دینے والا ہے اور اسی نے یہ کیا ہے۔ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (اور تاکہ تم کو ایک سیدھی سڑک پر ڈال دے) تمہاری بصیرت و یقین میں اضافہ فرمائے اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر اعتماد کو اور زیادہ کر دے۔

دیگر غنائم:

آیت ۲۱: وَّاُخْرٰى (اور ایک اور فتح) اس کا عطف هذه پر ہے ای فجعل لكم هذه المغانم ومغانم اخرى وهي مغانم هوازن في غزوة حنين۔ پس اس نے یہ غنائم تمہیں جلد دے دیں اور دوسری غنائم جو ہوازن کی غنائم ہیں جو غزوۂ حنین میں میسر آئیں۔ لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا (جو تمہارے قابو میں نہیں آئی) کیونکہ اس میں بڑا حملہ تھا۔ قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا (اللہ تعالیٰ اس کو احاطہ میں لیے ہوئے ہیں) یعنی اس پر قدرت رکھنے اور غلبہ پانے والے ہیں اور تمہیں ان پر غلبہ دینے والے ہیں۔

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾

اور اگر کافر لوگ تم سے جنگ کرتے تو پشت پھیر لیتے پھر نہ کوئی کارساز پاتے اور نہ کوئی مددگار۔

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾

یہ پہلے سے اللہ کا دستور رہا ہے اور اے مخاطب تو اس کے دستور میں تبدیلی نہ پائے گا۔

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ

اور اللہ وہ ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے مکہ میں ہوتے ہوئے روک دیا اس کے بعد کہ تمہیں ان پر

عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾

قابو دے دیا تھا اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے۔

نحو : نمبرا۔ اُخریٰ میں نصب بھی جائز ہے۔ اور فعل مضمر ماننا ہوگا جس کی تفسیر قد احاط اللّٰہ بھا کر رہا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ و قضی اللّٰہ اخریٰ قد احاط اللّٰہ بھا (اور اللہ نے دوسری کا فیصلہ کیا جس کا اللہ تعالیٰ احاطہ کرنے والے ہیں۔ لم تقدروا علیھا یہ اُخریٰ کی صفت ہے۔

نمبر۲۔ اور رفع ابتداء کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ وہ اس کی صفت لم تقدروا سے آرہی ہے اور قد احاط اللّٰہ بھا یہ مبتدأ کی خبر ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں) قدیر بمعنی قادر ہے۔

آیت۲۲: وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اور اگر کافر تم سے لڑتے) اہل مکہ اور وہ صلح پر آمادہ نہ ہوتے یا اہل خیبر کے حلیف قبائل۔ لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ (تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے) مغلوب ہوتے اور شکست کھا جاتے۔ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا (پھر نہ ان کو کوئی یار ملتا) جو ان کے معاملے کا ذمہ دار بنتا۔ وَّلَا نَصِيْرًا (اور نہ مددگار) جو ان کی مدد کرتا۔

آیت۲۳: سُنَّةَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ نے یہی دستور کر رکھا ہے)

نحو : یہ مصدر مؤکد کی جگہ ہے۔ ای سن اللّٰہ غلبۃ انبیاء ہٖ سنۃ اور وہ اس آیت میں مذکور ہے لا غلبن انا ورسلی۔ [المجادلہ۔۲۱]

الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (جو پہلے سے چلا آتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے دستور میں آپ ردو بدل نہ پائیں گے) تبدیل تغیر کے معنی میں ہے۔

قریش مکہ کی شرارت:

آیت ۲۴: وَھُوَ الَّذِیْ کَفَّ اَیْدِیَھُمْ عَنْکُمْ (اور وہ ایسا ہے کہ اس نے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے) اہل مکہ کے ہاتھ وَ اَیْدِیَکُمْ عَنْھُمْ (اور تمہارے ہاتھ ان سے) اہل مکہ سے یعنی اس نے تمہارے اور ان کے مابین روک پیدا کر دی اس کے بعد کہ تمہیں ان پر کامیابی اور غلبہ عنایت فرمایا اور یہی فتح کا دن ہے۔

استدلالِ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ:

کہ مکہ قوت سے فتح ہوا نہ کہ صلح سے۔

ایک قول:

یہ غزوۂ حدیبیہ میں پیش آیا اس لئے کہ روایت میں ہے کہ عکرمہ بن ابی جہل پانچ سو سواروں کے ساتھ نکلا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھیجا جنہوں نے اس کو شکست دے کر مکہ کے اندر گھسنے پر مجبور کر دیا۔ (اخرجہ الطبرانی)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اللہ نے مسلمانوں کو ان پر غلبہ دیا یہاں تک کہ ان کو مسلمانوں نے پتھر مار مار کر گھروں میں داخل کر دیا۔ بِبَطْنِ مَکَّۃَ (عین مکہ میں) مکہ مکرمہ میں یا حدیبیہ میں کیونکہ اس کا بعض حصہ حرم کی طرف منسوب ہے۔ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَکُمْ عَلَیْھِمْ (اس کے بعد کہ تم کو ان پر قابو دے دیا تھا) تمہیں ان پر تسلط و قدرت دے دی۔ وَکَانَ اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا (اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا تھا) قراءت: ابوعمرو نے یاء سے یعملون پڑھا ہے۔

هُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْیَ مَعْكُوْفًا اَنْ یَّبْلُغَ

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور کو روک دیا جو رکا ہوا رہ گیا اس کے موقع میں پہنچنے سے

مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِیْبَكُمْ

روکا، اور اگر بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر نہ تھی یعنی ان کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر ان کی وجہ سے تم کو

مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۚ لِیُدْخِلَ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَیَّلُوْا لَعَذَّبْنَا

بے خبری میں ضرر پہنچ جاتا تو سب قصہ طے کر دیا جاتا، تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کرے، یہ مسلمان مرد و عورت جدا ہو جاتے تو ہم ان کو

الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ

درد ناک عذاب دیتے جو اہل مکہ میں سے کافر تھے۔ جب کہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی اور عار بھی

حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلْزَمَهُمْ

جاہلیت کی تھی سو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور مومنین کو اپنی طرف سے تحمل عطا فرمایا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تقویٰ کی بات پر

كَلِمَةَ التَّقْوٰی وَكَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۲۶﴾ ع

جمائے رکھا اور وہ اس کے زیادہ مستحق ہیں اور اس کے اہل ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

آیت ۲۵: هُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْیَ (یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور کو) الهدی وہ جانور جو بطور ہدی کعبہ کی طرف بھیجا جائے۔

نحو: اس پر نصب اس لئے ہے کہ صدوکم کے کم پر اس کا عطف ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ صدوکم و صدوا الهدی۔

مَعْكُوْفًا اَنْ یَّبْلُغَ (جو رکا ہوا رہ گیا کہ وہ پہنچے) معکوفا کا معنی رکا ہوا پہنچنے سے۔ نحو: یہ معکوفا حال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر اونٹ چلائے تھے۔ مَحِلَّهٗ (اپنے موقع پر) اپنی اس جگہ جہاں اس کا نحر کرنا حلال ہے یعنی واجب ہے۔

مسئلہ: یہ دلیل ہے کہ محصر کے دم احصار کا محل حرم ہے۔ اور مراد محل مقررہ منیٰ ہے۔

قتال کے روکنے میں حکمت:

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ (اور اگر بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں) مکہ میں لَمْ

تَعْلَمُوْهُمْ (جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی) یہ مردوں اور عورتوں تمام کی صفت ہے۔ اَنْ تَطَئُوْهُمْ (ان کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا)

نحو: یہ رجال ونساء سے بدل الاشتمال ہے۔ یاتعلموهم کی ضمیر هم سے بدل ہے۔ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ (پس تمہیں بھی بے خبری میں ضرر پہنچتا) گناہ اور سختی۔ مَعَرَّۃ یہ مَفْعَلَة کا وزن ہے۔ یہ عَرَّۃٌ سے ہے بمعنی عَرَاہ جب کسی کو وہ چیز پیش آجائے جو وہ ناپسند کرتا ہو۔ اور وہ اس پر گراں ہو۔ یہاں کفارہ مراد ہے جبکہ اس نے خطاءً قتل کیا ہو اور مشرکین کا برا قول: انہوں نے بلا امتیاز اپنے اہل دین سے بھی وہی کیا جو ہمارے ساتھ کیا تھا اور گناہ جبکہ وہ قصر کردے۔ بِغَيْرِ عِلْمٍ یہ ان تطئوهم سے متعلق ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ ان تطئوهم غير عالمين بهم۔ ان کو روند ڈالو اس حال میں کہ تمہیں ان کا علم نہ ہو۔ الوطأ۔ جاپڑنا اور ہلاک کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ مکہ میں کچھ مسلمان ایسے تھے جو مشرکین کے ساتھ ملے جلے رہتے تھے۔ مجبوراً ایمان کو چھپانے والے تھے۔

ایک قول یہ ہے۔ اگر یہ کراہت نہ ہوتی کہ تم کچھ مؤمن لوگوں کو ہلاک کر ڈالتے مشرکین کے درمیان اس حال میں کہ تم ان کو نہ جاننے والے تھے پس ان کی ہلاکت سے تمہیں تکلیف و مشقت پہنچتی۔ اسی لئے اس نے تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (تا کہ اللہ تعالیٰ داخل کرے اپنی رحمت میں جس کو چاہے) یہ اس کے لئے علت ہے جس پر آیت دلالت کر رہی ہے اور جس کیلئے آیت لائی گئی ہے۔ یعنی اہل مکہ سے ہاتھوں کا روکنا اور ان کے ساتھ قتال سے روکنا اس وجہ سے تھا کہ مکہ میں ان کے درمیان خفیہ ایمان والے تھے گویا یہ اس طرح فرمایا۔ كان الكف ومنع التعذيب ليدخل الله فى رحمته اى فى توفيقه بزيادة الخير والطاعة مؤمنيهم يا ليدخل فى الاسلام من رغب فيه من مشركيهم۔ یہ روکنا اور سزا سے منع کرنا اس لئے تھا تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت یعنی توفیق میں اضافہ خیر وطاعت کے لئے ان کے مؤمنین کو داخل فرمائے یا اللہ تعالیٰ مشرکین میں سے اسلام کی طرف رغبت کرنے والوں کو داخل فرمائے۔ لَوْ تَزَيَّلُوْا (اور اگر یہ ٹل گئے ہوتے) اگر وہ متفرق ہو جاتے اور کافر مسلمان سے ممتاز ہو چکے ہوتے۔ لو لا کا جواب محذوف ہے۔ لو کا جواب اس سے بے نیاز کرنے والا ہے۔

نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ لو تزيلوا یہ لولا رجال مؤمنون کے لئے تکرار کی طرح ہو۔ کیونکہ دونوں کا معنی آ جا کر ایک بنا ہے اور لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یہ جواب لولا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے: ولولا ان تطؤوا رجالاً مؤمنين و نساء مؤمنات ولو كانوا متميزين لعذبناهم بالسيف۔ اگر تمہارا مؤمن مردوں اور عورتوں کو روندنا اور اگر وہ کفار سے الگ ہو جاتے تو ہم مشرکین کو تلوار سے سزا دیتے۔ مِنْهُمْ (اہل مکہ سے) عَذَابًا اَلِيْمًا (دردناک عذاب)

آیت ۲۶: اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (جبکہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں) اس کا عامل لعذبنا ہے اور تقدیر کلام اس طرح ہے۔ لعذبناهم فى ذلك الوقت یا اذكر عامل ہے۔ كفروا سے قریش مکہ مراد ہیں۔

مسلمانوں کے لوٹ جانے پر کفار کا اصرار:

فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ (عار کو جگہ دی اور عار بھی جاہلیت کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مؤمنین کو اپنی طرف سے تحمل عطا فرمایا) کافروں کی حمیت سے مراد جاہلی غیرت۔ سکینة المؤمنین سے وقار مراد ہے۔ جیسا کہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ میں اترے تو قریش نے سہیل بن عمرو کو بھیجا۔ اور اس کے ساتھ وفد میں حویطب بن عبدالعزیٰ، مکرز بن حفص شامل تھے انہوں نے یہ پیش کیا کہ آپ اس سال لوٹ جائیں اور آئندہ سال لوٹ کر آئیں۔ قریش مکہ کو تین دن کے لئے خالی کر دیں گے۔ آپ ﷺ نے یہ بات منظور فرمائی اور انہوں نے اپنے درمیان ایک معاہدہ تحریر کیا۔ آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا تم لکھو۔ بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ وفد قریش نے کہا ہم اس کو نہیں جانتے۔ بلکہ تم لکھو باسمك اللهم۔ پھر فرمایا لکھو۔ هذا ما صالح عليه رسول الله ﷺ اهل مكة۔ وفد قریش نے کہا۔ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول جانتے تو بیت اللہ سے آپ کو نہ روکتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو یہ چاہتے ہیں لکھو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور میں محمد بن عبداللہ ہوں۔ مسلمانوں نے اس سے گھٹن محسوس کی اور اسکے مسترد کرنے کا ارادہ کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر سکینہ نازل فرمائی پس وہ وقار و حوصلے میں آ گئے۔ (بخاری۔ ۲۷۳۲، بیہقی ۱۰۵/۴)

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى (اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا)

قولِ جمہور:

یہ ہے کہ یہ کلمۂ شہادت ہے۔

ایک قول یہ ہے:

یہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔

فائدۂ اضافت:

تقویٰ کی طرف اضافت اس لئے ہے کہ یہ تقویٰ کا سبب ہے اور اس کی اساس و بنیاد ہے۔

ایک قول:

تقدیر کلام اس طرح ہے كلمة اهل التقوىٰ۔ اہل تقویٰ والی بات پر۔

وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا (اور وہ مؤمن اس کے دوسروں سے زیادہ حقدار تھے) وَاَهْلَهَا (اور وہ اس کے اہل تھے) اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کا اہل بنا دیا تھا۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے) پس وہ معاملات کو مصلحتوں کے مطابق چلاتا ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

بے شک اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا جو واقع کے مطابق ہے، انشاء اللہ تم ضرور ضرور مسجد حرام میں امن وامان کے ساتھ

اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۭ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا

داخل ہو گے اپنے سروں کو مونڈنے والے ہو گے اور اپنے بالوں کو کتروانے والے ہو گے تمہیں کوئی خوف نہیں ہو گا، سو اللہ نے جان لیا جو تم نے نہیں جانا،

فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى

سو اس سے پہلے عنقریب ہی ایک فتح نصیب فرمادی، اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت

وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۲۸﴾ ۭ

اور دین حق کے ساتھ بھیجا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کردے، اور اللہ کافی گواہ ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا

محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں، آپس میں مہربان ہیں، اے مخاطب تو انہیں اس حال میں دیکھے گا کہ وہ کبھی رکوع میں ہیں کبھی سجدہ میں ہیں

يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ

وہ اللہ کے فضل اور رضا مندی کو تلاش کرتے ہیں، ان کی شان یہ ہے کہ ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان ہیں، ان کی یہ

مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ڔ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ

مثال توریت میں ہے، اور انجیل میں ان کا یہ وصف ہے کہ جیسے کھیت ہو اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اسے قوی کیا پھر وہ کھیتی موٹی ہوگئی

فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہوگئی جو کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی، تاکہ اللہ ان کے ذریعے کافروں کے دلوں کو جلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ ع

ایمان لائے اور نیک عمل کئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

آیت ۲۷: لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا (بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا ہے) یعنی ان کو ان کے خواب میں سچا کر دیا اور ان کو خلاف واقعہ نہیں دکھایا۔ اللہ تعالیٰ کذب سے وراء الوراء ہیں۔ اسی لئے جار کو حذف کر کے فعل کو ملا

دیا۔جیسا کہ اس آیت میں صدقوا ماعاھدوا اللّٰہ علیہ [الاحزاب۔۲۳]

خواب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم :

روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کی طرف نکلنے سے پہلے دیکھا گویا کہ آپ اپنے اصحاب سمیت امن وسلامتی کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے ہیں اور انہوں نے حلق وقصر کیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمایا۔وہ بڑے خوش ہوئے اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ وہ اسی سال داخل ہونے والے ہیں۔ اور کہنے لگے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب سچا ہے۔جب یہ معاملہ اگلے سال پر پڑ گیا۔تو عبداللہ بن ابی اور اس کی پارٹی کہنے لگی ہم نے نہ تو حلق کیا اور نہ ہی قصر اور نہ ہم نے مسجد حرام دیکھی۔پس یہ آیت نازل ہوئی۔[الدرالمنثور۔۷/۵۳۸]

بِالْحَقِّ (جو واقع کے مطابق ہے) نمبرا۔ یہ صدق کے متعلق ہے۔انہوں نے جو دیکھا وہ حاصل اور سچ کے ساتھ ملے ہونے میں برحق ہے۔یعنی حکمت بالغہ پر مبنی ہے اور یہ اس لئے کہ اس میں ابتلاء اور مخلص مؤمن اور منافق کے درمیان امتیاز ہے۔

نمبر۲۔اور یہ بھی درست ہے کہ بالحق میں باء قسم کے لئے ہو پھر حق سے مراد یا تو وہ ہے جو باطل کی نقیض ہے۔یا حق سے مراد اللہ تعالیٰ کا نام مبارک ہے اور جواب قسم لَتَدْ خلن المسجد الحرام ہے۔اور اول صورت میں قسم محذوف کا جواب ہے۔

مسجد حرام میں داخلہ اور حلق وقصر :

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ (تم لوگ مسجد حرام میں انشاء اللہ ضرور جاؤ گے) ان شاء اللّٰہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکایت ہے۔یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو فرمایا اور ان کے سامنے بیان کیا۔یا اپنے بندوں کی تعلیم کے لئے فرمایا کہ وہ اس طرح کہیں اپنے وعدوں میں اللہ تعالیٰ کے ادب کو اختیار کریں اور اس طریقے کو اپنائیں۔اٰمِنِیْنَ (امن وامان کے ساتھ) نحو : یہ حال ہے اور شرط جملہ معترضہ ہے۔ مُحَلِّقِیْنَ (کہ کوئی تم میں سر منڈواتا ہوگا) نحو : یہ آمنین کی ضمیر سے حال ہے۔ رُءُوْسَكُمْ حلق تمام سر کے بال منڈوانے کو کہتے ہیں۔ وَمُقَصِّرِیْنَ (اور کوئی بال کتراتا ہوگا) قصر بعض بال لینا۔ لَاتَخَافُوْنَ (کسی طرح کا اندیشہ نہ ہوگا) نحو : یہ حال مؤکدہ ہے۔ فَعَلِمَ مَالَمْ تَعْلَمُوْا (پس اللہ تعالیٰ کو وہ باتیں معلوم ہیں جو تم کو معلوم نہیں) فتح مکہ کے آئندہ سال تک مؤخر کرنے کی حکمت فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ (پھر اس نے لگے ہاتھ ایک فتح دے دی) فتح مکہ کے علاوہ۔ فَتْحًا قَرِیْبًا (قریبی فتح) اور وہ فتح خیبر ہے۔تاکہ اس سے ایمان والوں کے دلوں کو راحت حاصل ہو اس فتح موعود کی آمد تک۔

آیت ۲۸: هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى (اور وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے۔کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت) ہدایت سے یہاں توحید مراد ہے۔ وَ دِیْنِ الْحَقِّ (اور سچا دین دے کر بھیجا) اس سے دین اسلام مراد ہے۔ لِیُظْهِرَهٗ (تاکہ وہ اس کو غالب کرے) بلند کرے۔تفوق عنایت کرے۔ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ (تمام دینوں پر) الف لام جنس کا ہے۔جنس ادیان پر۔اس سے

ادیان مشرکین اور اہل کتاب مراد ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ سچا کر دیا۔ کوئی دین ایسا نہیں جس کو اسلام جتنا عزت و غلبہ ملا ہو۔

ایک قول یہ ہے:

یہ نزول مسیح علیہ السلام کے وقت ہوگا جبکہ سطح زمین پر کوئی کافر نہ رہے گا۔

ایک قول یہ بھی ہے:

یہ دلائل و نشانات سے غلبہ ہے۔ (جو آج بھی حاصل ہے)

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا (اور اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے) اس بات پر کہ جو اس نے وعدہ کیا وہ ہو کر رہے گا۔

قول حسن رحمہ اللہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے متعلق گواہی دی کہ میں اپنے اس دین کو غلبہ دوں گا۔ تقدیر کلام اس طرح ہے کفاہ اللّٰہ شہیدًا۔ نحو: شَهِيْدًا: یہ تمیز ہے یا حال ہے۔

آیت ۲۹: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ (محمد اللہ کے رسول ہیں) نحو: نمبرا۔ یہ مبتدأ کی خبر ہے اور وہ ھو ہے۔ کیونکہ پہلے ھو الذی ارسل رسولہ گزر چکا۔ نمبر۲۔ مبتدأ ہے اس کی خبر رسول اللّٰہ ہے۔

عظمتِ مقتداء و مقتدیان باصفا:

قراءت: نصر نے اس پر وقف کیا ہے۔ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ (اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں) یعنی آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم

نحو: نمبرا۔ یہ مبتدأ ہے اور اس کی خبر اشداء علی الکفار ہے۔ نمبر۲۔ محمد مبتدأ اور رسول اللّٰہ عطف بیان ہے اور والذین معہ پر مبتدأ کا معطوف ہے۔ یہ سارا مبتدأ بن گیا۔ اشداء یہ تمام کی خبر ہے۔

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ (وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں) اشداء کا معنی سخت ہے۔ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (اور آپس میں مہربان ہیں) باہمی مہربانی کرنے والے۔ نحو: یہ دوسری خبر ہے۔ اور ان میں دونوں صفات شدت و رحمت کی پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین۔ [المائدہ۔۵۴] کفار پر ان کی شدت اس مقام تک پہنچنے والی تھی کہ وہ ان کے کپڑوں کو ان سے بچاتے کہ ان کے ساتھ نہ لگ جائیں اور اپنے ابدان کو ان کے ابدان کے ساتھ چھونے سے بچاتے تھے اور رحم کا حال یہ تھا۔ کہ جو مؤمن دوسرے کو دیکھتا وہ اس سے مصافحہ اور معانقہ کرتا تھا۔ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا (اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا رکوع کی حالت میں) سُجَّدًا (اور کبھی سجدہ کرتے ہوئے) يَّبْتَغُوْنَ (وہ جستجو میں لگے رہتے ہیں) یہ حال ہے۔ جیسا کہ رکعًا اور سجدًا اسی طرح فضلاً من اللّٰہ و رضوانًا۔ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس

کی رضامندی کی) سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (اوران کے آثاران کے چہروں پر بوجہ تاثیر سجدہ کے نمایاں ہیں) یعنی وہ تاثیر جو سجود کے اثر سے نمایاں ہوتی ہے۔قولِ عطاء رحمہ اللہ: ان کے چہرے رات کو طویل نماز پڑھنے کی وجہ سے روشن ہیں۔اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔من کثرت صلاته باللیل حسن و جهه بالنهار۔(ابن ماجہ۔۱۳۳۳) جس کی رات کو نماز کثرت سے ہوگی دن کو اس کا چہرہ روشن ہوگا۔ذٰلِكَ (جس کا ذکر ہوا) مَثَلُهُمْ (ان کی صفت و حالت ہے) فِي التَّوْرٰةِ (تورات میں) قراءت: اس پر وقف ہے۔وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ (اور ان کی صفت ہے انجیل میں) یہ مبتدأ ہے اس کی خبر کزرع ہے۔ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ (جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی) کونپل۔عرب کہتے ہیں اشطأ الزرع۔جب وہ اپنی سوئی نکالے۔ فَاٰزَرَهٗ (پھر اس نے اس کو مضبوط کر دیا) قراءت: شامی نے فازره پڑھا ہے۔ فَاسْتَغْلَظَ (پھر وہ کھیتی اور موٹی ہوئی) وہ نرمی سے سختی تک پہنچی۔ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ (پھر وہ اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہوگئی) اپنی پوری پر سیدھی ہوگئی۔سُوق جمع ساق کی ہے۔ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ (وہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی) کہ وہ اس کی قوت پر متعجب ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

انجیل میں لکھا ہے کہ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے۔وہ کھیتی کی طرح اگیں گے وہ بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔

قولِ عکرمہ رحمہ اللہ:

اس نے اپنی سوئی نکالی ابوبکر کے ساتھ پس اس کو قوت دی عمر کے ذریعہ اور موٹی ہوگئی عثمان کے ذریعہ اور اپنی پنڈلی پر کھڑی ہوئی علی کے ذریعہ رضی اللہ عنہم۔یہ ایک مثال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ابتدائے اسلام اور اس کی ترقی کے سلسلہ میں بیان فرمایا ہے۔یہاں تک کہ وہ قوی و مستحکم ہوگیا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے کھڑے ہوئے۔پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے آپ کو قوت دی۔جیسا کہ کھیتی کی اولین طاقت کہ جو اس کھیتی کو اطراف سے پیدا ہو کر گھیر لیتی ہے۔اس کو مضبوط کرتی ہے یہاں تک کہ کسان کو خوبصورت نظر آتی ہے۔لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (تا کہ ان سے کافروں کے دلوں کو جلا دے) کھیتی کی تشبیہ جس نشو ونما اور قوت میں اضافے پر دلالت کرتی ہے۔یہ اس کی تعلیل ہے اور یہ بھی درست ہے کہ اس کو وعدالله الذین کا معلل قرار دیا جائے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (اللہ تعالیٰ نے ان صاحبوں سے جو کہ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کر رہے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے) اس کی تعلیل اس لئے بن سکتی ہے۔کیونکہ جب کفار سنیں گے۔کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی عزت کے ساتھ آخرت کے ان انعامات کا وعدہ کر رکھا ہے تو وہ اس سے جلیں گے۔

مِن جو کہ منهم میں ہے یہ بیانیہ ہے۔جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔فاجتنبوا الرجس من الاوثان۔[الحج: ۳۰] ای

فاجتنبوا الرجس الذی ھو الاوثان۔عرب کہتے ہیں انفق من الدراھم ای اجعل نفقتک ھذا الجنس۔اس جنس کو اپنا خرچہ بناؤ۔(ھم کا مرجع وہی ہے جو بھم میں ھم کا ہے۔)

ردِقولِ روافض:

یہ آیت روافض کے اس قول کی تردید کر رہی ہے۔کہ وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت وہ سب کافر ہو گئے۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے ساتھ مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ اسی صورت میں درست ہو سکتا ہے جبکہ وہ اس پر ثابت قدم رہے ہوں۔جس پر وہ آپ کی زندگی میں وعدہ کے وقت قائم تھے۔

اے اللہ صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے اور قیامت میں ان کے ساتھ حشر فرما آمین ثم آمین۔

الحمد للہ سورۃ الفتح کی آیات کا تفسیری ترجمہ آج قبل العشاء ۲۹ اپریل ۲۰۰۳ء تکمیل پذیر ہوا۔

سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِيْ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ حجرات مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھارہ آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اے ایمان والو تم اللہ اور رسول سے پہلے سبقت مت کرو، اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

سننے والا جاننے والا ہے، اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو

وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا

اور نہ نبی سے اس طرح اونچی آواز سے بات کرو جیسے تم بعض بعض سے اونچی آواز سے بات کرتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال حبط ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی

تَشْعُرُوْنَ ② اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

نہ ہو، بیشک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازوں کو پست کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں

امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ③ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ

جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کیلئے خاص کر دیا ہے، ان کے لئے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے، بیشک جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو

مِنْ وَّرَاۗءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ④ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ

پکارتے ہیں ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے ہیں، اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ انکی طرف نکل آتے

لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤

تو ان کے لئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

(اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے پہلے تم سبقت مت کیا کرو)

آیت ۱: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا قدمه واقدمه یہ حشو وہمزہ کے ثقیل ہونے کی وجہ سے قدمه سے منقول ہیں جبکہ وہ آگے بڑھے سبقت کر لے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے۔ یقدم قومه۔[ہود:۹۸] مفعول کو یہاں حذف کیا گیا۔ تاکہ قول و فعل جس میں سبقت کی جاتی ہے۔ ان سب کو شامل ہو اور یہ بھی درست ہے کہ مفعول کا قصد نہ کیا جائے۔ اور نفس تقدم کی طرف متوجہ ہو۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ وهو الذی یحیی ویمیت۔[المؤمنون۔۸۰]

نمبر۲۔ یا یہ قدم بمعنی تقدم سے لیا جائے۔ جیسا کہ وجہ بمعنی توجہ آتا ہے اور اسی سے مقدمۃ الجیش ہے۔ ایک ایسی جماعت جس کو لشکر سے آگے بھیجا جائے۔ اس کی تاکید قراءتِ یعقوب سے ہوتی ہے۔

قراءت: لا تقدَّموا تتقدموا کی ایک تاء کو حذف کر کے یعقوب نے پڑھا۔

تعظیم رسول کا حکم:

بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ عرب کہتے ہیں جلست بین یدی فلان۔ جبکہ تم یمین وشمال کو چھوڑ کر اس کے قریب بیٹھو۔ دونوں جہتوں کو یدین سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ وہ دونوں ہاتھوں کی سمتوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان اطراف سے قرب کے باوجود توسعاً ایسا کیا گیا ہے۔ جیسا کہ کسی چیز کو مجاورت کی وجہ سے کسی اور نام سے پکار لیتے ہیں۔ اس عبارت میں مجاز کی قسم تمثیل پائی جاتی ہے اور اس میں ایک عظیم الشان فائدہ ہے۔

فائدہ جلیلہ:

یہ اس شناعت اور برائی کی تصویر ہے جو اس صورت میں پائی جاتی ہے۔ جبکہ وہ کتاب وسنت کی امثلہ کی اتباع کی بجائے امور منہیہ میں سے کسی امر کا ارتکاب کرے۔

نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ تمہارے اس قول کی طرح ہو۔ سَرَّنی زید و حُسنُ حاله۔ یعنی سرنی حسن حال زید۔ اسی طرح یہاں معنی بین یدی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے۔ اس اسلوب کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے اختصاص اور قوی تر ہو جاتا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ مرتبہ ومقام ہے۔ اسی لئے اس انداز کو اختیار کیا گیا۔ اس میں اس ناراضگی والی بات کی تمہید ہے جو ان سے ہوئی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے ان کی آواز بلند ہوئی۔ کیونکہ جس ہستی کا یہ مرتبہ اور عظمت ہو اور ایسی خصوصیت عنایت فرمائی ہو اور ان کے ادب کا سب سے کم درجہ یہ ہے کہ ان کے سامنے آواز پست رکھی جائے اور ان کے ساتھ انتہائی تادب وتعظیم سے پیش آئیں۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

بعض لوگوں نے عید الاضحیٰ کے دن نماز عید سے قبل جانور ذبح کر ڈالے۔ پس یہ آیت اتری۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قربانی کے اعادہ کا حکم فرمایا۔ (رواہ عبد الرزاق)

قولِ عائشہ رضی اللہ عنہا:

اس میں یوم شک کے روزے سے منع کیا گیا ہے اسی سلسلہ میں یہ آیت اتری ہے۔ (ذکرہ دارقطنی)

وَاتَّقُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو!) اگر اس سے ڈرو گے تو تقویٰ تمہیں مناہی کے ارتکاب سے محفوظ کر دے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ (بیشک اللہ سننے والے ہیں) ان سب باتوں کو جو تم کہتے ہو۔ عَلِیْمٌ (اور جاننے والے ہیں) جو تم کرتے ہو۔ اور ایسی سمیع وبصیر وعلیم ہستی کا حق یہ ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

آیت ۲: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (اے ایمان والو) اس نداء کو دوبارہ تاکید کیلئے لائے تا کہ ہر خطاب جدید کے وقت اپنی بصیرت کی تجدید کر لیں اور غور وفکر سے بالکل غفلت نہ برتیں۔

آواز کو آپ کی مجلس میں پست رکھیں:

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ (اپنی آوازیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو) یعنی جب آپ گفتگو فرما رہے ہوں اور تم بھی گفتگو کرو تو تم اپنی آواز کو بلندی میں اس حد تک نہ پہنچاؤ۔ جس حد تک آپ پہنچانے والے ہوں۔ اپنی آواز اس طرح ہلکی رکھو کہ آپ کا کلام تمہارے کلام سے بلند تر نظر آئے۔ اور آپ کا جہر تمہارے جہر پر نمایاں ہو یہاں تک کہ آپ کا مقام اس سے چمکنے والا ہو۔ آپ کی سابقیت واضح تر ہو۔ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ (اور نہ ان سے کھل کر بولا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو) جب تم آپ سے اس حالت میں گفتگو کرو کہ آپ خاموشی اختیار فرمانے والے ہوں تو آواز کو بلند کرنے کی جو ممانعت کی گئی ہے۔ اس سے مت پھرو بلکہ وہ ملحوظ خاطر رہے اور مزید یہ کہ جہر میں اس مقام پر بھی نہ پہنچو جو تم باہمی ایک دوسرے کے ساتھ استعمال کرتے ہو۔ اور ایسا مت کرو کہ جان بوجھ کر آپ سے ایسا نرم اور سرگوشی کے قریب کلام کرو جس سے دوبارہ سوال کر کے جہر میں اضافہ ہو۔

یا آپ کو یا محمد اور یا احمد نام لے کر مت آواز دو۔ بلکہ آپ سے نبوت کے لقب سے اور وقار وتعظیم سے خطاب کرو۔

جب یہ آیت نازل ہوئی ابو بکرؓ و عمرؓ آپ سے اس طرح کلام فرماتے جیسے کوئی صاحب راز سے کلام کرتا ہے۔

(رواہ البخاری: ۴۸۴۵)

روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما:

یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری۔ ان کو اونچا سنتا تھا۔ اور ان کی آواز بھی زوردار تھی۔ کلام کرتے وقت وہ اپنی آواز کو بلند کرتے۔ بسا اوقات وہ آپ سے بات کرتے ہوتے تو ان کی آواز سے آپ کو تکلیف پہنچتی۔

کجهر کی کاف تشبیہ محل نصب میں واقع ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے **لا تجهروا له جهرًا مثل جهر بعضکم لبعضٍ**۔

مخصوص جہر کی ممانعت:

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ مطلقاً جہر سے نہیں روکا گیا کہ کسی صورت میں ان کو سوائے آہستہ کلام کے اجازت ہی نہ ہو۔ بلکہ مخصوص جہر کی ممانعت کی گئی ہے۔ میری مراد یہ ہے۔ کہ ایسا جہر جو اس انداز کا ہو جس کی ان کے ہاں باہمی گفتگو میں عادت تھی اور وہ جہر عظمت نبوت' شان ذات نبوت کے لحاظ کے بغیر ہو۔

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ (کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں) نحو: یہ مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور نہی کے معنی سے متعلق ہے۔ معنی اس طرح ہے انتھوا عما نھیتم عنہ لحبوط اعمالکم ای بخشیۃ حبوطھا۔ تم باز رہو اس سے جس سے تمہیں اعمال کے حبط ہونے کے خطرہ کے پیش نظر روکا گیا ہے۔ حبوط کا مضاف محذوف مانا گیا ہے۔ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (اور تم کو خبر بھی نہ ہو)

آیت ۳: اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ کے سامنے پست رکھتے ہیں) نحو: اِن کا اسم رسول اللہ پر مکمل ہوا۔ اولئك الذين الخ یہ ان کی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی آوازوں کو آپ کی تعظیم کیلئے پست رکھتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى (یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کیلئے خاص کر دیا ہے) نحو: اولئك مبتدأ اور الذين یہ جملہ اس کی خبر ہے۔ الذين کا صلہ للتقویٰ تک پورا ہوا۔ یہ اپنے مبتدأ سے مل کر خبر انّ بن گئی۔ امتحن کا معنی تقویٰ کیلئے خالص کرنا۔ عرب کہتے ہیں امتحن الذھب وفتنہ۔ جبکہ پگھلایا جائے اور اس سے میل کو نکالدیا جائے اور صاف کر دیا جائے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے دل کے ساتھ مختبر کا سا معاملہ کیا گیا تو اس کو خالص پایا گیا۔

قولِ عمر رضی اللہ عنہ:

امتحن کا معنی شہوات کا اس سے دور کرنا۔ الامتحان یہ باب افتعال ہے۔ محنہ: زبردست آزمائش' تھکا دینے والی پرکھ۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (ان لوگوں کیلئے بخشش اور عظیم اجر ہے) یہ دوسرا جملہ ہے۔ یہ شیخین رضی اللہ عنہما کے متعلق اتری کیونکہ وہ دونوں آواز کو ہلکا کرنے والے تھے۔

آیت کے لطائف:

آواز پست کرنے والوں کو ان مؤکدہ کا اسم بنایا اور اس کی خبر ایسے مبتدأ و خبر سے لائے جو دونوں معرفہ ہیں۔ مبتدأ اسم اشارہ اولئك ہے۔ ان کے عمل کی جزاء جس جملہ میں ذکر کی اس کو دوبارہ لوٹایا۔ اور جزاء کو نکرہ مبہمہ لائے۔ اس معاملے سے معلوم ہوتا ہے کہ آواز پست کرنے پر انتہائی راضی ہیں اور ایسے لوگ کمال کے انتہائی درجہ پر فائز المرام ہیں اور آواز بلند کرنے والوں پر تعریض کر دی کہ اس کا ارتکاب اللہ تعالیٰ کو انتہائی ناپسند ہے۔

وفد بنوتمیم کی نادانی:

آیت ۴: اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ (بیشک جولوگ حجروں کے باہر آپ کو پکارتے ہیں) یہ آیت وفد بنوتمیم کے متعلق نازل ہوئی۔ وہ خدمت نبوی میں دوپہر کے وقت پہنچے جبکہ آپ آرام فرما تھے۔ ان میں اقرع بن حابس' عیینہ بن حصن بھی تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرات کے باہر سے آوازیں دیں اور کہنے لگے۔ اے محمد! آپ باہر نکل کر آئیں! ہماری مدح زینت اور ہماری مذمت عیب دار بنا دیتی ہے۔ پس آپ بیدار ہو کر باہر تشریف لائے۔ (ابن اسحاق فی السیرۃ)

الوراء: ہر وہ جانب جو تم سے کسی شخص کو اس کے سایے کے ساتھ چھپالے خواہ وہ آگے ہو یا پیچھے۔ من۔ یہ ابتدائے غایت کیلئے ہے۔ کہ آواز اس مقام سے شروع ہوئی اور دی گئی۔ الحجرۃ۔ زمین کا ایسا ٹکڑا جس کو چاروں طرف دیوار کھینچ کر روکا گیا ہو۔ یہ فُعلة کا وزن بمعنی مفعولہ استعمال ہوتا ہے جیسے قُبضة بمعنی مقبوض۔ اس کی جمع حُجُرات دوضموں سے ہے۔ یزید نے حَجُرات پڑھا ہے۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے حجرات مراد ہیں۔ ہر زوجہ محترمہ کے لئے ایک حجرہ تھا۔ ان کے آواز دینے کا واقعہ ان تمام حجرات کے پیچھے سے تھا شاید وہ آپ کی تلاش میں تمام حجرات پر پھیل گئے تھے۔ یا انہوں نے آپ کو اس حجرہ کے پیچھے سے آواز دی جس میں آپ آرام فرما رہے تھے۔ مگر آپ کی عظمت شان کے لئے جمع کا صیغہ لایا گیا۔ اگر چہ اس کا ارتکاب تو بعض نے کیا مگر نسبت ان تمام کی طرف کر دی گئی۔ اور چونکہ تمام وفد کی صورت میں تھے اور باقی بھی اس پر راضی تھے اس لئے گویا تمام نے یہ فعل کیا۔

اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ (ان میں سے اکثروں کو عقل نہیں ہے) نمبر ۱۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں وہ بھی ہوں جن کو مستثنیٰ کرنے کا ارادہ کیا گیا۔ نمبر ۲۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ مراد نفی عام ہو۔ کیونکہ قلت نفی کے موقع پر ہی شمار کی جاتی ہے۔

لطائفِ آیت:

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی عظمت وشان کو ذکر فرمایا گیا ہے۔ نمبر ۱۔ چیخ کر آواز دینے والوں کے لئے بیوقوفی وجہالت لکھ دی۔ نمبر ۲۔ آپ کے قیلولہ اور مقام خلوت کو کنایۃً حجرات سے تعبیر فرمایا۔ نمبر ۳۔ الف لام سے معرفہ ذکر کیا۔ اضافت سے نہیں۔ اگر ذرا غور سے کام لیا جائے تو اول سورت سے اس آیت تک اسی طرح الف لام سے معارف کو ذکر کیا۔ دیکھو اللہ اور رسول کی طرف جن امور کی نسبت ہے وہ دوسرے امور پر بلا تقیید مقدم ہیں۔ پھر اس نہی کے بعد تقدیم کی جنس جیسے رفع صوت اور جہر کو پہلے لائے۔ گویا پہلا دوسرے کیلئے تمہید کی مانند ہے۔ پھر آواز آہستہ کرنے والوں کی تعریف فرمائی تا کہ اس سے یہ ظاہر ہو کہ اللہ کی بارگاہ میں اس کی بڑی قدر ہے۔ پھر اس کے بعد وہ لائے جو کہ اس سے بھی زیادہ ناپسندیدگی میں بڑھ کر ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ میں آرام فرمانے کی صورت میں دیوار کے پیچھے سے چیخ چیخ کر آواز دینا۔ چیخ چیخ کر اس طرح آواز دینا جیسا کہ عام آدمی کو آواز دی جاتی ہے۔ یہ اس ترتیب سے اس لئے لائے تا کہ اس بدترین جسارت پر متنبہ کر دیا جائے۔ کیونکہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا

اے ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لو ایسا نہ ہو کہ تم نادانی کی وجہ سے کسی قوم کو ضرر پہنچا دو، پھر اپنے

عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۞

کئے پر نادم ہونا پڑے۔

جن کے مرتبے کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر بلند کیا ہو تو ان کے متعلق یہ جسارت انتہائی سخت ترین جسارت ہے۔

صبر کا مفہوم:

آیت ۵: وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا (اور اگر یہ لوگ صبر کرتے) یعنی اگر ان کا صبر قائم رہتا۔ یہ محل رفع میں فاعلیت کی بناء پر واقع ہے۔ الصبر : نفس کی خواہش کو روک کر رکھنا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔ واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم۔ [الکہف:۲۸] اور عرب کا قول صبر عن كذا۔ اس سے نفس کو جو کہ مفعول ہے حذف کیا گیا ہے۔ مشہور محاورہ ہے۔ الصبر مرّ لا يتجرّعه الاحرّ۔ صبر تلخ است مگر بر شیریں دارد۔ حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ (یہاں تک کہ آپ خود ان کے پاس باہر آجاتے) لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ (تو ان کے لئے بہتر تھا) اس سے یہ فائدہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر آپ باہر تشریف لاتے اور آپ کا نکلنا ان کی طرف اور ان کی خاطر نہ ہوتا تو پھر بھی لازم تھا کہ وہ اس وقت تک صبر کرتے یہاں تک کہ ان کو علم ہو جاتا کہ آپ کا نکلنا ان کی طرف ہے۔ تو صبر ان کے لئے دینی لحاظ سے بہتر ہوا۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے) اللہ تعالیٰ بہت وسیع مغفرت و رحمت والا ہے۔ ان لوگوں سے بھی وہ اپنی رحمت کو ہرگز تنگ نہ کریں گے اگر یہ توبہ و انابت سے کام لیں گے۔

ولید بن عقبہ کی بدگمانی:

آیت ۶: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا (اے ایمان والو! اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اچھی طرح تحقیق کرو) اس بات پر مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ ولید بن عقبہ کے متعلق نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بنو مصطلق کی طرف صدقہ کی وصولیابی کیلئے عامل مقرر فرمایا۔ ان کے اور بنو مصطلق کے درمیان زمانہ جاہلیت میں چپقلش تھی۔ پس جب وہ ان کے گھروں کے قریب پہنچا تو وہ ان کا استقبال کرنے نکلے۔ اس نے گمان کیا کہ وہ اس سے لڑنے نکلے ہیں۔ وہاں سے واپس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوٹ کر کہہ دیا۔ وہ تو مرتد ہو گئے اور انہوں نے زکوٰۃ سے انکار کر دیا ہے۔ پس آپ نے خالد بن ولید کو تحقیق حال کیلئے بھیجا تو ان کو نماز پڑھتے پایا۔ بنو مصطلق نے ان کو اپنے تمام اموال صدقات سپرد کر دیئے جنہیں لے کر وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ آیت میں فاسق اور نبأ دونوں کو نکرہ لا کر عام کرنا مقصود ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ جونسا فاسق اور جو خبر لائے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

اور تم جان لو کہ بیشک تمہارے اندر اللہ کے رسول موجود ہیں بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر وہ ان میں تمہاری بات مان لیں تو تم مشقت میں پڑ جاؤ، اور لیکن اللہ نے

حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ

ایمان کو تمہارے لئے محبوب بنا دیا اور اسے تمہارے قلوب میں مزین کر دیا اور کفر اور فسوق اور نافرمانی کو تمہارے نزدیک مکروہ بنا دیا ہے،

اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ۙ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

یہ لوگ ہدایت والے ہیں اللہ کی طرف سے فضل اور نعمت کی وجہ سے، اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔

فَتَبَيَّنُوْٓا : (تو خوب تحقیق کر لیا کرو) پس اس میں توقف کرو اور معاملے کی وضاحت اور حقیقت کا انکشاف تلاش کرو۔ فاسق کی بات پر اعتماد مت کرو کیونکہ جو فسق سے نہیں بچتا وہ کذب سے کیونکر محفوظ ہوگا جو اسی کی قسم ہے۔

دلالتِ آیت :

اس آیت میں دلالت پائی جاتی ہے کہ ایک عادل کی خبر قبول کر لی جائے گی کیونکہ اگر ہم اس کی خبر پر بھی توقف کریں گے تو ہم فاسق و عادل کو برابر ٹھہرانے والے بن جائیں گے اور یہاں فاسق کی تخصیص بلا فائدہ ہو جائے گی۔ الفسوق: کسی چیز سے نکلنا۔ عرب کہتے ہیں: فسقت الوطبة عن قشرها۔ اس کا مقلوب فقست البيضة۔ جبکہ تم انڈے کو توڑ کر اس کے اندرون کو نکال لو۔ اور اس کا مقلوب۔ قفست الشیٔ۔ جب کہ تم غضب کے ذریعہ کسی چیز کو اس کے مالک کے ہاتھ سے نکال لو۔ پھر یہ لفظ کبائر کے ارتکاب کے ساتھ میانہ روی سے نکلنے کے لئے استعمال ہونے لگا۔

قراءت: علی، حمزہ نے فتثبتوا پڑھا ہے۔ التثبت اور التبیین یہ دونوں لفظ قریب قریب ہیں۔ دونوں پختگی، وضاحت اور پہچان طلب کرنے کے لئے آتے ہیں۔ اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا (کبھی کسی قوم کو ضرر نہ پہنچا دو) بِجَهَالَةٍ (نادانی سے) بجھو: یہ حال ہے۔ اس حال میں کہ تمہیں حقیقت حال و واقعہ کا علم نہ ہو۔ فَتُصْبِحُوْا یہ تصیر کے معنی میں ہے۔ عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ (پھر اپنے کیے پر پچھتانا پڑے) الندم: یہ غم کی ایک قسم ہے۔ کہ آدمی اپنے کیے پر پشیمان ہو۔ اور تمنا کرے کہ وہ کام اس سے سرزد نہ ہوتا۔ یہ ایسا غم ہے جو ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے۔

بنو مصطلق اور ولید کے واقعہ میں مبالغہ نہ کرنے والوں کی تعریف:

آیت ۷: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ (اور تم جان رکھو کہ تم میں رسول اللہ ہیں) پس ان سے جھوٹ مت کہو۔ اللہ تعالیٰ ان کو اطلاع دے دیں گے پھر جھوٹے کا پردہ چاک ہو جائے گا۔ نمبر ۲۔ ان کی طرف رجوع کرو اور ان کی رائے طلب کرو۔ پھر جملہ

مستانفہ لائے اور فرمایا۔ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ (بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر اس میں تمہارا کہنا مانا کریں تو تم کو بڑی مضرت پہنچے) تو تم مشقت و ہلاکت میں پڑ جاؤ۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بعض مسلمانوں نے واقعۂ بنو مصطلق کے مبتلا ہونے اور ولید کے قول کو مزین کر کے پیش کیا اور بعض اس سے بچنے والے تھے اور ایسی جسارت کو ان کے تقویٰ کے خلاف خیال کرتے تھے۔ یہی وہ لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ کیا اور فرمایا۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ (لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی)

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ وہی لوگ ہیں الذین امتحن اللّٰہ قلوبھم للتقوٰی میں جن کا ذکر فرمایا۔

جب کہ حبب اللّٰہ والی صفت اس حالت سے مغایرت رکھتی تھی جس کا تذکرہ اس سے پہلے ہے تو لکن بطور استدراک کے لایا گیا وہ موقعہ استدارک یہ ہے کہ نفی واثبات دونوں کے لحاظ سے یہ ماقبل کے مخالف ہے۔

وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ (اور اس کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا۔ اور نفرت دے دی کفر) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو چھپانا اور تکبر سے ان کا انکار کرنا۔ وَالْفُسُوْقَ (اور فسق) ایمان کی راہ سے کبائر کے ارتکاب کے ساتھ نکلنا۔ وَالْعِصْيَانَ (اور عصیان سے) عصیان: شارع نے جس بات کا حکم دیا اس کی اطاعت چھوڑنا۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ (ایسے لوگ راہ راست پر ہیں۔) یعنی یہ لوگ جن کو مستثنیٰ کیا گیا وہی راہ راست پر ہیں۔ انہوں نے حق کی راہ کو پالیا ہے اور استقامت سے ادھر ادھر مائل نہیں ہوتے۔ الرشد براہ حق پر پختگی سے قائم رہنا۔ یہ الرشادۃ سے لیا گیا جس کا معنی چٹان آتا ہے۔

آیت ۸: فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً (اللہ تعالیٰ کے فضل وانعام سے) فضل و نعمت۔ افضال وانعام کے معنی میں ہیں۔ نحو: یہ مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ حبب و کرہ للفضل و النعمۃ اس افضال وانعام کے لئے ایمان محبوب بنایا اور کفر وفسق وعصیان کو مبغوض بنایا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ (اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے) ایمان والوں کے حالات اور ان کے باہمی تفاضل وامتیاز کو جانتا ہے۔ حَكِيْمٌ (حکمت والا ہے) جبکہ وہ افاضل پر اپنی توفیق سے فضل وانعام کرتا ہے۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ج فَاِنْ بَغَتْ

اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کرنے لگیں تو ان کے درمیان صلح کرادو، پھر اگر ان میں سے ایک گروہ

اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ج فَاِنْ

دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو اس سے جنگ کرو جو زیادتی کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، سو اگر

فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۹﴾

وہ رجوع کرے تو ان دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادو، اور انصاف کرو، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ

ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادو، اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر

تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع

رحم کیا جائے۔

اوس وخزرج کی باہمی لے دے:

آیت ۹: وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا (اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس کے پاس رکے جس میں بعض انصار بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار تھے۔ گدھے نے پیشاب کیا تو عبداللہ بن ابی اپنی ناک بند کر کے کہنے لگا۔ اپنے گدھے کو جانے دو اس کی بدبو نے ہمیں تکلیف پہنچائی ہے۔ اس پر عبداللہ بن رواحہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گدھے کا پیشاب تیری کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ان کے درمیان بات لمبی ہوگئی۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے کو سخت سست اور چھپیاں بھرنے کی پہنچ گئی۔ دونوں کے حمایتی آئے اور وہ اوس وخزرج تھے۔ ان کی باہمی لاٹھی ڈنڈوں سے لے دے ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ مکوں اور گھونسوں اور جوتوں اور کھجور کی چھڑیوں سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دوبارہ لوٹے اور ان کے مابین صلح کرائی۔ اور یہ آیت اتری۔

(رواہ البخاری ۔ ۲۶۹۱ ۔ مسلم ۱۷۹۹)

فوائد لفظ:

اقتتلوا کو معنی کا لحاظ کر کے جمع لائے۔ کیونکہ الطائفتین قوم وناس کے معنی میں ہے اور فاصلحوا بینهما میں ضمیر تثنیہ لفظ

کے لحاظ سے لائی گئی ہے۔

فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى (پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے) البغی: ظلم وزیادتی اور صلح سے انکار۔ فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ (تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ خدا تعالیٰ کے حکم کی طرف رجوع ہو جائے) تفیئ: رجوع کرنا' لوٹنا۔ سائے کو بھی فیئ اور غنیمت کو بھی فیئ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ غروب آفتاب کے بعد سایہ اصل کی طرف لوٹ آتا ہے اور کفار کا جو مال مسلمانوں کی طرف لوٹ آئے وہ مال فیئ ہے۔

باغی گروہ سے لڑنے کا حکم:

الفئۃ الباغیۃ کا حکم یہ ہے کہ جب تک وہ لڑیں ان سے قتال کیا جائے۔ جب وہ رک جائیں اور لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیں تو ان سے ہاتھ روک لیا جائے۔ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ (یعنی صلح کی جو بات کتاب اللہ میں مذکور ہے) اور بغض کو زائل کرنے کا جو حکم ہے۔ فَاِنْ فَآءَتْ (پھر اگر رجوع ہو جائے) یعنی بغاوت سے امر اللہ کی طرف فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا (تو ان کے مابین اصلاح کرو اور انصاف کا خیال رکھو) اقسطوا کا معنی عدل کرو۔ بطور عموم قسط کا لفظ استعمال کر کے انصاف کا حکم دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے اصلاح ذات البین کا حکم دیا جا چکا۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ انصاف والوں کو پسند کرتے ہیں) مقسط: عادل کو کہتے ہیں۔ القُسط ظلم کو اور القِسط العدل کو کہتے ہیں۔ اقسط یہ اسم تفضیل ہے۔ اس کی ہمزہ سلب کیلئے ہے۔ ای از ال القُسط اس نے ظلم کو زائل کیا۔ (اور انصاف ازالہ ظلم ہی کو کہتے ہیں)

مسلمانوں میں باہمی مخاصمت کی تاکید:

آیت ۱۰: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ (مسلمان تو سب بھائی ہیں۔ پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کرو) یہ آیت اس اصلاح کی ذمہ داری کے مضمون کو پختہ کرنے کے لئے لائے۔ کہ اگر ان کے مابین مخالفت پھوٹ پڑے تو درستگی کرو۔ اور اس آیت میں وضاحت فرمائی کہ ایمان نے مسلمانوں کے اندر ایک قریبی تعلق اور چمٹی رہنے والی مناسبت پیدا کر دی ہے۔ اگر بھائی فضیلت نہ دیں تو اس میں کمی نہ آئے گی۔ پھر یہ عامہ مستمرہ ہے کہ جب دو بھائیوں میں ایسی چیز پھوٹ پڑے تو سب پر لازم ہے کہ اس کے دور کرنے کے لئے اٹھیں اور صلح سے اس کو ختم کریں پھر دینی بھائی تو اس کے زیادہ حقدار ہیں۔

قراءت: یعقوب نے اخوتکم پڑھا ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ تم پر رحمت کی جائے) یعنی اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو تقویٰ تمہیں الفت و میل ملاپ پر آمادہ کرے گا۔ تمہارے ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی مطلوبہ رحمت تمہیں حاصل ہو جائے گی۔

مَسْئَلَہ: یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ بغاوت ایمان کو زائل نہیں کرتی۔ کیونکہ بغاوت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو مؤمن قرار دیا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ

اے ایمان والو نہ تو مرد، مردوں کی ہنسی اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں

مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا

عورتوں کی ہنسی اڑائیں، ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ اپنی جانوں کو عیب لگاؤ، اور نہ ایک دوسرے کو

بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ

برے لقب سے یاد کرو، اور ایمان کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے اور جو شخص توبہ نہ کرے یہ لوگ

الظّٰلِمُوْنَ ⑪ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

ظلم کرنے والے ہیں۔ اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بلا شبہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں

وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ

اور تجسس نہ کرو، اور تم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کریں، کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت

مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ⑫ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ

کھائے سو تم اس کو برا سمجھتے ہو، اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے مہربان ہے۔ اے لوگو! بیشک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا

مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَاۗىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ

کیا ہے اور تمہارے مختلف خاندان اور قبیلے بنا دیئے تا کہ آپس میں شناخت کر سکو بیشک تم میں سے سب سے بڑا عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے، جو تم میں سب سے بڑا پرہیزگار ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ⑬

بیشک اللہ جاننے والا ہے باخبر ہے۔

تمسخر کی ممانعت:

آیت ۱۱: يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ (اے ایمان والو! نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہیے۔ کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیے۔ کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں) قوم سے خاص کر مرد مراد ہیں کیونکہ وہ عورتوں کے امور کے ذمہ دار

ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الرجال قوامون علی [النساء:۳۴] قوامون اصل میں قائم کی جمع ہے جیسا صوم جمع صائم کی ہے اور زور جمع زائر کی ہے۔ اور قوم سے مردوں کا مراد ہونا ظاہر ہے کیونکہ اگر عورتیں اس میں داخل ہوتیں۔ تو لا نساء نہ فرمایا جاتا۔ اور زہیر شاعر نے اپنے قول میں اس کو پیش کیا ہے۔

وما ادری ولست اخال ادری۔ أقوم آل حصنٍ ام نساء؟ باقی قوم فرعون اور قوم عاد کا لفظ جو قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے۔ وہاں مذکر ومؤنث ہر دو مراد ہیں۔ قوم کا لفظ فریقین کو شامل کرنے والا نہیں۔ لیکن مذکر کا قصد کر کے اناث کو چھوڑ دیا کیونکہ وہ مردوں کے تابع ہیں۔

قوم اور نساء کے لفظ دونوں نکرہ لائے گئے اس میں دو معنی کا احتمال ہے۔ نمبر ا۔ بعض مؤمنین ومؤمنات ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں۔ فائدہ کے عام ہونے اور ہر جماعت کے لئے تمسخر کو ممنوع قرار دیا۔ یہاں رجل من رجل اور لا امرأة من امرأة مفرد استعمال نہیں کیا گیا۔ یہ بتلانے کیلئے کہ بہت سے آدمی اور بہت سی عورتیں اس فعل کا اقدام کرتی ہیں۔ اور اسی طرح بہت سی عورتیں اس کو کرنے والی ہیں۔ اور اس حالت کی برائی کو ظاہر کیا۔ اور عسٰی ان یکونوا خیرًا منھم جملہ مستانفہ ہے۔ اور یہ جملہ نہی کی علت دریافت کرنے والے کے جواب کی جگہ لایا گیا ہے۔ ورنہ تو اس کا حق یہ تھا کہ فاء کے ذریعہ یہ ماقبل سے ملا ہوا ہوتا۔ معنی یہ ہے کہ ہر ایک کو یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ جس کا مذاق اڑایا گیا وہ بسا اوقات تمسخر اڑانے والے سے بہت بہتر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ لوگوں کو تو صرف ظواہر کا علم ہے۔ دلوں کے رازوں سے وہ واقف نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں جس چیز کا وزن ہے۔ وہ خلوصِ قلب ہے۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ کوئی اس شخص کے ساتھ استہزاء کی جرأت نہ کرے۔ جس کو اس کی آنکھ حقیر قرار دیتی ہے۔ اس لئے کہ اس کو پراگندہ حالت میں دیکھا یا بدن میں عیب والا پایا یا گفتگو طرار نہ پایا۔ شاید کہ وہ ضمیر کے لحاظ سے مخلص ترین اور دل کے اعتبار سے پاکیزہ تر ہو جو کہ اس حالت کا عکس ہے جس میں اس کو دیکھا۔ پس جس کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی اس کو حقیر قرار دے کر یہ اپنے اوپر ظلم کرے گا۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

مصیبت کا دارومدار بات پر ہے۔ اگر تو کتے سے کہے کہ میں تم سے تمسخر کروں گا تو مجھے خطرہ ہوگا کہ بدل کر کتا نہ بنا دیا جاؤں۔ (رواہ ابن ابی شیبہ)

طعنہ زنی کی ممانعت:

وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (اور نہ طعنہ دو ایک دوسرے کو) اپنے اہل دین کو طعنہ زنی نہ کرو۔ اللمز: طعنہ مارنا اور زبان استعمال کرنا۔ قراءت: تَلْمُزوا یعقوب، سہل نے پڑھا ہے۔ مؤمن ایک جان کی طرح ہیں۔ جب ایک مؤمن نے دوسرے کا عیب نکالا تو گویا اپنا عیب نکالا۔ ایک قول یہ ہے: اس کا معنی اس طرح ہے۔ ایسا کام نہ کرو جس سے طعنہ زنی کی جائے۔ کیونکہ

جس نے طعنہ زنی والا کام کیا گویا اس نے اپنے پر خود طعنہ زنی کی۔ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ (اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو) تنابز بالالقاب کا معنی القاب سے یاد کرنا۔ النبز: برا لقب اور التلقیب بوہ لقب ممنوع ہے جس سے ملقب بہ کو ناپسندیدگی ہو اور اس سے اس کی مذمت وقدح نکلتی ہو۔ جس لقب کو وہ پسند کرے اس میں کوئی حرج نہیں۔

روایت میں ہے کہ بنو تمیم کے کچھ لوگوں نے بلال وخباب، عمار وصہیب رضی اللہ عنہم کا مذاق اڑایا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

روایت عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے کہ میں زینب بنت خزیمہ سے مذاق کیا کرتی تھی ان کا قد چھوٹا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے ام سلمہ کو چھوٹے قد کی عار دلائی۔

(ترمذی۔۳۸۹۴۔ احمد ۱۳۵/۳۔ نسائی ۳۳ فی عشرۃ النساء)

ایک روایت ہے کہ یہ ثابت بن قیس کے متعلق نازل ہوئی۔ ان کو اونچا سنتا تھا۔ صحابہ کرام ان کے لئے مجلس رسول میں گنجائش کر دیتے تاکہ بات کو سن سکیں۔ ایک دن وہ آئے اور زبان سے کہہ رہے تھے۔ کھل جاؤ کھل جاؤ۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا پہنچے۔ اور ایک آدمی کو کہا۔ ذرا ہٹ جاؤ۔ اس نے ایسا نہ کیا تو ثابت کہنے لگے یہ کون ہے؟ اس نے کہا میں فلاں ہوں۔ تو ثابت نے کہا تو تو فلانی عورت کا بیٹا ہے۔ اس سے مراد اس کی ماں تھی۔ جس کی وجہ سے جاہلیت میں اس کو عار دلاتے تھے۔ وہ آدمی شرمندہ ہوا۔ اس پر یہ آیت اتری۔ تو ثابت نے سن کر کہا میں آئندہ کبھی کسی پر نسب سے فخر نہ کرونگا۔ (ثعلبی بغیر سند)

بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ (ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے) الاسم یہاں تذکرہ کے معنی میں ہے۔ عرب کا قول ہے۔ طار اسمه فی الناس بالکرم یا باللؤم لوگوں میں اس کا نام سخاوت یا ملامت میں مشہور ہوا۔ اس کی حقیقت اس کا تذکرہ جو لوگوں میں بلند و بالا ہوا۔ گویا تقدیر کلام اس طرح ہے۔ بئس الذکر المرتفع للمؤمنین بسبب ارتکاب هذه الجرائر ان یذکروا بالفسق۔ ایمان والوں کے لئے ایسا تذکرہ بلند ہونا بہت ہی برا ہے جو ان جرائم کی وجہ سے ہو کہ ان کا تذکرہ فسق سے کیا جائے۔

بعد الایمان کہہ کر بتلایا کہ ایمان اور فسق کا جمع کرنا جو ایمان کیلئے خطرہ ہے بہت ہی برا ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ بئس الشان بعد الکبرۃ الصبوۃ۔ عشق اور بڑھاپے کو جمع کرنا بڑا خطرناک ہے۔

ایک قول یہ ہے:

ان کے ہاں جو یہود میں سے مسلمان ہوتا تو اس کو اس طرح برا کہتے یا یہودی یا فاسق وغیرہ پس اس بات کی ممانعت کر دی گئی۔ اور انہیں کہا گیا۔ کہ آدمی کے مسلمان ہونے کے بعد اس کا تذکرہ یہودیت وفسق کے الفاظ سے کرنا یہ بدترین تذکرہ ہے۔

بدگمانی سے گریز کا حکم:

وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ (جو باز نہ آویں گے) اس سے جس سے اس کو روکا گیا ہے۔ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (وہ ظلم کرنے والے

ہیں) مَن کے لفظ کا لحاظ اور معنی کا لحاظ کر کے واحد و جمع صیغے وارد ہوئے ہیں۔

آیت ۱۲: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ (اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو) عرب کہتے ہیں جنبه الشر :جبکہ وہ اس سے دور رہے۔اور حقیقت میں اس کا معنی اس کو ایک جانب کر دیا۔پس اس کو دو مفعول کی طرف متعدی کیا جاوے گا۔اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا۔واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام [ابراھیم:۳۵] اور اس کا مطاوع اجتنب الشر ہے پس ایک مفعول کم ہوگیا۔

آیت میں ہر گمان سے نہیں بلکہ بعض گمانوں سے اجتناب کا حکم دیا اور اس بعض کو پھر کثرت سے موصوف کیا۔کیا تم نے اس ارشاد پر غور نہیں کیا جو آگے آتا ہے۔اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں)

قولِ زجاج:

جو گمان گناہ ہے وہ اہل خیر کے متعلق بدگمان ہونا ہے۔باقی اہل فسق کے متعلق تو ہمارا گمان اسی طرح ہے جیسا ان کے ظاہر حال سے نمایاں ہیں۔

نمبر۲۔آیت کا معنی اس طرح ہے۔اجتنبوا اجتنابًا كثيرا۔تم بچو بہت بچنا۔نمبر۳۔کثیر گمانوں سے احتراز کرو تاکہ بعض سے بچ جاؤ۔الاثم: وہ گناہ جس کا مرتکب سزا کا حقدار ہو۔اسی لئے ان کی سزاؤں کو اثام کہا جاتا ہے۔اس سے نَکَالٌ اور عَذَابٌ کی طرح فَعَالٌ کا وزن ہے۔ وَّلَا تَجَسَّسُوْا (اور سراغ مت لگایا کرو) مسلمانوں کے عیوب اور مستور کا پیچھا مت کرو۔عرب کہتے ہیں: تجسس الامر : جبکہ اس کو خوب تلاش کرے اور ڈھونڈ لے۔یہ تفعُّل کا وزن الجس مصدر سے ہے۔

قولِ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ:

ظاہر کو اختیار کرو جو اللہ تعالیٰ نے مستور کیا اس کو چھوڑ دو۔

قولِ سہل رحمۃ اللہ علیہ:

اپنے بندوں کے جو عیوب اللہ تعالیٰ نے چھپا دیئے تم ان کی تلاش کے پیچھے مت پڑو۔

وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا (اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے) الغيبة :غیر موجودگی میں عیب سے کسی کا تذکرہ کرنا۔ یہ الاغتیاب مصدر سے ہے جیسا الغیلۃ: اغتیال سے ہے۔حدیث میں فرمایا تم اپنے بھائی کا ایسی صفت سے تذکرہ کرو جو وہ ناپسند کرتا ہو۔اگر وہ اس میں پائی جاتی ہو تو غیبت ورنہ بہتان ہے۔(احمد ۲/۳۸۴۔مسلم ۲۵۸۹۔ابوداؤد ۴۸۷۴۔ترمذی ۱۹۳۴)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

الغيبة : ہمیشہ لوگوں کو کاٹنا (ادام کلاب الناس)

اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا (کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے)

قراءت: مدنی نے میّتا پڑھا ہے۔اس آیت میں تمثیل کے انداز میں غیبت کرنے والے کی انتہائی بری تصویر کھینچی گئی ہے۔

بلاغی مبالغات:

اس آیت میں کئی مبالغات ہیں۔نمبر۱۔استفہام تقریری نمبر۲۔انتہائی ناپسند چیز کو محبت سے متصل کیا۔نمبر۳۔احدکم کی طرف فعل کا اسناد کیا گیا ہے اوراس سے یہ بتلایا کہ افراد میں سے کسی بھی فرد کیلئے یہ مناسب نہیں۔نمبر۴۔غیبت کی تمثیل میں صرف انسانی گوشت کھانے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ انسان کو بھائی قرار دیا۔نمبر۵۔بھائی کے گوشت پر اکتفاء کیا جاتا تو کافی تھا مگر یہاں اس کو مردہ قرار دے کر اس کا گوشت کھانے کا ذکر کیا۔

قولِ قتادہ رحمہ اللہ:

اگر کیڑے پڑا مردار تم پاؤ تو اس میں سے کھانا تم جیسے ناپسند کرتے ہو اسی طرح زندہ بھائی کے گوشت کو بھی ناپسند کرو۔

نحو: میتًا یہ لحم سے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔یا اخیہ سے جب یہ بات پختہ طور پر ثابت کر دی گئی کہ کوئی شخص بھی مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند نہیں کرتا تو اس کے بعد فرمایا فَکَرِھْتُمُوْہُ (اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو) یعنی اس کے متعلق ناپسندیدگی جب تمہارے ہاں ثابت ہو چکی اور صحیح عقل کا فیصلہ اسی طرح ہے۔تو استقامت دین کے ساتھ ساتھ یہ کراہت بھی پختہ طور پر تمہارے ہاں ثابت ہو جانی چاہیے۔جو کہ اس کی مثل ہے یعنی جیسے غیبت۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ (اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے) التواب: جو قبولیت توبہ میں انتہاء کو پہنچنے والا ہو۔معنی یہ ہے جس چیز سے بچنے کا حکم دیا اس کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔اور جو غلطی پائی جائے اس پر شرمندہ ہو۔پس اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرمائیں گے۔اور متقی توبہ کرنے والوں کے ثواب کا تم پر انعام فرمائے گا۔

غیبت کا اثر:

روایت میں ہے کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ دوصحابہ کی خدمت کرتے تھے ان کے لئے کھانا درست کرتے ایک دن وہ نیند کی وجہ سے یہ کام انجام نہ دے سکے۔پھر ان دونوں نے سلمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سالن کے لئے بھیجا۔ اسامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کے نگران تھے۔انہوں نے کہا میرے پاس تو کچھ نہیں۔سلمان نے ان دونوں کو آکر اطلاع دی۔تو دونوں کہنے لگے۔اگر ہم اس کو بئر سمیحہ کنوئیں کی طرف بھیجتے تو اس کا پانی بھی خشک ہو جاتا۔پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دونوں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔میں تمہارے مونہوں میں گوشت کی سرخی پاتا ہوں۔ان دونوں نے کہا۔ہم نے تو گوشت کھایا ہی نہیں۔آپ نے فرمایا۔تم دونوں نے اس کی غیبت کی ہے۔جس نے کسی مسلمان کی غیبت

کی اس نے گویا اس کا گوشت کھلیا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (ثعلبی بغیر سند)

ایک قول:

مخلوق کی غیبت وہ حق سے غیبت کی بناء پر ہوتی ہے۔

آیت ۱۳: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى (اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد وعورت سے پیدا کیا ہے) مذکر سے آدم اور انثیٰ سے حواء مراد ہیں۔ نمبر۲۔ ہر ایک تم میں سے ایک ماں باپ سے ہے۔ پس تم میں سے ہر ایک ایک دوسرے کی طرح ڈول ڈالتے ہیں پھر تفاخر و تفاضل فی النسب تو کوئی معنی نہیں رکھتا۔

شعب وقبیلہ کا فرق:

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ (اور تمہارے مختلف قومیں اور خاندان بنائے) الشعب : عرب جن طبقات پر منقسم ہیں ان میں سے طبقہ اولیٰ۔ وہ کل یہ ہیں۔ نمبر۱۔ الشعب۔ نمبر۲۔ القبیلۃ۔ نمبر۳۔ العمارۃ۔ نمبر۴۔ البطن۔ نمبر۵۔ الفخذ۔ نمبر۶۔ الفصیلۃ۔

شعب میں کئی قبائل جمع ہوتے ہیں جبکہ قبیلہ کئی عمائر کو جمع کرنے والا ہے۔ اور العمارۃ بطون کو جامع ہے۔ اور بطن بہت سے افخاذ کو جمع کرتا ہے۔ اور الفخذ بہت سے فصائل کو سمیٹنے والا ہوتا ہے۔ مثلاً خزیمہ شعب اور کنانہ قبیلہ ہے اور قریش عمارہ ہے۔ اور قصی بطن ہے اور ہاشم فخذ ہے اور العباس فصیلہ ہے۔ ان کو شعوب اس لئے کہا گیا کیونکہ قبائل اس میں سے پھوٹ نکلے۔

لِتَعَارَفُوْا (تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کرسکو) تمہیں قبائل و شعوب پر مرتب کیا تاکہ ایک دوسرے کا نسب جان سکو۔ پس وہ اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف نسبت نہ کرے۔ اس لئے نہیں بنائے کہ تم آباء و اجداد پر فخر کرنے لگو۔ اور نسبوں میں فضیلت گننے لگ جاؤ۔ پھر اس خصلت کو ذکر کیا جس کی وجہ سے انسان دوسروں سے فضیلت والا بنتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف و مرتبہ پاتا ہے۔ پس فرمایا۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے) حدیث میں فرمایا گیا۔ جس کو یہ بات بھاتی ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑا معزز بن جائے پس وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ (بیہقی۔ ابویعلی۔ حاکم۔ طبرانی)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

دنیا کی عزت مالداری اور آخرت کی عزت تقویٰ ہے۔

روایت میں آیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن طواف کعبہ فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائی۔ پھر فرمایا۔ الحمد للّٰه الذی الی آخر الخطبۃ۔ تمام تعریفیں اس ذات کے لائق ہیں۔ جس نے تم سے جاہلیت کی نخوت کو دور کر دیا اور اس کے تکبر کو ختم کر دیا۔ اے لوگو! لوگ دو ہی قسم کے ہیں۔ نمبر۱۔ مؤمن متقی جو اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والا ہے۔ نمبر۲۔ فاجر بدبخت جو اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی مقام نہیں رکھتا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ (رواہ احمد ۲/ ۳۶۱۔ ابوداؤد۔ ۵۱۱۶۔ الترمذی۔ ۳۹۵۰)

یزید بن شجرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر مدینہ کے بازار سے ہوا۔ پس آپ نے ایک سیاہ غلام دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا۔ جو

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۭ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ

دیہات کے رہنے والوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے، آپ فرما دیجئے تم ایمان نہیں لائے لیکن یوں کہو کہ ہم ظاہری فرمانبردار ہو گئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں

فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ

داخل نہیں ہوا، اور اگر اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کمی نہیں کرے گا، بیشک اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ

غفور ہے رحیم ہے ایمان والے وہی ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر، پھر انہوں نے شک نہیں کیا اور

جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ قُلْ

انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا، یہ وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں۔ آپ فرما دیجئے

اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ

کیا تم اللہ کو اپنا دین بتا رہے ہو اور اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمینوں میں ہے، اور اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ۭ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ

ہر چیز کا جاننے والا ہے، وہ آپ پر احسان دھرتے ہیں کہ اسلام لے آئے آپ فرما دیجئے کہ مجھ پر احسان نہ دھرو،

بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

بلکہ اللہ تم پر اپنا احسان جتاتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت دے دی اگر تم سچے ہو، بیشک اللہ آسمان

غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع ۸/۱۴

اور زمین کے غیب کو جانتا ہے اور اللہ ان کاموں کو دیکھنے والا ہے جو تم کرتے ہو۔

شخص مجھے خریدنا چاہے تو اس کی شرط ہے۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پانچ نمازیں پڑھوں گا۔ کسی نے اس کو خرید لیا۔ پھر وہ بیمار پڑ گیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کی عیادت کیلئے تشریف لائے۔ پھر وہ بیمار ہو کر وفات پا گیا۔ آپ تشریف لائے اور اس کی تدفین میں شرکت فرمائی۔ صحابہ کرام نے اس سلسلہ میں کوئی بات کہی تو یہ آیت اتری۔ (ذکرہ الواحدی فی اسباب النزول۔ صفحہ ۲۶۵)

اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ (اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے) دلوں کے تقویٰ اور شرافت کو۔ خَبِیْرٌ (پورا خبردار ہے) نفوس کی ہمتیں اپنے دعووں میں کس قدر پورا اترنے والی ہیں۔

ایمان لانا کسی پر احسان نہیں:

آیت ۱۴: قَالَتِ الْاَعْرَابُ (یہ گنوار کہتے ہیں) بعض بدو مراد ہیں۔ کیونکہ من الاعراب من یؤمن باللّٰہ والیوم الآخر اس کی تخصیص کرتا ہے۔ اس سے مراد بنو اسد کے بدو ہیں۔ جب وہ مدینہ آئے۔ اس وقت قحط کے حالات تھے۔ انہوں نے ایمان کا اظہار کیا۔ مقصد ان کا صدقہ تھا اور آپ پر اپنے ایمان کا احسان جتلا رہے تھے۔ اٰمَنَّا (ہم ظاہر و باطن سے ایمان لائے ہیں)۔ قُلْ (ان سے کہہ دیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) لَّمْ تُؤْمِنُوْا (تم ایمان تو نہیں لائے) تم نے دلوں سے تصدیق نہیں کی۔ وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا (لیکن یوں کہو ہم مطیع ہو گئے) پس ایمان تصدیق قلبی ہے۔ اسلام: اسلام میں داخل ہونے اور مسلمانوں کی لڑائی سے بچنے کیلئے شہادتین کا اظہار ضروری ہے۔ اس ارشاد خداوندی کو دیکھو۔ وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ (اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا)

ایمان کی تعریف:

پس یہ اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ فقط زبانی اقرار بلا موافقت قلب اسلام کہلائے گا اور جس میں دل زبان کے موافق ہو جائے وہ ایمان ہے اور یہ معنی لغت کے لحاظ سے ہے۔

شرعی معنی ایمان:

ایمان و اسلام ایک چیز ہے۔ لمّا۔ یہ صرف توقع ہے۔ آیت دلالت کر رہی ہے کہ ان میں سے بعض لوگ بعد میں ایمان لائے۔
آیت میں کرامیہ فرقہ کے عقیدہ کی تردید ہے۔ کہ ایمان دل سے ہوتا ہی نہیں بلکہ زبان سے ہی ہوتا ہے۔

سوال: نظم کلام کا تقاضا یہ ہے۔ کہ اس طرح کہا جائے قل لا تقولوا آمنا ولکن قولوا اسلمنا یا اس طرح عبارت ہو۔ قل لم تؤمنوا ولکن اسلمتم۔

جواب: قرآن مجید کے نظم سے اولین فائدہ یہ ہے کہ ان کے دعویٰ کی تکذیب کی گئی اور فرمایا قل لم تؤمنوا۔ حسن ادب کے تقاضے سے یہ نہیں فرمایا۔ کذبتم۔ کہ صراحت ہو جاتی۔ بلکہ لم تؤمنوا کو اس کی جگہ لایا گیا جو کہ ان کے اس دعویٰ کی نفی ہے جس کو وہ ثابت کرتے تھے۔ پس لم تؤمنوا نے اس بات سے مستغنی کر دیا۔ کہ اس طرح کہا جاتا کہ لا تقولوا امنا۔ کیونکہ یہ بات بری معلوم ہوتی ہے کہ ان کو ایسے لفظ سے مخاطب کیا جائے جس سے مقصود ایمان کا لفظ بولنے کی ممانعت نکلتی ہو۔ اور اس طرح بھی نہیں کہا ولکن اسلمتم تاکہ اس سے دعویٰ اور زعم پیدا ہو جیسا کہ ان کا قول آمنا تھا۔ اسی طرح اگر کہا جاتا۔ ولکن اسلمتم تو اسلام اور شمار ان کے قول سے ہوتا۔ حالانکہ وہ کسی شمار میں نہیں۔ باقی لما یدخل الایمان فی قلوبکم۔ یہ تکرار بھی نہیں کیونکہ لم تؤمنوا تو ان کے دعویٰ کی تکذیب کیلئے لائے ہیں اور لما یدخل الایمان فی قلوبکم۔ جس بات کے کہنے کا ان کو حکم تھا اس کی توقیت اس میں بیان کی گئی ہے۔ گویا ان کو اس طرح کہہ دیا گیا۔ ولکن قولوا اسلمنا۔ اس کے وقت کی توقیت جس کے

کہنے کا ان کو حکم ہے۔ گویا ان کو کہا گیا۔ ولکن قولوا اسلمنا۔ جب کہ تمہارے دلوں کی موافقت تمہاری زبانوں کے ساتھ ثابت نہیں ہو سکی۔ کیونکہ یہ کلام قولوا کی ضمیر سے حال واقع ہو رہا ہے۔ وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کہنا مان لو اور نفاق کو خیر باد کہہ دو) لَا یَلِتْكُمْ (وہ کمی نہ کرے گا) قراءت : بصری نے یالتکم پڑھا ہے۔ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَیْــٴًـا (ذرا سی بھی تمہارے اعمال میں سے) وہ تمہاری نیکیوں کے ثواب میں ذرہ بھر کم نہ کرے گا۔ ألت یالت و ألات یلیت و لات یلیت کا ایک معنی ہے۔ اور وہ کم کرنا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں) گناہوں کو ستاری سے۔ رَّحِیْمٌ (مہربان ہیں) عیوب سے توبہ کرنے کی طرف ہدایت کر دی۔

آیت ۱۵: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا (پورے مؤمن وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہیں کیا) ارتاب یہ رابہ کا مطاوع بن کر آتا ہے۔ جبکہ کسی کو تہمت کے ساتھ شک میں ڈالا جائے۔ مطلب یہ ہے وہ ایمان لائے۔ پھر ان کے دلوں میں ایمانیات کے متعلق شک پیدا نہیں ہوا۔ اور نہ جس بات کی انہوں نے تصدیق کی اس میں ان پر تہمت والزام ہے۔

ایمان اور اس کی تروتازگی:

① اس لئے کہ یقین اور ریب کا زوال یہ ایمان کا نچوڑ ہیں۔ تو ایمان کو مقدم کرنے کے بعد پھر الگ اس کو ذکر کیا تا کہ ایمان میں اس کا مرتبہ معلوم ہو جائے۔

② ثم جو تراخی کیلئے ہے اس کے ساتھ ایمان پر اس کا عطف کیا۔ اس سے یہ بتلانا مقصود ہے۔ کہ بعد والے طویل زمانوں میں اس کے ایمان میں اسی طرح کی تروتازگی برقرار ہے۔

وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (پھر اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں محنت اٹھائی)

نمبرا۔ یہ بھی درست ہے کہ مجاہد میں محارب دشمن یا شیطان یا خواہشات مراد ہوں۔

نمبر۲۔ جاہد کو جھد سے مبالغہ قرار دیا جائے اور مجاہدہ بالنفس اور مجاہدہ بالغزو مراد لیا جائے اور تمام عبادات اس میں شامل ہوں اور مجاہدہ بالمال مراد ہو جیسا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے غزوہ عسرہ میں کیا۔ اور زکوٰۃ کو بھی اس میں شامل کر لیا جائے اور اعمال بر و خیر میں تمامی اس میں داخل ہوں۔

اور المؤمنون مبتدا کی خبر اولئك هم الصادقون ہے۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (یہ لوگ سچے ہیں) یعنی ان لوگوں نے اپنے قول آمنا میں سچ بولا اور جھوٹ نہیں بولا جیسا کہ بنو اسد کے گنواروں نے کیا۔ نمبر۲۔ وہ وہی لوگ ہیں جن کا ایمان سچا پکا ایمان ہے۔ اور الذین امنوا یہ ان کی صفت ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے قسمیں اٹھائیں۔ کہ وہ مخلص ہیں پس یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت ۱۶: قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِیْنِكُمْ (کہہ دیجئے کہ تم اللہ تعالیٰ کو اپنے دین کی خبر دیتے ہو) کیا تم اس کو اطلاع دیتے ہو کہ

تمہارے دل تصدیق کرنے والے ہیں۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (اللہ تعالیٰ کو تو سب آسمان اور سب زمین کی چیزوں کی خبر ہے اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جانتا ہے) نفاق و اخلاص وغیرہ جو کچھ بھی تمہارے دِلوں میں ہے۔

ایمان اللہ کا احسان ہے نہ کہ لانے والے کا:

آیت ۱۷: يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا (یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا احسان آپ پر رکھتے ہیں) اَن سے پہلے باء سببیہ محذوف ہے وہ اپنے اسلام کے سبب آپ پر احسان جتلاتے ہیں۔ المن: شکر کی تعریض کرتے ہوئے اور اس سے روکتے ہوئے احسانات کا تذکرہ کرنا۔ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ (آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام کا احسان مت رکھو! بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر احسان رکھتا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے۔ اَنْ هَدٰكُمْ (کہ اس نے تم کو ہدایت دی) ان سے پہلے باء محذوف ہے۔ اس سبب سے کہ اس نے تم کو ہدایت دی یا لام محذوف ہے اس لئے کہ اس نے تم کو ہدایت دی۔ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (ایمان کی بشرطیکہ تم سچے ہو) اگر تمہارا گمان درست ہے اور تمہارا دعویٰ سچا ہے۔ ورنہ تم صرف گمان کرتے اور محض دعویٰ رکھتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی مخالفت کو جاننے والے ہیں۔ اور جواب شرط محذوف ہے۔ کیونکہ ماقبل کی دلالت اس پر موجود ہے تقدیر کلام اس طرح ہوگی۔ ان کنتم صادقین فی ادعائکم الایمان فللّٰہ المنة علیکم۔ اگر تم اپنے دعوائے ایمان میں سچے ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے۔ قراءت: اِنْ ھداکم بھی پڑھا گیا ہے۔

آیت ۱۸: اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کی سب مخفی باتوں کو جانتا ہے اور تمہارے سب اعمال کو بھی جانتا ہے) قراءت: مکی نے یعملون پڑھا ہے۔ اس میں وضاحت فرما دی کہ وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر پوشیدہ سے پوشیدہ تر چیز جو جہاں میں پائی جاتی ہے۔ اس سے واقف ہیں اور وہ ہر عمل کو دیکھتا ہے۔ جو تم اپنے سرو علانیہ میں کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز بھی مخفی نہیں۔ پس اس پر تمہارے ضمائر کی بات کیسے مخفی رہ سکتی ہے۔

الحمد للہ آج لیلۃ الجمعہ ۲۷ صفر المظفر ۱۴۲۴ بعد نصف اللیلہ یہ تفسیری ترجمہ سورۃ الحجرات مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ ق مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پینتالیس آیات اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ① بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ

ق قسم ہے قرآن مجید کی، بلکہ ان کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک ڈرانے والا آگیا، سو کافر لوگ کہنے لگے

هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ② ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ ③ قَدْ عَلِمْنَا مَا

کہ یہ عجیب بات ہے، جب ہم مرگئے اور مٹی ہوگئے تو کیا دوبارہ زندہ ہوں گے، یہ دوبارہ زندہ ہونا بہت ہی بعید بات ہے، ہم ان کے ان اجزاء کو جانتے ہیں جن کو

تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ④ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ

زمین کم کرتی ہے اور ہمارے پاس کتاب محفوظ ہے، بلکہ سچی بات کو جبکہ وہ ان کو پہنچی ہے جھٹلاتے ہیں

فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ⑤ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا

غرض یہ کہ وہ ایک متزلزل حالت میں ہیں، کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا اور اس کو آراستہ کیا

وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ⑥ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ

اور اس میں کوئی رخنہ نہیں، اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑوں کو جما دیا اور اس میں ہر قسم کی خوشنما

كُلِّ زَوْجٍ ۢ بَهِيْجٍ ⑦ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ⑧ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا

چیزیں اگائیں، جو ذریعہ ہے دانائی کا اور نصیحت کا ہر رجوع ہونے والے بندہ کے لئے، اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی برسایا

فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ⑨ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ⑩ رِّزْقًا

پھر اس سے بہت سے باغ اگائے اور کھیتی کا غلہ اور لمبے لمبے کھجور کے درخت جن کے گچھے خوب گندھے ہوئے ہوتے ہیں، بندوں کو رزق

لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ⑪

دینے کے لئے، اور ہم نے اس کے ذریعہ سے مردہ زمین کو زندہ کیا، اسی طرح نکلنا ہوگا۔

قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ ۝ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَھُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْھُمْ فَقَالَ الْکٰفِرُوْنَ ھٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ

(ق۔قسم ہے قرآن مجید کی۔ بلکہ ان کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا۔پس کافر کہنے لگے کہ یہ عجیب بات ہے)

آیت ا: قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ س کے متعلق کلام اسی طرح ہے جو ہم صٓ والقرآن ذی الذکر بل الذین کفروا ۔[ص۔ا] میں کر آئے ہیں۔کوئی فرق نہیں کیونکہ دونوں کا اسلوب ایک جیسا ہے۔البتہ مختلف لفظ المجید کی تفسیر کئے دیتے ہیں۔المجید : دیگر کتب پر مجد و شرف والا۔اور جو شخص اس کے معانی کا علم حاصل کر کے پھر اس کی مراد پر عمل کرتا ہے۔وہ لوگوں کے ہاں اور بارگاہ الٰہی میں شرف وعزت والا ہو جاتا ہے۔بل عجبوا ۔یہ تعجب کرنے والے کفار مکہ ہیں۔

سب سے زیادہ خطرناک چیز سے ڈرانے والے پر تعجب:

اَنْ جَآءَھُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْھُمْ منذر سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اس میں ان کے اس تعجب کا انکار ہے جو انہوں نے ایسی چیز پر کیا جو تعجب انگیز نہیں اور وہ یہی بات ہے کہ انہی میں سے ایک شخص کو ان کی طرف منذر بنا کر بھیجا گیا۔جس کی عدالت وامانت کے وہ خود شاہد ہیں۔تو جو ایسا امین ہو وہ اپنی قوم کا خیر خواہ نہیں ہوگا۔تو اور کون ہوگا۔وہ اس بات سے خائف ہے کہ کہیں میری قوم کو کوئی خطرناک چیز نہ آ لے۔جب اس کو یہ معلوم ہے کہ خطرہ ان کے سر پر منڈلا رہا ہے تو اس کو لازم ہے کہ وہ ان کو ڈرائے۔پھر وہ ایسے خطرے سے ان کو متنبہ کیوں نہ کرے جو سب سے زیادہ ڈرانے کی چیز ہے؟

کفار کے تعجب پر انکار کیا گیا۔جو تعجب ان کو بعث بعد الموت پر ہے۔حالانکہ وہ جانتے اور مانتے ہیں کہ قدرت الٰہی آسمان و زمین اور ان کے مابین سب کچھ پر اور ہر چیز کے اختراع پر اب بھی اسی طرح ہے جیسا کہ نشأۃ اولیٰ جس کے وہ قائل ہیں۔اس وقت تھی بلکہ اقرار جزاء پر مزید عقلی شہادت بھی پائی جاتی ہے۔ پھر دونوں انکاروں میں سے ایک پر اعتماد کرتے ہوئے فرمایا۔ فَقَالَ الْکٰفِرُوْنَ ھٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ آیت نمبر۳: ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا (جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے تو کیا دوبارہ زندہ ہونگے) اس میں اس بات پر تعجب کیا گیا کہ بعث بعد الموت سے ان کا تعجب خود استبعاد میں پہلے داخل ہے اور اس کا مستحق ہے کہ اس کا انکار کیا جائے۔

لطائفِ آیت:

آیت میں ضمیر کی بجائے الکافرون کا لفظ صراحت کے ساتھ لا کر اس بات کی گواہی دینا مقصود ہے کہ اپنی اس بات میں انہوں نے اپنے آپ کو کفر عظیم کے آمنے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔ھٰذَا کا مشار الیہ الرجع ہے۔اور اذا مضمر فعل کی وجہ سے منصوب ہے۔معنی یہ ہوگا: کیا جب ہم مر جائیں گے اور بوسیدہ ہو جائیں گے کیا ہم لوٹائے جائیں گے؟

قراءت: مِتنا نافع، حمزہ، علی، حفص نے اسی طرح پڑھا۔

ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ (یہ دوبارہ زندہ ہونا بہت ہی بعید بات ہے) نمبرا۔ انتہائی انوکھی اور بعید ہے جیسا کہتے ہیں۔ ھذا قول بعید۔ یعنی وہم و عادت سے بعید ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ الرجع بمعنی الرجوع ہو یعنی یہ لوٹایا جانا۔ اس صورت میں یہ جواب ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے انکار بعث کے استبعاد کا دیا گیا۔ اس وقت تو ابا پر وقف خوب ہے۔ اس صورت میں ظرف 'اذا' ناصب بعث ہے جس پر منذر اور منذر بہ دلالت کرتے ہیں۔

جب اجزائے موت معلوم ہو تو اس کو لوٹانے پر کیوں قدرت نہیں:

آیت ۴: قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ (ہم ان کے ان اجزاء کو جانتے ہیں۔ جن کو مٹی کم کرتی ہے) اس میں ان کے دوبارہ لوٹانے کو بعید خیال کرنے کی تردید ہے۔ کیونکہ جس ذات کا علم اس قدر لطیف ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ مردوں کے اجسام میں سے زمین کیا کچھ کم کرتی اور ان کے گوشت' پوست اور ہڈیوں کو کھاتی ہے۔ وہ ان مردوں کو اسی طرح زندہ کر کے لوٹانے کی بھی قدرت رکھتے ہیں جیسا وہ پہلے تھے۔ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ (اور ہمارے پاس کتاب محفوظ ہے) شیاطین کی دست برد اور تغیر سے محفوظ ہے اور وہ لوح محفوظ ہے۔ نمبر۲۔ حفیظ بمعنی حافظ ہے وہ کتاب اس کی حفاظت کرنے والی ہے جو اس میں لکھ دیا گیا۔ اور درج کر دیا گیا۔

انہوں نے نبوت کا انکار کر دیا:

آیت ۵: بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ (بلکہ سچی بات کو جب ان کے پاس پہنچتی ہے جھٹلاتے ہیں) یہ بل اضرابیہ کے بعد پھر دوسرا بل لائے تاکہ یہ بتلا دیا جائے کہ انہوں نے تعجب سے بھی زیادہ حیرت انگیز حرکت کی ہے کہ ایسی نبوت جو معجزات سے بلا غور و فکر سمجھ آتی ہے اس کا انکار کر دیا۔ حالانکہ وہ واضح حق ہے۔ فَهُمْ فِيْ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ (غرض یہ کہ وہ ایک متزلزل حالت میں ہیں) مریج مضطرب کے معنی میں آتا ہے۔ عرب کہتے ہیں مرج الخاتم فی اصبعه۔ جبکہ وہ کھلی ہونے کی وجہ سے انگلی میں چلتی پھرے۔ اسی بناء پر تو کبھی کہتے ہیں شاعر' کبھی ساحر اور کبھی کاہن۔ وہ ایک بات پر قائم نہیں۔

ایک قول یہ ہے:

الحق سے قرآن مجید مراد ہے۔ ایک اور قول: کہ بعث بعد الموت کے متعلق جو خبریں دی گئیں وہ حق سے مراد ہیں۔

بیانِ قدرت کا ایک انداز:

آیت ۶: پھر بعث بعد الموت پر اپنی قدرت کو بیان فرمایا۔ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا (کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا) جب انہوں نے بعث کا انکار کیا۔ اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ (اپنے اوپر کی طرف آسمان کو) جہان کو پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار کو كَيْفَ بَنَيْنٰهَا (ہم نے اس کو کیسا بنایا) بلا ستون بلند کیا۔ وَزَيَّنّٰهَا (اور اس کو نیرات سے آراستہ کیا) وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (اور اس

میں کوئی رخنہ تک نہیں) چرنے اور پھٹنے سے یعنی وہ عیوب سے صحیح سالم ہے۔ نہ دراڑ نہ چیر نہ خرابی۔

آیت ۷: وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا (اور زمین کو ہم نے پھیلایا) وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ (اور اس میں پہاڑوں کو جما دیا) قائم رہنے والے پہاڑ اگر نہ ہوتے تو زمین جھک جاتی۔ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ (اور اس میں ہر قسم کی چیزیں اگائیں) بَهِيْجٍ (خوش نما) جن سے سرور حاصل کیا جاتا ہے ان کے حسن کی وجہ سے۔

آیت ۸: تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰى (جو ذریعہ دانائی اور بینائی ہے) تاکہ ہم اس کے ذریعہ بصارت دیں اور ہم نصیحت کریں ہر ایک کو۔ لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ (ہر رجوع ہونے والے بندے کیلئے) جو اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والا اور اس کی مخلوقات کے عجائبات میں سوچ و بچار کرنے والا ہو۔

تیسرا انداز:

آیت ۹: وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا (اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا) مبارک یعنی بے شمار منافع والا۔ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ (پھر اس سے بہت سے باغ اگائے اور کھیتی کا غلہ) یعنی کھیتی کا غلہ جس کی شان کا تقاضا ہے کہ اس کو کاٹا جائے۔ مثلاً گندم، جو وغیرہ

چوتھا انداز:

آیت ۱۰: وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ (اور لمبی لمبی کھجور کے درخت) آسمان میں بلند۔ لَّهَا طَلْعٌ (اس کے گچھے) طلع: کھجور کے پھل میں سے جو نمودار ہو۔ نَّضِيْدٌ (تہ بہ تہ ہوتے ہیں) ایک دوسرے پر گچھے اور گندھے ہوتے ہیں۔ پھلوں کے بہت دور تہ بہ تہ ہونے کی وجہ سے یا پھلوں کی کثرت کی بناء پر جن کو نضید کہا گیا۔

آیت ۱۱: رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ (بندوں کو رزق دینے کے لئے) ہم نے ان کو اگایا رزق کے طور پر۔ انبات رزق کے معنی میں ہے اس سے رزقاً اس کا مصدر من غیر لفظہٖ ہوا۔ اور یہ مفعول لہ ہے۔ ای انبتناھا لنرزقھم۔ ان کو رزق دینے کے لئے اسے اگایا۔ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ (اور ہم نے اس کے ذریعہ زندہ کر دیا) اس پانی کے ذریعہ بَلْدَةً مَّيْتًا (مردہ زمین کو) جس کی نباتات خشک ہو چکی تھی۔ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ (اسی طرح زمین سے نکلنا ہوگا) جس طرح یہ مردہ زمین آباد کر دی گئی اسی طرح تم زندہ کر کے موت کے بعد نکالے جاؤ گے کیونکہ بنجر کی آبادی مردوں کو زندہ کرنے کی طرح ہے۔

کاف محل رفع میں مبتدا ہونے کی وجہ سے واقع ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿۱۳﴾

ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور اصحاب رس نے اور ثمود نے اور عاد نے اور فرعون نے اور لوط کی قوم نے

وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ اَفَعَيِيْنَا

اور ایکہ والوں نے اور تبع کی قوم نے جھٹلایا ان سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا سو میری وعید ثابت ہوگئی، کیا ہم پہلی بار پیدا

بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۵﴾

کرنے سے تھک گئے؟ بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ پیدائش کی طرف سے شبہ میں ہیں۔

فرد کا زمین سے نکالنا نباتات کی طرح ہے:

آیت ۱۲: كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ (ان سے پہلے جھٹلایا) ھم کا مرجع قریش مکہ ہیں قَوْمُ نُوحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ (قوم نوح اور رس والے) الرس وہ کنواں جس کی منڈیر نہ ہو۔ یہ یمامہ کے رہنے والے لوگ تھے۔ ایک قول یہ ہے: یہ اصحاب اخدود ہیں۔ وَثَمُوْدُ۔

احوال تکذیبِ اقوام:

آیت ۱۳: وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ (اور ثمود اور عاد اور فرعون نے) نمبر ۱۔ فرعون سے قوم فرعون مراد ہے۔ جیسا کہ فرمایا من فرعون وملائهم۔ [یونس: ۸۳] نمبر ۲۔ کیونکہ معطوف علیہ قوم نوح ہے اور معطوفات جماعتیں ہیں۔ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ (اور قوم لوط اور بن والے) اخوان لوط کہنے کی وجہ یہ ہے کہ لوطؑ اور ان کے درمیان قرابت نسبی پائی جاتی تھی۔ وَقَوْمُ تُبَّعٍ (اور تبع کی قوم) یہ یمن کا مسلمان بادشاہ گزرا۔ اس نے اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلایا۔ انہوں نے جھٹلا دیا۔ اسکو تبع کثرت پیروکاروں کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ كُلٌّ (ان میں سے ہر ایک نے) كَذَّبَ الرُّسُلَ (رسولوں کو جھٹلایا) کیونکہ جس نے ایک رسول کو جھٹلایا پس اس نے گویا تمام کو جھٹلا دیا۔ فَحَقَّ وَعِيْدِ (پس میری وعید ان پر واقع ہوگئی) میری وعید ان پر لازم ہو کر اتر پڑی اس میں رسول اللہ کیلئے تسلی اور کفار مکہ کو تہدید کی گئی ہے۔

آیت ۱۵: اَفَعَيِيْنَا (کیا ہم پہلی مرتبہ پیدا کرنے میں تھک گئے ہیں) اعیٰی بالامر اس وقت بولتے ہیں جب اپنے مقصد کو پانے کے لئے راہ نہ پائے۔ نحو: ہمزہ انکار کے لئے ہے فاء عاطفہ تعقیبیہ ہے۔ بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ (یعنی ہم پہلی مرتبہ پیدا کر کے تھک نہیں گئے) پھر دوسری سے ہم کیسے عاجز ہونگے۔ اور خلق اول کا اعتراف تو خود اعادہ کا اعتراف ہے۔

بعثت کے متعلق یہ شک میں پڑے ہیں:

بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ (بلکہ یہ لوگ شبہ میں پڑے ہیں) یہ لوگ خلط ملط اور اشتباہ میں ہیں شیطان نے ان کو التباس وحیرت میں ڈال رکھا ہے۔ ان کے لئے تسویل شیطانی یہ ہے کہ مردوں کو زندہ کرنا عادت کے خلاف ہے۔ پس اس بات کی وجہ سے انہوں نے صحیح

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ

اور بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں ان وسوسوں کو جو اس کے جی میں آتے ہیں اور ہم اسکی گردن کی رگ سے بھی زیادہ اس سے

الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿۱۷﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ

قریب ہیں جبکہ دو لینے والے لے لیتے ہیں جو داہنی طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے ہیں اور کوئی بات

قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿۱۹﴾

منہ سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک نگران تیار ہے، اور موت کی سختی حق کے ساتھ آ گئی یہ وہ ہے جس سے تو ہٹتا تھا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿۲۰﴾ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿۲۱﴾

اور صور پھونکا جائے گا، یہ وعید کا دن ہے، اور ہر شخص اسطرح سے آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک سائق اور ایک شہید ہوگا،

لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿۲۲﴾ وَ

واقعی بات یہ ہے کہ تو اسکی طرف سے غفلت میں تھا سو ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹا دیا سو آج تیری نگاہ تیز ہے اور

قَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿۲۳﴾ ؕ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۲۴﴾ لا مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ

اس کا ساتھی کہے گا یہ وہ ہے جو میرے پاس تیار ہے، ڈال دو جہنم میں ہر کفر کرنیوالے کو ضدی کو خیر سے منع کرنے والے کو،

مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ ﴿۲۵﴾ لا الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿۲۶﴾

حد سے بڑھنے والے کو، شبہ میں ڈالنے والے کو، جس نے اللہ کے سوا دوسرا معبود تجویز کر دیا، سو اسے سخت عذاب میں ڈال دو،

قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴿۲۷﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ

اس کا ساتھی کہے گا کہ اے ہمارے رب میں نے اسے گمراہ نہیں کیا لیکن یہ دور کی گمراہی میں تھا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا میرے سامنے جھگڑا مت کرو

وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿۲۸﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۲۹﴾ ع

اور میں نے تمہارے پاس پہلے سے وعید بھیج دی تھی، میرے پاس بات نہیں بدلی جاتی اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

دلیل کو ترک کر دیا۔ وہ یہ ہے کہ جو ذات اولین مرتبہ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ اعادہ پر بدرجہ اولیٰ قادر ہے۔ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ (از سر نو پیدا کرنے کی طرف سے) موت کے بعد۔ یہاں خلق کو نکرہ لائے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت شان پر دلالت کرے اور جو اس کو سنے

اسے ڈرنا اور اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔

علمی قرب کو حبل الورید کی مثال ذکر کیا:

آیت ۱۶: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ (ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے جی میں جو خیالات آتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں) الوسوسۃ: مخفی آواز اور وسوسۃ النفس جو انسان کے دل میں پیدا ہو اور حدیث نفس میں سے جو خیال اس کے ضمیر میں آئے۔ اس میں باء کا معنی وہی ہے جو صوّت بکذا میں ہے۔ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (اور ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ) اقرب سے قرب علمی مراد ہے۔ حبل الورید یہ انتہائی قرب کی مثال ہے۔ الورید: گردن کے اندر کی رگ۔ الحبل: رگ' رسی۔ یہ اضافت ورید کی طرف اضافت بیانیہ ہے۔ جیسے کہتے ہیں بعیر سانیۃ' یوم الجمعۃ وغیرہ۔

آیت ۱۷: اِذْ یَتَلَقَّی الْمُتَلَقِّیٰنِ (جب (قول و عمل کو) لینے والے فرشتے لیتے رہتے ہیں) متلقیان سے محافظ فرشتے مراد ہیں۔

عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ (جو کہ دا ہنی اور بائیں طرف بیٹھے رہتے ہیں) التلقی: حفظ و کتابت سے اس کو اخذ کرنا۔ القعید اور المقاعد یہ الجلیس بمعنی مجالس کے آتا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ عن الیمین قعید و عن الشمال قعید من المتلقین۔ تو ایک کا ذکر چھوڑ دیا کیونکہ دوسرے کی دلالت اس پر موجود ہے۔ جیسا شاعر کے اس قول میں۔ رمانی بامر کنت منه و والدی۔ بریئًا ومن اجل الطوی رمانی۔ تو اصل کلام میں رمانی بامر کنت منه بریئًا وکان والدی بریئًا مگر بری کا لفظ ایک مرتبہ لائے کیونکہ دوسرے پر اس میں دلالت موجود ہے۔ اذ۔ اقرب کی وجہ سے منصوب ہے۔ کیونکہ اس میں یقرب کا معنی پایا جاتا ہے۔

علم الٰہی خطراتِ نفس سے بھی مخفی تر کو جاننے والا ہے:

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات لطیف خبیر ہے اس کا علم خطرات نفس تک پہنچنے والا ہے اور اس تک بھی پہنچنے والا ہے جو اس سے بھی مخفی تر ہو۔ وہ ہر قریب سے زیادہ انسان کے لئے اقرب ہے۔ جبکہ دو محافظ فرشتے انسان کے بول کو اخذ کر رہے ہوتے ہیں۔ اور یہ اس بات کو بتلانے کیلئے فرمایا کہ وہ فرشتوں کے ذریعہ ان اعمال کے محفوظ کرنے سے بے نیاز ہے۔ (یہ خفیہ دستاویز معلومات حاصل کرنے کیلئے نہیں بلکہ انسان کے لئے قریبی گواہی پیش کرنے کیلئے ہے) وہ اس سے کیونکر مستغنی نہ ہو جبکہ وہ عالم السر والاخفی ہے۔ اور یہ نظام حکمت کے تحت بنا رکھا ہے اور وہ جو دونوں فرشتوں کے رجسٹروں اور ان کی حفاظت میں ہے۔ اور صحائف اعمال کا قیامت کے دن پیش کیا جاتا ہے۔ یہ سیئات سے باز آنے اور حسنات کی طرف رغبت دلانے کی لطیف تدبیر ہے۔

کراماً کاتبین کا اعمال لکھنا:

آیت ۱۸: مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ (وہ کوئی لفظ منہ سے نکالنے نہیں پاتا) جو وہ بولتا اور منہ سے نکالتا ہے۔ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ

(مگر اس کے پاس ایک حافظ تیار ہے) عتید :حاضر۔ پھر یہ کہا گیا کہ وہ ہر چیز لکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ مرض کی انین بھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ بات لکھتے ہیں جس میں اجر یا گناہ ہوتا ہے۔ ایک تیسرا قول ہے۔ فرشتے اس سے الگ نہیں ہوتے سوائے دو حالتوں۔(۱) پاخانہ (۲) جماع کے۔

علم وقدرت کے بعد مقدمۂ قیامت کوذکر کیا:

آیت ۱۹: جب ان کے انکار بعث کا تذکرہ ہو چکا۔ تو اپنے علم وقدرت سے ان پر حجت قائم کی۔ اور ان کو خبر دار کیا کہ وہ جس کا انکار کر رہے ہیں عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے کہ موت اور قیام ساعت کے وقت ان کے پاس کچھ بھی طاقت نہ ہوگی۔ ایسے وقت کے قریب آ جانے پر ان کو متنبہ کرتے ہوئے لفظ ماضی سے تعبیر فرمائی۔ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ (اور موت کی سختی آ پہنچی) سکرت سے ایسی شدت مراد ہے جو عقل کو ہوا کر دے۔ بِالْحَقِّ (حقیقۃً) واقع میں یا حکمت کے ساتھ۔ باء تعدیہ ہے یہ مفعول ہے۔ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ (یہ وہ ہے جس سے تو بدکتا تھا) ذلك کا مشارٌ الیہ موت ہے اور خطاب انسان کو کیا گیا ہے۔ لقد خلقنا الانسان میں بطریق التفات ہے۔ تحید نفرت کرنے اور بھاگنے کو کہتے ہیں۔ (اس سے پہلے یقال محذوف ہے)

تذکرۂ قیامت:

آیت ۲۰: وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ (اور صور پھونکا جائے گا) اس سے مراد نفخۂ بعث مراد ہے۔ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ (یہ دن ہوگا وعید کا) یعنی اس وعید کا وقت۔ گویا مضاف محذوف ہے اور ذلك کا اشارہ نفخ کے مصدر کی طرف ہے۔

آیت ۲۱: وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ (اور ہر شخص اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک اس کو اپنے ہمراہ لائے گا اور ایک گواہ ہوگا) یعنی دو فرشتے ہونگے۔ ایک اس کو حشر کی طرف ہنکا کر لائے گا۔ اور دوسرا اس کے عمل کا گواہ ہوگا۔

نحو : معھا سائق محلاً منصوب ہے۔ یہ کلٌّ سے حال ہے۔ کیونکہ وہ جو حکم معرفہ میں ہے اس کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے معرفہ بن گیا۔

غفلت کا پردہ چاک ہوا:

آیت ۲۲: لَقَدْ كُنْتَ (تو تھا) یعنی اس کو کہا جائے گا۔ لقد کنت۔ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا (اس دن سے بے خبر) یہ دن جو تجھ پر اتر پڑا ہے۔ فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ (پس اب ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹا دیا) پس تیری غفلت کو اس سے دور کر دیا جس کا تو مشاہدہ کر رہا ہے۔ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ (پس آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے) آیت میں غفلت کو پردہ کی طرح قرار دیا۔ گویا وہ پردہ ہے جس نے اس کے سارے جسم کو ڈھانپ رکھا ہے۔ یا وہ ایسا پردہ ہے جو اس کی آنکھوں کو ڈھانپنے والا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ کچھ بھی دیکھنے نہیں پاتا۔ جب قیامت کا دن ہوگا اور غفلت وغطاء ہر چیز زائل ہو کر چھٹ جائے گی تو وہ حق بھی اس کو نظر آ جائے گا۔ جو وہ نہ دیکھتا تھا۔ اور اس کی غفلت کے سبب تھکی ہوئی نگاہ بیداری کی وجہ سے بہت تیز ہو جائے گی۔

قرین کی مراد:

آیت ۲۳: وَقَالَ قَرِیْنُهٗ (اور اس کا ساتھی کہے گا) قول جمہور: یہ ہے۔ وہ فرشتہ ہے جو اس کے اعمال لکھنے پر مقرر ہے وہ اس پر گواہ ہوگا۔ هٰذَا کا اشارہ دیوان عمل کی طرف ہے۔ قول مجاہد: اس سے اس کا وہ شیطان مراد ہے جو اس پر مقرر کیا گیا۔ جو ارشاد الٰہی میں ہے۔ نقیض له شیطانا فهو له قرین۔ [الزخرف۔ ۳۶] هٰذَا یعنی یہ وہ شخص ہے جس پر مجھے مقرر کیا گیا۔

مَا لَدَیَّ عَتِیْدٌ (یہ وہ ہے جو میرے پاس تیار ہے) نحو: هذا مبتدأ اور ما نکرہ ہے جو شیٔ کا معنی دے رہا ہے۔ بعد والا ظرف ما کی صفت ہے۔ اسی طرح عتید بھی صفت ہے۔ ما اپنی صفت سے مل کر خبر اور هذا مبتدأ۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ هذا شئ ثابت لدیَّ عتید۔

آیت ۲۴: پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ اَلْقِیَا نمبر ۱۔ یہ سائق و شہید کو خطاب ہے۔ نمبر ۲۔ مالک فرشتے کو خطاب ہے۔ اصل میں الق۔ الق ہے۔ اس کی جگہ القیا لایا گیا ہے۔ کیونکہ فاعل فعل کے جزو کی طرح ہوتا ہے۔ فاعل کا تثنیہ آنا تکرار فعل کا نائب ہے۔

ایک قول یہ ہے:

اس کی اصل اَلْقِیَنْ ہے۔ اور الف نون سے بدل دیا گیا وصل کو وقف کے قائم مقام کرتے ہوئے۔ اس کی دلیل حسن کی یہ قراءت ہے۔ القیَن۔

فِیْ جَهَنَّمَ کُلَّ کَفَّارٍ (ہر اس شخص کو جہنم میں ڈال دو جو کفر کرنے والا) نعمتوں اور منعم کا۔ عَنِیْدٍ (ضد کرنے والا) حق سے پہلو تہی اختیار کرنے والا اہل حق کا دشمن۔

آیت ۲۵: مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ (وہ نیک کام سے روکتا ہو) مال کو اس کے حقوق سے بہت زیادہ روک کر رکھنے والا یا نمبر ۲۔ جنس خیر کو اس کے مستحقوں تک پہنچنے سے رکاوٹ بننے والا۔ مُعْتَدٍ (حد سے گزرنے والا) ظالم حق کی حدود کو پھاندنے والا۔ مُّرِیْبِ ۙ (شبہ پیدا کرنے والا) اللہ تعالیٰ اور اس کے دین میں شک کرنے والا۔

آیت ۲۶: الَّذِیْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود تجویز کیا ہو) نحو: یہ مبتدأ ہے جو معنی شرط کو متضمن ہے۔ اس کی خبر فَاَلْقِیٰهُ فِی الْعَذَابِ الشَّدِیْدِ ہے۔ یا کُلَّ کَفَّارٍ سے بدل ہے اور فالقیا یہ تکریر تاکید ہے۔ مگر یہ جائز نہیں کہ اسے کفار کی صفت بنا کر اسے مجرور قرار دیں۔ کیونکہ نکرہ کی صفت اسم موصول سے نہیں آتی۔

قولِ مجاہد:

آیت ۲۷: قَالَ قَرِیْنُهٗ (وہ شیطان جو اس کے ساتھ رہتا تھا وہ کہے گا) وہ ساتھ رہنے والا شیطان اس کے خلاف شاہد ہوگا۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ میں نے اس جملہ کو واؤ سے خالی کیا۔ پہلے کو نہیں کیونکہ پہلے کا عطف واجب ہے۔ کیونکہ دونوں کا معنی ان کے جمع کرنے پر دلالت کر رہا ہے۔ میری مراد یہ ہے مجیئی کل نفس مع الملکین اور اس کے قرین کا قول جو اس کو کہے گا۔

باقی یہ جملہ مستانفہ ہے۔ جیسا کہ حکایت قول میں مستانفہ جملے آتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی گفتگو میں ہے۔ گویا کافر نے کہا۔ رب ھو اطغانی اے میرے رب اس نے مجھے سرکشی پر آمادہ کیا۔ تو اس کے قرین نے جواب میں کہا ربنا مااطغیتہٗ۔ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ (اے میرے رب میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا تھا۔ مگر یہ خود دور دراز کی گمراہی میں تھا) یعنی میں نے اس کو سرکشی میں نہیں ڈالا۔ لیکن اس نے سرکشی اختیار کی۔ اور اس نے گمراہی کو ہدایت پر پسند کیا۔

یہ دارالجزاء ہے۔ جھگڑے کی جگہ نہیں:

آیت ۲۸: قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ (ارشاد ہوگا میرے سامنے جھگڑے کی باتیں مت کرو) یہ جملہ مستانفہ ہے جیسا کہ قال قرینہ ہے۔ گویا کسی کہنے والے نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا۔ تو جواب دیا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا تختصموا لدی۔ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ (میں پہلے ہی تمہارے پاس وعید بھیج چکا تھا) یہاں موقف حساب اور دارالجزاء میں مت جھگڑو۔ تمہارے جھگڑنے کا فائدہ نہیں اور نہ کچھ حاصل ہے۔ میں تمہیں سرکشی کے متعلق اپنی کتابوں میں عذاب کی وعید کر چکا۔ اور میرے رسول اپنی زبانوں سے وعید سنا چکے۔ اپنے اوپر کوئی عذر میں نے باقی نہیں رہنے دیا۔

بالوعید میں باء اس طرح بڑھائی گئی۔ جیسا و لا تلقوا بایدیکم [البقرہ۔۱۹۵] میں زائدہ ہے۔ نمبر۲۔ قدّم بمعنی تقدم ظاہر کرنے کے لئے باء لائے ہیں۔

میری وعید والی بات کو بشارت میں بدلا نہیں جاسکتا:

آیت ۲۹: مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ (میرے ہاں بات بدلی نہ جائے گی) اس بات کی توقع مت کرو کہ میں اپنے قول اور وعید کو اس طرح بدل دونگا کہ کفار کو جنت میں داخل کر دوں۔ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں) بغیر گناہ کسی بندے کو عذاب نہ دونگا۔ ظلام۔ مبالغہ لائے۔ کیونکہ یہ اس قول سے ماخوذ ہے۔ ھو ظالم لعبدہ و ظلام لعبیدہ۔ وہ اپنے غلاموں پر ظلم کرنے والا ہے۔ نفس ظلم کی نفی مقصود ہے۔

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۝٣٠ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ

جس دن ہم جہنم سے کہیں گے کیا تو بھر گئی اور وہ کہے گی کہ کیا کچھ اور بھی ہے؟ اور متقیوں کے لئے جنت قریب کی جائے گی

غَيْرَ بَعِيْدٍ ۝٣١ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ۝٣٢ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ

دور نہ رہے گی یہ وہ ہے جسکا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہر ایسے شخص کے لئے جو رجوع کرنے والا پابندی کرنے والا ہو، جو بغیر دیکھے رحمٰن سے ڈرا

وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ۝٣٣ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝٣٤ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ

اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا، اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہ ہمیشگی والا دن ہے ان کے لئے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے

فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ۝٣٥ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا

اور ہمارے پاس اور بھی زیادہ ہے، اور ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر دیا جو گرفت کرنے میں ان سے زیادہ سخت تھیں، سو وہ شہروں

فِي الْبِلَادِ ۭ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ۝٣٦

میں چلتے پھرتے رہے کیا بھاگنے کی کوئی جگہ ہے،

آیت ۳۰: يَوْمَ نحو : یہ ظلام کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر۲۔ مضمر فعل اذکر' انذر وغیرہ کی وجہ سے منصوب ہے۔

جہنم پکارے گی کیا کچھ اور ہے……:

نَقُوْلُ۔ قراءت : ابوبکر و نافع نے یقول پڑھا ہے۔ ای یقول اللّٰہ۔ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ (جس دن کہ ہم دوزخ سے کہیں گے کہ تو بھر بھی گئی اور وہ کہے گی کچھ اور بھی ہے) مزید یہ المجید کی طرح مصدر ہے۔ مطلب یہ ہے۔ وہ بھر جانے کے بعد کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے۔ یعنی کیا مجھ میں کوئی ایسی جگہ ہے جو بھری نہ ہو؟ یعنی میں بھر چلی۔ یا جہنم اور طلب کرے گی۔ اور اس میں اضافہ کی گنجائش ہوگی۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جہنم جب واقعی کلام کرے۔ اور یہ بعید بات نہیں۔ جیسا کہ جوارح انسانی بات کریں گے۔ اور یہ جہنم کا سوال کفار کو توبیخ کے لئے ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو پہلے ہی جانتے ہیں کہ آیا وہ بھر گئی یا کچھ خالی ہے۔

آیت ۳۱: وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ (جنت متقین کے قریب لائی جائے گی۔ کچھ بھی دور نہ رہے گی)

نحو : غیر بعید۔ یہ ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای مکانا غیر بعید۔ نمبر۲۔ حال کی بناء پر نصب ہے۔ اور اس کو مذکر لانے کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ مصدر کے وزن پر ہے مثلاً الصلیل اور مصدر کے ذریعہ مؤنث و مذکر کی صفت لا سکتے ہیں۔

نمبر۳۔ موصوف محذوف ہے ای شیئاً غیر بعید۔ اور اس کا معنی تاکید والا ہوگا جیسا تم کہو۔ ھو قریب غیر بعید و عزیز

غیر ذلیل۔

آیت ۳۲: هٰذَا۔ نحو: یہ مبتدأ ہے۔اس کا مشارالیہ الثواب ہے۔نمبر۲۔ازلفت کے مصدر کی طرف اشارہ ہے۔ مَا تُوْعَدُوْنَ (جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا) نحو: یہ مبتدأ کی صفت ہے۔قراءت: مکی نے یاء سے یوعدون پڑھا ہے۔ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ (یہ وہ چیز ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا) اواب جو اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔ نحو: یہ خبر مبتدأ ہے۔حفیظ۔جو حدود اللہ کی حفاظت کرنے والا ہو۔حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس نے دن کی ابتداء میں چار رکعات پر مواظبت کی وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اواب وحفیظ لکھا جاتا ہے۔

آیت ۳۳: مَنْ یہ اواب کا بدل ہے اور محلاً مجرور ہے۔نمبر۲۔یہ مبتدأ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور اس کی خبر ادخلوھا ہے جبکہ یقال لھم کو مقدر مانیں کیونکہ مَن معنی کے لحاظ سے جمع ہے۔ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ (جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوگا) الخشیة : اپنی غلطی دیکھ کر دل کی بیقراری۔اللہ تعالیٰ نے خشیت کے ساتھ اپنا وسیع رحمت والا اسم گرامی ملا کر ذکر کیا۔اس سے خشیت والے کی خوب تعریف کر دی کہ یہ بیقرار ہے باوجود اس بات کے جان لینے کے کہ میرا رب وسیع رحمت والا ہے اور وہ ڈر رہا ہے باوجود اس بات کہ جس ذات سے ڈر رہا ہے وہ اپنی ذات کے اعتبار سے اس سے غائب ہے۔ بِالْغَيْبِ (بن دیکھے) نحو: نمبر۱۔یہ مفعول سے حال ہے۔یعنی اس سے ڈرا اس حال میں کہ وہ غائب ہے۔نمبر۲۔خشی کے مصدر کی صفت ہے۔خشی خشیة ملتبسة بالغیب وہ ایسا ڈرا جو ڈرنا بغیر دیکھنے کے ساتھ ملا ہوا تھا۔اس طرح کہ اس کے سزا دینے سے ڈرا باوجودیکہ وہ غائب ہے۔

قولِ حسن رحمۃ اللہ علیہ:

جب دروازہ بند کر لیا اور پردہ ڈال لیا پھر بھی وہ اس سے ڈرا۔

وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ (اور رجوع ہونے والا دل لے کر آئے گا) منیب : اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے والا۔

ایک قول یہ ہے:

صحیح عقیدہ اور پسندیدہ باطن کے ساتھ۔

آیت ۳۴: ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ (اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ) یعنی اس حال میں کہ تم نعمتوں کے زوال اور ناراضگی کے اترنے سے محفوظ رہو گے۔ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ (اور یہ دن ہے ہمیشہ رہنے کا) یعنی ایسا دن جس کا اندازہ ہمیشگی ہے۔ جیسا فرمایا فادخلوھا خالدین۔[الزمر۔۷۳] یعنی تمہارے لئے ہمیشگی طے کر دی گئی ہے۔

مزید کی مراد:

آیت ۳۵: لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ (ان کو بہشت میں سب کچھ ملے گا) جو جو چاہیں گے اور ہمارے پاس اور بھی

زیادہ ہے۔اس سے جو وہ چاہیں گے۔

قول الجمہور:

مزید سے مراد رؤیت باری تعالیٰ کا بلا کیف میسر آنا۔

آیت ۳۶: وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ (اور ہم ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کر چکے) آپ کی قوم قریش سے پہلے۔ مِنْ قَرْنٍ (ان زمانہ والوں کو جنہوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلا دیا) هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ (جو قوت میں ان سے زیادہ تھے) هم قریش مکہ سے بَطْشًا (قوت و دبدبہ) فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ (وہ تمام شہروں کو چھانتے پھرتے تھے) وہ ملکوں ملکوں ہر قسم کا تصرف کرنے اور فائدہ اندوزی کے لئے خوب گھومے پھرے۔التنقیب بمعنی معاملے میں بحث و کرید اور طلب و تلاش فاء سببیہ اس پر داخل ہے۔ هم اشد منهم بطشا کا سبب بیان کیا ہے۔یعنی قوت کی زیادتی اور شدت ان کے کثرت سے گھومنے کا سبب تھی۔نمبر۲۔اور یہ بھی درست ہے کہ اہل مکہ اپنے اسفار اور راستوں میں ان اہل زمانہ کے ملکوں میں گھومے ہیں۔کیا ان کے لئے بچاؤ کی جگہ ہوئی۔ یہاں تک کہ یہ بھی اپنے نفسوں کیلئے اسی طرح کی جگہ کے امیدوار ہیں۔(یہ استفہام انکاری ہے کہ ان کو پناہ گاہ نہ ملی نہ ان کو ملے گی) ان قراء کی قراءت بھی اس پر دلالت کرتی ہے جنہوں نے اس طرح پڑھا ہے فَنَقِّبُوْا صیغۂ امر کے طور پر۔ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ (کہیں بھاگنے کی جگہ نہ ملی) نمبر۱۔موت سے بھاگنے کی یا نمبر۲۔اللہ تعالیٰ سے بھاگنے کی۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ

بلا شبہ اس میں اس شخص کے لئے عبرت ہے جس کے پاس دل ہو یا جو ایسی حالت میں ہو کہ کان لگائے ہوئے حاضر ہو، اور یہ واقعی بات ہے کہ

خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾

ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا اور ہم کو تھکن نے چھوا تک نہیں،

فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾

سو آپ ان باتوں پر صبر کیجئے جو یہ لوگ کہتے ہیں اور آفتاب نکلنے سے پہلے اور غروب سے پہلے اپنے رب کی تسبیح و تحمید بیان کیجئے

وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْہُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَاسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّکَانٍ قَرِیْبٍ ﴿۴۱﴾

اور رات کے حصہ میں بھی اس کی تسبیح بیان کیجئے اور سجدوں کے بعد بھی۔ اے مخاطب اس بات کو سن لے کہ جس دن پکارنے والا قریب ہی جگہ سے پکارے گا

یَّوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَۃَ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِکَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ

جس روز چیخ کو حق کے ساتھ سنیں گے یہ نکلنے کا دن ہوگا بے شک ہم زندہ کرتے اور موت دیتے ہیں

وَاِلَیْنَا الْمَصِیْرُ ﴿۴۳﴾ یَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْھُمْ سِرَاعًا ۭ ذٰلِکَ حَشْرٌ عَلَیْنَا یَسِیْرٌ ﴿۴۴﴾ نَحْنُ

اور ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے جس دن زمین ان کے اوپر سے پھٹ جائے گی جبکہ دوڑتے ہوں گے، یہ جمع کرنا ہم پر آسان ہے، ہم

اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَیْھِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَکِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ

خوب جانتے ہیں جو یہ لوگ کہتے ہیں اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں سو آپ قرآن کے ذریعہ ایسے شخص کو نصیحت کیجئے

وَعِیْدِ ﴿۴۵﴾ ع

جو میری نصیحت سے ڈرتا ہے۔

آیت ۳۷: اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ (بلاشبہ اس میں) اس مذکور میں لَذِکْرٰی (بڑی عبرت و نصیحت ہے) لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ (جس کے پاس دل ہو) سمجھنے والا۔ کیونکہ جس کا دل قبول نہیں کرتا۔ گویا اس کا دل ہی نہیں۔ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ (یا کان لگا دیتا ہو) مواعظ پر کان دھرے۔ وَھُوَ شَھِیْدٌ (متوجہ ہو کر) وہ اپنی فطانت کو حاضر باش کرنے والا ہو۔ کیونکہ جو اپنے ذہن کو حاضر نہیں کرتا وہ غائب کی طرح ہے۔

یہود کے عقیدہ کی تردید:

آیت ۳۸: وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ (اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ چھ دن میں پیدا کیا اور ہم کو تھکان نے چھوا تک نہیں) لغوب: تھکن و عجز۔

ایک قول یہ ہے:

یہ یہود کے متعلق نازل ہوئی۔ ان کی اس بات کی تکذیب میں جو انہوں نے کہی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا ان میں پہلا یوم الاحد اور آخر یوم الجمعہ تھا۔ اور ہفتہ کے دن آرام کیا۔ اور عرش پر لیٹ گیا۔

علماء نے فرمایا کہ اس امت میں تشبیہ کا عقیدہ یہود سے نقل ہو کر آیا۔ یہود اپنے ہاں آلتی پالتی مار کر بیٹھنے کو برا خیال کرتے ہیں۔ ان کا زعم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) ہفتہ کے دن اسی طرح بیٹھا تھا۔

آیت ۳۹: فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ (پس ان کی باتوں پر صبر کیجئے) یعنی یہود کی باتوں پر جو کہ کفریات اور تشبیہ وغیرہ بکتے ہیں۔ نمبر۲۔ بعث کے متعلق جو مشرکین کہتے ہیں۔ پس جو ذات ساری کائنات کو پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ وہ ان کو اٹھانے اور انتقام لینے پر بلاشبہ قادر ہے۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ (اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہیے) اس حال میں کہ آپ اپنے رب کی حمد و ثناء کرنے والے ہوں۔ التسبیح۔ نمبر۱۔ اپنے ظاہری مراد پر ہے۔ نمبر۲۔ نماز مراد ہے۔ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ (طلوع آفتاب سے پہلے) نماز فجر وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ (اور غروب سے پہلے) ظہر و عصر۔

تسبیح سے مراد:

آیت ۴۰: وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ (اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیا کریں) نمبر۱۔ مغرب و عشاء۔ نمبر۲۔ تہجد کی نماز۔ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ (اور نمازوں کے بعد بھی) اور تسبیح نماز کے اعمال میں۔ رکوع اور سجدہ کی تعبیر نماز سے کی گئی۔

ایک قول یہ ہے:

فرائض کے بعد نوافل۔ نمبر۲۔ وتر جو نماز عشاء کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ الْاَدْبَار۔ جمع دُبُر کی ہے **قراءت:** خلف حجازی اور حمزہ نے اِدبار پڑھا ہے۔ یہ ادبرت الصلٰوۃ سے لیا گیا۔ جبکہ اس کو مکمل اور پورا کرو۔ اس کا معنی یہ ہوا۔ وقت انقضاء السجود۔ جیسا کہ کہتے ہیں اتیتک خفوق النجم ای وقت خفوق النجم۔

آیت ۴۱: وَاسْتَمِعْ (اور سن رکھ) اس کو جو آپ کو قیامت کا حال سنایا گیا۔ اس میں قیامت کی ہولناکی اور بڑائی کو بیان کیا ہے۔

قراءت: یعقوب نے اس پر وقف کیا۔ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ یوم یہاں اس فعل سے منصوب ہے۔ جس پر ذٰلك يوم الخروج

دلالت کرتا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے یوم ینادی المنادی یخرجون من القبور۔ بعض نے کہا اس کی تقدیر یہ ہے۔ واستمع حدیث یوم ینادی المنادی۔ اور غور سے سن رکھو اس دن کی بات جس دن منادی آواز دے گا۔

قراءت: المنادی دونوں حالتوں میں مکی، سہل اور یعقوب نے پڑھا ہے اور مدنی اور ابو عمرو نے وصل میں پڑھا اور دیگر قراء نے دونوں حالتوں میں یاء کے بغیر پڑھا ہے۔

اسرافیل کی نداء:

المنادی سے مراد اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ وہ صور پھونکیں گے۔ اور آواز اس طرح دیں گے۔ ایتھا العظام البالیۃ والاوصال المنقطعۃ واللحوم المتمزقۃ والشعور المتفرقۃ! ان اللّٰہ یأمر کن ان تجتمعن لفصل القضاء۔

اے بوسیدہ ہڈیو! اے الگ الگ کیے ہوئے جوڑو! اے پارہ پارہ گوشت! اے پراگندہ بالو! اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے۔ فیصلۂ الٰہی کے لئے باہم اکٹھے ہو جاؤ۔ (یہ قول مقاتل ہے)

ایک قول یہ ہے:

اسرافیل صور پھونکیں گے۔ اور جبرائیل حشر کی منادی کریں گے۔

مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ (جس دن پکارنے والا پاس ہی سے پکارے گا) صخرۂ بیت المقدس سے اور یہ آسمان کے لئے زمین کا قریب ترین حصہ ہے۔ جو دوسرے حصوں کی بنسبت بارہ میل زیادہ قریب ہے۔ اور وہ وسط زمین ہے۔ (یہ کلبی کا قول ہے)

مردوں کا نکلنا:

آیت ۴۲: يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ (جس دن اس چیخنے کو سب سن لیں گے) نحو: یہ یوم ینادی سے بدل ہے۔ الصیحۃ سے نفخۂ ثانیہ مراد ہے۔ بِالْحَقِّ (بالیقین) یہ صیحۃ سے متعلق ہے۔ اور اس سے مراد بعث وحشر جزاء وسزا کیلئے۔ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ (یہ دن نکلنے کا ہوگا) قبور سے۔

آیت ۴۳: اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ (بیشک ہم ہی زندہ کرتے ہیں) مخلوقات کو وَنُمِيْتُ (اور ہم ہی مارتے ہیں) یعنی دنیا میں مارتے ہیں۔ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ (اور ہماری طرف ہی پھر لوٹ کر آنا ہے) یعنی ان سب نے لوٹنا ہے۔

آیت ۴۴: يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ (جس دن زمین ان پر سے کھل جائے گی) قراءت: کوفی، ابو عمرو نے تخفیف کے ساتھ اور باقی نے تشدید سے پڑھا ہے۔ زمین پھٹ جائے گی اور مردے اس سے نکل کھڑے ہونگے۔ سِرَاعًا (جبکہ وہ دوڑتے ہونگے) یہ مجرور سے حال ہے۔ یعنی اس حال میں کہ وہ تیزی کرنے والے ہونگے۔ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ (یہ ہمارے نزدیک ایک آسان جمع کر لینا ہے) یسیر: آسان۔ یہاں ظرف کو مقدم کیا۔ تاکہ تخصیص کو ظاہر کرے۔ یعنی اس جیسا بڑا کام آسان نہیں مگر اس قادر مطلق ذات کو جس کو ایک حالت دوسری سے مشغول نہیں کر سکتی۔

آپ مدعی ہیں نصیحت کرتے جائیں:

آیت ۴۵: نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ (جو جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں) ۔آپ کے اور ہمارے متعلق ہم وہ خوب جانتے ہیں اس میں کفار مکہ کو ڈرایا گیا۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ (آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں) یہ اسی طرح ہے جیسا فرمایا۔لست علیھم بمصیطر [الغاشیہ:۲۲] یعنی آپ ان پر مسلط نہیں ۔آپ تو داعی ہیں ۔اوران کو آمادہ کرنے والے ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

یہ جبرہ علی الامر سے لیا گیا ہے۔اس کا معنی اجبرہ ہے مطلب یہ ہے۔آپ ان پر والی نہیں کہ ایمان پر جبر کر کے آمادہ کریں۔ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ (تو آپ قرآن کے ذریعہ ایسے شخص کو نصیحت کیجئے جو میری وعید سے ڈرتا ہے) یہ اس طرح ہے جیسا فرمایا۔انما انت منذر من یخشٰھا۔[النازعات:۴۵] کیونکہ نصیحت کا فائدہ اسی کو ملے گا۔

الحمد للہ بعد العصر سورۂ قٓ مکمل ہوئی

یکم ربیع الاول ۱۴۲۴ھ

سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الذاریات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ساٹھ آیات اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ① فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ② فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ③ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ④ اِنَّمَا

قسم ہے ہواؤں کی جو (غبار وغیرہ کو) اڑاتی ہیں پھر ان بادلوں کی جو بوجھ کو اٹھاتے ہیں، پھر ان کشتیوں کی جو نرمی سے چلتی ہیں، پھر ان فرشتوں کی جو چیزیں تقسیم کرتے ہیں، تم سے

تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ⑤ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ⑥ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ⑦ اِنَّكُمْ

جس کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے اور جزا ضرور ہونے والی ہے، قسم ہے آسمان کی جس میں راستے ہیں کہ تم

لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ⑧ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ⑨ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ⑩ الَّذِيْنَ هُمْ

لوگ مختلف گفتگو میں ہو، اس سے وہی پھرتا ہے جس کو پھرنا ہوتا ہے غارت ہو جائیں گے اٹکل پچو باتیں کرنیوالے جو جہالت

فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ⑪ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ⑫ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ

میں بھولے ہوئے ہیں غارت ہو جائیں، پوچھتے ہیں کہ روز جزا کب ہوگا، جس دن وہ لوگ آگ پر تپائے جائیں گے

يُفْتَنُوْنَ ⑬ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ؕ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ⑭ اِنَّ

اپنی اس سزا کا مزہ چکھو، یہی ہے جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے۔ بلاشبہ

الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ⑮ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ

متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے، ان کے رب نے جو کچھ انہیں عطا فرمایا اسے لینے والے ہوں گے، بے شک یہ لوگ اس سے پہلے

مُحْسِنِيْنَ ⑯ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ⑰ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ⑱

اچھے کام کرنے والے تھے، یہ لوگ رات کو کم سوتے تھے، اور رات کے آخری اوقات میں استغفار کرتے تھے،

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ⑲

ان کے مالوں میں حق تھا سوال کرنے والے کے لئے اور محروم کے لئے۔

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ○ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ○ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ○ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ○ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ

(قسم ہے۔ان ہواؤں کی جوغبار وغیرہ کواڑاتی ہیں پھران بادلوں کی جو بوجھ کواٹھاتے ہیں۔ پھران کشتیوں کی جونرمی سے چلتی ہیں۔پھران فرشتوں کی جو چیزیں تقسیم کرتے ہیں۔تم سے جس کا وعدہ کیا جاتا ہے۔وہ بالکل سچ ہے)

آیت۱: وَالذّٰرِیٰتِ ہوائیں کیونکہ وہ مٹی وغیرہ کواڑاتی ہیں۔

قراءت: حمزہ ٗابوعمرو نے تاء کوذال میں ادغام کے ساتھ پڑھا ہے۔

ذَرْوًا یہ مصدر ہے۔اس میں اسم فاعل عامل ہے۔

آیت۲: فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا اس سے مراد بادل ہیں کیونکہ وہ بارش کواٹھاتے ہیں۔ وِقْرًا یہ حاملات کا مفعول ہے۔

آیت۳: فَالْجٰرِیٰتِ کشتیاں۔ یُسْرًا چلنا آسانی سے سہولت سے۔

مختلف کاموں پر مقرر فرشتے:

آیت۴: فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا اس سے ملائکہ مراد ہیں۔کیونکہ وہ مختلف کام بارش ٗارزاق وغیرہ کی تقسیم پر مقرر ہیں۔نمبر۲۔وہ تقسیم کا فعل کرتے ہیں اس حال میں کہ ان کواس کا حکم دیا گیا ہے۔نمبر۳۔بندوں کے معاملات کی تقسیم کے ذمہ دار ہیں مثلاً جبرئیل سختی کیلئے۔نمبر۲۔میکائیل رحمت کیلئے۔نمبر۳۔ملک الموت قبض ارواح کیلئے نمبر۴۔اسرافیل نفخ صور کیلئے۔

ایک اور تفسیر:

اور یہ بھی درست ہے کہ اس سے صرف ہوائیں مراد ہوں کیونکہ وہ بادلوں کو بناتی اوران کواٹھاتی اور تقسیم کرتی اور فضاؤں میں نرمی سے چلتی ہیں۔اور بادلوں کو موڑ کر بارش کو تقسیم کرتی ہیں۔

فاء کا معنی نمبر۱۔معنی صورت اول میں یہ ہے۔کہ اللہ تعالیٰ نے اول ہواؤں کی قسم کھائی پھران بادلوں کی جس کو وہ چلاتی اور ہنکاتی ہیں پھران کشتیوں کی جو ہواؤں کے چلنے سے چلتی ہیں پھران ملائکہ کی جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ارزاق کو تقسیم کرتے ہیں وہ ارزاق بارشیں ہوں تجارات بحار اوران کے فوائد ہوں۔نمبر۲۔صورت ثانی میں وہ ہوائیں چلنے سے شروع ہوئیں پھر مٹی اور کنکریاں اڑاتی پھر بادلوں کواٹھا کر فضا میں پھیلائے چلتی اور پھر بارش کو تقسیم کرتی ہیں۔

آیت۵: اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ یہ جواب قسم ہے۔اور ما موصولہ یا مصدر یہ ہے اور موعودہ چیز بعث ہے۔لَصَادِقٌ یعنی وہ سچائی والا وعدہ ہے یہ ترکیب عیشۃ راضیۃ کی طرح ہے۔ای ذات رضا۔

آیت۶: وَّاِنَّ الدِّیْنَ (اور جزائے اعمال) لَوَاقِعٌ (ضرور ہونے والی ہے)

آیت۷: وَالسَّمَآءِ (قسم ہے آسمان کی) یہ دوسری قسم ہے۔ ذَاتِ الْحُبُكِ (جس میں راستے ہیں) عمدہ راستے۔جیسا کہ پانی پر ہوا چلنے سے ظاہر ہوتے ہیں یعنی لہریں اوراسی طرح حبك الشعر۔ایسے آثار جوان کو دوہرا کریں اور توڑیں۔یعنی گھونگریالے بال۔حبك جمع حبيكة جیسے طرق جمع طريقة کی ہے۔کہا جاتا ہے کہ آسمان کی خلقت اسی طرح ہے۔قول حسن رحمہ اللہ:

حبك السماء سے آسمان کے ستارے مراد ہیں اور یہ جمع حباک ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کفار کے قول:

آیت ۸: اِنَّكُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ (کہ تم لوگ مختلف گفتگو میں ہو) اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کا قول ساحر، شاعر، مجنون اور قرآن مجید کے متعلق شعر، سحر، اساطیر الاولین وغیرہ۔

قرآن سے پھرنے والا بدنصیب ہوگیا:

آیت ۹: یُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ (اس سے وہی پھرتا ہے جسے پھرنا ہوتا ہے) نمبر۱۔ ہ ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے یا نمبر۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی یعنی اس قرآن سے وہ پھرتا ہے جو ایسا پھرا ہے کہ جس سے بڑھ کر کوئی پھرنا خطرناک نہیں ہے۔ نمبر۳۔ اس سے وہی پھرتا ہے۔ جو علم الٰہی میں پھرنے والوں میں لکھا جا چکا یعنی علم ازلی میں حق کی طرف نہ آنا جس کا معلوم ہے۔

نمبر۴۔ یہ ضمیر ما توعدون کی طرف یا الدین کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے۔ ذاریات کی اولاً قسم اٹھائی کہ قیامت کی آمد برحق ہے پھر آسمان کی قسم اٹھائی کہ یہ لوگ قیامت کے متعلق اختلاف کا شکار ہیں بعض تو شک کرنے والے ہیں جبکہ دوسرے منکر ہیں۔ پھر فرمایا کہ اقرار قیامت سے وہ شخص پھرنے والا ہے۔ جو کہ پھرا ہوا ہے۔

بے دلیل باتوں والوں کی ہلاکت:

آیت ۱۰: قُتِلَ (غارت ہو جائیں) ملعون ہوئے دراصل یہ قتل و ہلاکت کی بددعا ہے۔ پھر لعنت کی جگہ استعمال ہونے لگی۔ الْخَرّٰصُوْنَ (بے سند باتیں کرنے والے) جھوٹے غلط اندازے کرنے والے وہ مختلف باتیں کرنے والے تھے۔ لام سے انہی کی طرف اشارہ ہے گویا تقدیر کلام اس طرح ہے۔ قتل هؤلاء الخراصون۔ یہ بے سند باتیں کرنے والے ہلاک ہوں۔

آیت ۱۱: الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ (جو کہ جہالت میں بھولے ہوئے ہیں) ایسی جہالت میں مبتلا ہیں جو ان کو ڈھانپے ہوئے ہے۔ سَاهُوْنَ (جو ان کو حکم ملا ہے اس سے غافل ہیں)

آیت ۱۲: یَسْـَٔلُوْنَ (پوچھتے ہیں یہ کہتے ہوئے) اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ (کہ روز جزاء کب ہوگا) کہ جزاء کا دن کب ہے۔ اس کی تقدیر کلام یہ ہے۔ ایان وقوع یوم الدین۔ (قیامت کا وقوع کب ہے) کیونکہ احیان حوادث کیلئے ظرف بنتے ہیں۔

آیت ۱۳: یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ یُفْتَنُوْنَ (جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے) یوم کا لفظ صرف فعل مضمر کہ جس پر سوال دلالت کر رہا ہے کی وجہ سے منصوب ہے ای یقع یوم۔ نمبر۲۔ غیر متمکن کی طرف اضافت کی وجہ سے اس کا مفتوح ہونا بھی درست ہے۔ اور وہ غیر متمکن جملہ اسمیہ ہے۔ اور فعل مضمر یقع کی وجہ سے وہ محلاً منصوب ہے یا نمبر۲۔ مرفوع هو مقدر کی وجہ سے ہے ای هو یوم هم علی النار یفتنون۔ یفتنون کا معنی: جلائے جائیں گے۔

آیت ۱۴: ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ (اپنی اس سزا کا مزہ چکھو) یعنی ان کو جہنم کے داروغہ کہیں گے۔ تم اپنا عذاب اور آگ سے جلنا چکھو۔

هٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ بِہٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ (یہی ہے جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے) ھذا مبتدأ اور الذی صلہ سے مل کر خبر ہے۔یعنی یہ وہی عذاب تو ہے جس کو تم دنیا میں یہ کہہ کر جلدی طلب کرتے تھے۔فائتنا بما تعدنا۔[الاعراف۔۷۰]

ایمان والوں کا تذکرہ:

آیت ۱۵: پھر ایمان والوں کا حال بیان فرمایا۔ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ (بیشک متقی لوگ بہشتوں اور چشموں میں ہونگے) یعنی چشمے ہونگے وہ جاری نہریں ہونگی اس طرح کہ ان کو وہ آنکھوں سے دیکھیں گے۔ان کی نگاہیں ان پر پڑیں گی۔یہ نہیں کہ وہ چشموں کے اندر ہونگے۔ اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰھُمْ رَبُّھُمْ (ان کے رب نے جو کچھ ان کو عطاء کیا اس کو وہ لے رہے ہونگے) اس سب کو وہ قبول کرنے والے ہونگے۔جو اللہ تعالیٰ ان کو ثواب میں سے عطاء فرمائیں گے اور اس پر وہ راضی ہونگے۔

نحو: آخذین یہ ظرف کی ضمیر سے حال ہے۔اور وہ اِنّ کی خبر ہے۔ اِنَّھُمْ کَانُوْا قَبْلَ ذٰلِکَ (وہ لوگ اس سے قبل) دنیا میں داخلۂ جنت سے پہلے مُحْسِنِیْنَ (نیکوکار تھے) انہوں نے خوب نیک اعمال کیے۔ان کے احسان کی تفسیر بعد میں آرہی ہے۔

آیت ۱۷: کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَھْجَعُوْنَ (وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے) یھجعون۔سونے کے معنی میں آتا ہے۔

نحو: نمبر۱۔ما تاکید کے لئے زائدہ ہے۔یھجعون یہ کان کی خبر ہے۔معنی یہ ہے وہ رات کے تھوڑے سے حصہ میں سوتے تھے۔یا نمبر۲۔ما مصدریہ ہے تقدیر کلام یہ ہے۔کانوا قلیلاً من اللیل ھجوعھم۔اور ان کا سونا بہت تھوڑا رات میں تھا۔ ھجوعھم یہ مرفوع ہے کانوا کی واؤ سے بدل ہے۔قلیلاً سے بدل نہیں ہے۔چونکہ جب قلیل کی صفت من اللیل آ گئی تو وہ شبہ فعل سے نکل گیا۔اور اس کا عمل مشابہت ہی کی وجہ سے ہے۔تقدیر کلام اس طرح ہوئی کان ھجوعھم قلیلاً من اللیل۔

نمبر۳۔ما نافیہ نہیں بن سکتا کہ اس کا یہ معنی کریں کہ وہ رات کا تھوڑا سا حصہ بھی نہ سوتے تھے بلکہ ساری رات بیدار رہتے کیونکہ ما نافیہ کا مابعد ماقبل میں عمل نہیں کرتا۔اس طرح نہیں کہہ سکتے۔زیدًا ماضربت۔

آیت ۱۸: وَبِالْاَسْحَارِ ھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ (اور وہ اخیر شب میں استغفار کیا کرتے تھے) اس میں ان کی یہ تعریف فرمائی کہ وہ تہجد کی ادائیگی میں رات کو زندہ کرتے ہیں۔جب سحر کا وقت ہو جاتا ہے تو استغفار کرنے لگتے ہیں گویا انہوں نے رات میں گناہ کئے ہیں۔السحر: رات کا آخری چھٹا حصہ۔

آیت ۱۹: وَفِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ (اور ان کے اموال سوالی کا حق ہیں) السائل: جو اپنی حاجت طلب کرے۔ وَالْمَحْرُوْمِ (اور غیر سوالی) جو سامنے آئے مگر حیاء کی وجہ سے سوال نہ کرے۔

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٢١﴾ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین کرنے والوں کے لئے، اور تمہاری جانوں میں، کیا تم نہیں دیکھتے، اور آسمان میں تمہارا رزق ہے

وَمَا تُوعَدُونَ ﴿٢٢﴾

اور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے،

عظیم قدرت کے نمونے:

آیت ۲۰: وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ (اور زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں) جو پیدا کرنے والے اور اس کی قدرت وتدبیر پر دلالت کرتی ہیں۔ زمین کو دیکھو بستر کی طرح بچھی ہوئی ہے۔ اس میں راستے اور وادیاں آنے جانے والوں کیلئے ہیں اور اس کے مختلف حصے ہیں۔ نچان زمین کے حصے' پہاڑ' نرم' سخت اور شور والے اور اس میں پھوٹنے والے چشمے اور مختلف انواع کی کانیں اور مختلف صورتوں اور شکلوں کے پھیلے ہوئے جانور' متضاد ہیات وافعال والے جانور پائے جاتے ہیں۔ لِّلْمُوقِنِينَ (یقین لانے والوں کیلئے) ایسے توحید پرستوں کیلئے جو درست دلیل والے راستہ پر چلیں جو راستہ ان کو معرفت تک پہنچانے والا ہے' وہ کھلی بصیرت والی آنکھوں اور صحیح فہم وفراست سے دیکھنے والے ہیں۔ جب بھی وہ کسی نشانی کو دیکھتے ہیں تو اس پر غور کا راستہ پا کر ان کا یقین پہلے سے بہت بڑھ جاتا ہے۔

انسان میں نمونۂ قدرت:

آیت ۲۱: وَفِي أَنفُسِكُمْ (اور تمہاری ذات میں بھی) ان کی ابتدائی حالت اور ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونے اور نفوس کے ظواہر وبواطن میں عجائبات فطرت' اور تخلیق کے وہ عمدہ نمونے ہیں جن پر ذہن حیران ہو جاتے ہیں۔ یہ دلوں کو دیکھ لو اور جو اس میں عقل رکھ دی۔ زبانوں کو دیکھو اور ان کا بولنا' مخارج حروف اور ان کی ترکیب وترتیب اور اس کے لطائف میں اللہ تعالیٰ کی تدبیر' صنعت کی قطعی اور روشن دلیلیں ہیں۔ کانوں' آنکھوں اور اطراف اور تمام جوارح پر توجہ کرو اور جس کیلئے انکو بنایا گیا انکی ادائیگی دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے جوڑوں میں دوہرے ہونے اور مڑنے کا کتنا شاندار انداز بنایا جب ان میں سے کوئی جوڑ سخت ہو جائے تو انسان عاجز ہو جاتا ہے اور جب کوئی جوڑ ڈھیلا پڑ جائے عاجزی انسان کو بٹھا دیتی ہے۔ فتبارك الله احسن الخالقين۔

بعض کا قول:

جنہوں نے تقدیر عبارت اس طرح قرار دی افلا تبصرون فی انفسکم یہ کمزور قول ہے۔ کیونکہ اس سے استفہام کے دورانیہ میں آنے والے کو حرف استفہام سے مقدم کرنا لازم آتا ہے جو کہ نادرست ہے۔

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۝۲۳ هَلْ اَتٰىكَ

سو قسم آسمان اور زمین کے رب کی بے شک وہ حق ہے جیسا کہ تم بول رہے ہو۔ کیا ابراہیم کے

حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝۲۴ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ

معزز مہمانوں کی حکایت آپ کو پہنچی ہے، جب وہ ان پر داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کیا، ابراہیم نے بھی کہا

سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝۲۵ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۝۲۶ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ

سلام ہو انجان لوگ ہیں، پھر اپنے گھر والوں کی طرف چلے تو ایک موٹا بچھڑا لے آئے ، پھر اسے ان کے پاس لا کر رکھا،

قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝۲۷ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۭ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝۲۸

کہنے لگے، کیا تم نہیں کھاتے؟ پھر انکی طرف سے دل میں ڈر محسوس کیا انہوں نے کہا ڈرو نہیں اور انہوں نے ایک صاحب علم لڑکے کی بشارت دی،

اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا) عبرت حاصل کرنے والے کی نگاہ سے دیکھو۔

آیت ۲۲: وَفِى السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ (اور تمہارا رزق آسمان میں ہے) رزق سے بارش مراد ہے کیونکہ وہ سبب اقوات ہے۔

قولِ حسن رحمۃ اللہ علیہ:

جب آپ بادل کو دیکھتے تو اپنے اصحاب کو فرماتے۔ اس میں اللہ کی قسم تمہارا رزق ہے۔ لیکن تم اپنی خطاؤں سے اس سے محروم کر دیئے جاتے ہو۔

وَمَا تُوْعَدُوْنَ (اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے) یعنی جنت وہ آسمان سابع کی چھت اور عرش کے نیچے ہے۔ یا مراد وہ ارزاق ہیں جو دنیا میں ملتے ہیں اور وعدہ جو آخرت میں رزق ملنے کا کیا جاتا ہے۔ یہ سب مقدر اور آسمان میں لکھا ہے۔

آیت ۲۳: فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ (تو قسم ہے آسمان وزمین کے پروردگار کی کہ وہ برحق ہے) نحو: ضمیر رزق کی طرف عائد ہے یا ماتوعدون کی طرف مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ (جیسا کہ تم باتیں کر رہے ہو) قراءت: مثلُ کو رفع کے ساتھ کوفی قراء حمزہ' کسائی نے سوائے حفص کے پڑھا۔ اور حق کی صفت بنایا۔ ای حقا مثل نطقکم۔ تمہارے بولنے کی طرح حق ہے۔ دیگر قراء نے مثلَ پڑھا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ انه لحق حقا مثل نطقکم اور غیر متمکن کی طرف اضافت کی وجہ سے بھی فتحہ درست ہے اور ما زائدہ ہے۔

قولِ اصمعی رحمۃ اللہ علیہ:

کہ میں جامع بصرہ سے آ رہا تھا۔ کہ ایک اعرابی بیٹھا سامنے آیا۔ کہنے لگا تم کون ہو؟ میں نے کہا بنی اصمع میں سے ہوں اس

نے کہا کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟ میں نے کہا میں ایسی جگہ سے آرہا ہوں جہاں رحمان کا کلام پڑھا جاتا ہے۔اس نے کہا مجھے تلاوت کر کے سناؤ۔ پس میں نے سورۂ والذاریات پڑھ کر سنانا شروع کی۔ جب میں اس آیت وفی السماء رزقکم! پر پہنچا تو کہنے لگا۔بس کافی ہے۔وہاں سے اٹھ کر اپنی اونٹنی کو ذبح کر ڈالا۔اوراس کا گوشت آگے پیچھے ادھر ادھر تقسیم کر دیا اور اپنا تیر اور کمان لے کر اس کو توڑ ڈالا۔جب میں ہارون الرشید کے ساتھ حج کرنے گیا تو میں طواف میں مصروف تھا۔تو اچانک ایک نرم آواز مجھے سنائی دی۔ میں متوجہ ہوا تو وہی اعرابی تھا۔کمزور زرد پڑ چکا تھا۔اس نے بڑھ کر سلام کیا اور کہا مجھے سورۃ الذاریات پڑھ کر سناؤ۔ جب میں اس آیت پر پہنچا تو اس نے زور سے چیخ ماری اور کہہ رہا تھا۔ قد وجدنا ماوعدنا ربنا حقا۔ پھر کہنے لگا۔کیا اور بھی حصہ سورت کا باقی ہے تو میں نے آیت پڑھی۔فورب السماء والارض انہ لحق۔اس نے پھر چیخ ماری اور کہا سبحان اللہ! جس نے اس جلیل ذات کو ناراض کیا یہاں تک کہ اس نے قسم اٹھائی اوراس کی بات کو سچا نہ جانا یہاں تک کہ اس نے قسم کھائی۔ یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے اور تیسری بار روح بھی ساتھ ہی پرواز کر گئی۔

آیتِ قدرت:

آیت ۲۴: هَلْ اَتٰىكَ (کیا آپ تک پہنچی ہے) بات کی عظمت شان کو ظاہر کرنے اوراس بات پر متنبہ کرنے کے لئے کہ یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں۔ بلاشبہ اس کو وحی سے جانا اور آیت کا ماقبل سے ربط اس طرح ہے کہ پہلے نے فرمایا۔وفی الارض آیات۔اوراس قصہ کے آخر میں فرمایا۔وترکنا فیھا آیۃً۔تو گویا یہ بھی من جملہ آیاتِ قدرت سے ہے۔ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ (بات ابراہیم کے معزز مہمانوں کی) الضیف ایک اور جماعت کے لئے بولا جاتا ہے جیسا الصوم الزور۔کیونکہ یہ اصل میں مصدر ہے۔جس کو مضاف کیا گیا۔یہ بارہ فرشتے تھے۔

ایک اور قول:

نو فرشتے تھے دسویں جبرائیل علیہ السلام تھے۔ان کو آیت ضیف قرار دیا۔کیونکہ وہ صورۂ ضیف تھے۔اس لئے ان کو ابراہیم علیہ السلام کی طرف مضاف کیا یا ابراہیم علیہ السلام کے گمان میں وہ مہمان تھے۔

الْمُكْرَمِيْنَ (اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والے) جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔بل عباد مکرمون۔ایک قول یہ ہے: ابراہیم علیہ السلام نے خود ان کی خدمت کی اوران کی زوجہ محترمہ نے ان کی خدمت کی۔اور جلد مہمانی ان کیلئے تیار کر دی۔

آیت ۲۵: اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ (جبکہ وہ ان کے پاس آئے) نحو: مکرمین کی وجہ سے منصوب ہے۔جبکہ ابراہیم علیہ السلام کے اکرام سے تفسیر کی جائے۔ورنہ اذکر فعل مضمر کا مفعول ہے۔ فَقَالُوْا سَلٰمًا (پھر ان کو سلام کیا) نحو: سلامًا مصدر ہے۔اس کو فعل کے قائم مقام لائے اور فعل سے استغناء اختیار کیا۔اصل کلام یہ ہے۔نسلم علیکم سلامًا۔قَالَ سَلٰمٌ (ابراہیم علیہ السلام نے بھی کہا سلام) یعنی تم پر سلام ہو۔ نحو: یہ مبتدأ کی وجہ سے مرفوع ہے۔اس کی خبر محذوف ہے اور رفع کی طرف عدول تو اثباتِ سلام

کیلئے ہے۔گویا انہوں نے یہ قصد فرمایا کہ وہ ان کو اس سے بہتر انداز سے سلام کریں۔جس طرح سے انہوں نے کیا۔اور یہ بھی مہمانوں کا اکرام تھا۔

قراءت: حمزہ ٗعلی نے سِلْمٌ پڑھا ہے۔اس کا معنی بھی سلام ہے۔ **قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ** (انجان لوگ ہیں) یعنی تم انجان لوگ ہو پس مجھے تعارف کراؤ تم کون ہو۔

آیت ۲۶: **فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ** (پھر اپنے گھر کی طرف چلے) اپنے مہمانوں سے خفیہ طور پر گھر کی طرف گئے۔اور میزبانی کا ادب یہ ہے کہ اس کا معاملہ مخفی ہو۔اور مہمانی شروع کر دے بغیر اس کے کہ مہمان کو معلوم ہو۔اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ انکار نہ کر دے۔ابراہیم علیہ السلام کے پاس گائیں کثرت سے تھیں۔ **فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ** (اور ایک موٹا بچھڑا لائے)

آیت ۲۷: **فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ** (اور اس کو ان کے پاس لا کر رکھا) تا کہ وہ اس میں سے کھائیں مگر انہوں نے نہ کھایا۔ **قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ** (کہنے لگے آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں) ان کا نہ کھانا ان کو اوپرا معلوم ہوا یا آپ نے ان کو اس پر آمادہ کیا۔

آیت ۲۸: **فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً** (ان سے دل میں خوف محسوس کیا) کیونکہ جو تیرا کھانا نہیں کھاتا وہ تیری ذمہ داری کا لحاظ بھی نہ کرے گا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ان کے دل میں آیا کہ یہ فرشتے ہیں جن کو عذاب کیلئے بھیجا گیا ہے۔ **قَالُوْا لَا تَخَفْ** (انہوں نے کہا تم ڈرو مت) ہم تو اللہ تعالیٰ کے قاصد ہیں۔ایک **قول** یہ ہے: جبرائیل علیہ السلام نے بچھڑے پر ہاتھ پھیرا تو اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی ماں کے ساتھ جا ملا۔ **وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ** (اور ان کو ایک فرزند کی بشارت دی جو بڑا عالم ہوگا) یعنی تبلیغ کرے گا اور تعلیم دے گا۔

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ۝٢٩ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ

اور پھر انکی بیوی زور سے پکارتی ہوئی آئی پھر اس نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا کہنے لگی بڑھیا ہوں، بانجھ ہوں، فرشتوں نے کہا کہ تمہارے

قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۝٣٠

رب نے ایسا ہی فرمایا ہے بیشک وہ حکمت والا ہے علم والا ہے

قولِ جمہور:

یہ ہے کہ اسحاق علیہ السلام تھے۔

آیت ۲۹: فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ (اتنے میں ان کی بی بی بولتی پکارتی آئیں) صرّة بزور سے بولنا۔ یہ صر القلم و الباب سے ہے۔

قول الزجاج:

یہاں زور سے چیخنا مراد ہے۔ حال کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔ ای جاء ت صارةً فاخذت فی صیاح: لگی زور سے بولنے چیخنے۔ اور اس کی آواز اس کا یہ قول تھا۔ یا ویلتا۔ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا (پھر ماتھے پر ہاتھ مارا) پس اس نے اپنے دونوں ہاتھ کھول کر چہرے پر مارے۔

ایک قول یہ ہے:

اپنی انگلیوں کے اطراف اپنی پیشانی پر مارے جیسے کوئی تعجب والا کرتا ہے۔

وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ (اور کہنے لگیں بڑھیا بانجھ) یعنی انا عجوز میں بانجھ ہوں پس کیسے میں جنوں گی؟ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایاء الد وانا عجوز وھذا بعلی شیخًا۔ [ہود۔ ۷۲]

آیت ۳۰: قَالُوْا كَذٰلِكِ (فرشتوں نے کہا ایسا ہی) اسی کی مثل جو ہم نے کہا اور جس کی ہم نے اطلاع دی۔ قَالَ رَبُّكِ (تمہارے رب نے فرمایا ہے) ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قدرت رکھتے ہیں جس کو تم بعید قرار دیتی ہو۔ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ (بیشک وہ حکمت والا ہے) اپنے فعل میں۔ الْعَلِيْمُ (وہ علم والا ہے) اس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ روایت میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے اسے فرمایا۔ جب اس نے تعجب کا اظہار کیا۔ تو چھت کی طرف دیکھ جونہی اس نے دیکھا تو کھجور کا تنا پتے دار ہو گیا۔ اور پھل لے آیا۔

جب ان کو معلوم ہو گیا۔ کہ یہ فرشتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے قاصد بن کر بعض امور کیلئے اترا کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾

ابراہیمؑ نے کہا اے بھیجے ہوئے لوگو! تمہیں کیا بڑا کام کرنا ہے؟ انہوں نے کہا بے شک ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں

لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا

تاکہ ہم ان پر ایسے پتھر برسائیں جو مٹی سے بنائے گئے ہوں، جن پر آپ کے رب کے پاس سے خاص نشان بھی ہیں ان کے لئے جو حد سے گزرنے والوں میں سے ہیں، سو ان میں

مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا

جتنے ایمان والے تھے انہیں ہم نے نکال دیا سو اس میں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا، اور ہم نے

فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾ وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ

اس واقعہ میں ایسے لوگوں کے لئے عبرت رہنے دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں، اور موسٰی کے قصہ میں عبرت ہے جبکہ ہم نے انہیں فرعون کے پاس کھلی ہوئی دلیل

بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ

کے ساتھ بھیجا، سو فرعون نے اپنی جماعت کے ساتھ روگردانی کی اور کہنے لگا کہ یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے سو ہم نے اسے اور اسکے لشکروں کو پکڑ لیا سو ہم نے انہیں سمندر میں

فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۴۰﴾ وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿۴۱﴾

پھینک دیا اور اس حال میں کہ وہ ملامت کا کام کرنے والا تھا، اور عاد کے قصہ میں عبرت ہے جبکہ ہم نے ان پر ہوا بھیج دی جو ہر خیر سے خالی تھی،

آیت ۳۱: قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ (ابراہیم کہنے لگے اچھا تو تم کو بڑی مہم کیا درپیش ہے) یعنی تمہارا کیا مطلوب اور کیا معاملہ ہے۔ کس مقصد کی خاطر تمہیں بھیجا گیا ہے۔ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ (اے فرشتو!) تم صرف بشارت کیلئے بھیجے گئے ہو یا کسی دوسرے کام یا دونوں کیلئے؟

آیت ۳۲: قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ (وہ کہنے لگے ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں) یعنی قوم لوطؑ کی طرف۔

آیت ۳۳: لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ (تاکہ ہم ان پر کھنگر کے پتھر برسائیں) مراد کنکریاں ہیں۔ وہ مٹی ہے جس کو پکایا جاتا ہے جیسا کہ پکی اینٹ پک کر مضبوطی میں پتھر کی طرح ہو جاتی ہے۔

آیت ۳۴: مُّسَوَّمَةً (جن پر نشان بھی ہے) یہ السومة سے لیا گیا ہے۔ اور وہ علامت ونشان کو کہتے ہیں۔ ہر ایک پتھر پر اس کا نام تھا جس نے اس سے ہلاک ہونا تھا۔ عِنْدَ رَبِّكَ (آپ کے رب کے پاس سے) اس کی ملکیت وسلطنت میں۔ لِلْمُسْرِفِيْنَ (حد سے گزرنے والوں کے لئے) ان کو مسرفین فرمایا۔ جیسا کہ ان کو عادین کا لقب دیا۔ کیونکہ وہ اپنے عمل میں حد سے بڑھنے

والے اور زیادتی کی انتہاء تک پہنچنے والے تھے۔اس لئے کہ انہوں نے مباحات پر قناعت نہ کی۔

آیت ۳۵: فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا (ہم نے سب کو وہاں سے علیحدہ کر دیا) یعنی بستی میں۔اس کے معروف ہونے کی وجہ سے بستی کا ذکر نہیں کیا۔ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (جتنے ایماندار تھے) یعنی حضرت لوط علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے۔

آیت ۳۶: فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ (پھر سوائے مسلمانوں کے ایک گھر کے اور کوئی گھر ہم نے نہیں پایا) یعنی سوائے لوط علیہ السلام کے اہل بیت کے۔

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ ایمان اور اسلام ایک چیز ہے۔ کیونکہ یہاں ملائکہ نے انہی کو مؤمنین اور مسلمین دونوں القاب سے ذکر کیا ہے۔

آیت ۳۷: وَتَرَكْنَا فِيْهَا (اور ہم نے اس واقعہ میں) ان بستیوں میں اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (ایسے لوگوں کے لئے عبرت رہنے دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں) ایسی علامت جس سے عبرت حاصل کی جاتی ہے اور وہ اس سے خوف محسوس کرتے ہیں۔وہ نہیں کہ جن کے دل سخت ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

بدبودار سیاہ پانی۔

نمونۂ عبرت:

آیت ۳۸: وَفِيْ مُوْسٰى (اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں عبرت ہے) اس کا عطف وفی الارض آیات پر ہے۔یا وترکنا فیھا ایۃ پر ہے۔اس صورت میں معنی یہ ہوگا وجعلنا فی موسٰی ایۃ (کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام میں نشانی بنائی) یہ اس مثال کے مطابق ہوگا۔علفتھا تبنا وماءً باردًا۔ اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (جبکہ ہم نے ان کو فرعون کے پاس ایک کھلی ہوئی دلیل دے کر بھیجا) سلطان مبین سے واضح حجت یعنی ید بیضاء اور عصا مراد ہیں۔

آیت ۳۹: فَتَوَلّٰى (پس اس نے سرتابی کی اور ایمان سے اعراض کیا) بِرُكْنِهٖ (بمع اپنے ارکان سلطنت کے) جن کے ساتھ وہ قوت حاصل کرتا تھا مثلاً لشکر و ملک۔ الرکن : جس کی طرف جھکاؤ ہو خواہ وہ مال و لشکر ہو۔ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (اور کہنے لگا یہ ساحر یا مجنون ہے)

ملامت کا معنی:

آیت ۴۰: فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ (پس ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا۔اور اس نے کام بھی ملامت کا کیا تھا) ملیم یعنی وہ کفر و عناد والا قابل مذمت فعل کرنے والا تھا۔یہ ملیم ایک مقام پر سورۃ الصافات آیت ۱۴۲ میں فالتقمہ الحوت وھو ملیم استعمال ہوا۔مگر وہاں یہ معنی نہیں کیونکہ ملامت کے لوازم مختلف ہیں اور ان کے

مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِ ﴿۴۲﴾ وَفِیْ ثَمُوْدَ اِذْ قِیْلَ لَهُمْ

وہ جس چیز پر بھی گزرتی تھی اسے ایسی بنا دیتی تھی جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہو جائے اور ثمود کے قصہ میں عبرت ہے جبکہ ان سے کہا گیا

تَمَتَّعُوْا حَتّٰی حِیْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ

کہ تھوڑے سے وقت تک نفع حاصل کرلو، سو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی، لہٰذا انہیں عذاب نے پکڑ لیا اور وہ

یَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِیَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِیْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ

دیکھ رہے تھے، سو وہ کھڑے نہ ہو سکے اور نہ بدلہ لے سکے، اور ان سے پہلے نوح کی قوم کا ایسا ہی حال ہوا

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۴۶﴾

بے شک وہ نافرمان لوگ تھے۔

ع ۲

مختلف ہونے سے ملامت کی مقدار میں بھی فرق ہوگا۔ کفر کا ارتکاب کرنے والا اپنے فعل کفر کی مقدار کے مطابق قابل ملامت ہے اور کبیرہ کا مرتکب کبیرہ گناہ کے مطابق اور صغیرہ کا صغیرہ کے مطابق اور لغزش کرنے والا اس کے مطابق (فتدبر)

نحو: یہ جملہ واؤ کے ساتھ فاخذناہ کی ضمیر سے حال ہے۔

خیر سے خالی ہوا:

آیت ۴۱: وَفِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ (اور عاد کے قصہ میں بھی عبرت ہے۔ جبکہ ہم نے ان پر نامبارک آندھی بھیجی) عقیم وہ جس میں کوئی خیر بارش وغیرہ میں سے نہ تھی یا درختوں کو ثمر بار کرنے سے خالی تھی وہ ہلاکت کی ہوا تھی۔ اس کے متعلق اختلاف کیا گیا ہے۔

قول اظہر:

سب سے ظاہر قول یہ ہے۔ کہ وہ دبور۔ پچھم کی ہوا تھی اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ نصرت بالصبا و اھلکت عاد بالدبور۔ (رواہ احمد ۳۲۴۔ مسلم/۹۰۰)

تکذیب کے نتیجہ میں ہر چیز ریزہ ہوگئی:

آیت ۴۲: مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِ (جس چیز پر گزرتی اس کو ایسا کر دیتی تھی جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے) الرمیم: ہر وہ چیز جو ریزہ ریزہ ہو یعنی پرانی ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائے۔ نمبر ۲۔ خواہ وہ ہڈی ہو یا نبات یا اور

وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور ہم نے آسمان کو قوت کے ساتھ پیدا فرمایا اور بے شک ہم وسیع قدرت والے ہیں، اور زمین کو ہم نے فرش بنایا سو ہم اچھے بچھانے والے ہیں،

وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ

اور ہر چیز سے ہم نے دو قسمیں بنائی ہیں تا کہ تم سمجھو، سو تم اللہ کی طرف دوڑو، بیشک میں تمہیں

مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۵۰﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۵۱﴾

اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں، اور اللہ کے ساتھ دوسرا معبود قرار نہ دو بے شک میں تمہیں اسکی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں،

کوئی چیز مطلب یہ ہوا۔ کہ اس ہوا کا گزران کی جس چیز چوپائے' کھیتیاں' اموال پر ہوتا اس کو وہ تہس نہس کر دیتی۔

آیت ۴۳: وَفِیْ ثَمُوْدَ اِذْ قِیْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِیْنٍ۔ (اور ثمود کے قصہ میں جب ان سے فرمایا گیا ایک وقت تک برت لو)۔

آیت ۴۴: فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ (پس ان لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی) اس کو بجالانے سے تکبر اختیار کیا۔ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ (پس ان کو عذاب نے آلیا) الصاعقه: سے عذاب مراد ہے ہر مہلک عذاب کو صاعقة کہا جاتا ہے۔

قراءت: الصعقة علی نے پڑھا۔ فعله کا وزن ایک بار کیلئے آتا ہے۔ یہ مصدر ہے ای صعقتهم الصاعقة۔ ان کو عذاب نے پکڑ لیا یکبارگی پکڑنا۔ وَهُمْ یَنْظُرُوْنَ (اور وہ دیکھ رہے تھے) کیونکہ وہ دن کے وقت تھا جس کو وہ آنکھوں سے ملاحظہ کر رہے تھے۔

آیت ۴۵: فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِیَامٍ (پس نہ تو وہ کھڑے ہی ہو سکے) یعنی بلکہ بھاگ گئے یا یہ عرب کے اس قول سے ہے۔ مایقوم به۔ جبکہ وہ کسی چیز کے دفع کرنے سے عاجز آ جائے۔ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِیْنَ (اور نہ وہ بدلہ لے سکے) نہ وہ عذاب کو روک سکے۔ یا ان کو عذاب سے ہمارا مقابلہ ممکن نہ ہوا کیونکہ انتصار مقابلے کے لئے آتا ہے۔

آیت ۴۶: وَقَوْمَ نُوْحٍ (اور قوم نوح علیہ السلام) ای اهلكنا قوم نوح ہم نے قوم نوح کو ہلاک کر دیا۔ کیونکہ ماقبل اس فعل کے حذف پر دلالت کرتا ہے۔ یا نمبر۲۔ اذکر فعل کا مفعول ہے۔

قراءت: ابوعمرو' علی' حمزہ' نے جر سے پڑھا ہے۔ ای وفی قوم نوح آیة۔ اور قراءت عبداللہ اس پر دلالت کرتی ہے۔ وفی قوم نوح۔ مِّنْ قَبْلُ (ان سے پہلے) ان مذکورۃ الصدر لوگوں سے پہلے۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ (وہ بڑے نافرمان لوگ تھے) فاسقین بمعنی کافرین ہے۔

آیت ۴۷: وَالسَّمَآءَ۔ نحو: یہ بنینها باید جس فعل کی تفسیر کر رہا ہے اسکی وجہ سے منصوب ہے۔ ای بنینا السماء بنینها۔

بَنَیْنٰھَا بِاَیْدٍ (اور آسمان کو ہم نے قدرت سے بنایا) اَیْد: قوت وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ (اور ہم وسیع القدرت ہیں) ضرور قدرت والے ہیں۔ یہ الوسع سے لیا گیا جس کا معنی طاقت ہے۔ الموسع۔ القوی علی الانفاق (جو خرچ کرنے میں قوی ہو) یا الموسعون ہم آسمان وزمین کے درمیان وسعت کرنے والے ہیں۔

آیت ۴۸: وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰھَا (اور ہم نے زمین کو فرش بنایا) ہم نے زمین کو پھیلایا اور بچھایا۔ نحو: الارض۔ فعل مضمر سے منصوب ہے۔ ای فرشنا الارض فرشنا ھا۔ یہ جملہ اس کی تفسیر ہے۔ فَنِعْمَ الْمٰھِدُوْنَ (پس ہم اچھے بچھانے والے ہیں)

ہر چیز میں متقبل چیزیں ہیں:

آیت ۴۹: وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ اور ہم نے ہر چیز کو حیوانات میں سے خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ (دو دو قسم کا بنایا) مذکر و مؤنث۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

آسمان وزمین' لیل' نہار' سورج' چاند' خشکی' تری' موت' زندگی پس انہوں نے بہت سی اشیاء کو شمار کیا۔ اور فرمایا ان میں سے ہر دو جوڑا (متضاد) اور ذات باری تعالیٰ وہ فرد بے مثل ہیں۔ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (تاکہ تم سمجھو) ہم نے یہ سب کیا یعنی آسمان کا بنانا' زمین کا بچھانا' ازواج کا پیدا کرنا' تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور خالق کو پہچان کر اس کی عبادت کرو۔

آیت ۵۰: فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ (تو تم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف دوڑو) نمبر۱۔ یعنی شرک سے ایمان باللہ کی طرف آؤ۔ یا اطاعت شیطان کو چھوڑ کر۔ نمبر۲۔ طاعت رحمان اختیار کرو۔ نمبر۳۔ یا وہ چیز جو اس کی طرف لے جانے والی ہے۔ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (میں تمہارے واسطے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں)

آیت ۵۱: وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کوئی معبود مت قرار دو! میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں) انی لکم الایۃ کو دوبارہ تاکید کے لئے لائے۔ وعید کو طویل کرنا بلاغت کا قاعدہ ہے۔

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ

اسی طرح اس سے پہلے ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جسے انہوں نے دیوانہ یا جادوگر نہ بتایا ہو، کیا وہ لوگ آپس میں اس بات کی وصیت کرتے آئے ہیں بلکہ وہ

قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾

سب سرکش لوگ ہیں سو آپ انکی طرف سے اعراض کیجئے کیونکہ آپ پر کوئی ملامت نہیں، اور نصیحت کیجئے کیونکہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دیتی ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ

اور میں نے جن اور انس کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور یہ نہیں چاہتا

اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

کہ مجھے کھلائیں، بلا شبہ اللہ وہ ہے جو خوب رزق دینے والا ہے قوت والا ہے، نہایت ہی قوت والا ہے سو بیشک ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ظلم کیا

ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

ان کے لئے عذاب کا بڑا حصہ ہے جیسا کہ ان کے ہم مشربوں کا تھا، سو وہ مجھ سے جلدی نہ کریں، سو کافروں کے لئے بڑی خرابی ہے انکے

يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾

اس دن سے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

آیت۵۲: كَذٰلِكَ (اسی طرح جو لوگ) یعنی معاملہ اسی طرح ہے۔ ذلك سے ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے اور ساحر و مجنون جیسے القاب دینے کی طرف اشارہ ہے۔ پھر اس اجمال کی تفصیل اس ارشاد میں فرمائی۔ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں) ھم آپ کی قوم قریش۔ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا (ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا۔ جس کو انہوں نے نہ کہا ہو) کہ وہ سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (ساحر ہے یا مجنون) انہوں نے ان پر سحر یا جنون کا الزام اپنی جہالت کی بنیاد پر لگا دیا۔

ایک دوسرے کو وصیت تو نہیں کی اصل میں یہ سرکش ہیں:

آیت۵۳: اَتَوَاصَوْا بِهٖ (کیا وہ اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آتے تھے) ہٗ کی ضمیر قول کی طرف راجع ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے أتواصی الاولون والآخرون بهذا القول حتی قالوه جميعا متفقين عليه۔ کیا اول و آخر اس بات کی وصیت کرتے چلے آئے یہاں تک کہ سب نے بالاتفاق یہ بات کہی۔ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ (بلکہ یہ سب کے سب سرکش

لوگ تھے) یعنی انہوں نے وصیت تو نہ کی کیونکہ ان کی باہمی ملاقات ہی نہ ہوئی۔ زمانے مختلف تھے۔ بلکہ ایک علت نے ان کو جمع کر دیا اور وہ علت طغیان تھی اور سرکشی ہی اس بات پر آمادہ کرنے والی ہے۔

آیت ۵۴: فَتَوَلَّ عَنْهُمْ (پس آپ ان کی طرف التفات نہ فرمائیں) پس ان سے اعراض فرمائیں جن کو بار بار دعوت دی جا چکی مگر انہوں نے عناد کی وجہ سے اسے قبول نہ کیا۔ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ (کیونکہ آپ پر کسی طرح کا الزام نہیں) آپ نے جب پیغام رسالت پہنچا دیا تو اب اعراض سے آپ پر الزام نہ ہوگا آپ نے تو دعوت و تبلیغ میں امکانی جہد صرف کر ڈالی۔

آیت ۵۵: وَّذَكِّرْ (اور سمجھاتے رہئے) قرآن سے نصیحت کرتے رہیں۔ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ (کیونکہ سمجھانا ایمان والوں کو فائدہ دے گا) ان کے علم میں اضافہ ہوگا۔

سیاق سے آیت خاص ہے:

آیت ۵۶: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (اور میں نے جن وانس کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کیا کریں) العبادۃ کا حقیقی معنی مراد لیں تو پھر آیت عام نہ بنے گی۔ بلکہ اس وقت اس سے مراد جن وانس میں سے مؤمن مراد ہونگے۔ اس کی دلیل سیاق آیت ہے۔ میری مراد یہ ہے وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین۔ اور قراءت ابن عباس رضی اللہ عنہما وما خلقت الجن والانس من المؤمنین اس کی تائید کرتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ درست نہیں کہ وہ ان لوگوں کو عبادت کے لئے پیدا کرے جن کے متعلق یہ معلوم ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ کیونکہ جب ان کو عبادت کے لئے پیدا کیا اور عبادت ان سے چاہی تو اس ارادہ کا ظہور لازم ہے اور ادھر جب وہ ایمان نہ لائے تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ جہنم کے لئے پیدا کیے گئے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔ ولقد ذرأنا لجهنم كثيرًا من الجن والانس۔ [الاعراف۔ ۱۷۹]

ایک قول یہ ہے:

میں نے جن وانس کو پیدا نہیں کیا مگر اس لئے تا کہ میں ان کو عبادت کا حکم دوں۔ یہ قول علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ (الا لآمرهم بالعبادة)

ایک اور قول:

الالیکونوا عبادًالی۔ مگر اس لئے تا کہ وہ میرے بندے بن جائیں۔

بہترین توجیہ:

عبادت کا معنی توحید لیا جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے۔ کہ کل عبادة فی القرآن فهی توحید کہ عبادت کا لفظ جہاں قرآن میں ہے وہاں توحید مراد ہے۔ اور تمام اللہ تعالیٰ کو آخرت میں وحدہ لاشریک مان لیں گے۔ جیسا کہ معلوم ہے

اور کافر بھی آخرت میں مؤمن موحد ہونے کا اقرار کریں گے۔ جیسا کہ اس ارشاد الٰہی میں فرمایا۔ ثم لم تکن فتنتھم الا ان قالوا واللّٰہ ربنا ما کنا مشرکین [الانعام۔۲۳]

اگرچہ بعض نے دنیا میں شرک کیا لیکن دنیا کی مدت ابد کی بنسبت ایک دن سے بھی اقل قلیل ہے۔ جو شخص غلام خرید لے اور کہے۔ ما اشتریت الا للکتابۃ کان صادقا فی قولہ۔ ما اشتریتہ الا للکتابۃ اگرچہ وہ اس کی عمر غلامی میں کسی اور کام پر بھی لگائے۔ گویا معتدبہ مدت جو کام کرایا جائے وہ کل سے محاورہ میں تعبیر کر دیا جاتا ہے۔

آیت ۵۷: مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ (میں ان سے رزق رسائی کی درخواست نہیں کرتا) میں نے ان کو اس لئے نہیں بنایا کہ وہ اپنے نفسوں کو رزق پہنچائیں۔ یا میرے بندوں میں سے کسی کو رزق پہنچائیں۔ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ (کہ وہ مجھ کو کھلایا کریں)

قولِ ثعلب نحوی:

ای یطعموا عبادی۔ یہ اضافت تخصیص ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں جو کہ حدیث قدسی ہے۔ من اکرم مؤمنا فقدا کرمنی۔ ومن اذی مؤمنا فقد آذانی۔ (فیض القدیر۔۸۵۱۷)

جس نے کسی مؤمن کا اکرام کیا اس نے میرا اکرام کیا اور جس نے کسی مؤمن کو ایذاء دی اس نے مجھے ایذاء دی۔

آیت ۵۸: اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ (اللہ تعالیٰ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا ہے۔ قوت والا نہایت ہی قوت والا ہے) القوۃ المتین (نہایت قوت والا) نحو: ۔ رفع کے ساتھ یہ ذو کی صفت ہے۔ اعمش نے جر کے ساتھ پڑھا۔ اور القوۃ کی صفت قرار دیا۔ اقتدار کی تاویل پر ہے۔

اب ان ظالموں کی باری:

آیت ۵۹: فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (پس ان ظالموں کی) قریش مکہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تکذیب کا ظلم کیا۔ ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ (بھی باری ہے جیسا کہ ان کے ہم مشربوں کی باری تھی) اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سے ان کا حصہ ہے جیسا کہ ان کے ہم مثل ہلاک شدہ زمانوں والے کا۔

قول الزجاج:

الذنوب لغت میں حصہ کو کہتے ہیں۔ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ (پس یہ مجھ سے جلدی نہ طلب کریں) یعنی نزول عذاب میں۔ اس میں نضر اور اس کے ساتھیوں کا جواب ہے۔ جب کہ انہوں نے جلد عذاب مانگا۔

آیت ۶۰: فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ (غرض ان کافروں کے لئے اس دن کے آنے سے بڑی خرابی ہے۔ جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے) جس کا وعدہ کیا گیا اس سے قیامت کا دن مراد ہے۔ اور ایک قول یہ ہے بدر کا دن

مراد ہے۔

قراءت: یعقوب نے دونوں حالتوں میں یاء سے پڑھا ہے سہل نے وصل میں اس کی موافقت کی ہے اور باقی قراء نے ان کو **لیعبدونی ' ان یطعمونی ' فلا یستعجلونی** کو بغیر یاء پڑھا۔ **لیعبدون ' ان یطعمون ' فلا یستعجلون**۔

الحمدللہ بقوتہ تتم الصالحات آج قبل العشاء تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

سُورَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ الطور مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انچاس آیات اور دو ۲ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالطُّوْرِ ۝۱ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝۲ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝۳ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝۴ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝۵

قسم ہے طور کی اور کتاب مسطور کی جو کھلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہوئی ہے اور بیت معمور کی، اور سقف مرفوع کی،

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝۶ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝۷ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝۸ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝۹

اور بحر مسجور کی، بلا شبہ آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے۔ اسے کوئی دفع کرنے والا نہیں، جس دن آسمان تھرتھرانے لگے گا

وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝۱۰ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۱ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۝۱۲ يَوْمَ

اور پہاڑ چل پڑیں گے، سو اس دن بڑی خرابی ہے جھٹلانے والوں کے لئے جو بیہودگی میں لگے رہتے ہیں، جس دن

يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝۱۳ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝۱۴

انہیں دوزخ کی آگ کی طرف دھکے دیئے جائیں گے، یہ دوزخ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے،

وَالطُّوْرِ ۝ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ

(قسم ہے طور کی اور اس کتاب کی جو کھلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہے۔ اور بیت المعمور کی اور اونچی چھت کی اور دریائے شور کی جو پر ہے)

آیت ۱: وَالطُّوْرِ یہ وہ پہاڑ ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام بخشا گیا۔ یہ مدین میں ہے۔

آیت ۲: وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ قرآن مجید ہے۔ نکرہ لائے کیونکہ یہ تمام کتابوں میں مخصوص شان والی کتاب ہے۔ یا نمبر ۲۔ لوح محفوظ نمبر ۳۔ تورات۔

آیت ۳: فِيْ رَقٍّ اس سے صحیفہ مراد ہے یا نمبر ۲۔ وہ چمڑہ جس پر لکھا جائے۔ مَّنْشُوْرٍ کھلا ہوا جس پر مہر اختتام نہ ہو۔ یا چمکدار۔

فرشتوں کا کعبہ:

آیت ۴: وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ وہ عبادت خانہ جو آسمان میں بیت اللہ کے سیدھ (برابری) میں ہے جس کا فرشتے طواف کرتے ہیں۔ کثرت زوار کی وجہ سے اس کو آباد گھر فرمایا۔ روایت میں ہے کہ ہر روز اس میں سے جو ستر ہزار ملائکہ طواف کر کے نکلتے ہیں۔

وقف لازم

ان کی دوبارہ باری نہ آئے گی۔ ایک قول: کعبہ کا ہی نام ہے۔حجاج وعمار کی وجہ سے وہ ہروقت آباد ہے۔

آیت۵: وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ آسمان مراد ہے عرش الٰہی مراد ہے۔

آیت۶: وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ بھرا ہوا سمندر یا گرم کیا ہوا۔

نحو: اول واؤ قسم کے لئے ہے اور باقی عاطفہ ہیں اور جواب قسم ان عذاب ربك ہے۔

آیت۷: اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ (بیشک تیرے رب کا عذاب ضرور اترنے والا ہے) وہ عذاب جس سے کفار کو ڈرایا گیا ہے۔ واقع۔اترنے کو کہتے ہیں۔

قولِ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ:

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اساریٔ بدر کے سلسلہ میں بات چیت کے لئے حاضر ہوا۔نماز فجر کے وقت میں پہنچا آپ سورۂ طور تلاوت فرما رہے تھے جب آپ اس آیت پر پہنچے ان عذاب ربك لواقع تو میں اس خوف سے مسلمان ہو گیا کہ کہیں عذاب اتر نہ پڑے۔ صحیح کے اندر جو روایت آئی ہے اس میں صلاۃ المغرب کا ذکر ہے اور آیت ام خلقوا من غیر شیٔ ام ھم الخالقون۔ سنی تو میرا دل خوف سے اڑنے لگا۔[بحوالہ حاشیۂ کشاف ۴/۴۰۹]

آیت۸: مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ (کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا) اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ نحو: جملہ واقعٌ کی صفت ہے۔ای واقع غیر مدفوع اور لواقع یہ یوم کا عامل ہے۔تقدیر کلام یہ ہے ای یقع فی ذلك الیوم یا اذ کر یوم۔

منظرِ قیامت:

آیت۹: يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا (جس روز آسمان تھر تھرانے لگے گا) چلنے والی چکی کی طرح گھومے گا۔

آیت۱۰: وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا (اور پہاڑ ہٹ جائیں گے) ہوا میں بادلوں کی طرح چلیں گے۔کیونکہ وہ بکھرے ہوئے ریت کے ذرات بن جائیں گے۔

کافروں کی کمبختی کا دن:

آیت۱۱: فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (تو اس روز جو لوگ جھٹلانے والے ہیں۔ان کی بڑی کم بختی آئے گی)

آیت۱۲: الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ (جو مشغلہ میں بے ہودگی کے ساتھ لگ رہے ہیں) باطل وکذب کی مشغولیت میں داخل ہونا ان کا وطیرہ بن گیا۔دوسرے مقام پر فرمایا کنا نخوض مع الخائضین۔[المدثر۔۴۵]

آیت۱۳: يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا (جس روز ان کو جہنم کی آگ کی طرف دھکے دے دے کر لائیں گے) یہ یوم تمور سے بدل ہے۔الدع: زور سے دھکا دینا اور وہ اس طرح ہوگا۔کہ آگ کے مقررہ فرشتے ان کے ہاتھ گردنوں سے باندھ دیں گے اور

اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ

کیا یہ جادو ہے یا تم نہیں دیکھتے ، اس میں داخل ہو جاؤ صبر کرو یا نہ کرو برابر ہے

عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ﴿۱۷﴾

تمہارے حق میں، تمہیں انہی اعمال کی جزا دی جائے گی جو تم کیا کرتے تھے۔ بے شک متقی لوگ باغوں میں اور نعمتوں میں ہونگے،

فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًۢا بِمَا

جو کچھ ان کے رب نے انہیں دیا ہوگا خوشی کے ساتھ اس میں مشغول ہوں گے، اور ان کا رب انہیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا، کھاؤ اور پیو مبارک طریقہ پر ان اعمال

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۲۰﴾

کے بدلہ جو تم کیا کرتے تھے، یہ لوگ ایسے تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے جو برابر بچھے ہوئے ہوں گے، اور ہم گورے رنگ والی بڑی آنکھوں والی عورتوں سے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ

ان کا بیاہ کرادیں گے، اور جو لوگ ایمان لائے اور انکی ذریت نے ایمان کے ساتھ ان کا اتباع کیا تو ہم انکی ذریت کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں

مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِیٍٔۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿۲۱﴾

سے کوئی چیز بھی کم نہیں کریں گے، ہر شخص اپنے اعمال کی وجہ سے محبوس ہو گا،

پیشانیوں اور قدموں کو جکڑ کر اکٹھا کر دیں گے۔ پھر چہروں کے بل ان کو جہنم کی طرف دھکیل کر لے جائیں گے۔ پس ان کو کہا جائے گا۔

آیت ۱۴: هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ (یہ وہی دوزخ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے) دنیا میں۔

آیت ۱۵: اَفَسِحْرٌ هٰذَآ (کیا یہ سحر ہے) نحو: هٰذَا مبتدأ۔ اسحر اس کی خبر ہے۔ یعنی تم وحی کو سحر کہتے ہو۔ کیا یہ جادو ہے؟ مراد یہ ہے کیا یہ مصداق بھی جادو ہے؟ اسی وجہ سے فاء کو اس پر داخل کیا۔ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ (یا یہ کہ تم کو نظر نہیں آتا) جیسا کہ تم دنیا میں نہ دیکھتے تھے۔ یعنی کیا تم جس کے متعلق خبر دی گئی ہے اس سے اندھے ہو جیسا کہ خبر سے اندھے تھے؟ یہ توبیخ و ڈانٹ ہے۔ أفسحر کا استفہام انکاری ہے۔

عذاب پر صبر تو سزا ہے:

آیت ۱۶: اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ (اس میں داخل ہو پھر سہار کرنا یا نہ کرنا تمہارے حق میں برابر ہے) سواء کی خبر محذوف ہے ای علیکم الامران الصبر و عدمه۔ بعض نے اس کا عکس کہا ہے۔ اور استواء الصبر و عدمه

کی اس قول سے تعلیل بیان کی کہ اعمال کی سزا تو ضرور ملنی ہی ہے۔اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (تمہیں انہی اعمال کی جزاء دی جائے گی جو تم کیا کرتے تھے) یہ تعلیل ہے۔کیونکہ صبر کو جزع فزع پر یہ مرتبہ حاصل ہے کہ صبر کا بدلہ یہ ہے کہ صابر کو بہتر بدلہ ملتا ہے۔باقی عذاب پر صبر جو کہ سزا ہے اس کا کوئی انجام نہیں اور نہ فائدہ ہے۔اور جزع میں اس کی کوئی حیثیت نہیں اور نہ فائدہ۔

متقین کا بدلہ:

آیت ۱۷: اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ (متقی لوگ بلاشبہ بہشت کے باغوں اور سامان عیش میں ہونگے) جنات کی تنوین تعظیم کیلئے ہے کیا خوب باغات میں و نعیم۔کیا خوب نعمتوں میں ہونگے جو اپنی صفات میں کامل ہیں۔یا ایسے باغات اور نعمتیں جو متقین کے ساتھ مخصوص ہونگی۔جو انہی کیلئے پیدا کی گئیں ہیں۔

آیت ۱۸: فٰكِهِيْنَ (وہ خوش دل ہونگے) نحو: یہ ظرف کی ضمیر سے حال ہے اور ظرف خبر ہے۔ای متلذذین اس حال میں کہ وہ لذت حاصل کرنے والے ہونگے۔ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ (جو چیزیں ان کو ان کے رب نے دی ہونگی) وَوَقٰهُمْ رَبُّهُمْ (اور ان کا رب ان کو محفوظ رکھے گا) نحو: اس کا عطف فی جناتٍ پر ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ان المتقین استقروا فی جنات و وقاھم ربھم۔نمبر۲۔آتاھم ربھم پر اس کا عطف ہے۔اس صورت میں ما مصدریہ ہے۔معنی یہ ہوگا۔وہ لذت اندوز ہونے والے ہونگے۔اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نعمتیں دی ہیں اور اس سبب سے کہ ان کو جہنم کے عذاب سے بچایا ہے۔ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (دوزخ کا عذاب) نمبر۳۔واؤ حالیہ قرار دیں اور اس کے بعد قد مضمر ہے۔

آیت ۱۹: کہا جائے گا۔ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (خوب کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ اپنے اعمال کے بدلہ میں) کھاؤ و پیو کھانا اور پینا خوشگوار۔نمبر۲۔کلوا طعامًا و اشربوا شرابا ھنیئا۔کھانے والی اور پینے والی چیزیں مزے سے کھاؤ۔ھنیئا اس کھانے کو کہتے ہیں جس میں ناگواری نہ ہو۔

آیت ۲۰: مُتَّكِـِٕيْنَ (وہ تکیہ لگائے ہوئے) نحو: یہ کلوا و اشربوا کی ضمیر سے حال ہے۔ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ (برابر برابر بچھائے ہوئے تختوں پر ہونگے) سرر جمع سریرٌ کی ہے۔مصفوفة: ایک دوسرے سے متصل۔ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ (اور ہم کشادہ چشم گوریوں یعنی حوروں سے ان کا جوڑ لگا دیں گے) زوجنا کا معنی جوڑ لگانا۔حور جمع حوراء کی ہے۔عین بڑی آنکھوں والی ہونا یہ ان کا حسن ہے۔

اولاد کا آباء سے ملنا:

آیت ۲۱: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اور جو لوگ ایمان لائے) نحو: یہ مبتدأ ہے اور الحقنا بھم اس کی خبر ہے۔ وَاتَّبَعَتْهُمْ (اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا)

قراءت: ابو عمرو نے واتبعناھم پڑھا ہے۔ ذُرِّيَّتُهُمْ (ان کی اولاد نے) بِاِيْمَانٍ ۔ نحو: یہ فاعل سے حال ہے۔

اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ شامل کردیں گے) یعنی اولاد کو اس کے ایمان اور اعمال صالحہ کے سبب سے ان کے آباء کے ساتھ درجات میں ملادیں گے۔ خواہ اولاد کے اعمال اپنے آباء سے کم ہوں۔

ایک قول یہ ہے:

اولاد اگرچہ وہ کسی مقام پر نہ پہنچے ہوں۔ کہ ان کا ایمان استدلالی ہو۔ انہوں نے وہ ایمان تقلیدی اختیار کیا ہو وہ بھی اپنے آباء کے ساتھ مل جائیں گے۔

قراءت: مدنی نے ذریاتهم اور ذریتُهم پڑھا۔ ابوعمرو نے ذریاتِهم و ذرّیاتِهم پڑھا۔ شامی نے ذرّیاتُهم ذرّیاتِهم پڑھا۔

وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ (اور ہم ان کے عمل میں سے بھی کچھ کم نہ کریں گے) یعنی ان کے ثواب اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے۔

قراءت: مکی نے اِلتناهم پڑھا یہ اَلَت یالِتُ اور اِلِت یَالَتُ دونوں لغات ہیں۔

نحو: پہلا مِنْ یہ التناهم کے متعلق ہے اور دوسرا زائدہ ہے۔

كُلُّ امْرِیءٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ (ہر شخص اپنے اعمال میں محبوس ہوگا) رهین یہ مرہون کے معنی میں ہے۔ پس مؤمن کا نفس اپنے اعمال کے بدلے رہن رکھا ہوا ہے پس اس کو بدلہ دیا جائے گا۔

وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝۲۲ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا

اور ہم ان کو میوے اور گوشت بڑھا کر دیتے رہیں گے جس کی انہیں خواہش ہوگی، وہ اس میں جام کی چھینا جھپٹی کریں گے، نہ اس میں کوئی لغو بات ہوگی اور نہ

تَاْثِيْمٌ ۝۲۳ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ۝۲۴ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ

کوئی گناہ کی بات، اور ایسے لڑکے ان کے پاس آتے جاتے رہیں گے گویا کہ وہ چھپے ہوئے موتی ہیں، اور یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے

عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝۲۵ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ۝۲۶ فَمَنَّ اللّٰهُ

سوال کریں گے، وہ کہیں گے کہ بے شک ہم پہلے اپنے اہل وعیال میں رہتے ہوئے ڈرتے تھے سو اللہ نے ہم پر

عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ۝۲۷ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ۝۲۸ ع ۲۸

احسان فرمایا اور ہمیں دوزخ سے بچالیا بلاشبہ ہم پہلے اس سے دعائیں مانگا کرتے تھے، بے شک وہ بڑا محسن ہے مہربان ہے۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ۝۲۹ۭ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ

سو آپ سمجھاتے رہیں کہ کیونکہ آپ بفضلہ تعالیٰ نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں۔ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے

بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ۝۳۰ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۝۳۱ۭ

ہم اس کی موت کے حادثہ کا انتظار کر رہے ہیں، آپ فرما دیجئے انتظار میں رہو سو بے شک میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں،

نظار ہائے جنت:

آیت ۲۲: وَ اَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ (اور ہم ان کو میوہ اور گوشت جس قسم کا مرغوب ہو روز افزوں دیتے رہیں گے) امددنا کا معنی وقتاً فوقتاً بڑھانا ہے۔ مما یشتھون۔ اگرچہ وہ اپنی طرف سے تجویز نہ بھی کریں۔

آیت ۲۳: يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا (اور وہ شراب بھرے پیالوں کی چھینا جھپٹی بھی کریں گے) کاسًا خمرا: ام شراب۔ وہ اپنے مجلس والوں اور اقرباء کے ساتھ ایک دوسرے کے ہاتھ سے سرور میں چھین جھپٹ کریں گے۔ لَّا لَغْوٌ فِيْهَا (اس میں نہ بک بک ہوگی) اس شراب کے پینے میں۔ وَلَا تَاْثِيْمٌ (اور نہ کوئی بیہودہ بات ہوگی) ان کے مابین لغو بات نہ چلے گی باطل بات وہاں نہ ہوگی اور نہ ایسی بات ہوگی جس میں گناہ ہو۔ اگر ایسا کام کہ اگر وہ دار التکلیف میں کرتا تو گناہ ہوتا جیسے جھوٹ۔ گالم گلوچ جیسے شرابی کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی عقلیں قائم ہونگی اور وہ حکمت اور عمدہ کلام کرنے والے ہونگے۔

قراءت: لا لغوا فیها و لا تاثیمَ۔ مکی و بصری نے پڑھا ہے۔

آیت ۲۴: وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ (اوران کے پاس ایسے لڑکے آتے جاتے ہونگے) غلام ۔ لَّهُمْ (جو انہی کے ساتھ مخصوص ہونگے) كَاَنَّهُمْ (گویا کہ وہ) اپنی سفیدی اور صفائی کی وجہ سے۔ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ (حفاظت سے رکھے ہوئے موتی ہیں) نمبرا۔ سیپ میں کیونکہ جب یہ موتی تر ہوتا ہے تو زیادہ خوبصورت اور پاکیزہ ہوتا ہے۔ نمبر۲۔ مکنونٌ مخزون کے معنی میں خزانہ میں جمع شدہ۔ کیونکہ انتہائی قیمتی چیز کو خزانہ میں رکھا جاتا ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا۔ ان ادنی اهل الجنة الحديث سب سے کم درجہ جنتی خدام کو آواز دے گا تو ایک آواز پر ایک ہزار لبیک لبیک کہتے ہوئے اس کے دروازے پر حاضر ہو جائیں گے۔ (ثعلبی۔ حاشیہ کشاف)

آیت ۲۵: وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ (وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے۔ ایک دوسرے سے حالات دریافت کریں گے اور وہ اعمال پوچھیں گے جن کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ درجات پانے کا مستحق بنا)

دُنیا میں رحمت کے چھن جانے کا خطرہ تھا:

آیت ۲۶: قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ (وہ کہیں گے۔ ہم اس سے پہلے) دنیا کی زندگی میں۔ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ (اپنے گھر میں بہت ڈرا کرتے تھے) نمبرا۔ مشفقین۔ اللہ تعالیٰ کی خشیت سے ہمارے دل نرم تھے۔ یا نمبر۲۔ ایمان کے کھینچ اور فوت ہو جانے اور رحمت کے چھن جانے کا ڈر رکھتے تھے۔ نمبر۳۔ نیکیوں کے مسترد ہو جانے اور گناہوں کے بدلے پکڑ لیے جانے سے ڈرتے تھے۔

آیت ۲۷: فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا (پس اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا) مغفرت و رحمت کے ساتھ۔ وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ (اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھا) السموم: ایسی گرم ہوا جو مسامات میں داخل ہو جائے۔ جہنم کی آگ کو یہ نام دیا گیا کیونکہ وہ بھی مسامات میں داخل ہو جائے گی۔

آیت ۲۸: اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ (ہم اس سے پہلے) اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور اس کی بارگاہ میں پہنچنے سے پہلے یعنی دنیا میں۔ نَدْعُوْهُ (اسی سے دعائیں مانگا کرتے تھے) اسی کی عبادت کرتے اور اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرتے تھے اور اسی سے جہنم سے بچنے کا سوال کرتے تھے۔ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ (وہ بڑا محسن و مہربان ہے) البر: محسن الرحیم: ایسی عظیم رحمت والا کہ جب اس کی عبادت کی جائے تو وہ بدلہ دیتا ہے۔ جب اس سے سوال کیا جائے تو قبولیت بخشتا ہے۔

قراءت: اَنَّهٗ فتحہ کے ساتھ مدنی، علی نے پڑھا ہے۔ باء کو محذوف یا لام کو محذوف مانا ہے۔ بانہٗ او لانّہٗ۔

آیت ۲۹: فَذَكِّرْ (پس آپ سمجھاتے رہیں) لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے رہیے۔

نبوت اور عقل سلیم کا انعام:

فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ (کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے) نعمت رحمت کے معنی میں ہے۔ اور وہ انعام جو نبوت کی صورت اور عقل سلیم کے انداز میں ہے۔ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ (نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں) جیسا کہ کفار مکہ کا خیال ہے۔

أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُمْ بِهَٰذَا ۚ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿٣٢﴾ أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ ۚ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٣﴾

کیا انکی عقلیں انہیں اس کا حکم دے رہی ہیں یا یہ ایسے لوگ ہیں جو سرکش ہیں، کیا وہ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے بات بنالی ہے بلکہ بات یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے،

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ﴿٣٤﴾ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ

سو اس طرح کا کوئی اور کلام لے آئیں اگر سچے ہیں، کیا وہ کسی خالق کے بغیر پیدا کیے گئے ہیں یا وہ خود پیدا

الْخَالِقُونَ ﴿٣٥﴾ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ بَل لَّا يُوقِنُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ

کرنے والے ہیں کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، بلکہ یہ لوگ یقین نہیں لاتے، کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں

أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ ﴿٣٧﴾ أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ ۖ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُم بِسُلْطَانٍ

یا یہ لوگ غلبہ والے ہیں یا کیا انکے پاس کوئی زینہ ہے جس سے باتیں سنتے ہیں سو ان کا سننے والا کوئی واضح دلیل

مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ﴿٣٩﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ﴿٤٠﴾

لے آئے کیا اسکے لئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے ہیں، کیا آپ ان سے کسی معاوضہ کا سوال کرتے ہیں سو وہ تاوان سے گراں بار ہو رہے ہیں،

نحو : یہ موضع حال میں ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ لست کاهناً ولا مجنونا ملتبسا بنعمة ربك۔ آپ نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون بلکہ اپنے رب کی نعمت کے ساتھ ملتبس ہیں۔

آیت ۳۰: اَمْ يَقُوْلُوْنَ (کیا وہ یہ کہتے ہیں) شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ (کہ یہ شاعر ہے اور ہم ان پر حادثہ موت کے منتظر ہیں) ریب المنون۔ حوادثِ زمانہ یعنی ہم اس کے متعلق مصائب زمانہ کے منتظر ہیں جن کا شکار ہو کر یہ ہلاک ہو جائے گا۔ جیسا کہ اس سے پہلے شعراء ہلاک ہوئے۔ مثلاً زہیر' نابغہ وغیرہ۔ ام۔ اس آیت کی ابتداء میں منقطعہ ہے اور اس کا معنی بل ہے۔ اور ہمزہ اس پر لائی گئی ہے۔

آیت ۳۱: قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ (آپ کہہ دیجئے۔ تم لوگ انتظار کرتے ہو۔ میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں) میں تمہاری ہلاکت کا منتظر ہوں جیسا تم میری ہلاکت کے منتظر ہو۔

یہ عقل ہے یا شرارت:

آیت ۳۲: اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ (کیا ان کی عقلیں ان کو اس بات کی تعلیم دیتی ہیں) احلام: عقول۔ بِهٰذَآ (اس متناقض بات کا) کہ کبھی کاہن' کبھی شاعر اور ایک قول یہ بھی ہے کہ مجنون ہے۔ اور قریش اپنے کو اهل الاحلام والنهٰی۔ صاحبان عقل و دانش کہلواتے تھے۔ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ (یا یہ شریر لوگ ہی ہیں) کہ جو ظہورِ حق کے باوجود عناد کی حدود کو پھاندنے والے ہیں۔

بلاغت: امر کا اسناد احلام کی طرف اسناد مجازی ہے۔

آیت ۳۳: اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ (یہ بھی کہتے ہیں کہ اس قرآن کو انہوں نے خود گھڑ لیا ہے) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود گھڑ کر بنا لیا ہے۔

بَلْ (بلکہ) یعنی معاملہ اس طرح نہیں جیسا انہوں نے خیال کر لیا ہے۔ لَّا يُؤْمِنُوْنَ (یہ لوگ تصدیق نہیں کرتے) اپنے کفر وعناد کی وجہ سے یہ طعن وتشنیع کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے قول کا بطلان ظاہر وباہر ہے اور نہ ہی آپ گھڑنے والے ہیں' اہل عرب کے اس سے عاجز ہونے کی بناء پر۔ حالانکہ محمد ﷺ تو عرب میں سے ایک ہیں۔

آیت ۳۴: فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ (تو یہ بھی اس جیسا کلام گھڑ کر لے آئیں) مِّثْلِهٖٓ (جو قرآن جیسا ہو) اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ (اگر وہ سچے ہیں) اس بات میں کہ محمدؐ نے اپنی طرف سے اس کو گھڑ لیا۔ لیکن محمد ﷺ بھی ان کے اہل زبان ہیں اور وہ فصحائے عرب ہیں (پھر یہ بقول ان کے گھڑ لائے تو وہ کیوں نہیں لاتے)

آیت ۳۵: اَمْ خُلِقُوْا (کیا یہ لوگ پیدا کیے گئے) کیا ان کو پیدا کیا گیا اور ان کا اندازہ اس فطرت کے مطابق لگایا گیا جس پر یہ ہیں۔

بلا مقصد:

مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ (کسی خالق کے بغیر خود بخود) کسی اندازہ کرنے والے کے بغیر اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ (یا یہ خود اپنے خالق ہیں) یا یہ وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے اپنے کو اس طرح پیدا کیا کہ وہ خالق کی عبادت نہ کریں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ بلا خالق بنایا:

کیا ان کو بغیر جزاء وسزا کے مقصد کے یونہی بیکار پیدا کیا گیا۔ کیا وہ خود خالق ہیں کہ حکم پر چلنے کو تیار نہیں۔

آیت ۳۶: اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (یا انہوں نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے) پس اس لئے وہ ان کے خالق کی عبادت نہیں کرتے۔ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ (بلکہ یہ لوگ یقین نہیں لاتے) یعنی آیات میں غور وفکر نہیں کرتے کہ جس سے اپنے خالق کو اور آسمان وزمین کے خالق کو جان لیتے۔

یہ تو نہ خزائن کے مالک' نہ مدبر:

آیت ۳۷: اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ (کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں) یعنی نبوت' رزق وغیرہ۔ پس وہ اس میں جس کو چاہیں جو چاہیں عطا کریں۔ اَمْ هُمُ الْمُصَۜيْطِرُوْنَ (یا یہ لوگ حاکم ہیں) غلبہ والے ہیں کہ ربوبیت کے معاملات کی تدبیر جس سے کریں اور معاملات کو اپنی مرضی کے مطابق چلائیں۔

قراءت: مسیطرون۔ شامی ومکی نے پڑھا ہے۔

آیت ۳۸: اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ (کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے) جو گڑی ہوئی ہے کہ جس سے آسمان پر یہ چڑھ جائیں گے۔

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ؕ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

کیا ان کے پاس غیب ہے جسے لکھ لیتے ہیں ، کیا وہ لوگ کسی برائی کا ارادہ رکھتے ہیں سو جن لوگوں نے کفر کیا وہ

هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۳﴾

خود ہی برائی میں گرفتار ہوں گے کیا ان کا کوئی معبود ہے اللہ کے سوا، اللہ پاک ہے اس چیز سے جو شرک کرتے ہیں۔

وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿۴۴﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ

اور اگر آسمان سے کسی ٹکڑے کو دیکھ لیں کہ گرتا ہوا آ رہا ہے تو کہیں گے کہ یہ تو تہ بتہ جما ہوا بادل ہے، سو آپ انہیں چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملاقات کریں

الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّ

جس میں وہ بے ہوش ہو جائیں گے، جس دن انکی کوئی تدبیر ان کے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور انکی کچھ بھی مدد نہ کی جائے گی، اور بلا شبہ

لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ

جن لوگوں نے ظلم کیا انکے لئے عذاب ہے اس سے پہلے، لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے اور آپ اپنے رب کی تجویز پر صبر کیجئے

فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾

سو بے شک آپ ہماری حفاظت میں ہیں اور جس وقت آپ کھڑے ہوتے ہیں اپنے رب کی تسبیح اور حمد کیجئے اور رات کے حصہ میں بھی انکی تسبیح بیان کی جائے اور ستاروں کے چھپنے کے بعد بھی۔

يَسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ (جس پر چڑھ کر باتیں سن لیا کرتے ہیں) ملائکہ کا کلام اور جو علم غیب کی باتیں وحی کے ذریعہ بھیجی جاتی ہے۔ تاکہ ان کو آئندہ ہونے والے حالات کا علم ہو جائے کہ ان کی ہلاکت سے پہلے کس کی ہلاکت ہے۔ اور آخرت میں کامیابی انہوں نے لکھوا رکھی ہیں۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میسر نہ ہوگی جیسا کہ ان کا زعم و وہم ہے۔

قول الزجاج رحمۃ اللہ علیہ:

يستمعون فيه میں فی علی کے معنی میں ہے۔ وہ اس پر کان لگائیں۔ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (اگر ایسا ہے تو ان میں جو آسمانی باتیں سننے کا مدعی ہے۔ وہ صاف دلیل پیش کرلے) جو اس کے استماع کے لئے حجت ہو۔

آیت ۳۹: اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ (کیا اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے ہیں) پھر ان کی حماقت ذکر کی کہ وہ کہلاتے تو بڑے عقل مند ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے لئے ایسی چیز کا چناؤ کیا جس کو خود اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں۔

آیت ۴۰: اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ (کیا آپ ان سے کوئی معاوضہ مانگتے ہیں کہ وہ تاوان ان کو گراں معلوم

ہوتا ہے) اجر سے تبلیغ وانذار پر بدلہ۔ المغرم : چٹی۔ انسان اپنے اوپر ایسی شی لازم کرے جو اس پر لازم نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ان پر بھاری چٹی لازم آ گئی جس نے ان کو بوجھل کر دیا اور آپ کی اتباع سے ایک جانب لا کھڑا کیا۔

آیت ۴۱: اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ (کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے۔ کہ یہ لکھ لیا کرتے ہیں) الغیب سے یہاں لوح محفوظ۔ یکتبون سے مراد جو کچھ اس میں اندراج ہے۔ یہاں تک کہ وہ کہنے لگ گئے ہم اٹھائے نہ جائیں گے اور اگر ہم اٹھائے گئے تو ہمیں عذاب نہ ہوگا۔

وبال و مکر خود ان کی طرف لوٹے گا:

آیت ۴۲: اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا (کیا یہ لوگ کچھ برائی کا ارادہ رکھتے ہیں) اور وہ ان کی تدابیر جو دارالندوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اور مؤمنین کے متعلق آئے روز کرتے رہتے تھے۔ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ (پس یہ کافر خود اس برائی میں گرفتار ہونگے) اس میں اشارہ تو کفار مکہ کی طرف ہے اور مراد ہر اللہ تعالیٰ کا منکر ہے۔ مکیدون کا مطلب یہ ہے کہ وبال مکران پر لوٹ کر رہے گا اور ان کا مکران پر گرے گا اور وہ اس طرح ہوا کہ بدر میں مارے گئے۔ یا تدابیر نا کام کر دیں گئیں۔ کید یہ کایدتہ فکدتہ سے لیا گیا ہے۔

آیت ۴۳: اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ (کیا اللہ تعالیٰ کے سواء ان کا کوئی اور معبود ہے) جو ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچالے گا۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے)

سرکشی و عناد میں انتہاء کو پہنچ گئے:

آیت ۴۴: وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ (اور اگر وہ آسمان کے ٹکڑے کو دیکھ لیں کہ گرتا ہوا آرہا ہے۔ تو کہیں گے یہ تو تہ بہ تہ جما ہوا بادل ہے) الکسف : ٹکڑا۔ یہ کفار کے اس قول کا جواب ہے۔ او تسقط السماء كما زعمت علينا كسفا۔ [الاسراء۔ ۹۲] مراد یہ ہے کہ اگر ہم ان کے سروں پر آسمان کا ٹکڑا بھی گرا دیں۔ تو ان کی سرکشی اور عناد اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ وہ اس کو بادل کہہ ڈالیں گے۔ مَّرْكُوْمٌ (تہ بہ تہ) وہ اس کو آسمان کا ٹکڑا تسلیم نہ کریں گے۔ جو کہ ان پر عذاب کی وجہ سے گرا ہے۔

آیت ۴۵: فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ (تو آپ ان کو رہنے دیجئے۔ یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ ہو جس میں ان کے ہوش اڑ جائیں گے)

قراءت : عاصم و شامیؒ نے یُصعقون ضمہ یاء سے پڑھا۔ جبکہ باقی قراء نے یاء کا فتحہ پڑھا۔ کہا جاتا ہے۔ صعقهٗ فصعق۔ اس کو بے ہوش کیا پس وہ بے ہوش ہو گیا اور یہ نفخۂ اولیٰ کے وقت جو کہ نفخۂ صعق ہے۔

آیت ۴۶: يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (جس روز ان کی تدابیر ان کے کچھ کام نہ آئیں گے۔ اور

نہ ان کی مدد کی جائے گی)

بدر کا قتل یا عذابِ قبر:

آیت ۴۷: وَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (اور ان ظالموں کے لئے) عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِکَ (قبل اس کے اور عذاب بھی ہونے والا ہے) قیامت کے عذاب کے علاوہ۔ اور وہ بدر میں قتل ہونا ہے۔ اور سات سال کا قحط اور عذابِ قبر۔ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (لیکن ان میں سے اکثر کو یہ معلوم نہیں)

آیت ۴۸: پھر ان پر عذاب آنے تک صبر کی تلقین فرمائی۔ وَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ (اور آپ اپنے رب کی اس تجویز پر صبر سے بیٹھے رہیے) کہ ان کو مہلت دے رکھی ہے اور آپ کو مشقتیں پہنچ رہی ہیں۔ فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا (آپ ہماری حفاظت میں ہیں) یعنی ہم آپ کو دیکھتے اور آپ کی حفاظت کرتے ہیں اور اعین جمع عین کی ہے کیونکہ ضمیر لفظ جماعت سے تاء لاتے ہیں۔ کیا دوسرے مقام پر نہیں دیکھتے ہو۔ ولتصنع علی عینی۔ مفرد لائے ضمیر بھی مفرد۔ [طہ۔۳۹]

نیند سے بیدار ہو کر اس کی تسبیح کریں:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ حِیْنَ تَقُوْمُ (اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید اٹھتے وقت کیا کریں) جب نماز کے لئے اٹھیں۔ اور یہ وہی ہے جو تکبیر تحریمہ کے بعد کہا جاتا ہے۔ سبحانك اللھم وبحمدك یا نمبر۲۔ جس جگہ سے بھی آپ اٹھیں تو تسبیح وتحمید کریں۔ نمبر۳۔ نیند سے بیدار ہوں تو تسبیح وتحمید کریں۔

آیت ۴۹: وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ (اور رات میں بھی اس کی تسبیح کریں اور ستاروں سے پیچھے بھی) جب کہ ستارے رات کے آخری حصہ میں چلے جائیں۔

قراءت: و اِدبار زیر سے پڑھا۔ یعنی ستاروں کے پیچھے اور ان کے آثار جب غروب ہو جائیں۔

المراد: یہاں ان کلمات کے کہنے کا حکم دیتا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔ ان اوقات میں۔

ایک قول یہ ہے:

التسبیح سے مراد نماز ہے جبکہ آدمی نیند سے بیدار ہو۔ اور ومن اللیل سے مغرب وعشاء کی نمازیں اور ادبار النجوم سے نماز فجر مراد ہے۔

الحمد للہ نماز عشاء کے بعد تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اثْنَتَانِ وَسِتُّوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ النجم مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اسکی باسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ① مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ② وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۗ③ اِنْ هُوَ اِلَّا

قسم ہے ستاروں کی جب وہ غروب ہونے لگے تمہارا ساتھی نہ راہ سے بھٹکا ہے اور نہ غلط راستہ پر پڑا ہے' اور وہ اپنی نفسانی خواہش سے بات نہیں کرتا' وہ نہیں ہے مگر

وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ④ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۙ⑤ ذُوْ مِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى ۙ⑥ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۭ⑦

جو وحی کی جاتی ہے' اس کو سکھایا ہے بڑے طاقت والے نے' وہ طاقتور ہے پھر وہ اصلی صورت میں نمودار ہوا' اور وہ بلند کنارہ پر تھا

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ⑧ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ⑨ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۭ⑩ مَا

پھر وہ اس حال میں تھا کہ دونوں کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا' پھر اللہ نے اپنے بندہ کی طرف وحی نازل فرمائی جو نازل کرنی تھی' دل

كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ⑪ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ⑫ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۙ⑬

نے جو کچھ دیکھا اس میں غلطی نہیں کی' کیا تم اس سے اس چیز میں جھگڑتے ہو جو کچھ اس نے دیکھا اور یہ تحقیقی بات ہے کہ انہوں نے اس کو ایک بار اور دیکھا'

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ⑭ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۭ⑮ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۙ⑯

سدرۃ المنتہیٰ کے قریب' اس کے قریب جنۃ الماوی ہے' جبکہ سدرۃ المنتہیٰ کو وہ چیزیں ڈھانپ رہی تھیں جنہوں نے ڈھانپ رکھا تھا

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ⑰ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ⑱

نہ تو نگاہ ہٹی نہ بڑھی' یہ تحقیقی بات ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی بڑی آیات کو دیکھا۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ○ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ○ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ○

(قسم ہے۔ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے۔یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے نہ راہ سے بھٹکے اور نہ غلط رستے ہوئے۔ اور نہ آپ اپنی نفسانی خواہش سے باتیں بناتے ہیں۔ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔ان کو ایک فرشتہ تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقتور ہے)

آیت ۱: وَالنَّجْمِ نمبر۱۔ثریا ستاروں کی قسم اٹھائی۔نمبر۲۔جنس نجوم کی۔ اِذَا هَوٰی جب غروب ہو۔نمبر۲۔جب قیامت کے دن ٹوٹ کر بکھر جائے۔

وہ سیدی راہ پر نہ کہ ضلالت میں:

آیت ۲: مَا ضَلَّ اور میانہ روی سے نہیں بھٹکے۔یہ جواب قسم ہے۔ صَاحِبُكُمْ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔کم سے قریش مکہ سے مراد وَمَا غَوٰی اور باطل کی اتباع میں وہ غلط راستے پر نہیں چلے۔الضلال یہ الہدیٰ کی ضد ہے۔اور الغی یہ الرشد کی۔ مطلب یہ ہوا۔وہ سیدھا راہ پانے والے ہیں وہ اس طرح نہیں جیسا کہ تم اپنے خیال کے مطابق ان کی نسبت ضلالت و غوایت کی طرف کر رہے ہو۔

آیت ۳: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی (وہ اپنی خواہش سے نہیں کلام کرتے)۔

آیت ۴: اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰی (ان کا ارشاد تری وحی ہے جو ان پر بھیجی گئی ہے) جو تمہیں وہ قرآن میں سے دیں وہ ایسی بات نہیں جو اپنی رائے اور خواہش سے صادر ہونے والی ہو۔وہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

ایک دلیل:

اس آیت سے ان لوگوں نے حجت بنائی ہے جو انبیاء علیہم السلام کے متعلق اجتہاد کو جائز نہیں رکھتے۔جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اجتہاد میسر فرمایا اور اس پر ان کو باقی رکھا تو وہ وحی کی طرح ہے۔اور اپنی خواہش کی گفتگو نہیں۔

طاقتور فرشتہ جبرئیل علیہ السلام:

آیت ۵: عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰی (ان کو ایک بڑے طاقتور نے تعلیم دی) علمہ۔یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا۔ شدید القوی۔طاقتور فرشتہ اس میں اضافت غیر حقیقی ہے۔کیونکہ وہ صفت مشبہ کی اضافت فاعل کی طرف ہے۔اور مراد اس سے جبرئیل علیہ السلام ہیں جمہور کا قول یہی ہے اور اس کی قوت کا حال یہ ہے۔کہ انہوں نے ماء اسود سے قوم لوط کی بستیوں کو اکھاڑ کر اپنے ایک پر کے کنارے پر اٹھا کر پلٹ دیا اور ایک چیخ ماری جس سے قوم ثمود اوندھے منہ گر کر ہلاک ہو گئے۔

جبرئیل علیہ السلام کا اصلی صورت میں ظاہر ہونا:

آیت ۶: ذُوْ مِرَّةٍ (جو پیدائشی طاقتور ہے) خوبصورت ہے۔یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ فَاسْتَوٰی (نمودار ہوا) وہ اپنی حقیقی صورت میں نمودار ہوا۔صورت مثالیہ میں نہیں جبکہ وہ وحی لے کر آتے تھے تو حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں آتے۔ اور اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا کہ جبرئیل کو اس کی اصلی صورت میں دیکھیں۔پس

جبرئیل علیہ السلام آسمان کے بلند کنارے میں نمودار ہوئے اور وہ مشرقی کنارہ تھا پس افق کو بھر دیا۔
ایک قول یہ ہے: کسی بھی پیغمبر علیہم الصلوات والسلام نے ان کو اصلی صورت میں نہیں دیکھا سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ آپ نے بھی دو مرتبہ ان کو اصلی صورت میں دیکھا۔ ایک مرتبہ زمین پر اور دوسری مرتبہ آسمانوں پر۔
آیت ۷: وَهُوَ (اور وہ) یعنی جبرائیل علیہ السلام بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی (اس وقت آسمان کے بلند ترین کنارے پر تھا) مشرقی کنارہ۔
آیت ۸: ثُمَّ دَنَا (پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا) یعنی جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا۔ فَتَدَلّٰی (پھر اور قریب آیا) قرب ونزدیکی میں بڑھ گیا۔ التدلی۔ کسی چیز کے قریب اترنا۔

بہتر قریب تر:

آیت ۹: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ (پس دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم) یعنی عربی کمانوں کی مقدار۔ یہاں اندازے کمانوں سے اور نیزے اور کوڑے، بازو اور دونوں کھلے بازؤوں سے بیان کیا جاتا ہے۔ جیسا حدیث میں فرمایا۔ لا صلاة الی ان ترتفع الشمس مقدار رمحین اور دوسری روایت میں ہے لقاب قوس احدکم من الجنة وموضع قده خیر من الدنیا وما فیھا۔ رواہ البخاری ۲۷۹۳۔ القد کوڑا۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ فکان مقدار مسافة قربه مثل قاب قوسین۔ پس قرب کا مقدار فاصلہ دو کمانوں کی مقدار تھا۔ پس ان مضافات کو حذف کر دیا۔
اَوْ اَدْنٰی (یا اس سے بھی زیادہ قریب) یعنی تمہارے اندازے کے مطابق جیسا کہ فرمایا او یزیدون۔ الصافات۔ ۱۴۷۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو خطاب ان کی لغت اور ان کی مقدار فہم کے مطابق کیا گیا۔ عرب کہا کرتے ہیں هذا قدر رمحین او انقص۔
ایک اور قول یہ ہے: بل ادنی او بل کے معنی میں ہے بلکہ زیادہ قریب۔
آیت ۱۰: فَاَوْحٰی (پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ پر وحی نازل کی) پس وحی لائے جبرئیل علیہ السلام اِلٰی عَبْدِهٖ (اللہ تعالیٰ کے بندے پر) اگرچہ اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کا تذکرہ ہوا مگر ضمیر لوٹانے میں التباس نہیں ہے جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا۔ ماترک علی ظھرھا۔ [فاطر۔ ۴۵]

آپ کی اُمت پہلے جنت میں:

مَآ اَوْحٰی (جو کچھ نازل فرمائی) اس میں وحی کی عظمت شان کو ذکر کیا جو آپ کی طرف بھیجی گئی۔
ایک قول یہ ہے: آپ کی طرف وحی کی گئی۔ کہ جنت اس وقت تک انبیاء علیہم السلام کے لئے حرام ہے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہ ہونگے۔ اور تمام امتوں پر جنت حرام ہے یہاں تک کہ آپ کی امت اس میں داخل ہو۔ (زمخشری فی الکشاف)

جبرئیل علیہ السلام کو سر کی آنکھوں سے دیکھا:

آیت ۱۱: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ (قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی) الفواد سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فواد مراد ہے۔ مَا رَاٰی (اس میں غلطی نہیں کی) جو آپ نے صورت جبرئیل اپنی آنکھ سے دیکھی تھی یعنی آپ کے دل نے یہ نہیں کہا جبکہ جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا کہ میں نے تمہیں نہیں پہچانا۔ اور اگر ایسا کہتے تو غلط ہوتا کیونکہ آپ نے اس کو پہچانا تھا۔ یعنی آپ نے اس کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور دل سے پہچانا۔ اور اس میں قطعاً شک نہ کیا کہ جو آپ نے دیکھا وہ برحق ہے۔

ایک قول یہ ہے جو قیل سے نقل کیا: جن کو دیکھا وہ اللہ تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات ہے آپ نے اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور دوسرا قول یہ ہے۔ کہ دل سے دیکھا۔

آیت ۱۲: اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى (کیا تم ان سے ان کی دیکھی ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو) کیا تم جھگڑتے ہو۔ یہ المراء سے مشتق ہے۔ جس کا معنی جھگڑنا ہے اور المراء یہ مری الناقۃ سے لیا گیا۔ گویا جھگڑنے والوں میں سے ہر ایک اس کو کہلواتا ہے اور نکلواتا ہے جو اس کے ساتھی کے پاس ہوتا ہے۔ مری یمری۔ اونٹنی کے تھن کو دودھ کے لئے سہلانا تاکہ دودھ نکلے۔

قراءت: اَفَتَمْرُوْنَهٗ حمزہ، علی، خلف، یعقوب نے پڑھا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کیا تم جھگڑے میں اس پر غالب آنا چاہتے ہو۔ یہ ماریتہ فمریتہ سے لیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں غلبہ کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی لئے علٰی سے متعدی کیا گیا ہے۔ عَلٰى مَا يَرٰى علی سے متعدی کیا گیا۔ جیسا تم کہو۔ غلبتہ علی کذا۔

ایک قول یہ ہے: افتمرونہ ای افتجحدونہ۔ کیا تم اس کا انکار کرتے ہو۔ عرب کہتے ہیں مریتہ حقہ اذا جحدتہ جبکہ حق کا انکار کر دیا جائے۔ علٰی سے اس کا متعدی ہونا اسی وقت صحیح ہے جبکہ اس میں تضمین کو تسلیم کریں۔

معراج میں دوبارہ دیکھنا:

آیت ۱۳: وَلَقَدْ رَاٰهُ (اور انہوں نے اس کو ایک اور مرتبہ بھی دیکھا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو نَزْلَةً اُخْرٰى (ایک اور نزول کے وقت) نزلۃ کو مرۃ کی طرح منصوب پڑھیں گے۔ کیونکہ فعلہ کا وزن کسی بھی فعل کے ایک مرتبہ کرنے کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی لئے اسی کے حکم میں ہوتا ہے۔ یعنی جبرئیل علیہ السلام دوسری مرتبہ آپ پر اپنی اصلی شکل میں نمودار ہوئے اور آپ نے اس کو اسی صورت میں دیکھا۔ اور یہ معراج کی رات کا واقعہ ہے۔

یہ بیری کا درخت ہے:

آیت ۱۴: عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى (سدرۃ المنتہیٰ کے پاس) جمہور کا قول یہ ہے کہ یہ بیری کا درخت ہے جو ساتوں آسمانوں سے اوپر عرش کے دائیں جانب ہے۔ المنتھی انتہاء کی جگہ کو کہتے ہیں۔ یا نمبر ۲۔ انتہاء کرنا۔ گویا وہ جنت کی انتہاء اور اس

کے آخر میں ہے۔
ایک قول یہ ہے: اس سے کوئی تجاوز نہیں کرتا۔ اس تک فرشتوں کا علم ختم ہو جاتا ہے۔ کسی کو معلوم نہیں کہ اس کے مابعد کیا ہے۔
ایک قول یہ ہے: ارواح شہداء اس تک پہنچتی ہیں اس لئے اس کو سدرۃ المنتہیٰ کہتے ہیں۔
آیت ۱۵: عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى (اس کے قریب جنت الماویٰ ہے) یعنی وہ جنت جس میں متقی لوگ پہنچیں گے۔ ایک قول: اس میں شہداء کی ارواح قیام کرتی ہیں اس لئے اس کا نام جنت الماویٰ ہے۔
آیت ۱۶: اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى (جب سدرۃ المنتہیٰ کو لپیٹ رہی تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھیں) یعنی اس کو دیکھا اس وقت جبکہ سدرہ کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھیں۔ ما یغشٰی کہہ کر ان چیزوں کی عظمت و کثرت کو ذکر کیا۔
مسئلہ: اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جو مخلوق اس کو ڈھانپے ہوئے تھی وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عظمت و شان پر دلالت کرتی ہے جو بیان میں آ نہیں سکتی۔
ایک قول یہ ہے: اس کو فرشتوں کی بہت بڑی جماعت گھیرنے والی تھی جو اس کے قریب اللہ تعالیٰ کی بندگی میں مصروف تھے۔
ایک اور قول یہ ہے: سونے کے پروانے اس کو گھیرے میں لینے والے تھے۔

کمال شان:

آیت ۱۷: مَا زَاغَ الْبَصَرُ (نگاہ نہ ہٹی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بصر مبارک ان عجائب کے دیکھنے سے جن کے دیکھنے کا حکم ہوا مڑی نہیں بلکہ ان میں مصروف و مگن رہی۔ وَمَا طَغٰى (اور نہ بڑھی) جس چیز کو دیکھنے کا حکم ہوا اسی کو دیکھا اس سے تجاوز نہیں کیا۔ (اس میں کمال شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ فرمایا)
آیت ۱۸: لَقَدْ رَاٰى (انہوں نے دیکھے) اللہ تعالیٰ کی قسم آپ نے دیکھے۔ مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى (اپنے پروردگار کے بڑے بڑے عجائبات) یعنی جب آپ کو آسمانوں پر لے جایا گیا تو آپ نے عالم ملکوت کے عجائبات دیکھے۔

اَفَرَءَيۡتُمُ اللّٰتَ وَالۡعُزّٰى ۙ﴿۱۹﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الۡاُخۡرٰى ﴿۲۰﴾ اَلَـكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الۡاُنۡثٰى ﴿۲۱﴾

کیا تم نے لات اورعزیٰ اور تیسرے مناۃ کے بارے میں غور کیا ہے کیا تمہارے لئے مذکر ہو اور اللہ کے لئے مونث ہے

تِلۡكَ اِذًا قِسۡمَةٌ ضِيۡزٰى ﴿۲۲﴾ اِنۡ هِىَ اِلَّاۤ اَسۡمَآءٌ سَمَّيۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ

یہ قسمت تو بڑی ظالمانہ ہے' یہ تو بس کچھ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں اللہ نے انکی کوئی دلیل

بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ ؕ اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهۡوَى الۡاَنۡفُسُ ۚ وَلَقَدۡ جَآءَهُمۡ

نازل نہیں فرمائی ' صرف گمان کا اور نفسوں کی خواہشوں کا اتباع کرتے ہیں اور بلاشبہ ان کے پاس ان کے

مِّنۡ رَّبِّهِمُ الۡهُدٰى ؕ﴿۲۳﴾ اَمۡ لِلۡاِنۡسَانِ مَا تَمَنّٰى ۖ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰهِ الۡاٰخِرَةُ وَالۡاُوۡلٰى ﴿۲۵﴾ وَكَمۡ

رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے کیاانسان کو ہر وہ چیز مل جاتی ہے جس کی وہ آرزو کرے سواللہ ہی کے لئے آخرت ہے اوراولی ہے اور بہت سے

مِّنۡ مَّلَكٍ فِى السَّمٰوٰتِ لَا تُغۡنِىۡ شَفَاعَتُهُمۡ شَيۡـئًا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ يَّاۡذَنَ اللّٰهُ لِمَنۡ

فرشتے آسمانوں میں موجود ہیں ان کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہ دے گی مگر اس کے بعد جس کے لئے اللہ اجازت

يَّشَآءُ وَيَرۡضٰى ﴿۲۶﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوۡنَ الۡمَلٰٓـئِكَةَ تَسۡمِيَةَ الۡاُنۡثٰى ﴿۲۷﴾

دے اور راضی ہو' بیشک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کے نام مؤنث کے نام پر رکھتے ہیں

وَمَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ ؕ اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغۡنِىۡ مِنَ الۡحَـقِّ شَيۡـئًا ۚ﴿۲۸﴾

حالانکہ انہیں اس کا کچھ بھی علم نہیں صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور بلاشبہ گمان حق کے بارے میں ذرا بھی فائدہ نہیں دیتا۔

فَاَعۡرِضۡ عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰى ۙ عَنۡ ذِكۡرِنَا وَلَمۡ يُرِدۡ اِلَّا الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا ؕ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ مَبۡلَغُهُمۡ

سوآپ اس کی طرف سے اعراض کیجئے جس نے ہماری نصیحت سے روگردانی کی اور دنیاوی زندگی کے علاوہ اس نے کوئی مقصد نہ بنایا' یہ ان کے علم کی

مِّنَ الۡعِلۡمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اهۡتَدٰى ﴿۳۰﴾

حد ہے' بیشک آپ کا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کے راستہ سے بھٹکا اور وہ اسے خوب جانتا ہے جس نے ہدایت پائی

جاہلیت کے بت:

آیت ۱۹: اَفَرَءَيۡتُمُ اللّٰتَ وَالۡعُزّٰى (۲۰) وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الۡاُخۡرٰى (بھلا کیا تم نے لات وعزیٰ ایک اور منات کی حالت پر غور بھی کیا) یعنی تم بتلاؤ ان چیزوں کے متعلق جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کرتے ہو۔ کیا ان میں وہ قدرت و

عظمت پائی جاتی ہے۔ جو رب العزت کی صفات میں سے ہے؟

اللات ' العزی ' مناۃ ۔ یہ تینوں بتوں کے نام ہیں۔ یہ تینوں مؤنث ہیں۔ لات یہ ثقیف کا بت تھا جس کو اہل طائف پوجتے تھے۔ ایک قول یہ ہے: یہ مقام نخلہ میں تھا اس کی پوجا قریش کرتے تھے۔ لات یہ لوی سے فَعْلَة کا وزن ہے۔ لات کہنے کی وجہ یہ ہے لوی یلوی وہ اس کی طرف مڑتے اور متوجہ ہوتے اور عبادت کیلئے اعتکاف کرتے تھے اور ان کے پاس پڑے رہتے۔ العزیٰ۔ یہ غطفان والوں کا بت تھا۔ یہ کیکر کا درخت تھا۔ اس کی اصل الاعز ہے۔ اس کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تباہ کیا۔

مناۃ ۔ یہ ایک پتھر تھا جس کی ہذیل اور خزاعہ پوجا کرتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ ثقیف پوجتے تھے۔ اس کو منات کہنے کی وجہ یہ تھی کہ قربانیوں کے خون اس کے پاس بہائے جاتے تھے۔

قراءت: ومناءۃ مکی نے مفعلۃ کے وزن پر النوء سے پڑھا ہے۔ گویا کفار ان کے پاس انواء ستاروں سے بارش طلب کرتے اس سے تبرک حاصل کرتے تھے۔

الْاُخْرٰی یہ منات کی صفت ہے جو مذمت کیلئے لائے۔ سب سے پچھلا نکمی حیثیت والا جیسا کہ اس آیت میں قالت اخراھم لاُولٰھم ۔[الاعراف، ۳۸] (یعنی ان کے کم درجہ اپنے شرفاء ورؤسا کو کہیں گے) اور یہ بھی درست ہے کہ ان کے ہاں درجات میں لات وعزیٰ کو اولیت وتقدم حاصل ہو۔

آیت ۲۱: کفار کہا کرتے تھے کہ ملائکہ اور یہ اصنام اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ وہ ان کی عبادت کرتے اور یہ خیال کرتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے سفارشی ہونگے۔ اگرچہ وہ لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے ہیں اور ان سے نفرت کرتے ہیں۔ ان کو کہا گیا۔ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى .

آیت ۲۲: تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى (کیا تمہارے لئے بیٹے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں۔ یہ تو بہت بے ڈھنگی تقسیم ہوئی) یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے تمہارا بیٹیاں مقرر کرنا اور اپنے لئے بیٹے یہ بھونڈی یعنی ظالمانہ تقسیم ہے۔ ضیزی۔ یہ ضازہ یضیزہ ' جبکہ اس کی حق تلفی کرے۔ ضیزی یہ فُعلٰی کا وزن ہے۔ اس لئے کہ صفت میں فِعلٰی بکسر الفاء نہیں آتا۔ یاء کی مناسبت سے فا کو کسرہ دیا گیا ہے۔ جیسا کہا جاتا ہے بیض حالانکہ وہ بوض ہے جیسا کہ حمر' سود ہے۔

ضئزی ہمزہ سے مکی نے پڑھا اور اس کو ضَأزہ یہ ضازہ ہی کی طرح ہے معنی میں فرق نہیں ہے۔

آیت ۲۳: اِنْ هِیَ (یہ صرف) یعنی اصنام نہیں ہیں۔ اِلَّآ اَسْمَآءٌ (نام ہی نام ہیں) جن کے ماتحت مسمیات نہیں کیونکہ تم ان کے لئے معبودیت کے قائل ہو حالانکہ وہ اس سے بہت ہی دور ہیں۔ اور اس سے انتہائی منافات رکھتے ہیں۔ سَمَّيْتُمُوْهَآ (جو تم نے ٹھہرا لیے ہیں) یعنی تم نے ان کا وہ نام رکھ دیا ہے۔ جیسا کہتے ہیں سمیتہٗ زیدًا ای سمیتہ بزید۔ میں نے اس کا نام زید تجویز کیا۔ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ (اور تمہارے آباء واجداد نے اللہ

تعالیٰ نے تو ان کے معبود ہونے کی کوئی دلیل بھیجی نہیں یہ صرف بے اصل خیالات ہیں) سلطان۔ حجت و دلیل ظن سے مراد ان کا یہ وہم کہ وہ حق پر ہیں۔ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ (اور اپنے نفس کی خواہش جس پر وہ چل رہے ہیں) جو ان کے نفوس پسند کرتے ہیں۔ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى (حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے بواسطہ رسول ہدایت آچکی ہے) وہ ہدایت اللہ کا رسول اور اس کی کتاب ہے انہوں نے اس کو چھوڑ دیا اور اس پر عمل نہیں کیا۔

آیت ۲۴: اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى (کیا انسان کو اس کی ہر تمنا مل جاتی ہے) یہ ام منقطعہ بمعنی بل ہے۔ اور ہمزہ استفہام انکاری کا ہے۔ مطلب یہ ہے انسان یعنی کافر کو اس کی ہر تمنا نہیں ملتی جو وہ شفاعت اصنام کی لگائے بیٹھا ہے یا یہ تمنا و لئن رجعت الی ربی ان لی عندہ للحسنی۔[سافات۔۵۰]

ایک قول یہ بھی ہے: اس سے مراد وہ تمنا ہے جو بعض نے کی کہ وہ نبی بن جاتے۔

آیت ۲۵: فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى (پس اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ آخرت اور دنیا) یعنی وہی دونوں کا مالک ہے اور اس کی دونوں میں حکمرانی ہے۔ جس کو چاہے نبوت و شفاعت دے جس کو وہ پسند کرے نہ کہ جو کوئی تمنا کرے۔

اللہ کے اِذن کے بغیر کسی کی سفارش کام نہیں دیتی:

آیت ۲۶: وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى (اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں موجود ہیں۔ ان کی سفارش ذرا بھی کام نہیں آسکتی مگر اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے اجازت دے اور پسند کرے) شفاعت کا معاملہ بڑا مشکل ہے۔ ملائکہ قرب و کثرت کے باوجود اگر تمام کے تمام کسی ایک کی سفارش کریں تو ان کی شفاعت ذرہ بھر کام نہ دے گی اور نہ فائدہ پہنچائے گی۔ مگر جبکہ اللہ تعالیٰ اس سفارش کی اجازت دیں اور جس کے حق میں شفاعت کی اجازت دیں اور ان کی شفاعت کو اس کے حق میں پسند کریں اور اس کو شفاعت کا مستحق پائیں کہ اس کے لئے کوئی سفارش کرے۔ تو تب جا کر سفارش قبول ہوگی۔ ان بتوں کی سفارش کی اپنے عابدین کے متعلق کیا حیثیت ہے؟

آیت ۲۷: اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى (جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کے نام سے نامزد کرتے ہیں) یسمون۔ یعنی ان میں سے ہر ایک فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتا ہے۔ تسمیۃ الانثی اس لئے کہا کہ وہ ملائکہ کو بنات اللہ کہتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کو بیٹیاں کہتے تھے۔

آیت ۲۸: وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ (حالانکہ ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں ہے) اپنے اس قول کی۔

قراءت: بھا بھی پڑھا گیا۔ ملائکہ یا تسمیۃ کی طرف ضمیر لوٹتی ہے۔

اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا (صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور بیشک بے اصل خیالات امر حق میں ذرہ بھی مفید نہیں ہوتے) الظن سے ان کی تقلید آباء مراد ہے۔ لا یغنی کا مطلب یہ ہے کہ حق کی پہچان علم و یقین سے ہوتی ہے ظن و توہمات سے نہیں ہوتی۔

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ

اور اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے تا کہ وہ بدلہ برے عمل کرنے والوں کو ان کے عمل کا اور جن لوگوں نے اچھے کام کئے

اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی ﴿۳۱﴾ اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّکَ

ان کی اچھائی کا بدلہ دے ' وہ لوگ ایسے ہیں جو بڑے گناہوں سے بچتے ہیں مگر ہلکے گناہ ' بے شک آپ کا رب

وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ هُوَ اَعْلَمُ بِکُمْ اِذْ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ

بڑی وسیع مغفرت والا ہے ' وہ تمہیں خوب جانتا ہے جب اس نے تمہیں زمین سے پیدا فرمایا اور جب تم ماؤں کے

بُطُوْنِ اُمَّهٰتِکُمْ فَلَا تُزَکُّوْٓا اَنْفُسَکُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی ﴿۳۲﴾ اَفَرَءَیْتَ

پیٹوں میں تھے ' سو تم اپنی جانوں کو پاک باز نہ بتاؤ وہ تقوے والوں کو خوب جاننے والا ہے۔ اے مخاطب کیا

اَلَّذِیْ تَوَلّٰی ﴿۳۳﴾ وَاَعْطٰی قَلِیْلًا وَّاَکْدٰی ﴿۳۴﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَیْبِ فَهُوَ یَرٰی ﴿۳۵﴾

تو نے اسے دیکھا جس نے روگردانی کی اور تھوڑا مال دیا اور بند کر دیا ' کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے '

آیت ۲۹: فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِکْرِنَا (تو آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے) پس آپ ایسے شخص سے منہ موڑ لیجئے جو ہماری یاد سے منہ موڑنے والا ہو۔ ذکرنا سے قرآن مجید مراد ہے۔ وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا (اور سوائے دنیوی زندگی کے اس کا اور کوئی مقصد نہ ہو)

آیت ۳۰: ذٰلِکَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ (یہ ان کے علم کی حد ہے) ذلک کا مشار الیہ ان کا دنیا پر خوش ہو جانا اور اس کو پسند کرنا ہے۔ مبلغ سے انتہاء و مقصود علم ہے۔ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰی (تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس راستہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہی تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون راہ راست پر ہے) یعنی اللہ تعالیٰ گمراہ و ہدایت یافتہ کو خوب جانتے ہیں وہی ان کو بدلہ دیں گے۔

آیت ۳۱: وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا (اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ سب اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ انجام کار یہ ہے کہ برے کام کرنے والوں کو ان کے کیے کی سزا دے گا) جو برے کام کیے ان کی سزا یا اس وجہ سے کہ انہوں نے برے کام کیے وہ ان کو سزا دے گا۔ وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی (اور نیک کام کرنے والوں کو ان کے نیک کاموں کے بدلہ میں اچھی جزا دے گا) الحسنیٰ: اچھا

ثواب وبدلہ اور وہ جنت ہے یا اعمال حسنیٰ کے سبب سے ان کو بدلہ دے گا۔ مطلب اس طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہان کو پیدا فرمایا اور کارخانہ کو درست کیا تا کہ مکلفین میں سے نیکوکار کو اور ان میں سے بدکار کو بدلہ عنایت فرمائے۔ اس لئے کہ بادشاہ ہی اولیاء کی نصرت اور دشمنوں پر غلبہ دے سکتا ہے۔

کبیرہ وصغیرہ میں فرق:

آیت ۳۲: اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ (یہ وہ لوگ ہیں جو کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں)
نحو: الذین یہ بدل ہے یا مدح کی وجہ سے موضع رفع میں ہے ای ھم الذین۔ الکبائر۔ گناہ دو قسم پر ہیں۔ نمبرا۔ کبائر۔ نمبر۲۔ صغائر۔ وہ گناہ جن کی سزا بڑی ہے وہ کبیرہ ہیں۔ اور جو ایسے نہیں وہ صغائر ہیں۔
قراءت: حمزہ، علی نے کبیر پڑھا ہے۔ یعنی ان میں سے وہ قسم جو بڑی ہے۔
وَالْفَوَاحِشَ (جو کبیرہ میں سے حد سے بڑھے ہیں) گویا اس طرح فرمایا اس میں سے فواحش خاص کر گویا یہ عطف تفسیری ہے۔
ایک قول: کبیرہ جس پر عذاب کی دھمکی دی گئی ہو۔ اور فواحش وہ ہیں جن پر حد لگتی ہو۔ اِلَّا اللَّمَمَ (مگر جو ہلکے ہلکے گناہ ہوں) یعنی صغائر۔ یہ استثناء منقطع ہے۔ کیونکہ یہ جنس کبائر وفواحش میں سے نہیں ہے۔ جیسے نگاہ محرم، بوسہ، لمس آنکھ سے اشارہ۔ اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ (بیشک آپ کا رب وسیع مغفرت والا ہے) وہ بلا توبہ جو چاہتا ہے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ هُوَ اَعْلَمُ بِکُمْ اِذْ اَنْشَاَکُمْ (اور وہ تمہیں اس وقت سے خوب جانتا ہے۔ جب اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا تھا) کم سے مراد یہاں آباء واجداد ہیں۔ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِکُمْ فَلَا تُزَکُّوْٓا اَنْفُسَکُمْ

اپنے تزکیہ پر فخر مت کرو:

(اور جب تم ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے۔ پس تم اپنے کو مقدس مت سمجھا کرو) اجنة جمع جنین ماں کے پیٹ کا بچہ۔ فلا تزکوا۔ اپنے عمل کو پاکیزگی اور زیادہ خیر اور طاعات کی طرف منسوب مت کرو۔ (کہ اس پر فخر کرنے لگ جاؤ) یا نمبر۲۔ اپنے کو گناہوں سے پاک مت قرار دو۔ اور نہ اس پر اپنی تعریف کرتے پھرو۔ اپنے نفوس کو متا کر رکھو۔ ان میں سے پاکیزہ کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ ابتداء انتہاء میں متقی بھی اس کے علم میں ہے۔ اس سے پہلے کہ صلب آدم سے تمہیں نکالا اور اس سے پہلے بھی وہ جانتے ہیں کہ ماؤں کے پیٹوں سے تم نکلے۔
ایک قول یہ ہے: بعض لوگ اچھے اعمال کر کے کہتے پھرتے تھے۔ ہماری نمازیں۔ ہمارے روزے۔ ہمارا حج۔ تو یہ آیت اتری۔ مگر یہ اس صورت میں ہے جبکہ خود پسندی کے طور پر کرے یا ریاکاری کے طور پر کرے۔ البتہ اعتراف نعمت کے طور پر جائز ہے۔ کیونکہ یہ تو طاعت پر اظہار مسرت ہے اور اس کا تذکرہ تو شکریہ کی قسم ہے۔

هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى (تقویٰ والوں کو وہی خوب جانتا ہے) بس اس کے جاننے پر اکتفاء کرو لوگوں کو بتلانے کی حاجت نہیں اور اس کا بدلہ کافی ہے لوگوں کی ثناء کی ضرورت نہیں۔

آیت ۳۳: اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ تَوَلّٰى (کیا آپ نے ایسے شخص کو بھی دیکھا جس نے روگردانی کی) ایمان سے اعراض کیا۔

اسلام کے بعد کفر اختیار کیا:

آیت ۳۴: وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّ اَكْدٰى (اور تھوڑا مال دیا اور بند کر دیا) اپنا عطیہ دینا بند کر دیا اور اس کے دینے سے رک گیا۔ اکدی اصل میں اکداء الحاضر سے لیا گیا۔ وہ یہ ہے کہ کھودتے میں سامنے سخت چٹان آ جائے اور وہ اس کو کھودنے سے روک دے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: یہ ان لوگوں کے متعلق ہے جنہوں نے اسلام کے بعد کفر اختیار کیا۔

ایک قول یہ ہے: ولید بن مغیرہ کے متعلق اتری۔ اس نے قریب تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر لی مگر بعض کفار نے اس کو عار دلائی۔ اور کہنے لگے تو نے اپنے بڑوں کا دین چھوڑ دیا اور خیال کیا کہ وہ جہنمی ہیں۔ اس نے جواب دیا مجھے خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو۔ دوسرا کافر کہنے لگا میں اس کا ضامن ہوں اگر وہ اپنے مال میں سے کچھ حصہ دے اور اپنے شرک کی طرف لوٹ آئے۔ تو وہ اس کی طرف سے عذاب الٰہی کو اٹھا لے گا۔ ولید نے ایسا کر دیا اور اس مال کا کچھ حصہ اس کو دیا جس نے اس شرط پر ضمانت اٹھائی پھر بقیہ کے متعلق بخل اختیار کرتے ہوئے رک گیا۔

آیت ۳۵: اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى (کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ اس کو دیکھ رہا ہے) جس سے وہ جانتا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے لئے اس کی ضمانت اٹھائی ہے وہ برحق ہے۔

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰٓى ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ

کیا اسے ان مضامین کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں اور جو ابراہیم کے صحیفوں میں ہیں کہ جس نے پوری بجا آوری کر دی یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا

وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿۳۸﴾ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿۴۰﴾ ثُمَّ

دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور یہ کہ انسان کے لئے نہیں ہے مگر وہی جو کچھ اس نے کمایا اور یہ کہ اس کی سعی عنقریب دیکھ لی جائے گی، پھر

يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ﴿۴۳﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ

اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور یہ کہ تیرے رب کے پاس پہنچنا ہے اور یہ کہ وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے اور یہ کہ وہی

اَمَاتَ وَاَحْيَا ﴿۴۴﴾ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾

مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے اور یہ کہ اسی نے جوڑے پیدا کیے یعنی مذکر اور مونث نطفے سے جبکہ وہ ڈالا جاتا ہے،

آیت ۳۶: اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰى (کیا اس کو اس مضمون کی خبر نہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں ہے) صحف موسیٰ سے تورات مراد ہے۔

پوری وفاء والے:

آیت ۳۷: وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰى (اور ابراہیم کے صحیفوں میں جس نے احکام کی پوری بجا آوری کی) ابراہیم سے صحف ابراہیم میں۔ وَفّٰى۔ تو فیر و تکمیل کی۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا فَاَتَمَّهُنَّ۔ [البقرہ۔۱۲۴] اور وَفّٰى کو مطلقاً ذکر کیا۔ تا کہ ہر وفاء کو شامل ہو۔

قراءت: یہ تخفیف سے وفی پڑھا گیا ہے۔ تشدید تو وفاء میں مبالغہ کو ظاہر کرنے کیلئے ہے۔

قول حسن رحمہ اللہ: اللہ تعالیٰ نے جو ان کو حکم دیا انہوں نے اسے پورا کر دیا۔

عطاء بن السائب رحمہ اللہ: انہوں نے عہد کیا کہ وہ مخلوق سے سوال نہ کرے گا۔ جب ان کو آگ میں ڈالا گیا۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے ان کو کہا۔ کیا کوئی کام میرے ذمہ ہے؟ انہوں نے کہا حاجت تو ہے مگر تجھ سے نہیں؟ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انہوں نے ہر روز صدر نہار میں چار رکعت پڑھنے کا عہد کیا تھا اس کو پورا کیا۔ (طبرانی، ابی حاتم)

اور یہی صلوٰۃ الضحٰی ہے روایت میں وارد ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں یہ بتلاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا خلیل جس نے وفا کی۔ کیوں فرمایا؟ اس لئے کہ آپ صبح اور شام کو یہ کلمات پڑھتے تھے فسبحان اللّٰہ حین تمسون۔ الی حین تظہرون (رواہ احمد ۳/۴۳۹)

ایک قول یہ ہے: انہوں نے فرمانبرداری کا حصہ پورا کر دیا اور وہ تمیں خصائل تین حصے ہیں۔ نمبر۱۔ دس توبہ میں التائبون سے مذکور ہیں۔ نمبر۲۔ اور دس احزاب میں مذکور ہیں ان المسلمین الآیۃ اور نمبر۳۔ دس المؤمنون میں قد افلح المؤمنون۔

آیت ۳۸: پھر موسیٰ وابراہیم علیہما السلام کے صحف کا مضمون بتلایا۔ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (کہ کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر نہیں اٹھا سکتا) تزر یہ وزر یزر سے لیا گیا۔ جبکہ کوئی گناہ کرلے۔ وِزْرٌ گناہ کو کہتے ہیں۔ ان مخففہ من المثقلہ ہے۔ معنی یہ ہے شان یہ ہے کہ گناہ نہ اٹھائے گا۔ ہٗ ضمیر شان ہے۔ اور اَنْ اور ما بعد کا محل مجرور ہے کیونکہ یہ مافی صحف موسٰی سے بدل ہے۔ نمبر۲۔ محلا مرفوع ہے۔ ھو الاتزر۔ گویا کسی کہنے والے نے کہا ابراہیم وموسیٰ کے صحائف میں کیا ہے؟ تو جواب آیا۔ الاتزر وازرة وزر اخرٰی۔ یعنی کوئی نفس دوسرے نفس کا گناہ نہ اٹھائے گا۔

دوسرے کی کوشش کام دے گی:

آیت ۳۹: وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (اور انسان کے لئے صرف اپنی ہی کمائی ملے گی) ما سعی یعنی اس کی کوشش۔ اور یہ بھی ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام کے صحائف کی بات ہے۔ میت کی طرف سے صحیح روایات میں صدقہ اور حج کرنا مذکور ہے۔ تو اس کے متعلق اقوال ہیں۔ نمبر۱۔ اس کو دوسرے کی کوشش کام نہ دے گی جب تک اپنی کوشش نہ ہوگی۔ اور وہ اپنی کوشش ایمان کا پایا جانا ہے۔ اس صورت میں دوسرے کا عمل گویا اس کا اپنا عمل شمار ہوگا۔ کیونکہ وہ ایمان کے تابع اور ایمان کے ساتھ قائم ہے۔ اور اس وجہ سے کہ غیر کی کوشش اس کو کام نہ دے گی۔ جبکہ وہ اپنی ذات کی خاطر کرے۔ مگر جب اس نے اس کی نیت کرلی تو وہ اس کام میں اس کا نائب ووکیل اور قائم مقام ہوگیا۔

آیت ۴۰: وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی (اور یہ کہ انسان کی کوشش بہت جلد دیکھی جائے گی) یعنی وہ اپنی کوشش وکارکردگی قیامت کے دن اپنے میزان میں دیکھے گا۔

آیت ۴۱: ثُمَّ یُجْزٰهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی (پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا) پھر بندے کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے گا۔ عرب کہتے ہیں جزاہ اللّٰہ عملہ۔ و جزاء علی عملہ۔ حذف جار کے ساتھ فعل کے ساتھ ملا کر۔ معنی دونوں طرح یکساں ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ ضمیر جزاء کی طرف راجع ہو۔ پھر اس کی تفسیر فرمائی۔ الجزاء الاوفی۔ پوری جزاء یا اس کے بدلے میں دے گا۔

آیت ۴۲: وَ اَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَهٰی (اور یہ کہ سب آپ کے رب کے پاس پہنچنا ہے) یہ تمام باتیں صحف اولی کی ہیں۔ المنتھٰی۔ یہ مصدر ہے جس کا معنی انتہاء ہے۔ مخلوق اسی تک پہنچے گی اور اس کی بارگاہ میں لوٹے گی۔ جیسا کہ فرمایا۔ والی اللّٰہ المصیر۔ [آل عمران۔ ۲۸]

آیت ۴۳: وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَکَ وَاَبْکٰی (اور یہ کہ وہی ہنساتا اور رلاتا ہے) یعنی ہنسنے اور رونے کو اسی نے پیدا کیا ہے۔

وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿۴۷﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ﴿۴۸﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾

اور یہ کہ اسی کے ذمہ ہے دوبارہ پیدا کرنا اور یہ کہ اسی نے دولت دی اور پونجی اور یہ کہ وہی شعریٰ کا رب ہے

وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى ﴿۵۰﴾ وَثَمُوْدَا۟ فَمَاۤ اَبْقٰى ﴿۵۱﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ

اور یہ کہ اس نے عاد اولیٰ کو ہلاک کیا اور ثمود کو بھی سو باقی نہیں رکھا' اور اس سے پہلے نوح کی قوم کو' بیشک یہ لوگ خوب بڑھ کر ظالم

اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ﴿۵۲﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾

اور سرکش تھے اور الٹی ہوئی بستیوں کو پھینک دیا' سو ان بستیوں کو ڈھانپ لیا جس چیز نے ڈھانپا ہو تو اپنے رب کی کن کن نعمتوں میں شک کرتا رہے گا۔

هٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

یہ ایک ڈرانے والا ہے پرانے ڈرانے والوں میں سے' جلدی آنے والی قریب آ پہنچی' اللہ کے سوا اس کا کوئی ہٹانے

كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَ

والا نہیں' کیا اس بات سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو اور

اَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾ السجدة

تم تکبر کرتے ہو' سو اللہ کو سجدہ کرو اور عبادت کرو۔

ایک قول: نمبرا۔ اس نے حزن و مزاح کو پیدا کیا۔ نمبر۲۔ وہ مؤمن کو عطیات دیکر آخرت میں ہنسائے گا اور دنیا میں نوائب و مصائب سے رلائے گا۔

آیت ۴۴: وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْیَا (اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے) **ایک قول یہ ہے:** اس نے باء کو موت دی اور بیٹوں کو زندہ کیا۔ نمبر۲۔ کفر سے موت اور ایمان سے زندگی۔ نمبر۳۔ یہاں موت دی اور وہاں زندہ کر دیا۔

آیت ۴۵: وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى (اور یہ کہ وہی دونوں قسم نر اور مادہ کو نطفہ سے بناتا ہے)

آیت ۴۶: مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى (جب نطفہ رحم میں ڈالا جاتا ہے)۔ جبکہ رحم میں ٹپکایا جائے عرب کہتے ہیں منٰی و امنٰی

آیت ۴۷: وَاَنَّ عَلَیْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى (اور یہ کہ دوبارہ پیدا کرنا اسی کے ذمہ ہے) موت کے بعد زندہ کرنا۔

آیت ۴۸: وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى (اور یہ کہ وہی غنی کرتا ہے اور سرمایہ دے کر باقی رکھتا ہے) اقنٰی۔ کا معنی۔ القنیه یعنی مال دیتا ہے۔ قنیه وہ مال جس کو محفوظ کر کے پکا ارادہ ہو کہ اس کو اپنے ہاتھ سے نہ نکالے گا۔

آیت۴۹: وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى (اور یہ کہ وہی رب ہے شعریٰ کا) شعریٰ ستارہ ہے جو جوزاء کے بعد طلوع ہوتا ہے۔ جبکہ موسم شدید گرمی کا ہوتا ہے۔ بنوخزاعہ اس کی پوجا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو ان کے بنائے ہوئے معبود کا رب ہے۔

آیت۵۰: وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَ ۨ الْاُوْلٰى (اور یہ کہ اس نے قوم عاد کو ہلاک کیا) یہ ہود علیہ السلام کی قوم ہے۔ عاد اخری قوم ثمود کا لقب ہے۔

قراءت: مدنی' بصری نے سوائے سہل کے تنوین کو لام میں مدغم کرکے پڑھا۔ عَادَ الُّوْلٰى۔ اور ہمزہ اولیٰ کو گرایا۔ اور اس کا ضمہ لام تعریف کی طرف منتقل کر دیا۔

آیت۵۱: وَثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰى (اور ثمود کو بھی کہ ان میں سے کسی کو باقی نہیں چھوڑا) حمزہ' عاصم نے ثمودا پڑھا۔ باقی قراء نے وثمودًا پڑھا۔

نحو: اس کا عطف عادًا پر ہے یہ فما ابقٰی کی وجہ سے منصوب نہیں ہے۔ کیونکہ فا کا مابعد ماقبل پر عامل نہیں بن سکتا۔ تم اس طرح نہیں کہہ سکتے۔ زیدًا فضربت۔ اسی طرح نفی کے مابعد کا حال ہے کہ وہ بھی ماقبل میں عمل نہیں کرتا۔ معنی یہ ہے۔ اهلک ثمود فما ابقاهم۔ اس نے ثمود کو ہلاک کیا پس ان کو باقی نہ چھوڑا۔

آیت۵۲: وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ (اور ان سے پہلے قوم نوح کو) یعنی قوم نوح کو عاد وثمود سے پہلے ہلاک کیا۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى (بیشک وہ سب سے زیادہ ظالم اور شریر تھے) عاد وثمود سے بڑھ کر۔ کیونکہ وہ نوح علیہ السلام کو اتنا مارتے یہاں تک کہ ان میں حرکت نہ رہتی۔ اور ان سے دوسروں کو نفرت دلاتے یہاں تک کہ اپنے بچوں کو ان کی بات سننے سے ڈراتے۔

آیت۵۳: وَالْمُؤْتَفِكَةَ (اور الٹی ہوئی بستیاں) وہ بستیاں جن کو ان کے رہنے والوں سمیت پلٹ دیا۔ وہ قوم لوط علیہ السلام ہے۔ عرب کہتے ہیں۔ أفكه فانتفک۔ اس کو الٹا تو وہ الٹ گیا۔

اَهْوٰى (پھینک مارا) ان کو آسمان کی طرف بلند کیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے اپنے پر کے کنارہ پر زمین سمیت اٹھایا۔ پھر زمین پر دے مارا۔

نحو: المؤتفكة۔ یہ اهوٰی کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

آیت۵۴: فَغَشّٰىهَا (پھر ان بستیوں کو گھیر لیا) مَا غَشّٰى (جس چیز نے گھیر لیا) ما کا ابہام اس عذاب کی خوفناکی اور بڑائی کو ظاہر کر رہا ہے۔ جو ان پر برسایا گیا۔ ان پر تہہ بہ تہہ پتھر برسائے۔

کسی نعمت میں شک ہے؟

آیت ۵۵: فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکَ تَتَمَارٰی (پس تو اپنے رب کی کونسی نعمت میں شک کرتا ہے) اے مخاطب تتماری (شک کرنا) کیا ان نعمتوں کے ساتھ جن سے تمہیں انعامات کا والی بنایا۔ نمبر۲۔ یا وہ نعمتیں جو ناراضگی کی طرف سے تیرے لئے کفایت کرتی ہیں۔ نمبر۳۔ کونسی نعمتوں کے سبب سے جو تیرے رب کی ربوبیت و وحدانیت پر دلالت کرنے والی ہیں ان میں سے کس میں تو شک کرتا ہے۔

آیت ۵۶: هٰذَا نَذِیْرٌ (یہ ایک ڈرانے والا ہے) یہ من جملہ ان پہلے آئی ہوئی تنبیہات کے ایک تنبیہ ہے نذیر سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی (پہلے ڈرانے والوں میں سے ہے) اولی۔ جماعت کا لحاظ کر کے کہا۔ یا ہذا القرآن یہ قرآن پہلے نذیروں میں سے ایک نذیر ہے۔ یعنی یہ انذار کوئی نیا نہیں بلکہ پہلے انذارات کی جنس سے ہے وہ انذارات جن سے تم سے پہلے لوگوں کو ڈرایا گیا۔

آیت ۵۷: اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ (وہ جلدی آنے والی قریب آ پہنچی) جس کی قرب سے صفت کی گئی ہے جیسا اس ارشاد میں ہے اقتربت الساعة [القمر۔۱]

آیت ۵۸: لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ (اللہ تعالیٰ کے سواء اس کو کوئی ہٹانے والا نہیں) اس کو کوئی نفس دور نہیں کر سکتا وہ واضح ہے کہ کب قائم ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا لایجلیھا لوقتھا الاھو [الاعراف۔۱۸۷]
یا اس کو کوئی نفس دور نہیں کر سکتا یعنی جو دور کرنے پر قادر ہو۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اس کو برپا کر دیں گے اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

آیت ۵۹: اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ (کیا تم اس کلام خداوندی سے تعجب کرتے ہو) الحدیث سے قرآن مراد ہے تم انکار کرتے ہو تعجب کرتے ہو۔

آیت ۶۰: وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ (اور تم ہنستے ہو۔ اور روتے نہیں ہو) تم مذاق کے طور پر ہنستے ہو اور ڈرتے ہوئے روتے نہیں ہو۔

آیت ۶۱: وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ (اور تم تکبر کرتے ہو) اس سے غافل ہو اور تم کھیل کود کرنے والے ہو۔ کفار جب قرآن سنتے غناء سے اس کا مقابلہ کرتے۔ تاکہ لوگوں کو اس کے سننے سے مشغول کریں۔

آیت ۶۲: فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا (پس تم اللہ ہی کیلئے سجدہ کرو اور اسی ہی کی عبادت کرو) اور اس کے سواء غیر اللہ کی عبادت مت کرو۔

الحمدللہ بعد العشاء تفسیری ترجمہ لیلۃ الجمعہ مکمل ہوا

سُوْرَۃُ الْقَمَرِ مَکِّیَّۃٌ وَّهِیَ خَمْسٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰیَۃً وَّثَلٰثُ رُکُوْعَاتٍ

سورۃ القمر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اسکی پچپن آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ②

قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا' اور یہ لوگ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ابھی ختم ہو جانے والا ہے

وَکَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَکُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ③ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِیْهِ

اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کا اتباع کیا' اور ہر بات قرار پانے والی ہے' اور بلاشبہ ان کے پاس ایسی خبریں آئی ہیں جن میں بڑی ۔۔ نے

مُزْدَجَرٌ ④ حِکْمَۃٌۢ بَالِغَۃٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ⑤ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ اِلٰی

عبرت ہے یعنی اعلیٰ درجے کی حکمت ہے۔ سو ڈرانے والی چیزیں ان کو کچھ فائدہ نہیں دے رہی ہیں۔ سو آپ ان سے اعراض کیجئے جس دن بلانے والا ایک

شَیْءٍ نُّکُرٍ ⑥ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ کَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ⑦

چیزوں کی طرف بلائے گا جو ناگوار ہو گی' انکی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی' قبروں سے نکل رہے ہوں گے جیسے ٹڈیاں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں'

مُّهْطِعِیْنَ اِلَی الدَّاعِ یَقُوْلُ الْکٰفِرُوْنَ هٰذَا یَوْمٌ عَسِرٌ ⑧ کَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ

بلانے والے کی طرف دوڑتے ہوئے جا رہے ہوں گے' کافر لوگ کہیں گے کہ یہ بڑا سخت دن ہے۔ ان سے پہلے نوح کی قوم نے

فَکَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ⑨

جھٹلایا سو انہوں نے ہمارے بندہ کو جھٹلایا اور کہنے لگے کہ یہ دیوانہ ہے اور اسے جھڑک دیا گیا

معجزہ شق قمر:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ○ وَکَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَکُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ○

قیامت نزدیک آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا۔ اور یہ لوگ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے

جوابھی ختم ہو جائے گا اور ان لوگوں نے جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر بات کو قرار آ جاتا ہے۔
آیت ۱: اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ قیامت قریب آ گئی۔ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ قراءت: وقد انشق پڑھا گیا مطلب یہ ہوگا۔ قیامت قریب آ گئی اور اس کے قرب کے نشانات بھی ظاہر ہو گئے۔ کہ چاند پھٹ گیا ہے۔ یہ اس طرح ہے جیسا محاورہ میں کہتے ہیں۔ اقبل الامیر وقد جاء البشر بقدومه۔ امیر آ رہا ہے اور اس کی آمد کی اطلاع کرنے والا آ چکا ہے۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

میں نے خود حراء کو چاند کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ ایک قول یہ ہے: اس کا معنی یہ ہے۔ قیامت کے دن پھٹ جائے گا۔

قول جمہور:

کہ یہ معجزہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوا۔ یہ بخاری و مسلم میں مروی ہے۔
سوال: اگر چاند پھٹتا تو اطراف کے لوگوں پر مخفی نہ رہتا۔ اور اگر کفار کے ہاں ظاہر ہوا ہوتا تو وہ اس کو نقل کرتے اور نقل متواتر سے نقل کرتے۔ کیونکہ طبائع عجیب اشیاء کو پھیلانے کی عادی ہیں۔
جواب: ممکن ہے بادل کی وجہ سے ان کے سامنے نہ آیا ہو۔ (جب واقعہ رات کا ہے تو کونسا ہر وقت لوگ رات کو آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے ہیں)
آیت ۲: وَاِنْ يَّرَوْا (اگر اہل مکہ دیکھتے ہیں۔) اٰيَةً (ایسی نشانی) جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر دلالت کرتی ہو۔ يُعْرِضُوْا وہ اس پر ایمان لانے سے اعراض کر رہے ہیں۔ وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ مضبوط و طاقتور جادو۔ یہ المرة سے بنا ہے جس کا معنی قوت ہے۔ نمبر۲۔ ہر وقت چھا دینے والا۔ نمبر۳۔ گزر کر ختم ہو جانے والا۔ زائل اور نابود ہونے والا۔
آیت ۳: وَكَذَّبُوْا اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا۔ وَاتَّبَعُوْا اَهْوَآءَهُمْ اهواء جو شیطان نے ان کے سامنے پیش کیا کہ ظاہر ہونے کے بعد بھی حق کو روکا۔ وَكُلُّ اَمْرٍ امر سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ مراد ہے۔ مُّسْتَقِرٌّ اپنے وقت میں ہو کر رہے گا۔ ایک قول یہ ہے: کل ہر مقدرہ پر واقع ہوگی اور ایک قول: ہر کام ان کے کاموں میں عنقریب ثابت اور ثواب و عقاب کے ظہور کے وقت قائم ہو جائے گا۔
آیت ۴: وَلَقَدْ جَآءَهُمْ (اور ان لوگوں کے پاس آ چکی ہیں)۔ ھم سے اہل مکہ مراد ہیں۔ مِنَ الْاَنْۢبَآءِ (اتنی خبریں)۔ قرآن مجید میں جو قرون گزشتہ کی خبریں دی گئی ہیں۔ یا آخرت کے حالات اور خبریں اور کفار کو ہونے والے عذاب کی تفصیلات جو بیان کر دی گئی ہیں۔ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ (کہ ان میں کافی عبرت ہے)۔ کفر سے روک، تنبیہ و ممانعت ہے جیسا تم کہو۔ زجرته و ازدجرته، یعنی میں نے اس کو روکا۔

فَائِدَۃٌ: ازدجر اصل میں ازتجر ہے۔ تاء کو دال سے بدل دیا کیونکہ تاء حرف مہموس ہے۔ اور راء مجہور ہے۔ تاء کو حرف مجہور سے بدل لیا۔ تاکہ مناسب ہو جائیں یہ کتاب سیبویہ کے آخر میں مذکور ہے۔

آیت ۵: حِكْمَةٌ (وہ دانشمندی ہے)۔ نَحْو: یہ ما سے بدل ہے۔ نمبر۲۔ هو حكمة ۔ بَالِغَةٌ (اعلیٰ درجہ کی)۔ انتہائی درست یا نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان تک پہنچنے والی ہے۔ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ لیکن خوف دلانے والی چیز ان کو کچھ فائدہ ہی نہیں دیتی ہے۔

نَحْو: مانفی کیلئے ہے اور النذر مصدر بمعنی انذار ہے۔

قیامت کا ہولناک منظر:

آیت ۶: فَتَوَلَّ عَنْهُمْ (پس آپ ان کی طرف سے کچھ خیال نہ کیجئے)۔ اس لئے کہ آپ جانتے ہیں کہ ڈرانا ان کے کچھ کام نہ آئے گا۔ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ (جس دن ایک بلانے والا فرشتہ بلائے گا)۔ نحو' قراءت: یہ یخرجون کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر۲۔ اذکر کا ظرف ہونے کی وجہ۔ الداعی الی الداعی۔ میں سہل' یعقوب و مکی نے دونوں میں یاء پڑھے۔ اور مدنی نے ان کی موافقت کی۔ ابو عمرو نے وصل میں جنہوں نے یاء کو ساکت کیا اور کسرہ پر اکتفاء کیا۔ اور یدع سے واؤ کو حذف کیا کتابت میں اتباع لفظی کی وجہ سے۔ الداعی ۔ یہ اسرافیل علیہ السلام ہونگے۔ اِلٰی شَیْءٍ نُّكُرٍ (ناگوار چیز کی طرف) ناگوار سوا کن ہونے کی وجہ سے لوگ اس کو جاننا بھی گوارہ نہ کریں گے۔ کیونکہ اس جیسی چیز کا آج تک سامنا نہیں ہوا۔ اور وہ قیامت کا ہولناک منظر ہے۔

قراءت: نکر۔ مکی نے کاف کو تخفیف سے پڑھا ہے۔

آیت ۷: خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ (ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی) قراءت: عراقی قراء نے سوائے عاصم کے خاشعا پڑھا ہے۔

نَحْو: یہ خارجین سے حال ہے۔ اور یہ آنکھوں کا فعل ہے۔ اور مذکر لایا گیا ہے جیسا کہتے ہیں یخشع ابصارهم دیگر قراء نے خُشعًا پڑھا اور یخشعن ابصارهم مؤنث کا معنی لیا۔ یہ ان کی لغت ہے جو کہتے ہیں اكلونی البراغیث ۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ خُشعًا میں ھم ضمیر ہو اور ابصارهم اس سے بدل ہو۔ اور خشوع ابصار یہ ذلت سے کنایہ ہو کیونکہ قیامت کے روز ذلیل کی ذلت اور عزیز کی عزت آنکھوں میں ظاہر ہو رہی ہوگی۔ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ (قبروں سے نکل رہے ہوں گے)۔ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ (ایسے جیسے ٹڈی پھیل جاتی ہے)۔ کثرت تعداد اور ہر جانب منتشر ہونے سے تشبیہ دی۔ کہ انسان بھی کثرت و موجیں مارنے میں ٹڈی کی طرح ہونگے۔ کثیر اور موجوں کی طرح ٹھاٹھیں مارنے والے لشکر کو کہتے ہیں۔ جاؤ وا کالجراد وہ لشکر آیا ٹڈی کی طرح کثرت میں ایک دوسرے میں گھسا چاہتا ہے۔

آیت ۸: مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ (بلانے والے کی آواز کی طرف دوڑے چلے جا رہے ہونگے)۔ اپنی گردنوں کو اٹھائے تیزی سے جا رہے ہونگے۔ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ (اور کافر کہتے ہونگے یہ دن بڑا سخت ہے)۔

فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿۱۰﴾ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا

سو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ بیشک میں مغلوب ہوں میری مدد فرمائیے' سو ہم نے آسمان کے دروازے خوب زیادہ برسنے والے پانی سے کھول دیئے اور ہم نے زمین میں چشمے جاری کر دیئے

فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓی اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰی ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا

پھر پانی اس کام کے لئے مل گیا جس کا فیصلہ کر دیا گیا تھا اور ہم نے نوح کو تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کر دیا جو ہماری نگرانی میں چل رہی تھی

جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰیَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾ فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴿۱۶﴾

یہ اس شخص کا بدلہ لینے کے لئے کیا گیا جس کی ناقدری کی گئی' اور بلاشبہ ہم نے اس واقعہ کو عبرت بنا کر چھوڑ دیا سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾

اور البتہ یہ یقینی بات ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔

تکذیبِ رسل کا مرض:

آیت ۹: كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ (ان سے پہلے جھوٹا قرار دیا۔) اہل مکہ سے پہلے قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا (قوم نوح نے اور ہمارے بندے کی تکذیب کی)۔ عبدنا سے نوح علیہ السلام مراد ہیں۔

تکذیب کو دوبارہ لائے۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ انہوں نے تکذیب کے بعد تکذیب کی۔ جب ان میں سے ایک جھٹلانے والی قرن چلی گئی اس کے بعد ایک قرن اور تکذیب کرنے والی آ گئی۔ نمبر۲۔ قوم نوح نے رسولوں کو جھٹلایا پھر انہوں نے ہمارے بندے کی تکذیب کی۔ مطلب یہ ہے جب وہ شدت سے رسولوں کے انکاری تھے اور سرے سے نبوت کے ہی قائل نہ تھے آخر میں نوح کو بھی جھٹلا دیا کیونکہ وہ بھی من جملہ رسولوں میں سے تھے۔

وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ (اور کہا یہ دیوانہ ہے)۔ (ای هو مجنون) وہ دیوانہ ہے۔ وَازْدُجِرَ (اور اس کو دھمکی دی گئی)۔ انہوں نے گالی گلوچ اور قتل کی دھمکی دی تاکہ ادائے رسالت سے باز رہیں۔ نمبر۲۔ ان کے منجملہ اقوال میں سے یہ بات تھی۔ کہ وہ کہنے لگے وہ مجنون اور اس کو جنات نے مخبوط الحواس کر دیا اور بے عقل بنا دیا کذا قال مجاہد۔

آیت ۱۰: فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ (تو نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں درماندہ ہوں)۔ تو ان سے انتقام لے۔ انی سے پہلے باء سببیہ محذوف ہے۔ اس لئے کہ میں مغلوب ہوں میری قوم نے مجھ پر غلبہ کیا اور میری بات نہ سنی اور ان کے جواب سے مایوسی پختہ ہو گئی۔ فَانْتَصِرْ (تو میرا ان سے انتقام لے) اس عذاب کے ذریعہ جو آپ ان پر بھیجیں گے۔

آیت ۱۱: فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ (پس ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے)۔

قراءت: شامی، یزید، سہل، یعقوب نے ففتّحنا پڑھا ہے۔

بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ (کثرت سے برسنے والے پانی سے)۔ جو پے در پے اور کثرت سے بہنے والا ہو۔ وہ پانی چالیس دن تک منقطع نہ ہوا۔

آیت ۱۲: وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا (اور زمین سے چشمے جاری کر دیئے)۔ ہم نے تمام زمین کو ایسا کر دیا گویا اس سے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔

بلاغت: یہ جملہ اس سے زیادہ بلیغ ہے۔ و فجرنا عیون الارض۔ فَالْتَقَى الْمَآءُ (پھر پانی مل گیا۔) یعنی آسمان و زمین کا۔

قراءت: الماءان بھی پڑھا گیا یعنی دو قسم کا پانی ارضی و سماوی۔

عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ (اس کام کے پورا ہونے کے لئے جو تجویز ہو چکا تھا) تا کہ اسی حالت میں پورا ہو جس کے مطابق اس نے جیسا چاہا طے کیا۔ نمبر۲۔ اس کے مطابق جیسا لوح محفوظ میں مقدور و مندرج تھا کہ ایسا ہوگا۔ اور وہ قوم نوح کی طوفان سے ہلاکت مراد ہے۔

آیت ۱۳: وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ (اور ہم نے لوح کو ایک تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کر دیا۔) اس سے مراد کشتی ہے۔ یہ وہ صفات ہیں جو موصوف کے قائم مقام ہیں اور آ سکتی ہیں۔ اور اس کا نائب بن سکتی ہیں کہ اس میں اور اس میں کوئی بھی فاصلہ نہیں جیسے شاعر کا قول ہے۔ ولکن قمیصی مسرودۃ من حدید۔ مراد شاعر کی یہ ہے لکن قمیصی درع۔

آیت میں غور کرو کہ اگر تم کشتی اور الواح و کیل جمع کرو تو یہ صحیح نہیں۔ (اصل و نائب جمع نہیں ہوتے) یہ فصیح و بدیع کلام ہے۔ الدسر جمع دسار کی ہے اور وہ کیل کو کہتے ہیں۔ مسمار بروزن فعال۔ یہ دسرہٗ سے لیا گیا جس کا معنی دھکیلنا ہے۔ کیونکہ کیل سے اس کے سوراخوں کو پاٹا جاتا ہے۔

آیت ۱۴: تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا (وہ ہماری نگرانی میں چل رہی تھی۔) نمبر۱۔ ہماری نگرانی میں۔ نمبر۲۔ ہماری حفاظت میں۔ نحو: باعیننا یہ تجری کی ضمیر سے حال ہے۔ ای محفوظۃً بنا۔ اس حال میں کہ وہ ہماری حفاظت میں تھی۔ جَزَآءً (بدلہ لینے کیلئے۔) نحو: یہ ماقبل فتح ابواب السماء وغیرہ کیلئے مفعول لہ ہے یعنی ہم نے یہ بدلہ لینے کیلئے کیا۔ لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ (جس کی ناقدری کی گئی تھی)۔ من سے نوح علیہ السلام مراد ہیں۔ نوح علیہ السلام کو مکفور قرار دیا کیونکہ پیغمبر اللہ تعالیٰ کی نعمت و رحمت ہے۔ ارشاد فرمایا۔ وما ارسلناك الا رحمة للعالمين [الانبیاء۔۱۰۷] پس نوح علیہ السلام وہ نعمت ہوئے جس کی ناقدری کی گئی۔

کشتی نوح جودہ پر:

آیت ۱۵: وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَا (اور ہم نے اس واقعہ کو عبرت کیلئے رہنے دیا۔) ھا سے مراد کشتی یا ان کا وہ واقعہ جس کو نشانی بنا دیا جس

سے عبرت حاصل کی جاتی ہے۔قول قتادہ رحمہ اللہ :اس کشتی کو ارض جزیرہ میں باقی رکھا۔

ایک قول:

جودی پر باقی رکھا اور اس امت کے پہلے لوگوں نے وہ کشتی دیکھی۔

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔)مدکر نصیحت وعبرت حاصل کرنے والا ۔ یہ اصل میں مذتکر ہے۔تا کو دال سے بدل دیا اور دال ۔ ذال کا ایک مقام ہے۔ایک دوسرے میں ادغام کر دیئے گئے ۔

آیت ۱۶: فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ (پھر دیکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا)۔نذر جمع نذیر ہے اور وہ انذار مصدر کے معنی میں ہے۔قراءت: ونذری یعقوب نے دونوں جگہ پڑھا۔وصل میں سہل سے اس کے موافق اور دیگر قراء نے بغیر یاء کے بڑھا اور آخر سورت تک قراء کا یہی اختلاف ملحوظ رہے۔

آیت ۱۷: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ (اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کر دیا ہے)۔نصیحت اور یاد کرنے کیلئے آسان کر دیا۔اس طرح کہ کافی شافی مواعظ اس میں رکھ دیئے اور وعدے اور وعیدیں بار بار بیان کر دیں۔فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔مدکر بمعنی نصیحت حاصل کرنے والا۔ایک قول یہ ہے: حفظ کیلئے اس کو آسان کر دیا۔اور جو اس کو یاد کرنے کا ارادہ کرے اس کی مدد واعانت کر دی۔کیا کوئی حفظ کا طالب ہے کہ اس کی اعانت کی جائے؟

روایت میں ہے کہ اہل ادیان کی کتب یعنی تورات' انجیل' ان کو دیکھ کر ہی پڑھ سکتے تھے۔ان کو حفظ نہ کر سکتے تھے۔جیسا کہ قرآن کو کر سکتے ہیں۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝١٨ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا

جھٹلایا قوم عاد نے سو کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا ' بیشک ہم نے ان پر سخت ہوا بھیج دی

فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝١٩ تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۝٢٠ فَكَيْفَ

ایسے دن میں جو نحوست والا تھا دیر تک رہنے والا تھا وہ ہوا لوگوں کو اکھاڑ کر پھینک رہی تھی گویا کہ وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں' سو کیسا ہوا

كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝٢١ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝٢٢

میرا عذاب اور میرا ڈرانا اور یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا' سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ۝٢٣ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ

قوم ثمود نے ڈرانے والوں کو جھٹلایا' سو انہوں نے کہا کیا ہم ایسے انسان کا اتباع کریں جو ہمیں میں سے ایک شخص ہے' بیشک اس صورت میں تو ہم بڑی گمراہی اور

وَّسُعُرٍ ۝٢٤ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ۝٢٥ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ

دیوانگی میں جا پڑیں گے' کیا ہم سب کے درمیان سے اسی پر وحی نازل کی گئی؟ بلکہ بات یہ ہے کہ یہ بڑا جھوٹا ہے شیخی باز ہے' عنقریب کل کو جان لیں گے کہ

الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ۝٢٦ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ۝٢٧ وَنَبِّئْهُمْ

کون ہے بڑا جھوٹا شیخی باز' بیشک ہم اونٹنی کو بھیجنے والے ہیں ان کی آزمائش کے لئے' سو آپ ان کو دیکھتے رہیے اور صبر کیجئے' اور آپ انہیں بتا دیں

اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ۝٢٨ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى

کہ بیشک پانی تقسیم ہے ان کے درمیان ہر ایک اپنے پلانے کی باری پر حاضر ہوا کرے' سو انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا سو اس نے حملہ کر دیا

فَعَقَرَ ۝٢٩ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝٣٠ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا

اور کاٹ ڈالا' سو کیا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا' بیشک ہم نے ان پر ایک چیخ بھیج دی سو وہ ایسے ہو گئے

كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ۝٣١ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝٣٢

جیسے باڑ لگانے والے کا چورا ہو' اور بلاشبہ یہ بات حق ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا

آیت ۱۸: كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ (قوم عاد نے جھٹلایا پس میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔) عذاب کے اترنے سے پہلے جو ڈراوے ان کی طرف بھیجے۔ نمبر ۲۔ ان کو سزا دینے میں بعد والوں کیلئے جو ڈراوے تھے۔

آیت ۱۹: اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا (ہم نے ان پر ایک تند ہوا چھوڑ دی)۔ صر صر : ٹھنڈی یا نمبر ۲۔ سخت آواز والی۔

فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ (نحوست کے دنوں میں)۔ مُّسْتَمِرٍّ (دوامی شر والے)۔ وہ عذاب ان پر مسلط رہا یہاں تک کہ ان کو ہلاک کر دیا۔ یہ مہینہ کی آخری تاریخ بدھ کا دن تھا۔

ہوانے اس کے مقامات سے اُکھاڑ پھینکا:

آیت ۲۰: تَنْزِعُ النَّاسَ (وہ ہوا لوگوں کو اکھاڑا کھاڑ کر پھینک رہی تھی)۔ ان کے مقامات سے اکھاڑتی تھی۔ وہ صف باندھے ایک دوسرے کے ہاتھ تھام کر کھڑے ہو جاتے۔ گھاٹیوں میں داخل ہو گئے اور گڑھے کھود کر ان میں گھس گئے ہوا نے ان کو وہاں سے کھینچ لیا اور اوندھے منہ گرا کر ان کی گردنیں توڑ ڈالیں۔ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ (گویا وہ اکھڑے ہوئے کھجور کے درختوں کے تنے ہیں)۔ کھجور کا تنا جس کو زمین سے اکھیڑ لیا جائے۔ ان کو کھجور کے تنوں سے مشابہت دی کیونکہ ہوا ان کے سروں کو کاٹ ڈالتی وہ جسد بلا سر رہ جاتے اور زمین پر مردہ ہو کر گر پڑتے ان کے جسم لمبے لمبے تھے۔

ایک نکتہ:

نخل کے لفظ کا لحاظ کر کے صفت لائی گئی اگر اس کے معنی کا لحاظ کریں تو مؤنث ہوگا۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔ اعجاز نخل خاویۃ۔

آیت ۲۱: فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ (پس دیکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا)۔

آیت ۲۲: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (اور ہم نے قرآن کو نصیحت کیلئے آسان کر دیا تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔)

آیت ۲۳: كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ (ثمود نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی۔)

پیغمبر کی بات کو غلطی اور جنون کہا:

آیت ۲۴: فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا (کہنے لگے کیا ہم ایسے شخص کی اتباع کریں گے۔ جو ہماری جنس کا آدمی ہے اور اکیلا ہے) بشرًا منصوب ہے اس فعل کی بنا پر نتبعہ جس کی تفسیر کر رہا ہے۔ تقدیر عبارت ہے۔ انتبع بشرًا منا واحدًا۔ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ اگر ہم نے ایسا کیا تو اس صورت میں ہم بڑی غلطی اور پاگل پن میں جا پڑیں گے۔ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ اگر تم میری بات نہ مانو گے تو حق سے ہٹ جاؤ گے۔ اور آگ میں پڑو گے۔ سعو جمع سعیر : آگ۔ کفار نے اس بات کا الٹ کر کے کہا۔ اگر ہم تمہاری اتباع کر لیں گے تو ہم اس طرح ہو جائیں جیسا تو ہمیں کہتا ہے۔

ایک قول:

الضلال: غلطی' درستی سے دور ہونا۔ السعر جنون۔ تمہاری اتباع سے ہم غلطی کا شکار ہو کر جنون میں مبتلا ہو جائیں گے۔ کفا کا قول۔ أبشرًا۔ یہ انکار ہے اس بات سے کہ وہ اپنے ہم جنس کی اتباع کریں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ وہ ملائکہ میں سے ہونا چاہیے۔ اور کہنے لگے۔ منا۔ لہا تا کہ مماثلت قویہ تامہ ثابت کی جا سکے۔ انہوں نے واحدًا کہا۔ اس بات سے انکار ہے کہ جماعت ایک فرد واحد کی پیروی کرے یا واحدًا سے مراد عامۃ الناس میں سے ہے ان کے اشراف وافضل میں سے نہیں اس مفہوم پر اگلی آیت دلالت کر رہی ہے۔

آیت ۲۵: ءَ اُلْقِیَ الذِّکْرُ عَلَیْهِ مِنْۢ بَیْنِنَا (کیا ہم سب میں سے اس پر وحی نازل ہوئی۔) مطلب یہ ہے کیا اس پر وحی اتری حالانکہ ہم میں ایسے بھی ہیں جو نبوت کے چناؤ کے لئے اس سے زیادہ مستحق ہیں۔ بَلْ هُوَ کَذَّابٌ اَشِرٌ (بلکہ وہ بڑا جھوٹا اور شیخی باز ہے۔) أشر: شیخی باز' متکبر اس کو اس کی شیخی نے آمادہ کیا ہے کہ یہ دعویٰ کر کے ہم پر بڑائی حاصل کرے۔

آیت ۲۶: سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْکَذَّابُ الْاَشِرُ (ان کو عنقریب کل ہی کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ جھوٹا شیخی باز کون تھا۔) جب ان پر عذاب اترے گا۔ نمبر۲۔ قیامت کے دن کہ جھوٹا شیخی باز کون ہے۔ کیا میں صالح یا مجھے جھٹلانے والے؟

قراءت: شامی وحمزہ نے ستعلمون پڑھا ہے۔ اس کو نقل کرتے ہوئے جو ان کو صالح علیہ السلام نے بطور جواب فرمایا۔ نمبر۲۔ بطور التفات یہ ادخال الٰہی ہے۔

آیت ۲۷: اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ (ہم اونٹنی کو نکالنے والے ہیں۔) مقرر کرنے اور ان کے مطالبہ پر پہاڑ سے نکالنے والے ہیں۔ فِتْنَةً لَّهُمْ (ان کی آزمائش کیلئے) ان کے ابتلاء وامتحان کے لئے۔ نحو: یہ مفعول لہ ہے۔ نمبر۲۔ حال ہے۔ فَارْتَقِبْهُمْ (پس ان کو دیکھتے رہو) انتظار کرو اور دیکھتے رہو وہ کیا کرنے والے ہیں۔ وَاصْطَبِرْ (اور صبر رکھو۔) ان کی ایذاؤں پر اور جلدی مت کرنا یہاں تک کہ میرا حکم تمہارے پاس آئے۔

آیت ۲۸: وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَیْنَهُمْ (اور ان لوگوں کو بتا دینا کہ پانی ان میں بانٹ دیا گیا ہے۔) ان کے مابین تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ایک دن اونٹنی کا اور دوسرا دن ان کا۔ بینهم۔ عقلاء کو تغلیب دے کر ذکر کیا۔ ورنہ باری تو ان کے جانوروں اور اونٹنی کے مابین تھی۔ کُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ (ہر ایک باری پر باری والا حاضر ہوا کرے گا۔) محتضر بمعنی محضور' باری مقرر کیا ہوا۔ ایک دن قوم گھاٹ پر آ موجود ہو اور ایک دن اونٹنی حاضر ہو۔

قدار بن سالف:

آیت ۲۹: فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ (انہوں نے اپنے رفیق کو بلایا۔) صاحبهم۔ قدار بن سالف ثمود کا چھوٹو سرخا۔ فَتَعَاطٰی (پس اس

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ

لوط کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا' بیشک ہم نے ان پر پتھر لانے والی تیز ہوا بھیج دی' سوائے لوط کے گھر والوں کے ہم نے انہیں آخری رات میں

بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا

اپنے فضل سے نجات دے دی' ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں اس شخص کو جو شکر ادا کرے اور لوط نے ان کو ہماری گرفت سے ڈرایا تھا

فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾

سو انہوں نے ڈرانے کی چیزوں میں جھگڑے بازی کی اور بے شک بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے لوط کے مہمانوں کو برے ارادہ سے لینا چاہا سو ہم نے ان کی آنکھیں چوپٹ کر دیں' سو چکھو میرا عذاب

نے اونٹنی پر وار کیا۔) یعنی عظیم جرم کے ارتکاب کی جرأت کی اور اسکی کوئی پرواہ نہ کی۔ فَعَقَرَ (پس اسکی کونچیں کاٹ دیں)۔ یعنی اونٹنی کی۔ نمبر۲۔ اس نے تلوار لے کر اونٹنی کو آلیا اور قتل کر دیا۔ نمبر۳۔ اس نے تلوار کو لیا۔ دوسرے مقام پر فرمایا فعقروا الناقة۔

[۲۰۱ ف ــ]

ایک نکتہ:

گویا اس آیت میں مفرد لائے اور دوسری آیت میں جمع لائے اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس قتل پر سب راضی تھے اس لئے سب گویا شریک تھے۔ نمبر۲۔ تمام اونٹنی کے قتل میں اس کے معاون تھے۔ تلوار و تیر سے وار والا وہی تھا۔

آیت ۳۰: فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ (پس دیکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا)۔

آیت ۳۱: اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ (ہم نے ان پر مسلط کیا)۔ اونٹنی کے ذبح کے چوتھے دن بعد صَيْحَةً وَّاحِدَةً (ایک نعرہ۔) جبرئیل علیہ السلام نے ان پر چیخ ماری۔ فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ (پس وہ ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں کی باڑ لگانے والے کی باڑ کا چورا۔) الهشیم: خشک درخت جس کا بھوسہ بنایا جاتا ہے۔ والمحتظر: باڑ لگانے والا اور جس پر باڑ لگائیں اور زیادہ وقت گزرنے پر وہ خشک ہو جائے اور حیوانات کے پے در پے گزرنے سے وہ روندی جائے اور ٹوٹ کر چورا چورا ہو جائے۔

قراءت: حسن رحمہ اللہ نے مُحْتَظَر پڑھا اور وہ باڑ لگانے کی جگہ ہے۔

آیت ۳۲: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (اور ہم نے قرآن نصیحت حاصل کرنے والے کے لئے آسان کر دیا ہے پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔)

آیت ۳۳: كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ بِالنُّذُرِ (قوم لوط نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی۔)

آیت ۳۴: اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا (ہم نے ان پر پتھروں کا مینہ برسایا۔) ایسی ہوا بھیجی جو ان پر پتھر پھینکتی تھی۔ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ (مگر لوط علیہ السلام کے متعلقین۔) آپ کی دونوں بیٹیاں اور جو لوگ آپ پر ایمان لائے تھے۔ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ (ان کو

اخیر شب میں ہم نے بچالیا۔) سحر یعنی اسحار اسی لئے اس کو منصرف لائے۔عرب کہتے ہیں۔لقیتہ بسحرٍ۔جبکہ اسی دن کی سحر کو تم ملو۔

ایک قول یہ ہے:

سحر دو ہیں۔نمبر۱۔المسحر الاعلی پو پھوٹنے سے پہلے۔نمبر۲۔پو پھوٹنے کے وقت۔

آیت ۳۵: نِّعْمَةً (اپنی جانب سے فضل کر کے۔) یہ مفعول لہ ہے یعنی بطور انعام کے مِّنْ عِنْدِنَا كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ جو (شکر کرتا ہے اس کو ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔) ایمان اور اپنی اطاعت کی نعمت۔

آیت ۳۶: وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ (اور لوط علیہ السلام نے ان کو ڈرایا تھا۔) بَطْشَتَنَا (ہماری پکڑ سے۔) عذاب مسلط کرنے سے پہلے۔ فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ (لیکن انہوں نے اس ڈرانے میں جھگڑے پیدا کیے۔) پس انہوں نے ڈرانے والوں میں شک کر کے جھٹلایا۔

آنکھوں کو مٹادیا:

آیت ۳۷: وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ (اور ان لوگوں نے لوط علیہ السلام سے ان کے مہمانوں کو بری نیت سے لینا چاہا۔) انکے مہمانوں سے بے حیائی کا مطالبہ کیا۔ فَطَمَسْنَا اَعْيُنَهُمْ (پس ہم نے ان کی آنکھیں چوپٹ کر دیں۔) یعنی ان کو اندھا کر دیا۔

ایک قول یہ ہے:

ان کی آنکھوں کو مسخ کر کے چہرے کی طرح بنادیا۔آنکھوں کے شقوق کا نشان نہ تھا۔روایت میں ہے کہ جب انہوں نے لوط علیہ السلام کے دروازے کو مروڑا تا کہ وہ اس میں داخل ہوں تو ملائکہ نے کہا۔ان کو اندر آنے دیں۔ہم تو تیرے رب کے قاصد ہیں وہ ہرگز تجھ تک پہنچ نہیں سکتے۔جبرئیل علیہ السلام نے اپنے پر کی ایک جھپٹ ماری۔ان کو ادھر ادھر بھاگتے چھوڑ دیا۔ان کو دروازہ کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔یہاں تک کہ لوط علیہ السلام نے خود ان کو دروازے سے باہر نکالا۔ فَذُوْقُوْا (اور کہا لو چکھو۔) یہ ملائکہ کی زبانی کہا۔ عَذَابِيْ وَنُذُرِ (میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ)۔

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ

اور یہ بات یقینی ہے کہ صبح سویرے ان پر ایسا عذاب آ گیا جو برقرار رہنے والا تھا سو چکھ لو میرا عذاب اور میرے ڈرانے کا نتیجہ اور یہ بات یقینی ہے

يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾

کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔ اور یہ بات واقعی ہے کہ آل فرعون کے پاس ڈرانے کی چیزیں آئی تھیں

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾ أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ

انہوں نے ہماری تمام نشانیوں کو جھٹلایا' سو ہم نے انہیں پکڑ لیا زبردست صاحب قدرت کا پکڑنا' کیا تمہارے کافر بہتر ہیں

مِّنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾

ان لوگوں سے یا تمہارے لئے کتابوں میں کوئی معافی ہے؟ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ہماری جماعت ہے جو غالب رہے گی'

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ﴿۴۶﴾ إِنَّ

عنقریب جماعت شکست کھا جائے گی اور پشت پھیر کر چل دیں گے' بلکہ قیامت ان کا وعدہ ہے اور قیامت بڑی سخت اور بڑی کڑوی چیز ہے' بلاشبہ

الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ

مجرمین بڑی گمراہی اور بڑی بے عقلی میں ہیں' جس دن دوزخ میں چہروں کے بل گھسیٹے جائیں گے' چکھ لو دوزخ کا

سَقَرَ ﴿۴۸﴾ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا

عذاب' بیشک ہم نے ہر چیز کو انداز سے پیدا کیا' اور ہمارا حکم بس یک بارگی ہوگا جیسے آنکھوں کا جھپکنا' اور یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے تمہارے جیسے

أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ

لوگوں کو ہلاک کیا تو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا' اور جو کچھ بھی ان لوگوں نے کیا ہے سب کتابوں میں ہے' اور ہر چھوٹی بڑی چیز کتابوں میں

مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾

لکھی ہوئی ہے' بیشک پرہیزگار لوگ باغوں میں اور نہروں میں ہوں گے ایک عمدہ مقام میں بادشاہ کے پاس جو قدرت والا ہے۔

آیت ۳۸: وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً (اور صبح سویرے دن کے اول حصہ میں ان پر آ پہنچا۔) عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ (دائمی عذاب) قائم رہنے والا جو ان پر اس طرح قائم ہوگیا کہ جو ان کو آخرت کے عذاب تک پہنچا کر چھوڑے گا۔

آیت ۳۹: فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَ نُذُرِ (تو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو۔) دوبارہ لانے کا فائدہ یہ ہے کہ ہر خبر کو سن کر نصیحت

تازہ ہو جائے۔

آیت ۴۰: وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ (اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا۔ پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔)

عظیم فائدہ:

تذکیر ونصیحت کی تازگی کے لئے بار باران کلمات کو دہرایا گیا۔ کہ دوبارہ متنبہ ہوں اور اس پر آمادہ کرنے سے بیداری میں تجدید ہو جائے۔ اور سورۂ رحمان میں بار بار فبای الاءِ ربکما تکذبان۔[الرحمان۔۱۳] کو لانے کا بھی یہی مقصد ہے۔ ہر نعمت جس کو شمار کرے۔ اس پر اپنے ذہن کو متنبہ کر کے اپنے دل و دماغ کو نئے سرے سے بیدار کرے اور اسی طرح ویل یومئذ للمکذبین[المرسلات۔۱۵] میں دوبارہ لانے میں یہی حکمتیں ہیں۔ اور اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور ان کے واقعات کو بار بار دہرایا تا کہ وہ عبرتیں دلوں میں مستحضر ہو جائیں اور ذہنوں کے سامنے تصویر بن کر آ جائیں۔ اور ہر آن میں وہ نصیحت کو یاد دلانے والے ہوں نہ کہ بھلانے والے۔

آیت ۴۱: وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ (اور فرعون کے ساتھیوں کے پاس بھی ڈرانے کی بہت سی چیزیں پہنچیں۔) النذر: موسیٰ وہارون اور دیگر انبیاء علیہم السلام یا النذر جمع نذیر کی ہے بمعنی انذار۔ ڈراوے کی چیزیں۔

آیت ۴۲: کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا کُلِّهَا (ان لوگوں نے ہماری تمام نشانیوں کو جھٹلایا۔) آیات سے نو نشانیاں مراد ہیں۔ فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ (ہم نے زبردست قدرت والے کی پکڑ کی طرح ان کو دھر پکڑا۔) عزیز جس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ مقتدر: اس کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔

یہ کافر زیادہ شریر ہیں:

آیت ۴۳: اَکُفَّارُکُمْ (کیا تمہارے کافر) اے اہل مکہ خَیْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِکُمْ (ان سے کچھ بہتر ہیں)۔ وہ کفار جن کا پہلے شمار ہوا۔ مثلاً قوم نوح و ہود، صالح، لوط، آل فرعون یعنی کیا وہ قوت آلات، اور دنیاوی مراتب میں بہتر تھے یا کفر وعناد میں کم تر تھے؟ مطلب یہ ہے کہ تمہارے کفار انہی کی مثل بلکہ ان سے زیادہ شریر ہیں۔ اَمْ لَکُمْ بَرَآءَةٌ فِی الزُّبُرِ (یا تمہارے لئے آسمانی کتابوں میں کوئی معافی آ گئی)۔ اے اہل مکہ کیا تم پر پہلی کتابوں میں براءت کی دستاویز لکھ دی گئی ہے کہ جو تم میں سے رسولوں کو جھٹلائے گا اور کفر کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے امن دیا جائے گا۔ اور تم بھی اسی معاہدہ کے تحت امن میں کر دیئے گئے ہو؟

آیت ۴۴: اَمْ یَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِیْعٌ (یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت ایسی ہے جو غالب ہی رہیں گے۔) جمیع جماعت

کو کہتے ہیں کہ ہم جماعت ہیں ہم اکٹھے رہیں گے ہمارا معاملہ اجتماعی ہے۔ مُنْتَصِرٌ محفوظ و مضبوط۔ نہ کوئی دشمن ہمارا قصد کرسکتا ہے اور نہ ہمارا نقصان کرسکتا ہے۔

علاماتِ نبوت:

آیت ۴۵: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ (عنقریب ان کی یہ جماعت شکست کھائے گی۔) جمع سے جماعت اہل مکہ مراد ہے۔ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے گی۔) دُبر بمعنی ادبار۔ جیسا کہ کہا۔ کلوا فی بعض بطنكم تعِفُّوا یعنی وہ شکست کھا کر بھاگ جائیں گے یعنی یوم بدر۔ اور یہ علامات نبوت میں سے ہے۔

آیت ۴۶: بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ (بلکہ قیامت ان کے لئے وعدۂ عذاب ہے)۔ بدر کے بعد ان سے عذاب کا وعدہ کیا۔ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى (اور قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے۔) موقف بدر کی بنسبت زیادہ سخت ہے۔ الداهية : ایسی اوپری مصیبت جس کا علاج نہ ہو۔ وَاَمَرُّ وہ عذاب دنیا سے زیادہ کڑوا ہے۔ یامرّہ سے زیادہ بدمزہ ہے۔

آیت ۴۷: اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ (بلاشبہ یہ مجرم بڑی غلطی میں ہیں) دنیا میں حق سے بھٹک کر)۔ وَسُعُرٍ (اور آگ میں) جو آخرت میں ہے یا ہلاکت اور آگ میں۔

آیت ۴۸: يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ (جس روز آگ میں ان کو گھسیٹا جائے گا۔) اس میں کھینچا جائے گا۔ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ (منہ کے بل) اور ان کو کہا جائے گا۔ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ (تم آگ لگنے کا مزہ چکھو۔) جیسا کہتے ہیں۔ وجد مس الحمّٰی وذاق طعم الضرب۔ سقر یہ غیر منصرف ہے۔ تانیث و معرفہ یہ جہنم کا نام ہے۔ یہ سقرتهُ النار سے لیا گیا ہے جس کا معنی جب آگ اس کو متغیر کر دے۔

آیت ۴۹: اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ (ہم نے ہر چیز کو اندازہ سے پیدا کیا۔) نحو: کل یہ فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر یہ فعل ظاہر کر رہا ہے۔

قراءت: شاذ قراءت میں کل کو مرفوع پڑھا گیا ہے۔ نصب پڑھنا اولیٰ ہے کیونکہ اگر رفع دیا جائے تو ممکن ہے کہ خلقناہ موضع خبر میں ہو۔ اور شیٔ کا وصف بن جائے۔ اور بقدر یہ خبر بن جائے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ انا كل شیٔ مخلوق لنا كائن بقدرٍ۔ ہر مخلوق چیز جو ہماری ہے۔ وہ اندازہ کے مطابق ہوگی۔ نمبر۲۔ خلقناہ خبر ہو اور تقدیر عبارت یہ ہو۔ انا كل شیٔ مخلوق لنا بقدر۔ ہماری ہر مخلوق ایک اندازے کے مطابق ہے۔ جب معاملہ رفع میں متردد ہوا تو نصب کی طرف عدول کیا گیا ہے۔ اور اس کی تقدیر عبارت یہ ہے۔ انا خلقنا كل شیٔ بقدر۔ ہم نے ہر چیز ایک اندازے سے بنائی۔ پس مخلوق اس صورت میں عام ہوگی اور ہر چیز پر بولی جائے گی۔ روایت کا مقصود یہی ہے۔ نصب میں یہ درست نہیں کہ خلقنا کو شیٔ کی صفت بنائیں۔ کیونکہ وہ ناصب کی تفسیر ہے۔ حالانکہ صفت اپنے موصوف پر عمل نہیں کرتی۔ القَدْر ' القَدَر' اندازے کے معنی میں ہے۔ یعنی سابقہ اندازہ۔ یا ہر چیز کو اندازہ کیا ہوا بنایا۔ مضبوط بنایا اور تقاضائے حکمت کے مطابق ترتیب دے کر بنایا۔

یا اندازہ کیا ہوا ''لوح میں لکھا ہوا'' وجود سے پہلے معلوم شدہ بنایا کہ ہم اس کا زمانہ اور کیفیت سے بھی واقف ہیں۔
قولِ ابو ہریرہؓ: مشرکین قریش نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے تقدیر کے سلسلہ میں جھگڑ رہے تھے۔ تو یہ آیت اتری۔ (رواہ مسلم۔ ۲۶۵۶) اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ قسم اٹھا کر فرماتے کہ یہ قدریہ فرقہ کے متعلق اتری یعنی وہ بھی اس کا مصداق ہیں۔
آیت ۵۰: وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ (اور ہمارا حکم یکبارگی ایسا ہو جائے گا۔) یعنی ایک ہی کلمہ۔ مطلب یہ ہے کہ ہم جس چیز کو بنانے کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو اس کو اس طرح کہتے ہیں۔ کن فیکون۔ ہو جا۔ وہ ہو جاتی ہے۔ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ (جیسے آنکھ جھپکانا۔) اتنی مقدار کہ جتنی مقدار میں تم میں سے کوئی ایک پلک جھپکتا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

امرنا سے مراد قیامت ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے وما امر الساعة الا کلمح البصر۔ [النحل۔ ۷۷]
آیت ۵۱: وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ (اور ہم نے تمہارے ہم مشرب لوگوں کو ہلاک کر دیا)۔ جو تمہارے مشابہ پہلی امتوں میں کفر اختیار کرنے والے تھے۔ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔)
آیت ۵۲: وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ (اور جو کچھ بھی یہ لوگ کرتے ہیں۔ سب اعمالناموں میں درج ہے۔) ''ہ'' سے مراد یہ کفار ہیں یعنی ہر ایک ان کا کیا ہوا اعمال نامے میں قائم ہے۔ الزبر سے حفاظتی فرشتوں کے رجسٹر فعلوہ یہ موضع جر میں ہے۔ اور شیٔ کی صفت ہے۔ اور فی الزبر۔ یہ لکل کی خبر ہے۔
آیت ۵۳: وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ اور ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی ہے۔ اعمال اور جو چیزیں آئندہ کرنی ہیں۔ مستطر۔ لوح میں لکھی ہوئی ہیں۔
آیت ۵۴: اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ (بیشک متقی باغات اور نہروں میں ہونگے۔) نهر جمع انهار۔ یہاں جنس کے ذکر پر اکتفاء کیا۔

ایک قول یہ ہے:

اس کا معنی وسعت اور روشنی اور النہار کا لفظ اسی سے بنا ہے۔

عند کی مراد:

آیت ۵۵: فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ (ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے قرب میں۔) مقعد صدق: پسندیدہ مکان۔ عند مليك میں مرتبہ و کرامت والی عندیت مراد ہے۔ مسافت و چھونے کا عِندْ نہیں۔ مقتدرٍ: قادر۔ اس میں نکرہ لا کر بتلایا کہ کوئی کائنات کی چیز ہو وہ اللہ تعالیٰ کی ملک و قدرت کے ماتحت ہے۔

الحمد للہ تفسیری ترجمہ مکمل ہوا

سورۃ الرحمٰن مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھہتر آیات اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ① عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ② خَلَقَ الْاِنْسَانَ ③ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ④ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی، اس نے انسان کو پیدا کیا، اس کو بیان سکھایا، سورج اور چاند

بِحُسْبَانٍ ⑤ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ⑥ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ⑦ اَلَّا

حساب کے ساتھ ہیں، اور بے تنہ کے درخت اور تنہ آور فرمانبردار ہیں اور اس نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو رکھ دی کہ تم

تَطْغَوْا فِى الْمِيْزَانِ ⑧ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ⑨

تولنے میں سرکشی نہ کرو اور وزن کو انصاف کے ساتھ قائم رکھو، اور تول کو مت گھٹاؤ،

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ⑩ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ⑪ وَالْحَبُّ

اور اس نے زمین کو لوگوں کے واسطے رکھ دیا اس میں میوے ہیں اور کھجور کے درخت ہیں جن پر غلاف ہوتا ہے اور دانے ہیں

ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ⑫ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ⑬

بھوسہ والے اور غذا ہے سو اے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

ا : الرَّحْمٰنُ۔ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ۔ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (رحمان نے قرآن کی تعلیم دی اس نے انسان کو پیدا کیا اس کو گویائی سکھائی)

ا : الرَّحْمٰنُ۔ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ انسان سے یہاں جنس انسان مراد ہے۔ نمبر۲۔ آدم علیہ السلام نمبر۳۔ محمد ﷺ

سب سے بلند نعمت:

۴ : عَلَّمَهُ الْبَيَانَ اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات کا شمار فرمایا تو چاہا کہ ان میں سے سب سے مقدم، سابق اور اقسام نعم میں عمدہ ترین کو پہلے ذکر کیا جائے چنانچہ دین والی نعمت کو سب سے مقدم ذکر کیا۔ اور پھر دینی نعمتوں میں سب سے زیادہ فائق اور بلند مرتبہ

والی نعمت قرآن کو شمار فرمایا۔ قرآن کا اتارنا، تعلیم قرآن یہ سب نعمتیں ہیں۔ کیونکہ قرآن تمام وحی کے ذریعہ نازل کردہ کتابوں سے مرتبہ و مقام میں اعلیٰ ترین اور اثر پذیری میں بھی سب سے بڑھ کر مؤثر ہے یہ آسمانی کتابوں کی چوٹی اور سب کی مصدق اور شہپہ ہے۔ پہلے قرآن کا ذکر کیا پھر تخلیق انسانی کا ذکر کیا اس سے یہ بتلا دیا کہ انسان کی پیدائش دین کیلئے ہے اور انسان کو اللہ تعالیٰ کی وحی اور کتب کے علم سے اپنے کو گھیر لینا چاہیے اور انسان کی پیدائش جس مقصد کی خاطر کی گئی اس کو مقدم کیا پھر بیان کی صفت ذکر کی جس کی وجہ سے اس کو حیوانات سے امتیاز حاصل ہے وہ فصیح و بلیغ گفتگو اور اپنے مافی الضمیر کی وضاحت ہے۔

نحو: الرحمان مبتدأ ہے اور یہ تمام افعال اپنی ضمائر سمیت اس کی مترادف خبریں ہیں۔ رہا سوال عاطف سے خالی ہونے کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خبریں گنتی کے انداز سے لائی گئی ہیں۔ جیسا محاورہ میں کہتے ہیں **زید اغناك بعد فقر، اعزك بعد ذلٍ كثرك بعد قلة۔ فعل بك مالم يفعل احد باحدٍ فما تنكر من احسانه؟** تو ان تمام اخبار میں باہمی عاطف کی حاجت نہیں ہے۔

۵ : **اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ** (سورج و چاند حساب کے ساتھ چلتے ہیں) ایک مقررہ حساب اور درست اندازے کے مطابق چلتے ہیں۔ ان کا چلنا اپنے بروج و منازل میں ہے اور اس کے چلنے میں مخلوق کے فوائد ہیں۔ ان میں سے ایک سالوں اور حساب کا علم ہے۔

۶ : **وَّ النَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ** (بے تنے درخت اور تنے دار درخت اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں) النجم ایسی نباتات جو زمین سے پھوٹ کر نکلے اس کا تنا نہ ہو مثلاً سبزیاں، الشجر تنا والا درخت۔

ایک قول یہ ہے :

النجم آسمان کا ستارہ۔ یسجدان جس مقصد کیلئے ان کو بنایا اس میں وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر رہے ہیں۔ ان کو مکلفین منقاد و مطیع لوگوں سے بطور مشابہت کے ساجد کہہ دیا۔ یہ دونوں جملے الرحمان کے ساتھ معنوی ربط رکھتے ہیں اس لئے کہ یہ بات تو جانی پہچانی ہے کہ محاسبہ کا اختیار اسی کے پاس اور سجدہ کے لائق اس کی ذات ہے۔ گویا اس طرح فرمایا گیا سورج و چاند اس کے مقرر کرنے سے ہیں اور پودے اور درخت اس کے سامنے جھکنے والے ہیں۔

پہلے جملوں میں عاطف نہیں لائے اور اس میں لے آئے کیونکہ پہلا جملہ بطور گنتی و شمار کے واقع ہے تاکہ ناشکرے لوگوں کو رلایا جائے جیسا کہ منعم کے احسانات کے منکرین کو شرمندہ کیا گیا ہے جیسا کہ مثال مذکور میں ہے۔ پھر تبکیت کے بعد کلام کو دوبارہ اس کے انداز کی طرف لوٹایا گیا تاکہ مناسبت کیلئے جن کو لانا ہے ان کو ملایا جائے اور عاطف کے قریب کیا جائے۔

مناسبت: سورج و چاند آسمانی و آفاقی ہیں اور نجم و شجر ارضی و زمینی ہیں۔ گویا ان میں تقابل کا تناسب ہے آسمان و زمین کو ہمیشہ ملا کر ذکر کرتے ہیں سورج اور چاند کا حساب سے چلنا یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے اپنے آپ کو ڈال دینے کی جنس میں سے ہے پس یہ نجم و شجر کے سجدہ سے بہت قریب مناسبت ہوگئی۔

آسمان مسکن ملائکہ:

۷ : وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا (اور اسی نے آسمان کو اونچا کیا) بلند بنایا اور اونچا کیا اس انداز سے کہ اپنے احکامات کے بنانے کی جگہ اور اپنے فیصلوں کے صادر ہونے کا مقام اور ان ملائکہ کا مسکن بنا دیا جو انبیاء علیہم السلام پر وحی لانے والے ہیں۔ اس سے اپنی شان کی کبریائی اور ملک وسلطنت کی عظمت کو لوگوں پر ظاہر کیا۔ وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ (اور اسی نے دنیا میں ترازو رکھ دی) المیزان ہر وہ چیز جس سے اشیاء کا وزن کیا جاتا ہے اور ان کی مقداریں مقرر کی جاتی ہیں مثلاً میزان، قرسطون، مکیال، مقیاس وغیرہ۔ مطلب یہ ہے میزان کو زمین پر رکھا ہوا اس نے پیدا کیا کہ اس کے ساتھ بندوں کے مابین برابری اور لین دین میں اعتدال کے احکامات کو اس سے معلق کر دیا۔

۸ : اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ (تاکہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو) اس سے پہلے لام محذوف ہے لِاَنْ لَّا تطغوا تاکہ تم سرکشی نہ کرو۔ نمبر۲۔ اَن مفسرہ ہے۔ گویا میزان کی تفسیر ہوئی۔

۹ : وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ (اور انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو) عدل کے ساتھ اپنے وزن کو درست رکھو۔ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ (اور تول کو نہ گھٹاؤ) تول میں کمی نہ کرو۔ برابری کا حکم دیا اور اعتداء وزیادتی جو سرکشی کا نتیجہ ہے اس سے باز رکھا اور ایسے نقصان سے جو تطفیف تک لے جائے منع کر دیا۔ اور لفظ میزان کو دوبارہ لائے تاکہ نصیحت پختہ ہو اور اس کے استعمال کا حکم مضبوط ہو اور دلی آمادگی سے اس کو استعمال میں لائے۔

۱۰ : وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا (اور زمین کو رکھ دیا) پست کر کے پانی پر بچھا دیا لِلْاَنَامِ (مخلوق کیلئے) سطح زمین پر رینگنے والے کو کہتے ہیں۔

قولِ حسن رحمہ اللہ :

الانام سے جن وانس مراد ہیں۔ یہ ان کے لئے بچھونے کی طرح ہے اپنی مرضی سے اس پر چلتے پھرتے ہیں۔

۱۱ : فِيْهَا فَاكِهَةٌ (اس میں میوے ہیں) بہت سی اقسام جس کو لوگ بطور لذت کے استعمال کرتے ہیں۔ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ (اور کھجور کے درخت ہیں جس کے پھلوں پر غلاف ہوتا ہے) اکمام پھل کا برتن اس کا واحد کِمٌّ ہے یا ہر وہ چیز جو چھپائے جیسے چھلکا، چھڑیاں پتے تمام سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے جیسا اس کے چھپے ہوئے پھل اور گابھے اور تنے سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے

۱۲ : وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ (اور اناج ہے جس میں بھوسہ اور غذائی چیزیں ہوتی ہیں) العصف کھیتی کے پتے یا بھوسہ الریحان رزق اور مغز کو کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ کچھ غذائیں تو ایسی ہیں جو فقط تلذذ کے طور پر استعمال ہوتی ہیں اور بعض غذا و تلذذ ہر دو کی جامع ہیں اور وہ تمر ہے اور غذا فقط اناج میں ہے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾

اللہ نے پیدا کیا انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح سے تھی اور پیدا کیا جان کو لپیٹیں مارتی ہوئی خالص آگ سے

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا رب ہے سو اے جن وانس تم اپنے

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿۱۹﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿۲۰﴾

رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے اس نے دونوں سمندروں کو ملا دیا ان کے درمیان آڑ ہے وہ دونوں بغاوت نہیں کرتے'

نحو، قرات:

الريحان کو جر کے ساتھ حمزہ، علی نے پڑھا ہے یعنی والحب ذو العصف الذی هو علف الانعام والريحان الذی هو مطعم الانسان ۔اور اناج بھوسے والا وہ بھوسہ جو چوپایوں کی خوراک ہے اور ریحان یہ انسانوں کا کھانا ہے۔نمبر۲۔رفع سے اگر پڑھیں تو ذو الريحان ہوگا اور مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام بنایا۔

ایک قول یہ ہے :

کہ اس کا معنی اس طرح ہے وفيها الريحان الذی يشم والحب ذاالعصف والريحان شامی نے نصب سے پڑھا۔ای خلق الحبَّ و الريحانَ یا اخصّ الحبَّ والريحانَ۔

۱۳ : فَبِاَيِّ اٰلَآءِ (پس تم اے جن وانس اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں) 'الآء وہ انعامات جن کو ابتدائے سورت سے شمار شروع فرمایا گیا ہے یہ اَلْیٌ، والْیٌ کی جمع ہے۔رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (کے منکر ہو جاؤ گے) یہ (ثقلین) جن وانس کو خطاب ہے۔انام کا لفظ اس پر دلالت کر رہا ہے۔

۱۴ : خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ (اسی نے انسان کو پیدا کیا بجتی مٹی سے)صلصال خشک مٹی جس سے آواز آئے۔كَالْفَخَّارِ (جو ٹھیکرے کی طرح تھی)فخار آگ سے پکی ہوئی مٹی اور اسی کو ٹھیکری کہتے ہیں۔

ازالۃ الشک :

اس ارشاد اور دوسری آیات میں من حما مسنون [الحجر:۲۶] اور من طين لازب [الصافات: ۱۱] اور نمبر۳۔من تراب [آل عمران:۵۹] میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ یہ سب معنی کے لحاظ سے متفق ہیں۔کیونکہ ان کا حاصل یہ ہے اس نے مٹی سے پیدا کیا اولاً طیناً پھر حما مسنون پھر صلصال کی حالتوں سے گزارا۔

۱۵ : وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (اور جنات کو خاص آگ سے پیدا کیا) الجآن جنات کا باپ مراد ہے۔ ایک قول ضعیف یہ ہے وہ ابلیس ہے من مارج وہ صاف شعلہ جس میں دھوئیں کی ملاوٹ نہ ہو۔ ایک قول یہ ہے وہ شعلہ جس میں آگ کی سیاہی ملی ہوئی ہو۔ یہ مرج الشیٔ سے بنا ہے جس کا معنی مضطرب ہونا اور ملنا ہے۔ من نارٍ یہ مارجٍ کا بیان ہے گویا اس طرح کہا گیا من صاف من نار او مختلط من نار ۔ صاف آگ یا ملی جلی آگ سے یا من نارٍ سے مراد مخصوص آگ ہے جیسا کہ اس ارشاد میں فانذرتکم نارا تلظی [اللیل:۱۴]

۱۶ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۱۷ : رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ (وہ دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا مالک ہے) دو مشرق، مغرب سے گرمیوں اور سردیوں کے مشرق و مغرب مراد ہیں۔

۱۸ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۱۹ : مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ (اس نے دو دریاؤں کو ملایا کہ دونوں آپس میں ملے ہوئے ہیں) نمکین اور میٹھے دریاؤں کو چلا دیا اس طرح کہ ایک دوسرے کے پڑوس میں ملے چل رہے ہیں آنکھوں کے دیکھنے میں دونوں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا ہے۔

۲۰ : بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ (ان دونوں کے درمیان ایک حجاب ہے) اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایک روک ہے۔ لَّا یَبْغِیٰنِ (دونوں اپنی حد سے بڑھ نہیں سکتے)۔ ایک دوسرے کے ساتھ ملنے میں سرکشی نہیں کرتا۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾ یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ

سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے' ان دونوں میں سے لؤلؤ اور مرجان نکلتے ہیں سوائے جن وانس تم اپنے

رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِی الْبَحْرِ کَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا

رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے اور اسی کے لئے کشتیاں ہیں جو بلند کی ہوئی ہیں سمندروں میں پہاڑوں کی طرح' سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن

تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ ذُو الْجَلٰلِ

نعمتوں کو جھٹلاؤ گے' جو کچھ بھی زمین پر ہے سب فنا ہونے والا ہے اور آپ کے رب کی ذات باقی رہے گی جو جلال

وَالْاِکْرَامِ ﴿۲۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۸﴾ یَسْئَلُهُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور اکرام والا ہے' سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اس سے سوال کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں'

کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ ﴿۲۹﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۰﴾ سَنَفْرُغُ لَکُمْ

ہر دن وہ ایک شان میں ہے' سوائے انس وجن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے' اے دونوں جماعتو! ہم عنقریب

اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾

تمہارے لئے فارغ ہوں گے' سوائے انس وجن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

۲۱ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۲۲ : یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ (ان دونوں سے موتی اور مونگے برآمد ہوتے ہیں)

قراءت: مدنی وبصری نے یُخرج پڑھا ہے۔

اللُّؤْلُؤ قراءت: ابوبکر و یزید نے بلا ہمزہ پڑھا ہے۔ بڑے موتی کو کہتے ہیں۔ وَالْمَرْجَانُ چھوٹے موتی۔ آیت میں منهما فرمایا جس سے متبادر ہوتا ہے۔ کہ دونوں سمندروں سے نکلتے ہیں حالانکہ یہ صرف نمکین سے نکلتے ہیں کیونکہ دونوں مل گئے اور ایک شئ کی طرح ہو گئے تو پھر یہ کہنا درست ہو گیا کہ دونوں سے نکلتے ہیں۔ جیسا کہتے ہیں یخرجان من البحر۔ حالانکہ وہ تمام بحر سے نہیں نکلتے بلکہ بعض حصے سے نکلتے ہیں۔ اور تم محاورے میں بولتے ہو۔ خرجت من البلد۔ حالانکہ تم شہر کے کسی ایک محلے سے نکلے ہو۔

ایک قول یہ ہے :

یہ اس مقام سے نکلتے ہیں جہاں میٹھے اور نمکین پانی آپس میں مل جاتے ہیں۔

۲۳ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۲۴ : وَلَہُ الْجَوَارِ (اور اسی کے ہیں جہاز) اللہ تعالیٰ کے ہیں۔الجوارِ جمع جاریہ کشتیاں۔

قراءت: اس پر وقف یاء کے ساتھ ہوگا اور وصل میں اختیار ہے اگر بغیر یاء کوئی وقف کرے تو جائز ہے بعد کی بناء پر لیکن راء میں کسرہ مناسب ہوگا تاکہ حذف یاء پر دلالت ہو۔الْمُنْشَئٰتُ (اونچے کھڑے نظر آتے ہیں) ان کے بادبان بلند ہیں۔(اب تو بادبان کی تاویل کی حاجت نہیں خود بحری جہاز کئی کئی گویا شہر کے شہر آباد ہیں)

قراءت: المنشات شین کے کسرہ سے حمزہ و یحییٰ نے پڑھا ہے۔بادبان بلند ہیں یا جن کے چلنے سے سمندر میں موجیں پیدا ہوتی ہیں۔

فِی الْبَحْرِ کَالْاَعْلَامِ (سمندر میں پہاڑوں کی طرح) اعلام جمع علم۔لمبے پہاڑ کو کہا جاتا ہے۔

۲۵ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔(پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۲۶،۲۷ : کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ۔وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ (جتنے روئے زمین پر ہیں۔سب فنا ہو جائیں گے اور آپ کے پروردگار کی ذات جو عظمت و شان والی ہے۔باقی رہ جائے گی) علیھا یعنی زمین پر وجہ ربک تیرے رب کی ذات۔ذوالجلال۔عظمت و سلطنت والی۔یہ الوجہ کی صفت ہے۔الاکرام احسان والی ذات ہے سیئات سے تجاوز کے ساتھ۔یہ صفت اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان صفات میں سے ہے۔حدیث میں ارشاد فرمایا الظوا بیا ذالجلال والاکرم ۔(رواہ الترمذی ۳۵۲۷' رواہ احمد ۵/۲۳۶) روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک آدمی کے پاس سے ہوا جو نماز پڑھ رہا تھا۔اور کہہ رہا تھا: یا ذالجلال والاکرام آپ نے فرمایا تیری دعا قبول کر لی گئی۔(رواہ الترمذی ۳۵۲۷ رواہ احمد ۵/۲۳۶)

۲۸ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

سوال اور جواب:

فناء میں کونسی نعمت ہے کہ اس کے بعد بھی یہ آیت لائی گئی۔فناء نعمت اس لئے ہے کہ مؤمنین موت کے ذریعہ سرمدی قائم رہنے والی زندگی میں پہنچ گئے۔

قولِ یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ :

وہ موت کیا خوب ہے جو دوست کو دوست سے قریب کرتی ہے۔

۲۹ : یَسْئَلُہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اسی سے سب آسمان و زمین والے مانگتے ہیں)

قراءت: نافع نے اس پر وقف کیا ہے۔

سب سائل ہیں:

تمام اہل ارض وسماء اسی کے محتاج ہیں۔ آسمان والے وہ چیزیں اس سے مانگتے ہیں جو ان کے دین سے متعلق ہیں۔ اور اہل ارض وہ چیزیں مانگتے ہیں جو دین ودنیا دونوں سے متعلق ہے۔

نحو: كُلَّ يَوْمٍ (ہر دن) یہ ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اس پر هو في شان دلالت کرتا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے : كل وقت و حين يحدث امورًا و يجدد احوالًا۔

ایک بلند ایک کو پست کرتا ہے:

هُوَ فِيْ شَاْنٍ (وہ ایک نئی شان میں ہے) یعنی ہر وقت وگھڑی وہ کچھ امور کو پیدا کرتا اور حالات کی تجدید کرتا ہے۔ جیسا کہ مروی ہے۔ کہ آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی آپ سے عرض کیا گیا وہ شان کیا ہے؟ تو ارشاد فرمایا اس کی ایک شان یہ ہے کہ وہ کسی کے گناہ کو معاف کرتا ہے تو کسی کے دکھ کا ازالہ اور ایک قوم کو بلند اور دوسروں کو پست کرتا ہے۔ [رواہ ابن ماجہ: ۲۰۲] ابن حبان في صحيحہ ۶۸۹۔

قول ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ :

ہے کہ زمانہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دو دن ہے۔ ان میں سے ایک وہ دن ہے جس کو مدت دنیا کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان اس دن میں امر ونہی احیاء اماتت، عطاء ومنع، ہے اور دوسرا دن یوم آخرت ہے۔ اس دن میں اس کی شان جزاء وحساب ہے۔

ایک قول یہ ہے :

کہ یہ یہود کے متعلق اتری جبکہ انہوں نے کہا کہ ہفتے کے دن کسی شان کا اظہار نہیں کرتے (بلکہ آرام کرتے ہیں)

نکتہ: کسی بادشاہ نے اپنے وزیر سے اس آیت کے متعلق سوال کیا تو وزیر نے اگلے روز تک مہلت طلب کی۔ اور پریشان ہو کر اس آیت کے متعلق سوچتا ہوا گیا وزیر کے ایک سیاہ غلام نے اسے کہا اے میرے آقا مجھے بتلاؤ آپ کو کیا پریشانی ہے۔ شاید میری وجہ سے اللہ تعالیٰ آسانی پیدا فرما دے۔ پس اس نے اطلاع دی۔ تو غلام کہنے لگا۔ میں بادشاہ کے سامنے اس کی تفسیر بیان کر دونگا وزیر نے بادشاہ کو اس کی اطلاع دی۔ تو غلام نے حاضر ہو کر کہا اے بادشاہ! اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے اور زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ بیمار کو تندرست اور تندرست کو بیمار کر دیتا ہے۔ مبتلی کو معافی دیتا اور معافی والے کو ابتلاء میں ڈال دیتا ہے۔ ذلیل کو معزز اور معزز کو ذلیل کر دیتا ہے۔ مالدار کو فقیر محتاج اور محتاج کو غنی و مالدار بنا دیتا ہے۔ اس پر بادشاہ کہنے لگا۔ تو نے بہت خوب بیان کیا۔ اور وزیر کو حکم دیا کہ وہ اس کو وزارت کا خلعت پہنائے اس پر غلام کہنے

لگا۔اے میرے آقا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ایک قول یہ ہے تقدیر کو ان کے اوقات تک چلا کر لے جاتا ہے۔(اس کو شان سے تعبیر فرمایا)

ایک نکتہ:

عبداللہ بن طاہر نے حسین بن الفضل کو بلا کر کہا کہ تین آیات کے سمجھنے میں مجھے مشکل پیش آئی ہے۔میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے تاکہ تو ان کی وضاحت کرے۔نمبرا۔فاصبح من الناد مین [المائدہ :۳۱] اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ شرمندگی تو بہ ہے (مگر وہ سزا کا شکار ہوا) نمبر۲۔کل یوم هو فی شان۔ا(لرحمان۔۲۹)اور یہ بات بالکل حقیقت ہے کہ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس کے متعلق تقدیر کا قلم لکھ چکا اور خشک ہو گیا۔نمبر۳۔ان لیس للانسان الاماسعٰی [النجم:۳۹] تو پھر بڑھا کر کئی گنا کا کیا مطلب ہے۔حسین نے جواب دیا ممکن ہے کہ اس امت میں ندامت محضہ توبہ کیلئے کافی نہ ہوتی ہو اور اس امت میں ندامت حقیقیہ کو توبہ شمار کیا گیا ہے۔اور قول یہ ہے کہ قابیل کی شرمندگی قتل ہابیل نہ تھی۔بلکہ اس کو اٹھائے اٹھائے پھرنے کی پریشانی پر تھی۔نمبر۲۔لیس والی آیت قوم ابراہیم و موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے۔نمبر۳۔کل یوم والی آیت تو یہ شانیں وہ ظاہر فرماتے ہیں۔ان کو نئے سرے سے نہیں بناتے۔اس پر عبداللہ اٹھا اور حسین کا سر چوم لیا۔

۳۰ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔(پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

نگرانی اور انتظام میں اضافہ:

۳۱ : سَنَفْرُغُ لَکُمْ (ہم عنقریب ہی تمہارے (حساب و کتاب کے) لئے خالی ہو جاتے ہیں) یہ قول بطور استعارہ اس شخص کے قول سے لیا گیا ہے۔جو اس کو کہے جس کو ڈرائے۔کہ میں تمہارے لئے فارغ ہوا چاہتا ہوں۔مراد یہ ہوتی ہے کہ میں مشغولیت میں ڈالنے والی ہر چیز سے الگ ہو کر تیرے لئے الگ تھلگ ہو جاؤ نگا۔اس سے مقصود نگرانی اور انتظام میں اضافہ ہے۔نمبر۲۔یہ بھی درست ہے کہ اس سے مراد یہ ہو۔عنقریب دنیا ختم ہو کر انجام کو پہنچ جائے گی۔اور مخلوق کے کام بھی ختم ہو جائیں گے وہ جن کا ارادہ اس قول سے فرمایا۔کل یوم هو فی شان۔پس ایک ہی شان رہ جائے گی اور وہ تمہاری جزاء ہے پس اس کو بطور مثل کے فراغت قرار دیا۔

قراءت: سیفرغ حمزہ، علی نے پڑھا یعنی اللہ تعالیٰ۔

اَیُّہَ الثَّقَلٰنِ (اے جن وانس) ان دونوں کو زمین کا ثقل و بوجھ قرار دیا۔

۳۲ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔(پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اے جماعت جنات کی اور انسانوں کی اگر تم سے ہو سکے کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل سکو تو نکل جاؤ تم

فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝۳۳ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۳۴ يُرْسَلُ

بغیر قوت کے نہیں نکل سکتے سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ تم دونوں

عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ڏ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۝۳۵ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا

پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا سو تم اسے ہٹا نہ سکو گے' تو اے جن والانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو

تُكَذِّبٰنِ ۝۳۶ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاۗءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝۳۷ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا

جھٹلاؤ گے' پھر جب آسمان پھٹ جائے گا سو ایسا ہو جائے گا جیسے سرخ چمڑا ہو' تو اے جن والانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو

تُكَذِّبٰنِ ۝۳۸ فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُسْـَٔـلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَاۗنٌّ ۝۳۹ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا

جھٹلاؤ گے' سو اس دن کسی انسان یا جن سے اس کے گناہ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا' تو اے جن والانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو

تُكَذِّبٰنِ ۝۴۰ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ۝۴۱ فَبِاَيِّ

جھٹلاؤ گے۔ مجرم لوگ اپنی نشانی کے ذریعہ پہچانے جائیں گے۔ سو پیشانیوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا تو اے جن والانس

اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۴۲ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝۴۳ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا

تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ یہ جہنم ہے جسے مجرمین جھٹلاتے ہیں۔ دوزخ کے اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے

وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ۝۴۴ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۴۵

درمیان چکر لگائیں گے۔ سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

۳۳ : يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ (اے گروہ جن وانس) یہ ایھا الثقلان کا گویا ترجمہ ہے۔ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا (تم کو اگر یہ قدرت ہے کہ آسمان وزمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ۔ تو نکلو) یعنی اگر تم آسمان وزمین کی اطراف وجوانب سے نکل کر میری قضاء سے بھاگ سکتے ہو تو پھر نکل جاؤ۔ پھر فرمایا۔ لَا تَنْفُذُوْنَ (تم نکلنے کی طاقت نہیں رکھتے) اِلَّا بِسُلْطٰنٍ (مگر قوت وغلبہ زور کے ذریعے) اور وہ تمہیں کہاں میسر ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ اس میں آسمان وزمین کی اطراف سے نکلنے کی عاجزی سے مقصود یہ ہے کہ حساب کے لئے تمہاری قوت کا عجز اس سے بھی بڑھ کر ہوگا۔ ایک اور قول

یہ ہے کہ ان کو اس وقت کہا جائے گا یہ قیامت کا دن ہے جبکہ فرشتے ان کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہوں گے جوں ہی ان کو جنات اور انسان دیکھیں گے تو سامنے آنے سے بھاگ کھڑے ہونگے مگر فرشتوں کو دیکھیں گے کہ وہ ان کا احاطہ کر چکے ہیں۔

۳۴ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

قیامت کا دھواں:

۳۵ : یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ (اور تم دونوں پر قیامت کے دن آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا)

قراءت: شواظ شین کے کسرہ سے مکی نے پڑھا ہے اور دونوں خالص شعلے کو کہتے ہیں۔

وَّ نُحَاسٌ (یعنی دھواں) قراءت: مکی نے نحاس پڑھا اور ابو عمرو بھی اس کے موافق ہیں۔ رفع کی صورت میں اس کا عطف شواظ پر ہوگا۔ اور جر کی حالت میں عطف نار پر ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنی قبور سے نکلو گے تو تم پر آگ کی خالص لپٹ اور دھواں مسلط کر دیا جائے گا جو ہانک کر محشر کی طرف لے جائے گا۔ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ (پھر تم اس کو ہٹا نہ سکو گے) ان دونوں سے تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔

۳۶ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۳۷ : فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ (جب آسمان پھٹ جائے گا) ایک دوسرے سے جدا ہو جائے گا اور یہ قیام قیامت کیلئے ہوگا۔ فَكَانَتْ وَرْدَةً (پس وہ سرخ ہو جائے گا) اس کا رنگ سرخ گلاب کے پھول کی طرح ہو جائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ آسمان کا اصل رنگ سرخی ہے مگر دور ہونے کی وجہ سے نیلگوں نظر آتا ہے۔ کَالدِّهَانِ (جیسے زیتون کے تیل کی طرح) جیسا کہ فرمایا کالمھل یہ زیتون کے تیل کی تلچھٹ کو کہا جاتا ہے دِھان جمع دھن ایک قول یہ ہے کہ سرخ چمڑہ (اس صورت میں یہ واحد ہے اور اس کی جمع ادھنۃ و دُھُنٌ آتی ہے)

۳۸ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۳۹ : فَیَوْمَئِذٍ (پس اس روز) یعنی جس دن آسمان پھٹ جائے گا۔ لَّا یُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ (کسی جن وانس سے اس کے گناہ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا) یہاں جانٌّ بول کر جو ابو الجن ہے جن مراد لیا ہے جیسا کہتے ہیں ہاشم اور مراد اس کی اولاد لیتے ہیں۔ تقدیر کلام اس طرح ہے لا یسأل انس و لا جانٌّ عن ذنبہ۔

ایک ابھرتا ہوا سوال اور اس کا حل:

اس آیت میں فرمایا گناہ کے متعلق سوال نہ ہوگا۔ اور دوسری آیت میں فرمایا فو ربك لنسئلنھم اجمعین [الحجر: ۹۲] وقفوھم انھم مسئولون [الصافات: ۲۴]

حل: وہ ایک طویل دن ہے جس میں بہت سے احوال در پیش ہونگے بعض مواقع میں پوچھا جائے گا اور دوسرے مواقع میں

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَاۤ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَیِّ

اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لئے دو باغ ہیں۔ سوانس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ یہ دونوں باغ بہت سی شاخوں والے ہوں گے

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾

سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں دو چشمے جاری ہوں گے سوانس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

پوچھا نہ جائیگا۔

قولِ قتادہ رحمہ اللہ:

پہلے یہ سوال تھا پھر لوگوں کے منہ پر مہر لگا دی گئی اور ان کے ہاتھوں اور دیگر اعضاء نے بول کر گواہی دے دی اور ان کے اعمال ثابت ہوگئے۔ ایک قول یہ ہے گناہ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کیلئے نہ پوچھا جائے گا جو سوال ہوگا۔ وہ توبیخ کیلئے کیا جائے گا۔

۴۰ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۴۱ : یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ (اور مجرم لوگ اپنے حلیے سے پہچان لیے جائیں گے) وہ چہروں کی سیاہی اور آنکھوں کا نیلا پن ہوگا۔ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ (پس ان کے سر کے بال اور پاؤں پکڑ لیے جائیں گے) کبھی ان کو پیشانی کے بالوں اور کبھی قدموں سے پکڑا جائے گا۔

۴۲ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۴۳ : هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ (یہ وہ جہنم ہے جس کو منکر جھٹلاتے تھے)

۴۴ : یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَ بَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ (وہ لوگ دوزخ کے اردگرد کھولتے ہوئے پانی کے درمیان دورہ کرتے ہونگے) حمیم آن : انتہائی گرم پانی یعنی ان کو عذاب آگ سے تپانے اور گرم پانی پلانے سے دیا جائے گا۔

۴۵ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے) ان اوپر والی اشیاء میں نعمت اس طرح ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے ناجی کو نجات ملی اور اس سے ڈرانے کے ذریعہ متنبہ کیا گیا (کہ مجرموں کی صف میں مت داخل ہو)

فرائض ادا کرتا ہے:

۴۶ : وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہتا ہے اس کے لئے دو باغ ہونگے) مقام سے وہ موقف مراد ہے جب یہ حساب کیلئے بارگاہ الٰہی میں کھڑا ہوگا۔ اس کو سامنے رکھ کر وہ گناہوں سے باز رہتا

ہے۔ یا نمبر۲۔ فرائض ادا کیے۔ ایک قول یہ ہے کہ مقام کا لفظ زائد ہے جیسا کہتے ہیں نفیت عنه مقام الذئب ای نفیت عنه الذئب۔ جنّتان دو جنتوں سے انسان کی جنت نمبر۲۔ جنات کی جنت کیونکہ اس میں خطاب جن وانس کو ہے گویا اس طرح کہا گیا لکل خائفین منکم جنتان ۔ جنة للخائف الانسی وجنة للخائف الجنی ۔ ہر دو تم میں سے ان کے لئے دو باغ ہیں۔ ایک انسان جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو دوسرا جن جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

۴۷ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

لذت اندوز نعمتیں:

۴۸ : ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ (اور وہ دونوں باغ کثیر شاخوں والے ہونگے) افنان جمع فنٌ ٹہنیوں کو خاص اس لیے کیا گیا کیونکہ اسی پر پتے اور پھل آتے ہیں۔ اسی سے سائے دراز ہوتے ہیں۔ اور پھل انہی سے چنے جاتے ہیں۔ نمبر۲۔ افنان جمع فن بمعنی رنگ یعنی رنگا رنگ پھلوں والے۔ مطلب یہ ہوا کہ جنتی کیلئے اس میں وہ چیزیں ہونگی جن کو نفوس پسند کریں گے اور آنکھیں ان سے لذت اندوز ہونگی۔ جیسا شاعر کا قول ومن کل افنان اللذاذة والصبا ۔ لهوت به والعيش اخضر ناضر تو یہاں افنان اللذاذة کا معنی رنگا رنگ کی لذتیں ہیں۔

۴۹ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۵۰ : فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ (ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہونگے کہ بہتے جائیں گے) ھما کی ضمیر باغات کی طرف راجع ہے تجریان کا مطلب جہاں جنتی اوپر، نیچے ان کو بہنے کیلئے اشارہ کریگا بہتے جائیں گے۔

قولِ حسن رحمہ اللہ :

دو چشمے میٹھے پانی کے بہتے ہونگے نمبر۱: تسنیم نمبر۲: سلسبیل ۔

۵۱ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۢ بَطَآئِنُهَا

ان دونوں باغوں میں ہر میوہ کی دو دو قسمیں ہوں گی سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ان جنتوں میں رہنے والے لوگ ایسے بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جن کے استر

مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ۗ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ

دبیز ریشم کے ہوں گے اور دونوں جنتوں کے پھل قریب ہوں گے' سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے' ان باغوں میں ایسی عورتیں

الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾

ہوں گی جو نیچی نگاہ رکھنے والی ہوں گی ان کو ان لوگوں سے پہلے کسی انسان یا کسی جن نے استعمال نہ کیا ہوگا۔ سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'

كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ

گویا کہ وہ یاقوت اور مرجان ہیں سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے' کیا احسان کا بدلہ احسان کے

جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾ وَمِنْ

علاوہ بھی ہے۔ سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اور ان دو

دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَيِّ

باغوں سے کم درجے کے اور دو باغ ہیں سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے' یہ دونوں باغ گہرے سبز رنگ کے ہوں گے۔ سوائے انس و جن

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾

تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے' ان دونوں باغوں میں خوب جوش مارتے ہوئے دو چشمے ہوں گے۔ سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'

---

۵۲ : فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ (ان دونوں باغوں میں ہر میوے کی دو قسمیں ہونگی) دو قسمیں نمبر ۱ جانی پہچانی ہوئی نمبر ۲۔ انوکھی۔

۵۳ : فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۵۴ : مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۢ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ (وہ لوگ تکیے لگائے ایسے فرشوں پر بیٹھے ہونگے جن کے استر دبیز ریشم کے ہونگے) متکئین ۔

نحو : یہ خائفین کی مدح کے طور پر منصوب ہے یا نمبر ۲۔ اس سے حال ہے کیونکہ من خاف جمع کے معنی میں ہے۔ علی فرش جمع فراش۔ بطائنھا جمع بِطانَة اندرون ۔ من استبرق : موٹا ریشم ۔ یہ لفظ معرب ہے۔ ایک قول یہ ہے ان کے ابرے

سندس کے ایک قول ان کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ وجنا الجنتین دانٍ یعنی ان کے پھل قریب ہونگے ان کو بیٹھا، کھڑا تکیہ لگائے ہوئے ہر طرح حاصل کر سکے گا۔

۵۵ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

باغوں کی حالت:

۵۶ : فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ (ان باغوں میں نیچی نگاہ والیاں ہونگی کہ ان جنتیوں سے پہلے ان پر نہ کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا۔ نہ کسی جن نے) ھنّ کی ضمیر جنتین کی طرف راجع ہے ان دو باغوں میں کیونکہ وہ باغ مقامات، محلات، مجالس پر مشتمل ہونگے۔ یا نمبر۲۔ یہ نعمتیں جو شمار کی گئیں جیسے دو باغ' دو چشمے، میوے، فرش، تازہ پھل۔ قاصرات الطرف ایسی عورتیں جن کی نگاہیں ان کے خاوندوں تک محدود رہنے والی ہونگیں کسی طرف نگاہ نہ اٹھائیں گئیں۔ لم یطمثهن۔

قراءت: اس کو دوری نے میم کے کسرہ اور علی نے میم کے ضمہ سے پڑھا ہے۔ الطمث خون کے ساتھ جماع۔ جماع سے ان کو خون آلودہ نہ کیا ہوگا۔ انس قبلهم ولا جان

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ جنات کو بھی خون آتا ہے جیسا انسانوں کو آتا ہے۔

۵۷ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۵۸ : کَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ (گویا وہ یاقوت ومرجان ہیں) الیاقوت کہا صفائی کے اعتبار سے اور المرجان کہا سفیدی کے لحاظ سے۔ یہ موتیوں سے زیادہ سفید ہوتا ہے۔

۵۹ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۶۰ : هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (بھلا انتہائی اطاعت کا بدلہ سوائے عنایت کے اور کچھ بھی ہوسکتا ہے) الاحسان عمل میں خوبی۔ الاحسان ثواب و بدلہ میں خوبی۔ ایک قول یہ ہے جس نے لا الله الا الله کہا اس کا بدلہ جنت ہی ہے۔ ابراہیم خواص کا قول ہے: الاحسان کا معنی اسلام ہے کہ اسلام کا بدلہ دار السلام جنت ہی ہے۔

۶۱ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۶۲ : وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ (ان دو باغوں سے کم مرتبہ دو باغ اور ہیں) ومن دونهما ان دو باغوں کے علاوہ جن کا وعدہ مقربین سے کیا گیا ہے جنتان اس سے وہ باغ جو ان سے کم مرتبہ اصحاب یمین کیلئے ہونگے۔

۶۳ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۶۴ : مُدْهَآمَّتٰنِ (وہ دونوں باغ گہرے سرسبز ہونگے) انتہائی سبز ہونے کی وجہ سے وہ سیاہ معلوم ہونگے۔

فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٦٩﴾ فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ﴿٧٠﴾

ان دونوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہوں گے سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ان باغوں میں اچھی عورتیں ہونگی

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٧١﴾ حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٧٣﴾ لَمْ

سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے وہ عورتیں حوریں ہوں گی جو خیموں میں محفوظ ہوں گی۔ سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ﴿٧٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٧٥﴾ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّ

ان میں سے پہلے کسی انسان یا جن نے انہیں استعمال نہ کیا ہوگا سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ان جنتوں میں داخل ہونے والے لوگ سبز رنگ کے

عَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿٧٦﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٧٧﴾ تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴿٧٨﴾

نقش و نگار والے خوبصورت بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے بڑا بابرکت ہے آپ کے رب کا نام جو عظمت اور احسان والا ہے۔

قولِ خلیل علیہ الرحمۃ:

الدهمة : سیاہی کو کہتے ہیں۔

۶۵ : فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۶۶ : فِيهِمَا عَيْنَانِ نَضَّاخَتَانِ (ان دونوں باغوں میں دو اچھلتے چشمے ہوں گے) وہ جوش سے پانی نکال رہے ہونگے ہرگز منقطع نہ ہونگے۔

۶۷ : فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۶۸ : فِيهِمَا فَاكِهَةٌ (ان دونوں باغوں میں میوے) قسم قسم کے میوے وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ (اور کھجوریں اور انار ہوں گے) انار اور کھجور یہ قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فواکہ میں سے نہیں ہے کیونکہ یہاں عطف کیا جا رہا ہے (جو تغایر کو چاہتا ہے) اور دوسری وجہ یہ ہے کھجور پھل اور کھانا دونوں ہے اور انار پھل اور دواء ہے۔ خالص میوے نہ ہوئے۔

قولِ صاحبین رحمہ اللہ:

یہاں فاکھة پر عطف اس لئے کیا گیا کیونکہ یہ دونوں افضل ترین ہیں۔ گویا یہ الگ جنس ہیں اس لئے کہ ان کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی میں فرمایا: جبریل و میکال۔ (البقرہ۔۹۸)

۶۹ : فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۷۰ : فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ (ان میں خوبصورت، خوب سیرت عورتیں (یعنی حوریں) ہونگی) خیرات یہ خَیِّرات ہے پھر

تخفیف کی گئی اور خیرات اصل کے مطابق تشدید سے بھی پڑھا گیا ہے۔ معنی اعلیٰ اخلاق اور خوبصورت خلقت۔

۷۱ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۷۲ : حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ (وہ عورتیں گورے رنگ کی ہونگی اور خیموں میں محفوظ ہونگی) یعنی بند کہا جاتا ہے۔ امراۃ قصیرہ ومقصورۃ یعنی مخدرہ، خیمہ میں بند۔ ایک قول یہ ہے خیمے جوف دار (اندر سے خالی) موتی کے ہونگے۔

۷۳ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۷۴ : لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ لَا جَآنٌّ (ان جنتیوں سے پہلے ان عورتوں پر نہ کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا نہ کسی جن نے) ھم کی ضمیر ان دو باغوں کے جنتیوں کی طرف راجع ہے اور اس پر جنتین کا تذکرہ دلالت کر رہا ہے۔

۷۵ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

۷۶ : مُتَّکِئِیْنَ (وہ تکیہ لگانے والے ہونگے)

نحو : یہ اختصاص کی وجہ سے منصوب ہے۔

عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ (سبز مسہری پر) رفرف ہر چوڑے کپڑے کو کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے رفرف تکیہ وَّ عَبْقَرِیٍّ (اور عجیب خوبصورت کپڑوں پر) ریشم نمبر۲۔ کپڑا، چٹائی حِسَانٍ (خوبصورت)

۷۷ : فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے) ان دو باغات کی صفات پہلے دو باغوں سے کم ہیں یہاں تک کہ فرمایا من دونهما ان سے کم درجہ کیونکہ مدھا متان یہ ذواتا افنان سے کم مرتبہ ہیں۔ اور نضاختان یہ تجریان سے کم ہیں اور فاکهة یہ کل فاکهة سے کم ہے۔ اسی طرح حوروں کی صفات اور تکیہ گاہوں کی صفات۔

۷۸ : تَبٰرَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ (بڑا بابرکت نام ہے آپ کے رب کا جو عظمت والا اور احسان والا ہے) ذی الجلال عظمت والا ہے۔

قراءت : شامی نے ذو الجلال پڑھا اور اسم کی صفت قرار دیا۔ الاکرام احسان کرنے والا اپنے دوستوں پر انعامات کے ذریعہ۔

فضائل :

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سورۂ رحمان پڑھی۔ پھر فرمایا میں تمہیں خاموش کیوں دیکھ رہا ہوں؟ جنات نے تم سے زیادہ خوبصورت جواب دیا۔ جب میں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پر پہنچا تو وہ پکار اٹھے۔ ہم اپنے رب کی کسی نعمت کو بھی نہیں جھٹلاتے اے اللہ آپ کا شکر اور تمام تعریفیں آپ کے لائق ہیں۔ رواہ حاکم فی المستدرک ۲/۴۷۳۔ نمبر۲۔ اس سورت میں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ والی آیت اکتیس مرتبہ دھرائی گئی ہے۔ آٹھ مرتبہ اس آیت کو ان آیات کے بعد لائے جن میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے عجائبات گنائے گئے ہیں۔ اور اس کی صنعت و کاریگری کے نمونے ذکر کیے گئے ہیں۔ اور تخلیق کی ابتداء اور معاد کا ذکر فرمایا ہے۔ نمبر۲۔ پھر سات مرتبہ ایسی آیات کے بعد لائے۔ جن میں آگ اور اس کے مصائب و شدائد کا ذکر

ہے۔اور جہنم کے دروازوں کی تعداد اتنی ہی ہے نمبر۳۔اوران سات کے بعد آٹھ مرتبہ لائے اوران میں جنتین کا ذکر فرمایا اوران دونوں باغوں کے رونق پذیر لوگوں کا ذکر کیا۔تو یہ جنت کے آٹھ دروازوں کی مناسبت سے ہے۔

نمبر۳۔ پھر آٹھ مرتبہ ان دو باغوں کے تذکرہ میں لائے جو پہلے باغوں سے کم مرتبہ ہیں پس جس نے پہلے آٹھ پر اعتقاد کرلیا اور اس کے مطابق عمل کیا۔تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھل جائیں گے۔اور جہنم کے دوازے بند کردیے جائیں گے۔

اللّٰھم اجعلنا من اھل الجنۃ بفضلک یارحمان یاذالجلالِ والاکرام

الحمدللہ آج منگل بعد العصر تفسیری ترجمہ سورۃ الرحمان مکمل ہوا۔

سورۃ الواقعہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور اس میں چھیانوے آیات اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ① لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ② خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ③ اِذَا رُجَّتِ

جب قیامت واقع ہو گی اس کا جھٹلانے والا کوئی نہ ہو گا وہ پست کردے گی بلند کر دے گی جبکہ زمین کو سخت

الْاَرْضُ رَجًّا ④ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ⑤ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ⑥ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ⑦

زلزلہ آئے گا اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کردیے جائیں گے پھر وہ پراگندہ غبار ہو جائیں گے اور تم تین قسم ہو جاؤ گے۔

فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ⑧ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ⑨

سو جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ⑩ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ⑪ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ⑫ ثُلَّةٌ مِّنَ

اور جو آگے بڑھنے والے وہ آگے بڑھنے والے ہیں وہ خاص قرب رکھنے والے ہیں یہ لوگ آرام کے باغوں میں ہوں گے ان کا ایک بڑا گروہ اگلے

الْاَوَّلِيْنَ ⑬ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ⑭ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ⑮ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا

لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں سے ہوں گے وہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے

مُتَقٰبِلِيْنَ ⑯ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ⑰ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ

آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے یہ چیزیں لے کر آمد ورفت کیا کریں گے آبخورے اور آفتابے اور ایسا جام شراب

مَّعِيْنٍ ⑱ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ⑲ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ⑳ وَلَحْمِ طَيْرٍ

جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائے گا نہ اس سے ان کو درد سر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا اور میوے جن کو وہ پسند کریں اور پرندوں کا گوشت

مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ㉑ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ㉒ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ㉓ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ㉔

جو ان کو مرغوب ہو گا اور ان کے لئے بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی جیسے پوشیدہ رکھا ہوا موتی ہو یہ ان کے اعمال کے صلہ میں ملے گا

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ۔ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ۔ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ۔ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا۔ (جب قیامت واقع ہوگی جس

کے واقع ہونے میں کوئی خلاف نہیں ہے تو وہ پست کردے گی اور بلند کردے گی جب زمین میں سخت زلزلہ آئے گا)

۱ : اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ جب قیامت قائم ہوگی ایک قول یہ ہے قیامت کو واقع سے اس لئے تعبیر کیا کیونکہ قیامت بہر حال آئے گی۔ گویا اس طرح فرمایا اذا وقعت لا بد من وقوعها جب وہ آجائے گا۔ جس کا وقوع یقینی ہے۔ وقوع الامر عرب کے لوگ اس وقت بولتے ہیں جبکہ وہ اتر پڑے چنانچہ کہتے ہیں وقع ماکنت اتوقعه یعنی وہ اتر پڑا جس کے نزول کا میں منتظر تھا۔

نحو : اذا اذکر فعل کی وجہ سے ہے۔

۲ : لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ (اس کا جھٹلانے والا کوئی نہ ہوگا) کاذبہ یہ نفس کی صفت ہے مطلب یہ ہے جب قیامت واقع ہو جائے گی تو کوئی نفس اس وقت ایسا نہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بول سکے۔ اور غیب کی تکذیب میں کذب بیانی کرے۔ کیونکہ اس وقت ہر نفس ایمان لانے اور سچ بولنے اور تصدیق کرنے والا ہوگا۔ آج کی دنیا میں اکثر نفوس جھوٹ بولنے والے تکذیب کرنے والے ہیں۔

نحو : لوقعتها کی لام اسی طرح ہے جیسا اس ارشاد میں : يليتني قدمت لحياتي [الفجر: ۲۴]

مناظر قیامت:

۳ : خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ (وہ پست کردے گی' بلند کردے گی) یعنی وہ پست و بلند کرنے والی ہے۔ بعض لوگوں کو بلند کردے گی اور دوسروں کو ذلیل کردے گی۔

۴ : اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا (جب زمین سخت ہلائی جائے گی) یہاں تک کہ ہر چیز جو اس پر واقع ہے پہاڑ' تعمیرات یہ سب گر کر منہدم ہوجائیں گے۔

نحو : یہ اذا وقعت سے بدل ہے۔ نمبر۲۔ خافضة رافعة کی وجہ سے اس کو منصوب قرار دینا بھی درست ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے تخفض و ترفع وقت رج الارض و بس الجبال۔

۵ : وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا (اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے) اور ریزہ ریزہ ہو کر ستو کی طرح ہوجائیں گے۔ یا چلائے جائیں گے اس وقت یہ بَسَّ الغنم۔ (اس نے بکریوں کو چلایا) جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا : وسيرت الجبال [النبأ: ۲۰]

۶ : فَكَانَتْ هَبَآءً (پھر وہ غبار ہوجائیں گے) مُّنْۢبَثًّا (پراگندہ) متفرق۔

تین اقسام:

۷ : وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا (اور تم ہوجاؤ گے) ازواجًا اصناف کے معنی میں ہے یہ ان اصناف کیلئے آتا ہے جو ایک دوسرے سے ہوں یا جن کے بعض کا ذکر بعض کے ساتھ یعنی ایک دوسرے کے ساتھ کیا جائے۔ ثَلٰثَةً (تین قسم) دو قسمیں جنت اور ایک قسم جہنمی۔ پھر ان اقسام کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔

۸ : فَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ (سو جو داہنے والے ہیں) یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کا صحیفۂ عمل ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ مَآ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ (اور دائیں طرف والے کیسے اچھے ہونگے دائیں طرف والے) یہ مبتدأ وخبر مل کر اصحاب المیمنة کی خبر ہے۔ اس میں ان کی سعادت والی حالت اور عظمت شان پر تعجب ظاہر کیا گیا گویا اس طرح فرمایا ماھم؟ وای شیء ھم؟ وہ کیا ہیں اور کیا چیز ہیں؟ (جو اس قدر اعزاز ملا)

۹ : وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ (اور بائیں طرف والے) یعنی وہ لوگ جن کو ان کے صحائف اعمال بائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے۔ نمبر۲۔ بلند مرتبہ والے اور خسیس ترین مرتبہ والے۔ جیسا کہتے ہیں فلان منی بالیمین و فلان منی بالشمال۔ جبکہ تم ان دونوں کی تعریف بلندی اور حقارت کے ساتھ کرو۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب یمین کے ساتھ برکت اور بائیں طرف سے نحوست مراد لیتے تھے۔ ایک اور قول یہ ہے اہل جنت کو دائیں جانب سے لیا جائے گا۔ اور اہل نار کو بائیں جانب سے۔ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ (کیسے برے ہونگے بائیں طرف والے) وہ کیا چیز ہیں؟ بدبختی میں ان کی اس حالت پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔ (کہ یہ لوگ کتنے ہی بدبخت ہیں؟)

۱۰ : وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ (اور جو آگے بڑھنے والے ہیں وہ آگے بڑھنے والے ہیں) پہلا السابق مبتدأ اور دوسرا خبر ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ السابقون الی الخیرات السابقون الی الجنات جو بھلائی کی طرف بڑھنے والے ہیں وہ جنتوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔ ایک اور قول یہ ہے دوسرا السابقون اول کی تاکید ہو کر مبتدأ ہے اور۔

۱۱ : خبر اولئك المقربون ہے۔ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ (اور جو اعلیٰ درجہ کے ہونگے وہ تو اعلیٰ درجہ کے ہی ہیں۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے مقرب ہونگے)

دونوں میں اوّل ترکیب راجح ہے۔

۱۲ : فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ (آرام کے باغ میں ہونگے) یعنی وہ آرام کے باغ میں ہونگے۔ مبتدأ محذوف ہے۔

۱۳ : ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ (ان کا ایک بڑا گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا) ثُلة لوگوں کی بہت بڑی جماعت معنی یہ ہے سابقین اول لوگوں میں بہت ہونگے۔

۱۴ : وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ (اور پچھلے لوگوں میں سے تھوڑے ہونگے) اور یہ آدم علیہ السلام سے محمد ﷺ تک تمام امتوں سے ہونگے۔ قلیل من الآخرین اس سے محمد ﷺ کی امت مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ من الاولین سے اس امت کے متقدمین اور آخرین سے امت کا پچھلا طبقہ مراد ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ دونوں طبقے میری امت سے ہیں۔ (طبری۔ ابن: بحوالہ کشاف)

جنت کے مناظر:

۱۵ : عَلٰی سُرُرٍ (تختوں پر) سرر جمع سریر جیسا کثیب و کثب۔ مَّوْضُوْنَةٍ (سونے کے تاروں سے بنے ہوئے) جو

سونے کے تاروں اور موتیوں اور یاقوت سے بنے ہوئے ہونگے۔

۱۶ : مُتَّكِـِٕیْنَ (وہ تکیہ لگانے والے ہونگے) یہ علی کی ضمیر سے حال ہے۔ اور وہی اس میں عامل ہے تقدیر کلام اس طرح ہے استقروا علیھا متکئین تم استقرار اختیار کرو اس پر اس حال میں کہ وہ تکیہ لگانے والے ہونگے۔ عَلَیْهَا مُتَقٰبِلِیْنَ (آمنے سامنے بیٹھنے والے ہونگے) وہ ایک دوسرے کے چہرہ کو دیکھیں گے ایک دوسرے کی پشت کی طرف دیکھنا نہ ہوگا۔ ان کی یہ صفت اس لئے بیان کی گئی تاکہ ان کے حسن معاشرت، تہذیب اخلاق اور خالص مودت پر دلالت کرے۔

نحو : متقابلین بھی حال ہے۔

۱۷ : یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ (اور ان کے پاس آتے جاتے رہیں گے) ان کی خدمت کریں گے۔ وِلْدَانٌ (لڑکے) جمع ولید بمعنی لڑکے مُّخَلَّدُوْنَ (ہمیشہ رہنے والے ہونگے) وہ لڑکوں کی شکل میں ہمیشہ رہیں گے اس حالت سے نہیں پھریں گے۔ ایک قول یہ ہے ان کے کانوں میں بالیاں ڈالی جائیں گی۔ عرب الْمُخلدۃ بالی کو کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے یہ اہل دنیا کی وہ اولاد ہے کہ جن کی کوئی نیکی نہ تھی کہ ان کو ثواب ملے اور نہ کوئی گناہ تھا کہ ان کو عذاب دیا جائے۔ حدیث میں ہے جس کو بزاز نے کشف الاستار میں ذکر کیا ہے۔ اولادِ کفار اہل جنت کے خدام ہونگے۔ مجمع الزوائد ۲۱۹/۷ کشف الاستار ۲۱۷۲۔

۱۸ : بِاَكْوَابٍ (آبخوروں کے ساتھ) اکواب جمع کوب ایسا برتن جس کا دستہ نہ ہو اور نہ ٹونٹی۔ وَّاَبَارِیْقَ جمع ابریق (لوٹے) جس برتن کا دستہ اور ٹونٹی دونوں ہوں۔ وَكَاْسٍ (اور جام جن میں شراب ہوگی) اور ان میں شراب نہ ہو تو اس کو کاس نہ کہیں گے۔ مِّنْ مَّعِیْنٍ (جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائے گا) ان کے پاس آبخورے، آفتابے اور جاری رہنے والی شراب سے بھرے ہوئے جام لیئے ہونگے۔ معین وہ شراب جو چشموں سے جاری ہوگی۔

۱۹ : لَّا یُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا (نہ اس شراب سے ان کو دردسر ہوگا) عنہا اس کے سبب سے۔ حقیقت میں یہ اس طرح ہے لا یصدر صداعھم عنھا ان کا سردرد اس کی وجہ سے صادر نہ ہوگا۔ وَلَا یُنْزِفُوْنَ (اور نہ عقل میں فتور آئے گا) نہ ان کو نشہ چڑھے گا۔ عرب کہتے ہیں۔ نزف الرجل اس کی عقل جاتی رہی نشے کی وجہ سے۔

قراءت : ینزفون زاء کا کسرہ کوفیوں نے پڑھا۔ ان کی شراب ختم نہ ہوگی کہتے ہیں۔ اَنْزَفَ الْقَوْمُ جبکہ ان کی شراب ختم ہو جائے۔

۲۰ : وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُوْنَ (اور پسندیدہ میوے) ان میں سے افضل وعمدہ وہ پسند کر کے لیں گے۔

۲۱ : وَلَحْمِ طَیْرٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ (اور مرغوب خاطر پرندوں کا گوشت) یشتھون تمنا کرنے کے معنی میں آتا ہے۔

۲۲ : وَحُوْرٌ عِیْنٌ (اور گوری گوری بڑی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی) حورٌ یہ حوراء کی جمع ہے۔ عینٌ عیناء کی جمع ہے۔ یعنی اس جنت میں بڑی آنکھوں والی حوریں ہونگی۔ نمبر۲۔ ان کے لئے بڑی آنکھوں والی حوریں ہونگی۔ اور یہ بھی درست ہے کہ اس کا عطف ولدانٌ پر ہو۔

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾ وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَآ اَصْحٰبُ

وہاں نہ بک بک سنیں گے اور نہ اور کوئی بے ہودہ بات بس سلام ہی سلام کی آواز آئے گی اور جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے

الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾ وَّفَاكِهَةٍ

اچھے ہیں وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی اور تہ بہ تہ کیلے ہوں گے اور لمبا لمبا سایہ ہوگا اور چلتا ہوا پانی ہوگا اور کثرت سے میوے

كَثِيْرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ

ہوں گے جو نہ ختم ہوں گے اور نہ انکی روک ٹوک ہوگی اور اونچے اونچے فرش ہوں گے ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ

اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۳۸﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۰﴾

کنواریاں ہیں محبوبہ ہیں ہم عمر ہیں یہ سب چیزیں داہنے والوں کے لئے ہیں ان کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے ہوگا۔

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿۴۱﴾ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ﴿۴۲﴾ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ﴿۴۳﴾

اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں وہ لوگ سموم میں ہوں گے اور کھولتے ہوئے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں

قراءت: حمزہ، علی، یزید نے حورٍ پڑھا اور اس کو جنات النعیم پر عطف کیا۔ گویا اس طرح فرمایا ھم فی جنات وفاکھة ولحم و حورٍ وہ باغات اور میوے اور گوشت اور حوروں میں ہونگے۔

۲۳ : كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ (جیسے حفاظت سے پوشیدہ رکھا ہوا موتی) لؤلؤ کے ساتھ صفائی وستھرائی میں تشبیہ دی۔ اور المکنونؔ محفوظ قول الزجاجؒ موتیوں کی طرح جب کہ ان کو سیپ سے نکالا جائے اور زمانہ نے اس میں کوئی تبدیلی نہ کی اور نہ استعمال کے مختلف حالات سے وہ گزرا ہو۔

۲۴ : جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (یہ ان کے اعمال کے صلہ میں ہوگی) جزاءً یہ مفعول لہ ہے۔ یعنی یہ سب کچھ سلوک ان کے اعمال کے بدلہ کی خاطر کیا جائے گا۔ یا جزاء مصدر ہے تقدیر اس طرح ہے یجزون جزاءً ان کو بدلہ دیا جائے گا بدلہ دیا جانا۔

۲۵ : لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا تَاْثِيْمًا (اور وہاں وہ نہ بک بک سنیں گے اور نہ کوئی بیہودہ بات) وہ جنتوں میں کوئی باطل بات اور نہ ہی ہذیان سنیں گے۔

۲۶ : اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا (سلام ہی سلام کی آواز آئے گی) مگر سلامتی والی بات۔

نحو : یہ استثناء منقطع ہے۔ اور سلاماً یہ قیلاً سے بدل ہے یا قیلاً یہ مفعول بہ ہے۔ یعنی وہ اس میں کوئی چیز نہ سنیں گے سوائے سلام سلام کہنے کے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ ایک دوسرے کو السلام علیکم کھل کر کہیں گے۔ وہ سلام کے بعد سلام کہیں گے۔

۲۷ : وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ (اور دائیں طرف والے، وہ کیسے اچھے ہونگے دائیں طرف والے)

۲۸ : فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ (جہاں بے خار بیریاں) السِّدْرِ بیری کا درخت۔ المخضود جس میں کانٹا نہ ہو گویا اس کے کانٹے کو کاٹ دیا گیا ہے۔

۲۹ : وَّ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ (تہ بہ تہ کیلے) الطلح : کیلے کا پودا المنضود : جو پھل کی وجہ سے نیچے سے اوپر تک بھرا ہو۔ اس کا ظاہر ہونے والا کوئی تنا نہیں ہوتا۔

۳۰ : وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ (اور وسیع سائے) دراز پھیلے ہوئے جیسا کہ سائے طلوع فجر اور طلوع آفتاب کے وقت ہوتے ہیں۔

۳۱ : وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ (اور آب رواں) جو بلا کھائی اور کنارے کے جاری ہوگا۔ یعنی وہ زمین پر نالیوں کے بغیر چلے گا۔

۳۲ : وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ (اور کثیر خوش ذائقہ پھل ہوں گے) کثیرۃ سے کثیر الاجناس مراد ہے۔

۳۳ : لَّا مَقْطُوْعَةٍ (جو نہ ختم ہونگے) وہ کسی وقت میں منقطع نہ ہونگے جیسے دنیا کے پھل ہیں۔ بلکہ وہ دائمی ہونگے۔ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ (نہ ان کی روک ٹوک ہوگی) کسی طرح سے لینے والے کو روکا نہ جائے گا۔ ایک قول یہ ہے وقت کے ساتھ منقطع نہ ہونگے اور نہ قیمت کے بغیر ممنوع ہونگے۔

بلند مرتبہ والے:

۳۴ : وَّ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ (اور اونچے فرش ہونگے) بلند مرتبے والے یا نمبر۲۔ ان کو بچھایا جائے۔ یہاں تک کہ اٹھانا پڑے۔ نمبر۳۔ چارپایوں پر بلند ہونگے۔ ایک قول یہ ہے اس سے مراد عورتیں ہیں کنایۃً عورت کو فراش کہا جاتا ہے۔ بلند ہونگی مسہریوں پر دوسرے مقام پر فرمایا: هم وازواجهم فی ظلال علی الارائك متكئون [یٰس:۵۶] اور اگلی آیت اسی معنی پر دلالت کرتی ہے۔

۳۵ : اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً (ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے) ہم نے ان کی خلقت کی ابتداء محض قدرت سے کی ہے۔ وہ ولادت سے پیدا نہیں ہوئیں۔ پھر یا تو وہ مراد ہوں جن کو ابتداءً پیدا فرمایا یا ان کو دوبارہ پیدا کیا گیا۔ اس تاویل کے علاوہ تاویلات کیلئے هُنَّ کی ضمیر لائی گئی کیونکہ فرش کا تذکرہ جو کہ بستر ہیں۔ ان پر دلالت کر رہا ہے۔

۳۶ : فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا (پس ان کو اس طور پر بنایا کہ وہ کنواری ہیں) ابکار کنواری۔ جب بھی خاوند ان کے پاس جائیں گے تو ان کو کنواری پائیں گے۔

۳۷ : عُرُبًا اَتْرَابًا (محبوبہ ہیں، ہم عمر ہیں)

قراءت : حمزہ، خلف، یحییٰ، حماد نے عُرْبًا جمع عروب پڑھا ہے۔ عروب محبوبہ اپنے خاوند سے محبت کرنے والی خوبصورت، مطیع و فرمانبردار۔ اترابا: عمر میں برابر۔ تینتیس سال کی لڑکیاں اور ان کے خاوند بھی اسی عمر کے ہونگے۔

۳۸ : لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ (دائیں طرف والوں کیلئے)

نحو : اس میں لام انشانا کے صلہ میں لائی گئی ہے۔

۳۹ : ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ (ان کا ایک بڑا گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا) یعنی دائیں طرف والے پہلے لوگوں کا بڑا گروہ ہیں۔

۴۰ : وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے ہوگا)

سوال : اس سے پہلے کہا گیا۔ وقلیل من الآخرین اور یہاں فرمایا: ثلة من الآخرین۔ کیوں؟

جواب : وہ السابقون الاولون کا بیان ہے۔ اور یہ اصحاب الیمین کا بیان ہے۔ یہ اولین و آخرین دونوں میں کثرت سے ہونگے۔

قولِ حسن رحمہ اللہ :

سابقین پہلی امتوں میں سے ہماری امت کے سابقین سے زیادہ ہیں اور ان امتوں کے پیرو وہ اس امت کے پیروؤں کی طرح ہیں۔

۴۱ : وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ (اور جو بائیں طرف والے ہیں وہ بائیں طرف والے کیسے برے ہیں) شمال اور مشأمہ ایک چیز ہے (بائیں طرف اور نحوست)

۴۲ : فِيْ سَمُوْمٍ (وہ آگ میں ہونگے) وہ آگ کی ایسی حرارت میں ہونگے جو مسام میں سرایت کرنے والی ہوگی۔ وَّ حَمِيْمٍ (اور کھولتے ہوئے پانی میں ہونگے) ایسا گرم پانی جو حرارت کی انتہاء کو پہنچا ہو۔

۴۳ : وَّ ظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ (اور دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے) سیاہ دھوئیں کا سایہ۔

لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ۝ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ۝ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ

جو نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ فرحت بخش ہوگا' وہ لوگ اس سے پہلے بڑی خوش حالی میں رہتے تھے اور بڑے بھاری گناہ پر اصرار کیا

الْعَظِيْمِ ۝ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ اَوَ

کرتے تھے' اور یوں کہا کرتے تھے' کہ جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں رہ گئے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور کیا

اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ

ہمارے اگلے باپ دادا بھی؟ آپ کہہ دیجئے کہ سب اگلے اور پچھلے جمع کئے جائیں گے ایک معین

مَّعْلُوْمٍ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝

دن پر پھر تم کو اے گمراہو جھٹلانے والو! درخت زقوم سے کھانا ہوگا'

فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ

سو اس سے پیٹ بھرنا ہوگا' پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پینا ہوگا' پھر پینا بھی پیاسے

الْهِيْمِ ۝ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝

اونٹوں کی طرح ہوگا' ان لوگوں کی قیامت کے روز یہ دعوت ہوگی۔

نام کا سایہ:

۴۴ : لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ (جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ فرحت بخش ہوگا) سائے کی دو صفات کی نفی کی گئی۔ مراد یہ ہے کہ وہ سایہ تو ہوگا مگر عام سایوں کی طرح نہ ہوگا اس کا نام سایہ ہی رکھا پھر سائے کی اچھی صفات بر دو راحت کی نفی کر دی۔ اور اس کا فائدہ سایہ والے کیلئے سوائے ایذاء کے اور کچھ نہ ہوگا۔ اور یہی اس کا کرم ہے اور انداز سے سایہ کے متعلق آرام حاصل ہونے کی جو دلالت تھی اس کا ازالہ ہو گیا۔ حاصل یہ ہے کہ گرم نقصان دہ سایہ ہوگا۔

۴۵ : اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ (وہ لوگ اس سے پہلے بڑی خوشحالی سے رہتے تھے) قبل ذلك سے مراد دنیا میں مترفین خوشحال تھے اس وجہ سے انہوں نے ڈانٹ ڈپٹ کی طرف توجہ نہ کی اور عبرت سے بے خبر رہے۔

بڑا گناہ شرک:

۴۶ : وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ (اور وہ بڑے بھاری گناہ پر اصرار کیا کرتے تھے) یصرون مداومت کرتے

تھے۔ الحنث العظیم : بڑا گناہ نمبر ۲۔ شرک ۔ کیونکہ اس سے میثاق والا عہد ٹوٹ جاتا ہے۔ الحنث قسم والے عہد کو توڑنا۔ نمبر ۲۔ بعث کا انکار۔ اس کی دلیل یہ ارشادالٰہی ہے۔ واقسموا باللّٰہ جھد ایمانھم لایبعث اللّٰہ من یموت [النحل:۳۸]

۴۷ : وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ (اور کہا کرتے تھے کہ جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو کر رہ گئے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے)

نحو : تقدیر عبارت اس طرح ہے أنبعث اذا متنا اور ظرف میں یہی عامل ہے اور اس کا حذف جائز ہے۔ اس لئے کہ مبعوثون اس پر دلالت کر رہا ہے۔ البتہ مبعوثون اس کا عامل نہیں۔ کیونکہ اِنَّ اور استفہام اس بات سے مانع ہیں کہ ان کا مابعد ماقبل میں عمل کرے۔

۴۸ : اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ (یا ہمارے اگلے باپ دادا بھی زندہ کیے جائیں گے)

نحو : ہمزہ استفہام کو حرف عطف پر داخل کیا گیا۔ اور مبعوثون کے مضمر پر اس کا عطف نحنؔ کی ضمیر فاصل کے بغیر ہی خوب ہے۔ اس لئے کہ ہمزہ فاصل موجود ہے۔ جیسا کہ اس قول میں خوب ہے۔ ما اشرکنا ولا اٰباؤنا۔ [الانعام:۱۴۸] کیونکہ لا جو تاکید نفی کیلئے ہے وہ فاصل کافی ہے۔

قراءت : أوْ آبا ؤنا مدنی و شامی نے پڑھا ہے۔

۴۹ : قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ (آپ کہہ دیجئے سب اگلے اور پچھلے)

۵۰ : لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (ایک معین تاریخ کی حد پر سب جمع کیے جائیں گے) مقررہ حد جس سے دنیا کا وقت مقرر کیا گیا۔ یہاں میقات کی اضافت یوم کی طرف منؔ کے حذف کے ساتھ خاتم فضۃٍ جیسی ہے۔ میقات کسی چیز کی مقررہ حد جیسے میقات احرام۔ وہ حدود ہیں جن کو عمرہ، حج کیلئے مکہ جانے والا بلا احرام عبور نہیں کر سکتا۔

۵۱ : ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ (پھر اے گمراہ جھٹلانے والو) ضال ہدایت کو گم کرنے والے مکذّب سے بعث بعد الموت کی تکذیب کرنے والے مراد ہیں اور وہ اہل مکہ اور جو انہی جیسے لوگ ہیں۔

۵۲ : لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ (تم کو درخت زقوم سے کھانا ہوگا)

نحو : اول مِنْ یہ ابتدائے غایت کیلئے ہے اور دوسرا من بیانِ شجر کیلئے ہے۔ یعنی وہ درخت زقوم ہوگا۔

۵۳ : فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ (پھر اس سے پیٹ بھرنا ہوگا)

۵۴ : فَشَارِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ۔ (پھر اس پر کھولتا پانی پینا ہوگا)

ایک نکتہ :

ھاؔ ضمیر جو الشجر کی طرف راجع ہے معنی کا لحاظ کر کے مؤنث لائی گئی ہے۔ اور علیہ میں لفظ کے لحاظ سے اس کی طرف مذکر ضمیر لائے۔

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ

ہم نے تم کو پیدا کیا ہے تو پھر تم تصدیق کیوں نہیں کرتے' اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو منی پہنچاتے ہو ، اس کو تم آدمی بناتے ہو یا

نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰٓى اَنْ

ہم بنانے والے ہیں' ہم ہی نے تمہارے درمیان میں موت کو ٹھہرا رکھا ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری جگہ

نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا

تم جیسے پیدا کر دیں اور تم کو ایسی صورت میں بنا دیں جن کو تم جانتے بھی نہیں اور تم کو اول پیدائش کا علم حاصل ہے پھر تم کیوں

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَوْ نَشَآءُ

نہیں سمجھتے' اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو کچھ بوتے ہو اس کو تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں

لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَرَءَيْتُمُ

تو اس کو چورا چورا کر دیں ۔ پھر تم متعجب ہو کر رہ جاؤ کہ ہم پر تاوان ہی پڑ گیا بلکہ بالکل ہی محروم رہ گئے' اچھا پھر یہ بتلاؤ

الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾

کہ جس پانی کو تم پیتے ہو اس کو بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں

۵۵ : فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ (پینا بھی پیاسے اونٹوں جیسا)
قراءت : شُرْب کی شین کو مدنی، عاصم، حمزہ، سہل نے مضموم پڑھا۔ اور دیگر قراء نے فتحہ شین کے ساتھ شَرب پڑھا۔ اور یہ دونوں ہی مصدر ہیں۔ الھیم پیاسے اونٹ جو سیراب نہ ہوں۔ یہ اھیم و ھیماء کی جمع ہے۔

حاصل یہ کہ :

ان پر ایسی بھوک مسلط کر دی جائے گی جو ان کو زقوم کھانے پر مجبور کر دے گی۔ جو کہ تلچھٹ کی طرح ہوگا۔ جب اس سے وہ اپنے پیٹ پر کر لیں گے۔ تو ان پر ایسی پیاس مسلط کر دی جائے گی جو ان کو گرم پانی پینے پر مجبور کرے گی۔ ایسا گرم پانی جو ان کی انتڑیوں تک کو گلا کر پیٹ سے باہر نکال دے گا۔ مارے شدت پیاس کے وہ پیاسے اونٹوں کی طرح بڑے بڑے گھونٹ سے اندر کو پھینکے گا۔

شاربین کا عطف شاربین پر درست ہے کہ ان دونوں کی ذاتیں تو ایک مگر صفات مختلف ہیں۔ کیونکہ انکا انتہائی گرم پانی پینا جو کہ انتڑیاں باہر پھینک دے۔ یہ عجیب معاملہ ہے اور پھر انکا پیاسے اونٹوں کی طرح پینا یہ بھی تعجب انگیز ہے۔ پس اس لحاظ سے یہ دو مختلف صفتیں بن گئیں۔

۵۶ : هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ (قیامت کے روز یہ ان کی دعوت ہوگی) نزل وہ کھانا جو مہمان کے اعزاز کیلئے اس کو پیش کیا

جائے۔یوم الدین سے قیامت کا دن مراد ہے۔

۵۷ : نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْ لَا تُصَدِّقُوْنَ (ہم نے ہی پیدا کیا پھر تم تصدیق کیوں نہیں کرتے) لولا ھلا کے معنی میں تو بیخ کیلئے ہے۔اس میں تخلیق اول کے ذریعہ تصدیق بعث پر آمادہ کیا گیا ہے کیونکہ وہ اول پیدائش کی تصدیق کرتے تھے۔مگر جب ان کا مذہب تصدیق کے تقاضا کے خلاف تھا تو گویا وہ اس کے بھی مکذب ہوئے یا بعث سے ان کو آمادہ کیا گیا وہ اس طرح کہ جو ذات اولاً پیدا کرنے پر قادر ہے۔دوبارہ پیدا کرنا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔

۵۸ : اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ (بتلاؤ تم جو عورتوں کے رحم میں نطفہ ٹپکاتے ہو) ماتمنونہ جس کو تم ٹپکاتے ہو یعنی ارحام میں جو نطفے تم ڈالتے ہو۔

۵۹ : ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ (کیا تم اس کو آدمی بناتے ہو) تم اس کا اندازہ کرتے ،تصویر بناتے اور اس کو صحیح سالم بشر بناتے ہو۔اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ (یا ہم بناتے ہیں)

۶۰ : نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ (ہم نے تمہارے درمیان موت کو وقت مقررہ پر ٹھہرا رکھا ہے) ہم نے اس کو پورے اندازے سے مقرر کر رکھا ہے۔اور رزق کی طرح اختلاف وتفاوت کے ساتھ اس کو ہم نے تمہارے لئے تقسیم کر دیا ہے۔جیسا کہ ہماری مشیت تقاضا کرتی ہے۔پس تمہاری عمریں مختلف لمبی ،چھوٹی ،متوسط ہیں۔

قراءت: قدرنا تخفیف کے ساتھ مکی نے پڑھا۔

وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ (اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں) سبقت بالشیٔ بولتے ہیں جبکہ اس کے کرنے سے عاجز آجائیں اس چیز کا غلبہ ہو جائے۔اب معنی یہ ہوگا ہم عاجز نہیں۔

مماثل مخلوق:

۶۱ : عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ (کہ تمہاری جگہ اور تم جیسے آدمی پیدا کر دیں) مطلب یہ ہے کہ ہم اس بات پر قادر ہیں۔اس سلسلہ میں تم مجھ پر غالب نہیں آسکتے۔مثال جمع مِثْلٌ یعنی اس پر کہ تمہاری جگہ بدل کر تم جیسی اور مخلوق لے آئیں۔وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (اور تم کو ایسی صورت میں پیدا کر دیں جس کو تم جانتے بھی نہیں ہو) اس کا عطف نبدل پر ہے۔علی ان ننشئکم ایسے قادر ہیں کہ تم کو پیدا کر دیں کسی ایسی مخلوق کی شکل میں جس کو تم جانتے بھی نہیں اور نہ پہلے اس سے سابقہ پڑا ہے۔مطلب یہ ہے کہ ہم دونوں باتوں پر قدرت رکھتے ہیں۔نمبرا۔تمہارے مماثل مخلوق پیدا کرنے پر نمبر۲۔اور ایسی مخلوق جو تمہارے مماثل نہ ہو۔تو پھر ہم اعادہ سے کس طرح عاجز ہوتے۔؟اور یہ بھی درست ہے کہ امثالکم جمع مِثْل کی ہو۔مطلب یہ ہے ہم اس بات پر قادر ہیں کہ ہم تمہاری صفات کو بدل دیں جو تمہارے خلق اور اخلاق میں پائی جاتی ہیں اور تم میں نئے سرے سے ایسی صفات پیدا کر دیں جن کو تم جانتے بھی نہیں۔

۶۲ : وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى (اور تم کو اول پیدائش کا علم ہے)

قراءت: ابوعمرو مکی نے النشاءۃ پڑھا ہے۔

فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ (پھر تم کیوں نہیں سمجھتے) کہ جو ایک چیز قابو رکھتا ہو دوسری مرتبہ وہ شیٔ اس کے لئے ممتنع نہیں۔

مَسْئَلَة: اس میں دلیل ہے کہ قیاس درست ہے اس لئے کہ نشاۃ ثانیہ کے نشاۃ اولی پر قیاس نہ کرنے پر ان کی تجہیل کی گئی۔

۶۳ : اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ (اچھا پھر یہ بتاؤ کہ تم جو کچھ بوتے ہو) جو غلہ تم کاشت کرتے ہو یعنی زمین میں ہل چلاتے اور اس میں بیج ڈالتے ہو۔

۶۴ : ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ (کیا تم اس کو اگاتے ہو) تم اس کو اگا کر نبات کی شکل میں لوٹاتے ہو۔ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ (یا ہم اس کو اگاتے ہیں) زارع: اُگانے والے۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا: لا يقولن احدكم زرعت و ليقل حرثت۔ تم میں سے کوئی یہ نہ کہے میں نے اگایا بلکہ کہے میں نے کھیتی بوئی۔ [رواہ ابن حبان :۵۷۲۳، البیہقی ۶/ ۱۳۸]

۶۵ : لَوْنَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا (اگر ہم چاہیں تو اس پیداوار کو چورا چورا کر دیں) پکنے سے قبل ہی ریزہ ریزہ تنکے کر دیں۔ فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ (پھر تم متعجب ہو کر رہ جاؤ) تعجب میں پڑ جاؤ یا اپنی تھکاوٹ و خرچ کے رائیگاں جانے پر شرمندہ ہو جاؤ۔ نمبر۳۔ اس گناہ پر پشیمان ہوتے ہو جو اس سزا کا باعث بنا۔

۶۶ : اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ (اب ہم پر تاوان ہی پڑ گیا) تم کہتے ہو۔

قراءت: ابوبکر نے ائنا پڑھا ہے۔ لمغرمونَ ہم پر تو خرچہ کی چٹی پڑ گئی۔ یا نمبر۲۔ ہم تباہ ہو گئے کیونکہ ہمارا رزق برباد ہوا۔ یہ الغرام سے لیا گیا ہے جس کا معنی ہلاکت ہے۔

۶۷ : بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ (بلکہ ہم محروم ہی ہو کر رہ گئے) بلکہ ہم ایسے لوگ ہیں جو محروم کر دیے گئے ہیں ہم تو بدنصیب و بدبخت ہیں نہ کہ خوش نصیب۔ ہمارا نہ کوئی حصہ ہے اور نہ نصیب۔ اگر ہم خوش نصیب ہوتے تو ہمارے ساتھ یہ نہ ہوتا۔

۶۸ : اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِىْ تَشْرَبُوْنَ (اچھا یہ بتلاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو) الماءَ سے وہ پانی جو میٹھا پینے کے قابل ہو۔

۶۹ : ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ (اس کو بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں) المزنَ سفید بادل۔ اس کا پانی نہایت شیریں ہوتا ہے۔ المنزلونَ ہم اپنی قدرت سے اتارنے والے ہیں۔

لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِىْ تُوْرُوْنَ ﴿۷۱﴾

اگر ہم چاہیں اس کو کڑوا کر دیں سو تم شکر کیوں نہیں کرتے' اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جس آگ کو تم سلگاتے ہو

ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً

اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں' ہم نے اس کو یاد دہانی کی چیز

وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾ فَلَآ اُقْسِمُ

اور مسافروں کے فائدہ کی چیز بنایا ہے' سو اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح بیان کیجئے۔ سو میں مواقع النجوم

بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾

کی قسم کھاتا ہوں اور بیشک یہ بڑی قسم ہے اگر تم جانتے ہو۔ بیشک وہ قرآن کریم ہے

فِىْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا

محفوظ کتاب میں اسے نہیں چھوتے ہیں مگر پاکیزہ لوگ' یہ اتارا ہوا ہے رب العلمین کی طرف سے' کیا تم اس

الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾

کلام کو سرسری سمجھتے ہو اور تم نے اپنا حصہ یہی تجویز کر لیا ہے کہ جھٹلاتے رہو۔

۷۰ : لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا (اگر ہم چاہیں تو اس کو کڑوا کر ڈالیں) اُجاجاً نمکین یا کڑوا جو پیا نہ جا سکے۔ فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ (پس تم شکر کیوں نہیں کرتے)

ایک لطیف تحقیق:

لولا یہ ھلا کے معنی میں ہے لو کے جواب میں لجعلناہ حطاماً میں لام لگائی گئی ہے۔ جبکہ یہاں لام نہیں لگائی گئی کیونکہ لو جب دو جملوں پر داخل ہو تو دوسرا جملہ پہلے کے ساتھ اس طرح معلق ہو گیا جیسے جزاء شرط سے معلق ہوتی ہے۔ یہ اِنْ کی طرح خاص شرط کیلئے نہیں اور نہ اس طرح عمل کرنے والا ہے۔ پس اس میں شرط کا معنی تو اتفاقاً سرایت کر گیا اس لئے کہ اس سے دونوں جملوں کے مضمون میں فائدہ تھا اور دوسرے جملہ میں ممانعت تو پہلے جملے میں ممانعت کی بناء پر ہے۔ اس لئے اس کے جواب میں ایسی چیز کی محتاجی ہوئی جو علم کو نصب اس تعلق کی بنیاد پر دے اسی لئے لام کا اضافہ کر دیا۔ تاکہ وہ اس کی علامت بن جائے۔ جب اس کے موقعہ کی تشہیر ہو گئی تو لفظوں سے اس کے ساقط کر دینے میں کوئی حرج نہ ہو کیونکہ ہر ایک اس کو جانتا ہے اور اس کی حذف، اور بقاء کی

دونوں حالتیں برابر ہیں۔ باوجودیکہ اس کا ذکر پہلے ہوا اور معمولی فاصلہ اس کے دوسری مرتبہ تذکرے کا ضرورت مند نہیں ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ لام بہرصورت تاکید کے معنی کو مفید ہے پس مطعومات والی آیات میں اس کو داخل کیا گیا مشروب والی آیات میں نہیں اس لئے کہ مطعوم کا معاملہ مشروب سے مقدم ہے اور اس کے نہ پائے جانے سے وعید زیادہ سخت و مشکل ہے اس لحاظ سے بھی کہ مشروب کی ضرورت مطعوم کے تابع کی حیثیت سے ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے مطعوم والی آیت کو مشروبات والی آیت پر مقدم فرمایا گیا۔

۷۱ : اَفَرَءَيۡتُمُ النَّارَ الَّتِىۡ تُوۡرُوۡنَ (پھر یہ بتلاؤ جس آگ کو تم سلگاتے ہو) توروں سلگاتے اور چقماق سے اس کو حاصل کرتے ہو۔ اہل عرب دو لکڑیوں کو رگڑ کر آگ حاصل کرتے ہیں ایک کو دوسرے پر رگڑتے ہیں اوپر والی لکڑی کو الزند اور نیچے والی کو الزندۃ کہتے ہیں اور دونوں کو نر مادہ سے مشابہت دیتے ہیں۔

۷۲ : ءَاَنۡتُمۡ اَنۡشَاۡتُمۡ شَجَرَتَهَاۤ (کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا) وہ درخت جس سے یہ زناد ہے۔ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡشِـُٔوۡنَ (یا ہم ہی اس کو پیدا کرنے والے ہیں) ابتداءً اس کو بنانے والے ہیں۔

۷۳ : نَحۡنُ جَعَلۡنٰهَا (ہم نے ہی اس کو بنایا ہے) یعنی آگ کو تَذۡكِرَةً (یاددہانی) جہنم کی یاددہانی۔ اس طرح کہ اسبابِ معاش اس سے متعلق کر دیئے۔ اور عام ضرورت کی وجہ سے اس کو عام کر دیا تاکہ لوگوں کے سامنے رہے اور ہر وقت اس کو دیکھتے رہیں۔ اور اس آگ کو یاد کریں جس سے ان کو ڈرایا گیا۔ وَّمَتَاعًا (اور نفع بخش شئ) لِّلۡمُقۡوِيۡنَ (مسافروں کیلئے) جو کہ جنگل میں اترنے والے ہوں۔ القواء: سنسان جنگل۔ یا نمبر۲۔ ان کے لئے جن کے پیٹ طعام سے خالی ہیں۔ نمبر۳۔ یا ان کے توشہ دان طعام سے خالی ہیں عرب کہتے ہیں۔ اقوت الدار۔ جبکہ وہ رہائشی لوگوں سے خالی ہو جائے۔

عجیب ترتیب: انسان کی پیدائش کا ذکر کیا تو فرمایا افرأیتم ماتمنون کیونکہ یہ نعمت تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ نمبر۲۔ پھر جس سے بدن انسانی کا قوام ہے اس کو ذکر فرمایا اور وہ اناج ہے چنانچہ فرمایا: افرأیتم ماتحرثون۔ نمبر۳۔ پھر جس سے اناج کو گوندھا اور اس کے بعد پیا جاتا ہے۔ وہ پانی ہے۔ افرأیتم الماء۔ نمبر۴۔ پھر جس سے روٹی پک کر تیار ہوتی ہے۔ وہ آگ ہے۔ پس کھانا ان تین چیزوں کے مجموعہ سے بنتا ہے۔ اور جو انسانی زندگی تک اس سے بے نیاز نہیں۔ (سبحان ما اعظم شانہ)

۷۴ : فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ (پس آپ اپنے عظیم الشان رب کے نام کی تسبیح کیجئے) پس اپنے رب کی تنزیہ بیان کریں جو اس کی ذات کے لائق نہیں۔ اے مخاطب مستدل، نمبر۲۔ اسم سے ذکر مراد ہے۔ مطلب یہ ہے پس تسبیح کریں اپنے رب عظیم کے ذکر کے ساتھ۔

نحو: العظیم یہ مضاف کی صفت ہے یا مضاف الیہ کی۔

ایک قول :

سبحان ربی العظیم کہو۔روایت مرفوعہ میں وارد ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آپ نے فرمایا اس کو اپنے رکوع میں پڑھا کرو۔[رواہ احمد ۴/ ۱۵۵،ابوداؤد ۸۶۹،ابن ماجہ ۸۸۷،الدارمی ۱/ ۲۹۹]

۷۵ : فَلَآ اُقْسِمُ (پس میں قسم کھاتا ہوں) یہ فاء قسم ہے اور لا تاکید کیلئے زائدہ ہے جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ لئلا یعلم اھل الکتاب[الحدید:۲۹]

ایک قراءت : میں فَلَا اُقسم پڑھا گیا اس کا معنی فَلَانا اقسم ہے۔یہ لام ابتدائیہ جس کو جملہ اسمیہ پر داخل کیا گیا۔وہ جملہ انا اقسم ہے۔پھر مبتدأ کو حذف کر دیا گیا۔

ایک تنبیہ:

یہ لام قسم نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ نون تاکید اس کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ (ستاروں کے چھپنے کی) ان کے غروب اور گرنے کے مقامات۔

قراءت: حمزہ،علی نے بموقع پڑھا ہے۔

وجوہ قسم: شاید کہ رات کے آخری حصہ میں جب ستارے مغرب کی طرف اترتے ہوں۔ کچھ قدرت کے مخصوص افعال ہوں۔ (اس لئے قسم اٹھائی) نمبر۲۔ ملائکہ کی مخصوص عبادات ہوں۔(اور ان کے یہ اوقات ہوں) نمبر۳۔ اہل تہجد کے قیام اور آسمانوں سے ان پر رحمت ورضوان کے اترنے کا وقت ہے اسی لئے ان اوقات کو عظیم قرار دے کر قسم اٹھائی۔

۷۶ : وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ (اور اگر تم غور کرو تو یہ ایک بڑی قسم ہے) یہ جملہ معترضہ درمعترضہ ہے کیونکہ اس کے ذریعے قسم ومقسم بہ کے درمیان فاصلہ کیا گیا ہے۔وہ مقسم بہ انہ لقرآن کریم ہے۔

۷۷ : اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ (بلاشبہ یہ ایک معزز قرآن ہے) کریم،عمدہ پسندیدہ،نمبر۲۔ بے شمار منافع والا۔نمبر۳۔اللہ تعالیٰ کے ہاں شان والا۔اور لو تعلمون کے ذریعہ قسم اور عظیم جو صفت موصوف ہیں ان کے درمیان فاصلہ کر دیا۔

۷۸ : فِيْ كِتٰبٍ (جو ایک محفوظ کتاب میں درج ہے) کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے۔مَّكْنُوْنٍ (باطل کی آمد وشر سے محفوظ ہے) نمبر۲۔غیر مقربین سے اس کو محفوظ کر دیا گیا ہے مقربین کے علاوہ کوئی اس کی اطلاع نہیں پا سکتا۔

۷۹ : لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (اس کو سوائے پاک ہستیوں کے اور کوئی نہیں چھوتا) المطھرون وہ تمام گندگیوں سے پاک ہیں۔گناہوں کی میل کچیل وغیرہ سے یہ اس وقت معنی ہے جبکہ تم اس کو کتاب مکنون کی صفت قرار دو۔جو کہ لوح محفوظ ہے نمبر۲۔اور اگر اس کو قرآن مجید کی صفت قرار دو۔ تو اس وقت معنی یہ ہوگا اس کو لوگوں میں سے وہ چھو سکتا ہے جو طہارت کی حالت میں ہو اور مس سے مراد اس کے لکھے ہوئے کا چھونا ہے۔

۸۰ : تَنْزِيْلٌ (اتارا ہوا ہے) یہ قرآن مجید کی چوتھی صفت ہے۔یعنی اتارا ہوا ہے۔مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (رب العالمین کی طرف سے) نمبر۲۔مصدر سے قرآن کی صفت بیان کی گئی کیونکہ قرآن مجید تمام کتابوں میں تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا گیا گویا کہ وہ ذات کے اعتبار سے اتارا ہوا ہے۔اسی لئے اس کو ناموں کے قائم مقام لایا گیا۔ایک قول یہ ہے کہ تنزیل میں اسی طرح آیا اور تنزیل نے اسی طرح بتلایا۔نمبر۲۔ھو مبتدأ محذوف کی خبر ہے ای ھو تنزیل ۔

۸۱ : اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ (کیا تم اس کلام کو) الحدیث سے قرآن مجید مراد ہے۔اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ (سرسری بات سمجھتے ہو) سستی برتنے والے ہو۔جیسا کہ کوئی کسی بات میں مداہنت کرے، نرم پہلو اختیار کرے اور سستی کرتے ہوئے اس میں پختگی ظاہر نہ کرے۔

۸۲ : وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ (کہ اس کی تکذیب کو تم نے اپنا رزق بنا لیا ہے) یعنی تم نے اپنے رزق کے شکر کو تکذیب بنالیا ہے یعنی شکر کی بجائے تم تکذیب اختیار کرنے والے ہو۔

قراءت علیؓ میں ہے اور بقول صاحب کشاف یہ قراءت رسول اللہ ﷺ بھی ہے۔وتجعلون شکرکم انکم تکذبون (تم نے اپنے شکریہ کو اس طرح بنالیا کہ تم تکذیب کرتے ہو) تم نے نعمت قرآن پر شکریہ کو اس طرح بنالیا کہ تم قرآن کی تکذیب کرتے ہو۔ایک قول یہ ہے یہ ستاروں کے بارے میں نازل ہوئی جن سے عرب میں بارش حاصل کرنے کا رواج تھا۔اور اسی طرح رزق بھی۔اب معنی یہ ہے تم نے بنالیا اس چیز پر شکریہ کو جو اللہ تعالیٰ تم کو بارش کی صورت میں دیتے ہیں کہ اس بارش کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے کا انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے۔

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ

سو جس وقت روح حلق تک آ پہنچتی ہے اور تم اس وقت تکتے رہتے ہو اور ہم تم سے بھی زیادہ اس کے نزدیک ہوتے ہیں

وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾

لیکن تم سمجھتے نہیں ہو سو اگر تمہارا حساب و کتاب ہونے والا نہیں تو تم اس روح کو کیوں نہیں لوٹا لیتے اگر تم سچے ہو۔

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ

پھر جو شخص مقربین میں سے ہو گا اس کے لئے راحت ہے اور غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے اور جو شخص داہنے

مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ

والوں میں سے ہوگا تو اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لئے سلامتی ہے تو داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے اور جو شخص جھٹلانے والوں گمراہوں

الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾

میں سے ہوگا سو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی ضیافت ہوگی اور وہ دوزخ میں داخل ہوگا بے شک یہ تحقیقی یقینی بات ہے۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾

سو اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔

۸۳ : فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ (پس جس وقت روح حلق تک آ پہنچتی ہے) جب روح موت کے وقت حلقوم تک پہنچ جاتی ہے۔ حلقوم کھانے، پینے کی گزرگاہ۔

۸۴ : وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ (اور تم اس وقت دیکھا کرتے ہو) یہ خطاب ہر اس شخص کو ہے جو میت کے پاس اسوقت موجود ہو۔

۸۵ : وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ (ہم اس وقت اس مرنے والے آدمی سے تمہاری نسبت زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم سمجھتے نہیں)۔ الیہ کی ہ ضمیر سے مراد قریب المرگ شخص۔ لا تبصرون نہ سمجھتے ہو اور نہ جانتے ہو۔

۸۶ : فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ (تو فی الواقع) اگر تمہارا حساب و کتاب ہونے والا نہیں ہے) مدینین مطیع وغلام۔ یہ دان السلطان الرعیة سے لیا گیا جبکہ وہ ان کے معاملات کو چلائے مطیع بنائے۔

تم ہر چیز کے انکار پر اترتے ہو

۸۷ : تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (تو پھر اس روح کو بدن کی طرف نہیں لوٹاتے ہو۔ اگر تم سچے ہو) ترجعونَ روح کو لوٹاؤ جسم میں حلق تک پہنچ جانے کے بعد اگر بقول تمہارے تم مغلوب وغلام نہیں ہو۔ لولآ ان دونوں آیات میں لولا تحضیض کیلئے ہے اور ایک فعل کا طالب ہے اور ترجعونها اس کو دو مرتبہ لانے کی بجائے ایک بار پر اکتفاء کرلیا۔ پس آیت کی ترتیب معنوی اس طرح ہوگی۔ فلولا ترجعونها اذا بلغت الحلقوم ان كنتم غير مدينين۔ دوسرا لولا تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ ونحن اقرب اليه منكم اور ہم تمہاری نسبت اس کے قریب تر ہیں۔ اے میت کے گھر والو! ہم اپنی قدرت وعلم سے قریب ہیں یا ملائکۃ الموت کے ذریعہ قریب ہیں۔ مطلب یہ ہے اے لوگو! تم تو ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی آیات قدرت کا انکار کرنے پر اترے ہوئے ہو۔ اگر وہ معجز کتاب اتارتا ہے تو اس کو سحر وافتراء کہہ کر مسترد کردیتے ہو اور اگر وہ اپنا رسول بھیجتا ہے جو صادق الامین ہے تو تم اس کو ساحر، کذاب کہہ کر مسترد کردیتے ہو۔ اگر وہ تمہاری آبادی کیلئے بارش نازل کرتا ہے تو اس کی نسبت تم ستاروں کی طرف کرتے ہو۔ (یہ ان کے مذہب کے مطابق ہے جو اہمال وتعطیل تک پہنچنے والے ہیں) پھر تمہیں کیا ہوا کہ روح کے حلق تک پہنچنے کے بعد تم دوبارہ اس کو بدن کی طرف واپس نہیں کرتے۔ اگر کوئی وہاں قبضہ قدرت والا نہیں اور تم تعطیل کے قول میں سچے ہو اور ہمیشہ زندہ رہنے والی ذات اور ممیت ومبدئ اور المعید کے قائل نہیں ہو۔

۸۸ : فَاَمَّآ اِنْ كَانَ (پھر جو شخص ہوگا) متوفی مرنے والا مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (مقرب لوگوں میں سے) ان تینوں اقسام میں سے ہوا جو سبقت کرنے والے ہیں اور جن کا ذکر ابتدائے سورت میں ہوا۔

۸۹ : فَرَوْحٌ (تو اس کے لئے راحت ہے) وَّ رَيْحَانٌ (اور رزق) غذائیں ہیں وَّ جَنَّتُ نَعِيْمٍ (اور آرام کی جنت ہے)

۹۰ : وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ (اور جو شخص دائیں طرف والوں میں سے ہوگا)

۹۱ : فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ (تو اس کو کہا جائے گا) تیرے لئے امن وامان ہے کہ تو دائیں طرف والوں میں سے ہے) پس تیرے لئے اے صاحب الیمین۔ دوسرے اصحاب یمین کی طرف سے سلام ہو۔ یعنی وہ تمہیں سلام کہتے ہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: الا قيلا سلامًا سلامًا [الواقعہ : ۲۶]

۹۲ : وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ (اور جو شخص تکذیب کرنے والے گمراہوں میں سے ہوگا) یہ تیسری قسم ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اسی سورت میں فرمادیا۔ ثم انكم ايها الضالون المكذبون [الواقعہ]

۹۳ : فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ (تو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی دعوت ہوگی)

۹۴ : وَّ تَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ (اور دوزخ میں اس کا داخلہ ہوگا) تصلیۃ: داخلہ۔

اہم مسئلہ:

ان آیات میں اشارہ فرمایا کہ تمام کفر ایک ملت ہے اور گناہ گار لوگ یہ اصحاب یمین میں سے ہیں کیونکہ وہ تکذیب کرنے والے نہیں ہیں۔

۹۵ : اِنَّ هٰذَا (بیشک یہ جو کچھ اس سورت میں مذکور ہوا) لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ (تحقیق یقینی بات ہے) یعنی ایسا حق ہے جو قطعی طور پر ثابت ہونے والا ہے۔

۹۶ : فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ (پس آپ اپنے عظیم الشان رب کی تسبیح کیجئے)

فضائل:

روایت میں ہے کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ جبکہ وہ مرض وفات میں تھے۔ تو انہیں پوچھا کیا تکلیف ہے؟ انہوں نے کہا میرے گناہ ہیں۔ نمبر۲۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟ ہم اس کو عطاء کرنے کا حکم کر دیتے ہیں؟ عبداللہ نے جواب دیا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ نمبر۳۔ اپنی بیٹیوں کو دے دینا۔ عبداللہ کہنے لگے ان کو بھی اس کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ میں نے ان کو سورۂ واقعہ پڑھنے کا کہہ رکھا ہے۔ اس لئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ جس نے سورۂ واقعہ ہر رات پڑھ لی۔ اس کو کبھی فاقہ نہ آئے گا۔ (مسند ابو یعلی ورواہ ابن الضریس فی فضائل القرآن [۲۲۶] البیهقی بسند ضعیفٍ فی شعب الایمان۔

عجیب نکتہ:

ان تین سورتوں، القمر، الرحمان، الواقعہ میں لفظ اللہ وارد نہیں ہوا۔ بلکہ صفاتی اسمائے مبارکہ آئے ہیں۔

الحمد للہ اذانِ عصر کے وقت جمعرات ۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۲۴ھ ترجمہ سورۃ الواقعہ مکمل ہوا۔

سُوْرَۃُ الْحَدِیْدِ مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰیَۃً وَّاَرْبَعُ رُکُوْعَاتٍ

سورۃ الحدید مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں انتیس آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ① لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں وہ سب جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے اسی کے لیے سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی

یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ② ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ

وہی حیات دیتا ہے اور موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے وہی اول ہے وہی آخر ہے اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے

وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ③ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ

اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے اس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا

ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْھَا وَمَا یَنْزِلُ

پھر عرش پر مستوی ہوا وہ جانتا ہے اس چیز کو جو زمین کے اندر داخل ہوتی ہے اور جو اس میں سے نکلتی ہے اور جو آسمانوں سے

مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْھَا وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ④

اترتی ہے اور جو اس میں چڑھتی ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں بھی ہو اور وہ تمہارے سب اعمال کو دیکھتا ہے

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور وہی زبردست اور حکمت والا ہے)

کلمہ کی جہالت اربعہ:

۱ : سَبَّحَ لِلّٰہِ اس سورت اور سورۂ حشر وصف میں سبح للہ سے شروع کیا جو لفظ ماضی ہے اور بعض سورتوں مثلاً جمعہ، تغابن میں مضارع کے لفظ اور سورۂ بنی اسرائیل میں لفظ مصدر سے اور سورۂ اعلیٰ میں لفظ امر سے ذکر فرمایا گیا۔ اس کلمہ کی چار جہات ہوئیں۔ نمبر۱۔ مصدر نمبر۲۔ ماضی۔ نمبر۳۔ مضارع۔ نمبر۴۔ امر۔ سبح فعل کبھی لام کے ساتھ متعدی ہوتا ہے اور بعض اوقات متعدی بنفسہٖ ہوتا ہے جیسا اس قول و تسبحوہ اور اس کی اصل متعدی بنفسہٖ ہے کیونکہ سَبَّحْتُہٗ کا معنی میں نے اس کو برائی سے دور کیا۔ یہ سَبَّحَ

سے منقول ہو کر آیا ہے جس کا معنی جانا اور دور ہونا ہے۔ پس اس میں لام یا تو نصحته و نصحت له کی طرح ہے یا پھر سبح لله سے مراد اللہ تعالیٰ کیلئے اس نے تسبیح کی اور خالص اس کی ذات کیلئے کی۔ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہے) ما سے ہر وہ مخلوق مراد ہے جس سے تسبیح کا صدور ہو سکتا ہو۔ تسبیح اس سے درست ہو۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ (اور وہ زبردست ہے) اس مکلف سے انتقام لینے والا ہے) جس نے عناداً اس کی تسبیح نہیں کی۔ الْحَكِيْمُ (اس کو بدلہ دینے میں حکمت والا ہے) جس نے مطیع بنکر اس کی اطاعت کی۔

۲ : لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے) نہ کہ کسی اور کی يُحْيِ (وہ زندہ کرتا ہے)

نحو : یحیٰ مقام رفع میں واقع ہے ای هو يحيي الموتىٰ وہ مردوں کو زندہ کریگا۔ وَيُمِيْتُ (اور وہ موت دیتا ہے) زندوں کو نمبر ۲۔ یہ موضع نصب میں واقع ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے : له ملك السمٰوٰت والارض محييًا و مميتًا اس کیلئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اس حالت میں کہ وہ زندگی اور موت دینے والا ہے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور وہ ہر چیز پر قادر ہے)

۳ : هُوَ الْاَوَّلُ (وہی پہلے ہے) وہ قدیم ذات ہے جو ہر شئی سے پہلے تھی۔ وَالْاٰخِرُ (اور وہی پیچھے) جو کہ ہر شئی کے ہلاک ہونے کے بعد باقی رہنے والی ہے۔ وَ الظَّاهِرُ (وہی ظاہر ہے) ان دلائل سے جو اس کی ذات پر دلالت کرنے والی ہیں۔ وَالْبَاطِنُ (وہی باطن ہے) کیونکہ وہ مدرک بالحواس نہیں اگرچہ وہ مرئی ہے۔

واؤ کا فائدہ:

پہلی واؤ کا معنی یہ ہے کہ وہ اولیت و آخریت ہر دو صفات کے جامع ہیں اور تیسری واؤ اس لئے کہ وہ ظہور و خفاء کو جامع ہے رہی درمیانی واؤ وہ ظاہر کرتی ہے کہ اس کی ذات پہلی دونوں صفات اور پچھلی دونوں صفات کی جامع ہے۔ اس کا وجود ماضی و مستقبل تمام اوقات میں دائمی ہے۔ وہ تمام اوقات میں ظاہر و باطن ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ الظاہر کا معنی ہر چیز پر بلند اور اس پر غالب۔ یہ ظهر عليه سے ماخوذ ہے جبکہ وہ اس چیز پر بلند و غالب ہو جائے اور الباطن جو ہر چیز کے اندرون کو جانتا ہے۔ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے)

۴ : هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ (وہی تو ہے جس نے آسمان کو زمین کو چھ روز کی مقدار میں پیدا کیا) قول حسنؒ ہے کہ ایام دنیا کی مقدار اگر وہ پلک جھپک میں بنانا چاہیں تو وہ بنا سکتے ہیں۔ لیکن چھ دن کو ایک بنیاد بنانا تھا تا کہ اس پر مدار زمانہ ہو۔ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ (پھر وہ تخت پر قائم ہوا۔ وہ جانتا ہے جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے) جو زمین میں بیج، پانی کے قطرات، خزانے، مردے وغیرہ داخل ہوتے ہیں۔ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا (اور جو چیز زمین سے برآمد ہوتی ہے) نباتات وغیرہ وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ (اور جو آسمان سے اترتی ہے) یعنی ملائکہ اور بارشیں۔ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا (اور جو چیز اس میں چڑھتی ہے) یعنی اعمال اور دعائیں وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ (اور وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے تم جہاں کہیں ہو) اپنے علم و قدرت عامہ اور اپنے فضل و رحمت خاصہ کے ساتھ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (اور وہ تمہارے سب اعمال کو دیکھتا ہے)

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۵ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي

اسی کی سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی ' اور اللہ ہی کی طرف سب امور لوٹ جائیں گے ' وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو

النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ؕ وَهُوَ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۶ اٰمِنُوْا

رات میں داخل کرتا ہے ' اور وہ سینوں کی باتوں کو جانتا ہے۔ تم لوگ

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ

اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ ' اور جس مال میں تم کو اس نے دوسروں کا قائم مقام بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو ' سو جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئیں

وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۷ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا

اور خرچ کریں ان کو بڑا ثواب ہوگا ' اور تمہارے لئے اس کا کیا سبب ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسول تم کو اسی طرف بلا رہے ہیں کہ تم اپنے

بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۸ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ

رب پر ایمان لاؤ اور اللہ نے تم سے عہد لیا تھا ' اگر تم کو ایمان لانا ہو ' وہ ایسا ہے کہ اپنے بندہ پر صاف صاف

اٰيٰتٍ ۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۹

آیتیں بھیجتا ہے تاکہ وہ تم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لائے اور بیشک اللہ تعالیٰ تم پر بڑا شفیق ہے مہربان ہے '

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِيْ

اور تمہارے لئے اس کا کیا سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ سب آسمانوں کی اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لئے ہے جو لوگ فتح مکہ سے

مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا

پہلے خرچ کر چکے اور لڑ چکے وہ برابر نہیں ہیں وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں

مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۱۰

خرچ کیا ' اور قتال کیا اور اللہ تعالیٰ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے ' اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے '

ع ۱۷

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝۱۱

کوئی شخص ہے جو اللہ کو قرض حسن دے ' پھر اللہ اس کو اس کے لئے بڑھائے اور اس کے لئے اجر پسندیدہ ہے۔

۵ : لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (آسمان وزمین کی سلطنت اسی کی ہے اور اللہ ہی کی طرف سب امور لوٹ جائیں گے)

۶ : یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَیُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَهُوَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے۔ اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے وہی دلوں کی پوشیدہ باتوں کو بخوبی جانتے ہیں) یولج کا معنی رات کو دن میں داخل کرتا ہے کہ رات میں سے کچھ حصہ کم ہو جائے اور دن میں رات کو داخل کر کے اس کو طویل کر دیتا ہے۔

۷ : اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا (تم لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور خرچ کرو اس مال سے) یہ انفاق زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کا احتمال رکھتا ہے۔

قائم مقام بنایا:

مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِ (جس مال میں اللہ تعالیٰ نے تم کو قائم مقام بنایا) یعنی تمہارے ہاتھوں میں جو اموال ہیں۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ کے اموال ہیں۔ اسی نے یہ بنائے اور پیدا کیے ہیں۔ تم کو نفع اٹھانے کیلئے مالک بنایا ہے اور ان کے تصرفات میں تم کو اس نے اپنا نائب بنایا ہے۔ حقیقت میں یہ تمہارے اموال ہیں ہی نہیں۔ اور تم ان میں صرف وکیل اور نائب ہو اس لئے ان اموال میں سے حقوق اللہ میں صرف کرو اور اس میں سے خرچ تمہیں اسی قدر آسان ہونا چاہئے جتنا آدمی پر غیر کا مال خرچ کرنا آسان ہوتا ہے جبکہ وہ غیر اس کو خرچ کی اجازت دے دے۔ نمبر۲۔ جعلکم مستخلفین اس نے تمہیں ان کا خلیفہ اور نائب بنا دیا جو تم میں سے پہلے گزرے۔ تم ان کے وارث بن گئے اسی طرح یہ مال تم سے بھی منتقل ہو کر بعد والوں کو پہنچ جائے گا پس ان کے حالات سے عبرت حاصل کر کے اس میں بخل نہ کرو۔ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (پس وہ لوگ جو ایمان لائیں) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ پر مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِیْرٌ (تم میں سے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں ان کو بڑا ثواب ہوگا)

تم کیوں ایمان نہیں لاتے:

۸ : وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (اور تمہارے لئے کیا سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے) یہ مالکم میں جو معنی فعل ہے اس سے حال ہے جیسا تم کہو: مالك قائما؟ معنی یہ تم کھڑے کیا کرتے ہو؟ مطلب یہ ہوا تم کیوں کر اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہو حالانکہ وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ (رسول اللہ (ﷺ) تم کو بلا رہے ہیں) واؤ حالیہ ہے۔ یہ دونوں حال متداخل ہیں۔ مطلب یہ ہے ایمان کو چھوڑنے میں تمہارے پاس کیا عذر ہے جبکہ رسول ﷺ تم کو بلا رہے ہیں۔ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِیْثَاقَكُمْ (کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ اور خود اللہ تعالیٰ نے تم سے پکا عہد لیا تھا) اور اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تم سے پکا وعدہ لیا اپنے اس قول سے الست بربکم [الاعراف: ۱۷۲] نمبر۲۔ یا اس سبب سے کہ اس نے تمہیں عقول عنایت فرمائیں اور دلائل پر غور وفکر کی قوت عنایت فرمائی۔ پس جب تمہارے پاس عقلوں کی راہنمائی اور رسول ﷺ کی تنبیہ آچکی تو تم کیوں ایمان قبول نہیں کرتے ہو۔ اِنْ كُنْتُمْ

مُّؤْمِنِيْنَ (اگر تم کو ایمان لانا ہو) کسی موجب کے سبب سے تو یہ موجب موجود ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی موجب ایمان نہیں ہوسکتا۔

قراءت: ابوعمرو نے اُخِذَ میثاقکم پڑھا ہے۔

۹ : هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖ (وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ وہ اپنے بندے پر کھلی ہوئی آیتیں اتارتا ہے) عبدہٖ سے محمد ﷺ مراد ہیں۔ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ یعنی قرآن مجید) لِّيُخْرِجَكُمْ (تاکہ وہ تم کو نکالے) اللہ تعالیٰ یا محمد ﷺ اپنی دعوت کے ذریعہ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (تاریکیوں سے روشنی کی طرف) یعنی ظلمات کفر سے نور ایمان کی جانب وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑا شفیق اور مہربان ہے) انتہائی رأفت اور رحمت والے ہیں۔

قراءت: لرءُوف کو مد و ہمزہ کے ساتھ حجازی، شامی اور حفص نے پڑھا ہے۔

۱۰ : وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا (اور تمہارے لئے اس کا کیا سبب ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے) الا سے قبل فی محذوف ہے کہ اس بارے میں ای فی الا تنفقوا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (حالانکہ سب آسمان اور زمین اخیر میں اللہ تعالیٰ ہی کا رہ جائے گا) وہ ان میں ہر چیز کا اخیر میں مالک ہے کسی کے پاس کوئی مال وغیرہ بھی باقی نہ رہے گا۔

انفاق کی ترغیب کا بلیغ پیرایہ:

مطلب یہ ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ کے چھوڑنے کی تمہیں کیا غرض ہے اور اسی طرح اس کے رسول کے ساتھ ترکِ جہاد کی کیا غرض ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کرنے والے پھر تمہارے اموال کے وہی وارث ہونگے یہ انفاق فی سبیل اللہ پر ابھارنے کا بلیغ ترین انداز ہے۔ پھر دونوں خرچ کرنے والوں میں فرق بیان فرمایا، فرمایا لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ (جو لوگ فتح مکہ سے پہلے راہِ خدا میں خرچ کر چکے اور لڑ چکے برابر نہیں) یعنی فتح مکہ سے اسلام کو عزت و قوت ملی اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوگئے اور وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا (دونوں برابر نہیں) من بعد الفتح کو حذف کردیا کیونکہ من الذین انفقوا من بعد اس پر دلالت کررہا ہے۔ اُولٰٓئِكَ (وہ لوگ جنہوں نے فتح سے قبل خرچ کیا) وہ السابقون الاولون من المهاجرين والانصار [التوبہ:۱۰۰] ہیں۔ انہی کے بارے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ لو انفق احدکم مثل احد ذهبًا ما بلغ مداحدهم ولا نصيفه [رواہ البخاری :۳۶۷۳ و مسلم :۲۵۴۰] اگر تم میں سے کوئی احد کے برابر سونا خرچ کرڈالے تو وہ ان میں سے کسی ایک کے مد تو کجا نصف مد تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔

اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بہت بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور لڑے اور اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ سب سے کیا ہے) كُلًّا سے مراد فریقین میں سے ہر ایک۔ الحسنٰی عمدہ ثواب اور وہ جنت ہے تفاوت و فرقِ مراتب کے ساتھ ساتھ۔

نحو: كُلًّا یہ وعد کا مفعول اول ہے الحسنٰی مفعول ثانی ہے۔

قراءت: شامی نے کلٌ پڑھا۔ای کل وعدہ اللّٰہ الحسنٰی۔ ہر وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ عمدہ ہے۔

ایک قول :

یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری کیونکہ وہ سب سے پہلے اسلام لائے اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا۔اس آیت میں ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت سب سے بڑھنے کی دلیل ہے۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے) پس وہ تمہارے اعمال کی مقدار کے مطابق بدلہ دیں گے۔

۱۱ : مَنْ ذَاالَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض کے طور پر دے) حسنًا سے مراد بطیب خاطر یقرض سے مراد انفاق فی سبیل اللہ بطور استعارہ اس کو قرض سے تعبیر فرمایا تا کہ جزاء کے لازم ہونے پر دلالت کرے۔فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ (پھر اللہ تعالیٰ اس کو اس شخص کیلئے بڑھاتا چلا جاتا ہے) یعنی اس کے انفاق پر وہ اپنے فضل سے کئی گنا بڑھا کر بدلہ دیتے ہیں۔وَلَهٗ اَجْرٌ كَرِيْمٌ (اور اس کے لئے اجر پسندیدہ ہے) وہ اجر جو کئی گنا بڑھا کر اس کو دیا گیا وہ ذاتی لحاظ سے پسندیدہ شاندار رزق ہے۔

قراءت: مکی نے فیضعّفهٗ پڑھا۔شامی نے فَيُضَعِّفَهٗ عاصم نے فَيُضَعِّفَهٗ عاصم نے فَيُضَاعفهٗ اور سہل نے فَيُضَاعِفُهٗ پڑھا ہے۔جبکہ باقی قراء نے فَيُضَاعِفَهٗ پڑھا ہے۔اس میں نصب تو جواب استفہام میں آیا اور رفع هو مبتدأ محذوف فهو يضاعفه کی بناء پر۔یا یقرض پر عطف کی وجہ سے۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ

جس دن آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی داہنی طرف دوڑتا ہوگا' آج تم کو

الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ

بشارت ہے ایسے باغوں کی جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے' یہ بڑی کامیابی ہے' جس روز

يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ

منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کرلو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں' ان کو جواب دیا جائے گا

ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۗ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۗ بَاطِنُهٗ فِيْهِ

کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر روشنی تلاش کرو' . پھر ان کے درمیان ایک دیوار قائم کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا' اس کے اندرونی جانب میں

الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿۱۳﴾ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۗ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ

رحمت ہوگی اور بیرونی جانب عذاب ہوگا وہ ان کو پکاریں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے کہ تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے کو

فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ

گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور تم منتظر رہا کرتے تھے' اور تم شک کیا کرتے تھے' اور تم کو تمہاری تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا' یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ پہنچا

غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ مَاْوٰىكُمُ

اور تم کو دھوکہ دینے والے نے اللہ سے ساتھ دھوکہ میں ڈال رکھا تھا' غرض آج نہ تم سے کوئی معاوضہ لیا جاوے گا اور نہ کافروں سے' تم سب کا ٹھکانہ

النَّارُ ۗ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۗ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

دوزخ ہے' وہی تمہاری رفیق ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

۱۲ : يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (جس دن آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو دیکھیں گے) نمبرا۔ یوم یہ وله اجر کریم کا ظرف ہے نمبر۲۔ اذکر مضمر کا ظرف ہے اس دن کی عظمت کو ظاہر کرنے کیلئے فعل محذوف ہے۔ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ (اس دن ان کا نور چلے گا یہ نور توحید صبر و طاعات کا ہوگا)

دو طرفوں کا ذکر:

بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ (ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف دوڑتا ہوگا) یہاں سامنے اور دائیں جانب کا ذکر کیا

کیونکہ سعادت مندوں کو صحائف اعمال انہی دوطرفوں سے دیئے جائیں گے۔ جیسا کہ بدبختوں کو ان کے صحائف بائیں طرف اور پیٹھ پیچھے سے دیئے جائیں گے۔ اس دن اللہ تعالیٰ مؤمنوں کیلئے بطور شعار کے ہر دو جانب نور پھیلا دیں گے۔ کیونکہ یہی لوگ ہیں جو اپنی حسنات کے سبب سعادت مند ہوئے اور اپنے روشن صحائف سے کامران بنے۔ جب ان کو جنت کی طرف لے جایا جائیگا۔ تو پل صراط پر دوڑتے ہوئے گزریں گے اور ان کی یہ دوڑان کے نور کی تیزی کے حساب سے ہوگی ان کو ملائکہ کہیں گے۔ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ (آج تم کو بشارت ہے ایسے باغوں کی) جنات سے قبل دخول مضاف محذوف ہے ای دخول جنات۔ کیونکہ بشارت احداث وواقعات پر واقع ہوتی ہے۔ اجسام پر نہیں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن کے اندر وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے)

منافقین کا پل صراط پر حال:

۱۳: يَوْمَ يَقُوْلُ نحو: یہ یوم تریٰ سے بدل ہے۔

الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا (جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گی۔ کہ ذرا ہمارا انتظار کرو) انظروا، انتظار کے معنی میں ہے کیونکہ ایمان والوں کو کوندنے والی بجلیوں کی طرح جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔

قراءت: انظرونا حمزہ نے پڑھا اور اس کو النَّظِرۃ بمعنی مہلت دینا سے لیا گیا ہے۔ آیت میں چلنے میں رفتار کے کم کرنے کو تا کہ وہ مل سکیں انتظار قرار دیا گیا۔

نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ (تا کہ ہم روشنی حاصل کرلیں) ہم اس میں سے پالیں۔ اور وہ اسی طرح ہے کہ وہ ان کے ساتھ آملیں پس اس سے روشنی ہو جائے۔ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا (جواب دیا جائیگا۔ کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر وہاں سے روشنی تلاش کرو) اس میں ان کو دھتکار دیا جائیگا۔ اور شرمسار کرنے کیلئے ان کو فرشتے کہیں گے یا مؤمن کہیں گے ارجعوا تم موقف حساب کی طرف لوٹ جاؤ جہاں سے ہمیں یہ روشنی ملی ہے۔ پس وہاں روشنی تلاش کرو۔ بس اس جگہ سے اس کا شعلہ حاصل ہوگا۔ نمبر۲۔ دنیا کی طرف لوٹ جاؤ۔ اس کا سبب اصلی ایمان حاصل کر کے پھر وہاں سے روشنی کو تلاش کرو۔

فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ (پھر ان دونوں فریقوں کے درمیان ایک دیوار قائم کر دی جائیگی) بینھم سے مؤمنین اور منافقین مراد ہیں۔ بِسُوْرٍ (ایک دیوار) جو اہل جنت اور اہل جہنم کے مابین حائل ہوگی ایک قول کہ وہ اعراف ہے۔ لَّهٗ (اس دیوار کیلئے) بَابٌ (دروازہ ہوگا) اہل جنت کیلئے جس میں سے وہ جنت میں داخل ہونگے۔ بَاطِنُهٗ (اس کی اندرونی جانب) دیوار کی اندرون یا دروازے کی اندرون یہ وہ جانب ہوگی جو جنت کے قریب ہوگی۔ فِيْهِ الرَّحْمَةُ (اس میں رحمت ہوگی) نمبر۱۔ نور نمبر۲۔ جنت۔ وَظَاهِرُهٗ (اور اس کا بیرون) جو بیرون اہل نار کی جانب ہے۔ مِنْ قِبَلِهِ (اس کی طرف اور اس کے پاس) الْعَذَابُ (عذاب ہے) اندھیرا یا آگ ہے۔

۱۴: يُنَادُوْنَهُمْ (یہ منافق ان مؤمنوں کو پکاریں گے) اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ (کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے) مراد اس سے ان کی وہ

ظاہری مرافقت ہے جو دنیا میں وہ رکھے ہوئے تھے۔ قَالُوْا (وہ مؤمن کہیں گے)۔ بَلٰی وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ (کہ ہاں تھے تو صحیح لیکن تم نے اپنے کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا) تم نے اپنے کو نفاق کی مشقت میں ڈال کر اپنے نفسوں کو ہلاک کر ڈالا۔ وَتَرَبَّصْتُمْ (اور تم منتظر رہا کرتے تھے) ایمان والوں کے متعلق کہ ان پر کب حوادث پڑتے ہیں۔ وَارْتَبْتُمْ (اور تم نے شک کیا) اور توحید میں تم نے شک کیا۔ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِیُّ (اور تم کو تمہاری تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا) طویل امید اور درازیٔ عمر کی طمع۔ حَتّٰی جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آن پہنچا) یعنی موت آ گئی۔ وَ غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (اور تم کو دھوکہ دینے والے نے دھوکا میں ڈال رکھا تھا) شیطان نے یہ دھوکا دیا کہ اللہ تعالیٰ تو معاف کرنے والے مہربان ہیں وہ تم کو عذاب نہ دیں گے۔ یا یہ کہ بعث وحساب کا وجود نہیں۔

۱۵ : فَالْیَوْمَ لَا یُؤْخَذُ مِنْكُمْ (آج نہ تم سے لیا جائے گا) اے منافقو!

قراءت: شامی نے توخذ تاء سے پڑھا ہے۔

فِدْیَةٌ (کوئی معاوضہ) جس سے فدیہ دیا جا سکے وَّ لَا مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مَاْوٰكُمُ النَّارُ هِیَ مَوْلٰكُمْ (اور نہ کافروں سے تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے وہی تمہارا رفیق ہے) ماوای : ٹھکانہ، مولیٰ بمعنی وہ تمہارے لئے زیادہ مناسب ہے۔ مولا کم ای محرا کم وہ مکان تمہارے مناسب ہے جیسا کہتے ہیں۔ ھو مئنة للکرم۔ ای مکان جبکہ کوئی کہے انه لکریمٌ وہ مکان مہربانی ہے۔ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ (اور وہ برا ٹھکانہ ہے) یعنی آگ۔

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا

کیا ایمان والوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے اور جو دین حق نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جائیں اور ان لوگوں کی طرح

كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ

نہ ہو جائیں جنہیں اس سے پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر زمانہ دراز گزر گیا سو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے

فٰسِقُوْنَ ⑯ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ⑰

فاسق تھے۔ جان لو کہ بے شک اللہ زندہ فرماتا ہے زمین کو اس کی موت کے بعد بیشک ہم نے تمہارے لئے آیات بیان کیں تاکہ تم سمجھو۔

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ⑱

بلاشبہ صدقہ کرنیوالے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کو قرض حسن دیا ان کے لئے اس کو بڑھا دیا جائے گا ان کے لئے اجر کریم ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ڰ وَالشُّهَدَاۗءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ

اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یہ وہ لوگ ہیں جو بڑی سچائی والے ہیں اور جو شہداء ہیں اپنے رب کے پاس ہیں ان کے لئے

اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ⑲

ان کا اجر اور ان کا نور ہوگا اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ والے ہیں۔

۱۶ : اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ (کیا ایمان والوں کیلئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی نصیحت اور اس دین حق کے سامنے جھک جائیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے) یان یہ انی الامر یانی سے لیا گیا ہے، جبکہ اس کا وقت آ جائے۔

ایک قول :

مکہ میں قحط تھا۔ جب ہجرت کی تو رزق و نعمت میسر آ گیا۔ جس بات پر پہلے عمل پیرا تھے اس سے ڈھیلے پڑ گئے۔ تو یہ آیت اتری۔ روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ: ہمارے اسلام اور ہمارے اس آیت سے عقاب کے درمیان چار سال کا فاصلہ ہے۔ قول ابوبکرؓ: یہ آیت آپ کے سامنے پڑھی گئی جبکہ آپ کے سامنے اہل یمامہ کی ایک جماعت تھی وہ سنکر بہت روئے۔ پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ کر فرمایا ہم اسی طرح تھے یہاں تک کہ دل سخت ہو گئے۔

قراءت: نَزَلَ کو نافع وحفص نے تخفیف کے ساتھ پڑھا۔ باقی قراء نے نَزَّلَ پڑھا ہے۔ اور مآ الذی کے معنی میں ہے۔ الذکر

اور ما نزل من الحق سے قرآن مجید مراد ہے۔ کیونکہ قرآن ہر دو کا جامع ہے۔ ذکر نصیحت ہے اور یہ وہ حق ہے جو آسمان سے اترا ہے۔

وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ (اوران لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کوان سے پہلے کتاب دی گئی تھی)

قراءت: لا یکونوا یا کے ساتھ تخشع پر عطف کرتے ہوئے اور تاء کے ساتھ لاتکونوا پر یہ رویس کی قراءت ہے بصورت التفات اور یہ بھی درست ہے کہ ان کو اہل کتاب کے قسوۂ قلوب میں مشابہت میں ممانعت مقصود ہو اس کے بعد کہ ان کو توبیخ کی گئی۔ اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ بنی اسرائیل کا حال یہ تھا کہ حق ان کے اور ان کی خواہشات کے مابین گھومتا پھرتا تھا۔ جب انہوں نے تورات وانجیل کو سنا تو ان کے دلوں میں خشوع ورقت پیدا ہوئی۔ جب عرصہ دراز ہو گیا تو ظلم وسخت دلی ان پر غالب ہوگئی۔ اس وقت انہوں نے باہمی اختلاف کیا اور تحریف کو ایجاد کیا تاکہ خواہشات پوری ہوں۔ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ (پھر ان پر زمانہ دراز گزر گیا) امد مدت مقررہ یا زمانہ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ (پھر ان کے دل خوب ہی سخت ہو گئے) اس کا سبب اتباع شہوت تھا۔ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ (اور ان میں سے بہت لوگ کافر ہیں۔) فاسق اپنے دین سے نکلنے والے۔ دونوں کتابوں میں جو کچھ تھا اس کا انکار کر دیا۔ مطلب یہ ہوا کہ مؤمنوں کی تعداد ان میں بہت تھوڑی تھی۔

۱۷ : اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے خشک ہو جانے کے بعد زندہ کر دیتا ہے) قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (ہم نے تم سے اس کے نظائر بیان کر دیے تاکہ تم سمجھو) **ایک قول** یہ ہے دلوں میں ذکر کے اثر کو بطور تمثیل بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہ ذکر دلوں کو اسی طرح زندہ کر دیتے ہیں جیسا بادل زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔

۱۸ : اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ (بلاشبہ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں۔)

قراءت: مصدّقات دال کی صرف تشدید سے مکی اور ابو عمرو نے پڑھا ہے۔ یہ مصدقین اسم فاعل کا صیغہ ہے باب صدق اس سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے اللہ اور رسول کی تصدیق کی یعنی مؤمن۔ باقی قراء نے مُصّدّقین دونوں کی تشدید سے پڑھا ہے۔ اور یہ اسم فاعل تصدق سے ہے۔ پھر تاء کو صاد میں ادغام کر دیا اور اس کو اصل پر بھی پڑھا گیا ہے۔ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (اور وہ خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو قرض دیتے رہے ہیں) اس کا عطف مصدقین میں معنی فعل پر ہے۔ کیونکہ المصدقین کی لام الذین کے معنی میں ہے۔ اور اسم فاعل، فعل کے معنی میں ہے اور وہ فعل اصدّقوا ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ ان الذین اصدقوا و اقرضوا۔ قرض حسن (۱) عمدہ شئی (۲) خوشدلی سے خرچ کرے (۳) اور نیت بھی درست ہو اور (۴) خرچ بھی مستحق پر کی جائے۔

يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ (وہ صدقہ ان کے لئے بڑھا دیا جائے گا اور ان کے لئے پسندیدہ اجر ہوگا)

قراءت: مکی وشامی نے یُضَعّفُ پڑھا ہے۔ اجر کریم سے مراد جنت ہے۔

۱۹ : وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ ایسے ہی)

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَیْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ

تم خوب جان لو کہ دنیوی زندگی محض لہو ولعب اور زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال اور اولاد میں ایک کا دوسرے سے اپنے کو زیادہ

وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ

بتانا ہے جیسے بارش ہے کہ اس کی پیداوار کاشتکاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے سوائے مخاطب اس کو تو زرد ہونے کی حالت میں دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا

حُطَامًا ؕ وَفِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ

ہو جاتی ہے اور آخرت میں عذاب شدید ہے اور اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضا مندی ہے اور دنیاوی زندگی محض دھوکہ کا

اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۲۰﴾ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ

سامان ہے تم اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو اور ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کی

وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ

وسعت کے برابر ہے وہ ان لوگوں کے واسطے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے اپنا فضل جس کو چاہے عنایت فرمائے

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۱﴾

اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ (لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں) مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والے اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیقین وشہداء کے مرتبہ میں ہیں۔ الصدیقون یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تصدیق میں سبقت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گئے۔ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ (ان کے لئے خاص اجر ہے۔ اور پل صراط پر ان کا نور ہوگا) ان کو صدیقین اور شہداء جیسا اجر ملے گا۔ سو ان جیسا نور میسر ہوگا۔

نحو: اور یہ بھی درست ہے کہ الشهداء مبتدا اور لهم اجر هم اس کی خبر ہو۔

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ (اور جو لوگ کافر ہوئے اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہی لوگ دوزخی ہیں)

۲۰ : اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ (تم خوب جان لو، کہ بیشک دنیا کی زندگی محض لعب) جیسا بچوں کا کھیل ہوتا ہے۔ وَّلَهْوٌ (اور لہو ہے) جیسے نوجوانوں کا بہلاوا ہوتا ہے۔ وَّزِیْنَةٌ (اور زینت وسجاوٹ ہے) جیسا عورتوں کی زینت وَّ تَفَاخُرٌ بَیْنَكُمْ (اور ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے) جیسا ہم جولی ایک دوسرے پر بے جا تفاخر کرتے ہیں۔ وَتَكَاثُرٌ (اور کثرت میں مقابلہ ہے)

جیسا کسان کثرت میں مقابلہ کرتے ہیں۔فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ (مال واولاد میں) ان کے ذریعہ فخر ومباہات ہے التکاثر۔ کثرت کا مدعی بننا۔ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ (جیسے بارش کہ اس کی پیداوار کاشتکاروں کو اچھی لگتی ہے۔پھر وہ خشک) فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا (ہو جاتی ہے کہ تم کو زرد دکھائی دیتی ہے) اس کے بعد کہ وہ سبز تھی۔ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا (پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے) حطام: ریزہ ریزہ۔دنیا کی بے ثباتی اور سرعت زوال اور قلت منفعت کو اس نبات سے تشبیہ دی جس کو بارش اگائے۔ وہ درست اگ کر مضبوط ہو جائے۔اور وہ ان کفار کو جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے منکر ہیں کہ بادل ونبات سے اللہ تعالیٰ نے ان پر کیا انعام کر دیا ہے ان کفار کو وہ خوب صورت نظر آتی ہے اللہ تعالیٰ نے اچانک آفت بھیجی جس سے اس نے جوش مارا اور وہ زرد پڑ گئی۔ اور ریزہ ریزہ کر دی گئی یہ ان کے انکار نعمت کی بناء پر ہوا جیسا کہ باغ والوں کے ساتھ پیش آیا۔ایک قول یہ ہے کفار سے کسان مراد ہے۔

وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ (اور آخرت میں سخت عذاب ہے۔) کفار کیلئے وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ (اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور رضامندی ہے) ایمان والوں کیلئے۔مطلب یہ ہے کہ دنیا ایک معمولی شئی ہے۔بس وہ لہو ولعب، زینت وتفاخر وتکاثر کا نام ہے۔اور وہی آخرت وہ عظیم الشان معاملات کا نام ہے۔سخت قسم کا عذاب اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت ورضامندیاں۔

نحو: کمثل غیث اس میں کاف محل رفع میں واقع ہے۔اسطور پر کہ یہ خبر کے بعد دوسری خبر ہے۔ای الحیاۃ الدنیا مثل غیث۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (اور دنیا کی زندگی محض سامان فریب ہے) اس شخص کیلئے جو دنیا کی طرف جھک گیا اور اس پر اعتماد کر بیٹھا۔

قول ذوالنونؒ:

اے مریدین کے گروہ! دنیا کو طلب مت کرو۔اور اگر تم اس کو طلب کرو تو اس سے محبت مت کرو۔پس اس سے زادِ راہ حاصل کیا جاتا ہے۔اور قیلولہ کسی دوسری جگہ کیا جاتا ہے۔

۲۱ : زنظ :جب دنیا کی تحقیر اور تذلیل ذکر کر دی اور آخرت کی عظمت شان بتلا دی۔اب اپنے بندوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ میں نے آخرت میں جو وعدہائے حسنہ کیے ہیں ان کو پانے کیلئے مسارعت کریں۔وہ وعدہ مغفرت اور سخت عذاب سے نجات پانا ہے۔اور ہمیشہ کی کامرانی جنت کے داخلہ کی صورت میں پالینا ہے۔فرمایا سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ (اور تم تیزی سے بڑھو اپنے رب کی مغفرت) اعمال صالحہ کے ذریعہ ایک قول سارعوا مسارعۃ المسابقین۔تم مقابلہ کے میدان میں دوڑ میں مقابلہ کرنے والوں کی طرح جلدی کرو۔

عرضِ جنت:

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان وزمین کی وسعت کے برابر ہے)۔

قولِ سدی رحمۃ اللہ علیہ:

جس کی چوڑائی ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کے عرض کے برابر ہے۔آیت میں عرض کو ذکر فرمایا۔طول کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ جس چیز کا طول عرض ہو اس کا عرض طول سے چھوٹا ہوتا ہے۔جب جنت کے عرض کی وسعت اور پھیلاؤ اتنا بڑا ہے تو اس کا طول تو بہت ہی وسیع ہوگا۔نمبر۲۔عرض سے مطلق پھیلاؤ مراد ہے۔اس سے ان لوگوں کی بات کی تردید ہوتی ہے۔جو جنت کو چوتھے آسمان میں بتلاتے ہیں۔کیونکہ جو ایک آسمان میں سمانے والی ہو وہ عرض میں ساتوں آسمان اور زمین کے برابر کہاں ہوگی۔
اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ (وہ ان لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں)۔
مَسْئَلَہ : یہ دلیل ہے کہ جنات بنائی جا چکی ہیں۔ذٰلِكَ (یہ) مغفرت وجنت کا وعدہ۔فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ اپنا فضل جس کو چاہے عنایت کرے) اور وہ مؤمن ہیں جو اس کے مستحق ہیں۔
مَسْئَلَہ : اس میں دلیل ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر جنت میں نہ جائے گا۔وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں)۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ

کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے قبل اس کے کہ ہم ان کو پیدا کریں'

اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۲۲ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ

یہ اللہ کے نزدیک آسان ہے تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر رنج نہ کرو اور جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں'

اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۝۲۳ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ

اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا' جو ایسے ہیں کہ خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی

بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۲۴ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا

بخل کا حکم دیتے ہیں' اور جو شخص اعراض کرے گا تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے سزا وار حمد ہے۔ ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے

بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا

احکام دے کر بھیجا' اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور ترازو کو نازل کیا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں' اور ہم نے لوہے کو اتارا

الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ

جس میں شدید ہیبت ہے' اور لوگوں کے لئے طرح طرح کے فائدے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ بے دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں

بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۲۵ ع

کی کون مدد کرتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ قوی اور زبردست ہے۔

ع ۳ / ۱۹

۲۲ : **رَبط** : پھر بیان فرمایا کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قضاء وقدر سے ہوتا ہے۔ فرمایا :

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ (کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے) مصیبت سے مراد قحط، کھیتوں اور پھلوں پر اترنے والی آفات۔

نحو : فی الارض یہ موضع جر میں ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے مااصاب من مصیبة ثابتة فی الارض ۔ **وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ** (اور نہ تمہاری جانوں میں) جیسے امراض، تکالیف اور موت اولاد وغیرہ۔

اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ (مگر وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے) کتاب لوح محفوظ میں ہے۔

نحو : یہ موضع حال میں ہے ای الا مکتوبًا۔

مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا (اس سے قبل کہ ہم ان کو پیدا کردیں) اس سے پہلے کہ ہم نفوس کو پیدا کریں۔ اِنَّ ذٰلِكَ (بیشک یہ) اس کا اندازہ اور کتاب میں لکھنا و قائم کرنا۔ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسان کام ہے) اگرچہ بندوں کے لئے مشکل ہے۔

۲۳ : رَبط : پھر اس کا سبب اور حکمت کو واضح کیا۔ فرمایا لِّكَيْلَا تَاْسَوْا (یہ بات اس لئے کہ تم غمگین نہ ہو) ایسا غم نہ کرو جو تمہیں سرکشی میں مبتلا کردے۔ عَلٰى مَا فَاتَكُمْ (جو چیز تم سے جاتی رہے) جیسے دنیا کی خوشحالی نمبر۲۔ عافیت وصحت۔ وَلَا تَفْرَحُوْا (اور نہ اترانے لگو) جیسے متکبر فخر والے کرتے ہیں۔ بِمَآ اٰتٰكُمْ (جو چیز تم کو عطا فرمائی) یہ اعطاء کے معنی میں ہے یا الایتاء مصدر سے ہے۔

قراءت : ابوعمرو نے اتاکم پڑھا یعنی جو آئے تمہارے پاس۔

ہر چیز مقدر سے ملے گی:

یہ الاتیان سے ہے مطلب یہ ہے جب تمہیں یہ معلوم ہوگا کہ ہر چیز مقدر اور اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھی ہوئی ہے۔ تو فوت شدہ چیز پر تمہیں افسوس کم ہوگا اور آنے والی چیز پر اترانا بھی کم ہوگا۔ کیونکہ جس کو یہ معلوم ہے جو کچھ اس کے پاس ہے یہ بہرحال مفقود ہوگا تو اس کی گمشدگی پر اس کو زیادہ افسوس نہیں ہوگا کیونکہ اس نے اپنے کو اس کا عادی بنالیا ہے۔ اسی طرح جس کو یہ معلوم ہے کہ بعض بھلائیاں مجھے ملنے ہی والی ہیں اور وہ کسی حال میں مجھ سے رہ نہیں سکتیں تو حاصل ہو جانے پر وہ حد سے زیادہ خوش نہ ہوگا۔ اور ہر آدمی منفعت کے پالینے پر خوش ہوتا ہے اور تکلیف کے اترنے پر غمگین ہوتا ہے۔ لیکن مناسب یہ ہے کہ خوشی شکر یہ کی صورت میں ہو۔ اور غم صبر کی شکل میں ہو۔ ایسا حزن جو جزع فزع تک پہنچادے۔ وہ منافیٔ صبر ہونے کی وجہ سے قابلِ مذمت ہے اور وہ خوشی جو سرکشی میں مبتلا کر کے شکر سے غافل کردے وہ بھی مذمت کے قابل ہے۔

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ (اللہ تعالیٰ کسی شیخی باز اترانے والے کو پسند نہیں کرتے) لیکن جو شخص دنیا کے کسی حصہ پر خوش ہوا اور اپنے دل میں اس کو بڑا سمجھا تو وہ فخر غرور میں مبتلا ہو کر شیخی بگھارے گا اور لوگوں پر بڑائی ظاہر کرے گا۔

۲۴ : اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ (وہ ایسے ہیں کہ خود بھی بخل کرتے ہیں) یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ نمبر۲۔ کل مختال فخور کا بدل ہے۔ گویا کلام اس طرح ہے لا یحب الذین یبخلون (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتے جو بخل کرتے ہیں) وہ لوگ جو سرکشی والی خوشی میں مبتلا ہیں وہ یہ چاہتے ہیں جب ان کو مال ملے وہ اور دنیا کا حصہ پائیں تو وہ اس مال کی محبت کی وجہ سے اور ان کے نزدیک اس کی بڑائی کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق سے منہ موڑتے اور اس میں بخل کرتے ہیں۔ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ (اور وہ دوسرے لوگوں کو بخل کرنے کی تعلیم دیتے ہیں) اور دوسروں کو بخل پر آمادہ کرتے ہیں۔ اور مال کے روک رکھنے کی ان کو رغبت دلاتے ہیں۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّ (اور جو شخص روگردانی کریگا) انفاق سے منہ موڑے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی سے منہ موڑے گا اور جس بات سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا وہ اس سے نہ باز رہے گا۔ مثلاً فوت شدہ چیز پر شدید افسوس اور ملنے والی چیز پر

اترانا۔فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ (تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے) تمام مخلوقات سے پس اس شخص سے بے نیاز کیوں نہ ہوگا۔الْحَمِيْدُ (وہ سزاوار حمد ہیں) اپنے افعال میں۔

قراءت: مدنی اور شامی نے فان اللّٰہ الغنی پڑھا ہے۔

رسل سے مراد:

۲۵ : لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا (ہم نے اپنے پیغمبروں کو بھیجا) ہم نے ملائکہ کو اپنے انبیاء علیہم السلام کے پاس بھیجا۔بِالْبَيِّنٰتِ (دلائل ومعجزات کے ساتھ) وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ (اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اتاری) الکتاب سے مراد وحی۔ایک قول الرسل سے انبیاء مراد ہیں۔مگر قول اول اولیٰ ہے اس لئے کہ معھم کا لفظ اس کی تائید کرتا ہے۔انبیاء علیہم السلام پر کتاب نازل ہوتی ہے۔ان کے ساتھ نہیں۔وَالْمِيْزَانَ (اور انصاف کا حکم اتارا) روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام میزان لے کر اترے اور نوح علیہ السلام کے اس کو سپرد کیا اور کہا اپنی قوم کو اس کے ساتھ وزن کا حکم دیں۔لِيَقُوْمَ النَّاسُ (تاکہ لوگ قائم رہیں) تاکہ وہ اپنے مابین برابری سرابری کے ساتھ معاملات کریں۔بِالْقِسْطِ (اعتدال کے ساتھ) اور کوئی دوسرے پر ظلم نہ کرے۔

لوہے کو پیدا کیا:

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ (اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا) ایک قول یہ ہے آدم جنت سے ان کو لے کر آئے۔اس وقت ان کے پاس پانچ چیزیں تھیں۔لوہا۔ہتھوڑا،سوئی،ہرن،چلاس۔روایت میں ہے ان کے ساتھ پھاوڑا۔قولِ حسنؒ انزلنا کا معنی خلقنا ہے۔

فوائدِ حدید:

فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ (اس میں شدت ومصیبت ہے) اس سے قتال کیا جاتا ہے۔وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (اور لوگوں کے طرح طرح کے فائدے ہیں)۔مصالح،صنعتوں اور زندگی کے بہت سے مقامات پر استعمال ہوتا ہے۔ہر صنعت کا آلہ لوہے سے تیار ہوتا ہے نمبر۲۔جو بھی کام کیا جاتا ہے وہ لوہے سے وابستہ ہے۔وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ (تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ اس کی اور اس کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے) تلواروں کو استعمال کر کے اور نیزے کام میں لا کر اور دین کے دشمنوں کے خلاف جہاد میں تمام آلات حدیدہ کام میں لائے جائیں۔قول الزجاجؒ: تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ کون اس کے رسول کے ساتھ ہو کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتا ہے۔بِالْغَيْبِ (بے دیکھے) اس حالت میں کہ یہ ان سے غائب ہو۔اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ (بیشک اللہ تعالیٰ قوت والے ہیں) وہ اپنی قوت سے دور کرتے ہیں اس کی لڑائی جو دین اسلام سے اعراض کرتا ہے۔عَزِيْزٌ (وہ زبردست ہے) وہ اپنے غلبہ سے اس آدمی کے جوش کو روک دیتا ہے جو اس کی نصرت کے راستے میں آڑ بنتا ہے۔

ربط : ان تین آیات کے درمیان مناسبت یہ ہے کہ کتاب شریعت کا قانون اور احکامات وحدود دینیہ کا دستور ہے۔جو عہد و مراشد کے راستوں کو کھول کر بیان کرتا ہے۔اور جامع احکام اور حدود پر مشتمل ہے۔عدل واحسان کا حکم دیتا اور سرکشی اور بغاوت سے منع کرتا ہے۔عدل کا استعمال اور ظلم سے پرہیز ایسے آلہ سے ہونا چاہیے جس سے تعامل واقع ہو اور باہمی عدل و برابری حاصل

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرٰهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُم

اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ہم نے ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب جاری رکھی، سو ان لوگوں میں

مُّهْتَدٍ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُونَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰى آثَارِهِم بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى

بعض تو ہدایت یافتہ ہوئے اور بہت سے ان میں نافرمان تھے پھر ہم ان کے بعد دوسرے رسولوں کو یکے بعد دیگرے بھیجتے رہے، اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم

ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنٰهُ الْإِنجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً

کو بھیجا، اور ہم نے ان کو انجیل دی، اور جن لوگوں نے ان کا اتباع کیا تھا ہم نے انکے دلوں میں شفقت اور ترحم پیدا کیا،

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا

اور انہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کر لیا ہم نے ان پر اس کو واجب نہ کیا تھا، لیکن انہوں نے حق تعالیٰ کی رضا کے واسطے اس کو اختیار کیا تھا، سو انہوں نے اس کی

رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُونَ ﴿۲۷﴾

پوری رعایت نہ کی، سو ان میں سے جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کو ان کا اجر دیا اور ان میں زیادہ نافرمان ہیں۔

يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِ

اے ایمان رکھنے والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت سے دو حصے دے گا

وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۲۸﴾ لِّئَلَّا يَعْلَمَ

اور تم کو ایسا نور عنایت فرمائے گا کہ تم اس کو لئے ہوئے چلو پھرو گے اور وہ تم کو بخش دے گا، اور اللہ غفور رحیم ہے، تاکہ اہل کتاب کو

أَهْلُ الْكِتٰبِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلٰى شَيْءٍ مِّن فَضْلِ اللّٰهِ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ

یہ بات معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں کو اللہ کے فضل کے کسی جزو پر بھی دسترس نہیں، اور یہ کہ اللہ کے ہاتھ میں فضل ہے

يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿۲۹﴾

وہ اسے جس کو چاہے دے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ہو۔ وہ میزان ہے اور یہ بات جانی پہچانی ہے۔ کہ کتاب جو کہ اوامرِ الٰہیہ کی جامع ہے اور وہ برابر باہمی معاملات کیلئے مقرر شدہ آلہ ہے۔ عام آدمی کو ان کی اتباع پر پختہ تلوار کے ذریعہ رکھا جا سکتا ہے۔ جو کہ منکرین و معاندین کیلئے اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔ اور وہ تلوار حدید ہی تو ہے جس کی صفت باس شدید سے فرمائی گئی ہے۔

۲۶ : وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِيْمَ (اور ہم نے نوح اور ابراہیم علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا) ان دونوں کا خصوصاً تذکرہ اس لئے فرمایا کیونکہ یہ دونوں بہت سے انبیاء علیہم السلام کے جدامجد ہیں۔ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّيَّتِهِمَا (اور ہم نے ان کی اولاد میں جاری رکھی) ان کی اولاد میں النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ (نبوت اور کتاب) یعنی وحی۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: الخط بالقلم اس کو کتب کتاباً و کتابۃ سے تعبیر کرتے ہیں۔ فَمِنْهُمْ (سو ان لوگوں میں) پس نمبرا۔ اس اولاد میں سے یا نمبر۲۔ مرسل الیہم میں سے۔ اوران دونوں پر ارسال اور مرسلین کا تذکرہ دلالت کر رہا ہے۔ مُّهْتَدٍ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ (پس ان لوگوں میں بعض تو ہدایت یافتہ ہوئے اور بہت سے ان میں نافرمان تھے) یہ ان کے حالات کی تفصیل ہے کہ کچھ ان میں سے اتباع رسل کی وجہ سے ہدایت پا گئے اور بعض ان میں سے اطاعت سے نکل کر فاسق بن گئے اور غلبہ فساق و فجار کا تھا۔

۲۷ : ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ (پھر ان کے بعد بھیجتے رہے، یکے بعد دیگرے) یعنی نوح و ابراہیم علیہم السلام کے بعد۔ اوراسی طرح جو انبیاء علیہم السلام ہو گزرے۔ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ وَجَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً (رسولوں کو اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور ہم نے ان کو انجیل دی اور جن لوگوں نے ان کا اتباع کیا ان کے دلوں میں ہم نے شفقت و رحمت پیدا کر دی) رأفۃ مودت و نرمی کو کہتے ہیں رحمت اپنے بھائیوں سے مہربانی جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی صفات میں آیا ہے۔ رُحماء بینھم [الفتح :۲۹] وَرَهْبَانِيَّةَ ِۨابْتَدَعُوْهَا (اور انہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کر لیا) رہبانیت پہاڑوں میں الگ تھلگ چلے جانا۔ تاکہ دین محفوظ ہو جائے اور الگ ہو کر اپنے کو عبادت کیلئے وقف کر دیں۔

نحو : یہ الرھبان سے اسم منسوب ہے۔ اور رھبان یہ فعلان کا وزن ہے۔ رھب یرھب ڈرنے والا جیسا خشیان از خشی یخشیٰ رھبانیۃ یہ فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔ ظاہر جس کی تفسیر کر رہا ہے ای ابتدعوا رھبانیۃ ابتدعوھا یعنی اس کو اپنی طرف سے نکالا اور اس کی نذر مان لی۔ مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ (ہم نے اس کو ان پر واجب نہیں کیا تھا) ہم نے ان پر اس کو فرض نہیں کیا۔ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ (لیکن انہوں نے حق تعالیٰ کی رضامندی کیلئے اس کو اختیار کیا تھا) یہ مستثنیٰ منقطع ہے لیکن انہوں نے اس کو ایجاد کیا اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہنے کیلئے۔ لکنھم ابتدعوھا ابتغاء رضوان اللّٰہ۔

نذر کی رعایت نہ کی:

فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (پس انہوں نے اس رہبانیت کی پوری نگہداشت نہیں کی) جیسا کہ نذر ماننے والے کو اپنی نذر کی رعایت کرنا لازم ہے۔ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ سے ایسا عہد کیا ہے جس کا توڑنا جائز نہیں۔ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ (ان میں جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کا اجر ان کو عطاء کر دیا) یعنی رأفت و رحمت والے لوگ جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ (اور زیادہ ان میں نافرمان ہیں) فاسق یہاں کافر کے معنی میں ہے۔

۲۸ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اے ایمان والوں) اے عیسیٰ پر ایمان رکھنے والو! اس میں خطاب اہل کتاب کو ہے۔ اتَّقُوا اللّٰهَ

وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ (اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ) رسول سے یہاں محمد ﷺ مراد ہیں۔ یُؤْتِكُمْ (وہ اللہ تعالیٰ تمہیں دے گا) كِفْلَيْنِ (دو حصے) مِنْ رَّحْمَتِهٖ (اپنی رحمت سے) اس لئے کہ تم محمد ﷺ پر ایمان لائے اور ان پیغمبروں پر ایمان لائے جو ان سے پہلے ہوئے۔ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ (اور تم کو عنایت کریگا) قیامت کے دن نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ (ایسا نور کہ اس کو تم لیے ہوئے چلو گے) یہ وہی نور ہے جس کا تذکرہ اس ارشاد میں فرمایا یسعیٰ نور ھم [الحدید :۱۲] وَيَغْفِرْ لَكُمْ (اور تم کو بخش دے گا) تمہارے گناہ۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں)

۲۹ : لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ (تا کہ اہل کتاب کو یہ بات معلوم ہو جائے)۔ اس سے وہ اہل کتاب مراد ہیں جو اسلام نہ لائے۔

نحو : لئلا یعلم کا لاَ زائدہ ہے۔

اَلَّا يَقْدِرُوْنَ (کہ ان کو دسترس حاصل نہیں) اَلاَّ میں ان مخففہ من المثقلہ ہے اس کی اصل یہ ہے انه لا يقدرون یعنی اَنَّ الشأن لا یقدرون۔ شان یہ ہے کہ وہ قدرت و دسترس نہیں رکھتے۔ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے فضل کے کسی حصہ پر بھی) یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کے اس فضل میں سے کچھ بھی نہ ملے گا۔ جس کا ذکر فرمایا گیا کہ دو حصے رحمت اور نور اور مغفرت کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں لائے (جو کہ اس فضل کو ملنے کیلئے شرط تھی۔) پس ان کا ماقبل انبیاء علیہم السلام پر ایمان ان کو فائدہ نہ دے گا۔ اور اس سے وہ فضل کو کبھی نہ کما سکیں گے۔ (کیونکہ اس رسول کو نہ مان کر گویا انہوں نے سارے رسولوں کی تکذیب کر دی) وَاَنَّ الْفَضْلَ (اور یہ کہ فضل) اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس کا عطف لا یقدرون پر ہے۔ بِيَدِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے) یعنی اس کی ملک اور تصرف میں ہے۔ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (وہ جس کو چاہے عطاء فرما دے) اپنے بندوں میں سے وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے)

الحمد للہ آج ۱۳ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ بعد نماز ظہر سورۃ الحدید کا تفسیری ترجمہ پایا تکمیل کو پہنچا۔

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ مجادلہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں بائیس آیات اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ

بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی' اور اللہ تعالیٰ سے شکایت کررہی تھی' اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی

تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ

گفتگو سن رہا تھا' بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے' تم میں جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ ان کی مائیں

اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓئِيْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ

نہیں ہیں' ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے' اور وہ لوگ بلاشبہ ایک نامعقول اور جھوٹ بات کہتے ہیں'

وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ② وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا

اور یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں

فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

تو ان کے ذمہ ایک غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے قبل اس کے کہ دونوں باہم ایک دوسرے کو چھوئیں اسی تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب

خَبِيْرٌ ③ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ

اعمال کی پوری خبر ہے' پھر جس کو میسر نہ ہو تو اس کے ذمہ لگاتار دو مہینے کے روزے ہیں قبل اس کے کہ دونوں باہم ایک دوسرے کو چھوئیں' پھر جس سے

يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ

یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے' یہ حکم اس لئے ہے تاکہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ' اور یہ اللہ کی حدود ہیں

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ④

اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْٓ اِلَی اللّٰهِ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ

(بیشک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے معاملہ میں آپ سے جھگڑ رہی تھی۔ اور اپنے رنج اور غم کا اللہ تعالیٰ سے شکوہ کر رہی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے)

خولہ بنت ثعلبہ کا واقعہ:

۱: قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ تجادل بمعنی تحاور: گفتگو کرنا۔ اور اس طرح پڑھا بھی گیا ہے۔ وہ عورت خولہ بنت ثعلبہ تھی جو کہ اوس بن صامت جو عبادہ بن صامت کے بھائی تھے ان کی زوجہ تھیں۔ معاملہ اس طرح پیش آیا کہ اوس نے اس کو نماز پڑھتے دیکھا۔ ان کا جسم حسین تھا۔ جب اس نے سلام پھیرا تو ان کے دل میں قربت کی خواہش ہوئی اس نے انکار کیا۔ یہ غصے میں آئے اور اس سے ظہار کر دیا۔ خولہ رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس طرح گویا ہوئیں کہ اوس نے مجھ سے اس وقت نکاح کیا۔ جبکہ میں جوان تھی۔ اور اس کو میری طرف رغبت تھی۔ جب میری جوانی بیت گئی اور میرا کنبہ بکھر گیا اور اس نے میرا پیٹ جھاڑ دیا یعنی بہت سی اولاد ہوگئی تو اس نے مجھے اپنے اوپر ماں کی طرح قرار دے دیا۔ روایت میں ہے اس نے کہا میرے بچے چھوٹے ہیں۔ اگر ان کو اس کے ساتھ ملاؤں تو ضائع ہو جائیں گے اور اگر ان کو اپنے ساتھ ملاؤں تو بھوکے مر جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے معاملے میں میرے پاس کوئی چیز نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایسے کہا میرے خیال میں تو اس پر حرام ہوگئی ہے۔ وہ کہنے لگی یارسول اللہ اس نے طلاق کا تذکرہ بھی نہیں کیا۔ وہ تو میری اولاد کا باپ ہے۔ اور مجھے بہت سے زیادہ لوگوں میں محبوب ہے۔ آپ نے فرمایا تو اس پر حرام ہوگئی ہے۔ اس پر وہ کہنے لگی۔ میں اپنے غم و فاقہ کا شکوہ بارگاہ ایزدی میں پیش کرتی ہوں۔ جب بھی آپ فرماتے تو اس پر حرام ہوگئی تو وہ زور سے چیخ مارتی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت عرض کرتی پس یہ آیت نازل ہوئی۔ فِیْ زَوْجِهَا اپنے خاوند کے متعلق وَتَشْتَكِیْٓ اِلَی اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سامنے پریشانی کا اظہار کرتی وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا (اللہ تعالیٰ تمہاری گفتگو کو سننے والے تھے) یہ حار سے نکالا ہے جس کا معنی لوٹنا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ وہ مجبور کی شکایات کو سننے والے ہیں۔ بَصِیْرٌ اس کی حالت کو دیکھنے والے ہیں۔

۲: اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ (تم میں جو لوگ اپنی بیویوں سے اظہار کرتے ہیں) قراءت: عاصم نے یُظٰهِرون پڑھا ہے۔ اور حجازی، بصری وغیرہم نے یَظّاهَرُوْنَ پڑھا ہے۔ مِنْكُمْ (تم میں سے) اس میں اہل عرب کو توبیخ ہے کیونکہ ان کے ہاں یہ قسم تھی اور کسی امت میں یہ بات نہ تھی۔ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ (اپنی بیویوں سے) مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ اول حجازی ہے۔ اُمّھا تُھم یہ تمیمی ہے۔ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ (وہ ان کی مائیں نہیں ہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں۔ جنہوں نے ان کو جنا ہے) مراد یہ ہے حقیقت میں مائیں تو جننے والیاں ہیں۔ اور دودھ پلانے والیاں دودھ کی وجہ سے ماؤں سے ملا دی گئیں ہیں۔ اسی طرح ازواجِ رسول اللہ ﷺ عظمت شان کی وجہ سے ماؤں کے ساتھ ملا دیں گئیں۔ رہی بیویاں تو وہ امومت سے سب سے زیادہ بعید تر ہیں اسی لئے فرمایا وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ (اور بلاشبہ وہ ایک نامعقول) یعنی ایسی بات جس کا احکام شرع انکار کرتے ہیں۔

وَزُوْرًا (اور جھوٹی بات کہتے ہیں) جھوٹ اور بے کار بات جو حق سے بالکل ہٹی ہوئی ہے۔ وَاِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ (اور یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا بخشنے والا ہے) اس کو جو ان سے پہلے گناہ ہو گیا۔

۳: وَالَّذِیْنَ یُظٰھِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِھِمْ (اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں) پہلی آیت میں بتلا دیا کہ یہ منکر اور جھوٹی بات ہے اور اس آیت میں ظہار کا حکم بیان فرمایا۔ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا (پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں) العود ابتداء یا بناء ایک سے دوسری حالت کی طرف لوٹنا۔ ابتداءً لوٹنے کی مثال یہ آیت ہے: حتی عاد کالعرجون القدیم [یٰسٓ:۳۹] اور بناء لوٹنے کی مثال، ان عدتم عدنا۔ [الاسراء:۸] اور یہ متعدی بنفسہٖ ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں عدتہ جبکہ تم اس کے پاس آئے اور اس تک پہنچے اور حرف جر کے ساتھ متعدی بھی استعمال ہوتا ہے۔ وہ چار صلے ہیں الی، علی، فی، لام، جیسے اس ارشاد باری تعالیٰ میں لو رُدّوا لعادوا لما نھوا عنہ [الانعام: ۲۸] اور اس آیت میں یہی لام استعمال فرمایا۔ ثم یعودون لما قالوا۔ مطلب یہ ہوا یعودون نقض ما قالوا۔ وہ لوٹتے ہیں اس کو توڑنے کی طرف جو کچھ انہوں نے کہا۔ نمبر۲۔ یعودون لتدارکہ ما قالوا۔ پھر وہ اپنی بات کے تدارک کی طرف لوٹتے ہیں۔ گویا مضاف کو محذوف مانا گیا ہے۔

قولِ ثعلب:

کہ جس کو انہوں نے اپنے لئے حرام کیا تھا اس کو حلال کرنے کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ اس صورت میں بھی مضاف محذوف ہے۔ البتہ فرق یہ ہے کہ ما قالوا سے انہوں نے ماحرموا علی انفسھم بلفظ الظھار مراد لیا ہے۔ گویا قول کو مقول فیہ کے قائم مقام لے آئے جیسا کہ اس آیت میں ہے ونرثہ ما یقول یہاں ما یقول سے کہنا مراد نہیں بلکہ مال و ولد مراد ہے جس کے متعلق وہ کہتا ہے۔

اختلاف:

ہے کہ ظہار کس سے ٹوٹے گا۔

عندالاحناف:

وطی کا عزم کر لینے سے ٹوٹ جائے گا۔ یہ ابن عباسؓ، حسن، قتادہ، رحمہم اللہ کا قول ہے۔ عندالشافعی رحمہ اللہ: مطلق رک جانے سے اور رکنا یہ ہے کہ ظہار کے بعد اس کو طلاق نہ دے (تو اس سے رجوع ثابت ہو گیا)

فَتَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ (تو ان کے ذمہ ایک بردہ آزاد کرنا ہے) تو اس کے ذمہ ایک مؤمنہ گردن یا کافرہ گردن کا آزاد کرنا لازم ہے۔ مدبر، ام الولد اور مکاتب جس نے کچھ ادائیگی کر دی ہو کو آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا (دونوں کے باہم اختلاط کرنے سے پہلے) ضمیر ان دونوں کی طرف راجع ہے یعنی مظاہر اور مظاہر منھا کی طرف۔ جن پر کلام دلالت کرتی ہے۔ المماسۃ سے مراد جماع ہے۔ یا شہوت سے چھونا یا اس کی شرمگاہ کی طرف شہوت سے دیکھنا۔ ذٰلِکُمْ (اس حکم کی) تُوْعَظُوْنَ بِہٖ

(تم کو نصیحت کی جاتی ہے) تا کہ تم ظہار کا ارتکاب دوبارہ نہ کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کی سزا سے ڈرتے رہو۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (اللہ تعالیٰ تمہارے سارے اعمال سے پورا باخبر ہے)

ظہار کی حقیقت:

کوئی شخص اپنی بیوی کو کہے: انتِ علیَّ کظھر اُمّی کہ تو میرے لئے اس طرح ہے جیسے "میری ماں کی پشت" جب اس نے اَنْتِ کی بجائے ایسا عضو رکھ دیا جس کی تعبیر پورا جسم ہے یا پھر پشت کی بجائے دیگر کوئی ایسا عضو محرمات ماں وغیرہ کا رکھ دیا جس کی طرف نظر ڈالنا اس کے لئے حرام ہے۔ مثلاً پیٹ، ران وغیرہ یا ماں کی بجائے محرمات نسبیہ یا رضاعیہ یا محرمات صہریہ یا جن سے جماع حرام ہے۔ ان کو ذکر کر دیا مثلاً کہا انت علی کظھر اختی من الرضاع۔ تو میرے لئے ایسی ہے جیسے میرے لئے میری رضاعی بہن کی پشت یا نسبی پھوپھی کی پشت یا میرے حقیقی بیٹے کی بیوی یا باپ کی بیوی یا میری بیوی کی ماں یا میری بیوی کی بیٹی تو ان تمام صورتوں میں وہ مظاہر شمار ہوگا۔

مَسْئَلَہ: جب مظاہر کفارہ ادا نہیں کر رہا۔ تو عورت کا حق ہے کہ وہ قاضی کی عدالت میں کیس لے جائے اور قاضی پر لازم ہے کہ وہ اس کو کفارہ پر مجبور کرے اور اس کے لئے اس کو قید کر دے۔

ایک نکتہ:

کفارات میں سے کوئی کفارہ ایسا نہیں ہے جس پر جبر کرنا جائز ہو۔ اور کفارہ کی ادائیگی کیلئے قید میں ڈالنا جائز ہو صرف کفارہ ظہار ہی ہے کہ اس کے لئے دونوں چیزیں قاضی پر لازم ہیں کیونکہ اس کو ترک کر کے وہ عورت کو نقصان پہنچا رہا ہے۔

مَسْئَلَہ: عورت کے ساتھ استمتاع سے وہ کفارہ کی ادائیگی تک باز رہے اگر اس نے اس سے قربت کر لی۔ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور دوبارہ کفارہ کی ادائیگی سے قبل اس کے قریب تک نہ پھٹکے۔

قولِ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ:

اگر اس نے گردن کا بعض حصہ آزاد کیا پھر عورت کو چھو لیا تو کفارہ کا وہ حصہ دوبارہ ادا کرنا پڑے گا۔

۴: فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ (پس جس کو غلام یا باندی میسر نہ ہو)۔ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ (تو اس کے ذمہ لگا تار دو مہینے کے روزے ہیں) مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ (قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں۔ پھر جس سے یہ بھی نہ ہو سکے) یعنی روزے کی طاقت نہ ہو۔ فَاِطْعَامُ (تو اس کے ذمہ کھانا کھلانا ہے) سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا (ساٹھ مساکین کو) اس طرح کہ ہر مسکین کو نصف صاع گندم یا ایک صاع دوسری چیزوں میں سے اور قربت سے پہلے کھانا کھلائے۔ اگر کھانا کھلانے کے دوران اس نے قربت کر لی تو دوبارہ کھانا کھلانا نہ پڑے گا۔ ذٰلِكَ (یہ حکم اس لئے ہے) یہ احکام کی تعلیم اور وضاحت۔ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ) تا کہ تم عمل سے ان کی تصدیق کرو۔ (اور جو احکام اس نے ظہار کے سلسلے

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَقَدْ

بلاشبہ جو لوگ اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل ہوں گے جیسے وہ لوگ ذلیل ہوئے جو ان سے پہلے تھے اور ہم نے کھلے کھلے

أَنزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٥﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ

احکام نازل کیے ہیں' اور کافروں کو ذلت کا عذاب ہو گا' جس روز ان سب کو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ فرمائے گا پھر ان کا سب کیا

جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۚ أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿٦﴾

ہوا ان کو بتلا دے گا' اللہ تعالیٰ نے اسے محفوظ کر رکھا ہے اور یہ لوگ اس کو بھول گئے ہیں' اور اللہ ہر چیز پر مطلع ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ

کیا آپ نے اس پر نظر نہیں فرمائی کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے جو بھی خفیہ مشورہ تین آدمیوں کا ہوتا ہے

إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ

وہ ضرور چوتھا ہوتا ہے اور جو پانچ آدمیوں کا مشورہ ہو تو وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے' اور اس سے کم افراد ہوں یا زیادہ وہ

مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ۖ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٧﴾

انکے ساتھ ہوتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں پھر وہ انہیں قیامت کے دن ان کے اعمال سے باخبر کر دے گا' بلاشبہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَىٰ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَاجَوْنَ بِالْإِثْمِ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں سرگوشی سے منع کیا گیا پھر وہ وہی کام کرتے ہیں جس سے ان کو روکا گیا' اور وہ گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی

وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ

نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو ایسے لفظ سے آپ کو سلام کہتے ہیں جس سے اللہ نے آپ کو سلام نہیں فرمایا

وَيَقُولُونَ فِي أَنفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ ۚ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا ۖ فَبِئْسَ

اور وہ اپنے نفسوں میں یوں کہتے ہیں کہ ہمارے ایسا کہنے پر اللہ ہمیں سزا کیوں نہیں دیتا' کافی ہے ان کے لیے جہنم' وہ اس میں داخل ہوں گے سو وہ برا

الْمَصِيرُ ﴿٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

ٹھکانہ ہے۔ اے ایمان والو جب تم سرگوشی کرو تو گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی

وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٩﴾

سرگوشیاں مت کرو' اور نیکی اور تقوے کی سرگوشیاں کرو' اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم سب جمع کیے جاؤ گے'

میں بیان کئے ان پر عمل پیرا ہو اور رسم جاہلیت کو چھوڑ دو۔ وَتِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ (اور یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود ہیں) حدود سے مراد یہاں ظہار و کفارہ کے احکامات ہیں۔ اور حدود اللہ کہا کہ ان کو پھاندنا جائز نہیں ہے۔ وَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ (اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہوگا) کافرین جو ان احکام کی اتباع نہیں کرتے۔ الیم: دردناک۔

۵ : اِنَّ الَّذِيۡنَ يُحَآدُّوۡنَ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ (اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں) یعنی دشمنی اور مخالفت کرتے ہیں۔ كُبِتُوۡا (وہ ایسے ذلیل ہونگے) پکڑے اور ہلاک کیے جائیں گے كَمَا كُبِتَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ (جیسے وہ لوگ ذلیل ہوئے جو ان سے پہلے تھے) یعنی انبیاء علیہم السلام کے دشمن وَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ (اور ہم نے کھلے کھلے احکام نازل کر دیئے ہیں) جو رسول اللہ ﷺ کی صداقت اور دین حق کی صحت پر دلالت کرتے ہیں۔ وَلِلۡكٰفِرِيۡنَ (اور ان آیات کا انکار کرنے والوں کیلئے) عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ (ذلت کا عذاب ہے) جو ان کی بڑائی و عزت کو ختم کر کے رکھ دے گا۔

تذکرہ بعثت:

۶ : يَوۡمَ يَبۡعَثُهُمُ (جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو دوبارہ زندہ کریگا) نمبر ۱ : الیوم یہ مھین کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۲۔ اذکر کا مفعول ہے یوم کی تعظیم کیلئے اس کو مقدم کیا۔ اللّٰهُ جَمِيۡعًا (تمام کو کسی کو بھی بغیر اٹھائے نہ چھوڑے گا) نمبر ۲۔ جمیعًا کا معنی مجتمعین فی حالۃ واحدۃ اکھٹے ایک ہی حالت میں اٹھا کھڑا کرے گا۔ فَيُنَبِّئُهُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا (پھر ان کو ان کا سب کیا ہوا بتلا دے گا) ان کو شرمندہ کرنے اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے اور ان کی حالت کو سب کے سامنے مشہور کرنے کیلئے وہ اس وقت شرمندگی سے چاہیں گے کہ ان کو جلد آگ میں بھیج دیا جائے۔ اَحۡصٰهُ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ نے اس کو محفوظ کر رکھا ہے) گن کر شمار کر رکھا ہے اس میں سے کسی چیز کو چھوڑا نہیں۔ وَنَسُوۡهُ (اور یہ لوگ اس کو بھول گئے) کیونکہ انہوں نے اس کا ارتکاب کرتے ہوئے اس کو معمولی سمجھا۔ اور بڑے بڑے امور کو محفوظ کیا جاتا ہے (اور ان کے ہاں گناہ کوئی بڑی چیز نہ تھی) وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ (اور اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز سے مطلع ہے) اس سے کوئی چیز غائب نہیں۔

کفار کی سرگوشیاں:

۷ : اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ مَا يَكُوۡنُ (کیا آپ نے ان پر نظر نہیں کی۔ کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے) یہ یکون کان تامہ سے ہے اس کا معنی مایقع ہے جو واقع ہوتا ہے۔ مِنۡ نَّجۡوٰى ثَلٰثَةٍ (کوئی تین کی سرگوشی ایسی نہیں ہوتی) النجویٰ: سرگوشی کرنا۔ اس کی اضافت یہاں تین کی طرف کی گئی۔ یعنی تین شخصوں کی سرگوشی اِلَّا هُوَ (مگر اللہ تعالیٰ) رَابِعُهُمۡ وَلَا خَمۡسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمۡ وَلَاۤ اَدۡنٰى مِنۡ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكۡثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمۡ (چوتھا نہ ہو۔ اور نہ کوئی پانچ کی سرگوشی ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ چھٹا نہ ہو اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زائد کی سرگوشی ہوتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے) ادنیٰ اقل کے معنی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام کی سرگوشیوں کو جانتے ہیں اور جس حالت میں وہ ہوتے ہیں وہ اس

پر مخفی نہیں ۔ذات باری تعالیٰ مکان سے بلند و بالا ہے۔

وجہ تخصیص:

تین اور پانچ کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی۔ وہ تین تین اور پانچ پانچ کی ٹولیوں میں مسلمانوں کو غصہ دلانے کیلئے بیٹھتے اور سرگوشیاں کرتے۔ تو فرمایا گیا۔ ان میں سے جو بھی سرگوشی کرتے ہیں خواہ تین ہوں یا پانچ اور اس سے کم ان کی تعداد ہو اور اس سے زیادہ ہوں۔ مگر ذات باری تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتی ہے اور ان کی سرگوشی کو سنتی ہے اور کیونکہ سرگوشیاں کرنے والے اصحاب رائے اور اصحاب تجربہ ہوتے ہیں۔ ان کا سب سے پہلا عدد دو ہے۔ پس اس سے بڑھ کر پانچ سے چھ تک پہنچ جاتے ہیں۔ جیسا کہ وقت کا تقاضا ہو پس اللہ تعالیٰ نے تین، پانچ کی گنتی کو ذکر فرما دیا اور فرمایا و لا ادنیٰ من ذلک پس اس دو اور چار پر دلالت ہوگئی اور پھر و لا اکثر فرما دیا جس سے اس عدد کے قریب قریب پر دلالت کر دی گئی۔ اَیْنَ مَا کَانُوْا ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (خواہ وہ لوگ کہیں بھی ہوں۔ پھر قیامت کے دن ان کو ان کے کیے ہوئے کام بتا دے گا) ان پر ان کو بدلہ دے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (بیشک اللہ تعالیٰ ہر بات سے باخبر ہے)

سرگوشیوں کا مقصد نافرمانی رسول:

۸: اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰی ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَیَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ (کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نظر نہیں کی جن کو سرگوشی سے منع کر دیا گیا تھا۔ پھر بھی لوٹ کر وہی کام کرتے ہیں جس سے ان کو منع کر دیا گیا تھا۔ اور گناہ اور مسلمانوں پر زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں) یہود اور منافقین ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتے تھے۔ اور جب مؤمنوں کو دیکھتے تو آنکھوں سے ایک دوسرے کو اشارہ کرتے اور ان کا مقصد مسلمانوں کو غصہ دلانا اور اپنی سرگوشیوں کے متعلق اور اشارہ کے متعلق وہم دلانا ہوتا تھا۔ ان کے غزوات شکست خوردہ ہیں۔ اور ان کے اقارب مقتول ہو چکے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس سے منع فرمایا مگر انہوں نے اپنے اس فعل کا اعادہ کیا۔ ان کی یہ سرگوشیاں گناہ، عداوتِ مؤمنین اور ایک دوسرے کو معصیت رسول کی تلقین اور مخالفت رسول کیلئے ہوتی تھیں۔

قراءت: حمزہ نے یَنْتَجُوْنَ پڑھا ہے اور اس کا معنی یتنا جون کا ہی ہے۔

وَاِذَا جَآءُوْکَ حَیَّوْکَ بِمَا لَمْ یُحَیِّکَ بِهِ اللّٰهُ (جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں۔ تو آپ کو ایسے لفظ سے سلام کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے سلام کیلئے استعمال نہیں کیا) یعنی وہ کہتے ہیں۔ السّام علیک یا محمد السام موت کو کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں: سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی [النمل:۵۹] یا یہا الرسول [المائدہ:۴۱] یایہا النبی [الاحزاب:۵۹]

وَیَقُوْلُوْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ (اور آپس میں کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس کہنے پر سزا کیوں نہ دی) یعنی وہ کہتے ہیں اگر یہ پیغمبر ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہمارے اس قول پر ہمیں سزا دیتے اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ حَسْبُهُمْ

جَهَنَّمُ (جہنم ان کے عذاب کیلئے کافی ہے) یَصْلَوْنَھَا (اس حال میں کہ اس میں وہ داخل ہونگے) یہ حال ہے۔ فَبِئْسَ الْمَصِیْرُ (پس وہ بہت برا ٹھکانہ ہے) مصیر سے جہنم مراد ہے۔

۹: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا (اے ایمان والو!) جو زبانوں سے فقط ایمان لائے ہو۔ یہ منافقین کو خطاب ہے۔ ظاہر کلام کا تقاضا یہ ہے کہ مؤمنین کو خطاب ہے۔ اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (جب تم سرگوشی کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی) وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ (سرگوشیاں نہ کیا کرو) یعنی جب سرگوشی کرو تو یہود اور منافقین کی طرح شر و گناہ کی سرگوشی مت کرو) وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ (اور نفع رسانی کی سرگوشی کرو) طاعات اور ادائے فرائض کی سرگوشی کرو۔ وَالتَّقْوٰی (اور پرہیزگاری کی باتوں کی) گناہوں کو ترک کرنے کی سرگوشی کرو۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْٓ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ (اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو! جس کے پاس تم سب کو جمع کیا جائیگا) حساب و کتاب کیلئے پس وہ تمہاری اچھی یا بری سرگوشیوں پر بدلہ دے گا۔

إِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ

بات یہی ہے کہ سرگوشی شیطان کی طرف سے ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو رنجیدہ کرے اور وہ بغیر اللہ کے حکم کے انہیں کچھ بھی نقصان نہیں دے سکتا۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا

اور مومن بندے اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔ اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں جگہ کھول

فِى الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ

دو تو تم جگہ کھول دیا کرو، اللہ تعالیٰ تم کو کھلی جگہ دے گا اور جب یہ کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو،

اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

جو لوگ ایمان لائے اللہ انکے اور ان لوگوں کے درجات بلند فرمائے گا جنہیں علم عطا ہوا ہے اور اللہ کو سب اعمال کی

خَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىْ

پوری خبر ہے۔ اے ایمان والو! جب تم رسولؐ سے سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے

نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۗ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

کچھ صدقہ دے دیا کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے، سو اگر تم نہ پاؤ تو اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۗ فَاِذْ

غفور ہے رحیم ہے 'کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ اپنی سرگوشی سے پہلے صدقات دیا کرو' سو جب تم نے نہ

لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا

کیا اور اللہ نے تمہارے حال پر مہربانی فرمائی سو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، اور اللہ اور اس کے

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۗ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾

رسولؐ کی فرمانبرداری کرو اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔

۱۰: اِنَّمَا النَّجْوٰى (بیشک سرگوشی شیطان کی طرف سے ہے) جو سرگوشی گناہ اور دشمنی کی ہو مِنَ الشَّيْطٰنِ (یعنی شیطان کی تزیین سے ہے) لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (تاکہ ایمان والے غم زدہ ہوں) وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (حالانکہ مؤمنین کو کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نقصان پہنچانے والی نہیں) مسلمانوں کو شیطان یا غم نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ الا باذن اللہ اللہ

تعالیٰ کے علم اور قضاء وقدر سے وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ ہی پر مؤمنین بھروسہ کرتے ہیں) یعنی اپنے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور اس کی اور شیطان سے اسی کی پناہ میں آتے ہیں۔

۱۱: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ (اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں جگہ کھول دو۔ مجالس میں توسع پیدا کرو) فی المجالس عاصم و نافع کی قراءت ہے۔ مراد اس سے مجلس رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم ہے۔ آپ کا قرب حاصل کرنے کیلئے ایک دوسرے کے مقابلہ میں قریب تر بیٹھتے تاکہ آپ کی بات خوب سن سکیں۔

مجالس میں توسیع' ایک قول:

وہ قتال کی مجالس میں سے ایک مجلس تھی۔ اور وہ مجالس ہی قتال کے مراکز ہوتیں جیسا کہ فرمایا مقاعد للقتال [آل عمران: ۱۲۱] مقاعد، مقاتل کے معنی میں ہے۔ نماز جمعہ میں لڑائی کے مقامات فَافْسَحُوْا (پس تم مجلس میں وسعت پیدا کرو) يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ (اللہ تعالیٰ تمہارے لئے وسعت فرمائیں گے) یہ عام ہے اس میں ہر وسعت شامل ہے۔ خواہ وہ وسعت مکان میں ہو۔ رزق میں خواہ سینے میں ہو وغیرہ ذلک۔ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا (اور جب کہا جائے کہ مجلس سے وسعت کیلئے اٹھ جاؤ) نمبر۱۔ آنے والوں پر مجلس کو وسیع کرنے کیلئے اٹھ جایا کرو۔ نمبر۲۔ یا مجلس رسول اللہ ﷺ سے اٹھ جانے کا حکم ملے تو فوراً اٹھ جایا کرو۔ نمبر۳۔ یا مجلس رسول ﷺ میں جہاد، نماز اور اعمال خیر کیلئے اٹھ جایا کرو۔ فَانْشُزُوْا۔ دونوں میں ضمہ مدنی، شامی، عاصم نے سوائے حماد کے پڑھا ہے۔ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ (اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں کے درجات بلند کرے گا) اس کے احکام کی پابندی کی وجہ سے اور اس کے رسول کے حکموں کو ماننے کی وجہ سے۔ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (اور وہ لوگ جن کو علم دیا گیا) اور خاص کر ان میں سے جو علماء ہیں۔ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے پورے طور پر باخبر ہیں) درجات کے متعلق دو قول ہیں۔ نمبر۱۔ دنیا میں مرتبہ اور شرف کا حصول نمبر۲۔ آخرت میں مرتبہ و شرف ملنا۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

جب اس آیت کو پڑھتے تو فرماتے یاایھا الناس، اے لوگو! اس آیت کو خوب سمجھ لو۔ اور علم کی طرف خوب دھیان دو۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عالم کو عابد پر اس طرح فضیلت حاصل ہے۔ جیسا کہ چودھویں رات کے چاند کو تمام ستاروں پر [الترمذی ۲۶۸۳، ابن ماجہ ۲۲۳، رواہ احمد، ۵/۱۹۶، ابوداؤد ۳۶۴۱] نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے۔ عالم کی ایک دن کی عبادت وہ عابد کی عبادت کے چالیس سال کے برابر ہے۔ [رواہ ابن ماجہ: ۴۳۱۳] نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ قیامت کے دن تین افراد سفارش کریں گے۔ نمبر۱۔ انبیاء نمبر۲۔ علماء نمبر۳۔ شہداء۔ علم کا مرتبہ کتنا اعلیٰ ہے کہ یہ نبوت و شہادت کے درمیان واسطہ ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ کا ارشاد شاہد ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

کہ سلیمان علیہ السلام کو علم اور مال و بادشاہت کے درمیان اختیار دیا گیا تو انہوں نے علم کو اختیار کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو مال و بادشاہت بھی عنایت فرمادی۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی کی۔ اے ابراہیم! میں علیم ہوں مجھے ہر علم والا پسند ہے۔ [رواہ ابن عبدالبر فی العلم: بحوالہ حاشیہ کشاف]

بعض حکماء کا قول:

کاش مجھے یہ معلوم ہوجائے کہ جس سے علم فوت ہوا اس نے کیا چیز پائی؟ اور جس نے علم کو پالیا اس کی کون سی چیز رہ گئی۔

زبیری کا قول:

علم مذکر ہے اور اس کو نر مرد ہی پسند کرتے ہیں۔ علم کی بہت سی اقسام ہیں مگر سب سے اعلیٰ وہ ہے جس کی معلومات اعلیٰ ہوں۔

۱۲ :یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ (جب تم رسول اللہ ﷺ سے سرگوشی کا ارادہ کرو) جب تمہارا ارادہ ان سے سرگوشی کرنے کا ہو۔ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً (تو اپنی اس سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات کردیا کرو) یعنی نجواکم ای قبل نجواکم سرگوشی سے قبل۔ یہ استعارہ ان کے لئے ہے جن کو قدرت حاصل ہے۔ جیسا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے من افضل ما اوتیت العرب الشعر۔ اہل عرب کو افضل ترین چیز شعر ملے ہیں۔ جن کو اپنی ضرورت سے قبل امیر کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اور انہی اشعار سے سخی کی سخاوت اس سے طلب کی جاتی ہے۔ اور انہی سے کمینہ کو نیچے اتارا جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اپنی حاجت سے قبل وہ صدقہ پیش کرے۔ ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ (یہ تمہارے لئے بہتر ہے) ذلک کا مشار الیہ تقدیم صدقہ ہے۔ خیر سے مراد دین کے اعتبار سے بہتر ہے۔ وَاَطْهَرُ (اور گناہوں سے پاک ہونے کا ذریعہ ہے) کیونکہ صدقہ پاکیزگی ہے۔ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا (پس اگر تم کو خیرات دینے کا مقدور نہ ہو) جو کہ تم صدقہ کرسکو۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پس اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں) کہ اس نے بلا صدقہ بھی سرگوشی کی اجازت مرحمت فرمادی ہے۔ ایک قول یہ ہے یہ حکم دس رات رہا پھر منسوخ ہوگیا۔

ایک قول:

یہ ہے یہ دن کی ایک گھڑی رہا پھر منسوخ کردیا گیا۔

قولِ علی رضی اللہ عنہ:

یہ کتاب اللہ کی وہ آیت ہے کہ اس پر مجھ سے پہلے کسی نے عمل نہیں کیا اور نہ میرے بعد اس پر کوئی عمل کرے گا۔ میرے پاس ایک دینار تھا۔ میں نے اس کو بطور صدقہ صرف کردیا۔ پھر جب بھی میں سرگوشی کرتا تو ایک درہم صدقہ کردیتا۔ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے دس مسائل دریافت کئے پس آپ نے مجھے ان کے جوابات مرحمت فرمائے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمبر ۱۔ وفا کیا ہے آپ نے فرمایا توحید اور لا الٰہ الا اللہ کی گواہی۔ نمبر ۲۔ فساد کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کفر اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔ نمبر ۳۔ حق کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اسلام اور قرآن اور دوستی جبکہ اس کا اختتام تم پر ہوگا۔ نمبر ۴۔ حیلہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا حیلہ کا چھوڑ دینا۔ نمبر ۵۔ مجھ پر کیا لازم ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت۔ نمبر ۶۔ میں اللہ تعالیٰ سے کس طرح دعا کروں آپ نے فرمایا صدق ویقین کے ساتھ نمبر ۷۔ میں اللہ تعالیٰ سے کیا مانگوں آپ نے فرمایا عافیت۔ نمبر ۸۔ اپنے نفس کی نجات کیلئے کیا کروں آپ نے فرمایا حلال کھاؤ اور سچ بولو۔ نمبر ۹۔ خوشی کی حقیقت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جنت نمبر ۱۰۔ آرام کیا ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ملاقات جب میں ان سوالات سے فارغ ہوا تو یہ آیت منسوخ ہوگئی۔ (قال ابن حجر لم اجدہ حاشیہ کشاف)

۱۳ : ءَ اَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ (کیا تم اپنی سرگوشی کے قبل خیرات دینے سے ڈر گئے) کیا تم صدقات پیش کرنے سے ڈر گئے اس لئے کہ اس میں وہ انفاق ہے جس کو تم ناپسند کرتے ہو۔ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا (جب تم اس کو نہ کر سکے) جس کا تمہیں حکم دیا گیا اور وہ تم پر گراں گزرا۔ وَتَابَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ (اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال پر عنایت فرمائی) یعنی تخفیف کردی گئی اور اس پر مواخذہ کو اٹھالیا گیا۔ جیسا کہ تائب سے مؤاخذہ اٹھالیا جاتا ہے۔ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (پس تم نماز کو قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو) نماز و زکوۃ اور تمام طاعات میں کمی وکوتاہی مت کرو۔ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (تمہارے تمام اعمال سے اللہ تعالیٰ پورے طور پر باخبر ہے) یہ وعدہ اور وعید دونوں ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن پر اللہ کا غضب ہوا نہ وہ تم میں سے ہیں نہ ان میں سے' اور وہ جانتے ہوئے

عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ⑭ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑮

جھوٹ پر قسم کھاتے ہیں' اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار فرمایا ہے' بیشک وہ برے کام کیا کرتے تھے

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑯ لَنْ تُغْنِيَ

انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا سو اللہ کے راستے سے روک دیا' لہٰذا ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے' ہرگز کچھ بھی

عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا

ان کے اموال اور اولاد اللہ سے بچانے کے لئے کچھ کام نہ آئیں گے یہ دوزخ والے ہیں اس میں

خٰلِدُوْنَ ⑰ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ

ہمیشہ رہیں گے' جس روز اللہ ان کو دوبارہ زندہ فرمائے گا سو وہ اس کیلئے بھی ایسی قسمیں کھائیں جیسی قسمیں تمہارے سامنے کھاتے ہیں اور وہ خیال کررہے

اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ⑱ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ

ہیں کہ ہم کسی اچھے حال میں ہیں خبردار بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں شیطان نے ان پر غلبہ پا لیا' سو انہیں اللہ کا ذکر

ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ⑲ اِنَّ الَّذِيْنَ

بھلا دیا' یہ شیطان کا گروہ ہے' خبردار بیشک شیطان کا گروہ خسارے میں پڑ جانے والا ہے بے شک جو لوگ

يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِى الْاَذَلِّيْنَ ⑳

اللہ کا اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتے ہیں یہ لوگ بڑی ذلت والوں میں ہیں۔

۱۴: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (کیا آپ نے ان لوگوں کی حالت کو نہیں دیکھا جو ایسے لوگوں سے دوستی رکھتے ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب نازل کیا ہے) منافقین یہود سے دوستی کا دم بھرتے تھے۔ اور یہود پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا۔ من لعنه الله و غضب عليه[المائدہ:٦٠] اور منافقین ایمان والوں کے راز یہود کی طرف منتقل کرتے تھے۔ مَا هُمْ مِّنْكُمْ (وہ اے مسلمانوں تم میں سے نہیں) وَلَا مِنْهُمْ (اور نہ وہ یہود میں سے ہیں) جیسا کہ ارشاد فرمایا۔ مذبذبین بین ذلك لا الى هؤلاء ولا الى هؤلاء[النساء:١٤٣] وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ (وہ اللہ تعالیٰ پر دانستہ

جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں) یعنی اس طرح کہتے ہیں۔ واللّٰہ انا لمسلمون لا منافقون ۔ اللہ کی قسم ہم مسلمان ہیں منافق نہیں ہیں۔ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (حالانکہ وہ جانتے ہیں) کہ وہ اس قول میں جھوٹے ہیں۔ اور وہ منافق ہیں۔

۱۵ : اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے) ان کے لئے عذاب کی خاص قسم کا غلبہ پا لینے والا عذاب ہوگا۔ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (بیشک وہ برے کام کیا کرتے تھے) وہ زمانہ ماضی میں بدعملی پر مصر تھے۔ یہ دراصل قیامت کے دن کہی جانے والی بات کی حکایت ہے۔

۱۶ : اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ (انہوں نے اپنی قسموں کو بنالیا ہے) قسموں سے جھوٹی قسمیں مراد ہیں۔ جُنَّةً (ڈھال) اپنے اموال و دماء کو محفوظ کرنے کیلئے وہ قسمیں کھاتے ہیں۔ فَصَدُّوْا (پھر وہ روکتے ہیں) لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ سے امن و سلامتی کے زمانہ میں عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے) طاعت و ایمان مراد ہے۔ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (پس ان کے لئے ذلت کا عذاب ہونے والا ہے) ان کے کفر اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کی وجہ سے ان کے ساتھ رسوا کن عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللّٰہ زدناهم عذابًا فوق العذاب [النحل : ۸۸]

۱۷ : لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ (ان کے مال و اولاد اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ان کو ذرا نہ بچا سکیں گے) من اللہ یعنی من عذاب اللہ شَيْئًا (ذرا بھر) ذرا سا فائدہ بھی نہ دیں گے۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (یہ لوگ دوزخی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے)

۱۸ : يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ (جس روز اللہ تعالیٰ سب کو زندہ کر کے اٹھائے گا پھر اس کے سامنے وہ جھوٹی قسمیں کھا جائیں گے) اللہ تعالیٰ کے سامنے قیامت کے دن کہ وہ دنیا میں مخلص تھے منافق نہ تھے۔ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ (جیسا کہ وہ تمہارے سامنے کھاتے ہیں) اس بات پر دنیا میں وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ (اور خیال کریں گے کہ وہ) دنیا میں عَلٰى شَيْءٍ (کسی اچھی حالت پر ہیں) یعنی نفع بخش یا ان کا خیال یہ ہے کہ ان کو کچھ نفع حاصل ہو جائے گا جیسا کہ اپنی جھوٹی قسموں سے یہاں ان کو فائدہ پہنچا۔ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ (یقیناً یہ انتہائی جھوٹے ہیں) اس میں کہ ان کا حال دنیا اور آخرت میں برابر ہوگا۔

۱۹ : اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ (ان پر شیطان غالب آگیا) مسلط ہوگیا۔ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ (شیطان نے ان کو اللہ تعالیٰ کی یاد بھلا دی ہے)

قول علامہ کرمانی رحمہ اللہ علیہ:

بندے پر شیطان کے غلبہ کی علامت یہ ہے کہ اس کو ظاہری بناوٹ کھانے، پینے اور پہننے میں مشغول کردے۔ اور اللہ تعالیٰ کے انعام پر غور کرنے سے اس کے دل کو مشغول کردے اور اس کے شکر کی ادائیگی سے غافل کردے اور اس کی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہٹا کر جھوٹ، غیبت، بہتان پر لگا دے اور دل کو سوچ و بچار اور توجہ سے دنیا کی تدبیر اور اس کے جمع کرنے کی وجہ سے مشغول کردے۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۱﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ

اللہ نے لکھ دیا ہے میں ضرور ضرور غالب رہوں گا اور میرے رسول بے شک اللہ قوی ہے عزیز ہے' آپ نہ پائیں گے ایسے لوگوں کو جو اللہ پر اور

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ

یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کہ دوستی رکھتے ہوں اس شخص سے جو مخالفت کرتا ہو اللہ کی اور اس کے رسول کی اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا

اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ

بھائی ہوں یا کنبہ کے لوگ ہوں' یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو لکھ دیا اور اپنی رحمت کے ذریعہ ان کی

بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ

تائید فرما دی اور وہ ان کو داخل فرمائے گا ایسی بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان

عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع ۳

سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہیں' یہ جماعت اللہ کا گروہ ہے۔ خبردار بلاشبہ اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہونے والا ہے۔

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ (یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں) اس کا لشکر ہیں۔ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (اور شیطان کا گروہ ضرور برباد ہونے والا ہے)

۲۰ : اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ (جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سخت ذلیل لوگوں میں سے ہیں) یعنی وہ من جملہ ان لوگوں میں سے ہونگے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے ذلیل ترین ہیں۔ ان سے بڑھ کر تم کسی کو ذلیل نہ پاؤ گے۔

۲۱ : كَتَبَ اللّٰهُ (اور اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا) لوح محفوظ میں لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (کہ میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے) دلائل اور تلوار سے یا ان دونوں میں سے کسی ایک سے اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ (بلاشک اللہ تعالیٰ قوت والا ہے) اس کے ارادے کو کوئی موڑ نہیں سکتا۔ عَزِيْزٌ (وہ غلبہ والا ہے) وہ غالب ہے اس پر کوئی غلبہ نہیں پا سکتا۔

۲۲ : لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ (جو لوگ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے روز پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں۔ آپ ان کو نہیں دیکھیں گے کہ وہ ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہوں) یوادون یہ تجد کا مفعول ثانی ہے۔ یا حال ہے یا قوما کی صفت ہے۔ اور تجد کا معنی مقابل پانا ہے۔ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ (جو اللہ تعالیٰ کے مخالف ہوں) مخالفت اور عداوت رکھنے والا وَرَسُوْلَهٗ (اور اس کے رسول کے)

مؤمن مشرک سے موالات نہیں کرسکتا:

مطلب یہ ہے کہ یہ بات ناممکن ہے کہ مؤمن ہو کر مشرکین سے موالات ومودت قائم کرنے والا ہو۔ مقصد یہ ہے کہ مؤمنوں کیلئے یہ مناسب نہیں ہے۔ اور مؤمن کا تقاضائے ایمانی یہ ہے کہ وہ اس سے باز رہے اور اس سے یہ بات کسی حال میں نہ پائی جائے۔ یہ انداز بیان ڈانٹ میں مبالغہ کیلئے ہے۔ کہ ان سے ملابست بھی اختیار نہ کی جائے۔ اور اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے سلسلہ میں مضبوطی دکھائیں۔ اور ان سے دور رہیں۔ اور ان کے میل جول اور رہن سہن سے بچ کر رہیں اور اس ارشاد نے تاکید میں مزید اضافہ کردیا۔

وَلَوْ كَانُوٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ (خواہ وہ مخالفت کرنے والے ان کے باپ ہوں۔ یا ان کے بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے کنبے والے ہوں) اور یہ فرما کر تاکید در تاکید کردی۔ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ (یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان جما دیا ہے) پختہ کردیا ہے اور اس کا تقابل اولئك حزب الشيطان سے کرتے ہوئے فرمایا۔ اولئك حزب اللّٰه کہ یہ میرا لشکر ہے میری مدد کا ہاتھ ان کے پیچھے ہے۔ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (اور ان کو اپنے نور سے مدد دی) یعنی روح سے مراد کتاب اللہ ہے اس طرح کہ وہ ذاتی لحاظ سے دلوں کی زندگی کیلئے بمنزلہ روح ہے۔

قولِ ثوری رحمہ اللہ:

یہ ان لوگوں کے بارے میں اتری جو بادشاہوں کے ساتھی بنتے ہیں۔

قولِ عبدالعزیز رحمہ اللہ علیہ بن ابی روّاد رحمہ اللہ:

منصور عباسی کی ان سے ملاقات ہوئی جب اس کو پہچان لیا کہ یہ منصور ہے۔ تو اس سے بھاگ گئے۔ اور یہ آیت پڑھی۔

قولِ سہل رحمہ اللہ:

جس نے اپنے ایمان کو صحیح رکھا اور توحید کو خالص کیا۔ وہ کسی مبتدع سے مانوس نہیں ہوسکتا۔ اور نہ اس کے ساتھ بیٹھ سکتا ہے۔ اس کے دل میں اس بدعتی سے دشمنی ہوگی اور جس نے کسی بدعتی سے مداہنت اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل سے سنت کی حلاوت چھین لیتے ہیں۔ اور جس نے کسی بدعتی کی بات کو قبول کیا تاکہ دنیا کی عزت حاصل کرے یا دنیا کا کوئی سامان جوڑے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس عزت کے بدلے ذلیل کرے گا۔ اور ایسی مالداری سے اس کو فقیر کردے گا۔ اور جس نے مبتدع کے ساتھ کسی بات پر خوشی کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل سے نور ایمان کھینچ لیتے ہیں۔ اور جو آدمی تصدیق نہیں کرتا۔ وہ تجربہ کرلے۔ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (اور ان کو ایسی جنتوں میں داخل کریگا۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی) خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (اوران جنتوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا) ان کی خالص توحید اور اطاعت کی وجہ سے وَرَضُوْا عَنْهُ (اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے) آخرت میں اس کے عظیم ثواب دینے پر یا دنیا میں جو ان پر مہربانیاں ہوئیں۔ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ (یہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے) وہ اس کے حق کے مددگار ہیں اور اس کی مخلوق کے نگران ہیں۔ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی یقیناً کامیاب ہونے والا ہے) وہ ہمیشہ رہنے والی نعمتوں میں باقی رہیں گے اور ہر محبوب چیز ان کو میسر ہوگی۔ اور خوفناک چیز سے مامون و محفوظ ہونگے۔

الحمدللہ سورۂ مجادلہ کے تفسیری ترجمہ سے بعد از نماز مغرب ۱۸ مئی ۲۰۰۳ء کو فراغت ہوئی۔

سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ أَرْبَعٌ وَعِشْرُوْنَ آيَةً وَثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الحشر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں چوبیس آیات اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ① هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ

اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جو بھی آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہ عزیز ہے حکیم ہے اللہ وہی ہے جس نے کافروں کو

الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا

یعنی اہل کتاب کو پہلی بار گھروں سے نکال دیا تمہارا گمان نہ تھا کہ وہ لوگ نکلیں گے اور انہوں نے گمان کیا تھا

اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَیْثُ لَمْ یَحْتَسِبُوْا ۗ وَقَذَفَ

کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچا لیں گے سو ان پر اللہ کا انتقام ایسی جگہ سے آ گیا جہاں سے ان کا خیال بھی نہ تھا اور اللہ نے ان کے دلوں

فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا

میں رعب ڈال دیا وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے اجاڑ رہے تھے، سو اے آنکھوں والو

یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ ② وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِی الدُّنْیَا ؕ

عبرت حاصل کرو، اور اگر اللہ نے ان کے بارے میں جلا وطن ہونا نہ لکھ دیا ہوتا تو انہیں دنیا میں عذاب دیتا

وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ③ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ یُّشَآقِّ

اور ان کے لئے آخرت میں آگ کا عذاب ہے اور یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی، اور جو شخص اللہ کی

اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ④

مخالفت کریگا سو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں۔ وہ سب چیزیں جو آسمان میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے)

غزوۂ بنی نضیر:

۱: روایت میں ہے یہ تمام سورت مکمل طور پر بنی نضیر کے متعلق نازل ہوئی۔ اور اس کا واقعہ اس طرح ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے مدینہ تشریف آوری پر بنونضیر سے صلح کر لی۔ اور شرط یہ قرار پائی کہ وہ نہ ان کی مخالفت کریں گے اور نہ آپ کی حمایت میں کسی سے لڑیں گے۔ جب بدر کے دن غلبہ آیا تو وہ کہنے لگے یہ وہ پیغمبر ہیں جن کی صفت تورات میں موجود ہے۔ اور اگلے سال احد میں شکست سے دوچار ہونا پڑا تو انہوں نے آپ کی نبوت میں شک کیا اور معاہدہ کو توڑ ڈالا۔ چنانچہ کعب بن اشرف چالیس سوار لے کر مکہ پہنچا اور بیت اللہ کے پاس ابوسفیان سے معاہدہ کر لیا۔ آپ ﷺ نے اس غداری پر محمد بن مسلمہ کو حکم دیا۔ انہوں نے کعب بن اشرف کو ایک طریقے سے رات کو قتل کر دیا۔ پھر لشکر لے کر بنونضیر کا محاصرہ کر لیا۔ جو اکیس روز جاری رہا۔ آپ نے ان کے نخلستان کاٹنے کا حکم دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا جس کی وجہ سے انہوں نے صلح کا مطالبہ کیا۔ آپ ﷺ نے جلاوطنی کے سوا ہر چیز سے انکار کر دیا۔ کہ ہر تین گھر ایک اونٹ کا بوجھ لاد کر سوائے ہتھیاروں کے جو چاہیں اپنا گھریلو سامان لے جائیں۔ چنانچہ وہ شام کے علاقہ میں اریحاء اور اذرعات کی طرف جلاوطن ہو گئے۔

حشر اوّل، دوم، سوم:

۲: هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ (وہی ہے جس نے کفار اہل کتاب کو ان کے گھروں سے نکالا) اہل کتاب سے یہاں یہود بن نضیر مراد ہیں۔ مِنْ دِیَارِهِمْ سے مراد مدینہ منورہ ہے۔ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ (پہلی بار اکٹھا کر کے) لام اخرج کے متعلق ہے۔ یہ اس طرح کی لام ہے جیسی اس ارشاد میں ہے۔ یالیتنی قدمت لحیاتی [الفجر:۲۴] اور عرب کہتے ہیں۔ جئته لوقت كذا میں فلاں وقت آیا مطلب یہ ہے اخرج الذین كفروا عند اول الحشر کافروں کو پہلے اکٹھ میں نکال دیا۔ اول الحشر کا مطلب یہ ہے کہ شام کی طرف یہ انکا پہلا اکٹھ ہے۔ یہ ایسے لوگوں کی اولاد تھے۔ جن کو پہلے جلاوطنی آج تک نہ ہوئی تھی۔ یہ پہلا گروہ ہے جن کو جزیرۂ عرب سے شام کی طرف نکالا گیا۔ نمبر۲۔ یہ ان کا پہلی مرتبہ جمع ہو کر نکلنا تھا۔ دوسری مرتبہ اکٹھے اس وقت نکلے جب عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو خیبر سے شام کی طرف جلاوطن کیا۔ اور ان کا آخری حشر قیامت کا حشر ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

جس کو شک ہو کہ محشر شام ہے پس وہ اس آیت کو پڑھ لے۔ پس ان کا یہ پہلا حشر ہے اور تمام لوگوں کا حشر ثانی ہوگا۔ جب یہود نکلے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم جاؤ تمہارا یہ اول حشر ہے اور ہم بھی تمہارے پیچھے ہیں۔ [رواہ البیہقی فی الدر المنثور ۸/۸۹]

قول قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

جب آخری زمانہ ہوگا۔ تو ایک آگ مشرق کی جانب سے نکلے گی جو لوگوں کو سرزمین شام کی طرف جمع کر دے گی اور وہیں ہم

لوگوں پر قیامت قائم کریں گے۔

ایک اور قول یہ ہے:

انکوانکے گھروں سے نکالا۔ اس پہلے اجتماع کیلئے جوان کے ساتھ لڑائی کیلئے تھا۔ کیونکہ یہ پہلا قتال تھا جو یہود کے ساتھ پیش آیا۔
مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا (تمہارا تو گمان بھی نہ تھا کہ وہ اپنے گھروں سے نکل جائیں گے) کیونکہ وہ بڑے لڑاکے اور ان کے قلعے مضبوط اور حفاظت شاندار، جنگی اسلحہ اور افرادی قوت میں کافی حد تک مضبوط تھی۔ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ (اور انہوں نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ ان کے قلعے ان کو اللہ تعالیٰ سے بچالیں گے) یعنی انکا گمان یہ تھا ان کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچالیں گے۔ ان حصونهم تمنعهم من باس اللّٰه اور انهم مانعتهم حصونهم من اللّٰه دونوں تراکیب میں فرق یہ نمبرا۔ خبر کو مقدم کرنا۔ یہ ظاہر کرتا ہے۔ ان کو قلعوں پر بہت زیادہ اعتماد اور ان کی حفاظت پر یقین تھا۔ نمبر۲۔ هم کی ضمیر کو انّ کا اسم بنایا گیا ہے۔ جبکہ جملہ کا اسناد اس کی طرف ہو رہا ہے۔ یہ ان کے اس اعتقاد کی دلیل ہے۔ کہ وہ ایسی عزت اور حفاظت میں ہیں کہ جس کے ہوتے ہوئے کوئی ان پر تعرض نہیں کر سکتا۔ یا ان پہ غلبہ کی طمع نہیں کر سکتا۔ اور یہ باتیں ظنوا ان حصونهم تمنعهم میں نہیں پائی جاتیں۔ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ (پس اللہ تعالیٰ ان کو ایسی جگہ سے آپہنچا) یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کا عذاب۔
قراءت: شاذ قراءت میں فآتاهم الله یعنی فاتا هم الهلاك مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا (ایسی جگہ سے کہ جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا) اور ان کے دل میں خیال بھی نہ گزرا تھا۔ اور وہ کعب بن اشرف رئیس بنونضیر کا اس کے رضاعی بھائی کے ہاتھوں قتل کیا جانا ہے۔ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ (اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا) رعب سے خوف مراد ہے۔ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ (کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے اجاڑ رہے تھے)
قراءت: يخرّبون ابوعمرو نے پڑھا۔ تخریب اور اخراب: کسی چیز کو توڑ اور گرا کر بگاڑنا۔ الخربة: فساد و بگاڑ۔
وہ اپنے گھروں کو اندر سے بگاڑ رہے تھے اور مسلمان ظاہر اور باہر سے گرا رہے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی شان و شوکت کا استیصال چاہتے تھے۔ مدینہ میں نہ یہودیوں کا گھر رہے اور نہ گھر کا باسی۔ ان گھروں کو برباد کرنے کا جو چیز موجب بنی وہ یہ تھی کہ لکڑیوں اور پتھروں سے گلیوں کے ناکے بند کر رہے تھے۔ تاکہ مسلمان داخل نہ ہوں اور اگر وہ جلاوطن کر دیے جائیں تو وہ مسلمانوں کے رہائش کے قابل نہ رہیں اور مکانات کی عمدہ عمدہ لکڑی اور کڑیاں جو ساگوان وغیرہ پر مشتمل تھیں وہ ساتھ لے جائیں۔ باقی مسلمان ان مکانات کو اس لئے برباد کر رہے تھے۔ تاکہ ان کی قلعہ بندی ختم ہو۔ اور لڑائی کا کھل کر موقعہ ملے اور تخريبهم بايدى المؤمنين کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو عہد شکنی کر کے خود تخریب کے حوالہ کیا تھا۔ جب وہ خود اس کا سبب بنے تو گویا انہوں نے خود اس کا حکم کیا تھا۔ اور ان کو بتکلف اس کا ذمہ دار بنایا تھا۔
فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ (پس اے دانشمندو اس حالت کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو) یعنی اس بات میں غور کرو کہ ان کو کیا

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۵﴾

تم نے جو بھی کھجوروں کے درخت کاٹ ڈالے یا تم نے انہیں انکی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو یہ اللہ کے حکم سے ہوا اور تا کہ اللہ کافروں کو ذلیل کرے۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ

اور جو کچھ مال فئ ان سے اللہ نے اپنے رسول کو مال دلوایا سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ دوڑائے

وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۶﴾ مَآ

اور لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے مسلط فرما دیتا ہے' اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے' اللہ نے جو کچھ

اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى

اپنے رسول کو بستیوں کے رہنے والوں سے بطور فئ کے مال دلوادیا سو وہ اللہ کے لئے ہے اور رسول کے لئے اور قرابت داروں کے لئے اور یتیموں کے لئے

وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ

اور مسکینوں کے لئے اور مسافروں کے لئے تا کہ یہ مال ان لوگوں کے درمیان دولت بن کر نہ رہ جائے جو مالدار ہیں اور رسول جو کچھ عطا کریں

الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۷﴾

وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رُک جاؤ اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

ہوا۔اوراس کا کیا سبب تھا۔پس اس سبب کو اختیار کرنے سے گریز کرو۔ورنہ تمہیں ان کی سزا بھگتنا ہوگی۔

قیاس کا جواز:

مَسْئَلَہ: یہ قیاس کے جواز کی دلیل ہے۔

۳: وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ (اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان کی قسمت میں جلاوطن ہونا نہ لکھ دیا ہوتا) الجلاء اہل وعیال سمیت وطن سے نکلنا۔لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا (تو دنیا میں ہی ان کو سزا دیتا) یعنی قتل اور قید کی سزا۔جیسا کہ بنوقریظہ کے ساتھ پیش آیا۔وَلَهُمْ (اوران کے لئے) خواہ وہ جلاوطن ہوں یا قتل کئے جائیں۔فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ (آخرت میں آگ کا عذاب ہے)۔جس سے زیادہ سخت کوئی سزا نہیں ہے۔

۴: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ (یہ اس سبب سے ہے کہ) ان کو یہ سزا اس سبب سے ملی کہ شَآقُّوا اللّٰهَ (انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی) وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (اور اسکے رسول کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سخت سزا دینے والے ہیں)

۵ : مَاقَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ (جو کھجوروں کے درخت تم نے کاٹ ڈالے) یہ ماقطعتم کا بیان ہے۔

نحو : مَا قطعتم کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا تم نے کیا چیز کاٹ ڈالی۔ ما کی طرف راجع ضمیر اَوْتَرَكْتُمُوْهَا میں مؤنث لائے کیونکہ وہ لینة کے معنی میں ہے۔ اللِّيْنَةُ کھجور کو کہتے ہیں۔ یہ الالوان سے لیا گیا ہے۔ ماقبل کسرہ کی وجہ سے واؤ کو یاء سے بدل دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اَللِّيْنَةُ عمدہ کھجور کو کہتے ہیں۔ گویا انہوں نے اس کو اللین سے لیا ہے۔ جس کا معنی نرمی ہے۔ قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ (یا ان کو ان کی جگہ کھڑا رہنے دیا۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اجازت سے ہوا) پس ان کا کاٹنا اور چھوڑنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ (اور تا کہ کافروں کو اللہ رسوا کر دے) تا کہ یہود ذلیل ہو جائیں اور ان کو کاٹنے کا حکم دے کر بھی یہود کو جلایا۔

مالِ فَیْ :

۶ : وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ (اور جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو ان سے دلوایا) اس کو آپ ﷺ کیلئے فَیْ قرار دیا۔ مِنْهُمْ هم سے مراد بنونضیر ہیں۔ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ (پس تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ) یہ اموال بنی نضیر کا حصول تمہارے گھوڑے دوڑانے اور سواریوں چڑھانے کی وجہ سے نہیں ہوا۔ الرکاب اونٹ۔ مطلب یہ ہے کہ اس کو حاصل کرنے کیلئے اور اس کو غنیمت بنانے کیلئے گھوڑوں اور سواروں کی ضرورت نہ پڑی اور نہ ان کے ساتھ لڑائی کر کے تمہیں تھکنا پڑا۔ بلکہ تم وہاں پیدل گئے کیونکہ یہ مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر قباء کے پاس ہی واقع ہے۔ آپ ﷺ گدھے پر سوار تھے پس وہی کافی ہو گیا۔

وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ (لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے مسلط کرتا ہے) مطلب یہ ہے بنونضیر کے جو اموال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عنایت فرمائے ہیں تم نے یہ اموال قتال وغلبہ سے حاصل نہیں کیے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان پر تسلط دیا جیسا کہ وہ اپنے رسولوں کو ان کے دشمنوں پر تسلط دیتے آئے ہیں۔ پس ان کی تقسیم کا معاملہ بھی اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے وہ جیسے چاہے تقسیم فرما دیں اس کو ان غنائم کی طرح جن کے لئے قتال کیا جائے۔ تقسیم نہ کیا جائے گا۔ اور جن غنائم کو زور وقوت سے حاصل کیا جائے ان کی طرح اس کا حکم نہ ہوگا۔ آپ ﷺ نے اس کو مہاجرین میں تقسیم فرما دیا۔ صرف تین انصاریوں کو اس میں سے حصہ دیا گیا کیونکہ وہ مفلوک الحال تھے۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے)

۷ : مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو دوسری بستیوں کے کافر لوگوں سے دلوائے۔ پس وہ بھی اللہ کا حق ہے اور رسول کا اور رسول کے قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور غریبوں کا اور مسافروں کا) اس جملے اور پہلے جملے کے درمیان عاطف نہیں لائے کیونکہ یہ پہلے جملے کا بیان ہے پس یہ جملہ اس سے اجنبی نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ پر وضاحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو

مال فئی دیا ہے۔اس سے کیا کریں۔آپ کو حکم دیا کہ اس کا مصرف وہی ہے۔جو خمس غنائم کا ہے۔جس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائیگا۔

بعض مفسرین کا قول:

بعض مفسرین نے اس قول کو کھوٹا قرار دے کر کہا کہ پہلی آیت تو اموال بنونضیر کے سلسلہ میں ہے۔جن کی تقسیم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے سپرد فرمائی۔اور یہ آیت ہر ایسی بستی کے متعلق ہے جو لڑائی کے بغیر حاصل ہو اور اس آیت میں اس کے خمس کا مصرف ذکر کیا گیا پس یہ ابتدائی کلام ہے۔

کَیۡ لَا یَکُوۡنَ دُوۡلَۃًۢ بَیۡنَ الۡاَغۡنِیَآءِ مِنۡکُمۡ (تا کہ وہ مال تمہارے مالداروں کے قبضہ میں نہ آ جائے)

قراءت: یزید نے تکونُ دولةٌ پڑھا ہے۔اور کان کو تامہ قرار دیا۔الدُّولة، الدَّولة جو انسان کیلئے بدل کر آئے۔اجداد سے گھوم کر آئے۔اب اس کا معنی یہ ہوا: تا کہ وہ مال فئی جو فقراء کا حق خالص ہے تا کہ وہ اس سے گزر اوقات کر سکیں۔وہ اغنیاء کے مابین جدی جائیداد نہ بن جائے جس سے اپنے مال کو اور زیادہ بڑھائیں۔وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوۡلُ (اور رسول تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو) اور جس کے لینے سے تم کو روک دیں یعنی تقسیم غنیمت یا فئی میں سے جو حصہ اللہ تعالیٰ کا رسول تمہیں دے۔فَخُذُوۡهُ (پس اس کو قبول کرلو) وَمَا نَهٰىكُمۡ عَنۡهُ (اور جس کے لینے سے روک دیں) اور منع کر دیں۔فَانۡتَهُوۡا (پس اس سے رک جاؤ) اور اس کا مطالبہ مت کرو۔وَاتَّقُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو!) اس بات سے کہ تم ان کی مخالفت اختیار کرو۔اور ان کے حکم کی بجا آوری میں سستی برتو! اور نہی کو قبول کرنے میں پس و پیش کرنے لگو۔اِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ (بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے) اس شخص کو جو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے۔بہتر قول یہ ہے یہ آیت عام ہو اور ہر امر و نہی رسول ﷺ اس میں شامل ہو اور اسی عموم کے تحت حکم فئی بھی داخل ہو۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا

فقراء مہاجرین کے لئے ہیں جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکالے گئے وہ اللہ کا فضل اور رضامندی

مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۸

طلب کرتے ہیں' اور اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی مدد کرتے ہیں یہ وہ ہیں جو سچے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ

اور ان لوگوں کے لئے ہیں جنہوں نے ان سے پہلے دار کو اور ایمان کو ٹھکانہ بنا لیا' جو شخص ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اس سے محبت کرتے ہیں اور اپنے

فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ

سینوں میں اس مال کی وجہ سے کوئی حاجت محسوس نہیں کرتے جو مہاجرین کو دیا جائے' اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انہیں

خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۹

حاجت ہو' اور جو شخص اپنے نفس کی کنجوسی سے بچا دیا گیا سو یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

۸ : لِلْفُقَرَآءِ (اور ان فقراء)

نحو : یہ لذی القربٰی اور معطوف علیہ سے بدل ہے۔ یہ للّٰہ وللرسول سے بدل نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو فقیر مہاجر نہیں کہا جا سکتا۔ علاوہ ازیں اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ینصرون اللّٰہ ورسولہ اور ظاہر ہے کہ اگر رسول کو فقراء میں بدل قرار دے کر شامل کیا جائے تو معنی اس طرح ہو جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ اور دوسرے فقراء مہاجرین اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یعنی رسول خود اپنی مدد کرتے ہیں۔ اور یہ مطلب درست نہیں پس یہ بدل بنانا اللہ عزوجل کی جو تعظیم واجب ہے اس کے خلاف بنتا ہے۔ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ (مہاجرین کیلئے ہے جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور اپنے مالوں سے جدا کر دیئے گئے) یعنی مکہ میں۔

خاص دلیل :

استیلاء کے ساتھ مسلمانوں کے اموال کے مالک بن جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو فقراء قرار دیا حالانکہ مکہ میں تو ان کے گھر اور جائیدادیں تھیں۔

يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کے طالب ہیں)

نَحو: یبتغون یہ حال ہے فضل سے مراد جنت ہے وہ جنت اور رضائے الٰہی کے طالب ہیں۔ وَّ یَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دین کی مدد کرتے ہیں) یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرتے ہیں۔ اور اس کے رسول کی اعانت کرتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (یہی لوگ (ایمان کے) سچے ہیں) یعنی اپنے ایمان اور جہاد میں۔

مدینہ دار المہاجرین اور دار الہجرۃ:

۹ : وَالَّذِيْنَ (اور ان لوگوں کا بھی حق ہے) اس کا عطف المہاجرین پر ہے۔ اور اس سے مراد انصار ہیں۔ تَبَوَّؤُا الدَّارَ (جو دارالاسلام) (مدینہ میں) ان مہاجروں کے آنے سے پہلے جاگزیں تھے) یعنی مدینہ میں رہائش تھی۔ وَالْاِيْمَانَ (اور ایمان مخلصانہ لائے) یہ اس قول کے مطابق ہے۔ جو عرب کہتے ہیں۔ علفتها تبنا و ماء باردًا یا انہوں نے اپنا مستقر و متوطن قرار دیا کیونکہ وہ اس پر پختہ اور مضبوط ہو گئے۔ جیسا کہ انہوں نے مدینہ کو بھی اسی طرح بنایا یا دار الهجرات کو دار الایمان قرار دیا۔ تو الدار کی لام تعریف کو مضاف الیہ کے قائم مقام رکھا اور دار الایمان سے مضاف کو حذف کر دیا اور مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کر دیا۔ مِنْ قَبْلِهِمْ (مہاجرین سے پہلے جاگزین تھے) کیونکہ انہوں نے دار الہجرت اور ایمان کو ٹھکانہ دینے میں ان سے سبقت اور پہل کی۔ ایک قول یہ ہے ان کے ہجرت کرنے سے پہلے يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ (جو مہاجر ان کے پاس ہجرت کر کے آتے ہیں۔ ان سے یہ محبت کرتے ہیں) یہاں تک کہ ان کو اپنے مال بانٹ کر دے دیئے اور ان کو اپنے گھروں میں اتارا اور جن کی دو بیویاں تھیں۔ ایک سے علیحدگی اختیار کر کے مہاجر بھائی سے شادی کر دی۔ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا (اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ لوگ اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے) مہاجرین کو جو مال فئی وغیرہ دیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق اپنے دلوں میں کوئی طلب و حاجت نہیں پاتے۔

ایک نکتہ:

آیت میں محتاج الیہ کا نام حاجۃ رکھا گیا۔ مطلب یہ ہوا کہ ان کے نفوس مقدسہ اس قدر صاف ہیں کہ مہاجرین کو جو کچھ دیا جائے۔ ان کے نفوس اس کی طرف لالچ کرتے ہوئے جھکاؤ بھی اختیار نہیں کرتے اور ان میں سے کسی ضرورت والی چیز کی طرف نگاہ بھی نہیں اٹھاتے (سبحان اللہ) ایک قول یہ ہے حاجۃ کا معنی حسد ہے اس چیز سے جو مہاجرین کو فئی میں سے دیا جائے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مال فئی کے ساتھ خاص کر دیا تھا۔ ایک اور قول وہ اپنے دلوں میں ضرورت کی ایک ذرا سی رمق بھی نہیں پاتے اس مال کے چلے جانے سے جو ان مہاجرین کو دیا گیا۔ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (اور ان کو اپنے سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان پر فاقہ ہی ہو) خصاصة فقر۔ اس کی اصل ہے خصاص البیت: گھر کے سوراخ۔ یہ جملہ موضع حال میں ہے۔ ای مفروضة خصاصتهم۔

انصاری رضی اللہ عنہ اور مہمان:

روایت میں ہے کہ ایک انصاری کے ہاں ایک مہمان آیا۔ انہوں نے بچوں کو پہلا کر سلا دیا اور مہمان کی خدمت میں کھانا پیش کیا اور دیا صرف اس غرض سے بجھا دیا کہ مہمان سیر ہو جائے اور وہ اس میں سے نہ کھائے [بخاری]۔ روایت انس رضی اللہ عنہ: کسی انصاری کو بکری کی بھنی ہوئی سری بطور ہدیہ دی گئی۔ وہ شدید بھوک سے دوچار تھے مگر انہوں نے اپنے پڑوسی کی طرف بھیجی شاید ان کو ضرورت زیادہ ہو۔ نو اشخاص میں یہ گھومتی گھماتی پھر ان کے گھر واپس پہنچ گئی۔

قولِ ابوزید:

مجھے ایک بلخی نوجوان نے کہا تمہارے نزدیک زہد کیا ہے؟ میں نے کہا جب ہم پاتے ہیں کھا لیتے ہیں اور جب نہیں پاتے تو صبر کرتے ہیں اس نے کہا ہمارے ہاں بلخ کے کتے اسی طرح کرتے ہیں۔ ہمارا طرزِ عمل یہ ہے جب ہم نہیں پاتے تو صبر کرتے ہیں۔ اور جب پالیتے ہیں تو دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اور جو شخص اپنی طبیعت کے بخل کی وجہ سے محفوظ رکھا جائے پس وہی لوگ کامیاب ہیں) المفلح اپنے مقصد کو پانے والے۔ الشح ملامت و کمینگی۔ آدمی کا اپنا نفس بعض اوقات روک لینے کا خواہاں ہو۔ البخل بعینہٖ روکنا۔ ایک قول یہ ہے ظلم سے کسی مسلمان بھائی کا مال کھا جانا۔ البخل اپنے مال کو دوسرے سے روکنا۔ بقول کسریٰ بخل فقر سے زیادہ نقصان دہ ہے۔ کیونکہ فقیر وسعت آنے پر دیتا ہے مگر بخیل کبھی نہیں دیتا۔

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا

اور ان لوگوں کے لئے ہیں جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب بخش دے ہم کو اور ان لوگوں کو جو ہمارے بھائی ایمان کے ساتھ

بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿١٠﴾

ہم سے پہلے گزر گئے اور مت کر دے ہمارے دلوں میں کوئی کھوٹ ایمان والوں کے لئے اے ہمارے رب بے شک آپ رؤف ہیں رحیم ہیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ

کیا آپ نے منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کافر بھائیوں سے کہہ رہے تھے جو اہل کتاب میں سے ہیں

لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ

کہ یقین جانو اگر تم نکالے گئے تو ضرور ضرور ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہم تمہارے بارے میں کبھی بھی کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور ضرور تمہاری مدد کریں گے

وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١١﴾ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا

اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ یہ یقینی بات ہے کہ اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور یقینی بات ہے اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ

يَنْصُرُونَهُمْ وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ﴿١٢﴾ لَأَنْتُمْ أَشَدُّ

ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر ان کی مدد کریں گے تو پشت پھیر کر چلے جائیں گے پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی یہ بات بھی یقینی ہے کہ ان کے سینوں میں

رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿١٣﴾ لَا يُقَاتِلُونَكُمْ

تمہارا ڈر اللہ کے خوف سے بھی زیادہ ہے یہ اس وجہ سے کہ بیشک وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں ہیں وہ تم سے جنگ نہیں کریں گے

جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى مُحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ

اکٹھے ہو کر مگر ایسی جگہوں میں جو محفوظ ہوں یا دیواروں کی آڑ میں' آپس میں ان کی لڑائی سخت ہے'

تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٤﴾

آپ خیال کرتے ہیں کہ وہ اکٹھے ہیں حالانکہ ان کے دل الگ الگ ہیں یہ اس وجہ سے کہ بیشک وہ ایسے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔

كَمَثَلِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٥﴾

ان لوگوں کی سی مثال ہے جو ان سے کچھ پہلے تھے انہوں نے اپنے کردار کا مزہ چکھ لیا' اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حکم استغفار:

۱۰ : وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ (اوران لوگوں کا بھی جوان کے بعد آئے) اس کا عطف بھی المہاجرین پر ہے۔اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے بعد میں ہجرت کی۔ایک قول:احسان سے ان کی اتباع کرنے والے۔ایک قول یہ ہے ان کے بعد قیامت تک آنے والے لوگ۔قول عمر رضی اللہ عنہ:اس میں ہر وہ بچہ داخل ہے جو قیامت تک مسلمانوں کا پیدا ہوگا۔پس انہوں نے دونوں میں واؤ کو عاطفہ مانا۔

قراءت: دونوں آیات میں للذین پڑھا گیا ہے۔

یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ (بعد کو آنے والے کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں) ایک قول یہ مہاجرین وانصار ہیں۔قول عائشہ رضی اللہ عنہا: لوگوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ان کے لئے استغفار کریں مگر لوگوں نے ان کو گالیاں بکیں۔وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا (ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے متعلق کینہ نہ پیدا کردینا) غلا: کینہ،حسد،بغض لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے) الذین امنو اسے صحابہ کرام مراد ہیں۔رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق ورحیم ہیں)

قولِ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ:

سعید سے پوچھا گیا تم عثمان وطلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم کے متعلق کیا کہتے ہو انہوں نے کہا میں وہ کہتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کہلوایا ہے اور یہ آیت پڑھی۔

منافقین کا حال:

۱۱ : پھر بطور اظہارِ تعجب اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نَافَقُوْا (کیا آپ نے ان منافقین کی حالت نہیں دیکھی) یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے عبداللہ بن ابی اور اس کے حامیوں کو نہیں دیکھا۔یَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ (کہ اپنے بھائیوں سے جو کفار اہل کتاب ہیں) اہل کتاب سے بنو نضیر مراد ہیں۔اور اخوانھم سے مراد کفر میں شریک بھائی۔ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ (واللہ اگر تم نکالے گئے) اپنے گھروں سے لَنَخْرُجَنَّ مَعَکُمْ (تو ہم تمہارے ساتھ نکل جائیں گے) روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی اور اس کی پارٹی کے لوگ رات کو بنی نضیر کے پاس گئے اور کہنے لگے تم قلعہ سے مت نکلو اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی تمہارے ساتھ لڑے تو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ہم تمہارے لئے ان کو خود روک لیں گے اور اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم ضرور تمہارے ساتھ نکلیں گے۔وَلَا نُطِیْعُ فِیْکُمْ اَحَدًا اَبَدًا (اور ہم تمہارے سلسلہ میں کبھی کسی کا کہنا نہ مانیں گے) فیکم سے تمہارے ساتھ لڑائی کے معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں میں جو بھی ہو ہم کسی کی بات نہ مانیں گے خواہ مجبور کئے جائیں یا تمہارے رسوائی کے سلسلہ میں اور نصرت کا جو وعدہ ہم نے کیا اس کے خلاف کرنے میں ہم کسی کی بات نہ مانیں گے۔وَّاِنْ

قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (اور اگر تم سے کسی کی لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد ضرور کریں گے اور اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں) ان وعدوں میں جو بنونضیر سے یہ زبانی کلامی کر رہے ہیں۔

مَسْئَلَہ: یہ اخبار بالغیب ہے جو وحی کے ذریعہ ہی ممکن ہے یہ آپ کی نبوت کی صداقت پر دلیل ہے۔

۱۲: لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ (اگر اہل کتاب نکالے گئے تو یہ منافقین ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر ان کی مدد بھی کی تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ پھر ان کی کوئی مدد نہ ہوگی) آیت میں فرمایا ولئن نصروھم حالانکہ پہلے فرمادیا کہ وہ ان کی مدد نہ کریں گے تو یہ بالفرض والتقدیر کے طور پر فرمایا گیا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ لئن اشرکت لیحبطن عملك[الزمر:۶۵] اور اللہ تعالیٰ کی ذات جس طرح مایکون کو جانتی ہے اسی طرح مالایکون کو بھی جانتی ہے اور اگر وہ ہوتا تو وہ کس طرح ہوتا مطلب یہ ہے کہ اگر منافقین نے یہود کی بالفرض مدد کی تو منافقین ضرور شکست کھائیں گے اس کے بعد پھر ان کی مدد نہ کی جائے گی۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرڈالیں گے اور ان کا نفاق ان کو بچا نہ سکے گا کیونکہ مخالفت رسول کر کے ان کا کفر ظاہر ہوگیا۔ یا یہود کو ضرور شکست ہوگی پھر منافقین کی امداد ان کا سہارا نہ بن سکے گی۔

۱۳: لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً (اے مسلمانو! بیشک تمہارا خوف ان کے دلوں میں بہت زیادہ ہے) رھبۃ یہ مصدر ہے بمعنی للمفعول ہے ڈر میں بڑھ کر فِيْ صُدُوْرِهِمْ (ان کے دلوں میں) یہ ان کے نفاق کی دلالت ہے۔ یعنی وہ تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کا خوف ظاہر کرتے ہیں حالانکہ تمہارا خوف ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہے۔ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ (اللہ تعالیٰ کے خوف سے یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں) وہ اللہ تعالیٰ کو جانتے نہیں نہ اس کی عظمت کو مانتے ہیں تا کہ یہ اس سے صحیح طور پر ڈرتے۔

۱۴: لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ (وہ سب ملکر بھی تم سے نہیں لڑیں گے) یعنی تمہارے ساتھ لڑائی کی انہیں طاقت نہیں۔ جَمِيْعًا (اکٹھے مل کر) یعنی یہود و منافقین اِلَّا (مگر یہ کہ ہوں) فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ (حفاظت والی بستیوں میں) خندقوں کی آڑ میں اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ (یا دیواروں کی آڑ میں)

قراءت: مکی، ابوعمرو نے جدار پڑھا ہے۔

بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ (ان کی لڑائی آپس میں ہی بڑی تیز ہے) یعنی سخت لڑائی جس سے وہ معروف ہیں وہ اپنے مابین لڑی جانے والی ہے جبکہ وہ ایک دوسرے سے لڑیں اور اگر وہ تم سے لڑیں گے تو ان کی مضبوطی اور جنگجوئی نہیں رہے گی کیونکہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی میں بڑے سے بڑا بہادر بھی بزدل ہے۔ تَحْسَبُهُمْ (تم ان کو گمان کرتے) یعنی یہود و منافقین کو جَمِيْعًا (اکٹھے باہمی الفت و یگانگت والے) وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى (حالانکہ ان کے دل غیر متفق ہیں) الگ الگ ہیں ان کے اندر باہمی الفت کا نشان نہیں۔ مطلب یہ ہے ان کے مابین کینے اور عداوتیں ہیں جس کی وجہ سے ان کے مابین حقیقی یگانگت نہیں ہے۔

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّىْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّیْٓ

شیطان کی سی مثال ہے کہ وہ انسان سے کہتا ہے کہ کافر ہو جا' سو وہ جب کافر ہو جاتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ میں تجھ سے بیزار ہوں میں

اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِى النَّارِ خَالِدَيْنِ

اللہ سے ڈرتا ہوں جو رب العالمین ہے سو ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ بلاشبہ دونوں دوزخ میں ہوں گے اس میں ہمیشہ

فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٧﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ

رہیں گے اور یہ ظالموں کی سزا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان یہ غور کر لے کہ

نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨﴾

اس نے کل کے لئے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بلاشبہ اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے اور تم ان لوگوں

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿١٩﴾

کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے سو اللہ نے ان کو ان کی جانیں بھلا دیں یہ لوگ فاسق ہیں

لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴿٢٠﴾

برابر نہیں ہیں دوزخ والے اور جنت والے اہل جنت ہی کامیاب ہیں'

نکتہ: اس میں مسلمانوں کو جرأت دلائی گئی اور ان کے خلاف لڑائی کیلئے ان کے دلوں کو مضبوط کیا گیا ہے۔

ذٰلِكَ (یہ پراگندگی) بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ (صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں) دلوں کے تشتت وافتراق نے ان کے قوئ کو کمزور کر ڈالا اور روحوں میں بزدلی پیدا کر دی۔

١٥: كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (ان لوگوں کی سی مثال ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے ہوئے) ان کی مثال اہل بدر جیسی ہے۔

نحو: مبتدأ کو حذف کر دیا گیا ہے۔

قَرِيْبًا۔ ای استقروا قریبًا جو ان سے قریبی زمانہ میں ان سے تھوڑا عرصہ قبل ہوئے۔ ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ (وہ اپنے کردار کا مزہ چکھ چکے) اپنے کفر کا برا انجام اور عداوتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نتیجہ چکھ چکے۔ عرب کا قول ہے کلا وبیل بدمزہ بدانجام یعنی دنیا میں انہوں نے قتل کا عذاب پالیا۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا) اس کے ساتھ ساتھ ان کے لئے دردناک عذاب آخرت میں ہوگا۔

منافقین کا حال شیطان کے مشابہ:

۱۶ : كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ (شیطان کی ایسی مثال ہے کہ انسان سے کہتا ہے کافر ہو جا۔ جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو اس سے کہتا ہے میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں) منافقین کی یہودیوں کو لڑائی پر ابھارنے اور ان سے نصرت کا وعدہ کرنے پھر ان کے چھوڑنے اور مخالفت کرنے کی مثال شیطان جیسی ہے کہ جب وہ اپنے فریب سے انسان کو گمراہ کر لیتا ہے۔ تو آخرت میں اس سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے۔ ایک قول یہ ہے اس سے شیطان کا قریش کو گمراہ کر کے میدان بدر میں لا کھڑا کرنا ہے۔ اور یہ کہہ کر ابھارنا۔

لاغالب لکم الیوم من الناس وانی جارلکم الٰی ۔ انی بریٔ منکم [الانفال:۴۸]

۱۷ : فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ (پس آخری انجام دونوں کا یہ ہوا) دونوں کافر انسان اور شیطان کا انجام اَنَّهُمَا فِى النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا (دونوں دوزخ میں گئے جہاں ہمیشہ رہیں گے) اَنَّ اپنے اسم و خبر سمیت یہ موضع رفع میں کانَ کا اسم ہے اور عاقبتھما یہ اس کی خبر ہے اور خالدین حال ہے۔ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ (اور ظالموں کی یہی سزا ہے)

۱۸ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ (اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو) اس کے اوامر کے سلسلہ میں اور ان کی خلاف ورزی مت کرو۔ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ (اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے)

ایک نکتہ:

نفسٌ کو نکرہ لائے کیونکہ آخرت کی طرف دھیان کرنے والے نفس قلیل ہیں۔

مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (کہ کل کے دن کیلئے اس نے کیا پہلے بھیجا ہے) غد سے قیامت کا دن مراد ہے اس کو ذہن کی تقریب کیلئے اس دن سے تعبیر فرمایا جو آج کے دن سے متصل ہے یا نمبر۲۔ اس کو اس لئے غد سے تعبیر کیا گویا دنیا اور آخرت دونوں ہیں ایک آج کا دوسرا کل کا۔ اور پھر غد کو نکرہ لا کر اس کی عظمت کو بڑھایا۔ کہ ایسا کل جس کی عظمت شان کی وجہ سے کیفیت جانی نہیں جاسکتی۔

قولِ مالک بن دینار رحمہ اللہ:

جنت کے دروازہ پر لکھا ہوگا ہم نے جو عمل کیا اس کو پالیا اور جو آگے بھیجا اس کو نفع سے پالیا اور جس کو پیچھے چھوڑا اس کا نقصان اٹھالیا۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو!) نمبر۱۔ تقویٰ کے حکم کو تاکید کیلئے دوبارہ لائے یا نمبر۲۔ ادائے واجبات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کیونکہ پہلا واتقوا اللہ اعمال کے متصل آرہا ہے۔ اور پھر فرمایا واتقوا اللّٰہ اور اللہ تعالیٰ سے ترکِ معاصی کے سلسلہ میں ڈرو، کیونکہ اس اتقوا اللہ کو اس کے ساتھ ملا کر ذکر کیا جو وعید کے قائم مقام ہے اور وہ وعید جیسی آیت یہ آیت ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو) اس میں مراقبہ پر ابھارا گیا۔ کیونکہ جو شخص یہ جانتا ہے

کہ اللہ تعالیٰ کو وہ سارے گناہ معلوم ہیں جن کا وہ ارتکاب کررہا ہے۔ اور جن سے رک رہا ہے۔

۱۹ : وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ (اورتم ان لوگوں کی طرح مت ہو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے بے پروائی اختیار کی) انہوں نے یادِالٰہی کو ترک کردیا اور جن باتوں کا ان کو حکم دیا تھا۔ ان کو چھوڑ بیٹھے۔ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ (تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی جانوں سے بے پرواہ بنادیا) اللہ تعالیٰ کی رحمت وتوفیق ان کا ساتھ چھوڑ گئی۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (وہ وہی فاسق ہیں) اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکلنے والے ہیں۔

اہل جنت و دوزخ برابر نہیں:

۲۰ : لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (دوزخی اور جنتی باہم برابر نہیں۔ اہل جنت ہی کامیاب ہیں) اس میں لوگوں کو خبردار کیا اور یہ اعلان کردیا گیا کہ لوگو! تم کثرت غفلت اور آخرت کی فکر بہت کم کرنے اور دنیا کو آخرت کے مقابلہ میں ترجیح دے کر اور شہوات کی پیروی کر کے اس درجہ میں پہنچ چکے۔ گویا کہ جنت و دوزخ کے فرق کو ہی تم نہیں جانتے اور ان کے رہنے والوں کے درمیان تو دور کا فاصلہ پایا جاتا ہے۔ وہ تمہارے پیش نظر رہا ہی نہیں۔ حالانکہ بڑی کامرانی تو اصحاب جنت کو حاصل ہوگی اور اصحاب نار کو دردناک عذاب میں مبتلا ہونا ہوگا۔ پس لوگوں کو چاہئے کہ وہ اس بات کو جانیں اور اس سے خبردار ہوں۔ جیسا تم اس شخص کو کہو جو اپنے باپ کی نافرمانی کرتا ہو۔ ھو ابوک کہ وہ تیرا باپ ہے تم نے یہ جملہ اس کو اس انداز سے کہا ہے گویا وہ اپنے باپ کو جانتا ہی نہیں پس یہ جملہ کہہ کر تم اس کو حق بات یاد دلا رہے ہو جو کہ مہربانی اور صلہ رحمہ کا مقتضی ہے۔

استدلالِ شوافع:

اس آیت سے انہوں نے استدلال کیا کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہ کیا جائے گا۔ اور کافر استیلاء سے مسلمانوں کے مال کے مالک نہیں بنتے۔ ان استدلالات کے جوابات اصول فقہ کی کتب میں عموماً اور خصوصاً ہماری کتاب الکافی میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو اے مخاطب تو اسے دیکھتا کہ اللہ کے خوف سے

اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

دب جاتا اور پھٹ جاتا اور یہ مضامین عجیبہ ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ فکر کریں۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ

وہ اللہ ہے کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ غیب کا اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے وہ رحمن ہے رحیم ہے، وہ

اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ

اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے، بہت پاک ہے، باسلامت ہے امن دینے والا ہے، نگہبان ہے، عزیز ہے

الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ

جبار ہے، بڑی عظمت والا ہے، اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو لوگ شرک کرتے ہیں وہ اللہ ہے پیدا کرنے والا ہے، ٹھیک ٹھیک بنانے والا ہے

لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۴﴾

اس کے اچھے اچھے نام ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اس کی تسبیح بیان کرتی ہیں اور وہ عزیز ہے حکیم ہے۔

عظمتِ قرآن:

۲۱: لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ (اور اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تو اس کو دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا) مطلب یہ ہے کہ قرآن کی عظمت وشان کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کسی پہاڑ میں تمیز ڈال دی جائے۔ اور اس پر قرآن مجید اتارا جائے تو وہ ضرور دب جائے جھک جائے۔ اور خوف الٰہی سے پھٹ جاتا۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ تمثیل ہو جیسا کہ اس قول باری تعالیٰ میں۔ انا عرضنا الامانة [الاحزاب:۷۲] اور اس پر آیت کا اگلا حصہ دلالت کر رہا ہے۔ وتلك الا مثال نضربها للناس لعلهم يتفكرون ۔ اس میں اس مثال اور اس جیسی دیگر امثلہ کی طرف اشارہ ہے۔ جو قرآن مجید میں بیان ہوئیں۔ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (اور ان مضامین عجیبہ کو ہم لوگوں کے فائدہ کیلئے بیان کرتے ہیں تاکہ غور کریں)

اصل مقصود:

انسان کی سخت دلی پر اس کو خبردار کیا گیا کہ تلاوت قرآن کے وقت تجھ میں جتنا خشوع ہونا چاہیے وہ پایا نہیں جاتا اور اس کے زواجر و تنبیہات پر جیسا غور و فکر چاہیے ایسا نہیں کیا جاتا ہے۔

تردید شرک بتذکرہ صفات باری تعالیٰ:

۲۲ : رَبط : پھر شرک کی تردید فرمائی اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ قرار دیا انکار کیا۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ (وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سواء اور کوئی معبود بننے کے لائق نہیں۔ وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا) غیب سے سر اور شہادہ سے علانیہ نمبر۲۔ دنیا و آخرت نمبر۳۔ معدوم و موجود۔ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (وہی بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے)

۲۳ : هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ (وہی اللہ تعالیٰ ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے) کہ جس کی بادشاہی زائل نہ ہوگی۔

اَلْقُدُّوْسُ (سب عیبوں سے پاک) تمام قبائح سے منزہ۔ ملائکہ کی تسبیح میں یہ الفاظ ہیں سبوحٌ قدوس رب الملائکة والروح۔ السَّلٰمُ (سلامت رہنے والا ہے) زجاج کہتے ہیں السّلام وہ ذات کہ مخلوق جس کے ظلم سے سالم و محفوظ ہے۔ (کیونکہ وہ عادل ہے) اَلْمُؤْمِنُ (وہ امن دینے والا ہے) بقول زجاج امن عطاء کرنے والا۔ مخلوق جس کے ظلم سے مامون ہے یا وہ مطیع کو اپنے عذاب سے بچانے اور امن دینے والا ہے۔ اَلْمُهَیْمِنُ (نگہبانی کرنے والا ہے)۔ ہر چیز پر نگہبانی کرنے والا۔ اس کی حفاظت کرنے والا۔ یہ الامن مصدر سے مُفَیعل کا صیغہ ہے۔ البتہ یہاں ہمزہ کو ھاء سے بدلا گیا ہے۔ اَلْعَزِیْزُ (وہ زبردست ہے) وہ غالب ہے مغلوب نہیں۔ اَلْجَبَّارُ (خرابی کا درست کرنے والا ہے) بلند عظمت والا کہ سب اس کے سامنے جھکنے والے ہیں۔ یا وہ قدرت و سلطنت میں عظیم الشان ہے۔ یا قہار و جبروت والا ہے۔ اَلْمُتَكَبِّرُ (جو بڑائی و عظمت میں انتہاء کو پہنچنے والا) سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ (وہ کافروں کی شرک آفرینی سے پاک ہے) اس نے اپنی ذات کو ان سب صفات سے منزہ قرار دیا جو مشرکین اس کے متعلق بیان کرتے تھے۔

۲۴ : هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ (وہی معبود ہے پیدا کرنے والا) جو اس نے بنانا ہے اس کا اندازہ کرنے والا اَلْبَارِئُ (ٹھیک ٹھیک بنانے والا) ایجاد کرنے والا۔ اَلْمُصَوِّرُ (صورتیں بنانے والا) ماؤں کے رحموں میں لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (اسی کے اچھے اچھے نام ہیں) جو اس کی بلند صفات پر دلالت کرنے والے ہیں۔ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (جو چیزیں آسمانوں میں ہیں۔ اور زمین میں ہیں سب اس کی پاکی ظاہر کرتی ہیں۔ اور وہی زبردست ہے حکمت والا ہے)

ایک نکتہ:

تسبیح باری تعالیٰ سے سورت کو شروع کیا گیا۔ اور اسی پر سورت کو ختم فرمایا گیا۔

فضیلت:

نمبر ۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ تم سورۂ حشر کی آخری آیات لازم پکڑو اور اس کی کثرت سے تلاوت کیا کرو۔ میں نے سوال دہرایا تو آپ نے یہی جواب دہرا دیا۔ میں نے تیسری مرتبہ سوال کو لوٹایا تو آپ نے تیسری بار اسی جواب کو لوٹا دیا۔ [رواہ الثعلبی کمافی الکشاف]

نمبر ۲۔ حضرت معقل بن یسار کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کے وقت تین مرتبہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھ کر سورۂ حشر کی آخری تین آیات کی تلاوت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کرنے پر شام تک مقرر فرما دے گا۔ اور اگر اس روز مر جائے گا تو شہید مریگا۔ اور اگر شام کو پڑھے گا تو تب بھی یہی مرتبہ ملے گا۔ [رواہ الترمذی وقال حدیث غریب]

الحمدللہ اس سورت کا تفسیری ترجمہ ظہر سے قبل مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ ممتحنہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں تیرہ آیات اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ

اے ایمان والو! میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔ تم ان کی طرف دوستی کرتے ہو

وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۭ

اور حالانکہ وہ حق کے منکر ہو چکے ہیں جو تمہارے پاس آیا ہے وہ رسول کو اور تمہیں اس وجہ سے نکال چکے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے جو تمہارا رب ہے

اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ

اگر تم نکلے ہو جہاد کرنے کے لئے میری راہ میں اور میری رضا تلاش کرنے کے لئے تم انکی طرف چھپے سے دوستی کی باتیں کرتے ہو

وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ①

اور میں ان باتوں کو خوب جانتا ہوں جنہیں تم چھپاتے ہو اور تم میں سے جو شخص ایسا کرے گا سو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا

حاطب کا خط:

۱ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ (اے ایمان والو تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ)

روایت میں ہے کہ ابوعمرو بن صیفی بن ہاشم کی لونڈی جس کو سارہ کہا جاتا تھا۔ مدینہ منورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسوقت حاضر ہوئی جبکہ آپ غزوۂ فتح مکہ کی تیاری میں مصروف تھے۔ آپ نے فرمایا کیا تو مسلمان ہو کر آئی ہے کہنے لگی نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تو وطن چھوڑ کر آئی ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر تو کس وجہ سے آئی ہے؟ کہنے لگی میں سخت محتاج ہوگئی ہوں۔ آپ نے بنی عبدالمطلب کو اس کی امداد کیلئے کہا۔ انہوں نے اس کو کپڑے، اور سواری بمعہ زادِ راہ عنایت کی۔ پھر وہ حاطب بن ابی بلتعہ (جو بدری تھے اور بنی اسد بن عبدالعزیٰ کے حلیف تھے) کے پاس آئی۔ انہوں نے اس کو دس دینار اور پہننے کی چادر دی۔ اور اس کو اہل مکہ کے نام ایک خط دیا۔ جس کی تحریر یہ تھی۔ یہ حاطب بن ابی بلتعہ کا خط اہل مکہ کے نام ہے خبردار ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے رسول تم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ تم اپنی احتیاطی تیاری کرلو۔ سارہ خط لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئی۔ جبرئیل علیہ السلام خبر

لے کر آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے علی، عمار، عمر، طلحہ، زبیر، مقداد، ابومرثد پر مشتمل شاہ سواروں کا دستہ روانہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا تم چلتے رہو تاآنکہ روضۂ خاخ میں پہنچو۔ وہاں ایک اونٹ سوار عورت تمہیں ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے۔ جو حاطب نے اہل مکہ کے نام تحریر کیا ہے؟ وہ خط اس سے وصول کرلو۔ اور اس عورت کا راستہ چھوڑ دو۔ اگر وہ انکاری ہو تو اس کی گردن اڑا دو۔

اس دستہ نے اس کو روضۂ خاخ میں جا پکڑا۔ اس نے اولاً قسم اٹھا کر خط سے انکار کر دیا۔ سب نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم ہمیں جھوٹی بات نہیں کہی گئی۔ اور نہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ کو غلط بات بتلائی گئی ہے۔ آپ نے تلوار سونتی اور اس کو دھمکایا خط نکالو۔ ورنہ تیرا سر جدا کر دیا جائے گا۔ اس نے اپنے بالوں کی چوٹی سے رقعہ نکال کر ان کے حوالہ کر دیا۔

فتح مکہ کے دن جن کو امن نہ ملا اس میں یہ بھی شامل تھی:

روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح کے دن تمام کو امن دے دیا سوائے چار کے ان میں یہ بھی شامل تھی۔ خط لایا گیا آپ نے حاطب کو طلب کیا۔ اور فرمایا یہ حرکت تو نے کیوں کی۔ تو حاطب نے کہا یا رسول اللہ! میں نے اسلام لانے کے دن سے آج تک کفر نہیں کیا۔ اور جب سے آپ کا خیر خواہ بنا۔ آپ کو دھوکا نہیں دیا۔ جب سے مکہ والوں سے جدا ہوا اس وقت سے آج تک ان کو پسند نہیں کیا۔ لیکن میں قریش کا حلیف ہوں۔ قریش میں سے نہیں ہوں۔ آپ کے ساتھ جتنے مہاجرین ہیں۔ ان تمام کی قرابات قریبیہ مکہ میں پائی جاتی ہیں۔ جس کی بناء پر وہ اپنے اہل و اموال کی حفاظت کرتے ہیں۔ مجھے اپنے اہل کے متعلق خطرہ پیدا ہوا۔ میرا ارادہ یہ ہوا کہ میں ان پر احسان کر دوں۔ اور یہ مجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی سزا نازل فرمائے گا۔ میرے خط سے ان کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ آپ نے ان کی بات کو مان کر ان کی معذرت کو قبول کرلیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت ہو تو میں اس منافق کی گردن ماردوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمر تمہیں کیا معلوم اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے دلوں کو جھانکا ہے۔ اور ان کو فرما دیا ہے اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم اس پر عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پس یہ آیات نازل ہوئیں۔ یٰاَیُّھا الذین امنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء ۔ (واحدی فی اسباب النزول۔۲۸۱،۲۸۳) (قال الحافظ فیه مخالفة شدیدة لما فی الصحیحین ۔ والاصل فی الصحیحین)

اتخذ کو دو مفعولوں کے ساتھ متعدی کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے نمبر۱۔ عدوی نمبر۲۔ اولیاء۔ العدو یہ عدا سے فعول کا وزن ہے۔ مثلاً عفو از عفا۔ لیکن یہ مصدر کے وزن پر ہو تو جملے کیلئے اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔ جیسا واحد کیلئے۔

مَسْئَلَہ: گناہ کبیرہ سے ایمان سلب نہیں ہوتا۔ تُلْقُوْنَ (تم بناتے ہو) لاتتخذوا کی ضمیر سے حال ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لا تتخذوھم اولیاء ملقین تم ان کو دوست نہ بناؤ اس حال میں کہ وہ دوستی جتانے والے ہوں۔ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ (کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو) نمبر۱۔ یہ وقف کے بعد جملہ مستانفہ ہے توبیخ والقاء کیلئے لائے اور ان تک دوستی پہنچانے کی تعبیر ہے۔ المودۃ پر باء زائدہ ہے۔ اور تعدی کی تاکید کیلئے ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ [البقرہ: ۱۹۵] یا باء کو

قائم رکھا جائے ۔اس طرح کہ تلقون کا مفعول محذوف ہے۔اور اس کا معنی یہ ہے تلقون الیھم یہ رسول اللہ ﷺ کو سبب مودت کی خبر دی ہے جو تمہارے اور ان کے مابین ہے۔

وَقَدْ كَفَرُوْا (حالانکہ وہ اس کے منکر ہیں اس کے جو تمہارے پاس سچا دین آچکا) یہ لاتتخذوا سے حال ہے یا تلقون سے حال ہے۔مطلب اس طرح ہوگا۔لاتتولوھم او تواد ونھم؟ تم ان سے دوستی نہ کرو کیا تم ان سے دوستی کرتے ہو حالانکہ ان کا حال یہ ہے۔بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ الحق سے دین اسلام اور قرآن مجید مراد ہے۔يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ (وہ شہر بدر کر چکے رسول اللہ ﷺ اور تم کو) یہ جملہ مستانفہ ہے جو ان کے کفر اور غلو وسرکشی کی تفسیر ہے۔نمبرا۔یہ الذین کفروا سے حال ہے۔اَنْ تُؤْمِنُوْا (یہ کہ تم ایمان لاؤ) یہ یخرجون کی علت ہے۔یعنی یخرجونکم من مكة لايمانكم بالله ربكم وہ مکہ سے تمہیں نکالنے والے ہیں۔تمہارے اللہ تعالیٰ پر ایمان کی وجہ سے جو تمہارا رب ہے۔بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ (اس لئے کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لائے۔اگر تم میرے راستہ میں جہاد کی غرض سے نکلے ہو)ان کنتم یہ لاتتخذوا کے متعلق ہے تقدیر کلام اس طرح ہے لاتتولوا اعدائی ان کنتم اولیائی۔تم ان سے دوستی مت کرو اگر تم میرے دوست ہو۔

نحویوں کے نزدیک: یہ شرط ہے اور اس کا جواب ماقبل کی دلالت کی وجہ سے محذوف ہے۔

جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ (جہاد کرنے کے لئے میری راہ میں) یہ مصدر ہے جو حال کی جگہ ہے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ان کنتم خرجتم مجاھدین فی سبیلی۔وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ (اور میری رضامندی ڈھونڈنے کیلئے نکلے ہو) یہ ابتغاء مصدر اسم فاعل کے معنی میں ہے۔میری رضا مندیاں چاہنے والے ہو۔تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ (تم چپکے چپکے ان سے دوستی کی باتیں کرتے ہو)۔یعنی تم اپنی خفیہ دوستی ان تک پہنچاتے ہو۔یا دوستی کے سبب تم رسول اللہ ﷺ کے اسرار خفیہ ان تک پہنچاتے ہو۔یہ جملہ مستانفہ ہے۔وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَا اَخْفَيْتُمْ وَمَا اَعْلَنْتُمْ (اور میں خوب جانتا ہوں جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو) مطلب یہ ہے کہ تمہاری راز داری کا کیا فائدہ جبکہ تمہارا راز معلوم ہوگیا۔اعلان واخفاء تو میرے علم کی دو قسمیں ہیں۔اور میں نے اپنے رسول ﷺ کو تمہارے راز کی اطلاع دے دی ہے۔ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ (اور جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا) ہ سے مراد یہ راز داری مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ (وہ راہ راست سے بھٹک جائے گا) اس نے حق وصواب کا راستہ بھلا دیا چھوڑ دیا۔

إِن يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُم بِالسُّوءِ وَوَدُّوا

اگر وہ تمہیں پالیں تو تمہارے دشمن ہو جائیں اور تمہاری طرف برائی کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو اور اپنی زبانوں کو بڑھا دیں۔ انہیں اس بات کی خواہش ہے

لَوْ تَكْفُرُونَ ② لَن تَنفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ

کہ تم کافر ہو جاؤ ہرگز نفع نہ دیں گی تمہاری رشتہ داریاں اور تمہاری اولاد قیامت کے دن اللہ تمہارے درمیان جدائی فرما دے گا اور اللہ

بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ③ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ ۚ إِذْ

تمہارے سارے کاموں کو دیکھتا ہے۔ تمہارے لئے ابراہیمؑ میں اور ان لوگوں میں جو ان کے ساتھ تھے۔ ایک عمدہ نمونہ ہے جبکہ ان سب

قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ

نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو ان سے بیزار ہیں ہم تمہارے منکر ہیں اور ہم میں اور تم میں

الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ

ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ لیکن ابراہیم کی اتنی بات جو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ میں تمہارے لئے استغفار

لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ ۖ رَّبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ④

ضرور کروں گا اور تمہارے لئے مجھ کو خدا کے آگے کسی بات کا اختیار نہیں اے ہمارے پروردگار ہم آپ پر توکل کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ⑤

اے ہمارے پروردگار آپ ہم کو کافروں کا فتنہ نہ بنائیے اور اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ معاف فرما دیجئے‘ بیشک آپ زبردست حکمت والے ہیں‘

کفار کی تمنا:

۲ : اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ (اگر ان کو تم پر دسترس ہو جائے) اگر وہ تم پر کامیابی اور اختیار پالیں۔ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً (تو اظہار عداوت کرنے لگیں گے) وہ خالص دشمنی کرنے والے ہونگے وہ تمہاری طرح دوستی کرنے والے نہ ہونگے۔ وَّيَبْسُطُوْآ اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ (وہ دست درازی کریں گے اور برائی کے ساتھ تم پر زبانیں چلائیں گے) یعنی گالم گلوچ اور قتل پر اتر آئیں گے۔ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ (وہ متمنی ہیں کہ تم کافر ہو جاؤ) ان کی تمنا یہ ہے کہ کاش تم اپنے دین سے مرتد ہو جاتے۔ ایسے لوگوں کی دوستی تمہاری طرف سے بڑی عظیم غلطی ہے۔

ایک نکتہ:

شرط کے موقع پر ماضی مضارع کی جگہ استعمال ہو جاتی ہے۔ مگر اس میں ایک نکتہ ہوتا ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا وودوا قبل کل شئ کفرکم وارتدادکم یعنی انهم یریدون ان یلحقوا بکم مضار الدنیا والدین من قتل الانفس و تمزیق الاعراض ورد کم کفارا ۔ ان کو تمہارا کفر وارتداد ہر چیز سے مقدم ہے۔ یعنی وہ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں دنیا میں دکھ پہنچے اور دین کا بھی نقصان ہو جیسے قتل نفوس، عزتوں کا لٹنا اور تمہارا کفر کی طرف لوٹنا وغیرہ۔ یا نمبر۲۔ اس سے زیادہ نقصان جو ان کو تمہارے متعلق مطلوب ہے وہ تمہارا کفر کی طرف لوٹ جانا ہے۔ یہ ان کے ہاں اولین حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ دین تو تمہیں اپنی جانوں سے عزیز تر ہے۔ اس لئے کہ دین کیلئے تم اپنی جانیں نچھاور کر دیتے ہو۔ اور دشمن کے ہاں اہم ترین چیز یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے مخالف کی اہم ترین متاع کا قصد کرے۔

۳ : لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ (ہرگز تمہارے کام نہ آئیں گی تمہاری رشتہ داریاں) قرابت داریاں۔ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ (اور نہ تمہاری اولادیں) جن کی وجہ سے تم کفار سے موالات برتنے والے ہو۔ اور ان کو بچانے کیلئے کفار کے ہاں قرب حاصل کرتے ہو۔ پھر فرمایا یَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ (قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گا) اور تمہارے اقارب اور اولاد کے مابین جبکہ ہر شخص کا یہ حال ہوگا : یوم یفر المؤمن اخیه الأیة [عبس:۳۴] پھر تم اللہ تعالیٰ کے حق کا آج اس کی خاطر انکار کرتے ہو جو کل تم سے بھاگ جائے گا اور تمہارے ذرا بھر کام نہ آئے گا۔

قراءت : عاصم نے يَفْصِلُ علی، حمزہ نے يُفَصِّل اور فاعل اللہ عزوجل ہیں۔ ابن ذکوان نے يُفَصَّلُ اور دیگر قراء نے يُفْصَلُ پڑھا ہے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کو خوب دیکھتا ہے) پس وہ تمہارے اعمال پر تمہیں بدلہ دیگا۔

بیزاری کا عمدہ نمونہ:

۴ : قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ (تمہارے لئے ایک عمدہ نمونہ ہے) اصل سے بیزاری کا عمدہ نمونہ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ (ابراہیم علیہ السلام کی زندگی اور قول میں) یہاں اقوال مراد ہیں اسی لئے اس سے قول ابراہیم کو مستثنیٰ کیا۔ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ (اور وہ لوگ جو ان کے ساتھی تھے) ایمان والے ایک قول یہ ہے وہ انبیاء علیہم السلام تھے۔ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ (جب ان سب نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے) برءٰٓؤا جمع بریٌ جیسے ظریف جمع ظرفاء وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ (اور ان سے جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو۔ بیزار ہیں۔ ہم تمہارے (مذہب، عقیدہ، عمل کے) منکر ہیں۔ اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کیلئے بغض و عداوت پیدا ہوگئی) افعال کے ذریعہ وَالْبَغْضَآءُ (بغض دلوں میں) اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ (جب تک کہ تم اللہ تعالیٰ واحد پر ایمان نہ لاؤ) پس اس وقت ہم تمہاری عداوت ترک

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ

بے شک ان لوگوں میں تمہارے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے عمدہ نمونہ ہے جو اللہ کا اور قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتا ہو اور جو شخص روگردانی

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ

کرے گا سو اللہ تعالیٰ بالکل بے نیاز اور مستحق حمد ہے۔ عنقریب اللہ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان دوستی پیدا فرما دے گا جن سے تمہاری

مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

عداوت ہے اور اللہ کو بڑی قدرت ہے اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے

کردیں گے۔ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ (مگراتنی بات ابراہیم کی تو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ ابراہیم نے کہا تھا) میں تمہارے لئے معافی کی درخواست کرونگا) اور یہ بات بھی اس وعدے کی بنیاد پر تھی جو انہوں نے رخصت ہوتے ہوئے کیا تھا۔ موعدة وعدها اياه۔ [التوبہ:۱۱۴] مطلب یہ ہے کہ تم ابراہیم کے تمام اقوال میں ان کی اقتداء کرو صرف کافر باپ کیلئے استغفار میں ان کی پیروی مت کرو۔ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ (اور اس سے زیادہ مجھے اللہ تعالیٰ کے آگے کسی بات کا اختیار نہیں) یعنی ہدایت، مغفرت اور توفیق کا۔ یہ جملہ استثناء کے لائق نہیں ہے۔ کیا تم ان کا یہ قول نہیں دیکھتے۔ قل فمن يملك لكم من الله شيئا [الفتح:۱۱] لیکن مراد والد کو کہی جانے والی تمام بات کا استثناء ہے اور اس سے بھی مقصود استغفار کے وعدہ کی حد تک ہے اور اس کا مابعد اس کا تابع ہے گویا انہوں نے اس طرح کہا استغفرلك ومافي طاقتي الا الاستغفار۔ میں تیرے لیے استغفار کروں گا اور میری طاقت میں سوائے استغفار کے اور کوئی چیز نہیں۔ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا (اے ہمارے رب ہم نے آپ ہی پر توکل کیا) یہ استثناء کے ماقبل سے متصل ہے۔ اور یہ بھی من جملہ ان چیزوں میں سے ہے جن میں ان کی ذات کو نمونہ بنایا ہے۔ ایک قول یہ ہے اس کا معنی یہ ہے : قولوا ربنا۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مؤمنین کو ابتدائی کلام ہوگا کہ وہ اس طرح کہیں۔ وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا (اور تیری طرف رجوع کیا) ہم متوجہ ہوئے۔ وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (اور تیری ہی طرف انجام کار لوٹنا ہے) المصیر (لوٹنے کی جگہ)

۵ : رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اے ہمارے رب ہم کو کافروں کا تختہ مشق نہ بنانا) دشمن کو ہم پر مسلط نہ فرما کہ وہ سزا کے ذریعہ ہمیں فتنہ میں ڈالیں۔ وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (اور اے ہمارے رب ہم کو معاف کر دے بیشک تو زبردست حکمت والا ہے) غالب و حاکم ہے۔

۶ : لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ (بیشک ان لوگوں (کے عمل وعقیدے) میں تمہارے لئے عمدہ نمونہ ہے ایسے شخص کیلئے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے جانے اور روزِ آخرت کا یقین رکھتا ہو) پھر دوبارہ ابراہیم علیہ

السلام اوران کے پیروکاروں کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کا حکم دیا۔ تا کہ بات اور پختہ ہو جائے اور خوب تاکید ہو جائے اسی لئے اس کو مصدر کی صورت میں قسم کے ساتھ ذکر کیا۔ کیونکہ یہ تاکید کا انتہائی طریقہ ہے البتہ یہاں لکم کی بجائے لمن کان یرجوا اللہ کو لائے۔ یرجوا اللہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والا ثواب مراد ہے۔ یا اس کا معنی یخشی اللّٰہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرا۔ اور اس کے مابعد فرمایا۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّ (جو ہمارے حکم سے اعراض کرے گا۔ اور کفر سے موالات برتے گا) فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (اللہ تعالیٰ بالکل بے نیاز اور سزاوار حمد ہیں) الغنی مخلوق سے بے نیاز۔ الحمید حمد کے حقدار ہیں۔ تاکید کی کوئی قسم ایسی نہیں جو یہاں ذکر نہ کر دی ہو۔

مسلمانوں کو ان کے ایمان کی توقع دلائی:

۷ : جب یہ آیات نازل ہوئیں اور مسلمانوں نے اپنے کافر آباء وابناء، رشتہ داروں کی عداوت میں خوب سختی کی تو اس آیت میں اس کے برعکس حالت کی تبدیلی کی توقع دلائی گئی فرمایا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ (امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان جو تمہارے دشمن ہیں۔ دوستی پیدا کر دے گا) یعنی اہل مکہ میں سے جو تمہارے اقارب ہیں۔ مَّوَدَّةً (دوستی) کہ ان کو ایمان کی توفیق سے نواز دیں۔ جب مکہ فتح ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ تمنا پوری کر دی۔ قریش مسلمان ہو گئے اور ان کے درمیان محبت تکمیل کو پہنچ گئی۔

عسیٰ یہ شاہی وعدہ ہے جو بادشاہ خسروانہ نوازشات کے وقت کرتے ہیں وہ اپنے بعض کاموں میں عسی یا لعل کا استعمال کرتے رہتے ہیں۔ محتاج کو اس کے پورا ہونے میں کوئی اشتباہ نہیں رہ جاتا۔ نمبر ۲۔ ایمان والوں کو طمع دلائی گئی کہ وہ مسلمان ہو جائیں گے) وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ (اللہ تعالیٰ دلوں کے پلٹنے پر قادر ہیں) اور حالات کو بدلنے اور مودت کے اسباب آسان کرنے پر پورا قابو ہے۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ ان لوگوں کیلئے جو ان میں سے مسلمان ہوں)۔

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ

اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے

اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۸ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ

اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا اللہ انصاف کا برتاؤ کرنیوالوں سے محبت رکھتا ہے اللہ تمہیں ان لوگوں کی دوستی سے منع

عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ

کرتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور جنہوں نے تمہیں تمہارے گھر سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں

تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۹

مدد کی اور جو شخص ان سے دوستی کرے گا سو یہ وہ لوگ ہیں جو ظالم ہیں۔

بعض سے برتاؤ کی اجازت:

۸ : لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ (اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتے جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا۔ ان کا اکرام کرو) قولاً اور فعلاً ان پر احسان کرو۔ ان تبروھم محلاً مجرور ہے۔ کیونکہ یہ الذین لم یقاتلوکم سے بدل ہے۔ یہ بدل اشتمال ہے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ عن بر الذین تمہیں ان کے ساتھ بھلائی سے منع نہیں کرتا۔ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ (انصاف کا برتاؤ کرو اور ان پر ظلم نہ کرو) جب اللہ تعالیٰ نے مشرک کے متعلق ظلم سے روک دیا تو مسلم پر ظلم کس طرح روا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے)

برتاؤ کی ممانعت:

۹ : اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ (اللہ صرف ان لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے تم کو منع کرتا ہے۔ جو دین کے بارے میں تم سے لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں مدد کی)۔

نحو : یہ الذین قاتلوکم سے بدل ہے۔ مطلب یہ ہے ان لوگوں کے ساتھ نیک سلوک سے منع نہیں کیا البتہ ان کے ساتھ موالات اور گہری دوستی سے منع کیا ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (اور جو شخص ایسوں سے دوستی اختیار کرے گا۔ تو وہ گناہ گار ہوں گے) اس لئے کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان کر لیا کرو' ان کے ایمان کو اللہ ہی خوب جانتا ہے'

فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ

پس اگر ان کو مسلمان سمجھو تو ان کو کفار کی طرف واپس مت کرو' نہ تو وہ عورتیں ان کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کافر

يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ

ان عورتوں کے لئے حلال ہیں اور ان کافروں نے جو کچھ خرچ کیا ہو ان کو ادا کر دو' اور تم کو ان عورتوں سے نکاح کرنے میں کچھ گناہ نہیں ہوگا' جبکہ تم ان کے مہر

اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ

ان کو دے دو' اور تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو' اور جو کچھ تم نے خرچ کیا وہ مانگ لو اور جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہو وہ مانگ لیں'

ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ

یہ اللہ کا حکم ہے وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے' اور اللہ بڑا علم اور حکمت والا ہے اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی بیوی کافروں

اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

میں رہ جائے پھر تمہاری نوبت آ جائے تو جن کی بیویاں ہاتھ سے نکل گئیں جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا اس کے برابر تم ان کو دے دو' اور اللہ سے ڈرو

الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾

جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

انہوں نے دوستی کو غلط مقام پر استعمال کیا (اسی لئے ظالم کے لفظ سے ذکر کیا جو کہ وضع الشئی غیر محلہ کو کہتے ہیں)

۱۰ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ (اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں دارالحرب سے ہجرت کر کے آئیں) ان کو مؤمنہ کہا کیونکہ وہ زبان سے اقرارِ شہادت کرنے والیاں ہیں۔ نمبر۲۔ وہ امتحان کے ذریعہ ثبات ایمان کو جھانکنے والی ہیں اس لئے ان کو مؤمنہ کہہ دیا گیا۔ نَحو : یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

امتحان کا مطلب :

فَامْتَحِنُوْهُنَّ (پس تم ان کی جانچ کر لیا کرو) علامات پر نگاہ ڈال کر ان کا امتحان لو۔ تا کہ ان کے ایمان کی سچائی کا تمہیں غالب گمان ہو جائے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما :

اس کا امتحان یہ ہے کہ تم کہو تو شہادتین کا اقرار کر۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِهِنَّ (اللہ تعالیٰ کو ان کا ایمان خوب معلوم ہے) اگرچہ تم نے ان کے احوال کا جائزہ تو لے لیا۔ مگر پھر بھی تم حقیقت کو نہیں جان سکتے۔ حقیقی علم اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ (اگر تم ان کو مسلمان جانو) اپنی طاقت کے مطابق علم جس کو غالب ظن کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی علامات ظاہر ہوئیں۔

ایک نکتہ:

یہاں ظن کو علم سے تعبیر کرنا ظاہر کرتا ہے کہ ظن غالب اور جس پر قیاس کا مدار ہے۔ وہ علم ہی کے قائم مقام ہے اور ظن غالب والا اس آیت کے تحت داخل نہیں لاتقف مالیس لك به علم [الاسراء:۳۶] فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَی الْكُفَّارِ (تو پھر ان مسلمان عورتوں کو کفار کی طرف مت واپس کرو) یعنی ان کے مشرک خاوندوں کی طرف ان کو مت لوٹاؤ۔ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ یَحِلُّوْنَ لَهُنَّ (کیونکہ وہ عورتیں کافروں کیلئے نہ حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان مسلمان عورتوں کیلئے حلال ہیں) یعنی مؤمنہ و مشرک کے درمیان حلت والا رشتہ باقی نہیں رہا۔ مسلمان ہو کر اس کے نکلنے کی وجہ سے ان کے مابین فرقت واقع ہوگئی۔ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا (اور کافروں نے جو کچھ ان پر خرچ کیا ہو۔ وہ کافروں کو ادا کردو)۔ ان کے خاوندوں کو وہ مہر دے دو۔ جو انہوں نے ان عورتوں پر صرف کیا۔ یہ آیت صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی۔ صلح کی شرط یہ تھی کہ جو شخص مؤمن مکہ سے بھاگ کر مدینہ آجائے گا۔ اس کو واپس کیا جائے گا۔ (جیسا ابوجندل اور ابوبصیر رضی اللہ عنہما کو واپس کیا گیا) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار کر وضاحت فرمادی کہ اس شرط کا اطلاق مردوں پر ہوگا۔ عورتوں پر نہ ہوگا۔ کیونکہ مسلمہ عورت کافر کیلئے حلال نہیں۔ ایک قول یہ ہے اس آیت نے حکم اول کو منسوخ کردیا۔

مہاجرات نکاح کی اجازت:

وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ (اور تم کو ان مہاجرہ عورتوں کے ساتھ نکاح میں کوئی حرج نہیں) مہاجرات سے نکاح میں حرج کی نفی کردی۔ اِذَآ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ (جبکہ تم ان کے مہران کو دے دو) اجور مہر کو کہتے ہیں کیونکہ مہر اجر بضع ہے۔

مسئلہ: امام ابوحنیفہؒ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ مہاجرہ عورت پر عدت نہیں ہے۔

وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ (اور تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو)

قراءت: لاتمسکوا بصری قراء نے پڑھا ہے۔ العصمة جس سے پختگی حاصل کی جائے بندھن خواہ وہ عقد ہو یا سبب عقد۔ الکوافر جمع کافرہ۔ وہ عورت جو دارالحرب میں باقی ہو۔ نمبر۲۔ مرتدہ ہو کر دوبارہ دارالحرب کو لوٹ جائے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہارے اور ان کافرہ عورتوں کے درمیان ازدواجی تعلق اور عقد نہ ہونا چاہیے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما :

ہے کہ جس کی عورت کافرہ مکہ میں ہو۔ وہ اس کو اپنی بیویوں میں شمار نہ کرے۔ کیونکہ اختلاف دارین نے ان کے بندھن کو کاٹ دیا ہے۔ وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ (اور اپنی کافرہ بیویوں پر جو کچھ خرچ کیا ہو وہ کافروں سے مانگ لو) تمہاری ان عورتوں کے مہر جن سے کفار نے نکاح کر لیا ہے۔ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا (اور وہ مانگ لیں تم سے جو انہوں نے ان پر خرچ کیا ہو) ان مہاجرہ عورتوں کے مہر جنہوں نے مسلمانوں سے ہجرت کر کے شادی کر لی ہے۔

ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ (یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے) وہ تمام جو اس آیت میں مذکور ہوا۔ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ (وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرمائیں گے) نحو : یہ جملہ مستانفہ ہے۔ نمبر۲۔ حکم اللہ سے حذف ضمیر کے باوجود حال ہے ای یحکمه اللّٰه۔ یا نمبر۳۔ حکم کو حاکم بطور مبالغہ فرمایا۔ اور یہ آیت منسوخ ہے۔ پس مہر کے سوال کا حکم نہ رہا۔ نہ ان کی طرف سے نہ ہماری طرف سے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ علم والے حکمت والے ہیں)

۱۱ : وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ (اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی بالکل تمہارے ہاتھ نہ آئے۔ کفار کے ہاں رہ پڑے) اگر ان میں سے کوئی عورت کفار کی طرف نکل جائے۔

قراءت : ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں احد ہے۔ فَعَاقَبْتُمْ (پھر تمہاری نوبت آئے) پس تم ان کو لڑائی میں خوب سزا دو یہاں تک کہ تم غنیمت پاؤ۔ قال الزجاج۔ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا (تو جن کی بیویاں ہاتھ سے نکل گئیں جتنا مہر انہوں نے خرچ کیا تھا۔ اس کے برابر تم ان کو دیدو) پس ان مسلمانوں کو دو جن کی بیویاں مرتدہ ہو کر دارالحرب میں چلی گئی ہیں ان کی بیویوں کے مہر اس مال غنیمت میں سے وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ (اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو! جس پر تم ایمان لانے والے ہو) ایک قول یہ ہے کہ یہ حکم بھی منسوخ ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْــًٔا وَّلَا

اے نبی جب آپ کے پاس مومن عورتیں آئیں جو آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گی اور نہ

يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ

چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کرینگی اور نہ کوئی بہتان کی اولاد لے کر آئیں گی جسے اپنے ہاتھوں

اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ

اور پاؤں کے درمیان سے تراشیں اور یہ کہ کسی نیک کام میں آپکی نافرمانی نہ کریں گی سو انہیں بیعت کر لیجئے اور ان کے لئے استغفار کیجئے

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

بے شک اللہ غفور ہے رحیم ہے۔ اے ایمان والو' ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا وہ لوگ

قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾

آخرت سے ایسے نا اُمید ہو گئے جیسے کافر لوگ نا اُمید ہو گئے جو قبروں میں ہیں۔

شرائطِ بیعت:

۱۲ : يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ (اے نبی اکرم ﷺ اگر مسلمان عورتیں آپ کے پاس (اس غرض سے آئیں کہ)

نحو : يُبَايِعْنَكَ یہ حال ہے۔

عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْــًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ (آپ سے ان ان باتوں پر بیعت کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ) وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ (کسی چیز کو شریک نہیں کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گے اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی۔ اور نہ بہتان کی اولاد لائیں گی۔ جس کو وہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان نطفہ شوہر سے جنی ہوئی اولاد ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرتی ہوں) قتل اولاد سے زندہ درگور کرنا مراد ہے۔ بہتان عورتیں کسی کا بچہ اچک کر اپنے خاوند کو کہتیں یہ میرا بیٹا تجھ سے ہے۔ اس منسوب لڑکے کو ایسا بہتان قرار دیا گیا جو سامنے باندھا جائے۔ اور اس کو بین یدیھا سے تعبیر کیا کیونکہ عورت کا پیٹ جس میں حمل ہوتا ہے وہ ہاتھوں اور ٹانگوں کے درمیان ہے اور وہ فرج جس سے وہ عورت جنتی ہے وہ بھی ان کے درمیان ہے۔ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ (اور نہ شرعی باتوں میں آپ کی نافرمانی کریں گی) معروف سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت مراد ہے۔ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ (تو آپ ان سے بیعت لے لیا کریں۔ اور ان کے لئے مغفرت کی دعا اللہ تعالیٰ سے کیا کریں) ان گناہوں کیلئے جو پہلے ہو چکے۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے) وہ غفور ہیں۔ کہ گزشتہ گناہ مٹانے والے ہیں اور رحیم ہیں۔ کہ اپنی توفیق سے سابقہ کمی کو پورا کرنے کا موقعہ دیا۔

روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فتح مکہ کے دن مردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے تو عورتوں سے بیعت لینے لگے آپ ﷺ صفا پر تشریف فرما تھے۔ اور آپ سے نچلی جانب عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ جو آپ کے حکم سے ان سے بیعت لے رہے تھے۔ اور آپ ﷺ کا پیغام ان کو پہنچا رہے تھے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ نے نقاب پہن کر حلیہ بدل لیا تھا۔ اس خوف سے کہ رسول اللہ ﷺ اس کو پہچان لیں۔ اس حرکت کی وجہ سے جو حضرت حمزہ کے سلسلہ میں اس نے کی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ گی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس شرط کا اعلان کر کے ان عورتوں سے اقرار لیا۔ پھر آپ نے فرمایا چوری نہ کرو گی۔ اس پر ھند کہنے لگی ابوسفیان بخیل آدمی ہے۔ میں اس کے مال میں سے کچھ لے لیا کرتی تھی۔ اس پر ابوسفیان نے کہا جو تو نے لے لیا وہ تیرے لیے حلال ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ اور اس کو پہچانا اور فرمایا تم ھندہ ہو۔ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ اے اللہ کے نبی جو ہوا اس کو معاف کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ معاف کریں گے۔

پھر فرمایا وہ زنا نہ کریں گی۔ اس پر ھندہ کہنے لگیں کیا شریف زادی بھی زنا کیا کرتی ہے؟ پھر آپ نے فرمایا۔ وہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی۔ اس پر ھندہ کہنے لگی ہم نے ان کو بچپن میں پالا بڑے ہوئے تو آپ نے قتل کر ڈالا۔ پس تم جانو اور وہ جانیں۔ اس کا بیٹا حنظلہ بدر کے دن قتل ہوا۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ اتنے ہنسے کہ ہنستے ہوئے لیٹ گئے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ پھر فرمایا و لا یاتین ببتھان وہ بہتان نہ باندھیں گی۔ اس پر ہندہ نے کہا بلاشبہ بہتان بہت بری حرکت ہے اور آپ ہم کو جو بھی حکم فرماتے ہیں وہ رشد و ہدایت اور مکارم اخلاق سے ہے آخر میں آپ نے فرمایا۔ وہ حکم شرعی میں آپ کی کسی چیز میں نافرمانی نہ کریں گی۔ آپ ﷺ کا اشارہ اس طرف تھا کہ حکام کی اطاعت معروف میں ہے منکر میں ان کی اطاعت لازم نہیں ہے۔ [رواہ احمد، ۶/ ۲۰۶، ابوداؤد، ۳۵۳۲، نسائی ۸/ ۲۴۶] ۔

۱۳ : يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی مت کرو جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا) ایک قول اس سے مراد مشرکین ہیں۔

ایک نکتہ:

سورت کو جس مضمون سے شروع فرمایا اسی پر اختتام فرمایا۔ جیسا کہ گذشتہ سورت میں بھی تھا۔

قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ (وہ آخرت سے ناامید ہو گئے ہیں)۔ یعنی اس کے ثواب سے۔ کیوں کہ وہ بعث بعد الموت کے قائل نہیں۔ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ (جیسا کفار قبروں والوں سے مایوس ہو گئے) ای کما یئسوا۔ البتہ ظاہر کو ضمیر کی جگہ لے آئے۔ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ (ان کے واپس لوٹنے سے یا جیسا ان کے وہ اسلاف جو کہ قبور میں جا چکے وہ آخرت سے مایوس

تھے یعنی یہ اپنے سلف کے پیرو ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہود ہیں۔مطلب یہ ہے اے مسلمانوں تم مغضوب علیہم سے دوستی مت کرو۔اس لئے کہ وہ اس بات سے ناامید ہو چکے ہیں کہ ان کا آخرت میں کوئی حصہ ہوگا۔کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ سے عناد رکھنے والے ہیں۔حالانکہ ان کو روز روشن کی طرح معلوم ہے کہ آپ وہی رسول ہیں جن کی صفت تورات میں کی گئی ہے۔ جیسا کہ کفار مکہ اپنے مردوں کے متعلق مایوس ہو چکے کہ وہ اٹھالئے جائیں۔اور زندہ کر کے واپس لائے جائیں۔

ایک قول یہ ہے :

کہ اصحاب القبور یہ کفار کا عطف بیان ہے یعنی جیسا کفار مایوس ہو چکے جو قبروں میں پہنچ گئے کہ ان کو کوئی خیر آخرت میں ملے گی۔کیونکہ اب ان کے سامنے اپنی بدحالی اور برا انجام آچکا۔

الحمدللہ سورۃ الممتحنہ کا ترجمہ مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ الصف مدینہ میں نازل ہوئی اس میں چودہ آیات اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اللہ کی تسبیح بیان کی ان سب چیزوں نے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور وہ عزیز ہے حکیم ہے۔ اے ایمان والو

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ② كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③

تم وہ بات کیوں کہتے ہو جسے نہیں کرتے۔ اللہ کے نزدیک بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ تم ایسی باتیں کہو جن پر عمل نہ کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④

بیشک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بنا کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایسی عمارت ہیں جس میں سیسہ پلایا گیا ہو۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۭ فَلَمَّا

اور جب کہ موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ کو کیوں ایذا پہنچاتے ہو حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں پھر جب

زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا، اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا اور جبکہ عیسیٰ

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا

ابن مریم نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں، مجھ سے پہلے جو توراۃ ہے میں اسکی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے

بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑥

بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جن کا نام احمد ہوگا ان کی بشارت دینے والا ہوں پھر جب ان لوگوں کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ صریح جادو ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ۭ وَاللّٰهُ لَا

اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو، اور اللہ

يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑦

ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا

۱ : سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَهُوَ (جو چیزیں آسمانوں میں ہیں۔ اور جو زمین میں ہیں۔ سب اللہ ہی کی) الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۔یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ (پاکی بیان کرتی ہیں۔ وہی زبردست حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو! مَالَا تَفْعَلُوْنَ (کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو)

ایک روایت:

۱ : سَبَّحَ لِلّٰهِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ روایت میں ہے کہ جہاد کا حکم دیے جانے سے قبل لوگوں نے کہا اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب ترین عمل کونسا ہے۔ تو ہم اس کو اپنالیں۔ پس یہ آیت جہاد نازل ہوئی۔ پھر بعض نے سستی کی تو یہ آیت اتری۔

۲ : یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ۔ لِمَ۔ یہ لام اضافت ہے۔ جو ما استفہامیہ پر داخل ہوئی ہے۔ جیسا کہ اس پر دیگر حروف جر داخل ہوتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں، بم ، فیم، و مم، الام و علام۔ البتہ الف کو حذف کر دیا گیا۔ کیونکہ ما اور لام یا اس کے علاوہ وہ ایک شئی بن جائیں۔ یہ استفہامی کلام میں کثرت سے مستعمل ہے اگرچہ اصل کا استعمال بھی ہے مگر یہ بہت قلیل۔ جیسا شاعر کا قول علام قام یشتمنی جریر؟

قراءت: اور ھاء سکتہ لائیں گے تو وقف ہوگا یا اسکان کی صورت میں۔ جنہوں نے وصل میں اس کو اختیار کیا۔ تو اس کو وقف کے قائم مقام کر کے کیا ہے۔

۳ : کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ کی بڑی ناراضگی ہے یہ کہ جو کہو وہ کرو نہیں) کَبُرَ میں تعجب کا معنی غیر لفظ سے مقصود ہے۔ جیسا اس قول میں غَلَتْ نابٌ کُلیب بو اؤُھا۔ اور تعجب کا مطلب سامعین کے دلوں میں اس امر کی عظمت بٹھانا مقصود ہوتا ہے۔ کیوں تعجب اسی چیز میں ہوتا ہے جو اپنے ہم شکلوں سے خارج ہو جائے۔ ان تقولوا کی طرف اسناد کی گئی اور مقتاً پر نصب تمیز کی وجہ سے ہے۔ اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ ان کا قول مالا یفعلون۔ یہ خالص ناراضگی ہے اس میں کوئی اور ملاوٹ نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے تمہارا قول مالا تفعلون اللہ تعالیٰ کے ہاں ناراضگی کیلئے کافی ہے۔ لفظ المقت کو استعمال فرمایا کیونکہ یہ بغض کی انتہائی قسم ہے۔

قول بعض سلف:

ان کو کسی نے کہا ہمیں حدیث بیان کرو۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں وہ بات کہہ ڈالوں جو میں نہیں کرتا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو اپنے لئے جلد طلب کر لوں؟

۴ : پھر اللہ تعالیٰ نے وہ بات بتلائی جو اس کو پسند ہے۔ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خاص کر پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں) یعنی اس حالت میں کہ وہ اپنے آپ کو صفوں

میں کرنے والے ہوتے ہیں۔

نحو : صفًا یہ مصدر ہے جو حال واقع ہوا ہے۔

كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (گویا وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں) ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح ملے ہوئے چمٹے ہوئے۔ ایک قول یہ ہے اس سے مراد ان کی نیتوں کی درستی اور برابری ہے۔ یہاں تک کہ ایک بات پر اجتماعیت میں وہ دیوار کی طرح ہیں۔ جس کا بعض بعض حصہ سے چمٹا ہو۔

نحو : یہ بھی حال ہے۔

پیغمبر کی توقیت چاہئے نہ کہ ایذاء:

۵ : وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ (اور جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم والو! تم مجھے دکھ کیوں دیتے ہو) آیات کا انکار کر کے اور میرے متعلق ان باتوں کی نسبت کر کے جو مجھ میں پائی نہیں جاتیں۔ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ (حالانکہ تم جانتے ہو) یہ موضع حال میں ہے۔ مطلب یہ ہے لما تو ذوننی تم مجھے کیوں کر ایذاء پہنچاتے ہو۔ یہ یقینی طور پر جانتے ہوئے کہ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ (میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں) اور تمہارے اس بات کو جان لینے کا تقاضا یہ ہے کہ تم میری توقیر و تعظیم کرو نہ کہ الٹا مجھے دکھ پہنچاؤ۔ فَلَمَّا زَاغُوْٓا (پس جب وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے) حق سے باطل کی طرف جھکاؤ اختیار کر لیا۔ اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ (تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا) ہدایت سے نمبر۲۔ یا جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اوامر کو ترک کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے نورِ ایمان کو کھینچ لیا۔ نمبر۳۔ جب انہوں نے ٹیڑھا پن چن لیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب کو ٹیڑھا کر دیا یعنی ان کو رسوا کر دیا اور اتباع حق والی توفیق سے ان کو محروم کر دیا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ فاسق قوم کو ہدایت یاب نہیں کرتا) یعنی اس کو ہدایت نہیں دیتے جس کے بارے میں فاسق ہونا علم الٰہی میں لکھا جا چکا ہو۔

بشارتِ عیسیٰ علیہ السلام:

۶ : وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (جب کہ عیسیٰ بن مریم نے کہا۔ اے بنی اسرائیل) یہاں یقوم نہیں فرمایا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کیونکہ آپ کا ان میں کوئی نسب نہ تھا کہ وہ آپ کی قوم بنتی۔ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ (میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول آیا ہوں کہ مجھ سے پہلے جو تورات و مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (آچکی ہے۔ اس کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ اور ایک عالی قدر رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا) میں تمہارے پاس اس حالت میں بھیجا گیا ہوں کہ میں اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور اس حال میں کہ میں ایک رسول کی خوشخبری دے رہا ہوں۔ جو میرے

بعد ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ میرا دین اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور اس کے تمام انبیاء جو پہلے گزرے اور جو بعد میں ہیں ان کی تصدیق کرتا ہے۔

قراءت: بَعْدِیَ، حجازی، ابو عمرو، ابو بکر اور خلیل وسیبویہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

نحو: مصدقاً ومبشراً یہ الرسول کے اندر جو معنی ارسال ہے اس کی بناء پر منصوب ہے۔ فَلَمَّا جَآءَ هُمْ (پس جب وہ اپنی رسالت کی کھلی نشانیاں ان کے سامنے لائے) عیسیٰ علیہ السلام یا محمد ﷺ بِالْبَيِّنٰتِ (یعنی معجزات لائے) قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (تو انہوں نے کہا یہ صریح جادو ہے)

قراءت: ساحر، حمزہ اور علی نے پڑھا ہے۔

۷ : وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا۔ جو اللہ تعالیٰ پر دروغ بندی کرتا ہے حالانکہ اس کو اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت یاب نہیں کرتے) اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے۔ جس کو اس کا رب اپنے پیغمبر کی زبان پر اسلام کی طرف بلا رہا ہو۔ وہ اسلام جس میں دارین کی خوش نصیبی ہے۔ وہ اس کو قبول کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے کلام برحق کو سحر کہنے لگ جائے۔ السحر جھوٹ ملمع سازی۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۸ هُوَ الَّذِيْٓ

یہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچائے گا گو کافر کیسے ہی ناخوش ہوں۔ وہ ایسا ہے

اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۹

جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۱۰ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے تم لوگ اللہ پر اور اس کے

وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ

رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۱۱ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

سمجھ رکھتے ہو اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی

وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۱۲ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ

اور عمدہ مکانوں میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہوں گے، یہ بڑی اور عمدہ کامیابی ہے اور ایک دوسری نعمت بھی ہے جسے تم پسند کرتے ہو اللہ کی

مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۱۳

طرف سے مدد اور جلد فتح یابی اور آپ مؤمنین کو بشارت دیجئے۔

۸ : يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ (وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے منہ (کی پھونکوں سے) بجھا دیں)۔اس میں کفار کے ابطالِ اسلام کے ارادہ کے ساتھ استہزاء کیا گیا۔ کہ تم قرآن کو سحر کہتے ہو۔ تمہاری مثال تو اس شخص جیسی ہے جو سورج کی روشنی کو منہ کی پھونک سے بجھا رہا ہو۔

نحو : مفعول کو حذف کر دیا۔ اور لام تعلیل کیلئے ہے تقدیر کلام یہ ہے۔ یریدون الکذب لیطفؤا نور اللّٰہ بافواھھم ای بکلامھم ۔وہ کلام سے اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے کا جھوٹا ارادہ رکھتے ہیں۔ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ (اور اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا)

قراءت : مکی، حمزہ، علی، حفص نے مُتِمُّ نورِہ پڑھا ہے۔ جبکہ دیگر نے مُتِمٌّ نورَہٗ، پڑھا ہے۔ یعنی وہ حق کو مکمل کرنے والے

اوران کی کمال تک اس کو پہنچانے والے ہیں۔وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ (اگر چہ کافراس بات کو ناپسند کریں)

اظہارِ دین کا عہد:

۹ : ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ (اسی نے اپنے رسول کو ہدایت کا سامان یعنی قرآن اور سچا دین دے کر بھیجا ہے) دین الحق سے ملت حنیفیہ مراد ہے۔لِیُظْھِرَہٗ (تا کہ اس کو غالب کرے) اس کو بلند کرے۔عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ (تمام دوسرے دینوں پر) اس کے مخالف تمام ادیان پر۔میری عمر کی قسم اللہ تعالیٰ نے ایسا کر دیا۔کوئی ایسا دین نہیں رہا جو اسلام کے سامنے مقہور نہ ہوا ہو۔قولِ مجاہد رحمہ اللہ: جب عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے تو صرف دین اسلام ہی باقی رہ جائے گا۔وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ (گومشرک کیسے ہی ناخوش ہوں)۔

ایمان و جہاد باقی رہے گا:

۱۰ : یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَۃٍ تُنْجِیْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ (اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے)

قراءت: تُنَجِّیْکُم شامی نے پڑھا ہے۔

۱۱ : تُؤْمِنُوْنَ (تم ایمان لاؤ) یہ جملہ مستانفہ ہے گویا اس طرح کہا ہم کیا کریں۔تو جواب ملا۔تم ایمان لاؤ۔یہ سیبویہ کے نزدیک آمنوا کے معنی میں ہے۔اسی لئے اس کا جواب یغفرلکم سے دیا گیا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت اس پر دلالت کرتی ہے۔آمنو باللّٰہ ورسولہ وجاھدوا۔

وجہ: اس کو خبر کے انداز سے اس لئے لائے تا کہ بتلا دیا جائے کہ اس پر عمل کرنا لازم ہے گویا اس پر عمل کر لیا گیا ہے۔اس سے خبر دی کہ ایمان و جہاد موجود رہے گا۔بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ ذٰلِکُمْ (اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول پر اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو یہ) جس کا تذکرہ ہوا یعنی ایمان و جہاد۔خَیْرٌ لَّکُمْ (بہت ہی بہتر ہے تمہارے لئے) تمہارے لئے تمہارے اموال و انفس کے مقابلہ میں اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو) کہ یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے۔تو پھر تمہارے لئے بہتر ہی ہوگا کیونکہ جب تم نے اسکو جان لیا اور اسکے مطابق اعتقاد کر لیا تو تم نے ایمان اور جہاد کو اپنے اموال و انفس کے مقابلہ میں محبوب قرار دے دیا۔پس تم مخلص ہو گئے تو کامیابی حاصل ہو جائیگی۔

۱۲ : یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَیُدْخِلْکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ وَمَسٰکِنَ طَیِّبَۃً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ (اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔اور تم کو آخرت میں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی اور عمدہ مکانوں میں داخل کر دیگا۔جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں بنے ہوں گے)۔یعنی اقامت اور ہمیشگی کہا جاتا ہے۔عدن بالمکان جبکہ وہاں اقامت اختیار کرے اسی طرح کہا گیا ہے۔ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (یہ بڑی کامیابی ہے)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ

اے ایمان والو! اللہ کے مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا کون لوگ اللہ کی طرف سے

اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآىٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ

میرے مددگار ہیں حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں سو بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت ایمان لے آئی

وَكَفَرَتْ طَّآىٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿۱۴﴾

اور دوسری جماعت نے کفر اختیار کر لیا سو جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کے دشمن کے مقابلہ میں انکی مدد کی سو وہ غالب ہو گئے۔

فتح مکہ یا فارس و روم کی فتح:

۱۳ : وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا (اور ایک اور بھی ہے جس کو تم پسند کرتے ہو) یعنی مغفرت وثواب کی اس نعمت کے ساتھ اس جلد آنے والی دنیا میں ایک پسندیدہ نعمت ہے جو تمہیں میسر آئی گی۔ پھر اس کی تفسیر فرمائی۔ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ (وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور قریب فتح یابی ہے) قریب یعنی جلد ملنے والی۔ وہ فتح مکہ ہے اور قریش پر غلبہ یا فارس کی فتح اور روم کی فتح۔

ایک تنبیہ:

تحبونها کے لفظ میں تھوڑی سی توبیخ ہے کہ جلد ملنے والی چیز کو پسند کرتے ہو جو کہ نہ چاہیے۔ صاحب کشاف نے کہا ہے۔ اس کا معنی هل ادلکم علی تجارة تنجیکم وعلی تجارة اخری تحبونها فرما کر بعد میں فرمایا۔ نصرٌ ای هی نصرٌ کہ وہ نصرت و مدد ہے۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (تم ایمان والوں کو خوشخبری دے دو) اس کا عطف تؤمنون پر ہے کیونکہ وہ بھی امر کے معنی میں ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا آمنوا و جاهدوا یثبکم الله و ینصر کم و بشریا رسول الله المؤمنیں بدلك۔ تم ایمان لاؤ اور جہاد کرو اللہ تعالیٰ تمہیں ثواب دیں گے اور تمہاری مدد فرمائیں گے۔ اے اللہ کے رسول آپ مؤمنین کو اس کی خوشخبری دے دیں۔ ایک قول یہ ہے اس کا عطف قل پر ہے جو یایها الذین امنو اهل ادلکم سے پہلے مراد ہے۔

۱۴ : يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ (اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار ہو جاؤ) انصار اللہ۔ یعنی انصار دین۔ اس کے دین کے مددگار۔

قراءت: حجازی، ابوعمرو نے انصارًا الله پڑھا ہے۔

حواریوں سے معاونت کا مطالبہ:

كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ (جیسا عیسیٰ ابن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے واسطے میرا مددگار کون ہے) ظاہر میں یہ تشبیہ ہے اس بات میں کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول من انصاری الی اللہ میں ناصرومددگار بنے۔ مگر اس کو معنی پر محمول کیا گیا ہے۔ ای کونوا انصار اللہ کما کان الحواریون انصار عیسٰی حین قال لهم من انصاری الی اللہ ۔ تم بھی اللہ تعالیٰ کے مددگار بنو جیسا حواری عیسیٰ ابن مریم کے اس وقت مددگار بنے جب انہوں نے من انصاری الی اللہ کہا۔ مطلب یہ ہے کہ کون میرے لشکر میں سے ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی نصرت کی طرف متوجہ ہونے والا ہو۔ تاکہ حواریوں کے جواب کے مطابق بات ہو جائے اور وہ ان کا قول قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ہے یعنی ہم میں وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مدد کریں گے۔ من انصاری کا معنی من الانصار الذین یختصون بی۔ ایسے مددگار کون ہیں۔ جو میرے ساتھ خاص ہو جائیں گے۔ اپنے کو میرے ساتھ خاص کر دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نصرت میں میرا ساتھ دیں گے۔ الحواریون ان کے منتخب لوگ۔ یہ وہ لوگ تھے جو سب سے اول ایمان لائے اور یہ بارہ آدمی تھے۔ حواری الرجل: خالص اور پسندیدہ۔ یہ الحور سے لیا گیا۔ جو خالص سفیدی کو کہتے ہیں۔ ایک قول وہ دھوبی تھے جو کپڑوں کو سفید کرتے تھے۔

فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (پھر ایک گروہ بنی اسرائیل کا تو ایمان لے آیا) عیسیٰ علیہ السلام پر وَکَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ (اور ایک گروہ منکر رہا) ان کا فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ (پس ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کی) ان کے مؤمنین کو کفار کے مقابلہ میں مضبوط کر دیا۔ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ (اس کے نتیجہ میں وہ غالب ہو گئے) پس وہ مؤمن کافروں پر غالب آ گئے۔

الحمدللہ آج چاشت کے وقت ترجمہ سورۃ الصف مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی جس میں گیارہ آیات اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① هُوَ الَّذِيْ

اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں وہ سب جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں جو بادشاہ ہے' بہت زیادہ پاک ہے' غالب ہے' حکمت والا ہے' وہ ہی ہے

بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

جس نے بے پڑھے لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات تلاوت کرتا ہے' اور ان کا تزکیہ کرتا ہے' اور ان کو کتاب اور

وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ② وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ

حکمت سکھاتا ہے' اور بلاشبہ وہ لوگ پہلے کھلی گمراہی میں تھے' اور دوسروں کے لئے بھی جو ان میں سے ہونے والے ہیں' جو ان کے ساتھ نہیں ملے

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ③ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ④

اور وہ عزیز ہے' حکیم ہے' یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے' اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ

مثال ان لوگوں کی جنہیں تورات اٹھانے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اسے نہیں اٹھایا گدھے کی سی مثال ہے' جو کتابوں کو لادتا ہے۔ بری مثال ہے

الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑤ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا

ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا' اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا' آپ کہہ دیجئے اے وہ لوگو جنہوں نے یہودیت اختیار کی

اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَاۗءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ⑥ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ

اگر تم نے یہ خیال کیا ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو دوسرے لوگ اس میں شریک نہیں تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو اور یہ لوگ اپنے اعمال کی وجہ سے جو

اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ⑦

انہوں نے آگے بھیجے ہیں کبھی بھی اس بات کی تمنا نہ کریں گے اور اللہ جانتا ہے ظالموں کو

۱: يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ (جو چیزیں آسمانوں میں ہیں۔اور جو چیزیں زمین میں ہیں۔سب اللہ تعالیٰ)الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ (کی پاکی بیان کرتے ہیں۔جو بادشاہ ہے ہرعیب ونقص سے پاک ہے زبردست ہے۔ حکمت والا ہے)

تسبیح:

تسبیح سے مراد۔نمبرا۔تسبیح خلقت ہے کہ جب تم غور سے ہر چیز پر نگاہ ڈالو تو وہ اسکی وحدانیت کی طرف تیری راہنمائی کرے گی اور ہم شکلوں سے اس کے پاک ہونے کو بتلائے گی۔نمبر۲۔تسبیح معرفت ہے کہ ہر شئی میں اپنے لطف وکرم سے ایسی چیز رکھ دے جس سے وہ اپنے خالق کو پہچانے۔اور عیب سے اس کو پاک قرار دے۔جیسا کہ اس قول میں فرمایا۔وان من شیء الا یسبح بحمدہٖ ولکن لا تفقھو ن تسبیحھم [الاسراء:۴۴] نمبر۳۔تسبیح ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جو ہر میں بلا معرفت تسبیح جاری کر دے۔

امیین میں بعثِ رسول:

۲: هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ (وہی ہے جس نے بھیجا) رسول بنایا۔فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (ناخواندہ لوگوں میں انہی کی قوم میں سے ایک پیغمبر) یعنی ایک امی انسان کو ناخواندہ قوم میں رسول بنایا۔

ایک قول:

منھم یہ اس قول کی طرح ہے۔من انفسکم [التوبہ:۱۲۸] کہ وہ اس کے نسب واحوال کو جانتے ہیں۔الامّی اس کی نسبت امت عرب کی طرف ہے کیونکہ وہ پوری امتوں میں پڑھ لکھ نہ سکتے تھے (اکثریت ان کی اس طرح تھی) ایک قول یہ ہے کتابت کی ابتداء طائف میں ہوئی۔جس کو انہوں نے اہل حیرہ سے لیا۔اور اہل حیرہ نے اہل انبار سے لی۔يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ (جو ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے) آیات سے قرآن مجید مراد ہے۔وَيُزَكِّيْهِمْ (اور ان کو پاک کرتا ہے) ان کو شرک وخبائث جاہلیت سے پاک کرتا ہے۔وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ (اور ان کو کتاب کی تعلیم دیتا ہے) الکتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔وَالْحِكْمَةَ (اور دانشمندی کی باتیں سکھاتا ہے) سنت یا تفقہ فی الدین مراد ہے۔وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ (اور بلاشبہ یہ لوگ پہلے) یعنی محمد ﷺ سے پہلے لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (کھلی گمراہی میں تھے) کفر وجہالت میں تھے۔ان مخففہ من المثقلہ ہے۔اور اس کی دلیل لام ہے۔ مطلب یہ ہوا وہ گمراہی میں تھے۔جس سے بڑھ کر کسی گمراہی کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے۔

آخرین کی مراد:

۳: وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ (اور دوسرے لوگوں کیلئے بھی) نحو: یہ مجرور ہے۔اور اس کا عطف الامیین پر ہے۔یعنی اسی نے آپ کو بھیجا امیین میں جو آپ کے زمانہ میں ہیں۔اور امیین میں سے پچھلوں میں جو ابھی تک نہیں آئے۔لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (مگر

ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے) یعنی ابھی تک ان کے ساتھ نہیں ملے ۔ وہ عنقریب ان سے آملیں گے ۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد ہوئے (تابعین) نمبر۲۔ جو صحابہ کرام کے بعد قیامت تک آئیں گے ۔ ایک قول یہ ہے اس سے عجمی مراد ہیں ۔

نحو : اس کا عطف یعلمھم کی ضمیر مفعول پر ہے ۔ اور یہ حالت نصبی میں ہے ۔ تقدیر عبارت یعلمھم ویعلم آخرین ۔ کیونکہ تعلیم کا جب پچھلے زمانہ تک متصل ہو جائے تو وہ اول کی طرف منسوب ہوتی ہے ۔ پس گویا اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہر اس چیز کا ذمہ دار ہے جو آپ سے پائی جارہی ہے ۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (اور وہی زبردست حکمت والا ہے) ۔ کہ اس نے اپنی زبردست قدرت سے ایک اُمی آدمی کو اس عظیم کام کیلئے مقرر فرمادیا اور اپنی تائید و مدد اس کے شامل حال کردی ۔ اور تمام انسانوں میں اسی کا چناؤ کیا ۔

۴ : ذٰلِكَ (یہ) وہ فضل جو اس نے محمد ﷺ کو عنایت فرمایا وہ یہی ہے کہ ان کو اپنے زمانہ کے لوگوں کا پیغمبر بنادیا اور بعد والے زمانوں کیلئے بھی پیغمبر بنادیا ۔ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے) جس کو وہ عطاء کرنا چاہتا ہے ۔ اور اس کی حکمت جس کو عطاء کرنے کا تقاضا کرتی ہے ۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے)

عدم عمل میں گدھے سے تشبیہ دی :

۵ : مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ (جن لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی حالت) جن کو اس کے علم کا ذمہ دار اور اس کے احکام پر عمل کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ۔ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا (پھر انہوں نے اس پر عمل نہ کیا) پس گویا انہوں نے اس حکم کی ذمہ داری لی ہی نہیں) كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (اس گدھے جیسی ہے جو اپنے اوپر بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہو) اسفار جمع سفر بڑی کتاب ۔

نحو : یحمل حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے ۔ نمبر۲۔ صفت ہونے کی وجہ سے مجرور ہے ۔ کیونکہ حمار حکما اس قول میں لئیم کی طرح ہے ۔ ولقد امر علی اللئیم یسبنی ۔ یسبنی جملہ اس کی صفت ہے ۔ اس آیت میں یہود کو گدھے سے تشبیہ دی ۔ کہ وہ تورات کو اٹھانے والے اس کے ذمہ دار اور اس کو پڑھنے والے اور جو کچھ اس میں ہے اس کو یاد کرنے والے ہیں ۔ مگر اس پر عامل نہیں ہیں ۔ اور اس کی آیات سے نفع اٹھانے والے نہیں ہیں ۔ اور وہ اس طرح ہے کہ تورات میں رسول اللہ ﷺ کی صفات اور بشارت لکھی ہے ۔ مگر یہ اس پر ایمان نہیں رکھتے ۔ اس گدھے سے تشبیہ دی جو علم کی بڑی بڑی کتابیں اٹھانے والا ہو ۔ اور ان کو لے کر وہ جارہا ہو ۔ وہ ان کتابوں کے متعلق اور کچھ نہیں جانتا ۔ سوائے اس تکلیف و تھکاوٹ کے جو بوجھ کی وجہ سے اسے اٹھانی پڑ رہی ہے ۔ ہر وہ شخص جو علم پڑھ رہا ہو مگر اس پر عمل نہ ہو اس کی یہی مثال ہے ۔

بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ (بری حالت ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا) یعنی نمبر۱: حالت کے لحاظ سے بری حالت اس قوم کی ہے ۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا ۔ نمبر۲۔ بدترین جھٹلانے والی قوم کی

مثال ان جیسی ہے۔اوراس سے مراد یہود ہیں۔جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی صحت ودرستی پر دلالت کرنے والی آیات کو جھٹلا دیا۔وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (اوراللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا) یعنی جبکہ انہوں نے ظلم کو پسند کرلیا۔ نمبر۲۔ان کو ہدایت نہیں دیتا جن کے متعلق اس کے علم میں ظالم ہونا لکھا جا چکا ہے۔

۶ :قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا (آپ کہہ دیجئے اے یہودیو!) ھاد۔جبکہ وہ یہودیت اختیار کرلے۔اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ بلاشرکت غیرے تم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو تو تم موت کی آرزو کرو (تا کہ تم جلد قرب میں پہنچ جاؤ) اگر تم سچے ہو)۔یہود کہا کرتے تھے۔نحن ابناء الله واحباءُ ہٗ۔ [المائدہ:۱۸] یعنی اگر تمہاری بات درست ہے۔اور تمہیں یقین ہے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمنا کرو کہ وہ تمہیں موت دے کر جلدی سے اپنی عزت وکرمت کے مقام میں منتقل کردے جو اس نے اپنے اولیاء کیلئے تیار کی ہے۔پھر فرمایا:

۷ :وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ (وہ کبھی موت کی تمنا نہ کریں گے بوجہ ان اعمال کے جو انہوں نے اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں) اس سبب سے کہ انہوں نے کفر کر کے آگے بھیجا۔

نحو : لا۔لن میں نفی مستقبل کرنے میں کوئی فرق نہیں۔البتہ لن کی نفی میں جو تاکید اور تشدید ہے۔وہ لا میں نہیں پائی جاتی۔اس لئے کبھی تو وہ تاکید شدید والا لفظ لائے۔ولن يتمنوهُ [البقرہ:۹۵] اور کبھی دوسرے الفاظ لائے جیسا یہاں ولا یتمنونه وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالظّٰلِمِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ ان ظالموں کی حالت کو خوب جانتے ہیں) اس میں ان کو وعید سنائی گئی ہے۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ

آپ فرما دیجئے کہ بیشک موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تم سے ملاقات کرے گی پھر تم لوٹا دیئے جاؤ گے غیب اور شہادت کے جاننے والے

فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٨﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ

کی طرف سو وہ تمہیں تمہارے اعمال سے باخبر کر دے گا۔ اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے

فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٩﴾ فَاِذَا

تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور بیع کو چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو، پھر جب

قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ

نماز کی ادائیگی ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل سے تلاش کرو اور اللہ کو خوب زیادہ یاد کرو

كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٠﴾ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا نِ انْفَضُّوْۤا اِلَیْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ

تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور جب وہ کسی تجارت یا لہو کی چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔

قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿١١﴾

آپ فرما دیجئے کہ جو چیز اللہ کے پاس ہے وہ ایسے لہو اور تجارت سے بدرجہا بہتر ہے اور اللہ سب سے اچھا روزی پہنچانے والا ہے۔

٨ : قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ (آپ کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگ رہے ہو) اور تم جرأت نہیں کر رہے۔ کہ تم اس کی تمنا کرلو۔ اس خطرہ کے پیش نظر کہ تم اپنے کفر کے وبال میں پکڑ لیے جاؤ۔ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ (وہ ایک دن تمہیں آ پکڑے گی) بہرصورت۔

نحو : جملہ انّ کی خبر ہے۔ اور اس پر فاء اس لئے آئی ہے کیونکہ الذی شرط کے معنی کو متضمن ہے۔

ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (پھر عالم الغیب والشہادۃ کی طرف تم کو لے جایا جائے گا۔ پھر وہ تم کو تمہارے سب کیے کام بتلا دے گا) پھر تم جس سزا کے حقدار ہو گے وہ سزا دے گا۔

ندائے جمع :

٩ : یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ (اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نماز جمعہ کیلئے اذان دی جایا کرے) النداء : اذان، مِن یہ اذا کا بیان ہے۔ اور اسکی تفسیر ہے۔ یوم جمعہ یہ دنوں کا سردار ہے۔ حدیث میں وارد ہے۔ جو آدمی

جمعہ کے دن فوت ہوا اس کے لئے شہید کا اجر لکھا جائے گا۔ اور اس کو فتنۂ قبر سے بچا لیا جائیگا۔ (رواہ ابو یعلی فی مسندہ: ۴۱۱۳)

فَاسْعَوْا (تو تم اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف (فوراً) چل پڑا کرو) اسعوا اور امضوا جانے اور چلنے کے معنی میں ہے۔ اور ایک قراءت میں اس طرح آیا ہے۔ قول فراء السعی، المضی، الذھاب، ان کا معنی ایک ہے۔ اس سے مراد تیزی سے چلنا نہیں ہے۔

اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ (اللہ کے ذکر کی طرف) ذکر اللہ سے مراد جمہور علماء کے نزدیک خطبہ ہے۔

استدلالِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:

اسی سے آپ نے استدلال فرمایا ہے کہ اگر خطیب نے صرف الحمد للہ کے الفاظ خطبے میں کہہ کر اسی پر اکتفاء کر لیا تو یہ جائز ہے (کیونکہ الحمد للہ ذکر اللہ میں شمار ہوتا ہے) وَذَرُوا الْبَیْعَ (اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو) یہاں اصل اس بات کا حکم دینا مقصود ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرنے والے امور مثلاً دنیا کے مشاغل ان کو چھوڑ دو۔ البتہ ان مشاغل میں سے بیع کو خاص اس لئے کیا گیا۔ کیونکہ جمعہ کے دن بیع و شراء زوال کے وقت کثرت سے ہوتی ہے۔ پس ان کو فرمایا گیا آخرت کی تجارت میں جلدی کرو۔ اور دنیا کی تجارت کو چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف جلد لپکو۔ جس سے زیادہ نفع بخش اور فائدہ مند کوئی چیز نہیں ہے۔ وَذَرُوا الْبَیْعَ (اور بیع کو ترک کر دو) جس کا نفع معمولی ہے۔ ذٰلِكُمْ (یہ) اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف جانا۔ خَیْرٌ لَّكُمْ (تمہارے لئے بہت زیادہ بہتر ہے) بیع و شراء کے مقابلہ میں۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اگر تم کو کچھ سمجھ ہو)

فضل اللہ سے مراد:

۱۰: فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ (جب نماز ادا کی جا چکے) فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ (تو زمین میں پھیل جاؤ) یہ امر اباحت کیلئے ہے۔ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (اور تم اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو) فضل اللہ سے۔ نمبر۱۔ رزق مراد ہے۔ نمبر۲۔ طلب علم نمبر۳۔ عیادۃ المریض۔ نمبر۴۔ دینی بھائی کی ملاقات۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا (اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کیا کرو) اور اس کا اس بات پر شکریہ ادا کرو کہ اس نے اپنے فریضہ کی ادائیگی کی توفیق مرحمت فرمائی۔ لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (کامیابی کی امید رکھتے ہوئے)

تجارتی قافلہ کا واقعہ:

۱۱: وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ِنْفَضُّوْا اِلَیْهَا (اور جب انہوں نے تجارت اور کھیل تماشا ہوتے دیکھا تو اس کی طرف لپک گئے) آپ سے جدا ہو گئے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ واذا راوا تجارۃ انفضوا الیھا اولھوًا انفضوا الیہ پس ایک فعل کو حذف کر دیا کیونکہ دوسرا اس پر دلالت کر رہا ہے۔ تجارت کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ان کے لئے اہم ترین تھی۔ (یا جب یہ آیت اتری تو وہ واقعہ تجارتی قافلہ کا ہی تھا)۔

روایت میں ہے کہ مدینہ منورہ میں بھوک اور مہنگائی پھیل گئی وحیہ بن خلیفہ ایک تجارتی قافلہ لے کر شام سے مدینہ پہنچے۔ اس میں زیتون کا تیل وغیرہ تھا۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ دے رہے تھے۔ پس قافلے کا سن کر تمام چلے گئے صرف

آٹھ افراد باقی رہ گئے یا ۱۲ بارہ افراد رہ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر یہ تمام نکل جاتے تو اللہ تعالیٰ ان کی وادی کو آگ سے جلا کر خاکستر کر دیتے۔ (رواہ الواحدی فی اسباب النزول ۲۸۶) جب قافلہ آتا تو اس کا استقبال طبل، تصفیق سے کیا جاتا تھا۔ اور لہو سے یہی مراد ہے۔ وَتَرَكُوكَ (اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیا) یعنی منبر پر قَآئِمًا (خطبہ دیتے)

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ خطیب کو کھڑے ہو کر خطبہ دینا چاہیے۔ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ (ان سے کہو! جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے) یعنی ثواب۔ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے) بیع کو ترک کر دینے سے ان کا رزق فوت نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ وہ بہتر رزق دینے والے ہیں۔

الحمدللہ سورۃ الجمعۃ کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔ یوم الاربعاء ۲۱۔۵۔۲۰۰۳

سورۃ المنٰفقون مدنیۃ وھی احدی عشرۃ ایۃ وفیھا رکوعان

سورۃ المنافقون مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات اور دو رکوع ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اذا جاءک المنٰفقون قالوا نشھد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشھد

جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بیشک ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے

ان المنٰفقین لکٰذبون ① اتخذوا ایمانھم جنۃ فصدوا عن سبیل اللہ انھم ساء ما کانوا

کہ منافقین جھوٹے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا سو انہوں نے اللہ کی راہ سے روک دیا بیشک یہ لوگ جو کرتے ہیں برا عمل

یعملون ② ذٰلک بانھم اٰمنوا ثم کفروا فطبع علٰی قلوبھم فھم لا یفقھون ③ واذا رایتھم

کرتے ہیں یہ اس وجہ سے کہ وہ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے' پھر ان کے دلوں پر مہر مار دی گئی' لہٰذا وہ نہیں سمجھتے اور جب آپ انہیں دیکھیں گے

تعجبک اجسامھم وان یقولوا تسمع لقولھم کانھم خشب مسندۃ یحسبون کل

تو ان کے جسم آپ کو اچھے معلوم ہوں گے اور اگر وہ باتیں کرنے لگیں گے تو آپ ان کی بات سننے کی طرف دھیان دیں گے گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں جو ٹیک لگا کر رکھدی گئی ہیں وہ ہر چیخ کو

صیحۃ علیھم ھم العدو فاحذرھم قٰتلھم اللہ انٰی یؤفکون ④ واذا قیل لھم تعالوا یستغفر

اپنے اوپر خیال کرتے ہیں یہ دشمن ہی ہیں سو آپ ان سے ہوشیار رہیے۔ اللہ ان کو ہلاک کرے کہاں پھرے جا رہے ہیں' اور جب ان سے کہا گیا کہ آ جاؤ اللہ کا رسول

لکم رسول اللہ لووا رءوسھم ورایتھم یصدون وھم مستکبرون ⑤ سواء علیھم

تمہارے لئے استغفار کرے تو وہ اپنے سروں کو موڑ لیتے ہیں اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے بے رخی کر رہے ہیں' برابر ہے

استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم لن یغفر اللہ لھم ان اللہ لا یھدی القوم الفٰسقین ⑥

کہ آپ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں بلاشبہ اللہ انہیں نہیں بخشے گا' بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا فاسقوں کو'

۱ : اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْھَدُ اِنَّکَ (جب یہ منافق آپ کے پاس آتے ہیں۔ تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں) لَرَسُوْلُ اللّٰہِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ (کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم ہے کہ آپ بلاشبہ اس کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ شہادت دیتا ہے کہ منافقین بلاشبہ اس قول میں جھوٹے ہیں)۔

جھوٹی شہادت:

قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ الآیۃ سے منافقین کی مراد ایسی شہادت تھی کہ جس میں زبانوں کے ساتھ ان کے دل بھی موافقت کرنے والے ہیں۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ یعنی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ وہ معاملہ بالکل اسی طرح ہے جیسا ان کا قول اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ دلالت کر رہا ہے۔ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ وہ زبان و دل کی موافقت کے دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔ نمبر۲۔ انهم لكاذبون فيه۔ وہ اس میں جھوٹے ہیں۔ کیونکہ جب شہادت زبان و دل کی موافقت سے خالی ہو تو وہ شہادت ہی نہیں رہتی۔ پس اس کا نام شہادت قرار دینے میں وہ جھوٹے ہیں۔ نمبر۳۔ وہ اپنے نفسوں کے ہاں جھوٹے ہیں۔ کیونکہ ان کا اعتقاد یہ ہے۔ کہ ان کا قول انك لرسول الله یہ کذب ہے۔ اور ایسی خبر ہے جو مخبر عنہ کی حالت کے برخلاف ہے۔

۲: اِتَّخَذُوْا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً (انہوں نے اپنی قسموں کو سپر بنا رکھا ہے) یعنی قتل و قید سے بچانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔

مَسْئَلَۃ: اس میں دلیل ہے کہ اشهد یمین ہے۔ فَصَدُّوْا (پھر دوسروں کو بھی روکتے ہیں) عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے) اسلام سے نفرت دلاتے ہیں۔ اور لوگوں کو اشتباہ میں مبتلا کرتے ہیں۔

اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (ان کے یہ اعمال بہت ہی برے ہیں) منافقت سے مراد لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنا۔ ساء میں تعجب کا معنی ہے تاکہ سامعین کے ذہنوں میں ان کے اس معاملے کو انتہائی برا سمجھا جائے۔

منافقین کا طرزِ عمل:

۳: ذٰلِكَ (یہ بات) اس کا مشار الیہ ساء ما کانوا یعملون ہے۔ مطلب یہ ہے یہ قول اس بات پر شاہد عدل ہے کہ وہ عملی اعتبار سے لوگوں میں سب سے بدترین ہیں۔ بِاَنَّهُمْ (اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ) ای بسبب انهم۔ اس سبب سے کہ وہ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا (ایمان لائے پھر کافر ہو گئے) نمبر۲۔ ان کے جو حالات منافقت و کذب اور ایمان کو دنیاوی اغراض کیلئے بطور ڈھال استعمال کرنا وغیرہ تمام کام اس سبب سے ہیں کہ انہوں نے پہلے اپنی زبانوں سے کلمہ شہادت کا اقرار کیا اور اسلام میں داخل ہونے والے جیسا عمل تو کیا مگر پھر کافر ہو گئے ان کا کفران کے اس قول میں ظاہر ہو گیا۔ ان كان ما يقوله محمد حقا فنحن حمير (اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات سچی ہے تو ہم گدھے ہوئے) وغیر ذلک۔ نمبر۳۔ مؤمنوں کے پاس تو ایمان کا اقرار کیا پھر اپنے سرداروں کے پاس اسلام سے استہزاء کرتے ہوئے کفر بک دیا۔ جیسا فرمایا: واذا لقوا الذين آمنوا قالوا آمنا الآیۃ [بقرہ:۱۴] فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (پس ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی) ان کے نفاق کی سزا کے طور پر ان کے دلوں کو مہر کر کے بند کر دیا گیا ایمان اس میں داخل ہو نہیں سکتا۔ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ (پس اس سبب سے کہ وہ حق کو نہیں سمجھتے) وہ غور و فکر نہیں کرتے یا ایمان کی صحت کو جانتے ہی نہیں۔

منافقین کی دوغلی پالیسی:

۴: وَاِذَا رَاَیْتَھُمْ تُعْجِبُکَ اَجْسَامُھُمْ (جب آپ ان کو دیکھیں تو ان کے قد وقامت خوشنما معلوم ہوں) کؔ کا خطاب رسول اللہ ﷺ کو فرمایا گیا۔ نمبر۲۔ ہر مخاطب مراد ہے۔ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِھِمْ (اگر وہ بات کہیں تو آپ ان کی بات سن لیں) عبد اللہ بن ابی جسیم خوبصورت فصیح الکلام آدمی تھا۔ کچھ دیگر منافق بھی اسی ڈیل ڈول کے تھے۔ پس جب وہ مجلس نبوی ﷺ میں حاضر ہوتے۔ پس وہ اس میں ٹھاٹھ سے بیٹھتے۔ پرشوکت مناظر اور فصیح زبانوں سے بولتے۔ نبی اکرم ﷺ اور حاضرین مجلس ان کی شکلوں اور صورتوں پر تعجب کرتے اور ان کی گفتگو کی طرف کان لگاتے۔ کَاَنَّھُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ (گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں جو دیوار کے سہارے کھڑی ہیں)

نحو: یہ ھم کی وجہ سے حالت رفعی میں ہے۔ ای ھم کانھم خشب مسندۃ۔ نمبر۲۔ جملہ مستانفہ ہے جس کا کوئی محل اعراب نہیں۔ مسندۃ سے مراد دیوار کے ساتھ کھڑا ہونا۔ ان کے ٹیک لگانے کو دیوار کے ساتھ کھڑی لکڑی کے ساتھ تشبیہ دی کہ وہ صرف خول ہیں۔ جو اندر سے ایمان وخیر سے خالی ہیں۔

وجہ تشبیہ:

جب لکڑی سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے تو وہ لکڑی چھت یا دیوار یا دیگر ضروریات میں صرف کی جاتی ہے اور جب اس کی ضرورت نہیں ہوتی تو دیوار کے ساتھ اس کو کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ گویا عدم فائدہ میں اس لکڑی سے تشبیہ دی۔ یا لکڑی بے جان ہوتی ہے۔ تو یہ بھی شکلیں ہیں ان میں روح ایمان نہیں۔ اجسام ہیں ان میں عقل کا ذرہ نہیں۔

قراءت: ابوعمرو سوائے عباس علی کے خُشْبٌ پڑھا۔ جمع خشبۃ جیسے بَدْنَۃ و بُدْنٌ اور خشبٌ یہ ثمرۃ و ثُمُرٌ کی طرح ہے۔

یَحْسَبُوْنَ کُلَّ صَیْحَۃٍ عَلَیْھِمْ (وہ شور وپکار کو اپنے اوپر پڑنے والی خیال کرتے ہیں) کل صیحۃ یہ مفعول اول ہے۔ اور علیھم دوسرا مفعول ہے۔ اور کلام پورا ہے۔ ای یحسبون کل صیحۃ واقعۃ علیھم۔ ضارۃ لھم لجبنھم ورعبھم مطلب یہ ہے جب لشکر کی طرف ان کو آواز دی جاتی ہے۔ یا کوئی جانور بھاگ جاتا ہے یا گمشدہ چیز کو ڈھونڈنے کیلئے آواز لگائی جاتی ہے تو ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ یہ مصیبت ان پر آن پڑی ہے۔ پھر فرمایا ھُمُ الْعَدُوُّ (یہی لوگ دشمن ہیں) یعنی یہ عداوت میں کامل ہیں۔ کیونکہ سب سے بڑا دشمن اندر گھسا ہوا دشمن ہے۔ جو معاملات میں تیرے ساتھ شریک ہو اور اس کی پسلیوں میں مخالفت کی بیماری گھسی ہو۔ فَاحْذَرْھُمْ (پس ان سے محتاط رہو) ان کے ظاہر پر دھوکہ نہ کھانا۔ قٰتَلَھُمُ اللّٰہُ (اللہ تعالیٰ ان کو غارت کرے) یہ ان کے متعلق بددعا ہے۔ نمبر۲۔ ایمان والوں کو تعلیم دی کہ ان کے حق میں یہ بددعا کریں۔ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ (کہاں پھرے چلے جاتے ہیں) وہ حق سے کس طرح عدول کرنے والے ہیں۔ اس میں ان کی جہالت وضلالت پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔

۵: وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْلَکُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَوَّوْا رُءُوْسَھُمْ (جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس

آؤ۔ تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ استغفار کریں تو وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں) ان کو موڑتے اور اس سے اعراض کرتے ہوئے اور تکبر کرتے ہوئے ان کو مائل کرتے ہیں۔

قراءت: نافع نے لَوَوْا تخفیف سے پڑھا ہے۔

غزوۂ بنو مصطلق اور منافقین کی بدزبانی:

وَرَاَیْتَهُمْ یَصُدُّوْنَ (اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ بے رخی کرتے ہیں) اعراض کرتے ہیں۔ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ (تکبر کرتے ہوئے) معذرت اور استغفار سے۔ روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جب بنو مصطلق کو مریسیع کے مقام پر جالیا۔ (یہ پانی کا نام ہے) اور ان کو شکست دی۔ ان کے کچھ آدمی قتل ہوئے۔ تو جہجاہ بن سعید اجیر عمر رضی اللہ عنہ اور سنان جہنی حلیف ابن ابی کا پانی پر جھگڑا ہو گیا۔ جہجاہ نے یاللمہاجرین اور سنان نے یاللانصار کہہ کر آواز دی۔ تو فقراء مہاجرین میں سے جعال نے اس کی مدد کرتے ہوئے سنان کو تھپڑ مارا۔ اس پر عبداللہ نے جعال کو کہا تیری کیا مجال! ہم نے محمد کا اس لئے ساتھ نہیں دیا کہ ہم تھپڑ کھائیں۔ ہماری اور ان کی مثال تو ایسی ہے جیسے کسی نے کہا: سمن كلبك ياكلك ۔ اپنے کتے کو پالوتا کہ وہ تمہیں کاٹے۔ سنو! اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو ہم میں سے زیادہ عزت والے وہاں سے ذلت والوں کو نکال باہر کریں گے۔ الاعز سے اپنا آپ اور الاذل سے رسول اللہ ﷺ کی ذات مراد لی۔ پھر اپنی قوم کو خطاب کر کے کہنے لگا۔ اللہ کی قسم اگر تم جعال اور اس کے ساتھ والوں کو بچا ہوا کھانا نہ دیتے تو آج وہ تمہاری گردنوں پر سوار نہ ہوتے۔ ان پر خرچ بند کر دو یہاں تک کہ یہ محمد کے اردگرد سے بھاگ جائیں۔ یہ باتیں زید بن ارقمؓ نوعمر صحابی نے سنیں۔ اور منہ پر عبداللہ کو کہا تو ذلیل ہے۔ اور حقیر اور اپنی قوم کا مبغوض انسان ہے۔ محمد ﷺ رحمان کی طرف سے باعزت اور مسلمانوں کے ساتھ قوت وشوکت والے ہیں۔ عبداللہ نے کہا تو خاموش ہو جا تو تو کھلونا تیلی ہے۔ زید رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ کو آ کر اطلاع دی۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیں کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا اس میں یثرب کے بہت سے ناک بگڑ جائیں گے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ اگر مہاجرین کے ہاتھوں قتل مناسب نہیں تو کسی انصاری کو اس پر مقرر فرما دیں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر ایسا ہوا تو اس بات کا کیا جواب ہوگا کہ محمد تو اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے عبداللہ کو بلوا کر فرمایا۔ تو نے یہ بات کہی ہے۔ جو مجھے پہنچائی گئی ہے تو اس نے کہا اللہ کی قسم! جس نے آپ پر کتاب اتاری۔ میں نے اس میں سے ذرہ بھر بات نہیں کی۔ اور زید جھوٹ بولتا ہے۔ پس یہی اس کا قول اتخذوا ایمانهم جنة میں نقل کر دیا گیا ہے۔ (جھوٹ بول کر اپنے کو بچا لیا) حاضرین نے کہا یا رسول اللہ ہمارا یہ شیخ اور بڑا ہے۔ ایک چھوٹے بچے کی بات اس کے متعلق قبول نہ فرمائیں۔ ہوسکتا ہے بچے کو وہم ہو گیا ہو۔

جب آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے زید کو فرمایا اے نوجوان! اللہ تعالیٰ نے تمہیں سچا کر دیا اور منافقین کو جھوٹا ثابت کر دیا۔ جب عبداللہ کا کذب ظاہر ہو گیا۔ اور اس کو کہا گیا تمہارے متعلق بڑی سخت آیات اتری ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا کر اپنے لئے استغفار کرواؤ۔ تو اس نے سر موڑ لیا۔ پھر یہ آیت اتری۔ واذا قيل لهم تعالوا يستغفر لكم رسول الله۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۗ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ

یہ لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو اللہ کے رسول ؐ کے پاس ہیں یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں ' اور اللہ ہی کے لئے ہیں خزانے زمین کے

وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۷﴾ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ

اور آسمان کے لیکن منافقین نہیں سمجھتے وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ واپس ہو گئے تو عزت والا

الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۚ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸﴾

ذلت والے کو نکال دے گا اور اللہ ہی کے لئے ہے عزت اور رسول ؐ کے لئے اور مؤمنین کے لئے لیکن منافقین نہیں جانتے ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

اے ایمان والو! تمہارے اموال اور اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں ' اور جو شخص ایسا کرے گا

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ

سو یہ لوگ وہ ہیں جو نقصان میں پڑنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تمہیں موت آ جائے

فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰﴾

سو وہ کہے گا کہ اے میرے رب آپ نے تھوڑی مدت کے لئے مجھے کیوں مہلت نہ دی میں صدقہ کرتا اور صالحین میں سے ہو جاتا

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۗ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱﴾

اور اللہ ہرگز کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اسکی اجل آ جائے اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔

زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ وہ بیمار ہو کر مر گیا۔ (واحدی فی اسباب النزول:۲۸۷) (اصل القصة فی الصحيحين)

۶: سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (اب آپ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں۔ ان کے حق میں دونوں برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز معاف نہ کرے گا) جب تک وہ نفاق پر مداومت اختیار کرنے والے ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ استغفار اور عدم استغفار ان کے حق میں برابر ہے کیونکہ وہ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور نہ ہی اس کو کوئی حیثیت دیتے ہیں۔ اس کا سبب کفر ہے۔ نمبر۲۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو نہ بخشیں گے اس لئے ان کے حق میں استغفار اور عدم استغفار برابر ہے۔

قراءت: استغفرت حرف استفہام کو حذف کر کے پڑھا گیا۔ کیونکہ ام جو دو میں سے ایک کیلئے آتا ہے۔ وہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (بیشک اللہ ایسے نافرمانوں کو توفیق ہدایت نہیں دیتا)

۷ : هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَاتُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ (یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ) رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا (کے پاس جمع ہیں ان پر کچھ خرچ مت کرو۔ یہاں تک کہ وہ آپ ہی منتشر ہو جائیں) ینفضوا کا معنی منتشر و متفرق ہونا۔ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اللہ تعالیٰ کے پاس آسمان و زمین کے خزانے ہیں) یعنی رزق اور تقسیم رزق اسی کے قبضہ میں ہے۔ وہی انکا رازق ہے۔ اگر اہل مدینہ ان پر خرچ کرنے سے انکار کر دیں گے۔ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ (لیکن یہ منافق سمجھتے نہیں) لیکن عبداللہ بن ابی اور اس کے ہم مثل جاہل ہیں۔ وہ اس بات کو نہیں سمجھتے۔ پھر ہر وہ بات بک دیتے ہیں جو ان کے منہ میں آتی ہے۔ اور جو شیطان ان کے لئے مزین کرتا ہے۔

دوسری بدزبانی:

۸ : يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ (وہ کہتے ہیں اگر ہم مدینہ کو لوٹ کر پہنچے) غزوۂ بنو مصطلق سے واپس مدینہ پہنچے۔ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ (تو جو عزت والا ہوگا وہ ذلت والے کو مدینے سے نکال کر باہر کر دے گا۔ عزت تو اللہ) عزت یعنی غلبہ اور قوت وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کو حاصل ہے) جس کو اللہ تعالیٰ عزت دے اور ان کی تائید اپنے رسول اور مؤمنین سے کروائے۔ اور وہ عزت کے ساتھ خاص ہیں۔ جیسا کہ ذلت، بزدلی شیطان اور اس کے حمایتی کفار و منافقین کیلئے ہے۔

بعض صالحات کا مقولہ:

ان کو پھٹے پرانے کپڑوں میں دیکھا۔ تو انہوں نے کہا کیا تم اسلام پر نہیں ہو۔ انہوں نے کہا اسلام وہ عزت ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے کوئی ذلت نہیں اور ایسا غناء ہے جس کے ہوتے ہوئے کوئی فقر نہیں۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا قول:

ایک آدمی نے ان کو کہا۔ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ تم میں تکبر ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تکبر نہیں بلکہ یہ عزت ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن منافقین یہ بات جانتے نہیں)۔

۹ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ (اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال غافل نہ کر دیں) لاتلهكم تمہیں مشغول نہ کر دیں۔ اموال یعنی اموال میں لین دین اور اس کو بڑھانے کی کوشش اور اس پر نفع کی طلب۔ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ (اور نہ تمہاری اولادیں) اور تمہارا ان سے خوش ہونا اور ان پر شفقت کرنا اور ان کی امداد کیلئے کھڑے ہونا عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی یاد سے) یعنی صلوات خمس یا قرآن مجید کے وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ (اور جو ایسا کریں گے) وہ دین ترک کر کے دنیا میں مشغول ہو جائیں گے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ جو آدمی اپنے اموال کو بڑھانے کی طرف متوجہ ہے۔ مگر اپنے احوال کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ اور آخرت کی درستی کی بجائے اولاد کی رضامندی میں مشغول ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (وہی ناکام رہنے والے ہوں گے) اپنی اس تجارت میں اس لئے کہ انہوں نے فانی کے بدلے باقی کو بیچ ڈالا۔

موت سے پہلے خرچ کرلو:

۱۰: وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ (اور ہم نے جو کچھ تم کو دیا۔ اس میں سے کچھ (حقوق واجبہ کی ادائیگی میں) خرچ کرو) مِنْ یہ تبعیض کیلئے ہے۔ مراد اس سے انفاق واجب علی الواجب ہے۔ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ (اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آ کھڑی ہو) یعنی من قبل ان یری دلائل الموت اس سے پہلے کہ وہ موت کے آثار دیکھے اور ان معاونتوں کو جو مہلت سے مایوس کرنے والی ہوں درآنحالیکہ اس پر خرچ کرنا بھی مشکل ہو۔ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ (پھر وہ حسرت سے کہنے لگے اے میرے رب مجھے تھوڑی سی اور مہلت کیوں نہیں دی) آپ نے میری موت کو مؤخر کیوں نہ کر دیا۔ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ (ایک قریبی زمانہ تک) فَاَصَّدَّقَ (کہ میں خیر خیرات کر دیتا) میں صدقہ کر لیتا۔

نحو: یہ لولا کا جواب ہے۔ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ (اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا) الصالحین سے مؤمنین مراد ہیں۔ یہ آیت ایمان والوں کے متعلق نازل ہوئی۔ ایک قول یہ ہے: یہ منافقین کے متعلق اتری۔

قراءت: واکون ابوعمرو نے نصب کے ساتھ پڑھا اور لفظ پر عطف کیا۔ اور جزم موضع اصدق پر عطف کی وجہ سے ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا ان اخرتنی اصدق واکن۔

۱۱: وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا (اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مہلت نہیں دیتا) موت سے اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا (جبکہ اس کی میعاد ختم ہونے پر آجاتی ہے) جو لوح محفوظ میں لکھی جا چکی ہے۔ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے)

قراءت: حماد و یحییٰ نے یعملون پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہوگا جب تمہیں معلوم ہے۔ کہ موت کی اپنے وقت سے تاخیر کا کوئی راستہ نہیں۔ اور وہ اچانک ہجوم کر کے آجانے والی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سارے اعمال کا علم ہے۔ پس وہ ترک واجبات پر خود سزا دیں گے۔ اب تو صرف اتنی بات باقی رہ گئی کہ آدمی جلد از جلد اپنے واجبات و فرائض سے بریٔ الذمہ ہونے کی کوشش کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تیاری کرے۔

الحمدللہ سورۃ المنافقون کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ التغابن مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور ایک قول کے مطابق مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھارہ آیات اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۗ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ

سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں اس کی سلطنت ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے اور وہ ہر چیز پر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

قادر ہے' وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا سو تم میں بعض کافر ہیں اور بعض مومن ہیں' اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو

بَصِيْرٌ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③

دیکھ رہا ہے۔ اس نے پیدا فرمایا آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ اور تمہاری صورتیں بنا دیں سو اچھی بنائیں' اس کی طرف لوٹ جانا ہے۔

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ

وہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہ سب اعمال کو جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور اللہ سینے کی باتوں کو

الصُّدُوْرِ ④ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۫ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ

جاننے والا ہے۔ کیا تمہارے پاس ان کافروں کی خبر نہیں آئی جو ان سے پہلے تھے سو انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھ لیا اور ان کے لئے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑤ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۫

دردناک عذاب ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ بیشک ان کے پاس ان کے رسول کھلے ہوئے معجزات لائے تھے سو انہوں نے کہا کیا ہمیں آدمی ہدایت دیں گے'

فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ⑥ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنْ لَّنْ

سو انہوں نے کفر اختیار کیا اور اعراض کیا' اور اللہ نے بے نیازی کا معاملہ کیا' اور اللہ بے نیاز ہے اور حمد کا مستحق ہے۔ کافروں نے یہ خیال کیا کہ وہ ہرگز نہیں

يُّبْعَثُوْا ۗ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۗ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑦

اٹھائے جائیں گے آپ فرما دیجئے کہ ہاں قسم ہے میرے رب کی کہ تم ضرور ضرور اٹھائے جاؤ گے اور تمہیں ضرور ضرور تمہارے اعمال سے باخبر کیا جائے گا اور یہ اللہ پر آسان ہے

حقیقی بادشاہی اللہ کی:

۱ : يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ (اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں ۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے)

آیت میں دونوں ظروف کو مقدم کیا تا کہ ملک وحمد کی خصوصیت اللہ عزوجل کے ساتھ ثابت ہو سکے ۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہی حقیقت میں اسی ہی کی ہے کیونکہ وہ ہر چیز کو ابتداء سے بنانے والا اور اس کو قائم رکھنے والا ہے اور اسی طرح تعریف حقیقی کا حقدار بھی وہی ہے ۔ کیوں کہ اصول نعمت اور فروع نعمت اس کی طرف سے میسر ہوئیں ۔ باقی دنیا میں جو بادشاہ کہلاتے ہیں ۔ یہ اسی نے ان کو تسلط دیا ۔ اور نگران بنا دیا ۔ اور دوسرے کی تعریف جو تھوڑی بہت کی جاتی ہے وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اس کے ہاتھ سے جاری ہوئی ۔ اس لئے وہ سبب عارضی برائے حصول نعمت بن جانے کی وجہ سے تعریف کیا جانے لگا ۔

۲ : هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ (وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا ۔ تم میں سے بعض کافر ہیں اور بعض مؤمن) کافر ہیں یعنی کفر کا ارتکاب کرنے والے اور کفر کرنے والے ہیں ۔ اور بعض ایمان لانے والے ہیں ۔ ایمان کا فعل کرنے والے ہیں ۔ اور اس معنی پر ۔ واللّٰہ بما تعملون بصیر دلالت کر رہا ہے ۔

اصل نعمتیں دینے والے اللہ ہیں:

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (یعنی تمہارے کفر و ایمان کو جاننے والے اور دیکھنے والے ہیں) جو کہ دونوں تمہارے عمل ہیں ۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے ۔ جنہوں نے اصل نعمتیں اپنے فضل سے عنایت فرمائیں ہیں ۔ اور اسی کو عدم سے خلق وایجاد کہا جاتا ہے ۔ لازم یہ تھا کہ تم تمام شکر گزار ہوتے ۔ تمہیں کیا ہوا کہ تم نے پارٹی بازی بنالی ۔ پس کوئی کافر بن گئے اور کچھ مؤمن ؟ کفر کو اولاً لائے ۔ کیونکہ اغلب واکثر کافر ہی ہیں ۔ اور اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جو یہ کہتے ہیں ۔ جیسے (خوارج) کہ کچھ لوگ نہ مؤمن ہیں اور نہ کافر ۔ ایک قول یہ ہے وہی ذات جس نے تمہیں پیدا کیا پس بعض تم میں خلق کے انکاری ہیں اور وہ دہریہ ہیں اور بعض تم میں سے اس پر ایمان لانے والے ہیں ۔

۳ : خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ (اسی نے آسمانوں کو اور زمین کو ٹھیک پیدا کیا) اپنی حکمت بالغہ کے مطابق اور وہ یہ ہے کہ زمین کو مکلفین کے ٹھہراؤ کی جگہ بنا دیا تا کہ وہ عمل کریں اور اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دیں ۔

سب سے زیادہ خوبصورت انسان:

وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ (اور تمہاری صورتیں بنائیں) پس اچھی صورتیں بنائیں ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام حیوانات میں سب سے زیادہ شاندار اور خوبصورت بنایا ۔ اس کی دلیل نمبر ۱ ۔ عقلی یہ ہے ۔ کہ انسان کبھی بھی یہ تمنا نہیں کرتا کہ اس کی صورت دیگر حیوانات میں سے کسی کی شکل جیسی ہوتی ۔ نمبر ۲ ۔ اس کی حسن صورت کی دلیل یہ بھی کہ سیدھے قد والا بنایا ۔ کبڑا ، جھکا ہوا

بدصورت، بدشکل نہیں بنایا۔ بے ڈھبی خلقت ہوا۔ اس میں بے ڈھبہ پن تو کوئی نہیں۔

درجاتِ حسن:

البتہ یہ ضرور بات ہے کہ حسن کے درجات ہیں۔ سب سے کم درجہ اور اس سے اوپر جن میں ملاحت نہیں۔ صباحت نہیں مگر حسن سے کوئی خالی نہیں۔

قول حکماء:

دو چیزوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ نمبر۱۔ جمال نمبر۲۔ بیان۔

وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ (اور اس کی طرف تم سب نے لوٹ کر جانا ہے) پس اپنے بواطن کو خوبصورت بناؤ۔ جیسا اس نے تمہیں خوبصورت شکلیں دیں۔

۴: یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَیَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ (وہ اس سے بھی واقف ہے جو زمین اور جو آسمان میں ہے۔ اور سب چیزوں)وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (کو جانتا ہے جو تم پوشیدہ کرتے ہو اور جو تم علانیہ کرتے ہو۔ اور وہ دلوں تک کی باتوں کو جاننے والا ہے) وہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کو جانتے ہیں۔ پھر جو بندے بھید چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں۔ اس سے بھی واقف ہے۔ پھر وہ سینوں کے رازوں سے واقف ہے۔ کلیات وجزئیات کی کوئی چیز ایسی نہیں جو اس پر مخفی ہو۔ پس اس کا حق یہ ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور احتیاط کی جائے۔ اور جو چیز اس کی رضا کے خلاف ہو۔ اس کی جرأت نہ کی جائے۔ علم الٰہی کو دوبارہ ذکر کرنا درحقیقت یہ وعید کو دوبارہ لانے کی طرح ہے۔ اور وہ تمام جو فمنکم کافر ومنکم مؤمن کے بعد ذکر کیا گیا۔ وہ کفر پر وعید ہی کے حکم میں ہے۔ اور اس بات پر انکار ہے کہ خالق کی نافرمانی کی جائے اور اس کی نعمتوں کا شکر یہ نہ ادا کیا جائے۔

۵: اَلَمْ یَاْتِكُمْ (کیا تم کو نہیں پہنچی) یہ کفار مکہ کو خطاب ہے۔ نَبَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ (خبر ان لوگوں کی جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا) یعنی قوم نوح، ہود، صالح، لوط۔ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ (انہوں نے اپنے اعمال کا وبال (دنیا میں بھی) چکھا) یعنی دنیا میں کفر کی سزا چکھی۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (اور اس کے علاوہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے) جو آخرت میں ملے گا۔

۶: ذٰلِكَ (یہ) اس کا مشارٌ الیہ ہے وہ وبال جو ان کو دنیا میں پہنچا اور آخرت میں ان کے لئے تیار کیا گیا۔ بِاَنَّهٗ (اس سبب سے) کہ بات اور حالت یہ ہے۔ كَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ (یہ اس سبب سے کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر دلائل واضحہ لے کر آتے) البینات سے معجزات مراد ہیں۔ فَقَالُوْا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا (تو ان لوگوں نے ان کو کہا کیا آدمی ہم کو ہدایت کریں گے) انہوں نے بشر کے لئے رسالت کا انکار کر دیا۔ مگر حجر و پتھر کیلئے عبادت کا انکار نہیں کیا۔ فَكَفَرُوْا (غرض انہوں نے کفر کیا) رسولوں کا انکار کر دیا۔ وَتَوَلَّوْا (اور روگردانی اختیار کی) ایمان سے منہ موڑ لیا۔ وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی کوئی پرواہ نہ کی)

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۸﴾ یَوْمَ یَجْمَعُكُمْ

سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا اور اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔ جس دن تم کو جمع ہونے کے

لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ یَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَیَعْمَلْ صَالِحًا یُّكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ

دن میں جمع فرمائے گا۔ یہ دن ہے جس میں لوگ نقصان میں پڑیں گے اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ اللہ اس کے گناہوں کا کفارہ فرمادے گا

وَیُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۹﴾

اور اسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے وہ بڑی کامیابی ہے

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۱۰﴾

اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ والے ہیں۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

ان کو آزاد چھوڑ دیا۔ تاکہ ہر چیز حاصل کرلیں اور ان اشیاء من جملہ میں سے ایمان اور طاعت بھی تھی۔ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بے نیاز ہیں) حَمِیْدٌ (اپنی صنعت پر تعریفوں والے ہیں)

۷ : زَعَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا (کافر یہ دعویٰ کرتے ہیں) کافروں سے یہاں اہل مکہ مراد ہیں۔

نحو : الزعم علم کا دعویٰ اور یہ فعل علم کی طرح متعدی ہوتا ہے۔

کفار کا انکارِ بعث:

اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا (کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے) ان اپنے مابعد سمیت دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ انھم ان یبعثوا۔ کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ قُلْ بَلٰی (آپ کہہ دیجئے کیوں نہیں) یہ مابعد لن کے اثبات کیلئے لائے اور جس کا اثبات کیا وہ بعث ہی ہے۔ وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ (مجھے اپنے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے)۔ یہاں اخبار کو قسم سے مؤکد کیا گیا ہے۔

سوال : جس چیز کو انہوں نے انکار کیا۔ اسپر قسم کا کیا فائدہ ہے؟

جواب : یہ جائز ہے کیونکہ اس سے خوب تہدید ہوتی ہے۔ اور دل میں اس کا زیادہ اثر ہوتا ہے؟ گویا اس طرح کہا گیا جس کا تم انکار کرتے ہو وہ لامحالہ ہو کر رہے گی۔ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِكَ (پھر جو کچھ تم نے کیا ہوگا۔ اس سے تم کو آگاہ کیا جائے گا) اور اس کے مطابق سزا دی جائے اور یہ بات اور مشارٌ الیہ بعث ہے کہ یہ بعث عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ (اللہ تعالیٰ کیلئے بہت آسان ہے) معمولی ہے۔

۸ : فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (پس تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ)۔ رسول سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ

اَنْزَلْنَا (اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا) یعنی نور سے قرآن مراد ہے۔ کیونکہ وہ ہر چیز کی حقیقت کو بیان کرتا ہے۔ پس اس سے راہنمائی لی جاتی ہے جیسا روشنی سے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے باخبر ہے) پس امور کا دھیان کرو۔

یوم تغابن:

۹: يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ (اور یاد کرو اس دن کو جب اللہ تعالیٰ تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا)

نحو: یوم منصوب لتنبؤن کی وجہ سے ہے۔ نمبر۲۔ اذکر محذوف کی وجہ سے لِيَوْمِ الْجَمْعِ (جس میں اولین و آخرین سب جمع ہونگے) ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ (وہ دن گھاٹا دینے کا ہے) یہ لفظ بطور استعارہ تغابن القوم فی التجارۃ سے لیا گیا ہے۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ وہ غبن کریں۔ قیامت کے دن سعداء اشقیاء کے مقام پر اتر آئے وہ مقامات جن کو وہ کم درجہ سمجھتے تھے اگر وہ سعداء ہوتے۔ اور بدبخت سعداء کی جگہ اتر آئے۔ وہ مقامات کہ جن کو وہ کم درجہ خیال کرتے۔ اگر وہ اشقیاء ہوتے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ اور ذلك يوم التغابن کا معنی یہ ہے۔ لوگ تو اس دن کے علاوہ دنوں میں گھاٹا ڈالا کرتے تھے۔ اور اسی کو بڑا خیال کرتے۔ مگر قیامت کے دن کا گھاٹا حقیقت میں وہ گھاٹا ہے۔ دنیا کے معاملات میں تغابن کی تو اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں۔ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا (اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہوگا۔ اور نیک کام کرتا ہوگا) یہ صالحًا مصدر کی صفت ہے۔ ای عملاً صالحًا اور اس نے عمل کیا نیک عمل۔ يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ (اللہ تعالیٰ اس کے گناہ دور کردے گا اور اس کو داخل کرے گا)

قراءت: مدنی، شامی نے نکفر اور ندخلہ پڑھا ہے۔

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (ایسے باغوں میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ اور جن کے اندر ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی ہی کامیابی ہے)

۱۰: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (اور جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا۔ اور ہماری آیات کو جھٹلایا ہوگا۔ وہ دوزخی ہیں۔ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور برا ٹھکانہ ہے)

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

جو بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ اللہ کے حکم سے ہے اور جو بھی کوئی شخص اللہ پر ایمان لائے وہ اس کے قلب کو ہدایت دے دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کا

عَلِيْمٌ ⑪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑫

جاننے والا ہے اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی سو اگر تم اعراض کرو تو ہمارے رسول پر پہنچا دینا ہے واضح طور پر

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑬ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ

اللہ ہے کوئی معبود نہیں مگر وہ ہی اور اللہ پر بھروسہ کریں مومن بندے اے ایمان والو! بیشک تمہاری بیویوں

وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

اور تمہاری اولاد میں سے تمہارے دشمن ہیں سو ان سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو سو بلاشبہ اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑭ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۗ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ⑮ فَاتَّقُوا

غفور ہے رحیم ہے بات یہی ہے کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے سو تم اللہ سے

اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ

ڈرو جہاں تک تمہاری طاقت ہے اور بات سنو اور فرمانبرداری کرو اور اچھے مال کو اپنی جانوں کے لئے خرچ کرو اور جو شخص اپنے

نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑯ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ

نفس کی کنجوسی سے بچا دیا گیا سو یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہیں اگر تم اللہ کو قرض دو اچھا قرض تو وہ تمہیں اس کو بڑھا کر دے گا

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ⑰ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑱

اور تمہاری مغفرت فرما دے گا اور اللہ قدر دان ہے بردبار ہے غیب اور شہادت کا جاننے والا ہے۔ عزیز ہے حکیم ہے۔

تکلیف اس کی تقدیر و مشیت سے ہے:

۱۱: مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ (اور کوئی مصیبت بغیر حکم اللہ تعالیٰ کے نہیں آتی) مصیبۃ سے مراد سختی، مرض، موت اہل و عیال نمبر۲۔ ایسی شئی جو غم پہنچائے۔ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ یعنی اس کے علم اور اس کی تقدیر اور مشیت سے۔ یہ گویا اس کی طرف سے مصیبت کو اجازت ہے کہ وہ بندے کو پہنچے۔ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر (پورا) ایمان لاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو صبر

ورضا کی راہ دکھا دیتا ہے۔ کہ وہ مصیبت کے وقت اس کی بارگاہ میں رجوع کر کے انا للہ وانا الیہ راجعون کہتا ہے۔ (البقرہ:۱۵۶) نمبر۲۔ دل اور سینے کو کھول دیتا ہے جس سے ان کی اطاعت وخیر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ نمبر۳۔ یھد قلبہ اس کے دل کی راہنمائی کر دیتا ہے جس سے اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ جو اس کو پہنچا ہے۔ وہ اس سے خطاء کرنے والا نہ تھا۔ اور جو اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ وہ اس کو پا نہ سکتا تھا۔

قولِ مجاہد:

اگر وہ ابتلاء میں پڑے تو صبر کرے اور اس کو مزید نعمت ملے تو شکر کرے اور اگر اسپر ظلم ہو تو وہ درگزر سے کام لے۔ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے)

۱۲: وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ اور (ہر امر میں) اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلو اور رسول کی اطاعت کرو۔ پھر اگر تم روگردانی کرو گے) اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول کی فرمانبرداری سے۔ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (تو ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔ یعنی اس پر تبلیغ لازم ہے۔ اور وہ انہوں نے کر دی)

۱۳: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (وہی اللہ ہے۔ اس کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کو توکل علی اللہ پر ابھارا گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس توکل کے نتیجہ میں تکذیب کرنے اور منہ موڑنے والوں کے خلاف ان کی امداد فرمائے۔

بعض اولادیں تمہاری دشمن ہیں:

۱۴: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ (اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور اولاد تمہارے دشمن ہیں) یعنی بیویوں میں سے بعض بیویاں اپنے خاوندوں کی نافرمانی کرتیں اور ان سے جھگڑا کرتی ہیں۔ اور اسی طرح بعض اولادیں اپنے والدین سے دشمنی کرتی اور ان کی نافرمانی کرتی ہیں۔ فَاحْذَرُوْهُمْ (پس تم ان سے ہوشیار رہو) ھُم کی ضمیر عدواً یا ازواج یا اولاد تمام کی طرف راجع ہے۔ مطلب یہ ہوا جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ بھی دشمن سے خالی نہیں۔ پس تم ان سے احتیاط برتو۔ اور انکے شرور اور گمراہ کن باتوں پر اعتبار نہ کرو۔

وَاِنْ تَعْفُوْا (اور اگر تم معاف کرو گے) جب ان کی کسی عداوت پر اطلاع پا کر اگر تم ان کو معاف کر دو۔ اور ان کا مقابلہ ان کے طرز عمل سے نہ کرو۔ وَتَصْفَحُوْا (اور درگزر کرو گے) توبیخ سے گریز کرو گے۔ وَتَغْفِرُوْا (اور بخش دو گے) ان کے گناہوں کو چھپا کر۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا بڑا مہربان ہے)۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور برائیاں مٹا ڈالے گا۔

ایک قول یہ ہے:

کہ بعض لوگوں نے ہجرت کا ارادہ کیا۔ان کی ازواج اور اولاد آڑے آئی۔اور کہنے لگے۔تم چلے جاؤ گے تو ہم کو ضائع کر دو گے۔پس وہ نرم پڑ گئے اور ہجرت سے رک گئے۔جب بعد میں انہوں نے ہجرت کی۔اور ان لوگوں کو دیکھا کہ جو ہجرت میں سبقت کرنے والے ہیں وہ دین میں بہت آگے بڑھ گئے اور فقاہت حاصل کر چکے ہیں۔تو انہوں نے اپنے ازواج واولاد کو سزا دینا چاہی تو ان کے عفو ودرگزر سے زینت دے دی گئی۔

۱۵ : اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (تمہارے اموال اور اولاد ایک آزمائش کی چیز ہے) آزمائش ومشقت ہے کیونکہ وہ گناہ اور سزا میں مبتلا کرتے ہیں۔اور ان دونوں چیزوں سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں۔وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ ہی کے ہاں اجر عظیم ہے) آخرت میں اور یہ تمہارے دنیاوی فوائد جو اموال واولاد کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں۔ان سے بہت بڑھ کر ہے۔

مِن کا نکتہ:

یہاں مِنۡ داخل نہیں کیا۔من اموال یا من اولاد نہیں فرمایا۔جیسا کہ العداوت کے سلسلہ میں مِنۡ داخل کیا۔کیونکہ تمام اموال و اولاد ہی آزمائش کا باعث اور دل کو مشغول کرنے والے ہیں۔البتہ بعض عداوت سے خالی ہیں۔اس لئے من داخل نہیں کیا۔

حق تعالیٰ کی تفسیر:

۱۶ : فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (تو جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو) تمہاری ہمت اور وسعت کے مطابق۔ایک قول یہ ہے کہ یہ حق تقاتہٖ کی تفسیر ہے۔وَاسْمَعُوْا (اور سنو) جو تم کو نصیحت کی جاتی ہے۔وَاَطِيْعُوْا (اور مانو) جس کا تمہیں حکم دیا جائے۔اور جس سے منع کیا جائے۔وَاَنْفِقُوْا (اور تم خرچ کرو) ان مقامات پر جہاں خرچ کرنا تم پر لازم ہوا۔خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ (یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا)

زیادہ صحیح قول یہ ہے:

اس کی تقدیر کلام اس طرح ہے۔ائتوا خیرًا لا نفسکم وافعلوا ما ھو خیر لھا تم اپنے نفوس کو بھلائی پہنچاؤ اور وہ کرو جو تمہارے نفوس کیلئے بہت بہتر ہو۔اس میں اوامر کی پیروی کرنے کی تاکید ہے۔اور وضاحت ہے۔کیونکہ یہ امور تمہارے نفوس کیلئے اموال واولاد سے بہت بہتر ہیں۔اور اس سے بھی جس پر تم جھکے پڑے ہو اور یعنی شہوات وزخارف دنیا کی محبت۔وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ (اور جو لوگ نفسانی حرص سے محفوظ رہیں) زکوٰۃ اور صدقہ واجبہ کے متعلق بخل سے بچے رہے۔فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (وہی آخرت میں فلاح یاب ہونگے)

۱۷ : اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (اگر تم اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض دو گے) قرض حسن سے نیت واخلاص کے ساتھ دینا۔

قرض کا تذکرہ استدعاء میں لطف پیدا کرنے کیلئے ہے (یہ ہم ایسے لوٹا دیں گے جیسے قرض لازم سمجھ کر لوٹایا جاتا ہے۔ ورنہ آقا اور غلام میں قرض ہی کیا اور یہاں تو خالق ومخلوق ہیں) یُّضٰعِفْهُ لَكُمْ (وہ اس کو تمہارے لئے بڑھاتا چلا جائے گا) ایک کے بدلہ میں دس یا سات سو گنا سے جتنا چاہے گا بڑھا دے گا۔ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ (اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑا قدردان ہے) کہ قلیل کو قبول کر کے بہت کثیر وجزیل عنایت فرماتا ہے۔ حَلِيْمٌ (بڑا بردبار ہے) بخیل کے گناہ میں سے بڑے گناہوں پر بھی واپسی کر لیتا ہے۔ نمبر۲۔ صدقہ رد کرنے والے کو بڑھا کر دیتا ہے۔ اور روک لینے والے کو جلد سزا نہیں دیتا۔

۱۸ : عٰلِمُ الْغَيْبِ (وہ ہر پوشیدہ چیز کو جاننے والا ہے) دلوں کے جو راز چھپے ہوتے ہیں۔ وہ ان کو بھی جانتا ہے۔ وَالشَّهَادَةِ (اور جس چیز کا لوگ مشاہدہ کرتے ہیں اس کو بھی جانتا ہے)۔ یعنی جو ظاہری مصائب وحوادث دنیا میں پھیلے ہیں ان سے بھی واقف ہے۔ الْعَزِيْزُ (وہ زبردست ہے) سخاوت ومعروف کے اظہار سے عزت دینے والا ہے۔ الْحَكِيْمُ (اور حکمت والا ہے) غیوب کے حالات اور اطلاعات دینے میں۔

الحمدللہ بعد المغرب تفسیری ترجمہ سورت کا تکمیل ہوا

سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَا عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ الطلاق مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں بارہ آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا

اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دینا چاہو تو انہیں عدت سے پہلے طلاق دو' اور عدت کو اچھی طرح شمار کرو' اور اللہ سے

اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ

ڈرو جو تمہارا رب ہے' ان عورتوں کو تم ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں' مگر یہ کہ وہ کوئی کھلی ہوئی بے حیائی کریں'

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ

یہ اللہ کی حدود ہیں' اور جو شخص اللہ کی حدود سے تجاوز کرے سو اس نے اپنی جان پر ظلم کیا' اے مخاطب شاید تو یہ نہیں جانتا

اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ① فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ

کہ اللہ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا فرما دے پھر جب وہ عورتیں اپنی عدت گزرنے کے قریب پہنچ جائیں تو انہیں روک لو بھلائی کے ساتھ یا

فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ

چھوڑ دو بھلائی کے ساتھ' اور عدل والے دو آدمیوں کو گواہ بنا لو اور اللہ کے لئے گواہی کو قائم کرو' اور یہ وہ چیز ہے

بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۬ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ②

جس کی اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان لائے اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہو وہ اس کے لئے مشکل سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے

ارادۂ طلاق مراد ہے:

۱ : يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ (اے پیغمبر ﷺ (آپ لوگوں کو کہہ دیجئے) کہ جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو۔ تو (زمانہ) عدت میں (طہر کی حالت میں) طلاق دو اور عدت کی گنتی یاد رکھو) نداء میں نبی اکرم ﷺ کو خاص کیا گیا۔ اور خطاب عام امت کو کیا گیا کیونکہ نبی اکرم ﷺ امت کے پیشوا اور مقتدا ہیں۔ جیسا کہ قوم کے رئیس کو کہا

جاتا ہے۔ یافلان افعلوا کذا ۔اس سے مقصود اس کے تقدم کو ظاہر کرنا اور اس کی سرداری کو معتبر قرار دینا ہوتا ہے۔اور یہ کہ وہ اپنی قوم کا نمونہ ہے۔پس وہ اکیلا ہی پوری قوم کے حکم میں ہے اور تمام کے قائم مقام ہے۔

ایک قول یہ ہے:

تقدیر کلام اس طرح ہے :یاایها النبی و المؤمنون اذا طلقتم النساء کا معنی جب تم ان کو طلاق دینے کا ارادہ کرو۔ ارادہ فعل کی تعبیر فعل سے کی جاتی ہے۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔من قتل قتیلا فله سلبه [رواہ احمد: ۱۱۴/۳ والبخاری ۳۰۵۱/ ،مسلم/۱۸۰۹] اور اسی سے کہا جاتا ہے کہ نماز کی طرف جانے والا اور نماز کا منتظر حکم نماز میں شمار ہوتا ہے۔فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ (پس تم ان کو طلاق دو اس حال میں کہ وہ اپنی عدت کا سامنا کرنے والیاں ہوں۔اور رسول اللہ ﷺ کی قراءت میں فی قبل عدتھن ہے۔ جب عورت کو طلاق اس طہر میں دی جائے گی جو حیض سے پہلے ہوگا۔تو گویا اس عورت کو طلاق ایسی حالت میں ملی ہے کہ وہ اپنی عدت کا سامنا کرنے والی ہے۔مراد یہ ہے۔

طلاق احسن:

ایسی مدخول بہا عورتیں جو حیض سے عدت گزارنے والیاں ہوں ان کو ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں ان سے جماع نہ کیا گیا ہو۔ پھر ان کو چھوڑ دیا جائے۔ یہاں تک کہ ان کی عدت گزر جائے۔ یہ سب سے بہتر طلاق ہے۔وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ اس کو حفظ سے یاد کرو اور تین کامل آئندہ حیضوں سے پورا کرو۔ کہ ان میں کوئی ناقص نہ ہو۔خاوندوں کو خطاب اس لئے کیا کیونکہ عورتیں اس سلسلہ میں غفلت کرتی ہیں۔وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔اور ان عورتوں کو مت نکالو) یہاں تک کہ ان کی عدت پوری ہو۔مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ (ان کے رہنے کے گھروں سے) ان رہائشی مکانات سے جہاں وہ عدت سے قبل رہائش پذیر تھیں۔اور وہ خاوندوں کے گھر ہی ہیں۔اور عورتوں کی طرف اضافت کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان کی رہائش کیلئے خاص تھے۔

مَسْئَلَه: اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ سکنیٰ واجب ہے اور جب کوئی آدمی یہ قسم اٹھالے کہ وہ فلاں کے گھر میں داخل نہ ہوگا۔تو اس کے رہائشی مکان میں خواہ وہ اس کی ملک نہ تھی داخل ہونے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔

معنی الاخراج:

کہ خاوند ان کو ناراضگی کی وجہ سے مت نکالیں۔ان کی سکونت کو ناپسند کرتے ہوئے نہ نکالیں یا مکان کی ضرورت کے پیش نظر نہ نکالیں۔اور نہ ہی ان کو نکلنے کی اجازت دیں جبکہ وہ ان سے نکلنے کا مطالبہ کریں یہ بات ظاہر کرنے کیلئے کہ رکاوٹ کے دور کرنے میں ان کے اذن واجازت کو کوئی دخل نہیں ہے۔وَلَا يَخْرُجْنَ (اور نہ وہ خود نکلیں) اگر اس کا ارادہ رکھتی ہوں۔اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (ہاں مگر کوئی کھلی بے حیائی کریں) ایک قول یہ ہے :فاحشہ سے مراد زنا ہے۔یعنی اگر وہ ارتکاب زنا کر

پس تو نفاذ حد کیلئے اس کو نکالا جائے گا۔ ایک اور قول یہ ہے عورت کا اختتام عدت سے پہلے نکلنا یہ فی نفسہٖ فاحشہ ہے۔ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ (یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں) اس سے مذکورہ احکام مراد ہیں وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِىْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا (اور جو شخص احکام خداوندی سے تجاوز کرے گا۔ وہ خود اپنے اوپر ظلم کرے گا۔ اے مخاطب مجھے معلوم نہیں کہ شاید اللہ تعالیٰ (اس کے بعد) کوئی نئی بات تیرے دل میں پیدا کر دے) کہ خاوند کے دل کو بغض سے محبت کی طرف پلٹ دے اور بے رغبتی کو رغبت میں بدل ڈالے اور عزیمت طلاق پر شرمندگی کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے رجوع کرے۔ مطلب یہ ہوافطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ ولا تخرجوھن من بیوتھن۔ پس ان کو عدت کے وقت میں طلاق دو اور عدت کو شمار کرو اور ان کو رہائشی گھروں سے نہ نکالو شاید کہ تمہیں شرمندگی ہو پھر تم رجوع کرلو۔

۲ : فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ (پھر جب وہ اپنی عدت کے خاتمہ کے قریب پہنچ جائے) عدت کے اختتام کے قریب پہنچ جائیں۔ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ (تو تم قاعدے کے موافق ان کو (اپنے نکاح) میں روک لو یا قاعدہ کے موافق ان کو چھوڑ دو) مطلب یہ ہے تمہیں اختیار ہے اگر تم رجوع کرنا چاہو۔ اور روکنا قاعدہ اور احسان کے ساتھ ہونا چاہیے۔ اور اگر رجعت نہیں چاہتے مفارقت چاہتے ہو تو وہ ضرار سے بچی ہوئی ہونی چاہیے ضرار یہ ہے کہ عورت سے عدت کے اختتام پر رجوع کرے پھر اس کو اسلئے طلاق دے تاکہ اس کی عدت طویل ہو اور اس کو تکلیف پہنچے۔ وَّ اَشْهِدُوْا (اور تم گواہ بنالو) رجوع وفرقت ہر دو دو وقت میں گواہ بنالینا مستحب ہے تاکہ ان کے مابین جھگڑا نہ پڑے۔ ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (دو عدل والے تم مسلمانوں میں سے) وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ (اے گواہو! تم ٹھیک اللہ تعالیٰ کیلئے شہادت دو) خالص اس کی رضامندی کیلئے اور وہ یہ ہے کہ وہ گواہی نہ تو مشہود علیہ اور نہ مشہود لہٗ اور نہ ہی کسی اور غرض کی خاطر دیں بلکہ صرف ازالہ ظلم اور قیامِ حق کیلئے دیں۔ ذٰلِكُمْ (یہ) یعنی شہادت کو رضائے الٰہی اور انصاف کو قائم رکھنے کیلئے دینا۔ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ پر اور روز آخرت پر یقین رکھتا ہو) یعنی اس سے نفع ایسے ہی لوگوں کو ہوگا۔

تقویٰ والے کے لئے اللہ راہ نکال دیتے ہیں:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے) یہ جملہ معترضہ طلاق کو طریق سنت کے مطابق جاری کرنے کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ پھر سنت طریق سے اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے اور معتدہ طلاق کو تنگ نہیں کرتا اور اس کو جائے سکونت سے دوران عدت نہیں نکالتا اور محتاط رہا۔ تو اس کو جمع خاطر رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے ضرور کوئی ایسا راستہ اس غم سے نکلنے کا پیدا کر دیں گے جو عموماً ایسے خاوندوں کو پیش آیا کرتا ہے۔ اس کو تنگیوں سے نکال کر کشادگی کر دیں گے اور پریشانیوں سے چھٹکارا عنایت فرمائیں گے۔

وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۚ قَدْ

اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے ملنے کا گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرلے سو وہ اس کے لئے کافی ہے بلاشبہ اللہ اپنا کام پورا ہی کر کے رہتا ہے بیشک

جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ﴿۳﴾ وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ

اللہ نے ہر چیز کے لئے ایک اندازہ مقرر فرمایا ہے۔ اور تمہاری بیویوں میں سے جو عورتیں حیض آنے سے ناامید ہو چکی ہیں اگر تم کو شبہ ہو

فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ۚ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ وَمَنْ

تو ان کی عدت تین مہینے ہیں اور اسی طرح جن عورتوں کو حیض نہیں آتا اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کے اس حمل کا پیدا ہو جانا ہے اور جو شخص اللہ سے

يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ﴿۴﴾ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ

ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام میں آسانی کر دے گا یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل فرمایا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس

عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ﴿۵﴾ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ

کے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا اور اس کو بڑا اجر دے گا۔ تم ان عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو اور ان کو تنگ

لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ۚ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ

کرنے کے لئے ضرر مت پہنچاؤ اور اگر وہ عورتیں حمل والیاں ہوں تو حمل پیدا ہونے تک ان پر خرچ کرو۔ پھر اگر وہ عورتیں تمہارے لئے

لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ﴿۶﴾

دودھ پلائیں تو تم ان کو اجرت دو۔ اور باہم مناسب طور پر مشورہ کر لیا کرو۔ اور اگر باہم کشمکش کرو گے تو کوئی دوسری عورت دودھ پلاوے گی۔

۳ : وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (اور اس کو ایسی جگہ سے رزق بھی پہنچا دیتا ہے۔ جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں) ایسے طریق سے کہ جس کا اس دل میں گمان بھی نہیں ہوتا) یہ بھی درست ہے کہ اس آیت کو ذلکم یوعظ بہ کے ساتھ بطور استطراد لایا جائے۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے نکلنے کا راستہ مقرر کر دیں گے اور اس کو دنیا و آخرت کے غموم سے چھٹکارا ملے گا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلاوت فرمائی اور فرمایا دنیا کے شبھادت اور غمرات موت اور قیامت کے دن کی سختیوں سے چھٹکارا ملے گا۔ (رواہ الثعلبی والواحدی۔ حاشیہ کشاف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ایک ایسی آیت معلوم ہے۔ کہ اگر لوگ اسی کو اپنا لیں تو ان کے لئے کفایت کر جائے پھر یہ آیت و من یتق اللّٰہ الایۃ پڑھی پھر اس کو بار بار پڑھ کر دھراتے رہے۔ [رواہ ابن ماجہ: ۴۲۲۰]

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

روایت میں ہے کہ عوف بن مالک کے بیٹے کو مشرکین نے قید کرلیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور شکایت کی کہ میرے بیٹے کو قید کرلیا گیا۔ اور فاقے کی بھی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا آل محمد نے تو ایک مد پر شام کی ہے۔ پس تو تقویٰ اختیار کر اور صبر کے دامن کو تھام اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم کو کثرت سے پڑھ عوف اپنے گھر لوٹے اور اپنی بیوی کو کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور تمہیں حکم دیا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کو کثرت سے پڑھو۔ اس نے کہا بہت خوب وہ کلمہ ہے جس کے پڑھنے کا حکم ملا ہے۔ انہوں نے اس کو پڑھنا شروع کیا اچانک ان کے دروازہ کو کسی نے کھٹکھٹایا۔ وہ ان کا بیٹا ہی تھا۔ اور اس کے ساتھ ایک سو اونٹ تھے۔ دشمن ان سے غافل ہوئے تو وہ ان کو اپنے ساتھ کھینچ کر لے آیا۔ پس یہ آیت اتری۔ [رواہ الثعلبی والبیہقی نحوہ حاشیہ کشاف] وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے) اپنا معاملہ خواہ طمع ہو یا تدبیر وہ اس کے سپرد کرتا ہے۔ فَهُوَ حَسْبُهٗ (پس وہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے) دونوں جہانوں میں۔ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ (اللہ تعالیٰ اپنے کام کو پورا کر کے رہتا ہے)

قراءت: حفص نے اسی طرح پڑھا ہے جس کا معنی اپنے حکم کو نافذ کرنے والا ہے۔ دیگر قراء نے بالغٌ امرَہٗ وہ پہنچاتا ہے اپنے معاملے کو جو وہ ارادہ کرتا ہے۔ کوئی مراد اس سے رہ نہیں سکتی اور کوئی مطلوب اس سے چھوٹ نہیں سکتا۔ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا (اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے) ہر چیز کا اندازہ اور وقت مقرر ہے۔ یہ اس بات کی وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کیوں ضروری ہے اور معاملات کو کیوں اس کے سپرد کرنا چاہیے کیونکہ جب انسان کو یہ معلوم ہو گیا کہ ہر چیز خواہ وہ رزق ہو یا روشنی اس کا ایک وقت و اندازہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ تو رب مخلوق کی تقدیر کے تسلیم کرنے اور اس کی ذات پر بھروسہ کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔

عدتِ آئسہ:

۴ : وَالّٰٓـئِىْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ (اور تمہاری بیویوں میں سے جو عورتیں حیض آنے سے مایوس ہو گئی ہوں) روایت میں ہے کہ بعض لوگوں نے کہا ہمیں حیض والی عورتوں کی عدت تو معلوم ہو گئی۔ جو عورتیں حیض والی نہیں ہیں ان کی عدت کیا ہے؟ تو یہ آیت اتری اِنِ ارْتَبْتُمْ (اگر تم کو شبہ ہو) اگر ان کا حکم مشکل ہو جائے اور تمہیں معلوم نہ ہو کہ کس طرح عدت گزاریں تو فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ (ان کی عدت تین ماہ ہے) یعنی ان کا حکم یہی ہے۔ ایک قول یہ ہے: اگر تمہیں بالغات کے دم حیض کے ناامیدی کی عمر تک پہنچ جانے میں شک ہو (اور اس کا اندازہ ساٹھ سال اور پچپن سال سے کیا گیا ہے) آیا وہ دم حیض ہے یا استحاضہ ؟ تو ان کی عدت تین ماہ ہے۔ جب یہ مشکوک الدم عورت کی عدت ہے تو غیر مشکوک کی تو بدرجہ اولیٰ یہی عدت ہو گی۔ وَّالّٰٓـئِىْ لَمْ يَحِضْنَ (اور وہ عورتیں جن کو حیض نہ آیا ہو) وہ کم عمر ہیں۔ تقدیر کلام یہ ہے واللائی لم یحضن فعدتھن ثلاثۃ اشھر۔ کہ

کم عمر عورتوں کی عدت بھی تین ماہ ہے۔ جملہ کو حذف کیا کیونکہ اس میں دلالت موجود تھی۔

کم عمر عورتوں کی عدت:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے) اجل عدت کے معنی میں ہے یہ نص تمام مطلقات کو شامل ہے۔ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو اس کے متعلق قول علی وعبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ ہے کہ ابعد الاجلین اس کی عدت شمار ہوگی۔ خواہ وضع حمل ہو یا دیگر وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا (اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر کام میں آسانی کر دے گا) تقویٰ کے سبب اس کے معاملے کو آسان اور اس کے عقدے حل کر دیے جائیں گے۔

۵ : ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ (یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے) جو ان معتدات کے سلسلہ میں معلوم ہوا۔ اَنْزَلَهٗ اِلَيْكُمْ (جو اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے) لوح محفوظ سے۔ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ (جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے) ان پر عمل کے سلسلہ میں جو اس نے احکامات اتارے اور اس پر لازم آنے والے حقوق کی نگہبانی کی۔ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗ اَجْرًا (وہ اس کے گناہوں کو دور کر دیں گے۔ اور اس کو بڑا اجر دے گا)

وضاحتِ تقویٰ:

۶ : **ربط** : پھر تقویٰ کی وضاحت فرمائی گویا من یتق اللّٰہ کا حکم سن کر سوال کیا گیا کہ ہم تقویٰ پر معتدات کے سلسلہ میں کس طرح چلیں تو فرمایا۔ اَسْكِنُوْهُنَّ (تم ان کو رہنے کا مکان دو) اس اس طرح یعنی حیثیت کے مطابق۔ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ (جہاں تم رہتے ہو) یہ من تبعیضیہ ہے۔ اور جس کی بعضیت بیان کی گئی وہ محذوف ہے ای مکان ای اسکنوھن مکانا من حیث سکنتم یعنی اپنی رہائش گاہ کا کوئی حصہ، مِّنْ وُّجْدِكُمْ (اپنی وسعت کے موافق)

نحو : یہ من حیث سکنتم کا عطف بیان ہے۔ اور اس کی تفسیر ہے گویا اس طرح کہا گیا اسکنوھن مکانا من مسکنکم مما تطیقونہ۔ الوجد وسعت وطاقت کو کہتے ہیں۔

قراءت : وُجْدِكُمْ یہ ضمہ سے قراءت معروفہ ہے۔ باقی تینوں حرکات سے پڑھا گیا ہے۔

مَسْئَلَہ : نفقہ اور سکنیٰ مطلقہ کیلئے واجب ہے اور امام مالک وشافعی رحمہما اللہ کے نزدیک مطلقہ مبتوتہ کیلئے نفقہ نہیں ہے دلیل وہ روایت ہے جس کو فاطمہ بنت قیس نے نقل کیا کہ ان کے خاوند نے ان کو طلاق بائنہ دے دی رسول اللہ نے فرمایا تیرے لئے نہ سکنیٰ ہے اور نہ نفقہ۔ (رواہ الترمذی ۱۱۸۰، ابن ماجہ: ۲۰۳۶) حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے پیغمبر کی سنت ایک عورت کے قول پر چھوڑ نہیں سکتے شاید کہ اس کو بھول ہوگئی یا اس کو اشتباہ پڑ گیا۔ میں نے نبی اکرم ﷺ سے خود سنا۔ لها السکنیٰ والنفقۃ [رواہ احمد: ۶/۴۱۲، مسلم ۱۴۸۰، ابوداؤد/ ۲۲۸۸] وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ (اور ان کو تکلیف مت پہنچاؤ) ان کے ساتھ ضرار

کا استعمال نہ کرو۔ لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْهِنَّ (ان کو تنگ کرنے کیلئے) رہائش کے سلسلہ میں بعض ایسے اسباب پیدا کر کے جوان کے موافق نہ ہوں۔ یا ان کے مکان کو مصروف کر دیا جائے۔ نمبر۳۔ اور صورت ایسی پیدا کی جائے جس سے تم ان کو نکلنے پر مجبور کر دو۔ وَاِنْ كُنَّ (اور اگر وہ مطلقات) اُولَاتِ حَمْلٍ (حمل والی ہوں) فَاَنْفِقُوْا عَلَیْهِنَّ حَتّٰى یَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (تو وضع حمل تک ان کو (کھانے پینے کا) خرچہ دو)

فائدہ شرط:

حمل کی شرط لگانے کا فائدہ یہ ہے۔ اس لئے کہ وہ مدتِ حمل بسا اوقات طویل ہو جاتی ہے۔ تو ممکن ہے کوئی گمان کرے کہ پھر نفقہ تو ساقط ہو جانا چاہیے جبکہ حائل سے عدت ختم ہو جائے تو یہ شرط لگا کر اس گمان کی نفی کر دی گئی۔

مطلقہ مرضعہ:

فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ (اگر وہ تمہارے بچوں کو دودھ پلائیں) یعنی یہ مطلقات اگر تمہارے بچوں کو دودھ پلائیں جو دوسری عورتوں سے ہو یا انہی کے بطن سے ہو اس زوجیت کے سلسلہ کے ختم ہونے کے بعد۔ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ (تو ان کو مقرر اجرت دے دو) تو ان کا حکم اس وقت دایہ کا ہے۔ جب بچہ خود ان سے ہی ہو تو ان سے (اجرت کا معاملہ) سے استیجار جائز نہیں۔ البتہ امام شافعیؒ رحمہ اللہ کے ہاں جائز ہے وَاْتَمِرُوْا بَیْنَكُمْ (اور باہم مناسب طور پر مشورہ کر لیا کرو) اجرت میں باہمی رضامندی پر مشورہ کر لیا کرو۔ نمبر۲۔ ایک دوسرے کو مناسب بات کہہ دیا کرو۔ اس میں خطاب امہات اور آباء کو ہے۔ بِمَعْرُوْفٍ (دستور کے موافق) طریق سنت کے مناسب، اور جو مروءۃ کے اعتبار سے خوب ہو۔ نہ باپ پر بوجھ ڈالا جائے اور نہ ماں کو تنگ کیا جائے کیونکہ وہ ان کا بیٹا ہے اور وہ دونوں اس میں شریک ہیں۔ اور اس پر شفقت کرنے میں۔ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ (اور اگر تم باہم کشمکش کرو گے) ایک دوسرے کے سلسلے میں تنگی کرو گے۔ مثلاً ماں اتنی اجرت پر خوش نہیں جتنی اجرت پر اجنبی عورت پلاتی ہے۔ اور باپ اس سے زیادہ دیتا نہیں۔ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى (تو کوئی دوسری عورت اس کو دودھ پلا دے گی) عنقریب دودھ پلانے والی میسر ہو جائے گی۔ ماں جو دودھ پلائے اس کے علاوہ مرضعہ دشوار نہیں۔ اس میں ماں کی طرف سے جو تنگی پیدا کی گئی اس پر عتاب کیا گیا ہے۔ لَهٗ والد کیلئے یعنی اگر ماں نے تنگی ظاہر کی ہے۔ تو بغیر تنگی والی دایہ اس کو میسر ہو جائے گی جو اس کے بیٹے کو دودھ پلائے گی۔

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا

وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق خرچ کرنا چاہئے اور جس کی آمدنی کم ہو اس کو چاہئے کہ اللہ نے جتنا اس کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرے۔ اللہ کسی شخص کو اس سے

يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ⑦ وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ

زیادہ تکلیف نہیں دیتا جتنا اس کو دیا ہے اللہ تنگی کے بعد جلدی خوشحالی دے دے گا۔ اور کتنی ہی بستیاں تھیں جنہوں نے اپنے

عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَ رُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّ عَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ⑧ فَذَاقَتْ وَبَالَ

رب کے حکم سے اور اس کے رسولوں سے سرتابی کی۔ سو ہم نے ان کا سخت حساب کیا اور انہیں برا عذاب دیا سو اس نے اپنے اعمال کا

اَمْرِهَا وَ كَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ⑨ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۚۖ

وبال چکھ لیا اور ان کا انجام کار خسارہ ہوا۔ اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار فرمایا سو اے عقل والو جو ایمان لائے اللہ سے ڈرو۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ⑩ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ

اللہ نے تمہاری طرف ایک نصیحت نامہ نازل فرمایا ایک ایسا رسولؐ جو تم پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے جو واضح طور پہ بیان

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ مَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ يَعْمَلْ صَالِحًا

کرنے والی ہیں تا کہ ان لوگوں کو اندھیریوں سے نور کی طرف نکالے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے

يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ⑪

وہ اللہ سے ایسی جنت میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے بیشک اللہ نے اس کے لئے اچھی روزی مقرر فرمائی ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا

اللہ ایسا ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ان ہی کی طرح زمین بھی' ان سب میں احکام نازل ہوتے رہتے ہیں تا کہ تم کو معلوم ہو جائے

اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ⑫

کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو احاطہ علمی میں لئے ہوئے ہے۔

خرچہ خشیت کے مطابق:

۷ : لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ (وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق خرچ

کرنا چاہئے اور جس کی آمدنی کم ہو۔اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنا اس کو دیا ہے۔اس میں سے خرچ کرے) تنگ دست وسعت والا ہر ایک اپنی حیثیت کا لحاظ کر کے خرچ کریں اور اس خرچ سے مراد وہ نفقات واجبہ ہیں جو مطلقات و مرضعات کو دینے کا شرع نے حکم دیا ہے۔قدر علیہ رزقہ تنگی والا ہونا۔یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو خوراک کی حد تک دیا ہے۔لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا (اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے جتنا اس کو دیا ہے) آتاھا بمعنی اعطاھا کے ہے۔اور ھا سے مراد نفس ہے۔سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا (عنقریب اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد وسعت پیدا کر دیں گے) یعنی معیشت کی تنگی کے بعد وسعت۔اس میں تنگدست کو کشائش کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

سرکشی اور اس کے نتائج:

۸ : وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ (بہت سی ایسی بستیاں ہیں) قریہ سے پہلے مضاف محذوف ہے۔اے اھل قریۃ بستیوں والے عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ (جنہوں نے اپنے رب کے حکم اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں سے سرتابی کی) یعنی انبیاء سے عناد وسرکشی کی بناء پر اعراض کیا۔فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا (پس ہم نے ان کے اعمال کا سخت محاسبہ کیا) ان کا پیچھا کر کے اور پڑتال کر کے۔ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا (اور ہم نے ان کو بڑی بھاری سخت سزا دی)

قراءت: مدنی اور ابو بکر نے نُکُرًا پڑھا ہے۔بہت ہی اوپرا اور انوکھا۔

۹ : فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا (غرض انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا اور ان کا انجام کار خسارہ ہی ہوا) یعنی خسارہ اور ہلاکت۔مراد یہ ہے آخرت کا حساب اور عذاب اور جو اس میں وبال پائیں گے اور خسارہ حاصل ہوگا۔

ایک نکتہ:

یہ لفظ ماضی سے ذکر کیا۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ جس کا انتظار ہو رہا ہے۔اور اس کی وعیدیں جو مستقبل سے متعلق ہیں۔وہ حقیقت میں ایسی ہیں جیسے پہنچ چلی اور جو بھی ہونے والا ہے گویا وہ ہو چکا ہے۔

۱۰ : اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا (اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے) اس میں وعید کو دوبارہ لائے اور اس بات کی وضاحت فرمائی کہ یہ ہے جس کا انتظار ہے۔گویا اس طرح فرما دیا۔کہ اللہ تعالیٰ نے اعد اللہ لھم ھذا العذاب۔کہ یہ عذاب اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے تیار کیا ہے۔فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (پس اے سمجھدار لوگو! جو ایمان لائے ہو۔اللہ تعالیٰ سے ڈرو) اے عقل والو! ایمان والوں میں سے یہ تمہارے لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تقوے میں مہربانی اور اس کے عقاب سے بچنے میں خیر ہے۔اوپر والی آیات حاسبنھا کو ملا کر تفسیر کر رہے اور یہ بھی جائز ہے کہ اس سے مراد یہ لیں۔گناہوں کا شمار اور ان کا گننا دنیا میں ہے اور فرشتوں کے صحائف میں ان کو درج بھی کر دیا گیا۔اور جو کچھ ان کو اس دنیا کی زندگی میں عذاب پہنچا۔وہ مراد ہو۔(مگر اکثر مفسرین آخرت کا عذاب مراد لیتے ہیں)

نحو : عتت اپنے معطوفات کے ساتھ قریہ کی صفت ہے۔اور اعد اللّٰہ لھم یہ کاین کا جواب ہے۔

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا (اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس ایک نصیحت نامہ بھیجا) ذکر سے قرآن مراد ہے۔

۱۱ : رَّسُوْلًا (ایک عظیم الشان رسول)

نحو : نمبرا۔رسولا منصوب ہے۔فعل اس کا محذوف ہے۔تقدیر کلام یہ ہے ارسل رسولا یا یہ ذکراً سے بدل ہے۔گویا کہ وہ رسول اپنی ذات کے اعتبار سے نصیحت ہے۔نمبر۳۔مضاف محذوف ہے۔تقدیر کلام یہ ہے قد انزل اللّٰہ ذکرا رسولاً اور ذکر سے مراد شرف وعظمت ہوگی جیسا اس آیت میں ہے۔ وانہ لذکر لک ولقومک [الزخرف:۴۴] معنی یہ ہوا اے ذا شرف و مجد عند اللہ۔الرسول سے مراد جبرئیل علیہ السلام،نمبر۲،محمد علیہ السلام ۔

يَّتْلُوْا (وہ رسول پڑھتا ہے) نمبر۲۔اللہ تعالیٰ عزوجل عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ (تم پر اللہ تعالیٰ کی واضح آیات تا کہ وہ نکالے) یعنی اللہ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (ایسے لوگوں کو جو ایمان لائیں اور اچھے عمل کریں) تا کہ ان کو حاصل ہو جس پر وہ اس گھڑی ہیں یعنی ایمان اور عمل صالح۔نمبر۲۔یا تا کہ وہ نکالے ان لوگوں کو جن کے متعلق علم ہو چکا کہ وہ ایمان لائیں گے۔مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (اندھیروں سے روشنی کی طرف) ظلمات کفر سے یا جہالت سے ایمان کی روشنی کی طرف یا علم کی طرف وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو داخل فرمائیں گے)

قراءت: ندخلہ نون کے ساتھ مدنی اور شامی نے پڑھا ہے۔

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا (جنت کے باغات میں کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے)

ایک نکتہ:

مَنْ کے لفظ کا لحاظ کر کے اور معنی کا لحاظ کر کے واحد و جمع صیغے لائے گئے ہیں۔ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا (بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت اچھی روزی دی ہے) اس میں معنی تعجب کا اور تعظیم کا پایا جاتا ہے اس ثواب کے متعلق جو ایمان والوں کو عنایت کیا جائے گا۔

مثلیتِ ارض سے مراد:

۱۲ : اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ (اللہ تعالیٰ ہی نے سات آسمان پیدا کیے)

نحو : اللہ مبتدا الذی خلق خبر ہے۔سبع سمٰوت ۔

اجماعِ مفسرین:

مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آسمان سات ہیں۔

وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ (اور انہی کی طرح زمین بھی)

نحو : منصوب مانیں تو اس کا عطف سبع سمٰوٰت پر ہوگا۔

ایک قول :

قرآن مجید میں ہے سوائے اس آیت کے اور کوئی آیت نہیں جو زمین کے سات عدد ہونے پر دلالت کرتی ہو۔ ہر دو آسمانوں کے مابین تو پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ اور ہر آسمان کی موٹائی بھی پانچ سو سال کی ہے۔ اور زمینیں بھی ان آسمانوں کی طرح ہیں۔

ایک اور قول : زمین ایک ہے البتہ اقالیم اس میں سات ہیں۔ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ (ان سب میں اللہ تعالیٰ کے احکام نازل ہوتے رہتے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم اور فیصلہ ان کے درمیان جاری ہے۔ اور اس کی بادشاہی ان سب میں نافذ ہے۔ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قدرت رکھتا ہے)

نحو : لام اس کا تعلق خلق سے ہے۔

وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اپنے احاطۂ علمی میں لیے ہوئے ہیں)

نحو : عِلْمًا یہ تمیز ہے نمبر ۲۔ مصدر ہے جو غیر لفظ سے آیا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے قد علم کل شیء علمًا۔

الحمدللہ سورۃ الطلاق کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا

سُوْرَۃُ التَّحْرِیْمِ مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ ثِنْتَا عَشْرَۃَ اٰیَۃً وَّفِیْھَا رُکُوْعَانِ

سورۃ التحریم مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں بارہ آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ

اے نبی آپ اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جسے اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا' آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں' اور اللہ بخشنے والا ہے

رَّحِیْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ②

مہربان ہے' اللہ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا کھولنا مقرر فرمادیا ہے اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے' اور وہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ

اور جب نبیؐ نے ایک بات اپنی ایک بیوی سے آہستہ سے بیان فرمادی' پھر جب وہ بات اس بیوی نے بتادی اور اللہ نے وہ بات نبی پر ظاہر فرمادی

عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ

تو پیغمبرؐ نے کچھ بات بتادی اور کچھ بات سے اعراض کیا' پھر جب نبیؐ نے وہ بات اس بیوی کو بتادی تو اس نے کہا کہ آپ کو اس کی کس نے خبر دی؟ آپ نے فرمایا

نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ③

مجھے جاننے والے خبر رکھنے والے نے خبر دی۔

۱ : یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ (اے نبی جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے اس کو آپ حرام کیوں کرتے ہیں؟) روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری میں ماریہ سے خلوت کی۔ حفصہ رضی اللہ عنہا کو اس کا علم ہوگیا۔ آپ نے حفصہ کو فرمایا میری بات ظاہر نہ کرنا۔ میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے اور تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ ابوبکر، عمر میرے بعد میری امت کے معاملے کے ذمہ دار ہونگے۔ حفصہ رضی اللہ عنہا نے اس کی اطلاع عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی۔ یہ دو سہیلیاں تھیں۔

ایک قول یہ ہے:

کہ حفصہ کی باری کے دن میں ماریہ سے خلوت کی پھر اس کو خوش کرنے کیلئے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا۔ اور اس کو چھپانے کا

حکم دیا۔ مگر اس نے نہ چھپایا۔ پس آپ نے حفصہ کو طلاق دے دی۔ اور بیویوں سے علیحدگی اختیار فرمائی۔ ۲۹ انتیس راتیں ماریہ کے گھر میں گزاریں پس جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا حفصہ سے رجوع فرمالیں وہ بہت زیادہ روزے رکھنے اور قیام کرنے والی ہے اور قیامت کے دن جنت میں یہ آپ کی ازواج سے ہے۔ [قال الحافظ اراہ ھکذا وھو عند الحاکم وغیرہ بغیر ذکر سببہ حاشیہ کشاف]

ایک اور روایت:

میں ہے کہ آپ نے زینب بنت جحش کے گھر میں شہد پیا۔ عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما، نے باہمی موافقت کی اور کہنے لگیں ہمیں آپ کے منہ سے مغافیر کو بو آرہی ہے۔ آپ ﷺ بو کو ناپسند کرتے تھے۔ پس آپ نے شہد کو حرام کرلیا۔ پس اس کا معنی: آپ کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے حلال کررکھا ہے۔ باندیوں کو یا شہد کو۔ [رواہ البخاری ۵۲۶۷، مسلم ۱۴۷۴]

تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ (آپ چاہتے ہیں اپنی بیویوں کی خوشنودی) یہ لم تحرم کی تفسیر ہے۔ نمبر۲۔ حال ہے نمبر۳۔ جملہ مستانفہ ہے اور یہ آپ کی طرف سے لغزش تھی کیوں کہ کسی کو حق نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام کرے۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے) اس نے آپ کو بخش دیا جو لغزش آپ سے ہوئی۔ اور آپ پر اس نے رحم فرمایا کہ مؤاخذہ نہیں کیا۔

قسم کی نکلنے کی راہ:

۲ : قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ (اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کیلئے تمہاری قسموں کے کھولنے (کا طریقہ) مقرر کردیا ہے) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایسی چیز مقرر فرمادی جس سے تم اپنی قسموں سے حلال ہوسکتے ہو اور وہ کفارہ ہے۔ نمبر۲۔ کفارہ سے قسموں کی حلت کو مشروع کیا۔ نمبر۳۔ قسموں میں استثناء کو جائز قرار دیا۔ عرب کہتے ہیں حلل فلان فی یمینہ جب کہ وہ اس میں استثناء کرے۔ اور استثناء یہ ہے کہ قسم کے آخر میں انشاء اللہ کہہ دے تو اس کی قسم نہ ٹوٹے۔

عندالاحناف:

حلال کو حرام کرلینا قسم ہے۔

بقولِ مقاتل:

رسول اللہ ﷺ نے ایک رقبہ تحریم ماریہ میں آزاد فرمایا۔ قولِ حسن رحمہ اللہ۔ آپ ﷺ نے کفارہ نہیں دیا کیونکہ آپ کو ماتقدم من ذنبہ اور ماتاخر سب معاف تھے۔ اور یہ ایمان والوں کی تعلیم کیلئے فرمایا گیا۔ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ (اور اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے) تمہارا آقا اور تمہارے کاموں کا ذمہ دار ہے۔ ایک قول یہ ہے: مولاکم تمہارے نفوس سے بڑھ کر حقدار ہے۔ پس

اس کی خیرخواہی تمہاری نصیحتوں سے زیادہ نفع بخش ہے۔ وَهُوَ الْعَلِيْمُ (وہی بڑا جاننے والا ہے) جو چیز تمہارے لئے درست ہے پس وہ اسی کو مشروع کرنے والا ہے۔ الْحَكِيْمُ (بڑی حکمت والا ہے) اس میں جو اس نے حلال وحرام قرار دیں ہیں۔

حدیثِ ماریہ ٗامامت شیخین:

۳ : وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا (جب پیغمبر ﷺ نے اپنی کسی زوجہ سے ایک بات چپکے سے کہی اور اس کو کہہ دیا کہ کسی دوسری بی بی سے مت کہنا) حدیث ماریہ اور امامت شیخین مراد ہے۔ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ (پھر جب اس بیوی نے وہ بات دوسری بی بی کو بتلا دی) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ظاہر کر دی۔ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ (اور پیغمبر ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اس کی خبر دے دی) پیغمبر ﷺ کو بات کا افشاء کرنا جبرئیل علیہ السلام کی زبان پر بتلا دیا گیا۔ عَرَّفَ بَعْضَهٗ (تو پیغمبر ﷺ نے ظاہر کرنے والی بی بی کو تھوڑی سی بات تو بتلا دی) کچھ بات جتوا دی وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ (اور تھوڑی بات کو ٹال گئے) پس اس کی اطلاع بطور کرم نفسی نہ دی۔

قولِ سفیان رحمہ اللہ:

شرفاء اور مہربان لوگوں کی باتوں سے تغافل برتنے کا رواج چلا آ رہا ہے۔

قراءت: علی نے عرف تخفیف سے پڑھا ہے۔ یعنی بدلہ دیا جیسے تم مجرم و گناہ گار کو کہو: لا عرفنّ لك ذلك میں تم سے اس بات کا بدلہ لوں گا۔ ایک قول یہ ہے: المعرّف حدیث امامت جس سے اعراض کرلیا جائے اس کو المعرض عنہ کہا جاتا ہے اس سے مراد حدیث ماریہ تھی۔ روایت میں ہے کہ آپ نے حفصہ کو کہا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میری یہ بات چھپاؤ! حفصہ نے جواب دیا جس ذات نے آپ کو سچا پیغمبر بنایا ہے۔ خوشی کی وجہ سے مجھے اپنے اوپر اختیار نہیں رہا اس لئے کہ یہ ایک عظیم شرف تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے میرے باپ کو خاص کیا۔ [ذکرہ الزمخشری فی الکشاف ۴/۵۶۶] فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ (جب آپ ﷺ نے حفصہ کو وہ بات بتلا دی) نبی اکرم ﷺ نے حفصہ کو بات بتلا دی کہ تم نے عائشہ رضی اللہ عنہا پر راز افشاء کیا ہے۔ قَالَتْ (تو حفصہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ سے کہنے لگی) مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ (آپ کو یہ اطلاع کس نے دی۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا مجھے بڑے علم والے نے) جو سرائر کا راز دان ہے۔ الْخَبِيْرُ (باخبر ذات نے خبر دی ہے) جو ضمائر سے واقف ہے۔

إِنْ تَتُوبَآ إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ۚ وَإِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ

اے دونوں بیویو! اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کرلو تو تمہارے دل مائل ہو گئے' اور اگر پیغمبر کے مقابلہ میں تم دونوں آپس میں کارروائیاں کرتی ہو تو اللہ ان کا مولیٰ ہے

وَجِبْرِيلُ وَصٰلِحُ الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيرٌ ④ عَسٰى رَبُّهٗٓ إِنْ طَلَّقَكُنَّ

اور جبریل بھی اور نیک مسلمان بھی' اور ان کے علاوہ فرشتے مددگار ہیں' اگر پیغمبر تم عورتوں کو طلاق دے دیں تو ان کا پروردگار بہت جلد

أَنْ يُبْدِلَهٗٓ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ

تمہارے بدلے ان کو تم سے اچھی بیویاں عطا فرمادے گا جو اسلام والیاں' ایمان والیاں' فرمانبرداری کرنے والیاں' توبہ کرنے والیاں' عبادت کرنے والیاں' روزہ رکھنے والیاں ہوں گی'

ثَيِّبٰتٍ وَّأَبْكَارًا ⑤

کچھ بیوہ اور کچھ کنواریاں۔

۴ : إِنْ تَتُوبَآ إِلَى اللّٰهِ (اگر تم دونوں اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرلو) اس میں حفصہ و عائشہ رضی اللہ عنہما کو خطاب ہے۔ جو بطور التفات فرمایا گیا۔ تاکہ عتاب میں زیادہ بلیغ ہو۔

نحو : شرط کا جواب محذوف ہے اور تقدیر کلام اس طرح ہے ان تتوبا الی اللّٰہ فھو الواجب۔ اگر تم دونوں توبہ کرو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تو وہ ضروری ہے۔ اور محذوف پر دلالت فقد صغت قلوبکما کر رہا ہے۔ فَقَدْ صَغَتْ (پس بلاشبہ تمہارے دل قائل ہو گئے) قُلُوبُكُمَا حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اخلاص میں ہر شخص پر واجب ہے کہ وہی چیز پسند کرے جو آپ پسند کرتے ہیں اور اسی چیز کو ناپسند سمجھے جس کو آپ ناپسند کرتے ہیں۔

دو عورتوں کا باہمی تعاون کیا حیثیت رکھتا ہے جس کے معاون یہ ہوں:

وَإِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ (اور اگر پیغمبر ﷺ کے خلاف تم باہم تعاون کرتی رہیں)۔

قراءت : کوفی نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ اگر تم دونوں باہمی پیغمبر ﷺ کی مرضی کے خلاف تعاون کرتی رہیں اس بات میں جو آپ کو ناپسند ہے یعنی ایک دوسرے پر غیرت میں افراط اور آپ کے راز کو کھولنا اور ظاہر کرنا۔ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ (تو یاد رکھو! پیغمبر ﷺ کا رفیق اللہ ہے) آپ کا ولی و ناصر ہے۔ درمیان میں ھو کا اضافہ اس بات کو ظاہر کرنے کیلئے ہے کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر آپ کا نگہبان و مددگار ہے۔ وَجِبْرِيلُ (اور جبرئیل بھی آپ کا ولی و دوست ہے۔) وَصٰلِحُ الْمُؤْمِنِينَ (اور نیک مؤمنین) جو صالح مؤمنین ہیں ایمان لا کر صالح اعمال انجام دینے والے ہیں۔ ایک قول یہ ہے : جو نفاق سے بری ہیں۔ ایک قول : صحابہ مراد ہیں۔ اگرچہ واحد کا صیغہ ہے مگر مراد جمع ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ لا یفعل ھذا الصالح من الناس یہاں تمہاری مراد جنس

صالح ہے۔ایک قول یہ ہے : اس کی اصل صالحوا المؤمنین ہے۔ واؤ کو لکھنے میں حذف کر دیا۔ تا کہ لفظ کی موافقت ہو جائے۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ (اوران کے علاوہ فرشتے مددگار ہیں) اپنی کثرت تعداد کے ساتھ۔ بَعْدَ ذٰلِكَ (اس کے بعد) یعنی اللہ تعالیٰ کی نصرت اور جبرئیل وصالح مؤمنین کی معاونت کے بعد ظَهِيْرٌ (ایک فوج آپ کی معاون ہے۔) پس دوعورتوں کا باہمی تعاون کیا حیثیت رکھتا ہے ان کے لئے جن کے معاون یہ سب ہوں۔ کیونکہ فرشتوں کا معاونت کرنا یہ من جملہ اللہ تعالیٰ کی نصرت میں سے ہے تو اسی لئے بعد ذلک کے لفظ ان کی نصرت و معاونت کی عظمت کو ظاہر کرنے کیلئے لائے گئے ہیں۔

۵ : عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ (اگر پیغمبر ﷺ تم کو طلاق دے دیں گے بہت جلد ان کا رب تعالیٰ تمہارے بدلے دے دے گا)

قراءت : مدنی، ابوعمرو نے يُبَدِّله پڑھا ہے۔ تشدید کثرت کو ظاہر کرنے کیلئے ہے۔ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ (بیویاں تم سے اچھی ہونگی)

سوال : وہ مبدلات ان سے زیادہ بہتر کیسے ہوسکتی ہیں حالانکہ امہات المؤمنین سے زیادہ خیر والی کوئی عورت سطح زمین پر نہیں پائی جاتی؟

جواب : جب رسول اللہ ﷺ ان کی ایذاء کی وجہ سے ان کو طلاق دے دیں گے۔ تو ام والی صفت نہ رہی تو دوسری عورتیں ان صفات سے موصوف ہونگی (اوران کو شرف زوجیت حاصل ہو جائے گا) تو وہ ان سے بہت بہتر ہو جائیں گی۔ (جب طلاق نہیں دی تو کسی دوسری عورت کا ان سے افضل ہونا ثابت نہ ہوا)

صفاتِ مؤمنات :

مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ (اسلام لانے والیاں، فرماں برداری کرنے والیاں) اخلاص کے ساتھ اقرار اسلام کرنے والیاں۔ قٰنِتٰتٍ (فرمانبردار) القنوت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو بجالانا۔ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں ہے۔ تٰٓئِبٰتٍ (توبہ کرنے والیاں)۔ گناہوں سے نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والیاں اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی طرف رجوع کرنے والیاں۔

عٰبِدٰتٍ (عبادت گزار) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والیاں سٰٓئِحٰتٍ (روزے رکھنے والیاں) ہجرت کرنے والیاں۔ روزہ دار کو بھی سائح کہہ دیا جاتا ہے کیونکہ ہجرت والے کے پاس زادِراہ نہیں ہوتا وہ کھانے سے اس وقت تک باز رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ کھانے والی چیز پائے پس روزہ دار بھی وقت افطار تک کھانے سے رک جانے میں اس کے مشابہ ہو گیا جس کی وجہ سے سائح کا اطلاق اس پر آ گیا۔ ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا (کچھ بیوہ اور کچھ کنواریاں)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا

اے ایمان والو بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں '

مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿٦﴾

اس پر فرشتے مقرر ہیں جو سخت مزاج ہیں' مضبوط ہیں وہ اس کام میں اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جس کا وہ انہیں حکم دیتا ہے' اور وہ وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٧﴾ يٰٓاَيُّهَا

اے کافرو! آج عذر بیان نہ کرو تمہیں اسی چیز کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے' اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۭ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ

ایمان والو! تم اللہ کے حضور میں سچی توبہ کرو' قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا

وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ

اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی' جس دن اللہ نبی کو اور ان کو رسوا نہ فرمائے گا جو ان

اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا

ایمان ان کے ساتھ ہیں ان کا نور ان کے سامنے اور ان کی داہنی طرف دوڑتا ہوگا وہ عرض کرتے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا فرما دے

وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٨﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ

اور ہماری مغفرت فرما دے' بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں' اے نبی جہاد کیجئے کافروں سے اور منافقوں سے

وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٩﴾

' اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے' اور وہ بری جگہ ہے۔

ایک نکتہ:

ثیبات اور ابکار کے درمیان واؤ عاطفہ لائے۔ بقیہ صفات میں واؤ کو ذکر نہیں کیا گیا۔ کیونکہ یہ دونوں صفتیں ایک دوسرے کی منافی اور ضد ہیں۔ بقیہ صفات ایسی نہیں۔

۶ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (اے ایمان والو! تم اپنے کو بچاؤ) معاصی کو چھوڑ کر اور طاعات کو اختیار کر کے۔

وَاَهْلِيْكُمْ (اور اپنے گھر والوں کو) ان پر وہ چیزیں لازم کرو جو اپنے نفسوں پر لازم قرار دیتے ہو۔ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں) وہ آگ کی ایسی قسم ہے جو انسان اور پتھروں سے جلے گی۔ جیسا دوسری آگیں لکڑیوں سے جلتی ہیں۔ عَلَيْهَا (جس پر متعین ہیں) اس کے ذمہ دار اور اس آگ کے ذریعہ عذاب دینے پر نگران مَلٰٓئِكَةٌ (فرشتے ہیں) زبانیہ جن کی تعداد انیس ہے اور ان کے معاون فرشتے۔ غِلَاظٌ شِدَادٌ (تند خو اور قوی) ان کے اجسام میں سختی وشدت ہے یا سخت بول اور زبردست افعال والے۔

وہ ہر حکم کی ادائیگی کرتے ہیں:

لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ (جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے) یہ صفت کی وجہ سے محل رفع میں واقع ہے۔ مَآ اَمَرَهُمْ (اس کے حکم میں) علیہ محل نصب میں واقع ہے۔ کیونکہ بدل ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ لا یعصون ما امر اللّٰہ ای امرہ۔ حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔ افعصیت امری [طٰہ: ۹۳]۔ نمبر۲۔ تقدیر کلام یہ ہوا یعصونہ فیما امرھم۔ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے) یہ دونوں جملے ایک معنی میں ہیں۔ اس لئے کہ پہلے کا معنی یہ ہے انھم یتقبلون اوامرہ ویلتزمونھا۔ وہ اس کے احکام کو قبول کرتے اور ان کو اپنے پر لازم کرتے ہیں۔ اور دوسرے جملے کا معنی یہ ہے وہ جو حکم دیا جائے اس کی ادائیگی کرتے ہیں اور اس سے بوجھ محسوس نہیں کرتے اور نہ سستی کرتے ہیں۔

کفار کو معذرت غیر مفید:

۷ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (اے کافرو! آج معذرت نہ کرو۔ بس تم کو اس کی سزا مل رہی ہے۔ جو تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے) ان کو آگ میں داخل ہوتے وقت یہ بات کہی جائے گی۔ تعملونؔ سے دنیا میں کیے جانے والے اعمال۔ لاتعتذروا آج معذرت نہ کرو کیونکہ تمہارا کوئی عذر ہے ہی نہیں۔ نمبر۲۔ اس لئے عذر نہ کرو کیونکہ معذرت کرنا تمہارے حق میں آج مفید نہ ہوگا۔

خالص توبہ:

۸ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے سامنے سچی توبہ کرو) نصوحاؔ یہ معنی اخفش رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔ ایک قول یہ ہے: نصوح بمعنی خالص۔ عرب کہتے ہیں۔ عسل ناصح جبکہ وہ موم سے اس کو الگ کر دیا جائے۔ ایک قول یہ ہے نصوحا یہ نصاحۃ الثوب یعنی ایسی توبہ جو تیرے دین کے شگافوں کو رفو کر دے اور سوراخ کو بند کر دے۔ یہ بھی درست ہے کہ ایسی توبہ جس میں تو لوگوں سے خیر خواہی کرے یعنی ان کو خیر کی طرف بلائے تاکہ اس کا اثر کرنے والے میں ظاہر ہو۔ اور عمل کے مقتضیات پر عمل پیرا ہونے میں عزیمت واعلیٰ ہمت کا اظہار کرے۔

قراءت: نُصوح حماد و یحییٰ نے پڑھا اور اس کو مصدر قرار دیا ای ذات نصوح او تنصح نصوحًا۔ اور مرفوع بھی وارد ہوا ہے

اِنَّ التوبۃ النصوحُ توبہ نصوح یہ ہے کہ گناہ سے توبہ کرے پھر دوبارہ اس کی طرف نہ لوٹے جیسے دودھ لوٹ کر تھن میں نہیں جاتا ہے۔

قولِ حذیفہ:

آدمی کی برائی کیلئے یہی کافی ہے کہ گناہ سے توبہ کرے پھر دوبارہ وہی گناہ کرنے لگے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

توبہ زبان سے استغفار، دل سے شرمندگی، ارکان کے ساتھ اس سے علیحدگی کو کہتے ہیں۔

عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ (امید ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ معاف کرے گا) یہ عسٰی کا لفظ اسی انداز سے ہے جیسا کہ بادشاہ اپنے وعدوں کے وقت کہا کرتے تھے۔ عسٰی، لعل، فعل کذا وغیرہ۔ حالانکہ ان افعال کا وقوع ان سے قطعی و طے شدہ ہوتا ہے۔ وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (اور تم کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا۔ جس کے محلات اور درختوں کے نیچے نہریں بہتی ہیں) اس میں ان لوگوں یعنی کفار پر تعریض فرمائی جن کو اس دن رسوا کیا جائیگا۔ نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ (ان کا نور ان کے سامنے اور ان کے داہنے جانب دوڑتا ہوگا)

نحو: نورھم، مبتدا اور یسعی الخ خبر ہے۔

یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا (وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہمارے اس نور کو آخر تک رکھنا) یہ اس وقت کہیں گے جب وہ منافقین کا نور بجھا ہوا دیکھیں گے۔ وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (اور ہم کو تو بخشدے تو ہر شئی پر قادر ہے)

۹ : یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ (اے نبی ﷺ کافروں سے جہاد کریں) تلوار کے ساتھ وَالْمُنٰفِقِیْنَ (اور منافقین سے) سخت بات، وعظ بلیغ کے ذریعہ۔

ایک قول:

ان پر حدود اسلامی کو قائم کرکے وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ (اور ان پر سختی کرو) دو فریق پر اس مجاہدہ میں جو قتال اور حجت باللسان کی صورت میں ان کے ساتھ اختیار فرمائیں۔ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ (ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے)۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ

اللہ نے کافروں کے لئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کا حال بیان فرمایا ' یہ دونوں ہمارے خاص بندوں میں سے دو

عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا وَّ قِیْلَ

صالح بندوں کے نکاح میں تھیں ' سوان دونوں عورتوں نے ان دونوں کی خیانت کی پھر وہ اللہ کے مقابلہ میں ان عورتوں کے ذرا بھی کام نہ آسکے اور حکم دیا گیا

ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ ﴿۱۰﴾ وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ

کہ تم دونوں دوسرے داخل ہونے والوں کے ساتھ دوزخ میں داخل ہو جاؤ ' اور اللہ نے اہل ایمان کے لئے فرعون کی بیوی کا حال بیان فرمایا ہے

اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِیْ

جبکہ اس نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرے لئے اپنے قرب میں جنت میں گھر بنا دیجئے اور مجھے فرعون سے اور ظالم

مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۱﴾ وَ مَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ

قوم سے نجات دیجئے اور عمران کی بیٹی مریم کا حال بیان فرمایا جس نے اپنی ناموس کو محفوظ رکھا سو ہم نے اس میں اپنی

مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ ﴿۱۲﴾

روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کے کلمات کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔

کافروں کے لئے مثال' زوجۂ نوح ولوط کو نیکوں کے نکاح میں ہونا کام نہ آئے گا:

۱۰ : ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا وَّ قِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ (اللہ تعالیٰ نے کافروں کیلئے نوح علیہ السلام کی بیوی کا اور لوط علیہ السلام کی بیوی کا حال بیان فرمایا ہے۔ وہ دونوں ہمارے خاص بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں۔ پس ان دونوں عورتوں نے ان دونوں بندوں کا حق ادا نہیں کیا۔ تو یہ نیک بندے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ان دونوں عورتوں کے کچھ کام نہ آسکے اور دونوں عورتوں کو حکم دیدیا گیا کہ دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی دوزخ میں چلی جاؤ)

اللہ تعالیٰ نے یہ مثال کفار کی حالت کے متعلق اُس سلسلہ میں بیان فرمائی۔ کہ ان کو ان کے کفر وعداوتِ مؤمنین پر بغیر کسی پرواہ کے سزا دی جائے گی اور عداوت کے ہوتے ہوئے ان کو نسب ومصاہرت کام نہ دے گی۔ خواہ وہ نسب سے متصل مؤمن پیغمبر ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام ولوط علیہ السلام کی بیویوں کا حال ہوا۔ جب دونوں نے منافقت اختیار کی اور دونوں

رسولوں کی خیانت، ان کے افشائے راز سے کی تو دونوں رسول ان کے کچھ بھی کام نہ آئے حالانکہ ان کے مابین باہمی ازدواجی تعلق تھا۔ کہ ان کو عذاب سے بچا لیتے۔ قِیْلَ ان دونوں کی موت کے وقت یا قیامت کے دن کہا جائے گا۔ ادخلا النار تم دونوں آگ میں داخل ہو جاؤ۔ مع سائر الداخلین۔ (دوسرے تمام داخل ہونے والوں کے ساتھ) کہ جن کا اور انبیاء علیہم السلام کا باہمی کوئی رشتہ نہیں۔ یا داخلین سے اپنی اپنی قوم کے جہنم میں داخل ہونے والے قومی بھائی۔

ایمان والوں کے لئے آسیہ کو مثال فرعون کی زوجیت کا کچھ نقصان نہ ہوا:

۱۱ : وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ (اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں (کی تسلی) کیلئے فرعون کی بیوی کا بیان کرتا ہے) اس کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا۔ وہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں فرعون نے چومیخا کروا کر اسے عذاب میں مبتلا کیا۔ اِذْ قَالَتْ (جب اس نے کہا) جب کہ اسے عذاب دیا جا رہا تھا۔ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ (اے میرے رب میرے لئے اپنے قرب میں جنت کے اندر ایک مکان بنا دے) گویا اس نے بلند درجے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ ذات باری تعالیٰ تو مکان سے پاک ہے۔ پس اس کی تعبیر عندک سے کی۔ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ (اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے محفوظ رکھ) عملہ یعنی عملِ فرعون، یا فرعون کی خبیث شخصیت سے اور خصوصاً اس کے عمل کفر، ظلم اور بلا جرم سزا سے محفوظ فرما۔ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (اور مجھے ان ظالموں سے بچا) اس سے سارے قبطی مراد ہیں۔

مَسْئَلَۃٌ : نیک لوگوں کی عادت یہ ہے کہ مصائب و مشکلات کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء اور اللہ تعالیٰ کی پناہ اور ظلم سے چھٹکارے کا سوال کرتے رہنا چاہیے۔

مریم نے بلد خاوند اپنی ناموس کی حفاظت کی' یہود کا بیر ان کو نقصان نہ دے سکا:

۱۲ : وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (اور اللہ تعالیٰ مریم بنت عمران کا حال بیان کرتا ہے کہ جس نے اپنے ناموس کو محفوظ رکھا) مردوں سے فَنَفَخْنَا (پس ہم نے پھونک دی) فِیْهِ (اس کے ناموس میں) (شرمگاہ میں) مِنْ رُّوْحِنَا (اپنی روح) جو ہماری مخلوق تھی۔ وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا (اور اس نے تصدیق کی اپنے رب کے پیغامات کی) وہ صحائف جو ادریس علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے اتارے وَكُتُبِهٖ (اور اس کی چاروں کتابوں پر)

قراءت: بصری وحفص نے كُتُبِهٖ پڑھا ہے۔

وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ (اور وہ اطاعت گزاروں میں سے تھی)۔ جبکہ قنوت ایک صفت ہے جو ہر اس ذات کو شامل ہے جو مرد وعورت میں سے کرے۔ تو اس صفت میں مذکر مؤنثوں پر غالب ہیں۔ اور اسی کے لحاظ سے یہاں استعمال کیا گیا۔

نَحْو : مِنْ یہ تبعیض کیلئے ہے۔ اور ابتدائے غایت کیلئے بھی ہو سکتا ہے اس طور پر کہ اس کی ولادت قانتین ہی کے ہاں ہوئی کیونکہ وہ حضرت ہارون علیہ السلام جو موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں ان کی نسل سے تھیں۔

مؤمنین کی حالت کی مثال اس بات میں ہے کہ کفار کا تعلق ورشتہ داری کوئی نقصان نہیں دیتی اور نہ ہی ایمان والوں کے مراتب وثواب جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرر ہیں اس میں کچھ کمی واقع ہوتی ہے۔جیسا کہ فرعون کی بیوی اور اس کا عالی مرتبہ باوجودیکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عظیم ترین دشمن کی بیوی تھی۔اور مریم بنت عمران کو جو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اور آخرت میں عزتیں عنایت فرمائیں اور تمام جہان کی عورتوں پر ان کو چنا گیا حالانکہ ان کی قوم یہود کافر تھے۔ان دو مثالوں میں دونوں امہات المؤمنین کو تعریض کی گئی ہے۔

اس میں امہات المؤمنین کو تعریض ہے:

جن کا واقعہ شروع سورت میں گزرا۔اور ان سے جو زیادتی ہوئی کہ رسول اللہ کی مرضی کے برخلاف آپ پر چڑھائی کی۔ان دونوں کو خبردار کیا گیا۔اور انتہائی انداز سے خبردار کیا گیا۔اور اس بات کی طرف اشارہ کر دیا۔ان کا حق تو یہ تھا کہ وہ ان مؤمنہ عورتوں کی طرح اخلاص سے رہیں۔اور ان کو اس بات پر ہرگز بھروسہ نہ کرنا چاہئے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج ہیں تو ان کو رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ میں ہر چیز درست ہے۔

الحمد للہ قبل العصر سورۃ التحریم کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔یوم الجمعہ ۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ

سُوْرَةُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ ملک مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں تیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ ؗ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۟ۙ ① الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ

وہ بڑی عالی ذات ہے جس کے قبضے میں ملک ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، جس نے پیدا کیا موت کو

وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۟ۙ ② الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ

اور حیات کو تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کون شخص عمل کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے اور وہ عزیز ہے غفور ہے جس نے پیدا کیا سات آسمانوں کو

طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ③

تہ بہ تہ، اے مخاطب تو رحمان کی تخلیق میں کوئی خلل نہیں دیکھے گا، سو تو پھر نظر ڈال کر دیکھ لے کیا تجھے کوئی خلل نظر آتا ہے

۱: تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (وہ بڑا عالی شان ہے جس کے قبضہ میں تمام سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے)

اسمائے سورت:

اس سورت کا نام الواقیہ نمبر۲۔المنجیہ بھی ہے کیونکہ یہ اپنے پڑھنے والے کو عذاب قبر سے بچانے کا ذریعہ ہے۔
روایت مرفوعہ میں ہے، جس نے اس سورت کو ایک رات میں پڑھا اس نے بہت زیادہ اور بہت خوب عمل کیا۔

(رواہ الطبری و ابن مردویہ من حدیث ابن مسعود مرفوعاً)

تَبٰرَكَ (بلند و عالی شان ہے ان صفات سے جو مخلوق میں پائی جاتی ہیں) الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ یعنی ملک اسی کے تصرف میں ہے اور اس کو ہر موجود پر غلبہ حاصل ہے۔ وہ ملک کا مالک ہے۔ جس کو چاہتا ہے عنایت کرتا اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔
وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ شیٔ سے مقدورات مراد ہے، گویا شیٔ مصدر بمعنی اسم مفعول ہے۔ نمبر۲۔ شیٔ سے انعام و انتقام مراد ہے کہ دونوں پر یکساں قدرت ہے۔ قدیر کامل قدرت والا ہے۔

۲: الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ (جس نے موت وحیات کو پیدا کیا)

نحو: مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ نمبر۲۔ پہلے الذی سے بدل ہے۔

الحیاۃ: جس کے پائے جانے سے احساس درست ہو۔ الموت: جس کے پائے جانے سے احساس درست نہ رہے۔

خلق، موت وحیات کا معنی:

اس صحیح (تندرست) کا ایجاد حیات اور اعدام موت ہے۔ مطلب یہ ہے اے مکلف (انسانوں) اس نے تمہاری موت اور زندگی کو پیدا کیا۔ لِیَبْلُوَکُمْ (تاکہ تمہاری آزمائش کرے) تاکہ وہ اپنے امر ونہی سے۔ اس موت اور زندگی کے ذریعہ تمہارا امتحان لے، جو موت امیر واسیر کو شامل ہے اور جو زندگی بیمار وطبیب ہر دو سے بے وفائی کرنے والی ہے۔ تاکہ تم سے وہ ظاہر ہو جو اس کے علم میں ہے کہ تم سے ظاہر ہوگا۔ پھر وہ تمہارے عمل پر تمہیں بدلہ دے گا۔ نہ کہ اپنے علم پر جو اسے تمہارے متعلق ہے۔ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (کہ تم میں کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے) ایکم مبتدأ اور احسن عملا اس کی خبر ہے۔ احسن زیادہ خالص زیادہ باصواب، الخالص: خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے جو کریں۔ الصواب: سنت کے بالکل مطابق ہو۔

المراد والمطلوب:

اس نے تمہیں زندگی بخشی جس کے ذریعہ عمل کی توفیق ملی۔ پھر اس نے موت کو مسلط کیا جو کہ تمہیں دعوت دے رہی ہے۔ کہ قبیح کے مقابلہ میں تم حسن عمل کو اختیار کرو۔ پس موت کے بعد تو بعث اور وہ جزاء ہے جس نے بہر صورت پیش آنا ہے۔

موت کی وجہِ تقدیم:

موت کو حیات سے مقدم کیا کیونکہ عمل کا سب سے مضبوط داعی موت ہے۔ جس نے اپنی موت کو سامنے رکھا اس نے خوب عمل کیا یہاں موت کو اس لئے بھی مقدم کیا کہ سیاق آیت کے اعتبار سے بھی زیادہ اہم یہی ہے۔ جب موت کو پہلے لائے جو صفت قہاریت کا پرتو ہے اور زندگی کو جو کہ لطف الٰہی کا اثر ہے بعد میں ذکر کیا گیا۔ اسی ترتیب ذکری کے لحاظ سے صفت قہری کو مہری سے مقدم کیا فرمایا وَهُوَ الْعَزِيزُ (اور وہ زبردست) یعنی ایسا غالب ہے کہ برا عمل کرنے والا اس کو تھکا نہیں سکتا۔ الْغَفُورُ (بخشنے والا ہے) ستار ایسا کہ کوئی بڑے سے بڑے گناہ ولغزش والا اس کی بارگاہ سے کبھی مایوس نہیں ہوتا۔

۳: الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا (جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا کئے) ایک دوسرے آسمان پر طبقاتی صورت میں۔ طباق یہ طَابَقَ النعل سے لیا گیا ہے جبکہ موچی جوتے کو تہ بہ تہ کر کے سیتا ہے۔ یہ مصدر ہے جس کو بطور صفت لائے ہیں۔ نمبر۲۔ مضاف محذوف ہے ای ذات طباق نمبر۳۔ طوبقت طباقا۔ فعل محذوف کا مصدر ہے۔ نمبر۴۔ ایک قول یہ ہے یہ طباق جمع طبق کی ہے جیسے جمل کی جمع جمال ہے۔ مَاتَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ (تو رحمان کی اس صنعت میں نہ دیکھے گا) یہ خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے۔ نمبر۲۔ ہر مخاطب کو عام ہے۔ مِنْ تَفٰوُتٍ (کوئی خلل) کوئی اضطراب، اختلاف، بقول سدی کوئی عیب۔

قراءت: حمزہ وعلی نے من تفوت پڑھا ہے۔ دونوں وزن ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ جیسا تعاھُد اور تعَھّد۔

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ﴿۴﴾ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ

پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ تیری نگاہ ذلیل ہو کر تھک کر تیری طرف لوٹ آئے گی ' اور ہم نے قریب والے آسمان کو

الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ﴿۵﴾

چراغوں سے آراستہ کیا ہے ' اور ہم نے ان کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بنا دیا ہے اور ہم نے ان کے لئے دوزخ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حقیقتِ تفاوت:

تناسب کا نہ ہونا گویا بعض حصہ دوسرے سے فوت ہو جائے اور اس کے مناسب نہ رہے۔

یہ اشیاء تخلیق رحمانی ہیں:

یہ جملہ طباقا کی صفت ہے تقدیر کلام یہ ہے ماتری فیھن من تفاوت پس خلق الرحمان کو ضمیر کی جگہ لائے۔ ان کی تخلیق کی عظمت کو بتلانے اور تفاوت سے سلامت رہنے کا سبب ظاہر کرنے کے لئے ایسا کیا گیا اور وہ اس طرح ہے کہ یہ چیزیں رحمان کی تخلیقات سے ہیں اور وہی اپنی زبردست قدرت کی وجہ سے ایسی متناسب مخلوق پیدا کر سکتا ہے۔ فَارْجِعِ الْبَصَرَ (پس تم پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لو) یعنی اپنی نگاہ آسمان کی طرف لوٹاؤ۔ تاکہ مشاہدہ سے اس خبر کی سچائی تیرے سامنے آجائے۔ اور تمہیں کسی شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ (کہیں تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے) فطور جمع فطر، پھٹن، شگاف، دراڑ (من زائدہ ہے اور استفہام تقریری ہے۔)

۴ : ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ (پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ) دوبارہ دو مرتبہ نگاہ ڈال پہلی سمیت دو مرتبہ۔ ایک قول: پہلی کے علاوہ دو مرتبہ پس تین مرتبہ ہو جائیں گی۔ ایک قول اور ہے: دو مرتبہ پر اکتفاء مطلوب نہیں بلکہ کثرت تکرار مراد ہے۔ بار بار نگاہ ڈال اور گہرائی اختیار کرو۔ کیا تمہیں اس میں کوئی عیب و شگاف نظر آتا ہے۔ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا (نگاہ ذلیل اور درماندہ ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی) نحو: ینقلب یہ لوٹنے کے معنی میں ہے۔ یہ جواب امر ہے اسی لئے مجزوم ہے۔ خاسئًا ذلیل نمبر۲۔ اس سے بہت دور جو تیرے ارادہ میں ہے۔

نحو: یہ البصر سے حال واقع ہے۔ وَّهُوَ حَسِيْرٌ (وہ تھکی ہوئی اور درماندہ ہے) اور تمہیں آسمان میں کوئی شگاف نہ مل سکے گا۔

آسمان میں چراغ:

۵ : وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا (اور ہم نے قریب کے آسمانوں کو مزین کر رکھا ہے) الدنیا قریبی، یعنی وہ آسمان جو تمہارے قریب ہے۔ بِمَصَابِيْحَ (ستاروں کے ساتھ) ایسے ستاروں کے ذریعہ جو صبح کی طرح روشن ہیں۔ یہ مصباح کی جمع ہے۔ چراغ

کو کہتے ہیں۔ان کو چراغ اس لئے کہا کیونکہ لوگ اپنی مساجد اور گھروں کو چراغوں کی روشنی سے مزین کرتے ہیں۔(اوران سے آسمان مزین ہے)ایک قول یہ ہے: ہم نے اس گھر کی چھت کو جس میں تم اکٹھے ہو چراغوں سے مزین کر دیا۔ایسے چراغ کہ روشنی میں تمہارے چراغ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ (اور ہم نے ان کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بھی بنایا ہے) تمہارے ایسے دشمنوں کیلئے جو تمہیں روشنی سے اندھیروں میں ڈالتے ہیں۔

ستاروں کے کام:

قول قتادہ رحمہ اللہ ستاروں کے تین کام ہیں۔نمبرا۔آسمان کی زینت نمبر۲۔شیاطین کیلئے رجم نمبر۳۔زمین میں راہنمائی کیلئے علامات جس نے اس کے علاوہ تاویل کی ہے اس نے جہالت و بے علمی اور تکلف سے کام لیا ہے۔الرجوم جمع رجم کی ہے یہ مصدر ہے جس سے مرجوم کا نام رکھا گیا ہے۔رجوم شیاطین کا مطلب یہ ہے کہ ستارے سے ایک شعلہ (چنگاری) نار کی طرح جدا ہوتا ہے۔جو اس جن کو ہلاک کر دیتا ہے۔یا اس کو مخبوط الحواس کر ڈالتا ہے۔یہ معنی ہرگز نہیں کہ ستارے اپنی جگہ سے زائل ہو کر اس کو لگتے ہیں۔بلکہ وہ تو اپنی حالت میں آسمان میں جمے رہنے والے ہیں۔وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ (اور ہم نے تیار کر رکھا ہے) یعنی شیاطین کیلئے عَذَابَ السَّعِيْرِ (دوزخ کا عذاب) جو آخرت میں ان کو شہاب ثاقب سے دنیا میں جل جانے کے بعد ملے گا۔

وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۞۶ إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے جب یہ لوگ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کی

لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ ۞۷ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ

زوردار آوازیں سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی ایسا محسوس ہوگا کہ وہ غصہ کی وجہ سے پھٹ پڑے گی۔ جب بھی اس میں کافروں کی کوئی جماعت ڈالی جائے گی ان سے

خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ۞۸ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ

دوزخ کے محافظ پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ وہ جواب میں کہیں گے ہاں ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو تھا سو ہم نے جھٹلایا اور ہم نے کہا کہ اللہ نے

مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ۞۹ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا

کوئی چیز بھی نازل نہیں کی تم لوگ صرف بڑی گمراہی میں ہو' اور وہ یوں کہیں گے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو ہم جلنے والی آگ

فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۞۱۰ فَاعْتَرَفُوا بِذَنْبِهِمْ فَسُحْقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ ۞۱۱

میں نہ ہوتے' حاصل یہ کہ وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرلیں گے۔ سو دوری ہے جلنے والی آگ والوں کے لئے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۞۱۲ وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ

بلاشبہ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے اور تم اپنی بات کو چپکے سے کہو

أَوِ اجْهَرُوا بِهِ ۖ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۞۱۳ أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ

یا زور سے بیشک وہ سینوں کی باتوں کو جاننے والا ہے' کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا حالانکہ وہ باریک بین ہے اور

الْخَبِيرُ ۞۱۴ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ

باخبر ہے۔ وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر بنا دیا سو تم اس کے راستوں میں چلو اور اس کی روزی میں سے کھاؤ اور

رِزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ۞۱۵

اسی کے پاس دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے۔

۶ : وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ (اور جو لوگ اپنے رب کا انکار کرتے ہیں) اس میں شیاطین کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والا ہر شخص شامل ہے۔ عَذَابُ جَهَنَّمَ (ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے) فقط شیاطین دوزخ کے عذاب کے ساتھ مخصوص نہیں

ہیں۔وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ (اور وہ بری جگہ ہے) المصیر لوٹنے کی جگہ مراد جہنم ہے۔

۷ : اِذَآ اُلْقُوْا فِیْهَا (جب یہ لوگ اس میں ڈالے جائیں گے) جب ان کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔جیسا لکڑیوں کو بڑی آگ میں پھینکا جاتا ہے۔سَمِعُوْا لَهَا (تو اس کی ایک بڑی زور کی آواز سنیں گے) جہنم کی آواز شَهِیْقًا (گدھے کی آواز جیسی انوکھی آواز) جہنم کی زوردار بری آواز کو گدھے کی آواز سے تشبیہ دی۔وَّهِیَ تَفُوْرُ (اور وہ جوش مارتی ہوگی) جہنمیوں کے ساتھ جہنم میں اسی طرح ابال آئے گا جیسے ہنڈیا میں پکنے والی اشیاء کو ابال آتا ہے۔

زبانیہ کا سوال:

۸ : تَكَادُ تَمَيَّزُ (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غصہ کے مارے پھٹ پڑے گی) تمیز یہ تمیز ہے پھٹنا اور ٹکڑے ٹکڑے ہونا۔مِنَ الْغَیْظِ (کفار پر غصہ کی بناء پر) جہنم کے بہت زیادہ ابال کو استعارۃً اس طرح قرار دیا گویا وہ سخت غصہ میں لال پیلی ہے۔كُلَّمَآ اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ (جب بھی اس میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا) کفار کی جماعت مراد ہے۔سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ (تو اس کے محافظ ان لوگوں سے پوچھیں گے) خزنہ سے مالک اور اس کے مددگار زبانیہ مراد ہیں اور یہ سوال زجر و تذلیل کیلئے ہوگا۔اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ (کیا تمہارے پاس ڈرانے والا نہیں آیا تھا) وہ رسول جو تمہیں اس عذاب سے ڈرائے۔

کفار کا اعتراف:

۹ : قَالُوْا بَلٰی قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ (وہ کافر کہیں گے واقعی ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا۔) یہ کفار کی طرف سے عدل الٰہی کا اعتراف ہے۔اور اس بات کا اقرار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو روانہ کر کے اور انذار کے ذریعہ عذاب میں مبتلا ہونے کے اسباب بالکل واضح کر دیے تھے۔فَكَذَّبْنَا (پس ہم نے جھٹلا دیا) یعنی ہم نے ان کو جھٹلا دیا۔وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ (اور کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نہیں اتاری۔) جو یہ انبیاء وعد، وعید وغیرہ کہہ رہے ہیں۔اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ كَبِیْرٍ (تم بڑی غلطی میں پڑے ہو) یعنی کفار منذرین کو کہنے لگے تم شدید غلطی کا شکار ہو۔النذیر یہ انذار کے معنی میں ہے پھر انہوں نے اسی کو اپنے منذرین کے متعلق غلو کرتے ہوئے بطور صفت استعمال کیا گویا کفار کا مطلب یہ تھا یہ تمہاری بات نرا ڈراوا ہے۔(حقیقت سے اس کا تعلق نہیں) نمبر۲۔ممکن ہے کہ یہ جہنم کے فرشتوں کا کلام ہو جبکہ اس سے پہلے قال کو مان لیں۔اس صورت میں ضلال سے ہلاکت مراد ہوگی۔نمبر۳۔گمراہی کی سزا کو خود گمراہی سے تعبیر کر دیا جیسا کہ جزاء سیئہ کو سیئہ کہہ دیا جاتا ہے۔اور اعتدائے سیئہ کو اعتداء کہتے ہیں اس کو علم بیان کی زبان میں مشاکلہ کہتے ہیں۔نمبر۴۔یہ رسولوں کا کلام ہے جو وہ خزنہ کے سامنے نقل کریں گے یعنی کفار کہیں گے کہ انبیاء علیہم السلام نے تو ہم کو یہ بات کہی مگر ہم نے اس کو قبول نہ کیا۔

۱۰ : وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ (اور کہیں گے اگر ہم سنتے) طالب حق کی طرح ڈراووں کو سنتے اَوْ نَعْقِلُ (یا سمجھتے) ایسے سمجھتے جیسے غور و فکر والا سمجھتا ہے مَا كُنَّا فِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ (تو ہم اہل دوزخ میں نہ ہوتے) من جملہ ان لوگوں میں سے جو دوزخ میں

پڑے ہیں۔

مَسْئَلَہ: تکلیف کا دارومدار دلائل سمع وعقل پر ہے اور یہی دو دلیلیں اتمام حجت کیلئے کافی ہیں۔

۱۱: فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ (غرض اپنے جرم کا اقرار کریں گے) کہ تکذیب رسل کر کے انہوں نے کفر کیا ہے۔ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (پس اہل دوزخ پر لعنت ہے)

قراءت: فَسُحُقًا یزید وعلی نے پڑھا۔ سحقاً کا معنی اللہ تعالیٰ کی رحمت وکرامت سے ان کو دور کر دیا گیا وہ اعتراف کریں یا انکار اس سے ان کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

نَحْو: یہ مصدر ہے جو بددعا کے موقعہ پر استعمال ہوا۔ اس لئے منصوب ہے۔

۱۲: اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ (بے شک جو لوگ اپنے رب سے بے دیکھے ڈرتے ہیں) یعنی اس کے عذاب کو دیکھنے کے بغیر ڈرتے ہیں۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ (ان کے لئے مغفرت ہے) گناہوں کی۔ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ (اور اجر عظیم ہے) وہ جنت ہے۔

اللہ تعالیٰ کو سرّ واعلانیہ کی اطلاع ہے:

۱۳: وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ (تم لوگ خواہ چھپا کر بات کرو یا پکار کر کہو) اس کے ظاہر سے دونوں میں سے ایک بات ثابت ہو رہی ہے۔ اسرار یا اظہار مگر معنی یہ ہے کہ تمہارا اسرار واظہار اس کے علم میں برابر ہے۔ روایت ہے کہ مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق طرح طرح کی بدگوئیاں کرتے۔ اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کو بھیج کر ان کے اقوال کی اطلاع دے دیتے۔ تو وہ کہتے آہستہ باتیں کرو کہیں محمد کا الٰہ سن نہ لے۔ پس یہ آیت اتاری۔ پھر اس کی تعلیل آیت کے اگلے حصہ میں ذکر کر دی۔ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (وہ دلوں تک کی باتوں سے خوب آگاہ ہے) یعنی وہ چھپی ہوئی باتیں جن کی ترجمانی ابھی تک زبانوں نے نہیں کر پائی ہوتی۔ پس یہ کیوں نہ وہ جانے گا جو زبان سے کہہ دی گئی (خواہ آہستہ کہی یا زور سے)

۱۴: اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (کیا وہ نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے اور وہ باریک بین پورا باخبر ہے)

نَحْو: مَن یہ یعلم کا فاعل ہونے کی وجہ سے موضع رفع میں ہے۔ یہ استفہام انکاری ہے۔ کیا وہ جس نے مخلوق کو پیدا کیا اور اس کی صفت لطیف وخبیر بھی ہے وہ ان کے ضمیر اور رازہائے سینہ اور ظاہر سے واقف نہ ہوگا؟ اللطیف اس کی صفت یہ ہے کہ وہ اشیاء کے دقائق سے واقف ہے۔ الخبیر اور اشیاء کے حقائق سے بھی آگاہ ہے۔

مَسْئَلَہ: اس سے ثابت ہوا کہ اللہ اقوال کا خالق ہے پس افعال کا خالق ہونا خود ثابت ہو گیا۔

قولِ ابوبکر اصم وجعفر بن حرب:

کہ مَن مفعول ہے اور فاعل مضمر ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ اس حیلہ بازی سے انہوں نے خلق افعال کی نفی کرنا چاہی (مگر

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ ⑯ اَمْ

کیا تم اس سے نڈر ہو گئے جو آسمان میں ہے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے پھر وہ زمین تھرتھرانے لگے یا تم

اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ کَیْفَ

اس سے بے خوف ہو گئے جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر ایک سخت ہوا بھیج دے سو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ میرا

نَذِیْرِ ⑰ وَلَقَدْ کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرِ ⑱ اَوَلَمْ یَرَوْا

ڈرانا کیسا تھا اور ان سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں انہوں نے جھٹلایا سو میرا عذاب کیسا تھا؟ کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر

اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ ؔ مَا یُمْسِکُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ ⑲

پرندوں کو نہیں دیکھا جو پر پھیلائے ہوئے ہیں اور پروں کو سمیٹ لیتے ہیں رحمٰن کے علاوہ کوئی انہیں تھامے ہوئے نہیں ہے بے شک وہ ہر چیز کا دیکھنے والا ہے۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّکُمْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْکٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ

ہاں یہ تو بتاؤ رحمٰن کے سوا وہ کون ہے جو تمہارا لشکر بن کر تمہاری مدد کر سکے، کافر لوگ صرف دھوکے میں پڑے

غُرُوْرٍ ۚ ⑳ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُکُمْ اِنْ اَمْسَکَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ㉑

ہیں۔ اور یہ بتاؤ کہ وہ کون ہے جو تمہیں رزق دے اگر وہ اپنے رزق کو روک لے بلکہ یہ لوگ سرکشی پر اور نفرت پر جے ہوئے ہیں۔

بے حاصل)۔

انعاماتِ الٰہیہ:

۱۵ : هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا (وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر کیا) ھو سے اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہے۔ ذلولا (نرم اور سہل) ایسی تابع کہ اپنے اوپر چلنے سے نہیں روکتی۔ فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا (پس تم اسکے رستوں میں چلو) مناکب (جوانب واطراف) استدلال کرتے ہوئے اور رزق کو طلب کرنے کیلئے چلو۔ نمبر۲۔ مناکب کا معنی پہاڑ نمبر۳۔ راستے۔ وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ (اور اللہ تعالیٰ کی روزی میں سے کھاؤ) جو اس میں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق ہے۔ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ (اور اسی کے پاس دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے) اسی کی طرف تم نے اٹھ کر جانا ہے۔ پھر وہ تم سے اپنے انعامات کے شکریہ کے متعلق پوچھ گچھ کریں گے۔

۱۶ : ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ (کیا تم لوگ اس سے بےخوف ہو گئے ہو جو کہ آسمان میں ہے) یعنی وہ ذات جس کی بادشاہی آسمان پر ہے۔ کیونکہ آسمان مسکن ملائکہ ہے اور اسی سے اللہ تعالیٰ کے فیصلے، کتب، اوامر ونواہی نازل ہوتے ہیں۔ پس گویا اس طرح

فرمایاءامنتم خالق السماء و ملکه کیا تم آسمان کے خالق و بادشاہ سے بے خوف ہو گئے ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ آسمان میں ہے اور رحمت وعذاب اسی کی طرف سے اترتے ہیں۔ پس ان کو کہا گیا انہی کے اعتقاد کو سامنے رکھ کر کہ کیا تم اس ذات سے بے خوف ہو گئے ہو جس کے متعلق تمہارا گمان یہ ہے کہ وہ آسمان میں ہے حالانکہ اس کی ذات تو مکان سے بلندو بالا ہے۔

اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ (کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے) جیسا قارون کو دھنسا دیا فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ (پھر وہ زمین تھرتھرانے لگے) اضطراب وحرکت میں آجائے۔

۱۷: اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا (کیا تم لوگ اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر ایک ہوائے تند بھیج دے) حاصب: پتھر۔

نحو: ان یرسل یہ بدل الاشتمال سے بدل ہے اور اسی طرح ان یخسف بھی۔ اَم بمعنی بل ہے۔ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ (پھر عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا) یعنی جب تم عذاب کو دیکھ لو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا مگر اس وقت کا علم چنداں مفید ثابت نہ ہوگا۔

۱۸: وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (اور ان سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں انہوں نے جھٹلایا تھا) آپ کی قوم سے پہلے فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ (پس میرا عذاب کیسا ہوا) میرا انکار ان پر کیسا رہا جبکہ میں نے ان کو ہلاک کر دیا۔

۱۹: پھر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حسف اور آندھی بھیجنے پر اپنی قدرت کے متعلق متنبہ کیا اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ (کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر پرندوں کی طرف نظر نہیں کی) الطیر یہ جمع طائر کی ہے فوق سے فضا مراد ہے۔ صٰٓفّٰتٍ (کہ پر پھیلائے ہوئے ہیں) وہ اپنے پر فضا میں اڑتے وقت پھیلانے والے ہیں۔ وَّيَقْبِضْنَ (اور پر سمیٹ لیتے ہیں) اور ان کو سمیٹ لیتے ہیں جبکہ وہ ان پروں کو اپنے پہلوؤں پر مارتے ہیں۔

نحو: ویقبضن کا عطف اسم فاعل صافات پر اس کو یصففن کے معنی پر محمول کرنے کی بناء پر ہے ای یصففن ویقبضن یا اس کو اسم فاعل کے معنی میں مان کر ای صافات و قابضات حکمت: اسی دوسری ترکیب کو اس لئے اختیار کیا کیونکہ طیران کی اصل پر پھیلانا ہے۔ ہوا میں پرواز پانی میں تیراکی کی طرح ہے اور پرندے کیلئے ہوا، تیرنے والے کے لئے پانی کی طرح ہے۔ السباحت اصل میں اطراف کو دراز کرنا اور پھیلانا۔ باقی قبض تو حرکت پر معاونت کیلئے اس پر طاری ہوتی ہے۔ چنانچہ آیت میں طاری کو لفظ فعل سے لائے تاکہ یہ ظاہر کر دیا جائے کہ اصل تو وہ پروں کو پھیلاتے ہیں باقی وقتاً فوقتاً پر سمیٹنے بھی پڑتے ہیں جیسا تیرنے والے کو بھی کرنا پڑتا ہے۔ مَا يُمْسِكُهُنَّ (نہیں ان کو تھامے ہوئے ہے) گرنے سے جبکہ وہ پروں کو پھیلاتے اور سمیٹتے ہیں۔ اِلَّا الرَّحْمٰنُ (مگر رحمان) محض اپنی قدرت ورحمت کے ساتھ۔ ورنہ ثقیل چیز تو طبعی طور پر نیچے کو آتی ہے بلند نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر وہ پورے جہان سے اپنی حفاظت وتدبیر کو ہٹالے تو یکبارگی تمام افلاک دھڑام سے نیچے آگریں۔

اَفَمَنۡ یَّمۡشِیۡ مُکِبًّا عَلٰی وَجۡہِہٖۤ اَہۡدٰۤی اَمَّنۡ یَّمۡشِیۡ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۲۲﴾ قُلۡ ہُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَکُمۡ وَ جَعَلَ لَکُمُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ وَ الۡاَفۡـِٕدَۃَ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۲۳﴾ قُلۡ ہُوَ الَّذِیۡ ذَرَاَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَ اِلَیۡہِ تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۲۴﴾

سو کیا جو شخص منہ کے بل گر گر کر اوندھا چل رہا ہو وہ شخص زیادہ ہدایت پر ہے یا وہ شخص جو سیدھے راستے پر چل رہا ہو؟ آپ فرما دیجئے کہ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنا دیئے تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو آپ فرما دیجئے کہ اللہ وہی ہے جس نے تم کو زمین پر پھیلا دیا اور تم اسی کے پاس اکٹھے کئے جاؤ گے۔

نحو: مایمسکھن یہ جملہ متانفہ ہے۔ نمبر۲۔ یقبضن کی ضمیر سے حال ہے۔

اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیۡءٍۭ بَصِیۡرٌ (بیشک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے) وہ مخلوق کو پیدا کرنے اور عجائبات کی تدبیر کرنے سے خوب واقف ہے۔

۲۰: اَمَّنۡ ہٰذَا الَّذِیۡ ہُوَ جُنۡدٌ لَّکُمۡ یَنۡصُرُکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ (ہاں رحمان کے سوا اور کون ہے کہ وہ تمہارا لشکر بنکر تمہاری حفاظت کر سکے)

نحو: اَمَّنۡ یہ مبتدأ ہے ھذا اس کی خبر ہے۔ الذی ھو یہ ھذا کا بدل ہے۔ اور ینصرکم جملہ جندٌ کی صفت محل رفع میں ہے یہ بحثیت لفظ اس کی صفت ہے۔ معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کون ایسا ہے جس کی طرف نصرت و مدد میں اشارہ کیا جائے۔ (یعنی کوئی ایسا نہیں) اِنِ الۡکٰفِرُوۡنَ اِلَّا فِیۡ غُرُوۡرٍ (کافر نرے دھوکہ میں ہیں) اِنۡ، ما کے معنی میں ہے۔

کیا اللہ کے رزق روکنے پر تمہارے معبود رزق دیتے ہیں:

۲۱: اَمَّنۡ ہٰذَا الَّذِیۡ یَرۡزُقُکُمۡ اِنۡ اَمۡسَکَ رِزۡقَہٗ (ہاں وہ کون ہے جو تم کو روزی پہنچا دے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی روزی بند کرے) امن کون ایسا ہے جس کی طرف اشارہ کر کے کہا جائے کہ تم کو یہ رزق دے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنا رزق روک لیا؟ یہ تو اس تقدیر پر ہے جب کہ مَن سے جمیع خلق مراد لی جائے۔ نمبر۲۔ یہ بھی درست ہے کہ اس سے اشارہ ان کے تمام بتوں کی طرف ہو کیونکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ ان کی مصائب سے حفاظت کرتے ہیں اور ان کو اپنے ان معبودوں کی برکت سے رزق ملتا ہے گویا وہ اصنام مددگار لشکر اور رازق لشکر ہیں۔ جب انہوں نے اس سے کوئی تاثر نہ لیا اور اس کو قبول نہ کیا تو ان سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا۔ بَلۡ لَّجُّوۡا (بلکہ یہ لوگ جم رہے ہیں) بڑھتے جانا' جمے رہنا۔ فِیۡ عُتُوٍّ (سرکشی میں) حق قبول کرنے سے تکبر کرنا۔ وَّ نُفُوۡرٍ (اور نفرت پر) حق سے دور بھاگنے کی وجہ سے کیونکہ حق کو بوجھل خیال کرتے ہوئے اس کی اتباع نہیں کرتے۔ ربط: مؤمنوں اور کافروں کی مثال بیان فرمائی پس فرمایا۔

۲۲: اَفَمَنۡ یَّمۡشِیۡ مُکِبًّا عَلٰی وَجۡہِہٖۤ (پس کیا جو شخص منہ کے بل گرتا ہوا چل رہا ہو) یعنی اپنے چہرے کے بل گرنے والا ہو اور

ہر گھڑی لڑکھڑائے اور بغیر سمجھے بوجھے راستہ اختیار کرنے والا ہو۔

نحو : مَنْ کی خبر اھدی ہے۔

اَھْدٰٓی (راہ منزل مقصود پر زیادہ پہنچنے والا ہو) زیادہ راہ پانے والا ہو۔

نحو : اکب یہ کب کا مطاوع آتا ہے کہتے ہیں کبته فاکبّ میں نے اس کو اوندھا کیا وہ اوندھا ہو گیا (گویا اکباب لازم و متعدی ہر دو طرح ہے) اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا (یا وہ شخص جو سیدھا چلتا ہے) سویا درست 'سیدھا' پھسلنے گرنے سے محفوظ۔ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (ایک ہموار سڑک پر چلا جا رہا ہو) ایک برابر راستہ پر ہو۔

نحو : من کی خبر اھدیٰ محذوف ہے کیونکہ پہلا اھدی اس پر دلالت کرتا ہے۔ بقول کلبی، مکب سے مراد ابوجہل اور اہدی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۲۳ : قُلْ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ (آپ کہہ دیجئے کہ وہی جس نے تم کو پیدا کیا) ابتداءً اس نے تمہیں پیدا کیا۔ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ (اور اس نے تم کو کان، آنکھیں اور دل دیے) ان کو اس لئے خاص کیا کیونکہ یہ تینوں ذرائع علم ہیں۔

تم بالکل شکر نہیں کرتے :

قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو) ان انعامات کا کیونکہ تم شرک کرتے ہو اور خالص اس کی عبادت نہیں کرتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ تم بہت قلیل شکر یہ ادا کرتے ہو۔ اس صورت میں مازائد ہے۔ ایک قول یہ ہے قلت سے مراد عدم ہے کہ تم بالکل شکر نہیں کرتے ہو۔

۲۴ : قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ (آپ کہہ دیجئے کہ وہی ہے جس نے تم کو روئے زمین پر پھیلایا اور تم اسی کے پاس اکٹھے کیے جاؤ گے) ذراکم اس نے پیدا کیا۔ تحشرونَ حساب و جزاء کیلئے جمع کیے جاؤ گے۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪

اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہو گا اگر تم سچے ہو؟ آپ فرما دیجئے کہ علم تو اللہ ہی کو ہے

وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢٦﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ

اور میں تو صرف واضح طریقہ پر ڈرانے والا ہوں' پھر جب اس کو اپنے پاس آتا ہوا دیکھیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا

هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿٢٧﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ

کہ یہ وہی ہے جس کو تم مانگا کرتے تھے۔ آپ فرما دیجئے کہ تم بتاؤ اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک

اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٨﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا

فرما دے یا ہم پر رحم فرمائے سو وہ کون ہے جو کافروں کو دردناک عذاب سے بچائے گا۔ آپ فرما دیجئے کہ وہ رحمن ہے ہم اس

بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٩﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ

پر ایمان لائے اور ہم نے اسی پر بھروسہ کیا۔ سو تم عنقریب جان لو گے کہ وہ کون ہے جو کھلی ہوئی گمراہی میں ہے' آپ فرما دیجئے کہ تم بتاؤ

اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿٣٠﴾ ع

اگر تمہارا پانی زمین میں نیچے چلا جائے سو وہ کون ہے جو تمہارے پاس چشمہ والا پانی لے آئے۔

۲۵: وَيَقُوْلُوْنَ (اور یہ لوگ کہتے ہیں) کافر مؤمنوں کو بطور استہزاء کہتے تھے۔ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ (کہ یہ وعدہ کب ہوگا) وہ جس کا تم ہم سے وعدہ کرتے رہتے ہو۔ وعد سے عذاب والا وعدہ مراد ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) اس کے واقع ہونے میں تو ہمیں اس کا زمانہ بتلا دو۔

۲۶: قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ (آپ کہہ دیجیے کہ یہ علم) یعنی عذاب کے وقت کا علم عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور میں تو محض صاف صاف ڈرانے والوں میں سے ہوں) نذیر ڈرانے والا۔ مبین شرائع کی تمہارے سامنے وضاحت پیش کرنے والا۔

۲۷: فَلَمَّا رَاَوْهُ (پھر جب اس کو پاس آتا ہوا دیکھیں گے) ہٗ سے مراد وہ عذاب ہے جس کا وعدہ کیا گیا۔ زُلْفَةً (اپنے قریب)

نحو: یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

کافروں پر اکتاہٹ کا سوار ہونا:

سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (تو کافروں کے منہ بگڑ جائیں گے) وعدۂ عذاب کو دیکھتے ہی ان کے چہرے بگڑ جائیں

گے اس لئے کہ ان پر اکتاہٹ اور برائی سوار ہو جائیگی اور ان کے چہروں پر سیاہی کے بادل چڑھ جائیں گے۔ وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ (اور ان کو کہا جائے گا) یہ زبانیہ کا قول ہے وہ کہیں گے۔ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ (جس کو تم مانگا کرتے تھے) تدعون الدعاء سے باب افتعال ہے یعنی تم اس کو جلد مانگتے تھے اور تم کہتے تھے ائتنا بما تعدنا۔ نمبر۲۔ یہ الدعوی مصدر سے ہے یعنی اس کے سبب سے تم دعویٰ کرتے تھے۔ کہ تم اٹھائے نہ جاؤ گے۔

قراءت: یعقوب نے تَدْعُوْنَ تخفیف سے پڑھا ہے۔

کفار کی دُعائے ہلاکت کا جواب:

۲۸: قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ (آپ کہہ دیجیے کہ تم یہ بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو ہلاک کر دے) مجھے موت دے دے جیسا دوسرے مقام پر فرمایا اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ [النساء: ۱۷۶] وَمَنْ مَّعِيَ (اور میرے ساتھیوں کو جو میرے ساتھ ہیں) اَوْ رَحِمَنَا (یا ہم پر رحمت فرمائے) پس ہماری موت کو مؤخر کر دے۔ فَمَنْ يُّجِيْرُ (تو کون بچائے گا) نجات دے گا۔ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (کافروں کو دردناک عذاب سے) الیم بمعنی مولم ہے۔

کفار مکہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے متعلق ہلاکت کی دعائیں کرتے پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ان کا جواب اس طرح دینے کا حکم فرمایا۔ ہم مؤمن دو اچھائیوں میں سے ایک کے منتظر ہیں خواہ تمہاری تمنا کے مطابق ہم ہلاک ہو جائیں تو جنت میں پہنچ جائیں گے یا اللہ تعالیٰ ہم پر رحمت فرما کر تمہارے خلاف ہماری مدد کر کے تم پر غلبہ دے دیں گے۔ جیسا کہ ہم امیدوار ہیں تو بھی ہم کامیاب پھر تمہارا کیا بنے گا۔ تمہیں اور تمہارے کافروں کو آگ کے عذاب سے کون بچائے گا۔ تمہارے لئے وہ (کفر کی حالت میں تو) آگ یقینی ہے۔

۲۹: قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ (آپ کہہ دیجئے کہ وہ بڑا مہربان ہے۔ یعنی جس ذات کی طرف میں تمہیں بلاتا ہوں وہ رحمان ہے۔ اٰمَنَّا بِهٖ (ہم اس پر ایمان لائے) اور اس کی تصدیق کی اور ہم نے تمہاری طرح کفر نہیں کیا۔ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا (اور ہم اس پر توکل کرتے ہیں) پس ہم نے اپنے تمام امور اسی کے سپرد کر رکھے ہیں۔ فَسَتَعْلَمُوْنَ (پس عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا) جبکہ تم پر عذاب نازل ہو گا۔

قراءت: علی نے یعلمون یاء سے پڑھا ہے۔

مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (کہ کون کھلی گمراہی میں ہے تم یا ہم)

۳۰: قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا (کہہ دیجئے اچھا بتلاؤ۔ اگر تمہارا پانی نیچے کو غائب ہی ہو جائے) گہرائی میں زمین کے اندر چلا جائے۔ ڈول اس کو نہ پہنچ سکیں یہ صفت مصدر کی صورت میں لائی گئی جیسا عدل بمعنی عادل آتا ہے۔ فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ (تو کون ہے جو تمہارے پاس بہتا ہوا پانی لے آئے) معین (جاری) جو اس کو پہنچ جائے جو اس کا ارادہ کر لے۔

لطیفہ: ایک ملحد کے سامنے یہ آیات پڑھی گئیں تو وہ کہنے لگا ہم کسی کدال سے نکال لیں گے رات کو اس کی آنکھ کا پانی چلا گیا اور وہ

اندھا ہو گیا اور اسے کہا گیا اب کسی کدال سے لے آؤ۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ محمد بن زکریا متطبب تھا۔ (اعاذنا اللہ منہ) اے اللہ ہماری بصیرت میں اضافہ فرما۔

تم بحمد الله رب العالمين سورة الملك بتفسير فى الاردية ٢٣ ربيع الاول ١٤٢٤ھ

سورۃ القلم مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں باون آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ① مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ② وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا

نٓ، قسم ہے قلم کی اور فرشتوں کے لکھنے کی، آپ اپنے رب کی نعمت کی وجہ سے مجنون نہیں ہیں، اور بلاشبہ آپ کے لئے ایسا اجر ہے

غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ③ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ④ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ⑤ بِاَيِّكُمُ

جو ختم ہونے والا نہیں، اور بیشک آپ بڑے اخلاق والے ہیں سو عنقریب آپ دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کس کو

الْمَفْتُوْنُ ⑥ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ⑦

جنون تھا، بلاشبہ آپ کا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ⑧

سو آپ تکذیب کرنے والوں کی بات نہ مانئے۔

قلم کی قسم کثرت منافع کے لئے کھائی:

۱: نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ (نٓ قسم ہے قلم کی اور ان کے لکھنے کی) نٓ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد یہی حرف معجم ہے۔ باقی قول حسن رحمہ اللہ کا کہ اس کا معنی دوات ہے اور قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نون مچھلی کو کہتے ہیں۔ جس پر زمین رکی ہوئی ہے اور اس کا نام یہموت ہے وہ یہاں مراد نہیں ہوسکتی کیونکہ اس کے لیے اعراب ضروری ہے خواہ وہ اسم جنس ہو یا علم ہو۔ پس سکون اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حروف تہجی میں سے ہے۔ وَالْقَلَمِ قلم سے وہ مراد ہے جس سے لوح محفوظ کو لکھا گیا نمبر۲۔ ملائکہ کے اقلام۔ نمبر۳۔ جس سے لوگ لکھتے ہیں۔ اس کی قسم اسلئے کھائی کیونکہ اس کے منافع وفوائد بیان سے باہر ہیں۔ وَمَا يَسْطُرُوْنَ یعنی جو کراماً کاتبین لکھتے ہیں۔ نمبر۲۔ خیر کی جو باتیں کسی بھی کتاب میں لکھی جاتی ہیں۔ ما موصولہ ہے یا مصدریہ۔

۲: مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ (کہ آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں) یہ جواب قسم ہے اپنے رب کے فضل کی موجودگی میں جو اس نے نبوت اور دیگر انعامات کی صورت میں آپ پر فرمایا۔ (دیوانہ نہیں ہیں)

نحو: انت یہ مَا کا اسم ہے۔ بمجنون اس کی خبر ہے۔ اور بنعمۃ ربك یہ اسم وخبر کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ بنعمۃ کی باء محذوف کے متعلق ہے اور وہ حال ہونے کی بناء پر محلاً منصوب ہے۔ بمجنون اس میں عامل ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ مَا اَنْتَ بِمَجْنُوْنٍ مَنعمًا علَیْكَ بِذٰلِكَ باء اس سلسلہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی کہ مجنون اپنے ماقبل پر عمل کرے کیونکہ یہ باء زائدہ ہے جو تاکید نفی کیلئے ذکر کی گئی ہے۔ یہ کفار کے اس قول کا جواب ہے۔ جو ان کی زبانوں پر رہتا تھا۔ وقالوا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّکْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ [الحجر:۶] (ان کے انکار کی شدت کی بناء پر جواب میں قسم اور دیگر تاکیدات لائی گئی ہیں)۔

۳: وَاِنَّ لَكَ (اور بیشک آپ کے لئے) ان باتوں کے برداشت کرنے اور صبر میں لَاَجْرًا (ایسا اجر ہے) اجر ثواب کے معنی میں ہے۔ غَیْرَ مَمْنُوْنٍ (جو ختم ہونے والا نہیں) غیر منقطع ہے نمبر۲۔ ایسا ثواب ہے جس پر دوسرے لوگوں کا احسان مند نہ ہونا پڑے۔ محض احسان الٰہی ہے۔

۴: وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (بلاشبہ آپ اخلاق کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں) ایک قول یہ ہے اس میں اسی بات کا تذکرہ ہے جس کا دوسرے مقام پر حکم دیا خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰھِلِیْنَ [الاعراف:۱۹۹]

اخلاقِ نبوت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کا اخلاق قرآن تھا یعنی قرآن میں جو مکارم اخلاق ہیں۔ وہ سب آپ کی طبیعت ثانیہ تھے۔ آپ کے اخلاق کو عظیم قرار دیا کیونکہ آپ کونین پر بخشش وسخاوت فرمانے والے اور کونین کے خالق پر کامل بھروسہ والے تھے۔ [مسلم:۶ ۷۴۶، نسائی ۳/۱۹۹]

۵: فَسَتُبْصِرُ وَ یُبْصِرُوْنَ (پس عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے) عنقریب آپ دیکھ لیں گے اور وہ دیکھ لیں گے یہ آپ کے ساتھ وعدہ اور کفار کے متعلق وعید ہے۔

۶: بِاَیِّکُمُ الْمَفْتُوْنُ (کہ تم میں کس کو جنون تھا) مفتون مجنون کے معنی میں ہے یہ فتن سے لیا گیا کیونکہ وہ جنون کی مشقت میں ڈالا گیا باء زائدہ ہے۔ نمبر۲۔ المفتون مصدر ہے جیسا المعقول یعنی تم میں کس کو جنون ہے۔

قول الزجاج رحمہ اللہ باء فی کے معنی میں ہے جیسا کہتے ہیں کنت ببلد کذا ای فی بلد کذا میں فلاں شہر میں تھا۔ اب تقدیر کلام یہ ہے فی ایکم المفتون یعنی کس فریق کو ہر دو فریق میں سے جنون تھا مؤمنوں کے فرقہ کو یا کفار کے گروہ کو۔

۷: اِنَّ رَبَّكَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ (آپ کا پروردگار اس شخص کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے) حقیقتاً وہ ان مجانین کو اچھی طرح جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک چکے ہیں۔ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ (اور وہ راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے) اور وہ عقلاء کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

۸: فَلَا تُطِعِ الْمُکَذِّبِیْنَ (تو آپ ان تکذیب کرنے والوں کا کہنا نہ مانیں) اس میں ان کی نافرمانی پر مضبوطی سے قائم رہنے پر آپ کو آمادہ کیا گیا ہے۔ کفار تو یہ چاہتے تھے کہ کچھ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور کچھ عرصہ آپ ان کے معبودوں کی عبادت

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝۹ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝۱۰ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ ڈھیلے پڑ جائیں تو وہ بھی ڈھیلے ہو جائیں' اور آپ کسی ایسے شخص کی بات نہ مانیے جو بہت قسمیں کھانے والا ہے ذلیل ہے جو دوسروں کو عیب لگاتا ہے

بِنَمِيْمٍ ۝۱۱ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝۱۲ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝۱۳ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ

چغل خور ہے' خیر سے روکنے والا ہے گناہ کا ارتکاب کرنے والا ہے' سخت مزاج ہے اور اس کے بعد منقطع النسب بھی ہے' اس وجہ سے کہ وہ مال والا

وَّبَنِيْنَ ۝۱۴ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۵ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝۱۶

بیٹوں والا ہے' جب اس پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلے لوگوں سے نقل کی جانے والی باتیں ہیں' ہم عنقریب اس کی سونڈ پر نشان لگا دیں گے۔

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۝۱۷ وَلَا

بلاشبہ ہم نے انہیں آزمایا جیسا کہ ہم نے باغ والوں کو آزمایا' جبکہ ان لوگوں نے آپس میں قسم کھائی کہ صبح کو چل کر پھل توڑ لیں گے اور انہوں نے

يَسْتَثْنُوْنَ ۝۱۸ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝۱۹ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۝۲۰

انشاء اللہ بھی نہیں کہا' سو اس باغ پر آپ کے رب کی طرف سے ایک پھرنے والا پھر گیا اس حال میں کہ وہ سو رہے تھے' سو وہ باغ صبح کو ایسا رہ گیا جیسے کٹا ہوا کھیت ہو'

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ۝۲۱ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ۝۲۲

سو صبح کے وقت وہ آپس میں ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ صبح سویرے اپنے کھیت پر چلے چلو اگر تمہیں پھل توڑنا ہے

کرلیں تو وہ اپنی شرارتیں اور سختیاں آپ سے بند کرلیں گے۔

۹ : وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ (یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ ڈھیلے ہو جائیں) اگر آپ ان کے سلسلہ میں نرمی اختیار کریں فَيُدْهِنُوْنَ (تو یہ بھی ڈھیلے ہو جائیں) پھر وہ ان کے سلسلہ میں نرمی برتیں گے۔

فیدھنون : یہ اَنْ مضمرہ کی وجہ سے منصوب نہیں ہے حالانکہ یہ تمنی کے جواب میں واقع ہے کیونکہ یہ دوسرے رخ پر مڑ گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مبتدأ محذوف ھُم کی یہ خبر ہے اے فھم یدھنون مطلب یہ ہے پھر وہ تو ابھی نرمی اختیار کرلیں گے اس لئے کہ ان کو تو آپ کے نرم پڑنے کی طمع تھی۔

ولید کے متعلق یہ آیت اُتری:

۱۰ : وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ (اور آپ کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جو بہت زیادہ قسمیں اٹھانے والا بے وقعت ہو) حلاف جو جھوٹی سچی بہت قسمیں اٹھائے۔ اس آیت میں بہت زیادہ قسمیں کھانے والوں کو خوب ڈانٹ پلائی گئی ہے۔ مھین۔ نمبرا۔ جو رائے

اور تمیز میں کمی رکھتا ہو۔ یہ المھانۃ سے لیا گیا۔ وہ قلت وحقارت پر بولتے ہیں۔ نمبر۲۔ جھوٹا کیونکہ وہ بھی لوگوں میں ذلیل ہوتا ہے۔

۱۱ : هَمَّازٍ (طعنہ زن) عیب جو، طعنہ مارنے والا۔ غیبت کرنے والے۔ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ (چغلیاں لگاتا پھرتا ہو) ایک قوم کی بات دوسرے لوگوں کو فساد و چغلی کے طور پر نقل کرنے والا۔ النمیم والنمیمہ دونوں کا معنی چغلی ہے۔

۱۲ : مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ (نیک کام سے روکنے والا ہو) بخیل ہو۔ الخیر سے مال مراد ہے۔ نمبر۲۔ اپنے اہل کو نیکی سے بہت روکنے والا اس صورت میں خیر سے مراد اسلام ہے۔ اور یہ ولید بن المغیرۃ مخزومی ہے جمہور علماء کا قول یہی ہے۔ اس کے دو بیٹے تھے وہ ان کو کہا کرتا تھا۔ جو تم میں سے مسلمان ہوگا میں اس کا خرچہ بند کر دونگا۔ مُعْتَدٍ (حد سے گزرنے والا ہو) ظلم میں حدود کو پھاندنے والا۔ اَثِيمٍ (گناہوں کا کرنے والا ہو) بہت گناہ کرنے والا۔

۱۳ : عُتُلٍّ (سخت مزاج ہو) اکھڑ بدخلق بَعْدَ ذٰلِكَ (اس کے بعد) اس کے ان شمار کردہ معایب کے ساتھ زَنِيمٍ (حرامی کی تہمت والا) منسوب۔ ولید قریش کی طرف منسوب تھا۔ ان کے اصل میں سے نہ تھا جب اس کی عمر ۱۸ سال کی ہوگئی تو تب اس کے باپ نے اس کے اپنا بیٹا ہونے کا اقرار کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کی ماں نے ارتکابِ زنا کیا تھا۔ اس آیت کے نزول سے قبل ولید کو اس بات کا علم نہ تھا۔ جب نطفہ خبیث ہو تو اس شخص میں خباثتیں ہی ہونگی۔ روایت میں ہے کہ یہ اپنی ماں کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ محمد (ﷺ) نے میری دس صفات بیان کی ہیں۔ نو تو مجھ میں موجود ہیں دسویں صفت الزنیم اس کا مجھے علم نہیں ہے تو مجھے سچی بات بتلا ورنہ میں تیری گردن اڑا دونگا۔ اس کی ماں نے کہا تیرا باپ عنین و نامرد تھا۔ مجھے خطرہ ہوا کہ یہ مر جائے گا اور مال اولاد کے علاوہ اور کسی کے ہاں چلا جائے گا۔ چنانچہ میں نے ایک چرواہے کو اپنے نفس پر قابو دیا۔ تو اس چرواہے کا نطفہ ہے۔

۱۴ : اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِيْنَ (اس سبب سے کہ وہ مال واولاد والا ہو) یہ ولاتطع سے متعلق ہے یعنی ان معایب کے ہوتے ہوئے اس کی اتباع اس بنا پر مت کرو کہ وہ مالی وسعت رکھتا ہے۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ مابعد سے متعلق ہو۔ اس وجہ سے کہ وہ مال واولاد والا تو ہماری آیات کی تکذیب کرتا ہے۔ اس پر اذا تتلٰی دلالت کر رہا ہے۔

۱۵ : اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا (جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں) آیات سے قرآن مجید مراد ہے۔ قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (تو وہ کہتا ہے کہ یہ بے سند باتیں ہیں)

نحو : اس میں قال عمل نہیں کرتا کیونکہ شرط کا مابعد اپنے ماقبل پر عمل نہیں کرتا۔

قراءت : حمزہ، ابوبکر نے أأن پڑھا ہے۔ کیا اس لئے کہ وہ مال واولاد والا ہے۔ اس نے جھٹلایا اور تکذیب کی؟ اَنْ شامی، یزید، یعقوب، سہل، نے بلا ہمزہ پڑھا ہے۔ گویا لام اس سے پہلے محذوف ہے یعنی اس وجہ سے اس کی بات نہ مان لینا کہ مال والا ہے۔

علماء نے کہا کہ جب ولید نے نبی اکرم ﷺ پر کاذب ہونے کا عیب دھرا اور نام لے کر المجنون کہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے دس سچے نام بتلائے۔

ایک نکتہ:

جب عدل الٰہی کا فیصلہ یہ ہے کہ رسول ﷺ کے ساتھ ایک زیادتی کرنے والے کو دس گنا سزا سے نوازا۔ تو اس کے فضل کا تقاضا یہی تھا کہ جو آپ پر ایک مرتبہ درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائیں۔

خرطوم تذلیل کے لئے فرمایا:

۱۶: سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ (ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگائیں گے) تسم داغ دینا۔ الخرطوم: ہاتھی کی سونڈھ۔ تذلیل کیلئے اس کی ناک کو خرطوم فرمایا۔ اور علم کے طور پر ذکر کیا تاکہ وہ اسی سے معروف ہو۔ ناک کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کیونکہ اس پر لگا ہوا نشان بہت بھدا لگتا ہے۔ ایک قول یہ ہے بدر کے دن اس کی ناک میں تلوار سے نکیل ڈالی گئی وہ اس کی خاک پر مستقل نشان چھوڑ گئی۔

۱۷: اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ (ہم نے ان کی آزمائش کر رکھی ہے) ہم نے اہل مکہ کا قحط و بھوک کے ساتھ امتحان لیا۔ یہاں تک کہ مردار اور بوسیدہ ہڈیاں کھانے تک مجبور ہو گئے۔ اور یہ نبی اکرم ﷺ کی اس بددعا کی وجہ سے ہوا۔ **اللھم اشدد وطاتك علی مضر و اجعلها سنین کسنی یوسف** [بخاری: ۸۰۴، مسلم ۶۷۵] اے اللہ مضر پر بندھن کو سخت فرما اور یوسف علیہ السلام کے زمانہ جیسا قحط ان پر مسلط فرما۔

باغ والوں کی مثال:

كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ (جیسا ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی) وہ نماز پڑھنے والے لوگ تھے۔ ان کے والد کا ایک باغ بستی میں تھا جس کو ذروان کہتے تھے۔ یہ صنعاء یمن سے دو فرسنگ پر واقع تھا۔ وہ اس باغ سے سال کا خرچہ حاصل کرتا۔ باقی فقراء و مساکین کو دے دیتا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو اس کے بیٹے کہنے لگے اگر ہم بھی اسی طرح کریں گے جیسا ہمارا والد کرتا تھا تو ہم تنگدست ہو جائیں گے۔ ہم صاحب عیال ہیں۔ پس انہوں نے باہمی قسمیں اٹھائیں۔ کہ **لیصرمنها مصبحین** منہ اندھیرے توڑ لیں گے تاکہ مساکین کو علم نہ ہو۔ انہوں نے قسم میں انشاء اللہ نہ کہا پس اللہ تعالیٰ نے ان کے باغ کو جلا دیا۔ قول حسن رحمہ اللہ یہ کافر تھے۔ قول جمہور: یہ مسلمان تھے جیسا پہلا قول نقل کیا۔ اِذْ اَقْسَمُوْا (انہوں نے قسمیں اٹھائیں) لَيَصْرِمُنَّهَا (وہ ضرور اس کا پھل توڑ لیں گے) مُصْبِحِيْنَ (صبح سویرے) جونہی صبح داخل ہو اور فقراء ادھر ادھر منتشر ہوں۔

نحو: یہ یصرمنہا کی ضمیر فاعلی سے حال ہے۔

۱۸: وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ (اور انہوں نے انشاء اللہ بھی نہ کہا) انشاء اللہ کو عرب کے لوگ استثناء کا نام دیتے ہیں۔ اگرچہ صورۃً تو یہ شرط ہے کیونکہ یہ استثناء کا معنی ادا کرتا ہے۔ **لا خرجن انشاء الله** اور **لا اخرج الا ان یشاء الله** دونوں کا معنی ایک ہے۔

۱۹: فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ (اس باغ پر آپ کے رب کی طرف سے پھرنے والا پھر گیا) اس پر عذاب اترا۔ ایک قول

فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿٢٣﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿٢٤﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ

پھر وہ لوگ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چلے کہ آج تمہارے پاس کوئی مسکین نہ آنے پائے اور وہ اپنے کو اس کے نہ دینے پر قادر

قٰدِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿٢٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٢٧﴾ قَالَ

سمجھ کر چلے' پھر جب اس باغ کو دیکھا تو کہنے لگے کہ بے شک ہم راستہ بھول گئے بلکہ بات یہ ہے کہ ہم محروم کر دیئے گئے' ان میں جو اچھا

اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾

آدمی تھا وہ کہنے لگا کہ کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم اللہ کی تسبیح کیوں بیان نہیں کرتے' کہنے لگے ہم اپنے رب کی پاکی بیان کرتے ہیں بلاشبہ ہم قصوروار ہیں'

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿٣٠﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿٣١﴾

پھر ایک دوسرے پر متوجہ ہو کر باہم الزام دینے لگے' کہنے لگے ہائے ہماری خرابی بلاشبہ ہم حد سے بڑھ جانیوالے تھے۔

عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿٣٢﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ط

اُمید ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس کے بدلہ اس سے بہتر عطا فرما دے' بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف رغبت کرنیوالے ہیں۔ اسی طرح عذاب ہوتا ہے

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ م لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٣﴾ ع

اور آخرت کا عذاب اس سے بڑھ کر ہے کیا خوب ہوتا کہ یہ لوگ جان لیتے۔

اللہ تعالیٰ نے آگ سے اس کو جلا دیا۔ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ (اور وہ سو رہے تھے) اپنی نیند کی حالت میں تھے۔

۲۰: فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ (پھر صبح کو وہ باغ ایسا رہ گیا جیسا کٹا ہوا کھیت)

اصبحت یہ صار کے معنی میں ہے صریم: اندھیری رات کی طرح یعنی جل کر سیاہ ہو گیا۔ نمبر۲۔ صبح کی طرح یعنی سفید زمین بن گئی جس میں کوئی درخت نہ تھا۔ ایک قول یہ ہے وہ کٹی ہوئی کھیتی کی طرح ہو گیا گویا وہ کاٹ لیا گیا کیونکہ اس کے پھل تباہ ہو گئے۔

۲۱: فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ (پس صبح کے وقت وہ ایک دوسرے کو پکارنے لگے)

۲۲: اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ (کہ اپنے کھیت پر سویرے چلو) علی حرثکم کہا الی حرثکم نہیں کہا گیا۔ کیونکہ غدا جس میں انہوں نے کھیت کاٹنا تھا وہ غدا علیہ استعمال ہوتا ہے۔ نمبر۲۔ غدا کے لفظ میں اقبال کا معنی ضمناً پایا جاتا ہے گویا اس طرح ہے فاقبلوا علی حرثکم باکرین تم صبح سویرے اپنی کھیتی کی طرف متوجہ ہو۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ (اگر تم کو پھل توڑنا ہے) توڑنے کا ارادہ رکھتے ہو۔

۲۳: فَانْطَلَقُوْا (پھر وہ چلے) کھیتی کی طرف گئے وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ (آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے) سرگوشی کر رہے

تھے تا کہ کسی مسکین کو بھنک نہ پہنچ جائے۔

۲۴ : اَنْ لَّا یَدْخُلَنَّھَا (نہ آئے تم تک) یعنی باغ میں۔ اَنْ مفسرہ ہے ایک قراءت میں اس کے بغیر پڑھا گیا۔ ای یتخافتون یقولون لایدخلنھا اَلْیَوْمَ عَلَیْکُمْ مِّسْکِیْنٌ (آج کوئی محتاج) مسکین کے داخلے کی نفی سے مسکین کو داخل ہونے کی قدرت کی نفی ہے کہ اس کو داخل نہ ہونے دو۔

۲۵ : وَّغَدَوْا عَلٰی حَرْدٍ قٰدِرِیْنَ (وہ اپنے کو اس کے نہ دینے پر قادر سمجھ کر چلے) حَرْدٍ جدوجہد سے روکنا۔ قادرین وہ اپنے نفسوں میں روکنے پر قادر ہیں۔ یہ نفطویہ کا قول ہے۔ نمبر۲۔ الحرد ارادہ اور سرعت یعنی وہ چلے تیزی سے اپنے باغ کا قصد کرنے والے تھے۔ اور اپنے دلوں میں اس کے کاٹنے پر قادر تھے اور اس کی منفعت کو مساکین سے روکنے والے تھے۔

نمبر۳۔ الحرد یہ باغ کا نام ہے۔ وہ حرد نامی باغ کی طرف چلے اس حال میں کہ وہ اس کے پھل اپنے خیال میں توڑنے والے تھے۔

۲۶ : فَلَمَّا رَاَوْھَا (پھر جب انہوں نے اس باغ کو دیکھا) اپنے باغ کو جلا ہوا دیکھا قَالُوْٓا (انہوں نے پہنچنے کے فوراً بعد کہا) اِنَّا لَضَآلُّوْنَ (بیشک ہم راستہ بھول گئے) ہم اپنے باغ کے راستہ سے بھٹک گئے اس میں وہ رونق نہیں اس لئے کہ وہ اس کی تباہی دیکھ رہے تھے۔ پھر جب انہوں نے غور کیا تو پہچان کر کہنے لگے۔

۲۷ : بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ (بلکہ ہماری قسمت ہی پھوٹ گئی) ہم اس کے نفع سے محروم کردیئے گئے کیونکہ ہم نے گناہ کیا جس کی ہمیں یہ سزا ملی۔

۲۸ : قَالَ اَوْسَطُھُمْ (ان میں سے اچھے آدمی نے کہا) انصاف پسند سب سے بہتر آدمی اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ (کیا میں نے تم کو نہ کہا تھا۔ اب تسبیح کیوں نہیں کرتے) تم انشاء اللہ کیوں نہیں کہتے کیونکہ استثناء تسبیح ہے کیونکہ تعظیم الٰہی کا معنی دونوں میں مشترک ہے استثناء تفویض اور تسبیح تنزیہ ہے اور تنزیہ وتفویض ہر دو تعظیم ہیں۔ نمبر۲۔ تم اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے اس کی بارگاہ میں خبیث نیت سے توبہ کیوں نہیں کرتے۔ گویا ان کے منصف آدمی نے ان کے اس ارادہ کے وقت ان کو یہ بات کہی۔ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے اس انتقام کو یاد کرو جو وہ مجرمین سے لیا کرتا ہے۔ پس اس خبیث خیال سے توبہ کرو۔ انہوں نے اس کی ایک نہ مانی اب وہ ان کو عار دلا رہا ہے۔ اور اسی لئے انہوں نے کہا۔

اعترافِ جرم:

۲۹ : قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ (سب کہنے لگے۔ ہمارا پروردگار پاک ہے بیشک ہم قصوروار ہیں) انہوں نے خرابی بسیار کے بعد اس چیز پر گفتگو کی جو کہ ان کو قبل ازیں کرنی چاہیے تھی اور نیکی کی ممانعت کرنے کے ظلم کا اپنے متعلق اعتراف کیا۔ اور انشاء اللہ چھوڑنے کی غلطی مان گئے اور اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کرتے ہوئے اس کو ظلم سے پاک قرار دیا۔

۳۰ : فَاَقْبَلَ بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَلَاوَمُوْنَ (پھر ایک دوسرے کو مخاطب بنا کر باہم الزام دینے لگے) مساکین پر خیرات

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۳۴﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۵﴾

بلاشبہ پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس نعمت والے باغ ہیں۔ کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کے برابر کر دیں گے

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا

تمہیں کیا ہوا تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جسے تم پڑھتے ہو اس میں تمہارے لئے وہ چیز لکھی ہوئی ہو جسے

تَخَيَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾

تم پسند کرتے ہو' کیا تمہارے لئے ہمارے اوپر قسمیں ہیں جو قیامت تک باقی رہنے والی ہیں کہ تمہیں وہ دیا جائے گا جس کا تم فیصلہ کرتے ہو

سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا

ان سے دریافت کیجئے کہ ان میں اس کا کون ذمہ دار ہے؟ کیا انکے لئے ٹھہرائے ہوئے شریک ہیں سو وہ اپنے شریکوں کو لے آئیں

صٰدِقِيْنَ ﴿۴۱﴾ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۴۲﴾

اگر سچے ہیں۔ جس دن ساق کی تجلی فرمائی جائے گی اور یہ لوگ سجدہ کی طرف بلائے جائیں گے سو سجدہ نہ کر سکیں گے

سے بھاگنے کی جو بدترین حرکت انہوں نے کی تھی اس پر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ ہر ایک دوسرے پر ڈال رہا تھا۔ پھر سب نے حد سے تجاوز کرنے کا اعتراف کرلیا۔

۳۱ : قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ (کہنے لگے ہم حد سے نکلنے والے تھے) کہ فقراء کا حق روک لیا اور انشاء اللہ بھی چھوڑ دیا۔

۳۲ : عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ (شاید ہمارا پروردگار ہم کو اس سے اچھا باغ بدلہ میں دے دے)

قراءت: یبدلنا تشدید کے ساتھ مدنی، ابوعمرو نے پڑھا ہے۔ ھا سے مراد سابقہ باغ ہے۔

اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ (ہم اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں) اسی سے خیر و بھلائی کے طالب ہیں اور اس کے عفو کے امیدوار ہیں۔ قول مجاہد رحمہ اللہ: انہوں نے توبہ کی تو اس سے بہتر باغ بدلے میں دیا گیا۔ قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ: انہوں نے اخلاص اختیار کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں ''الحیوان'' نامی باغ عنایت فرمایا اس میں انگور کے گچھے کو خچر اٹھاتا تھا۔

۳۳ : كَذٰلِكَ الْعَذَابُ (اسی طرح عذاب ہوا کرتا ہے) یعنی اس عذاب کی طرح جس کا تذکرہ ہم نے کیا یہ دنیا کا عذاب ہے جو ان کیلئے ہے جو انہی کی راہ پر چلے۔ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ (اور آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑھ کر ہے) بہت ہی بڑا ہے۔ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (کیا خوب ہوتا کہ یہ لوگ جان لیتے) اسلئے کہ جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ ان کو عذاب کی طرف دھکیل رہا ہے۔

۳۴ : ربط : پھر ایمان والوں کو ملنے والے انعامات کا ذکر فرمایا اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ (بیشک پرہیزگاروں کیلئے) جو شرک سے بچنے

والے ہیں۔عِنْدَ رَبِّهِمْ (ان کے رب کے نزدیک) یعنی آخرت میں جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (آسائش کی جنتیں ہیں) وہ ایسے باغات ہیں جن میں خالص نعمتوں سے لطف اندوزی ہوگی دنیا کے باغات ایسے نہیں۔

مسلم و مجرم برابر نہیں:

۳۵ :اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ (کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کے برابر کردیں گے) یہ استفہام انکاری ہے جو ان کے اس قول کا انکار کرنے کیلئے لائے۔لو كان ما يقول محمد حقا فنحن نعطى فى الأخرة خيرًا مما يعطى هو ومن معه كمافى الدنيا۔اگر محمد سچے ہوں بھی پھر بھی ہم کو آخرت میں ان سے بہتر نعمتیں ملیں گی جیسا کہ دنیا میں ہیں تو فرمایا کیا ہم فیصلہ میں ظلم کریں گے کہ مسلمانوں کو کافروں کی طرح کردیں گے؟ یعنی ایسا ہرگز نہ ہوگا۔پھر بطریق التفات ان کو فرمایا۔

۳۶ :مَالَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (تم کو کیا ہوگیا تم کیسا فیصلہ کرتے ہو) یہ ٹیڑھا فیصلہ کہ نافرمان اور فرمانبردار یکساں۔اس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کا معاملہ تمہارے سپرد ہوگیا کہ جو چاہو اس میں تم فیصلہ کردو۔

۳۷ :اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ (کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے) جو آسمان سے آئی ہو فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ (جس میں تم پڑھتے ہو) یعنی اس کتاب میں پڑھ لیتے ہو کہ:

۳۸ :اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ (کہ اس میں تمہارے لیے وہ چیز ہو جس کو تم پسند کرتے ہو) یعنی یہ کہ جو تمہاری دل پسند اور خاطر خواہ چیزیں ہیں۔وہ تمہیں ملیں گی۔اصل عبارت اس طرح ہے۔تدرسون اَنَّ لكم ماتخيرون ۔

نحو :اَنَّ مفتوح ہونا چاہیے کیونکہ وہ مدروس ہے کیونکہ پڑھنا اسی پر واقع ہونے والا ہے۔اِنَّ مکسورہ تو لام کے آنے کی وجہ سے آیا ہے۔اور یہ بھی درست کہ یہ پڑھی جانے والی چیز کو بطور حکایت بیان کیا گیا ہو۔جیسا کہ اس قول میں ہے وتركنا عليه فى الآخرين ۔ سلام على نوح [الصافات:۷۸-۷۹] تخير اور اختار الشئ کسی چیز سے خیر کا حاصل کرنا۔

۳۹ :اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا (کیا ہمارے اوپر کچھ قسمیں چڑھی ہوئی ہیں جو تمہاری خاطر سے کھائی گئی ہوں) ایمان سے ایسے وعدے جن کو قسموں سے پختہ کیا گیا ہو۔بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (اور وہ قسمیں قیامت تک باقی رہنے والی ہوں) یعنی وہ اس دن تک پہنچنے والی ہیں۔اور وافر مقدار میں اس دن ختم ہونگی ان میں کوئی قسم باطل نہ ہوگی یہاں تک کہ مقسم علیہ کی پختگی ثابت ہوجائے ۔(اس کے مطابق ترکیب اول ہوگی)

نحو :نمبر۱۔ایمان موصوف ہے اور بالغۃ صفت اور الى يوم القيامة اس کے متعلق ہے نمبر۲۔مقدر سے متعلق ہے تقدیر کلام اس طرح ہے هى ثابتة لكم علينا لا الىٰ يوم القيامة لا نخرج عن عهدتها الايومئذ اذا حكمناكم واعطيناكم ماتحكمون۔وہ قسمیں تمہاری طرف سے ہم پر لازم ہیں قیامت تک رہنے والی ہیں کہ ہم ان کی ذمہ داری سے اسی دن عہدہ برآ ہونگے جب تمہارے حق میں فیصلہ کردیں گے اور تمہارے فیصلہ کے مطابق تمہیں دے دیں گے۔اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ (کہ تم کو وہ چیزیں ملیں گی جو تم فیصلہ کر رہے ہو) اپنے نفوس کے متعلق جو تم فیصلہ کر رہے ہو۔یہ جواب قسم ہے کیونکہ ام لكم ايمان

علینا کا معنی یہ ہے کیا ہم نے تمہارے لئے انتہائی تاکیدی قسمیں اٹھا رکھی ہیں۔

۴۰ : سَلْهُمْ (ان مشرکین سے پوچھیں) اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ (ان میں سے اس کا کون) اس فیصلہ کا زَعِيْمٌ (ذمہ دار ہے) یعنی کفیل ہے کہ ایسا ضرور ہوگا۔

۴۱ : اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ (کیاان کے ٹھہرائے ہوئے کچھ شریک ہیں) یعنی کچھ لوگ ہیں جو اس بات میں ان کے ساتھ شریک ہونگے اور ان کے راستہ پر چلیں گے۔ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ (پس ان کو چاہیے کہ اپنے ان شریکوں کو پیش کریں اگر یہ سچے ہیں) اپنے اس دعویٰ میں مطلب یہ ہے کہ کوئی ایک بھی ان کا یہ حق نہ مانے گا اور نہ ان کی معاونت کرے گا جیسا کہ انکے پاس کوئی کتاب نہیں جو ان کے حق میں گواہ ہو۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا کوئی وعدہ اور ان کا کوئی کفیل ہے جس نے ان کی ضمانت اٹھالی ہو۔

۴۲ : يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ (جس دن ساق کی تجلی فرمائی جائے گے)

نحو : یوم یہ فلیاتوا کا ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر۲۔ اذکر مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔

شدت بطور کنایہ ہے:

قول جمہور: کشف ساق یہ معاملے کی شدت اور مصیبت کی زیادتی کی تعبیر ہے پس معنی یہ ہوگا جس دن معاملہ سخت اور مشکل ہو جائے گا۔ وہاں نہ کشف ہے اور نہ ساق ہے۔ لیکن شدت کو بطور کنایہ اس طرح بیان کیا کیونکہ جب وہ کسی سختی میں پھنس جاتے تو پنڈلی کھول دیتے اور یہ اسی طرح ہے جیسا تم کہو اس آدمی کو جو بہت ہی بخیل ہو۔ یدہ مغلولة حالانکہ نہ وہاں ہاتھ ہے اور نہ طوق بلکہ بخل سے کنایہ ہے۔ باقی جن لوگوں نے اس کو تشبیہ قرار دیا تو اس کا سبب ان کی کم فہمی اور علم بیان سے قلیل واقفیت ہے اگر بات اسی طرح ہوتی جیسا مشبہین کہتے ہیں تو ساق کو معرفہ لایا جانا چاہیے تھا۔ کیونکہ ان کے نزدیک تو یہ ساق مقررہ ہے۔ وَيُدْعَوْنَ (اور لوگوں کو بلایا جائے گا) کفار کو اس جگہ بلایا جائے گا۔ اِلَى السُّجُوْدِ (سجدہ کی طرف) یہ سجدہ تکلیفی نہیں بلکہ توبیخی ہوگا اس لئے کہ انہوں نے دنیا میں سجدہ چھوڑا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (پس یہ لوگ سجدہ نہ کرسکیں گے) کیونکہ ان کی پشتیں گائے کے سینگوں کی طرح ہو جائیں گی جو جھکتے اٹھتے دوہری نہیں ہوتیں۔

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ۝۴۳

ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ان پر ذلت چھائی ہوئی ہو گی اور یہ لوگ سجدہ کی طرف اس حالت میں بلائے جاتے تھے جبکہ صحیح سالم تھے۔

فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ؕ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۴۴

سو آپ مجھے اور ان لوگوں کو چھوڑ دیجئے جو اس بات کو جھٹلاتے ہیں ہم انہیں تدریجاً لئے جا رہے ہیں اس طور پر کہ انہیں خبر بھی نہیں'

وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝۴۵ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝۴۶ اَمْ

اور میں ان کو مہلت دیتا ہوں۔ بے شک میری تدبیر مضبوط ہے کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ طلب کرتے ہیں کہ وہ اس کے تاوان سے دبے جا رہے ہیں کیا

عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۝۴۷ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ

ان کے پاس غیب ہے جسے وہ لکھا کرتے ہیں۔ سو آپ اپنے رب کی تجویز پر صبر کیجئے اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائیے' جب کہ

الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ؕ ۝۴۸ لَوْلَاۤ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ

اس نے اس حالت میں پکارا کہ وہ غم سے گھٹ رہا تھا اگر اس کے رب کی نعمت اسکی دستگیری نہ کرتی تو وہ بدحالی کے ساتھ میدان میں ڈال

وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ۝۴۹ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۵۰

دیا جاتا' پھر اس کے رب نے اسے برگزیدہ کر لیا اور اس کو صالحین میں شامل فرما دیا۔

۴۳: خَاشِعَةً (جھکنے والی ہونگی)

نحو: یہ یدعون کی ضمیر سے حال ہے۔

اَبْصَارُهُمْ (ان کی آنکھیں) تقدیر کلام یہ ہوگا یدعون فی حال خشوع ابصارھم آنکھوں کے جھکنے کی حالت میں ان کو بلایا جائے گا۔ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ (ان پر ذلت چھائی ہوگی) ان کو ذلت ڈھانپ لے گی۔ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ (اور یہ لوگ سجدہ کی طرف بلائے جایا کرتے تھے) رسولوں کی زبانوں پر اِلَى السُّجُوْدِ (دنیا میں سجدہ کی ان کو دعوت دی جاتی تھی) وَهُمْ سَالِمُوْنَ (اور وہ صحیح سالم تھے) وہ صحت مند تھے پھر وہ سجدہ نہ کرتے تھے۔ پس اسی طرح اس جگہ ان کو سجدہ سے روک دیا گیا۔

۴۴: فَذَرْنِيْ (پس رہنے دو مجھ کو) عرب کے لوگ ذرنی و ایاہ بولتے ہیں۔ مطلب یہ ہوتا ہے اس کو میرے حوالے کر دو میں اس سے نپٹ لوں گا۔ وَمَنْ يُّكَذِّبُ (اور اس کو جو جھٹلاتے ہیں) اس کا مفعول پر عطف ہے یا یہ مفعول معہ ہے۔ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ (اس کلام کو) مراد قرآن مجید ہے۔ مقصد یہ ہے اس کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دو۔ میں اس کو جانتا ہیں جو کچھ اس کے ساتھ کرنا ہے اور اس کی طاقت رکھتا ہوں آپ اس کی وجہ سے اپنے دل کو پریشان مت کریں اور انتقام میں مجھ پر توکل کریں۔ اس میں مکذبین کو

تہدید کی گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے۔

استدراج کی حالت:

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ (ہم ان کو بتدریج لئے جا رہے ہیں) درجہ بدرجہ ان کو عذاب سے قریب کر رہے ہیں۔عرب کہتے ہیں۔ استدرجه الی کذا۔اس کو درجہ بدرجہ اتارا یہاں تک کہ اس کو اس میں گم کر دیا۔استدارج الٰہی نافرمانوں کے متعلق یہ ہے کہ ان کو صحت و نعمت دیتا چلا جاتا ہے۔وہ اس رزق کو معاصی کے بڑھانے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ (اس طور پر کہ انکو خبر بھی نہیں) ایسی جہت سے کہ ان کو شعور بھی نہیں کہ یہ استدراج ہے۔ایک قول یہ ہے جب وہ نئی نافرمانی کرتا ہے ہم ان کو تازہ نعمت دے دیتے ہیں اور ان کا شکر یہ بھلا دیتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔جب تم لوگوں کو دیکھو کہ کسی بندے پر انعام کرتا ہے اور ادھر وہ معصیت پر قائم ہے تو یقین کر لو کہ وہ استدراج کا شکار ہے [دیلمی فی مسند الفردوس:۱۰۷۳] اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

۴۵: وَاُمْلِيْ لَهُمْ (اور میں ان کو مہلت دیتا ہوں) اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ (بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے) آیت میں احسان و تمکین کو کید سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔جیسا کہ پچھلی آیت میں اس کو استدراج فرمایا کیونکہ وہ تدبیری شکل میں ہے اس لئے کہ وہ اس کی ہلاکت کا سبب بنے گا۔اصل یہ ہے کہ کید' مکر اور استدراج کا معنی امن والی جانب سے پکڑ لینا ہے۔ان الفاظ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے متعلق کائد اور ماکر اور مستدرج کے الفاظ بولنے درست و جائز نہیں۔

۴۶: اَمْ تَسْئَلُهُمْ (کیا آپ ان سے مانگتے ہیں) تبلیغ رسالت پر اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ (کوئی معاوضہ کہ وہ اس تاوان سے) مُّثْقَلُوْنَ (بوجھل ہوئے جاتے ہیں) پس اس وجہ سے ایمان قبول نہیں کرتے یہ استفہام نفی کے معنی میں ہے۔آپ وحی کی تبلیغ پر ان سے اجر کی ذرہ بھر طمع نہیں رکھتے کہ جس کی وجہ سے ان کو گرانی ہوئی ہو اور وہ اس وجہ سے ایمان سے رکتے ہیں۔)

۴۷: اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ (کیا ان کے پاس غیب ہے) الغیب سے یہاں جمہور کے نزدیک لوح محفوظ مراد ہے۔فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ (کہ یہ لکھ لیا کرتے ہیں) اس سے اس بات کو جو یہ فیصلہ کرتے ہیں۔

۴۸: فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ (آپ اپنے رب کی تجویز پر صبر سے بیٹھے رہیں) اس میں کفار کو مہلت دیے جانے کو بیان فرمایا اور آپ کی نصرت میں تاخیر کا ذکر فرمایا۔کیونکہ اگرچہ وقتی طور پر ان کو مہلت دے دی گئی مگر ان کو اسی طرح نہ چھوڑا جائے گا۔وَ لَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ (اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائیے) مراد یونس علیہ السلام ہیں۔جلدی کرنے اور قوم پر ناراضی میں ان کی طرح نہ ہوں تاکہ تم کسی ابتلاء میں نہ پڑو۔

نحو و قراءت: الحوت پر وقف ہے کیونکہ اذ یہ ماقبل کا ظرف نہیں بن سکتا۔اس لے کہ نداء عبادت و طاعت ہے پس اس سے روکا نہیں جا سکتا۔بلکہ اذ یہ فعل محذوف اذکر کا مفعول ہے۔اِذْ نَادٰى (جبکہ یونس نے دعا کی) مچھلی کے پیٹ میں اپنے رب سے دعا کی وہ دعا یہ تھی۔لا الٰہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین [الانبیاء:۸۷] وَهُوَ مَكْظُوْمٌ (وہ غم سے گھٹ رہے تھے) غصے سے بھرے ہوئے تھے۔یہ کظم السقاء سے لیا گیا جبکہ مشک بھر جائے۔

وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِھِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکْرَ وَیَقُوْلُوْنَ

اور کافر لوگ جب ذکر کو سنتے ہیں تو گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے اور کہتے ہیں

اِنَّہٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۲﴾

کہ یہ مجنون ہے حالانکہ یہ قرآن تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔

۴۹ : لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَکَہٗ نِعْمَۃٌ (اگر اللہ تعالیٰ کا احسان ورحمت ان کی دستگیری نہ کرتی) مِّنْ رَّبِّہٖ یعنی اگر اللہ تعالیٰ ان پر انعام نہ فرماتا اوران کی دعا کو قبولیت اور عذر کو منظور نہ فرماتا۔ لَنُبِذَ (تو وہ ڈالے جاتے) مچھلی کے پیٹ سے بِالْعَرَآءِ (میدان وفضا میں) وَھُوَ مَذْمُوْمٌ (بدحالی کے ساتھ) اس حال میں لغزش کی وجہ سے عتاب شدہ ہوتے۔ لیکن اس نے رحم فرمایا اور بدحالی کے بغیر ان کو ڈالا۔

۵۰ : فَاجْتَبٰہُ رَبُّہٗ (پھر ان کے رب نے ان کو برگزیدہ کرلیا) ان کے عذر اور دعا کی وجہ سے ان کو برگزیدہ کرلیا۔ فَجَعَلَہٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (اوران کو صالحین میں سے کردیا) جو صلاح کی صفات میں کمال کو پہنچنے والے ہوتے ہیں۔ اوران کی کوئی لغزش باقی نہ رہنے دی۔ ایک قول یہ ہے الصالحین سے مراد انبیاء علیہم السلام میں سے۔ ایک اور قول یہ ہے کہ رسولوں میں سے۔

فیصلہ کن قول:

مطلب درست وہی ہے جو اولاً ہم نے ذکر کیا کیونکہ وہ نبی ورسول تو پہلے ہی تھے جیسا ارشاد الٰہی ہے۔ ان یونس لمن المرسلین ۔اذابق الی الفلک المشحون [الصافات:۱۳۹،۱۴۰]

کفار کا نگاہوں سے پھسلانے کی کوشش کرنا:

۵۱ : وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِھِمْ (اور جب یہ کافر قرآن سنتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے)

قراءت: مدنی نے یَزْلِقُوْنَکَ یاء کے فتحہ سے پڑھا ہے۔ ان مخففہ من المثقلہ ہے اوراس کی علامت لام ہے۔ زلقہ، ازلقہ: جگہ سے زائل کرنا۔ مطلب یہ ہے نمبرا۔ قریب ہے کہ کفار آپ کی طرف بہت زیادہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے دشمنی کے ساتھ دیکھنے سے آپ کو اپنی جگہ سے زائل کردیں۔ نمبر۲۔ آپ پر شدید غصہ کی وجہ سے قریب ہے کہ وہ آپ کو ہلاک کردیں۔ بنی اسد کے لوگوں کی نظر کی یہی کیفیت تھی ان میں سے ایک آدمی تھا۔ اس کو تین دن بھوکا رکھ کر خیمے سے نکالتے تو اس کے سامنے جو چیز گزرتی اگر وہ اس کو کہتا آج اس جیسی میں نے نہیں دیکھی۔ وہ چیز ہلاک ہوجاتی۔ بعض نظر لگانے والوں نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق اس کی

کوشش کی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق بھی اس جیسا جملہ نکالے۔اور اس نے کہہ دیا:لم ار کالیوم مثلہ رجلاً اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔حدیث میں وارد ہے العین حق،نظر برحق ہے اور نظر اونٹ کو ہنڈیا میں اور آدمی کو قبر میں داخل کر دیتی ہے۔[فیض القدیر:۴/۵۷۴۸][تذکرہ الموضوعات:ص:۲۰۷] حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے نظر کا دم یہ آیت ہے۔لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ (ذکر سے قرآن مجید مراد ہے)وَيَقُوْلُوْنَ (اور وہ کہتے ہیں)اس نبوت پر حسد کرتے ہوئے جو آپ کو عنایت کی گئی ہے۔اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ (کہ یہ مجنون ہے)محمد (ﷺ) مجنون ہیں۔یہ بات آپ کے معاملے میں حیرانی اور دوسروں کو اس سے نفرت دلانے کیلئے کی جاتی ہے۔

۵۲:وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ (حالانکہ یہ قرآن نصیحت ہے)لِّلْعٰلَمِيْنَ (جہان والوں کیلئے)پھر جو ایسا قرآن پیش کرے وہ مجنون کیسے ہوسکتا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ جب انہوں نے آپ کا تذکرہ سنا۔اور وہ محمد ﷺ جہان والوں کیلئے ایک عظیم شرف ہیں۔پس ان کی طرف پھر جنون کی کیونکر نسبت ہوسکتی ہے۔گویا پہلے ذکر سے مراد حضرت محمد ﷺ اور دوسرے ذکر سے مراد شرف و مرتبہ ہے۔

سورۂ ن والقلم کا تفسیری ترجمہ ۲۵ ربیع الاول کو مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ الحاقہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں باون آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَاقَّةُ ۙ① مَا الْحَاقَّةُ ۚ② وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاقَّةُ ؕ③ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ

ہو جانے والی کیا ہے وہ ہو جانے والی اور آپ کو کیا خبر ہے کہ کیا ہے وہ ہو جانے والی' ثمود نے اور عاد نے اس کھڑ کھڑانے

بِالْقَارِعَةِ ④ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ⑤ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ

والی چیز کی تکذیب کی' سو ثمود تو زور والی آواز سے ہلاک کر دیئے گئے اور عاد ٹھنڈی تیز ہوا کے ذریعہ

صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ⑥ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى

ہلاک کئے گئے اللہ نے اس ہوا کو لگاتار سات رات اور آٹھ دن ان پر مسلط کر دیا تھا۔ سو اے مخاطب تو

الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ⑦ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ⑧

ان لوگوں کو اس ہوا میں پچھاڑے ہوئے دیکھتا کہ گویا وہ کھجور کے کھوکھلے درختوں کے تنے ہیں' سو کیا تجھے ان میں سے کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۚ⑨ فَعَصَوْا رَسُوْلَ

اور فرعون نے اور اس سے پہلے لوگوں نے اور الٹی ہوئی بستیوں نے گناہ کئے' سو انہوں نے اپنے رب کے رسول کی

رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ⑩ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي

نافرمانی کی پھر اس نے ان کو سختی کے ساتھ پکڑ لیا' بلاشبہ جب پانی کو طغیانی ہوئی تو ہم نے تمہیں کشتی

الْجَارِيَةِ ۙ⑪ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ⑫ فَاِذَا نُفِخَ

میں اٹھا دیا تا کہ ہم تمہارے لئے اس واقعہ کو نصیحت بنا دیں اور تا کہ اسے یاد رکھنے والے کان یاد رکھیں۔

فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ⑬ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۙ⑭

سو جب صور میں پھونکا جائے گا ایک مرتبہ اور اٹھا دی جائے گی زمین اور پہاڑ پھر دونوں کو ایک دفعہ میں ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا'

اَلۡحَاۤقَّةُ مَا الۡحَاۤقَّةُ وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الۡحَاۤقَّةُ (وہ ہونے والی چیز کیسی کچھ ہے وہ ہونے والی چیز۔اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ کیسی کچھ ہے وہ ہونے والی چیز)

۱: اَلۡحَاۤقَّةُ قیامت جس کا وقوع لازمی ہے جس کی آمد ثابت شدہ ہے وہ کہ جس کی آمد میں کوئی شک نہیں۔الحاقہ یہ حق یحق سے ہے بمعنی لازم ہونا۔

۲: مَا الۡحَاۤقَّةُ نحو: ما مبتدا الحاقہ خبر اور یہ جملہ الحاقہ کی خبر ہے۔اصل اس طرح ہے :الحاقہ :ماھی۔یعنی ای شیٔ ھی تو ضمیر کی جگہ اسم ظاہر دوبارہ لے آئے تا کہ قیامت کی ہولناکی اور عظمت شان زیادہ سے زیادہ ظاہر ہو۔

۳: وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ (کس چیز نے تمہیں بتلایا کہ الحاقہ کیا ہے؟) یعنی تمہیں اس کی حقیقت کا علم نہیں اور نہ اس کی ہولناکی کی بڑائی معلوم ہے۔کیونکہ شدت وعظمت میں وہ اتنی بڑی ہے کہ مخلوق کی درایت اس کو پانے سے قاصر ہے۔

نحو: ما مبتدا ادراک خبر اور ما الحاقہ جملہ موضع نصب میں ادری کا مفعول ہے۔ مَاۤ اَدۡرٰىكَ یہ استفہام انکاری ہے۔

قارعہ نام کی وجہ:

۴: كَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ وَعَادٌۢ بِالۡقَارِعَةِ (قوم عاد وثمود نے اس کھڑکھڑانے والی چیز کی تکذیب کی) یعنی الحاقہ کا انکار کیا۔یہاں القارعہ کو اس کی جگہ رکھ دیا گیا کیونکہ یہ دونوں قیامت ہی کے اسماء ہیں اس کا نام القارعہ اس وجہ سے ہے کیونکہ یہ لوگوں کو اپنی ہولناکیوں اور گھبراہٹوں سے کھٹ کھٹاتی ہے۔

۵: ربط: جب قیامت اور اس کی عظمت کا ذکر کیا تو اس کے معاً بعد قیامت کے منکرین کا ذکر کیا اور ان پر جو عذاب اس تکذیب کی وجہ سے اترا۔اہل مکہ کو نصیحت کرنے کیلئے اس کا ذکر کر دیا۔تا کہ وہ تکذیب کے خوفناک انجام سے بچ جائیں۔

ثمود پر اُترنے والا عذاب:

فَاَمَّا ثَمُوۡدُ فَاُهۡلِكُوۡا بِالطَّاغِيَةِ (پس ثمود تو ایک زور کی آواز سے ہلاک کر دیئے گئے) ایسے واقعہ کے ساتھ جو شدت میں حد سے بڑھنے والا تھا۔اب اس میں اختلاف ہے کہ ہلاکت کس چیز سے ہوئی۔ایک قول زلزلہ دوسرا قول چیخ ایک اور قول الطاغیہ یہ العافیہ کی طرح مصدر ہے معنی یہ ہوگا ان کی سرکشی کے سبب مگر یہ قول اس آیت کے بالکل مطابق نہیں۔واما عاد فاھلکوا بریح یعنی ذریعہ ہلاکت بیان فرمایا نہ کہ باعث ہلاکت کو۔فتدبّر

ٹھنڈی ہوا سے عاد کی ہلاکت:

۶: وَاَمَّا عَادٌ فَاُهۡلِكُوۡا بِرِيۡحٍ (اور عاد جو تھے پس وہ ایک تیز و تند ہوا سے ہلاک کیے گے) ریح سے پچھم کی ہوا مراد ہے۔کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نصرت بالصبا واھلکت عاد بالدبور صبح کی ہوا سے میری نصرت کی گئی اور قوم عاد پچھم سے ہلاک ہوئے۔صَرۡصَرٍ (تیز آواز والی) یہ الصَّرَّۃ سے لیا گیا جس کا معنی چیخ ہے نمبر۲۔ٹھنڈی۔اس صورت میں یہ الصِرّ سے ماخوذ ہے

گویا وہ ہوا اس انداز کی تھی جس میں بار بار سردی رکھی گئی اور بہت زیادہ رکھی گئی پس وہ اپنی ٹھنڈک کی کثرت سے جلا ڈالتی ہے۔
عَاتِيَةٍ (تیز آندھی) نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر ناراضی کی وجہ سے گویا وہ ہوا باذن اللہ ملائکہ سے نکل نکل جانے والی تھی جو اس پر مقرر ہیں۔

مسلسل عذاب:

۷: سَخَّرَهَا (اس ہوا کو ان پر مسلط کر دیا) عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ (سات راتیں اور آٹھ دن) عذاب کی ابتداء بدھ کے دن مہینے کے اواخر میں ہو کر اگلے بدھ تک رہی۔ حُسُوْمًا (متواتر) پے درپے کہ درمیان میں انقطاع نہ تھا۔ حُسُوْمًا یہ حاسم کی جمع ہے۔ جیسے شہود جمع شاہد کی ہے۔ ہوا کے تواتر کو داغنے والے کے فعل سے تشبیہ دی جس طرح وہ بیماری کے مقام کو پے درپے داغتا جاتا ہے یہاں تک کہ مرض مٹ جاتا ہے۔ نمبر۲۔ ممکن ہے کہ یہ مصدر ہو۔ ای تحسم حسوما وہ ہوا ان کا استیصال کر رہی تھی استیصال کرنا۔ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا (پس اے مخاطب تو اس قوم کو دیکھتا ہوا کے چلنے کے دوران یا ان راتوں اور دنوں میں) صَرْعٰى (گرے ہوئے) جمع صریعٌ۔
تحو: یہ حال ہے۔
كَاَنَّهُمْ (گویا کہ وہ) نحو: یہ حال ثانی ہے۔
اَعْجَازُ (تنے) جڑیں نَخْلٍ (کھجوروں کے) جمع نخلة خاوية (گری ہوئی) کھوکھلی پرانی۔
۸: فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ (پس کیا تجھ کو ان میں سے کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے) یعنی من نفس باقیه کوئی باقی رہنے والا شخص یا من بقاء باقی رہنا۔ گویا مصدر کے معنی میں ہے جیسا کہ طاغیہ بمعنی طغیان۔
۹: وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ (اور فرعون نے اور اس سے پہلے لوگوں نے) قبلہ سے مراد جو امتیں اس سے پہلے ہو گزریں۔
قراءت: بصری اور علی نے من قِبَلِهٖ پڑھا ہے۔ یعنی اس کی طرف اور اس کے پیروکاروں کی طرف۔

قوم لوط کی بستیاں:

وَالْمُؤْتَفِكٰتُ (اور الٹی جانے والی بستیاں) قوم لوط کی بستیاں انہی کو الٹ دیا گیا یعنی پلٹ دیا گیا۔ بِالْخَاطِئَةِ (غلطیوں کے سبب) نمبر۲۔ اس بدکرداری والی حرکت کے سبب۔ نمبر۳۔ گناہوں والے کاموں کے سبب۔
۱۰: فَعَصَوْا (پس انہوں نے کہنا نہ مانا) یعنی قوم لوط نے رَسُوْلَ رَبِّهِمْ (اپنے ربّ کے رسول کا) یعنی لوط علیہ السلام کا فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً (تو اللہ تعالیٰ نے انکو بہت سخت پکڑا) رابیہ انتہائی سخت جیسا کہ ان کی قبیح حرکت دوسروں سے بڑھی ہوئی تھی۔

طوفانِ نوح:

۱۱: اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ (ہم نے جبکہ پانی کو طغیانی ہوئی) وہ پانی طوفان کے وقت دنیا کے بلند ترین پہاڑوں کی چوٹیوں سے پندرہ

ہاتھ بلند ہوگیا۔ حَمَلْنٰكُمْ (ہم نے سوار کیا) تمہارے آباءواجداد کو فِي الْجَارِيَةِ (کشتی میں) نوح علیہ السلام کی کشتی میں

۱۲ : لِنَجْعَلَهَا (تا کہ ہم اس معاملہ کو بنادیں) معاملے سے ایمان والوں کی نجات اور کفار کا غرق ہونا مراد ہے۔ لَكُمْ تَذْكِرَةً (تمہارے لئے ایک یادگار) نصیحت وعبرت وَّ تَعِيَهَآ (اور یادرکھیں اس کو) اس کو یاد کرلیں۔ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ (کان یادرکھنے والے) سننے والی بات کو محفوظ کرنے والے کان۔

قول قتادہ:

وہ کان جو اللہ تعالیٰ کی بات کو سمجھنے والے اور جو کچھ سنا اس سے فائدہ اٹھانے والے ہوں۔

۱۳ : فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ (پس جب صور میں یک بارگی پھونک ماری جائے گی) اس سے نفخہ اولیٰ مراد ہے۔ جس سے تمام لوگوں پر موت طاری ہوجائے گی۔ اور دوسرے نفخہ سے تمام کو اٹھایا جائیگا۔

۱۴ : وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ (اور زمین اور پہاڑ اٹھالیے جائیں گے)۔ ان کو ان کی جگہوں سے اٹھالیا جائے گا۔ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً (پھر دونوں ایک ہی مرتبہ ریزہ ریزہ کردیئے جائیں گے) ان کو توڑ کر ریزہ ریزہ کردیا جائے گا۔ اس کے حصوں کو آپس میں ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ نرم ریت اور اڑتے غبار کے ذرات میں بدل جائیں گے۔

فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾

سو اس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی اور آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اس روز بالکل ضعیف ہو جائے گا

وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾ يَوْمَئِذٍ

اور فرشتے اس کے کناروں پر آ جائیں گے' اور اس روز آپ کے پروردگار کے عرش کو آٹھ فرشتے اُٹھائے ہوئے ہوں گے' جس روز

تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ

تم پیش کئے جاؤ گے تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہ ہو گی' سو جس شخص کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا وہ کہے گا

هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿۱۹﴾ ۚ اِنِّىْ ظَنَنْتُ اَنِّىْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿۲۰﴾ فَهُوَ فِىْ عِيْشَةٍ

کہ لو میرا اعمال نامہ پڑھ لو' بلاشبہ میں پہلے ہی یقین رکھتا تھا کہ میرا حساب میرے سامنے پیش ہونے والا ہے' سو یہ شخص پسندیدہ

رَّاضِيَةٍ ﴿۲۱﴾ فِىْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿۲۲﴾ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿۲۳﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ

زندگی میں ہوگا بہشت بریں میں ہو گا 'اس کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے' کھاؤ اور پیو مبارک طریقہ پر ان اعمال کے بدلہ

فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿۲۴﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿۲۵﴾

جو تم نے گزشتہ دنوں میں آگے بھیجے تھے' اور جس کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا سو وہ کہے گا کہ ہائے کاش میرا نامہ اعمال مجھے نہ دیا جاتا

۱۵: فَيَوْمَئِذٍ (تو اس روز) یعنی اس وقت وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ (ہونے والی چیز ہو پڑے گی) یعنی قیامت اتر پڑے گی آ جائیگی۔

نحو: اذا کا جواب وقعت الواقعہ ہے اور یومئذ یہ اذا سے بدل ہے۔

۱۶: وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ (اور آسمان پھٹ جائے گا) کھل کر دروازے دروازے ہو جائے گا۔ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ (اور وہ اس روز بالکل بودا ہوگا) ڈھیلا کہ جس کی قوت ختم ہو چکی حالانکہ پہلے بہت مضبوط تھا۔

حاملین عرش کی تعداد میں اضافہ:

۱۷: وَّالْمَلَكُ (اور فرشتے) جنس ملائکہ مراد ہے جمع کے معنی میں ہے۔ یہ الملائکہ جمع کی بنسبت عام ہے۔ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا (اور اس کے کناروں پر آ جائیں گے) ارجاء اطراف اس کا واحد رجاء مقصور ہے۔ آسمان فرشتوں کا مسکن ہے جب وہ پھٹ جائے گا تو وہ اس کے کناروں میں پناہ گزیں ہونگے۔ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ (اور آپ کے رب کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہونگے) ان فرشتوں سے اوپر جو آسمان کی اطراف میں ہونگے۔ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ (اس دن آٹھ فرشتے) انہی فرشتوں میں سے آج چار

فرشتے اس کو اٹھانے والے ہیں۔قیامت کے دن اور چار کا اضافہ کر دیا جائے گا۔قول ضحاک آٹھ صفیں ایک اور قول یہ ہے۔آٹھ قسمیں۔

۱۸ : يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ (جس روز تم پیش کیے جاؤ گے) حساب و کتاب اور سوالوں کیلئے۔اس پیشی کو بادشاہ کے سامنے لشکر کو معائنہ کیلئے جیسے پیش کیا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے حالات سے واقف ہو سے تشبیہ دی ہے۔لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ (تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہ ہوگی) خافیه :سریرۃٌ، مخفی، جو دنیا میں حالت چھپی رہتی تھی۔

قراءت : عاصم کے علاوہ کوفی قراء نے یخفی پڑھا ہے۔حدیث میں وارد ہے لوگوں کی تین پیشیاں ہونگی دو پیشیوں میں جھگڑا کرنا اور معذرتیں ہونگی اور تیسری پیشی کے وقت صحائف اعمال اڑ کر کامیاب لوگوں کے دائیں ہاتھ میں مل جائیں گے۔اور ناکام کو نامہ عمل بائیں میں ملے گا۔[رواہ احمد ۴/۴۱۴، الترمذی ۲۴۲۵، ابن ماجہ ۴۲۷۷ بیہقی بروایت ابن مسعود]

اصحابِ یمین کا ذکر اور ان کا بدلہ:

۱۹ : فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ (پس پھر وہ شخص جس کو نامہ عمل دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔وہ تو کہے گا) اپنی جماعت کو اس پر خوش ہو کر اس لئے کہ وہ نامہ عمل میں نیکیاں ہی پائے گا۔هَآؤُمُ (یعنی لو) یہ اسم فعل ہے۔اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ (میرا نامہ عمل پڑھ لو)

نحو : تقدیر کلام اس طرح ہے۔

هاؤم كتابى اقرء وا كتابيه : تو اول کو حذف کیا کیونکہ کتابیہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔اور کتابیہ کا عامل بصریین کے ہاں اقرءوا ہے۔کیونکہ وہ اقرب کو عمل دیتے ہیں۔

قراءت : کتابیہ، حسابیہ، مالیہ، سلطانیہ کی ھاء ہائے سکتہ ہے۔اور اس کا حق تو یہ ہے کہ وصل میں گر جائے اور وقف میں باقی رہے۔اسلئے وقف کو ترجیح دینا اچھا ہے۔کیونکہ قرآن کی موجودہ قراءت میں یہی ثابت ہے۔

۲۰ : اِنِّيْ ظَنَنْتُ (میں اعتقاد رکھتا تھا) یہ ظننت' علمت کے معنی میں ہے۔یہاں ظن کو علم کی جگہ لایا گیا۔کیونکہ ظن غالب عادات، احکامات میں علم کے بمنزلہ ہوتا ہے۔نمبر۲۔جو چیز اجتہاد سے پائی جائے وہ کم و بیش ہی وساوس و خیالات سے بچی ہوتی ہے۔وہ گمانوں کی طرف لے جاتی ہے اس لئے ظن کا اطلاق اس پر ظن سے خالی نہ ہونے کی بناء پر ہے۔اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ (کہ مجھ کو میرا حساب پیش آنے والا ہے) میں اپنے حساب کا معائنہ کرنے والا ہوں۔

۲۱ : فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ (غرض وہ شخص پسندیدہ عیش) رضامندی والی جس کو وہ پسند کرے گا۔یہ راضیہ لابن کی طرح ہے۔ای ذات رضا۔نمبر۲۔راضیہ بمعنی مرضیہ رضا کی نسبت عیشہ کی طرف مجازی ہو)

۲۲ : فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ (یعنی بہشت بریں میں ہوگا) بلند پایہ نمبر۲۔بلند درجات والا باغ نمبر۳۔بلند محلات اور اونچے مکانات

نحو : یہ خبر کے بعد خبر ہے۔

وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿٢٦﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿٢٧﴾ مَآ اَغْنٰى

اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے' ہائے کاش موت ہی میرا فیصلہ کر دیتی' میرے مال نے

عَنِّيْ مَالِيَهْ ﴿٢٨﴾ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿٢٩﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ

مجھے فائدہ نہ پہنچایا میری جو سلطنت تھی وہ برباد ہو گئی' اس کو پکڑو اور اس کو طوق پہنا دو پھر اسے دوزخ میں

صَلُّوْهُ ﴿٣١﴾ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿٣٢﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا

داخل کر دو پھر ایسی زنجیر میں اس کو جکڑ دو جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے' بلاشبہ یہ شخص اللہ پر

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿٣٣﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿٣٤﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ

ایمان نہیں رکھتا تھا جو عظیم ہے اور مسکین کو کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا' سو آج اس کے لئے کوئی

هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿٣٥﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿٣٦﴾ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ﴿٣٧﴾

دوست نہیں ہے اور نہ غسلین کے علاوہ کوئی کھانا ہے' اسے صرف گناہگار ہی کھائیں گے۔

۲۳: قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ (جس کے میوے جھکے ہوئے ہونگے) اس کے پھل قریب ہونگے جو چاہے گا وہ حاصل کر لے گا۔ بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے کی طرح ہوگا۔ ہر طرح توڑ سکے گا۔

۲۴: ان کو کہا جائے گا۔ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا (تم کھاؤ اور پیو مزے کے ساتھ) کھانا اور پینا خوشگوار۔ دونوں میں کوئی ناگواری نہ ہوگی اور نہ ایذاء۔ نمبر۲۔ هنیئًا کو مصدر مان لیں تو یہ مفعول مطلق ہوگا۔ هنئتم هنیئًا تم کھانے سے لطف اندوز ہو، لطف اندوز ہونا۔ بِمَآ اَسْلَفْتُمْ (ان اعمال کے صلہ میں جو تم نے گزشتہ دنوں میں کئے) جو اعمال صالحہ کر کے تم نے آگے بھیجے۔ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ (صلہ کی امید سے گزشتہ ایام میں) خالیہ دنیا میں گزرے ہوئے دنوں میں۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: یہ روزہ داروں کے متعلق ہے۔ یعنی تم کھاؤ اور پیو اس کے بدلے میں جو تم نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے اپنے آپ کو کھانے پینے سے روکا۔

اصحابِ شمال کا بدلہ:

۲۵: وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ (اور جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ پس وہ کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ مجھ کو میرا نامۂ عمل ہی نہ ملتا) کیونکہ ساری رذالتیں اس میں لکھی پائے گا۔

۲۶: وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ (اور مجھ کو یہ بھی خبر نہ ہوئی کہ میرا حساب کیا ہے) ہائے افسوس! میں اپنے حساب کو نہ جانتا۔

ع ۱۳/۷

۲۷ : یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ (کیا اچھا ہوتا کہ موت ہی خاتمہ کر چکتی) ہائے افسوس! وہ موت جو مجھ پر واقعہ ہوئی وہ میرے معاملے کو ختم کرنے والی ہوتی اور اس کے بعد میں نہ اٹھایا جاتا۔ اور مجھے اس چیز کا سامنا ہے۔ یہ سامنا نہ کرنا پڑتا۔ القاضیہ معاملے کا فیصلہ کرنے والی۔

۲۸ : مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ (میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا) جو مال میں نے دنیا میں جمع کیا اس نے مجھے کچھ فائدہ نہیں دیا۔

نحو : ما نافیہ ہے اور شیئا مفعول محذوف ہے۔

۲۹ : هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ (میرا جاہ مجھ سے گیا گزرا) میری حکومت اور لوگوں پر تسلط جاتا رہا اور میں فقیر و ذلیل رہ گیا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

میری دلیل مجھ سے گم ہو گئی یعنی وہ دلیل جس سے میں دنیا میں دلیل بنایا کرتا تھا وہ باطل ہو گئی۔

ربط : پس اللہ جل شانہ جہنم کے نگرانوں کو فرمائیں گے۔

۳۰ : خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ (اس شخص کو پکڑو اور اس کو طوق پہنا دو) اس کے ہاتھ گردن سے باندھ دو۔

۳۱ : ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ (پھر دوزخ میں اس کو داخل کر دو) پھر اس کو بھڑکتی آگ میں داخل کر دو۔ نمبر۲۔ الجحیم اس فعل سے منصوب ہے جس کی تفسیر صلوہ کر رہا ہے۔

۳۲ : ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا (پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز ہے) ذرع : لمبائی۔ سبعون ذراعا فرشتے کے ستر ہاتھ۔ یہ ابن جریج کا قول ہے۔ ایک قول یہ ہے اس کی پیمائش اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ فَاسْلُكُوْهُ (اس کو جکڑ دو) اس میں داخل کر دو۔

نکتہ : سلسلہ کو سلک پر مقدم کرنے سے حصر مقصود ہے جیسا کہ الجحیم کو تصلیہ سے پہلے لا کر حصر پیدا کیا۔

۳۳ : اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ (یہ شخص عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا) انہ یہ تعلیل کیلئے آیا ہے گویا اس طرح کہا گیا ماله یعذب هذا العذاب الشدید؟ اس کو اتنا سخت عذاب کیوں دیا جا رہا ہے تو جواب دیا گیا بانهٗ كان الأیة کہ یہ عظمت والے اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ رکھتا تھا۔

۳۴ : وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ (اور غریب آدمی کے کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا) کہ مسکین کو کھانا دے۔ اس سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ اس کا بعث بعد الموت پر ایمان نہ تھا۔ کیونکہ عام لوگ مساکین کو کھانا کھلانے پر ان سے جزاء طلب نہیں کرتے ان کو رضائے الٰہی کیلئے فقط کھلاتے ہیں۔ اور آخرت کے ثواب کی طلب میں ان کو کھانا دیتے ہیں۔ پس جب اس کو قیامت پر یقین نہیں تو اس کے سامنے کوئی ایسی وجہ نہیں جس سے وہ مساکین کو کھانا دے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ وہ کفر کے ساتھ ساتھ محتاجوں کو کھانا کھلانے کیلئے دوسروں کو بھی نہیں کہتا۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ مسکین کو محروم کرنا بڑا جرم ہے۔ کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے کفر پر معطوف کیا ہے۔ اور اس کے خلاف ایک دلیل کے طور پر ذکر کیا۔ اور اس کے کفر کا قرین قرار دیا اور یہاں آمادہ کرنے کا تذکرہ

ہے فعل کا نہیں۔تا کہ معلوم ہو جائے کہ جب آمادہ نہ کرنے والا اس قدر قابل مذمت ہے تو فعل کا چھوڑنے والا کیونکر قابل مذمت نہ ہوگا۔

قول ابودرداء رضی اللہ عنہ:

آپ اپنی بیوی کو فرماتے کہ شوربا زیادہ بنانا تا کہ مساکین کو بھی دیا جا سکے۔نصف زنجیر تو ہم نے ایمان کے ذریعہ اتاری۔ اب بقیہ نصف اس صدقہ سے اتاریں گے۔

حاصل کلام:

یہ آیات اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ مؤمن ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہوتے ہیں۔اور کافر رحم نہیں کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی دو قسمیں فرمائیں ایک قسم ان میں سے اہل الیمین بنائے اور ان کو ایمان سے نوازا پس ان کی اس طرح تعریف فرمائی۔انی ظننت انی ملاق حسابیہ۔اور دوسری قسم کو اہل شمال بنایا اور ان کے حالات کفریہ اس طرح ذکر کئے انہ کان لا یؤمن باللہ العظیم۔

مَسْئَلَۃ: یہ درست ہے کہ ایمان والوں میں سے جن کو سزا دی جاتی ہے۔وہ نامہ عمل کے دائیں ہاتھ میں ملنے سے پہلے پہلے ہو۔

۳۵ : فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ (پس آج اس شخص کا نہ کوئی دوستدار ہے) حمیم سے مراد ایسا قریبی جو اس سے عذاب کو ہٹائے اور نہ کوئی ایسا ہوگا جس کا دل اس کی خاطر جلے۔

۳۶ : وَّ لَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ (اور نہ اس کو کوئی کھانے کی چیز نصیب ہے۔بجز زخموں کے دھون کے) غسلین اہل نار کے زخموں کا دھون۔یہ فعلین کا وزن ہے۔یہ الغسل سے بنا ہے نون اس کی زائدہ ہے۔یہاں اس سے مراد جہنمیوں کے بدنوں سے بہنے والی پیپ اور خون ہے۔

۳۷ : لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ (جس کو بجز بڑے گناہ گاروں کے اور کوئی نہ کھائے گا) الخاطئون کافر خطا کار مراد ہیں۔یہ خطِئ الرجل سے لیا گیا جبکہ جان بوجھ کر وہ گناہ کرے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾

سو میں ان چیزوں کی قسم کھاتا ہوں جن کو تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی بھی جن کو تم نہیں دیکھتے بلاشبہ یہ قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتے کا لایا ہوا'

وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا

اور وہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے تم بہت کم ایمان لاتے ہو' اور وہ کسی کاہن کا کلام نہیں ہے تم بہت

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾

کم سمجھتے ہو' یہ اتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے اور اگر یہ شخص ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگا دیتا

لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ

تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر اس کی دل کی رگ کاٹ دیتے پھر تم میں سے کوئی اسے سزا سے

عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾

بچانے والا نہ ہوتا' اور بلاشبہ وہ متقیوں کے لئے نصیحت ہے اور بلاشبہ ہم ضرور جانتے ہیں کہ تم میں جھٹلانے والے ہیں

وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾

اور بلاشبہ یہ کافروں کے حق میں حسرت ہے اور بلاشبہ وہ بالیقین حقیقی بات ہے' سو آپ رب عظیم کے نام کی پاکی بیان کیجئے۔

۳۸: فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ (پھر میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی بھی جن کو تم دیکھتے ہو) جیسے اجسام اور زمین و آسمان۔

۳۹: وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ (اور جن کو تم نہیں دیکھتے ہو) یعنی ملائکہ ارواح وغیرہ پس حاصل یہ ہوا کہ تمام اشیاء کی قسم اٹھائی۔

عظمت قرآن:

۴۰: اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (بیشک یہ قرآن کلام ہے۔ ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا) ہٗ سے قرآن مراد ہے۔ رسول کریم سے محمد ﷺ نمبر۲۔ جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ یعنی آپ اس کو کہتے ہیں اور زبان سے بولتے ہیں اس طور پر کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام دے کر بھیجا جاتا ہے۔

۴۱: وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ (اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں) جیسا کہ تم دعویٰ کرتے ہو۔ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ (تم بہت کم ایمان لاتے ہو)

۴۲: وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ (اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے) جیسا کہ تم کہتے ہو قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (تم بہت کم سمجھتے ہو) یہاں قلت

عدم کے معنی میں ہے عرب کہتے ہیں ھذہ ارض قلما تنبت یہ زمین بالکل نہیں اگاتی۔ مطلب یہ ہے تم نہ ایمان لاتے ہو اور نہ کوئی بات سمجھتے ہو۔

قراءت: یؤمنون اوریذکرون یاء کے ساتھ مکی، شامی، یعقوب وسہل نے پڑھا۔ اور ذال کی تخفیف سے ابوبکر کے علاوہ کوفی قراء نے پڑھا ہے۔

۴۳ : تَنْزِيْلٌ (یہ بھیجا ہوا ہے) اس سے قبل ھو مبتدأ محذوف ہے اور یہ اس کی خبر ہے۔ یہ وضاحت ہے کیونکہ وہ قرآن رسول (جبرئیل) کی زبانی رب العالمین کی طرف سے آپ پر اترا ہے۔ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (رب العالمین کی طرف سے)

۴۴ : وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ (اگر یہ ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگا دیتے) اگر وہ ہمارے متعلق کسی چیز کا دعویٰ کرتے تو ہم ان کو یہ نہ کہتے۔

۴۵ : لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ (تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے) ضرور ان کو پکڑ کر قتل کر دیتے۔ جیسا کہ بادشاہ ان لوگوں کے ساتھ کرتے ہیں جو ان کے متعلق جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہیں تاکہ ان سے غصہ کا جلد انتقام لیا جا سکے۔ پس اس آیت میں پکڑا کر قتل کرنے کو اس کی اصل شکل میں ہولناکی ظاہر کرنے کیلئے ذکر کیا اور اس کی حقیقت یہ ہے ہاتھ سے پکڑ کر اس کی گردن اڑا دیں۔ دائیں کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب قاتل گدی پر ضرب لگانے لگتا ہے تو اپنے بائیں ہاتھ سے اس کو پکڑتا ہے اور جب تلوار کا وار گردن پر کرنا چاہتا ہے اور تلوار سے اس کے روبرو ہوتا ہے اور یہ صورت حال مقتول پر زیادہ سخت ہوتی ہے کیونکہ وہ تلوار کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ تو اس وقت وہ اس کے دائیں ہاتھ کو پکڑ لیتا ہے۔ اور لاخذنا منہ بالیمین کا معنی یہ ہے: لاخذنا بیمینہ ہم ضرور اس کو اس کے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس طرح۔

۴۶ : ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ (پھر ہم ان کی رگ دل ضرور کاٹ لیتے) لقطعنا وتینہٗ اس کی شاہ رگ کاٹ دیتے۔ یہ دل کی رگ ہے جب یہ کٹ جائے تو انسان مر جاتا ہے۔

۴۷ : فَمَا مِنْكُمْ (پس تم میں کوئی نہ ہوتا) اس میں لوگوں کو خطاب فرمایا یا مسلمانوں کو خطاب فرمایا۔ مِّنْ اَحَدٍ (کوئی ایک) مِن زائدہ ہے۔ عَنْهُ (محمد ﷺ کو قتل سے) حَاجِزِيْنَ (سزا سے بچانے والا) یہ جمع لائے احد کی صفت ہے جو کہ مفرد ہے۔ کیونکہ احد جماعت کے معنی میں ہے جیسا اللہ تعالیٰ کے اس قول میں لانفرق بین احدٍ من رسلہ [البقرہ: ۲۸۵]

۴۸ : وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ (اور بلاشبہ قرآن متقیوں کیلئے نصیحت ہے)

۴۹ : وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ (اور ہم کو معلوم ہے کہ تم میں بعضے تکذیب کرنے والے ہیں)

۵۰ : وَاِنَّهٗ (اور بیشک وہ قرآن) لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (کافروں کے حق میں موجب حسرت ہے) کافرین سے قرآن کا انکار کرنے والے تکذیب کرنے والے جب تصدیق کرنے والوں کے ثواب کو دیکھیں گے تو حسرت سے ہاتھ کاٹیں گے۔

۵۱ : وَاِنَّهٗ (اور یہ قرآن) لَحَقُّ الْيَقِيْنِ (تحقیقی یقینی بات ہے) وہ عین الیقین اور خالص یقین ہے۔

۵۲ : فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ (پس اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے) پس تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو اس کے عظمت والے نام کا تذکرہ کر کے اور وہ یہ قول ہے سبحان اللہ۔

الحمدللہ بعد الظہر سورۃ الحاقہ کی تفسیر کا ترجمہ مکمل ہوا۔

والحمد لله عليه نحن نقول سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم

سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ أَرْبَعٌ وَأَرْبَعُونَ آيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ المعارج مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چوالیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ﴿۱﴾ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ﴿۲﴾ مِّنَ اللّٰهِ

سوال کیا ایک سوال کرنے والے نے عذاب کے بارے میں جو کافروں پر واقع ہونے والا ہے اسے کوئی دفع کرنے والا نہیں' یہ عذاب اللہ کی طرف سے واقع ہوگا

ذِى الْمَعَارِجِ ؕ﴿۳﴾ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ

جو معارج والا ہے' فرشتے اور روحیں اسکی طرف چڑھ کر جاتی ہیں' یہ عذاب اس دن واقع ہو گا جس کی مقدار پچاس ہزار

اَلْفَ سَنَةٍ ۚ﴿۴﴾ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۙ﴿۶﴾ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ؕ﴿۷﴾

سال ہے' سو آپ ایسا صبر کیجئے جو صبر جمیل ہو' بیشک وہ اس دن کو دور سمجھ رہے ہیں اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۙ﴿۸﴾

جس دن آسمان تیل کی تلچھٹ کی طرح ہو گا

۱ : سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ (ایک درخوست کرنے والا اس عذاب کی درخواست کرتا ہے) سائل سے نضر بن الحارث مراد ہے۔ جس نے کہا تھا ان کان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء او ائتنا بعذاب اليم [الانفال ۳۲] نمبر۲۔ اس سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں کہ آپ نے کفار پر نزول عذاب کی دعا فرمائی۔ سائل میں جب کہ دعا کا معنی متضمن ہے اس لئے اس کو باء سے متعدی کیا گیا گویا اس طرح کہا گیا دعاء داع ایک دعا کرنے والے نے دعا کی۔ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ (واقع ہونے والے عذاب کی) عرب کہتے ہیں۔ دعاء بِکَذَا جب وہ دعا مانگے اور طلب کرے ایک ارشاد الٰہی میں اسی کو ذکر فرمایا يدعون فيها بكل فاكهة [الدخان:۵۵]۔ وہ اس میں ہر قسم کے پھل مانگیں گے۔

قراءت : مدنی، شامی نے بلا ہمزہ سال پڑھا ہے۔ اور یہ سوال سے بھی ہوسکتا ہے تلیین کے ساتھ اس میں تخفیف کی گئی ہے۔ البتہ سائل بالاتفاق مہموز ہے۔

۲ : لِّلْكٰفِرِيْنَ (جو کہ کافروں پر واقع ہونے والا ہے) یہ عذاب کی صفت ہے ای بعذاب واقع کائن للکافرین ۔ ایسا عذاب جو کافروں پر واقع و ثابت ہونے والا ہے۔ لَيْسَ لَهٗ (جس کا کوئی دفع کرنے والا نہیں) اس عذاب کو کوئی نہیں دَافِعٌ (رد کرنے

والا)

۳ : مِّنَ اللّٰهِ (جواللہ تعالیٰ کی طرف سے واقع ہوگا)

نحو : یہ واقع سے متصل ہے ای واقع من عنده یانمبر۲۔ دافع سے متعلق ہے۔ ای لیس له دافع من جهته تعالٰی اذاجاء وقته اس کو کوئی روکنے والانہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا جب اس کا وقت آجائے گا۔ ذِی الْمَعَارِجِ (جو کہ سیڑھیوں کا مالک ہے) آسمان کی سیڑھیاں جن کو فرشتے استعمال میں لاتے ہیں۔ معارج جمع مَعرج۔ چڑھنے کی جگہ۔

۴ : پھران مصاعد کی تعریف فرمائی اوران کی دوری اور بلندی کوذکرکیا فرمایا۔ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ (فرشتے اور روحیں اس کے پاس چڑھ کر جاتی ہیں)

قراءت : تَعرج کا معنی چڑھنا یہ یاء کے ساتھ علی نے پڑھا ہے۔ الروح نمبرا۔ سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ ملائکہ کا عمومی ذکر کر کے ان کو فضل وعظمت کی وجہ سے خاص طور پر ذکر کر دیا۔ نمبر۲۔ یہ الروح ایک ایسی مخلوق ہے جو ملائکہ پر نگران ہے جیسا فرشتے ہم پر نگران ہیں۔ نمبر۳۔ موت کے وقت ایمان والوں کی ارواح کو عروج حاصل ہوتا ہے۔ اِلَیْهِ (اس کے عرش کی طرف) اوراس کا حکم اترنے کی جگہ فِیْ یَوْمٍ (ایسے دن میں)

نحو : مِن یہ تعرج کا صلہ ہے۔

قیامت کے دن کی مقدار:

كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے) دنیا کے سالوں کے مطابق جبکہ فرشتوں کے علاوہ کوئی دوسرا شخص چڑھے۔ نمبر۲۔ مِنَ یہ واقع کا صلہ ہے تقدیر کلام یہ ہے یقع فی یوم طویل مقدار ہ خمسون الف سنة من سنكم۔ یہ واقع ہوگا ایسے طویل دن میں جس کی مقدار تمہارے سالوں میں پچاس ہزار سال ہے اور وہ قیامت کا دن ہے پھر اسکو طویل اسلئے بتلایا کیونکہ یہ کفار پر بڑا سخت ہوگا۔ نمبر۲۔ یہ دن فی الحقیقت اتنا طویل ہوگا ایک قول یہ ہے اس میں پچاس مواقف ہونگے جن میں ہر موقف ایک ہزار سال کا ہوگا اوراس کا اندازہ ایمان والوں کیلئے ظہر وعصر کے مابین وقت سے کیا گیا ہے۔

۵ : فَاصْبِرْ (پس آپ صبر کیجئے) یہ سال سائل کے متعلق ہے کیونکہ نضر بن حارث نے رسول اللہ ﷺ سے بطور استہزاء اور تکذیب وحی کے عذاب کا جلد مطالبہ کیا اوراس سے آنحضرت ﷺ کو کبیدگی خاطر پیش آئی اسی لئے اس پر صبر کا حکم دیا گیا۔ صَبْرًا جَمِيْلًا (اور صبر بھی ایسا جس میں شکایت کا نام نہ ہو) اس صبر میں گھبراہٹ وشکایت نہ ہو۔

۶ : اِنَّهُمْ (یہ لوگ) یعنی کفار يَرَوْنَهٗ (اس کو دیکھ رہے ہیں) اس عذاب یا قیامت کے دن کو بَعِيْدًا (بعید) ناممکن۔

۷ : وَّ نَرٰىهُ قَرِيْبًا (اور ہم اس کو قریب دیکھ رہے ہیں) وہ بہرصورت واقع ہوگا بعید سے بعید از امکان مراد ہے۔ اور قریب سے قریب الامکان۔

وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ﴿٩﴾ وَلَا يَسْئَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ﴿١٠﴾ يُبَصَّرُونَهُمْ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ

اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہوں گے اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا باوجودیکہ ایک دوسرے کو دکھا دیئے جائیں گے

لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ﴿١١﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ﴿١٢﴾ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي

مجرم شخص اس بات کی تمنا کرے گا کہ کاش وہ اپنے بیٹوں اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی اور اپنے کنبے کو جس

تُؤْوِيهِ ﴿١٣﴾ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ﴿١٤﴾ كَلَّا إِنَّهَا لَظَى ﴿١٥﴾ نَزَّاعَةً

میں وہ رہتا تھا اور تمام اہل زمین کو اپنی جان کے بدلہ میں دے دیتا پھر یہ اس کو بچالیتا یہ ہرگز نہیں ہوگا بے شک وہ آگ شعلے مارنے والی ہے

لِلشَّوَى ﴿١٦﴾ تَدْعُوا مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّى ﴿١٧﴾ وَجَمَعَ فَأَوْعَى ﴿١٨﴾ إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿١٩﴾

سر کی کھال اتار دینے والی ہے وہ اس شخص کو بلاتی ہے جس نے پشت پھیری اور بے رخی اختیار کی اور مال جمع کیا پھر اس کو سنبھال کر رکھا۔ بے شک انسان کم ہمت پیدا کیا گیا ہے

إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ﴿٢٠﴾ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿٢١﴾ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿٢٢﴾ الَّذِينَ هُمْ عَلَى

جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو خوب گھبراہٹ ظاہر کرتا ہے اور جب اس سے اچھی حالت مل جاتی ہے تو منع کرنے والا بن جاتا ہے سوائے ان لوگوں کے

صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴿٢٣﴾ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُومٌ ﴿٢٤﴾ لِلسَّائِلِ

جو نمازی ہیں جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور وہ لوگ جن کے مالوں میں سوال کرنے والے کے لئے

وَالْمَحْرُومِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِينَ هُمْ مِنْ عَذَابِ

اور محروم کے لئے حق معلوم ہے اور جو لوگ روز جزا کی تصدیق کرتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کے عذاب

رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ﴿٢٧﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾

سے ڈرنے والے ہیں۔ بلاشبہ انکے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں ہے

ایک منظر قیامت:

۸: يَوْمَ تَكُونُ السَّمَآءُ (جس دن آسمان ہو جائے گا) یوم یہ قریباً کی وجہ سے منصوب ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے یمکن فی ذلك الیوم وہ اس دن میں ممکن ہے۔ نمبر۲۔ فی یوم سے بدل ہے۔ اس صورت میں مجرور ہے یہ ان کے نزدیک ہے جنہوں نے واقع کے متعلق کیا ہے کَالْمُهْلِ (تلچھٹ کی طرح ہو جائیگا) زیتون کے تلچھٹ کی طرح یا پگھلی ہوئی متلون چاندی کی طرح۔

۹ : وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ (اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے) مختلف رنگوں میں رنگی ہوئی اُون۔ کیونکہ پہاڑ مختلف رنگت کے ہیں۔ جددٌ بیض وحمر مختلف الوانها وغرابیب سود۔ [فاطر: ۲۷] پس جب اس کو فضاء میں اڑا کر بکھیر دیا جائے گا تو بکھری دھنی ہوئی اون کی طرح ہو جائیں جس کو ہوا اڑا لے جائے۔

۱۰ : وَلَا یَسْئَلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا (اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا) قریبی کسی قریبی کو نہ پوچھے گا کیونکہ نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔

قراءت : البزی اور البرجمی نے لایُسال ضمۂ یاء سے پڑھا ہے۔ اس طرح مطلب یہ ہوگا کسی قریب سے دوسرے قریبی کا مطالبہ نہ کیا جائیگا۔ اور نہ اس کے گناہ کے بدلہ اس کو پکڑا جائے گا۔

۱۱ : یُّبَصَّرُوْنَهُمْ (باوجودیکہ وہ ایک دوسرے کو دکھا بھی دیئے جائیں گے)

نحو : یہ حمیمًا کی صفت ہے۔ وہ قریبی دکھائے جائیں گے اور پہچان کرائے جائیں گے نمبر۲۔ یہ جملہ مستانفہ ہے گویا کہ جب یہ کہہ دیا گیا: ولا یسأل حمیم حمیمًا تو اس پر سوال پیدا ہوا کہ شاید کہ وہ اس کو دیکھ نہ پائے۔ تو جواب دیا گیا وہ ایک دوسرے کو دکھلا دیے جائیں گے۔ لیکن اپنی مشغولیت کی وجہ سے ایک دوسرے سے پوچھ بھی نہ سکیں گے۔ یبصرونهم کی واؤ یہ پہلے حمیم کی طرف راجع ہے اور ھم حمیم ثانی کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہے۔ وہ گہرے دوست دوسرے دوستوں کو اچھی طرح دیکھیں گے ایک دوسرے سے چھپے ہوئے نہ ہونگے۔

ضمیر جمع کی وجہ:

دونوں ضمائر جمع لائے حالانکہ یہ تو دو ہیں۔ کیونکہ فعیلًا کا وزن جمع کے موقع پر استعمال ہوتا ہے۔ یَوَدُّ الْمُجْرِمُ (مجرم اس بات کی تمنا کریں گے) مشرک تمنا کرے گا۔

نحو : یہ جملہ مستانفہ ہے۔ نمبر۲۔ یبصرونهم کی ضمیر مرفوع یا منصوب سے حال ہے۔

لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍ (کہ اس روز کے عذاب سے چھوٹنے کے لئے فدیہ میں دے دے)

نحو و قراءت : مدنی و علی نے بناء کی وجہ سے یومَئِذ مفتوح پڑھا ہے۔ اس لئے کہ اس کی اضافت غیر متمکن کی طرف ہے۔

بِبَنِیْهِ (اپنے بیٹوں کو)

۱۲ : وَصَاحِبَتِهٖ (اور اپنی بیوی کو) وَاَخِیْهِ (اور اپنے بھائی کو)

۱۳ : وَفَصِیْلَتِهِ (اور اپنا قریبی خاندان) الَّتِیْ تُئْوِیْهِ (جن میں وہ رہتا ہے) یا آخر جو اس کو اپنے ہاں پناہ دیتا ہے۔

قراءت : یزید نے اس کو بغیر ہمزہ تُوِیْهِ پڑھا ہے۔

۱۴ : وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ یُنْجِیْهِ (اور تمام اہل زمین کو پھر یہ اس کو بچالے) جمیعًا سے تمام لوگ یُنجیه سے فدیہ دینا مراد ہے۔ اور اس کا عطف یفتدی پر ہے۔

۱۵ : كَلَّا (یہ ہرگز نہ ہوگا) اس میں مجرم کو اس کی خواہش پر ڈانٹ پلائی گئی۔ اور اس پر متنبہ کیا کہ اس کو فدیہ فائدہ نہ دے گا۔ اور نہ

ہی عذاب سے بچائے گا۔اِنَّھَا (وہ آگ)

نحو : عذاب کا تذکرہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔نمبر۲۔وہ ضمیر مبہم ہے۔جس کی ترجمانی خبر کر رہی ہے۔نمبر۳۔ہاء یہ ضمیر قصہ ہے۔لَظٰی (شعلہ زن ہے) یہ آگ کا نام ہے۔

۱۶ :نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰی (جو کھال اتار دے گی) نمبر۱۔حفص والمفضل نے حال مؤکدہ کی بناء پر منصوب پڑھا ہے۔نمبر۲۔ڈرانے کیلئے بطور اختصاص منصوب ہے۔نمبر۳۔دیگر قراء نے نزاعۃ رفع سے پڑھا ہے اور خبر کے بعد دوسری خبر قرار دیا۔ان کی اول خبر لظی دوسری خبر نزاعۃٌ نمبر۴۔ھی مبتدأ محذوف کی خبر ہے ھی نزاعۃٌ للشوی۔ اطراف انسانی ہاتھ پاؤں وغیرہ نمبر۲۔شواۃٌ سر کا چمڑا،اس کو آگ کھینچ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی۔پھر وہ دوبارہ اپنی حالت پر لوٹ جائے گا۔تو آگ اپنے کام پر لوٹتی رہے گی۔(اعاذنا اللہ منھا)۔

جہنم آوازیں دے گی:

۱۷ :تَدْعُوْا (وہ اس شخص کو بلاوے گی) ان کے اس طرح نام لے گی۔یا کافر یا منافق۔میری طرف۔میری طرف نمبر۲۔وہ پکار کر کہے گی تو ہلاک ہو۔یہ دعاك اللّٰه سے کیا ہے جس کا معنی اھلکك نمبر۲۔جب اس کا ٹھکانہ آگ ہے تو گویا آگ کو ایسا قرار دیا گیا کہ وہ اس کو بلا رہی ہے۔مَنْ اَدْبَرَ (جس نے حق سے پیٹھ پھیری ہوگی) وَتَوَلّٰی (اور بے رخی کی ہوگی) اطاعت سے۔

۱۸ :وَجَمَعَ (اور جمع کیا ہوگا) یعنی مال فَاَوْعٰی (پھر اس کو اٹھا اٹھا کر رکھا ہوگا) پھر اس کو تجوری میں رکھ کر اس میں سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کیا۔

۱۹ :اِنَّ الْاِنْسَانَ (انسان) مراد اس سے جنس انسان ہے تاکہ مصلین کا استثناء درست ہو سکے۔خُلِقَ هَلُوْعًا (کم ہمت پیدا ہوا ہے)۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اس کی تفسیر مابعد والی آیت ہے۔

۲۰ :اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا (جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو جزع فزع کرنے لگتا ہے)

۲۱ :وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا (اور جب اس کو فارغ البالی ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے) الھلع ناپسند حالت آنے پر جلد گھبرانا۔اور بھلائی پہنچے تو جلد بھلائی سے رک جانا۔

قول ثعلب رحمہ اللہ:

محمد بن طاہر نے آپ سے پوچھا ھلع کیا ہے تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کی خود تفسیر فرما دی۔اور اللہ تعالیٰ کی تفسیر سے زیادہ واضح نہیں ہو سکتا۔اور وہ وہی ہے جب اس کو تکلیف پہنچے تو شدید گھبراہٹ کا اظہار کرے۔اور جب اس کو خیر میسر ہو تو بخل کرے

اور اس کو لوگوں سے روک کر بیٹھ رہے۔ یہ طبع انسانی ہے۔ انسان کو اپنی طبع کی مخالفت کا حکم دیا گیا اور شرع کی موافقت کرنے کا کہا گیا ہے۔ الشر سے جسمانی تکلیف، فقر، مرض، الخیر۔ وسعت رزق، مالداری، صحت۔

۲۲ : اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ (مگر وہ نمازی)

۲۳ : الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ (جو اپنی نماز پر) پانچوں نمازیں دَآ ئِمُوْنَ (برابر توجہ رکھتے ہیں)۔ نماز کے اوقات میں ان کی محافظت کرتے ہیں۔ یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر ہے۔

۲۴ : وَالَّذِيْنَ فِىْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ (وہ جن کے مالوں میں سب کا حق ہے) حق زکوٰۃ کیونکہ یہی مقرر اور معلوم ہے۔ نمبر۲۔ صدقہ جو آدمی اپنے اوپر کسی کے وظیفہ کے طور پر مقرر کرے۔ اور مقرر اوقات میں اس کو ادا کرے۔

۲۵ : لِّلسَّآئِلِ (سوالی کیلئے) جو لوگوں سے مانگتا ہے وَالْمَحْرُوْمِ (اور بے سوالی کیلئے) جو سوال سے بچتا ہے اس کو غنی سمجھ کر محروم رکھتے ہیں۔ اور وہ محروم رہتا ہے۔

۲۶ : وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ (وہ جو قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتے ہیں) یوم الدین سے یوم جزاء اور حساب مراد ہے یہی قیامت کا دن ہے۔

۲۷ : وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ (اور وہ جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں) مشفقون کا معنی خائفون خوف کرنے والے۔

۲۸ : اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ (واقعی ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں)

قراءت: ابو عمرو کے علاوہ باقی قراء نے مأمون ہمزہ سے پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے کسی کو مناسب نہیں اگرچہ وہ طاعت و محنت میں کتنی ترقی کر جائے کہ وہ عذاب سے بے خوف ہو کر بیٹھ جائے۔ اور مناسب یہی ہے کہ خوف و رجاء کے درمیان رہے۔

نحو: یہ جملہ معترضہ درمیان میں لائے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ

اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں کے یا ملکیت میں آنے والی باندیوں کے

فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِيْنَ

سو وہ ان کے بارے میں ملامت کیے جانے والے نہیں ہیں سو جس نے اس کے علاوہ کوئی جگہ تلاش کی تو یہ وہ لوگ ہیں جو حد سے آگے بڑھ جانے والے ہیں' اور وہ لوگ

هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿٣٣﴾

جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں' اور وہ لوگ جو اپنی گواہیوں پر قائم ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿٣٤﴾ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿٣٥﴾

اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جو بہشتوں میں باعزت رہیں گے۔

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿٣٦﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿٣٧﴾

سو کیا ہوا کافروں کو کہ آپ کی طرف دائیں سے اور بائیں سے جماعتیں بن بن کر دوڑ رہے ہیں'

اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿٣٨﴾ كَلَّا ۚ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا

کیا ان میں سے ہر شخص اس کا لالچ کرتا ہے کہ نعمتوں والی جنت میں داخل کر دیا جائے ایسا ہرگز نہ ہوگا' بلاشبہ ہم نے انہیں اس چیز سے

يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٩﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿٤٠﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ

پیدا کیا ہے جس کو وہ جانتے ہیں' سو میں مشارق اور مغارب کے رب کی قسم کھاتا ہوں بے شک ہم اس پر قدرت رکھنے والے ہیں کہ

خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿٤١﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا

انکی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں اور ہم عاجز نہیں ہیں سو آپ ان کو ان کے شغل میں رہنے دیجئے باطل چیزوں میں غور و خوض کیا کریں اور کھیلتے رہیں یہاں تک کہ

يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٤٢﴾ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ

اپنے اس دن سے ملاقات کرلیں جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے جس دن قبروں سے نکل کر جلدی جلدی چلیں گے گویا کہ وہ کسی پرستش گاہ کی طرف

يُّوْفِضُوْنَ ﴿٤٣﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٤٤﴾

دوڑ رہے ہیں انکی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔ یہ وہ دن ہوگا جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

۲۹ : وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھنے والے ہیں)۔

۳۰ : اِلَّا عَلٰۤی اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ (لیکن اپنی بیویوں سے یا اپنی لونڈیوں سے کیونکہ ان پر کوئی الزام نہیں) اگر وہ حفاظت کو ترک کردیں۔

۳۱ : فَمَنِ ابْتَغٰی (ہاں جو طلبگار رہا) جماع کی جگہ تلاش کی۔ وَرَآءَ ذٰلِكَ (ان کے علاوہ) بیویوں اور لونڈیوں کے علاوہ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (ایسے لوگ حد سے نکلنے والے ہیں) حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرنے والے۔

مَسْئَلَه: یہ آیت متعہ کی حرمت، لواطت کی حرمت اور بہائم سے جماع اور استمناء بالید کی حرمت کو ثابت کرتی ہے۔

۳۲ : وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ (اور جو لوگ اپنی امانتوں)

قراءت: لا مانتهم۔ مکی نے پڑھا ہے۔ الامانات کا لفظ شرع کی امانتیں اور بندوں کی امانتوں کو شامل ہے۔ وَعَهْدِهِمْ (اور اپنے وعدوں کا) اس میں مخلوق کے معاہدات، نذور اور قسمیں سب شامل ہیں۔ رٰعُوْنَ (خیال رکھنے والے ہیں) حفاظت کرنے والے ہیں۔ نہ خیانت کرنے والے اور نہ ہی توڑنے والے ہیں۔ ایک قول ہے کہ امانات وہ ہیں جن پر عقل دلالت کرے۔ العھد جس کو رسول لائے۔

۳۳ : وَالَّذِیْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ (اور جو لوگ اپنی گواہیوں کو ٹھیک ادا کرتے ہیں)

قراءت: حفص، سہل و یعقوب نے شہادات پڑھا ہے۔ قائمون کا مطلب یہ ہے کہ وہ حکام کے پاس گواہی کو بغیر کسی میلان کے جو قریب و شریف کیلئے اختیار کیا جائے اور بلا ترجیح کے جو طاقتور کے حق میں ضعیف کے خلاف اختیار کیا جائے۔ وہ ادا کرتے ہیں اور ان کا مقصد مسلمانوں کے حقوق کو زندہ کرنا اور دین میں صلابت و پختگی ہوتا ہے۔

۳۴ : وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ (اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں) نماز کی اہمیت واضح کرنے کیلئے اس کو دوبارہ لائے۔ نمبر۲۔ اول میں فرائض کی محافظت اور ثانی میں نوافل کی مداومت کو ذکر فرمایا۔ نمبر۳۔ ایک قول یہ ہے نمازوں پر مداومت سے مراد۔ کثرت سے پڑھے اور ان کی محافظت کرنے سے مراد وہ اپنے اوقات سے نہ ہٹنے پائیں۔ نمبر۵۔ دوام: اوقات میں ادائیگی کا نام ہے اور محافظت اس کے ارکان، واجبات، سنن، آداب کی حفاظت۔

۳۵ : اُولٰٓئِكَ (ایسے لوگ) جو ان صفات سے متصف ہوں۔ فِیْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ (بہشتوں میں عزت سے داخل ہونگے)

نحو: اولئك مبتدا اور باقی دونوں خبریں ہیں۔

۳۶ : فَمَالِ یہ لفظ مصحف عثمان رضی اللہ عنہ کی اتباع میں الگ لکھا جاتا ہے۔ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ (تو کافروں کو کیا ہوا کہ آپ کی طرف) قبلک آپ کی طرف اور جانب مُهْطِعِیْنَ (دوڑے آرہے ہیں)

نحو: الذین کفروا سے حال ہے۔

۳۷ : عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ (دائیں اور بائیں سے) آپ کے دائیں اور بائیں سے عِزِیْنَ (مختلف جماعتیں بن کر) یہ

عزۃ کی جمع یا اس کا اصل عزوۃ ہے ہر گروہ اپنی الگ الگ متفرق نسبت کرتا ہے۔ نحو : یہ حال ہے۔

کفار کا وطیرہ اور اس کا جواب:

۳۸ : کافر آپ کے اردگرد مختلف گروہوں اور پارٹیوں کی شکل میں جمع ہو کر قرآن سنتے اور وہ کلام اللہ کا مذاق اڑاتے اور کہتے اگر یہ لوگ جنت میں داخل ہو گئے جیسا کہ محمد ﷺ کہتے ہیں۔ تو ہم ضرور ہی ان سے پہلے جائیں گے پس یہ آیت اتاری گئی۔ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ (کیا ان میں سے ہر شخص اس کی طمع رکھتا ہے کہ وہ آسائش کی جنت میں داخل ہو جائیگا) قراءت: مفضل کے علاوہ بقیہ نے یُدْخَلَ پڑھا ہے یا مضموم اور خاء مفتوح۔ جنۃ نعیم: نعمتوں والی جنتیں جیسا کہ ایمان والوں کو ملیں گی۔

بغیر ایمان جنت کا دعویٰ کس مُنہ سے:

۳۹ : كَلَّا (ہرگز نہیں) اس میں ان کی دخول جنت والی طمع کو رد کر دیا گیا۔ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ (ہم نے ان کو ایسی جگہ سے پیدا کیا جس کی ان کو بھی خبر ہے) یعنی حقیر نطفہ سے اسی لئے ابہام کے طور پر ذکر کیا۔ تا کہ یہ بتلایا جائے کہ حیاء کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو اشارۃً ذکر کیا جائے۔ تو جب ان کی پیدائش ایسی چیز سے ہے تو مشرف کہاں سے ہوں گے۔ اور ایمان والوں سے بڑھ جانے کا کس منہ سے کہتے ہیں کہ ہم جنت میں ان سے پہلے داخل ہونگے۔ نمبر۲۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کو نطفہ سے بنایا۔ جیسا تمام اولاد آدم کو بنایا۔ ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ جنت میں کوئی ایمان کے بغیر داخل نہ ہو تو یہ بلا ایمان اس میں داخلہ کی کیونکر طمع کرتے ہیں؟

۴۰ : فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ (پھر میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی) مشارق سے مطالع اور مغارب سے غروب کے مقامات اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ (ہم اس پر قادر ہیں)

۴۱ : عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ (کہ ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں) ان کو ہلاک کر کے ان سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کے زیادہ فرمانبردار بندے لے آئیں۔ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ (اور ہم عاجز نہیں ہیں)

۴۲ : فَذَرْهُمْ (تو آپ ان کو رہنے دیں) مکذبین کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ يَخُوْضُوْا (کہ اسی شغل میں) یعنی باطل پرستی میں وَيَلْعَبُوْا (اور تفریح میں) دنیا کے دھندے میں۔ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ (یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے) جس میں ان سے عذاب کا وعدہ کیا جاتا ہے۔

۴۳ : يَوْمَ نحو : یوم یہ پہلے یوم سے بدل ہے۔ يَخْرُجُوْنَ یاء کے فتحہ اور راء کے ضمہ سے تمام نے پڑھا ہے سوائے اعشیٰ کے مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا (جس دن یہ قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑیں گے) اجداث: قبور۔
نحو: سراعا یہ جمع سریع ہے۔ یہ حال ہے۔ یعنی بلانے والے کی طرف تیزی سے بھاگیں گے۔

كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ (جیسے کسی پرستش گاہ کی طرف دوڑے جاتے ہیں)

نحو: کانھم یہ حال ہے۔

قراءت: شامی، حفص وسہل نے نُصُبٍ پڑھا ہے۔ المفضل نے نُصْبٍ سکون صاد سے پڑھا ہے۔ اور دیگر قراء نے نَصْب بفتحہ نون سے پڑھا ہے۔ نصب ہر وہ چیز جس کو گاڑا جائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی پوجا کی جائے۔ یوفضون کا معنی تیزی کرنے والے۔

۴۴: خَاشِعَةً (نیچے کو جھکی ہونگی) ذلیل ہونگیں۔

نحو: یہ یخرجون کی ضمیر سے حال ہے۔

اَبْصَارُهُمْ (ان کی نگاہیں) یعنی ذلت کی وجہ سے ان کو اوپر نہ اٹھائیں گے۔ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ (ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی) ان کو ذلت ڈھانپ لے گی۔ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِىْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ (یہ ہے ان کا وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا) دنیا میں اور وہ اس کی تکذیب کرتے تھے۔

الحمدللہ چاشت کے وقت جمعۃ المبارک ۲۸ ربیع الاول تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

الحمدللہ ، اللھم احفظنی من کربات یوم القیامۃ۔

سُوْرَةُ نُوْحٍ مَّكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٍ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ نوح مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھائیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ①

بلاشبہ ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو اس سے پہلے ڈرایئے کہ ان پر دردناک عذاب آ جائے'

قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ② اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ③ يَغْفِرْ

انہوں نے کہا کہ اے میری قوم بلاشبہ میں تمہیں صاف طریقہ پر ڈرانے والا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو وہ تمہارے

لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَاۗءَ لَا

گناہوں کو معاف فرما دے گا اور تمہیں وقت مقرر تک مہلت دیگا' بلاشبہ جب اللہ کی مقرر کی ہوئی اجل آ جائے تو مؤخر نہیں

يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ④ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ⑤ فَلَمْ

کی جاتی' کیا خوب ہوتا اگر تم جانتے ہوتے' انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اے میرے رب بیشک میں نے اپنی قوم کو رات دن بلایا سو

يَزِدْهُمْ دُعَاۗءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ⑥ وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ

میرے بلاوے نے ان کا بھاگنا زیادہ ہی کر دیا اور بلاشبہ جب میں نے انہیں بلایا تاکہ آپ انکی مغفرت فرمائیں تو انہوں نے اپنی انگلیاں

فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ⑦ ثُمَّ اِنِّيْ

اپنے کانوں میں دے لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے اور اصرار کیا اور حد درجہ کا تکبر کیا' پھر میں نے

دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ⑧ ثُمَّ اِنِّيْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ⑨

انہیں بلند آواز سے بلایا پھر انہیں اعلانیہ بھی سمجھایا اور پوشیدہ طریقہ پر بھی دعوت دی۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (ہم نے نوح کو ان کی قوم کے پاس بھیجا تھا کہ تم اپنی قوم کو ڈراؤ قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب آوے)

۱ : اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا ایک قول یہ ہے کہ نوح کا معنی سریانی زبان میں ساکن ہے۔اِلٰی قَوْمِہٖٓ اَنْ اَنْذِرْ
نحو : انذار خوف دلانے کے معنی میں آتا ہے۔اس کی اصل بان انذر ۔ پس جار حذف کر کے اَنْ کو فعل سے ملا دیا۔خلیل رحمہ اللہ کے نزدیک یہ محل جر میں واقع ہے۔اور دیگر نحات کے ہاں منصوب ہے۔نمبر۲۔ان مفسرہ ہے جو کہ ای کے معنی میں آتا ہے۔ کیونکہ ارسال میں قول کا معنی متضمن ہے۔قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ عذاب الیم سے آخرت کا عذاب یا طوفان نوح مراد ہے۔

نوح علیہ السلام کا قوم کو خطاب:

۲ : قَالَ يٰقَوْمِ (انہوں نے کہا اے میری قوم) اظہار شفقت کیلئے ان کو اپنی قوم کہہ کر پکارا۔اِنِّیْ لَكُمْ نَذِيْرٌ (میں تمہارے لئے ڈرانے والا ہوں) نذیر بمعنی مخوف ہے مُّبِيْنٌ (صاف صاف) میں اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو تمہاری جانی پہچانی زبان میں بیان کرتا ہوں۔

۳ : اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ (کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو) اس کو وحدہٗ لاشریک مانو۔
نحو : اس اَنْ کا حکم دونوں صورتوں میں وہی ہے جو اوپر ان انذر میں بیان ہوا۔وَاتَّقُوْهُ (اور اس سے ڈرو) اس کی نافرمانی سے ڈرو۔وَاَطِيْعُوْنِ (اور میرا کہنا مانو! ان چیزوں میں جن میں میں تمہیں حکم دیتا اور منع کرتا ہوں) یہاں اطاعت کی نسبت اپنی طرف کی کیونکہ کبھی اطاعت غیر اللہ کی عبادت کے علاوہ بھی ہوتی ہے۔

۴ : يَغْفِرْ لَكُمْ (وہ معاف کر دے گا) یہ امر کا جواب ہے مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ (تمہارے گناہ) مِنْ بیانیہ ہے جیسا کہ اس آیت میں فاجتنبوا الرجس من الاوثان نمبر۲۔من تبعیضیہ ہے۔کیونکہ حقوق اللہ معاف ہو جاتے ہیں جو مخلوق کے حقوق ہوتے ہیں وہ اسلام کے بعد بھی قابل مواخذہ ہیں۔مثلاً قصاص (کذا فی شرح التاویلات)
وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّى (اور تم کو وقت مقررہ تک مہلت دے گا) اجل مسمی سے وقت موت مراد ہے۔اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آجائے گا تو ٹلے گا نہیں۔کیا خوب ہوتا اگر تم سمجھتے) اجل اللہ سے موت مراد ہے۔لو کنتم تعلمون کاش تمہیں معلوم ہو جائے کہ مقرر وقت کے اختتام پر تمہیں کتنی بڑی شرمندگی کا سامنا کرنا ہوگا تو تم ایمان لے آتے۔ایک قول یہ ہے اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا کہ قوم نوح اگر ایمان لائے گی تو ان کو ایک ہزار سال عمر ملے گی۔اور اگر وہ ایمان نہ لائے تو ان کو نو سو سال کے اختتام پر ہلاک کر دیا جائے گا۔پس ان کو کہا جا رہا ہے کہ تم ایمان لاؤ تاکہ اجل مقررہ تک تمہیں مؤخر کر دیا جائے۔یعنی ایک ہزار سال کی مدت پالو۔پھر ان کو خبر دی۔کہ جب ہزار سال گزر جائیں گے تو وہ وقت ایسا نہیں کہ اس کو مؤخر کر دیا جائے جیسا کہ پہلا مؤخر کیا گیا۔ایک قول یہ ہے کہ وہ اپنی قوم کی طرف سے خطرہ محسوس کرتے تھے کہ اگر وہ ایمان لا کر دعوت نوح کو قبول کر لیں گے تو ان کی قوم ان کو ہلاک کر دے گی۔تو گویا نوح علیہ السلام نے ان کو اس سلسلہ میں مطمئن کیا اور ان سے وعدہ فرمایا ایمان لا کر وہ دنیا میں اپنا وقت مقررہ کو ضرور پورا کریں گے۔

مطلب یہ ہوا۔ اگر اسلام لے آؤ گے تو اپنے دشمنوں سے اپنی موت کے وقت تک زندہ رہو گے۔

۵: قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا (نوح علیہ السلام نے دعا کی۔ اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو دن کو بھی اور رات کو بھی بلایا) یعنی بلا تھکاوٹ محسوس کیے ہمیشہ ان کو بلایا۔

نتیجہ دعوت میں قوم کا فرار:

۶: فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْٓ اِلَّا فِرَارًا (پس میرے بلانے پر اور زیادہ بھاگتے رہے) آپ کی اطاعت سے دعوت کو سبب فرار قرار دیا گیا۔ حالانکہ دعوت سبب فرار تو نہ تھی۔ کیونکہ دعوت کے نتیجہ میں نفرت پیدا ہو کر فرار اختیار کیا گیا۔ یہ اسی طرح ہے جیسا یہ ارشاد واما الذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسًا [التوبہ:۱۲۵] قرآن مجید زیادہ رجس کا سبب تو نہیں اصل قرآن سن کر نفرت بڑھی اور اس نفرت سے رجس کفر اور زیادہ ہوگئی۔ اس قوم کا حال یہ تھا کہ ایک آدمی نوح علیہ السلام کے پاس اپنے بیٹے کو لے جا کر یہ نصیحت کرتا۔ اس سے بچتے رہنا کہیں یہ تمہیں دھوکے میں مبتلا نہ کردے۔ چنانچہ بیٹا! میرے والد نے بھی مجھے اس بات کی وصیت کی تھی جو میں تمہیں کر رہا ہوں۔

قوم کی کیفیت:

۷: وَاِنِّیْ کُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ (اور میں نے جب کبھی ان کو بلایا) تاکہ وہ آپ پر ایمان لائیں۔ لِتَغْفِرَ لَهُمْ (تاکہ آپ ان کو بخش دیں) تاکہ وہ ایمان قبول کرلیں اور آپ ان کو بخش دیں۔ یہاں مسبب کے تذکرہ پر اکتفاء کیا گیا۔ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ (تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے ڈالیں) انہوں نے اپنے کانوں کو بند کرلیا تاکہ وہ میری بات سننے نہ پائیں۔ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ (اور اپنے کپڑے لپیٹ لیے) انہوں نے اپنے آپ کو کپڑوں سے ڈھانپ لیا تاکہ وہ مجھے نہ دیکھ پائیں۔ اس لئے کہ وہ دین کے داعی کے چہرے کو دیکھنا بھی پسند نہ کرتے تھے۔ وَاَصَرُّوْا (اور انہوں نے اصرار کیا) وہ اپنے کفر پر قائم رہے۔ وَاسْتَکْبَرُوا اسْتِکْبَارًا (اور انہوں نے غایت درجہ کا تکبر کیا) مجھے جواب دینے سے اپنے کو بڑا سمجھا۔

نکتہ: مصدر کو لانا اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ وہ استکبار میں بہت ہی آگے جانے والے تھے۔

۸: ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا (پھر میں نے ان کو بآواز بلند بلایا) جھارًا مصدر ہے جو حال کی جگہ لایا گیا ہے۔ ای مجاہرا نمبر۲۔ یہ مصدر ہے دعوتھم اس کے اس مثال کی طرح ہے قعد القرفصاء۔ کیونکہ جہاد دعوت کی ایک قسم ہے۔ یعنی اظھرت لھم الدعوۃ فی المحافل۔ میں نے محفلوں میں ان کے سامنے کھل کر دعوت دی۔

خفیہ اعلانیہ دعوت تھی:

۹: ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا (پھر میں نے ان کو علانیہ سمجھایا اور ان کو بالکل خفیہ بھی سمجھایا) میں نے علانیہ دعوت کو خفیہ دعوت کے ساتھ ملا کر کیا۔ حاصل یہ ہے دن رات ان کو خفیہ دعوت دی پھر ان کو بآواز بلند دعوت دی۔ پھر ان کو خفیہ اور

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝۱۰ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝۱۱ وَّ

سو میں نے کہا کہ اپنے رب سے مغفرت طلب کرو بلاشبہ وہ بہت بخشنے والا ہے وہ تم پر خوب زیادہ برسنے والی بارش بھیجے گا

يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝۱۲ۭ

اور مالوں سے اور بیٹوں سے تمہاری امداد فرمائے گا اور تمہارے لئے باغیچے اور تمہارے لئے نہریں بنا دے گا'

علانیہ ملا کر دعوت دی۔ امر بالمعروف کرنے والا اسی طرح کرتا ہے۔ آسان بات سے شروع کرتے پھر سخت سے سخت بات کہتے۔ افتتاح خفیہ نصیحت سے فرماتے۔ جب وہ قبول نہ کرتے تو دوبارہ بلند آواز سے ان کو دعوت دیتے۔ جب اس کا اثر نہ ہوتا تو تیسری بار جہرو سر کو جمع فرماتے۔

ثم کا لفظ حالات کے باہمی بعد کو بیان کر رہا ہے۔ کیونکہ بلند آواز کہنا یہ خفیہ کہنے سے سخت انداز ہے اور دونوں کو جمع کرنا ان کو الگ الگ بیان کرنے سے زیادہ سخت تر ہے۔

۱۰ : فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ (میں نے کہا تم اپنے رب سے گناہ بخشواؤ) استغفار مغفرت طلب کرنے کو کہتے ہیں اگر استغفار کرنے والا کافر ہو تو کفر سے توبہ کرنا اور معافی مانگنا ہوگا۔ اور اگر گناہ گار مؤمن ہو۔ تو وہ گناہوں سے استغفار ہوگا یہاں شرک سے استغفار مراد ہے۔ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا (بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے) وہ انابت کرنے والے لوگوں کے گناہ بخشتا چلا آ رہا ہے۔

۱۱ : يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا (وہ کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا) السّماء سے بارش مراد ہے۔ مدرارًا بکثرت بارش والا۔ یہ مفعال کا وزن ہے اس میں تذکیر و تانیث برابر ہے۔

۱۲ : وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ (وہ تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دیگا) تمہارے اموال و اولاد میں اضافہ فرما دے گا۔ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ (اور تمہارے لیئے باغ لگا دے گا) جنات: باغات۔ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا (اور تمہارے لئے نہریں بہا دے گا) جو تمہارے کھیتوں اور باغوں میں جاری ہونگی وہ اموال و اولاد سے بہت محبت کرتے تھے۔ اس بناء پر اسی کے ذریعہ ان کے دلوں میں ایمان کی تحریک پیدا کرنے کی کوشش فرمائی۔ ایک قول یہ ہے بار بار دعوت کو جب طویل عرصہ گزر گیا اور انہوں نے جھٹلا دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش کو بند کر دیا۔ اور ان کی عورتیں اولاد سے بانجھ ہوگئیں یہ چالیس یا ساٹھ سال تک رہا۔ پس نوح علیہ السلام نے ان سے وعدہ فرمایا کہ اگر وہ ایمان کو قبول کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ سرسبزی عنایت کر دیں گے۔ اور وہ سارے مصائب جن میں وہ مبتلا ہیں وہ ان سے ہٹا لئے جائیں گے۔

واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

ایک مرتبہ صلاۃ استسقاء کیلئے باہر تشریف لائے۔ پس انہوں نے فقط استغفار کیا۔ ان سے کہا گیا کہ آپ نے بارش طلب

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ﴿۱۴﴾ أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ

تمہیں کیا ہوا کہ اللہ کی عظمت کے معتقد نہیں ہوئے' حالانکہ تمہیں اس نے مختلف اطوار سے پیدا فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں

خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَّجَعَلَ

کہ اللہ نے کس طرح اوپر نیچے سات آسمان پیدا فرمائے اور ان میں چاند کو نور بنا دیا اور

الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَاللّٰهُ أَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ

سورج کو چراغ' اور اللہ نے تمہیں ایک خاص طور پر زمین سے پیدا فرمایا اور پھر وہ تمہیں اس میں واپس لے جانے کا

فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ لِّتَسْلُكُوا

اور تمہیں خاص طور پر نکالے گا' اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا تا کہ تم اس کے کھلے ہوئے

مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ

رستوں میں چلو۔ نوحؑ نے کہا کہ اے میرے رب بلاشبہ انہوں نے میری نافرمانی کی ان لوگوں کی بات مانی جن کے

مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾ وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾

مال اور اولاد نے ان کو نقصان ہی زیادہ پہنچایا ہے اور انہوں نے مکر کیا بڑا مکر'

نہیں کی ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے آسمان کے ان سرچشموں سے بارش کی دعا کی ہے۔ جن سے بارش اترتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے استغفار کو بارش کے ان سرچشموں سے تشبیہ دی جو کبھی خطا نہیں کرتے۔ بلکہ ان سے ہمیشہ بارش ہوتی ہے۔ اور پھر آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

روایت حسن بصری رحمہ اللہ:

ایک آدمی نے ان سے قحط کی شکایت کی تو آپ نے اس کو استغفار کا کہا دوسرے نے فقر کی شکایت کی تو آپ نے استغفار کا کہا تیسرے نے قلت نسل اور چوتھے نے شادابی زمین کی قلت کی شکایت کی تو آپ نے سب کو استغفار کا حکم دیا۔ ان کے شاگرد ربیع رحمہ اللہ نے کہا آپ کے پاس آنے والے تو مختلف حاجات کا سوال کر رہے ہیں اور آپ نے سب کو استغفار کا حکم دیا ہے پس آپ نے یہ آیات پڑھ دیں۔

۱۳: مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا (تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت کے معتقد نہیں ہوتے ہو) تم اللہ تعالیٰ کی عظمت سے نہیں

ذرتے ہو (کذا قال الکلبی)

قول اخفش رحمۃ اللہ علیہ:

یہاں رجاء خوف کے معنی میں ہے۔ کیونکہ رجاء کے ساتھ تھوڑا خوف اور ناامیدی ہوتی ہے الوقار: عظمت۔ نمبر۲۔ اس کی توقیر و تعظیم کی تم کو امید نہیں کہ وہ کس قدر تمہاری قدر دانی اور تمہارا اکرام کرے گا۔ مطلب یہ ہے کہ تمہیں کیا ہوگیا کہ تم ایسی حالت پر نہیں آتے جس میں تم اللہ تعالیٰ کی اس قدر دانی کی امید کرو جو آخرت میں تم کو میسر ہوگی۔

تخلیق انسانی کے مراتب:

۱۴: وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا (حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح سے بنایا) قد خلقکم اطوارًا

نحو: یہ موضع حال میں ہے۔ مطلب یہ ہے تم اللہ تعالیٰ پر ایمان کیوں نہیں لاتے حالانکہ حال یہ ہے اور یہ ایسا حال ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان کو لازم کرنے والا ہے۔ کیونکہ اس نے تمہیں طرح طرح سے بنایا یعنی متعدد بار پہلے تمہاری تخلیق نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ پھر تمہاری ہڈیاں اور گوشت بنایا۔

قدرتِ عظیمہ کے نمونے:

۱۵: نفوس انسانیہ قریب تر ہونے کی وجہ سے پہلے ان کی طرف متوجہ کر کے خبر دار کیا پھر جہان میں نظر دوڑانے کو کہا اور ان چیزوں پر نظر ڈالنے کو کہا جو بنانے والے کی عظیم قدرت پر شہادت دے رہے ہیں۔ فرمایا اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا (کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح سات آسمان اوپر نیچے پیدا کیے) طباقًا ایک دوسرے کے اوپر۔

۱۶: وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا (اور ان میں چاند کو نور بنایا) آسمانوں میں یہ چاند آسمان دنیا میں ہے کیونکہ آسمانوں میں طبقات ہونے کی بناء پر باہمی مناسبت ہے اس لئے اس مناسبت کا لحاظ کر کے ضمیر جمع لانا درست ہے اگرچہ چاند سب میں نہ ہو۔ جیسا کہ عرب کہتے ہیں۔ فی المدینۃ کذا حالانکہ وہ اس کی کسی ایک طرف میں ہوتا ہے۔

قول ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ عنہم:

سورج اور چاند دونوں کے رخ آسمانوں کی طرف اور ان کا نور آسمانوں میں ہی ہے اور ان کی پشت زمین کی طرف ہے۔ پس چاند کی روشنی تمام آسمانوں کو محیط ہے۔ کیونکہ وہ لطیف ہے ان کے نور پر حجاب نہیں ڈالے گئے۔ وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (اور سورج کو چراغ بنایا) ایسا دیا کہ اہل دنیا اس کی روشنی میں اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح گھر والے دیئے کی روشنی میں وہ چیز دیکھ لیتے ہیں جس کی ان کو ضرورت ہوتی ہے اور چاند کی روشنی سے سورج کی روشنی زیادہ تیز و طاقتور ہے۔ اس پر اتفاق ہے۔ کہ سورج چوتھے آسمان میں ہے۔

۱۷ : وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا (اور اللہ تعالیٰ نے تم کو زمین سے ایک خاص طور پر پیدا کیا) انبت یہاں انشاء کے معنی میں ہے گویا انبات کو بطور استعارہ انشاء کے معنی میں لائے ہیں۔ نباتا یہ مصدر ہے ای فنبتم نباتا۔ تم پیدا ہوئے پیدا ہونا۔

۱۸ : ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا (تم کو پھر وہ زمین میں ہی لے جائے گا) موت کے بعد وَيُخْرِجُكُمْ (اور تم کو باہر نکالے گا) یعنی قیامت کے دن اِخْرَاجًا یہ مصدر ہے جو تاکید کیلئے لائے (تاکہ معلوم ہو کہ تخلیق اول کی طرح تخلیق ثانی بھی ضروری ہے) وہ تم کو نکالے گا کیا خوب نکالنا۔

۱۹ : وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا (اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا) بساطًا بچھی ہوئی جیسا کہ فرش ہوتا ہے۔

۲۰ : لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا (تاکہ تم چلو) تاکہ تم آؤ جاؤ جیسا آدمی اپنے بستر پر الٹتا پلٹتا ہے۔ سُبُلًا (راستوں میں) فِجَاجًا (وسیع یا مختلف)

۲۱ : قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ (نوح علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میرا کہنا نہیں مانا) جو کہ میں نے ان کو حکم دیا کہ ایمان لاؤ اور استغفار کرو۔ وَاتَّبَعُوْا (اور انہوں نے پیروی کی فقراء اور کمینے لوگوں نے) مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗ (کہ جن کے مال اور اولاد نے زیادہ پہنچایا) رؤساء اور مالدار اور اولادیں۔ اِلَّا خَسَارًا (نقصان) آخرت میں۔

قراءت: عاصم کے علاوہ عراقی اور مکی نے وَوُلْدُهٗ پڑھا ہے جو کہ وَلَدٌ کی جمع ہے جیسے اُسْدٌ و اَسَدٌ۔

قوم نوح کی حیلہ بازی:

۲۲ : وَمَكَرُوْا (اور انہوں نے تدبیریں کیں) اس کا عطف لم یزدہ پر ہے ضمیر جمع لائی گئی ہے۔ حالانکہ مرجع مَنْ مفرد ہے کیونکہ یہ معناً جمع ہے الماکرون: رؤساء قوم نوح۔ مکرھم ان کے مکر سے ان کی دین کے متعلق حیلہ سازیاں اور نوح علیہ السلام کے خلاف سازشیں اور لوگوں کو انہیں تکلیف پہنچانے کیلئے برانگیختہ کرنا اور نوح علیہ السلام کی طرف لوگوں کے میلان کو روکنا وغیرہ۔ مَكْرًا كُبَّارًا (بہت بڑی بڑی تدبیریں) كُبَّار یہ كِبَار سے بڑی چیز کیلئے آتا ہے۔ اور یہ کبیر سے بھی بڑھ کر ہے۔

قراءت: ایک قراءت میں كِبَارًا پڑھا گیا ہے۔

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ

اور انہوں نے کہا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز مت چھوڑو اور ہرگز مت چھوڑو وَدّ کو اور سُواع کو اور یغوث کو اور یعوق کو

وَنَسْرًا ۝۲۳ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ۝۲۴ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ

اور نسر کو اور واقعی بات یہ ہے کہ انہوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا اور آپ ظالموں کی گمراہی اور بڑھا دیجئے اپنے گناہوں کی وجہ سے وہ

اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ۝۲۵ وَقَالَ نُوْحٌ

لوگ غرق کر دیے گئے، پھر آگ میں داخل کر دیے گئے، سو اللہ کے سوا انہوں نے کچھ بھی حمایتی نہ پائے، اور نوح نے کہا

رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝۲۶ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ

کہ اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بھی رہنے والا مت چھوڑیئے، بلاشبہ اگر آپ نے ان کو زمین پر رہنے

يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝۲۷ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ

دیا تو یہ آپ کے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور صرف فاجر اور کافر ہی ان کی اولاد پیدا ہوگی۔ اے میرے رب مجھے اور میرے والدین کو اور اس شخص کو جو

بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝۲۸

میرے گھر میں بحالت ایمان داخل ہوا اور مومن مردوں کو اور مومن عورتوں کو بخش دیجئے اور ظالموں کی ہلاکت اور بڑھا دیجئے۔

۲۳: وَقَالُوْا (اور انہوں نے کہا) سرداروں نے اپنے ماتحتوں کو لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ (تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑو) یہ اپنے عموم پر ہے یعنی ان کی عبادت نہ چھوڑو۔

قراءت: نافع نے وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا (نہ ود کو) ذو ضمہ سے پڑھا ہے اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔ یہ بت آدمی کی صورت میں تھا۔ وَّلَا سُوَاعًا (سواع کو) یہ بت عورت کی شکل کا تھا۔ وَّلَا يَغُوْثَ (اور یغوث کو) یہ شیر کی شکل پر تھا وَيَعُوْقَ (اور یعوق کو) یہ گھوڑے کی صورت پر تھا۔ وَنَسْرًا (اور نسر کو)

نحو: یہ دونوں اسم غیر منصرف ہیں۔ وزن فعل اور معرفہ ہیں اگر ان کو عربی لفظ مانا جائے اور اگر عجمی مانیں تو معرفہ اور عجمہ پھر بھی دو سبب پائے جاتے ہیں۔ یہ جن بتوں کا تذکرہ آیا ہے یہ ان کے نزدیک سب سے بڑے بت تھے پہلے عمومی تذکرہ کے بعد ان کا خاص ذکر کیا۔ یہ بت قوم نوح سے عرب میں منتقل ہوئے۔ ود یہ بنوکلب اور سواع۔ ھمدان اور یغوث۔ مذحج اور یعوق۔ مراد قبیلہ اور نسر حمیر والوں کے بت تھے۔

یہ نیک لوگوں کے نام ہیں:

ایک قول یہ ہے یہ نیک لوگوں کے نام ہیں لوگ نوح علیہ السلام اور آدم علیہ السلام کے درمیانی زمانہ میں ان کی اقتداء کرتے تھے۔ جب یہ فوت ہوگئے تو لوگوں نے ان کی تصاویر بنائیں تا کہ یہ بات ان کو عبادت کیلئے برانگیختہ کرتی رہے جب عرصہ گزر گیا تو ابلیس نے ان کے کانوں میں پھونکی۔ کہ وہ لوگ ان تصاویر کی عبادت کرتے تھے۔ پس انہوں نے شیطان کے کہنے پر ان کی عبادت شروع کردی۔

۲۴ : وَقَدْ اَضَلُّوْا (انہوں نے بہتوں کو گمراہ کردیا) یعنی اصنام نے جیسا کہ اس ارشاد میں ہے انهن اضللن كثيرًا من الناس [ابراہیم:۳۶] یا سرداروں نے كَثِيْرًا (بہت لوگوں کو) وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ (اور ان ظالموں کی گمراہی اور بڑھا دی)

نحو: اس کا عطف رب انهم عصونی پر ہے۔ اور یہ کلام نوح کی حکایت ہے۔ قال کے بعد اور واؤ کے بعد جو اس کا نائب ہے۔ معنی یہ ہوگا قال نوح رب انهم عصونی وقال لاتزد الظالمین یعنی نوح علیہ السلام نے یہ دونوں باتیں فرمائیں۔ اور یہ دونوں محل نصب میں واقع ہیں کیونکہ یہ قال کے مفعول ہیں۔ اِلَّا ضَلٰلًا ضلال یہ ہلاکت کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا۔ ولا تزد الظالمين الا تبارًا (آپ ظالموں کی ہلاکت میں اضافہ فرمادیں)[نوح:۲۸]

۲۵ : مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ (اپنے انہی گناہوں کے سبب)

قراءت: ابوعمرو نے خطایاھم پڑھا۔ معنی گناہ ہے۔

غرق گناہوں کے باعث ہوا:

اُغْرِقُوْا (وہ غرق کیے گئے) طوفان کے ساتھ فَاُدْخِلُوْا نَارًا (پھر دوزخ میں داخل کیے گئے)۔ بڑی آگ میں داخل کیے گئے۔ مما خطیئاتهم کو وضاحت کیلئے مقدم کیا گیا۔ اگرچہ ان کا غرق اور ان کا آگ میں داخلہ وہ صرف ان کی غلطیوں اور ان کے گناہ کے باعث تھا۔ اس معنی کو ما زیادہ کر کے اور مؤکد کردیا گیا۔ یہ آیت گناہوں کے مرتکب کو ڈانٹ پلانے کیلئے کافی ہے۔ قوم نوح علیہ السلام کا کفران کی من جملہ غلطیوں اور گناہوں میں سے ایک تھا۔ اگرچہ یہ گناہ سب سے بڑا تھا۔ فادخلوا نارا۔ فاء اس لئے لائی گئی کہ ان کو غرق کے معاً بعد احراق نار کا عذاب دیا گیا۔ اس صورت میں یہ عذاب قبر کے ثبوت کی دلیل ہے۔ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا (اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کو کچھ حمایتی بھی میسر نہ ہوئے) جو ان کی مدد کرتے اور اللہ تعالیٰ کے اس عذاب سے ان کو بچاتے۔

۲۶ : وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (اور نوح نے کہا اے میرے پروردگار کافروں میں سے زمین پر ایک باشندہ بھی مت چھوڑ) کوئی ایک نہ چھوڑ جو زمین میں گھومے پھرے۔ دَيَّارًا یہ فَيْعَال کا وزن ہے۔ الدور سے بنا ہے۔ یہ ایسے اسموں میں سے ہے۔ جو نفی عام کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔

۲۷: اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ (اگر آپ ان کو روئے زمین پر رہنے دیں گے) اور ان کو ہلاک نہ کریں گے یُضِلُّوْا عِبَادَكَ (تو یہ لوگ آپ کے بندوں کو گمراہ کریں گے) ان کو گمراہی کی طرف دعوت دیں گے۔ وَلَا یَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (اور ان سے محض فاجر اور کافر ہی اولاد پیدا ہوگی) جو بھی بلوغت کو پہنچا اس نے فجور و کفر اختیار کیا۔ یہ بات انہوں نے اس بنیاد پر کہی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع کر دیا تھا فرمایا لن یؤمن من قومك الا من قد امن [ھود:۳۶]

۲۸: رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ (اے میرے رب مجھ کو اور میرے ماں باپ) آپ کے والدین مسلمان تھے۔ آپ کے والد کا نام لمک اور والدہ کا نام شمخاء ایک قول یہ ہے وہ آدم وحواء ہیں۔

قراءت: لولدیّ پڑھا گیا اس سے مراد سام اور حام ہیں۔

وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ (اور جو مؤمن ہونے کی حالت میں میرے گھر میں داخل ہیں ان کو) بیتی سے مراد میرا مکان نمبر۲۔ میری مسجد نمبر۳۔ میری کشتی مُؤْمِنًا کیونکہ ان کو معلوم ہو گیا کہ جو ان کے گھر میں آ گئے ہیں وہ کفر کی طرف نہ لوٹیں گے۔ وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (اور تمام مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دے) جو قیامت تک آنے والے ہیں۔ آیت میں پہلے ان کو خصوصاً بیان کیا جو خود ان کی ذات سے متصل تھے کیونکہ وہ زیادہ حقدار ہیں۔ اور آپ کی دعا کے زیادہ مستحق ہیں۔ پھر عام مؤمنین اور مؤمنات کو شامل فرمایا۔ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا (اور ظالموں کی ہلاکت اور بڑھا دیجئے) ظالمین سے کافر مراد ہیں۔ تبار ہلاکت وتباہی۔ پس ان کو ہلاک کر دیا گیا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

نوح علیہ السلام نے دو دعائیں فرمائیں۔ نمبر۱۔ ایمان والوں کیلئے مغفرت کی اور کافروں کیلئے تباہی و ہلاکت کی۔ کفار کے متعلق آپ کی دعا تو تباہی کی صورت میں قبول کر لی گئی پس ناممکن ہے کہ ایمان والوں کے حق میں آپ کی دعا قبول نہ ہوئی ہو۔

ایک اختلاف:

جب ان کو غرق کیا گیا تو ان کے بچوں کے متعلق اختلاف ہے ایک قول یہ ہے ان کی عورتوں کے ارحام کو طوفان سے چالیس سال قبل بانجھ کر دیا تھا۔ پس ان کے ساتھ کوئی بچہ نہ تھا جب ان کو ڈبویا گیا۔ ایک اور قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی براءت کا علم ہے پس ان کو بغیر عذاب کے ہلاک کر دیا گیا۔

الحمدللہ جمعۃ المبارک سے پہلے سورۂ نوح کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٍ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ جن مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھائیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ﴿١﴾ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ

آپ فرما دیجئے کہ میرے پاس یہ وحی آئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے میری طرف بات سننے کے لئے دھیان دیا پھر انہوں نے کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کا راستہ بتاتا ہے

فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ﴿٢﴾ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً

سو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ ہرگز کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور بہت بلند ہے ہمارے رب کی عزت انہیں بنایا اس نے کسی کو بیوی

وَّلَا وَلَدًا ﴿٣﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ﴿٤﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ

اور نہ اولاد اور بلاشبہ بات یہ ہے کہ ہم میں جو احمق ہیں وہ اللہ کی شان میں ایسی باتیں کہتے تھے جو حد سے بڑھی ہوئی ہیں اور ہم یہ خیال کرتے تھے کہ

لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿٥﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ

انسان اور جن اللہ کی ذات کے بارے میں جھوٹ بات نہ کہیں گے اور بیشک بات یہ ہے کہ بہت سے مرد انسانوں میں سے ایسے تھے

يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴿٦﴾ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ

جو جنات کے مردوں کی پناہ لیا کرتے تھے تو انہوں نے ان کو تکبر میں زیادہ کیا اور بات یہ ہے کہ انہوں نے خیال کیا جیسا تم نے خیال کیا ہے کہ اللہ

اللّٰهُ اَحَدًا ﴿٧﴾ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ﴿٨﴾ وَّ

کسی کو دوبارہ زندہ نہ فرمائے گا اور بلاشبہ ہم نے آسمان کی تلاشی لینا چاہا تو ہم نے اسے اس حال میں پایا کہ وہ سخت پہرہ سے اور شعلوں سے بھرا ہوا ہے اور

اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ﴿٩﴾

بے شک ہم آسمان کے مواقع میں باتیں سننے کے لئے بیٹھا کرتے تھے سو جو شخص اب سننا چاہے وہ اپنے لئے ایک شعلہ تیار پاتا ہے

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا (آپ کہئے کہ میرے پاس اس بات کی وحی آئی ہے۔ کہ جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن سنا۔ پھر انہوں نے کہا ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے)

ا : قُلْ اے محمد ﷺ اپنی امت کو کہہ دیجئے اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّہٗ معاملہ اور شان یہ ہے

قراءت: تمام قراء اَنَّہٗ کے فتحہ پر اتفاق کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ اوحی کا نائب فاعل ہے۔ اور نمبر۲۔ اَنْ لَّوِ استقاموا [الجن:۱۶] او اَنّ المساجد [الجن:۱۸] میں انہ استمع پر عطف ہے پس ان مخففہ من المثقلہ ہے۔ اور نمبر۳۔ اَنْ قد اَبْلَغُوا [الجن:۲۸] تا کہ یعلم اس کی طرف متعدی ہو سکے۔ اور فاء جزائیہ کے بعد مکسور ہوتا ہے اور قال کے بعد بھی جیسے فَاِن له نار جهنم [الجن:۲۳] وقالوا اِنا سمعنا کیونکہ یہ ابتدائی کلام اور قال کا مقولہ ہے۔ ج نمبرا۔ اَنَّہٗ تعالٰی جدربنا الی اَنّا منا المسلمون [الجن:۳-۱۴] کے فتحہ و کسرہ میں اختلاف ہے۔ نمبر۲۔ ابوبکر کے علاوہ کوفی اور شامی قراء نے فتحہ دیا ہے۔ کیونکہ انہ استمع پر اس کا عطف ہے یا یہ جار مجرور کے محل میں ہے اس آیت میں فاٰمنا بہٖ [الجن:۲] تقدیر کلام اس طرح ہے صدقناہ و صدقنا اَنَّہٗ تعالی جدربنا وَاَنَّہٗ کان یقول سفیهنا [الجن:۴] آخری آیت تک۔ نمبر۲۔ دیگر قراء نے اس کو کسرہ دیا اور اِنَّا سمعنا پر عطف کیا اور تمام آیات کے اواخر میں وقف کرتے ہیں۔

جنات کی آمد:

اسْتَمَعَ نَفَرٌ (ایک جماعت) نفر تین سے دس تک جماعت کو کہتے ہیں۔ مِّنَ الْجِنِّ (جنوں میں سے) یہ مقام نصیبین کے جنات تھے۔ فَقَالُوْٓا پس جب وہ نبی اکرم ﷺ کو صلوٰۃ فجر میں قراءت کرتا سن چکے تو انہوں نے لوٹ کر اپنی قوم کو کہا۔ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا (ہم نے ایک عجیب عمدہ قرآن سنا)۔ جو حسن نظم میں تمام کتب سے الگ ہے اور صحت اور معانی میں ایک نکھار رکھتا ہے۔ العجب جو عادت سے خارج ہو یہ مصدر ہے جس کو العجیب صفت کی جگہ لائے۔

۲ : یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ (وہ راہ راست بتلاتا ہے) وہ درست بات کی طرف دعوت دینے والا ہے یا توحید و ایمان کی طرف۔ فَاٰمَنَّا بِهٖ (پس ہم تو اس پر ایمان لائے) ۂ سے قرآن مجید مراد ہے۔ اور جب قرآن پر ایمان یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی وحدانیت پر یقین کرنا اور شرک سے بیزاری اختیار کرنا ہے۔ تو کہنے لگے وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا (ہم اپنے رب کے ساتھ اس کی مخلوق میں سے کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے)۔ نمبر۲۔ یہ بھی درست ہے کہ بہٖ میں ضمیر کا مرجع ذات عزوجل ہو۔ کیونکہ بربنا اس کی تفسیر کر رہا ہے۔

۳ : وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا (اور ہمارے رب کی بڑی شان ہے) جد عظمت، عرب کہتے ہیں جد فلان في عيني ای عظیم وہ میرے ہاں عظمت والا ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں یہی معنی ہے: کان الرجل اذا قرأ البقرة و آل عمران جَدَّ فینا وہ ہماری نگاہوں میں بلند ہو جاتا۔ یہ قول حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف بھی منسوب ہے۔ مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً (اس نے نہ کسی کو بیوی بنایا) وَّلَا وَلَدًا (اور نہ اولاد) جیسا کہ کافر جن وانس کہتے ہیں۔

۴ : وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا (اور ہم میں سے جو احمق ہوئے ہیں وہ کہتے تھے) سفیہ: جاہل۔ یا ابلیس کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی جاہل نہیں۔ عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا (اللہ تعالیٰ کی شان میں حد سے بڑھی ہوئی باتیں) یعنی کفر کیونکہ وہ درستی میں سب سے دور بات

وہی ہے۔ یہ شطت الدار ای بعدت (گھر دور ہوا) سے لیا گیا ہے۔ نمبر۲۔ ایسی باتیں جن میں وہ حق سے تجاوز کرنے والے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بیوی اور اولاد کی نسبت والا خبیث قول ہے۔ الشطط ظلم وغیرہ میں حد سے تجاوز کر جانا۔

۵ : وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (اور ہمارا یہ خیال تھا کہ انسان اور جن کبھی اللہ تعالیٰ کی شان میں جھوٹ بات نہ کہیں گے) کذبًا یہ قولا مصدر کی صفت ہے ای قولا کذبا نمبر۲۔ کذب خود مکذوب فیہ کے معنی میں ہے۔ یعنی جھوٹ نمبر۳۔ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ کذب خود قول کی ایک قسم ہے یعنی ہمارے گمان میں یہ بات تھی کہ کوئی شخص ہرگز اللہ تعالیٰ کے متعلق بیوی اور اولاد کی نسبت والا جھوٹ نہ بولے گا۔ اس لئے ہم ان باتوں میں تصدیق کرتے رہے جو کچھ بھی وہ اس کی طرف منسوب کرتے رہے۔ یہاں تک کہ قرآن مجید سے ان کا کذب ہمارے سامنے کھل گیا۔

۶ : جب کوئی عربی خوفناک علاقے میں وارد ہوتا تو اس طرح کہتا اعوذ بسید هذا الوادی من سفهاء قومه۔ اس کا مقصد بڑے جن کی پناہ حاصل کرنا ہوتا تھا۔ اس پر فرمایا۔ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ (اور بہت سے لوگ آدمیوں میں سے ایسے تھے کہ وہ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ لیا کرتے تھے۔ پس انہوں نے ان جنات کی بڑھادی) یعنی ان انسانوں نے ان جنات کی پناہ لے کر ان جنات کی بڑھادی۔ رَهَقًا (سرکشی اور جہالت اور تکبر) کہ وہ اس طرح کہنے لگے کہ اب تو ہم جنات اور انسانوں کے سردار ہو گئے یا جنات نے انسانوں کی گمراہی بڑھادی۔ اس لئے کہ انسانوں نے ان سے پناہ طلب کی اور الرھق کا اصل معنی ممنوع کا ارتکاب کرنا۔

۷ : وَّاَنَّهُمْ (اور جیسا تم) اے گروہ جنات ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ (جنات کے گمان کیا جیسا تم نے گمان کیا) اے اہل مکہ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا (کہ اللہ تعالیٰ کسی کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا) موت کے بعد اٹھانا۔ مطلب یہ ہے جنات بھی بعث کے منکر تھے جیسا تم انکار کرتے ہو۔ پھر قرآن سن کر انہوں نے ہدایت پائی اور بعث کے اقراری ہو گئے تم کیوں اقرار نہیں کرتے جیسا انہوں نے اقرار کیا۔

۸ : وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ (اور ہم نے آسمان کی تلاشی لینا چاہی) ہم نے آسمان تک پہنچنا اور اہل سماء کی باتیں سننا تلاش کیا۔ اللمس چھونا۔ یہ طلب کیلئے بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ چھونے والا پہچان والا طالب ہوتا ہے۔ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا (پس ہم نے اس کو سخت پہرا سے بھرا پایا) فرشتوں کے طاقتور گروہ حفاظت کر رہے ہیں۔

نحو : حَرَسًا جمع حارس کی ہے۔ یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ ایک قول یہ ہے الحرس یہ اسم مفرد ہے جو حراس کے معنی میں ہے جیسا کہ خَدَم بمعنی الخدام ہے۔ اسی لئے اس کے لئے شدید کا وصف لایا گیا ہے۔ اگر معنی کی طرف نظر کی جاتی تو شداداً کہا جاتا۔ وَّشُهُبًا (اور شعلوں سے) یہ شہاب کی جمع ہے یعنی روشن ستارے۔

شہابِ ثاقب :

۹ : وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا (ہم اس میں بیٹھا کرتے تھے) یعنی آسمان میں اس سے پہلے مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ (موقعوں پر سننے

وَّاَنَّا لَا نَدْرِیْٓ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ

اور بلاشبہ ہم نہیں جانتے کہ جو لوگ زمین میں ہیں انکے ساتھ شر کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کے بارے میں ہدایت

رَشَدًا ﴿۱۰﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ﴿۱۱﴾

کا ارادہ فرمایا ہے ' اور بیشک ہم میں سے بعض نیک ہیں اور بعض اس کے علاوہ ہیں ہم مختلف طریقوں پر تھے

وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ﴿۱۲﴾ وَّاَنَّا

اور بلاشبہ ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور بھاگ کر اس کو ہرا نہیں سکتے اور بیشک بات یہ ہے

لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓی اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ﴿۱۳﴾

کہ جب ہم نے ہدایت کو سن لیا تو ہم اس پر ایمان لے آئے سو جو شخص اپنے رب پر ایمان لے آیا سو اسے نہ کسی کمی کا خوف ہے اور نہ کسی طرح کے ظلم کا

کیلئے) تا کہ ہم آسمان کی خبریں سنیں یعنی آسمان کے بعض موقعوں کو پہرہ داروں اور شہابوں سے آپ کی بعثت سے پہلے خالی پاتے (تو وہاں آسمان کی خبریں سننے کیلئے بیٹھ جاتے) فَمَنْ یَّسْتَمِعِ الْاٰنَ (پس جو کوئی اب سننا چاہتا ہے) یعنی سننے کا ارادہ کرتا ہے۔ الآن بعثت نبوی کے بعد یَجِدْ لَهٗ (تو اپنے لئے پاتا ہے) یعنی اپنی ذات کے لئے شِهَابًا رَّصَدًا (تیار شعلہ) رصد یہ شہاب کی صفت ہے۔ اور یہ اسم فاعل الراصد کے معنی میں ہے ای شهابا راصدا له ولاجله تیار شعلہ اس کے لئے۔ نمبر۲۔ یہ راصد کا اسم جمع ہے معنی اس طرح ہے ذوی شهاب راصدین بالرجم۔ شعلے والے جو رجم کیلئے منتظر ہوتے ہیں۔ اس سے مراد فرشتے ہیں جو ان کو شعلوں سے سنگسار کرتے ہیں اور سننے سے روکتے ہیں۔

قول جمہور:

یہ حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے نہ تھا۔

رجم شیاطین پہلے نہ تھا:

ایک قول یہ ہے کہ رجم زمانہ جاہلیت میں بھی تھا لیکن شیاطین بعض اوقات چوری چھپے کوئی بات سن پاتے۔ پس بعثت نبوی ﷺ سے استراق سمع والا سلسلہ بھی مکمل طور پر بند کر دیا گیا۔

۱۰: وَّاَنَّا لَا نَدْرِیْٓ اَشَرٌّ (اور ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کو کوئی تکلیف پہنچانا مقصود ہے) اشرٌّ سے مراد عذاب اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ (اس استراق سمع کو روک کر) اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا (یا ان کے رب نے ان کو ہدایت کرنے کا مقصد فرمایا ہے) رشد سے خیر اور رحمت مراد ہے۔

۱۱ : وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ (اور ہم میں بعضے نیک ہیں) ابرار و متقین ہیں۔ وَمِنَّا (اور بعضے لوگ) دُوْنَ ذٰلِكَ (اور طرح کے ہیں) موصوف کو حذف کر دیا وہ بھلائی میں میانہ رو ہیں کامل نہیں ہیں یا انہوں نے اس سے غیر صالحین مراد لیے۔ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا (ہم مختلف طریقوں پر تھے) یہ مذکورہ تقسیم کا بیان ہے۔ مطلب یہ ہے ہم متفرق مذاہب رکھتے تھے۔ نمبر۲۔ مختلف دین رکھتے تھے۔ القِدَدُ جمع قدۃ کی ہے۔ ٹکڑا یہ قددت السیر سے لیا گیا جس کا معنی طے کرنا ہے۔

۱۲ : وَّاَنَّا ظَنَنَّآ (اور ہم نے سمجھ لیا ہے) ہمیں یقین آ گیا ہے۔ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ (کہ ہم اللہ تعالیٰ کو ہرا نہیں سکتے) ہم اس سے بڑھ نہیں سکتے۔ فِي الْاَرْضِ (زمین میں)

نحو : یہ حال ہے تقدیر کلام یہ ہے لن نعجزہ کائنین فی الارض اینما کنا ہم ہرگز اس کو ہرا نہ سکیں گے اس میں کہ زمین میں ہم جہاں بھی ہوں۔ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا (اور نہ بھاگ کر اس کو ہرا سکتے ہیں)

نحو : ھربًا یہ مصدر ہے جو موضع حال میں ہے تقدیر کلام یہ ہے لن نعجزہ ھاربین منھا الی السماء اور ہم ہرگز اس کو آسمان کی طرف بھاگ کر بھی ہرا نہیں سکتے۔ یہ جنات کے حالات ہیں اور جو ان کے احوال وعقائد تھے۔

۱۳ : وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى (اور ہم نے جب ہدایت کی بات سن لی) الھدی سے قرآن مجید مراد ہے۔ اٰمَنَّا بِهٖ (ہم نے تو اس کا یقین کر لیا) قرآن پر نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ پر فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ (پس جو شخص اپنے رب پر ایمان لے آئے گا تو اس کو اندیشہ نہ ہوگا)

نحو : یہ مبتدأ اور خبر ہیں اصل اس طرح ہے فھو لا یخاف۔

بَخْسًا (کمی) ثواب میں کمی کا وَّلَا رَهَقًا (اور نہ زیادتی کا) یعنی اس پر ذلت نہ چھائے گی۔ یہ اس قول کی طرح ہے و رھقھم ذلة [یونس:۲۷] اور فرمایا و لا یرھق وجوھھم قتر و لا ذلة [یونس:۲۶]

مسئلہ : اس میں دلیل ہے کہ اعمال ایمان میں سے نہیں ہیں۔ یعنی ایمان کا جزء نہیں ہیں۔

وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾

اور بلاشبہ ہم میں سے بعض مسلمان ہیں اور بعض ظالم ہیں سو جس شخص نے اسلام قبول کر لیا تو ان لوگوں نے بھلائی کا راستہ ڈھونڈ لیا

وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۙ﴿۱۵﴾ وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ

اور جو لوگ ظالم ہیں وہ دوزخ کا ایندھن ہوں گے اور اگر وہ راستہ پر قائم ہو جاتے

لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۙ﴿۱۶﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ

تو ہم انہیں فراغت والے پانی سے سیراب کرتے تاکہ ہم اس میں ان کا امتحان کریں اور جو شخص اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرے وہ اسے چڑھتے ہوئے

عَذَابًا صَعَدًا ۙ﴿۱۷﴾ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۙ﴿۱۸﴾ وَّاَنَّهٗ

عذاب میں داخل فرمائے گا اور بلاشبہ سب سجدے اللہ ہی کے لئے ہیں سو تم اللہ کے ساتھ کسی کو بھی مت پکارو اور بیشک بات یہ ہے

لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ؕ﴿۱۹﴾ ع قُلْ اِنَّمَآ

کہ جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوتا ہے کہ وہ اسے پکارے تو یہ لوگ اسکے اوپر جمگھٹا لگانے والے بن جاتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے

اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾

کہ میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہراتا آپ فرما دیجئے کہ بیشک میں تمہارے لئے کسی ضرر کا اور کسی بھلائی کا مالک نہیں ہوں

جنات میں مؤمن وکافر:

۱۴: وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ (اور ہم میں بعضے تو مسلمان ہیں) مؤمن ہیں وَمِنَّا الْقَاسِطُوْنَ (اور بعضے ہم میں بے راہ ہیں) کافر ہیں جو طریق حق سے ہٹنے والے ہیں۔ قسط ظلم کرنا۔ اقسط انصاف کرنا۔ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا (پس جو شخص مسلمان ہو گیا انہوں نے بھلائی کا راستہ ڈھونڈ لیا) ہدایت کو طلب کیا التحری اولیٰ کی تلاش کرنا۔

۱۵: وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا (اور جو بے راہ ہیں پس وہ ہیں) اللہ تعالیٰ کے علم میں لِجَهَنَّمَ حَطَبًا (دوزخ کے ایندھن) ان سے جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔

مَسْئَلَه: کافر جن کو آگ کا عذاب ہوگا البتہ ان کے ثواب کی کیفیت میں توقف کیا جاتا ہے۔

۱۶: وَّ اَنْ لَّوِ اَنْ مخففہ من المثقلہ ہے۔ یعنی انّہٗ یہ من جملہ وحی میں سے ہے۔ یعنی اوحی الی ان الشان لو۔ میری طرف وحی کی گئی بیشک معاملہ یہ ہے اگر اسْتَقَامُوْا (یہ لوگ قائم ہو جائیں) ظالم لوگ عَلَى الطَّرِيْقَةِ (طریقہ اسلام پر) لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا (تو ہم ان کو فراغت کے پانی سے سیراب کرتے) غدقًا زیادہ کثیر۔ معنی یہ ہے ہم ان پر رزق کی وسعت کر دیتے۔ آیت

میں ماءً غدقاً کا ذکر کیا کیونکہ وہ وسعت رزق کا سبب ہے۔

۱۷: لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ (تا کہ اس میں ان کا امتحان کریں) تا کہ ہم ان کو آزمائیں کہ وہ جو انعامات دیئے گئے ہیں ان کا کس طرح شکریہ ادا کرتے ہیں۔ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ (اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی کرے گا) ذکر سے قرآن مجید یا توحید یا عبادت مراد ہے۔ يَسْلُكْهُ (اللہ تعالیٰ اس کو داخل کریگا)

قراءت: ابوعمرو کے علاوہ عراقی قراء نے یاء سے پڑھا ہے

عَذَابًا صَعَدًا (سخت عذاب) اونچے درجہ کا دکھ صعد ا یہ صعد کا مصدر ہے عرب کہتے ہیں صَعِدَ صعدًا وصعودًا اسکو عذاب کی صفت کے طور پر لائے کیونکہ وہ معذب پر چڑھ جائیگا اور غالب آ جائیگا پھر وہ اس کو برداشت نہ کر سکے گا۔ حضرت عمرؓ کے قول کا یہی معنی ہے ماتصعد نی شئ ماتصعد تنی خطبة النکاح مجھ پر گراں نہیں گزرتی کوئی چیز جتنا مجھے خطبہ نکاح گراں ہوتا ہے۔

مساجد کا معنی:

۱۸: وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ (اور جتنے سجدے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کا حق ہیں) یہ منجملہ دوسری وحی کے یہ بھی وحی آئی ہے یعنی اوحی الی ان المساجد للّٰه المساجد وہ مقام جو اس لیے بنائے جائیں تا کہ اللہ تعالیٰ کیلئے ان میں نماز پڑھی جائے۔ ایک قول یہ ہے ولان المساجد للّٰه فلا تدعوا اس لئے کہ مساجد اللہ ہی کیلئے ہیں اور اس کی عبادت کیلئے پس تم ان میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کسی کو مت پکارو۔ ایک قول یہ ہے المساجد اعضائے سجود۔ پیشانی، گھٹنے، دونوں قدم، فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا۔ (پس تم اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو)

۱۹: وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ (اور جب اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ کھڑا ہوتا ہے) عبداللہ سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں قام نماز کیلئے کھڑا ہونا۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے فاوحی الیّ لما قال عبد اللّٰه۔

يَدْعُوْهُ (اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کیلئے) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور قرآن پڑھتے ہیں۔ آیت میں نبی اللہ یا رسول اللہ کی بجائے عبداللہ فرمایا۔ کیونکہ یہ نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی محبوب تھا۔ اور جب یہ آپ کے اپنے کلام میں اپنی ذات کی تعبیر کیلئے آئے تو انتہائی تواضع پر دلالت کرتا ہے۔ نمبر۲۔ پہلے ہی جو عبداللہ ہو اس کی عبادت کوئی بعید اور اوپری شئی نہیں یہاں تک کہ یہ ان کے گرد گروہ در گروہ جمع ہو رہے ہیں۔ كَادُوْا (قریب ہے کہ جنات) يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا (اس پر جمگھٹا لگانے والے ہو جائیں) لبد جمع لبدة جماعت ہو جائیں اس پر جماعتوں کی صورت میں اس کی عبادت پر تعجب سے جمع ہونے والے اور ان کے صحابہ کی بے مثال اقتداء دیکھ کر تعجب کریں اور جو قرآن مجید آپ نے پڑھا ہے اس پر متعجب ہوں کیونکہ انہوں نے یہاں وہ کچھ دیکھا جو پہلے کبھی نظروں میں نہیں آیا۔

۲۰: قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ (آپ یہ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں) اکیلے رب کی۔

قراءت: عاصم وحمزہ کے علاوہ نے قال پڑھا ہے۔

قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾

آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ مجھے اللہ سے کوئی نہیں بچا سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں پا سکتا'

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ ؕ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ

لیکن اللہ کی طرف سے پہنچانا اور اس کے پیغاموں کو ادا کرنا میرا کام ہے اور جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو بیشک اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے

خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ﴿۲۳﴾ حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ

وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا' یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو اس وقت جان لیں گے کہ کس کے مددگار کمزور

نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾ قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ

ہیں اور عدد کے اعتبار سے کس کی جماعت کم ہے۔ آپ فرما دیجئے میں نہیں جانتا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ قریب ہے یا میرے رب نے

رَبِّیْۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی

اس کے لئے کوئی مدت دراز مقرر فرما رکھی ہے' وہ غیب کا جاننے والا ہے سو اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا ہاں مگر جو کوئی اس کا

مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ ۙ لِّیَعْلَمَ

برگزیدہ رسول ہو سو وہ اس کے آگے اور پیچھے محافظ بھیج دیتا ہے تاکہ وہ جان لے

اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَ اَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغام پہنچا دیئے' اور جو کچھ ان کے احوال ہیں اللہ ان کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہر چیز پوری طرح اس کے شمار میں ہے۔

وَلَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا (اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا) عبادت میں پھر تم کیوں کرتے اور ٹھٹ کے ٹھٹ مجھ پر جمع ہوتے ہو۔

۲۱ : قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا (کہہ دیجئے میں تمہارے ذرا بھر ضرر کا اختیار نہیں رکھتا ہوں) ضرا بمعنی نقصان پہنچانا وَّلَا رَشَدًا (اور نہ کسی بھلائی کا) یعنی نفع کا۔

نمبر۲: الضر سے گمراہی مراد ہے اس کی دلیل حضرت ابی کی قراءت میں ہے (غیا ولا رشدا) یعنی میں تمہیں نقصان پہنچانے کی نہ طاقت رکھتا ہوں اور نہ نفع پہنچانے کی کیونکہ نافع وضار اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

۲۲ : قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ (آپ کہہ دیجئے مجھ کو اللہ تعالیٰ سے کوئی نہیں بچا سکتا) اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو

مجھ سے اس کے عذاب کو کوئی ہٹا نہیں سکتا یہ اسی طرح ہے جیسا صالح علیہ السلام نے فرمایا فمن ینصرنی من اللہ ان عصیتہٗ [ھود:۶۳] وَلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا (اور نہ میں اس کے سوا کوئی پناہ پا سکتا ہوں) ملتحدًا جائے پناہ۔

۲۳: اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ (لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچانا)

نحو : نمبرا۔ یہ لا املك سے استثناء ہے ای لا املك لكم ضرًا و لا رشدًا الا بلا غامن الله میں تمہارے لئے ذرہ بھر گمراہی اور ہدایت کا مالک نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے (اس کا پیغام) پہنچانا ہے۔ اور نمبر۲۔ (قل انی لن یجیرنی) یہ جملہ معترضہ ہے جو اپنی ذات سے استطاعت کی نفی اور آپ کے بیان عجز کی تاکید ہے۔ نمبر۳۔ نحو : بلاغا یہ ملتحدًا سے بدل ہے۔ ای لن اجد من دونہ منجی الا ان ابلغ عنہ ما ارسلنی بہ میں ہرگز اس کے سوا کو پناہ کی جگہ نہیں پاتا سوائے اس کے کہ میں اس پیغام کو پہنچا دوں۔ جو اس نے مجھے دے کر بھیجا ہے۔ یعنی مجھے اور کوئی چیز اس کے سوا پناہ نہیں دے سکتی کہ میں اس کے پیغام کو پہنچا دوں۔ پس یہ بات مجھے نجات دینے والی ہے۔

قول فراء:

یہ شرط اور جزاء ہے استثناء نہیں ہے اور اِنْ یہ لاَ سے جدا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے ان لا ابلغ بلاغا ای ان لم ابلغ لم اجد من دونہ ملتجا و لا مجیرًا لی۔ (اگر میں نہ پہنچاؤں تو اس کے سوا کو پناہ گاہ اور نہ پناہ دینے والا اپنے حق میں نہ پاؤں گا) یہ اسی طرح ہے جیسا کہتے ہیں ان لا قیامًا فقعودًا ان صورتوں میں بلاغ تبلیغ کے معنی میں ہے۔ وَرِسٰلٰتِهٖ (اور اس کے پیغاموں کو)

نحو : اس کا عطف بلاغا پر ہے گویا اس طرح کہا گیا لا املك لكم الا التبليغ والرسالات ای الا ان ابلغ عن الله میں تمہارے تبلیغ اور پیغاموں کے علاوہ کسی چیز کا مالک نہیں یعنی مجھے یہی اختیار ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دوں۔ پس میں کہتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنے قول کو میری طرف منسوب کرتے ہوئے۔ کہ میں اس کے اس پیغام کو بغیر کمی بیشی پہنچا دوں جو پیغام اس نے مجھے دیا ہے۔

نحو : مِنْ یہ بلاغا کا صلہ نہیں کیونکہ اس کا صلہ عَنْ آتا ہے یہ اس مِنْ کی طرح ہے جو اس آیت میں براءۃ من اللہ میں ہے [التوبہ:۱] تقدیر کلام یہ ہے بلاغا کائنًا من اللہ۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانتے) یعنی رسول اللہ ﷺ پر اتارا ہوا حکم قبول نہیں کرتے کیونکہ من یعص اللہ کو تبلیغ رسالت کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا (تو یقیناً ان لوگوں کے لئے آتش دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے)

نکتہ: لہ میں ضمیر کو واحد لائے اور خالدین صیغہ جمع کا لائے اس کی وجہ مَنْ یعص اللہ میں مَنْ ہے ایک میں ظاہر کا لحاظ جبکہ دوسرے میں معنی کا لحاظ۔

۲۴ : حَتّٰی یہ محذوف کے متعلق ہے جس پر موقعہ دلالت کر رہا ہے گویا اس طرح کہا گیا لا یزالون علی ماھم علیہ حتی اذا وہ جس پر ہیں اس پر ہمیشہ رہیں گے یہاں تک کہ اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ (جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے) یعنی عذاب فَسَیَعْلَمُوْنَ (اس وقت وہ جان لیں گے) جبکہ عذاب ان پر اتر پڑے گا۔ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا (کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کی جماعت کم ہے) آیا وہ یا مؤمن یعنی کافروں کا اس دن کوئی مددگار نہ ہوگا اور مؤمن کے مددگار اللہ جل شانہ اور اس کے ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام ہونگے۔

۲۵ : قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ (آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو معلوم نہیں) یعنی میں نہیں جانتا۔ (اِنْ ما کے معنی میں ہے) اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ (کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آیا وہ نزدیک ہے) یعنی عذاب اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ (یا میرے پروردگار نے اس کے لئے مقرر کر دی ہے)

قراءت : حجازی اور ابو عمرو نے یاء کے فتحہ سے پڑھا ہے۔ اَمَدًا (مدت دراز) لمبی غایت یعنی تمہیں یقیناً عذاب دیا جائے گا لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ آیا وہ ابھی اترنے والا ہے یا مؤجل ہے۔

۲۶ : عٰلِمُ الْغَیْبِ (غیب کا جاننے والا وہی ہے) نحو : یہ مبتدأ کی خبر ہے ای ھو عالم الغیب ۔فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا (پس وہ اپنے غیب پر کسی مخلوق کو مطلع نہیں کرتا) یظھر یہ یطلع کے معنی میں ہے اور احدًا سے مراد مخلوق میں سے کوئی۔

بعض اخبارِ غیب تاکہ معجزہ بن جائیں :

۲۷ : اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (ہاں مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو) مگر رسول کو اس نے بعض غیب کے علم کیلئے پسند کر لیا تاکہ غیب کے متعلق اس کی خبریں رسول کے لئے معجزہ بن جائیں پس وہ اپنے غیب میں اس کو جو چاہتا ہے اس سے مطلع کرتا ہے۔

نحو : من رسول یہ لمن ارتضی کا بیان ہے۔ اور ولی جن چیزوں کی خبر دے اور وہ اسی طرح ہو جائیں تو اس کو اس پر قطعی یقین نہیں ہوتا لیکن وہ اپنے خواب یا فراست ایمانی سے وہ خبر دیتا ہے۔ اور ہر ولی کی کرامت یہ دراصل رسول کا معجزہ ہے۔ التاویلات میں مذکور ہے کہ بعض نے کہا کہ اس آیت میں نجومیوں کی تکذیب پر دلالت پائی جاتی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ ان میں سے بعض کی خبریں سچی ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح اطباء نبات کی طبائع سے واقف ہیں۔ اور یہ بات غور سے معلوم نہیں ہوتی پس معلوم ہوا ان کی اطلاع کا دارومدار ایسے رسول ہیں جن کے حالات لوگوں سے منقطع ہو چکے اور ان کا علم مخلوق میں باقی رہ گیا۔ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ (پس وہ بھیج دیتا ہے) داخل کر دیتا ہے۔ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ (اس پیغمبر کے آگے) رسول کے آگے وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا (اور اس کے پیچھے محافظ فرشتے) حفاظتی فرشتے جو شیاطین سے ان کی حفاظت کرتے اور وساوس سے ان کو بچاتے ہیں شیاطین کی مخالطت سے بچاتے ہیں یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحی پہنچاتے ہیں۔

۲۸ : لِیَعْلَمَ (تاکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے) اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا (کہ ان فرشتوں نے پہنچا دیے ہیں) رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ (اپنے پروردگار کے پیغامات) مکمل طور پر بغیر کسی کمی بیشی کے مرسل الیہم تک پہنچا دیے ہیں۔ یعنی تاکہ اللہ تعالیٰ اس کو جان لے موجود

اس کے وجود کی حالت میں جیسا کہ وہ اس کو اس کے وجود سے پہلے جانتے ہیں کہ وہ وجود میں آئے گی۔

نکتہ: مِنْ بین یدیہ میں ضمیر کو واحد لائے اس میں من کے لفظ کا لحاظ کیا۔ اور ابلغوا میں مَن کے معنی کا لحاظ کر کے جمع لائے۔

وَاَحَاطَ (اور اللہ تعالیٰ احاطہ کیے ہوئے ہیں) بِمَا لَدَیْھِمْ (ان کے تمام احوال کا) یعنی رسولوں کے پاس جو علم ہے۔

وَاَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا (اور اس کو ہر چیز کی گنتی معلوم ہے) بارشوں کے قطروں کی تعداد، ریت کے ذرات کی تعداد، درختوں کے پتوں کی تعداد اور سمندروں کے جھاگوں کی مقدار۔ جب وہ یہ سب کچھ ذاتی طور پر جانتا ہے تو پھر رسولوں کے پاس جو اس کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کا کلام ہے اس کا وہ کیونکر احاطہ کرنے والا نہ ہوگا۔

نحو: عددًا یہ حال ہے۔ اور ہر چیز کا علم گنا ہوا اور شمار کیا ہوا ہے۔ نمبر۲۔ یہ مصدر ہے اور احصاء کے معنی میں ہے۔

الحمد للہ سورۂ جن کا تفسیری ترجمہ بعد العصر مکمل ہوا۔ الحمد للہ علی ذالک ۲۷ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ۔

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ عِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ المزمل مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں بیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝١ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝٢ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝٣ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ

اے کپڑوں میں لپٹنے والے رات کو قیام کرو مگر تھوڑی سی رات یعنی آدھی رات یا آدھی سے کچھ کم یا اس سے کچھ زیادہ بڑھا دو'

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝٤ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝٥ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ

اور قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھو' بیشک ہم آپ پر عنقریب ایک بھاری کلام ڈالنے والے ہیں۔ بلاشبہ رات کا اٹھنا خوب

اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۝٦ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝٧ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ

زیادہ مشقت والا ہے اور اس وقت بات خوب ٹھیک طرح ادا ہوتی ہے۔ بلاشبہ دن میں آپ کو زیادہ کام میں مشغولیت رہتی ہے۔ اور آپ اپنے رب کا نام یاد کرتے رہیں

وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝٨ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝٩

اور قطع تعلق کر کے اسی کی طرف متوجہ رہیں وہ مشرق کا رب ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں سو اپنے کام سپرد کرنے کے لئے صرف اسی کو اپنا کارساز بنائے رہو۔

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝١٠ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ

اور یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے علیحدگی اختیار کیجئے اور مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو جو نعمت والے ہیں

اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝١١

چھوڑ دیجئے اور انہیں تھوڑے دنوں کی مہلت دیجئے

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ○ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا (اے کپڑوں میں لپٹنے والے۔ رات کو کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات)

١ : يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ نحو : یہ اصل میں المتزمل ہے اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے کپڑوں میں لپٹا ہو۔ تاء کو زاء میں ادغام کر دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کپڑوں میں لپٹے آرام فرما رہے تھے پس آپ کو نماز کیلئے اٹھنے کا حکم دیا گیا فرمایا

٢ : قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا (رات کو نماز کیلئے کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات)

۳ : نِّصْفَهٗٓ (آدھی رات) یہ الیل سے بدل ہے اور الا قلیلاً کا استثناء نصفه سے ہے تقدیر کلام اس طرح ہے قم نصف الیل الا قلیلا من نصف الیل۔ آپ آدھی رات اٹھیں مگر نصف لیل سے تھوڑا۔ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ (یا کم کردو آدھی رات سے) نصف سے کم۔

قراءت: عاصم وحمزہ کے علاوہ نے اَوُ کی واؤ کا ضمہ پڑھا ہے۔ قَلِيْلًا (تھوڑا) ثلث لیل تک۔

دو میں ایک کا چناؤ:

۴ : اَوْ زِدْ عَلَيْهِ (یا اس سے کچھ بڑھا دو) نصف سے بڑھا دو۔ دو ثلث تک اور مقصود اس سے دو باتوں میں سے ایک کا چناؤ ہے اور وہ دونوں یہ ہیں۔ نمبر۱۔ نصف سے کم نمبر۲۔ نصف سے زائد۔ اگر نصفه کو قلیلا سے بدل قرار دیا جائے۔ تو پھر تین چیزوں میں یہ اختیار بنے گا نمبر۱۔ مکمل آدھی رات کا قیام۔ نمبر۲۔ اس میں سے کچھ کم قیام۔ نمبر۳۔ آدھی رات سے زائد قیام۔ باقی نصف کو کل کے مقابلہ میں قلیل کہا گیا۔ ورنہ قلیل کا مطلقاً استعمال نصف سے کم پر آتا ہے اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ جب ایک آدمی نے اپنے متعلق ایک ہزار درھم کا اقرار کر کے الا قلیلا سے استثناء کیا۔ تو اس پر نصف سے زائد رقم لازم ہوگی کیونکہ کل کے مقابلہ میں وہی قلیل ہے۔ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھو) واضح اور جدا جدا۔ الثغر الرتل ان دانتوں کو کہتے ہیں جو فاصلے والے ہوں۔ نمبر۲۔ ٹھہر ٹھہر کر حروف کو واضح کر کے پڑھو اور وقوف کا لحاظ کرو۔ اشباع حرکات کا خیال کرو۔ ترتیلا رتل کے امر کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے کہ قاری قرآن کیلئے ضروری ہے کہ قرآن کو ترتیل سے پڑھے۔

باوجاہت کلام:

۵ : اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ (ہم تم پر ڈالنے کو ہیں) عنقریب آپ پر ہم اتاریں گے۔ قَوْلًا ثَقِيْلًا (ایک بھاری کلام) قرآن مجید کیونکہ اس میں اوامر، نواہی ہیں جن کا کرنا مکلفین پر گراں اور بھاری گزرتا ہے۔ نمبر۲۔ منافقین پر بھاری ہے۔ نمبر۳۔ وزن والا کلام ہے اور وجاہت والا پیغام ہے۔ احمقانہ اور سطحی نہیں ہے۔

رات کو پیدا ہونے والی عبادت:

۶ : اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ (بیشک رات کا اٹھنا)

قراءت: ورش کے علاوہ بقیہ نے ہمزہ سے پڑھا۔ ناشئہ: مراد قیام لیل ہے۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ

یہ نشاء سے مصدر ہے اذا قام و نهض کے معنی میں ہے اس کا وزن فَاعِلَةٌ ہے جیسے عافیةٌ نمبر۲۔ ایسی عبادت جو رات کو پیدا ہوتی ہے اس لئے ناشئہ کہہ دیا۔ نمبر۳۔ رات کی گھڑیاں وہ بھی ایک گھڑی کر کے پیدا ہوتی ہے۔

امام زین العابدین رحمہ اللہ:

مغرب وعشاء کے درمیانی نماز پڑھتے اور کہتے یہ ناشئۃ الیل ہے۔ (گویا صلوٰۃ اوابین کو یہ نام دیتے) ہِیَ اَشَدُّ وَطْاً (وہ بہت زیادہ مؤثر ہے روندنے میں) موافقت میں۔

قراءت: وِطاۃ شامی، ابوعمرو واطئی سے ہے جس کا معنی موافقت ہے۔ یعنی قیام کرنے والے کا دل زبان سے موافقت کرنے والا ہے۔

قول حسن رحمہ اللہ:

سر وعلانیہ میں خوب موافقت پیدا کرنے والا ہے۔ کیونکہ مخلوق کی ملاقات منقطع ہوتی ہے۔

دیگر قراء نے وطئًا پڑھا ہے۔ جس کا معنی بوجھل ہے یعنی نمازی کیلئے دن کی نماز سے زیادہ مشکل ہے کیونکہ یہ نیند کو اس کے اپنے وقت سے بھگاتی ہے۔ آپ ﷺ کے قول میں یہ معنی موجود ہے۔ اللھم اشدد وطأتك علی مضر [رواہ البخاری: ۶۳۹۳، مسلم: ۶۷۵] وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا (اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے) بات میں زیادہ درست اور قراءت میں زیادہ پختہ ہے کیونکہ آوازوں سے سکون اور حرکات کا انقطاع ہوتا ہے۔

۷: اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا (بے شک تم کو دن میں بہت کام رہتا ہے) اپنے مشاغل اور مہمات میں بہت آنا جانا پڑتا ہے۔ پس رات کو اپنے رب کی عبادت کیلئے فارغ کرلیں۔ نمبر۲۔ لمبی فراغت ہے نیند اور آرام کیلئے سبحًا فراغت کے معنی میں ہے۔

۸: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ (اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو) دن رات اس کا ذکر کرو۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں تسبیح تہلیل، تکبیر، نماز تلاوت قرآن، علم دینی پڑھنا سب شامل ہیں۔ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا (اور سب سے قطع کر کے اسی کی طرف متوجہ رہو) ہر چیز سے منقطع ہو کر اس کی عبادت میں لگو۔ التبتل اللہ تعالیٰ ہی سے ہر خیر کی امید لگا کر باقی سب سے منقطع ہونا۔ ایک قول یہ ہے کہ دنیا اور جو اس میں ہے تمام کو چھوڑنا۔ اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے اس کی درخواست کرنا۔ تبتیلاً مصدر کو بعد میں زیادہ تاکید کیلئے لائے تقدیر کلام یہ ہے بتّلك الله فتبتل نمبر۲۔ فواصل کی رعایت سے مصدر یہاں لائے۔

۹: رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (وہ مشرق ومغرب کا رب ہے اس کے سوا اور کوئی قابل عبادت نہیں) رب المشرق یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے ای ھو رب المشرق۔ نمبر۲۔ یہ مبتدأ اور لا الٰہ یہ اس کی خبر ہے۔

قراءت: شامی وکوفی نے سوائے حفص کے ربِّ المشرق کسرہ سے پڑھا اور ربِّك سے بدل قرار دیا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حروف قسم کے اضمار سے مجرور ہے جیسا کہ واللہ لافعلن اور لا الٰہ یہ جواب قسم ہے جیسے کہتے ہیں۔ واللہ لا احدٌ فی الدار الازیدٌ۔ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا (تم اسی کو اپنے کام سپرد کرنے کیلئے قرار دیتے رہو) کارساز۔ نمبر۲۔ کفیل اس وعدے کا جو اس

نے آپ کی نصرت کا فرمایا ہے۔ نمبر۳۔ جب آپ کو معلوم ہے کہ وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے اور اس کے سوا اور کوئی مستحق عبادت نہیں تو اسی ہی کو اپنے امور کیلئے کفایت کرنے والا قرار دو۔

نکتہ فا: فاء کا فائدہ یہ ہے کہ اس معرفت کے بعد واحد قہار کی بارگاہ میں تمام امور کی تفویض میں ذرہ بھر توقف نہ کرنا چاہیے کیونکہ اقرار کے بعد انتظار کے عذر کی گنجائش نہیں۔

۱۰: وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ (اور یہ لوگ جو جو باتیں کہتے ہیں ان پر صبر کرو) یعنی میرے متعلق اولاد، بیوی جیسی باتیں۔ نمبر۲۔ آپ کے متعلق جو ساحر و شاعر کا طعنہ دیتے ہیں۔ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا (اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جاؤ) دل کے ساتھ ان سے پہلو تہی اختیار کرو۔ اچھے انداز سے ان کی مخالفت کرتے رہو۔ بدلہ لینا ترک کر دو ایک قول یہ ہے۔ یہ آیت قتال سے منسوخ ہے۔

۱۱: وَذَرْنِيْ (اور چھوڑ دو مجھے) ان کو میرے سپرد کرو میں جانوں اور وہ جانیں۔ وَالْمُكَذِّبِيْنَ (اور ان جھٹلانے والوں کو) روسائے قریش۔

نحو: یہ مفعول معہ ہے نمبر۲۔ ذرنی پر اس کا عطف ہے ای دعنی و ایا هم۔ اُولِي النَّعْمَةِ (نازونعمت والوں کو) النعمۃ کسرہ نون سے ہو تو انعام اور ضمہ سے ہو تو خوشی۔ وَمَهِّلْهُمْ (ان لوگوں کو مہلت دو مہلت دینا) قَلِيْلًا (تھوڑے دنوں) یوم بدر تک نمبر۲۔ قیامت کے دن تک۔

إِنَّ لَدَيْنَآ أَنكَالًا وَجَحِيمًا ﴿١٢﴾ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٣﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ

بیشک ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور دوزخ ہے اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا ہے اور دردناک عذاب ہے جس دن

الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ﴿١٤﴾ إِنَّآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْكُمْ رَسُولًا

زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے اور پہاڑ ریت کا تودہ بن جائیں گے جو ڈھلا جا رہا ہو۔ بلاشبہ ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا

شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ

جو تمہارے اوپر گواہ ہے جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا۔ سو فرعون نے رسول کی نافرمانی کی سو

فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ﴿١٦﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ

ہم نے اسے پکڑ لیا سخت پکڑنا۔ سو اگر تم کفر کرو گے تو اس دن سے کیسے بچو گے جو بچوں کو

الْوِلْدَانَ شِيبًا ﴿١٧﴾ السَّمَآءُ مُنفَطِرٌۢ بِهِۦ ۚ كَانَ وَعْدُهُۥ مَفْعُولًا ﴿١٨﴾ إِنَّ هَٰذِهِۦ

بوڑھا کر دے گا آسمان پھٹ جائے گا اس میں اس کا وعدہ کیا ہوا ہے بلاشبہ یہ

تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَآءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِۦ سَبِيلًا ﴿١٩﴾

ایک نصیحت ہے سو جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے۔

۱۲، ۱۳: إِنَّ لَدَيْنَآ (بیشک ہمارے یہاں) کافروں کیلئے آخرت میں أَنكَالًا (بھاری بیڑیاں ہیں) جمع نِكْلٌ۔ وَّ جَحِيمًا (اور دوزخ ہے) جلانے والی آگ۔ وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّةٍ (اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا) جو حلق سے چمٹ جائے گا۔ نہ وہ اگلا جاسکے گا۔ مراد الضریع اور الزقوم ہے۔ وَّ عَذَابًا أَلِيمًا (دردناک عذاب) جس کا درد دل تک پہنچنے والا ہے۔ روایت میں ہے آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور بے ہوش ہو گئے۔ [رواہ الطبری فی تفسیرہ: ۱۴/ ۱۳۵]

قول حسن رحمہ اللہ:

وہ روزے کی حالت میں تھے۔ افطار کا وقت ہو گیا۔ کھانا لایا گیا۔ اچانک ان کے سامنے یہ آیت آ گئی۔ تو فرمانے لگے اس کو اٹھالو۔ دوسری رات آن پہنچی۔ کھانا رکھا گیا پھر یہ آیت زبان پر آ گئی تو فرمایا کھانا اٹھالو۔ اسی طرح تیسری رات کو پیش آیا۔ پھر ثابت بنانی وغیرہ کو خبر دی گئی۔ وہ آئے اور ان کو تسلیاں دیتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ستو کا گھونٹ پیا۔

منظر قیامت:

۱۴ :یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ (جس روز زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے) ترجف سخت حرکت کریں گے۔

نحو :یوم ،لدینا کے معنی فعل کی وجہ سے منصوب ہے۔ای استقر للکفار لَدَیْنَا کذا و کذا یوم۔ثابت ہو چکا کفار کیلئے ہمارے ہاں یہ یہ چیزیں اس دن کو جس دن زمین۔وَکَانَتِ الْجِبَالُ کَثِیْبًا (اور پہاڑ ہو جائیں گے ریت) کثیب ریت کا ٹیلا۔ یہ کثب الشئی جمع کرنا سے لیا گیا۔گویا فعیل بمعنی مفعول ہے۔مَّھِیْلًا (رواں) چلنے والی اس کے بعد کہ وہ مجتمع تھی۔

۱۵ :اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ (بیشک ہم نے بھیجا تمہاری طرف) اے اہل مکہ رَسُوْلًا (ایک ایسا رسول) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم شَاھِدًا عَلَیْکُمْ (جو تم پر گواہی دیں گے) جو تمہارے کفر اور تکذیب کی قیامت کے دن گواہی دیں گے۔ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (جیسا ہم نے فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا) یعنی موسیٰ علیہ السلام۔

تذکرہ فرعون:

۱۶ :فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ (پھر فرعون نے اس رسول کا کہنا نہ مانا)

نحو :نکرہ کو جب معرفہ کی صورت میں لوٹایا جائے تو ثانی بعینہٖ اول ہوتا ہے۔

فَاَخَذْنٰہُ اَخْذًا وَّبِیْلًا (تو ہم نے اس کو سخت پکڑا پکڑنا) وبیلا :سخت۔یہاں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ خصوصاً ذکر کیا کیونکہ ان کے حالات یہود کی زبانی اہل مکہ سنتے رہتے تھے۔

۱۷ :فَکَیْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ کَفَرْتُمْ یَوْمًا (پس تم کفر کرو گے تو اس دن سے کیسے بچو گے)۔یوماً یہ تتقون کا مفعول ہے۔تقدیر کلام یہ ہے :کیف تتقون عذاب یوم کذاان کفر تم ھنا؟ تم اس دن کے عذاب سے کیسے بچو گے اگر تم نے یہاں کفر کیا؟ نمبر۲۔ یہ ظرف ہے تقدیر کلام یہ ہے :فکیف لکم التقوٰی فی یوم القیامۃ ان کفرتم فی الدنیا؟ قیامت کے دن تمہارا بچنا کیسے ہوگا اگر تم دنیا میں کفر کرو گے؟ نمبر۳۔کفرتم کی وجہ سے منصوب ہے اور وہ جحدتم کے معنی میں ہے۔تقدیر کلام یہ ہے :فکیف لکم تتقون اللہ وتخشونہ ان جحدتم یوم القیامۃ والجزاء ؟ لان تقوٰی اللہ خوف عقابہ۔تمہارا تقویٰ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنا کیسا ہے۔اگر تم قیامت کے انکاری اور یوم جزاء کو نہیں مانتے کیونکہ اللہ کے تقویٰ کا معنی ہی اس کے عقاب کا خوف ہے۔

یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبَا (جو بچوں کو بوڑھا کر دیگا)

نحو :یہ یوماً کی صفت ہے اور ضمیر عائد محذوف ہے۔ای فیہ شیبًا اس کے ہول وشدت کی وجہ سے بوڑھے ہو جائیں گے۔ یہ اس وقت ہوگا جب آدم علیہ السلام کو کہا جائیگا۔اٹھو اور اپنی اولاد میں سے دوزخ کا حصہ الگ کرلو۔شیبًا یہ جمع اشیب ہے۔

ایک قول یہ ہے ڈرانے کیلئے یہ تمثیل ہے جیسا کہا جاتا ہے جب کوئی مشکل ٹائم ہو یوم یشیب نواصی الاطفال آج کے دن تو بچوں کی چوٹیاں سفید ہو جائیں گی۔

۱۸ :السَّمَآءُ مُنۡفَطِرٌۢ بِهٖ (جس میں آسمان پھٹ جائے گا) دن کی تعریف سختی کے ساتھ فرمائی یعنی کہ آسمان باوجود اپنی عظمت اور مضبوطی کے اس دن پھٹ جائے گا۔ پھر دوسری مخلوق کے حال کا خود اندازہ کرلو؟

نحو :منفطر کو مذکر اس لیئے لائے کہ سماء کی تاویل السقف سے کی۔ نمبر۲۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے السماء شئی منفطر۔ بہٖ یعنی یوم القیامۃ ۔ وہ اس دن کی سختی اور ہول کی وجہ سے پھٹ جائے گا۔ جیسا کہ چیز اس سے پھٹ جاتی ہے جس سے اس کو پھاڑا جائے۔ کَانَ وَعۡدُهٗ (بیشک اس کا وعدہ ضرور ہو کر رہے گا) وعد مصدر ہے جس کی اضافت مفعول کی طرف کی گئی ہے۔ اور وہ دن ہے نمبر۲۔ یا فاعل کی طرف ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ مَفۡعُوۡلًا (ہونے والا ہے)

۱۹ :اِنَّ هٰذِهٖ (یہ ایک نصیحت ہے) مشارالیہ وہ آیات ہیں جو وعید پر دلالت کر رہی ہیں۔ تَذۡكِرَةٌ (ایک نصیحت ہے) فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا (پس جس کا جی چاہے اپنے پروردگار کی طرف راستہ اختیار کرے) پس جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔ اور تقویٰ اور خشیت سے اس کی طرف راستہ بنائے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ

بلاشبہ آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ والوں میں سے ایک جماعت رات کے دو تہائی حصہ کے قریب اور آدھی

مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ

رات اور تہائی رات کھڑے رہتے ہیں، اور اللہ رات اور دن کو مقدر فرماتا ہے اور اللہ کو علم ہے کہ تم اس کو ضبط نہیں کر سکتے

فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ

سو اس نے تمہارے حال پر مہربانی فرمائی سو تم قرآن سے اتنا حصہ پڑھ لو جو آسان ہو، اسے معلوم ہے کہ تم میں سے مریض بھی ہوں گے

وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ

اور بعض وہ لوگ ہوں گے جو زمین میں سفر کرتے ہیں اللہ کا فضل تلاش کرتے ہیں اور کچھ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی راہ میں

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ

قتال کریں گے سو تم قرآن میں سے اتنا حصہ پڑھ لیا کرو جو آسانی سے پڑھا جا سکے اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو

اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ

اور اللہ کو قرض حسن دیدو اور اپنی جانوں کے لئے جو بھلائی بھیج دو گے اسے اللہ کے پاس پا لو گے

هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾

اس سے اچھا اور خوب بڑے ثواب والا اور اللہ سے مغفرت طلب کرو بلاشبہ اللہ بخشنے والا ہے اور مہربان ہے۔

۲۰ : اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى (آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ کھڑے ہوتے ہیں دو تہائی رات کے قریب)

قراءت : ادنیٰ اقل کے معنی کیلئے استعارۃً لایا گیا ہے۔ کیونکہ جب دو چیزوں میں مسافت قریب ہو جائے تو ان کے درمیان جگہ کم ہو جاتی ہے اور جب فاصلہ زیادہ ہو جائے جگہ زیادہ ہو جاتی ہے۔

مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ (رات کے دو تہائی) قراءت : ہشام کے علاوہ قراء نے لام کے ضمہ سے پڑھا ہے۔ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ (آدھی رات اور تہائی رات)

قراءت و نحو:

یہ دونوں منصوب ہیں۔ اس کا عطف ادنیٰ پر ہے۔ مکی اور کوفی کے نزدیک اور جنہوں نے ان کو جر دی تو انہوں نے اس کا

عطف ثلثی پر کیا ہے۔ وَطَآئِفَةٌ (اور ایک جماعت) اس کا عطف تقوم کی ضمیر پر ہے اور یہ ضمیر بلاتاکید بھی جائز ہے کیونکہ فاصل تو موجود ہے۔ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ (ان لوگوں میں سے جو آپ کے ساتھ ہیں۔ یعنی یہ مقدار آپ کے صحابہ کی ایک جماعت قیام کرتی ہے۔ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ (اور دن رات کا پورا اندازہ اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے) رات، دن کے اندازے کی کسی اور کو قدرت نہیں اور نہ ہی ان کی گھڑیوں کے اوقات کی مقدار کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی جانتا ہے جو کہ اکیلا ہے۔ اسم باری تعالیٰ یقدر کو مبتدأ کے طور پر لایا گیا اور یہی دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ذات تقدیر کے ساتھ خاص ہے۔ پھر صحابہ کرام کا حال یہ تھا کہ وہ قیام کرنے لگے یہاں تک کہ ان کے قدم سوج جاتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ (اس کو معلوم ہے کہ تم اس کو ضبط نہیں کر سکتے) ان مقداروں کے مطابق تم مشقت وشدت کے بغیر قیام نہیں کر سکتے اور اس میں تنگی ہے۔ فَتَابَ عَلَيْكُمْ (تو اس نے تمہارے حال پر عنایت کی) پس اس نے تخفیف کر دی اور قیام لیل کی فرضیت ساقط کر دی۔ فَاقْرَءُوْا (پس تم پڑھ لیا کرو) نماز میں یہاں امر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ یا نماز کے علاوہ اوقات میں۔ اس میں امر کی دلالت ندب پر ہے۔ مَا تَيَسَّرَ (جتنا تم سے آسانی سے پڑھا جا سکے) مِنَ الْقُرْاٰنِ (قرآن مجید میں سے) روایت کیا ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ جس نے قرآن مجید میں سے ایک سو آیات ایک رات میں پڑھیں وہ غافلین میں شمار نہ ہوگا اور جس نے دو سو آیات پڑھیں وہ قانتین میں لکھا جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے قرآن سے نماز مراد ہے کیونکہ یہ بھی نماز کا ایک رکن ہے مطلب یہ ہے پس تم اتنی نماز پڑھو جو آسانی سے پڑھ سکتے ہو۔ اور رات کی نماز سے مشکل نہ ہو۔ یہ آیت پہلی آیت کی ناسخ ہے۔ پھر یہ پانچوں نمازوں سے منسوخ ہوگئی۔ پھر نسخ کی حکمت واضح فرمائی کہ مسافروں اور مریضوں اور مجاہدین پر یہ قیام مشکل ہو جائے گا۔ پس فرمایا عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ (اس کو معلوم ہے کہ بعضے آدمی تم میں سے)

نحو: اَنْ یہ اصل میں اِنَّہٗ ہے۔ یہ مخففہ من المثقلہ ہے اور سین تخفیف کا بدل ہے۔ اور اس کے اسم کو حذف کر دیا ہے۔

مَّرْضٰى (بیمار ہوں گے) پس ان پر قیام لیل انتہائی مشکل ہوگا۔ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ (اور بعضے زمین میں سفر کریں گے) يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (تلاش معاش کیلئے)

نحو: یبتغون یہ یضربون کی ضمیر سے حال ہے۔ فضل اللہ سے مراد تجارت سے رزق حاصل کرنا۔ نمبر۲۔ طلب علم۔

وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور بعضے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے) آیت میں تلاش معاش اور مجاہد کے درمیان برابری کی کیونکہ کسب حلال بھی جہاد ہے۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

جو شخص مسلمان علاقوں سے کوئی چیز مدینہ میں لایا۔ اس حال میں کہ وہ راستے میں صعوبتیں برداشت کرنے والا اور ان میں ثواب کی نیت کرنے والا تھا۔ پھر اس نے اس چیز کو اسی دن کے بھاؤ کے ساتھ فروخت کیا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شہداء میں لکھا جاتا ہے۔

قول ابن عمر رضی اللہ عنہما:

اللہ تعالیٰ کے ہاں قتال فی سبیل اللہ کے بعد سب سے افضل موت یہ ہے کہ میں کجاوے پر سوار ہو کر زمین میں سفر کر رہا ہوں۔ اور رزق کو طلب کرنے والا ہوں۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ (پس تم لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو) آسانی کیلئے دوبارہ حکم دے دیا کیونکہ صحابہؓ کرام اس سلسلے میں بڑے محتاط تھے۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (اور نماز کی پابندی کرو) فرض نمازیں وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (اور زکوٰۃ دیتے رہو) فرض زکوٰۃ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ کو قرض دو) نوافل ادا کیا کرو۔ القرض لغت میں کاٹنے کو کہتے ہیں۔ پس قرضہ دینے والا اپنے مال میں اتنا حصہ کاٹ کر دوسرے کو دیتا ہے۔ اسی طرح صدقہ کرنے والا اپنے مال سے اتنی مقدار الگ کر کے اس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنے کیلئے مقرر کر لیتا ہے۔ اقرضو االله میں قرضہ کی نسبت اپنی طرف فرمائی تاکہ صدقہ کرنے والا فقیروں پر احسان نہ رکھے کہ میں نے تجھ پر صدقہ کیا ہے اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ فقیر اس نیکی میں اس کا معاون ہے اس وجہ سے اس پر کوئی احسان نہیں۔ بلکہ فقیر کا اس پر احسان ہے۔

قَرْضًا حَسَنًا (اچھا قرض) اخلاص کے ساتھ حلال وطیب مال سے وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ (اور جو نیک عمل اپنے لئے آگے بھیج دو گے۔ اس کو پاؤ گے) یعنی اس کا ثواب۔

نحو : یہ شرط کی جزاء ہے۔

عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا (اللہ تعالیٰ کے ہاں جو کہ بہت بہتر ہے) اس سے جو تم نے چھوڑ دیا اور پیچھے رہنے دیا خیرا یہ تجدوہ کا دوسرا مفعول ہے اور ھو ضمیر فاصل ہے اور دو معرفوں کے درمیان ضمیر فصل نہ بھی ہو تو درست ہے کیونکہ افعل التفضیل یہ معرفہ کے مشابہ ہے کیونکہ حرف تعریف اس پر نہیں آتا۔ وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا (اور ثواب میں بڑھ کر ہے) ثواب کے لحاظ سے کثرت والا ہے۔ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے گناہ معاف کراتے رہو) سیئات سے استغفار اور حسنات میں کوتاہیوں سے استغفار دونوں کو شامل ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے) وہ غفور ہے تبھی تو گناہ گاروں اور کوتاہی کرنے والوں پر ستاری فرماتا ہے اور رحیم ہے کہ اہل توفیق اور محنت کرنے والوں کے سلسلہ میں تخفیف فرماتا ہے۔

الحمد للہ بعد الفجر سورۃ المزمل کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔ ۲۰-۶-۲۰۰۳

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

یہ سورۃ مدثر ہے جو مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھپن آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ۪ۙ﴿۲﴾ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۪ۙ﴿۳﴾ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۪ۙ﴿۴﴾

اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو پھر ڈراؤ' اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو'

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۪ۙ﴿۵﴾ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۪ۙ﴿۶﴾ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ؕ﴿۷﴾ فَاِذَا

اور بتوں سے علیحدہ رہو اور کسی کو اس غرض سے مت دو کہ زیادہ معاوضہ مل جائے اور اپنے رب کے لئے صبر کیجئے۔ پھر جب

نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۙ﴿۸﴾ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۙ﴿۹﴾ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ﴿۱۰﴾

صور پھونکا جائے گا سو یہ دن کافروں پر سخت ہو گا' آسان نہ ہو گا'

ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ۙ﴿۱۳﴾

مجھے اور اس شخص کو رہنے دو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا اور اسے میں نے مال دیا' جو بڑھتا جا رہا ہے اور اس کے ساتھ رہنے والے بیٹے دیئے

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَاَنْذِرْ (اے کپڑے میں لپٹنے والے۔ اٹھو پھر ڈراؤ)

روایت جابر رضی اللہ عنہ:

۱: جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جبل حراء پر تھا کہ مجھے آواز آئی۔ یا محمد! اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پس میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا تو کوئی چیز نظر نہ آئی۔ پھر میں نے اوپر دیکھا تو اچانک وہ آواز دینے والا فرشتہ آسمان وزمین کے مابین ایک تخت پر بیٹھا تھا۔ پس مجھ پر رعب طاری ہو گیا اور میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف واپس لوٹا۔ اور میں نے کہا مجھے کپڑا اوڑھا دو مجھے کپڑا اوڑھا دو! پس خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو کپڑا اوڑھا دیا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام آئے اور یہ آیات پڑھیں: يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ [رواہ البخاری: ۴۹۲۳، مسلم ۱۶۱] اے کپڑوں میں لپٹے ہوئے المدثر دثار سے ہے ہر اس کپڑے کو کہا جاتا ہے جو شعار کے اوپر اوڑھا پہنا جائے۔ الشعار: وہ کپڑا جو جسم سے ملا ہوتا ہے (مثلاً بنیان وغیرہ) یہ اصل میں المتدثر ہے ادغام کے بعد المدثر بن گیا (ایک ارشاد میں یہی معنی ہے الناس دثاری والانصار شعاری)

۲ : قُمْ (اپنی خوابگاہ سے اٹھو) نمبر۲۔عزم وجزم کے ساتھ اٹھو۔ فَاَنْذِرْ (اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراؤ اگر وہ ایمان قبول نہ کریں) نمبر۲۔کسی کی تخصیص کے بغیر سبکو ڈراؤ۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ نے قریش کا ناپسندیدہ رویہ سنا تو غمگین ہو کر سوچ میں کپڑا اوڑھے لیٹ گئے جیسا مغموم کرتا ہے تو آپ کو کہا گیا اے اپنے آپ سے ایذائے کفار کو کپڑے سے ہٹانے والے۔اٹھو اور اپنے عمل انذار میں مشغول ہو جاؤ خواہ فجار آپ کو ایذائیں دیتے رہیں۔

۳ : وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو) یعنی کبریائی کے ساتھ اپنے رب کو خاص قرار دو تکبر و کبریائی تعظیم کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے اپنی نگاہ میں کسی اور کی بڑائی مت لاؤ۔اور جب غیر اللہ کی طرف سے کوئی بات پیش آئے تو کہو اللہ اکبر۔اللہ سب سے بڑا ہے۔روایت میں ہے کہ جب یہ آیت اتری تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر۔ پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اللہ اکبر کہا اور خوش ہوئیں اور ان کو یقین ہو گیا کہ یہ وحی ہے۔(ذکرہ الزمخشری فی الکشاف) اور کبھی اس کو نماز کی تکبیر پر بھی محمول کیا گیا ہے۔اور معنی شرط کی وجہ سے آتی ہے گویا اس طرح کہا گیا۔ وما کان فلا تدع تکبیرہٗ۔ کچھ بھی ہو کسی حال میں ہو۔اس کی بڑائی کا اظہار مت چھوڑو۔

کپڑوں کو پاک رکھیں:

۴ : وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیے) یعنی پانی کے ساتھ اپنے کپڑوں کو نجاست سے پاک کریں کیونکہ نماز اس کے بغیر درست نہیں اور نماز کے علاوہ میں پاک رکھنا اولیٰ ہے۔نمبر۲۔اپنے کپڑوں کو چھوٹا کرو۔عرب والوں کی اس عادت کی مخالفت کرتے ہوئے۔کہ وہ کپڑوں کو لمبا رکھتے اور چادروں کے دامن کو زمین پر کھینچتے ہیں اس لئے کہ ایسی حالت میں نجاست سے حفاظت نہیں رہ سکتی۔

نمبر۳۔اپنے نفس کو ان افعال سے پاک صاف رکھیے جو افعال نفوس کو میلا کرنے والے ہیں۔عرب کہتے ہیں: فلان طاهر الثیاب۔ جب کہ اس کی تعریف کرتے ہوئے معایب سے اس کو پاک قرار دیں۔اور کہتے ہیں: فلان دنس الثیاب یہ دھوکہ باز ہے۔اور دوسری بات یہ ہے جس نے اپنے باطن کو پاک کر لیا وہ اپنے ظاہر کو بھی پاک رکھتا ہے۔

۵ : وَالرُّجْزَ (اور بتوں سے) قراءت: یعقوب، سہل، حفص نے ضمہ سے پڑھا ہے جبکہ دیگر قراء نے کسرہ سے پڑھا ہے۔جس کا معنی عذاب ہے۔اور یہاں مراد وہ افعال و اعمال ہیں جو عذاب تک پہنچانے والے ہیں۔ فَاهْجُرْ (الگ رہو) اس کے چھوڑنے پر پختگی اختیار کرو۔کیونکہ آپ ﷺ تو اس سے پاک وصاف تھے۔

اعلیٰ اخلاق کی تلقین:

۶ : وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ (اور کسی کو اس غرض سے مت دو کہ زیادہ معاوضہ چاہو) رفع کے ساتھ تستکثر حال ہونے کی وجہ سے

منصوب المحل ہے۔ای لا تعط مستکثرا رانیا لما تعطیه کثیرا تم کثرت طلب کرنے کیلئے مت دو یہ خیال کرتے ہوئے کہ جو کچھ تم دے رہے ہو وہ کثیر ہے۔

نمبر۲: مت دو اس حال میں کہ تم اس سے زیادہ چاہنے والے ہو جو تم نے دیا۔اس لئے کہ آپ کو اعلیٰ ترین اخلاق کا حکم دیا گیا ہے۔اور عمدہ ترین آداب بتلائے گئے ہیں۔تمنن یہ مَنّ علیه سے بنا ہے جبکہ وہ انعام کرے۔حسن نے لا تستکثر سکون کے ساتھ پڑھا اور اس کو جواب نہی قرار دیا۔

۷ : وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ (اور پھر اپنے رب کے واسطے صبر کیجئے) یعنی اس کی ذات کیلئے۔صبر کا استعمال اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی ہیں۔اور ہر ایک مصبور علیه ہے یعنی اس پر جمے رہنا ضروری ہے اور مصبور عنہ ہے یعنی اسے اپنا بچانا ضروری ہے۔

نفخہ صور:

۸ : فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ (پھر جس وقت صور پھونکا جائے گا) نقر ناقور سے نفخ صور مراد ہے یہ نفخہ اولیٰ ہے۔ایک قول نفخہ ثانیہ کا ہے۔

۹ : فَذٰلِكَ اس سے پھونکے جانے کے دن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔یہ مبتدأ اور یَوْمَئِذٍ اس کا بدل ہے۔یَوْمٌ عَسِيْرٌ یہ خبر ہے۔یَوْمٌ عَسِيْرٌ (پس وہ وقت یعنی وہ دن کافروں پر ایک سخت دن ہوگا) گویا عبارت یہ ہے۔فیوم النقر یوم عسیر۔اور فاذا کی فاء سببیہ ہے۔اور فذالك کی فاء جزاء کی ہے۔گویا اس طرح کہا گیا:اصبر علی اذاهم فبین ایدیهم یوم عسیر یلقون فی عاقبة اذا هم و تلقی عاقبة صبرك علیه تم ان کی ایذاء پر صبر کرو۔پس ان کے سامنے سخت تنگی والا دن ہے جس میں وہ اپنے ایذا کا انجام پالیں گے اور تم اس پر اپنے صبر کا نتیجہ پالو گے۔اور فاذا میں عامل وہ ہے جس پر جزاء دلالت کر رہی ہے۔ای فاذا نقر فی الناقور عسر الا مر۔پس جب صور میں پھونک ماردی جائے گی تو معاملہ مشکل ہو جائے گا۔

۱۰ : عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (جس میں کافروں پر ذرا آسانی نہ ہوگی) اس کی تاکید اس قول سے فرمائی غَيْرُ يَسِيْرٍ (بالکل آسانی نہ ہوگی) تاکہ یہ اعلان کردیا جائے کہ وہ مؤمنوں پر آسان ہوگا۔نمبر۲۔عسیر کا مطلب یہ ہے کہ اس میں امید نہ ہوگی وہ آسانی کی طرف لوٹ جائے جیسا کہ مشکل کے آسان ہونے کی دنیا میں امید کی جاتی ہے۔

ولید بن مغیرہ کا حال:

۱۱ : ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا (مجھ کو اور اس شخص کو رہنے دو) یعنی اس کو میرے سپرد کرو مراد اس سے ولید بن المغیرہ ہے۔اس کا لقب اپنی قوم میں وحید تھا۔

نحو : ومن خلقت یہ معطوف یا مفعول معہ ہے۔وحیدًا یہ ذرنی کی یاء سے حال ہے۔ای ذرنی وحدی معه فانی اکفیکه امره مجھے اکیلا اس کے ساتھ چھوڑ دو پس میں تمہاری طرف سے اس کے لئے کافی ہوں۔یا خلقت کی تاء سے حال ہے ای

وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ﴿۱۴﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ﴿۱۵﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا

اور میں نے اس کے لئے ہر طرح کا سامان مہیا کر دیا' پھر وہ آرزو کرتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں گا ہرگز نہیں بلاشبہ وہ ہماری آیتوں کا

عَنِيْدًا ﴿۱۶﴾ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿۱۷﴾ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۱۹﴾

مخالف ہے عنقریب میں اسے دوزخ کے پہاڑ پر چڑھاؤں گا بے شک اس نے سوچا پھر ایک بات تجویز کی سو اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی

خلقتهٗ وحدي لم يشركني في خلقه احدٌ میں اکیلے نے اس کو پیدا کیا اس کے پیدا کرنے میں میرے ساتھ کوئی شریک نہیں ۔نمبر۳۔ھاءِ محذوف سے حال ہے۔نمبر۴۔ مَنْ سے حال ہے ای خلقتهٗ منفردًا بلا اهل ولا مال ثم انعمت عليه ۔ میں نے اس کو اکیلا بلا اہل و مال پیدا کیا اور پھر اس پر انعام کیا۔

۱۲ :وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا (اور اس کو کثرت سے مال دیا) کھلا اور بہت زیادہ ۔نمبر۲۔ایسا مال جو نشو ونما سے آئے روز ترقی پذیر ہے۔اس کے ہاں کھیتی، دودھ والے جانور، تجارت والے جانور سب قسمیں تھیں ۔

قول مجاہد رحمہ اللہ:

اس کے پاس ایک لاکھ دینار تھے۔اور اس کے پاس طائف میں ایسی شاندار زمین تھی جس کی کھیتی منقطع نہ ہوتی تھی۔

۱۳ :وَّ بَنِيْنَ شُهُوْدًا (اور پاس رہنے والے بیٹے) جو مکہ میں اس کے ساتھ موجود رہتے ان کو مالداری کی وجہ سے سفر کی حاجت نہ تھی۔ان کی تعداد دس تھی۔ان میں سے خالد، ہشام، عمارہ کو دولت ایمان نصیب ہوئی۔

۱۴ :وَّ مَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا (اور سب طرح کا سامان اس کے لئے مہیا کر دیا) اس کو ریاست و جاہ دونوں دے دیں پس اس طرح میں نے اہل دنیا کے ہاں جن میں سے ایک کا ہونا باعث کمال خیال کیا جاتا ہے اس کو دونوں دے کر نعمت مکمل کر دی۔

۱۵ :ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ (پھر بھی اس بات کی طمع رکھتا ہے۔کہ میں اور زیادہ دوں) اس میں اس کی حرص وطمع پر استنکار و استبعاد کا اظہار کیا گیا یعنی وہ اس بات کا امیدوار ہے کہ بغیر شکریے کے اس کے مال و اولاد میں اور اضافہ کر دوں۔

قول حسن رحمہ اللہ:

ان ازید کا مطلب کہ میں اس کو جنت میں داخل کر دوں پھر اس کو مال و اولاد بھی دوں۔جیسا کہ دوسری آیات میں فرمایا: لاوتين مالاً و ولدًا [مریم:۷۷]

۱۶ : كَلَّا (ہرگز نہیں) یہ ردعیہ ہے اس میں جھڑک کر اس کی امیدیں منقطع کیں۔ای لا يجمع له بعد اليوم بين الكفر و المزيد من النعم آج کے دن کے بعد کفر اور مزید نعمتیں باہمی جمع نہ ہونگی۔اس آیت کے اترنے کے بعد اس کے مال و جاہ میں زوال و نقصان شروع ہوا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا۔اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا (وہ ہماری آیات کا مخالف ہے) آیات سے قرآن مجید

ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾

پھر اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی' پھر اس نے دیکھا پھر منہ بنایا اور زیادہ منہ بنایا' پھر منہ پھیرا اور تکبر ظاہر کیا

فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿٢٥﴾

پھر بولا کہ یہ تو ایک جادو ہے جو منقول ہوتا ہوا آ رہا ہے یہ کچھ نہیں مگر آدمی کا کلام ہے

مراد ہے۔ عَنِیْدًا (عناد اور ضد سے انکار کرنے والا)۔ یہ بطور استیناف کے ردع کی تعلیل بیان کی گئی ہے گویا کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے۔ وہ کیوں اضافہ نہیں کرتا؟ تو جواب دیا گیا کیونکہ وہ منعم کی آیات کا انکاری ہے۔ اور اس سے اس نے کفران نعمت کیا ہے اور کافر اضافے کا مستحق نہیں۔

۱۷: سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا (ہم عنقریب اس کو دوزخ کے پہاڑ پر چڑھائیں گے) ہم عنقریب اس کو ڈھانک لیں گے مشکل چڑھائی والی گھاٹی سے۔ حدیث میں ہے کہ الصعود یہ آگ کا پہاڑ ہے۔ جس پر وہ ستر (۷۰) خریف چڑھے گا اس سے اتنا ہی اترے گا اسی طرح وہ کرتا رہے گا۔ [رواہ الترمذی: ۳۳۲۶]

قرآن کے متعلق اس کی بدزبانی:

۱۸: اِنَّهٗ فَكَّرَ (اس شخص نے سوچا) یہ وعید کا سبب بتایا گیا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے غناء و عزت کے بعد جلدی سے فقر و ذلت میں اس کو اس کے عناد کی وجہ سے کیا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں سخت عذاب دیں گے کیونکہ وہ عناد میں انتہاء کو پہنچا ہوا تھا۔ اور اس نے قرآن مجید کا نام سحر رکھا یعنی اس نے سوچا پھر قرآن مجید میں کیا رائے زنی کی ہے۔ وَقَدَّرَ (اور اس نے ایک بات تجویز کی) اس نے اپنے دل میں تیاری کی اور اندازہ کیا۔

۱۹: فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ (پس اس پر اللہ تعالیٰ کی مار ہو کہ اس نے کیسی بات تجویز کی) قُتِلَ۔ یہ لعن کے معنی میں ہے اور کیف قدر میں اس کے اندازے اور تجویز پر اظہار تعجب کیا گیا۔

۲۰: ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ (پھر اس پر اللہ تعالیٰ کی مار ہو اس نے کیسی تجویز کی) اس کو تاکید کیلئے دوبارہ لائے اور ثم لائے تاکہ یہ معلوم ہو کہ دوسری دعا اول سے زیادہ بلیغ ہے۔

۲۱: ثُمَّ نَظَرَ (پھر دیکھا) لوگوں کے چہروں کو یا اس میں جو اس نے اندازہ کیا۔

۲۲: ثُمَّ عَبَسَ (پھر منہ بنایا) ترش روئی اختیار کی۔ وَبَسَرَ (اور زیادہ منہ بنایا) ترشروئی اور تیوری میں زیادتی اختیار کی۔

۲۳: ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ (پھر منہ پھیرا اور تکبر ظاہر کیا) اور حق سے منہ موڑا اور بڑائی ظاہر کی۔ نمبر۲۔ اپنے مقام سے پیچھے ہٹا اور بات میں متکبرانہ طرز اختیار کی۔ ثم نظر کا عطف فکر اور قدر پر ہے۔ اور جملہ دعائیہ تو معترضہ ہے اور معطوفات یہاں کثرت سے

لائے تاکہ واضح کر دیا جائے کہ ان افعال میں فاصلہ تھا۔

۲۴: فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ (پھر بولا یہ تو منقول جادو ہے) اِنْ یہاں مَاَ کے معنی میں ہے ای ماھٰذآ۔ یؤثر وہ جو جادوگروں سے منقول چلا آ رہا ہے۔

ولید کا پہلا قول:

روایت میں ہے کہ ولید نے بنی مخزوم کو کہا۔ واللہ لقد سمعت من محمد انفاکلاما ماھو من کلام الانس ولا من کلام الجن ان له لحلاوة وان علیه لطلاوه، وان اعلاه لمثمر وان سفله لمغدق وانه یعلوو ما یعلی۔ اللہ کی قسم میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ابھی ایک ایسا کلام سنا ہے۔ جو نہ انسان کا کلام ہے اور نہ جن کا اس میں عجیب چاشنی اور رونق ہے وہ ایک ایسے درخت کی طرح ہے جس کی چوٹی ثمر آفرین اور نچلا حصہ خوشہ دار ہے اور وہ غالب آئے گا مغلوب نہ ہوگا قریش کہنے لگے اللہ کی قسم ولید صابی ہو گیا۔

ابوجہل کی چال:

اس پر ابوجہل کہنے لگا وہ ولید کا بھتیجا لگتا ہے میں تمہاری مصیبت حل کر دونگا یہ کہہ کر ابوجہل ولید کے پاس گیا۔ اور غمگین اس کے پاس جا بیٹھا اور اس سے ایسی باتیں کیں جنہوں نے اسے گرم کر دیا پس ولید لوٹ کر ان کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ قریش کا گمان یہ ہے کہ محمد مجنون ہے کیا تم نے اس کو کبھی گلا گھونٹے ہوئے دیکھا اور قریش کہتے ہیں کہ وہ کاھن ہے کیا تم نے کبھی اس کو کہانت کرتے دیکھا؟ لوگوں کا یہ گمان ہے کہ وہ شاعر ہے کیا تم نے اس کو شعر بناتے دیکھا۔ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ وہ کذاب ہے کیا تم نے اس کے بارے میں ذرہ بھر جھوٹ کا کبھی تجربہ کیا۔ انہوں نے ان تمام باتوں کے جواب میں کہا؟ اللہ کی قسم ان میں سے کوئی بات نہیں۔ پھر لوگوں نے کہا پھر تم ہی بتاؤ کہ وہ کیا ہے؟ پس اس نے سوچا پھر کہنے لگا وہ تو ایک جادوگر ہے کیا تم نے اس کو دیکھا نہیں کہ وہ بیوی اور میاں اور باپ بیٹے اور اس کے رشتہ داروں کے مابین تفریق پیدا کرتا ہے۔ اور جو وہ کہتا ہے وہ ایک منقول جادو ہے۔ جو مسیلمہ اور اہل بابل سے چلا آ رہا ہے پوری محفل سن کر گرم جوشی سے باغ باغ ہو گئی اور اس کی باتوں پر متعجب ہو کر سب لوٹ گئے۔ فَقَالَ میں فاء اس بات کی دلیل ہے یہ کلمہ جونہی اس کے دل میں گزرا اس نے بلا توقف بول دیا۔

۲۵: اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (بس یہ تو آدمی کا کلام ہے)

نحو: ان دونوں جملوں کے درمیان عاطف کا ذکر نہیں کیا کیونکہ دوسرا جملہ پہلے کی تاکید کے قائم مقام ہے۔

سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿٢٦﴾ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا سَقَرُ ﴿٢٧﴾ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿٢٨﴾ لَوَّاحَةٌ

میں عنقریب اسے دوزخ میں داخل کروں گا' اور اے مخاطب تجھے کچھ خبر ہے کہ دوزخ کیا ہے نہ وہ باقی رہنے دے گی اور نہ چھوڑے گی' وہ بدن کی حیثیت کو

لِّلْبَشَرِ ﴿٢٩﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً

بگاڑ دینے والی ہے اس پر انیس فرشتے مقرر ہوں گے۔ اور ہم نے دوزخ کے کارکن صرف فرشتے بنائے ہیں

وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

اور ہم نے جو ان کی تعداد رکھی ہے صرف اس لئے کہ کافروں کے لئے فتنہ کا ذریعہ ہوں تاکہ اہل کتاب یقین کر لیں

الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

اور ایمان والوں کا ایمان اور بڑھ جائے اور شک نہ کریں اہل کتاب

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ

اور اہل ایمان اور تاکہ وہ لوگ یوں کہیں جن کے دلوں میں مرض ہے اور جو لوگ کافر ہیں کہ اللہ نے اس عجیب

بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا

مضمون سے کیا ارادہ فرمایا اللہ ایسے ہی گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہے اور آپ کے

يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿٣١﴾ ع

رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا' اور وہ نہیں ہے مگر ایک نصیحت انسانوں کے لئے۔

ع ۱۵

۲۶: سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ (میں اس کو جلد دوزخ میں داخل کرونگا)

نحو: یہ سارھقه صعودًا سے بدل ہے۔ سقر یہ جہنم کا نام ہے۔ نحو: تعریف وتانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

۲۷: وَمَآ اَدْرٰكَ مَا سَقَرُ (اور تم کو کچھ خبر ہے کہ دوزخ کیسی چیز ہے۔ اس میں قیامت کی ہولناک حالت سے ڈرایا گیا ہے۔

۲۸: لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ (وہ نہ تو باقی رہنے دے گی اور نہ چھوڑے گی) یعنی وہ نہ تو گوشت کو باقی رہنے دی گی اور نہ ہڈیوں کو چھوڑے گی۔ نمبر۲۔ وہ کسی چیز کو باقی نہیں چھوڑتی جو اس میں ڈالی جائے بلکہ اس کو ہلاک کر ڈالتی ہے۔ وہ کسی ہلاک ہونے والے کو نہ چھوڑے گی بلکہ جس طرح ہلاکت سے پہلے تھا اسی طرح لوٹ آئے گا۔

۲۹: لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ (وہ بدن کی حیثیت بگاڑ دے گی)

نحو : یہ مبتدأ محذوف ھی کی خبر ہے ای ھی لواحۃ للبشر ۔ بشر جمع بشرۃ کی ہے بمعنی ظاہری جلد ۔ وہ آگ ان کھالوں کو سیاہ کرڈالے گی یا جلادے گی۔

جہنم کے امین فرشتے :

۳۰ : عَلَيْهَا (دوزخ پر) تِسْعَةَ عَشَرَ (انیس فرشتے) جوان کے کام کے ذمہ دار ہونگے ۔ عندالجمہور : انیس فرشتے ایک قول یہ ہے انیس قسم کے فرشتے ایک اور قول انیس صفیں فرشتوں کی ایک قول یہ بھی ہے صرف نگران ۔

۳۱ : وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ (ہم نے دوزخ کے کارکن بنائے ہیں) نگران اِلَّا مَلٰٓئِكَةً (فرشتے ہی) کیونکہ جن کو عذاب دیا جارہا ہے ۔ ان کی جنس ان سے مختلف ہے سزا کے وقت ان کو نرمی اور رقت نہ ہوگی کیونکہ تمام مخلوق میں وہ سب سے زیادہ سخت مزاج پیدا کیے گئے ۔ ان میں ایک کو جن وانس تمام کے برابر قوت حاصل ہے ۔ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ (اور ہم نے ان کی تعداد جو ایسی رکھی ہے) یعنی انیس عدد اِلَّا فِتْنَةً (وہ کافروں کی گمراہی کا ذریعہ ہے) فتنہ ابتلاء وامتحان ۔ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا (کافروں کے لئے) یہاں تک کہ ابوجہل اس تعداد کو سنکر کہنے لگا ۔ تم اتنا گھٹنا ہو تو دس مل کر بھی ایک کو نہ پکڑ سکو گے؟ اس پر مجمع میں سے ابوالاشد یہ انتہائی مضبوط پہلوان تھا بولا میں سترہ کو اکیلا سنبھال لوں گا پس تم دو کو سنبھال لینا ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ وما جعلنا اصحاب النار الا ملائکۃ ہم نے ان کو جنس کے مرد نہیں بنایا کہ تم ان پر قابو پا سکو۔

جہنم کے ان نگران فرشتوں کی تعداد کو خاص کرنے کے متعلق کہا گیا باوجود کہ تعداد میں علت مطلوب نہیں ہوتی چھ فرشتے تو تمام کفار کو آگ کی طرف ہانک کر لے جائیں گے اور چھ فرشتے کھینچ کر آگ کی طرف لانے والے ہونگے ۔ اور چھ فرشتے ان کو لوہے کی گرزوں سے مارنے والے ہونگے اور ایک مالک ہے وہ جہنم کا چابی بردار ہے ۔ وہ ان تمام کا سردار ہے ۔ ایک قول یہ ہے کہ جہنم کے انیس طبقات ہیں اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک طبقہ پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے ۔ ایک اور قول ہے کفار کو جہنم میں انیس رنگوں کا عذاب دیا جائے گا ۔ اور ہر رنگ کے عذاب پر ایک فرشتہ مقرر ہے۔

ایک قول یہ ہے :

جہنم کی حفاظت کیلئے زمین کی طرح حفاظتی انتظام کیا گیا ۔ اس میں بھی پہاڑ پیدا کیے گئے ۔ اور ان پہاڑوں کی تعداد انیس ہے اگر چہ ان کی اصل ایک سو نوے ہے دوسرے انہی سے نکلتے ہیں۔

لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ (اس لئے تاکہ اہل کتاب یقین کرلیں) کیونکہ یہ انیس کی گنتی تورات وانجیل میں ہے پس جب وہ قرآن سے وہی بات سنیں گے تو ان کو یقین آ جائے گا ۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا گیا ہے ۔ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا (اور ایمان والوں کا ایمان اور بڑھ جائے) حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی پر۔

نحو : اس کا عطف لِيَسْتَيْقِنَ الذين پر ہے۔

اِیْمَانًا : اسلئے کہ اس سے ان کی تصدیق ہو جائے گی جیسا کہ انہوں نے جو کچھ اتارا گیا ہے اس کی تصدیق کی ہے۔ نمبر۲۔ ان کے یقین میں اضافہ ہو جائے گا کیونکہ ان کی کتاب اہل کتاب کے موافق ہوگی۔ وَّ لَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ (اور اہل کتاب اور مؤمنین شک نہ کریں)

نحو : اس کا بھی عطف ماقبل پر ہے اس میں استیقان اور زیادت ایمان ہونے کی تاکید ہے کیونکہ ازدیاد اور استیقان شک کے نہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ پھر لیستقین پر ویقول الذین کو بھی عطف کیا گیا۔

وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ (اور تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے اور کافر لوگ کہنے لگیں) مرض سے مرض نفاق مراد ہے۔ وَّالْكٰفِرُوْنَ اس سے مشرکین مراد ہیں۔

سوال : یہ سورت مکیہ ہے اور نفاق تو مدینہ میں جا کر ظاہر ہوا۔

جواب اس کا معنی یہ ہے اور تاکہ کہیں وہ منافق لوگ جن کا ظہور عنقریب ہجرت کے بعد مدینہ میں ہوگا۔ اور کافر جو مکہ میں ہیں۔

مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا اس صورت میں اخبار غیوب کی طرح یہ ایک خبر ہے اور اس طرح سورت کا مکیہ ہونا چنداں مضر نہ رہا۔ ایک قول یہ ہے کہ مرض سے ریب وشک کا مرض مراد ہے۔ کیونکہ اہل مکہ کی اکثریت شک میں مبتلا تھی۔ مثلاً۔ نحو : یہ ھذا کی تمیز ہے۔ نمبر۲۔ حال ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے ھذہ ناقۃ اللہ لکم اٰیۃ [الاعراف:۷۳] جب گنتی کا آیت میں آ جانا ان کو انتہائی عجیب معلوم ہوا۔ تو اس جیسی باتیں اس لائق ہوتی ہیں کہ ان کو خود پاؤں لگ جائیں اور امثال کے طور پر لوگ اس کو مثلاً نام رکھ دیں۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا اللہ تعالیٰ کو اس عجیب گنتی سے کیا منظور ومقصود ہے؟ اور کیا مطلب ہے اس نے ملائکہ کی تعداد انیس مقرر کی نہ زیادہ کہ بیس کرتے نہ کم۔

کفار کا مقصد:

ان کی اصل غرض ان باتوں سے انکار تھا۔ اور یہ کہنا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے اگر یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہوتا تو یہ ناقص عدد نہ لایا جاتا۔ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ (اسی طرح اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے) کاف منصوب ہے۔ اور ذلک سے اضلال وہدایت کے اس معنی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جو پہلے مذکور ہے۔ یعنی اس مذکور اضلال وہدی کی طرح۔ اضلال منافقین ومشرکین کا یہاں تک کہ انہوں نے کہا جو کہا۔ اور ہدایت ایمان والوں کی بڑھی اس لئے کہ انہوں نے اس کی تصدیق کی اور اس میں حکمت کو دیکھا۔ اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے گمراہ کرتے ہیں۔ اور وہ وہی ذات ہے جس کی طرف سے ضلال وہدایت کا اختیار کرنا معلوم ہے۔

اس میں دلیل ہے کہ افعال عباد کا خالق وہی ہے آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفت اضلال واہتداء سے کی گئی ہے۔ جب ابوجہل نے یہ کہا کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رب کے صرف انیس مددگار ومعاون ہیں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ (اور تیرے رب کے لشکروں کی کثرت تعداد کو کوئی نہیں جانتا) اِلَّا هُوَ (مگر وہی) پس اس کے لئے نگرانوں کا بڑھا کر بیس (یا بیس

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿۳۲﴾ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿۳۳﴾ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿۳۵﴾

بالتحقیق قسم ہے چاند کی اور رات کی جب وہ جانے لگے اور قسم ہے صبح کی جب وہ روشن ہو جائے بلاشبہ یہ دوزخ بڑی بھاری چیزوں میں سے ایک ہے

نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ﴿۳۶﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ﴿۳۷﴾ كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا

جو انسان کے لئے بڑا ڈراوا ہے تم میں سے جو شخص آگے بڑھے اس کے لئے بھی یا جو پیچھے ہٹے اس کے لئے بھی ہر شخص اپنے اعمال کے

كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿۳۹﴾ فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَنِ

بدلہ مرہون ہو گا سوائے اصحاب یمین کے کہ وہ بہشتوں میں ہوں گے مجرمین کے بارے میں دریافت کرتے

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَمْ نَكُ

ہوں گے تمہیں کس چیز نے دوزخ میں داخل کیا وہ کہیں گے کہ ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور ہم مسکین کو

نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴۶﴾

کھانا نہیں کھلاتے تھے اور مشغلہ رکھنے والوں کے ساتھ مشغلہ رکھتے تھے اور بدلہ کے دن کو جھٹلاتے تھے

ہزار) کرنا کوئی مشکل نہیں۔ مگر اس عدد میں خاص حکمت ہے جس کو تم نہیں جانتے۔ وَمَا هِيَ (اور وہ دوزخ صرف) یہ سقر کے وصف سے متصل ہے۔ اور هی اس کی ضمیر ہے تقدیر کلام یہ ہے: وما سقر و صفتها اور دوزخ جس کا وصف میں نے بیان کیا وہ صرف اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ (وہ آدمیوں کی نصیحت کیلئے ہے) انسانوں کے لئے نصیحت ہے نمبر۲۔ ضمیر ان آیات کی طرف لوٹتی ہے جو اس میں مذکور ہوئیں۔

۳۲ : كَلَّا (بالتحقیق) یہ انکار ہے اس کے بعد کہ اس کو نصیحت بنایا۔ ان کو نصیحت کیسے آئے گی وہ تو نصیحت حاصل کرنا نہیں چاہتے۔ وَالْقَمَرِ (اور قسم ہے چاند کی) چاند کے منافع بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کی قسم کھائی۔

۳۳ : وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ (اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے)

قراءت: نافع، حفص، حمزہ، یعقوب، خلف نے اذ ادبر پڑھا ہے۔ اور دیگر قراء نے اذا دبر پڑھا ہے۔ اور دبر اور ادبر دونوں کا معنی جانا اور پیٹھ پھیرنا ہے۔ ایک قول یہ ہے ادبر منہ پھیرنا، جانا اور دبر دن کے بعد آنا۔

۳۴ : وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ (اور قسم ہے صبح کی جب وہ روشن ہو جائے) اسفر روشن ہونے کے معنی میں ہے اور جواب قسم انها لَاِحْدَى الْكُبَرِ ہے۔

۳۵ : اِنَّهَا (بیشک وہ دوزخ) لَاِحْدَى الْكُبَرِ (بڑی بھاری چیز ہے) کُبَر یہ جمع کبری کی ہے یعنی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت

ہے۔ نمبر۲۔ بڑی تباہیوں میں سے ہے اور لاحدی کہ ان میں سے ایک ہے کا مطلب یہ ہے کہ یہ ان کے درمیان ایک بڑی بھاری چیز ہے۔ کہ جس کی کوئی نظیر ومثال نہیں ہے۔ جیسا کہتے ہیں: هو احد الرجال وهی احدی النساء یعنی وہ عظیم آدمی اور عظیم عورت ہے۔

۳۶: نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ (انسان کیلئے بڑا ڈراوا ہے)

۳۷: لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ (تم میں سے جو آگے کو بڑھے اس کے لئے بھی اور جو پیچھے کو ہٹے اس کے لئے بھی) لام جارہ کا اعادہ کیا گیا ہے۔ ان یتقدم سے مراد خیر کی طرف بڑھنا۔ او یتاخر کا معنی خیر سے پیچھے ہٹنا۔ قول الزجاج: اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا یا منع کیا اس کی طرف بڑھنا اور پیچھے ہٹنا مراد ہے۔

۳۸: كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ (ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں محبوس ہوگا) رهينة یہ رہین کی مؤنث نہیں ہے۔ جو اس ارشاد میں آیا ہے کل امری بما کسب رهین[الطور:۲۱] کیونکہ نفس مؤنث ہے اگر صفت مراد ہوتی تو رھین کہا جاتا کیونکہ فعیل مفعول کے معنی میں ہے۔ اور اس وزن میں مذکر ومؤنث برابر ہے۔ یہ اسم بمعنی الرھن کے ہے۔ جیسا کہا الشتیمه بمعنی اَلشتم ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا کل نفس بما کسبت رَهْنٌ معنی یہ ہے۔ ہر نفس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے اعمال کے بدلے رہن رکھا ہوا ہے۔ وہ اس سے آزاد نہیں ہے۔

۳۹: اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ (مگر داہنے والے) یعنی مسلمانوں کے بچے کیونکہ ان کے کوئی اعمال ہی نہیں جن کے بدلے میں وہ رہن رکھے جائیں۔ نمبر۲۔ الاالمسلمین تمام مسلمان کیونکہ انہوں نے اطاعت کر کے اپنی گردنوں کو آزاد کر لیا۔ جیسا کہ حق کی ادائیگی سے راہن اپنے رہن سے چھوٹ جاتا ہے۔

۴۰، ۴۱: فِيْ جَنّٰتٍ یہ هم مبتدا کی خبر ہے ای هم فی جنات (ایسے باغات میں) جن کی حقیقت بیان میں نہیں آسکتی۔ يَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ (وہ مجرموں کا حال پوچھتے ہوں گے) ایک دوسرے سے ان کے متعلق پوچھیں گے۔ نمبر۲۔ دوسروں سے ان کے متعلق دریافت کریں گے۔

۴۲: مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ (کہ تم کو دوزخ میں کس بات نے داخل کیا)

سوال: یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا ماسلککم۔ یہ یتساء لون عن المجرمین کے مطابق نہیں کیونکہ یہ تو خود مجرمین سے سوال ہے اس کے مطابق تو اس طرح ہوتا: یتساء لون المجرمین ماسلککم ؟

جواب: کیونکہ ماسلککم۔ ان کے متعلق باہمی تساؤل کا بیان نہیں ہے۔ بلکہ یہ مسؤلین کے قول کو حکایۃً ذکر کیا گیا ہے کیونکہ مسؤلین، سوال کرنے والوں کو وہ ذکر کریں گے جو ان کے اور مجرمین کے درمیان پیش آیا پس وہ کہیں گے کہ ہم نے ان سے سوال کیا کہ ماسلککم فی سقر؟ کہ تم کو دوزخ میں کیا چیز لائی تو جواب میں انہوں نے کہا لم نک من المصلین ہم تو نماز نہ پڑھتے تھے۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ مختصر کر دیا جیسا قرآن مجید کا طریق ہے۔ ایک قول یہ ہے عن زائدہ ہے اس صورت میں

حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿۴۷﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿۴۸﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ

یہاں تک کہ ہمارے پاس موت آ گئی' سو ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش کام نہ دے گی' سو انہیں کیا ہوا کہ نصیحت سے روگردانی

مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۹﴾ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ

کرنے والے ہیں گویا کہ وہ وحشی گدھے ہیں جو شیر سے بھاگ رہے ہیں' بلکہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے

مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾ كَلَّا ۭ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۵۳﴾ كَلَّآ اِنَّهٗ

کہ اسے کھلے ہوئے نوشتے دے دیئے جائیں' ہرگز نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ آخرت سے نہیں ڈرتے یہ یقینی بات ہے کہ

تَذْكِرَةٌ ﴿۵۴﴾ فَمَنْ شَاۗءَ ذَكَرَهٗ ﴿۵۵﴾ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۭ هُوَ اَهْلُ

یہ قرآن نصیحت ہے سو جس کا جی چاہے نصیحت حاصل کر لے' اور نصیحت حاصل نہیں کریں گے مگر یہ کہ اللہ چاہے' وہی ہے جس سے

التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿۵۶﴾

ڈرنا چاہیے اور جو معاف کرتا ہے۔

معنی یہ ہے وہ مجرمین سے سوال کریں گے۔

۴۳ : قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ (وہ کہیں گے ہم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے) یعنی اس کی فرضیت کا اعتقاد نہ رکھتے تھے۔

۴۴ : وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ (اور نہ غریب کو کھانا کھلاتے تھے) جیسا کہ مسلمان کھلاتے ہیں۔

۴۵ : وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَاۗىِٕضِيْنَ (اور مشغلہ میں رہنے والوں کے ساتھ ہم بھی مشغلہ میں رہا کرتے تھے) الخوض باطل بات میں لگ جانا مطلب یہ ہے ہم اللہ تعالیٰ کی آیات کے متعلق جھوٹ و باطل بات کہا کرتے تھے۔

۴۶ : وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ (اور ہم قیامت کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے) یعنی حساب و جزاء کے دن کو۔

۴۷ : حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ (یہاں تک کہ ہم کو موت آ گئی) یہاں الیقین موت کے معنی میں ہے۔

شافعین سے مراد:

۴۸ : فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ (پس ان کو سفارش نفع نہ دے گی) الشافعین سے فرشتے' انبیاء علیہم السلام اور صالحین مراد ہیں کیونکہ سفارش تو ایمان والوں کیلئے ہے نہ کہ کفار کیلئے۔ اس میں شفاعت کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ مؤمنین کیلئے برحق ہے حدیث شریف میں وارد ہے میری امت میں ربیعہ اور مضر کی تعداد سے بڑھ کر لوگ میری شفاعت سے جنت میں داخل ہونگے۔

[رواہ احمد: ۳/۲۱۲]

۴۹ : فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ (توان کو کیا ہوا کہ یہ اس نصیحت سے روگردانی کرتے ہیں) التذکیر نصیحت مراد اس سے قرآن مجید مُعْرِضِيْنَ (منہ موڑنے والے ہیں)

نحو : یہ ضمیر سے حال ہے۔ جیسا کہتے ہیں مالك قائمًا ؟

۵۰ : كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ (گویا کہ وہ وحشی گدھے ہیں) حمر سے مراد وحشی گدھے۔

نحو : یہ معرضین کی ضمیر سے حال ہے۔ مُّسْتَنْفِرَةٌ (بہت بھاگنے اور نفرت کرنے والے) گویا وہ اپنے آپ سے ہر وقت بھاگنا چاہ رہے ہیں۔

قراءت: مُسْتَنْفَرَة فا مفتوح مدنی، شامی نے پڑھا ہے۔ معنی یہ ہوگا بھگائے ہوئے گدھے ہیں۔

۵۱ : فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ (جو شیر سے بھاگے جا رہے ہوں)۔ یہ جملہ حال ہے اور اس کے ساتھ قد مقدر ہے۔ القسورہ تیر مارنے والا، شیر یہ القسر سے فعولۃ کا وزن ہے اور اس کا معنی زبردستی اور غلبہ ہے۔ ان کے قرآن مجید سے اعراض کو اور ذکر کے سننے سے اعراض کو ایسے گدھوں سے تشبیہ دی ہے جو تیزی سے بھاگے جا رہے ہوں۔

سب کو ایک ایک کتاب دی جائے:

۵۲ : بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً (بلکہ ان میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کو کھلے ہوئے نوشتے دیے جائیں) صحفا منشرہ ایسے کاغذ جن کو پھیلا کر پڑھا جائے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہا کہ ہم اس وقت تک تمہاری اتباع نہ کریں گے۔ یہاں تک کہ ہر ایک ہم میں سے آسمان سے ایک کتاب نہ لے آئے۔ جن کا عنوان یہ ہو۔ من رب العالمین الی فلان بن فلان۔ ان میں ہمیں تمہاری اتباع کا حکم دیا گیا ہو۔ اس کی مثال یہ ارشاد ہے۔ ولن نؤمن لرقیك حتی تنزل علینا کتابا نقرؤہ' [الاسراء:۹۳] ایک قول یہ ہے کہ وہ کہنے لگے اگر محمد سچے پیغمبر ہیں۔ تو ہم میں ہر شخص کے سر کے پاس ایک صحیفہ ملے جس میں اس کی براءت اور آگ سے آزادی لکھی ہو۔

۵۳ : كَلَّا اس میں اس ارادہ پر ردع ہے اور انکار ہے اور نشانات مانگنے پر زجر و توبیخ ہے پھر فرمایا۔ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ (ہرگز نہیں بلکہ یہ لوگ آخرت سے نہیں ڈرتے) اسی وجہ سے وہ نصیحت سے اعراض کرنے والے ہیں۔ اس بناء پر نہیں کہ ان کو صحیفے نہیں دیئے گئے۔

۵۴ : كَلَّا اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ (ہرگز نہیں۔ یہ قرآن نصیحت ہے) اس میں ان کو تذکرہ سے اعراض کرنے پر ڈانٹا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ قرآن کافی اور مکمل نصیحت ہے۔

۵۵ : فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ (پس جس کا جی چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے) یعنی جس کا دل چاہے کہ وہ اس کو یاد رکھے اور اس کو نہ بھولے تو وہ ایسا کرے اس کا فائدہ خود اسی ہی کی طرف لوٹے گا۔

۵۶ : وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (اور بدوں اللہ تعالیٰ کے چاہے یہ لوگ نصیحت کو قبول نہ کریں گے)

قراءت: نافع اور یعقوب نے تاء کے ساتھ تذکرون پڑھا ہے۔ان یشاء الله کا معنی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے وقت۔
نمبر۲۔مگر اللہ تعالیٰ کی مشیئت سے۔هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ (وہی ہے جس سے ڈرنا چاہیے اور جو معاف کرتا ہے)
حدیث میں ہے کہ وہ اس بات کا اہل ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اس بات کا اہل ہے کہ اس کو بخش دے جو اس سے تقویٰ اختیار
کرے۔[رواہ الترمذی:۳۳۲۸،ابن ماجہ:۴۲۹۹]

الحمدللہ سورۃ المدثر کا تفسیری ترجمہ آج ۳ ربیع الثانی بدھ کی رات کو مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ الْقِيٰمَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ القیامہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چالیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ① وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ② اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرے کیا انسان خیال کرتا ہے

اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ③ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ④ بَلْ يُرِيْدُ

کہ ہم اس کی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے۔ ہم ضرور جمع کریں گے۔ ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کے پوروں تک درست کر دیں۔ بلکہ آدمی یوں

الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ⑤ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ⑥ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ⑦

چاہتا ہے کہ اپنی آئندہ زندگی میں بھی فسق و فجور کرتا رہے۔ پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آنے گا سو جس وقت آنکھیں حیران ہو جائیں گی

وَخَسَفَ الْقَمَرُ ⑧ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ⑨ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ

اور چاند بے نور ہوجائے گا اور سورج اور چاند ایک حالت میں ہو جائیں گے اس روز انسان کہے گا کہ اب کدھر

الْمَفَرُّ ⑩ كَلَّا لَا وَزَرَ ⑪ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ ⑫ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ

بھاگوں، ہرگز نہیں کہیں پناہ کی جگہ نہیں، اس دن صرف تیرے رب کے پاس ٹھکانا ہے، اس دن انسان کو اس کا سب

بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ⑬ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ⑭ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ⑮

اگلا پچھلا کیا ہوا جتلادیا جائے گا بلکہ انسان خود اپنی حالت پر خوب مطلع ہوگا گو کتنے بہانے پیش کرے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ⑯ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ⑰

آپ قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں تاکہ آپ اس کو جلدی جلدی لے لیں بے شک ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کرنا اور پڑھوا دینا

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۲ :وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔اور قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرے)

۱ : لَآ اُقۡسِمُ بِيَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ یعنی میں قسم اٹھاتا ہوں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ اور لا صلہ ہے جیسا اس قول میں لئلا یعلم [الحدید:۲۹] اور اس قول میں ہے: فی بئر لا حور سَرَی و مَا شعر ۔ اور اس قول میں ہے تذکرت لیلی فاعترتنی صبابة : : وکاد ضمیر القلب لا یتقطع ۔ اور جمہور کا یہی قول ہے۔

قولِ فراء:

مشرکین نے بعث کا جو انکار کیا اس کی تردید کیلئے لائے گویا اس طرح کہا گیا معاملہ اس طرح نہیں جیسا تم خیال کرتے ہو پھر فرمایا میں قیامت کے دن کی قسم اٹھاتا ہوں۔ ایک قول یہ ہے اس کی اصل لاقسم ہے جیسا ابن کثیر کی قراءت میں ہے اس صورت میں لام ابتدائیہ اور اقسم یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی لانا اقسم میں ضرور قسم اٹھاتا ہوں۔ اس کی تقویت اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ مصحف امام میں یہ بغیر الف کے ہے پھر اس میں اشباع کیا گیا تو اشباع سے الف ظاہر ہوا۔ اور عام طور پر اس لام کے ساتھ نون تاکید ہوتا ہے اور بعض اوقات اس سے جدا بھی ہو جاتا ہے۔

۲ : وَلَآ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ جمہور کا مسلک ہے کہ یہ دوسری قسم ہے۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

قیامت کی قسم اٹھائی اور نفس لوامہ کی قسم نہیں اٹھائی اس لئے کہ یہ مذمت والی صفت ہے اور قسم کی صورت میں مدح والی حالت ہے۔ یعنی وہ تقویٰ والا نفس جو تقویٰ میں کوتاہی پر اپنے کو ملامت کرتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آدم علیہ السلام کا نفس ہے جو اپنے فعل پر ملامت کرتا رہا جس کی وجہ سے جنت سے نکلے تھے۔ قسم کا جواب محذوف ہے: ای لتبعثن کہ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے اس کی دلیل ایحسب الانسان ہے۔

۳ : اَيَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ (کیا انسان خیال کرتا ہے) کافر انسان جو کہ بعث بعد الموت کا منکر ہے۔ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَهٗ (کہ ہم اس کی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے) ان کے منتشر ہو جانے اور مٹی کے ذرات میں ریزہ ریزہ ہو کر ملنے کے بعد۔

۴ : بَلٰى یہ نفی کے بعد ثبوت وجوب کو ظاہر کرتا ہے۔ (یعنی کیوں نہیں ہم ان کو جمع کریں گے) قٰدِرِيۡنَ (کیوں نہیں ہم اس پر قادر ہیں) یہ نجمع کی ضمیر سے حال ہے۔ ای نجمعها قادرین علی جمعها واعادتها کما کانت ۔ ہم ان کو جمع کریں گے اس حال میں ان کے جمع کرنے نمبر۲: قادرین لوٹانے پر پہلے کی طرح قادر ہیں۔ ان نسوی بنانه ہم اس کے پوروں کو درست کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ عَلٰٓى اَنۡ نُّسَوِّىَ بَنَانَهٗ (کہ اس کی انگلیوں کے پوروں تک درست کر دیں) بنانہ سے انگلیاں مراد ہیں۔ بلا کم و کاست جیسا کہ دنیا میں تھیں۔ باوجودیکہ یہ چھوٹی سی ہیں۔ تو بڑی ہڈیوں کا خود سوچ لو۔

۵ : بَلۡ يُرِيۡدُ الۡاِنۡسَانُ (بلکہ بعض آدمی یوں چاہتا ہے) اس کا عطف ایحسب پر ہے۔ پس اس قسم کے کلام کا استفہام ہونا درست ہے۔ لِيَفۡجُرَ اَمَامَهٗ (کہ وہ اپنی آئندہ زندگی میں فسق و فجور کرتا رہے) کہ وہ زمانہ مستقبل میں جرائم کرتا جائے۔

۶ : یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ (پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا) یہ ضدی اور قیامت کو بعید از قیاس خیال کرنے والے کا استفسار ہے۔

نحو : یہاں ایان متی کے معنی میں ہے۔

۷ : فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ (پس جس وقت آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی) وہ گھبراہٹ سے حیران ہوگا۔

قراءت : مدنی نے شخص کے معنی میں لیا اور بَرَقَ پڑھا ہے۔

۸ : وَخَسَفَ الْقَمَرُ (اور چاند بے نور ہو جائیگا) یعنی اس کی روشنی جاتی رہے گی۔ نمبر۲۔ غائب ہو جائے گا۔ جیسا کہ اس آیت میں خسف کا معنی ہے فخسفنا بِهِ الارض [القصص:۸۱] (اس کو زمین میں غائب کر دیا)

قراءت : ابوحیوہ نے ضمہ خاء کے ساتھ خُسف پڑھا ہے۔

۹ : وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ (اور سورج چاند ایک حالت کے ہو جائیں گے اور مغرب سے طلوع میں ان کو جمع کر دیا جائے گا) نمبر۲۔ روشنی ختم کرنے میں دونوں جمع کر دیئے جائیں گے۔ یعنی دونوں کی روشنی مٹا دیں گے۔ نمبر۳۔ ان کو جمع کر کے سمندر میں پھینک دیا جائے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بڑی بھڑکتی آگ بن جائے گا۔

۱۰ : یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ (اور اس روز انسان کہے گا) انسان سے کافر مراد ہے۔ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ (کہ اب کدھر بھاگوں) المفر یہ مصدر ہے یعنی آگ سے بھاگنا۔ نمبر۲۔ مؤمن بھی خوف کی وجہ سے کہے گا۔

قراءت : حسن رحمہ اللہ نے فا پر کسرہ پڑھا اس صورت میں یہ مصدر اور ظرف مکان دونوں بن سکتا ہے۔

۱۱ : کَلَّا (ہرگز نہیں) بھاگنے کی جگہ تلاش کرنے کے متعلق ردع ہے۔ لَا وَزَرَ (پناہ گاہ نہیں)

۱۲ : اِلٰی رَبِّكَ یَوْمَئِذِ ﹰالْمُسْتَقَرُّ (اس دن صرف آپ ہی کے رب کے پاس ٹھکانہ ہے) بندوں کے قرار کی جگہ نمبر۲۔ ان کے قرار کی جگہ جنت یا نار۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سپرد ہیں۔ جس کو چاہے جنت میں داخل فرما دے۔ اور جس کو چاہے دوزخ میں داخل کر دے۔

۱۳ : یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ (اس دن انسان کو بتلایا جائے گا۔) خبر دی جائے گی۔ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ (سب اگلا پچھلا) یعنی جو عمل اس نے کر لیا وہ بما قدم اور جو اس نے چھوڑ دیا ہے وہ اخر ہے۔

۱۴ : بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ (بلکہ انسان اپنی حالت پر خود مطلع ہوگا) بصیرۃ کی تاء مبالغہ کیلئے ہے جیسا کہ علامہ میں ہے اور اس کا معنی شاہد ہے۔ نمبر۲۔ اس کو مؤنث لائے کیونکہ مراد انسان کے اعضاء ہیں۔ اس لئے کہ انسان کے اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ نمبر۳۔ وہ خود اپنے نفس پر حجت ہے۔ البصیرہ حجت و دلیل کے معنی میں ہے۔ جیسا اس قول میں فرمایا قد جاء کم بصائر من ربکم [الانعام:۱۰۴] اور محاورہ میں کہتے ہیں۔ انت حجة علی نفسك و بصیرة یہ مبتدأ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اور اس کی خبر علی نفسه ہے۔ جو کہ مقدم ہے اور یہ مل کر الانسان کی خبر ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ زید علی رأسه

عمامة ۔اس صورت میں البصیرۃ سے مراد وہ فرشتہ بھی ہوسکتا ہے جو اس پر مقرر ہوگا۔

۱۵ : وَّ لَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ (گو اپنے حیلے پیش لاوے) اگرچہ وہ اپنے پردے چھوڑ دے۔المعذار: پردہ۔

ایک قول:

اگرچہ وہ تمام معذرتیں پیش کردے وہ اس کی طرف سے قبول نہ ہونگی اس پر وہ مقرر کردیا جائے گا۔ جو اس کے اعذار کی تکذیب کرے گا۔

نحو : المعاذیر یہ جمع معذرت نہیں ہے کیونکہ اس کی جمع تو معاذر آتی ہے بلکہ یہ اسم جمع ہے اور اس کی مثال المناکیر ہے جو کہ المنکر سے اسم جمع ہے نہ کہ جمع۔

عجلت کی ممانعت:

۱۶ : لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ (اے پیغمبر آپ قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے تا کہ آپ اس کو جلدی جلدی لیں) ہٗ کی پہلی ضمیر بھی قرآن مجید کی طرف اور دوسری بھی۔ آپ ﷺ جبرئیل علیہ السلام کی تلاوت سے فراغت سے پہلے جلدی جلدی قرآن کو لیتے تا کہ کہیں کوئی حصہ رہ نہ جائے۔تو آپ کو فرمایا گیا۔ آپ جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے تک اپنی زبان کو وحی کیلئے حرکت نہ دیا کریں۔تا کہ آپ جلدی سے اس کو لے لیں۔کہ کہیں کوئی حصہ رہ نہ جائے۔پھر عجلت کی ممانعت کی وجہ بتلائی۔

۱۷ : اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کردینا اور اس کا پڑھا دینا) جمع کرنا آپ کے سینہ اطہر میں اور قرآنہٗ اس کی قراءت کا زبان پر چڑھا دینا۔قرآن کا معنی قراءت ہے اور اس کی مثال دوسری آیت میں ہے ولا تعجل بالقران من قبل ان یقضٰی الیك وحیه [طٰہٰ:۱۱۴]

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿۱۹﴾ كَلَّا بَلْ

سو جب ہم اس کو پڑھیں سو آپ اس کے پڑھنے میں تابع ہو جایا کریں' پھر اس کا بیان کرا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ ہرگز ایسا نہیں ہے'

تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾

بلکہ تم دنیا سے محبت کرتے ہو اور آخرت کو چھوڑتے ہو' اس دن بہت سے چہرے تر و تازہ ہوں گے

اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾

اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے اور بہت سے چہرے اس دن بدرونق ہوں گے خیال کر رہے ہوں گے کہ ہمارے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا'

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾ وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾

واقعی بات ہے کہ جب جان ہنسلیوں تک پہنچ جائے اور کہا جائے کہ کون ہے دم کرنے والا اور وہ یقین کرلے کہ بلاشبہ یہ جدائی کا وقت ہے

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِۨالْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾

اور پنڈلی پنڈلی سے لپٹ جائے اس روز تیرے رب کی طرف چلنا ہے۔

۱۸ : فَاِذَا قَرَاْنٰهُ (تو جب ہم اس کو پڑھنے لگا کریں) یعنی جبرئیل آپ پر پڑھیں قراءت جبرئیل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قراءت قرار دیا۔ یہ ان کے نہایت قرب اور قراءت کے عند اللہ مقبول ہونے کی علامت ہے۔ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ (تو آپ اس کے تابع ہو جایا کریں) یعنی جب وہ آپ کے سامنے پڑھیں۔

۱۹ : ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ (پھر اس کا بیان کرا دینا ہمارے ذمہ ہے) جب اس کے معانی میں سے کوئی چیز آپ پر مشکل ہو۔

۲۰ : كَلَّا یہ انکار بعث پر ردع ہے۔ نمبر۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عجلت سے روکا گیا اور اس کا انکار کیا گیا ہے۔ اور اس کی تاکید اس قول سے فرمائی۔ بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ (اے منکرو۔ ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم دنیا سے محبت رکھتے ہو) گویا اس طرح کہا گیا ہے بل انتم یابنی ادم لانکم خلقتم من عجل و طبعتم علیه تعجلون فی کل شئی و من ثم تحبون العاجلة بلکہ تم اے اولاد آدم جلد بازی سے پیدا ہوئے اور یہ تمہاری طبیعت ثانیہ ہے کہ ہر چیز میں جلدی مچاتے ہو۔ اسی کو سامنے رکھ کر تم عاجلہ کو پسند کرتے ہو۔ العاجلہ سے دنیا اور اس کی شہوات مراد ہیں۔

۲۱ : وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ (اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو) آخرت سے دار الآخرہ اور اس کی نعمتیں مراد ہیں۔ مگر تم آخرت کیلئے عمل نہیں کرتے ہو۔

قراءت : مدنی اور کوفی نے دونوں کو تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

۲۲ : وُجُوْهٌ (بہت سے چہرے) یہ ایمان والوں کے چہرے مراد ہیں۔ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ (تو اس دن بارونق ہونگے) خوبصورت تروتازہ۔

۲۳ :اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَۃٌ (اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہونگے) یہ دیدار بلا کیف ہوگا اور بلا جہت اور بلا ثبوت مسافت ہوگا۔

ازالۂ غلطی:

نظر کو امر رب کے انتظار پر بھی محمول کیا گیا ہے۔ نمبر۲۔ ثواب کے منتظر پر بھی مگر یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ محاورہ میں کہتے ہیں نظرت فیه ای تکفرت فیه و نظرته بمعنی انتظرتهٗ ہے۔ الٰی سے یہ اس وقت متعدی ہوتا ہے جبکہ رؤیت کے معنی میں ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ دارالقرار میں انتظار کا کوئی مطلب نہیں۔

۲۴ :وَوُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَۃٌ (اور بہت سے چہرے اس روز بدرونق ہونگے) انتہائی ترش رو، سیاہ، یہ کفار کے چہرے ہونگے۔

۲۵ :تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِهَا (خیال کر رہے ہونگے کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے گا) ظن توقع کے معنی میں ہے۔ ان یفعل سے مراد ان سے شدت والا معاملہ کیا جائیگا۔ فَاقِرَۃٌ (کمر توڑ دینے والا) ایسی مصیبت جو پشت کے مہرے کو توڑ دے۔

۲۶ : كَلَّآ (ہرگز ایسا نہیں) آخرت پر دنیا کے ترجیح دینے پر ردع ہے گویا اس طرح کہا گیا اس سے باز آؤ۔ اور تمہارے سامنے موت ہے اس سے خبردار ہو جاؤ۔ ایسی موت کہ جس کے آتے ہی یہ جلد ملنے والی ختم ہو جائے گی۔ اور تم اس وقت مقررہ وقت پر آنے والی کی طرف منتقل ہو گے۔ جس میں تم نے ہمیشہ رہنا ہوگا۔ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ (جب جان ہنسلی تک پہنچ جاتی ہے) جب روح نکلنے لگتی ہے اور روح مراد لینا درست ہے کہ اگرچہ اس کا تذکرہ پہلے موجود نہیں کیونکہ التراقی کی دلالت اس پر ہے۔ التراقی گلے کے زیریں حصہ میں ایک گڑھا جس کے دائیں بائیں دو ٹیڑھی ہڈیاں ہوتی ہیں۔ انہی کو التراقی کہتے ہیں۔ اس کا واحد تَرْقُوَۃٌ ہے۔

۲۷ :وَقِیْلَ مَنْ رَاقٍ (اور کہا جاتا ہے کہ کوئی جھاڑنے والا بھی ہے)۔ حفص نے من پر معمولی وقف کیا ہے۔ مطلب یہ ہے تم قریب المرگ کے پاس حاضر ہو تم میں سے کون اس کا دم کرے گا۔ جس میں وہ مبتلا ہے۔ راق یہ الرقیہ سے لیا گیا ہے۔ یہ باب ضرب سے ہوگا۔ نمبر۲۔ یہ کلام ملائکہ سے ہے تم میں سے کون اس کی روح کو لے کر اوپر جائے گا۔ کیا ملائکہ رحمت لے جائیں گے یا ملائکہ۔ یہ الرقی سے ہے یہ باب عَلِمَ سے ہے۔

۲۸ :وَّ ظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ (اور وہ یقین کر لیتا ہے کہ مفارقت کا وقت ہے) ظن یہ ایقن کے معنی میں ہے۔ الفراق یہ جو اس پر اترا ہے۔ وہ محبوب دنیا کی جدائی ہے۔

دوغم:

۲۹ :وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ (ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ لپٹ جائے گی) اس کی دونوں پنڈلیاں موت کے وقت

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ﴿۳۱﴾ وَلٰکِنۡ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ﴿۳۲﴾ ثُمَّ ذَہَبَ اِلٰۤی اَہۡلِہٖ یَتَمَطّٰی ﴿۳۳﴾

سو اس نے نہ تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی اور لیکن جھٹلایا اور منہ موڑا ' پھر اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا ہوا چلا گیا '

اَوۡلٰی لَکَ فَاَوۡلٰی ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوۡلٰی لَکَ فَاَوۡلٰی ﴿۳۵﴾ اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ یُّتۡرَکَ

تیرے لئے کمبختی ہے پھر کمبختی ہے' پھر تیرے لئے کمبختی ہے' پھر کمبختی ہے' کیا انسان سمجھتا ہے کہ وہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا

سُدًی ﴿۳۶﴾ اَلَمۡ یَکُ نُطۡفَۃً مِّنۡ مَّنِیٍّ یُّمۡنٰی ﴿۳۷﴾ ثُمَّ کَانَ عَلَقَۃً فَخَلَقَ فَسَوّٰی ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ

جائے گا کیا وہ منی کا نطفہ نہ تھا جو ٹپکایا گیا پھر وہ خون کا لوتھڑا تھا' سو اللہ تعالیٰ نے اسے بنا دیا اور پھر اس کے اعضاء درست کر دیئے پھر اس کی دو

مِنۡہُ الزَّوۡجَیۡنِ الذَّکَرَ وَالۡاُنۡثٰی ﴿۳۹﴾ اَلَیۡسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰی ﴿۴۰﴾

قسمیں بنا دیں ایک مرد اور ایک عورت' کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے۔

لپٹ جاتی ہیں۔

قول سعید بن مسیب رحمہ اللہ:

اس سے مراد اس کی دونوں پنڈلیاں جب کفن میں لپیٹی جاتی ہیں۔ ایک قول یہ ہے پنڈلی یہ شدت کی تمثیل ہے گویا دنیا کی جدائی کی تکلیف وشدت اور آخرت کے سامنے آنے کی تکالیف مل جاتی ہیں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اس سے مراد دو غم ہیں۔ نمبر ۱۔ اہل واولاد کا غم۔ نمبر ۲۔ بارگاہ صمد میں پیشی کا غم۔

۳۰ : اِلٰی رَبِّکَ یَوۡمَئِذِنِ الۡمَسَاقُ (اس روز تیرے رب کی طرف جانا ہوتا ہے) المساق یہ ساقہ کا مصدر ہے یعنی بندے اس جگہ چلے جائیں گے جہاں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ خواہ جنت میں یا نار میں۔

۳۱ : فَلَا صَدَّقَ (تو اس نے نہ تو تصدیق کی تھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی وَلَا صَلّٰی (اور نہ نماز پڑھی تھی) انسان نے جیسا کہ ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامہ میں فرمایا گیا ہے۔

۳۲ : وَلٰکِنۡ کَذَّبَ (لیکن اس نے تکذیب کی تھی) قرآن مجید کی۔ وَتَوَلّٰی (اور منہ موڑا تھا) ایمان سے یا اس نے نہ مال صدقہ کیا یعنی زکوٰۃ نہ دی۔

۳۳ : ثُمَّ ذَہَبَ اِلٰۤی اَہۡلِہٖ یَتَمَطّٰی (پھر ناز کرتا ہوا اپنے گھر چل دیتا تھا)۔ اکڑتا ہوا چلنا۔ یتمطی اصل میں۔ تمطط ہے۔ اور اس کا معنی اکڑ کر پشت دراز کرنا۔ کیوں کہ ناز سے چلنے والا اپنے قدم کو کھینچ کر رکھتا ہے۔ پس طاء کو یا سے بدلا کیونکہ تین متماثل

حرف جمع ہوگئے ہیں۔

۳۴ :اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی (تیری کم بختی پر کم بختی آنے والی ہے) اس کا معنی ویل لک ہے۔ یہ بددعا ہے۔ کہ تمہاری ناپسند چیز تو اب تمہارے سامنے ہے۔

۳۵ : ثُمَّ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی (پھر تیری کم بختی گویا آنے والی ہے) یہ تاکید کیلئے دوبارہ لائے گویا اس طرح فرمایا ویل لک فویل ثم ویل لک فویل۔ تیرے لئے ہلاکت در ہلاکت در ہلاکت در ہلاکت ہو۔ ایک قول یہ ہے تیرے لئے موت کے دن ہلاکت و تباہی اور قبر میں تیرے لئے ہلاکت اور تیرے لئے بعث بعد الموت تک ہلاکت اور تیرے لئے آگ میں ہلاکت۔

۳۶ :اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی (کیا انسان یہ خیال کرتا ہے۔ کہ یونہی مہمل چھوڑ دیا جائیگا۔) کیا کافر کا خیال ہے کہ اس کو یوں بیکار چھوڑا جائے گا۔ اس کو کسی بات کا حکم اور کسی بات کی ممانعت نہ کی جائے گی اور نہ اس کو اٹھایا اور نہ اس سے بدلہ لیا جائے گا؟

تخلیق انسانی:

۳۷ :اَلَمْ یَکُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی (کیا یہ شخص ایک قطرہ منی نہ تھا۔ جو ٹپکایا گیا تھا)

قراءت: ابن عامر نے یاء سے پڑھا ہے اور حفص نے بھی یعنی۔ منی رحم میں ٹپکائی جاتی ہے اور تاء ہو تو ضمیر نطفہ کی طرف ہوئے گی کہ وہ رحم میں ٹپکایا جاتا ہے۔

۳۸ :ثُمَّ کَانَ عَلَقَةً (پھر وہ خون کا لوتھڑا ہوگیا) یعنی منی چالیس یوم کے بعد جمے ہوئے خون کا لوتھڑا بن گیا۔ فَخَلَقَ فَسَوّٰی (پھر اللہ تعالیٰ نے بنایا پھر اعضاء درست کیے) اللہ تعالیٰ نے اس سے درست انسان بنا دیا۔

۳۹ :فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّکَرَ وَ الْاُنْثٰی (پھر اس کی دو قسمیں کردیں۔ مرد اور عورت) یعنی منی سے دو قسمیں بنا دیں۔

۴۰ :اَلَیْسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی (کیا وہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ وہ مردوں کو زندہ کرے) کیا وہ ان اشیاء کا کرنے والا اعادہ کی قدرت نہیں رکھتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ آیت پڑھتے تو سبحانک ، بلٰی فرماتے [رواہ ابوداؤد: ۸۸۷]۔ اے اللہ تو پاک ہے۔ کیوں نہیں تو بلا شبہ قادر ہے۔

الحمدللہ ترجمہ و تفسیر سورۂ قیامت مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ الدہر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اکتیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ① اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ

بے شک انسان پر ایک ایسا وقت آ چکا ہے جس میں وہ کوئی چیز قابل ذکر نہ تھا' ہم نے اس کو مخلوط نطفہ سے

نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ② اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا

پیدا کیا اس طور پر کہ ہم اس کو مکلف بنائیں سو ہم نے اس کو سننے والا' دیکھنے والا بنا دیا' ہم نے اس کو راستہ دکھایا تو وہ شکرگزار

وَّاِمَّا كَفُوْرًا ③ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَاْ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ④ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ

ہوگیا یا ناشکرا ہوگیا۔ بلاشبہ ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں اور طوق اور دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے' بلاشبہ نیک لوگ ایسے جام

مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ⑤ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ⑥

سے پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی' یعنی ایسے چشمہ سے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے جس کو وہ بہا کر لے جائیں گے

انسانی ذرات میں:

۱ : هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا (بیشک انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت بھی آ چکا ہے۔ جس میں وہ کوئی چیز قابل تذکرہ نہ تھا)

هَلْ اَتٰى آ چکا، گزر چکا علی الْاِنْسَانِ اس سے آدم علیہ السلام مراد ہیں۔ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ روح پھونکنے سے چالیس سال پہلے آپ کی تصویر بنائی گئی۔ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا اس کا نام نہ لیا جاتا تھا۔ اور نہ کوئی جانتا تھا کہ اس سے کیا مراد ہے۔ کیونکہ وہ مٹی کے ذرات تھا جس پر زمانہ گزر رہا تھا۔ اور اگر وہ غیر موجود ہوتا تو پھر هل اتی نہ کہا جاتا کہ اس پر ایک زمانہ گزرا ہے۔ لم يكن شيئاً مذكوراً یہ حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے انسان ذوالحال ہے۔ مطلب یہ ہے اتی علیه حين من الدهر غير مذكور ۔ انسان پر زمانہ کا ایک ایسا وقت گزرا ہے کہ وہ مذکور نہ تھا۔

۲ : اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ (ہم نے اس کو پیدا کیا) اولاد آدم ۔ ایک قول یہ ہے اول بھی انسان سے مراد اولاد آدم ہے۔ اور حین

من الدھر سے اس صورت میں مراد اس کا ماں کے پیٹ میں ٹھہرنے کا زمانہ ہے۔ یہاں تک کہ وہ لوگوں میں قابل ذکر شئی بن گیا۔مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ (ملے جلے نطفے سے) یہ صفت ہے نمبر۲۔اس سے بدل ہے۔یعنی نطفہ سے جیسا کہ من نطفة[النحل:۴] اس میں دونوں پانی مل گئے۔اور مشج اور مزج کا ایک معنی ہوا۔اور نطفۃ امشاج یہ بُرْمَةُ اعشارٌ (پتھر کی دیگ جس کو دس آدمی اٹھائیں) کی طرح ہے۔یہ لفظ مفرد ہے جمع نہیں اسی لئے یہ مفرد کی صفت واقع ہوا ہے۔نَّبْتَلِيْهِ (اس طور پر ہے کہ ہم اس کو مکلف بنائیں) یہ حال ہے۔یعنی ہم نے اس کو پیدا کیا اس حال میں کہ ہم امرونہی سے اس کو آزمانے کا ارادہ کرنے والے تھے۔فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا (تو ہم نے اس کو سنتا دیکھتا بنایا) آنکھوں، کانوں والا بنایا۔

دوراستے:

۳ :اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ (ہم نے اس کو راستہ بتلایا) ہم نے اس کے سامنے ہدایت کا راستہ عقل وسمع کے دلائل سے واضح کردیا۔اِمَّا شَاكِرًا (یا تو وہ شکرگزار ہوگیا) ایمان لا کرؔ اِمَّا كَفُوْرًا (یا ناشکرا ہوگیا) کفر اختیار کر کے۔یہ دونوں ھدیناہ کی ضمیر سے حال ہیں۔تقدیر کلام یہ ہے ان شکر اَوْ کفر فقد ھدیناہ السبیل فی الحالین اگرچہ وہ شکر اختیار کرے یا کفر ہم نے تو دونوں حالتوں میں اس کی راہنمائی راستہ کی طرف کردی ہے۔

نمبر۲: السبیل سے حال ہے۔ہم نے اس کو راستہ کی پہچان کرادی۔اس حال میں کہ وہ شکرگزاری والا راستہ ہو یا ناشکری والا۔اس صورت میں السبیل کی صفت کفر وشکر بطور مجاز بنیں گی۔

کفار کا انجام:

۴ : زنط :جب فریقین کا ذکر کیا تو ان کے پیچھے جو ان کے لئے تیار کیا گیا اس کو ذکر کیا۔اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ (ہم نے کافروں کیلئے تیار کر رکھی ہیں زنجیریں) سلاسل جمع سلسلہ کی ہے۔

قراءت :حفص نے بلا تنوین پڑھا ہے۔اسی طرح مکی، ابوعمرو، حمزہ نے بھی مگر دیگر قراء نے مناسبت کی خاطر تنوین پڑھی ہے۔وَاَغْلٰلًا وَّ سَعِيْرًا (طوق اور آتش سوزاں) چونکہ یہ دونوں تنوین کے ساتھ ہیں تو ان کی مناسبت سے سلاسلًا پڑھا گیا۔کیونکہ غیر منصرف کو مناسبت کی وجہ سے منصرف پڑھنا جائز ہے۔اغلال جمع غُلّ کی ہے۔سعیرًا بڑھکتی آگ۔

ابرار کا بدلہ:

۵ :اور فرمایا اِنَّ الْاَبْرَارَ (جو نیک ہیں) ابرار جمع برٌّ کی ہے۔یا بارٌّ کی جیسے رب وارباب وشاھد و اشھاد۔ بَرٌّ جو ایمان میں سچا ہو یا جو باطن میں شر کو نہیں چھپاتے اور چیونٹی تک کو بھی دکھ نہیں دے۔يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ (وہ ایسے جام شراب سے پیویں گے) کاس سے کاس خمر، شراب کے جام، یہاں نفس خمر کو کاس کہہ دیا۔ایک قول یہ ہے الکاس شیشے کا گلاس جب اس میں شراب ہو۔

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ﴿٧﴾ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ

وہ لوگ نذر کو پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہوگی اور کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی محبت کی وجہ سے۔

مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴿٨﴾ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا

مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو ہم تمہیں صرف اللہ کی رضا کے لئے کھلاتے ہیں ہم تم سے کوئی بدلہ یا شکریہ

شُكُورًا ﴿٩﴾ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ﴿١٠﴾ فَوَقَاهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ

نہیں چاہتے' بیشک ہم اپنے رب کی طرف سے ایک ایسے سخت دن کا اندیشہ رکھتے ہیں جو بہت ہی تلخ ہوگا' سو اللہ انہیں اس دن کی سختی سے محفوظ فرمائے گا

وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ﴿١١﴾ وَجَزَاهُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا ﴿١٢﴾ مُّتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى

اور انہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائے گا' اور انہوں نے جو صبر کیا اس کے بدلہ میں انہیں جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے گا' وہ اس میں مسہریوں پر

الْأَرَائِكِ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ﴿١٣﴾ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَذُلِّلَتْ

تکیے لگائے ہوں گے' نہ وہاں دھوپ محسوس کریں گے اور نہ ٹھنڈک' اور ان پر اس کے سائے قریب ہوں گے اور اس کے پھل جھکے

قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ﴿١٤﴾ وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا ﴿١٥﴾

ہوئے ہوں گے اور ان کے پاس چاندی کے برتن لائے جائیں گے اور آبخورے جو شیشے کے ہوں گے

قَوَارِيرَا مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ﴿١٦﴾ وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا ﴿١٧﴾

وہ شیشے چاندی کے ہوں گے جن کو بھرنے والوں نے مناسب انداز سے بھرا ہوگا' اور اس میں انہیں ایسا جام پلایا جائے گا جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی

كَانَ مِزَاجُهَا (اس کی آمیزش) كَافُورًا (کافور کی ہوگی) کافور کا پانی کیونکہ کافور جنت کے ایک چشمے کا نام ہے۔ جس کے پانی کی سفیدی کافور جیسی ہے اور اسی طرح کی خوشبو اور ٹھنڈک۔

۲: عَيْنًا نُجْنِو: یہ کافور کا بدل ہے۔ يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ (ایسے چشمے سے جس سے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے پئیں گے) با من کے معنی میں ہے اس سے پئیں گے نمبر۲۔ باء زائدہ ہے۔ نمبر۳۔ یشرب بها کا معنی یتلذذ بها ا س سے لذت حاصل کریں گے۔ نمبر۴۔ یشرب بها یروی بها ۔ کے معنی میں ہے ان کو اس سے سیراب کیا جائے گا۔ پہلے لفظ مِنْ لائے اور پھر حرف باء لائے۔ کیونکہ جام سے انکے پینے کی ابتداء ہوگی اور پہلی غایت ہے۔ باقی چشمہ تو اس کے پانی کو وہ ملا کر پئیں گے تو گویا اس طرح فرمایا یشرب عباداللہ بها الخمر۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس سے شراب پئیں گے۔ يُفَجِّرُوْنَهَا (جس کو وہ بہا کر لے جائیں گے) اپنے مکانوں میں جہاں چاہیں گے جاری کرلیں گے۔ تَفْجِيْرًا (آسانی کے ساتھ) کہ کسی قسم کی رکاوٹ نہ بنے گی۔

ایفائے نذر، خوفِ قیامت اور صدقہ :

۷ : يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ (وہ لوگ واجبات کو پورا کرتے ہیں) جو انہوں نے اپنے اوپر لازم کیا۔ یہ اس شخص کا جواب ہے جو یہ کہے ان کو کیا ہوا کہ وہ یہ رزق دیئے جا رہے ہیں؟ تو جواب دیا کہ وہ اپنے اوپر لازم کردہ باتوں کو پورا کرنے والے ہیں۔ وفا بالنذر سے ان کی صفت بیان کر کے یہ کہا گیا کہ وہ کثرت سے ادائے واجبات کرتے ہیں۔ کیونکہ جو شخص اپنے نفس پر اللہ تعالیٰ کی خاطر کوئی چیز لازم کر کے اتنی وفاداری کرنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ نے جو اس پر واجب کی ہیں ان پر تو بدرجہ اولیٰ وہ کاربند ہوگا۔ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا (اور وہ ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہوگی) مستطیر پھیلنے والی۔ یہ استطار الفجر سے لیا گیا ہے۔

۸ : وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ (اور وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے کھانا کھلاتے ہیں) حُبّہ کی ضمیر طعام کی طرف راجع ہے۔ ای حب الطعام یعنی کھانے کی چاہت اور حاجت کے باوجود۔ نمبر۲۔ یا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر کھلاتے ہیں۔ مِسْكِيْنًا (مسکین کو) وہ فقیر جو کمائی سے عاجز ہو۔ وَّ يَتِيْمًا (اور یتیم کو) جس کا باپ نہ ہو۔ اس نابالغ کو یتیم کہتے ہیں۔ وَّاَسِيْرًا (قیدی کو) غلام یا دیگر۔

انتہاء کا خلوص :

۹ : پھر انہوں نے اپنے کھانا کھلانے کی وجہ ذکر کی۔ کہا اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ (ہم تم کو محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر کھانا کھلاتے ہیں۔) یعنی ثواب حاصل کرنے کیلئے نمبر۲۔ یا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دلوں کی بات ظاہر کی گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو جانتے ہیں ان کے خلوص کی وجہ سے ان کی تعریف فرمائی اگرچہ وہ لوگوں کو زبان سے کچھ نہیں کہتے۔ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً (نہ ہم تم سے بدلہ چاہیں) کوئی ہدیہ اس کھلانے پر وَّ لَا شُكُوْرًا (اور نہ شکریہ) تعریفی کلمات۔

نحو : یہ شکر کی طرح مصدر ہے۔

۱۰ : اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا (ہم اپنے رب کی طرف سے اندیشہ رکھتے ہیں) ہم تم سے اس صدقہ پر کوئی بدلہ کا ارادہ نہیں رکھتے کیونکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ کے بدلہ پر عذاب و سزا کا ڈر ہے۔ نمبر۲۔ ہمیں اپنے رب کا ڈر ہے۔ پس اس کی خاطر ہم صدقہ کرتے ہیں۔ تاکہ ہم اس خوف (منتظر) سے محفوظ رہیں۔ يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا (ایک سخت اور تلخ دن کا) یہاں یوم کی صفت اشقیاء سے کی گئی ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ نہارك صائم حالانکہ دن تو روزہ دار نہیں ہوتا شدت التباس سے کہہ دیتے ہیں۔ والقمطریر سخت ترش روئی۔ جو آنکھوں کے مابین ماتھے پر ظاہر ہو۔

۱۱ : فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ (پس اللہ تعالیٰ ان کو اس دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا) یعنی اس کی سختیوں سے بچائے گا۔ وَلَقّٰهُمْ (اور ان کو عطا فرمائے گا) فجار کی ترشروئی کے بدلے عنایت فرمائے گا۔ نَضْرَةً (تروتازگی) چہرے کا حسن وَّ سُرُوْرًا

(اور خوشی) دلوں میں فرحت۔

صبر کا بدلہ ملے گا:

۱۲ : وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا (اوران کی پختگی کے بدلہ میں ان کو ان کا رب دے گا) ایثار پر جمے رہنے کی وجہ سے۔ یہ آیت علی و فاطمہ اور فضہ (لونڈی) رضی اللہ عنہم کے متعلق اتری جب حسن و حسین رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے تو انہوں نے تین دنوں کی نذر مانی۔ علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے تین صاع جو لیے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ہر روز ایک صاع پیس کر آٹا گوندھا۔ اور انہوں نے افطار کے وقت میں آنے والے مسکین، یتیم، اسیر کو روٹیاں دے دیں اور خود پانی سے روزہ افطار کیا۔ (قال الحکیم الترمذی، ھذا الحدیث مزوق فھذا وا شباھه عامتها مفتعلة نوادر الاصول : ۲۴۶، ۲۴۷)۔ جَنَّةً (باغ جس میں خوشگوار کھانے کی اشیاء ہوں گی) وَّحَرِيْرًا (اور ریشم) اس میں پر رونق لباس ہوگا۔

۱۳ : مُّتَّكِـِٕیْنَ

نحو : یہ جزاء ھم کے ھم سے حال ہے۔

فِيْهَا (اس حالت میں کہ وہ تکیہ لگائے ہوئے ہونگے) ھا کی ضمیر جنت کی طرف جاتی ہے۔ عَلَى الْاَرَآئِكِ (مسہریوں پر) تختے یہ اریکة کی جمع ہے۔ لَا يَرَوْنَ (نہ پاویں گے)

نحو : یہ متکئین میں ضمیر مرفوع سے حال ہے۔ ای غیر رائین نہ دیکھیں گے۔ فِيْهَا (اس باغ میں) شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا (تپش نہ جاڑا) کیونکہ جنت میں سورج ہے اور نہ ہی زمہریر۔ جنت کے سائے دائمی اور اس کی ہوا معتدل نہ سورج کی دھوپ کہ جو گرمی پہنچائے اور نہ شدید سردی کہ کپکپائے اور ایذاء پہنچائے۔ حدیث میں وارد ہے جنت کی ہوا معتدل ہے نہ اس میں حرارت نہ برودت (زمخشری فی الکشاف) الزمھریر سخت سردی۔ ایک قول زمہریر سے مراد چاند ہے۔ جنت روشن ہے۔ اس میں سورج و چاند کی محتاجی نہیں ہے۔

۱۴ : وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا (اور یہ حالت ہوگی کہ درختوں کے سائے ان پر جھکے ہونگے) ان کے درختوں کے سائے ان کے قریب ہوں گے۔

جنت کے سائے:

نحو : اس کا عطف جنة پر ہے۔ وجنة اخری دانية عليهم ظلالها۔ گویا ان سے دو باغوں کا وعدہ کیا گیا۔ کیونکہ ان کی تعریف خوف سے کی گئی۔ فرمایا: انا نخاف من ربنا۔ ہمیں اپنے رب کا خوف ہے۔ اور فرمایا ولمن خاف مقام ربه جنتان۔ (الرحمان۔۴۶) وَذُلِّلَتْ (اور ان کے اختیار میں ہونگے) کھڑے ہونے والے اور بیٹھنے والے اور ٹیک لگانے والے کیلئے برابر ہونگے۔ ای تدنو ظلالها عليهم فی حال تذليل قطوفها عليهم ان کے سائے ان پر اس حالت میں تابع

ہونگے جیسا ان کے پھلوں کا توڑنا۔ نمبر۲۔ دانیۃ پر معطوف ہے ای ودانیۃ علیھم ظلالھا ومذللۃ قطوفھا اور ان کے سائے ان کے قریب ہونگے اور ان کا پھل توڑنا ان کے تابع ہوگا۔ قُطُوْفُھَا (ان کا توڑنا) ان کے پھلوں کا توڑنا۔ قطوف جمع قطف کی ہے۔ تَذْلِیْلًا (اختیار میں کرنا)

جنت کے برتن:

۱۵ : وَیُطَافُ عَلَیْھِمْ بِاٰنِیَۃٍ مِّنْ فِضَّۃٍ (اور ان کے پاس چاندی کے برتن لائے جاوینگے) ان کے خدام ان پر شراب کے جام گھمائیں گے۔ الاٰنیہ جمع اناء۔ پانی کا برتن۔ وَّاَکْوَابٍ (آبخورے) یعنی چاندی کے اکواب جمع کوب ایسا لوٹا جس کا دستہ نہ ہو۔ کَانَتْ قَوَارِیْرا (جو شیشے کے ہونگے) یہ کان تامہ ہے۔ ای کوّنت فکانت قواریرا بتکوین اللّٰہ۔ ان کو بنایا گیا پس وہ اللہ تعالیٰ کے بنانے سے قواریر بن گئے۔

نحو : حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

۱۶ : قَوَارِیْرَا مِنْ فِضَّۃٍ (وہ شیشے چاندی کے ہونگے) یعنی چاندی سے بنے ہونگے۔ وہ چاندی کی سفیدی اور اس کے حسن کے جامع ہونگے اور صفائی اور شفافیت میں شیشے جیسے ہونگے۔ اس طرح کہ باہر سے اندر کا تمام مشروب نظر آجائے گا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

قواریر۔ ہر زمین کے (قواریر) شیشے اس کی زمین سے ہوتے ہیں اور جنت کی زمین چاندی کی بنی ہے۔

قراءت : نافع، کسائی، عاصم اور ایک روایت میں ابو بکر نے تنوین دونوں میں پڑھی ہے۔ اور حمزہ، ابن عامر، ابوعمرو، حفص نے دونوں میں بلا تنوین پڑھا ہے۔ اور ابن کثیر نے اول میں تنوین۔ اور وہ تنوین بھی پہلی آیات کی مناسبت کی وجہ سے ہے۔ اور دوسری میں تنوین پہلے کی اتباع کی وجہ سے ہے۔ اور پہلے پر وقف کے متعلق کہا گیا ہے مگر قابل اعتماد نہیں کیونکہ دوسرا پہلے کا بدل ہے۔ قَدَّرُوْھَا تَقْدِیْرًا (جن کو بھرنے والوں نے ایک مناسب اندازہ سے بھرا ہوگا) یہ قواریر من فضۃ کی صفت ہے یعنی اہل جنت مخصوص شکلوں میں ان کو بھریں گے اور انہوں نے اتنا ہی بھرا جتنا بطور اکرام اندازہ کرنا چاہیے۔ نمبر۲۔ پلانے والے ان کو پینے والوں کی سیرابی کے مطابق بھریں گے۔ وہ ان کے لئے نہایت لذیذ وخفیف ہوگا۔ مجاہد کا قول یہ ہے نہ بہے گا اور نہ خشک وکم ہوگا۔

۱۷ : وَیُسْقَوْنَ (اور ان کو پلایا جائے گا) یعنی ابرار کو فِیْھَا (اس میں) یعنی جنت میں کَاْسًا (جام شراب) کَانَ مِزَاجُھَا زَنْجَبِیْلًا (اس میں سونٹھ کی ملاوٹ ہوگی)

عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿۱۸﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ إِذَا رَاَيْتَهُمْ

یعنی ایسے چشمہ سے جس کا نام سلسبیل ہوگا ۔ اور ان کے پاس ایسے لڑکے آمدورفت کریں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے ' اے مخاطب اگر تو انہیں دیکھے

حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾ وَإِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ﴿۲۰﴾ عٰلِيَهُمْ

تو یوں سمجھے کہ وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں' اور اگر تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھے بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے گی' ان پر

ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّإِسْتَبْرَقٌ ۡ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ

باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے بھی۔ اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انہیں

شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ إِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ ع

شراب طہور پلائے گا

بلاشبہ یہ تمہاری جزا ہے اور تمہاری کوشش کی قدردانی کی گئی ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾ ۚ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا

بلاشبہ ہم نے آپ پر قرآن اتارا تھوڑا تھوڑا کر کے' سو آپ پروردگار کے حکم پر جمے رہیے اور ان میں سے کسی فاسق کافر کی

اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ ۚ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ ۖ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا

بات نہ مانیے اور صبح وشام اپنے رب کا نام ذکر کیجئے اور رات کے حصہ میں اس کو سجدہ کیجئے اور رات کو بڑی دیر تک

طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾ إِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿۲۷﴾

اس کی تسبیح کیجئے' بلاشبہ یہ لوگ جلدی والی چیز سے محبت کرتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بھاری دن چھوڑ بیٹھے ہیں

چشمہ سلسبیل:

۱۸: عَيْنًا یہ زنجبیل کا بدل ہے۔ فِيْهَا (جنت میں) تُسَمّٰى (ایسے چشمے سے جو وہاں ہوگا جس کا نام ہوگا) یعنی اس چشمے کا نام سَلْسَبِيْلًا (سلسبیل) چشمے کا نام زنجبیل اس لئے رکھا گیا کہ اس میں سونٹھ کا ذائقہ ہوگا۔ اہل عرب اس سے لذت حاصل کرتے اور اس کو عمدہ قرار دیتے تھے۔ اور اس کو سلسبیل اس لیے کہا کہ وہ حلق میں جلدی سے اتر جائے گا اور اس کا نگلنا آسان ہوگا۔

قول ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ:

ماء سلسبیل یعنی میٹھا پاکیزہ پانی۔

۱۹ : وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ (اوران کے پاس ایسے لڑکے آمدورفت کریں گے) غلمان جن کو اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی خدمت کیلئے پیدا فرمائیں گے۔نمبر۲۔کفار کی چھوٹی اولاد کو اہل جنت کا خادم بنا دیا جائے گا۔مُّخَلَّدُوْنَ (جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے) جو نہ مریں گے۔اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ (اے مخاطب! اگر تو ان کو دیکھے تو یوں سمجھے) حسن اور رنگت کے نکھار اور مجالس میں۔ بکھرنے کی وجہ سے لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا (وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں) موتی کو منثور یعنی بکھرنے سے خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بکھرا موتی پروئے موتی سے زیادہ خوبصورت لگتا ہے۔

۲۰ : وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ (اے مخاطب! اگر تو اس جگہ کو دیکھے) ثَمَّ۔ یہ ظرف ہے۔اس جگہ سے مراد جنت ہے۔رأیت کا کوئی مفعول ظاہر نہیں ہے۔اور نہ ہی مقدر ہے۔تاکہ ہر ہر مرئی چیز میں شائع ہو اس کی تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ **واذا اکتسبت الرویۃ فی الجنۃ** ۔اور جب تم جنت میں رویت کرلو۔رَاَيْتَ نَعِيْمًا (پھر تو بہت سی نعمتیں دیکھے گا) وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا (اور بڑی سلطنت) اور وسیع ملک۔کبیر وسیع کے معنی میں ہے۔

روایت میں ہے ادنیٰ جنتی کو ایسی بادشاہت ملے گی کہ وہ ایک ہزار سال کی مسافت کے برابر ہوگی۔وہ اپنی سلطنت کے قریبی حصہ کو جس طرح دیکھے گا اسی طرح اس کے آخری حصہ کو بھی دیکھے گا۔[رواہ احمد ۲/۶۴ الترمذی ۲۵۵۶] ایک قول یہ ہے ایسی بادشاہی جس کو زوال نہیں۔نمبر۲۔اس میں ان کو اپنی چاہت کے مطابق ہر چیز میسر ہوگی۔نمبر۳۔ان کو فرشتے سلام کریں گے اور ان کے پاس اجازت لے کر داخل ہونگے۔

جنتیوں کے کپڑے:

۲۱ : عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ (ان جنتیوں پر ایک باریک ریشم کے سبز کپڑے ہونگے)

نحو : **یطوف علیھم** کی ضمیر سے حال ہونے کی بناء پر عٰلیھم منصوب ہے۔ای **یطوف علیھم ولدان عالیا للمطوف علیھم۔ ثیابٌ** ۔سکون کے ساتھ مدنی،حمزہ نے پڑھا۔ نحو : اس کو مبتدأ قرار دیا اس کی خبر ثیاب سندس ہے۔ **مایعلوھم من ملابسھم ثیاب سندس** جوان کے اوپر والے کپڑے ہیں وہ ایک بار ریشم کے ہونگے۔سندس : باریک ریشم خضرٌ یہ اخضر کی جمع ہے وَّ اِسْتَبْرَقٌ موٹا دونوں مرفوع ہیں۔اس صورت میں ثیاب سے متعلق ہونگے۔نافع وحفص نے اسی طرح پڑھا ہے۔اور حمزہ،علی نے مجرور پڑھا اور سندس پر محمول کیا ہے۔دیگر قراء نے اول کا رفع اور ثانی کا جر پڑھا ہے یا اس کا عکس۔وَّحُلُّوْٓا (اور ان کو پہنائے جائیں گے)

نحو : اس کا عطف **ویطوف علیھم** پر ہے۔اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ (چاندی کے کنگن) اور سورۃ الملائکۃ میں ہے **یحلون فیھا من اساور من ذھب ولؤلؤ** [فاطر:۳۳]

قول ابن مسیب:

ہر جنتی کے ہاتھ میں تین کنگن ہونگے۔ایک چاندی، دوسرا سونے اور تیسرا موتی کا ہوگا۔وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ (اور ان کا رب ان کو پینے کو دے گا) یہاں اللہ تعالیٰ کی طرف پلانے کی نسبت عظمت وتشریف اور تخصیص ظاہر کرنے کیلئے ہے۔ایک قول یہ ہے کہ ملائکہ ان کو شراب پیش کریں گے تو وہ انکار کر دیں گے۔اور کہیں گے ہم تو عرصہ سے ان کو غلمان کے ہاتھوں پی رہے ہیں۔اچانک پیالے خود بخود بغیر ہاتھوں کے ان کے مونہوں تک پہنچ جائیں گے۔

شرابِ جنت:

شَرَابًا طَهُوْرًا (پاکیزہ شراب) اس میں دنیا کی شراب والی پلیدی نہ ہوگی۔شراب کی پلیدی شرع سے ثابت ہے عقل سے نہیں۔اور وہاں تکلیف نہیں (پس اس شراب کی پلیدی کا کوئی معنی نہیں)۔نمبر۲۔اس کو ہاتھوں نے نچوڑا نہیں کہ میل والے ہاتھ اس تک پہنچیں اور میلے قدم اس کو روندنے پائیں۔محض قدرت الٰہی سے وہ تیار ہوگی۔

۲۲ : اہل جنت کو کہا جائے گا اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً (یہ تمہارا صلہ ہے) ھذا سے مراد نعمتیں جزآء یعنی تمہارے اعمال کی جزاء ہے۔وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا (اور تمہاری کوشش مقبول ہوئی) قابل تعریف اور مقبول ہمارے ہاں پسندیدہ ہوئی۔جبکہ تم نے یتیم، اسیر، مسکین کو کہا۔لا نرید منکم جزاء و لا شکورا۔ہم تم سے بدلہ وشکریے کے طالب نہیں۔

قرآن کی نعمت:

۲۳ :اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا (ہم نے آپ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے) ضمیر کو دوبارہ لائے اول ضمیر اِنَّ کا اسم بن گئی۔دراصل اس سے تاکید در تاکید مقصود ہے کہ قرآن مجید کا اتارنا اللہ تعالیٰ ہی کی ذات سے خاص ہے۔تاکہ آپ کے دل میں یہ بات اور زیادہ پختہ کر دی جائے کہ جب قرآن مجید کو اتارنے والے اللہ تعالیٰ ہیں تو تھوڑا تھوڑا اتارنا یقیناً حکمت اور بہتری کے پیش نظر ہے۔اور آپ کا اس پر ایذاء کو سہنا حکمت سے خالی نہیں۔اسی طرح اہل مکہ جو آپ کی دشمنی میں پیش پیش ہیں ان کے خلاف آپ کی نصرت میں تاکید حکمت بیش کی وجہ سے ہے۔

۲۴ :فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ (آپ اپنے رب کے حکم کے مطابق صبر کیے رہیے)

کافر و گنہگار کے پیچھے نہ چلیں:

وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ (آپ ان میں سے کسی کے کہنے پر نہ آیئے) ھُم سے کفار مراد ہیں۔اس بات سے اکتا کر کہ کامیابی میں تاخیر ہو رہی ہے۔اٰثِمًا (فاسق) جو گناہ کا مرتکب، اور آپ کو گناہ کی طرف دعوت دینے والا ہو۔اَوْ كَفُوْرًا (یا کافر) کفر کا مرتکب اور آپ کو کفر کی طرف بلانے والا ہو۔کیونکہ وہ آپ کو اپنی معاونت کی طرف یا تو اس فعل کی شرط پر دعوت دیتے ہونگے جو گناہ ہے

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿۲۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ

ہم ہی نے انہیں پیدا کیا اور ہم ہی نے ان کے جوڑ مضبوط بنائے اور ہم جب چاہیں ان کے جیسے لوگ بدل دیں' بلاشبہ یہ نصیحت ہے

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۲۹﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

سو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے' اور اللہ کی مشیت کے بغیر تم کچھ نہیں چاہ سکتے' بلاشبہ اللہ علیم ہے

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۳۰﴾ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۱﴾

حکیم ہے وہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے اور جو ظالم ہیں ان کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

یا کفر یا گناہ نہیں اور نہ کفر۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلی دو صورتوں کی مساعدت پر ممانعت کر دی۔ نہ کہ تیسری۔

ایک قول گناہ گار سے یہاں عتبہ مراد ہے کیونکہ وہ گناہوں اور فسوق کا رسیا تھا۔ اور کافر سے الولید مراد ہے۔ کیونکہ وہ کفر و انکار میں غلو کرنے والا تھا۔

قول ظاہر یہ ہے کہ ہر گناہ گار اور کافر مراد ہے۔ کہ ان میں سے کسی کی بھی بات نہ مانیں، جب ایک کی بات ماننے سے روکا تو دونوں کی بات تسلیم کرنے سے روکنا خود ہو گیا۔ اور الگ بھی ممانعت ہر ایک کے لئے ثابت ہو گئی۔ اور اگر یہ واؤ کے ساتھ ہو تو پھر جائز ہے کہ ان میں سے ایک کی بات مانیں۔ کیونکہ واؤ جمع کیلئے ہے پس دونوں کی اکٹھی اطاعت سے ممانعت ہو گی نہ کہ کسی ایک کی اطاعت سے۔ ایک قول یہ ہے او بمعنی ولا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے ولا تطع اٰثما و لا کفورًا۔ نہ اطاعت کر گناہ گار کی اور نہ کافر کی۔

۲۵: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (اور اپنے پروردگار کا صبح و شام نام لیجیے) اذکر سے مراد نماز پڑھو۔ بکرۃ سے صلاۃ الفجر اور اصیلا سے نماز ظہر و عصر۔

رات کا سجدہ:

۲۶: وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ (اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی اس کو سجدہ کیجئے) اور رات کا بعض حصہ پس مغرب و عشاء کی نمازیں ادا کریں۔ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا (اور رات کے بڑے حصے میں اس کی تسبیح کیجئے) رات کے دو حصے جو کہ لمبا حصہ ہے تہجد کی نماز ادا کریں یا نصف رات یا ثلث لیل۔

۲۷: اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ (بیشک یہ) کافر يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ (عاجلہ سے محبت کرتے ہیں) عاجلہ سے محبت کا مطلب آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو ترجیح دینا ہے۔ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ (اور اپنے آگے چھوڑ بیٹھے ہیں) وراء کا معنی آگے یا ان کی پیٹھوں کے پیچھے۔ يَوْمًا ثَقِيْلًا (ایک بھاری دن) ثقیل کا معنی شدید ہے کہ یہ اس کی پرواہ نہیں کرتے اور وہ قیامت کا دن ہے۔ کیونکہ اس کے شدائد کفار پر انتہائی شدید ہونگے۔

۲۸ :نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَ شَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ (ہم ہی نے ان کو پیدا کیا اور ہم ہی نے ان کے جوڑ بند مضبوط کیے)شددنا ہم نے مضبوط کیا۔اسرھم ان کی خلقت ۔ یہ قول عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور فراء کا ہے۔وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا (اور جب ہم چاہیں تو انہی جیسے لوگ ان کی جگہ بدل دیں)یعنی جب ہم چاہیں کہ ان کو ہلاک کرنا ہے تو ہلاک کر ڈالیں گے اور ان کی جگہ اور لوگ بدل دیں گے جو خلقت میں ان جیسے انسان ہونگے مگر مطیع وفرمانبردار ہونگے۔

۲۹ :اِنَّ هٰذِهٖ (بیشک یہ)سورت تَذْكِرَةٌ (نصیحت ہے)فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا (پس جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف رستہ اختیار کرنا)تو طاعت سے اور اس کے رسول کی اتباع سے اس کا تقرب حاصل کرلے۔

۳۰ :وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (اور بدوں اللہ تعالیٰ کے چاہے تم لوگ کوئی بات چاہ نہیں سکتے)ماتشاؤن تم چاہ نہیں سکتے اللہ تعالیٰ کی طرف راستہ اختیار کرنا۔

قراءت :مکی ،شامی ،ابوعمرو نے یشاؤن پڑھا ہے۔

نحو :الا ان یشاء اللہ ۔ یہ ظرفیت کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔ای الا وقت مشیة اللہ۔مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے وقت اللہ تعالیٰ اس کو اس کیلئے چاہیں گے جس کے متعلق وہ جانتے ہیں۔کہ اس نے اس راستہ کو اختیار و پسند کرلیا۔ایک قول یہ ہے یہ اطاعت وعصیان اور کفر و ایمان میں عموم مشیت کو ظاہر کرنے کیلئے ہے۔اس صورت میں یہ معتزلہ کے خلاف ہم اہل سنت کی دلیل ہے۔اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا (بیشک اللہ تعالیٰ بڑا علم والا)ان احوال کے متعلق جو ان سے پیش آئیں گے۔حَكِيْمًا (حکمت والا ہے)افعال واقوال میں مُصیب ہے۔

جنت اسکی رحمت سے :

۳۱ :يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ (وہ جس کو چاہے داخل کرلیتا ہے)اس سے مراد مؤمن ہیں۔فِىْ رَحْمَتِهٖ (اپنی رحمت میں)اپنی جنت میں کیونکہ جنت اس کی رحمت ہی سے ملے گی ۔ یہ معتزلہ کے خلاف ہماری دلیل ہے کیونکہ ان کے بقول اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ تمام کو اپنی رحمت میں داخل کرے ۔ کیونکہ اس نے تمام کا ایمان چاہا۔اللہ تعالیٰ نے اس میں خبر دی کہ وہ جس کو چاہے گا اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا اور اسی ہی کی ذات کو علم ہے کہ وہ ہدایت کو اختیار کرے گا۔وَالظّٰلِمِيْنَ (اور ظالموں کیلئے)یہاں ظالم سے کافر مراد ہیں۔کیونکہ انہوں نے عبادت کو غلط مقام پر استعمال کیا۔یہ حالت نصبی میں واقع ہے۔اس فعل کی وجہ سے جس کی تفسیر اَعَدَّ کر رہا ہے۔مثلاً اوعد الظالمین یا کافأ الظالمین ۔اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے)

الحمدللہ سورۃ الانسان کا تفسیری ترجمہ قبل از جمعہ اختتام پذیر ہوا۔

والحمد لله على ذلك حمدًا كما امر

سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ مرسلات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پچاس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿١﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿٢﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴿٣﴾ فَالْفٰرِقٰتِ

قسم ہے ان ہواؤں کی جو نفع پہنچانے کے لئے بھیجی جاتی ہیں، پھر ان ہواؤں کی جو سختی کے ساتھ چلتی ہیں، اور ان ہواؤں کی جو بادلوں کو پھیلاتی ہیں، پھر ان ہواؤں کی جو بادلوں کو

فَرْقًا ﴿٤﴾ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ﴿٥﴾ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ﴿٦﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴿٧﴾ فَاِذَا

جدا کر دیتی ہیں، پھر ان ہواؤں کی جو اللہ کی یاد کا القاء کرنے والی ہیں توبہ کے طور پر ہو یا ڈرانے کے طور پر بات یہی ہے کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے، سو جب

النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ﴿٨﴾ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ﴿٩﴾ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿١٠﴾ وَاِذَا الرُّسُلُ

ستارے بے نور کر دیئے جائیں گے اور جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب پہاڑ اڑتے پھریں گے اور جب پیغمبر

اُقِّتَتْ ﴿١١﴾ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ﴿١٢﴾ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ﴿١٣﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ﴿١٤﴾

معین وقت پر جمع کئے جائیں گے، کس دن کیلئے ان کا معاملہ ملتوی کیا گیا۔ فیصلہ کے دن کیلئے اور آپ کو معلوم ہے فیصلہ کا دن کیا ہے۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٥﴾

بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے۔

ہواؤں کی اقسام:

۱،۲،۳،۴،۵،۶ : وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ○ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ○ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ○ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ○ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ○ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا (قسم ہے ان ہواؤں کی جو نفع پہنچانے کیلئے بھیجی جاتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی جو تندی سے چلتی ہیں۔ اور ان ہواؤں کی جو بادلوں کو پھیلاتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی جو بادلوں کو متفرق کر دیتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی جو اللہ کی یاد یعنی توبہ کا یا ڈرانے کا القاء کرتی ہیں۔) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ان جماعتوں کی قسم اٹھائی ہے جن کو مختلف کاموں پر بھیجتے ہیں۔ پس وہ احکام کی تعمیل میں تیزی سے چلتے ہیں اور ان فرشتوں کی جماعتوں کی قسم جو اپنے پروں کو اس وقت پھیلاتے ہیں جب وہ وحی لے کر اترتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے احکامات کو زمین میں پھیلاتے ہیں۔ یا کفر و جہالت سے مرے ہوئے نفوس کو وحی کے ذریعہ وہ زندہ

کرتے ہیں۔پس وہ فرشتوں کی جماعتیں حق و باطل میں جدائی کرتی ہیں۔پس انبیاء علیہم السلام کی طرف نصیحت کا القاء کرتی ہیں تاکہ حق پرستوں کیلئے عذر کا باعث ہو اور باطل پرستوں کیلئے ڈراوے کا ذریعہ بنے۔

نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہواؤں کی قسم اٹھائی جن سے اقوام کو عذاب دیا۔پس ان کو بھیجا پس وہ چلیں بہت تیز۔اور ان ہواؤں کی جو فضاء میں بادلوں کو پھیلاتی ہیں۔پھر جدا جدا کرتی ہیں۔جیسا کہ اس ارشاد میں ویجعله کسفا [الروم:۴۸] پس وہ ذکر کا القاء کرتی ہیں۔خواہ ان لوگوں کے عذر کیلئے جو توبہ کرکے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معذرت چاہتے ہیں۔اور استغفار کے ذریعہ معذرت کرتے ہیں جب وہ بادلوں میں اللہ تعالیٰ کا انعام دیکھتے ہیں۔اور اس کا شکر یہ ادا کرتے ہیں۔یا ان لوگوں کو ڈرانے کیلئے جو ناشکرے ہیں اور بارش کی نسبت ستاروں کی طرف کرتے ہیں۔ان ہواؤں کو ملقیات ذکرا اس لئے کہا کہ وہ ذریعہ ہیں۔عرفًا

نحو : یہ حال ہے ای متتابعۃ پے در پے جیسے گھوڑے کی گردن کے بال جو ایک دوسرے کے پیچھے ہوتے ہیں۔نمبر۲۔ یہ مفعول لہ ہے۔وہ ہوائیں احسان و بھلائی کی خاطر بھیجی جاتی ہیں۔

عصفًا و نشرا نحو : یہ دونوں مصدر ہیں۔مفعول مطلق ہیں۔

قراءت : اونذرا ابو عمرو، کوفی سوائے ابوبکر اور حماد کے بلا تنوین پڑھا ہے۔العذر والنذر۔ یہ دونوں مصدر ہیں۔عذر الاساءۃ جب وہ برائی کو مٹائے اور انذر سے نذر ہے۔جب کہ وہ ڈرائے یہ فُعل کے وزن پر ہے جیسے کفر، شکر یہ دونوں ذکرًا سے بدلیت کی بناء پر منصوب ہیں۔یا مفعول لہ ہونے کی وجہ سے۔

۷ : اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ (کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے) یعنی قیامت کا دن جس کی آمد کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔لَوَاقِعٌ (وہ ضرور ہونے والی ہے) اترنے والی ہے۔اس کی آمد میں کوئی شبہ نہیں۔

نحو : یہ جواب قسم ہے یہاں تک وقف نہیں ہے کیونکہ جواب قسم سے متصل ہوتا ہے۔

منظر قیامت :

۸ : فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ (پس جب ستارے بے نور ہو جائیں گے) مٹا دیئے جائیں گے۔یا ان کی روشنی جاتی رہے گی۔

نحو : فاذا کا جواب محذوف ہے اور اس میں عامل اس کا جواب ہے۔اور وہ فعل کا واقع ہونا وغیرہ ہے اور النجوم یہ اس فعل کا فاعل ہے۔جس کی تفسیر طمست کر رہا ہے۔

۹ : وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ (اور جب آسمان پھٹ جائے گا) کھول دیا جائے گا پس وہ دروازے دروازے نظر آئے گا۔

۱۰ : وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ (اور جب پہاڑ اڑتے پھریں گے) ان کو ان کے مقامات سے اکھاڑ دیا جائیگا۔

۱۱ : وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ (اور جب پیغمبر وقت معین پر جمع کیے جائیں گے) اقتت اصل میں وقتت ہے جیسا کہ ابو عمرو کی قراءت میں ہے واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا گیا۔توقیت رسل کا مطلب اس وقت کا واضح کر دینا جس میں ان کو شہادت کیلئے حاضر ہونا ہے تاکہ وہ اپنی امتوں کے متعلق گواہی دیں۔

۱۲ :لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ (کس دن کیلئے پیغمبروں کا معاملہ ملتوی رکھا گیا ہے) مؤخر کیا گیا اور مہلت دے دی گئی۔ اس میں اس دن کی عظمت کو بتلایا اور اس کی ہولناکی پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔ جیسا کہ وقت میں کوئی وقت ٹھہرالیا جاتا ہے۔

۱۳ :لِیَوْمِ الْفَصْلِ (فیصلہ کے دن کیلئے) یہ یوم مؤجل کا بیان ہے۔ وہ دن ہے جس میں مخلوقات کا باہمی فیصلہ ہوگا۔

فیصلے کا دن:

۱۴ :وَمَآ اَدْرٰكَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ (اور آپ کو معلوم ہے کہ وہ فیصلہ کا دن کیا کچھ ہے) اس میں پھر تعجب کا اظہار کیا گیا اور اس کے معاملے کی بڑائی کو ظاہر کیا گیا۔

۱۵ :وَیْلٌ (بڑی خرابی ہے)

نحو: نکرہ ہونے کے باوجود مبتدأ ہے کیونکہ اصل کے اعتبار سے مصدر منصوب ہے۔ جواپنے فعل کے قائم مقام آ گیا۔ لیکن نصب سے رفع کی طرف عدول کیا گیا۔ کیونکہ ہلاکت کے دوام وثبات کو ظاہر کرتا ہے جس کے لئے یہ بددعا کی جائے۔ اور اس کی مثال سلامٌ علیکم [القصص:۵۵] اس کی خبر للمکذبین ہے۔

یَوْمَئِذٍ (اس دن) نحو: یہ اس کا ظرف ہے۔ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ (جھٹلانے والوں کیلئے) جو اس دن کو جھٹلاتے ہیں۔

نحو: یہ ویلٌ کی خبر ہے۔

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٧﴾ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿١٨﴾

کیا ہم نے اگلے لوگوں کو ہلاک نہیں کیا پھر پچھلے لوگوں کو ان ہی کے ساتھ کر دیں گے ہم مجرمین کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں'

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٩﴾ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿٢٠﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ

اس روز حق جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی کیا ہم نے تمہیں ذلیل پانی سے نہیں پیدا کیا سو ہم نے اسے ٹھہرانے کی محفوظ

مَّكِيْنٍ ﴿٢١﴾ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٢٢﴾ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

جگہ میں ایک وقت مقرر تک رکھا' سو ہم نے ایک اندازہ ٹھہرا دیا سو ہم کیسے اچھے اندازہ ٹھہرانے والے ہیں' اس دن بڑی خرابی ہے

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٤﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿٢٥﴾ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿٢٦﴾ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا

جھٹلانے والوں کے لئے' کیا ہم نے زمین زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والی نہیں بنائی اور ہم نے اس میں اونچے اونچے

رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿٢٧﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٨﴾

پہاڑ بنا دیئے اور ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا' اس روز بڑی خرابی ہے جھٹلانے والوں کے لئے۔

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿٣٠﴾

تم اس کی طرف چلو جس کو جھٹلایا کرتے تھے' ایک سائبان کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں

جھٹلانے والوں کی ہلاکت:

۱۶: اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ (کیا ہم اگلے لوگوں کو ہلاک نہیں کر چکے) جھٹلانے والی اقوام جو گزشتہ زمانوں میں ہوئیں۔

۱۷: ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ (پھر پچھلوں کو بھی ان کے ساتھ ساتھ کر دیں گے) یہ وقف کے بعد جملہ مستانفہ ہے۔ یہ اہل مکہ کے نام وعید ہے کہ پھر ہم ان جیسے پچھلوں سے بھی وہی سلوک کریں گے جو پہلوں کے ساتھ کیا کیونکہ انہوں نے اسی طرح تکذیب کی جیسا انہوں نے کی۔

۱۸: كَذٰلِكَ (اسی طرح) اس جیسا سخت معاملہ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ (ہم مجرمین کے ساتھ کیا کرتے ہیں)۔ ہر اس شخص سے جو جرم کرے۔

۱۹: وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی) اس کے سبب جو ہم نے وعدہ کیا ہے۔

۲۰: اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ (کیا ہم نے تم کو ایک بے قدر پانی سے نہیں بنایا) مھین حقیر اور وہ نطفہ ہے۔

۲۱ : فَجَعَلْنٰهُ (پھر ہم نے اس کو رکھا) یعنی پانی کو فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ (ایک محفوظ جگہ میں) مقرر وہ جگہ جہاں کوئی چیز ٹھہرے۔ اور وہ رحم ہے۔

۲۲ : اِلٰی قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (ایک وقت مقررہ تک)

نحو : یہ محلاً حال ہے۔ اس کو وقت کی ایک مقدار تک مؤخر کیا۔ معلوم اللہ تعالیٰ کو وہ معلوم ہے اور اسی نے ہی فیصلہ فرمایا ہے۔ اور وہ نو ماہ یا اس سے اوپر یا اس سے کم۔

۲۳ : فَقَدَرْنَا (غرض ہم نے ایک اندازہ ٹھہرایا) پس ہم نے اس کا ایک اندازہ کیا۔ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ (پس ہم کیسے اچھے اندازہ کرنے والے ہیں) پس ہم اس کا خوب اندازہ کرنے والے ہیں۔ نمبر۲۔ پس ہم اس پر قدرت رکھتے ہیں پس ہم اس پر کیا خوب قدرت رکھنے والے ہیں۔ فَقَدَّرنا۔ پہلی تشدید والی قرءات نافع و علی کے زیادہ مناسب ہے۔ اور اس قول باری تعالیٰ کی وجہ سے بھی من نطفة خلقهٗ فقدرهٗ [عبس:۱۹]

۲۴ : وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ (جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی) جو جھٹلاتے ہیں فطرت کے انعامات کو۔

۲۵ : اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا (کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا) کِفات۔ یہ کَفَت الشئی سے لیا گیا۔ جب اس کو ملائے اور جمع کرے یہ اسم ہے اس چیز کیلئے بولا جاتا ہے جو کفایت کرے سمیٹے۔ جیسا کہ عرب کا قول الضمام اس کو بولتے ہیں جو ملائے اور اس کی وجہ سے احیاءً و امواتًا منصوب ہے۔ گویا کلام اس طرح ہے کافتة احیاء و امواتًا۔ وہ زمین مردوں اور زندوں کو سمیٹنے والی ہے۔ نمبر۲۔ اس کا فعل محذوف ہے اور کفاتًا اس پر دلالت کرتا ہے اور وہ تکفت ہے کلام اس طرح ہے: تکفت احیاءً علی ظهرها و امواتا فی بطنها۔ زمین نے زندوں کو پشت پر سمیٹ رکھا ہے اور مردوں کو اپنے بطن میں۔

۲۶ : اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا (زندوں اور مردوں کو) ان کی تنوین تفخیم کے لئے ہے کلام اس طرح ہے: تکفت احیاء لا یعدون و امواتا لایحصرون۔ وہ لاتعداد زندوں اور مردوں کو سمیٹتی ہے۔

۲۷ : وَّجَعَلْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ (اور ہم نے اس میں پہاڑ بنائے گڑے رہنے والے پہاڑ)۔ شٰمِخٰتٍ (بلند) وَّاَسْقَیْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا (ہم نے تم کو میٹھا پانی پلایا)

۲۸ : وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ (جھٹلانے والوں کیلئے اس روز بڑی خرابی ہے) جو ان نعمتوں کو جھٹلاتے ہیں۔

۲۹ : اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰی مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ (تم اس عذاب کی طرف چلو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے) یعنی کفار کو قیامت کے دن کہا جائے گا تم اس آگ کی طرف چلو جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

۳۰ : اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰی ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ (ایک سائبان کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں) انطلقوا کو تاکید کیلئے دوبارہ لائے۔ ظل سے مراد جہنم کا دھواں ہے۔ ثلاث شعب وہ کئی شاخوں میں بٹا ہوگا جن میں تین بڑی ہونگی۔ اور اسی طرح بڑا دھواں تین بڑے حصوں میں تقسیم ہو جائے گا۔

لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِىْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ اِنَّهَا تَرْمِىْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾

جس میں نہ سایہ ہے اور نہ وہ گرمی سے بچاتا ہے' وہ انگارے پھینکے گا۔ جیسے بڑے بڑے محل' جیسے کالے کالے اونٹ بڑی خرابی ہے

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۴﴾ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾

اس دن جھٹلانے والوں کے لئے یہ وہ دن ہو گا جس میں بول نہ سکیں گے اور انہیں اجازت نہ دی جائے گی کہ عذر کر سکیں'

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۷﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾

بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے یہ فیصلہ کا دن ہے ہم نے تمہیں اور اگلے لوگوں کو جمع کیا ہے'

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿۳۹﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۰﴾

سو اگر تمہارے پاس کوئی تدبیر ہے تو میرے مقابلے میں اس تدبیر کو استعمال کر لو' بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۱﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا

بلاشبہ پرہیز گار لوگ سایوں میں اور چشموں میں اور ایسے میووں میں ہوں گے جن کی اشتہاء ہو گی' کھاؤ اور پیو

هَنِيْٓئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

مبارک طور پر ان اعمال کے عوض جو تم کرتے تھے' بلاشبہ ہم اسی طرح اچھے کام کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں' بڑی خرابی ہے اس دن

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

جھٹلانے والوں کے لئے کھاؤ اور برت لو تھوڑے سے دن بے شک تم مجرم ہو۔ بڑی خرابی ہے اس دن

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾

جھٹلانے والوں کے لئے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جھکو تو نہیں جھکتے بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے

فَبِاَىِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾

سو قرآن کے بعد کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔

۳۱ : لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِىْ مِنَ اللَّهَبِ (جس میں نہ سایہ ہے اور نہ وہ گرمی سے بچاتا ہے) ظلیل یہ ظل کی صفت ہے۔ مطلب یہ ہے وہ اس دن کی گرمی اور آگ کی حرارت سے سایہ دینے والے نہ ہوگا۔ ولا یغنی یہ محل جر میں واقع ہے۔ ای و غیر مغن عنھم وہ ان کو فائدہ دینے والا نہ ہوگا۔ من اللھب یعنی من حر اللھب بھڑک کی حرارت سے وہ ذرہ بھر کام نہ دے گا۔

محل جیسی چنگاری:

۳۲ :اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ (وہ انگارے برسائے گا جیسے بڑے بڑے محل) انہا یعنی وہ آگ الشرر آگ سے اڑنے والی چنگاریاں کالقصر محل کی طرح بڑی بڑی ہونگی۔ایک قول یہ ہے گھنے درخت اس کا واحد قَصْرَةٌ ہے۔

۳۳ :كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ (جیسے کالے کالے اونٹ)

قراءت: کوفیوں نے سوائے ابوبکر کے جِمَالَةٌ پڑھا ہے۔جمع جَمَلٍ کی ہے دیگر قراء نے جِمَالَاتٌ پڑھا جو کہ جمع الجمع ہے۔صفر جمع اصفر یعنی ایسا سیاہ جو زردی کی طرف مائل ہو۔ان انگاروں کو محلات سے تشبیہ دی کہ محلات جیسے بلند اور بڑے ہوتے ہیں اسی طرح وہ انگارے بڑے بڑے اور اونچے ہونگے۔اور اونٹوں سے تشبیہ لمبائی' بڑائی اور رنگت میں دی۔

۳۴ :وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس دن جھٹلانے والوں کیلئے بڑی خرابی ہے) بڑی خرابی اس لئے ہے کیونکہ وہ ان صفات سے متصف ہوگی۔

۳۵ :هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ (یہ وہ دن ہوگا جس دن وہ بول نہ سکیں گے) یوم کو نصب سے پڑھا گیا ہے۔کلام اس طرح ہے۔ھذا الذی قص علیکم واقع یومئذٍ۔یہ جو تم پر بیان ہوا وہ اس دن پڑنے والا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

آپ سے اس آیت اور ثم انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون [الزمر:۳۱] کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا اس دن کئی مواقف و مواقع ہیں۔بعض میں وہ جھگڑیں گے اور بعض مواقع میں بات تک نہ کریں گے۔نمبر۲۔لا ینطقون ما ینفعھم ایسی بات نہ کریں گے جو ان کو مفید ہو۔ان کی بات کو عدم نطق سے تعبیر کیا۔(کیونکہ وہ بات نہ بات کرنے جیسے ہوگی)

۳۶ :وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ (اور نہ انکو اجازت ہوگی۔پس عذر بھی نہ کر سکیں گے) فیعتذرون کا عطف یوذن پر ہے۔اور یہ بھی نفی کی لڑی میں پرویا ہوا ہے۔تقدیر کلام یہ ہے۔لا یکون لھم اذن و لا اعتذار۔نہ ان کو اجازت اور نہ معذرت کرنا ہوگی۔

۳۷ :وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس دن جھٹلانے والوں کیلئے بڑی خرابی ہوگی) جو کہ اس دن کو جھٹلانے والے ہیں۔

فیصلے اور جمع کا دن:

۳۸ :هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ (یہ فیصلے کا دن ہے) اس میں حق پرست اور باطل پرست میں فیصلہ کیا جائے گا۔اسی طرح محسن، بدسلوکی والے کو بدلہ دیا جائے گا۔جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ (ہم نے تم کو اور اگلوں کو جمع کر لیا) کُم سے مراد وہ مخاطبین جو آپ کی تکذیب کرنے والے تھے۔الاولین سے مراد وہ جو آپ سے پہلے تکذیب والی اقوام ہو گزریں۔

۳۹ :فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ (اگر تمہارے پاس کوئی تدبیر ہے تو مجھ پر چلالو) کید عذاب کو دور کرنے کا حیلہ، فکیدون وہ حیلہ مجھ پر چلا دیکھو تا کہ تم عذاب سے چھوٹ جاؤ۔کید کا لفظ متعدی ہے تم کہتے ہو۔کدت فلانا جب تم اس پر اپنا حیلہ

استعمال کرو۔

۴۰ : وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس دن بڑی خرابی ہے ان لوگوں کیلئے جو تکذیب کرنے والے ہیں) بعث بعد الموت کی۔

متقین کے انعامات :

۴۱ : اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ (پرہیزگار لوگ سایوں اور چشموں میں ہونگے) المتقین سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے والے ہیں۔ ظلال جمع ظل کی ہے۔ عیون جمع عین وہ چشمے جو جنت میں جاری ہونگے۔

۴۲ : وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ (اور میوے جوان کو مرغوب ہونگے) یعنی لذیذ اور پسندیدہ۔

۴۳ : كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (تم کھاؤ پیو خوب مزے سے اپنے اعمال کے بدلے) کلوا واشربوا یہ موضع حال میں واقع ہے۔ اور اس کا ذوالحال متقین کی ضمیر ہے جو اس ظرف میں واقع ہے جو فی ظلال میں ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے ہم مستقرون فی ظلال مقولا لھم ذلك۔ وہ سایوں میں قرار پکڑنے والے ہونگے اور ان کو یہ کہا جائے گا کلوا واشربوا بما کنتم تعملون جو تم دنیا میں عمل کرتے رہے۔

۴۴ : اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں) پس تم بھی نیکیاں کرو تا کہ تمہیں یہ بدلہ ملے۔

۴۵ : وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس دن بڑی خرابی ہے جھٹلانے والوں کے لئے) جو جنت کو جھٹلاتے ہیں۔

۴۶ : كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ (تم تھوڑے دن اور کھالو۔ برت لو۔ تم بیشک مجرم ہو) یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اس میں مجرمین کو بطور تہدید دنیا میں مخاطب کیا گیا۔ جیسا دوسری آیت میں اعملوا ماشئتم [فصلت: ۴۰] قلیلا دنیا کا سامان جتنا بھی ہو قلیل ہے۔ مجرمون کفر کرنے والے ہو۔ یعنی ہر مجرم کھاتا اور نفع اٹھاتا ہے۔ یہ دنیا کے دن انتہائی قلیل ہیں۔ پھر وہ ہمیشہ کی ہلاکت میں پڑ جاتا ہے۔

۴۷ : وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس دن بڑی خرابی ہے۔ جھٹلانے والوں کی) جو منعم کو جھٹلاتے ہیں۔

۴۸ : وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا (جب ان سے کہا جاتا ہے جھکو تم) اللہ تعالیٰ کیلئے خشوع اختیار کرو۔ اور اسکی وحی کو قبول کر کے تواضع اختیار کرو اور اسکے دین کی اتباع کرو اور یہ تکبر چھوڑ دو۔ لَا يَرْكَعُوْنَ (تو نہیں جھکتے) وہ خشوع اختیار نہیں کرتے اور نہ اسکو قبول کرتے ہیں اور اپنے تکبر پر مصر ہیں۔ یا اذا قیل لھم صلوا لایصلون جب انکو نماز پڑھنے کیلئے کہا جاتا تو وہ نماز نہیں پڑھتے۔

۴۹ : وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی) جو اللہ تعالیٰ کے امرونہی کی تکذیب کرنے والے ہیں۔

۵۰ : فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ (تو پھر اس کے بعد اور کونسی بات پر ایمان لاویں گے)۔ بعدہ یعنی قرآن کے بعد۔ یؤمنون اگر وہ قرآن پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ وہ بصارت افروز نشانی اور کھلا معجزہ ہے۔ آسمانی کتابوں میں سے اس کا معجزہ ہونا ظاہر ہے۔ پس اس کتاب کے بعد اور کس کتاب پر وہ ایمان لائیں گے۔

تمت سورۃ المرسلات بعون اللّٰہ تعالیٰ

سُوْرَةُ النَّبَا مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً فِيْهِمْ رُكُوْعَانِ

سورۃ النبا مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چالیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ① عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ② الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ③

یہ لوگ کس چیز کے بارے میں دریافت کرتے ہیں' بڑی خبر کے بارے میں جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں

كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ④ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ⑤ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ⑥ وَّالْجِبَالَ

خبردار وہ عنقریب جان لیں گے پھر خبردار وہ عنقریب جان لیں گے کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو

اَوْتَادًا ⑦ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ⑧ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ⑨ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ⑩

میخیں نہیں بنایا' اور ہم نے تمہیں جوڑے پیدا کیا ہے اور تمہاری نیند کو ہم نے آرام کی چیز بنایا اور رات کو لباس بنایا'

وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ⑪ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ⑫ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا

اور دن کو روزی کمانے کا وقت بتایا' اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے' اور ہم نے بنا دیا ایک روشن

وَّهَّاجًا ⑬ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ⑭ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ⑮

چراغ' اور ہم نے اتار دیا پانی سے بھرے ہوئے بادلوں سے خوب بہنے والا پانی تاکہ ہم اس کے ذریعہ دانے اور سبزی

وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ⑯ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ⑰ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ

اور گنجان باغ نکالیں۔ بلاشبہ فیصلوں کا دن مقرر ہے جس دن صور پھونکا جائے گا

اَفْوَاجًا ⑱ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ⑲ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ⑳

سو تم لوگ فوج در فوج آجاؤ گے' اور آسمان کھول دیا جائے گا سو وہ دروازے ہی دروازے ہو جائے گا' اور پہاڑ چلا دیئے جائیں گے سو وہ ریت ہو جائیں گے۔

۱: عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ (یہ لوگ کس چیز کا حال دریافت کرتے ہیں) عَمَّ کی اصل عن، ماتھی اور اس طرح بھی پڑھا گیا ہے پھر نون کو میم میں ادغام کر دیا تو عَمَّا ہو گیا اور اس طرح بھی پڑھا گیا پھر الف بطور تخفیف حذف کر دیا گیا۔ اور حذف کی وجہ استفہام میں

کثرت سے استعمال ہے اور زیادہ استعمال اسی کا ہے یہ استفہام اس چیز کی تفخیم اور ہولناکی کو ظاہر کرنے کیلئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز پوشیدہ اور چھپی ہوئی نہیں ہے۔ یَتَسَآءَلُوْنَ (وہ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں)۔ نمبر۲۔ وہ دوسروں سے پوچھتے ہیں۔ اہل مکہ ایمان والوں سے استہزاءً پوچھتے اور آپس میں بھی اس کے متعلق بات کرتے رہتے تھے۔

۲ :عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ (وہ بڑی خبر کے متعلق ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں) اس میں قیامت کی عظمت کی وضاحت ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے عم یتساء لون ، یتساء لون عن النبأ العظیم وہ کس چیز کے متعلق پوچھتے ہیں ایک عظیم الشان خبر کے متعلق باہمی گفت وشنید کرتے ہیں۔

مؤمن مشیت کے لئے اور کافر استہزاء کے لئے:

۳ :الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ (جس میں یہ لوگ اختلاف کررہے ہیں) پس بعض ان میں سے قطعی انکار کرنے والے تھے۔ جبکہ بعض دوسرے شک کرتے تھے۔ ایک اور قول ہے کہ ھم کی ضمیر مسلمانوں اور کفار دونوں کی طرف راجع ہے۔ اور تمام ہی قیامت کے متعلق پوچھتے رہتے تھے۔ مسلمان تو اس لئے پوچھتے تاکہ خشیت میں اضافہ ہو اور کافر اس لئے پوچھتے تاکہ استہزاء کرسکیں۔

۴ :كَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ (ہرگز ایسا نہیں ان کو بھی معلوم ہوا جاتا ہے) کلا یہ اختلاف پر ردع کیلئے ہے۔ نمبر۲۔ استہزاء کے طور پر سوال قیامت پر ردع ہے۔ سَیَعْلَمُوْنَ اس میں کفار کیلئے وعید ہے کہ عنقریب ان کو آنکھوں دیکھ کر حال معلوم ہوجائے گا کہ جس کے متعلق وہ مذاق اڑانے کیلئے سوال کرتے تھے وہ برحق ہے (گویا یہ وعید قبر ہے کہ ان کو قبر میں معلوم ہوجائے گا)

۵ :ثُمَّ كَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ (پھر ہرگز ایسا نہیں ان کو بھی معلوم ہوا جاتا ہے) اس میں ان کو دوبارہ دھمکی دی گئی۔ ثُمَّ بتارہا ہے۔ کہ دوسری وعید پہلی سے بلیغ تر ہے اور پہلی وعید سے زیادہ سخت ہے (قبر سے قیامت سخت تر ہے)

ایجادات باری تعالیٰ:

۶ :اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا (کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا) (یہ استفہام انکاری ہے) جب کفار نے بعث کا انکار کیا تو ان کو مخاطب کر کے فرمایا کیا بعث کی نسبت جس کی طرف کی جارہی ہے اس نے یہ عجیب مخلوقات پیدا نہیں فرمائیں؟ جب جواب ہاں میں ہے تو تم اس کی بعث بعد الموت پر قدرت کو کیوں نہیں مانتے حالانکہ وہ ایجاد بھی ان ایجادات سے چنداں مختلف نہیں) یا ان کو اس طرح کہا جارہا ہے کہ تم بتلاؤ اس نے یہ ساری اشیاء کیوں بنائیں؟ حکیم کوئی فعل فضول کرتا ہی نہیں بعث کا انکار کرنے سے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ اس نے جو کچھ کیا وہ بلا مقصد کیا؟ مِهٰدًا (فرش) جس کو ہم نے بچھا دیا یہاں تک کہ تم اس پر رہائش پذیر ہو۔

۷ :وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا (اور پہاڑوں کو میخیں) زمین کیلئے تاکہ زمین میں ارتعاشی جنبش نہ ہو۔ لِئَلَّا تَمِیْدَ بِكُمْ۔

۸ :وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا (اور ہم نے ہی تم کو جوڑا بنایا) یعنی مذکر و مؤنث (نر، مادہ)

۹ :وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا (اور ہم ہی نے تمہارے سونے کو راحت کی چیز بنایا) سباتاً تمہارے اعمال کو قطع کردینے والی اور

تمہارے ابدان کیلئے راحت بنایا۔السبت قطع کرنا۔

۱۰ : وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا (اور ہم ہی نے رات کو پردہ کی چیز بنایا) ایسا پردہ جو تمہیں لوگوں کی آنکھوں سے اس وقت چھپا لیتا ہے جب تم لوگوں کو اطلاع دیئے بغیر کوئی کام کرنا چاہتے ہو۔

۱۱ : وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا (اور ہم ہی نے دن کو معاش کا وقت بنایا) تم اپنی ضروریات اور کاروبار میں دن کے دوران آتے جاتے ہو۔

۱۲ : وَّ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا (ہم ہی نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے) سبع یعنی سات آسمان ،شداداً جمع شدیدۃ کی ہے۔مضبوط وطاقتور جس میں مرورِ زمانہ کا اثر نہیں۔نمبر۲۔موٹے کہ ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے۔

۱۳ : وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا (اور ہم ہی نے ایک روشن چراغ بنایا) روشن بھڑ کنے والا یعنی سورج روشنی اور حرارت ہر دو کا جامع ہے۔وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ (اور ہم ہی نے بھرے بادلوں سے برسایا) السحائب اذا اعصرت یعنی بادل اس کے لئے تیار ہوں کہ ہوائیں ان کو نچوڑ کر بارش برسائیں اور اسی سے اہل عرب کہتے ہیں اعصرت الجاریۃ جبکہ وہ حیض کی عمر کے قریب ہو جائے ۔نمبر۲۔ہوائیں مراد ہیں وہ بادلوں کو بناتی اور ان سے بارش نکالتی ہیں جیسے اونٹنی کا دودھ دوہا جاتا ہے۔پس یہ درست ہے کہ ان کو بارش اتارنے کا مبدأ قرار دیا جائے اور یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہواؤں کو اٹھاتے ہیں ۔پھر وہ آسمان پانی اٹھا کر بادلوں میں منتقل کرتی ہیں ۔مَآءً ثَجَّاجًا (کثرت سے پانی) ثجاجًا کثرت سے بہنے والا۔

۱۵ : لِّنُخْرِجَ بِهٖ (تا کہ ہم پیدا کریں اس سے) یعنی پانی کے ذریعہ سے حَبًّا (غلہ) گندم، جو، وَّنَبَاتًا (اور سبزی) یعنی سبزہ گھاس وَّجَنّٰتٍ (اور باغات) اَلْفَافًا (گنجان) یعنی جن کے درخت باہمی لپٹے ہوئے ہیں ۔اس کا واحد لِفٌّ ہے۔جیسا جذع واجذاع یا لفیفٌ جیسا شَرِیْفٌ واشراف یا اس کا کوئی واحد نہیں جیسا اوزاع نمبر۴۔یہ جمع الجمع ہے یہ جمع لُفٌّ و لُفٌّ جمع لَفَّآءُ گنجان درخت، لپٹا ہوا درخت

قراءت :الم نجعل سے الفافًا تک وقف نہیں ہے اور اوتادًا پر اور معاشا پر وقف ضروری ہے۔

ثواب وعقاب کے لئے میعاد:

۱۶ : اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ (بیشک فیصلے کا دن) یعنی محسن ،مسیئی اور باطل پرست اور حق پرست کے مابین۔ كَانَ مِيْقَاتًا (ایک معین وقت ہے) مقررہ میعاد ہے۔اور جزاء ملنے کیلئے طے شدہ انتہاء ہے۔نمبر۲۔ثواب وعقاب کے لئے میعاد ہے۔

صور پھونکنا اور کائنات کا حال:

۱۷ : يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ (یعنی اس دن صور پھونکا جائے گا)

إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطَّاغِينَ مَآبًا ﴿٢٢﴾ لَّابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَا

بلاشبہ جہنم ایک گھات کی جگہ ہے' سرکشوں کا ٹھکانہ ہے جس میں وہ بہت زیادہ عرصہ ہائے دراز تک رہیں گے اس میں

يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَآءً وِفَاقًا ﴿٢٦﴾

نہ ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ پینے کی کوئی چیز' سوائے گرم پانی کے اور پیپ کے یہ بدلہ ہوگا ان کے اعمال کے موافق'

إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ

بلاشبہ وہ حساب کا خیال نہیں رکھتے تھے اور انہوں نے ہماری آیات کو دلیری کے ساتھ جھٹلایا اور ہم نے ہر چیز کو

أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ﴿٢٩﴾ فَذُوقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿٣١﴾

کتاب میں پوری طرح سے لکھ دیا ہے' سوتم چکھ لو' سو ہم تمہارے لئے عذاب کو بڑھاتے ہی رہیں گے۔ بلاشبہ متقیوں کے لئے کامیابی ہے'

نحو: یہ یوم الفصل کا بدل ہے۔ نمبر۲۔ عطف بیان ہے۔ فی الصور یعنی قرن میں۔

فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا (پھر تم لوگ گروہ گروہ ہو کر آؤ گے)

نحو: افواجًا یہ حال ہے یعنی مختلف جماعتوں میں یا امتوں میں تقسیم ہو کر آؤ گے ہر امت اپنے رسول کے ساتھ ہوگی۔

۱۹: وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ (اور آسمان کھل جائے گا)

قراءت: کوفی قراء نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان فرشتوں کے اترنے کیلئے پھٹ جائے گا۔

فَكَانَتْ أَبْوَابًا (پھر اس میں دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے) پس وہ دروازوں، راستوں اور پھٹے ہوئے مقامات پر مشتمل ہوگا جبکہ آج اس میں کوئی پھٹا ہوا مقام نہیں۔

۲۰: وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ (اور پہاڑ ہٹا دیے جائیں گے) یعنی سطح زمین سے فَكَانَتْ سَرَابًا (پس وہ ریت کی طرح ہو جائیں گے)

جہنم مؤمن کی راہ گزر کفار کا مستقر:

۲۱: إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا (بیشک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے) مرصادًا ایسا راستہ جس پر مخلوق کا گزر ہوگا۔ پس مؤمن اس پر چلے گا اور کافر اس میں داخل ہوگا۔

ایک قول یہ ہے المرصاد۔ وہ سرحد جس پر چوکی قائم کی جاتی ہے۔ یعنی وہ سرکشوں کی ایسی سرحد ہے جس پر وہ عذاب کے منتظر ہونگے۔ اور وہ ان کا ٹھکانہ بنے گی۔ نمبر۲۔ وہ اہل جنت کیلئے سرحد ہے جس پر فرشتے کھڑے ہو کر مؤمنوں کا استقبال کریں گے کیونکہ انہوں نے اس پر سے گزر کر جانا ہے۔

۲۲ : لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا (سرکشوں کا ٹھکانہ ہے) یعنی وہ کافروں کیلئے لوٹنے کی جگہ اور ٹھکانہ ہے۔

۲۳ : لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا (جس میں وہ بے انتہاء زمانوں تک رہیں گے) لٰبثین کا معنی ٹھہرنے والے ہونگے۔ نحو : طاغین کی ضمیر سے لٰبثین حال ہے۔

قراءت : حمزہ نے لَبِثِيْن پڑھا ہے۔ اللبث زیادہ قوی ہے کیونکہ لابث اسی شخص کو کہتے ہیں جس سے ٹھہرنا پایا جائے خواہ اقل قلیل کیوں نہ ہو۔ اور اللّبث اس کو کہتے ہیں جس کی شان یہ ہو کہ وہ مکان میں ٹھہرے اور قیام کرے۔ فِيْهَآ سے جہنم میں ٹھہرنا مراد ہے۔ احقابا یہ جمع حقب کی ہے اور اس کا معنی ہے ص زمانہ۔ اس سے کوئی عدد خاص مراد نہیں بلکہ ہمیشگی مراد ہے۔ جب ایک حقب گزر جائے گا تو اس کے پیچھے دوسرا حقب غیر منتہی زمانے کیلئے شروع ہوگا۔ الحقب اور الحقبة کا استعمال کلام عرب میں پے در پے اور متواتر زمانوں کیلئے کیا جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ الحقب اسّی سال کا ہوتا ہے۔ بعض علماء سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے بیس سال کے بعد جواب دیا لٰبثین فیھا احقابا (کہ وہ اس میں زمانہ دراز تک رہیں گے)۔

احوالِ جہنم :

۲۴ : لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا (اس میں وہ نہ کسی ٹھنڈک کا مزا چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کا) یعنی وہ چکھنے والے نہ ہونگے۔

نحو : یہ لابثین کی ضمیر سے حال ہے۔

پس جب یہ احقاب ختم ہو جائیں گے جس میں ان کو ٹھنڈک اور مشروب سے روک دیا گیا۔ تو اور احقاب بدل دیئے جائیں گے جن میں دوسرا عذاب ہوگا۔ وہ ایسے احقاب ہیں کہ ان کے بعد ختم نہ ہونے والے احقاب ہونگے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ اس محاورہ سے ماخوذ ہے حقب عامُنا جبکہ بارش اور خیر و برکت کم ہو جائے اور حقبَ فلان جبکہ رزق اس سے خطاء کر جائے وہ حقب ہے اور اس کی جمع احقاب ہے۔

نحو : اور یہ بطور حال منصوب ہے۔ ای لا بثین فیھا حقبین۔

وَلَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا : وہ اس میں ٹھہرنے والے ہونگے اس حال میں کہ وہ رزق سے محروم ہونگے یعنی وہ اس میں ٹھنڈک اور مشروب چکھ تک نہیں سکیں گے یہ لا یذوقون اس کی تفسیر ہے۔ اور

۲۵ : اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا (سوائے گرم پانی اور پیپ کے) یہ استثناء منقطع ہے تقدیر کلام یہ ہے لایذوقون فی جھنم یا فی احقاب بردًا یعنی ایسی راحت جو ان سے آگ کی حرارت کو دور کر دے یا نیند اور اسی سے محاورہ ہے منع البردُ البردَ۔ سردی نے نیند کو روک دیا۔ و لا شرابًا اور نہ ایسا مشروب جو ان کی پیاس کو مٹا دے۔ لیکن وہ اس میں چکھیں گے گرم پانی جو اس قدر گرم ہوگا کہ جدھر سے گزرے گا جلا ڈالے گا۔ اور غسّاقًا یعنی جہنمیوں کے زخموں کی پیپ۔ ان کو پینے کیلئے دی جائیگی۔ قراءت : غسّاقا کوفی قراء نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے سوائے ابوبکر کے۔

۲۶ :جَزَآءً وِّ فَاقًا (یہ پورابدلہ ملے گا)اے جوزوا جزاء وفاقًا یعنی ان کو بدلہ دیا جائے گا جوان کے اعمال کے عین مناسب ہوگا۔جزاءً مصدر ہے اورصفت کے معنی میں مستعمل ہے۔نمبر۲۔ذاو فاقٍ موافقت والا۔پھر جملہ مستانفہ بطور تعلیل لائے فرمایا۔

۲۷ :اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا (وہ لوگ حساب کا اندیشہ نہ رکھتے تھے)یعنی اپنے متعلق ان کو اللہ تعالیٰ کے محاسبہ کا ڈر نہ تھا۔نمبر۲۔ان کا بعث پر ایمان ہی نہ تھا کہ وہ حساب کی امید رکھتے۔

۲۸ :وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا (اور ہماری آیتوں کو خوب جھٹلاتے تھے)کذابًا تکذیب کے معنی میں ہے اور فعال کا وزن تفعیل میں پایا جانا ظاہر ہے۔

۲۹ :وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا (اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر ضبط کر رکھا ہے)

نحو :کل شیٔ فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر احصینا کر رہا ہے۔کتاب یہاں مکتوبا کے معنی میں ہے یعنی لوح محفوظ میں لکھا ہے۔یا یہ مصدر ہے جو احصاءً کے معنی میں ہے۔نمبر۲۔یا احصینا یہ کتبنا کے معنی میں ہے۔کیونکہ احصاء عموماً کتابت کے ذریعہ ہوتا ہے۔یہ آیت جملہ معترضہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد فذوقوا حساب کے متعلق ان کے کفر اور آیات کی تکذیب کا مسبب ہے۔

۳۰ :فَذُوْقُوْا (پس تم مزہ چکھو)یعنی تم اپنی سزا چکھو!اور طریق التفات یہ شدت غضب کیلئے شاہد ہے۔فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا (پس تم مزہ چکھو کہ ہم تمہاری سزا ہی بڑھاتے چلے جائیں گے) حدیث میں وارد ہے اہل نار پر سب سے زیادہ سخت آیت قرآن مجید میں یہ آیت ہے۔(رواہ ابن ابی حاتم،بحوالہ حاشیہ کشاف)

متقین کی کامیابی:

۳۱ :اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا (اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کیلئے بیشک کامیابی ہے)مفازًا یہ الفوز سے مَفْعَلٌ کا وزن ہے مصدر بھی بن سکتا ہے۔اس کا مطلب ہر ناپسند سے نجات پانا اور ہر محبوب و پسند کو پالینا ہے اور مفازًا ظرف مکان بن سکتا ہے۔اس وقت مکان کامیابی یعنی جنت مراد ہے۔پھر اس کا بدل البعض اگلی آیت میں لائے۔

حَدَآئِقَ وَاَعۡنَابًا ﴿۳۲﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتۡرَابًا ﴿۳۳﴾ وَّكَاۡسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾ لَا يَسۡمَعُوۡنَ

باغ ہیں اور انگور ہیں' نوخیز ہم عمر بیویاں ہیں' اور لبالب بھرے ہوئے جام ہیں۔ وہ اس میں کوئی

فِيۡهَا لَغۡوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾ جَزَآءً مِّنۡ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ

لغو بات اور جھوٹ نہ سنیں گے' آپ کے رب کی طرف سے بدلہ دیا جائے گا جو بطور انعام کے ہوگا' کافی ہوگا جو رب ہے آسمانوں کا

وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا الرَّحۡمٰنِ لَا يَمۡلِكُوۡنَ مِنۡهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ يَوۡمَ يَقُوۡمُ

اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے' وہ رحمٰن ہے یہ لوگ اس سے بات نہ کرسکیں گے جس دن تمام ذی

الرُّوۡحُ وَالۡمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۖ لَّا يَتَكَلَّمُوۡنَ اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَهُ الرَّحۡمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾

ارواح اور فرشتے صف بنائے کھڑے ہوں گے' کوئی بھی نہ بول سکے گا مگر جس کو رحمٰن اجازت دے اور ٹھیک بات کہے'

ذٰلِكَ الۡيَوۡمُ الۡحَقُّ ۚ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّاۤ اَنۡذَرۡنٰكُمۡ عَذَابًا

یہ دن یقینی ہے' سو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف ٹھکانہ بنا لے' بلاشبہ ہم نے تمہیں عنقریب آجانے والے عذاب سے

قَرِيۡبًا ۖۚ يَّوۡمَ يَنۡظُرُ الۡمَرۡءُ مَا قَدَّمَتۡ يَدٰهُ وَيَقُوۡلُ الۡكٰفِرُ يٰلَيۡتَنِىۡ كُنۡتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾

ڈرایا ہے جس دن انسان ان اعمال کو دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے اور کافر کہے گا ہائے کاش میں مٹی ہوجاتا۔

حالاتِ جنت:

۳۲: حَدَآئِقَ وَاَعۡنَابًا (یعنی باغ اور انگور) ایسے باغات جس میں ہر قسم کے پھلدار درخت ہونگے۔ حدائق جمع حدیقۃ کی ہے۔ اعناب انگور کی بیلیں۔

نحو: اس کا عطف حدائق پر ہے۔ اور وہ مفازًا کا بدل البعض ہے۔

۳۳: وَّكَوَاعِبَ اَتۡرَابًا (اور نوخاستہ ہم عمر عورتیں) کواعب ابھرے پستان والی۔ اترابًا ہم عمر۔

۳۴: وَّكَاۡسًا دِهَاقًا (اور لبالب بھرے جام شراب) دھاقًا بھرے ہوئے۔

۳۵: لَا يَسۡمَعُوۡنَ فِيۡهَا لَغۡوًا وَّلَا كِذّٰبًا (وہاں نہ کوئی بیہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ) یعنی وہ جنت میں نہ سنیں گے۔ کوئی باطل بات اور نہ تکذیب۔

نحو: لایسمعون یہ انّ کی خبر کی ضمیر سے حال ہے۔ لغو: باطل بات۔ قراءت: کذابًا کسائی نے خفیف کے ساتھ پڑھا۔ اور

بمعنی مُکاذبۃً ہے یعنی وہ ایک دوسرے سے جھوٹ نہ بولیں گے۔ نمبر۲۔ اور وہ اس کو نہ جھٹلائے گا۔

۳۶: جَزَآءً مِّنۡ رَّبِّکَ عَطَآءً حِسَابًا (یہ بدلہ ملے گا جو کہ کافی انعام ہوگا۔ آپ کے رب کی طرف سے)

نحو: جزاءً یہ مصدر ہے تقدیر کلام یہ ہے جزاھم جزاءً۔ وہ ان کو جزاء دے گا جزاء دینا۔

عطاءً یہ مصدر ہے نمبر۲۔ جزاء کا بدل ہے۔ حساباً یہ صفت ہے اس کا معنی کافی یا ان کے اعمال کے حساب سے۔

۳۷: رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَہُمَا الرَّحۡمٰنِ (جو مالک ہے آسمان کا اور زمین کا اور ان چیزوں کا جو ان کے درمیان ہیں۔ رحمان ہے)

نحو: ابن عامر، عاصم نے ربِّ الرحمانِ کو کسرہ کے ساتھ پڑھا اور من ربک کا بدل قرار دیا۔ نمبر۲۔ جنہوں نے رفع دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ رَبُّ یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ ب۔ یہ مبتدأ اور اس کی خبر الرحمان ہے۔ ج۔ الرحمان اس کی صفت ہے۔ لَا یَمۡلِکُوۡنَ مِنۡہُ خِطَابًا (کسی کو اس کی طرف سے اختیار نہ ہوگا کہ عرض معروض کر سکے) یعنی اللہ تعالیٰ سے لا یملکون یہ خبر ہے۔ نمبر۲۔ یا یہ دونوں خبریں ہیں اور لا یملکون کی ضمیر اھل السمٰوٰت و الارض سب کی طرف راجع ہے اور منہٗ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے تقدیر کلام یہ ہے۔ لا یملکون الشفاعۃ من عذابہ تعالٰی الا باذنہٖ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے شفاعت کا ان کو اختیار نہ ہوگا۔ مگر اس کی اجازت سے۔ نمبر۲۔ لا یقدر احد ان یخاطبہ تعالٰی خوفًا اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اس سے کسی کو بات کی مجال نہ ہوگی۔

منظر محشر:

۳۸: یَوۡمَ یَقُوۡمُ (جس دن کھڑے ہونگے)

نحو: نمبر۱۔ اگر اس کو لا یملکون کا ظرف بنائیں۔ تو خطاباً پر وقف نہ ہوگا۔ نمبر۲۔ اگر لا یتکلمون کا ظرف بناؤ تو پھر وقف خطاباً پر کریں گے۔ الرُّوۡحُ (تمام ذی ارواح) جمہور کے نزدیک روح سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ ایک قول یہ ہے یہ ایک بہت بڑا فرشتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کے بعد اس سے بڑی مخلوق کوئی نہیں بنائی۔ وَالۡمَلٰٓئِکَۃُ صَفًّا (اور فرشتے صف بستہ)

نحو: صفًا یہ حال ہے۔ اے مصطفین لَّا یَتَکَلَّمُوۡنَ (کوئی بول نہ سکے گا) خوف کی وجہ سے اس جگہ مخلوق بول نہ سکے گی۔ اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَہُ الرَّحۡمٰنُ (بجز اس کے جس کو رحمان اجازت دے) یعنی کلام کرنے کی نمبر۲۔ شفاعت کی۔ وَقَالَ صَوَابًا (اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے) صواباً حق بات اس طور پر کہ مشفوع لہ نے دنیا میں لا الہ الا اللہ کہا۔ نمبر۲۔ اس کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی جو شفاعت کے سلسلہ میں درست بات کہے۔

۳۹: ذٰلِکَ الۡیَوۡمُ الۡحَقُّ (یہ یقینی دن ہے) اس کا وقوع ثابت ہے۔ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ مَاٰبًا (پس جس کا جی چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانہ بنا رکھے) مآباً اعمال صالحہ کے ساتھ لوٹنا۔

۴۰: اِنَّآ اَنْذَرْ نٰكُمْ (ہم نے تم کوڈرایا ہے) اے کافرو! عَذَابًا قَرِيْبًا (ایک نزدیک آنے والے عذاب سے) جو آخرت میں پیش آئے گا کیونکہ جو آنے والا ہے وہ قریب ہی ہے۔ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ (جس دن ہر شخص ان اعمال کو دیکھ لے گا) المرء سے کافر مراد ہے۔ جیسا کہ انا انذرنا کم عذابا قریبا اس پر دلالت کر رہا ہے۔ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ (جو اس نے اپنے ہاتھوں سے کیے ہونگے) برائیاں۔ جیسا دوسرے مقام میں فرمایا۔ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ [آل عمران: ۱۸۱۔ ۱۸۲]

وجہ تخصیص:

ایدی کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر اعمال ہاتھوں سے انجام پاتے ہیں۔ اگر چہ یہ بھی احتمال ہے کہ بعض گناہوں میں ہاتھوں کا کوئی دخل بھی نہ ہو۔ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ (اور کافر کہے گا) یہاں ضمیر کی بجائے کافر کا لفظ ظاہر لائے تا کہ اس کی خوب مذمت ہو جائے۔ نمبر۲۔ المرء عام ہے اور اس میں سے کافر کو خاص کیا گیا۔ اور ماقدمت یداہ سے جو اعمال اس نے خیر و شر کیے وہ تمام مراد ہیں۔ نمبر۳۔ المرء سے مراد مؤمن ہے کیونکہ کافر کا بعد میں ذکر آ رہا ہے۔ اور ماقدمت یداہ سے وہ اعمال خیر مراد ہیں جو اس نے کیے۔

کافر کی تمنا:

نحو: ما استفہامیہ ہے قدمت کی وجہ سے منصوب ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے ینظر ای شیٔ قدمت یداہٗ وہ دیکھے گا کہ اس نے کیا کما کر آگے بھیجا ہے۔ نمبر۲۔ ما موصولہ ہے۔ اور ینظر کی وجہ سے منصوب ہے۔ عرب کہتے ہیں نظرتہ ای نظرت الیہ اور صلہ کی ضمیر کا مرجع محذوف ہوگا۔ ای قَدَّمَتْهُ۔ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا (کاش میں مٹی ہو جاتا) دنیا میں مٹی ہوتا نہ میں پیدا کیا جاتا اور نہ مکلف بنایا جاتا نمبر۲۔ کاش آج میں مٹی ہو جاتا اور اٹھایا نہ جاتا۔ ایک قول یہ ہے اللہ تعالیٰ حیوانات غیر مکلف کو اٹھائے گا یہاں تک کہ سینگ والی سے بے سینگ کا قصاص لیا جائے گا۔ پھر ان کو مٹی کر دیا جائے گا پس اس وقت کافر ان جانوروں کے انجام کی تمنا کرے گا۔

ایک قول:

یہ ہے کافر سے مراد ابلیس ہے وہ تمنا کرے گا۔ کہ وہ بھی آدم کی طرح مٹی سے بنا ہوتا۔ تا کہ اس کو اپنی اولاد مؤمنین کے ثواب میں حصہ مل جاتا۔

تمت سورۃ النبا

سورۃ النازعات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھیالیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ﴿۲﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ

قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان سختی سے نکالتے ہیں اور جو بند کھول دیتے ہیں' اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں پھر تیزی کے ساتھ

سَبْقًا ۙ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ﴿۵﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ﴿۶﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿۷﴾ وقف لازم

دوڑتے ہیں' پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں جس روز ہلا دینے والی ہلا ڈالے گی' جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی آ جائے گی'

قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ﴿۸﴾ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ﴿۹﴾ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي وقف لازم

بہت سے دل اس روز دھڑک رہے ہوں گے ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی' کہتے ہیں کہ کیا ہم پہلی حالت میں واپس ہوں گے' کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں

الْحَافِرَةِ ﴿۱۰﴾ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿۱۱﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿۱۲﴾ فَاِنَّمَا وقف لازم

ہو جائیں گے پھر پہلی حالت پر واپس ہوں گے کہنے لگے کہ اس صورت میں یہ واپسی بڑے خسارے کی ہو گی' وہ بس

هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿۱۴﴾ هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾ وقف لازم

ایک ہی سخت آواز ہو گی جس سے سب لوگ فوراً ہی میدان میں آموجود ہوں گے۔ کیا آپ کے پاس موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے'

اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾

جبکہ ان کے پروردگار نے وادی مقدس یعنی میدان طویٰ میں انہیں پکارا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی اختیار کر رکھی ہے

فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۙ﴿۱۸﴾

سو اس سے کہو کیا تجھے اس بات کی خواہش ہے کہ تو پاکیزہ بن جائے

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝ (اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان سختی سے نکالتے ہیں اور جو بند کھول دیتے ہیں)۔ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا (اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں۔ پھر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں۔

پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں)

روح کو جسم کے بعید اطراف سے کھینچیں گے:

قراءت: یہاں تک کوئی وقف نہیں اور یہاں وقف لازم ہے۔ کیونکہ اگر ملائیں گے تو یوم المدبرات کا ظرف بن جائے گا۔ حالانکہ اس دن تو ملائکہ کے ذمہ جو کام لگے وہ ختم ہو چکے ہونگے۔ نمبرا۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے ان مختلف گروہوں کی قسم اٹھائی ہے جو اجساد سے ارواح کو ڈوب کر یعنی نزع میں ڈبو کر مطلب یہ ہے کہ روح کو جسم کے بعید اطراف مثلاً پورے اور ناخن کے مقامات سے کھینچنا شروع کرتے ہیں۔ نمبر۲۔ اور ان گروہوں کی قسم اٹھائی جو تعمیل حکم میں تیزی کرنے والے پھر تعمیل حکم میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے والے ہیں اور وہ بندوں کے معاملات میں سے ایسے کاموں کی تدبیر کرنے والے ہیں جس میں ان کے دین و دنیا کی مصلحت ہے۔ اور جیسا ان کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

گھوڑوں یا ستاروں کی قسم ہے:

نمبر۲: اس میں غازیوں کے ان گھوڑوں کی قسم اٹھائی جو اپنی لگاموں میں خوب کھنچتے ہیں۔ اور ان کی لگام میں ان کی گردنوں کی درازی کی وجہ سے اسی میں ڈوب جاتی ہیں۔ کیونکہ وہ عمدہ عربی گھوڑے ہیں۔ اور وہ گھوڑے جو دارالاسلام سے دارالحرب کی طرف نکلتے ہیں۔ عرب کے ہاں ثور ناشط کہتے ہیں۔ جبکہ وہ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف نکل جائے اور وہ گھوڑے جو رفتار کی تیزی میں گویا تیرتے ہیں۔ پھر وہ اپنی غایت کی طرف جلدی سے بڑھتے اور غلبے اور کامیابی کے معاملے کی تدبیر کرتے ہیں شہسواروں کی بجائے تدبیر کی اضافت خود گھوڑوں کی طرف سبب ہونے کی وجہ سے ہے۔

نمبر۳۔ ان ستاروں کی قسم کھائی گئی ہے جو مشرق سے مغرب کی طرف بغیر طبعی میلان کے جاتے ہیں۔ اور اس کھنچنے میں وہ تمام مدار کو طے کرتے ہوئے انتہائے مغرب میں ڈوب جاتے ہیں۔ اور وہ ستارے جو ایک برج سے دوسرے برج کی طرف نکل کر جاتے ہیں۔ اور جو مدار میں تیرنے والے سیارے ہیں پھر آگے بڑھنے والے اور علم حساب کے معاملے کا انتظام کرنے والے ہیں۔

نحو: جواب قسم محذوف ہے اور وہ لتبعثن ہے اس لئے کہ مابعد قیامت کا تذکرہ اسپر دلالت کررہا ہے۔

نفخۂ اولیٰ:

۶: يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ (جس روز ہلا ڈالنے والی چیز ہلا ڈالے گی) ترجف حرکت کرنے کے معنی میں ہے۔ الراجفہ شدید حرکت۔ راجفہ سے مراد نفخۂ اولیٰ ہے۔ اور ایسی چیز سے اس کا تذکرہ کیا جس کے پیش آنے سے وہ پیش آجائے۔ کیونکہ اس نفخہ سے زمین کپکپا جائے گی یہاں تک کہ ہر چیز جو اس کے اوپر ہے وہ مر جائے گی۔

۷: تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ (جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آئے گی) یہ الراجفہ سے حال ہے۔ اور الرادفہ سے نفخۂ ثانیہ مراد

ہے۔ کیونکہ وہ پہلے کے بعد پیش آئے گا۔ ان کے مابین چالیس سال کا فاصلہ ہوگا۔ پہلے سے مخلوق مرجائے گی اور دوسرے سے ان کو زندہ کیا جائے گا۔

کافروں کے احوال:

۸: قُلُوۡبٌ یَّوۡمَئِذٍ وَّاجِفَۃٌ (بہت سے دل اس روز دھڑک رہے ہونگے) قلوب سے بعث کے منکرین کے دل مراد ہیں۔ واجفۃ یہ الوجیف سے ماخوذ ہے۔ جو الوجیب یعنی مضطرب ہونے اور دھڑکنے کے معنی میں ہے۔

نحو: قلوب، مبتدأ واجفۃ اس کی صفت ہے۔ ابصار ھا خاشعہ اس کی خبر ہے۔ نمبر۲۔ یوم ترجف کا نصب اس فعل مضمر کی وجہ سے ہے جس پر قلوب یومئذ واجفۃ دلالت کر رہا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے یوم ترجف وجفت القلوب۔

۹: اَبۡصَارُھَا خَاشِعَۃٌ (ان کی آنکھیں جھک رہی ہونگی) ایسے دل والوں کی آنکھیں ہولنا کی کی وجہ سے جھکنے والی ہونگیں۔

۱۰: یَقُوۡلُوۡنَ (کہتے ہیں) یعنی منکرین بعث دنیا میں استہزاء کرتے ہوئے اور بعث کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ءَ اِنَّا لَمَرۡدُوۡدُوۡنَ فِی الۡحَافِرَۃِ (کیا ہم پہلی حالت میں پھر واپس ہونگے) یہ استفہام انکاری ہے یعنی کیا ہم موت کے بعد اول حالت کی طرف لوٹائے جائیں گے پھر ہم پہلے کی طرح زندہ ہو جائیں گے؟ الحافرہ پہلی حالت۔ جو شخص کسی کام میں مصروف ہو پھر اس سے فارغ ہو جائے پھر کچھ وقت بعد دوبارہ اسی کام کی طرف لوٹ جائے تو عرب کہتے ہیں رجع الی حافرتہ ای الی حالتہ الاولی اور عرب کہتے ہیں النقد عند الحافرۃ یعنی پہلی حالت میں اور وہ صفقہ ہے۔ اولاً کفار نے بعث کا انکار کیا پھر استبعاد میں اور ترقی کر کے کہنے لگے۔

۱۱: ءَ اِذَا کُنَّا عِظَامًا نَّخِرَۃً (کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے ہم پھر واپس ہونگے) نخرۃ بوسیدہ۔

قراءت: حفص کے علاوہ کوفی قراء نے ناخرہ پڑھا ہے۔ معنی یہ ہے کیا ہم دوبارہ زندہ ہونگے اس کے بعد کہ ہم بوسیدہ ہڈیاں بن گئے؟

نحو: اذاً فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور وہ نبعث ہے۔

۱۲: قَالُوۡا (کہنے لگے) بعث کے منکرین تِلۡکَ اِذًا کَرَّۃٌ خَاسِرَۃٌ (اس صورت میں یہ واپسی بڑی خسارے کی ہوگی) تلک کا مشار الیہ یعنی ہمارا واپس لوٹنا خسارہ والی واپسی ہے کرۃ رجعۃ کے معنی میں ہے۔ نمبر۲۔ ایسی واپسی کہ جس واپسی والے خسارہ میں ہونگے مطلب یہ ہے اگر یہ واپس لوٹنا صحیح ہے تو پھر ہم اپنی تکذیب کی وجہ سے نقصان اٹھانے والے ہیں اور یہ بات انہوں نے بطور استہزاء کہی (ہم نقصان میں ہو نہیں سکتے اس لئے بعث نہیں)

موسیٰ علیہ السلام کا نبوت ملنا:

۱۳: فَاِنَّمَا ھِیَ زَجۡرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ (تو وہ بس ایک ہی سخت آواز ہوگی) یہ محذوف کے متعلق ہے ای لا تحسبوا تلک الکرۃ

صعبة علی اللہ عزوجل ۔اس واپسی کو اللہ تعالیٰ کیلئے مشکل مت خیال کرو۔ وہ اس کی قدرت کے سامنے آسان اور معمولی ہے پس وہ تو ایک سخت آواز ہے اور بس ۔زجرۃ سے نفخۂ ثانیہ مراد ہے۔ یہ زجر البعیر سے لیا گیا ہے جب اونٹ کو ڈانٹا جائے۔

۱۴ : فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ (جس سے سب لوگ فوراً ہی میدان میں آموجود ہوں گے) اسی وقت وہ سطح زمین پر زندہ ہو جائیں گے ۔حالانکہ وہ زمین کے پیٹ میں مردہ تھے۔ایک قول یہ ہے الساہرہ سے شام سے بیت المقدس کی جانب زمین کا حصہ مراد ہے۔ نمبر۲۔بیت المقدس نمبر۳۔ارض مکہ نمبر۴۔جہنم۔

۱۵ : هَلْ أَتٰىكَ حَدِيثُ مُوسٰى (کیا آپ کو موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے) یہ استفہام تقریری ہے۔ جو تنبیہ کو شامل ہے۔کہ یہ ایسی چیز ہے جس سے بچنا چاہیے اور مخاطب کو مشرف باد کر کے صبر دلانا مقصود ہے (یعنی آپ کو اطلاع پہنچ ہی چکی ہے)

۱۶ : إِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ (جبکہ ان کو ان کے پروردگار نے پکارا) جب ان کو آواز دی بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ (ایک پاک میدان میں) مبارک پاکیزہ طُوًى (یعنی طویٰ میں) یہ میدان کا نام ہے۔

۱۷ : اِذْهَبْ إِلٰى فِرْعَوْنَ (کہ تم فرعون کے پاس جاؤ) یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو فرعون کے پاس جا۔ إِنَّهٗ طَغٰى (اس نے بڑی شرارت اختیار کی) وہ کفر و فساد میں حد سے تجاوز کر چکا ہے۔

۱۸ : فَقُلْ هَلْ لَّكَ إِلٰى أَنْ تَزَكّٰى (پس اس سے کہو کیا تجھ کو اس بات کی خواہش ہے کہ تو درست ہو جائے) هل لك ميل الى ان تتطهر من الشرك و العصيان بالطاعة و الايمان؟ کیا تو اس بات کی طرف میلان رکھتا ہے کہ تو شرک اور عصیان سے ایمان و اطاعت کے ذریعہ پاک ہو جائے۔

قراءت: حجازی نے تَزَّكّٰى میں زاء کو تشدید سے پڑھا ہے۔

وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾

اور یہ کہ میں تجھے تیرے رب کی طرف رہنمائی کروں تو تو ڈرنے لگے' پھر انہوں نے اسے بڑی نشانی دکھلائی سو اس نے جھٹلایا اور نافرمانی میں لگا رہا

ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾

پھر اس نے پشت پھیری کوشش کرتے ہوئے' سو اس نے جمع کیا پھر زور سے آواز دی پھر کہا کہ میں تمہارا پروردگار اعلیٰ ہوں'

فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾

سو اللہ نے اسے پکڑ لیا جس میں دنیا و آخرت کی سزا تھی' بلاشبہ اس میں اس شخص کے لئے عبرت ہے جو ڈرے۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا ﴿۲۸﴾ وَاَغْطَشَ

کیا پیدائش کے اعتبار سے تم زیادہ سخت ہو یا آسمان؟ اللہ نے اس کو بنایا اس کی چھت کو بلند کیا' سو اسے درست بنایا' اور اس کی رات کو

لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا

تاریک بنایا اور اس کے دن کو ظاہر فرمایا اور اس کے بعد زمین کو پھیلایا' اس سے اس کا پانی نکالا

وَمَرْعٰهَا ﴿۳۱﴾ وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾

اور اس کا چارہ' اور پہاڑوں کو جما دیا تمہارے لئے اور تمہارے مویشیوں کے فائدہ کے لئے۔

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَ

سو جب بڑی مصیبت آ جائے اس دن انسان اپنی کوششوں کو یاد کرے گا اور

بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾

دیکھنے والوں کے لئے دوزخ کو ظاہر کر دیا جائے گا' سو جس نے سرکشی کی اور دنیا والی زندگی کو ترجیح دی

۱۹: وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى (اور میں تجھ کو تیرے رب کی طرف سے راہنمائی کروں تو تو ڈرنے لگے) اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے تذکرہ سے اس کی پہچان کی طرف تیری راہنمائی کرتا ہوں تاکہ تو اس کو پہچان لے پس تو ڈرنے لگے کیونکہ خشیت معرفت سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء [فاطر:۲۸] یعنی اس کی جان پہچان والے۔

قولِ حکماء:

اللہ تعالیٰ کو پہچانو! جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا وہ ایک پلک جھپک کیلئے اس کی نافرمانی نہیں کرسکتا۔ پس خشیت تو اس کا مغز ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرا وہ بھلائیاں کرے گا اور جو بے خوف ہوا وہ ہر برائی کی طرف ہاتھ مارتا ہے۔ اس طرح کا مضمون حدیث میں وارد ہے من خاف ادلج و من ادلج بلغ المنزل ۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ وہ اندھیرے میں اس کی عبادت کرتا ہے جو اندھیرے میں اس کی عبادت کرتا ہے وہ منزل مقصود تک پہنچ گیا [رواہ الترمذی: ۲۴۵۰]

آیت میں بات ایسے استفہام کے انداز سے شروع کی جس کا معنی عرض ہے جیسا کہ کوئی اپنے مہمان کو کہے۔ ھل لك ان تنزل بنا؟ گویا اپنے ہاں اترنے کی ترغیب ہے۔ پھر اس کے بعد نرم کلام لائے تاکہ وہ نرم قول سے اس کو دعوت دیں اور حسن سلوک سے اس کی سرکشی سے اس کو اتاریں۔ جیسا کہ اپنے دوسرے ارشاد میں فرمایا فقولا له قولاً ليناً [طٰہٰ: ۴۴]

۲۰ : فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى (پھر اس کو بڑی نشانی دکھلائی) تقدیر کلام یہ ہے: فذهب فارٰی موسٰی فرعون الْعَصَا پس موسیٰ علیہ السلام گئے اور فرعون کو عصا کی بڑی نشانی دکھائی۔ نمبر۲۔ عصا اور ید بیضاء کیونکہ یہ دونوں ایک نشانی کے حکم میں ہیں۔

۲۱ : فَكَذَّبَ وَعَصٰى (تو اس نے جھٹلایا اور کہنا نہ مانا) كَذَّبَ فرعون بموسٰی۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلا دیا اور آیت کبریٰ کو جھٹلا دیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو ساحر اور معجزہ کو سحر کہا۔ وَعَصٰى۔ (اور فرعون نے اللہ کی نافرمانی کی)

۲۲ : ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى (پھر جدا ہو کر کوشش کرنے لگا) اَدْبَرَ موسیٰ علیہ السلام سے منہ موڑا۔ يَسْعٰى اور اپنی تدبیر کے متعلق کوشش کرنے لگا۔ نمبر۲۔ جب اس نے سانپ کو دیکھا تو مرعوب ہوا۔ پھر پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوا وہ جلدی جوش میں آنے والا ہلکا پھلکا تھا۔

۲۳ : فَحَشَرَ فَنَادٰى (اور جمع کیا پھر بآواز بلند تقریر کی) حَشَرَ اس نے اپنے لشکروں اور جادوگروں کو جمع کیا۔ پھر وہاں کھڑے ہو کر اجتماع میں اعلان کیا۔

۲۴ : فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (اور کہا کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں) مجھ سے اوپر کوئی رب نہیں۔ قبطیوں کے بہت سے معبود تھے جن کی وہ پوجا کیا کرتے تھے۔

فرعون کی پکڑ:

۲۵ : فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى (پس اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں پکڑا) یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کی سزا دی۔ النکال یہ تنکیل کے معنی میں السلام کی طرح ہے۔ جو التسلیم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ مصدریت کی وجہ سے منصوب ہے۔ کیونکہ اخذ یہ نکّل کے معنی میں ہے گویا اس طرح کہا نکل الله به نكال الأخرة ای الاحراق اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کی سزا جلنے کی صورت میں دی۔ والاولٰی سے مراد دنیا میں ڈبونا۔ نمبر۲۔ اس کی دونوں باتوں کی سزا اس کا پہلا کلمہ ماعلمتُ لكم من الٰهٍ غيري (القصص۔ ۳۸) اور دوسرا کلمہ انا ربكم الاعلٰى تھا۔ ان کے مابین چالیس

سال کا یا تیس یا بیس سال کا فاصلہ تھا۔

۲۶ : اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ (بیشک اس میں) جس کا ذکر ہوا لَعِبْرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰی (ایسے شخص کیلئے بڑی عبرت ہے جو ڈرے) اللہ تعالیٰ سے

۲۷ : ءَ اَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا (کیا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بنایا) ءَ انتم کیا تم اے منکرین بعث اشد خلقا تمہارا پیدا کرنا مشکل ہے۔

نحو : ام السماء یہ مبتداء ہے اس کی خبر اشد خلقا محذوف ہے۔ پھر تخلیق کی کچھ کیفیت ذکر فرمائی فرمایا اس کو اللہ تعالیٰ نے بنایا۔ پھر بناء کی وضاحت اس طرح فرمائی۔

قدرتِ باری تعالیٰ:

۲۸ : رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا (اس کی چھت کو بلند کیا اور اس کو درست بنایا) اس کی چھت کو اونچا بنایا۔ ایک قول یہ ہے بلندی کی سمت کو پانچ سو سال کے سفر کے برابر اونچائی عنایت فرمائی۔ پھر اس کو درست کیا۔ اس کو ہموار بلا شقوق وفطور کے بنایا۔

۲۹ : وَ اَغْطَشَ لَیْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا (اس کی رات کو تاریک بنایا اور اس کے دن کو ظاہر کیا) اغطش ۔ اندھیرے والا بنایا اخراج ضحیٰ کا معنی اس کے سورج کی روشنی کو ظاہر کر دیا۔ آیت میں سورج اور لیل کی اضافت آسمان کی طرف کی گئی ہے کیونکہ رات آسمان کا سایہ اور سورج آسمان کا چراغ ہے۔

۳۰ : وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحٰهَا (اور اس کے بعد زمین کو بچھایا) دحٰھا پھیلایا۔ زمین پیدائش کے وقت پھیلی ہوئی نہ تھی۔ آسمان کی پیدائش کے دو ہزار سال بعد مکہ مکرمہ سے زمین کو پھیلا دیا۔ پھر پھیلانے کی تفسیر فرمائی۔

۳۱ : اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا (اور اس سے اس کا پانی اور چارہ نکالا) چشمے بہا کر پانی نکالا۔ مرعیٰ : چارہ۔

نحو : اس لئے عاطف کو اخرج پر داخل نہیں فرمایا۔ نمبر۲۔ اخرج یہ قد کے اضمار کے ساتھ حال ہے۔

۳۲ : وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا (اور پہاڑوں کو قائم کر دیا) جما دیا۔

نحو : دحا اور ارسیٰ کو تفسیر کی شرط پر مضمر ماننے کی وجہ سے الارض اور الجبال کو منصوب پڑھتے ہیں۔

۳۳ : مَتَاعًا لَّکُمْ وَلِاَنْعَامِکُمْ (تمہارے اور تمہارے مواشی کے فائدہ پہنچانے کیلئے) یہ سب کچھ تمہیں اور تمہارے چوپایوں کو فائدہ دینے کیلئے کیا۔

قیامت بڑا ہنگامہ:

۳۴ : فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّۃُ الْکُبْرٰی (پس جب وہ بڑا ہنگامہ آوے گا) الطامۃ الکبریٰ بڑی مصیبت جو تمام مصیبتوں سے

فَاِنَّ الۡجَحِیۡمَ هِیَ الۡمَاۡوٰی ﴿۳۹﴾ وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفۡسَ عَنِ

سو بلاشبہ دوزخ ہے اس کا ٹھکانا اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہش سے

الۡهَوٰی ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الۡجَنَّةَ هِیَ الۡمَاۡوٰی ﴿۴۱﴾ یَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرۡسٰهَا ﴿۴۲﴾

روکا سو بلاشبہ جنت ہے ٹھکانا' وہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ اس کا واقع ہونا کب ہوگا'

فِیۡمَ اَنۡتَ مِنۡ ذِكۡرٰىهَا ﴿۴۳﴾ اِلٰی رَبِّكَ مُنۡتَهٰىهَا ﴿۴۴﴾ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُنۡذِرُ مَنۡ یَّخۡشٰىهَا ﴿۴۵﴾

اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق؟ اس کا منتہائے علم صرف آپ کے رب کی طرف ہے آپ تو بس اس شخص کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہے

كَاَنَّهُمۡ یَوۡمَ یَرَوۡنَهَا لَمۡ یَلۡبَثُوۡۤا اِلَّا عَشِیَّةً اَوۡ ضُحٰىهَا ﴿۴۶﴾

وہ جس دن اس کو دیکھیں گے ایسا معلوم ہوگا کہ گویا صرف ایک دن کے آخری حصہ میں رہے ہوں یا اس کے اول حصہ میں۔

بڑھ جائے گی۔ اوران پر غالب آجائے گی اس سے نفخۂ ثانیہ مراد ہے یا وہ وقت جس میں اہل جنت کو جنت اور اہل نار کو نار کی طرف لے جایا جائے گا۔

۳۵: یَوۡمَ یَتَذَكَّرُ الۡاِنۡسَانُ مَا سَعٰی (یعنی جس دن انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا)

نحو: یوم یتذکر یہ اذا جاءت سے بدل ہے۔ یعنی جب انسان اپنے اعمال کو نامۂ عمل میں مرتب پائے گا تو وہ اس کو یاد آجائیں گے جن کو پہلے بھول چکا تھا۔

نحو: ماسعٰی مامصدریہ ہے ای سعیہ اس کی کارکردگی۔ نمبر۲۔ ماموصولہ ہے جو اس نے کیا کمایا۔

۳۶: وَبُرِّزَتِ الۡجَحِیۡمُ لِمَنۡ یَّرٰی (اور دوزخ ظاہر کردی جائے گی) دیکھنے والوں کے سامنے۔ برزت ظاہر کردی جائے گی۔ لمن یرٰی ہر دیکھنے والا مراد ہے۔ کیونکہ وہ کامل طور پر ظاہر کردی جائے گی۔

سرکشی کا انجام:

۳۷: فَاَمَّا مَنۡ طَغٰی (تو جس شخص نے سرکشی کی ہوگی) یہ فاذا کا جواب ہے۔ تقدیر کلام یہ ہوگیا اذا جاءت الطامۃ فان الامر کذٰلك من طغٰی ای جاوز الحد فکفر۔ یعنی جب بڑا ہنگامہ آجائے گا پس معاملہ اسی طرح ہوگا کہ جس شخص نے حد سے تجاوز کر کے کفر کیا ہوگا۔

۳۸: وَاٰثَرَ الۡحَیٰوةَ الدُّنۡیَا (اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی) آخرت کے مقابلہ میں اس طرح کہ شہوات کا پیرو بنا۔

۳۹: فَاِنَّ الۡجَحِیۡمَ هِیَ الۡمَاۡوٰی (پس دوزخ اس کا ٹھکانہ ہوگا)

نحو: الماوٰی کا الف لام عوض مضاف الیہ کے ہے ای ماوٰہ یعنی اس کا ٹھکانہ۔ یہ کوفیین کے نزدیک ہے مگر سیبویہ اور بصرین هی الماوٰی له خبر محذوف مانتے ہیں۔

فرمانبرداری کا نتیجہ:

۴۰: وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ (اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا ہوگا) یعنی اس کو معلوم ہوا کہ اس نے حساب کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے۔ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى (اور نفس کو خواہش سے روکا ہوگا) النفس سے نفس امارہ جو برائیوں کی طرف لے جانے والا ہے۔ الهوٰی پستی و ہلاکت کی جگہ یعنی اس نے شہوات کی اتباع سے نفس کو روک لیا۔ ھوٰی یعنی نفس کا شہوات کی طرف مائل ہونا۔ ایک قول یہ ہے کہ نہی نفس یہ ہے کہ آدمی معصیت کا خیال کرے پھر مقام حساب یاد آنے پر برائی کے میلان کو بھی چھوڑ دے۔

۴۱: فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى (پس جنت اس کا ٹھکانہ ہوگا) الماوٰی لوٹنے کا مقام

۴۲: یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا (یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا) اس کا برپا ہونا کب ہے؟ اور کب قائم ہوگی؟ اللہ تعالیٰ اس کو کب قائم کریں گے؟

۴۳: فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا (اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق) آپ کس فکر میں پڑے ہیں کہ ان کے سامنے اس کا وقت ذکر کریں اور ان کو بتلائیں یعنی آپ اس کے وقت کے تذکرے اور تعیین وقت کے سلسلے میں کس بات میں پڑے ہیں اس کو چھوڑیے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا کہتے ہیں۔ لیس فلان من العلم شیٔ۔ یعنی فلاں کو اس کا کچھ علم نہیں۔ (اس وقت ذکریٰ علم کے معنی میں ہوگا۔ کہ آپ کو اس کا علم نہیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کا تذکرہ فرماتے رہے اور اس کے متعلق پوچھتے رہے۔ یہاں تک یہ آیت نازل ہوئی اس صورت میں یہ قیامت کے کثرت ذکر پر تعجب کا اظہار ہے۔ یعنی وہ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں پس آپ ان کے جواب پر حرص کی وجہ سے اس کا تذکرہ کرتے رہتے اور پوچھتے رہتے ہیں۔

قیامت کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ کو:

۴۴: اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا (اس کا مدار صرف تیرے رب کی طرف ہے) اس کا انتہائی علم کہ وہ کب واقع ہوگی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ یا فیم یہ ان کے قیامت پر سوال کا انکار ہے۔ مطلب یہ ہے یہ سوال کیوں ہے؟ پھر فرمایا انت من ذکرٰھا۔ تمہارا بھیجنا اس حالت میں کہ آپ آخر الانبیاء ہیں۔ یہ علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے پس ان کے سوال کا کوئی مطلب نہیں ہے؟ (ان کا سوال بے معنی ہے جبکہ نشان قیامت موجود ہے)

قراءت: اس صورت میں فیم پر وقف کرنا بھی درست ہے۔ ایک اور قول فیم انت من ذکرٰھا یہ سوال سے متصل ہے تقدیر

کلام یہ ہے یسئلونك عن الساعة ایان مرساھا۔ وہ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کی آمد کب ہے۔ اور یقولون این انت من ذکرٰھا ؟ کہتے ہیں کہ اس کے مقررہ وقت کے متعلق تم کو کیا معلومات ہیں بتاؤ اور اس کا معین وقت بیان کرو۔ پھر جملہ مستانفہ لا کر فرمایا کہ اس کی منتہٰی تیرے رب کے سپرد ہے۔ گویا یہ جواب فیم انت ہے۔

۴۵ : اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰهَا (آپ صرف اس شخص کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہو) یعنی آپ کی بعثت اس لئے نہیں ہوئی کہ قیامت کی ہولناکی سے ان لوگوں کو خبردار کریں جو اس کے شدائد سے بچنا چاہتے ہیں۔

قراءت : منذرٌ یزید وعیاش نے تنوین سے پڑھا ہے۔

قیامت میں حال:

۴۶ : كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا (جس روز یہ اس کو دیکھیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا صرف ایک دن کے آخری حصہ میں یا اس کے اول حصہ میں رہے ہیں) یرونھا قیامت کو دیکھیں گے۔ لم یلبثوا دنیا میں ٹھہرنا۔ العشیة والضحٰی پچھلا پہر اور پہلا پہر۔ دنیا میں رہنے کی مدت قیامت کی ہولناکی کو دیکھ کر قلیل ترین معلوم ہوگی۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا لم یلبثوا الا ساعة من النھار۔ [یونس: ۴۵] اور فرمایا قالوا لبثنا یومًا او بعض یوم [الکہف: ۱۹] ضحٰی کی اضافت عشیہ کی طرف باہمی ملابست کی وجہ سے درست ہے۔ کیونکہ دونوں ایک دن میں جمع ہیں یہاں مقصود یہ ہے کہ وہ کہیں گے ہمارے دنیا میں قیام کی مدت ایک دن پورا بھی نہ ہوسکی۔ بس دن کی ایک طرف چاشت یا پچھلی طرف شام ہم نے پائی ہے۔

تمت سورة النازعات بحمد الله تعالٰی وعونہٖ

سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اثْنَتَانِ وَاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعٌ وَاحِدٌ

سورۂ عبس مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں بیالیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ۙ﴿۱﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۭ﴿۲﴾ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ۙ﴿۳﴾ اَوْ يَذَّكَّرُ

منہ بنایا اور روگردانی کی اس وجہ سے کہ ان کے پاس نابینا آیا' اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا' یا نصیحت قبول کرتا

فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۭ﴿۴﴾ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۙ﴿۵﴾ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۭ﴿۶﴾ وَمَا عَلَيْكَ

سو نصیحت اسے فائدہ دیتی' لیکن جس نے بے پرواہی کی سو آپ اس کے لئے پیش آ جاتے ہیں' حالانکہ اس بات کا آپ پر کوئی الزام نہیں

اَلَّا يَزَّكّٰى ۭ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۙ﴿۸﴾ وَهُوَ يَخْشٰى ۙ﴿۹﴾ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۚ﴿۱۰﴾

کہ وہ نہ سنورے اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ ڈرتا ہے سو آپ اس کی طرف سے بے توجہی برتتے ہیں۔

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۚ﴿۱۱﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۘ﴿۱۲﴾ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۙ﴿۱۳﴾ مَّرْفُوْعَةٍ

وقف لازم

ہرگز ایسا نہ کیجئے' بے شک یہ قرآن نصیحت کی چیز ہے' سو جس کا جی چاہے اس کو قبول کرلے' وہ ایسے صحیفوں میں ہے جو مکرم ہیں بلند ہیں'

مُّطَهَّرَةٍ ۙ﴿۱۴﴾ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۙ﴿۱۵﴾ كِرَامٍۢ بَرَرَةٍ ۭ﴿۱۶﴾ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۭ﴿۱۷﴾

مقدس ہیں' ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں جو مکرم ہیں نیک ہیں۔ انسان پر خدا کی مار ہو وہ کیا ہی ناشکرا ہے

مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۭ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ۭ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۙ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِيْلَ

اسے کس چیز سے پیدا فرمایا' نطفہ سے اس کو پیدا فرمایا سو اسے ایک انداز سے بنایا۔ پھر اس کا راستہ آسان فرما دیا'

يَسَّرَهٗ ۙ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۙ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۭ﴿۲۲﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ۭ﴿۲۳﴾

پھر اس کو موت دیدی' اس کے بعد اسے قبر میں چھپا دیا پھر جب چاہے اسے اٹھالے۔ خبردار اس کو جو حکم دیا اسے بجا نہیں لایا۔

عبداللہ بن ام مکتوم کا واقعہ:

۱،۲ : عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ○ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى (پیغمبر چیں بجبیں ہوگئے اور متوجہ نہ ہوئے۔ اس بات سے کہ ان کے پاس ایک اندھا

آیا)۔ عَبَسَ نبی اکرم ﷺ ترش رو ہو گئے۔ وَتَوَلّٰی اور اعراض فرمایا اَنْ جَآءَہُ یہ اصل میں لان جاءہ ہے اس لئے کہ ان کے پاس آیا۔

نحو: محلا منصوب ہے کیونکہ مفعول لہ ہے اس کا عامل عبس یا تولی ہے بصریین وکوفیین کے اختلاف کے مطابق۔ الْاَعْمٰی عبداللہ بن ام مکتوم اور ام مکتوم ان کی دادی ہیں۔ ان کے والد کا نام شریح بن مالک ہے۔ یہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اس وقت آئے جب آپ اشراف قریش کو اسلام کی طرف دعوت دے رہے تھے۔ آتے ہی عرض کیا یارسول اللہ علمنی مماعلمك اللہ اور یہ سوال بار بار دھرایا۔ ان کو معلوم نہیں تھا کہ آپ اشراف قریش کو سمجھا رہے ہیں پس آپ نے ان کی بات کاٹنے کو ناپسند کیا اور ان سے رخ موڑتے ہوئے ترش روئی اختیار فرمائی۔ پس یہ آیات نازل ہوئیں رسول اللہ ﷺ اس کے بعد ان کا بڑا خیال فرماتے اور فرماتے مرحباً بمن عاتبنی فیه ربی [اسباب النزول واحدی: ص ۲۹۷] آپ نے ان کو مدینہ منورہ پر دو مرتبہ اپنا نائب مقرر فرمایا (بعض نے کہا چودہ مرتبہ نائب بنایا)

۳ : وَمَا یُدْرِیْکَ (اور آپ کو کیا خبر) اور کونسی چیز آپ کو اس کے حال سے واقف بنائے؟ (یہ استفہام انکاری بمعنی نفی ہے) لَعَلَّهٗ یَزَّکّٰی (شاید وہ سنور جاتا) شاید وہ نابینا آپ کے کلام کو سن کر جہالت کی میل سے پاک ہو جاتا۔ یزکی اصل میں یتزکی ہے۔ تاء کو زاء میں ادغام کر دیا۔ اسی طرح یذکر میں تاء کو دال میں ادغام کیا گیا ہے۔

۴ : اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّکْرٰی (یا نصیحت قبول کرتا پس اس کو نصیحت کرنا فائدہ پہنچاتا) یَذَّکَّرُ نصیحت حاصل کرنا۔

نحو: فتنفعہ عاصم نے عین پر نصب پڑھا اور اس کو لعل کا جواب قرار دیا اور دیگر قراء نے اس کو یذکر پر عطف کرتے ہوئے رفع دیا ہے۔ الذکری آپ کی نصیحت یعنی آپ کا وعظ۔ یعنی آپ کو معلوم نہیں کہ وہ اس نصیحت سے تذکر یا تزکیہ میں سے کس بات کا متمنی تھا۔ اگر آپ جان لیتے تو آپ کی طرف سے یہ بات پیش نہ آتی۔

بے پروائی والے کافر:

۵ : اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی (تو جو شخص بے پروائی کرتا ہے) جو مالدار ہے۔

۶ : فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی (آپ اس کی تو فکر میں پڑتے ہیں) اس کے ایمان لانے کی حرص میں آپ اس کی طرف توجہ فرماتے ہیں۔

قراءت: تصدی میں تاء کو صاد میں ادغام کیا (حجازی)

۷ : وَمَا عَلَیْکَ اَلَّا یَزَّکّٰی (حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں اگر وہ نہ سنورے) آپ پر کوئی پکڑ نہ ہوگی اگر وہ اسلام قبول کر کے پاک نہ ہو۔ آپ کے ذمہ پہنچا دینے کی ڈیوٹی ہے۔

۸ : وَاَمَّا مَنْ جَآءَکَ یَسْعٰی (اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے) خیر و بھلائی کی طلب میں وہ جلدی کرنے والا ہے۔

۹ : وَهُوَ یَخْشٰی (اور وہ ڈرتا ہے) اللہ تعالیٰ سے یا کفار سے۔ نمبر ۳۔ لڑکھڑانے سے جیسا کہ اندھوں کی عادت ہوتی ہے۔

۱۰ : فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی (آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں) بتکلف دوسروں میں مشغول ہوتے ہیں۔ تلھی اصل میں تتلھی

ہے۔روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے بعد کبھی کسی سائل کے سلسلہ میں ترشروئی اختیار نہیں فرمائی۔اور نہ ہی غنی کی طرف میلان اختیار کیا۔روایت میں ہے کہ ثوری رحمہ اللہ کی مجلس میں فقراء امراء ہوتے تھے۔

۱۱ : كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ (ہرگز ایسا نہ کیجئے قرآن نصیحت کی چیز ہے) کلا یہ ردع کیلئے ہے ایسا دوبارہ مت کریں۔اِنَّهَا (بیشک یہ سورت یا آیات تَذْكِرَةٌ (نصیحت ہے) جس سے نصیحت حاصل کرنا ضروری ہے۔اور اس کے مطابق عمل کرنا لازم ہے۔

۱۲ : فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ (پس جس کا جی چاہے اس کو قبول کرے) پس جس کے متعلق اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ اس نصیحت کو قبول کرے گو مَن کی وجہ سے ضمیر مذکر ہے یا التذکرۃ وعظ وذکر کے معنی میں ہونے کی وجہ سے ضمیر مذکر لائے۔معنی یہ ہے جو نصیحت چاہے اللہ تعالیٰ اس کے دل میں بات ڈال دیں گے۔

۱۳ : فِىْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ (وہ ایسے صحیفوں میں ہے جو مکرم ہیں)

نحو : فی صحف یہ تذکرہ کی صفت ہے ای انها مثبتة فی صحف منتسخة من اللوح۔یعنی بیشک وہ ثابت شدہ ہے ایسے صحائف میں جو لوح محفوظ سے لکھے گئے ہیں۔نمبر۲۔یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے ای ھی فی صحف ۔وہ صحائف میں ہے۔ مُّكَرَّمَةٍ جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مکرم ہیں۔

۱۴ : مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ (رفیع المکان ہیں مقدس ہیں) مَّرْفُوْعَةٍ یعنی آسمان میں بلند ہیں یا قدر ومنزلت کے لحاظ سے بلند ہیں۔ مُّطَهَّرَةٍ ملائکہ کے علاوہ دوسروں کے چھونے سے پاک ہیں۔نمبر۲۔وہ اس سے پاک ہیں جو کلام اللہ میں سے نہیں ہے۔

۱۵ : بِاَيْدِىْ سَفَرَةٍ (ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں) سَفَرَةٍ جمع سافر لکھنے والے۔مراد وہ ملائکہ جو لوح محفوظ سے کتابیں نقل کرتے ہیں۔

۱۶ : كِرَامٍ (وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز ہیں) نمبر۲۔گناہوں سے محفوظ ہیں۔بَرَرَةٍ (نیک) یہ بارٌّ کی جمع ہے یعنی متقی۔

۱۷ : قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ (آدمی پر اللہ تعالیٰ کی مار وہ کیسا ناشکرا ہے) الْاِنْسَانُ اس میں کافر پر لعنت کی گئی ہے۔نمبر۲۔امیہ قریشی مراد ہے۔نمبر۳۔عتبہ۔مَآ اَكْفَرَهٗ یہ استفہام توبیخ کیلئے ہے یعنی (اس کو کس بات نے کفر پر آمادہ کیا) نمبر۲۔استفہام تعجبی ہے یعنی اس پر تعجب ہے کہ اس کا کفر کس قدر سخت ہے۔

۱۸ : مِنْ اَىِّ شَىْءٍ خَلَقَهٗ (اللہ تعالیٰ نے اس کو کیسی چیز سے پیدا کیا) کیسی حقیر سے حقیر ترین شئی سے اس کو بنایا یہ بظاہر استفہام ہے اور تقریر کیلئے آیا ہے۔یعنی انسان کو اقرار کرنا چاہیے کہ اس کو نطفہ سے بنایا ہے۔پھر اگلی آیت میں اس کی وضاحت فرمائی۔

۱۹ : مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ (نطفہ سے اس کی صورت بنائی پھر اس کو اندازہ سے بنایا) جیسا اس کو بنانا چاہا تخلیق کر دی۔

۲۰ : ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ (پھر اس کا راستہ آسان کر دیا) نحو : السبیل یہ یسّر مضمر کی وجہ سے منصوب ہے ای ثم سھل له سبیل الخروج من بطن امه یعنی پھر اس کے لئے ماں کے پیٹ سے نکلنے کا راستہ آسان کر دیا۔یا اس کے سامنے خیر وشر کو کھول

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ﴿٢٤﴾ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ

سو انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے، ہم نے خوب اچھی طرح پانی برسایا پھر ہم نے زمین کو عجیب طریقہ پر

شَقًّا ﴿٢٦﴾ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ﴿٢٨﴾ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ﴿٢٩﴾

پھاڑ دیا سو ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجوریں

وَحَدَائِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ﴿٣١﴾ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾

اور گنجان باغ اور میوے اور چارہ پیدا کر دیا تمہارے لئے اور تمہارے مویشیوں کیلئے۔

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ﴿٣٣﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهِ

سو جب خوب زور دار آواز والی آ جائے گی جس روز انسان اپنے بھائی اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے

وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿٣٧﴾ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾

اور اپنے بیٹوں سے بھاگے گا، ان میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو کسی طرف متوجہ نہ ہونے دے گی، اس روز بہت سے چہرے روشن ہوں گے،

ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾

ہنس مکھ ہوں گے، خوش ہوں گے اور اس دن بہت سے چہرے ایسے ہوں گے جن پر کدورت ہوگی ان پر ظلمت چھائی ہوگی،

أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾

یہ وہ لوگ ہوں گے جو کافر تھے فاجر تھے۔

کر بیان کر دیا۔

۲۱: ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ (پھر اس کو موت دی پھر اس کو قبر میں لے گیا) اس کو قبر والا بنایا جس میں اس کو چھپایا جاتا ہے۔ حیوانات کی طرح نہیں کہ کھلا چھوڑ دیا جائے یہ اس کی تکریم کی گئی۔ قبر المیت: اس کو دفن کا مقام۔ اقبرہٗ اس کے متعلق حکم دیا کہ اس کو قبر میں رکھا جائے اور اس کو اس پر قدرت و اختیار بھی دیا۔

۲۲: ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ (پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کر دے گا) اس کی موت کے بعد زندہ کرے گا۔

۲۳: كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ (ہرگز نہیں اس کو جو حکم کیا تھا اس کو بجا نہیں لایا) اس میں انسان کو کفر سے روکا گیا کہ اس کو ہرگز ایسا نہ کرنا چاہیے۔ لما یقض ما امرہ اس کافر انسان نے جو اس کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کا حکم دیا اس کو پورا نہیں کیا۔

قدرتِ باری تعالیٰ:

۲۴ :فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ (پس انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے)

نَزِيط :جب ان نعمتوں کو شمار کر دیا جو انسان کی ابتدائے حدوث سے انتہاء تک اس کے وجود میں پائی جاتی تھیں اب اس کے بعد ان نعمتوں کا ذکر کیا جن کی انسان کو زندگی میں ضرورت پڑتی ہے۔فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ پس انسان کو اپنا وہ کھانا دیکھنا اور اس پر غور کرنا چاہیے جو وہ کھاتا اور جس سے زندگی گزارتا ہے۔کہ ہم نے اس کا انتظام کس طرح فرمایا ہے۔

۲۵ :اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا (ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا)

نحو،قراءت :اَنَّا فتحہ کے ساتھ کوفی قراء نے پڑھا اور اس کو طعام سے بدل الاشتمال قرار دیا۔نمبر۲۔اِنَّا دیگر قراء نے پڑھا اور جملہ مستانفہ قرار دیا۔صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا یعنی بادلوں سے بارش برسائی۔

۲۶ :ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا (پھر عجیب طور پر زمین کو پھاڑا) نباتات سے پھاڑا۔

۲۷ :فَاَنْبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا (پھر ہم نے اس میں غلہ اگایا) مثلاً گندم،جو وغیرہ جو انسانی غذاء میں کام آتا ہے۔

۲۸ :وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا (اور انگور اور ترکاری) عنباً انگور کا پھل یہ طعام اور میوہ دونوں ہیں۔قضباً ترکاری۔یہ قضب یقضب کا مصدر ہے۔جس کو بطور تسمیہ استعمال فرمایا۔اس کو قضب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو بار بار کاٹا جاتا ہے۔

۲۹ :وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا (اور زیتون اور کھجور)

۳۰ :وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا (اور گنجان باغ) حدائق :باغات۔غلبا گھنے درختوں والے۔یہ غلباء کی جمع ہے۔

۳۱ :وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا (اور میوے اور چارہ پیدا کیا) فاکھۃ میوے تمہاری خاطر و اباً یعنی چارہ تمہارے چوپایوں کیلئے۔

۳۲ : مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ (تمہارے اور تمہارے مواشی کے فائدہ کیلئے) متاعاً یہ مصدر ہے فائدہ پہنچانے کیلئے تمہیں اور تمہارے جانوروں کو۔

۳۳ :فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ (پھر جس وقت کانوں کا بہرہ کر دینے والا شور برپا ہوگا) اس سے قیامت کی چیخ مراد ہے کیونکہ وہی کانوں کو پھاڑ ڈالے گی یعنی بہرہ کر دے گی۔اِذَا کی شرط کا جواب ظاہر ہونے کی وجہ سے محذوف ہے (اس وقت انسان کو اپنی ناشکری کا نتیجہ ملے گا)

احوالِ قیامت:

۳۴ :يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ (جس روز ایسا آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا)۔

۳۵ :وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ (اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے) نمبر ۱۔اس لئے کہ اس کے اور ان کے مابین حقوق اور تاوان ہونگے۔ نمبر۲۔اپنے نفس میں شدید مشغولیت کی وجہ سے۔

۳۶ : وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ (اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا) صاحبہ بیوی۔ بنیہ اور قرآن مجید نے بھائی سے ابتداء کی اور پھر والدین کا ذکر کیا۔ کیونکہ وہ دونوں قریب تر ہیں۔ پھر بیوی اور اولاد کو لایا گیا کیونکہ وہ اس کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

ایک قول:

یہ ہے سب سے پہلا شخص جو اپنے بھائی سے بھاگے گا وہ ہابیل ہوگا اور سب سے پہلے والدین سے بھاگنے والے ابراہیم علیہ السلام اور بیوی سے بھاگنے والے نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام ہونگے۔ اور بیٹے سے بھاگنے والے نوح علیہ السلام ہونگے۔

۳۷ : لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ (ان میں سے ہر شخص کو ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا) شان ایسی حالت جو اس کی اپنی ذات سے متعلق ہوگی۔ یغنیہ جو اس کو غیر سے مشغول کر کے اپنے اہتمام میں مگن کر دے گی۔

۳۸ : وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ (بہت سے چہرے اس روز روشن وخنداں) روشن، چمکدار رات کے قیام کی وجہ سے۔ نمبر۲۔ آثار وضوء سے چمکدار ہونگے۔

۳۹ : ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ (شاداں ہونگے) ان چہروں والے شاداں ہونگے یہ مؤمن ہیں جو مسرور وخوش باش ہونگے۔

۴۰ : وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ (اور بہت سے چہروں پر اس روز ظلمت ہوگی) غبرۃ یعنی غبار۔

۴۱ : تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ (ان پر کدورت چھائی ہوگی) اس غبار پر دھوئیں کی طرح سیاہی چھائے گی اور دنیا میں بھی جب چہرے پر غبار اور سیاہی جمع ہوں تو چہرہ وحشت ناک ہوتا ہے۔ (اور وہ تو سب کچھ آخرت کا ہوگا۔ (اللھم احفظنا منھا بفضلك)

۴۲ : اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ (یہی لوگ کافر فاجر ہیں) اولٰئک اس حالت والے۔ ھم الکفرۃ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کا انکار کرنے والے ہیں۔ الفجرۃ بندوں کے حقوق میں دیانت کو پھاڑنے والے۔ نمبر۲۔ جب کفر و فجور کو جمع کر لیا تو چہرے کی سیاہی کے ساتھ غبار کو جمع کر دیا گیا۔

تمت بحمد الله سورة عبس

سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۃ التکویر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انتیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۞ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۞ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۞ وَاِذَا

جب سورج بے نور ہو جائے، اور جب ستارے گر پڑیں اور جب پہاڑ چلا دیے جائیں، اور

الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۞ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۞ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۞

جب حمل والی اونٹنیاں بےکار کر دی جائیں، اور جب وحشی جانور جمع کر دیے جائیں اور جب سمندروں کو دہکا دیا جائے،

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۞ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۞ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۞ وَاِذَا

اور جب نفوس کے جوڑے بنا دیے جائیں، اور جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کے بارے میں سوال کیا جائے کہ وہ کس گناہ کے سبب قتل کی گئی، اور جب

الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۞ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۞ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۞

اعمال نامے کھول دیے جائیں اور جب آسمان کھول دیا جائے اور جب دوزخ کو دہکا دیا جائے،

نظارۂ قیامت:

۱: اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (جب آفتاب بےنور ہو جائے گا) اس کی روشنی جاتی رہے گی۔ یہ کورت العمامۃ سے لیا گیا کہ جب تم اس کو لپیٹ لو۔ یعنی اس کی روشنی کو بالکل لپیٹ دیا جائے گا۔ اطراف میں اس روشنی کا پھیلاؤ ختم ہو جائے گا۔

نحو: الشمس فعل مضمر کی وجہ سے مرفوع ہے جس کی تفسیر کورت کر رہا ہے کیونکہ اذا حرف شرط ہے یہ فعل کا طالب ہوتا ہے۔

۲: وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ (اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے)

۳: وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ (اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے) سطح زمین سے چلا کر دور کر دیے جائیں گے یا فضا میں بادلوں کی طرح چلائے جائیں گے۔

دس ماہ کی گابھن اونٹنی:

۴: وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (اور جب دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں چھٹی پھریں گی) العشار جمع عشراء کی ہے یہ ایسی اونٹنی کو کہتے ہیں۔

جس کے حمل کو دس ماہ گزر جائیں پھر وضع حمل تک اس کا نام یہی رہتا ہے۔ عُطِّلَتْ (بیکار ہو جائیں) ان کے مالکوں نے ان کو اپنے نفسوں میں مشغولیت کی وجہ سے بیکار چھوڑ دیا۔ اس حالت میں اونٹنی اہل عرب کے ہاں بڑی حفاظت سے رکھی جاتی ہے۔ بقیہ چیزوں کی طرف ان کا دھیان کم و بیش ہوتا ہے۔

قراءت: عطلت تخفیف سے بزی نے پڑھا ہے۔

۵ :وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ (اور جب وحشی جانور سب جمع ہو جائیں گے) ہر جانب سے جمع ہو جائیں گے۔

قولِ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

ہر چیز یہاں تک کہ مکھیوں کو بھی قصاص کیلئے اٹھایا جائے گا۔ جب ان کے مابین فیصلہ ہو چکے گا تو ان کو مٹی کر دیا جائے گا۔ ان میں صرف وہ باقی رہ جائے گا۔ جس میں بنی آدم کے لئے خوش کن پہلو ہیں مثلاً مور وغیرہ۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ان کا حشر ان کی موت ہے عرب کہتے ہیں جب سال لوگوں اور ان کے اموال کیلئے پریشانی والا ہوتا ہے' تو کہتے ہیں: حشر تھم السنۃ۔ سال نے ان کو ہلاک کر دیا۔

۶ :وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ (جب دریا بھڑکائے جائیں گے)

قراءت: مکی و بصری نے سُجِرَت پڑھا اور سجر التنور سے لیا جبکہ اس کو لکڑیوں سے بھر دیں اب معنی یہ ہے جب دریاؤں کو بھر دیا جائے گا۔ اور پھوٹ کر ایک دوسرے سے مل جائیں گے اور ایک سمندر بن جائے گا۔ ایک قول یہ ہے اہل نار کو عذاب دینے کیلئے آگ سے بھر دیا جائیگا۔

۷ :وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (اور جب ایک ایک قسم کے لوگ اکٹھے کیے جائیں گے) ہر نفس کو اس کے ہم جنس سے ملا دیا جائے گا۔ نیک کو نیک کے ساتھ جنت میں اور بروں کو بروں کے ساتھ آگ میں۔ نمبر۲۔ ارواح کو اجساد سے ملا دیا جائے گا۔ نمبر۳۔ نفوس کو ان کے اعمال ناموں اور اعمال سے ملا دیا جائے گا۔ نمبر۴۔ نفوس مؤمنین کو حور العین اور کفار کو شیاطین کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

زندہ درگور کے سوال:

۸ :وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ (اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا) الموءدۃ جو زندہ دفن کی گئی۔ عرب بھوک کے خطرے اور غلام بنائے جانے کے خوف سے لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے تھے۔ سُئلت سے نرمی و مہربانی کا سوال مراد ہے۔ تاکہ وہ اپنا بیان دے کہ اسے بغیر گناہ قتل کیا گیا نمبر۲۔ اس میں قاتل کو توبیخ کی گئی کہ روئے سخن اس سے پھیر کر مقتولہ کی طرف کر دیا جیسا کہ اس آیت میں ہے ء انت قلت للناس الآیۃ [المائدہ:۱۱۶]۔ نمبر۳۔ تاکہ وہ قاتل پر داخل ہو سکے۔

۹ :بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ (کہ وہ کس گناہ کی بناء پر قتل کی گئی تھی)
قراءت:قُتِّلَتْ یزید نے تشدید سے پڑھا۔

ایک اہم بات:

اس میں دلیل ہے کہ اطفال مشرکین کو عذاب نہ ہوگا اور عذاب بلا ذنب نہیں ہوا کرتا۔

۱۰ :وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (اور جب نامہ اعمال کھول دیئے جائیں گے)
قراءت: نشرت کا معنی کھولنا۔نُشِرَتْ تخفیف کے ساتھ مدنی ،شامی ، عاصم اور سہل ، یعقوب کی قراءت میں ہے۔نُشِّرَتْ یہ ابو عمرو، ابن کثیر، حمزہ، کسائی وخلف کی قراءت ہے۔الصحف سے نامہ اعمال مراد ہیں۔انسان کا نامہ عمل موت کے وقت لپیٹ دیا جاتا ہے۔پھر جب اس کو اٹھایا جائے گا تاکہ حساب و کتاب لیا جائے تو اس وقت اس نامۂ عمل کو کھولا جائے گا۔نمبر۲۔اور نشر سے مراد نامہ اعمال والوں کو ان کے نامہ ہائے اعمال کا تقسیم کرنا مراد ہو۔

۱۱ :وَاِذَا السَّمَآءُ کُشِطَتْ (جب آسمان کھل جائے گا)

قول الزجاج:

آسمان کو اس طرح اکھاڑ دیا جائے گا جیسا چھت کو اکھاڑتے ہیں۔

۱۲ :وَاِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ (اور جب دوزخ دہکائی جائے گی) سخت بھڑکائی جائے گی۔
قراءت:سُعِرَتْ ۔تخفیف والی قراءت ابن کثیر، ابوعمرو اور ابن عامر، عاصم کی ہے۔تشدید والی قراءت شامی، مدنی اور عاصم کی ہے حماد کی نہیں اور نہ ہی یحییٰ کی۔تشدید میں مبالغہ ہے۔

وَ اِذَا الۡجَنَّۃُ اُزۡلِفَتۡ ﴿۱۳﴾ عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّاۤ اَحۡضَرَتۡ ﴿۱۴﴾ فَلَاۤ اُقۡسِمُ

جنت کو قریب کر دیا جائے ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو اس نے حاضر کر دیئے۔ سو میں ان ستاروں کی قسم کھاتا ہوں

بِالۡخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الۡجَوَارِ الۡکُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَ الَّیۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ ﴿۱۷﴾ وَ الصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾

جو پیچھے کو ہٹتے ہیں جو چلنے والے ہیں چھپنے والے ہیں، قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے، قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے

اِنَّہٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ کَرِیۡمٍ ﴿۱۹﴾ ذِیۡ قُوَّۃٍ عِنۡدَ ذِی الۡعَرۡشِ مَکِیۡنٍ ﴿۲۰﴾

بلاشبہ یہ قرآن کلام ہے رسول کریم کا معزز فرشتہ کا لایا ہوا جو عرش والے کے نزدیک قوت والا ہے مرتبہ والا ہے،

مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیۡنٍ ﴿۲۱﴾ وَ مَا صَاحِبُکُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ ﴿۲۲﴾ وَ لَقَدۡ رَاٰہُ بِالۡاُفُقِ الۡمُبِیۡنِ ﴿۲۳﴾

اس کی اطاعت کی جاتی ہے وہ وہاں امانت دار ہے اور تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے، اور بات واقعی ہے کہ اس نے اس فرشتے کو واضح کنارہ پر دیکھا ہے

وَ مَا ہُوَ عَلَی الۡغَیۡبِ بِضَنِیۡنٍ ﴿۲۴﴾ وَ مَا ہُوَ بِقَوۡلِ شَیۡطٰنٍ رَّجِیۡمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَیۡنَ

اور وہ غیب کی باتوں پر بخل کرنے والا نہیں ہے، اور وہ شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے، سو تم لوگ کہاں

تَذۡہَبُوۡنَ ﴿۲۶﴾ اِنۡ ہُوَ اِلَّا ذِکۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنۡ شَآءَ مِنۡکُمۡ اَنۡ یَّسۡتَقِیۡمَ ﴿۲۸﴾

جا رہے ہو، بس وہ جہان والوں کے لئے ایک بڑی نصیحت ہے ایسے شخص کے لئے جو تم میں سے سیدھے راستہ پر چلنا چاہے

وَ مَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲۹﴾

اور تم نہیں چاہتے ہو مگر یہ کہ اللہ چاہے جو رب العالمین ہے۔

ع ۲۹/۶

۱۳: وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ (اور جب جنت نزدیک کر دی جائے گی) متقین کے قریب کر دی جائے گی جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ [ق:۳۱] یہ بارہ خصلتیں ہیں جو چھ دنیا میں پیش آئیں گی اور باقی آخرت میں۔

قراءت: ما احضرت تک بالکل وقف نہیں ہے کیونکہ اذا الشمس کا عامل ناصب ہے۔ اور باقی اس پر معطوف ہیں اور ان کا جواب اگلی آیت ہے۔

۱۴: عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ (ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو وہ لے کر آیا) نفس سے مراد کل نفس ہے۔

قراءت: اور سانس کے ہر آیت پر انقطاع کی صورت میں وقف کو ہر آیت پر جائز قرار دیا گیا ہے۔ ما احضرت جو خیر و شر وہ لے کر آیا ہے۔

۱۵: فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ (پس میں قسم اٹھاتا ہوں ان ستاروں کی جو پیچھے کو ہٹنے لگتے ہیں) لا زائدہ ہے۔ الخنس مبدأ سیر کی

طرف لوٹنا۔تم اپنے سامنے ستارے کو برج کے آخر میں دیکھتے ہو اسی وقت وہ پھر مڑ کر ابتدائے برج میں لوٹ آتا ہے۔

۱۶: اَلْجَوَارِ الْكُنَّسِ (چلتے رہتے ہیں جا چھپتے ہیں) الجوار چلتے رہنے والے۔الکنس غائب ہونے والے۔ یہ کنس الوحش سے لیا گیا ہے جبکہ وہ اپنے کچھار میں داخل ہو۔

ایک قول یہ ہے وہ خمسہ متحیرہ ہیں۔ بہرام، زحل، عطارد، الزہرہ، المشتری یہ سورج و چاند دونوں کے ساتھ چلتے ہیں۔اور واپس لوٹ کر سورج کی روشنی میں چھپ جاتے ہیں۔پس خنوس سے مراد انکا رجوع ہے۔اور کنوس سے ان کا سورج کی روشنی کے نیچے چھپنا مراد ہے۔ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد تمام ستارے ہیں۔

۱۷: وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ (اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے) عسعس نمبرا۔اپنے اندھیرے کے ساتھ متوجہ ہو۔نمبر۲۔ جانے لگے۔یہ لفظ اضداد میں سے ہے۔

۱۸: وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ (اور قسم ہے صبح کی جب وہ جانے لگے) اور اس کی روشنی پھیل جائے جب صبح کی آمد کیلئے روح اور نسیم کی آمد لازم ہے۔تو اسی لئے اس کو مجازاً سانس قرار دیا۔

صفاتِ جبرئیل علیہ السلام:

۱۹: اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (اور قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا) یہ جواب قسم ہے ہٗ سے قرآن مجید مراد ہے۔رسول کریم سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔قرآن مجید کی نسبت جبرئیل علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے کیونکہ وہ لانے کا ذریعہ ہیں۔ کریم وہ بارگاہ الٰہی میں عزت و آبرومند ہیں۔

۲۰: ذِىْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ (جو قوت والا ہے۔مالک عرش کے نزدیک ذی مرتبہ ہے) ذی قوۃ جس بات کا اس کو ذمہ دار بنایا گیا اس پر اس کو پوری قدرت و طاقت حاصل ہے اس کام سے عاجز نہیں رہتا اور نہ کمزوری دکھاتا ہے۔

عندذی العرش اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مکین مرتبہ و مقام والا ہے۔مرتبہ کا حال مرتبہ بنانے والی ذات کے مطابق ہوتا ہے تو اسی لئے فرمایا: عند ذی العرش کہ اس کی بارگاہ میں) تا کہ اس کے اعلیٰ مرتبہ و مقام پر دلالت ہو۔

۲۱: مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ (وہاں اس کا کہنا مانا جاتا ہے۔اور امانت دار ہے) مطاع ثَمَّ یعنی آسمانوں میں تمام فرشتے اس کی بات مانتے ہیں۔نمبر۲۔عرش والے کے ہاں اس کی بات مانی جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے اس کی بات مانتے ہیں۔اس کی رائے کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کے حکم سے نتیجہ نکالتے ہیں۔امین وہ وحی لانے پر امانتدار ہے۔

۲۲: وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ (اور یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے مجنون نہیں ہیں) صاحبکم سے حضرت محمد ﷺ مراد ہیں۔بمجنون جیسا کہ آپ کے متعلق کفار کا نقطۂ نظر تھا۔

نحو: اس کا عطف جواب قسم پر ہے۔

۲۳: وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ (اور انہوں نے اس فرشتہ کو آسمان کے صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے) راٰہُ سے حضرت محمد ﷺ

نے جبرئیل علیہ السلام کوان کی اصل صورت میں دیکھا ہے۔ الافق المبین سے آسمان کا مشرقی کنارہ مراد ہے۔

۲۴ : وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ (اور یہ پیغمبر مخفی باتوں پر بخل کرنے والے بھی نہیں) علی الغیب سے مراد وحی ہے۔ بضنین یہ الضن سے لیا گیا۔ اور وہ بخل کو کہتے ہیں وہ وحی میں بخل نہیں کرتے جیسا کہ کاہن لوگ مٹھائی کی غرض سے بخل کرتے ہیں۔ بلکہ آپ اسی طرح سکھا دیتے ہیں جیسا آپ کو سکھائی گئی اس میں سے کوئی چیز نہیں چھپاتے۔

قراءت: مکی، ابوعمرو اور علی نے بظنین ظاء سے پڑھا جس کا معنی مُتَّھَم ہے کہ جس پر وحی میں کمی کرنے کی تہمت لگی ہو۔ یا اس میں اضافہ کی یہ الظِنَّۃ سے ہے جس کا معنی تہمت ہے۔

۲۵ : وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ (اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے) ھو سے مراد قرآن مجید ہے۔ رَجیم: مردود۔ جیسا کہ دوسرے مقام میں فرمایا۔ وما تنزلت بہ الشیاطین [الشعراء: ۲۱۰] یعنی یہ ان کی بات نہیں جو چوری چھپے سننے کے لئے کان لگاتے ہیں۔ اور پھر وہ اپنے کاہن دوستوں کی طرف وہ بات القاء کرتے ہیں۔

۲۶ : فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ (تو تم لوگ کدھر کو چلے جا رہے ہو) اس میں کفار کیلئے استضلال ہے جیسا کہ اس شخص کو جو صحیح راستہ کو چھوڑ رہا ہو بطور افسوس کہتے ہیں یا راستے کے کناروں پر جا رہا ہو تو اس کو کہتے ہیں۔ تم کہاں جا رہے ہو؟ (کہ راستہ تو کھلا ہے اس کو کیوں چھوڑتے ہو) گویا ان کی حالت کو اس شخص کے ساتھ مثال دے کر ذکر کیا کہ یہ سامنے راستہ دیکھتے ہوئے حق سے ہٹ کر باطل کی طرف اسی طرح جا رہے ہیں۔ جیسا وہ شخص جو راستے کو جان بوجھ کر چھوڑ رہا ہو۔

قول الزجاج رحمہ اللہ:

اس کا معنی یہ ہے جو راستہ میں نے کھول کر بیان کر دیا اس سے زیادہ واضح کس راستہ پر چلو گے۔

قولِ جنید رحمہ اللہ:

تم ہم سے کنارہ کش ہو کر کہاں جا رہے ہو کونسی وہ چیز ہے جو ہمارے پاس نہیں۔

۲۷ : اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ (بس یہ تو دنیا جہان والوں کیلئے ایک بڑا نصیحت نامہ ہے) قرآن تو مخلوق کیلئے ایک نصیحت ہے۔

۲۸ : لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ (ایسے شخص کیلئے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے)

نحو: یہ من العالمین سے بدل ہے۔

ان یستقیم قرآن اس کے لئے نصیحت ہے جو استقامت چاہے یعنی جو اسلام میں داخل ہو کر استقامت چاہتے ہیں ان کو اس نصیحت سے فائدہ ہوگا۔ گویا دوسروں کو نصیحت کی ہی نہیں گئی نصیحت میں اگرچہ مخاطب تو تمام کو کیا گیا ہے۔

۲۹ : وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (اور تم بغیر اللہ رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے ہو) وماتشاء ون اور تم استقامت نہیں چاہ سکتے۔ اِلَّا ان یشاء اللہ رب العالمین۔ مگر جب کہ اللہ تعالیٰ جو تمام مخلوق کا مالک ہے وہ چاہے۔

تمت سورة التكوير بعونه تعالى اللهم اعذني من عذابك يا رب العالمين

سُوْرَۃُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۃ الانفطار مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ﴿۱﴾ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ﴿۲﴾ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ﴿۳﴾ وَاِذَا

جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب ستارے جھڑ جائیں گے۔ اور جب سمندر بہا دیئے جائیں گے اور جب

الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ﴿۴﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ﴿۵﴾ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ

قبریں اکھاڑ دی جائیں گی تو ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو اس نے پہلے بھیجے اور بعد میں بھیجے۔ اے انسان تجھے کس چیز نے تیرے

بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ﴿۶﴾ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ﴿۷﴾ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا

رب کریم کے ساتھ دھوکہ میں ڈالا جس نے تجھے پیدا فرمایا سو تیرے اعضاء درست بنائے پھر تجھے اعتدال پر رکھا جس صورت میں چاہا

شَآءَ رَكَّبَكَ ﴿۸﴾ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ﴿۹﴾ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ﴿۱۰﴾

تجھے مرکب فرمادیا۔ ہرگز نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ تم جزاء کو جھٹلاتے ہو اور بلاشبہ تمہارے اوپر نگرانی کرنے والے ہیں

كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ﴿۱۱﴾

جو عزت والے ہیں لکھنے والے ہیں

احوالِ قیامت:

۱: اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ (جب آسمان پھٹ جائے گا) انفطرت پھٹ جائے گا۔

۲: وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ (اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے) انتثرت گر پڑنا۔

۳: وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ (اور جب سب دریا بہہ پڑیں گے) ایک دوسرے کی طرف کھل جائیں گے اور ایک پانی کا سمندر بن جائے گا۔

۴: وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ (جب قبور اکھاڑ دی جائیں گی) کریدی جائیں گی اور اس کے مردوں کو نکال باہر کیا جائے گا۔

۵: عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ (ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لے گا) یہ اذا کا جواب ہے یعنی ہر نیک و بد

جان لے گا جو اس نے اطاعت کی ہوگی۔ واخرت اور جو کام اس نے چھوڑے ہونگے اور عمل نہ کیا ہوگا۔ نمبر۲۔ ماقدمت سے صدقات اور ما اخرت سے میراث مراد ہے۔

۶ :یٰاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ (اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے ایسے رب کریم کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے۔) یا یہا الانسان نمبرا۔ اس سے خطاب منکرین بعث کو کیا گیا۔ ماغرك بربك الكريم یعنی کس چیز نے تجھے دھوکا دیا یہاں تک کہ تو نے اپنے فرائض کو بھی ضائع کر دیا۔ حالانکہ تیرا رب کرم والا ہے۔

منکرین کو خطاب:

۷ :الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ (جس نے تجھ کو بنایا پھر تیرے اعضاء کو درست کیا۔ پھر تجھے اعتدال پر بنایا) اس کا کرم تو دیکھ کہ اس نے تجھ پر بنانے کا احسان فرمایا اور تسویہ و تعدیل جیسے احسان عظیم فرمائے۔ آپ ﷺ سے مروی ہے کہ جب آپ نے اس آیت کو پڑھا فرمایا۔ غرہ جھلہ (رواہ ابوعبید فی فضائل القرآن حاشیہ کشاف) اس کی جہالت نے اسے دھوکا میں رکھا۔

قولِ عمر رضی اللہ عنہ:

غرہ حمقہ یعنی اس کی حماقت نے اسے دھوکہ میں رکھا۔ نمبر۲۔

قول حسن رحمۃ اللہ علیہ:

غرہ شیطانہ یعنی اس کے شیطان نے اسے دھوکہ میں ڈالا۔ نمبر۳۔ قول فضیلؒ۔ اگر مجھے خطاب کیا جاتا تو میں کہتا تیری ستاری کے لٹکتے ہوئے پردوں نے۔ نمبر۴۔

قول یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ:

اگر مجھے خطاب ہوتا تو کہتا۔ مجھے تیرے گزشتہ اور حالیہ احسانات نے دھوکہ میں ڈالا۔ فَسَوّٰىكَ۔ یعنی تجھے مناسب طور صحیح سالم اعضاء والا بنایا۔ فَعَدَلَكَ یعنی تجھے میانہ متناسب الاعضاء بنایا۔ ان میں تفاوت نہیں رکھا۔ ایسا نہیں بنایا کہ دونوں میں سے ایک ہاتھ بہت لمبا ہو اور نہ ہی ایک آنکھ کو بہت بڑی بنایا اور نہ ایسا کیا کہ بعض اعضاء کو سفید اور بعض کو سیاہ بنایا۔ نمبر۲۔ تمہیں معتدل الخلقت بنایا کہ تو سیدھا کھڑا ہو کر چلتا ہے۔ بہائم کی طرح جھک کر نہیں۔

قراءت: کوفی قراء نے تخفیف سے پڑھا ہے۔ معنی اس کا بھی یہی ہے کہ تیرے اعضاء کو معتدل بنایا یہاں تک کہ تو معتدل الخلقت ہے۔

۸ :فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ (جس صورت میں چاہا تجھ کو ترتیب دے دیا)

نحو: ما تاکید کیلئے زائد ہے۔ یعنی جس صورت میں اس کی مشیت نے چاہا تمہیں حسن، قبح، طول و قصر کی مختلف صورتوں میں جوڑ

يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ⑫ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ⑬ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ⑭

وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو' بلاشبہ نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے اور بلاشبہ بدکار دوزخ میں ہوں گے

یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ ⑮ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ ⑯ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ

وہ اس میں بدلہ کے دن داخل ہوں گے اور وہ اس سے غائب ہونے والے نہ ہوں گے اور اے مخاطب تجھے خبر ہے کہ بدلہ کا

الدِّیْنِ ⑰ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ⑱ یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ

دن کیا ہے پھر تجھے کیا خبر ہے کہ بدلہ کا دن کیا ہے وہ ایسا دن ہو گا جس میں کوئی شخص کسی شخص کے لئے نفع کا

شَیْـًٔا ؕ وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ⑲

مالک نہ ہوگا اور اس دن ساری حکومت اللہ ہی کے لئے ہوگی۔

دیا۔ یہ جملہ ماقبل پر معطوف نہیں جیسا کہ ماقبل کا جملہ معطوف تھا۔ کیونکہ یہ عدلك کا بیان ہے اور جار مجرور کا تعلق رکبك سے ہے اس معنی میں کہ تمہیں بعض صورتوں میں رکھ کر اختیار دے دیا۔ یا محذوف سے متعلق ہے ای رکبك حاصلافی بعض الصور۔ تمہیں جوڑا اس حالت میں کہ اس سے کئی شکلیں بن گئیں۔

۹ : كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ (ہرگز نہیں بلکہ تم جزاء و سزا کو جھٹلاتے ہو) کلا ردع کیلئے ہے اللہ تعالیٰ کے متعلق جس غفلت کا شکار ہے اس کے متعلق ردع کی گئی ہے۔ بل تکذبون بالدین ۔ الدین اصل میں جزاء ہے یا دین اسلام مطلب یہ ہے تم ثواب و عقاب کی تصدیق نہیں کرتے۔

۱۰ : وَاِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ (اور تم پر یاد رکھنے والے مقرر ہیں) الحافظین ملائکہ جو تمہارے اعمال واقوال کو یاد رکھنے والے ہیں۔

۱۱ : كِرَامًا كَاتِبِیْنَ (معزز لکھنے والے مقرر ہیں) یعنی تم تو جزاء کو جھٹلا رہے ہو۔ اور کاتب تمہارے اعمال کو لکھ رہے ہیں تا کہ تم کو بدلہ دیا جائے۔

۱۲ : یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ (جو تمہارے سب افعال کو جانتے ہیں) تمہارے اعمال کی کوئی چیز ان سے ڈھکی چھپی نہیں۔ لکھنے والوں کی عظمت کو ذکر فرما کر جزاء کی عظمت ظاہر کی گئی کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم امور میں سے ہے۔ اس آیت میں متقین کو لطف و کرم کی طرف بلایا جا رہا ہے اور مجرمین کو انذار و تہویل کی جا رہی ہے۔

قولِ فضیل رحمہ اللہ:

جب فضیلؒ یہ آیت پڑھتے تو فرماتے غافلین پر اس سے زیادہ شدت والی کوئی آیت نہیں ہے۔

۱۳: اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ (نیک لوگ بیشک آسائش میں ہونگے) ابرار سے مؤمنین مراد ہیں وہ جنت کی نعمتوں میں ہونگے۔

فجار کا انجام:

۱۴: وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ (اور بدکار لوگ بیشک دوزخ میں ہونگے) الفجار سے کفار مراد ہیں وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

۱۵: یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ (روز جزاء کو اس میں داخل ہونگے) جزاء کے دن وہ جہنم میں داخل ہونگے۔

۱۶: وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ (اور وہ اس سے باہر نہ ہونگے) یعنی جہنم سے نکالے نہ جائیں گے جیسا ارشاد فرمایا: وماهم بمخرجین منها [المائدہ:۳۷]

۱۷: وَمَآ اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ (آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزاء کیسا ہے) پھر قیامت کی عظمت شان کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وما ادراك مایوم الدین۔

قیامت کا موقعہ:

۱۸: ثُمَّ مَآ اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ (پھر آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزاء کیا ہے) تاکید اور اس کی شدت وہولناکی بیان کرنے کیلئے دوبارہ لائے۔ اور اگلی آیت میں قیامت کی وضاحت فرمائی۔

۱۹: یَوْمَ لَا تَمْلِکُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ (وہ ایسا دن ہے جس میں کسی شخص کا کسی شخص کے نفع کیلئے کچھ بس نہ چلے گا۔ اور تمام تر حکومت اس روز اللہ ہی کی ہوگی) اس آیت سے قیامت کی وضاحت فرمائی کہ قیامت کو اپنے سے دفع کرنے کی اور نہ کسی دوسرے کو کسی طریق سے نفع پہنچانے کی کوئی طاقت ہوگی۔ شفاعت کا اذن الٰہی سے وہ اختیار پائے گا۔ قراءت: یوم مکی، بصری نے رفع سے پڑھا اور ھوَ کو مقدر مانا۔ ای ھو یومٌ نمبر۲۔ یوم الدین سے بدل بھی ہوسکتا ہے۔ نصب کی صورت میں۔ نمبر۱۔ ذکر کا مفعول ہے۔ نمبر۲۔ یدانون مضمر ہے۔ کیونکہ قیامت کا تذکرہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ والامر یومئذ للہ کا مطلب یہ ہے کہ اختیار اس دن صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہوگا وہی فیصلہ فرمائے گا نہ کوئی اور۔

تمت سورۃ الا نفطار بکرم الکریم والحمدللہ اولاً وآخراً۔ ۱۱ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ

سورۃ المطففین مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھتیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝۲ وَاِذَا كَالُوْهُمْ

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنیوالوں کے لئے   جن کا طریقہ یہ ہے کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں'   اور جب ان کو ناپ کر

اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝۳ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝۴ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۵

یا تول کر دیں تو گھٹا دیں'   کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے

يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝۷

جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔   ہرگز نہیں' بدکار لوگوں کا اعمالنامہ سجین میں رہے گا

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝۸ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝۹

اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ سجین میں رکھا ہوا اعمال نامہ کیا چیز ہے؟ وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے

۱: وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ (بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کیلئے)

نحو: ویل مبتدأ اور للمطففین اس کی خبر ہے۔ المطففین وہ لوگ جو کیل و وزن میں لوگوں کے حقوق تلف کرتے ہیں۔

۲: الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ (کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں) جب وہ لوگوں سے ناپ تول میں اپنے حقوق لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔

نکتہ: جبکہ ان لوگوں کا ماپ کم وصول کرنا لوگوں کیلئے نقصان کا باعث ہے اور وہ ٹھونس کر لوگوں سے وصول کرتے ہیں اسی لئے مِنْ کی بجائے عَلٰی لائے اور اس پر دلالت موجود ہے۔

ایک انداز:

عَلٰی یستوفون کے متعلق بھی ہو سکتا ہے اور فعل پر مفعول کو افادۂ اختصاص کیلئے مقدم کیا گیا ہے۔ یعنی وہ لوگوں سے خاص طور پر پورا پورا لیتے ہیں۔

قولِ فراء:

ایسے مواقع پر من اور علی ہر دو کا استعمال ہوتا ہے کیونکہ وہ اس کا حق ہے پس جب تم کہو اکتلت علیك تو گویا اس طرح کہا اخذت ماعلیك ۔ میں نے تیرے ذمہ جو کچھ تھا ناپ کر لے لیا۔ اور جب تم کہو اکتلت منك تو گویا اس طرح کہا استوفیت منك میں نے پورا تجھ سے وصول کر لیا۔

۳ :وَاِذَا کَالُوْھُمْ اَوْوَّزَنُوْھُمْ یُخْسِرُوْنَ (اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا دیں)

نحو: ضمیر منصوب الناس کی طرف راجع ہے تقدیر کلام یہ ہے کَالُوْا لَھُمْ اَوْوَّزَنُوْا لَھُمْ پس حرف جار کو حذف کر کے ضمیر فعل کے ساتھ ملا دی۔

نکتہ نمبر ا:

شروع میں اس طرح بھی نہیں کہا۔ او اتزنوا جیسا یہاں کہا گیا اَوْوَّزَنُوْھُمْ یہ بطور اکتفاء اکتالوا اور کالوا کے ساتھ ایک ہی مرتبہ لائے اور یہ کافی ہے نمبر ۲۔ اور ایک احتمال اس کے علاوہ یہ ہے کہ تطفیف کرنے والے کیل اور وزن والی دونوں چیزوں کو کیل کر کے لیتے ۔ کیونکہ کیل کے ذریعہ ان کو اپنا مال پورا کرنے کی پوری قدرت تھی اور سرقہ کا پورا موقعہ ماپ کے برتن کو حرکت دے کر اور بھرنے میں حیلہ سازی کے ذریعہ میسر آ جاتا۔ جب وہ دیتے تو کیل و وزن دونوں میں کمی کرنے پر پوری قدرت تھی اس لئے لینے کے ساتھ وزن کا ذکر نہیں فرمایا دینے کے ساتھ وزن کا بھی ذکر کر دیا گیا۔ یُخْسِرُوْنَ (وہ کمی کرتے ہیں) عرب کہتے ہیں خسر المیزان و اخسرہٗ وزن کم ہو گیا یا وزن کم کر دیا۔

ہر ہر ذرہ کا حساب:

۴، ۵ :اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ (کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں کہ وہ ایک بڑے دن میں زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے) لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ سے مراد قیامت کا دن ہے۔ الا یہ حرف تنبیہ نہیں بلکہ ہمزہ استفہام کو لا نافیہ پر داخل کیا گیا ہے یہ استفہام انکار و تعجب کیلئے ہے کہ ان کی حالت بہت عجیب ہے کہ تطفیف پر جراُت مند ہیں۔ گویا ان کے دل میں کچھ بھی خطرہ نہیں۔ اور وہ ذرا اندازہ نہیں لگاتے کہ ان کو اٹھایا جائے گا اور ہر ہر ذرہ کا ان سے حساب لیا جائے گا ور اگر وہ بعث بعد الموت پر یقین رکھتے تو کیل و وزن میں ہرگز کمی نہ کرتے۔

حکایت:

ایک اعرابی نے عبدالملک بن مروان کو کہا کیا تم نے سنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مطففین کے متعلق کہا ہے پس تمہارا اپنے متعلق کیا گمان ہے کہ تم مسلمانوں کے اموال بلا کیل و وزن لیتے ہو۔

۶ : يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے)

نحو : مبعوثون کی وجہ سے یوم یقوم منصوب ہے۔

لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین کے حکم اور اس کے حساب و بدلے کیلئے۔

قول ابن عمر رضی اللہ عنہما:

آپ نے جب یہ آیت تلاوت کی جب یہاں تک پہنچے تو زور زور سے رونے لگے اور بعد والا حصہ نہ پڑھ سکے۔

۷ : كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ (ہرگز نہیں بدکارلوگوں کا نامۂ عمل سجین میں رہے گا) کَلَّآ یہ ردع اور تنبیہ کیلئے ہے اللہ تعالیٰ نے جس تطفیف وغفلت میں وہ مبتلا تھے اس پر ان کو دھمکایا اور ان کو خبردار کیا کہ یہ ضروری ہے کہ آدمی اس سے توبہ کرے اور شرمندہ ہو پھر علی العموم فجار کو وعید سنائی فرمایا اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ (بدکارلوگوں کا نامہ عمل) کتاب سے اعمال نامے مراد ہیں۔ لَفِيْ سِجِّيْنٍ (سجین میں ہے)

۸، ۹ : وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ○ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ (آپ کو کچھ معلوم ہے کہ سجین میں رکھا ہوا نامہ عمل کیا چیز ہے۔ وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے)

سوال : اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ فجار کا نامہ عمل سجین میں ہے اور یہاں سجین کی تفسیر کتاب مرقوم سے کی گئی ہے؟ گویا اس طرح کہہ دیا گیا کہ ان کا نامہ عمل مرقوم میں ہے پس آیت کا مطلب کیا ہوا؟

جواب : سجین وہ جامع کتاب ہے وہ برائیوں کا رجسٹر ہے جس میں شیاطین کے اعمال مدون کیے گئے ہیں اور کفار جنات اور انسانوں کے۔ وہ مہر شدہ کتاب ہے اس کی کتابت واضح غیر مخفی ہے نمبر۲۔ یا نشان زدہ کتاب ہے جو اس کو دیکھ پائے گا اور وہ یہ معلوم کرلے گا کہ اس میں کوئی خیر نہیں ہے مرقوم یہ رقم الثیاب (کپڑوں کی علامت) سے لیا گیا ہے۔ معنی آیت کا یہ ہوا۔ کہ فجار کے تمام اعمال اس دیوان میں مندرجہ ہیں۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۱۱﴾ وَمَا يُكَذِّبُ

اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہو گی جو روز جزا کو جھٹلاتے ہیں اور اس کو وہی شخص جھٹلاتا ہے

بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿۱۲﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾

جو حد سے گزرنے والا ہے مجرم ہے' جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو یوں کہہ دیتا ہو کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں'

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ كَلَّاۤ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ

ہرگز ایسا نہیں' بلکہ ان کے دلوں پر انکے اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔ ہرگز ایسا نہیں' یہ لوگ اس روز اپنے رب سے

لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۷﴾

روک دیے جائیں گے پھر یہ دوزخ میں داخل ہوں گے پھر کہا جاوے گا کہ یہی ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾

ہرگز نہیں' نیک لوگوں کا اعمال نامہ علیین میں رہے گا اور آپ کو معلوم ہے کہ علیین میں رکھا ہوا اعمال نامہ کیا چیز ہے وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے

يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾

جس کو مقرب فرشتے دیکھتے ہیں۔ بلاشبہ نیک لوگ بڑی آسائش میں ہوں گے' مسہریوں پر دیکھتے ہوں گے

تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴿۲۴﴾ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾

اے مخاطب تو ان کے چہروں میں نعمت کی تازگی پہچانے گا' ان کو پینے کے لئے شراب خالص سر بمہر ملے گی

خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾

جس پر مشک کی مہر لگی ہو گی اور حرص کرنیوالوں کو ایسی ہی چیز میں حرص کرنا چاہیے

۱۰: وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی) یوم سے وہ دن جس روز لکھا ہوا مکذبین کے سامنے ظاہر کر دیا جائے گا۔

۱۱: الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ (جو کہ روز جزاء کو جھٹلاتے ہیں) الدین سے جزاء و حساب کا دن مراد ہے۔

۱۲: وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ (اور اس کو تو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد سے گزرنے والا مجرم ہو) معتد جو حد سے بڑھنے والا ہو۔ اثیم گناہ کمانے والا۔

۱۳: اِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ (جب اس کے سامنے ہماری آیات پڑھی جائیں تو یوں کہہ دیتا کہ یہ اگلوں کی بے سند باتیں منقول چلی آتی ہیں) آیات سے قرآن مجید مراد ہے۔ اساطیر الاولین پہلے لوگوں کی باتیں۔ قول الزجاج رحمہ اللہ: اساطیر اس کا واحد اسطورۃ ہے جیسے احدوثہ و احادیث بمعنی داستانیں۔

۱۴: کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ (ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان کے اعمال کا ان کے دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے) کلا حد سے بڑھنے والے گناہ گار کو اس بات پر دھمکایا گیا۔ بَلْ اس میں ان کے قول کی نفی ہے۔

قراءت: بَلْ پر حفص چھوٹا وقف یعنی سکتہ کرتے ہیں۔

رَانَ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ان کے اعمال نے ان کے دلوں کو ڈھانپ لیا ہے یعنی وہ اعمال ان کے دلوں پر غالب آگئے یہاں تک کہ ان کے دل اس میں ڈوب گئے ما کانوا یکسبون سے معاصی اور گناہ مراد ہیں۔

ران کے متعلق اقوال

رین کیا ہے؟

قول حسن رحمہ اللہ:

گناہ پر گناہ کرنے سے دل سیاہ ہو جاتا ہے۔

قول ضحاک رحمہ اللہ:

الرین دل کا مرجانا۔

ابوسلیمان رحمہ اللہ:

الرین و القسوۃ یہ دونوں غفلت کے اوقات ہیں۔ اور ان کا علاج ہمیشہ روزہ رکھنا ہے۔ پھر اگر اس کے باوجود بھی سختی دل پائے تو سالن ترک کر دے۔

۱۵: کَلَّآ اِنَّہُمْ عَنْ رَّبِّہِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ (ہرگز ایسا نہیں یہ لوگ اس روز اپنے رب سے روک دیے جائیں گے)

کَلَّآ دل پر رین کے چڑھانے پر ردع کی گئی ہے۔ اِنَّہُمْ عَنْ (بیشک وہ رویت) رَّبِّہِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ (رب تعالیٰ سے پردے میں کر دیے جائیں گے) الحجب منع کرنا۔

قول الزجاج رحمہ اللہ:

اس آیت میں دلیل ہے کہ ایمان والوں کو اس دن اپنے رب کا دیدار ہوگا ورنہ پردہ میں کر دیئے جانے کی تخصیص کا فائدہ

نہیں۔

حسین وفضل کا قول:

جیسا ان کو اپنی توحید سے دنیا میں پردے میں کر دیا قیامت میں اس کے دیدار سے ان کو روک دیا جائے گا۔

قولِ امام مالک رحمہ اللہ:

جب اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو روک دیا جائے گا وہ تو دیکھ نہ سکیں گے۔ تو حق تعالیٰ اپنے دوستوں کیلئے تجلی فرمائیں گے۔ جس سے وہ دیدار کر سکیں گے۔

ایک اور قول:

عن کے بعد کرامۃ محذوف ہے وہ اپنے رب کے اکرام سے روک دیے جائیں گے کیونکہ دنیا میں انہوں نے اس کا شکر نہیں کیا۔ پس آخرت میں اس کے اکرام سے بطور بدلہ مایوس کر دیئے جائیں گے۔ مگر قول اول صحیح ترین ہے کیونکہ رؤیت عظیم ترین اکرام ہے۔ پس اس سے روک دیا جانا دیگر انعامات سے روک دیے جانے کی علامت ہے۔

۱۶: ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ (پھر وہ دوزخ میں داخل ہونگے) دیدار سے محرومی کے بعد آگ میں ڈال دیے جائیں گے۔

۱۷: ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ (پھر کہا جائے گا یہی تو ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے) ھذا سے عذاب مراد ہے یعنی یہ وہی عذاب ہے جس کو تم دنیا میں جھٹلاتے اور اس کے وقوع کا انکار کرتے تھے۔

۱۸: كَلَّا اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ (ہرگز نہیں۔ نیک لوگوں کا نامہ عمل علیین میں رہے گا) كَلَّا یہ تکذیب سے ردع کی گئی ہے۔ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ سے ان کے مکتوب اعمال مراد ہیں۔ ابرار وہ فرمانبردار لوگ جو ماپ تول میں کمی نہیں کرتے اور بعث بعد الموت پر ان کو ایمان ہے کیونکہ ان کا یہاں فجار کے بالمقابل تذکرہ کیا گیا ہے اور فجار کے متعلق واضح طور پر فرمایا کہ وہ قیامت کے جھٹلانے والے ہیں۔

قول حسن رحمہ اللہ:

البر: وہ ہے جو چیونٹی کو بھی ایذاء نہ دے۔ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ یہ دیوان خیر کا علم ہے جس میں تمام ملائکہ اور صلحاء ثقلین کے اعمال درج ہیں اور لفظ جمع سے منقول ہو کر آیا ہے اس کا واحد عِلِّيّ ہے فِعِّيْل کے وزن پر۔ یہ اصل میں العلو سے ہے یہ اس کا نام اس لئے رکھا گیا کیونکہ یہ جنت کے اعلیٰ درجات کا سبب ہے۔ یا اس لئے کہ ساتویں آسمان پر بلند ہے اور وہاں کے ساکنین کروبی فرشتے ہیں ان کے قرب کے سبب بطور تکریم یہ نام رکھ دیا ہے۔

۱۹: وَمَآ اَدْرٰكَ مَا عِلِّيُّوْنَ (اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ علیون میں رکھا ہوا نامہ عمل کیا چیز ہے) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کونسی چیز آپ کو علیون

کے بارے میں معلوم کرادے کہ وہ کیا چیز ہے۔

۲۰ : كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ (وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے)

۲۱ : يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ (جس کو مقرب فرشتے دیکھتے ہیں) ملائکہ وہاں حاضر ہوتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے ابرار کا عمل جب آسمان پر اٹھایا جاتا ہے۔ تو ہر آسمان کے مقربین اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

۲۲ : اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ (نیک لوگ بڑی آسائش میں ہونگے) جنتوں میں نعمتیں پاتے ہونگے۔

ابرار کے انعامات:

۲۳ : عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ (مسہریوں پر دیکھتے ہونگے) مسہریوں میں بیٹھے اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام کو اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو عذاب میں مبتلا دیکھ رہے ہونگے۔

۲۴ : تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ (اے مخاطب تو ان کے چہروں پر آسائش کی بشاشت پہچانے گا) خوش عیشی کی رونق اور تروتازگی۔

۲۵ : يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ (ان کو پینے کیلئے شراب خالص سربمہر ملے گی) رحیق شراب خالص۔

۲۶ : خِتٰمُهٗ مِسْكٌ (جس میں مشک کی مہر ہوگی) وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ (اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنی چاہیے) اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے اکرام کے لئے وہاں کی شراب کو کستوری کی مہر والا بنایا۔ جبکہ دنیا میں شراب پر مٹی کی مہر لگائی جاتی ہے۔ (مٹی سے نکلی ہوئی اشیاء جیسے پلاسٹک وغیرہ) نمبر۲۔ ختامہ مسك اس کے اختتام پر مشک کی خوشبو ہوگی۔

قراءت: خاتَمهٗ علی نے پڑھا ہے۔

وَفِيْ ذٰلِكَ (اور اسی میں) خالص شراب اور شاندار نعمتیں فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنا چاہیے اور یہ نیک کاموں میں سبقت سے حاصل ہوتی ہے اور برائیوں سے باز رہنے سے ملتی ہے۔

وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿۲۷﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ

اور اس کی آمیزش تسنیم سے ہو گی یعنی ایک ایسا چشمہ جس سے مقرب بندے پیئے ہوں گے۔ بلاشبہ جن لوگوں نے

أَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَإِذَا مَرُّوْا بِهِمْ

جرم کیے ' وہ ایمان والوں پر ہنستے تھے اور جب ان کے پاس سے گزرتے تھے

يَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَإِذَا انْقَلَبُوْا إِلٰى أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَإِذَا

تو آپس میں اشارہ بازی کرتے تھے اور جب اپنے گھروں کو جاتے تھے تو دل لگی کرتے ہوئے لوٹتے تھے ' اور جب

رَأَوْهُمْ قَالُوْا إِنَّ هٰؤُلَاءِ لَضَالُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَمَا أُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾

ان کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ بلاشبہ یہ لوگ یقیناً گمراہ ہیں۔ حالانکہ یہ ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے '

فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَلْ

سو آج ایمان والے کافروں پر ہنسیں گے۔ مسہریوں پر دیکھتے ہوں گے۔ واقعی

ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

بات یہ ہے کہ کافروں کو ان کے کرتوتوں کا بدلہ دیا جائے گا۔

۲۷: وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ (اوراس کی آمیزش تسنیم سے ہوگی) خالص شراب میں تسنیم کی ملاوٹ ہوگی۔ تسنیم ایک معینہ چشمے کا نام ہے تسنیم یہ سَنَّمَہٗ کا مصدر ہے جبکہ کسی چیز کو بلند کریں کیونکہ وہ جنت میں سب سے اعلیٰ شراب کا چشمہ ہے۔ اسی وجہ سے اس کا نام تسنیم رکھا۔ نمبر۲۔ کیونکہ وہ شراب اوپر سے انڈیلی جائے گی ان کے برتنوں میں ڈالی جائے گی۔

۲۸: عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ (ایک ایسا چشمہ ہے جس سے مقرب بندے پئیں گے)

نحو: عیناً حال ہے یا مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔ یشرب بھا ای یشرب منھا۔ وہ اس سے پئیں گے۔ المقربون۔ قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ: مقرب اس کو خالص پئیں گے اور اصحاب یمین کو ملا کر دیا جائے گا۔

۲۹: إِنَّ الَّذِيْنَ أَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ (جو لوگ مجرم تھے وہ ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے) اجرموا سے جرم کفر کرنے والے۔ یضحکون دنیا میں ایمان والوں کا مذاق اڑاتے تھے۔

۳۰: وَإِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ (اور جب ان کے سامنے سے ہو کر گزرتے تھے تو آنکھوں سے اشارے کرتے تھے) ایمان والوں پر عیب جوئی اور طعنہ زنی کیلئے آنکھوں سے ایک دوسرے کو اشارے کرتے تھے۔

ایک قول یہ ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ آرہے تھے کہ منافقین نے ان پر طعنہ زنی کی اور استہزاء کیا اور آنکھوں سے ایک دوسرے کو اشارے کیے اور کہنے لگے کیا تم دیکھتے ہو اس گنجے کو؟ اس پر یہ آیت اتری اس سے قبل کہ علی رضی اللہ عنہ مجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچے۔

۳۱ :وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ (اور جب اپنے گھروں کو جاتے تھے) جب کفار اپنی منازل کی طرف لوٹتے۔ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ (تو دل لگیاں کرتے ہوئے لوٹتے تھے) مسلمانوں کے تذکرہ سے لذت حاصل کرتے اور ان سے تمسخر کرتے ہوئے۔

قراءت: حفص کے علاوہ قراء نے فاکھین پڑھا ہے۔ جس کا معنی خوش خوش ہے۔

کفار کا خیال:

۳۲ :وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ (اور جب وہ ان کو دیکھتے تو کہتے یہ لوگ یقیناً غلطی میں ہیں) راوھم جب کافر مؤمنوں کو دیکھتے۔ لضالون یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دھوکہ دیا ہے اس لئے یہ گمراہ ہوئے اور لذات کو چھوڑ دیا۔ اس امید پر کہ ان کو آخرت میں بڑی نعمتیں میسر آئیں گے۔ انہوں نے اس خیال کی خاطر حقیقت کو چھوڑ دیا۔ اور یہ عین گمراہی ہے۔

۳۳ :وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ (حالانکہ یہ ان پر نگرانی کرنے والے کر کے نہیں بھیجے گئے) اُرسلوا کفار کو نہیں بھیجا گیا۔ علیھم ان ایمان والوں پر حافظین نگران جو ان کے اموال کی نگہبانی کریں اور ان کے اعمال کی ٹوہ میں رہیں بلکہ ان کو اپنے نفوس کی اصلاح کا حکم دیا گیا ان کو چاہیے یہ تھا کہ اپنی درستی میں مشغول ہوتے بجائے اس بات کے کہ دوسروں کا پیچھا کریں اور ان کو بیوقوف بنائیں۔

۳۴ :فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ (پس آج کے دن ایمان والے کفار پر ہنستے ہونگے) الیوم سے قیامت کا دن مراد ہے۔ یضحکون کفار جس طرح ایمان والوں سے دنیا میں ہنسا کرتے تھے۔ اسکے بدلے میں مؤمن ان سے ہنسیں گے۔

۳۵ :عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ (مسہریوں پر دیکھ رہے ہونگے) نحو: یہ یضحکون سے حال ہے ای یضحکون منھم ناظرین الیھم والی ماھم فیہ من الھوان والصغار بعد العزۃ والاستکبار وھم علی الارائك آمنون۔ وہ ان کو دیکھ کر ہنسیں گے اور ان کی ذلت ورسوائی کو دیکھ کر جبکہ دنیا میں متکبر ومعزز تھے اس حال میں کہ وہ امن سے مسہریوں پر بیٹھے ہونگے۔ ایک قول یہ ہے کفار کیلئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا پھر ان کو کہا جائے گا کہ جنت کی طرف آؤ۔ جب جنت کے دروازہ کے قریب ہونگے تو جنت کا دروازہ بند کر لیا جائے گا اس پر ایمان والے ان سے خوب ہنسیں گے۔

۳۶ :هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (کافروں کو ان کے کیے کا خوب بدلہ ملا) ان کے ایمان والوں کے ساتھ استہزاء کرنے کا آج یہ بدلہ جس کا ذکر ہوا۔ (اللھم احفظنا منھا)

تمت سورۃ المطففین بحمد اللہ

سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۃ الانشقاق مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پچیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ① وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ② وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ③

جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے رب کا حکم سن لے گا اور وہ اسی لائق ہے، اور جب زمین کھینچ کر بڑھا دی جائے گی

وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ④ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ⑤ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ

اور وہ سب کچھ ڈال دے گی جو اس کے اندر ہے، اور خالی ہو جائے گی، اور وہ اپنے رب کا حکم سن لے گی اور وہ اسی لائق ہے، اے انسان تو

كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ⑥ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ⑦ فَسَوْفَ

اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کوشش کر رہا ہے پھر اس سے ملاقات ہو جائے گی، سو جس کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا گیا سو اس سے

يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ⑧ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ⑨ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ

آسان حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے متعلقین کی طرف خوش ہو کر لوٹے گا اور جس کا اعمال نامہ اس کی

كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ⑩ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ⑪ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ⑫

پشت سے دیا گیا سو یہ شخص ہلاکت کو پکارے گا اور دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا'

۱: اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (جب آسمان پھٹ جائے گا اور اس میں پھٹ کر سوراخ ہو جائیں گے)

۲: وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ (اور اپنے رب کا حکم سن لے گا وہ اسی لائق ہے) یعنی آسمان انشقاق کیلئے اپنے رب کا حکم سن کر اس کو قبول کرے گا اور مانے گا۔ انکار نہ کرے گا اور نہ تعمیل سے باز رہے گا۔

حُقَّتْ:

اس کا حق بنتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم سنے اور اس کی اطاعت کرے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا بنایا اور تربیت دیا ہوا ہے۔

شاہد ومشہود:

۳ :وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ (اور جب زمین کھینچ کر بڑھادی جائے گی) پھیلا دی جائے گی اور اس کے پہاڑ اور ٹیلے برابر کر دیے جائیں گے۔

۴ :وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ (اور اپنے اندر کی چیزوں کو باہر اگل دیگی اور خالی ہو جائے گی) القت یعنی اپنے اندر کے تمام خزانے اور مردوں کو باہر پھینک دے گی۔تخلت اور بالکل خالی ہو جائے گی یہاں تک کہ اس کے باطن میں کوئی چیز نہ رہے گی گویا کہ اس نے خالی ہونے میں بڑے تکلف سے کام لیا ہے عرب کہتے ہیں مکرم الکریم جب کہ وہ سخاوت میں اپنی پوری ہمت صرف کر دے اور اپنی طبیعت سے بڑھ کر تکلف کرے۔

۵ :وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ (اور اپنے رب کا حکم سن لے گی اور وہ اسی لائق ہے) اذنت اپنے اندر کی ہر چیز نکالنے اور خالی ہونے کا حکم۔حقت اس کو حق بنتا ہے کہ وہ اطاعت کرے اور سرتابی نہ کرے۔اذا کا جواب حذف کر دیا گیا تا کہ اندازہ کرنے والا اندازے کے ہر راستہ پر جائے۔نمبر۲۔ان اجوبہ پر اکتفاء کیا جو ایسے مواقع پر سورۃ تکویر وانفطار میں مذکورہ ہے۔نمبر۳۔اس کے جواب پر ملاقیہ دلالت کرتا ہے ای اذا السماء انشقت لاقی الانسان کدحه۔

۶ :یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ (اے انسان) اس میں جنس انسان کو خطاب کیا گیا ہے۔اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا (تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کوشش کر رہا ہے) کَادِحٌ کوشش کرنے والا ہے۔اِلٰى رَبِّكَ (اپنے رب کی ملاقات تک) كَدْحًا وہ موت ہے اور موت کے بعد والی حالت کو لقاء سے مثال دی۔فَمُلٰقِيْهِ (پھر اس سے جا ملے گا) اس میں ضمیر کدح کی طرف راجع ہے اور کدح عمل کیلئے نفس کی تگ ودو اور مشقت اٹھانا یہاں تک کہ اثر نفس میں معلوم ہو اس سے مراد مشقت کا بدلہ ہے اگر اچھا ہوا تو اچھا بدلہ اور اگر برا ہوا تو برا بدلہ۔

ایک قول یہ ہے:

ملاقیه ای لقاء الکدح تو مشقت کو ملنے والا ہے۔یعنی ایسی کتاب پانے والا ہے جس میں وہ کدح ومشقت پائی جاتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے فاما من اوتی کتابهٗ بیمینه یعنی نامۂ عمل۔

۷ :فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ (تو جس شخص کا نامۂ عمل اس کے دائیں ہاتھ میں ملے گا) کتاب سے یہاں نامۂ عمل مراد ہے۔

انتقام کا سبب ایمان باللہ:

۸ :فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا (اس سے آسان حساب لیا جائے گا) نرم وآسان اور وہ آسان یہ ہے کہ حسنات پر بدلہ دیا جائے اور سیئات سے درگزر کیا جائے۔حدیث شریف میں وارد ہے۔من یحاسب یعذب۔جس کا محاسبہ ہو گیا وہ عذاب میں پڑا آپ سے عرض کیا گیا پھر اس ارشاد الٰہی کا کیا مطلب ہے فسوف یحاسب حسابا یسیرا۔تو فرمایا اس میں اعمال کے پیش

اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝۱۳ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ۝۱۴ بَلٰۤى ۚۛ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ

بے شک وہ اپنے گھر والوں میں خوش تھا' بیشک اس نے یہ خیال کیا کہ وہ واپس نہ جائے گا' ہاں ضرور واپس ہونا ہے بیشک اس کا رب اسے دیکھنے والا ہے۔

بَصِیْرًا ۝۱۵ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝۱۶ وَ الَّیْلِ وَ مَا وَسَقَ ۝۱۷ وَ الْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝۱۸ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا

سو میں قسم کھاتا ہوں شفق کی اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات نے سمیٹ لیا اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائے تم ضرور ایک حالت کے بعد

عَنْ طَبَقٍ ۝۱۹ فَمَا لَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۲۰ وَ اِذَا قُرِئَ عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ ۝۲۱

دوسری حالت پر پہنچو گے سو ان لوگوں کو کیا ہوا جو ایمان نہیں لاتے اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو نہیں جھکتے

بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُكَذِّبُوْنَ ۝۲۲ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُوْعُوْنَ ۝۲۳ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ

بلکہ کافر لوگ جھٹلاتے ہیں' اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ یہ جمع کر رہے ہیں سو آپ ان کو ایک درد ناک عذاب کی خبر

اَلِیْمٍ ۝۲۴ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۲۵

دے دیجئے لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ان کے لئے ایسا اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں ہے۔

ہونے کا ذکر ہے۔ اور میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس سے حساب میں مناقشہ کیا گیا وہ عذاب میں مبتلا ہو گیا۔

[رواہ البخاری: ۱۰۳، مسلم: ۲۸۷۶]

۹ : وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا (وہ اپنے متعلقین کے پاس خوش باش آئے گا) اھلہ سے خاندان کے وہ لوگ مراد ہیں جو مؤمن ہونگے یا ایمان والوں کے پاس لوٹے گا۔ نمبر ۳۔ اہل سے مراد جنت میں حور العین جو اس کی زوجہ ہوگی مسرورًا: خوش۔

۱۰ : وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ (اور جس شخص کا نامہ عمل اس کی پیٹھ پیچھے سے ملے گا) ایک قول یہ ہے اس کا دایاں ہاتھ گردن سے باندھ دیا جائیگا اور بایاں ہاتھ پیٹھ پیچھے کر دیا جائے گا اور پھر اس کا نامہ عمل بائیں ہاتھ میں پیٹھ پیچھے سے دیا جائے گا۔

جنت بڑی کامیابی:

۱۱ : فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا (اور وہ موت کو پکارے گا) وہ کہے گا وا ثبو راہ ہائے میری ہلاکت ہائے میری ہلاکت۔

۱۲ : وَّ یَصْلٰى سَعِیْرًا (وہ جہنم میں داخل ہوگا) سعیر جہنم کا نام ہے۔

قراءت: عراقی قراء نے سوائے علی کے یَصْلٰى پڑھا ہے۔

۱۳ : اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا (یہ شخص اپنے متعلقین میں خوش خوش رہا کرتا تھا) کان سے مراد دنیا کی زندگی فی اھلہ ای مع اھلہ اس کے ساتھ۔ مسرورا یہ کفر پر خوش تھا اور ایمان والوں سے تمسخر کرتا تھا۔ ایک اور قول یہ ہے اپنے نفس کا پیروکار تھا اور

خواہش پرست تھا نفسانی چراگاہوں میں چرتا پھرتا تھا۔

۱۴ : اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ (اس نے خیال کر رکھا تھا کہ اس کو لوٹنا نہیں ہے) یہ اپنے رب کی بارگاہ کی طرف ہرگز نہ لوٹے گا۔ یہ بعث بعد الموت کی تکذیب کرتا تھا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

میں نے اسکی تفسیر اس وقت جانی جب میں نے ایک دیہاتی عورت کو کہتے سنا جو اپنی بیٹی کو کہہ رہی تھی۔ حُوری تو لوٹ جا۔

۱۵ : بَلٰۤى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا (کیوں نہ ہوتا اس کا رب اس کو خوب دیکھتا تھا) بلٰی لن یحور کی نفی کے بعد ایجاب کیلئے آیا ہے ای بلٰی لیحورنّ کیوں نہیں ضرور بضرور وہ لوٹے گا۔ ان ربه کان به اس کا رب اس کے اعمال کو بصیرًا دیکھنے والا ہے۔ اس پر کوئی چیز مخفی نہیں پس ضروری ہے کہ اس کو لوٹا کر اس پر بدلہ دے۔

۱۶ : فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ (پس میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ شفق کی) اس میں سرخی کے بعد سفیدی کی قسم اٹھائی۔ نمبر ۲۔ سرخی کی قسم اٹھائی

۱۷ : وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ (اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ لیتی ہے) وسق جمع کرنے اور ملانے کے معنی میں ہے اور اس سے مراد ستارے اور ظلمت ہیں نمبر ۲۔ جو رات میں تہجد وغیرہ کام کیے جاتے ہیں۔

۱۸ : وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ (اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائے) جب کہ وہ جمع ہو اور کامل چاند بن جائے۔ اتسق یہ باب افتعال وسق سے ہے۔

۱۹ : لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ (تم لوگوں کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں پہنچنا ہے) اے انسانوں، جب ضمیر جنس انسان کی طرف لوٹائیں۔ ایک حالت سے دوسری حالت میں پہنچنا ہے ہر حالت دوسری کے ساتھ شدت و ہول میں مطابقت رکھنے والی ہے الطبق جو دوسرے کے مطابق ہو عرب کہتے ہیں ما هذا بطبق لذا۔ ای لا یطابقه یہ اس کے مطابق نہیں اسی وجہ سے ڈھکنے کو الطبق کہتے ہیں۔ اور یہ بھی درست ہے کہ الطبق یہ طبقة کی جمع ہو اور اس کا معنی مرتبہ ہو جیسے کہتے ہیں هو علی طبقاتٍ وہ کئی مرتبوں پر ہے اب معنی ہوگا تم حالات کے بعد دوسرے حالات میں پہنچو گے وہ حالات سختی میں ایک دوسرے سے کم زیادہ مرتبہ رکھتے ہونگے۔ اور مقصود اس سے موت اور اس کے بعد قیامت کے احوال و مواطن ہیں۔

نحو : عن طبق یہ محلا منصوب ہے۔ اس وجہ سے کہ طبقًا کی صفت ہے۔ ای طبقا مجاوزًا عن طبق۔ ایک حالت جو دوسری حالت سے بڑھنے والی ہے۔ نمبر ۲۔ ترکبن کی ضمیر سے حال ہے۔ ای لترکبن طبقا مجاوزین لطبق تم نے ایک حالت سے دوسری میں پہنچنا ہے اس حالت میں کہ تم پہلی حالت کو عبور کرنے والے ہوگے۔

قولِ مکحول:

ہر بیس سال میں ایک ایسا نیا معاملہ پاؤ گے جس پر تم پہلے نہ تھے۔

قراءت: طَبَقًا کی، علی، حمزہ نے پڑھا۔ خطاب خاص آنحضرت ﷺ کو فرمایا کہ تم ضرور چڑھو گے آسمان کے ایک طبق سے دوسرے طبق پر یعنی معراج میں۔

۲۰: فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (پس ان لوگوں کو کیا ہو گیا کہ ایمان نہیں لاتے)

۲۱: وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ (اور جب ان کے روبرو قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے) لا یسجدونَ وہ عاجزی نہیں کرتے۔

۲۲: بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ (بلکہ یہ کافر تکذیب کرتے ہیں) تکذیب سے بعث وقرآن کی تکذیب مراد ہے۔

۲۳: وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ (اور اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے جو کچھ یہ لوگ جمع کرتے ہیں) یوعونَ جمع کرنے کے معنی میں ہے یعنی جو کفریات اور تکذیب اپنے سینوں میں نبی اکرم ﷺ کے متعلق جمع کرنے والے ہیں۔ نمبر۲۔ جو برے اعمال وہ اپنے صحائف اعمال میں اکٹھے کرتے ہیں اور اپنے نفوس کے لئے کئی اقسام کے عذاب جمع کرنے والے ہیں۔

۲۴: فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (پس آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر دیجئے) یعنی ان کو ایسی خبر سنا دو جس کا اثر ان کے ظاہری چہرہ پر نمایاں ہو۔

۲۵: إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ (لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے ان کے لئے ایسا اجر ہے جو منقطع نہ ہونے والا ہے) الا الذین یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ غیر ممنونٍ نہ منقطع ہونے والا یا کم نہ کیا جائے گا۔

تمت سورۃ الانشقاق بحمد اللہ تعالیٰ

سورۃ البروج مکہ میں نازل ہوئی اس میں بائیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ① وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ② وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ③ قُتِلَ اَصْحٰبُ

قسم ہے برجوں والے آسمان کی اور قسم ہے وعدہ کئے ہوئے دن کی اور قسم ہے حاضر ہونے والے دن کی اور قسم ہے اس دن کی جس میں لوگوں کی حاضری ہوتی ہے کہ خندق

الْاُخْدُوْدِ ④ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ⑤ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ⑥ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ

والے یعنی بہت سے ایندھن کی آگ والے ملعون ہوئے جس وقت وہ لوگ اس آگ کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ

بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ⑦

کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے

۱: وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ (قسم ہے برجوں والے آسمان کی) وہ برج بارہ ہیں۔

ایک قول:

یہ ہے اس سے ستارے مراد ہیں۔ نمبر۲۔ بڑے ستارے مراد ہیں۔

۲: وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ (اور وعدہ کیے ہوئے دن کی) وعدہ کے دن سے قیامت کا دن مراد ہے۔

شاہد و مشہود:

۳: وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ (اور حاضر ہونے والے کی اور جس میں حاضری ہوئی ہے) اور اس دن میں حاضر ہونے والے کی قسم اور مشہود جس میں حاضری ہوئی ہے شاہد سے وہ تمام مخلوق مراد ہے جو اس میں حاضر ہوگی اور مشہود فیہ سے اس دن کے عجائبات مراد ہیں جو پیش آئیں گے۔ ان دونوں کو نکرہ یا تو اسی طریق سے لائے جیسا علمت نفس مااحضرت میں گویا اس طرح کہا گیا وما افرطت کثرتہ من شاھد و مشھود۔ نمبر۲۔ یا پھر وصف میں ابہام کے لئے نکرہ لائے گویا اس طرح کہا گیا اور قسم ہے شاہد و مشہود کی جن کی حقیقت بیان میں نہیں آسکتی۔ مفسرین کے اقوال اس سلسلہ میں کثرت سے وارد ہیں۔ نمبر۱۔ حضرت محمد ﷺ اور قیامت کا دن نمبر۲۔ عیسیٰ علیہ السلام نمبر۳۔ امت محمد ﷺ اور تمام امتیں۔ نمبر۴۔ حجر اسود اور حج۔ نمبر۵۔ دن اور راتیں اور اولاد آدم

اس حدیث کی بناء جس کو دیلمی نے ۶۱۷۰ میں روایت کیا۔ ہر روز یہ آواز دی جاتی ہے میں نیا دن ہوں۔ اور جو مجھ میں کیا جائے گا وہ گواہ ہے۔ پس تم مجھے غنیمت جانو! نمبر ۶۔ حفاظتی فرشتے اور اولاد آدم علیہ السلام نمبر ۷۔ اللہ تعالیٰ اور مخلوق۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کفی باللہ شھیدا [الفتح: ۲۸] نمبر ۸ انبیاء علیہم السلام اور محمد علیہ السلام۔ قسم کا جواب محذوف ہے جس پر قتل اصحب الاخدود دلالت کرتا ہے۔ ای لعن گویا اس طرح کہا گیا مجھے ان چیزوں کی قسم ہے کہ وہ ملعون ہیں یعنی کفار قریش جیسا اصحاب اخدود ملعون ہوئے۔

واقعۂ راہب وغلام:

۴ : قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ (خندق والے ملعون ہوئے) الاخدود جمع خدٌ کی ہے زمین میں بڑے گڑھے کو کہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ ایک بادشاہ کے ہاں ایک جادوگر تھا۔ جب وہ بوڑھا ہوا تو ایک لڑکا اس کے ساتھ ملا دیا۔ تاکہ وہ اپنا جادو اس کو سکھلا دے۔ اس لڑکے کی راہ گزر پر ایک راہب کا جھونپڑا تھا۔ اس نے راہب کی باتیں سن پائیں۔ ایک دن اس نے اپنے راستہ میں ایک جانور پایا جس نے لوگوں کا راستہ بند کر دیا تھا لڑکے نے ایک پتھر لیا اور کہا اللھم ان کان الراھب احب الیك من الساحر فاقتلھا۔ چنانچہ وہ جانور اس پتھر سے ہلاک ہوگیا۔ اس کے بعد وہ غلام مادر زاد اندھوں کی آنکھیں اور کوڑھیوں کو درست کرنے لگا۔ بادشاہ کا ہم مجلس اندھا ہو چکا تھا۔ اس کو بھی شفاء مل گئی۔ بادشاہ نے اس کو صحیح سالم پایا تو پوچھا۔ تیری آنکھوں کی بصارت کس نے واپس کی تو اس نے کہا میرے رب نے بادشاہ ناراض ہوا اور اس کو سزا دی۔ دوران سزا اس نے لڑکے کے متعلق بتلا دیا۔ لڑکے کو سزا دی تو اس نے راہب کی اطلاع دی۔ راہب کو دین سے لوٹ جانے کا کہا گیا مگر وہ نہ لوٹا۔ بادشاہ نے اس کو آرے سے دو ٹکڑے کر دیا۔ لڑکے نے مذہب چھوڑنے سے انکار کیا۔ تو اس کو پہاڑ پر لے جایا گیا تاکہ چوٹی سے نیچے پھینک دیا جائے۔ لڑکے نے دعا کی۔ زلزلہ آیا وہ تمام تباہ اور یہ بچ کر آ گیا۔ پھر وہ ایک بڑی کشتی میں بٹھا کر سمندر میں غرق کرنے گئے۔ اس نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ کشتی الٹ گئی جس سے وہ تمام ڈوب مرے اور لڑکا بچ کر آ گیا۔ اس نے بادشاہ کو کہہ دیا۔ تو مجھے قتل نہیں کر سکتا یہاں تک کہ تو ایک میدان میں لوگوں کو جمع کر اور مجھے ایک اونچے کھجور کے تنے پر سولی دو۔ اور میرے تھیلے میں سے ایک تیر لے کر اس طرح کہو۔ بسم اللہ رب الغلام۔ پھر تیر چلا دو۔ بادشاہ نے اسی طرح کر دیا۔ اس کو تیر مار دیا وہ اس کی کنپٹی میں لگا۔ لڑکے نے کنپٹی پر اپنا ہاتھ رکھا اور مر گیا۔ لوگوں نے کہا ہم لڑکے کے رب پر ایمان لائے بادشاہ کو کہا گیا جس بات کا تجھے خطرہ تھا وہ واقع ہوگئی۔ بادشاہ نے بہت سی خندقیں کھدوائیں۔ اور ان کو آگ سے پر کیا اور اعلان کیا جو اقرار رب العالمین سے انکار نہ کرے اس کو آگ میں جھونک دو۔ یہاں تک کہ ایک عورت بچے سمیت آئی۔ وہ آگ میں گرنے سے ہچکچائی بچہ بول اٹھا۔ یا اماہ! اصبری انك علی الحق چنانچہ بچے کو ماں سمیت آگ میں ڈال دیا گیا۔ [مسلم: ۳۰۰۵، احمد: ۱/۵/۱۳]۔

۵ : النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ (بہت سے ایندھن کی آگ والے)

نحو: یہ الاخدود سے بدل الاشتمال ہے۔

ذات الوقود یہ النار کی صفت ہے کیونکہ وہ بہت بڑی آگ تھی۔ زیادہ لکڑیاں ڈالنے اور لوگوں کے ابدان سے بہت بلند لپٹ مارنے والی تھی۔

۶ : اِذْهُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ (جس وقت وہ لوگ آگ کے آس پاس بیٹھے تھے) اذ یہ قتل کا ظرف ہے وہ ملعون ہوئے جب انہوں نے آگ سے ایمان والوں کو جلا دیا۔ اس حال میں کہ وہ آگ کے کنارے پر بیٹھے تھے۔ ھم علیھا وہ کفار خندقوں کے کناروں کے قریب کرسیاں ڈالے بیٹھے تھے۔

۷ : وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ (اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے) ھم سے کفار مراد ہیں۔ ما یفعلون سے جلانے والا فعل۔ شہود وہ ایک دوسرے پر بادشاہ کے ہاں گواہی دے رہے تھے کہ جو اس کو حکم ملا ہے۔ اس نے اس کے نفاذ میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ اور جن کو سزا دینا اس کے ذمہ کیا گیا تھا اس نے اس میں کمی نہیں کی۔

نصیحت :

اس میں ایمان والوں کو صبر کی تلقین اور اہل مکہ کی طرف سے آنے والی تکالیف برداشت کرنے کیلئے آمادہ کیا جا رہا ہے۔

وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ﴿٨﴾ الَّذِي لَهُ

اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا تھا بجز اس کے کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست ہے اور سزاوار حمد ہے ایسا کہ اسی کی

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا

سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ بلاشبہ جن لوگوں نے

الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ

مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو تکلیف پہنچائی پھر توبہ نہ کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے

عَذَابُ الْحَرِيقِ ﴿١٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِي

جلنے کا عذاب ہے بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ﴿١١﴾ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ﴿١٢﴾

نہریں جاری ہوں گی یہ بڑی کامیابی ہے۔ بلاشبہ آپ کے رب کی پکڑ سخت ہے۔

إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ﴿١٣﴾ وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ﴿١٤﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ﴿١٥﴾

بلاشبہ وہ پہلی بار پیدا فرماتا ہے اور دوبارہ پیدا فرمائے گا اور وہ بڑا بخشنے والا ہے بڑی محبت والا ہے عرش کا مالک ہے۔ عظمت والا ہے

فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ ﴿١٦﴾ هَلْ أَتٰكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ﴿١٧﴾ فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ﴿١٨﴾

وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے۔ کیا آپ کے پاس لشکروں کی بات پہنچی ہے یعنی فرعون اور ثمود کی

بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ﴿١٩﴾ وَاللّٰهُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ ﴿٢٠﴾ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَجِيدٌ ﴿٢١﴾

بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ تکذیب میں ہیں اور اللہ ان کو ادھر اُدھر سے گھیرے ہوئے ہے بلکہ وہ قرآن مجید ہے

فِي لَوْحٍ مَحْفُوظٍ ﴿٢٢﴾

جو لوح محفوظ میں ہے۔

انتقام کا سبب ایمان باللہ:

۸ : وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ (اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہ پایا تھا۔

سوائے اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تھے) ان کی ناپسندیدہ بات اور بڑا عیب مسلمانوں کے متعلق ایمان باللہ تھا۔ جیسا کہ شاعر کے اس قول میں ہے۔

لا عیب فیھم غیر ان سیوفھم

وما نقموا من بنی امیہ اِلَّا انھم یحلمون ان غضبوا

ان کی ناراضگی بنوامیہ سے صرف اسی بناء پر ہے کہ وہ غصہ کے وقت حلم سے کام لیتے ہیں۔

قراءت: نَقِموا کسرہ کے ساتھ پڑھا گیا۔ زیادہ فصیح فتحہ ہے۔ باللہ العزیز الحمید ۔ ان صفات باری تعالیٰ کا ذکر کیا گیا۔ جن کی وجہ سے وہ ایمان لانے کا حقدار ہے اور وہ اس کا عزیز، یعنی غالب اور قادر ہونا ہے کہ جس کی سزا کا خطرہ ہو۔ اور الحمید حمد والا انعام والا ہونا ہے کہ جس کی نعمتوں پر حمد ضروری اور اس کے ثواب کی امید لازم ہے۔

۹ : اَلَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ (ایسی ذات ہے کہ اسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے) آسمانوں وزمین کے ہر رہنے والے پر یہ حق بنتا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور بار بار اسی کے سامنے جھکیں کیونکہ جس بات پر وہ ناراض ہوتے ہیں وہ ایسا حق ہے جس پر باطل پرست ہی ناراض ہوسکتا ہے۔ جو لوگ حق پر ناراض ہونے والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑے عذاب کے ذریعہ انتقام کے حقدار ہیں۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ یہ کفار کو وعید سنائی گئی یعنی اس کو ان کا فعل معلوم ہے وہ ان کو اس پر بدلہ دے گا۔

۱۰ : اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو تکلیف دی) الذین فتنوآ سے صرف اصحاب اخدود مراد ہوسکتے ہیں۔ اور الذین اٰمنوا سے وہ لوگ جن کو آگ میں ڈالا گیا۔ فتنوآ کا معنی آگ میں جلانا اور آگ کے ذریعہ سزا دینا مراد ہے۔ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا (پھر توبہ نہیں کی) وہ اپنے کفر سے نہیں لوٹے۔ فَلَهُمْ (ان کے لئے) آخرت میں عَذَابُ جَهَنَّمَ (جہنم کا عذاب) ان کے کفر کے باعث ملے گا وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ (اور ان کے لئے جلنے کا عذاب ہے) دنیا میں اس لئے کہ مروی ہے کہ وہ آگ ان پر پلٹ پڑی اور ان سب کو خاکستر کر دیا۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ الذین فتنوا المؤمنین یعنی ان کو علی العموم ایذاء کے ذریعہ آزمانے والے۔ اور المؤمنین سے مفتونین ومظلومین اور فتنہ میں ڈالنے والے آخرت میں دو عذابوں کے مستحق ہونگے۔ نمبر۱۔ کفر کا عذاب۔ نمبر۲۔ ایمان کو فتنہ میں ڈالنے کا عذاب۔

جنت بڑی کامیابی:

۱۱ : اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ (بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے۔ ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی۔ یہ بڑی کامیابی ہے) اس سے وہ ایمان والے مراد ہیں جنہوں نے اصحاب اخدود کی تکالیف وایذاء رسانی پر صبر کیا۔ نمبر۲۔ عام مراد ہے ہر زمانہ کے مسلمان مراد ہیں۔

۱۲ : اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ (آپ کے رب کی دارو گیر بڑی سخت ہے) البطش سختی سے پکڑنا۔ جب شدت کو اس کا وصف

بنائیں تو اس کے معنی میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں اور جابروں کو عذاب وانتقام سے پکڑتا ہے۔

۱۳: اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ وَ یُعِیْدُ (وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور دوبارہ اعادہ کرے گا) ابتداءً سب کو پیدا کرتا ہے پھر مٹی بنانے کے بعد دوبارہ اٹھا کھڑا کرے گا۔ اس آیت میں یہ بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو شدت بطش کے ساتھ ساتھ ابداء واعادہ پر کامل قدرت حاصل ہے۔ نمبر۲۔ کفار کو اس میں ڈرایا گیا ہے کہ وہ ان کا اسی طرح اعادہ کرے گا جیسا ان کو ابتداءً پیدا فرمایا۔ تا کہ ان کو پکڑے اسلئے کہ انہوں نے ایجاد کی نعمت کی ناشکری کی اور اعادہ کی تکذیب کی۔

۱۴: وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ (وہ بڑا بخشنے والا بڑی محبت کرنے والا ہے) تمام عیوب کو ستاریت کے پردہ سے چھپانے والا اور الودود یعنی اپنے اولیاء سے محبت کرنے والا ہے۔

ایک قول:

یہ ہے وہ اپنے اولیاء اور نیک بندوں سے وہ سلوک کرنے والا ہے جیسا محبت کرنے والا اپنے متعلقین کو جو چاہے عطاء کرتا ہے۔

۱۵: ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ (عرش کا مالک عظمت والا ہے)

قراءت: حمزہ اور علی نے اس کو عرش کی صفت قرار دے کر مکسور پڑھا ہے۔ مجد اللہ کا مطلب اس کی عظمت ہے اور مجد العرش سے اس کی بلندی اور بڑائی مراد ہے۔

۱۶: فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ (وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے)

نحو: یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ یرید سے مراد جو بنانا چاہے وہ ہو جاتا ہے۔ اس میں افعال عباد کے پیدا کرنے پر بھی دلالت موجود ہے۔

۱۷: هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ (کیا آپ کو ان لشکروں کا قصہ پہنچا ہے) حدیث سے یہاں ان تمام اقوام طاغیہ کی خبریں مراد ہیں جو گزشتہ زمانوں میں ہوئیں۔

۱۸: فِرْعَوْنَ وَ ثَمُوْدَ (یعنی فرعون اور ثمود کا) الجنود سے بدل ہے۔ فرعون سے فرعون اور اس کے حامی تمامی مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے تمہیں ان کے بارے میں معلوم ہے کہ انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی اور تکذیب کی وجہ سے ان پر کیا اترا اور انجام کیا ہوا۔

۱۹: بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ تَكْذِیْبٍ (بلکہ کافر تکذیب میں ہیں) الذین کفروا سے کفار قریش مراد ہیں۔ یعنی یہ کفار فی تکذیب تکذیب میں مبتلا ہو کر عذاب کو اپنے لئے لازم کر رہے ہیں۔ اور ان سابقہ اقوام سے کچھ عبرت نہیں لیتے۔ اس بناء پر نہیں کہ ان اقوام کے حالات پورے طور پر ان کے سامنے نہیں بلکہ وہ عناد وضد کی وجہ سے آپ کی تکذیب پر تلے ہوئے ہیں۔

۲۰: وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآىٕهِمْ مُّحِیْطٌ (اللہ تعالیٰ ان کو ادھر ادھر سے گھیرے ہوئے ہے) ان کے حالات سے باخبر ہے۔ اور ان پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے احاطہ من وراء ھم یہ ایک تمثیل ہے جس سے یہ سمجھانا مقصود ہے

کہ وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کبھی باہر نہیں ہوئے جیسا کہ وہ شخص جو کسی چیز پر قابو رکھتا ہو وہ چیز اس کے قابو میں ہوتی ہے۔(باقی اللہ تعالیٰ کی گرفت وعلم ذاتی ہے، جو بلا کیف ہے)

۲۱ :بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ (بلکہ وہ ایک باعظمت قرآن ہے) ھو سے قرآن مجید کی طرف اشارہ ہے کہ جس کو انہوں نے جھٹلایا وہ قرآن مَّجِيْدٌ شرف والا ہے۔ کتابوں میں اعلیٰ طبقہ والا ہے اپنے نظم میں بے مثل اور اعجاز میں بے مثال ہے۔ اس طرح نہیں جس طرح کفار کا خیال ہے کہ اس کو گھڑ لیا گیا ہے اور یہ پہلے لوگوں کے خیالاتی قصے ہیں۔

عظمتِ قرآن:

۲۲ :فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ (جو لوح محفوظ میں ہے) جو لوح شیاطین کی پہنچ سے محفوظ ہے۔

قراءت: نافع نے اس کو قرآن کی صفت قرار دیا۔ اور مضموم پڑھا ہے یعنی یہ قرآن تغیر وتبدل سے پاک ہے۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

ایک ایسی چیز ہے جو فرشتوں کے سامنے چمکتی ہے پس وہ اس کو پڑھتے ہیں۔

قولِ ابن عباس رضی اللہ عنہما:

یہ سفید موتی سے بنی ہے۔ اس کی طوالت آسمان وزمین کے مابین کا فاصلہ ہے اور اس کی چوڑائی مشرق ومغرب کے مابین فاصلہ کے برابر ہے۔ اس کا قلم نور کا ہے اس میں ہر چیز لکھی ہے۔

قولِ مقاتل:

یہ عرش کے دائیں جانب ہے۔

ایک قول:

یہ ہے اس کا بالائی حصہ عرش سے معلق ہے۔ اور اس کا نچلا حصہ ایک معزز فرشتے کی گود میں ہے۔

تمت سورة البروج بعون الله

سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سَبْعَ عَشْرَةَ آيَةً

سورۃ الطارق مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں سترہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝۱ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝۲ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝۳ اِنْ

قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہو' اور آپ کو معلوم ہے وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے۔ وہ روشن ستارہ ہے کوئی

كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝۴ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝۵ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ

شخص ایسا نہیں جس پر نگہبان مقرر نہ ہو' سو انسان غور کرلے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا' وہ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے

دَافِقٍ ۝۶ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝۷ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝۸

پیدا کیا گیا جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے' بیشک وہ ضرور اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝۹ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝۱۰ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝۱۱

جس دن چھپے ہوئے بھیدوں کی جانچ کی جائے گی سو انسان کے لئے نہ کوئی قوت ہوگی نہ کوئی مددگار قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے

وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝۱۲ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝۱۳ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝۱۴ اِنَّهُمْ

اور زمین کی جو پھٹ جاتی ہے یہ قرآن ایک فیصلہ کر دینے والا کلام ہے' اور وہ کوئی لغو چیز نہیں ہے' بلاشبہ یہ لوگ

يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝۱۵ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝۱۶ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝۱۷

طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں اور میں بھی طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں تو آپ ان کافروں کو مہلت دیجئے ان کو تھوڑے دنوں رہنے دیجئے۔

ع ۱ / ۱۷ / ۱۱

۱: وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ (قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہونے والی ہے۔)

۲: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ (اور آپ کو کچھ معلوم ہے وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے؟)

یہ آسمان وستارے کی قسم:

۳: النَّجْمُ الثَّاقِبُ (وہ روشن ستارہ ہے)

آسمان تمام انسانوں کیلئے معدن رزق اور ملائکہ کا مسکن ہے اس وجہ سے لوگوں کی نگاہ میں اس کی عظمت بہت ہے اسی میں جنت بنائی گئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسی لئے آسمان اور ستارے کی قسم اٹھائی ہے۔ مراد نمبرا۔ اس سے جنس نجوم ہے۔ نمبر۲۔ وہ ستارے جن کے ذریعہ رجم شیاطین کیا جاتا ہے ان کے عظیم الشان فائدہ کے پیش نظر ان کی قسم اٹھائی۔ پھر النجم الثاقب سے اس کی تفسیر فرمائی۔ الثاقب کا معنی روشن۔ گویا وہ اندھیرے میں سوراخ کر کے اس کے اندر پیوست ہو جاتا ہے اور اس کو الطارق کہا کیونکہ وہ رات کو ظاہر ہوتا ہے اور رات کو آنے والے کو طارق کہتے ہیں۔ اس لئے اس کو طارق کہا۔ نمبر۲۔ طارق کہنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ جنات کو جا لگتا ہے کھٹکھٹانے والے کو طارق کہتے ہیں۔

۴ : اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ (اور کوئی شخص ایسا نہیں جس پر کوئی یاد رکھنے والا مقرر نہ ہو) یہ جواب قسم ہے۔ کیونکہ لما باوجودیکہ مشدد ہے۔ مگر الا کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ قراءت عاصم، حمزہ، ابن عامر میں آیا ہے۔ پس ان نافیہ ہوا ای ما کل نفس الا علیھا حافظ کوئی نفس ایسا نہیں جس پر محافظ نہ ہو۔ نمبر۲۔ اگر اِنْ تخفیف کے ساتھ ہو جیسے دیگر قراء کی قراءت میں ہے۔ تو یہ مخففہ من المثقلہ ہے ای ان کل نفس لعلیھا حافظ یحفظھا من الآفات۔ ہر نفس پر نگران مقرر ہے جو آفات سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔ نمبر۳۔ اس کے اعمال، رزق اور اجل کی حفاظت کرتا ہے جب پورا کر چکتا ہے تو مر جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے اعمال کا کاتب فرشتہ مراد ہے۔

نحو : ما زائدہ لام نافیہ اور ان مخففہ میں فرق کیلئے ہے۔ حافظ مبتدا اور علیھا اس کی خبر ہے۔ اور یہ مل کر کل کی خبر ہے۔ اور جو نسی بھی صورت سے ہو قسم کا اس سے جوڑ بن جاتا ہے۔

وہ لکھوائے جو آخرت میں کام آئے:

۵ : فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ (پس انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے) جب یہ بات ذکر فرمائی کہ ہر نفس پر ایک نگران مقرر ہے۔ تو انسان کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی ابتداء پر غور کرے۔ تاکہ اس کو معلوم ہو جائے کہ جو ذات اس کو ایجاد کرنے والی ہے تو وہ اس کے اعادہ پر قدرت بھی رکھتی ہے۔ پس انسان کو یوم جزاء کیلئے عمل کرنا چاہیے اسے اپنے نگران کو وہ کچھ لکھوانا چاہیے جو آخرت میں اس کو خوش کر دے۔ مم خلق استفہام ہے۔ ای من ای شیء خلق؟ کس چیز سے اس کو بنایا۔

۶ : خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ (وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا) یہ استفہام سابق کا جواب ہے۔ الدفق۔ دفعۃً بہنا۔ یکدم بہنا۔ دافق تو اصل میں صاحب ماء ہے مگر پانی کی طرف مجازاً نسبت کر دی۔ گویا اسم فاعل بمعنی مفعول ہے۔

بعض اہل لغت : کہتے ہیں: یہ دفقت الماء دفقًا میں نے پانی بہایا۔ دفق الماء بنفسہٖ پانی خود بہنے لگا۔ اس لحاظ سے نسبت حقیقی ہوئی۔

نکتہ : یہاں ایک ہی پانی فرمایا۔ ماء ین نہیں فرمایا کیونکہ ماں کے رحم میں دونوں مل جاتے ہیں۔ اور جب ابتدائی تخلیق ہوتی ہے تو ایک ہو جاتے ہیں۔

۷ :يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ (جو پشت وسینہ کے درمیان سے نکلتا ہے) یعنی آدمی کی پشت اور عورت کے سینہ سے۔ ترائب: سینہ کی ہڈیاں جہاں ہار ڈالا جاتا ہے۔

ایک قول:

یہ ہے ہڈیاں اور پٹھے مرد کے پانی سے اور گوشت وخون عورت کے پانی سے۔

۸ :اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ (وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے) ہٗ کی ضمیر خالق کی طرف ہے۔ کیونکہ خلق خالق کی دلیل ہے۔ معنی یہ ہے: بیشک وہ ذات جس نے ابتداءً انسان کو نطفہ سے پیدا کیا ہے۔ علی رجعہٖ اس کے اعادہ پر خاص طور پر لقادر ضرور قدرت رکھتا ہے تاکہ اس کی قدرت تم پر واضح ہو جائے۔ اور وہ اس سے عاجز نہیں ہے۔ جیسا کہتے ہیں یاِنَّنِیْ لفقیر۔

۹ :يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ (جس روز سب کی قلعی کھل جائے گی) یومَ یہ رجعہٖ کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۲۔ اس فعل مضمر کی وجہ سے جس پر رجعہ دلالت کرتا ہے۔ ای مبعثہٗ۔ تبلی کا معنی ظاہر کرنا' کھول دیا جانا۔ السرائر دلوں میں چھپے عقائد اور نیات اور مخفی اعمال۔

۱۰ :فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّ لَا نَاصِرٍ (پھر اس انسان کو نہ تو خود قوت ہوگی اور نہ کوئی اس کا حمایتی ہوگا) لَهٗ سے مراد انسان کیلئے من قوة اس کی ذات میں کوئی قوت جو آئی مصیبت کو ٹال سکے۔ ولا ناصرٍ ایسا مددگار جو مدد کر کے اس سے یہ مصیبت ہٹا سکے۔

۱۱ :وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ (اور قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے) الرّجع بارش۔ اس کو رجع کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ بار بار لوٹتی ہے۔

۱۲ :وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ (اور زمین کی جو پھٹ جاتی ہے) وہ زمین جس میں نباتات کی وجہ سے شگاف پڑ جاتا ہے۔

۱۳ :اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ (کہ یہ قرآن ایک فیصلہ کر دینے والا کلام ہے) ہٗ سے قرآن مجید مراد ہے۔ فصلٌ۔ حق و باطل میں فیصلہ کرنے والا۔ جیسا کہ اس کا نام فرقان بھی ہے۔

۱۴ :وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ (اور وہ کوئی لغو چیز نہیں ہے) الھزل: کھیل، باطل، بلاشبہ قرآن مجید تمام کا تمام وقار والی باتیں ہیں۔ اور اس کا حق بھی یہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ تعریف فرمائی ہے۔ کہ وہ دلوں میں ہیبت پیدا کرنے والا ہے۔ دلوں میں قابل تعظیم ہے۔ اس کا پڑھنے اور سننے والا سننے کے وقت دل لگی اور مزاح میں مبتلا ہونے سے باز رہے۔

قرآن باوقار باتیں:

۱۵ :اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا (یہ لوگ طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں) ھُم سے مراد مشرکین مکہ ہیں۔ یکیدون کیدًا اللہ تعالیٰ کے اوامر کو باطل کرنے کیلئے جو مختلف تدبیر کرتے ہیں اور اس نور حق کو بجھانے کی کوشش میں ہیں۔

۱۶ :وَّ اَكِيْدُ كَيْدًا (اور میں بھی طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں) میں ان کے کید کا بدلہ اپنی طرف سے استدراج کے انداز

سے دونگا کہ ان کو خبر بھی نہ ہوگی۔ یہاں جزائے کید کو خود کید کہہ دیا گیا۔ جیسا کہ جزائے اعتداء اور سیہ کو اعتداء و سیہ کہہ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ اعتداء وسیہ نہیں ہوتی اس وصف کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر درست نہیں۔ مگر بطور جزاء کے جیسا کہ قول نسوا اللہ فنسیھم [التوبہ:۶۷] یخادعون اللہ وھو خادعھم [النساء:۱۴۲] اللہ یستھزأ بھم [البقرہ:۱۵] کہ ان تمام آیات میں جزائے فعل کو اصل فعل سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔

۱۷ : فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا (تو آپ ان کافروں کو یونہی رہنے دیجئے۔ ان کو تھوڑے دنوں رہنے دیجئے) فمھل الکافرین ان کی ہلاکت کی دعا نہ کریں اور نہ ان کے سلسلے میں جلد بازی کریں۔ امھلھم ان کو مہلت دیں۔ یہ لفظ دوبارہ لائے تا کہ تسکین وتصبیر زیادہ ہو۔ رویدًا مہلت دینا معمولی۔ یہ لفظ چھوٹائی کو ظاہر کرنے کیلئے بولا جاتا ہے۔ یہ رادت الریح ترود رودًا سے ہے۔ جس کا معنی ہوا آہستہ آہستہ چلی۔

تمت سورۃ الطارق بحمدہٖ تعالیٰ

سُوْرَةُ الْاَعْلٰی مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۃ الاعلیٰ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ① الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ② وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ③ وَالَّذِيْٓ

آپ اپنے رب برتر کے نام کی تسبیح بیان کیجئے جس نے پیدا فرمایا۔ سو ٹھیک طرح بنایا اور جس نے تجویز کیا پھر راستہ دکھایا اور جس نے

اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ④ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ⑤ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ⑥ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ

چارہ نکالا پھر اس کو سیاہ کوڑا بنا دیا' ہم آپ کو پڑھائیں گے سو آپ نہیں بھولیں گے مگر جو اللہ چاہے'

اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ⑦ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ⑧ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ⑨

بیشک وہ ظاہر کو اور پوشیدہ کو جانتا ہے۔ اور ہم آسان شریعت کیلئے آپ کو سہولت دیں گے' سو آپ نصیحت کیجئے اگر نصیحت نفع دے۔

۱: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى (آپ اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح کیجئے) اس کی ذات کو ان تمام باتوں سے پاک قرار دو جو اس کے مناسب نہیں۔ اسم یہ صلہ ہے اس طرح کہ اعلیٰ کی تفسیر العلو کے معنی سے کی جائے جو قہر و اقتدار کیلئے آتا ہے۔ علو فی المکان کے معنی سے نہیں۔ ایک قول یہ ہے سبحان ربی الاعلیٰ کہو۔

سجدہ کی تسبیح:

حدیث شریف میں وارد ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اجعلوھا فی سجودکم۔ تم اس کو اپنے سجود میں مقرر کرلو۔

[ابوداؤد: ۸۶۹، ابن ماجہ: ۸۸۷، الدارمی ۲/ ۲۹۹]

متناسب بنایا:

۲: الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى (جس نے بنایا پھر ٹھیک بنایا) خلق یعنی ہر چیز کو بنایا۔ سوّی متناسب بنایا۔ اس کو متفرق اور آپس میں نامناسب نہیں بنایا لیکن اس میں پختگی اور اتساق کا لحاظ رکھ کر بنایا۔ اور اس طرح بنایا جو دلالت کر رہا ہے کہ یہ کسی حکیم و علیم نے بنایا ہے۔ نمبر۲۔ اس کے منافع و مصالح کے مطابق اس کو درست بنایا۔

۳ :وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَھَدٰی (اور جس نے تجویز کیا پھر راہ بتلائی) یعنی ہر حیوان کیلئے وہ تجویز کیا جو اس کے مناسب تھا پھر اس کو اس کی راہ بتلائی اور اس سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ بتلا دیا۔ نمبر۲۔ پھر ہدایت دی اور گمراہ کیا۔ لیکن اضل کو حذف کر کے فھدی پر اکتفاء کیا جیسا کہ اس ارشاد میں یضل من یشاء و یھدی من یشاء [النحل:۹۳]

قراءت :علی نے قَدَرَ پڑھا ہے۔

۴ :وَالَّذِیْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی (اور جس نے چارہ نکالا) وہ اگا دیا جس کو چوپائے چرتے ہیں۔

۵ :فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی (پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا) غثاء: خشک ریزہ ریزہ۔

نحو :احوی: سیاہ۔ یہ غثاء کی صفت ہے۔

۶ :سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓی (ہم قرآن آپ کو پڑھا دیا کریں گے پھر آپ نہیں بھولیں گے) عنقریب آپ کو قرآن پڑھا دیں گے پس آپ اس کو نہ بھولیں گے۔

۷ :اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا یَخْفٰی (مگر جس وقت اللہ تعالیٰ کو منظور ہو اور وہ ہر ظاہر و مخفی کو جانتا ہے) مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہے منسوخ فرما دے۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت و خوشخبری ہے کہ وحی آپ کو یاد کرا دیں گے۔ یہاں تک کہ اس میں سے کوئی چیز نہ رہے گی مگر جس کے متعلق اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ اس کو منسوخ کرے۔ وہ آپ کے حافظہ سے جاتی رہے گی اور اس کا حکم اور تلاوت اٹھا لی جائیگی۔

قولِ جنید رحمہ اللہ:

ابن کیسان نے جنید سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔ اس پر عمل کرنا نہ بھولیں۔ آپ جیسا آدمی صدر مجلس میں بیٹھ سکتا ہے۔

ایک اور قول یہ ہے:

فلا تنسٰی یہ صیغہ نہی ہے۔ سین کے بعد الف یہ فاصلہ کیلئے لایا گیا ہے۔ جیسا کہ السبیلا [الاحزاب: ۶۷] (پیچھے احوی تھا تو تنسٰی فرمایا پھر ما یخفی فرمایا) معنی یہ ہوگا کہ اس کی قراءت اور دہرانے سے بے توجہی نہ کرو تا کہ بھول نہ جاؤ مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ آپ کو بھلائیں اس کی تلاوت کو اٹھا لیں۔

آسانِ شریعت:

وہ اخفاء کو جاننے والے ہیں۔ یعنی آپ جبرئیل علیہ السلام کی قراءت کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے میں جہر کرتے ہیں۔ اس خطرے کے پیش نظر کہ کوئی چیز رہ نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ان کے ساتھ جہر کرنے کو بھی جانتے ہیں۔ اور جو چیز آپ کے دل میں مخفی ہے جس کی بناء پر آپ جہر کرتے ہیں۔ وہ بھی جانتے ہیں۔ نمبر۲۔ وہ جو آپ اپنے دل میں بھول کے خطرے سے پڑھتے ہیں

سَیَذَّکَّرُ مَنْ یَّخْشٰی ﴿۱۰﴾ وَیَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَی ﴿۱۱﴾ الَّذِیْ یَصْلَی النَّارَ الْکُبْرٰی ﴿۱۲﴾ ثُمَّ لَا

وہی شخص نصیحت حاصل کرے گا جو ڈرتا ہے اور اس سے وہ شخص پرہیز کرے گا جو بڑا بدنصیب ہے جو بڑی آگ میں داخل ہوگا' پھر وہ اس میں

یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی ﴿۱۳﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ﴿۱۴﴾ وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی ﴿۱۵﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ

نہ مرے گا نہ جیئے گا وہ شخص کامیاب ہوا جس نے پاکیزگی کو اختیار کیا' اور اپنے رب کا نام لیا پھر نماز پڑھی' بلکہ تم لوگ دنیا والی

الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴿۱۶﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ﴿۱۷﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ﴿۱۸﴾

زندگی کو ترجیح دیتے ہو' اور آخرت بہت بہتر ہے اور بہت زیادہ باقی رہنے والی ہے بلاشبہ یہ اگلے صحیفوں میں ہے۔

صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی ﴿۱۹﴾

یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

اس کو بھی جانتے ہیں۔

دوسرا قول:

یہ ہے جو تم اپنے اقوال وافعال میں ظاہر کرتے اور چھپا کر کرتے ہو ان کو جانتے ہیں۔ اور جو احوال ظاہر و باطن ہیں ان سے بھی واقف ہیں۔

آسان شریعت:

۸ : وَنُیَسِّرُکَ لِلْیُسْرٰی (اور ہم آسان شریعت کیلئے آپ کو سہولت دیں گے) اسکا عطف سنقرئك پر ہے اور اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا یَخْفٰی یہ جملہ معترضہ ہے۔ اور معنی آیت کا یہ ہے۔ ہم آپ کو ایسے طریقہ کی توفیق دیں گے جو بہت ہی آسان ہے یعنی وحی کو یاد کرنے کیلئے۔ ایک قول یہ ہے ایسی آسان شریعت دیں گے جو تمام شرائع میں سے آسان ہوگی یا جنت کے عمل کی توفیق دیں گے۔

۹ : فَذَکِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّکْرٰی (تو آپ نصیحت کیا کریں اگر نصیحت کرنا مفید ہوتا ہو) ذکر: قرآن کے ذریعہ وعظ کرو۔ ان نفعت کا جواب وہ ہے جس پر فَذَکِّرْ دلالت کرتا ہے۔

ایک قول:

یہ ہے اس کا ظاہر انداز تو شرط کا ہے۔ مگر اس کا مقصد اس بات کو بتلانا ہے کہ ان میں نصیحت کا اثر بڑی بعید بات ہے۔

یہ ہے کہ مطلقاً تذکیر کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ اس ارشاد میں فَذَکِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَکِّرٌ [الغاشیہ: ۲۱] اس تذکیر میں نفع کی شرط نہیں ہے۔

۱۰ : سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى (وہی شخص نصیحت مانتا ہے۔ جوڈرتا ہے) عنقریب وہ نصیحت حاصل کرے گا اور نصیحت کو قبول کرے گا۔ جو اللہ تعالیٰ سے اور اپنی بدانجامی سے ڈرتا ہے۔

بڑا بدبخت کافر:

۱۱ : وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى (اور جو شخص بدنصیب ہو وہ اس سے گریز کرے گا) تجنب نصیحت سے دور ہوگا اور اس کو قبول نہ کرے گا۔ الاشقی کافر یا کافروں میں بڑا بدبخت جو عداوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت بڑھا ہوا اور مبالغہ کرنے والا ہے۔

ایک قول:

یہ ہے۔ یہ ولید بن مغیرہ اور عتبہ بن ربیعہ کے متعلق نازل ہوئی۔

۱۲ : الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى (جو بڑی آگ میں داخل ہوگا) النار الکبریٰ جہنم۔ الصغریٰ دنیا کی آگ۔

۱۳ : ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى (پھر نہ اس میں وہ مر ہی جائے گا اور نہ جئے گا) لا یموت نہ مرے گا کہ عذاب سے چھوٹ جائے۔ ولا یحییٰ: نہ وہ لذت والی زندگی پائے گا جس سے اس کو فائدہ ہو۔

ایک قول ثم کے متعلق:

موت زندگی کے درمیان لٹکے رہنا یہ آگ میں داخل ہونے سے زیادہ سخت اور اذیت ناک ہے۔ اور آگ کے داخلہ سے یہ شدت مراتب میں پیچھے ہے۔ اس لئے ثم استبعاد یہ لایا گیا ہے۔

۱۴ : قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (بامراد ہوا جو شخص پاک ہوگیا) افلح کامیابی پالی۔ تزکی شرک سے پاک کرلیا۔ یا نماز کیلئے پاکیزگی اختیار کی۔ یا زکوٰۃ ادا کی۔ یہ زکوٰۃ سے باب تفعل ہے۔ جیسا تصدق صدقہ سے آتا ہے۔

۱۵ : وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (اور اپنے رب کا نام لیا اور نماز پڑھتا رہا) ذکر اسم سے تکبیر افتتاح مراد ہے۔ صلّٰی سے پانچوں نمازیں مراد ہیں۔

دلیل:

یہ وہ آیت ہے جس سے تکبیر افتتاح کی فرضیت پر دلیل پکڑی جاتی ہے۔ نمبر ۱۔ اس طور پر کہ ذکر اسم نماز میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ فصلی کا عطف ہے۔ اور عطف مغایرت کو چاہتا ہے۔ نمبر ۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ افتتاح صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہر اسم کے ساتھ جائز ہے۔

قولِ ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ذکر اس نے اپنے معاد کو یاد کیا۔ اور اپنے رب کی بارگاہ میں کھڑا ہونا یاد کرکے اس کے لئے نماز پڑھی۔

قولِ ضحاک:

اس نے اپنے رب کا نام لیا۔ عیدگاہ کے راستہ میں پھر نماز عید ادا کی۔ (صلی سے نماز عید مراد ہے)

۱۶ : بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا (بلکہ تم اپنی دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو) آخرت کے مقابلہ میں مقدم رکھتے ہو۔ پس وہ کام نہیں کرتے جن سے آخرت میں کامیاب ہو جاؤ۔ مخاطبین کفار ہیں۔ اس کی دلیل قراءت ابی عمرو ہے۔

قراءت: یوثرون یاء کے ساتھ ابو عمرو نے پڑھا ہے۔

۱۷ : وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی (حالانکہ آخرت بدرجہا بہتر اور پائیدار ہے) نفس دنیا سے افضل اور اس کے مقابلے میں دائمی ہے۔

۱۸ : اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی (یہ مضمون اگلے صحیفوں میں بھی ہے) ھذا کا مشارالیہ قد افلح سے ابقی تک ہے۔ یعنی یہ کلام ان صحف میں بھی وارد ہوا ہے۔ یا تمام سورت کے مضامین اس کا مشارالیہ ہیں۔ یہ بات اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کی قراءت فارسی میں درست ہے کیونکہ قرآن کو ان صحیفوں میں مذکور بتلایا گیا ہے۔ حالانکہ وہاں اس عبارت ونظم کے ساتھ نہ تھا۔ (مگر اس کے متعلق تحقیق پہلے نقل کر آئے یہ امام صاحب کا قول مرجوع ہے۔ مفسر مرحوم نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔)

۱۹ : صُحُفِ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی (ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں)

نحو : یہ صحف اولی سے بدل ہے۔

صحف ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام:

اثر : صحف ابراہیم علیہ السلام میں یہ بات تھی۔ عقل مند کیلئے مناسب ہے کہ وہ اپنی زبان کی حفاظت کرے اور اپنے زمانے کو پہچانے اور اس کی قدر کرے اور اپنی حالت کی درستی پر متوجہ ہو۔

تمت سورۃ الاعلی بکرمہ تعالی

سُورَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّعِشْرُونَ آيَةً

سورۃ الغاشیہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھبیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

هَلْ أَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۞ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۞ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۞ تَصْلٰى

آپ کو ایسی چیز کی خبر پہنچی ہے جو چھا جانے والی ہے۔ اس دن چہرے جھکے ہوئے ہوں گے' مصیبت جھیلنے والے' دکھ تکلیف اٹھانے والے ہوں گے' جلتی ہوئی

نَارًا حَامِيَةً ۞ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۞ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۞ لَّا يُسْمِنُ

آگ میں داخل ہوں گے' انہیں کھولتے ہوئے چشموں سے پلایا جائے گا ان کے لئے خار دار جھاڑ کے سوا کچھ کھانا نہ ہوگا' وہ نہ فربہ کرے گا'

وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۞ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۞ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۞ فِيْ جَنَّةٍ

نہ بھوک دور کرے گا اس دن بہت سے چہرے بارونق ہوں گے' اپنی کوشش کی وجہ سے خوش ہوں گے بہشت بریں

عَالِيَةٍ ۞ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۞ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۞ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۞

میں ہوں گے اس میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے' اس میں بلند کیے ہوئے تخت ہوں گے

وقف لازم

۱ : هَلْ أَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ (آپ کو اس محیط عام واقعہ کی کچھ خبر پہنچی ہے) ھَلْ یہ قد کے معنی میں ہے۔ الغاشیہ وہ بڑی مصیبت جو اپنے شدائد و مصائب کے ساتھ تمام پر چھا جائے گی اور اس کی ہولناکیاں سب کو ڈھانپ لیں گی۔ مراد اس سے قیامت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آگ مراد ہے۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا تغشی وجوھھم النار [ابراہیم:۵۰]

شدائد سے چھانے والی:

۲ : وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ (بہت سے چہرے اس روز ذلیل ہونگے) وجوہ سے کفار کے چہرے مراد ہیں۔ چہرے کو خاص اس لئے کیا کیونکہ غم و خوشی کا اثر چہرے میں خوب مستحکم ہوتا ہے۔ يَوْمَئِذٍ (جس دن وہ ڈھانپ لے گی) خَاشِعَةٌ ذلیل ہونگے اس وجہ سے کہ ان چہرے والوں پر ذلت و رسوائی چھا جائے گی۔

دنیا میں برے اعمال:

۳ : عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ (مصیبت جھیلتے خستہ ہونگے) وہ آگ میں اتنا کام کریں گے کہ جس سے تھک جائیں گے وہ کام زنجیریں

کھینچنے اور طوق گھسیٹنے اور بار بار آگ میں گھس جانے کا ہوگا جس طرح اونٹ کیچڑ میں گھستے ہیں اور ان کا آگ کی وجہ سے مسلسل بلند ہونا اور پھر اس کی گہرائی میں گر جانا۔

ایک قول:

یہ ہے کہ دنیا میں برے اعمال کیے اور ان سے لذت حاصل کرتا رہا اور خوش عیشی میں پڑا رہا وہ ان اعمال کی وجہ سے مشقت میں مبتلا ہوگا۔ ایک قول یہ ہے یہ گرجاؤں کے پادری و راہب ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خشیت اختیار کی اور عمل کیے مسلسل روزے سے اپنے اعمال میں مشقت برداشت کی۔ پے در پے تہجد کی تکالیف اٹھائیں۔

۴ :تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً (وہ آتش سوزاں میں داخل ہونگے) وہ اس آگ میں داخل ہونگے اور جو مدت مدید بھڑکائی گئی۔ جس کی گرمی کا مقابلہ کوئی حرارت و گرمی نہیں کر سکتی۔

قراءت: ابوبکر اور ابو عمرو نے تُصلٰی پڑھا ہے۔

۵ :تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ (کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلائے جائیں گے) پانی کے ایسے چشمے سے جس میں انتہائی حرارت ہوگی۔

وجہ تانیث:

ان صفات و افعال میں تانیث کا استعمال وجوہ کی وجہ سے ہے۔ اور وجوہ سے مراد اصحاب وجوہ ہیں۔ اس کی دلیل اگلی آیت ہے۔ جس میں ھم ضمیر جمع لوٹائی گئی ہے۔

۶ :لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ (ان کو سوائے ایک خاردار جھاڑی کے اور کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا) ضریع یہ ایک نبات ہے جس کے ترو تازہ پودے کو اَلشِّبْرِقُ بولتے ہیں۔ جب وہ خشک ہو تو ضریع کہلاتا ہے۔ وہ ہلاک کن زہریلا ہوتا ہے۔

اقسام عذاب:

عذاب کئی اقسام کے ہونگے اور معذب لوگوں کے بھی طبقات ہونگے۔ ان میں بعض زقوم کھائیں گے۔ بعض غسلین کھائیں گے۔ بعض کو ضریع کھانے کو ملے گی پس اس آیت اور دوسری آیت میں تناقض نہیں۔ وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ۔ [الحاقۃ: ۳۶]

۷ :لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ (جو نہ فربہ کرے گا۔ اور نہ بھوک کو دور کرے گا) لا یُسْمِنُ یہ محلاً مجرور ہے۔ کیونکہ ضریع کی صفت ہے۔ ولا یغنی من جوع کہہ کر بتلایا کہ بھوک اور غذا کے فوائد اس میں بالکل نہ ہونگے۔ وہ دونوں فائدے ازالۂ بھوک اور بدن کو تقویت دینا ہیں۔

۸ :وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ (بہت سے چہرے اس روز) نَّاعِمَةٌ (بارونق ہونگے) ایمان والوں کے چہروں کی تعریف بیان کی گئی۔

ووجوہ نہیں فرمایا کیونکہ کلام اول طویل ہو کر منقطع ہو گیا۔اس لئے مستقل جملہ لائے۔ ناعمہ خوش عیش نعمت یافتہ۔

۹ : لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ (اپنے کاموں کی بدولت خوش خوش ہونگے) اپنے اعمال اور نیکیوں پر خوش ہونگے۔ جب وہ ان پر ملنے والے ثواب وکرامت کو دیکھیں گے۔

۱۰ : فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ (بہشت بریں میں ہونگے) عالیہ علو مکان یا علو مقدار کی وجہ سے۔

جنت کی صفت:

۱۱ : لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً (جن میں کوئی لغوبات نہ سنیں گے) اے مخاطب تو ان میں کوئی لغوبات نہ سنے گا۔ یا وہ چہرے اس میں لغوبات نہ سنیں گے۔ لاغیہ یعنی لغو۔ یا لغویت والا کلمہ۔ نمبر۳۔ کوئی ایسا شخص جو لغو کہے۔ اہل جنت حکمت کی بات کریں گے اور دائمی نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد کے کلمات بولیں گے۔

قراءت: مکی اور ابوعمرو نے لا یُسمع فیھا لا غیۃٌ اور نافع نے لا تُسمع فیھا لاغیۃٌ پڑھا

۱۲ : فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ (اس میں بہتے چشمے ہوں گے) یعنی بے شمار چشمے ہونگے جیسا کہ اس قول میں علمت نفس [التکویر:۱۴]

۱۳ : فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ (اس میں اونچے اونچے تخت ہونگے) سُرُرٌ جمع سَرِیْر ۔تخت، چارپائی۔ مرفوعۃ مقدار کی بلندی یا تاکہ ہر مؤمن اس پر بیٹھ کر اپنی بادشاہت اور نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے اس کو دی ہیں وہ دیکھ سکے۔

وَّ اَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّ نَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ﴿۱۵﴾ وَّ زَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ﴿۱۶﴾

اور رکھے ہوئے آب خورے ہوں گے اور برابر برابر گدے لگے ہوئے ہوں گے اور قالین پھیلے ہوئے پڑے ہوں گے۔

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾ وَ اِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾

کیا وہ لوگ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کس طرح پیدا کیے گئے اور آسمان کی طرف کہ وہ کیسے بلند کیا گیا

وَ اِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾ وَ اِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾

اور پہاڑوں کی طرف کہ وہ کیسے کھڑے کیے گئے اور زمین کی طرف کہ وہ کس طرح بچھائی گئی۔

فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۲﴾ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى

سو آپ نصیحت کیجئے ' آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں آپ ان پر مسلط نہیں کیے گئے مگر جو روگردانی کرے

وَ كَفَرَ ﴿۲۳﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ

اور کفر کرے تو اللہ اسے بڑا عذاب دے گا ' بلاشبہ ہماری طرف ان کا لوٹنا ہے پھر

اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿۲۶﴾

بلاشبہ ہمیں ان کا حساب لینا ہے۔

۱۴ : وَّ اَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ (اور رکھے ہوئے آبخورے ہیں) وَّ اَكْوَابٌ جمع کوب ۔ پیالے۔

ایک قول:

وہ برتن جس کا دستہ نہ ہو۔ مَّوْضُوْعَةٌ سامنے رکھے ہوئے۔ تاکہ دیکھ کر ان سے لذت اندوز ہوں۔ نمبر۲۔ چشموں کے کناروں پر پانی کیلئے رکھے گئے ہیں۔

۱۵ : وَّ نَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ (اور برابر لگے ہوئے گدے ہیں) نمارق: تکیے۔ مصفوفۃ پہلو بہ پہلو ترتیب وار چنے ہوئے تکیے کہ جنتی جہاں بیٹھنا چاہیں ایک پر بیٹھ جائیں اور دوسرے سے سہارا لگالیں۔

۱۶ : وَّ زَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ (اور سب طرف قالین پھیلے پڑے ہیں) زرابی جمع زربیۃ ۔ عمدہ لمبے چوڑے بچھے قالین۔ مبثوثۃ پھیلائے ہوئے مجالس کے لحاظ سے الگ الگ بچھے ہوئے۔

کفار کے انکار کا جواب:

۱۷: اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ (کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے) جب جنت کی حالت کے متعلق آیات اتریں اور نبی اکرم ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ ان تختوں کی بلندی ایک ایک سوفرسخ ہوگی۔ رکھے ہوئے پیالوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوگی کہ مخلوق کثرت کی وجہ سے ان کا حساب نہیں کرسکتی۔ اور تکیوں کی لمبائی اس قدر اور قالینوں کی چوڑائی اتنی ہوگی۔ کفار نے اس کا انکار کیا اور کہنے لگے ایسی چارپائی پر کس طرح چڑھ سکیں گے۔ اور پیالے لاتعداد کیسے ہوسکتے ہیں۔ تکیوں کی لمبائی اور قالینوں کا اس طرح بچھنا کیونکر ہوگا۔ ہم نے دنیا میں ایسا نہیں دیکھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ وَاِلَی السَّمَآءِ الآیۃ ۔ کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح طویل پیدا کیا گیا۔ پھر یہ بیٹھ جاتا ہے یہانتک کہ تم اس پر سوار ہوتے۔ اور اس پر اپنا سامان لادتے ہو۔ پھر وہ تمام کو لے کر اٹھ جاتا ہے اسی طرح وہ تخت مؤمن کے لئے جھک جائیں گے۔ جیسا اونٹ جھکتا ہے پھر سیدھے ہوجائیں گے۔

۱۸: وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ (اور آسمان کو کس طرح بلند کیا گیا ہے) خوب بلند کرنا۔ ایسی بلندی جو درازی والی ہے اس میں کوئی رکاوٹ اور ستون نہیں۔ پھر اس کے ستارے اتنے زیادہ ہیں کہ مخلوق ان کو گن نہیں سکتی اسی طرح جنت میں مؤمنوں کے پیالے ان گنت بنادیے گئے۔

۱۹: وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ (اور پہاڑوں کو کس طرح کھڑے کیے گئے ہیں) ایسا کھڑا کرنا جو قائم رہنے والا ہے۔ وہ اپنی طوالت کے باوجود ایسے گڑے ہوئے ہیں کہ ایک طرف جھکتے نہیں پس اسی طرح جنت کے تکیے ہونگے۔

۲۰: وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ (اور زمین کو کیسے بچھائی گئی) اس کی سطح ہموار اور بچھی ہوئی ہے۔ تمام ایک بچھونا ہے جو ایک کنارۂ آسمان سے دوسرے کنارۂ آسمانی تک پھیلا ہے اسی طرح جنت کے قالین ہونگے۔ ایک اور انداز: یہ بھی درست ہے کہ معنی یہ ہو۔ کیا وہ ان مخلوقات کو نہیں دیکھتے ہیں جو قدرت الٰہی پر شاہد ہیں۔ تاکہ وہ بعث بعد الموت پر اس کی قدرت کا انکار نہ کریں۔ اور حضور علیہ السلام کا انذار سن کر آپ پر ایمان لائیں اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے تیاری کریں۔

وجہ تخصیص:

ان چار چیزوں کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب کو خطاب فرما کر ان کو ان قدرتی چیزوں سے استدلال کرنے پر آمادہ کیا گیا ہے۔ اور آدمی اس سے استدلال کرتے ہیں۔ جو اکثر و بیشتر مشاہدہ میں آتی رہتی ہوں۔ عام عربوں کی بود و باش جنگلوں میں تھی ان کی نگاہ کے سامنے ہر وقت آسمان زمین پہاڑ رہتے تھے۔ اور ان کا محبوب ترین مال اونٹ۔ اور سواری میں اس کا استعمال تمام حیوانات کی بنسبت زیادہ تھا۔ کیونکہ اس میں حیوانات کی جملہ حاجات موجود تھیں۔ مثلاً نسل، دودھ، بوجھ اٹھانا، سواری کھانے کے کام آنا وغیرہ۔ اس کے برخلاف دیگر حیوانات میں یہ تمام مجتمع نہ تھیں اور اس کو مطیع اس طرح بنایا گیا کہ ہر نکیل پکڑنے والا اس کو

لے کر چلتا ہے۔ نہ کمزور کو دشواری نہ بچے کو رکاوٹ لمبی گردن والا بوجھ اٹھانے والا ہے۔ اس کو اس طرح بنایا گیا ہے کہ یہ بیٹھ جاتا ہے تاکہ آسانی اور قریب سے اس پر بوجھ لادسکیں پھر بوجھ لے کر اٹھ جاتا ہے اس کو دور دراز علاقوں تک لے جاتا ہے اور پیاس کو بہت برداشت کرنے والا یہانتک کہ دس دن یا اس سے زیادہ پیاس برداشت کر لیتا ہے۔ جنگلوں میں اگنے والی ہر چیز کھالیتا ہے جس کو دیگر حیوانات نہیں چرتے۔

۲۱ : فَذَكِّرْ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ (تو آپ نصیحت کر دیا کیجئے۔ آپ تو صرف نصیحت کرنے والے ہیں) پس آپ ان کو دلائل سے نصیحت فرمائیں تاکہ یہ ان میں سوچ و بچار کریں۔ انما انت مذکر آپ کے ذمے تو فقط تبلیغ ہے۔ (منوانا نہیں)

۲۲ : لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ (آپ ان پر مسلط نہیں ہیں) مصیطر زبردستی نصیحت یاب کرنے پر مسلط نہیں جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا۔ وَمَآ أَنتَ عَلَيْهِم بِجَبَّارٍ [ق:۴۵]

قراءت: بمصیطر مدنی، بصری، عاصم، علی نے پڑھا ہے۔

۲۳ : إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ (مگر جو روگردانی کرے گا اور کفر کرے گا۔

۲۴ : فَيُعَذِّبُهُ ٱللَّهُ ٱلْعَذَابَ ٱلْأَكْبَرَ (تو اللہ تعالیٰ اس کو بڑی سزا دیگا)

نحو: یہ استثناء منقطع ہے۔ یعنی تم ان پر مسلط نہیں ہو۔ لیکن جس نے ان میں سے منہ موڑا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اللہ تعالیٰ کو اس پر کامل ولایت و غلبہ حاصل ہے۔ پس وہ اس کو بڑے عذاب میں مبتلا کریگا اور وہ بڑا عذاب جہنم کا عذاب ہے۔

ایک قول یہ ہے:

فذکر سے استثناء ہے پس آپ نصیحت کریں مگر وہ آدمی جس کے ایمان سے تمہاری امید منقطع ہو چکی ہو۔ اور وہ منہ موڑنے والا ہو تو وہ عذاب اکبر کا حقدار ہے۔ اس صورت میں ان کے مابین یہ جملہ معترضہ ہوگا۔

۲۵ : إِنَّ إِلَيْنَآ إِيَابَهُمْ (ہمارے ہی پاس ان کا آنا ہوگا) ایاب: رجوع۔ ظرف کو مقدم کرنے کا فائدہ وعید میں شدت ظاہر فرمانا ہے۔ اور بلاشبہ ان کا رجوع ایسے جبار کی بارگاہ میں ہوگا۔ جو انتقام پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

۲۶ : ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم (پھر ہمارا ہی کام ان سے حساب لینا ہے) پس وہ ان کے اعمال پر ان سے محاسبہ فرمائے گا۔ اور ان کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا۔ عَلَيْنَا یہ تاکید وعید کیلئے ہے وجوب کیلئے نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کوئی چیز لازم نہیں۔

تمت سورۃ الغاشیۃ بکرمہ تعالیٰ

سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً

سورۃ الفجر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں تیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْفَجْرِ ﴿١﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿٢﴾ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿٣﴾ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ﴿٤﴾ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ

قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت کی اور طاق کی اور رات کی جب وہ چلنے لگے' کیا اس میں قسم ہے

قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ﴿٥﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿٦﴾ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿٧﴾ الَّتِيْ

عقل والے کے لئے اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا تیرے رب نے کیا کیا قوم عاد کے ساتھ جو قوم ارم تھی یہ لوگ ستون والے تھے ان کے

لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴿٨﴾ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿٩﴾ وَ

جیسے لوگ شہروں میں پیدا نہیں کیے گئے' اور قوم ثمود کے ساتھ جنہوں نے وادی میں پتھروں کو تراشا اور

فِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ﴿١٠﴾ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿١١﴾ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿١٢﴾

فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا' یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی' سو انہوں نے بہت فساد مچایا

فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿١٣﴾ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿١٤﴾

سو آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسا دیا' بلاشبہ آپ کا رب گھات میں ہے۔

۱: وَالْفَجْرِ (قسم ہے فجر کی) فجر کی قسم کھائی۔ الفجر صبح کو کہتے ہیں۔ جیسا دوسرے ارشاد میں ہے و الصبح اذآ اسفر [المدثر:۳۴] نمبر۲۔ نماز فجر کی قسم اٹھائی۔

دس راتیں:

۲: وَلَيَالٍ عَشْرٍ (اور دس راتوں کی) ذی الحجہ کی دس راتیں نمبر۲۔ محرم کی دس ابتدائی راتیں۔ نمبر۳۔ رمضان المبارک کا آخری عشرہ۔ فضیلت کے بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے لیال کو نکرہ لائے۔

جفت وطاق:

۳ : وَّ الشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (اور جفت اور طاق کی) تمام اشیاء کا جفت وطاق مراد ہو یا ان راتوں میں جفت وطاق ۔ یا جفت وطاق نمازیں یا یوم نحر کیونکہ وہ دسواں دن ہے جو کہ جفت ہے اور یوم عرفہ نواں دن ہے جو کہ طاق ہے ۔ یا مخلوق جفت ہے اور خالق طاق (ان اللہ وتر یحب الوتر)

قراءت : الوِتر ۔حمزہ وعلی نے پڑھا ۔ باقی قراء نے واؤ کا فتحہ پڑھا ۔ دراصل یہ دولغات ہیں الوتر حجازی لغت ہے الوتر یہ تمیمی لغت میں ہے ۔

۴ : مخصوص راتوں کی قسم اٹھانے کے بعد علی العموم رات کی قسم اٹھائی ۔ پس فرمایا ۔ وَالَّيْلِ (اور قسم ہے رات کی) ایک قول میں اس سے لیلۃ القدر مراد ہے ۔ اِذَا يَسْرِ (جب وہ چلنے لگے) جب گزر جائے ۔

نحو : یسر کی یاء کو درمیان کلام میں کسرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے حذف کر دیا ۔

قول اخفش:

کسی نے اخفش رحمہ اللہ سے یاء کے گرنے کے متعلق سوال کیا ۔ تو آپ نے فرمایا تم ایک سال خدمت میں رہو پھر بتلاؤں گا ۔ اس نے ایک سال کے بعد سوال کیا تو فرمایا رات چلتی نہیں ۔ رات میں چلا جاتا ہے ۔ جب اصل معنی سے عدول کیا تو اس کی موافقت میں لفظ سے بھی عدول کیا ۔ ایک قول یہ ہے یسری کا معنی یُسریٰ فیہ ہے ۔ جیسا کہتے ہیں لیل نائم ای ینام فیہ ۔ رات کو سویا جاتا ہے ۔

۵ : هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ (کیوں اس میں عقلمند کے واسطے کافی قسم بھی ہے) یعنی ان چیزیں میں جن کی تو نے قسم اٹھائی ہے ۔ قسم ہے عقل مند کیلئے ۔ عقل کو حجر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ نامناسب امور میں پلٹ پڑنے سے روکتی ہے ۔ جیسا کہ عقل اور نہیۃ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ سمجھتی اور روکتی ہے ۔

حاصلِ کلام:

مراد یہ ہے کیا وہ اس کے ہاں حقدار ہیں کہ ان کی قسم اٹھا کر ان کو معظم مانا جائے ۔ نمبر۲ ۔ کیا میری ان چیزوں کی قسم اٹھانے میں عقل والے کیلئے قسم ہے ۔ یعنی کیا وہ بڑی قسم ہے جس کے ساتھ مقسم علیہ مؤکد ہو جاتا ہے؟ نمبر۳ ۔ کیا ان اشیاء کی قسم میں عقل و فہم والے کیلئے، کافی قسم ہے ۔

مقسم علیہ:

مقسم علیہ محذوف ہے ۔ اور وہ لیعذبن ہے ۔ اس پر اَلَمْ تَرَ سے لے کر فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ دلالت کر

رہا ہے۔

قوم عاد کا حال:

۶ :اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ (کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا) یہاں سے ان اقوام کا تذکرہ فرمایا جن کو تکذیب رسل کے نتیجہ میں عذاب دیا گیا۔

۷ :اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ (یعنی قوم ارم کے ساتھ جن کے قدوقامت ستون جیسے تھے) یعنی کیا آپ کو معلوم نہیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسا معلوم ہونا جو یقین میں آنکھوں دیکھے کی طرح ہے۔

نحو :الم تر یہ استفہام تقریری ہے۔قوم عاد: عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح کی اولاد کو عاد ارم کہا جاتا ہے۔جیسا بنی ہاشم کو ہاشم کہا جاتا ہے۔پھر ان میں سے پہلوں کو عاد اولی و عاد ارم کہتے ہیں۔یہ نام دادے کی وجہ سے ہے۔اور بعد والوں کو عاد اخیرہ کہتے ہیں پس ارم یہ عاد کا عطف بیان ہے اور اس سے ظاہر کرنا مقصود ہے کہ یہ عاد اولی قدیمہ ہے۔**ایک قول یہ ہے**:ارم اس شہر اور سرزمین کا نام ہے جہاں وہ مقیم تھے۔اس پر ابن الزبیر کی قراءت دلالت کرتی ہے۔

قراءت ابن الزبیر:

بعادِ ارمَ: اضافت کے ساتھ تقدیر عبارت یہ ہوگی۔بعاد اهل ارم جیسا کہ ارشاد ہے واسئل القرية [یوسف :۸۲]ای اهل القرية۔قبیلہ ہو یا سرزمین معرفہ اور تانیث ہونے کی وجہ سے منصرف نہ ہوگی بلکہ غیر منصرف ہوگی۔ذات العماد۔نمبر۱۔اگر اس کو قبیلہ کی صفت مانیں تو معنی یہ ہوگا وہ ستونوں والے بدوی لوگ تھے۔نمبر۲۔لمبے قد ہونے کی وجہ سے ان کے قدوں کو ستونوں سے تشبیہ دی۔نمبر۲۔اور اگر یہ شہر کی صفت ہے تو معنی یہ ہے کہ وہ ستونوں والے تھے۔

ایک روایت تفسیر:

کہ عاد کے دو بیٹے شداد و شدید تھے۔وہ دونوں بادشاہ بنے اور سب پر غالب آ گئے پھر شدید مر گیا۔اور تمام حکومت شداد کو مل گئی۔وہ دنیا کا بادشاہ ہوا۔اس زمانہ کے بادشاہ اس کے ماتحت ہو گئے۔اس نے جنت کا ذکر سنا۔تو کہنے لگا میں ایسی جنت بناتا ہوں۔اس نے عدن کے کسی صحراء میں ارم شہر تین سو سال میں بنوایا۔اس کی عمر نو سو سال تھی۔یہ بہت بڑا شہر تھا۔اس کے مکانات سونے چاندی کے بنے تھے۔اور زبرجد و یاقوت کے ستون عمارات کے اندر دیئے گئے۔اس میں قسم قسم کے درخت اور نہریں بھی تھیں۔جب اس کی تعمیر مکمل ہو چکی تو وہ اہل مملکت کو لے کر اس کی طرف چل دیا۔جب ایک دن رات کا سفر رہ گیا۔تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمان سے چیخ بھیج کر ہلاک کر دیا۔

عبداللہ بن قلابہ کا قول ہے:

کہ میں اپنے اونٹوں کی تلاش میں نکلا۔ پس وہاں جانکلا۔ پس اس میں سے جتنے ہوسکتا تھا اس میں سے اٹھالایا۔ جب یہ خبر معاویہؓ کو پہنچی تو انہوں نے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ میں نے واقعہ عرض کر دیا۔ انہوں نے کعب کی طرف استفسار کیلئے پیغام بھیجا تو انہوں نے بتلایا کہ یہ ارم ذات العماد ہے۔ اور اس میں تیرے زمانہ میں ایک سرخ وسفید رنگت والا آدمی داخل ہوگا۔ اس کا قد چھوٹا اور اس کے ابرو پر خال کا نشان ہوگا۔ اور اس کی پشت پر خال کا نشان ہوگا۔ وہ اپنے اونٹ تلاش کرنے نکلے گا۔ پھر متوجہ ہو کر کعب نے مجھے دیکھا تو کہا۔ اللہ کی قسم یہی وہ آدمی ہے۔ [ابن کثیر: ۶۰۲/۴ □] یہ کعب احبار کی طرف منسوب داستانوں میں سے ایک ہے اس کی سند درست نہیں۔ یہ قطعاً بے حقیقت بات ہے۔ (کذا قال ابن کثیر)

۸ : الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ (جن کے برابر شہروں میں کوئی شخص پیدا نہیں کیا گیا) یعنی عاد کی طرح ان کی طاقت اور ان کے لمبے قد میں۔ ایک آدمی کی لمبائی چار سو ہاتھ تھی۔ یا شداد کے شہروں جیسا شہر پیدا نہیں کیا گیا۔

قوم ثمود:

۹ : وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ (اور قوم ثمود کے ساتھ جو وادی القریٰ میں پتھروں کو تراشا کرتے تھے) جابوا الصخر۔ پہاڑوں کے پتھر کاٹے اور ان میں رہائشی مکانات بنائے۔ ایک قول یہ ہے سب سے پہلے جنہوں نے پہاڑوں کو کاٹا اور تراشا اور انہوں نے پتھروں کے سترہ سو شہر بنائے۔ الواد سے وادی القریٰ مراد ہے۔

۱۰ : وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ (اور میخوں والے فرعون کے ساتھ) ذی الاوتاد: بڑے لشکروں والا۔ ان کے پاس بیشمار خیمے تھے۔ جب وہ کسی مقام پر اترتے تو وہاں خیمہ زن ہوتے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے ہاں مخالفین کو میخوں سے عذاب دیا جاتا۔ جیسا آسیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کیا۔

۱۱ : الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ (جنہوں نے شہروں میں فساد مچا رکھا تھا)

نحو : ذم کی وجہ سے الذین منصوب ہے۔ نمبر۲۔ ہم مبتدأ کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ نمبر۳۔ عاد، ثمود و فرعون کی صفت ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ طغوا انہوں نے حد سے تجاوز اختیار کیا۔

۱۲ : فَاَكْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ (اور ان میں بہت فساد مچا رکھا تھا) فساد کفر، قتل و ظلم و بربریت کر کے۔

عذاب کا کوڑا:

۱۳ : فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ (آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا) بلیغ ترین انداز سے وقوع عذاب کو بیان کیا گیا کیونکہ الصب دوام اور سوط زیادتی ایلام کو ظاہر کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے ان کو دردناک دائمی عذاب میں مبتلا کر دیا گیا۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَكْرَمَنِ ⑮

سو انسان کو اس کا پروردگار جب آزماتا ہے سو اس کا اکرام فرماتا ہے اور اسے نعمتیں دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میرا اکرام کیا

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَهَانَنِ ⑯

اور جب وہ اس کو آزماتا ہے سو اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ⑰ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ⑱ وَتَاْكُلُوْنَ

ہرگز ایسا نہیں' بلکہ تم یتیم کا اکرام نہیں کرتے اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے ' اور میراث کا مال

التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ⑲ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ⑳ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ

سمیٹ کر کھا جاتے ہو' اور مال سے بہت محبت رکھتے ہو۔ ہرگز ایسا نہیں جب زمین کو پوری طرح

دَكًّا دَكًّا ㉑ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ㉒

چورا چورا کر دیا جائے گا۔ اور آپ کا پروردگار آجائے گا اور فرشتے آجائیں گے تو صفیں بنالیں گے

۱۴: اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ (بیشک آپ کا رب گھات میں ہے) مرصاد وہ جگہ جہاں رصد کا انتظار کیا جاتا ہے۔ یہ مفعال کا وزن ہے اور رصدہ سے لیا گیا ہے۔ یہ تمثیل ہے کہ وہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔ اور وہ بندے اس سے کسی طرف نکل نہیں سکتے۔ بندوں کے تمام اعمال سے آگاہ ہے۔ اور حافظ و نگہبان ہے۔ پس ان اعمال پر وہ بدلہ دے گا۔ اگر خیر ہونگے تو اچھا اور اگر برے ہونگے تو برا۔

انسان کا حال:

۱۵: فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَكْرَمَنِ (پس آدمی کو جب اس کا پروردگار آزماتا ہے یعنی اس کو اکرام و انعام دیتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے میری قدر بڑھا دی)

۱۶: وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَهَانَنِ (اور جب اس کو آزماتا ہے یعنی اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے میری قدر گھٹا دی) قَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ رزق کو تنگ کر کے جان بچانے والے لقمے کی مقدار رہنے دیتا ہے۔

قراءت: شامی، یزید نے قدر پڑھا ہے۔

فَيَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَهَانَنِ مطلب یہ ہے اس شخص کیلئے ضروری ہے کہ جس کا رب اس کو دیکھ رہا ہو۔ کہ وہ آخرت کی فکر کرے

اور جلد آنے والی کو مقصود نہ بنائے۔ حالانکہ اس نے تو اس کا الٹ کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے نعمت و وسعت رزق سے اس کا امتحان کیا تاکہ یہ شکر گزار ہو۔ تو یہ کہنے لگا میرے رب نے میرا اکرام کیا یعنی جو کچھ مجھے دیا اس میں مجھے فضیلت دی۔ وہ اکرام اسی بات کو خیال کرتا ہے جبکہ دنیا کثرت سے اس کو ملے۔ اور جب اس کا امتحان فقر سے کیا اور اس کا رزق تنگ کر دیا۔ تاکہ صبر سے کام لے تو کہنے لگا۔ ربی اھانن۔ اس نے قلت سرمایہ کو توہین قرار دیا۔ کیونکہ اس کا مقصود دنیا ہے۔ اور جو چیزیں دنیا میں تلذذ اور تعیش والی ہیں وہ اس کو بھاتی ہیں۔

باطل خیال کا رد:

پس اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے باطل خیال کی تردید فرمائی۔ کلّا یہ بات ہرگز نہیں کہ قلت و کثرت مال اکرام واہانت ہیں۔ بلکہ اکرام یہ ہے کہ طاعت کی زیادہ سے زیادہ توفیق ملے اور اہانت اس میں ہے کہ توفیق چھین کر رسوا کر دیا جائے۔

نحو: نمبرا۔ الانسان مبتدأ اور فیقول یہ اس کی خبر ہے اور خبر پر فاء اس لئے لائی گئی ہے۔ کیونکہ اَمّا میں شرط کا معنی بھی پایا جاتا ہے۔ اور مبتدا و خبر کے مابین ظرف تقدیرًا تاخیر میں ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا ہے۔ فاما الانسان فقائل ربی اکرمنی وقت الابتلاء۔ اور اسی طرح دوسرا فیقول بھی مبتدأ کی خبر ہے۔ اور تقدیر عبارت یہ ہے۔ واما ھو اذا ما ابتلاہ ربہ۔

ابتلاء:

دونوں کو ابتلاء سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ ہر ایک بندے کیلئے امتحان و ابتلاء ہے جب وسعت کر دی جائے۔ تو اس بات میں امتحان ہے کہ آیا وہ شکر ادا کرتا ہے یا ناشکری اختیار کرتا ہے اور جب رزق کو تنگ کر دیا جائے تو اس کی حالت کو آزمایا گیا۔ آیا صبر کرتا ہے کہ جزع فزع کا ارتکاب کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے دوسرے ارشاد میں فرمایا گیا۔ وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً [الانبیاء:۳۵]

وجہ تعجیب:

اس کے اس قول کو عجیب قرار دیا ربی اکرمن۔ باوجودیکہ اس کو اپنے اس قول سے ثابت کیا فاکرمہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بات اس انسان نے قصداً اس بات کی مخالفت کرتے ہوئے کہی جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے صحیح اور درست قرار دیا۔ اس مخالفت میں اس کا قصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جو کچھ بطور اکرام دیا ہے وہ اس کا مستحق ہے جیسا کہ دوسرے ارشاد میں یہ بات موجود ہے۔ انما اوتیتہٗ علی علمٍ عندی [القصص:۷۸] حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بلا استحقاق بطور ابتلاء و امتحان دیا ہے۔

بری حصاتیں:

۱۷: كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ (ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی قدر نہیں کرتے ہو)۔

۱۸ : وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے) مطلب یہ ہے بلکہ یہاں تو اس بات سے بھی زیادہ بری حرکت موجود ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مال عنایت فرمایا ہے وہ اس مال میں سے یتیم کا جو حق بنتا ہے۔ اور انہیں بطور اکرام دینا چاہیے تھا۔ وہ نہیں دیتے اور مسکین کو خود کھانا دینا تو بجائے خود رہا دوسروں کو اسے کھانا دینے پر آمادہ تک نہیں کرتے۔

۱۹ : وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا (اور میراث کا مال سارا سمیٹ کر کھا جاتے ہو) التراث میراث کو کہتے ہیں۔ اکلًا لمًّا امے ذالم۔ حلال وحرام کے جمع کرنے کو کہتے ہیں۔ اہل عرب عورتوں اور بچوں کو وارث نہ بناتے تھے۔ اور ان کا حصۂ میراث اپنے حصۂ میراث کے ساتھ ملا کر کھا جاتے تھے۔

۲۰ : وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (اور مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو) عرب کے لوگ حبہ، احبہ، ایک ہی معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ حبا جمًّا بہت زیادہ کہ جس کے ساتھ حرص اور حقوق کی ڈاکہ زنی بھی شامل ہو۔

قراءت: رَبِّیَ، حجازی اور ابوعمرو نے پڑھا ہے۔ اور بصری نے یکرمون، ولا یحضّون و یاکلون ویحبون پڑھا ہے۔

قیامت کا حال:

۲۱ : كَلَّا (ہرگز نہیں) اس میں ان کو سابقہ بات پر ڈانٹ پلائی۔ اور ان کے فعل کا انکار کیا گیا ہے۔ پھر وعید کا ذکر کر کے ان کی اس حسرت کو بیان کیا جو اس وقت ہوگی جب حسرت کا فائدہ نہ ہوگا فرمایا اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا (جس وقت زمین کو توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا) دُکت: زمین کو ہلایا جائے گا۔ دکا: ریزہ ریزہ یعنی بار بار اس کو ریزہ ریزہ کریں گے۔ یہاں تک کہ ذرات بنکر بکھر جائے گی۔

۲۲ : وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (اور آپ کا پروردگار اور جوق در جوق فرشتے آئیں گے) یعنی ہر آسمان کے فرشتے اتر پڑیں گے۔ وہ ایک دوسرے کے پیچھے صف بستہ ہو جائیں گے۔ جس سے جن وانس گھیرے میں آ جائیں گے۔

وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰی لَهُ الذِّكْرٰی ﴿۲۳﴾ یَقُوْلُ

اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا اس دن انسان کی سمجھ میں آ جائے گا اور اب سمجھنے کا موقع کہاں رہا؟ کہے گا

یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ﴿۲۴﴾ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّلَا یُوْثِقُ

کاش میں اپنی زندگی کے لئے آگے بھیج دیتا سو اس دن اللہ کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا نہ ہوگا اور اس کی جیسی

وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ

بندش کوئی نہیں کریگا اے نفس مطمئنہ لوٹ جا اپنے رب کی طرف

رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴿۳۰﴾

اس حال میں کہ تو خوش ہو اور تجھ سے بھی اللہ تعالیٰ خوش ہے سو تو میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

ع ۱ ۱۴

۲۳: وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ (اور اس روز جہنم کو لایا جائے گا) ایک قول یہ ہے کہ یہ اہل جہنم کے سامنے کردی جائے گی جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔ وَبُرِّزَتِ الجحیم للغاوین [الشعراء:۹۱] دوسرا قول یہ ہے کہ جہنم کو چلا کر لایا جائے گا۔ حدیث صحیح میں وارد ہے۔ یوتی بجهنم یومئذ لها سبعون الف زمام مع کل زمام سبعون الف ملك یجرونها۔ [رواہ مسلم:۲۸۴۲، والترمذی: ۲۵۸۷] اس دن جہنم کو ستر ہزار لگاموں سے کھینچ کر لایا جائے گا۔ ہر لگام پر ستر ستر ہزار فرشتے مقرر ہونگے۔ یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰی لَهُ الذِّكْرٰی (اس روز انسان کو سمجھ آوے گی اور اب سمجھ آنے کا موقع کب رہا) یتذکر نصیحت حاصل کرے گا۔ انی له الذکری مگر نصیحت کا فائدہ کہاں سے حاصل ہو۔

۲۴: یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ (کہے گا کاش میں اس زندگی کیلئے کوئی عمل آگے بھیج لیتا)۔ حیاتی سے یہ آخرت کی زندگی مراد ہے۔ یعنی وہ کہے گا کاش میں نے اپنی فانی زندگی میں کچھ اعمال اپنی باقیہ زندگی کیلئے کیے ہوتے۔

۲۵: فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ (اس روز نہ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا ہوگا) یعنی اس دن اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوئی ذمہ دار نہ ہوگا۔ کیونکہ اختیار تمام اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہوگا۔

۲۶: وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ (اور نہ اس کے جکڑنے کے برابر جکڑنے والا نکلے گا) لا یوثق: نہ جکڑے گا زنجیروں اور طوقوں کے ساتھ اس کے جکڑنے کی طرح کوئی ایک۔

قول صاحب کشاف:

کوئی شخص کسی کو عذاب نہیں دے سکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ عذاب دیتے ہیں۔ اور نہ کوئی جکڑنے والا کسی کو اللہ تعالیٰ کے جکڑنے

کی طرح جکڑ سکتا ہے۔ای لا یعذب احدٌ احدًا کعذاب اللہ و لا یوثق احدٌ احدًا کو ثاق اللہ ۔
قراءت :لا یعذّب ، ولا یوثَق علی نے پڑھا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی قراءت ہے۔ابوعمرو نے اپنی آخری عمر میں اسی طرف رجوع کر لیا۔ضمیر اس میں الانسان موصوف کی طرف راجع ہے۔اور الانسان سے مراد کافر ہے۔ایک قول میں ابی بن خلف مراد ہے۔مطلب یہ ہوا کوئی اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب جیسا عذاب نہ دے گا۔اور نہ زنجیروں سے اس کے باندھنے کی طرح کوئی باندھے گا کیونکہ وہ اپنے کفر و عناد میں انتہاء کو پہنچا ہوا تھا۔

ربط :پھر مؤمن کو فرمایا جا رہا ہے۔

نفس مطمئنہ :

۲۷ :یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ (اے اطمینان والی روح) یہ کلام اس سے بطورا کرام ہوگا۔جیسا موسیٰ علیہ السلام سے کلام ہوئی یا فرشتے کے ذریعہ کلام ہوگا۔مطمئنہ :امن والا جس پر خوف و حزن طاری نہ ہو۔اور وہ مؤمنہ نفس ہے۔نمبر۲۔حق پر اطمئنان والا جس کو حق پر یقین کی برف نے جمایا ہوا ہے کہ شک اس کے قریب نہیں پھٹکتا۔پہلی تفسیر پر ابی بن کعب کی قراءت شاہد ہے۔یاایتھا النفس الامنۃ المطمئنہ :یہ موت کے وقت اس کو کہا جاتا ہے۔یا نمبر۲۔بعث کے وقت کہا جائے گا نمبر۳۔دخول جنت کے وقت کہا جائے گا۔

۲۸ :ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً (تو اپنے پروردگار کی طرف چل اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش) ارجعی تو لوٹ اپنے رب کے وعدے کے مقام یا اپنے رب کے ثواب کی طرف اس حال میں کہ تو خوش ہونے والا ہے اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں دی گئی۔مرضیۃ اپنے عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے۔

۲۹ :فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ (پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا)یعنی میرے من جملہ نیک بندوں میں اور ان کی لڑی میں تمہیں پرو دیا گیا۔

۳۰ :وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (اور میری جنت میں داخل ہو جا)ان کے ساتھ۔

قولِ ابوعبیدہ:

ای مع عبادی و بین عبادی۔میرے بندوں کے ساتھ اور ان کے مابین۔یعنی خاص بندوں میں۔جیسا دوسرے مقام پر مذکور ہوا وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ۔ [النمل:۱۹]

ایک قول یہ ہے:

کہ النفس روح اور اس کا معنی یہ ہے تو میرے بندوں کے جسم میں داخل ہو جا۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت اس کی تائید کرتی ہے فادخلی فی جسد عبدی ۔

ایک نکتہ:

جب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طائف میں وفات ہوئی تو ایک پرندہ آیا۔اس جیسا پرندہ پہلے دیکھا نہ گیا تھا۔وہ پرندہ ان کی نعش میں داخل ہوا جب ان کو دفن کر دیا گیا تو یہ آیت ان کی قبر کے کنارے تلاوت کی گئی اور معلوم نہ ہو سکا کہ کس نے تلاوت کی ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ آیت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے متعلق نازل ہوئی۔دوسرا قول یہ ہے خبیب رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی جن کو اہل مکہ نے سولی پر چڑھا دیا تھا۔

قول آخر:

یہ ہے کہ یہ تمام ایمان والوں کیلئے ہے۔اس لئے کہ عموم الفاظ کا اعتبار ہے خصوصی سبب کا لحاظ نہیں ہوتا۔

الحمد للّٰہ بمنہ تمت سورۃ الفجر

سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ عِشْرُوْنَ آيَةً

سورۃ البلد مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں بیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا

میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اور آپ اس شہر میں حلال ہونے کی حالت میں داخل ہونے والے ہیں اور قسم کھاتا ہوں باپ کی اور اولاد کی یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے

الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ۝ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ۝ یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا

انسان کو مشقت میں پیدا فرمایا۔ کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کوئی قادر نہ ہو گا' وہ کہتا ہے کہ میں نے خوب زیادہ مال ہلاک

لُّبَدًا ۝ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ ۝ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ۝ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ ۝

کر دیا' کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا۔ کیا ہم نے اس کے لئے دو آنکھیں نہیں بنائیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے

وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ۝

اور ہم نے اس کو دونوں راستے بتا دیئے۔

۱: لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ۔

(میں قسم کھاتا ہوں۔ اس شہر کی) اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی قسم کھائی ہے۔ اور اس بات پر قسم کھائی کہ خلقت انسانی تکالیف اور مشقتوں میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اور قسم اور مقسم علیہ کے درمیان وانت حل بھذا البلد کو بطور جملہ معترضہ لایا گیا ہے۔

۲: وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ (آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے) مطلب یہ ہے کہ مشقتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ جیسا عظمت وشان والا اس شہر مکہ کو لڑائی کیلئے حلال قرار دیگا۔ جیسے غیر حرم میں شکار کو حلال قرار دیا جاتا ہے۔

بقول شرحبیل:

مشرکین مکہ اس سرزمین میں شکار کرنا تو ناجائز قرار دیتے مگر آپ کے نکالنے اور قتل کرنے کو حلال سمجھتے ہیں۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کو ثابت قدمی پر آمادہ کر کے ان تکالیف کو سہنے کا حکم دیا گیا ہے جو کفار مکہ کی طرف سے آ رہی تھیں نیز کفار مکہ کی حالت جو آپ کی عداوت کے سلسلہ میں چل رہی تھی اس پر تعجب ظاہر کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو آپ کے شہر کی قسم اٹھا کر تسلی دی گئی ہے کہ تکالیف کے اٹھانے سے کسی انسان کو مفر نہیں درمیان میں تسلی و اطمینان کی تکمیل کے لئے فتح مکہ کے عظیم الشان وعدہ کو ذکر کر دیا۔ اور فرمایا آپ اس شہر کو عنقریب حلال کرنے والے ہیں آپ کو اس میں قتل وقید کی اجازت ہوگی وہ اسی طرح ہوا کہ مکہ کو فتح کر دیا گیا اور آپ کیلئے قتل وقتال کو جائز کر دیا۔

اس سے پہلے مکہ کسی پر نہ فتح ہوا اور نہ حلال کیا گیا۔ پس آپ نے فتح کے وقت جس چیز کو چاہا حلال کیا اور جس کو چاہا حرام کیا۔ چنانچہ ابن خطل کو ایسی حالت میں قتل کروایا کہ وہ کعبہ شریف کے پردوں کو تھامے ہوئے تھا اور اسی طرح مقیس بن صبابہ وغیرہما کو اور دار ابی سفیان کو حرام قرار دیا۔ اور انت حل کے معنی مستقبل کے ہیں۔ اس کی نظیر یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (الزمر۔۳۰) اور اتنی دلیل ہی اس معنی کیلئے کافی ہے کہ یہ سورت بالاتفاق مکی ہے اس وقت تو ہجرت بھی نہ ہوئی تھی فتح مکہ تو بڑی دور کی بات تھی پس ثابت ہوا کہ اَنْتَ حِلٌّ کا معنی تو حلال کریگا۔

۳: وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ (اور قسم ہے باپ کی اور اولاد کی) اس سے مراد آدم علیہ السلام اور ان کے بیٹے۔ نمبر۲۔ ہر والد و مولود نمبر۳۔ ابراہیم اور ان کے بیٹے۔

نحو: مامن یا الذی کے معنی میں ہے۔

۴: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ (ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے) یہ جواب قسم ہے۔ کبد مشقت، انسان مصائب دنیا سے دوچار ہوتا ہے۔ اور آخرت کی تکالیف۔

قول ذوالنون رحمہ اللہ:

قضاء کی رسی سے انسان بندھا جکڑا رہے گا۔ اور امر و نہی کی دعوت دی جاتی رہے گی۔ یہی مشقت ہے۔

۵: اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ (کیا وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا) ایحسب کی ضمیر بعض صنادید قریش کی طرف راجع ہے۔ جن کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو بہت تکالیف پیش آتی تھیں۔ پھر بعض نے کہا وہ ابوالاشد ہے اور بعض کہتے ہیں وہ ولید بن مغیرہ ہے۔ معنی یہ ہوگا۔ کیا اس اپنی قوم میں طاقتور سردار کا خیال یہ ہے وہ ایمان والوں کو کمزور قرار دینے والا ہے کہ قیامت ہرگز نہ آئے گی۔ اور اس سے انتقام پر کسی کو اختیار نہیں ہے۔ پھر اس بات کا تذکرہ کیا جو وہ آج کہہ رہا ہے۔

مال پر فخر:

۶: يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا (وہ کہتا ہے میں نے اتنا وافر مال خرچ کر ڈالا) لُبَدًا بہت سا۔ یہ جمع لُبْدَۃٌ کی ہے۔ جو مال اکٹھا اور جمع ہو۔ اس سے مراد وہ مال ہے جو اس نے اس مقام پر خرچ کیا جس کو اہل جاہلیت مکارم و معالی کہتے تھے۔

۷: اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗ اَحَدٌ (کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں) جب کہ وہ خرچ کر رہا تھا اور جتنا اور جس غرض ریاء و افتخار کیلئے خرچ کر رہا تھا یعنی اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہے ہیں اور اس کی نگرانی فرمانے والے تھے۔

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝۱۱ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝۱۲ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝۱۳ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ

سو وہ گھاٹی سے ہوکر کیوں نہ آگے بڑھا اور آپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی کیا ہے؟ چھڑا دینا ہے گردن کا یا کھلا دینا ہے بھوک والے

مَسْغَبَةٍ ۝۱۴ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝۱۵ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝۱۶ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

دن میں کسی یتیم کو جو رشتہ دار ہو، یا کسی مسکین کو جو مٹی والا ہو، پھر ان لوگوں میں سے ہوا جو ایمان لائے

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝۱۷ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝۱۸ وَالَّذِيْنَ

اور آپس میں ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی وصیت کی، یہ داہنے ہاتھ والے لوگ ہیں اور جن لوگوں نے

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝۱۹ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝۲۰

ہماری آیات کے ساتھ کفر کیا وہ بائیں ہاتھ والے ہیں ان پر آگ ہوگی جسے بند کر دیا جائے گا۔

احسانِ الٰہی:

۸ : اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ (کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں نہیں دیں) اس پر کی جانے والی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا۔ ہم نے اس کو دو دیکھنے والی آنکھیں عنایت فرمائی ہیں۔

۹ : وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ (اور زبان اور دو ہونٹ دیئے) وہ زبان جس سے وہ اپنے مافی الضمیر کی تعبیر کرتا ہے۔ اور وہ ہونٹ جن سے وہ اپنے دانتوں کو ڈھانپتا ہے۔ اور گفتگو میں ان سے معاونت پاتا اور کھانے اور پینے اور سانس میں ان سے مدد لیتا ہے۔

۱۰ : وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (اور ہم نے اس کو دونوں راستے بتلا دیے) خیر و شر کے راستے جو جنت و نار تک پہنچنے والے ہیں یا ماں کے پستان۔

۱۱ : فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ (پس وہ شخص گھاٹی میں سے ہو کر نہ نکلا)

۱۲ : وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ (اور آپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی کیا ہے)

۱۳ : فَكُّ رَقَبَةٍ (وہ کسی گردن کا چھڑانا ہے)

۱۴ : اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ (یا کھانا کھلانا فاقہ کے دن میں)

۱۵ : يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ (کسی رشتہ دار یتیم کو)

۱۶ : اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ (یا کسی خاک نشین محتاج کو)

ناشکری نعمت:

۱۷ : ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (پھر ان لوگوں میں سے نہ ہوا جو ایمان لائے) یعنی اس نے ان انعامات کا شکریہ اعمال صالحہ میں

سے آزادیٔ گردن، یتامیٰ اور مساکین کو کھانا کھلانے کی صورت میں ادا نہ کیا۔ پھر سب سے بڑھ کر جو ان اعمال صالحہ کی بنیاد ایمان ہے۔ اس کو اختیار نہ کیا۔ بلکہ اس کی بجائے نعمتوں کی ناقدری کی، منعم کریم کی ناشکری کی، مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مال کو اس انداز اور طرز سے خرچ کرنا فائدہ مند اور نفع بخش ہے ریاء و فخر کی خاطر مال کا دے دینا چنداں فائدہ مند نہیں ہے۔

نحو: لا ماضی کے ساتھ استعمال ہو تو مکرر لایا جاتا ہے۔ مگر فصیح ترین کلام میں مکرر نہیں لایا جاتا۔ کیونکہ جب یہاں اقتحام کی تفسیر تین چیزوں سے کردی۔ تو یہ اسی طرح ہو گیا جیسا لا کا اعادہ تین مرتبہ کر دیا گیا ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح بن گئی۔ فلا فك رقبة ولا اطعم مسكينا ولا آمن۔ الاقتحام داخل ہونا شدت و مشقت سے گزرنا۔ القحمة شدت۔ آیت میں نیکی کو عقبہ فرمایا گیا اور اس پر عمل کرنے کو اقتحام عقبہ سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ اس میں نفس کا مجاہدہ اور مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

قولِ حسن رحمۃ اللہ علیہ یہ ہے:

کہ انسان کا اپنے نفس سے جہاد کرنا اللہ کی قسم بڑی سخت گھاٹی ہے۔ اسی طرح اپنی خواہشات اور دشمن شیطان سے مقابلہ بھی مشکل چیز ہے۔ ما العقبة یعنی اس کا گھسنا کیا ہے؟ تم اس وقت کی صعوبت نفس کو نہیں جانتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے ثواب کی حقیقت کو سمجھتے ہو۔ فك الرقبة گردن کو آزاد کرانا یا مالِ کتابت کی ادائیگی میں اعانت کرنا۔

قراءت: فَكَّ رَقَبَةً او اَطْعَمَ مکی، ابو عمرو، علی نے اقتحم العقبة کا بدل قرار دے کر پڑھا ہے۔ اس طرح وما ادراك ما العقبه۔ جملہ معترضہ ہے۔ دیگر قراء نے فك رقبة اوا طعامٌ کو اِقْتَحَا مُهَا فكُ رقبة اوا طعامٌ قرار دے کر مرفوع پڑھا ہے۔ المسغبہ بھوک۔ المقربۃ قرابت، المتربہ فقر۔ یہ تینوں مفعلات کے وزن ہیں۔ اول سَغِب، یسغب جبکہ بھوکا ہو جائے۔ نمبر۲۔ قرب یقرب فی النسب۔ عرب کہتے ہیں فلان ذوقرا بتی و ذو مقربتی وہ میرا رشتہ دار ہے اور تیسرا ترب یترب جبکہ محتاج ہو۔ اس کا اصل معنی مٹی سے مل گیا۔ پس اس کا ٹھکانہ کوڑا خانے ہوا الیوم کی صفت ذی مسغبۃ سے کی گئی۔ جیسا عرب کہتے ہیں هم ناصب ای ذو نصب۔ دکھ دینے والا غم۔

ثم كان من الذين آمنوا کا معنی یہ ہے کہ اس نے ایمان پر ہمیشگی دکھائی۔ ایک قول یہ ہے کہ ثم یہاں واؤ کے معنی میں آیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ثم کو یہاں اس لئے لائے کیونکہ ایمان مرتبہ و فضیلت میں عتق و صدقہ سے بہت بلند ہے۔ اور یہ بلندی وقتی ہی نہیں بلکہ ایمان ان سے سابق ہے کیونکہ عمل ایمان کے بغیر مقبول نہیں۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کی) گناہوں سے رک جانے اور طاعات پر جم جانے کی۔ اور ان مشقتوں پر صبر کرنے کی جو مؤمن کو بطور ابتلاء درپیش رہتے ہیں۔ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ (اور ایک دوسرے کو ترحم کی فہمائش کی) اپنے مابین رحم کرنے کی تلقین و تاکید کی۔

۱۸: اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ (یہی لوگ داہنے والے ہیں) ان صفات والے اصحاب یمین سے ہیں۔

۱۹: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ (اور جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہیں۔ وہ لوگ بائیں والے ہیں) والذين كفروا بآيتنا جنہوں نے قرآن کا انکار کیا یا ہمارے دلائل کا انکار کیا۔ وہ اصحاب شمال ہیں۔ المیمنہ اور المشئمہ

الیمین و الشمال۔ یاالیمن و الشنوم یعنی اپنے نفس کو بابرکت کرنے والے اور اپنے نفوس پر نحوست مسلط کرنے والے۔

۲۰ : عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ (ان پر آگ محیط ہوگی جس کو بند کردیا جائے گا)

قراءت: مُّؤْصَدَةٌ ہمزہ کے ساتھ ابوعمرو، حمزہ، حفص نے پڑھا ہے۔ اور موصدۃ، نافع، ابن کثیر، ابن عامر کی قراءت ہے۔

مُّؤْصَدَةٌ یہ اوصدت الباب سے لیا گیا۔ اسی طرح آصدت الباب ای اطبقتهٗ و اغلقتهٗ میں نے دروازہ بند کیا۔

تمت سورۃ البلد بحمدہ تعالیٰ

سُوْرَۃُ الشَّمْسِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ خَمْسَ عَشْرَۃَ اٰیَۃً

سورۃ الشمس مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پندرہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۞۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۞۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۞۳ وَالَّيْلِ

قسم ہے سورج کی اور اسکی روشنی کی اور چاند کی جب وہ سورج کے پیچھے سے آ جائے اور قسم ہے دن کی جب وہ اس کو خوب روشن کر دے اور قسم ہے رات کی

اِذَا يَغْشٰهَا ۞۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۞۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۞۶ وَنَفْسٍ وَّمَا

جب وہ اسے چھپا لے اور قسم ہے آسمان کی اور اس کی جس نے اس کو بنایا اور قسم ہے زمین کی اور اسکی جس نے اسے بچھایا اور قسم ہے نفس کی اور اس کی

سَوّٰهَا ۞۷ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۞۸ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۞۹ وَقَدْ خَابَ مَنْ

جس نے اس کو درست بنایا پھر اس کا فجور اور اس کا تقویٰ اس کو القاء کر دیا یقینی بات ہے کہ وہ کامیاب ہوا جس نے اس کو پاک کیا اور وہ شخص نامراد ہوا جس نے

دَسّٰهَا ۞۱۰ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَآ ۞۱۱ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا ۞۱۲ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اسے دبا دیا۔ ثمود نے اپنی سرکشی کے سبب جھٹلایا جبکہ اس کا سب سے زیادہ بدبخت شخص اٹھ کھڑا ہوا سو ان سے اللہ کے رسول نے فرمایا کہ اونٹنی سے اور اس کے

نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۞۱۳ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰهَا ۞۱۴

پینے سے خبردار رہنا سو انہوں نے اللہ کے رسول کو جھٹلا دیا پھر اس اونٹنی کو کاٹ ڈالا سو ان کے رب نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو پوری طرح ہلاک کر دیا۔ سو اس کو عام کر دیا

وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۞۱۵

اور وہ اس کے انجام سے اندیشہ نہیں رکھتا۔

ع ۱۵ / ۱۶

۱: وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا (قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی)

ضحیٰ: جب سورج خوب چمک اٹھے اور اس کی سلطنت ہر طرف قائم ہو جائے۔

۲: وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا (اور چاند کی جب سورج سے پیچھے آوے) روشنی اور ضیاء میں اس کا پیچھا کرے یہ مہینے کے پہلے پندرہ روز میں ہوتا ہے۔ روشنی میں چاند سورج کے پیچھے آتا ہے اور اس کا نائب ہوتا ہے۔

۳ : وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا (اور دن کی جب وہ اس کو خوب روشن کردے) جلی الشمس ، سورج روشن ہوا اس کو دیکھنے والوں کے سامنے ظاہر کردیا۔ اور یہ اس وقت ہوتا ہے۔ جب دن کھل جائے اور پھیل جائے کیونکہ سورج اس وقت مکمل طور پر روشن ہوتا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

ضمیر اندھیرے کی طرف راجع ہے نمبر۲۔ دنیا کی طرف۔ نمبر۳۔ زمین کی طرف راجع ہے اگرچہ اس کا تذکرہ نہیں ہوا۔ پھر یہ آیت اس ارشاد کی طرح ہوگی۔ وَمَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ [فاطر: ۴۵] یہاں بھی ھا کی ضمیر ارض کی طرف ہے اگرچہ پہلے مذکور نہیں۔

۴ : وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا (اور رات کی جب وہ اس کو چھپالے) جب رات سورج کو چھپالے اور آفاق سماء کو اندھیر کردے۔

ایک تحقیق:

اس قسم کے مواقع میں جہاں بار بار واؤ لائی گئی ہے۔ اول واؤ بالاتفاق قسمیہ ہے۔ دوسری واؤ بعض کے ہاں قسمیہ ہے۔ خلیل نحوی رحمہ اللہ کے نزدیک واؤ دوم عاطفہ ہے دلیل یہ ہے کہ قسم کا قسم پر داخل کرنا تکمیل قسم سے پہلے جائز نہیں۔ غور تو فرماؤ۔ اگر تم اس کی بجائے فاء کا کلمہ لاتے یا ثمّ لاتے تو معنی اپنی حالت پر رہتا کیونکہ یہ دونوں حروف عطف میں سے ہیں۔ اسی طرح واؤ کا حکم ہے۔

جنہوں نے قسم کیلئے قرار دیا:

تو ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر واؤ عطف کی ہوتی تو دو عاملوں پر عطف ہوتا کیونکہ والیل تو واؤ قسم سے مجرور ہے۔ اور اذا یغشٰی فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے جو کہ اقسم ہے۔ پس اگر تم واؤ کو والنهار اذا تجلی میں عطف کیلئے تسلیم کرو گے تو النهار کا عطف لیل پر جر کی صورت میں ہوگا۔ اور اذا تجلّٰی کا عطف اذا یغشٰی پر نصب کی حالت کے ساتھ ہوگا۔ پس یہ تمہارے اس قول کی طرح ہو جائے گا۔ اِنَّ فی الدار زیدًا والحجرة عمروًا۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے واؤ قسم باء اور فعل کے قائم مقام ہے اور یہ قائم مقام ہونا اس حد تک ہے کہ اس کے ساتھ فعل کا ظاہر کرنا، جائز نہیں۔ پس گویا یہ نصب و جر کا عمل دے رہی ہے۔ اور یہ واؤ اس ایک عامل کی طرح بن گئی جس کے دو عمل ہوں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ عامل جس کے دو عمل ہوں۔ تو جائز ہے کہ اس کے دونوں معمولوں کا عطف ایک عاطف سے کردیا جائے۔ اس پر تمام اہل نحات کا اتفاق ہے۔

مثلاً ضرب زیدٌ عمرًوا وبکرٌ خالدًا پس واؤ کے ساتھ آپ نصب و رفع دونوں دے رہے ہیں۔ کیونکہ واؤ ضرب کے قائم مقام ہے۔ جو کہ واؤ کا عامل ہے پس اس مقام پر بھی یہی حکم ہے۔

۵ : وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا (قسم ہے آسمان کی اور اس کی جس نے اس کو بنایا)

۶ : وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا (اور زمین کی اور جس نے اس کو بچھایا)

۷ : وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا (اور جان کی اور جس نے اس کو درست بنایا) ان تمام میں ما مصدریہ ہے ای بناء ها وطحوها وتسوية خلقها فی احسن صورة ۔آسمان اوراس کے بنانے اور زمین اوراس کے بچھانے اور نفس کی تخلیق بہترین صورت میں کرنے میں) بعض کے ہاں یہ ما مصدریہ والی صورت فالھمھا میں نہیں چلتی کیونکہ عبارت میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔اس لئے صحیح وجہ اس میں یہ ہے کہ ما موصولہ ہو۔رہا یہ سوال کہ مَنْ کی بجائے ما کو لایا گیا۔تو وجہ ترجیح یہ ہے کہ اس میں وصفیت کا معنی پایا جاتا ہے۔ مَنْ میں ایسا نہیں گویا اس طرح فرمایا۔والسماء والقادر العظيم الذی بناها و نفس و الحكيم الباهر الحكمة الذی سواها۔قسم ہے آسمان کی اور اس عظیم قدرت والے کی جس نے اس کو بنایا اور نفس کی قسم اور اس ظاہر حکمت والی ذات کی قسم جس نے اس کو درست کیا۔

وجۂ تنکیر:

نفس کو نکرہ لائے۔کیونکہ اس سے مراد نفوس میں سے خاص نفس یعنی آدم علیہ السلام ہیں۔گویا اس طرح کہا: و واحدة من النفوس اور نفوس میں ایک نفس کی قسم۔نمبر۲۔نفس سے ہر نفس مراد ہے۔اور تنکیر کثرت کو ظاہر کرنے کیلئے لائے۔جیسا اس آیت میں علمت نفس [التکویر:۱۴]

۸ : فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا (پھر اس کو بدکرداری اور پرہیزگاری کا القاء کیا) اس کو طاعت و معصیت بتلا دی۔یعنی سمجھا دی کہ ان میں سے ایک حسن اور دوسری قبیح ہے۔

۹ : قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس کو پاک کرلیا) یہ جواب قسم ہے تقدیر کلام یہ ہے: لقد افلح ۔

قول الزجاج:

کلام کی طوالت لام کا عوض بن گئی۔

ایک قول یہ ہے:

جواب قسم محذوف ہے۔یہی قول اظہر ہے۔اس کی تقدیر اس طرح ہے لَيُدَمْدِمَنَّ الله عليهم اہل مکہ پر اللہ تعالیٰ تکذیب رسول کی وجہ سے تباہ کن عذاب نازل فرمائیں گے۔جیسا کہ ثمود پر تکذیب صالح علیہ السلام کی وجہ سے اترا۔

حل کلام:

قد افلح یہ کلام فالھمھا کے تابع ہے۔اور بطور استطراد لایا گیا ہے جواب قسم سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔منْ زکّٰھا جس کو اللہ تعالیٰ نے پاک کردیا اور اس کی درستی کردی اور پاکیزگی والا بنا دیا۔

۱۰ : وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (نامراد ہوا جس نے اس کو دبا دیا) اللہ تعالیٰ نے اس کو گمراہ کردیا۔

قولِ عکرمہ:

وہ نفس کامیاب ہوا جس کو اللہ تعالیٰ نے پاک کر دیا۔ اور وہ نفس رسوا ہوا جس کو اس نے گمراہ کر دیا۔ یہ جائز ہے کہ نفس کو ملوث کرنے اور پاک کرنے کی نسبت بندے کی طرف کی جائے اور فعل عبد قرار دیا جائے۔ التدسیۃ کمی، کوتاہی، مخفی گناہ کرنا۔ دَسّٰی اصل میں دسس ہے۔ یا تو سین مکررہ کے بدلے میں لائی گئی ہے۔ پس دَسّٰی بن گیا۔

قوم ثمود کی سرکشی:

۱۱ : كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَآ (قوم ثمود نے اپنی شرارت کی وجہ سے تکذیب کی) طغویٰ بمعنی طغیان کیونکہ ان کو ان کی سرکشی نے تکذیب پر آمادہ کیا تھا۔

۱۲ : اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا (جب کہ اس قوم میں جو سب سے بڑا بد بخت تھا اٹھ کھڑا ہوا) انبعث اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کیلئے کھڑا ہوا۔ اشقٰی ثمود کے بد بخت کا نام قُدار بن سالف تھا۔ اس کا رنگ زرد، نیلا، قد چھوٹا۔

نَحو : اذا یہ كَذَّبَتْ کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر۲۔ بطغوٰی کی وجہ سے منصوب ہے۔

۱۳ : فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ (تو ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا) رسول اللہ سے صالح علیہ السلام مراد ہیں۔ نَاقَةَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی اونٹنی سے خبردار رہنا)

نَحو : یہ تحذیر کی وجہ سے منصوب ہے اے احذروا عقرھا۔ اس کی کونچیں کاٹنے سے خبردار رہو۔

وَسُقْيٰهَا (اور اس کے پانی پینے سے) یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں الاسد الاسد۔

نَحو : سابقہ فعل پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے۔

۱۴ : فَكَذَّبُوْهُ (پس انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا) اس بات میں جس میں ان کو ڈرایا گیا۔ کہ اگر تم یہ کر ڈالو گے۔ تو عذاب اتر پڑے گا۔ فَعَقَرُوْهَا (پھر اس اونٹنی کو مار ڈالا)

نَحو : ھا کی ضمیر اونٹنی کی طرف راجع ہے۔ اور فعل کی نسبت تمام قوم کی طرف کی گئی حالانکہ قاتل تو ایک تھا۔ اس کی نظیر دوسری آیت میں ہے۔ فنادوا صاحبھم فتعاطی فعقر [القمر:۲۹] تو اس آیت نے بتلا دیا کہ اس میں ان تمام کی رضامندی شامل تھی اس لئے نسبت فعل تمام کی طرف درست ہے۔ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ (تو ان کے رب نے ان پر ہلاکت نازل فرمائی) ان کو بالکل ملیامیٹ کر دیا۔ بِذَنْۢبِهِمْ (ان کے گناہ کے سبب) ان کے اپنے گناہ کے سبب وہ گناہ تکذیب پیغمبر اور اونٹنی کا ہلاک کرنا وغیرہ تھے۔

ہلاکتِ ثمود:

فَسَوّٰىهَا (پھر اس کو عام کر دیا) ان پر ہلاکت کو عام کر دیا کہ ان میں سے ایک بھی چھوٹا بڑا بچ نہ سکا۔

اسے انجام کا خطرہ نہ ہوا:

۱۵ : وَلَا یَخَافُ عُقْبٰهَا (اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے اخیر میں کسی خرابی کا اندیشہ نہیں ہوا) اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت والے کام کے انجام کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا اس اندیشہ کے بغیر کہ کسی کی طرف سے کوئی خرابی اس کو پہنچ جائے گی۔ جیسا کہ کوئی بادشاہ کسی کو سزا دے تو اس کی طرف سے ہر وقت اس کو خطرہ لگا رہتا ہے۔ کہ کہیں بدلے کیلئے نہ اٹھ کھڑا ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اپنی ملک اور ملک میں کیا لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ [الانبیاء: ۲۳ □] اس سے کون پوچھ سکتا ہے۔ کہ یہ کیوں کیا۔ وہ تمام سے پوچھ سکتا ہے کہ یہ کیوں کیا۔

قراءت: مدنی و شامی نے ولا یخاف کی بجائے فلا یخاف پڑھا ہے۔

قد تمت سورة الشمس بعونه سبحانه وتعالىٰ علوًا كبيرًا

سُوْرَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۃ اللیل مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اکیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ① وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ② وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ③ اِنَّ

قسم ہے رات کی جبکہ وہ چھپالے اور قسم ہے دن کی جب کہ وہ روشن ہو جائے اور قسم ہے اسکی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا، کہ بیشک

سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ④ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ⑤ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ⑥ فَسَنُيَسِّرُهٗ

تمہاری کوششیں مختلف ہیں، سو جس نے دیا اور اللہ سے ڈرا اور الحسنٰی کو سچا جانا تو ہم اس کے لئے راحت والی خصلت کو

لِلْيُسْرٰى ⑦ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ⑧ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ⑨ فَسَنُيَسِّرُهٗ

آسان کر دیں گے اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہی اختیار کی، اور الحسنٰی کو جھٹلایا تو ہم اس کے لئے مصیبت والی خصلت کو

لِلْعُسْرٰى ⑩ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ⑪ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ⑫ وَاِنَّ

اختیار کرنا آسان کر دیں گے۔ اور اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا جب وہ برباد ہونے لگے گا، واقعی ہمارے ذمہ راہ کا بتلا دینا ہے اور

لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ⑬ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ⑭ لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقٰى ⑮

ہمارے ہی قبضہ میں ہے آخرت اور دنیا تو میں تمہیں ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں اس میں وہی بدبخت داخل ہو گا

۱ : وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى (قسم ہے رات کی جبکہ وہ چھپالے) نمبر۱۔ جس کو چھپایا گیا وہ یا تو سورج ہے جیسا اس ارشاد میں: والیل اذا یغشٰھا [الشمس:۴] نمبر۲۔ دن جیسا اس آیت میں فرمایا يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ [الاعراف:۵۴] نمبر۳۔ ہر چیز جس کو رات اپنے اندھیرے سے چھپالے جیسا اس ارشاد میں ہے۔ اذا وقب [الفلق:۳]۔

۲ : وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى (قسم ہے دن کی جبکہ وہ روشن ہو جائے) ظلمت لیل کے زائل ہونے سے ظاہر ہو جائے۔

۳ : وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى (اور اس کی جس نے نر و مادہ کو پیدا کیا) وہ عظیم قدرت والا جس نے مرد و عورت کو ایک پانی سے پیدا فرمایا۔

۴ : اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى (بیشک تمہاری کوششیں مختلف ہیں)

نحو : یہ جواب قسم ہے۔

بلاشبہ تمہاری کوششیں مختلف ہیں۔اس اختلاف کی وضاحت اگلی آیات میں آرہی ہے۔

۵ : فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی (پس جس نے دیا اور اللہ سے ڈرا) اعطٰی : مال کے حقوق ادا کیے۔اتقی : اپنے رب سے ڈرا اور اس کے محرمات سے پرہیز کیا۔

الحسنٰی اسلام ہے:

۶ : وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی (اور اچھی بات کو اچھا سمجھا) ملت حسنی یعنی ملت اسلام کو اختیار کیا۔نمبر۲۔اچھے ثواب کو مانا۔ وہ اچھا ثواب جنت یا کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔

۷ : فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰی (تو ہم اس کو راحت کی چیز کیلئے سامان دے دیں گے) پس ہم اس کو آسانی کی خصلت کیلئے سہولت دیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عمل اختیار کرنا ہے۔

۸ : وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ (اور جس نے بخل کیا) اپنے مال کے سلسلہ میں وَاسْتَغْنٰی (اور بے پرواہی اختیار کی) اپنے رب سے اور تقویٰ اختیار نہ کیا۔نمبر۲۔آخرت کی نعمتوں سے دنیا کی شہوات کے ذریعہ بے نیازی اختیار کی۔

۹ : وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰی (اور اچھی بات کو جھٹلا دیا) الحسنی سے اسلام یا جنت مراد ہے۔

طاعت گزار:

۱۰ : فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی (ہم اس کو تکلیف کی چیز کیلئے سامان دے دیں گے) ایسی خصلت کیلئے جو بالآخر آگ میں پہنچانے والی ہے۔پس اس کے لئے طاعت سب سے زیادہ مشکل اور گراں بار ہوگی نمبر۲۔طریقۂ خیر کو یُسرٰی فرمایا کیونکہ اس کا انجام سہولت ہے۔اور طریقۂ شر کو تنگی فرمایا اس لئے کہ اس کا انجام تنگی ہے یا ان دونوں کو بول کر جنت و دوزخ کے راستے مراد لیے گئے ہیں۔

۱۱ : وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰی (اور اس کا مال اس کے کام نہ آئے گا۔ جب وہ برباد ہونے لگے گا) جب وہ ہلاک ہوگا تو مال اس کو فائدہ نہ دے گا۔ تردّی ۔ یہ تفعل کا وزن ہے اور الردی سے نکلا ہے جس کا معنی ہلاکت ہے۔ تردی فی القبرہ . وہ قبر میں گرے گا یا قعر جہنم میں گرے گا۔

۱۲ : اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰی (واقعی ہمارے ذمہ راستہ کا بتلا دینا ہے) حق کی طرف راہنمائی ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس کے لئے دلائل قائم کر دیتے اور دیے ہیں۔اور شرائع کے ذریعہ وضاحت کر دی ہے۔

۱۳ : وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰی (اور ہمارے ہی قبضہ میں آخرت اور دنیا ہے) پس گمراہ ہونے والے کی گمراہی ہمیں نقصان نہ دے گی اور ہدایت پانے والے کی ہدایت سے ہمیں فائدہ نہ ہوگا۔ یا دنیا و آخرت دونوں ہماری ہیں۔جس نے دونوں کو ہمارے

الَّذِیۡ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ﴿۱۶﴾ وَسَیُجَنَّبُهَا الۡاَتۡقَی ﴿۱۷﴾ الَّذِیۡ یُؤۡتِیۡ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی ﴿۱۸﴾ وَمَا

جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جائے اور بجز

لِاَحَدٍ عِنۡدَهٗ مِنۡ نِّعۡمَةٍ تُجۡزٰۤی ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ رَبِّهِ الۡاَعۡلٰی ﴿۲۰﴾

اپنے عالی شان پروردگار کی رضا جوئی کے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتارنا ہو

وَلَسَوۡفَ یَرۡضٰی ﴿۲۱﴾

اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جائے گا۔

ع ۱ ۱۷

سوا اور سے طلب کیا اس نے غلط راستہ اپنا لیا۔

۱۴ : فَاَنۡذَرۡتُکُمۡ نَارًا تَلَظّٰی (تو میں تم کو ایک بھڑکتی آگ سے ڈرا چکا ہوں) انذرت۔ ڈرانے کے معنی میں اور تلظّی شعلہ زن۔

۱۵ : لَا یَصۡلٰهَاۤ اِلَّا الۡاَشۡقَی (اس میں وہی بد بخت داخل ہوگا) لایصلی سے یہاں ہمیشہ رہنے کیلئے داخل ہونا مراد ہے۔

۱۶ : الَّذِیۡ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی (جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی) اس سے مراد کافر ہے جس نے رسول کی تکذیب کی اور ایمان سے اعراض کیا۔

۱۷ : وَسَیُجَنَّبُهَا الۡاَتۡقَی (اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا) جو بڑا پرہیزگار ہے یجنب اس سے دور رکھا جائے گا۔ الاتقٰی مؤمن۔

۱۸ : الَّذِیۡ یُؤۡتِیۡ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی (جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جائے) مال فقراء پر خرچ کرتا ہے۔ یتزکی یہ الزکاۃ سے ہے وہ اس بات کا طالب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے لئے پاکیزگی کا ذریعہ بن جائے وہ مال کو خرچ کرنے سے ریاء و شہرت جیسی چیزوں کا خواہاں نہیں۔ نمبر۲۔ وہ زکوۃ ادا کرتا ہے۔

نحو: اگر یوتی سے بدل بنائیں تو یتزکی کا کوئی محل اعراب نہیں کیونکہ یہ اس صورت میں صلہ کے تحت داخل ہوگا اور صلات کا کوئی محل و اعراب نہیں ہوتا۔ نمبر۲۔ اگر یوتی کی ضمیر سے حال بنایا جائے تو پھر یہ محلاً منصوب ہے۔

قولِ ابوعبیدہ:

الاشقی یہ شقی کے معنی میں ہے۔ اور وہ کافر ہے۔ اور الاتقی بمعنی التقی ہے اور وہ مؤمن ہے۔ کیونکہ جہنم میں داخلے کے ساتھ مخصوص ہے اشقی الاشقیاء۔ نجات کیلئے اتقی الاتقیاء خاص نہیں۔ اگر تمہارے خیال میں نار کو نکرہ لا کر مخصوص نار کا ارادہ کیا گیا۔ جو الاشقی کے ساتھ مخصوص ہے۔ تو پھر اس ارشاد کا کیا مطلب ہوگا۔ وسیجنبها الاتقی کیونکہ متقی بھی اس مخصوص آگ سے بچا لیا جائے گا الاتقی کا بچنا خاص نہیں۔ پس اتقی سے متقی مراد ہوگا۔ فافهم۔

ایک قول یہ ہے:

کہ آیت مشرکین میں سے بڑے مشرکوں اور مؤمنوں میں سے بڑے مؤمنوں کے درمیان موازنہ کر رہی ہے۔ اس لئے دونوں کی صفات میں مبالغہ کے صیغے لائے گئے اس لئے اشقی فرما کر اس کو آگ میں داخلے کے ساتھ مختص کر دیا۔ گویا خالص آگ اسی کیلئے بنی ہے۔ اور دوسری طرف الاتقی فرمایا اور نجات کو اس کے ساتھ مختص کر دیا۔ گویا جنت اسی کیلئے بنی ہے۔

ایک اور قول:

الاشقی ابوجہل اور الاتقی ابوبکر رضی اللہ عنہ۔

ایک استدلال:

اس آیت سے مرجئہ کے اس خیال کی تردید ہو رہی ہے کہ آگ میں صرف کافر داخل ہونگے۔

۱۹ :وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى (اور اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا۔ کہ اس کا بدلہ اتارتا ہو)

۲۰ :اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى (مگر سوائے اپنے عالی شان پروردگار کی رضا جوئی کے) ای مالاحدٍ عند الله نعمة یجازیه بها الا ان یفعل فعلاً یبتغی به وجه ربه فیجازی علیه۔ یعنی کسی کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی احسان نہیں کہ جس کا وہ بدلہ دیتا ہو مگر وہ چاہتا ہے کہ یہ بندہ ایسا فعل کرے جس سے وہ رب کی رضا مندی پالے۔ الْاَعْلٰى : بلند۔ وہ اپنی سلطنت کے اعتبار سے بلند و بالا ہے۔ اپنی برھان و شان میں منزہ ہے۔ اس سے مکان کی بلندی مراد نہیں کیونکہ وہ تو حدوث کی علامت ہے۔ اور اس کی ذات قدیم ہے۔

۲۱ :وَلَسَوْفَ يَرْضٰى (یہ شخص عنقریب خوش ہو جائے گا) اس میں اس ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے جو اس کو راضی اور اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشے گا اور یہ اس ارشاد الٰہی کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو فرمایا۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى [الضحیٰ:۵]

تمت سورة اليل قبل اليل يوم الجمعة بعدالعصر ۱۹ ربيع الآخر ۱۴۲۴ھ

سُوْرَةُ الضُّحٰى مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۂ ضحیٰ مکہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالضُّحٰى ۝۱ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝۲ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝۳ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ

قسم ہے دن کی روشنی کی اور رات کی جب کہ وہ قرار پکڑے آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ دشمنی کی' اور آخرت آپ کے لئے

لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝۴ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝۵ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا

دنیا سے بدرجہا بہتر ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا سو آپ خوش ہو جائیں گے کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا

فَاٰوٰى ۝۶ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝۷ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝۸ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ

پھر ٹھکانا دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا سو راستہ بتلایا اور اللہ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنا دیا' تو آپ یتیم پر

فَلَا تَقْهَرْ ۝۹ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝۱۰ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝۱۱

سختی نہ کیجئے اور سائل کو مت جھڑکیے اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے۔

ع ۱۸

۱: وَالضُّحٰى (اور قسم ہے دن کی روشنی کی) اس سے مراد چاشت کا وقت ہے اور وہ دن کا ابتدائی حصہ ہے۔ جبکہ سورج خوب بلند ہو۔

وجہ تخصیص:

چاشت کے وقت کو قسم کیلئے خاص اس لئے فرمایا کیونکہ یہ وہ گھڑی ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور اسی میں جادوگر سجدہ ریز کیے گئے۔ نمبر۲۔ چاشت بول کر تمام دن مراد ہے۔ کیونکہ مقابلہ میں وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ہے۔

۲: وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى (اور رات کی جبکہ وہ قرار پکڑنے) سجی سکن: ٹھہرنا، قرار پکڑنا، مراد لوگوں اور آوازوں کا سکون پکڑنا ہے۔

نہ چھوڑا نہ ناراض ہوا:

۳: مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى (اور آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ دشمنی کی) قلی یعنی آپ کو جب سے چنا آپ کو چھوڑا نہیں اور جب سے محبوب بنایا آپ سے ناراض نہیں ہوا۔ التودیع الودع کا مبالغہ ہے۔ کیونکہ جو آدمی جدائی اختیار کر کے

چھوڑتا ہے وہ چھوڑنے میں انتہاء کرنے والا ہوتا ہے۔

روایت میں ہے کچھ دنوں تک وحی آپ ﷺ پر نہ اتری۔ تو مشرکین کہنے لگے۔ محمد ﷺ کو اس کے رب نے چھوڑ دیا۔ اور اس سے ناراض ہو گیا پس یہ آیت اتری۔ (ابن مردویہ بحوالہ کشاف ۴/۷۶۶)

قلٰی کے ساتھ ضمیر کو حذف کر دیا۔ جیسا کہ الذاکرات سے ضمیر کو اس آیت میں حذف کر دیا۔ والذاکرین الله کثیراً والذاکرات [الاحزاب: ۳۵] مراد الذاکراتہ اور کئی مثل فاوی فهدی اور فاغنٰی ہیں۔ یہ اختصار لفظی ہے تاکہ محذوف ظاہر ہو۔

۴: وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (اور آخرت آپ کے لئے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے) یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آخرت میں جو مقام محمود تیار کر رکھا ہے اور حوض کوثر اور وہ بھلائی جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر رکھا ہے وہ اس سے بہت بہتر ہے جو آپ کو دنیا میں پسند ہے۔

ایک قول یہ ہے:

ماقبل سے اس کا ربط یہ ہے کہ چھوڑنے اور ناراض ہونے کی نفی کے ضمن میں وحی کے ذریعہ آپ سے تعلق جوڑنے والا ہے۔ اور آپ حبیب اللہ ہیں۔ اور آپ خیال فرماتے ہیں کہ یہ سب سے بڑی عظمت ہے۔ اس آیت میں خبر دی کہ آپ کا حال آخرت میں اس سے بڑھ کر ہے۔ آپ ﷺ کو انبیاء علیہم السلام سے آگے بڑھایا جائے گا۔ اور آپ کی امت کو تمام امتوں پر شہادت اور پھر اپنی امت پر آپ کو شہید بنایا جائے گا وغیر ذلک۔

۵: وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ (اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا) آخرت کا ثواب اور مقام شفاعت وغیرہ ذلك فَتَرْضٰى (پس آپ خوش ہو جائیں گے) جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا میں اس وقت بالکل راضی نہ ہونگا۔ جب تک کہ میری امت کا ایک آدمی بھی نار میں ہوگا۔ [رواہ الخطیب فی تلخیص المتشابہ]

نحو: سوف پر داخل ہونے والا لام لام ابتدائیہ ہے جو مضمون جملہ کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ مبتدأ محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: ولانت سوف یعطیك اور لا اقسم کو جنہوں نے لأقسم پڑھا ہے۔ اس کے لام کو بھی ابتدائیہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس کا معنی لأنا اقسم اور اس طرح ماننے کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ جب لام قسمیہ ہو تو اس کا لام مضارع پر نون تاکید کے ساتھ داخل ہوتا ہے۔ پس نتیجتاً یہ بات متعین ہو گئی کہ یہ لام ابتدائیہ ہے۔ اور یہ لام ابتدائیہ مبتدأ اور خبر پر بھی داخل ہوتا ہے۔ پس مبتدأ و خبر کو مقدر ماننا ضروری ہے۔ جیسا ہم ذکر کر چکے۔ صاحب کشاف نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

صاحب کشف کا قول:

یہ لام قسم ہے اور یہاں نون تاکید کی چنداں حاجت نہیں۔ کیونکہ نون تاکید تو اس لئے لاتے ہیں۔ تاکہ یہ ظاہر کیا جائے کہ یہ لام لام قسم ہے لام ابتداء نہیں۔ اور یہ بات جانی پہچانی ہے کہ یہ ابتداء کیلئے نہیں کیونکہ سوف پر داخل ہو رہا ہے۔ اور لام ابتدائیہ سوف

پر نہیں آسکتا۔ انہوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ یہاں تاکید و تاخیر کے دونوں حروف جمع کر کے ظاہر کر دیا۔ کہ عطاء ہر صورت میں ہوگی یہ ناممکن ہے۔ کہ عطاء نہ ہو خواہ تاخیر سے ہو۔

یتیمی میں سہارا:

۶: پھر آپ پر کیے جانے والے احسانات کو اولین حالت سے شمار کیا۔ تاکہ آئندہ کو گزشتہ پر قیاس کر لیا جائے اور زیادت خیر اور حسنیٰ کے سوا اور کسی بات کی توقع نہ ہو۔ اور دل بھی تنگ نہ ہو۔ اور صبر میں کمی نہ آئے۔ پس فرمایا: اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی (کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر ٹھکانہ دیا) یجدك اس وجود سے بنا ہے جو العلم کے معنی میں آتا ہے۔ اور دونوں منصوب مفعول ہیں۔ معنی یہ ہے کیا آپ اس وقت یتیم نہ تھے جب آپ کے والدین فوت ہو گئے۔ فَاٰوٰی (پھر ٹھکانہ دیا) پس اس نے (پہلے دادا) پھر آپ کے چچا ابو طالب کے ہاں ٹھکانہ دیا) اس کے ساتھ ملا دیا یہاں تک اس نے آپ کی کفالت کی اور پالا۔

۷: وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰی (اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا پس رستہ بتلایا) آپ کو معالم نبوت کی خبر نہ تھی۔ اور احکام شریعت نہ جانتے تھے۔ اور یہ کہ فرمانبرداری کا کیا طریقہ ہے۔

طریقۂ فرمانبرداری سکھایا:

فھدی: پس اس نے احکامات سکھا دیئے اور قرآن کا علم دے دیا۔

ایک قول:

جب ابو طالب کے ساتھ شام کا سفر کیا تو راستہ میں آپ راستہ بھول گئے آپ کو قافلہ کی طرف واپس کر دیا۔

تنبیہ:

اس سے عدول عن الحق کا مفہوم لینا جائز نہیں اور گمراہی میں پڑنا مراد لینا درست نہیں۔ آپ ﷺ ابتدائی حالت سے نزول وحی تک عبادت اوثان سے معصوم تھے۔ اسی طرح اہل فسق و گناہ کی گندگیوں سے محفوظ و مامون تھے۔

۸: وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی (اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا پس مالدار بنا دیا) عائل: نادار فَاَغْنٰی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال سے غنی کر دیا۔ نمبر ۲۔ غنائم کے مال سے غنی کر دیا۔

۹: فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ (تو آپ یتیم پر سختی نہ کیجئے) اس کی کمزوری کی وجہ سے اس کے حق اور مال پر غالب مت آؤ۔

۱۰: وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (اور سائل کو مت جھڑکیے) نہ ڈانٹیں پس تھوڑا خرچ کر دیں یا اچھے انداز سے واپس لوٹا دیں۔

بقول سدی:

مراد اس سے طالب علم ہے کہ جب وہ آپ کے پاس آجائے تو مت جھڑکیں۔

۱۱: وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کریں) اس نبوت والے انعام کو بیان کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دے دیا اور یہ نعمتوں میں عظیم ترین نعمت ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کو شامل ہے اس کے ماتحت قرآن مجید کی تعلیم اور احکامات کی تعلیم بھی شامل ہے۔

تمت سورۃ الضحیٰ بحمدہٖ

سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَحْ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِيْ اٰيٰتٍ

سورۃ الانشراح مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ① وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ② الَّذِيْٓ اَنْقَضَ

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ

ظَهْرَكَ ③ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ④ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ⑤ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ⑥

رکھی تھی، اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کیا، سو بیشک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے بیشک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ⑦ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ⑧

سو آپ جب فارغ ہو جایا کریں تو محنت کیا کیجئے اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھیئے۔

علوم و حکم کے لئے سینے کی وسعت:

۱: اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا) یہ استفہام انکاری ہے۔ انکار نفی ثبوت کو ظاہر کرتا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ شرحنا لك صدرك ہم نے آپ کا سینہ کھول دیا۔ اسی وجہ سے وضعنا کو معنی کا لحاظ کرتے ہوئے اس پر عطف کیا۔ یعنی ہم نے سینے کو علوم و حکم کیلئے وسیع کر دیا۔ یہاں تک اس میں نبوت کی فکر اور ثقلین کی دعوت کی گنجائش پیدا ہوگئی ہم نے اس تنگی اور حرج کو زائل کر دیا۔ جو عمیٰ و جہل کے ساتھ ہوتا ہے۔

قول حسن رحمہ اللہ:

حکمت و علم سے بھر دیا۔

۲: وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ (اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا) نبوت کی ذمہ داری میں تخفیف کر دی اور بجا آوری میں سہولت دے دی۔ ایک قول یہ ہے کہ بوجھ وہ لغزش ہے جس کو ہم معین طور پر نہیں جانتے۔ وہ افضل کو ترک کر کے فاضل کو انجام دینا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کو اس قسم کی باتوں پر عتاب کیا جاتا ہے۔ اور وضعہ سے مراد اس کا معاف و درگزر کرنا۔ الوزر بھاری بوجھ۔

۳: الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی) اس کو بوجھل کر دیا یہاں تک کہ اس کے بوجھ سے تمہاری پشت میں

آواز پیدا ہوگئی۔انقاض پالان کی چرچراہٹ کی آواز۔

۴: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کیا) آپ کے ذکر کو اس قدر بلند کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کے ساتھ شہادت میں آپ کے ذکر کو ملا دیا۔اسی طرح اذان، اقامت، خطبات اور تشہد اور قرآن کے بہت سے مقامات میں جیسے: اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول [المائدہ : ۹۲] ومن یطع اللہ ورسولہ [النساء : ۱۳] واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ [التوبہ : ۶۲] اور اسی طرح نام کی نسبت اپنی طرف فرمائی رسول اللہ، نبی اللہ، اور آپ کا تذکرہ پچھلی کتابوں میں کر دیا۔ وغیرہ ذلک۔

لك کا فائدہ:

وہ ہے جو طریقہ ابہام اور ایضاح میں جانا گیا ہے۔کیونکہ الم نشرح لک سے یہ واضح سمجھا جاتا ہے۔پھر صدرک کہہ کر اس کی وضاحت کی جو کہ پہلے مبہم طور پر معلوم ہوا اور اسی طرح لک ذکرک وعنک وزرک بھی۔ گویا کہیں ابہام اور کہیں ایضاح فرمائی۔

۵: فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (پس بیشک موجود مشکلات کے ساتھ آسانی ہے۔

۶: إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (بیشک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے) یعنی اس سختی کے باوجود جو مشرکین کی طرف سے آپ برداشت کر رہے ہیں۔ یُسْرًا آسانی ہے میری اس پشت پناہی کی وجہ سے جو آپ ہی کو میسر ہے یہاں تک کہ آپ ان پر غالب آجائیں گے۔

ایک قول یہ ہے:

مشرکین رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو فقر کا طعنہ دیتے یہاں تک کہ آپ کے وہم میں یہ بات سبقت کر گئی کہ ان کو اہل اسلام کے فقر کی وجہ سے اسلام سے نفرت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ پر کیے جانے والے عظیم انعامات کو یاد دلایا۔ پھر فرمایا: ان مع العسر یسرًا گویا فرمایا ہم نے آپ پر جو انعامات کیے سو کیے پس فضل الٰہی سے آپ ہرگز مایوس نہ ہوں۔اس لئے کہ وہ تنگی جس میں تم اس وقت ہو اسکے ساتھ آسانی ہے۔اور مع کا لفظ استعمال فرمایا۔ تاکہ اسکے قریب تر ہونے کو بتلایا دیا جائے اور مزید تسلی کا باعث ہو اور دلوں میں پختگی پیدا ہو۔ آپ ﷺ نے اس کے نزول کے موقعہ پر فرمایا: لن یغلب عسر یسرین [الحاکم: ۲/۵۲۸] (ایک تنگی دو آسانیوں پر ہرگز غالب نہیں آئے گی) کیونکہ آیت میں العسر کو معرفہ لایا گیا پس یہ ایک ہی چیز ہوئی۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب معرفہ کو دوبارہ لوٹا دیا جائے تو دوسرا معرفہ اول معرفہ کا عین ہوتا ہے یعنی دونوں ایک ہی چیز ہوتے ہیں۔ اور اسکے برخلاف الیسر کو نکرہ لا کر لوٹایا گیا۔اور قانوناً نکرہ کا اعادہ ہو تو دوسرا نکرہ اول سے الگ اور غیر ہوتا ہے۔ حاصل معنی یہ ہوا بیشک ایک تنگی کے ساتھ دو آسانیاں ہیں۔

قول ابو معاذ:

عرب کہتے ہیں نمبرا۔ان مع الامیر غلامًا ان مع الامیر غلامًا پس امیر تو ایک ہی ہوتا ہے اور غلام دو مراد ہوتے ہیں۔اور جب یہ کہیں ان مع الا میر الغلام۔ان مع الا میر الغلام تو امیر ایک اور غلام بھی ایک مراد ہوتا ہے۔نمبر۳۔ اور جب کہتے ہیں:ان مع امیر غلامًا ان مع امیر غلامًا تو امیر بھی دو اور غلام بھی دو سمجھے جاتے ہیں۔

(کذا فی شرح التاویلات)

۷: فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ (تو آپ جب فارغ ہو جایا کریں تو محنت کیا کیجئے) یعنی جب تم مخلوق کو دعوت الی اللہ دے کر فارغ ہو جاؤ۔تو اپنے رب کی عبادت میں خوب کوشش کرو۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

جب تم اپنی نماز سے فارغ ہو جاؤ۔تو دعا میں خوب کوشش کرو۔اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ سلام سے قبل یا سلام کے بعد دعا کا حکم ہے۔

ربط ماقبل:

ماقبل سے اس کا تعلق اس طرح ہے۔جبکہ آپ پر گزشتہ انعامات کا شمار کیا۔اور آئندہ کا وعدہ فرمایا تو شکر پر آمادہ کیا اور عبادت میں خوب محنت کی طرف متوجہ کیا۔النصب محنت کرنا اس طرح ہے۔کہ ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر کی جائے۔اور اپنے اوقات میں سے کوئی وقت بھی اس سے خالی نہ چھوڑا جائے۔پس جب ایک عبادت سے فارغ ہو تو اس کے ساتھ دوسری کو ملائے۔

۸: وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ (اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھیے) خصوصاً اپنی رغبت و میلان کو اسی ہی کی طرف لگا لو۔اور اسی ہی کا فضل مانگو اور اسی ہی پر توکل کرو۔

تمت سورۃ الانشراح بعونہٖ

سُوْرَةُ التِّیْنِ مَکِّیَّةٌ وَّهِیَ ثَمَانِیْ اٰیَاتٍ

سورۃ التین مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ۝۱ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ۝۲ وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ۝۳ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر کی ہم نے انسان کو سب سے اچھے

فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝۴ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۝۵ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

سانچے میں پیدا کیا ہے، پھر ہم اسے اسفل السافلین کی طرف لوٹا دیتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اچھے

الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۶ فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ۝۷ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْکَمِ

کام کئے۔ سو ان کے لئے ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا، پھر کون سی چیز تجھ کو قیامت کے بارے میں منکر بنا رہی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے

الْحٰکِمِیْنَ ۝۸ ع

بڑھ کر حاکم نہیں ہے۔

۱: وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ (اور قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی) ان کی قسم اس لئے اٹھائی کیونکہ پھل دار درختوں میں دونوں عجیب درخت ہیں۔

جنت کا پھل:

روایت میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک تھال انجیر کا لایا گیا۔ آپ نے اس میں سے کچھ تناول فرمایا اور اپنے صحابہ سے فرمایا تم کھاؤ! اگر میں کہوں! کہ کوئی پھل جنت سے آیا ہے۔ تو میں کہونگا کہ یہ ہے کیونکہ جنت کے پھل بغیر گٹھلی ہیں۔ اس کو کھایا کرو۔ بلاشبہ یہ بواسیر کو ختم کرتا ہے اور نقرس کیلئے فائدہ مند ہے۔ (رواہ ابو نعیم بسند مجھول فی الطب ص: ۸۲) اور دوسرے ارشاد میں فرمایا بہترین مسواک زیتون ہے۔ یہ مبارک درخت سے ہے۔ منہ کو صاف ستھرا کرتی ہے۔ اور ہمک کو دور کرتی ہے (رواہ الطبرانی فی الاوسط۔ مجمع الزوائد ۲/۱۰۰) ایک ارشاد ہے کہ یہ میرا مسواک ہے۔ یعنی میں اسے پسند کرتا ہوں اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کا مسواک ہے۔ (یہ سابقہ روایت مجمع کا حصہ ہے)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اس سے مراد تمہارا یہی انجیر اور تمہارا زیتون ہے۔ایک اور قول یہ ہے: کہ شام کے دو پہاڑ ہیں جن پر یہ درخت اگتے ہیں۔

۲:وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ (اور طور سینین کی) طور کی اضافت سینین کی طرف کی۔طور پہاڑ اور سینین وادی ہے۔ یہ سینون، بیرون کی طرح واؤ اور یاء کے ساتھ اعراب پاتا ہے یاء کو برقرار رکھتے ہوئے نون کو تینوں حرکات دیتے ہیں۔

۳:وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ (اور اس امن والے شہر کی) البلد سے مکہ مکرمہ مراد ہے۔الامین یہ لیا گیا ہے امن الرجل امانۃ فھو امین۔امن والا۔اس کی امانت یہ ہے کہ داخل ہونے والے کی حفاظت کرتا ہے۔جیسا امین امانت کی حفاظت کرتا ہے۔

فائدہ قسم:

ان اشیاء کی قسم اس لئے کھائی تا کہ مبارک مقامات کے شرف کو ظاہر کیا جائے اور جو خیر و برکت اس میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کے وجود سے ہوتی ہے۔

انجیر و زیتون کے اُگنے کا مقام ابراہیم علیہ السلام کا وطن ہجرت ہے۔اور مسیح علیہ السلام کا مولد و مسکن اور مقام پرورش ہے۔ الطور وہ مقام جہاں موسیٰ علیہ السلام پر وحی اتری۔مکہ وہ مقام جہاں اللہ تعالیٰ کا وہ گھر ہے جو ہدی للعالمین ہے اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد و منشا و مبعث ہے۔نمبر۲۔پہلی دو قسمیں اس لئے اٹھائی گئیں کہ پہلے دو مقام تو عیسیٰ علیہ السلام پر وحی اترنے کے مقام ہیں۔اور تیسرا موسیٰ کلیم اللہ پر وحی نازل ہونے کی جگہ۔اور چوتھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کی جگہ ہے۔

خوبصورت سانچہ:

۴:لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچہ میں ڈھالا ہے)

نحو: یہ جواب قسم ہے۔الانسان سے جنس انسان مراد ہے۔اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ اس کی شکل و صورت کو انتہائی معتدل بنایا اور اس کے اعضاء نہایت مناسب بنائے۔

۵:ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ (پھر ہم اس کو پستی کی حالت والوں سے بھی بہت نیچے کر دیتے ہیں) یعنی پھر اس کے معاملے کا انجام جبکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظیمہ کا شکر یہ ادا نہیں کیا جو نعمت اللہ تعالیٰ نے شاندار خلقت اور درست اعضاء کی صورت میں دی تھی تو ہم نے اس کو سب نیچوں سے نیچے کر دیا۔وہ پست جو خلقت و ترکیب میں اس سے نیچے ہیں وہ جہنمی لوگ ہیں۔نمبر۲۔ اہل جہنم میں جو سب سے نیچے درجات والے ہیں ان میں شامل کر دیا۔

نمبر۳۔اس درست قامت اور حسن صورت کے بعد اس کو حسن صورت و شکل میں سب سے کم کی طرف لوٹا دیا۔یہاں تک کہ کمر کو جھکا کر کبڑا کر دیا۔بالوں کی سیاہی کو سفیدی سے بدل ڈالا۔جلد کو تر و تازگی کے بعد خشک کر دیا۔آنکھوں اور کانوں کو بوجھل بنا

دیا۔ ہر چیز بدل دی۔ اب اس کی چال چھوٹے چھوٹے قدموں سے ہے اس کی آواز میں طنطنے کی بجائے ہلکا پن ہے۔ اور دبدبہ کی بجائے شھیانہ ہے۔

۶: اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ (لیکن جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لئے اس قدر ثواب ہے۔ جو کبھی منقطع نہ ہوگا) یہاں فلھم میں فاء کو داخل فرمایا۔ سورۂ انشقاق میں فا کے بغیر لائے۔ تاکہ دونوں لغتوں کو جمع کر دیا جائے۔ پہلی صورت میں استثناء متصل ہے اور دوسری صورت میں منقطع ہے یعنی لیکن وہ لوگ جو صالح ایمان والے بوڑھے ہیں ان کا ثواب منقطع ہونے والا نہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے جوانی میں طاعات کی ہیں۔ اور بڑھاپے میں وہ بڑھاپے کے ابتداء پر صابر و شاکر ہیں۔ اور مشقتیں اٹھا رہے ہیں اور فریضہ عبودیت پر قائم و دائم ہیں۔

۷: فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ (پھر کون سی چیز تم کو قیامت کے بارہ میں منکر بنا رہی ہے) اس میں خطاب انسان کو بطریق التفات فرمایا گیا ہے۔

تکذیبِ قیامت کی کیا وجہ؟

یعنی اس قطعی بیان کے بعد تمہاری تکذیب قیامت کا سبب کیا ہے۔ اور جزاء پر روشن دلیل آ چکی پھر یہ تکذیب کیوں؟ معنی یہ ہے۔ بلاشبہ انسان کی خلقت نطفہ سے کی گئی پھر درست کر کے انسان بنا دیا گیا اور تدریجی طور پر اس کو بڑھاتے رہے۔ یہاں تک کہ مکمل و درست حد تک پہنچ گیا۔ پھر اس کو گھٹایا یہاں تک کہ ارذل عمر میں داخل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر اس سے واضح دلیل اور کیا ہوگی جوان تمام مراحل سے تخلیق انسانی کو گزار کر تکمیل تک پہنچا سکتا ہے۔ اس پر اعادہ کیا مشکل۔ پھر اے انسان تو جزاء کی کیونکر تکذیب کرتا ہے یا ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کیوں کرتا ہے کون تمہیں ایسی واضح دلیل کے بعد جھوٹ بولنے پر آمادہ کرتا ہے۔

نحو: ما یہاں مَن کے معنی میں ہے۔

۸: اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِیْنَ (کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہیں) اس میں کفار کو وعید سنائی گئی۔ وہ ان کے متعلق فیصلہ فرمائے گا جس کے یہ حقدار ہیں۔ الحاکمین یہ الحکم سے لیا گیا جس کا معنی فیصلہ کرنا ہے۔

الحمد للہ سورۃ التین مکمل ہوئی

سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۃ العلق مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ① خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ② اِقْرَاْ وَرَبُّكَ

اے پیغمبر آپ اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے جس نے پیدا کیا' اس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا' آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپ کا رب

الْاَكْرَمُ ③ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ④ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ⑤

بڑا کریم ہے جس نے قلم سے تعلیم دی انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہیں جانتا۔

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ⑥ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ⑦ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ⑧ اَرَءَيْتَ

یہ واقعی بات ہے کہ بلاشبہ انسان سرکشی کرتا ہے اس وجہ سے کہ اپنے کو مستغنی سمجھتا ہے' اے مخاطب بے شک تیرے رب کی طرف لوٹنا ہے اے مخاطب تو

الَّذِيْ يَنْهٰى ⑨ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ⑩ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ⑪ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ⑫

اس شخص کا حال بتا دے جو بندہ کو روکتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے اے مخاطب یہ بتا دے کہ اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا وہ تقویٰ کا حکم کرتا ہو

۱: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ (اے پیغمبر آپ قرآن اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ومجاہد رحمہ اللہ:

یہ اترنے والی سب سے پہلی سورت ہے۔

قول جمہور رحمہم اللہ:

سب سے پہلی مکمل سورت فاتحہ اتری پھر سورۃ القلم۔

بِاسْمِ رَبِّكَ یہ حال ہونے کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔ای اقرأ مفتحا باسم ربك پڑھ اس حال میں کہ تم اپنے رب کے نام سے شروع کرنے والے ہو۔ باسم اللہ کہو پھر پڑھو۔ الذی خلق ۔ خَلَقَ کا مفعول ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ معنی یہ ہے: الذی حصل منه الخلق ۔ وہ ذات جس سے تخلیق حاصل ہوئی اور اس کو چنا اس کے سوا کوئی خالق نہیں۔ نمبر۲۔ اس کی تقدیر کلام یہ ہے: خلق کل شیء ۔ وہ جس نے تمام اشیاء کو پیدا کیا اس صورت میں ہر مخلوق کو شامل ہوگا کیونکہ وہ مطلق ہے اور بعض مخلوقات اس

کے اندازے میں دوسری سے اولیٰ نہیں۔

تخلیق انسانی:

۲: خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (اور جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا) اس میں تخلیق کیلئے انسان کی تخصیص اس کے شرف کی وجہ سے ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ قرآن بھی انسان ہی کی طرف اتارا گیا ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ الذی خلق الانسان مراد لیں۔ البتہ یہ کہنا پڑے گا کہ اولاً تو مبہم طور پر ذکر کیا۔ پھر تفسیر کے ساتھ تذکرہ اس کی عظمت تخلیق کو ظاہر کرنے کیلئے اور عجائبات فطرت بتلانے کیلئے کیا من عَلَقٍ یہاں جمع لائے۔ اس طرح نہیں فرمایا۔ من علقۃٍ کیونکہ انسان معنی کے اعتبار سے جمع ہے۔

۳: اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ (آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے) ایسا کریم کہ ہر کریم سے بڑھ کر کرم میں اس کو کمال حاصل ہے۔ وہ اپنے بندوں پر انعامات برساتا ہے۔ ناشکری و انکارِ نعمت کے باوجود ان پر سزا اتارنے میں جلد بازی نہیں کرتا۔ گویا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سب سے بڑی کرم نوازی یہی ہے کہ وہ علمی فائدہ پہنچائے۔ اسی لئے فرمایا

۴: الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (وہ جس نے قلم سے تعلیم دی) جس ذات نے لکھنا سکھایا۔

۵: عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا) اپنے کمال کرم سے یہ راہنمائی فرمادی کہ اس نے اپنے بندوں کو وہ کچھ سکھلا دیا۔ جو وہ نہ جانتے تھے۔

کتابت کے فائدے:

اور ان کو نورِ علم کی طرف جہالت کے اندھیروں سے نکال دیا۔ اس نے علم کتابت کی فضیلت پر خبردار فرمایا۔ اس لئے کہ اس میں بے شمار فوائد ہیں۔ کتابت سے پہلے علوم مدون ہوئے حکمتیں اور عبرتیں لکھی گئیں۔ پہلے لوگوں کی خبریں حیطہ تحریر میں لائی گئیں۔ کتب منزلہ بھی کتابت سے لوگوں کے ہاتھوں میں آئیں۔ اگر کتابت نہ ہوتی تو دنیا و دین کے کام ادھورے رہ جاتے۔ اللہ تعالیٰ کی دقیق حکمتوں پر اگر اور کوئی دلیل نہ بھی ہوتی تو یہی کافی تھی۔

۶: كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى (سچ مچ بے شک آدمی حد سے نکل جاتا ہے) اس میں ان کو ڈانٹ پلائی گئی۔ جو سرکشی کے باعث ۔۔ کی نعمتوں کی ناشکری اختیار کرے۔ اگرچہ تذکرہ نہیں کیونکہ کلام کی دلالت اس پر واضح ہے۔ ان الانسان سے آخر ۔۔۔ تک ابوجہل کے متعلق اتری۔

۷: اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى (اس وجہ سے کہ اپنے کو مستغنی دیکھتا ہے) اے ان رای نفسہ یہ کہ وہ اپنے نفس کو دیکھتا ہے۔

ایک قاعدہ:

افعال قلوب میں کہتے ہیں۔ رایتنی و علمتنی ۔ یہاں معنی رؤیت کا علم ہی ہوتا ہے اگر یہ ابصار کے معنی میں ہو تو پھر اس

أَرَءَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ⑬ أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ⑭ كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ

اے مخاطب تو بتادے اگر وہ جھٹلاتا ہو اور روگردانی کرتا ہو، خبردار کیا اس نے یہ نہیں جانا کہ بیشک اللہ دیکھتا ہے ہرگز نہیں اگر یہ شخص باز نہ آیا

لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ⑮ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ⑯ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ⑰ سَنَدْعُ

تو ہم ایک پیشانی کو جو جھوٹی ہے خطاکار ہے پکڑ کر گھسیٹیں گے، سو چاہئے کہ اپنی مجلس کو بلالے ہم عذاب کے فرشتوں کو

الزَّبَانِيَةَ ⑱ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِب ⑲ السجدۃ

بلالیں گے ہرگز نہیں آپ اس کا کہنا نہ مانیئے اور نماز پڑھتے رہیے اور قرب حاصل کرتے رہیے۔

ع ۱۹ / ۲۱ السجدۃ

کے فعل میں دو ضمیروں کا اجتماع ممنوع ہوتا ہے۔ (حالانکہ یہاں دو ضمیریں موجود ہیں۔ پس یہ بصر کے معنی میں نہ ہوا)

اسْتَغْنٰى نحو : یہ مفعول ثانی ہے۔

۸: اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰى (اے مخاطب تیرے رب ہی کی طرف سب کا لوٹنا ہوگا) بطور التفات انسان کو سرکشی کے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔ الرُّجْعٰى یہ مصدر بمعنی الرجوع ہے یعنی تم نے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے پس وہ تمہاری سرکشی پر تمہیں بدلہ دے گا۔

۹: اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى (اے مخاطب بھلا اس شخص کا حال تو بتلا جو منع کرتا ہے)

۱۰: عَبْدًا اِذَا صَلّٰى (ایک بندہ کو جب وہ نماز پڑھتا ہے) یعنی کیا تم نے ابوجہل کو دیکھا کہ وہ محمد ﷺ کو نماز سے منع کرتا ہے۔

۱۱: اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى (اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو) یعنی اگر وہ روکنے والا سیدھے راستہ پر ہو اس بات میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکتا ہے۔

۱۲: اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى (یا وہ تقویٰ کی تعلیم دیتا ہو) یا وہ امر بالمعروف والتقویٰ کرنے والا ہے۔ ان باتوں میں جن میں وہ بتوں کی عبادت کا حکم دیتا ہے۔ جیسا کہ اس کا اعتقاد ہے۔

۱۳: اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى (اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا اگر وہ شخص جھٹلاتا ہو۔ اور روگردانی کرتا ہو) یہ تو بتلا اگر وہ منع کرنے والا حق کی تکذیب کرنے والا اور اس سے منہ موڑنے والا ہو۔ جیسا کہ ہم کہہ رہے ہیں۔

۱۴: اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى (کیا اس شخص کو خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہے ہیں) اور ہدایت و ضلالت کے سلسلہ میں اس کے حالات سے باخبر ہیں۔ پس وہ اس کے حالات کے مطابق اس کو بدلہ دیں گے۔ یہ درحقیقت وعید ہے۔

نحو : الذی ینھی جملہ شرطیہ سمیت ارایت کا مفعول ہے۔ اور جواب شرط محذوف ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ ان کان علی الھدٰی او امر بالتقوٰی ۔ الم یعلم بان اللہ یری۔ کو حذف کردیا۔ شرط ثانی کے جواب میں اس کے ذکر کی دلالت

موجود ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا تم کہو: ان اکرمتك اتكرمنى؟

ارایت جو دوسری مرتبہ لایا گیا۔ وہ زائدہ ہے تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔

۱۵: کَلَّا (ہرگز نہیں) اس میں ابوجہل کو عبادت الٰہی سے روکنے پر ڈانٹ پلائی گئی ہے۔ اور اس بات پر بھی کہ وہ دوسروں کو بتوں کی عبادت کا حکم دیتا ہے۔ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ (اگر یہ شخص باز نہ آوے گا) اس حرکت سے جو وہ کر رہا ہے۔ لَنَسْفَعًا ' بِالنَّاصِيَةِ (تو ہم پیشانی کے بال پکڑ کر اس کو گھسیٹیں گے) ہم اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑیں گے اور ضرور اس کو گھسیٹیں گے آگ کی طرف۔ السفع کسی چیز کو ہاتھ سے پکڑنا اور زور سے کھینچنا۔

قراءت: اور اس کی کتابت قرآن مجید میں الف کے ساتھ حکم وقف کی بناء پر ہے۔

نحو: الناصیۃ کی الف لام عہد خارجی کی ہے جو لا کر اضافت سے مستغنی کر دیا۔ اس لئے کہ یہ معلوم ہے کہ اس سے مراد مذکورہ ناصیہ ہی ہے۔

۱۶: نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ (جھوٹی خطأ میں آلودہ پیشانی) یہ الناصیہ سے بدل ہے کیونکہ اس کی صفت کاذبہ آرہی ہے اور دوسری صفت خاطئہ ہے اس میں کذب و خطأ کی نسبت مجازی ہے۔ یہ دونوں صاحب ناصیہ کی صفتیں ہیں۔ اور اس میں جو حسن وعمدگی ہے حقیقت میں وہ اس طرح کہنے میں کہاں ہے۔ ناصية كاذب خاطى۔

۱۷: فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ (پس وہ اپنے ہم مجلسوں کو بلالے)

۱۸: سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ (ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بلالیں گے) النادی وہ مجلس جہاں لوگ اکٹھے ہوں مراد اہل مجلس ہوتے ہیں۔

ابوجہل کا نماز سے روکنا اور اس کا جواب:

روایت میں وارد ہے کہ ابوجہل کا گزر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہوا جبکہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے۔ تو کہنے لگا کیا میں نے تمہیں نہیں روکا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے اس کا جواب دیا۔ تو کہنے لگا کیا تم مجھے دھمکی دیتے ہو۔ میں تو اس وادی میں سب سے بڑے گروپ والا ہوں۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ [الترمذی: ۳۳۴۹] الزبانیہ لغت میں سپاہیوں کو کہتے ہیں۔ اس کا واحد زبنیۃ ہے یہ الزبن سے نکلا ہے جس کا معنی دفع کرنا۔ دھکیلنا۔ مراد یہاں ملائکہ عذاب ہیں۔ اگر ابوجہل اپنی پارٹی کو بلاتا تو اس کو کھلے طور پر زبانیہ پکڑ لیتے۔ [رواہ احمد: ۲/۳۷۰/مسلم: ۲۷۹۷]

۱۹: كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (ہرگز نہیں۔ آپ اس کی بات مت مانیے اور نماز پڑھتے رہیے اور قرب حاصل کرتے رہیے) کلا سے ابوجہل کو ردع کی گئی۔ لا تطعه آپ اس کی نافرمانی پر ثابت قدم رہیں۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا: فلا تطع المكذبين [القلم: ۸]۔ واسجد اور سجدے پر ہمیشگی اختیار کرو سجدہ سے نماز مراد ہے۔ واقترب سجود سے اپنے رب کا قرب حاصل کرو۔ بندہ سجدہ میں اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ [رواہ مسلم: ۴۸۲] روایت اسی طرح ہے۔

تمت سورۃ العلق بعونہ تعالیٰ

سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُ اٰيٰتٍ

سورۃ القدر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

إِنَّآ أَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ① وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ② لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ

بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا' اور آپ کو معلوم ہے کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار

مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ③ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ ④

مہینوں سے بہتر ہے' اس میں فرشتے اور روح القدس اپنے رب کے حکم سے ہر امر کو لے کر اترتے ہیں

سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ⑤

وہ سراپا سلامتی ہے وہ فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے۔

رات کی عظمت:

۱: إِنَّآ أَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (بیشک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے) اس میں قرآن مجید کی عظمت بیان فرمائی کہ اس کے اترنے کی نسبت اپنی طرف فرمائی نہ کہ کسی دوسرے کی طرف اور اپنی طرف ذات باری تعالیٰ نے ضمیر لوٹائی اسم باری تعالیٰ کو ظاہر نہیں لائے۔ اس بات پر متنبہ کرنے کیلئے کہ اس کی چنداں ضرورت نہیں۔ اور اس وقت کی شان بھی بلند کر دی جس میں اس کو اتارا۔ روایت میں ہے کہ تمام قرآن مجید لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام اس کو لے کر تیئیس سال میں رسول اللہ ﷺ پر اترتے رہے۔

لَيْلَةِ الْقَدْرِ لیلۃ القدر کا معنی: امور و معاملات اور قضایا کے اندازے کی رات۔ اس کو لیلۃ القدر اس لئے کہا کہ یہ قدر و منزلت والی رات ہے۔ اور تمام راتوں سے مرتبہ میں بلند ہے۔ یہ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب ہے۔ اسی طرح عاصم عن زر کی روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا۔ کہ وہ قسم کھا کر فرماتے کہ یہ ستائیسویں شب رمضان ہے۔ اور اسی پر جمہور ہیں۔

حکمت اخفاء:

اس کو شاید اس لئے مخفی رکھا گیا۔ اس کی موافقت کیلئے طالب کئی راتیں جاگ لے اور اس کی نظیر صلوٰۃ وسطیٰ ہے۔ جس کو مخفی رکھا گیا۔ اور اسم اعظم اور جمعہ کے دن ساعت قبولیت کو مخفی رکھا گیا۔ اور طاعات میں اس کی رضا اور معاصی میں اس کے غضب کو مخفی رکھا گیا۔ حدیث میں فرمایا۔ جس نے اس کو پالیا۔ تو وہ اس طرح دعا کرے: اللھم انك عفو تحب العفو فاعف عني۔

[ابن ماجہ: ۳۸۵۰]

۲: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ (آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے) یعنی آپ کی درایت اس کے غایت فضل تک نہیں پہنچ سکتی۔ پھر خود اس کو بیان فرمایا۔

ایک ہزار مہینہ کے برابر:

۳: لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ (شب قدر ایک ہزار مہینہ سے بہتر ہے) ایک ہزار مہینے جن میں لیلۃ القدر نہ ہو اور اس کی فضیلت اتنی بلند اس لئے ہوئی کہ اس میں ملائکہ اور روح الامین اترتے ہیں۔ اور یہ ہر حکمت والی بات کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اس کی تخصیص کے بارے میں مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک ہزار ماہ ہتھیار پہنے تو مسلمانوں کو اس سے تعجب ہوا اور ان کے مقابلہ میں اپنے اعمال قلیل معلوم ہوئے۔ تو ان کو ایک رات ایسی دے دی گئی جو اس غازی فی سبیل اللہ کی مدت سے بہت بہتر تھی۔

فرشتوں کا نزول:

۴: تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ (اس رات میں فرشتے اترتے ہیں) آسمان دنیا کی طرف نمبر ۲۔ زمین کی طرف وَالرُّوْحُ (اور روح القدس) جبرئیل علیہ السلام۔ نمبر ۲۔ ملائکہ میں ایک ایسی قسم ہے جن کو ملائکہ صرف اسی رات دیکھتے ہیں۔ نمبر ۳۔ الرحمت۔ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ (ہر امر خیر کو لے کر اپنے پروردگار کے حکم سے) ای تتنزل من اجل کل امر قضاہ اللہ لتلك السنة الی قابل ہر امر کی خاطر جس کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ اس سال سے آئندہ سال تک فرما دیا لے کر اترتے ہیں۔

قراءت: اس پر وقف ہے۔

۵: سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (سراپا سلام ہے۔ وہ شب طلوع فجر تک رہتی ہے) سَلٰمٌ هِيَ: وہ رات نری سلامتی ہے۔ یہ مبتدأ اور خبر ہے۔ ای لا یقدر اللہ فیھا الا السلامۃ و الخیر۔ اللہ تعالیٰ اس سلامتی اور خیر ہی کا فیصلہ فرماتے ہیں اور دوسرے اوقات میں بلاء و سلامتی ہر دو کا فیصلہ ہوتا ہے۔ نمبر ۲۔ وہ رات سراپا سلامتی ہے۔ اس لئے کہ کثرت سے (وہ فرشتے) مسلمانوں کو سلام کرتے ہیں۔

ایک قول:

اس رات میں جس مؤمن و مؤمنہ کو ملتے ہیں۔ سلام کرتے ہیں۔

حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ طلوع فجر تک وہ رہتی ہے۔

قراءت: مَطْلِع میں علی، خلف نے لام کا کسرہ پڑھا۔ کافر سلام سے محروم رہتے ہیں۔

تمت سورة القدر بقدرته تعالٰی

سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِيْ اٰيَاتٍ

سورہ بیّنہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ

جو لوگ کافر تھے اہل کتاب اور مشرکوں میں سے وہ باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس واضح

الْبَيِّنَةُ ۝۱ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝۲ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝۳ وَمَا

دلیل نہ آتی، اللہ کا رسولؐ جو پاک صحیفے پڑھ کر سنا دے۔ جن میں درست مضامین لکھے ہوں، اور جو

تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝۴ وَمَآ اُمِرُوْٓا

لوگ اہل کتاب تھے وہ اس واضح دلیل کے آنے ہی کے بعد مختلف ہو گئے حالانکہ ان لوگوں کو یہی حکم ہوا تھا

اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا

کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کے لئے خاص رکھیں یکسو ہو کر، اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ

الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝۵ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ

دیا کریں، اور یہی طریقہ ہے ان درست مضامین کا۔ جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر ہوئے

فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝۶ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

وہ آتش دوزخ میں جائیں گے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ لوگ بدترین خلائق ہیں، بیشک جو لوگ ایمان لائے

الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝۷

اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں

۱: لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ (جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر تھے۔ وہ باز آنے والے نہ تھے۔ جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل نہ آتی) جو لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے

والے تھے۔ من اھل الکتاب اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ میں سے۔ اھل الرجل ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اس کے اخص الخواص ہوں۔ اہل الاسلام جو دین اسلام کو اختیار کرنے والے ہوں۔ وَالْمُشْرِكِيْنَ (اور بتوں کے پجاری) مُنْفَكِّيْنَ (کفر سے جدائی اختیار کرنے والے نہ تھے)۔

نحو: متعلق کو حذف کر دیا کیونکہ الذین کا صلہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ البینہ واضح دلیل اس سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ یہ فرمایا کہ کفر کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ حضرت محمد ﷺ مبعوث ہوئے۔ جب آپ کی بعثت ہوگئی تو بعض ایمان لائے اور کچھ کفر پر ثابت و قائم رہے۔

۲: رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ (ایک اللہ کا رسول) یعنی محمد ﷺ۔

نحو: یہ البینہ سے بدل ہے۔

يَتْلُوْا (جو پڑھ کر سناتے ہیں) صُحُفًا (صحیفے) مُّطَهَّرَةً (پاک) جو باطل سے پاک ہیں۔

۳: فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (جن میں درست مضامین لکھے ہوں) ھاء کی ضمیر صحف کی طرف راجع ہے۔ کتب مکتوبات (لکھے ہوئے کے معنی میں ہے قیمہ درست جو حق و عدل کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

۴: وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ (اور جو لوگ اہل کتاب تھے وہ اس واضح دلیل کے آنے کے بعد ہی مختلف ہوگئے) ان میں سے بعض نے آپ کی نبوت کو ضد و حسد کی وجہ سے نہ مانا۔ اور بعض ایمان لے آئے۔

سوال: یہاں صرف اہل کتاب کو ذکر کیا جبکہ شروع میں مشرکین کو بھی ساتھ ذکر کیا تھا۔

جواب: اس لئے کہ اہل کتاب کو آپ کی آمد کی پختہ اطلاع تھی ان کی کتابوں کی متواتر خبریں اس کی شاہد تھیں۔ جب ان جاننے والے لوگوں کے مختلف ہونے کو ذکر کر دیا۔ تو مشرکین جہلاء تو خود اس صفت میں ان کے شریک حال ہوگئے۔ الگ ذکر کی ضرورت نہ تھی۔

قدرت کے احکام کا خلاصہ:

۵: وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ (حالانکہ ان لوگوں کو یہی حکم ہوا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کیلئے خالص رکھیں یکسو ہو کر اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی طریقہ ہے ان درست مضامین کا) وما امروا اور تورات و انجیل میں یہی حکم دیا گیا ہے۔ مخلصین له الدین شرک و نفاق سے خالص دین۔ حنفاء باطل ادیان سے مائل ہو کر تمام رسل پر ایمان لائیں۔ دین القیمة ای دین الملة القیمة: مضبوط ملت کا دین ہے۔

۶: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ (بیشک جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ لوگ بدترین خلائق ہیں)

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جہاں

فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝۸ ع

ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے یہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

۷: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ (بیشک جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں)

قراءت: البریئۃ نافع نے دونوں میں ہمزہ پڑھا۔ اور قرائے دیگر تخفیف کے قائل ہیں۔

قاعدہ:

النبی اور البریہ کے الفاظ ہمیشہ سے تخفیف سے استعمال ہوئے ہیں اور اصل کو چھوڑا گیا ہے۔

۸: جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ (ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی۔ جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے خوش رہیں گے۔ یہ اس شخص کیلئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے) جنات عدن : اقامت کی جنتیں۔ رضی اللہ عنہم ان سے راضی ہوا کہ ان کے اعمال کو قبول فرمایا۔ ورضوا عنہ وہ اس کے ثواب سے راضی ہوگئے۔ ذٰلك یہ رضامندی۔

فضیلتِ مؤمن:

خیر البریۃ دلالت کرتا ہے کہ مؤمنوں کو ملائکہ پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ البریہ مخلوق کو کہتے ہیں یہ برأ اللہ الخلق سے لیا گیا ہے۔

دوسرا قول:

یہ ہے یہ البری سے مشتق ہے۔ جس کا معنی مٹی ہے۔ اگر یہ اس اشتقاق سے ہوتا تو پھر ہمزہ والی قراءت نہ ہوتی۔ کذا قالہ الزجاج۔

الحمد للہ سورۃ البینہ مکمل ہوئی

سُوْرَۃُ الزِّلْزَالِ مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ ثَمَانِ اٰیَاتٍ

سورۂ زلزال مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ① وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ② وَقَالَ الْاِنْسَانُ

جب زمین میں زور دار زلزلہ آجائے گا۔ اور زمین اپنے بوجھوں کو نکال دے گی' اور انسان کہے گا

مَا لَهَا ③ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ④ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ⑤ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ

کہ اس کو کیا ہوا' اس دن وہ اپنی خبریں بیان کر دے گی اس وجہ سے کہ بیشک تیرا رب اس کو حکم فرما دے گا' اس دن لوگ واپس

النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ⑥ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ⑦

ہوں گے مختلف جماعتیں بن کر تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جائیں' سو جس نے ایک ذرہ کے برابر خیر کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ⑧

اور جس نے ایک ذرہ کے برابر شر کا کام کیا ہوگا وہ اس کو دیکھ لے گا۔

ع ۱ ۸ ۲۴

۱: اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا (جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلا دی جائے گی) یعنی زمین کو وہ شدید حرکت دی جائے گی۔ جس سے بڑھ کر حرکت نہیں۔

قراءت: زِلْزَالَهَا اس کو کسرہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے اس صورت میں مصدر ہے اور زاء کے فتحہ سے پڑھیں تو یہ اسم ہے۔

دفائن ارض:

۲: وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا (اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی) اثقال جمع ثقل۔ خزانے اور مردے۔ ثقل گھر کے سامان کو کہتے ہیں۔ دفائن ارضی کو اثقال سے تعبیر فرمایا۔

کافر کا قول:

۳: وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا (اور آدمی کہے گا اس کو کیا ہوا) کہ یہ شدید حرکت کے ساتھ ہلائی گئی ہے اور اس نے اپنے اندر کے دفائن نکال دیئے ہیں۔ یہ نفخۂ ثانیہ کی بات ہے جب زمین مردوں کو زندہ کر کے نکال دے گی۔ پس وہ کہہ اٹھیں گے جبکہ زمین ان

کو ہولناکی کی وجہ سے ظاہر کر رہی ہوگی۔ یہ اس طرح ہے جیسا وہ کہیں:من بعثنا من مرقدنا [یٰس:۵۲]

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ کافر کا قول ہے کیونکہ وہ بعث کا منکر تھا۔ باقی مؤمن کہے گا:ھذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون

[یٰسین : ۵۲]

۴:یَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا (اس دن زمین اپنی سب خبریں بیان کرنے لگے گی) یومئذ یہ اذا سے بدل ہے اور ان کا ناصب تحدث ہے ای تحدث الخلق اخبارھا۔مخلوق کو اپنی خبریں بتائے گی۔ پس دونوں میں سے پہلا مفعول حذف کر دیا۔ کیونکہ مقصد تو زمین کے متعلق بتلانا ہے کہ وہ خبریں بتائے گی۔ مخلوق کا ذکر مقصود نہیں۔

زمین کی گواہی:

اللہ تعالیٰ اس کو بلائیں گے زمین اپنے اوپر کیے جانے والے اعمال خیر و شر کی خبر دے گی۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے۔ زمین ہر ایک کے متعلق وہ گواہی دے گی جو کچھ اس نے اس پر کیا۔[رواہ احمد او الترمذی ۳۳۵۳ والحاکم ۵۳۲/۲ ابن حبان:۳۶۰ ے]

۵:بِاَنَّ رَبَّكَ اَوۡحٰى لَهَا (اس سبب سے کہ آپ کے رب کا اس کو یہی حکم ہے) یعنی خبروں کو بیان کرنا رب تعالیٰ کے حکم کے سبب سے ہے:لھا ای الیھا اس کی طرف حکم بھیجنے اور بیان کرنے کا امر دینے کی وجہ سے ہے۔

موقف سے واپسی:

۶:یَوۡمَئِذٍ یَّصۡدُرُ النَّاسُ (اس روز لوگ لوٹیں گے) قبور میں نکلنے کے مقامات سے موقف حساب کی طرف۔ اَشۡتَاتًا (مختلف جماعتیں ہو کر) سفید چہرے والے مطمئن لوگوں کی جماعت۔ نمبر۲۔ سیاہ چہرے والے بے چین لوگوں کا گروہ۔ نمبر۲۔ موقف حساب سے متفرق راستوں جنت و دوزخ کی طرف لوٹیں گے۔ لِّیُرَوۡا اَعۡمَالَهُمۡ (تا کہ اپنے اعمال کو دیکھ لیں) اعمال سے جزائے اعمال مراد ہے۔

۷: فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ (پس جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا) ذرۃ: چھوٹی چیونٹی۔ خَیۡرًا یَّرَهٗ (بھلائی وہ اس کو دیکھ لے گا)

نحو: خیراً یہ تمیز ہے یہ اس عمل کا بدلہ دیکھ لے گا۔

۸:وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ (جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا)

ایک قول:

یہ کفار کے متعلق ہے اور پہلی آیت ایمان والوں کے متعلق ہے۔

حکایت:

ایک بدو نے خیراً یرہٗ کو مؤخر کر دیا۔ اس کو کسی نے کہا تو نے آیت میں تقدیم و تاخیر کر دی۔ تو اس نے یہ شعر پڑھا ۔

خُذْ بَطْنَ هَرْشَى او قَفَاهَا فَإِنَّهٗ

كِلَا جَانِبَیْ هَرْشَى لهن طریق

وادی ہرشی کے درمیان میں چلو یا کنارے پر اس کے دونوں جانب راستہ کی گنجائش ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ فرزدق کا دادا خدمت نبوی ﷺ میں آیا تا کہ وہ پڑھے۔ آپ ﷺ نے اس کے سامنے یہ آیت پڑھی۔ تو کہنے لگا حسبی۔ حسبی یہ مجھے کافی ہے کافی ہے۔ یہ محکم آیت ہے اس کا نام جامعہ ہے۔ (ذکرہ فی الدر المنثور ۸/۵۹۶)

تمت سورۃ الزلزال

سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۃ العادیات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝۱ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝۲ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝۳ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝۴

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دوڑنے والے ہیں ہانپتے ہوئے' پھر ٹاپ مار کر آگ جلانے والے ہیں' پھر صبح کے وقت غارت گری کرنے والے ہیں' پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں'

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝۵ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝۶ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝۷

پھر اس وقت جماعت کے درمیان گھس جاتے ہیں' بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے' اور بے شک وہ اس بات پر گواہ ہے'

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝۸ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۝۹ وَ

اور بے شک وہ خیر کی محبت میں بہت سخت ہے کیا وہ نہیں جانتا جب وہ اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں اور

حُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۝۱۰ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝۱۱

جو کچھ سینوں میں ہے اسے ظاہر کیا جائے گا۔ بے شک ان کا رب ان سے اس دن پوری طرح ضرور باخبر ہوگا۔

۱: وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا (قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے اس میں غازیوں کے ان گھوڑوں کی قسم اٹھائی جو دوڑ کر ہانپنے لگتے ہیں۔ الضبح ہانپتے وقت سانس کی آواز۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

آپ نے سانس کی اس آواز کی حکایت اَحْ اَحْ سے فرمائی۔ ضبحا فعل محذوف کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای یضبحن ضبحًا۔

پیروں کی ٹاپ سے آگ نکالنے والے گھوڑے:

۲: فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا (پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں) وہ ہلکی سی آگ نکالتے ہیں۔ اس سے مراد وہ چنگاری ہے جو ان کی ٹاپ سے پیدا ہوتی ہے۔ قدحًا: چنگاری نکالنے والے اپنے کھروں کو پتھروں سے رگڑ کر ٹکرا کر۔ القدح: رگڑنا۔ الایراء: آگ نکالنا۔ تم کہو گے۔ قدح فاوری وقدح فاصلد۔ چقماق کو مارا اور رگڑا گیا پس آگ جل گئی اور چقماق رگڑا گیا۔ مگر آگ نہ

نکلی۔

نحو :قدحًا یہ ضبحًا کی طرح فعل محذوف سے منصوب ہے۔

۳:فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا (پھر صبح کے وقت تاخت وتاراج کرتے ہیں) دشمن پرلوٹ ڈالتے ہیں صبح کے وقت۔

۴:فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا (پھراس وقت غبار اڑاتے ہیں) پس اس سے وہ غبار کوحرکت دیتے اور اڑاتے ہیں۔

۵:فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا (پھراس وقت جماعت میں جا گھستے ہیں) یہ اس وقت میں جمعًا دشمن کی جماعتیں۔ وسط بمعنی توسط ہے۔

ایک قول:

ضمیر غارت کے مقام کی طرف راجع ہے۔ نمبر۲۔ وہ دوڑ جس پر دلالت کررہا ہے۔ (مطلب یہ ہوا وہ گھوڑے جو دشمن پر چھاپہ مارتے ہیں چھاپہ مارنے کے وقت یا چھاپہ مارنے کی جگہ یا چھاپہ مارنے کیلئے جو دوڑ دوڑتے اور اس سے غبار اڑاتے ہیں)۔

نحو : والعادیات اور فاثرن کا عطف اس فعل پر ہے۔ جس کی جگہ اسم فاعل لایا گیا۔ کیونکہ معنی اس طرح ہے واللاتی عدون فاورین فاغرن فاثرن۔

۶:اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ (بیشک آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے)

نحو : یہ جواب قسم ہے۔

الکنود: ناشکرا۔ یعنی وہ اپنے رب کے انعامات کا خاص طور پر بہت زیادہ کفران کرنے والا ہے۔

۷:وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ (اور اس کوخود بھی اس کی خبر ہے) انہ بیشک انسان۔ ذلك اپنی ناشکری پر۔ لشهيد بذات خود گواہی دینے والا ہے۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ اس کی اس ناشکری کو دیکھنے والے ہیں۔ یہ بات بطور وعید فرمائی گئی ہے۔

انسان مال کی محبت میں سخت:

۸:وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے) بیشک وہ حب مال کیلئے بخل کرنے والا اور روک کر رکھنے والا ہے۔ نمبر۲۔ بلاشبہ وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے۔ اور عبادت الٰہی کی محبت میں کمزور واقع ہوا ہے۔

۹:اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ (کیا اس کو وہ وقت معلوم نہیں جب زندہ کیے جائیں گے۔ جتنے مردے قبروں میں ہیں) افلا يعلم (کیا وہ انسان نہیں جانتا)۔ بعثر جب اٹھایا جائے گا۔ مافی القبور سے مراد مردے ہیں۔ ما یہاں مَنْ کے معنی میں ہے۔

۱۰:وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ (اور آشکارا ہو جائے گا۔ جو کچھ دلوں میں ہے) جو خیر وشر دلوں میں ہے۔ اس کو الگ کردیا جائے گا۔

۱۱: اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ (بیشک ان کا پروردگار ان کے حال سے پورا آگاہ ہے) وہ ان کے بارے میں جاننے والا ہے پس خیر وشر میں سے جس قسم کے ان کے اعمال ہونگے ان پر بدلہ دے گا۔

سوال: یومئذ کو خاص کیا گیا۔ حالانکہ باری تعالیٰ تمام ازمنہ میں جاننے والے ہیں۔

جواب: اس دن چونکہ بدلہ ملے گا۔ اس لئے اس دن کی تخصیص کی گئی ہے۔

تمت سورة العاديات بحمد المنعم المتعال

سُوْرَۃُ الْقَارِعَۃِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ اِحْدٰی عَشْرَۃَ اٰیَۃً

سورۃ القارعہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْقَارِعَۃُ ① مَا الْقَارِعَۃُ ② وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الْقَارِعَۃُ ③ یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ

وہ کھڑکھڑانے والی چیز کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز؟ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز' جس روز آدمی

کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ④ وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِھْنِ الْمَنْفُوْشِ ⑤ فَاَمَّا مَنْ

پریشان پروانوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے' پھر جس شخص کا

ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ ⑥ فَھُوَ فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ ⑦ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ ⑧

پلہ بھاری ہوگا وہ خوشی والی زندگی میں ہوگا اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا

فَاُمُّہٗ ھَاوِیَۃٌ ⑨ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا ھِیَہْ ⑩ نَارٌ حَامِیَۃٌ ⑪

اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ کیا چیز ہے ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔

۱: اَلْقَارِعَۃُ (وہ کھڑکھڑانے والی چیز) نحو: یہ مبتدأ ہے۔

۲: مَا الْقَارِعَۃُ (کیسی ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز)

نحو: ما مبتدأ ثانی اور القارعہ یہ خبر اور جملہ اسمیہ مبتدأ اول کی خبر ہے۔ حق تو یہ تھا کہ دوسری بار ضمیر لاتے مگر لفظ القارعہ ظاہر کر کے قیامت کی عظمت کو بتا دیا۔

۳: وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الْقَارِعَۃُ (آپ کو کچھ معلوم نہیں ہے کیسی کچھ ہے۔ وہ کھڑکھڑانے والی) یعنی تمہیں کونسی چیز بتلائے کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اور تمہیں یہ کہاں سے علم کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔

۴: یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ (جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہو جائیں گے)

نحو: یوم یہ تقرع فعل جس پر القارعہ دلالت کرتا ہے اس کی وجہ سے منصوب ہے۔

پھسلنے اور ضعف میں مشابہت دی ہے:

یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ انسانوں کو کثرت میں پروانوں سے تشبیہ دی ہے اور پھیلنے اور ضعف اور ذلت و عاجزی اور بلانے والے کی طرف فوراً جانے میں بھی مشابہت دی ہے۔ کہ جس طرح پروانے آگ کی طرف اڑ کر جاتے ہیں۔ یہ داعی کی آواز پر لبیک کہیں گے۔ فراش کو فراش انتشار و تفرق کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

۵: وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ (اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے) آیت میں پہاڑوں کو عِھن سے تشبیہ دی اور وہ مختلف رنگوں میں رنگی ہوئی اون کو کہتے ہیں کیونکہ پہاڑ کئی رنگ کے ہیں۔ جیسے دوسرے مقام پر فرمایا: و من الجبال جدد بیض و حمر مختلف الوانها [فاطر:۲۷] اور المنفوش دھنی ہوئی اون سے تشبیہ دی کیونکہ ان کے اجزاء بھی منتشر ہو جائیں گے۔

قدر والا وزن:

۶: فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ (پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا) حق کی پیروی کے سبب۔ موازین یہ موزون کی جمع ہے۔ وہ ایسے عمل کو کہتے ہیں۔ جس کا وزن اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر ہو۔ نمبر۲۔ جمع میزان ہے بمعنی ترازو۔ اور ثقل سے مراد اس کا جھک جانا۔

۷: فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ (وہ تو خاطر خواہ آرام میں ہوگا) راضیہ رضامندی والا۔ نمبر۲۔ پسند کیا ہوا۔ اسم مفعول کے معنی میں ہے۔

۸: وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ (اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا) باطل کی اتباع اور پیروی کے باعث۔

۹: فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ (اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے) اس کا مسکن اور رہائش گاہ آگ ہے۔ اور ٹھکانہ کو اُم بطور مشابہت کہتے ہیں۔ کیونکہ ماں اولاد کا ماوی اور پناہ گاہ ہوتی ہے۔

۱۰: وَمَآ اَدْرٰکَ مَا هِیَهْ (اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ کیا چیز ہے)

نحو: ضمیر ہاویہ کی طرف راجع ہے۔ اور ھاء سکتہ کی ہے۔ پھر اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔

۱۱: نَارٌ حَامِیَةٌ (ایک دہکتی ہوئی آگ ہے) حامیہ اس آگ کو کہتے ہیں۔ جو حرارت میں انتہاء کو پہنچ جائے۔

تمت سورة القارعة بمنه وفضله

سورۂ تکاثر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ① حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ② كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ③ ثُمَّ كَلَّا

تم کو کر دیا کثرت کے مقابلہ نے غافل' یہاں تک کہ تم نے قبرستانوں کی زیارت کر لی' ہرگز نہیں' تم عنقریب جان لو گے پھر ہرگز نہیں

سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ④ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ⑤ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ⑥ ثُمَّ

تم عنقریب جان لو گے۔ ہرگز نہیں اگر تم علم الیقین کے طور پر جان لیتے' تم ضرور ضرور دوزخ کو دیکھو گے' پھر

لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ⑦ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ⑧

یہ ضروری بات ہے کہ تم اسے عین الیقین کے طریقہ پر دیکھ لو گے' پھر اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور ضرور سوال کیا جائے گا۔

۱: اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ (فخر کرنا تم کو غافل کیے رکھتا ہے) کثرت میں مقابلے کا مشغلہ اور مالوں اور اولاد کے سلسلہ میں فخر و مباہات انسان کو اللہ تعالیٰ کی طاعت سے غافل کر دیتا ہے۔

۲: حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو) یہاں تک کہ اسی حالت میں موت آ جاتی ہے۔ نمبر۲۔ یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں اور قبروں میں اپنے مردوں کو گننے لگے۔

دنیا کو اپنا قبلہ مت بناؤ:

۳: كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا) کلّا یہ ردع اور اس بات پر تنبیہ کرنے کیلئے ہے کہ غور کرنے والے کیلئے مناسب یہ ہے کہ وہ دنیا کو ہی اپنا قبلہ مقصود نہ بنالے اور دین کا بالکل اہتمام نہ کرے (بلکہ اپنے دین کا خاص اہتمام کرنا چاہیے) سوف تعلمون عنقریب تمہیں قبر میں معلوم ہو جائے گا۔ نمبر۲۔ نزع کے وقت اپنی موجودہ حالت کی بدانجامی کا پتہ لگ جائے گا۔

۴، ۵: ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ كَلَّا (پھر ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا ہرگز نہیں) کلّا یہ تکرار ردع اور انذار و تخویف کیلئے ہے۔ لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ (اگر تم یقینی طور پر جان لیتے)

نحو: لو کا جواب محذوف ہے۔ ای لو تعلمون مابین ایدیکم اگر تم جانتے جو تمہارے سامنے ہے۔ علم الیقین، علم

الامر الیقین ۔یقینی بات کا علم۔یعنی اس طرح جان لیتے جیسا تم ان چیزوں کو جانتے ہو۔جن پر تمہیں یقین ہے تو کثرت اموال میں مقابلہ کی وجہ سے تم غفلت کا شکار نہ ہوتے۔نمبر۲۔اگر تم جان لیتے تو وہ کرتے جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔لیکن تم تو گمراہ اور جاہل ہو۔

۶:لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ (واللہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے) نحو: یہ محذوف قسم کا جواب ہے اور قسم ،وعید کی تاکید کیلئے ہے۔
قراءت:لَتُرَوُنَّ تاء کے ضمہ کے ساتھ شامی وعلی نے پڑھا ہے۔

۷:ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ (پھر واللہ تم لوگ ضرور اس کو ایسا دیکھنا دیکھو گے جو خود یقین ہے) ثم سے عطف ڈال کر اس کو دوبارہ لائے۔تاکہ تہدید میں خوب تغلیظ ہو جائے۔اور تہویل وتخویف میں زیادتی ثابت ہو۔پہلا دیکھنا تو دل کا دیکھنا ہے اور دوسرا آنکھ سے دیکھنا ہے۔عین الیقین یعنی ایسا دیکھنا جو بعینہٖ یقین اور خالص یقین ہے۔

۸:ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ (پھر اس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھ گچھ ہوگی) امن اور صحت کے متعلق خصوصاً سوال ہوگا۔کہ ان دونوں کو تم نے کس بات میں فنا کر ڈالا۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

اس خوش عیشی کے متعلق پوچھا جائے گا۔جس کی لذتوں نے دین اور اس کی تکالیف سے مشغول کر دیا۔

قول حسن رضی اللہ عنہ:

ان تمام نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔جو اس جھونپڑی کے سوا ہونگیں جس میں پناہ لیتا ہے۔اور اس کپڑے کے علاوہ ہونگی جس سے اپنے جسم کو ڈھانپتا ہے اور اس روٹی کے ٹکڑے کے علاوہ ہونگی جس سے تقویت پاتا ہے۔اور مرفوع روایات میں بھی یہ مضمون وارد ہے۔

تمت سورة التكاثر

۱: وَالْعَصْرِ (قسم ہے زمانہ کی) نماز عصر کی قسم اٹھائی اس کی عظمت شان کی وجہ سے اس کی دلیل دوسرے ارشاد میں ہے: والصلاۃ الوسطی مصحف حفصہ رضی اللہ عنہا میں صلاۃ العصر کے لفظ ہیں۔

اور یہ بھی بات ہے کہ اس کی ادائیگی میں تکلیف زیادہ ہے۔ کیونکہ لوگ اس وقت اپنے کاموں اور تجارات میں گھر جارہے ہوتے ہیں۔ کیونکہ دن کا پچھلا وقت ہوتا ہے۔ اور اس وقت گزران اوقات کی مشغولیتوں میں مست ہوتے ہیں۔ نمبر۲۔ العشی کی یہاں قسم اٹھائی جیسا کہ چاشت کی قسم پچھلی سورتوں میں اٹھائی گئی ہے کیونکہ اس میں دلائل قدرت ہیں۔ نمبر۳۔ زمانہ کی قسم اٹھائی کیونکہ اس کے گزرنے میں قسم قسم کے عجائبات ہیں۔

جنس انسان خسارے میں:

۲: اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ (کہ انسان بڑے خسارہ میں ہے) یہ جواب قسم ہے یعنی جنس انسان اپنی تجارات کے سبب نقصان میں ہے۔

آخرت کے خریدار:

۳: اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے) اس لئے کہ انہوں نے آخرت کو دنیا کے بدلے خرید لیا اس لئے نفع پالیا۔ اور خوش نصیب ہوگئے۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ (اور ایک دوسرے کو حق کی فہمائش کرتے رہے) ایسے امر ثابت و برحق کی ایک دوسرے کو تلقین کرتے رہے۔ جس کا انکار ممکن نہیں۔ اور وہ نری خیر ہے۔ جیسے توحید

باری تعالیٰ اوراس کی اطاعت اوراس کی کتابوں کی اتباع اور رسولوں کی پیروی۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کرتے رہے) معاصی سے بچنے اور طاعات پر جمے رہنے کی تاکید کرتے رہے اوران موقعوں پر جن سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔ان آزمائشوں میں صبر کی تلقین کرتے رہے۔تواصوادونوں مقام پر فعل ماضی لایا گیا ہے۔یہ ماقبل فعل ماضی امنوا و عملوا پر معطوف ہیں۔

تمت سورۃ العصر

سورۂ ہمزہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں نو آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۙ﴿۲﴾ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ

بڑی خرابی ہے ہر اس شخص کے لئے جو عیب نکالنے والا ہو' طعنہ دینے والا ہو جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا' وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال

اَخْلَدَهٗ ۚ﴿۳﴾ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۖ﴿۴﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۗ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ

اس کو ہمیشہ رکھے گا ہرگز نہیں وہ ضرور ضرور بھوسہ بنانیوالی چیز میں ڈال دیا جائے گا اور کیا آپ کو معلوم ہے وہ بھوسہ بنا دینے والی چیز کیا ہے؟ وہ اللہ کی آگ

الْمُوْقَدَةُ ۙ﴿۶﴾ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۗ﴿۷﴾ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۙ﴿۸﴾ فِيْ عَمَدٍ

ہے جو جلائی گئی ہے جو دلوں پر چڑھ بیٹھنے والی ہے' بیشک وہ ان پر بند کر دی جائے گی

مُّمَدَّدَةٍ ﴿۹﴾

لمبے لمبے ستونوں میں۔

۱: وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ (بڑی خرابی ہے ایسے شخص کیلئے جو پس پشت عیب نکالنے والا اور رو در رو طعنے دینے والا ہو)

نحو: ویل مبتدا لکل همزة اس کی خبر ہے۔ ہمزہ وہ شخص جو غیر موجودگی میں عیب نکالے۔ لُمزة۔ سامنے عیب نکالے۔ طعنہ زنی کرے۔

نکتہ: فُعلة کا وزن اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ اس شخص کی عادت ثانیہ ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ اخنس بن شریق کے متعلق اتری۔ اس کی عادت غیبت تھی۔

ایک اور قول:

امیہ بن خلف کے متعلق اتری۔ ایک قول اور ہے کہ ولید کے متعلق نازل ہوئی۔

فیصلہ:

سبب خاص ہوسکتا ہے۔اور وعید عام ہو۔تا کہ ایسے تمام افراد کو شامل ہو جو اس قباحت کا ارتکاب کرنے والے ہوں۔

٢: الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ (جو مال جمع کرتا ہو اور اس کو بار بار گنتا ہو)

نحو: الذی یہ کل سے بدل ہے۔نمبر٢۔منصوب ہے۔فعل ذم کی وجہ سے۔

قراءت: شامی، حمزہ، علی نے جمّع صیغہ مبالغہ پڑھا اور وہ عددہ کے ظاہر میں مطابق بھی ہے۔عدّدہٗ یعنی اس کو حوادث دھر کیلئے تیار کیا اور سامان بنایا۔

٣: یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ (وہ خیال کررہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا) یعنی اس کا ترکہ اس کو دنیا میں ہمیشہ رکھنے والا ہے وہ نہ مرے گا۔نمبر٢۔یہ عمل صالح کے لئے تعریض ہے۔کہ عمل صالح ہی انسان کو نعمتوں میں ہمیشہ رکھنے والا ہے مال نے آج تک تو کسی کو ہمیشہ رکھا نہیں۔

٤: كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ (ہرگز نہیں۔واللہ وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جائے گا) جس میں جو کچھ پڑے۔اس کو وہ توڑ پھوڑ دے۔ كَلَّا اس میں سابقہ گمان پر ردع ہے۔لَيُنْۢبَذَنَّ اس کو ضرور ڈالا جائے گا جس نے جمع کیا۔الْحُطَمَةِ جو اس طرح کی آگ ہے کہ جو چیز اس میں ڈالی جائے اس کو مٹا ڈالتی ہے۔

٥: وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ (اور آپ کو معلوم ہے کہ وہ توڑنے پھوڑنے والی آگ کیسی ہے) اس میں تعجب ہے اور جہنم کی عظمت و بڑائی بتلائی (کہ جہنم کی شدت ناقابل تصور ہے)

٦: نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ (وہ اللہ تعالیٰ کی آگ ہے۔جو سلگائی گئی ہے)

نحو: نار اللہ یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ای ھی نار اللہ۔الموقدہ یہ اس کی صفت ہے۔

دِلوں تک پہنچنے کا مطلب:

٧: الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ (جو دلوں تک جا پہنچے گی) یعنی وہ آگ ان کے پیٹوں میں گھس جائے گی اور یہاں تک کہ سینوں میں پہنچ جائے گی اور ان کے دلوں کو جھانک لے گی۔افئدۃ: دل کا درمیان۔انسان کے جسم میں دل سے بڑھ کر کوئی چیز لطیف نہیں۔اور نہ ہی اس سے زیادہ کوئی چیز معمولی ایذاء کو محسوس کرنے والی ہے۔اس وقت دل کی تکلیف کا کیا حال ہوگا جب جہنم کی آگ اس کو جھانکے گی اور اس پر مسلط ہو جائے گی۔

دل کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ دل کفر کے مقامات اور عقائد فاسدہ کا مرکز ہے۔اطلاع نار کا مطلب یہ ہے کہ وہ آگ ان پر چھا جائے گی۔

٨: اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ (وہ ان پر بند کردی جائے گی) ھا کی ضمیر نار کی طرف یا حطمہ کی طرف راجع ہے موصدہ: بلند کی ہوئی۔

۹: فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ (بڑے لمبے لمبے ستونوں میں)

قراءت: حفص کے علاوہ بقیہ کوفی قراء نے عُمُد پڑھا اور باقی تمام قراء نے عَمَدٍ یہ دو جمع کی لغات ہیں۔ عِمَاد جیسے اِھَاب اور اُھُبٌ حِمَارٍ اور حُمُرٌ مُّمَدَّدَةٍ ان پر دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور دروازوں پر ستون کھینچ دیئے جائیں گے۔ مضبوط بند کرنے کیلئے حدیث میں وارد ہے: مؤمن سمجھدار اور ذہین، ثابت قدمی اختیار کرنے والا، نہ جلد باز۔ نیک، عالم ہوتا ہے اور منافق عیب جو طعنہ زن' رات کو ٹامک ٹوئیاں مارنے والے کی طرح۔ اس کو کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ کہاں سے کمائے۔ اور کس چیز میں صرف کرے۔ [رواہ الدیلمی فی الفردوس: ۶۵۴۴]

تمت سورة الهمزة

سُورَةُ الفِيلِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسُ آيَاتٍ

سورۃ الفیل مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحٰبِ الْفِيلِ ﴿١﴾ أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ﴿٢﴾

اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا' کیا ان کی تدبیر کو سرتاپا غلط نہیں کر دیا'

وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ﴿٣﴾ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيلٍ ﴿٤﴾ فَجَعَلَهُمْ

اور ان پر پرندے بھیج دیئے غول در غول وہ ان پر کنکر کی پتھریاں پھینک رہے تھے' سو اللہ نے ان کو ایسا کر دیا

كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ﴿٥﴾

جیسے کھایا ہوا بھوسہ ہو۔

۱:أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحٰبِ الْفِيلِ (کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا معاملہ کیا)۔

نحو: کیف یہ فَعَلَ کی وجہ سے موضع نصب میں ہے الم تر کی وجہ سے نہیں۔ کیونکہ کیف میں استفہام کا معنی پایا جاتا ہے اور یہ جملہ ترٰی کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہو گیا ہے۔

الم تر میں تعجب کا اظہار ہے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کو تعجب سے فرما رہے ہیں کہ عجیب بات ہے کہ کفار نے آپ کا انکار کر دیا حالانکہ وہ تو اتنی بڑی آیات کو دیکھ چکے۔ معنی یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی صنعت کے آثار اہل حبشہ میں دیکھے اور اس کے متعلق متواتر خبریں سنیں پس وہ آپ کے لئے مشاہدہ کے قائم مقام ہے۔ جو اصحاب فیل کے سلسلہ میں پیش آیا۔

ابرھہ کی حرکت اور سزا:

روایت ہے یمن کا بادشاہ ابرہہ بن الصباح جو اصحمہ نجاشی کی طرف سے مقرر ہوا تھا۔ اس نے صنعاء میں ایک گرجا تعمیر کیا۔ اور اس کا نام القُلَّیس رکھا اور اس کا ارادہ یہ تھا کہ لوگ اس کا حج کرنے آئیں۔ کنانہ کا ایک آدمی نکلا اور رات کو اس میں پاخانہ کر دیا اس سے ابرھہ سخت ناراض ہوا ایک قول یہ ہے کہ عرب کے ایک قافلہ نے اس کے قریب آگ سلگائی۔ ہوا کی وجہ سے وہ آگ اس گرجے میں آ گئی جس سے وہ جل گیا۔ ابرہہ نے قسم اٹھائی کہ وہ کعبہ کو ضرور بضرور گرائے گا۔ وہ حبشیوں کی ایک فوج کے ساتھ نکلا۔ اس کے ساتھ ہاتھی بھی تھے۔ ایک ہاتھی کا نام محمود تھا۔ یہ بہت بڑا طاقت ور ہاتھی تھا۔ بارہ ہاتھی اس کے علاوہ تھے۔ جب وہ

مقام مغمس میں پہنچا تو خواجہ عبدالمطلب اس کے پاس نکل کر گئے اور اس کو کہا کہ تہامہ کے اموال کا ثلث لے لے اور لوٹ جا مگر اس نے انکار کر دیا اور اپنے لشکر کو تیار کیا۔ اور بڑے ہاتھی کو آگے رکھا۔ مگر جب بڑے ہاتھی کو حرم کی طرف متوجہ کرتے وہ بیٹھ جاتا اور اٹھنے سے انکار کرتا۔ اور جب یمن کی طرف رخ کرتے تو اٹھ کر جلدی سے روانہ ہو جاتا۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے غول بھیج دیئے ہر پرندے کی چونچ میں ایک پتھر اور دو پتھر اس کے پنجوں میں مسور کے دانے سے بڑے اور چنے سے چھوٹے تھے۔ وہ کنکری آدمی کے سر پر لگ کر اس کی دبر سے نکلتی۔ اور ہر پتھر پر اس کا نام درج تھا۔ جس کو پڑتا تھا وہ کنکریوں کے برساؤ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور ہلاک ہو گئے ابرھہ کی موت انتہائی عبرتناک طریقہ سے آئی سینہ پھٹ کر دل باہر نکل پڑا اور مر گیا۔ اس کا وزیر ابو یکسوم وہاں سے جدا ہو کر بھاگتا ہوا حبشہ پہنچا اس حال میں کہ پرندہ اس کے سر پر منڈلا رہا تھا اس نے نجاشی کو تمام واقعہ بیان کیا۔ جب بیان مکمل کر چکا۔ تو پرندے نے کنکری پھینکی جس سے وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ابرہہ نے خواجہ عبدالمطلب کے دو سو اونٹ پکڑ لیے۔ آپ اس کے پاس ان اونٹوں کی خاطر گئے آپ کا اس نے پرتپاک استقبال کیا آپ خوبصورت، پررعب اور جسیم آدمی تھے۔ اس کو بتلایا گیا کہ یہ قریش کے سردار ہیں اور مکہ کے صاحب قافلہ ہیں جو لوگوں کو وادیوں اور وحشیوں کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر کھانا کھلاتے ہیں۔

جب عبدالمطلب نے اپنی ضرورت ذکر کی تو اس نے کہا تو میری نگاہ سے گر گیا۔ میں تو تمہارے اس گھر کو گرانے آیا ہوں جو تمہارا دین اور تمہارے آباء واجداد کا دین ہے۔ اور پرانے زمانوں سے تمہارے لئے شرافت کا نشان ہے۔ تمہیں اونٹوں نے اس سے غافل کر دیا۔ جو ہم نے پکڑ لیے ہیں۔ عبدالمطلب نے کہا میں اونٹوں کا مالک ہوں۔ اور اس گھر کا ایک رب ہے جو خود اس سے روک لے گا۔

تمام تدابیر فیل:

۲: اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ (کیا ان کی تدبیر کو سرتا پا غلط نہیں کر دیا) ضائع اور بیکار۔ عرب کہتے ہیں: ضلل کیدہ۔ جب کہ اس کو ضائع اور بیکار کر دے۔ امرء القیس کو الملک الضلیل کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے باپ کا ملک کھو دیا۔ ضائع کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اولاً یہ تدبیر کی کہ القلیس گرجا بنایا تا کہ حجاج کے رخ اس کی طرف پھیر دیں ان کی تدبیر کو آگ کے ذریعہ بیکار کر دیا۔ پھر دوسری تدبیر بیت اللہ کے گرانے کی کی۔ ان کی تدبیر کو پرندے بھیج کر فیل کر دیا۔

۳: وَّاَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ (اور ان پر غول کے غول پرندے بھیجے) ابابیل جمع ابالۃ: جماعتیں۔

قول الزجاج:

ادھر سے جماعتیں اور ادھر سے جماعتیں۔ یعنی ہر طرف سے جماعتیں بھیجیں۔

۴: تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ (جو ان لوگوں پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے)

قراءت: ابوحنیفہ رحمہ اللہ یرمیھم پڑھتے ای یرمیھم اللّٰہ اللہ تعالیٰ ان پر پھینک رہے تھے یا پرندے ان پر پھینک رہے تھے۔ الطیر یہ اسم جمع مذکر ہے۔ اور معنی کے اعتبار سے مؤنث ہے۔ سجیل یہ معرب ہے۔ سنگ گل اور جمہور کا یہی مسلک ہے یعنی کھنگر۔

۵: فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُوْلٍ (اللہ تعالیٰ نے ان کو کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح کر دیا) عصف ماکول وہ کھیتی جس کو کیڑے کھالیں۔

تمت سورة الفيل

سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُ اٰيَاتٍ

سورۃ القریش مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چار آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ① اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ② فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا

قریش کی الفت رکھنے کی وجہ سے انکی وہ الفت جو سردی اور گرمی کے سفر کرنے سے ہے۔ سو ان کو چاہئے کہ اس بیت کے رب کی

الْبَيْتِ ③ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ④

عبادت کریں جس نے انہیں بھوک میں کھانے کو دیا اور انہیں خوف سے امن دیا۔

قریش پر انعامات:

ا: لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ (چونکہ قریش خوگر ہو گئے) یہ فلیعبدوا کے متعلق ہے۔ ان کو حکم دیا گیا کہ ان کو عبادت اسی ہی کی کرنی چاہیے اس لئے کہ وہ دو سفروں سے بڑے مانوس ہیں۔ فلیعبدوا پر فاء تو اس لئے لائی گئی ہے کیونکہ کلام میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے یعنی ان پر اللہ تعالیٰ کی لاتعداد نعمتیں ہیں۔ پس اگر وہ دیگر نعمتوں کی وجہ سے عبادت نہیں کرتے۔ تو ان کو اس ایک بڑی عظیم الشان نعمت کی وجہ سے عبادت کرنا چاہیے۔

نمبر۲۔ فجعلهم كعصف ماكول کے متعلق ہے۔ لایلاف قریش یعنی یہ ہلاکت اس انس کی وجہ سے ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسے شعر میں تضمین لگائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ شعر کا معنی ماقبل سے معلق اس لئے کیا جائے تاکہ شعر کا معنی صحیح ہو جائے۔ اور مصحف ابی بن کعب رضی اللہ عنہ میں یہ دونوں بلا فصل ایک سورت ہیں۔ اور کسائی رحمہ اللہ سے ان کے مابین ترک تسمیہ بھی منقول ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حبشہ والوں کو ہلاک کیا جو ان کا قصد کر کے آرہے تھے تاکہ لوگ اس بات کو سنیں اور ان کا احترام کریں اور خوب احترام ہو تاکہ سفروں میں ان کو امن میسر ہو جائے اور کوئی ان پر جرأت نہ کرے۔

نمبر۳۔ ایک قول یہ ہے کہ اعجبوا لا یلاف قریش ہے۔

قراءت: شامی نے لِاِ لاف قریش پڑھا ہے ای لموالفة قریش۔ قریش کی موافقت کی وجہ سے۔ نمبر۲۔ کہا جاتا ہے: الفتهٗ اِلفا و الافا: مانوس ہونا۔ قریش نضر بن کنانہ کی اولاد کو کہتے ہیں۔ اس کا نام القرش کی تصغیر بنا کر رکھا ہے۔ القرش سمندری زبردست جانور ہے۔ جو کشتیوں پر حملہ آور ہوتا ہے۔ صرف آگ سے اس کا دفاع کیا جا سکتا ہے۔ تصغیر تعظیم کیلئے ہے۔ اس کا نام

ان کی مضبوطی اور حفاظت کی وجہ سے رکھا گیا۔ دوسرا قول یہ ہے القرش کمائی کو کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی تجارت سے کمائی کرتے اور شہروں میں سفر کر کے کماتے تھے۔

۲: اِلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ (یعنی جاڑے (سردیاں) اور گرمی کے سفر کے خوگر ہو گئے ہیں) یہاں ایلاف کو مطلق ذکر کیا۔ پھر اس کے بدلے رحلتین کو مقید کر کے لائے۔ تا کہ اس سے ایلاف کے معاملے کی بڑائی ظاہر ہو۔ اور اس کا عظیم نعمت ہونا یاد دلایا جائے۔

نحو: رحلة کا لفظ ایلافهم کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور مراد اس سے رحلتی الشتاء والصیف (دو سفر گرمیوں اور سردیوں کے) التباس کا خطرہ نہ ہونے کی وجہ سے مفرد لائے۔ تثنیہ ذکر نہیں کیا۔

اسفارِ قریش:

قریش دو سفر کرتے۔ سردیوں میں یمن کا سفر کرتے اور گرمیوں میں شام کا سفر کرتے اور کھانے کا سامان لاتے اور تجارت کرتے ان کے یہ دونوں سفر پر امن ہوتے تھے۔ کیونکہ وہ اہل حرم تھے۔ ان پر ڈاکو تعرض نہ کرتے اور دوسرے قافلے لوٹ لیے جاتے۔

۳: فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ (تو ان کو چاہیے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں)

خوف سے امن دینے والے کی عبادت چاہیے تھی:

۴، ۵: الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۔ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ (جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے ان کو امن دیا) خوف اور جوع کی تنوین شدت کو ظاہر کرنے کیلئے لائی گئی ہے۔ یعنی اطعمهم بالرحلتین من جوع شدید کانوا فیه قبلهما۔ ان کو دو سفروں کے ذریعہ اس سخت بھوک سے ان کو کھانا دیا۔ جس میں وہ ان سے پہلے مبتلا تھے۔ و آمنهم من خوف عظیم وهو خوف اصحاب الفیل اور ان کو عظیم خوف سے امن دیا۔ یہ خوف اصحاب فیل کا تھا۔ نمبر۲۔ اپنے شہر سے اچک لیے جانے کا خوف اور چلائے جانے کا خطرہ۔

ایک قول:

ان کو بھوک پہنچی جس سے مردار کھانے تک پہنچ گئے۔ اور جلی ہڈیاں تک چبائیں گئیں۔ اور ان کو کوڑھ کے خوف سے امن دیا وہ ان کے شہر میں نہ آسکتا تھا۔ ایک اور قول یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں ان کو دعائے ابراہیم علیہ السلام کے سبب حاصل ہوئیں تھیں۔

تمت سورة قریش

سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سَبْعُ اٰيٰتٍ

سورۂ ماعون مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں سات آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝۱ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝۲ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزاء کو جھٹلاتا ہے' سو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا

طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝۳ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝۴ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝۵ الَّذِيْنَ هُمْ

دینے کی ترغیب نہیں دیتا' سو ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں جو ایسے ہیں

يُرَآءُوْنَ ۝۶ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝۷

کہ ریا کاری کرتے ہیں اور ماعون سے منع کرتے ہیں۔

۱: اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ (کیا آپ نے شخص کو دیکھا ہے جو روز جزاء کو جھٹلاتا ہے) یعنی هل رايت الذی یکذب بالجزاء من هو؟ ان لم تعرفه۔ کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو جزاء کو جھٹلاتا ہے وہ کون ہے؟ اگر تم اس کو نہیں پہچانتے ہو۔

یتیم کو دھکے دینے والا:

۲: فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ (پس وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے) ذالک وہ جو قیامت کو جھٹلاتا ہے وہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے زور سے دھکیلتا ہے بڑی سختی اور ایذاء کے ذریعہ اور اس کو بھدے انداز سے درشتی اور ڈانٹ ڈپٹ سے واپس کرتا ہے۔

۳: وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (اور محتاج کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا) وہ اپنے اہل کو مسکین کو کھانا کھلانے پر آمادہ نہیں کرتا۔

نکتہ:

آیت میں جزاء کو نیکی سے روکنے کی علامت قرار دیا۔ اور کمزور کو ایذاء دینے کی علامت بتلایا۔ یعنی اگر یہ جزاء پر ایمان لاتا اور وعید پر اس کو یقین ہوتا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور اس کی سزا کا خوف ہوتا تو یہ اقدام نہ کرتا۔ پس جب اس نے یہ اقدام کیا تو اس

سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ جزاء کا منکر ہے۔ پھر اس کے ساتھ یہ ارشاد ملا دیا۔

۴: فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ (پس ایسے نمازیوں کیلئے بڑی خرابی ہے)

۵: الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ (جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں)

۶: الَّذِينَ هُمْ يُرَآءُونَ (جو ایسے ہیں کہ ریا کاری کرتے ہیں)

۷: وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ (اور زکوٰۃ بالکل نہیں دیتے) یعنی ان صفات والے منافقین ہیں۔ جو سرا تو نماز پڑھتے ہی نہیں کیونکہ وجوب نماز کے قائل نہیں اور ظاہراً ریا کاری کیلئے پڑھتے ہیں۔ پس منافقین کے لئے ہلاکت ہے جو کہ اپنے کو من جملہ صورۃً نمازیوں میں شامل کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ اپنی نماز سے غافل ہیں وہ اس نماز سے قرب الٰہی کے طالب نہیں اور نہ ہی فرض سمجھ کر ادا کرتے ہیں۔ وہ جھکتے اٹھتے تو معلوم ہوتے ہیں مگر ان کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ وہ لوگوں کے سامنے ظاہر کرتے ہیں کہ وہ فرائض ادا کر رہے ہیں۔ اور وہ زکوٰۃ سے دوسروں کو روکتے ہیں۔ اور جس میں منفعت ذاتی ہے۔

قول انس رضی اللہ عنہ و حسن رضی اللہ عنہ:

کہ اس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے فرمایا: عن صلاتهم ۔ فی صلاتهم نہیں فرمایا۔ کیونکہ عَن کا مطلب یہ ہے کہ وہ نماز کو اس طرح بھولنے والے ہیں، کہ وہ بھولنا ترک صلوٰۃ تک پہنچا ہوا ہے۔ اور قلت التفات پیدا ہو چکی ہے اور یہ منافقین کا فعل ہے۔

اور فی کا معنی ان کو سہو اس میں پیش آتا ہے۔ جس میں شیطان وسوسہ ڈال دیتا ہے۔ یا حدیث نفس کی دخل اندازی ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات مسلمان کو پیش آتی رہتی ہے۔ خود نبی اکرم ﷺ کو نماز میں سہو پیش آ جاتا اور تو کیا چیز ہیں۔

المراءة یہ الاراءۃ سے باب مفاعلہ ہے کیونکہ دکھلاوا کرنے والا لوگوں کو اپنا عمل دکھاتا ہے۔ وہ خود پسندی اور تعریف کروانے کیلئے دکھلاوا کرتے تھے ورنہ فرائض کو ظاہراً ادا کرنے سے آدمی ریا کار نہیں بنتا۔ بلکہ فرائض کا حق یہ ہے کہ وہ علی الاعلان بجا لائے جائیں۔ آپ علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔ ولا غمۃ فی فرائض اللہ! فرائض اللہ میں اخفاء نہیں۔ بلکہ اخفاء نوافل میں ہے۔ اگر ان کو بھی اس نیت سے ظاہر کرے کہ لوگ اس کی اقتداء کریں تو مستحسن ہے (یعنی نوافل کو پڑھیں گے)۔

الماعون زکوٰۃ۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

یہ ہے اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو ایک دوسرے کو عاریۃً دی جاتی رہتی ہیں مثلاً ہنڈیا، ڈول، پیالہ وغیرہ۔

قول عائشہ رضی اللہ عنہا:

پانی، آگ، نمک وغیرہ۔

تمت سورۃ الماعون

سورۃ الکوثر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں تین آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴿١﴾ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴿٢﴾ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ﴿٣﴾

بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ۔ سو آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے بلاشبہ آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔

۱: إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ (بلاشبہ ہم نے آپ کو کوثر عنایت فرمائی ہے) کوثر یہ فوعل کا وزن ہے۔ جو کثرت سے بنا ہے کثرت میں بہت ہی اضافہ۔

ایک قول:

وہ جنت کی ایک نہر ہے جو شہد سے زیادہ میٹھے پانی والی اور دودھ سے زیادہ صاف اور برف سے زیادہ ٹھنڈی اور مکھن سے زیادہ نرم ہے اور اس کے کنارے زبرجد اور اس کے برتن چاندی کے بنے ہیں۔

خیر کثیر' قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اس سے خیر کثیر مراد ہے ان سے سوال کیا گیا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ جنت کی ایک نہر ہے۔ تو آپ نے فرمایا وہ بھی خیر کثیر میں سے ہی ہے۔

عبادت اور قربانی کرو:

۲: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (پس آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیے اور قربانی دیجئے) پس تم اپنے رب کی عبادت کرو جس نے وہ عطا کر کے آپ کو معزز بنایا اور عظمت عنایت فرمائی۔ اور مخلوقات کے احسانات سے محفوظ رکھا۔ اپنی قوم کے برخلاف آپ اپنے رب کی عبادت کریں وہ قوم جو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول و مصروف ہے اور اللہ ہی کی خاطر قربانی کریں اور اس کے نام کے ساتھ ذبح کریں برخلاف ان بت پرستوں کے جو کہ بتوں کے نام کی قربانیاں دیتے ہیں۔

مخالف ہر شہر سے منقطع:

۳: إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ (بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے) آپ کی قوم کے وہ لوگ جو آپ کی مخالفت کی وجہ سے

آپ سے بغض رکھتے ہیں۔ وہی بے نام ونشان ہونے والے ہیں۔ وہ ہر خیر سے منقطع کر دیئے جائیں گے نہ کہ آپ۔ کیونکہ قیامت تک پیدا ہونے والے مؤمن تمام آپ کی اولاد اور آپ کے پیچھے چلنے والے ہیں۔ اور تمہارا ذکر آخر زمانہ تک منبروں پر بلند ہوگا۔ اور ہر عالم وذاکر آپ کا تذکرہ کرے گا۔ اور آخرت میں اتنا ملے گا جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ آپ جیسے کو ابتر نہیں کہا جاسکتا۔ ابتر وہ شخص ہے جو آپ کا دشمن ہے وہ دنیا و آخرت میں بھلا دیا جانے والا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ یہ عاص بن وائل سہمی کے متعلق ہے۔ اس کو ابتر کہا گیا۔ ابتر وہ ہے جس کا پیچھے کوئی نہ ہو۔

نحو: الابتر یہ انّ کی خبر ہے۔ ھو ضمیر فصل ہے۔

تمت سورۃ الکوثر

سورۂ کافرون مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ① لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ② وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ③

آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو'

وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ④ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ⑤ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ

اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا۔ اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرو گے' تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے

دِيْنِ ⑥

میرا دین ہے۔

۱: قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ (آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو) اس کے مخاطب مخصوص کفار ہیں۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔

کفر سے بیزاری:

روایت میں ہے کہ قریش کی ایک پارٹی نے کہا اے محمد آؤ تم ہمارے دین کی اتباع کرلو اور ہم تمہارے دین کی اتباع کرتے ہیں۔ ایک سال ہم تمہارے معبود کی عبادت کرتے ہیں ایک سال تم ہمارے معبودوں کی عبادت کرو۔ آپ نے فرمایا معاذ اللہ ! اَنْ اُشْرِكَ بِاللّٰهِ غَيْرَهٗ میں اللہ تعالیٰ کی اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں اس کے ساتھ کسی کو شریک کروں۔ پھر کہنے لگے ہمارے بعض معبودوں کو ہاتھ لگا کر بوسہ دو۔ ہم تیری بات مان جائیں گے۔ اور تیرے معبود کی پوجا کرنے لگیں گے پس یہ آیت اتری۔ پھر آپ صبح کے وقت مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔ جہاں قریش کا ایک گروہ بیٹھا تھا۔ آپ نے ان پر یہ سورت پڑھی تو وہ آپ کی طرف سے مایوس ہو گئے۔ [بذا ذکرہ الزمخشری فی الکشاف ۴/۸۰۸]

۲: لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ (نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں) یعنی میں اپنی موجودہ حالت میں تمہارے معبودوں کی عبادت کرنے والا نہیں ہوں۔

۳:وَلَآ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَآ اَعۡبُدُ (اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو) عابدون اس وقت عبادت کرنے والے ہو۔ ما اعبد جس کی میں عبادت کرتا ہوں یعنی اللہ تعالیٰ۔

۴:وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ (اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا) یعنی نہ میں مستقبل میں ان کی عبادت کرونگا۔ جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

۵:وَلَآ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَآ اَعۡبُدُ (اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرو گے) ولا انتم اور نہ تم مستقبل میں عابدون ما اعبد۔ اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں یہاں ما کا لفظ ذکر کیا گیا کیونکہ اس سے مراد صفت ہے۔ یعنی میں باطل کی عبادت نہ کرونگا اور نہ تم حق کی عبادت کرو گے۔ نمبر۲۔ لفظ ما لائے تاکہ دونوں لفظ متقابل ہو جائیں۔ اور اول میں مَن درست نہیں دوسرے میں ما کو بمعنی الذی لینا درست ہے۔

۶:لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ (تم کو تمہارا بدلہ ملے گا اور مجھکو میرا بدلہ ملے گا) تمہارے لئے تمہارا شرک اور میرے لئے میری توحید مبارک ہو۔

قراءت: نافع اور حفص نے وَلِیَ فتحہ یاء سے پڑھا اور ابوعمرو ابن عامر نے وَلِیۡ، سکون یاء سے پڑھا ہے۔

ایک روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا نابذ باابن مسعود ۔ علیحدگی کا اعلان کراے ابن مسعود۔ تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے قل یایھا الکافرون پڑھی پھر دوسری رکعت میں فرمایا۔ اخلص تو خالص کر تو عبداللہ بن مسعود نے قل ھو اللہ احد پڑھی۔ جب سلام پھیرا تو آپ نے فرمایا اے ابن مسعود مانگو۔ تمہاری دعاء قبول کی جائے گی۔

تمت سورۃ الکافرون

سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ

سورۃ النصر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝١ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝٢

جب آ جائے اللہ کی مدد اور فتح اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝٣

سو آپ اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے جس کے ساتھ حمد بھی ہو اور اس سے مغفرت طلب کیجئے۔ بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم — ع ۳۵

۱: اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ (جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آ پہنچے)

نحو: اذا یہ فسبح کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور یہ مستقبل میں پیش آئندہ واقعہ کی اطلاع وقوع سے قبل دے دی گئی ہے۔ یہ علامات نبوت میں سے ہے۔ روایت میں ہے یہ حجۃ الوداع میں ایام تشریق کے دنوں میں نازل ہوئی۔

علاماتِ نبوت سے فتح کی پیشگوئی:

جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ النصر اعانت اور دشمنوں کی مغلوبیت۔ الفتح علاقوں کا مفتوح ہونا۔ معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عرب کے خلاف مدد فرمائیں گے یا قریش کے خلاف مدد فرمائیں گے۔ اور مکہ فتح ہو جائے گا یا ایمان والوں کی نصرت فرمائیں گے اور مشرکین کے علاقوں پر ان کو فتح دیں گے اس صورت میں نصر سے جنس نصرت مراد لی گئی ہے۔

۲: وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (اور آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتا دیکھ لیں گے)

نحو: رایت کو ابصرت یا عرفت کے معنی میں مانیں تو یدخلون یہ الناس سے حال ہے۔ نمبر۲۔ علمت کے معنی میں مانیں تو پھر یہ اس کا دوسرا مفعول ہے۔ افواجا یہ یدخلون کے فاعل سے حال ہے۔ اور اذا کا جواب فسبح ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: اذا جاء نصرالله اياك على من ناواك وفتح البلاد ورأيت اهل اليمن يدخلون فى ملة الاسلام جماعات كثيرة بعد ماكانوا يدخلون فيه واحدًا واحدًا واثنين اثنين۔ جب اللہ تعالیٰ کی مدد آئے تو بچا اپنے کو ان لوگوں سے جو دشمنی کرنے والے ہیں اور شہروں کو اللہ تعالیٰ فتح کر دے تو تم اہل یمن کو ملت اسلام میں بڑی بڑی جماعتوں میں داخل ہوتا دیکھو گے جبکہ وہ اس

سے پہلے ایک ایک دو دو کر کے داخل ہوتے تھے۔

۳: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ (تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے) فسبح یعنی سبحان اللہ حامداً لہ کہیں یا اللہ تعالیٰ کیلئے نماز پڑھیں ۔ وَاسْتَغْفِرْهُ (اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے) تواضع اور نفس کو مٹانے کیلئے یا ہمیشہ استغفار کرتے رہیں۔اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا (وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔)انہ کان بیشک وہ ہمیشہ سے ہے توبہ قبول کرنے والا۔

روایت میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو سن کر رو دیئے اور کہا کہ کمال زوال کی دلیل ہے۔اور رسول اللہ ﷺ اس کے بعد دو سال تک زندہ رہے۔(حج کے بعد آپ ﷺ صرف ۸۱/۸۷ روز دنیا میں رہے)

تمت سورۃ النصر بنصرہ

سورۃ اللہب مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝١ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝٢ سَيَصْلٰى نَارًا

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو جائے نہ اسکے مال نے اسے فائدہ دیا اور نہ اس کی کمائی نے وہ عنقریب شعلہ مارتی ہوئی

ذَاتَ لَهَبٍ ۝٣ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝٤ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝٥

بڑی آگ میں داخل ہوگا اور اسکی بیوی بھی بری عورت جو لکڑیاں لانے والی ہے اس کے گلے میں رسی ہے کھجور کی چھال کی۔

١: تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے) التباب ہلاکت اسی سے عرب کا یہ قول ہے۔ أشابة ام تابة کیا تو جوان ہونے والی یا ہلاک ہونے والی ہے۔ یعنی بڑھاپے سے ہلاک ہونے والی ہے۔ معنی یہ ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں۔ کیونکہ روایات کے مطابق اس نے ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مارنے کیلئے پتھر اٹھا یا تھا۔

وَّتَبَّ اور وہ سارا ہلاک ہو یا اس کے دونوں ہاتھوں کو ہلاکت والا بتلایا اور مراد اس سے اس کی تمام ہلاکت ہے۔ جیسے فرمایا بما قدمت یداک [الحج: ١٠] اور وتب کا معنی یہ ہوگا جیسا اس قول شاعر میں ہے۔

جزانی جزاہ اللہ شر جزائہ ☆ جزاء الکلاب والعاویات و قد فعل

(اس نے مجھے بدلہ دیا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف سے بدترین بدلہ یعنی بھونکنے والے کتوں کا بدلہ دے اور اس نے ایسا کر دیا)

قراءت: اور اس پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت بھی دلالت کرتی ہے وقد تب۔

صفاء کا وعظ:

روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ آپ صفا پر چڑھے اور فرمایا: یا صباحاہ۔ ہر جانب سے آپ کے پاس لوگ جمع ہوئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنی عبدالمطلب اے بنی فہر اگر میں تم کو خبر دوں کہ ایک گھوڑ سوار دستہ اس پہاڑی کے پیچھے سے تم پر حملہ آور ہوا چاہتا ہے۔ کیا تم میری بات کو سچ مان لو گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا میں قیامت سے قبل تمہیں ڈرانے والا ہوں۔ اس پر ابولہب کہنے لگا تبا لک تو ہلاک ہو۔ کیا تو نے اسی لئے ہمیں جمع کیا تھا۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ [رواہ البخاری: ٤٩٧١، مسلم: ٢٠٨]

ذکر کنیت کی وجہ:

سورت میں اس کی کنیت استعمال کی گئی ہے اس کی کنیت بطور اعزاز کے لوگوں میں معروف تھی۔ نام اتنا معروف نہ تھا۔ اور یہ وجہ بھی ہے اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ جو کہ مکروہ اور مشرکانہ نام تھا اور تیسری بات یہ ہے اس کا انجام شعلہ زن آگ ہے۔ پس اس کی حالت آخروی اس کی کنیت سے موافقت رکھتی تھی۔

قراءت: مکی نے ابی لَھْبٍ ھاء کے سکون سے پڑھا ہے۔

۲: مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ (اور نہ مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی) ما پہلا نافیہ ہے۔ اور ماکسب کا ما موصولہ یا مصدر یہ ہے۔ ای مکسوبہٗ یا کسبہ 'یعنی اس کا کمایا ہوا یا کمانا۔ یعنی اس کے اس مال نے بھی فائدہ نہ دیا۔ جو باپ سے وراثت میں اس نے پایا اور نہ وہ مال جو بذات خود کمایا۔ یا پرانا مال اور تازہ کمایا ہوا کام نہ آیا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ماکسب ولدہ جو اس کی اولاد نے کمایا۔ روایت میں ہے کہ وہ کہا کرتا تھا۔ اگر میرے بھتیجے ہی کی بات درست ہے تو پھر میں اس سے بچنے کیلئے اپنا مال اور اولاد قربان کر دونگا۔

۳: سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ (وہ عنقریب ایک شعلہ زن آگ میں داخل ہوگا) سیصلٰی کا معنی عنقریب داخل ہوگا۔

قراءت: البرجمی نے ابوبکر سے سَیُصْلٰی پڑھا ہے۔ سین وعید کیلئے ہے یا وہ بہرصورت ہو کر رہے گا اگرچہ اس کا وقت مؤخر ہے۔ ذات لھب جلائی دھڑکائی ہوئی آگ۔

۴: وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (وہ بھی اور اس کی بیوی جو لکڑیاں لاد کر لاتی ہے) وَّامْرَاَتُهٗ اس کی بیوی ام جمیل بنت حرب جو ابوسفیان کی بہن تھی۔ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ وہ کانٹوں اور جھاڑ کا گٹھا اٹھا کر لاتی۔ رات وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں بکھیر دیتی۔ ایک قول یہ ہے: وہ چغل خوری کرتی اور لوگوں کے مابین عداوت کی آگ بھڑکاتی۔

قراءت: حمالة الحطب کو عاصم نے منصوب علی الذم قرار دیا۔ اور مجھے یہ قراءت پسند ہے اور اس نیکی کے ساتھ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک توسل حاصل کر لیا جو ام جمیل کو سب و شتم پسند کرے (کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں بکتی تھی) اس صورت میں امراتہٗ پر وقف ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں اس کا عطف سیصلٰی کی ضمیر پر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے: سیدخل ھو وا مراتہٗ۔ اعنی حمالة الحطب۔

دیگر قراء نے حمالة الحطب کو رفع دیا ہے۔ اس طور پر کہ یہ وامراتہ کی خبر ہے یا ھی حمالةُ الحطب۔ یعنی ھی مبتدأ محذوف کی خبر مانیں۔

تحقیر و مذمت کی تصویر:

۵: فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ (اس کے گلے میں ایک رسی ہوگی خوب بٹی ہوئی) یہ حال ہے یا دوسری خبر ہے۔ المسد چھلکے یا کھال یا دیگر کسی چیز کی مضبوط بٹی ہوئی رسی معنی یہ ہے۔ اس کی گردن میں رسی ہوگی۔ اس چیز میں سے جس سے رسیاں بٹی جاتی ہیں اور وہ کانٹوں کا وہی گٹھا اٹھانے والی ہوگی۔ اور اس کو اپنی گردن میں باندھے گی۔ جیسا کہ لکڑیاں کاٹ کر لانے والے کرتے ہیں۔ یہ بات اس کی تحقیر و مذمت کیلئے فرمائی۔ اور کسی ایک لکڑیاں اٹھانے والی عورت سے اس کی تصویر کھینچ دی۔ تا کہ وہ اس سے جزع فزع کا اظہار کرے اور اس کا خاوند بھی چڑے۔ کیونکہ وہ بڑے گھرانے کے عزت والے اور دولت مند اور نصیب والے لوگ سمجھے جاتے تھے۔

تمت سورة المسد

سُوْرَۃُ الْاِخْلَاصِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ اَرْبَعُ اٰیَاتٍ

سورۂ اخلاص مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چار آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ۝۳ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۝۴

آپ کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ ایک ہے' اللہ بے نیاز ہے' اس کی اولاد نہیں' اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے' اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔

۱: قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ (آپ کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ ایک ہے) ھُوَ یہ ضمیر شان ہے۔ اَللّٰہُ اَحَدٌ اور یہ شان ہے کہ اللہ ایک ہے جیسا کہتے ہیں: ھو زیدٌ منطلق گویا اس طرح کہا گیا۔ الشان ھذا و ھو ان اللہ واحد لاثانی لہ۔ شان یہ ہے کہ وہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی ثانی نہیں۔

نحو: ھو ابتداء کی وجہ سے محل رفع میں ہے اور جملہ اس کی خبر ہے اس صورت میں راجع کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ حکم مفرد میں ہے۔ جیسا اس قول میں زیدٌ غلامک اس طرح کہ وہ معناً مبتدأ ہے یہ اس طرح نہیں جیسا یہ جملہ زیدٌ ابوہ منطلق کیونکہ اس میں زیدٌ اور جملہ دونوں مختلف دو معنوں پر دلالت کرتے ہیں۔ پس اس کے درمیان ایسی ضمیر چاہیے جو ان کو ملا دے اور وہ ہٗ ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

قریش نے کہا اے محمد! تو ہمیں اپنے اس رب کا وصف بیان کر جس کی تو ہمیں دعوت دیتا ہے۔ پس یہ سورت نازل ہوئی یعنی وہ ذات جس کا وصف تم نے مجھ سے دریافت کیا ھو اللہ (وہ اللہ) اس صورت میں احدٌ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ ای ھو احدٌ یہ واحدٌ کے معنی میں ہے اور اس کا اصل وَحَدٌ ہے۔ واؤ کو ایک طرف واقع ہونے کی وجہ سے ہمزہ سے بدل دیا۔

دلیل عقلی:

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلیل عقلی یہ ہے۔ نمبر۱۔ اکیلا سارے عالم کی تدبیر و تخلیق میں کافی ہوگا یا نہ ہوگا۔ اگر وہ کافی ہے۔ تو دوسرا بیکار و ضائع ہوا۔ اس کا محتاج نہ ہوا۔ اور یہ نقص ہے اور ناقص الٰہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ کافی نہیں تو وہ ناقص ہوا اور ناقص معبود نہیں۔ نمبر۲۔ اور اس لئے کہ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ مفعول فاعل کا محتاج ہو۔ اور فاعل ایک ہی کافی ہے اور ایک سے زائد۔ ان میں

کوئی عدد دوسرے سے اولیٰ نہیں۔ پس اس کا تقاضا یہ ہے کہ کئی اعداد کا وجود مانا جائے جن کی کوئی انتہاء نہیں۔ اور یہ محال ہے پس دو الٰہ کے وجود کا قول محال ہے۔

نمبر۳۔ اور اس لئے بھی کہ ان دو میں سے ایک یا تو اس بات پر قادر ہوگا۔ کہ اپنے افعال میں سے کوئی چیز دوسرے سے چھپالے یا قادر نہ ہوگا۔ اگر قادر ہوا تو چھپائی ہوئی چیز سے اس کا ناواقف ہونا لازم آیا اور اگر وہ چھپانے کی قدرت نہیں رکھتا تو اس کا عاجز ہونا لازم آیا۔ اور یہ الوہیت کے خلاف ہے۔

نمبر۴۔ اور اس لئے بھی کہ اگر ہم کوئی معدوم ایسا فرض کریں جو ممکن الوجود ہو۔ پس اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی اس کی ایجاد پر قدرت نہیں رکھتا۔ تو دونوں کا عاجز ہونا لازم آیا اور عاجز کیونکر الٰہ بن سکے گا۔ اور اگر ان میں سے ایک قدرت رکھتا ہے۔ دوسرا نہیں تو وہ دوسرا الٰہ نہ رہا۔ اگر بالفرض دونوں قادر ہوں۔ تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو دونوں تعاون سے ایجاد کریں گے تو اس سے ہر ایک کا دوسرے کی مدد کا محتاج ہونا لازم آیا۔ پس ہر ایک عاجز ٹھہرا۔ اور اگر ان میں سے ہر ایک مستقل طور پر اس کے ایجاد پر قدرت رکھتا ہے۔ پھر جب اس کو ان میں سے ایک نے ایجاد کر دیا تو دوسرا اس پر قادر باقی رہے گا۔ تو یہ محال ہے اور اگر قادر باقی نہ رہا تو اس وقت پہلا دوسرے کی قدرت کو زائل کرنے والا ہوگا۔ پس وہ عاجز ٹھہرا۔ اور اس کے تصرف کے ماتحت مغلوب ہو گیا پس وہ الٰہ نہ رہا۔

سوال : واحد نے جب مقدور کو بنفسہٖ ایجاد کر دیا تو اس کی قدرت تو زائل ہوگئی پس اس سے تو یہ لازم ہو گیا کہ اس واحد نے اپنے نفس کو عاجز قرار دے دیا۔

جواب : جب واحد نے اپنے ذاتی مقدور کو ایجاد کیا۔ تو اس کی قدرت نافذ ہوگئی اور جس کی قدرت نافذ ہو جائے وہ عاجز نہیں ہوتا۔ باقی رہا شریک تو اس کی قدرت تو نافذ ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی قدرت تو قدرت غیر کی وجہ سے زائل ہوگئی۔ پس اس کے لئے عاجز ہونا لازم ہوا۔

۲: اَللّٰهُ الصَّمَدُ (اللہ بے نیاز ہے) صَمَد کا وزن فَعَلٌ بمعنی مفعول ہے۔ یہ صمد الیہ سے بنا ہے جبکہ اس کا قصد کریں الصمد ایسا آقا جو حوائج میں مقصود الیہ ہو۔ معنی یہ ہوا۔ وہ اللہ جس کو تم پہچانتے ہو۔ اور اس کا اقرار کرتے ہو کہ وہ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔ اور تمہارا خالق ہے۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہی ذات ہے کہ ہر مخلوق جس کا قصد کرتی ہے اور اس سے کوئی مستغنی نہیں وہ خود ان سب سے غنی ہے۔

۳: لَمْ يَلِدْ (اس کے اولاد نہیں) کیونکہ اس کا کوئی ہم جنس نہیں یہاں تک کہ اس کی جنس میں سے بیوی ہو اور پھر توالد کا سلسلہ ہو۔ اس معنی پر دلالت اس ارشاد میں ہو رہی ہے۔ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ [الانعام : ۱۰۱] وَلَمْ يُوْلَدْ (اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے) کیونکہ ہر مولود محدث اور جسم ہے اور اس کی ذات تو قدیم ازلی ابدی ہے۔ اس کے وجود کی ابتداء نہیں۔ اسلئے کہ اگر وہ قدیم نہ ہوتا تو حادث ہوتا کیونکہ اس کے درمیان واسطہ نہیں۔ اور اگر حادث ہوتا تو ایک محدث کا محتاج ہوگا اسی طرح

دوسرے اور تیسرے، چوتھے کا یہ تسلسل تک پہنچے گا جو کہ باطل ہے۔
اور وہ جسم بھی نہیں کیونکہ وہ تو مرکب کا نام ہے اس صورت میں پھر ہر جزء صفت کمال سے متصف ہوگا تو ہر جزء الٰہ بن گیا۔
اس سے ایک الٰہ کا قول اسی طرح باطل ہو جاتا ہے جیسا دو الٰہ کے ماننے سے باطل ہوتا ہے۔ یا پھر ہر جزء متصف بکمال نہ ہوگا۔
بلکہ اپنی اضداد کے ساتھ حدث کی علامتوں میں سے ہوگا اور وہ محال ہے۔
۴: وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے) اس کا کوئی مماثل نہیں۔

قریش مکہ کا سوال:

قریش مکہ نے تو آپ سے سوال کیا اپنے رب کی صفات بیان کرو تو آپ کو یہ سورت وحی کی گئی جو کہ اللہ تعالیٰ کی صفات پر مشتمل ہے۔ ھواللہ سے اشارہ فرمایا کہ وہ اشیاء کا خالق اور نئے سرے سے ایجاد کرنے والا ہے۔ اور اس کے ضمن میں اس کا یہ وصف بیان کر دیا کہ وہ قادر عالم ہے۔ کیونکہ تخلیق قدرت و علم کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ سلسلۂ تخلیق انتہائی احکام اور اتساق و انتظام سے ہو سکتا ہے۔
اور اس میں اس کی صفت حیات بھی بیان کر دی کہ وہ زندہ ہے کیونکہ جو قدرت و علم کی صفات سے متصف ہوگا اس کے لئے حی ہونا ضروری ہے۔ اور اسی میں اس کی صفت سمع، بصر، ارادہ، تکلم کو ذکر کر دیا کہ وہ ان صفات کمالیہ سمیع، بصیر، مرید، متکلم سے متصف ہے اگر وہ ان سے موصوف نہ ہو تو پھر ان کی اضداد سے موصوف ہونا لازم آئے گا۔ اور وہ تمام عیوب ہیں۔ اور نقائص حدث کی علامات میں سے ہے۔ پس ناممکن ہے کہ قدیم ذات ان عیوب سے متصف ہو۔
احدٌ: اس میں اس کی صفت وحدانیت ذکر کی۔ اور شرکاء کی نفی کی گئی ہے۔ اور یہ کہ وہ معدومات کی ایجاد میں وہ اکیلا ہے۔ اور خفیات کے علم میں یکتا ہے۔ الصمد: میں اس کی یہ صفت بیان فرمائی کہ تمام اس کے محتاج ہیں اور وہ غنی ہے جسے کسی کی محتاجی نہیں پس ہر ایک اسی ہی کا محتاج ہوگا۔ لم یلد: اس میں مشابہت اور جنسیت کی نفی ہے۔
لم یولد: حدوث کی نفی ہے۔ اور قدیم ہونے کی صفت بیان کی گئی اور اولیت کی صفت ذکر کی گئی۔
وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اس میں مماثلت کی نفی ہے۔

ایک خیال:

سوال: جس نے یہ خیال کیا کہ کفو بمعنی مثل سے زمانہ ماضی کی نفی تو ثابت ہوئی حال کی نفی نہیں حالانکہ کفار تو حال کی نفی کے مدعی تھے؟
جواب: یہ خیال کرنے والا! اپنی گمراہی میں ڈوبا ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب ماضی میں اس کا مماثل نہیں تو حال میں مماثل کا نہ ہونا ضرورۃً ماننا پڑے گا کیونکہ حادث تو قدیم کا مماثل بن نہیں سکتا۔ اور کفار کے کلام کا حاصل اور نچوڑ تو شراکت، تشبیہ، تعطیل کی طرف لے جانا ہے۔ اور اس سورت نے ان تمام کی نفی کر دی جیسا ہم نے پختہ ثابت کیا۔

سیبویہ کا انداز:

ظرف مستقر ہو یعنی خبر ہو تو اس کا مقدم کرنا جائز ہے بلکہ مستحسن ہے۔ کیونکہ جب وہ محتاج الیہ ہے تو اس کو مقدم کیا گیا تا کہ ابتداءً معلوم ہو کہ یہ خبر ہے زائد نہیں۔ اور اس کا مؤخر کرنا اس وقت مستحسن ہے جبکہ وہ ظرف لغو ہو۔ زائد ہو۔ کیونکہ فضلات تاخیر کے مستحق ہیں۔ البتہ فصیح ترین کلام میں ان کو مقدم کیا جاتا ہے۔ کلام یہاں ذات باری تعالیٰ سے بدلے کی نفی کیلئے لایا گیا ہے اور اس معنی کا مرکز یہ ظرف ہے پس اس کا مقدم کرنا ضروری تھا۔

ابوعمرو کا مزاج:

ابوعمرو احد پر وقف کرتے۔ اور وصل کو مناسب خیال نہ کرتے تھے۔ عبدالوارث کہتا ہے کہ ہم نے قراء کو اسی طرح پایا جب ملایا جائے تو مکسور تنوین سے ملاتے ہیں یا پھر تنوین کو حذف کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ عزیرُ ابن اللہ [التوبہ:۳۰] کی قراءت ہے۔ عزیرِ ابن اللہ۔ کُفْوًا فاء ساکن اور ہمزہ یہ خلف وحمزہ کی قراءت ہے۔ حفص نے کفوًا کو مثقلہ غیر مہموزہ پڑھا اور دیگر قراء نے مثقلہ مہموزہ پڑھا ہے۔ حدیث میں وارد ہے جس نے سورت اخلاص پڑھی اس نے گویا ثلث قرآن پڑھا۔

(رواہ النسائی فی عمل الیوم واللیلہ : ۱۱۸)

کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کا تذکرہ اور نمبر۲۔ اوامر و نواہی ۔ نمبر۳۔ قصص و مواعظ ہیں اور یہ اکیلی سورت توحید و صفات باری تعالیٰ کو بیان کر رہی ہے۔ پس قرآن کے مضامین کا تیسرا حصہ اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔

ایک دلیل ہے:

اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ علم توحید اعلیٰ ترین علم ہے اور ایسا کیونکر نہ ہوتا جبکہ علم معلوم کے ساتھ شرف والا بنتا ہے۔ اور معلوم کے حقیر ہونے سے حقیر ہوتا ہے۔ اور توحید کے علم کا معلوم ذات باری تعالیٰ اور اس کی صفات ہیں اور جن کا اطلاق اس پر ہوتا ہے۔ اور جن کا اطلاق اس پر درست نہیں۔ پس تمہارا کیا خیال ہے۔ اس کے مرتبہ کی بلندی اور جلالت قدر کے متعلق۔

دُعائے مفسر رحمہ اللہ:

اللھم احشرنا فی زمرۃ العالمین بک والعاملین لک، الراجین لثوابک ، الخائفین عن عقابک ، المکرّمین بلقاء ک ۔ آمین ثم آمین۔

حضرت محمد ﷺ نے ایک شخص کو قل ھو اللہ احد پڑھتے سنا تو فرمایا واجب ہوگئی ۔ آپ سے پوچھا گیا۔ کیا واجب ہوگئی آپ نے فرمایا اس کیلئے جنت واجب ہوگئی۔ (رواہ الترمذی ص:۲۸۹۷)

تمت سورۃ الاخلاص ببرکۃ ذاتہ و کمال صفاتہ

سورۃ الفلق مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ وَمِنْ

آپ یوں کہئے کہ میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا فرمائی اور اندھیری کے شر سے جب وہ آجائے اور

شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۙ﴿۴﴾ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾

گرہوں پر پھونکنے والیوں کے شر سے اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔

۱: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ (آپ کہیے میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں) الفلق صبح یا مخلوق یا جہنم کی وادی کا نام ہے۔ یا جہنم کے ایک کنوئیں کا نام ہے۔

۲: مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (تمام مخلوقات کے شر سے) ماخلق سے آگ یا شیطان مراد ہے۔

نحو: ما موصولہ اور ضمیر عائد محذوف ہے ما مصدر یہ خلق بمعنی مخلوق۔

قراءت: ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے من شرکو تنوین سے پڑھا اس صورت میں ما فعل کے ساتھ مل کر تاویل مصدر سے موضع جر میں شر سے بدل بنے گا تقدیر کلام یہ ہوگی: من شر خلقه ای من خلق شر بُری مخلوق سے۔ یا ما زائدہ ہے۔

۳: وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ (اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ رات آجائے) الغاسق: رات کو کہتے ہیں جبکہ اس کا اندھیرا گہرا ہو جائے۔ وقوب: اندھیرے کا ہر چیز میں داخل ہونا۔

قول عائشہ رضی اللہ عنہا:

رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر چاند کی طرف اشارہ فرمایا اور ارشاد فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ اس کے شر سے فانه الغاسق اذا وقب۔ یہی تو وہ اندھیرے والا ہے جب اندھیر ہو جائے۔ چاند کا اندھیر ہونا گرہن کی وجہ سے سیاہ ہونا ہے۔

(رواہ الترمذی: ۳۳۶۶)

نفوس ساحر:

۴: وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ (اور گرہوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کے شر سے) النفاثات۔ نمبر ۱۔ عورتیں، نمبر ۲۔ نفوس

۔نمبر۳۔ساحروں کی جماعتیں جودھاگوں پر پھونک مارکرگرہ لگاتی ہیں اوراس سے تعویذ گنڈا کرتی ہیں۔النفث ایسی پھونک جس میں تھوک کی ملاوٹ نہ ہو۔

ردِ معتزلہ:

اس میں معتزلہ کی تردید ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ سحر کا کوئی وجودنہیں اوراس کا اثر بھی ظاہر نہیں ہوتا۔

۵:وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (اورحسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے)یعنی جب وہ اپنا حسد ظاہر کرے اور اس کے مقتضی کے مطابق عمل کرے کیونکہ جب وہ ظاہر نہیں ہوگا تو پھراس کا ضرر محسود پر مرتب نہ ہوگا۔بلکہ وہ خوداس کے اپنے نفس کیلئے نقصان اورغم کا باعث بنے گا۔حسد دوسرے کے ہاں کسی بھلائی کودیکھ کراس پر افسوس اورتمنائے زوال کرنا۔

نکتہ: ماخلق کے شر سے استعاذہ کے بعدان اشیاء سے استعاذہ اس بات کوظاہر کررہا ہے کہ ان کا شر بہت شدید ہے اورسب سے آخری شرجس سے استعاذہ کیا گیاوہ حسد ہے۔اس سے بتلایا کہ یہ شر میں ان سب سے اعظم تر ہے۔یہ وہ پہلا گناہ ہے جس کے ذریعہ ابلیس نے آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اورزمین میں سب سے پہلے قابیل سے ظاہر ہونے والا گناہ ہے۔بعض مستعاذ منہ کومعرفہ اوربعض کونکرہ لایا گیا کیونکہ تمام پھونکیں مارنے والیاں شریروں کی پارٹیاں ہیں اسی لئے النفاثات کومعرفہ لائے اورغاسق کونکرہ ذکرکیا کیونکہ ہرغاسق میں شرنہیں۔بعض میں شرہوتا ہےاوروہ بھی ایک دوسرے کے مقابلہ میں کم زیادہ ہوتا ہے۔اسی طرح ہرحاسد نقصان پہنچانے والانہیں۔بعض حسد پسندیدہ ہیں جیسا بھلائی کے کاموں میں رشک کرنا۔اورایک دوسرے پر سبقت لے جانا۔

تمت سورة الفلق بعظمة فالق الا صباح

سُورَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتُّ آيَاتٍ

سورۃ الناس مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ① مَلِكِ النَّاسِ ② اِلٰهِ النَّاسِ ③ مِنْ شَرِّ

آپ یوں کہیے کہ میں لوگوں کے رب کی پناہ لیتا ہوں جو لوگوں کا بادشاہ ہے لوگوں کا معبود ہے وسوسہ

الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ④ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ⑤ مِنَ

ڈالنے والے کے شر سے جو پیچھے ہٹ جانے والا ہے' جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے' جنات

الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ⑥

میں سے اور انسانوں میں سے۔

۱: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (آپ کہیے کہ میں آدمیوں کے مالک کی) ان کا مربی اور ان کا مصلح۔

۲: مَلِكِ النَّاسِ (آدمیوں کے بادشاہ) ان کے مالک اور ان کے امور کے مدبر و منتظم۔

۳: اِلٰهِ النَّاسِ (آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں) ان کا معبود

نکتہ: نمبر ۱: آیات میں مضاف الیہ کو ایک مرتبہ ظاہر کرنے پر اکتفاء نہیں فرمایا کیونکہ ملک الناس، الٰہ الناس۔ یہ دونوں رب الناس کے عطف بیان ہیں کیونکہ عربوں کی بولی میں رب اور ملک کی نسبت لوگوں کی طرف کی جاتی رہتی ہے۔ مگر الٰہ الناس معبود ہونا یہ اسی ذات کی خصوصیت ہے۔ اس میں کسی کی شراکت و سہامت نہیں ہے۔ اور عطف بیان آتا ہی بیان و ضاحت کیلئے ہے پس اظہار مضاف الیہ ضروری تھا نہ کہ اضمار۔

نمبر ۲۔ رب کی نسبت خصوصاً الناس کی طرف کی گئی۔ اگرچہ وہ رب کل شئی ہے یہ انسانوں کو شرف بخشنے کیلئے ایسا کیا گیا اور اس لئے بھی کہ استعاذہ تو لوگوں کے دلوں میں موسوس کے شر کے سبب سے واقع ہوا پس الناس کا ذکر مناسب ہے۔ گویا اس طرح فرمایا: **اعوذ من شر الموسوس الی الناس بربهم الذی یملك علیهم امور هم وهو الٰههم و معبود هم** میں وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو لوگوں میں ان کے اس رب کے متعلق وسوسہ ڈالتا ہے جو کہ ان کا مالک امور ہے اور وہی ان کا الٰہ اور وہی ان کا معبود ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ پہلے الناس سے مراد اطفال ہیں۔ ربوبیت کا معنی اس پر دلالت کرتا ہے۔ دوسرے الناس سے نوجوان ہیں لفظ ملک جو حکم چلانے کو ظاہر کرتا ہے وہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ اور تیسرے الناس سے بوڑھے مراد ہیں۔ اور لفظ الٰہ جو عبادت کی خبر دینے والا ہے وہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ اور چوتھے الناس سے صالحین مراد ہیں۔ اس لئے کہ شیاطین انہی کو اغواء کرنے کے زیادہ درپے ہوتے ہیں۔ اور پانچویں الناس سے مراد مفسدین ہیں۔ کیونکہ اس کا عطف معوذ منہ (جس سے پناہ مانگی جا رہی ہے) اس پر ہے۔ (یعنی الجن)

۴: مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ (وسوسہ ڈالنے والے) الوسواس یہ اسم ہے جو کہ الوسوسہ کے معنی میں ہے اس کی نظیر الزلزال بمعنی زلزلہ ہے۔ باقی مصدر وسواس کسرۂ واو کے ساتھ ہے جیسے زلزال۔ اور اس سے مراد شیطان ہے۔ مصدر بول کر اس کا نام رکھا گیا گویا وہ فی نفسہٖ وسوسہ ہے کیونکہ یہ اس کا وہ مشغلہ ہے۔ جس میں وہ ہر وقت مصروف و مستغرق ہے۔ یا مراد ذو الوسواس ہے۔ الوسوسہ ہلکی آواز۔

الۡخَنَّاسِ (پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے) جس کی عادت یہ ہو کہ وہ وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جائے۔ یہ الخنوس سے بنا ہے۔ جس کا معنی متاخر ہونا۔ جیسا العواج والبنات۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول:

جب انسان اپنے رب کو یاد کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹتا اور مڑ کر بھاگ جاتا ہے اور جب وہ اس کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے تو واپس لوٹ کر پھر اس کو وسوسہ ڈالتا ہے۔

۵: الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ (جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے)

نحو: یہ صفت ہونے کی وجہ سے محلاً مجرور ہے۔ نمبر۲۔ محل رفع میں ہے۔ نمبر۳۔ شتم کی بناء پر محل نصب میں ہے۔ ان پچھلی دونوں صورتوں میں الخناس پر وقف کرنا اچھا ہے۔

۶: مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ (خواہ وہ جن ہو یا آدمی) یہ الذی یوسوس کا بیان ہے شیطان دو قسم کے ہیں۔ نمبر۱۔ جنی۔ نمبر۲۔ انسی، جیسا فرمایا: شَیَاطِیۡنَ الۡاِنۡسِ وَالۡجِنِّ [الانعام: ۱۱۲]

قول ابوذر رضی اللہ عنہ:

انہوں نے ایک آدمی کو فرمایا: هل تعوذت بالله من شيطان الانس۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کی پناہ شیطان انس سے مانگی ہے۔ روایت میں ہے آپ ﷺ پر سحر کی گئی جس کی وجہ سے آپ بیمار ہو گئے پس آپ کے ہاں دو فرشتے آئے۔ جبکہ آپ سو رہے تھے ایک نے دوسرے کو کہا ان کو کیا ہوا؟ دوسرے نے کہا ان پر سحر ہوا۔ اس نے سوال کیا کس نے کیا؟ دوسرے نے کہا لبید بن

اعصم یہودی نے، اس نے کہا کس چیز سے سحر کیا۔ اس نے کہا کنگھی کے دندانے اور بال ایک گابھے کو کھود کر ذی اروان کے کنوئیں میں ایک پتھر کے نیچے رکھے گئے ہیں۔ اس پر آپ جاگ گئے پھر زبیر، علی وعمار رضی اللہ عنہم کو بھیجا انہوں نے کنوئیں سے پانی نکالا اور کھودی ہوئی لکڑی کو جب نکالا تو اس میں کنگھی کے دندانے اور بال مبارک تھے۔ اس میں بالوں کو گیارہ گرھیں لگی تھیں۔ جن میں سوئیاں چبھوئی گئیں تھیں۔ پس یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں۔ جب جبرئیل علیہ السلام ایک آیت پڑھتے تو ایک گرہ کھل جاتی یہاں تک کہ آپ ﷺ آخری گرہ کھلنے پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ گویا کوئی بندھن کھل گیا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام کہنے لگے

باسم الله ارقيك والله يشفيك من كل داء يؤذيك۔ [رواه البخاری: ۵۷۶۶ مسلم: ۲۱۸۹]

مَسْئَلَہ: اسی لئے کتاب اللہ اور کلام رسول ﷺ سے رقیہ کو جائز قرار دیا گیا۔ سریانی اسی طرح عبرانی، ھندی وغیرہ زبان سے جائز نہیں اس کا اعتقاد واعتماد نہ حلال ہے نہ درست۔ نعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا و اقوالنا ومن شرما عملنا و مالم نعمل ونشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له، ونشهد ان محمدًا عبده ورسوله ونبيه و صفيه ارسله (بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون [التوبه : ۳۳]) وصلى الله على سيدنا محمد وعلى اله مصابيح الانام و اصحابه مفاتيح دارالسلام والله اعلم بالصواب واليه الملجا والمآب۔

مفسر رحمہ اللہ کی اس عبارت کو دعائیہ اختتامی عبارت ہونے کی وجہ سے اسی طرح لکھ دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی اِس بیش خدمت تفسیر کا ترجمہ اِس ناکارۂ خلق سے کروا کر اِس پر عظیم احسان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن میزانِ عمل میں اس کو ثقل اور حشر وقبر کی حاضری میں تخفیف کا باعث بنائے۔

اور ناشر جناب مکرم! خالد مقبول اور ان کے والدین کو بہترین اجر سے نوازے۔ آمین ثم آمین

تمت سورة الناس بعظمة فالق الاصباح

(یوم الخمیس قبل صلوٰۃ العصر ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ)

تاریخ ____________

حوالہ نمبر ____________

الحمد للہ۔ میں نے مکتبۃ العلم کی شائع کردہ اس تفسیر مدارک کے عربی متن کو حرفاً حرفاً بغور پڑھا ہے اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ اب اسکے متن میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے اور لفظی و اعرابی غلطی کا امکان نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

محمد اشرف